

مکمل

سامون

حصہ اول

حصہ دوم

حصہ سوم

اسم کے راحت

ایک بلند حوصلہ نوجوان کی ایسی داستان جس کا ہر موڑ نئی حیرتیں اور نئے اسرار لیکر آئے گا جو اپنے
ماضی سے مرزا موڑ کر مستقبل کو فتح کرنے کے ارادے سے نکلا تھا اور اس سلسلہ میں
آتش و آہن سے کھیلتا چلا گیا

سامون

یہ بلا حصہ

ایم۔ اے راحت

— ناشر —
علی میاں پبلی کیشنز

۲۰- عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون ۷۲۴۷۱۴

سکین آل ملی صاحب نے انھیں مشورہ دیا کہ مجھے مزید تعلیم کے لیے شہر بھیج دیا جائے۔

”میاں ملی صاحب نے پوچھا۔
”مستادوں سے آگے کی بات کر رہا ہوں احسان میاں!“
”بلد میں بچوں کو مستادوں سے پیچھے ہارنے دو آگے بڑھ گئے تو ہاتھ سے نکل جائیں گے۔“

”گویا تمہیں اپنی تربیت پر بھروسہ نہیں؟“
”یہ بات نہیں! خاندان کی روایت ختم ہو جائے گی۔ بڑھ کر یہ سسرے زمینوں کا بیار بھول جائیں گے!“
”صاف کرنا میاں احسان! یہ روایت تو تم انھیں دوسری پاک کرنا توڑ چکے ہو۔“

”سمجھا کر دل ملی، نئی تعلیم صرف بابو جنم سے رہی ہے۔ زمینیں اپنے بھولوں سے خود ہوتی جا رہی ہیں۔ بیوہ ہو گئی ہیں یہ۔ تم نہیں سمجھتے زمین کو مرد کے پسینے سے یہ جوان ہوتی ہے اور...“

”بس بس! خوب تذکرہ ہے ہوا ان گھوڑوں کی ان میں ہل چلا کرتا انھیں اپنے پسینے سے جوان کرتے تھے، اب ان میں ٹریکٹر کیوں گھسیٹتے پھرتے ہو۔ پسینے کی بجگہ مولیں آئی کیوں گلاتے ہو۔“
”یہ کیا اول قول یک ہے ہوا آل ملی۔“

”فرزالی تمہاری سفارش سے پاس نہیں ہوا ہے۔ پڑنے منع میں اول آیا ہے۔ اس کے رستے مت روکو۔ ایگل بیکر سٹ، بناؤ، اس کو تمہاری زمینوں پر سونا آگائے گا۔ اسنو احسان میاں! اسنو ہوں اس کا میں یہ شہر چلے گا۔ اور تم کچھ نہیں بولو گے اسس معاملے میں!“

آل ملی صاحب نے غصے سے اتنے پچھے اتنے ٹیک نفس تھے کہ والد صاحب اس کے لبہ کچھ نہیں بولے اور مجھے شہر بھیج دیا گیا۔ میرے لیے تمام ضروری انتظامات کر دیے گئے اور میں تعلیم حاصل کرنے لگا۔ والد صاحب اس وقت انتقال کر چکے تھے جب میں صرف دس سال کا تھا۔ ان کی شکل بھی یاد نہیں تھی مجھے، اسکین بڑے بھائی اور بابا جی بہت دن تک یاد آتے رہے۔ پھر میں شہر کے ماحول کا عادی ہو گیا۔ میری تعلیم کے دوران ہی میرے دونوں بھائیوں کی شادی ہوئی اور وہ شہر ہی بھا بیوں نے گھر کا نظام سنبھال لیا۔ میں مغلن اور مسرور تھلہ لائی اسکول کا میاں برقرار رکھا تھا میں نے اور ہر کلاس میں بہترین پوزیشن لیتا ہوا نیوٹرٹی پیس چنگ کیا اور اب ایم اے فائنل کے بعد نیوٹرٹی آف ایگل بیکر میں داخلہ لینے کا ارادہ تھا تاکہ زمینوں پر سونا آگائے گا۔

اسکین یہ تارہ تمام تریاں کیں اور بل بڑا۔ دوست بڑا

میرے دو بھائیوں محسوس ہوا جیسے ذہن سے ساہا سالا
آستری کا بوجھ اتر گیا ہو۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی یقین
تھا کہ بہترین پوزیشن حاصل کروں گا۔ نیوٹرٹی کے دوسرے ساتھی مع
درج کے برقرار بنائے بیٹھے تھے۔ مجھے بھی شرکت کی دعوت دی
گئی تھی۔ بسکین میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ہاشل پہنچا تو دوسرا
فیصلہ ہو چکا تھا۔ واڈون نے مجھے ایک تار دیا جو میرے سب سے
بڑے بھائی زعت احسان کا تھا۔ لکھا تھا: ”فارغ ہو گئے ہو گے۔
فورا گھر پہنچو!“ زعت احسان!

ذہن بچھ کر رہ گیا۔ گھر تو جانا ہی تھا۔ ایک آدھ ہفتے کے
پیسے دوستوں کے ساتھ کوئی بیوگرام بن جانا تو کوئی حرج بھی
نہیں تھا۔ گھر والوں کو تار لینے کی ضرورت کیسے پیش آگئی۔ میرا
ذہن گھر کے مسائل کے بارے میں سوچنے لگا۔ دونوں بڑے بھائی
ساڈنظام سنبھالے ہوئے تھے، چھوٹا ہونے کی وجہ سے میرے
ادب کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی تھی۔ میرا تعلق ایک زمیندار گھرانے
سے تھا۔ پشتوں کی زمینیں تھیں جو نہ چنانچہ کب سے ہمارے
خاندان کی خدمت کر رہی تھیں۔ ہمارے خاندان کے ہر بزرگ نے
ان زمینوں میں اضافہ کیا تھا؛ چنانچہ یہ کافی پھیل گئی تھیں۔ اور اب
اوقات کے بہت سے باغات اور کھیت ہماری ملکیت بن چکے تھے۔
تذمیر لفظ زراعت میں تبدیلی ہو چکا تھا۔ اس بار آگائی حویلی جو کسی
دوڑ میں کئی حویلی کے نام سے مشہور ہو چکی تھی، اور اب بسکین حویلی
ہی کہلاتی تھی، علاقے کی سب سے خوب صورت مہارت بن گئی تھی
جس میں ضروریات زندگی کے جدید ترین لوازمات موجود تھے۔

میرے دو بڑے بھائی ان زمینوں کے نگران تھے۔ سخت
معتنی اور حفاظت تھے یہ دونوں۔ اب تک ان میں زمینداری کی شان
زید بھائی تھی، چنانچہ وہ اب بھی ٹریکٹر لے کر کھیتی کرنے نکل جانے
اور زمین کو دھن کر دکھ دیتے تھے۔ والد صاحب کی عمر گویا ساڑھے سال
سے تجاوز کر چکی تھی اسکین اب بھی وہ سوجوانوں کے چائے کوئی کام
کرتے پرتے تو جوانوں کو پیچھے چھوڑ دیتے۔ قرارنے کوئی بہن نہیں
دی تھی، بس۔ بلکہ خاندان بھر میں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ میرے والد کی
بھی کوئی بہن نہیں تھی، اب ہم صرف تین بھائی تھے۔ تعلیم کا زیادہ
رہا ج نہیں تھا، ہمارے خاندان میں۔ میرے بھائیوں نے بانی اسکول
پاس کیا تھا اور زمینیں سنبھال لی تھیں۔ غلام جلا کر استاد
مخترم آل ملی کا بھونے نے معمول تعلیم میں میری مدد کی تھی۔ پوری ہستی
میں صرف وہی ایسے تھے جن پر والد صاحب قید آنکھیں بند کر کے
امتداد کرتے تھے، اور ان کی کوئی بات نہیں مانتے تھے۔ بانی اسکول
کے بعد والد صاحب کے حساب سے میری تعلیم پوری ہو چکی تھی!



نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
نوا بار حقیق کٹا تب نگیں ہوا

پریم کے ذہن۔ لکھنا اچس بھوں کی کتابیں اور روزانہ
7243296

آئیڈیل پبلک لائبریری

پتہ: ...

بھلا کہتے رہے گئے تھے مسکن میں اس مار کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ راستے میں ڈھنگا لہا رہا۔ سفر بیدار ہو کر مسکن سے ہوا تھا، نہانے کے لیے ذہن دہل میں اس کا سواں گھر کر دی تھی۔ گھر پہنچنے کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی، اس لیے جب مجھے لیٹنا مشین نہیں پہنچی۔ چنانچہ تاکہ کر کے سٹی پل پر لا۔ تاکہ مالا میری ہی بسنی کا آدی تھا۔ میں تو اسے نہیں پہچانتا تھا۔ مسکن وہ مجھے جانتا تھا، کئی بار میں نے محسوس کیا جیسے وہ مجھ کو بلاتا ہے۔ مسکن ہمت نہیں کر پارہا تھا۔

"کیا بات ہے تاکہ والے! کچھ کہنا چاہتے ہو۔"

"کوئی بات نہیں چھوٹے مالک! اس نے کہا۔"

"چھوٹے مالک، مجھے جانتے ہو کیا؟"

"ہم داؤڑ ہیں جی... تو کیا والے باجھی کے بیٹے... آپ ہی کی بستی کے ہیں۔"

"اوہ! اچھا! بھئی مجھے تو تم لوگوں سے اتنی ڈور زندگی گذارنی پڑتی ہے کہ اپنی بستی والے میرے ہاں نہیں ہے۔"

"ہم بھی اسکول میں پڑھتے تھے چھوٹے مالک، آپ بڑی جماعت میں تھے۔"

"کمال ہے! یا تو تم بدل گئے ہو، یا پھر میری یادداشت اتنی خراب ہے کہ میں تمہاری شکل بھول گیا۔" میں نے کہا اور داؤڑ ہنسنے لگا۔

دخشا میرے ذہن میں حویلی کا خیال آیا اور میں نے پوچھا، "حویلی کے حالات کیسے چل رہے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں مالک، پر وہ بات کہاں جو بڑے مالک کے دور میں تھی۔ حویلی پر بڑی ماسی چھائی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اس کے الفاظ پر متوجہ ہو کر پوچھا۔

"بڑے مالک کے دور سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میرے یہ الفاظ شاید داؤڑ کے لیے بھی خوب خیر تھے وہ اٹنا بوکھلایا کہ اس نے تاکہ روک لیا۔ اور گردن گھا کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"بڑے مالک کو کیا ہوا داؤڑ؟" میں نے بے چین سے سوال کیا اور وہ حیرت سے بولا، "تو کیا آپ کو نہیں معلوم مالک؟"

"کیا نہیں معلوم؟"

"ہی کی... یہی کہ... بڑے مالک اس دنیا میں نہیں ہیں! داؤڑ نے کہا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے تاکہ اٹک گیا ہو۔ ذہن اوپر آ گیا ہو اور اس کے نیچے دہک گیا ہو۔" میں نے افسوس سے مالک کو دیکھا۔

ہم سوچ رہے تھے کہ آپ کو..."

داؤڑ نے تاکہ آگے بڑھایا لیکن میرا دل سینے میں ڈوبا جا رہا تھا۔ کانوں کے پردے چھٹے جا رہے تھے۔ دماغ پر سٹوڑے پڑ رہے تھے۔ یہ کیسے ہو گیا۔ کب ہو گیا۔ ناقابل یقین بات تھی۔ کیا وہ بیمار تھے لیکن ان کی بیماری کی خبر میں نے نہ دی تھی۔ ان کا انتقال کب ہوا۔

کہیں یہ پائل دیہاتی بکواس تو نہیں کر رہا، پس بول رہا ہے تو یقین کیسے کر دوں بات ہی ایسی تھی؟" داؤڑ، "میں نے جملے اٹسے لکھا رہا۔"

"جی مالک..."

"تو کونسی بستی کا ہے۔ مجھے جانتا بھی ہے یا بس پوئی!"

"ہم سے بھول ہو گی مالک، ہمیں یہ بات کب معلوم تھی۔ ہم تو سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ آپ کو غیر نرس ہو گی۔ یہ خبر ہمیں نہیں سننا تھی۔ چاہیے تھی۔" داؤڑ نے کہا۔

"تو کونسی بستی کا ہے داؤڑ؟" میں نے پھر پوچھا۔

"آپ کی بستی کے ہیں مالک، باگاڑاھی کے!"

"بڑے مالک کا نام معلوم ہے مجھے؟"

"کیوں نہیں مالک، جانے سے میں ان کا نام لکھا گیا ہے۔" داؤڑ نے کہا، اور مجھے میرے والد کا نام بتایا۔ میرا دل ایسا کر ملن میں آ گیا۔ راستہ ہزاروں میل لپکا گئے۔ آنکھوں میں نمی آ رہی، ملق بند ہوا جا رہا تھا۔ میں نے کسی کچھ کھا ڈاز میں پوچھا، "کب انتقال ہوا ان کا؟"

"اب تو میں نے بھی اوپر ہو گیا مالک، چالیسواں ہونے والا ہے! داؤڑ نے جواب دیا۔"

"بیمار ہو گئے تھے؟"

"کوئی تھی سارے۔ ذہن سے آپ سے تھے۔ کالو کے کوزوں پر پانی دیا، بس لوگ گمراہ گدھے میں چل پڑے ہو گئے۔ پوری بستی تین دن سوگ میں ڈوبی رہی تھی۔" داؤڑ نے کہا۔ میں خاموش ہو گیا کہانات تارک ہو گئی تھی، دل و دماغ میں چارو بھٹا گھرا ہوا تھا۔ خدا خدا کر کے بستی آئی، حویلی پہنچا۔ لازم مجھے دیکھ کر ہاڑوں مارنے لگے۔ بڑے بھائی موجود تھے۔ مجھے سینے سے لگا کر رونے لگے۔ مسکن میں ہمیں پوچھا، "بڑے مالک کیوں نہیں دی گئی؟"

"میرے خاص طور پر کم ہوا تھا کہ جب تک تمہارے استیانات نہ ہو جائیں تمہیں اطلاع نہ دی جائے۔ انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا!"

"یہ اچھا نہ ہوا۔ مجھے ان کی آخری وارادت دیکھنے سے بھی محروم کر دیا گیا۔"

"ان کی وصیت تھی۔ میں نے چچا آل علی سے بھی مشورہ کیا تھا انہوں نے بھی یہی اس نے دی کہ تمہارا مستقبل خراب نہ کیا جائے۔"

"مسکن آپ لوگوں نے مجھے ساری زندگی کے کرب میں جو مبتلا کر دیا اس کا دفتر دار کون ہو گا؟"

"تمہاری شکایت پر مجھے غزالی، مسکن ہماری مجوریاں بھی تھیں۔ پھر مجھے بھائی رفعت احسان بھی آگے اور کافی دیر تک آسوا اور آپں ابھرتی رہیں۔ میں گم گم مٹھا رہا تھا۔ یادیں ذہن میں

مجھ رہی تھیں۔ ایک ایک بات یاد آ رہی تھی۔ میرے والد شامی باپ تھے۔ ایسے باپ جن کی اولادوں کو کبھی ان سے کوئی شکایت نہیں ہوتی تھی۔ بعد میں قرینیکہ چھوڑ چکھائے، فخر پر ہی مسکن حویلی بنی، بیٹی لگ رہی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس سے سارے تنہا ختم ہو گئے ہوں۔ مادہ کو جانتی تھے بھابھیاں تھیں، مسکن وہ بات بڑی تھی جو اب کی تو جو زندگی میں تھی۔

شہری بھابھیاں شہر سے ہی سے آگے تنگ رہتی تھیں۔ شہر سے چند روز کے لیے آتا تھا زیادہ ہلنے کے موقع نہیں ملا تھا، اس کے علاوہ بارہا ان میں ایک بات محسوس کرتی تھی مسکن ایسی چھوٹی اور ناپید بات تھی کہ ذہن میں آتی تو لاجل پر حنا شروع کر دیتا۔

میرے دونوں بھائی واجبی سی فصل دعوت کے مالک تھے۔ ان کے تن و قوتش جوں غلام ڈسٹ واریوں کی نذر ہو گئے تھے، جبکہ میں چونڈ کا سرخ و سفید جوان تھا۔ میرے رخساروں پر خون کی مرقی مرقب تھی، اور بدن پیٹنے کے بدن کی طرح سڈول اور چست تھا۔ جدید شہری لباس میری شان اور بڑھاتے تھے، اور میں نے بھابھیاں کی آنکھوں میں حسد کے جذبات محسوس کیسے تھے۔ دو چار جملے بھی ان کے منہ سے سنئے تھے جو میرے اس احساس کو ہوا دیتے تھے۔

سینہ وہ میری بھابھیاں تھیں، ایک طرح سے ماں کی حیثیت رکھتی تھیں کسی نقصان بات کو نہیں اپنے ذہن میں کبھی جگہ نہ دے سکتا تھا۔

لیکن یہ احساس منور بارہا میرے دل میں بیٹا ہوا تھا کہ انہوں نے مجھے وہ اپنائیت نہیں دی تھی جو دوبروں اور بھابیوں کے درمیان ہوتی ہے۔

اب بھی ان کا وہی رویہ تھا۔ سب لوگ مجھ سے ملنے تھے۔ سلیاں دی تھیں لیکن دونوں بھابھیاں دور دور رہی تھیں۔ وہ رسم بھانجے بھی نہیں آتی تھیں۔

کئی دن گذر گئے۔ چالیسواں قریب تھا۔ ایک شام اس مسئلے میں ملاحظہ مشورے ہوئے بھابھیاں بھی شریک تھیں۔ چالیسویں کی رات کو بارے میں لے کر میرے غزالی بھائی کا خیال ہے!

"کیا جانے! خیال کیا معنی رکھتا ہے!"

"میرا مطلب ہے کس بیانے پر۔ سادگی سے تاکہ کوئی جانے یا رشتہ داروں کو بولایا جائے۔"

"کیوں؟ سادگی کی ضرورت کیوں پیش آگئی! میں نے پوچھا۔"

"صاف بات کیوں نہیں کرتے رفعت۔ غزالی بھی گھر کے ذمہ دار ہیں۔ گھر کے حالات کب تک چھپا دو گئے ان سے! چھوٹی بھابی نے کہا۔"

"کیا حالات میں گھر کے بھائی کی بات ہے رفعت بھائی؟"

"میں نے حیرت سے پوچھا۔"

دونوں بھائی گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ پھر بڑے بھائی نے

بات تازہ نہیں ہے غزالی، سالا سال سے ہم پریشانی کے کنارے ہیں۔ لاکھوں روپے کے مقروض ہو چکے ہیں ہر گھر کا چاروں باغ رہن ہیں۔ ہمیری گڑھ والی زمین فروخت ہو چکی ہے۔ کئی مہاجروں کو سود جاتا ہے۔ ان دنوں بڑی پریشانی سے گزر رہے ہیں۔"

"مگر کیوں؟ ایسا کیوں ہوا؟"

"بابا صاحب سے حساب پوچھنے کی ہمت کس میں تھی۔"

"ناممکن! مجھے تو کبھی اس کی شکایت بھی نہیں ملی۔"

"تمہیں تو آزاد چھوڑ دیا گیا تھا۔ بابا صاحب تمہارے ذہن پر بڑا اثر نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔"

"مسکن آپ لوگوں نے تحقیقات تو کی ہوتی۔ میں تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔"

"جب تک بابا صاحب نے سارے معاملات ہمارے حوالے نہیں کیے تھے ہم ہی نہیں سوچ سکتے تھے۔ ہم قہر میں بنا ہوئے۔ بجز زمینوں صرف اس لیے خریدی گئیں کہ زمینداروں سے مقابلہ چل رہا تھا۔ انہیں آباد کرنے کے لیے لاکھوں روپے قرض لے کر لگائے گئے لیکن زمینیں کچھ نہ بنے سکیں۔ یوں دو چار بڑھ گئے۔"

"میں پریشانی سے ان کی تکلیف دیکھتا رہا۔ یہ تو... یہ تو بہت بڑا ہوا جیتا۔ یہ تو بہت افسوسناک حالات ہیں۔" میں نے ندمتی آواز میں کہا۔

"جب تک بابا صاحب زندہ تھے سبھی سبھی رہی۔ مسکن اب عزت منجالی شکل ہو گئی ہے،" رفعت بیٹھے کہا۔

"چالیسواں تو ہونا ہی چاہیے فرست گیا۔ ان سارے حالات کے بلکہ میں جو میں سوچیں گے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے! میں استقامت کروں گا۔ تو فرست کر دو۔" رفعت بیٹھا نے کہا۔ طے ہے ہوا کہ چالیسواں دھوم دھماکے ہو گا۔ لیکن اس نے شوشے سے میری رات کی نیند حرام کر دی۔ ناقابل یقین بات تھی ایسا کیسے ہو گیا۔ ہمارے ہاں تو دولت کی لیل میں تھی اس موضوع پر کبھی بات بھی نہیں ہوئی تھی۔ واقعی ہمارے قافلان کی مالی حالت پر کبھی شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ رات بھر میں شدید غصہ لگا رہا تھا۔ دوسری صبح بے چین ہو کر آل علی چپکے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرے استاد بھی تھے اور شوق بھی۔ بڑے بارے مجھ سے بیٹھے آتے تھے۔

"میں اپنی بستی میں اجنبی ہو گیا ہوں چچا۔ وہ سننے کو چلا ہے جس کے بارے میں خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔"

"کیا ہوا بیٹے؟"

"میں جانتا ہوں چچا کہ میرے والد اس بستی میں صرف آپ کے پرستار تھے۔ بہت محبت کرتے تھے وہ آپ سے!"

"یہ حقیقت ہے بیٹے میں بھی اپنے بھائی سے محروم ہو گیا۔ آل علی چچا آبیہ ہو گئے۔ مسکن کیا شہ ہے تم نے؟" انہوں نے کہا اور میں

نے پوری تعفیف انھیں سادی۔ دوسروں کے لیے ذہ ایک عام آدمی ہوں گے لیکن میرے مستقبل کی تعمیر میں انھوں نے بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔

آل علی چاہا میری زبان نہ گئے۔ پھر انھوں نے کہا: "بندھا میرے ان معاملات کی ذمہ داری ہر ماہ میں لگی، حیرت کی بات ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا!"

"مجھے کیا کرنا چاہیے بچا۔ میری راہنمائی کیجیے!"

"غدا تمہاری راہنمائی کرے بیٹے۔ میری راہنمائی ہے کہ تم مجھے اس آزمائش میں نہ لٹاؤ۔ وہاں میں خود کو بے بس یا ماتا ہوں۔ رخصت اور فرست سے بات کرو۔ تحقیقات کرو ان معاملات کی۔ اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔"

میں یہاں سے بھی بائوس ہو گیا۔ بھائیوں پر رشک کرنا گناہ تھا۔ لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی چالیسوں کا دن آگیا کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی نزدیک کیستی سے ماہوں نصرت علی بھی چالیسوں میں شریک ہوئے تھے نصرت علی میری والدہ کے گئے جھائی نہیں تھے، دوسرے گئے تھے لیکن میرے والد کے ان کے تعلقات بہتر نہیں تھے۔ پتا نہیں کیوں بہر حال ان سے زندگی میں بس دو پیار بار ہی ملاقات ہوئی تھی۔ بھائیوں کی شادی میں یا اب۔ میں نے ان کے ساتھ دوسروں کی بے اعتنائی محسوس کی اور خود انھیں منہ بال لیا۔ میں نے بڑی اپنائیت کا سکہ کیا ان کے ساتھ۔

ناخبر ہو کر، ہمانوں نے بڑے بڑے شیا نول کے نیچے کھانا کھایا، اور درخصت ہو گئے بہت سے ہمان ابھی موجود تھے۔ جن میں ماہوں صاحب بھی تھے۔ اسی وقت اندر سے لڑا آیا اور میں اندر چلا گیا۔ ہمانوں کے بڑے ہال میں میرے دونوں جھائی دو آدمیوں کے ساتھ موجود تھے۔ نوادہ ہندو تھے اور شکلوں ہی سے ہمانوں نظر آتے تھے۔

"یہ جو لڑے شادی ادران کے منیم ہیں غزالی۔ جملہ لڑا دی مہان میں ادر ہمارے عزت ندام کو سننے کے ہیں۔ بڑے جھائی نے کہا۔" رام، رام، رام! کیسی بائیں کہے ہیں ہمارے۔ پاک کیا سوچے گا۔" جو لڑے شادی ہوئے۔

"میں نہیں سمجھا جھائی صاحب! میں نے پریشانی ہے۔"

"انھیں کچھ بڑا پتہ چل گیا کہ ان بابا صاحب کا چالیسواں ہے اور ہمان آئے ہوں گے یہ اس موقع سے ناڈہ اٹھانے آئے ہیں۔"

"کیسا ناڈہ؟"

"ہم تاشیں ہیں تمہیں بڑا۔ چنگان کی سوگند میں نامعلوم تھا کہ آج بڑے جہاز کی تیر چھاں ہو رہی ہوں گی۔ ہم کوئی دن سے یہاں آئے کے لیے پریشان تھے چھوٹی جھائی مٹی بات نہیں بڑا یور سے پاریخ

"میں خود حاضر ہوا ہوں گا ماہوں جان آپ مطمئن رہیں!"

"انتظار کریں گے ہم سب!" نصرت علی نے کہا اور پھر وہ چلے گئے۔ ایک عمدہ سی جیب میں آئے تھے، اس کا مطلب تھا کہ ان کے عبادت خاصا چھے ہیں۔

رات کو ایک خصوصی نشست ہوئی۔ رخصت بھائی نے ان کا حساب پیش کر دیا۔ دونوں بھابھیاں بھی موجود تھیں۔

"یہ پیسے میں نے اس سوڈی کے سود کے لیے جمع کیے تھے۔ یہ پیسے کرا سے ایک سال سے پیسے نہیں گئے۔ کچھ عجیب سی بات تھی۔ بابا صاحب نندہ تھے تو ہمیں ان معاملات کی کوئی فکر نہ تھی، اب یہ سب کچھ براہ راست ہم پر آ پڑا ہے!"

"سرسری درشنے تو ترسے پھوڑ گئے ہیں دیوار بھیا۔ انھیں آئیں میں تقسیم کر دوں۔ سوچا تو یہ کہہ گا کہ ماہوں کے حصے ہوں گے بڑے یہ تو تقدیر کی بات ہے۔" چھوٹی بھالی نے کہا۔

"کیا بھلا سکر رہی ہو کوشم۔ تمہیں ان فضول باتوں کی کیا ضرورت ہے؟" نصرت بھیا بولے۔

"کیوں! کینز ہوں اس گھر کی؟ ملازمین کو آئی ہوں یہاں مل باپ نے بہت بڑے گھر میں شادی کی تھی کوئی عیش کرے گی۔ یہ عیش میں یہاں، عزت نینلا پر کر ہے، ہائی اسکول پاس نہیں ہوں، اہل نے کیا ہے میں نے۔ ماہوں مل کی طرح خاموش نہیں رہ سکتی، لوگ نے میرے گھر کیسے ہیں، کیا یہ ہے میرے گھر۔"

میں خاموش رہا۔ ہفتے سے خون کھول اٹھا تھا، لیکن مصروفیت اسی میں تھی کہ خاموشیوں میں بڑی بھالی کے چہرے پر بھی کچھ ایسے ہی تاثرات تھے۔ میں نے ٹھٹھے ہوئے کہا: "اگر کچھ پریشانیوں ہیں بھیا، تو فکر نہ کریں، سب مل کر ان کا انڈا کریں گے کچھ سوچیں گے۔" پھر میں ہلنگل آیا، ہوش آگئے بارہ تھے۔

بابا صاحب نے آخر درودت کہاں آڑا دی۔ یہ سب کیا ہے! تقسیم وغیرہ کے بارے میں تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا لیکن والد صاحب کے نام کو میں بڑے گتے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کم از کم کچھ مذہب کو ہر عبادت مذہب کیسے نہیں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جھانپوں سے پوچھ کر بھی ممکن نہیں تھی لیکن جو کچھ ہوا تھا اس پر گردن جھکائے رکھنا ہے جسی تھی اور میں نے جس نہیں تھا۔

دو تین دن گذر گئے۔ اس کے بعد کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

دونوں بھائی بھی خاموش خاموش تھے۔ بھابھیاں تو خیر میرے سامنے بھی کم ہی آتی تھیں۔ مستقبل کے سارے خواب چکن چکن ہو گئے تھے، میں اس گھر سے بیٹھ کر رہا تھا۔ بائیں ہی اجنبی گھوس کر رہتا تھا یہاں۔ لیکن تحقیقات ضروری تھی۔ آل علی صاحب کے یہاں چلا جانا تھا۔ وہ بزرگ ایسے نیک لذت تھے کہ ایک کبھی انھوں نے

میرے گھر کی ملاقات نہ کریدے۔ پھر ایک دن میں گھوٹا لیا کہ کچھ مل پڑا۔ جیب موجود تھی لیکن جان پوچھ کر نہ لی، کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن میرے بارے میں ثابت خان کی لڑت تھا جہاں ماہوں نصرت علی رہتے تھے میں نے چالاک سے ان کا پتا معلوم کر لیا تھا۔ راستے میں میرا ذہن خیالات میں الجھا رہا تھا۔ بڑے فاصلے پہلا ہو گئے تھے ہم بھائیوں میں۔ نہ بلنے کیوں؟ میرے دل میں تو کسی کے لیے کوئی بات نہیں تھی۔ یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ ماہوں نصرت علی کو اس سلسلے میں سب کچھ بتا دوں گا، آخر کوئی تو ہو کر کوئی مشورہ دے سکے۔ اتنا بیوقوف بھی نہیں تھا کہ لوگوں کی شخصیت نہ جان سکوں۔

ماہوں صاحب کے مکان کی تلاش میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ لیکن پہلے ہی آدمی سے پوچھا، تو وہ میرے گھوڑے کی نگاہ کو پکڑ کر مل پڑا۔ اور اس نے مجھے ماہوں صاحب کے مکان پر چھوڑ دیا۔ بہت عمدہ مکان بنا ہوا تھا، اماں نے جیب کھڑی ہوئی تھی، میری اس گھر میں آگیا گیا عید کی آمد تھی۔ مانی صاحبہ تین بہنیں اور دو نوجوان اس مرحلے پر بیٹ گئے کچھ مجھ اب تک یہاں نہ آنے پر شرمندگی ہونے لگی۔ خود ماہوں صاحب پیچھے جا رہے تھے۔ میرے گھوڑے تک کا احترام کیا جا رہا تھا۔ عرض وہ اپنائیت ہی تھی یہاں کبھی اپنے گھر میں بھی ایسا نہ ہوا تھا۔ متاثر تو ہونا ہی تھا۔

پہلا دن ایسے گذر گیا کہ احساس بھی نہ ہو سکا۔ ماہوں صاحب نے بہت سے دوستوں سے ملایا۔ اچھے تعلقات تھے ان کے لنگوں سے۔ رات کو دست نوجوان پر بھی کسی کا تانڈا تھا، لڑکے اور لڑکیاں جلیں کر رہے تھے۔ ہمارے گھر کی نسبت ماہوں جان کا گھرانہ بہت جدید تھا۔ نمایاں فرق محسوس ہوا تھا۔ ماہوں زاد بہنیں تڑپا کر رہی تھیں، اچھی شکل و صورت کی لڑکیاں تھیں، اہمیت زیادہ نہ تھی لیکن سلیقہ تھا۔ میں بھی ان سے گل مل گیا۔

رات کو ماہوں جان کے ساتھ تنہا نشست ہوئی۔ تم ان لوگوں کے لیے متربک ہو غزالی۔ ہیشہ آؤ دو لڑکی رہی تھیں، اب آؤ دو پوری ہوئی ہے تو یہ تڑپا ہو گئی ہیں۔"

"مجھے انکس ہے کہ اس سے قبل بیان کیوں نہ آیا۔ دیکھ میں یہ سوال بھی کرنا چاہتا تھا آپ سے ماہوں جان!"

"کیسا سوال؟"

"آپ ہمارے خاصے قریبی عزیز ہیں لیکن تعلقات واجبی سے ہے۔ جبکہ بابا صاحب بھی ایسے باخلاق نہ تھے۔ اس کشمکش کی کوئی خاص وجہ تھی؟" میرے اس سوال پر ماہوں جان پہلے خاموش ہو گئے پھر مڑ کر دیکھے۔ پھر بولے "بڑا مشکل سوال کہ ڈالوے تم نے۔ جواب ضروری سمجھتے ہو۔"

"آپ ہمارے خاصے قریبی عزیز ہیں لیکن تعلقات واجبی سے ہے۔ جبکہ بابا صاحب بھی ایسے باخلاق نہ تھے۔ اس کشمکش کی کوئی خاص وجہ تھی؟" میرے اس سوال پر ماہوں جان پہلے خاموش ہو گئے پھر مڑ کر دیکھے۔ پھر بولے "بڑا مشکل سوال کہ ڈالوے تم نے۔ جواب ضروری سمجھتے ہو۔"

"آپ ہمارے خاصے قریبی عزیز ہیں لیکن تعلقات واجبی سے ہے۔ جبکہ بابا صاحب بھی ایسے باخلاق نہ تھے۔ اس کشمکش کی کوئی خاص وجہ تھی؟" میرے اس سوال پر ماہوں جان پہلے خاموش ہو گئے پھر مڑ کر دیکھے۔ پھر بولے "بڑا مشکل سوال کہ ڈالوے تم نے۔ جواب ضروری سمجھتے ہو۔"

"آپ ہمارے خاصے قریبی عزیز ہیں لیکن تعلقات واجبی سے ہے۔ جبکہ بابا صاحب بھی ایسے باخلاق نہ تھے۔ اس کشمکش کی کوئی خاص وجہ تھی؟" میرے اس سوال پر ماہوں جان پہلے خاموش ہو گئے پھر مڑ کر دیکھے۔ پھر بولے "بڑا مشکل سوال کہ ڈالوے تم نے۔ جواب ضروری سمجھتے ہو۔"

"آپ ہمارے خاصے قریبی عزیز ہیں لیکن تعلقات واجبی سے ہے۔ جبکہ بابا صاحب بھی ایسے باخلاق نہ تھے۔ اس کشمکش کی کوئی خاص وجہ تھی؟" میرے اس سوال پر ماہوں جان پہلے خاموش ہو گئے پھر مڑ کر دیکھے۔ پھر بولے "بڑا مشکل سوال کہ ڈالوے تم نے۔ جواب ضروری سمجھتے ہو۔"

”جی ہاں ماننا چاہتا ہوں!“
”تو تمہیں یہ بتانے کے لیے ذرا سا بے تکلف ہونا پڑے گا“ محسوس تو نہ کر گئے؟“
”نہیں۔ مزے لیں!“

”بھئی سجدہ پر جو میری پھولی نا دہن تھی۔ اور کچن سے میری گلیمز تھی۔ ہمارے والدین نے بڑی پیاہ سے ہمارا رشتہ جو کچن ہی میں طے کر دیا تھا اور میں اُسے اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ زمینداری کی زندگی تھی میں بڑے دوستوں کی صحبت میں بیڑے ڈرا رہتا تھا۔ زمینداری ہو گیا“ اور یہ بات عام ہو گئی کہ میرے رنگ ڈھنگ ٹھیک نہیں ہیں۔ حقیقت یہ بھی سچ تھی لیکن اُس وقت مجھے یہ احساس نہ تھا کہ میں اتنے بڑے خسار سے دوچار ہوں گا۔ تھا تو مانا مانا سے یہ رشتہ توڑ دیا اور مرحوم احسان علی سے نسبت طے کر ڈالی۔ میں برداشت نہ کر سکا، میں نے بڑے ہنگامے کیے یہاں تک کہ بندت لے کر تھا تو والد کے گھر جا کر بیٹھی اور دھکیاں دیں کر کرنا کھانوں سے اجل صاحب کے یہاں رشتہ کی توثیق خون کی نمایاں بہاؤں کا۔ لیکن وہ لوگ بھی بڑوں نہ تھے۔ احسان علی نے بھی بد وقت سنبھال لی۔ بزرگوں نے معاملہ برابر کیا اور بہر حال سجدہ کی مشادی احسان مرحوم سے ہو گئی۔ بعد میں ہم بھی بہاڑے کیے نیچے آ گئے اور اس کے بعد پھر سب ٹھیک ہو گیا۔ میں نے احسان مرحوم سے معافی بھی مانگ لی لیکن اس معاملہ سے دوبارہ اتفاقات استوار نہ ہو سکے۔ تمہاری پیرائش کے دو سال بعد سجدہ اللہ کو بیماری ہو گئی۔ فلاکی قسم میں ایک بن کے رشتے سے اُس کے لیے بہت نہ دیا تھا۔ بعد کی ساری کوششیں ناکام رہیں اور وہ ماحول پیدا نہ ہو سکا جو ہونا چاہیے تھا۔ یہ بھی ہماری کشیدگی کی وجہ جس کی زد میں پچے بھی آ گئے۔“

”اوہ!“ میں نے گہری سانس لی۔
”گدڑی ہوئی داستا میں ہیں۔ یہ بتاؤ گھر کو کہ آئے ہو؟“
”نہیں!“ میں نے جواب دیا۔
”آتش لیں نہیں ہوگی کسی کو...؟“
”شاید کسی کو جو میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا!“ میں نے جواب دیا۔ میرے اس جواب پر ماحول صاحب کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔ ”گویا میلہ انازہ درست تھا!“
”کیسا انازہ ماحول صاحب؟“
”بھئی پر نام انسان ہوں اس کو گلے کرنے کے لوگ جھٹکا اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے، نہ سہی لیکن جو کچھ ہوا ہے اس پر خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکتا۔ پہلے اپنی نسبت تم پر واضح کر دوں غزال میاں۔ غملا کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ بیٹیوں کا بہترین تیار کر چکا ہوں۔“

بیٹے پر مدد ہے میں انھیں صحیح تعلیم سے نوازا تو سچوں کا سب کچھ سے دیا۔ خود کا شگے کے کھامیش گستاخوں اور جھوٹوں کا ان کے لیے کہ انھیں ابتدائی زندگی میں مشکل نہ ہو، چنانچہ یہ سمجھ لو کہ جو کچھ کہوں گا بے لوث ہوگا۔ اور صرف حق کا ساتھ دینے کی بات ہوگی، جس کا صلہ کسی انسان سے نہیں ملتا۔ تم سے جاہوں کا۔ تم سے اگر کچھ مانگوں تو یقین کر لینا کہ صرف لاپٹی اور خود غرض انسان ہوں۔ بس یہ خواہش ہے کہ جو کچھ کہوں اس پر یقین کر لینا۔“

”میں آپ کی بے مدد کرتا ہوں ماحول جان ایسی بات نہ کہیں۔“ میں نے کہا۔
”مجھے تو احسان بھائی کی موت کی اطلاع بھی نہیں دی گئی تھی لیکن میرے دوست احباب تمہاری بستی جاتے رہتے ہیں چنانچہ مجھے وہاں کی خبریں ملتی رہتی تھی۔ انھیں میں سے کسی نے مجھے احسان بھائی کی چاکا موت کی اطلاع دی تھی۔ پچھو پچھو اس موت میں شرکت کے لیے بے چین تھا لیکن میں بہت نہ کر سکا۔ میری بات دوسری تھی سب کچھ برداشت کرنے کے لیے تیار تھا لیکن عدتیں، عورتیں ہوتی ہیں۔ میری وہاں آمد کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھا گیا، جنہوں کی طرح جنانہ سے میں شریک ہوا۔ گھر سے کہہ کر گیا تھا کہ سوئم تک روکوں گا مابقی آجاتا تو گھر والوں کے سامنے سبکی ہوتی چنانچہ سوئم تک ایک سلسلے میں رکا، عدوانہ بچوں کی خیر گیری کو جانتا تھا، دل سے معذور تھا۔ جنازے ہی میں تمہیں نہ پا کر دلی زبان سے تو کہہ غزال میاں کی جو جگہ ضروری ہے۔ لیکن کہا گیا کہ اس کے استقامت ہو رہے ہیں اُسے اطلاع نہیں دی ملے گی۔ لیکن وہاں غم کے ماحول سے سوگوار ہونے کے بجائے صاحب کتاب کے کھاتے کھولے بیٹھے رہتے تھے۔ ساتھ ساتھ کارندہ سے ملائے گئے تھے منشی والد علی سوئم والے دن بھی نئے کھاتے بناتے رہتے تھے اور دوسرے لوگ ان کی سعادت کرتے رہتے تھے۔ بیٹھے کھاتوں کا خدا بلتے کیا ہوا۔ سالہ نئے کھاتے تیار ہوتے۔ مجھ بد نصیب نے سوئم پر بھی درختا ست کی کفر لٹی کو لایا بلاتے۔ لیکن تقاریر نے میں طوٹی کی ملا کوں سنتا۔ ابھی تو بہت سے کام باقی تھے گزرتاں آجاتا تو جانلاؤ زمین حصوں میں تقسیم کرنا پڑتی۔ اتنی ملدی یہ سب کچھ کیسے ہضم ہو سکتا تھا۔ چنانچہ غزال کو اطلاع نہ دی گئی، اور سب کچھ ہو گیا۔ میں تو قیبتے چالیسویں پر بھی تمہاری موجودگی کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ لیکن شاید سب ٹھیک ہو گیا ہوگا۔“

”ایک بات تو پچھو کہتے ہو غزال؟“

”جی! میں نے کئے کئے ہیں میں جواب دیا۔“

”جولائی پر شاد چالیسوں کے دن وہاں کیوں بیٹھی تھا؟“
”اس سوال کے کئی جواب ہیں ماحول صاحب۔ بعزل میرے دونوں بھائیوں کے، ہمارے پاس اب کچھ نہیں ہے، سب کچھ بے صلہ ملتی ہے تباہ ہو چکا ہے، بہت سی زمینیں چک گئی ہیں۔ جولائی پر شاد چلنے پانچ لاکھ کے لیے ہماری عزت کی ٹیلائی کرنے آیا تھا۔ بڑی خوش آمدور آمد سے وہ خاموش ہوا۔ اُسے پانچ لاکھ بڑے کا سو ایک سال سے نہیں ملا ہے۔ ایسی ہی بہت سی باتیں تیرے علم میں لائی گئی ہیں۔“

”لا حول ولاقوة۔ خدا کی قسم لعنت ہے۔ لعنت ہے ایسے لوگوں پر تو ہے وہ کیا چاہتے ہیں؟“
”اس کا کوئی اظہار نہیں کیا گیا۔“
”صرف ایک ثبوت میں سے ملتا ہے تو یوں نہیں صرف ایک ثبوت جولائی پر شاد کے سلسلے میں وہ لوگ مارا گئے، اور کوئی بھی اتنی کم یا ہونے نہیں لیکن جولائی پر شاد... پانچ لاکھ کی رقم وہ پچاس سال میں بھی کسی کو نہیں دے سکتا۔ پچیس پچاس ہزار کے پیر پیر کا آدمی ہے۔ میں اس سے زیادہ اس کی اوقات جانتا ہوں۔ تم یہاں ہو تو دو دو کا دو دوہ اپانی کا باقی ہو سکتا ہے۔“

”وہ کیسے؟“
”ہمت کرنی ہوگی۔ اتنی اوقات میں کروں گا۔“
”میں تیار ہوں ماحول صاحب! اور کوئی بات ہوتی تو چٹکیں تمہاری اس طرح میرے مرحوم باپ پر کچھ اچھالی جا رہی ہے۔ میں نے کہا۔“
”استقامت کرنے میں کچھ دت کے گا تم اگر جاہو تو اس دوران واپس چلے جاؤ تاکہ ان لوگوں کو شبہ نہ ہو سکے۔ ان کے دلوں میں پھر نہیں کہیں وہ ہمارے کھوئے ہیں نہ ہوں۔“
”کوئی خرچ نہیں ہے ماحول صاحب! میں مورد حال معلوم کر کے ہی جاؤں گا۔“ میں نے کہا۔

”تب یہاں آرام کرو۔ میرا نصرت علی ہے، اچھے اچھوں کے ذات کئے کر لیتے ہیں میں نے۔ غزال میں بھائیوں میں اختلاف کا کوئی فائدہ حاصل کرنے کا خواہش مند نہیں ہوں لیکن تمہارا ہے جو، اور ان دونوں نے تمہارے خلاف تمہارا جملہ کر لیا ہے۔ میں حق کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ ہم جنسین و ملازمت میں گھسیٹیں گے ایک ایک پائی نکالیں گے ان کے منق سے۔ جتنی دولت خرچ ہوگی تمہاری طرف سے میں کروں گا۔ میں انصاف کا بول بالا جانتا ہوں۔ بس اب آرام سے سو جاؤ۔ میں کل تیاری کر کے تمہیں بتاؤں گا کہ اب کیا کرنا ہے!“

ماحول صاحب سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرے میں آ گیا جو میرے لیے تیار کر لیا گیا تھا لیکن نیند کا آنکھوں میں درد تک پتا نہیں تھا۔ طبیعت میں سجدہ یعنی تھی۔ میں نے دونوں بھائیوں کو بہت بڑا سچا تھا، وہ ایسے نکمیں گے یہ سب کچھ ہوگا میرے ساتھ۔ بھابھیاں تو کھل کر بے اعتنائی کر رہی تھیں۔ لیکن بھائی... کیسی عجیب ہے یہ دنیا... لیے جینی اتنی بڑھی کر کے میں دم گھٹنے لگا۔ دو گھنٹے گزار گئے تھے ماحول کے پاس سے آنے ہوئے ان میں سے ایک ٹورسکون سے نہیں گذرا تھا۔ باہر تا ایک رات کے ساتھ چھلے ہوئے تھے۔ سوچا کسی پرسکون گوشے میں جا کر کھلی ہوا میں بیٹھوں گا۔ باہر نکل آیا۔ کون کی نظار میں سے ایک کمرہ روشن تھا۔ یہ ماحول ممانی کا کمرہ تھا۔ باہر جانے کے لیے اس کے سامنے سے گذرنا تھا اندر باہر کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی، کمرے کا دروازہ بند نہیں تھا میں نے سوچا اگر وہ دونوں جاگ رہے ہیں تو پھر ان سے ہی باتیں کروں دروازے کے قریب پہنچا تو اپنا نام سنا قدم خود بہ خود رک گئے۔ ”تعلیم یافتہ ہے، اپنی زبان لہانے تو دونوں کو نالوں پختہ جو اسے لگا۔ میں اس کے لیے شہر کے بہترین وکیل کھڑے کر دوں گا۔ مجال ہے فرصت اور رفعت کی کہ اس کا حصہ ہضم کر جائیں۔“

”ان دونوں نے تو یوں یوں کے جالی میں چھس کر خوب رنگ دکھائے۔ اس کا حصہ ہضم کرنے کے لیے کچھ جوڑ ڈالا۔“
”تم دیکھتی رہو، سب ٹھیک کر دوں گا۔ دس ریس ہزار خرچ بھی ہو جائیں تو پورا نہیں۔“
”اتنی جلد بازی مت کرو۔ بیٹے ٹھونک بکا لو اسے کہیں بعد میں شہہ دیکھتے نہ رہ جاؤ۔ ویسے اندازاً اس کا حصہ کتنا ہوگا!“
”لاکھوں روپے کی جائداد ہے ایک بہت بخت انازہ نہیں ہے۔ تمہارے احسان علی کے بارے میں بہت بڑا حصہ بنتا ہے اس کا۔ اسی لیے تو وہ جلد جلد کہہ رہے ہیں چھوٹی موٹی بات ہوتی تو پہنچے بہر محنت نہ کرتے!“

”چلو ٹھیک ہے۔ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد وہ ہمارا داماد بن جائے گا۔ شہر میں پڑھا ہے ممکن ہے شہر ہی کی کسی وکیل سے دل بھی لگائے بیٹھا ہو کیا دھرا پوٹ ہو جائے گا۔“
”سالے کام میں ہی کروں اب۔ تم بھی اس سلسلے میں کچھ کرو۔ راکبوں سے کہو کہ اس کا دل ہاتھ میں لیں جسے ہم بھی پسند کرتے دوسری اس کے لیے راستہ چھوڑیں۔ علی سے انھیں اس کام پر لگا دو، سوئے کی چڑیا مجال سے کھلنے نہ پائے۔ اس کی عدالت میں اُسے دلائل کا مافی کام تو کم کرو۔ باقی کہا

کسی شہری لڑکی کی بات، تو وہ بھی یہی مائل مانے گا۔ میں بلاوجہ تو رزم نہیں نکالوں گا۔ دوڑوگ بات کروں گا۔ تینوں میں سے جو لڑکی اسے پسند آتی ہے اس کا نکاح اس کے ساتھ کروں گا، اس کے بعد باقی کام ہوں گے۔" ماموں صاحب کی آواز سنائی دیا۔

میرا ہی ذکر غیر قصد سیکن جو گنگو پوری تھی۔ وہ عجیب تھی ایسا ایک ہی ماموں صاحب کا بھرم بھی کھل گیا تھا۔ میں بیٹے پاؤں دہاں سے واپس کرے میں آگیا۔ ہنسی بھی آ رہی تھی اور غصہ بھی اس کا نمانت میں کوئی بے عزم نہیں ہے۔ سب کے سب ہوس کے بندھے، نرکے غلام۔ بھائی ہو، ماموں ہو، کوئی بھی رشتہ ہو۔ سارے رشتے زر کے رشتے ہیں۔ سب ایک ہی کیلی پر گروہم ہے ہیں کیا دولت واقعی اتنی دکھن شے ہے۔ سوچنے کے لیے ایک نیا موضوع مل گیا تھا۔ جس میں نظر دوڑائی دولت کے کھیل نظر آئے۔ انسان کا فکد کے جال میں جکڑ کر رکھ گیا ہے۔ انسانیت سونے کی قید میں اسیر ہو گئی ہے۔ دولت صرف دولت... انسان کچھ بھی نہیں ہے۔ واہ ماگ ہم کیسا شرفا لائق ہیں، کائنات منتر کردی ہمارے لیے سیکن ایک حیرت می شے کے زیر نگین کر دیا۔

دل جا جا کر اسی وقت یہاں سے بھاگ جاؤں۔ یہ جو عراتن شہرت میری ہوئی بننے کے قابل کہاں ہیں جن کے لیے سب کچھ کرنا جاہا ہے، اور اگر تینوں بھی تو ہیں اس طرح اپنی نیلائی کہاں پسند کرتا یہ سیکن ایک بات فہور تھی، ماگ ہم میرے بھائیوں کے معاملے میں ماموں صاحب نے کوئی جال نہیں پھیلا یا تھا، ان کے سنے میں وہ پنج ہی بول ہی ہے تھے۔

پھر کون نہ میں بھی ذہانت سے کام لوں۔ آدھی رات تک میں اپنے ذہن میں منصوبے بنا رہا۔ بہت کچھ فیصلے کیے تھے اپنی زندگی کے بارے میں۔ دوسری صبح میں ہمتا شیش ریش تھا۔ زندگی کی ان حقیقتوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا جن کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں تھا۔ ان چیزوں نے ذہن کو ادا سیاں نہیں دی تھیں، بلکہ شادہ کر دیا تھا۔ دنیا کے اس نئے رنگ کو میں نے قبول کر لیا تھا۔ سینہ کچھ اور فراخ ہو گیا تھا۔ میں نے ان میاں ذہنوں سے نفرت نہیں کی تھی، بلکہ ان کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا تھا۔ تینوں تینوں ماموں زاد نہیں میرے آگے پیچھے پھر رہی تھیں، مگر میں نے تینوں میں سے ایک پر اظہارِ رافت کر دیا تھا۔ سیکن بس بڑے بھائیوں کے سے انداز میں کسی کو بھی میں نے نشیمنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ پھر شام ہو گئی۔ پانچ بجے کی پلٹے پر ماموں صاحب واپس آ گئے تھے۔ وہ بھی کسی کا فکد لگاؤ؟

"تھلا گھر ہے بیٹے! ساری زندگی ہمارے ساتھ آنکھوں پر جو اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہوگی۔" ماموں صاحب نے کہا پھر وہ چلے سے فارغ ہو کر بسے۔ "ہاں بیٹی نکو! ہم اب بھی اس بوجوں کو چاہتے ہیں۔ ہمیں بھی اس سے بیار ہے، اب تھوڑی دیر کے لیے اسے ہنس سے دو۔ بھاگ جاؤ، یہاں سے ہمیں کچھ باتیں کرنی ہیں!"

لڑکیاں کھلکھلاقی ہوئی جلی گئیں تو ماموں صاحب نے میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا، یہاں کیسا محسوس ہوا، خالی۔

"ایسا ساری زندگی یہاں رہنے کو ہی چاہے!"

"بھڑا ہو... ضرور رہو... میرے دست راست بن جاؤ، دنہ کرتا ہوں زندگی بھر کوئی تکلیف نہیں ہوگی، خیر سے اپنے بواپن میں خوش نہ ہو گے تو کیا ہو گے، میں نے جولاہا پر شادو کے لیے انتظام کیا ہے۔ کام نظر ناک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ترک یہ سمجھ میں نہیں آئی۔ لادری پورے بیٹے ہیں، کسی مادے نہ ڈرں گے سوائے جان کے خوف کے!"

"میں نہیں سمجھا ماموں جان؟"

"رات کو رول اور لڑنے کر گھن جاؤ، اس کے گھر میں جاؤ، لڑنے تیار کر دینے میں ساتھ ہیں کہ ہر لڑکی آئی گی اپنے سر میں گے اس طرف سے بے فکرم نہا کوئی آج نہیں آئے گی تم پر یہ نصرت کا ذمہ!"

"وگڈ... سیکن کروں کیا؟"

"حقیقت پوچھ لو، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ پورے پانچ لاکھ روپے اس نے زندگی بھر نہیں دیکھے ہوں گے۔ بس یہ معلوم کرو کہ اس میں کہاں تک جھوٹ ہے، کہاں تک سچ!"

نظر آتے ہو، آہنہ میں کسی ایسے فیئر سے کو یہ مشورہ نہ دیتا۔" گیارہ بجے مہنے تیار یاں ملکی کر لیں۔ وہ چار لوٹے سے جوں ہاں نے مجھے دینے تھے، شکل دوسرے سے واقعی بدشا ش نظر آتے تھے۔ نہیں تمام سوز نکال بھجادی گی تھی، چارچہ ہم خاموش سہی کی گلیاں ہنور کرتے ہوئے جولاہا پر شاد کے گھر پہنچ گئے۔ واقعی وہ میں لاکھ ہا انسان نہ معلوم ہوتا تھا۔ گھر کی چار دیواری پھیل گئی اور جولاہا پر شاد کا فکد تلاش کرنے میں کوئی وقت نہ ہوئی۔ دوسرے کون میں اس کے اہل خاندان سو رہے تھے، ان کی کتھیاں باہر سے چرچھا دنی گئیں۔ اور پھر میں نے جولاہا پر شاد کے کمرے کے دروازے پر دستک دی، تیسری دستک پراش نے دروازہ کھولا۔

"کیا آت آگئی... کون ہے؟" اس کے بچے میں جھلاہٹ تھی۔ دوسرے لمحے میرے چوتھے ہاتھ کا شکرہ اس کی گردن پر کس گیا۔ "اسے مری کیو... ہارو پ۔" اس کی آواز بیچ گئی۔ اسے اندر دھکیل کر ہم باچوں بھی اندھا داخل ہو گئے۔ میرے ایک ساتھ تھے، دیوار پر سویرے تلاش کرنے کے روشنی کر دی تھی۔

لادری کہے میں تمہا... تنگے ہون تھے اور اس طرح کانپ رہے تھے جیسے جاتا بیڑا آیا ہو، شوش بھی ایسی ہی تھی، میرے ہاتھ میں رول اور باقی جامل کے ہاتھوں میں خنجر چک رہے تھے۔

ور جا بجا ہر حال نہ ہوتا تھا۔

"حلق سے کوئی آواز نہ لادری تو آخری دمیت بھی نہ کر سکو گے مجھے بیوا کو کون ہوں میں۔"

"ہرے رام... ہرے رام... کون ہو جانا... ہرے رام۔" فرور سے دیکھو لادری بیچان جاؤ گے!"

"ہرے رام... ذہن لادری کے تو... پیمان گئے بھتیجا... مگر ہم سے کیا بھول ہوگی... شاکر دو... ہمارا کوئی دوش نہیں ہے، پھر کس کا دوش ہے؟" میں نے سفک لیجے میں پوچھا۔

"بس وقت زیادہ سے لیا وہ ادا کا، ہی کارگر ہو سکتی تھی۔" "ہرے رام... ہرے رام!" جولاہا پر شاد نے بیٹھا لائیک و شش کی جیسے میں نے محسوس کر لیا اور آگے بڑھ کر پستول اس کی پیٹی پر رکھ دیا، تم مجھے وقت نہیں ہو جولاہا پر شاد... خون رسنے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوتی... بے موت مارے جاؤ گے۔ یہ ہے سبھی بیٹھا روگ اس پستول کا نشانہ بن چکے ہیں۔" "مگر ہمارا کیا دوش ہے تو۔ ہمیں ہمارا دوش تو تادو۔" "تمہارے پانچ لاکھ روپے جیسے تھے میرے باپ کو؟" "پانچ لاکھ!" جولاہا پر شاد نے میرے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور تھوکن ٹنگنے لگا۔

"بکدو ہاں... در اس کے بند... مگر ٹیو و جولاہا۔ ان

پانچ لاکھ روپے کا کا فکد تو ہوا تھا، اسے پاس؟"

"ہاں ہے!"

"دو چار لاکھ روپے اور بھی ہوں گے یہاں۔ کچھ دوسرا جولاہا پر شاد کی ایسا تک بہت دولت مند ہو گئے ہیں، جیسا اس سے پہلے ان کے پاس ایسا ہڈا لاکھ روپے سے زیادہ نہیں تھے، تمہارے بارے میں بڑی حقیقتات کرنی پڑی ہے جولاہا۔ میں نے تم سے چہو نہیں جیسا یا کیو نکو میں فیصلہ کر کے آیا ہوں کہ تم میرے بارے میں کسی کو کچھ بتانے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔"

"اسے نا تو نا... ہمیں مار کر کھالے گا تمہیں... لالچ میں مارے گئے ہیں۔"

"جان پچ سکتے ہے جولاہا... اپنی زبان سے پچ لو۔ وہ دعہ کرتا ہوں، تمہیں محافظ کر دے گا، سیکن ایک ایک لفظ پچ ہو۔"

"پچ نہیں گے تو... اسے ہٹاؤ، پھاری کھوڑے سے چل گئی تو... ہرے رام... ہرے رام۔"

"پچ کے نام پر..." میں نے ڈرانا اتنا ز میں پستول ہٹا لیا۔

"تم پچ کہہ رہے ہو تو... ہمارے پاس تینوں میں بھی پانچ لاکھ نا ہوتے۔ ہم کہاں سے دینے کسی کو پانچ لاکھ۔"

"ہوں... پورا کھل تادو۔"

"رفعت بھتیجا آتے تھے ہمارے پاس۔ دو ہزار روپے جیسے

ہیں اور لو، کہ اس طرح ہم تیر ہوں گے روز وہاں پہنچ جائیں اور پانچ لاکھ کی بات کہیں تمہارے سنے۔ انھوں نے نہیں ایک کا فکد بھی دیا جس میں پانچ لاکھ کا رول ٹھا تھا، اس کا فکد پر رفعت بھتیجا نے تمہارے پتا جی کے جعلی دستخط کیے تھے۔ انھوں نے ہم سے کہا تھا کہ یہ کا فکد بھی ملامت نہیں پہنچے گا اور ہمیں اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ فکد ہنر کرنے کے لیے ہم نے یہ نام کیا تھا بھتیجا، ہمیں شاکر دو پھول ہو گئی۔"

"کا فکد کہاں ہے؟" میں نے پوچھا، دل دکھ کر کہ گیا تھا۔

سیکن اب یہ ساری باتیں فہول تھیں۔

"ہمارے پاس موجود ہے۔ تجوری میں ہے۔"

"نکالو!" میں نے کہا اور جولاہا پر شاد کی جان نکلتے لگی...

"دعہ ہے جولاہا کی تمہاری تجوری سے اور کچھ نہیں لیا جائے گا۔" "اچھا، اچھا!" جولاہا پر شاد نے کہتا ہوتے کہا۔ تجوری اسی کمرے میں موجود تھی، اس نے کا پتے ہاتھوں سے چایاں تلاش کیں۔ تجوری کھولی اور کا فکد نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ حقیقت بیا صاحب کے دستخطوں سے یہ دستخط لایے گئے تھے۔ میں نے کا فکد جیب میں رکھ لیا، "اب یہ تادو جولاہا کی کمرے سے بھائیوں کو یہ اطلاع دینے تک پچ جو گے؟"

”مام رام رام، کبھی نہ ہائیں گے جیتیا جی... ایک بار صاف کرو۔“

”سختو تم لوگ! تم جو اللہ پر شاد پر ایک ایک ٹونگہ رکھو۔ ایک ہفتے تک یہ گھر سے باہر قدم رکھیں تو بے درخ انھیں گولی مار دینا۔ جولا پر شاد جی ایک ہفتے تک اگر میرے گھر یہ اطلاع پہنچی تو... تمہیں اس کے برد صاف نہیں کروں گا اسے یاد رکھنا۔“

”یاد رکھیں گے جیتیا جی... جھگڑان کی سگنہ یاد رکھیں گے۔“
 ”آؤ! میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اور ہم سب واپس پلٹ پڑے۔ جولا پر شاد واقعی بیٹھے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اس سلسلے میں کبھی نہیں کریں گے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس ماموں صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ سب لوگ سو رہے تھے۔ لیکن ماموں صاحب باہر رگڑے میں کرسی ڈالے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے چہرے پر سستی پھیلی ہوئی تھی۔ ”کام ہو گیا؟“ انھوں نے بے چینی سے پوچھا۔

”ہاں ماموں صاحب! سب ٹھیک ہو گیا۔“
 ”واہ! اچھا رمان بیٹے! یہ تو ایک ہزار روپے آپس میں بانٹ لینا کوئی اور ضرورت تیرے پاس تو تمہیں تکلیف دوں گا!“
 ”ہم حاضر ہیں!“ ٹوٹ لینے والے نے کہا اور چاروں باہر نکل گئے۔

”ان لوگوں نے صبح تباہ کیا تھا؟“ ماموں صاحب نے پوچھا۔
 ”بالکل ٹھیک!“

”کام کے بچے ہیں میری ضروریات پر کام آتے رہتے ہیں۔ جیہاں بھی ہیں، کہیں بھی ہو جڑا پوچھیے نہ نہیں گے میں نے ضروری کاموں کے لیے انھیں پال رکھا ہے۔ خیر چھوڑو سناؤ کیا رہی۔“
 ”آپ نے ٹھیک کہا تھا۔ جولا پر شاد کو لڑنے کا آدمی ہے۔ دو ہزار روپے لے کر اس نے میرے سامنے یہ ڈرا کر لیا تھا۔ اس نے قبول کر لیا ہے۔“

”خدا کا شکر ہے میری عزت رہ گئی، بڑی دعا کر رہا تھا خدا سے کہ میری لالچ رکھے کہیں تم یہ نہ سوچو کہ جسے ان سے کوئی پر فاش ہے اور بلا وجہ تمہیں ان کے خلاف جھڑکا رہا ہوں تمہیں اطمینان ہو گیا۔“

”جی ماموں صاحب آپ کا شکر یہ کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میں اپنے جیتاؤں کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔“
 ”آنکھیں تو اب میں ان کی کھولوں گا۔ دیکھتے رہو کیا کھیل دیکھا، ایک ایک پائی نہ انکھوں تو نصرت علی نام نہیں۔“
 ”مالا کھو تم تینوں میرے لیے یکساں ہو، مگر خدا کبھی کہتا ہے تمہارے

اور ان کے رویتے میں کتنا فرق تھا کسی پڑوسی کے ساتھ بھی وہ سسکو نہیں کیا جاتا جو اس دن اور اس سے پہلے انھوں نے ہرے ساتھ کیا تھا۔ بات میرے اور احسان علی مرحوم کے درمیان ہوئی تھی بچوں کا تو ان باتوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اب اگر تم کہو تو میں ایک مشورہ دوں۔“

”جی ماموں صاحب!“
 ”صبح کو تم چلے جاؤ۔ ان سے بات کرو کہ وہ یاٹی یاٹی کا حساب دیں اور تمہارا حصہ الگ کر دیں اگر اس میں کوئی حل و ملت کریں تو انھیں صاف بتا دو کہ وہ کورٹ آنے کے لیے تیار ہیں۔ اور پھر تم اپنا سامان اٹھا کر یہاں چلے آؤ۔ یہ گھر تمہارا ہے۔“
 ”بہت بہت شکر ہے ماموں صاحب! میں بہت جلد کوئی فیصلہ کروں گا۔“

”اجی بس فیصلہ ہو گیا تمہارا مستقبل نہانا اب میری ذمہ داری ہے کبھی خود کو نہا مت سمجھنا۔ لاکھوں خرچ کروں گا تمہا سے لیے مگر حق نفی نہ ہونے دوں گا۔ واہ کیا گھٹ پوڑا کیسے اس نے نہ لرا میرے بچے کے خلاف۔ اب آرام کرو۔ صبح کو ملاقات ہوگی میں تمہا سے ہی لیے جاں بچا تھا۔“

”بھرا!“ میں نے آہستہ سے کہا۔ اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ایک عجیب سی نفرت محسوس ہو رہی تھی اس دن سے کسی ایک پر غصہ نہیں آتا تھا۔ تجربہ ہو چکا تھا کہ سب اپنی اپنے بارے میں سوچتے ہیں۔ ماموں صاحب میرے مستقبل کے لیے نہیں اپنی بیٹیوں کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے، ماہے لوٹ وہ بھی نہ تھے۔ لیکن اب کرنا کیا ہے۔ بھانپوں نے واقعی بہت بڑا کیا تھا، ان سے یہ توقع نہیں تھی۔ ماموں صاحب کو کسی غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہیے۔ ویسے کا فنڈ کے سلسلے میں، میں نے انھیں کوئی بات نہیں بتائی تھی۔ یہ جھوٹا کاغذ میرے بھانپوں کی نادانی تھی۔ اس کے ذریعے چھین سکتے تھے۔ لیکن میں نے سب کچھ نہیں پایا تھا۔ میں ان کی قسمت کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا تھا۔

”دوسری صبح ناشتے کی میز پر خوب رونق تھی۔ بڑا اہتمام تھا۔ میری ایک بہن نے پوچھا۔ ”آپ آج جا رہے ہیں؟“
 ”ہاں ثریا! واپسی کا ارادہ ہے!“
 ”پھر کب آئیں گے؟“ نرہمت بولی۔
 ”کب کیا! کل یا یا نہ سے زیادہ برسوں واپس آ جاؤں گے۔“

”اتظام کرو، اب یہ میں نہیں رہیں گے۔“
 ”آتی جلدی نہ کریں ماموں صاحب! مجھے کچھ سوچنے دینا۔“
 ”ہم مر گئے ہیں سوچنے والے جو لوگ دشمنی پر آمادہ ہوں۔“

تمہیں کی مسکھ دیں گے۔ بلکہ میں تو کبھی ہوں اندر نہ کرے وہ تمہیں زہرہ نکلا دیں۔ دولت کے لاپرواہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔“ ممانی بیگم بولیں۔

”ہاں بیٹی ہو شیبا رہنا مزوری ہے۔ بس تم کو جو میں نے کہا ہے وہ کرو اور فرار واپس آ جاؤ۔“

”یہاں سے جانے کو دل کس کا چاہتا ہے۔ ممانی جیسی مشفق بل آپ جیسے ماموں اور سب سے بڑھ کر میری یہ تینوں بہنیں۔ آپ جانتے ہیں ماموں صاحب ہمارے خاندان میں رڑکیاں نابید ہیں۔ مجھے بہنوں کی آرزو تھی ادب ادب یہاں مجھے میں تین بہنیں مل گئیں یہ تینوں میرے لیے سگی بہنوں کے مانند ہیں۔ میرے دل میں ان کے لیے ایک بھائی کا پیار ہے!“

میرے الفاظ ان سب کے لیے دھماکے سے کم نہیں تھے۔ لیکن ان میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔ انھیں بڑا کوئی کہہ سکتا تھا۔ میں نے ان سب کے چہرے جیسے محسوس کیے، لیکن ماموں صاحب زبردستی جلدی سے بولے۔ ”ہاں ہاں کیوں نہیں... کیوں نہیں۔“ اس کے بعد انھوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

صبح کو تقریباً دس بجے میں نے ماموں کا گھر چھوڑ دیا۔ ماموں صاحب اب بھی کوئی اس کا گئے ہوئے تھے۔ آخری ہدایات انھوں نے مجھ پر طے جو ش و خورشید سے دی تھیں۔ میں گھر چلے پر سوار ہو کر چل پڑا۔ اور پھر یہ مسافت طے کر کے حوالی پہنچ گیا۔

فرصت بھائی سامنے ہی نظر آ گئے۔ جلدی سے میری لاف بڑھے اور پریشان لہجہ بنا کر بولے۔ ”بتاؤ پیڑ چلے گئے تھے کہاں گئے تھے۔ بتا کر تو جاتے۔“

”آپ میرے لیے پریشان تھے بھائی صاحب!“ میں نے مسکاکر کہا۔

”پریشانی کی بات ہی تھی چلے کہاں گئے تھے آخر؟“
 ”بس آ مارہ گروی۔ اپنی پریشانیوں کا حل تلاش کرنے گیا تھا۔“

”کیا مطلب؟“
 ”رفت بھائی کہاں میں؟“
 ”وہ بھی تمہا سے لیے پریشان تھا، زمین پر گیا ہے وہاں کچھ لوگ ٹھہرا رکھے، آؤ اندر آؤ۔“

اندر کھڑا تھا جوں کی توں تھی۔ بھائیوں نے مجھے دیکھ کر تنگ کیڑی تھی۔ فرصت بھائی نے کہا۔ ”اے بھئی رفیہ کچھ ناشتے وغیرہ کے لیے لاؤ۔ یہاں تین کچھ کھایا بھی ہے اس نے یا نہیں!“
 ”لاؤں گا کچھ پیٹھے دے دی ہے کیا۔ اُن سے منگوانو۔“ بڑی بھائی نے کہا۔

”نہیں بھائی آج جو کچھ بھی کھاؤں گا آپ کے ہاتھوں سے کھاؤں گا۔ بس منہ میری۔“ میں نے کہا۔ بھائی نے کچھ نہ کہا۔ بس اسٹنڈ بنا کر اندر چلی گئیں۔

”آخر گئے تھے کہاں؟“ فرصت بھائی مجھ اپنے کمرے میں لے آئے۔

”کچھ ذمہ داریاں مجھے ہی تو سنبھالنی ہیں بھائی صاحب۔ بس اس سلسلے میں گیا تھا۔“
 ”کہاں؟“

”مختلف جگہوں پر۔ رفت بھائی کب پہنچیں گے؟“
 ”دوپہر کا کھانا گھر پر ہی کھائے گا!“
 ”آپ کو تو کوئی مصروفیت نہیں ہے آج؟“
 ”نہیں... کوئی بات ہے؟“

”ہاں بس تینوں بھائی بیٹھے کو زندگی کے مسائل پر بات چیت کریں گے۔“ میں نے کہا۔ اور رفت بھائی خاموش ہو گئے۔ بڑی بھائی نے میرے لیے کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ یہاں کے حالات کا اندازہ چل ہی ہو رہا تھا، وہ حقیقت میرے لیے اب اس گھر میں کوئی جگہ نہیں تھی۔

دوپہر کو کھانے پر البتہ بہت کچھ تھا۔ رفت بھائی بھی آگئے تھے۔ بھابھیاں بھی موجود تھیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے پوچھا۔ ”رفت بھائی آپ بسن کام کے لیے گئے تھے وہ ہو گیا؟“
 ”ہاں! کچھ کہاں نکل گئے تھے۔ بتا کر جاتے!“

”اب آپ کس کچھ بتا کر جاؤں گا!“ میں نے مسکاکر کہا۔
 ”تم کچھ بات کرنے کو کہہ رہے تھے؟“
 ”جی ہاں!“
 ”کیا بات تھی؟“

”زمین اور جاندا کی دیکھ بھال آپ لوگ خود کرتے ہیں یا اس کے لیے کوئی منشی ہے؟“

”منشی تو ہے لیکن ہم لوگ خود ہی سادے کام کرتے ہیں۔“ بڑھے بھائی بولے۔
 ”تو پھر مائے تمام زمینوں، جانداروں کے کھلنے لگائے۔“
 ”بیک اسٹینٹ اور دوسری تمام چیزیں بھی ہونی چاہئیں۔ میں اپنے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔“ میں نے پھر شے بے میں کہا اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ وہ سب مسکات رہ گئے تھے۔ میں جاتا تھا کہ میرے اس لیے امدان انفا ظلا انھیں گمان بھی نہیں ہو گا۔ ابھی چند محبت تو انھیں بھٹنے میں ہی لگ جائیں گے۔ تاہم میں انتظار کرنا تھا۔ اس منٹ کے بعد دونوں

اور باہر نکل آیا۔ اب میرے ذہن میں کوئی سکر نہیں تھا کوئی الجھن نہیں تھی، بلکہ ذہن سے ایک بوجھ ہٹا گیا تھا۔ میں آگ آگ سے بچا گھر کو پہنچ گیا۔ انھوں نے سب معمول میرا پر تیک استقبالیہ کیا۔

”کمان جا رہے ہو؟“ انھوں نے میرے ہاتھ میں سونے کی بھینچ پکڑ کر کہا۔
”ہاں بچھا! اس وقت آپ سے حرف ملنے نہیں آیا کچھ کام بھی تھا۔“
”ضرور بیٹے کھو؟“
”کچھ کھینچے چاہیے تھے۔ شہر میں میرا اکاؤنٹ ہے جلتے جاپٹ کو دلایس بیچ دوں گا؟“
”ہاں ہاں بھرتے بیچے جا سیں؟“
”تین سو روپے حرف!“
”ایک منٹ...! ابھی لایا۔“ انھوں نے کہا اور اندر چلے گئے۔
پھر انھوں نے تین سو روپے لاکر مجھے سے دیے۔ اور بولے۔ یوں لگتا ہے جیسے... جیسے گھر سے کچھ نالارض ہو گئے ہو۔“
”نالارض نہیں بس یہ گھر چھوڑ رہا ہوں ہمیشہ کے لیے!“
”وہ...؟“

”آپ کو ضرور بتاؤں گا... آپ میرے محسن ہیں، آپ کی وجہ سے آج مجھے یہ حیثیت حاصل ہے اگر دوسری شکل ہوتی تو آج میں تباہ حال ہوتا۔“
”کیا بات ہے؟“ انھوں نے پوچھا۔ اور میں نے انھیں جولا پر شاہ کی اور کھاتوں کی تفصیل بتادی اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں گھر کو خیر یاد کہہ کر آیا ہوں۔
”انھوں نے تمہیں روکنے کی کوشش بھی نہیں کی؟“
”اچھی ہی کیا... میں نے نہ روکا۔“
”اب کی کر دو گے؟“

”ایک طرح سے میرے حق میں بہتری ہوا ہے بچھا۔ زندگی کی شاہراہیں میرے لیے کھل گئی ہیں اپنے قول کو نبھانے کی جود جہد کروں گا۔ نئے جہان دیکھوں گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کل میں بچانے مجھے بہت سہجایا۔ بیٹے جوانی اسگون کا نام ہے۔ روکن میں دوڑتے ہوئے خون کا طوفان، پہاڑوں کو پیسے ڈالنے کا دولہ رکھتا ہے۔ لیکن حقیقت کی دنیا کچھ اور ہے۔ وہاں تمہیں ماریا لیں گی۔ دولت کا حصول آسان نہیں ہے۔ ہاں بڑائی کے راستے بیشمار ہیں اور ان پر دولت بھی بھجوری ہوتی ہے لیکن اس طرح اس دولت کا حصول تمہارے جیسے نوجوان کو زرب نہیں دے گا۔“

”میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا چچا میں کوئی مہذب نہیں کر سکتا۔ کوشش کروں گا کہ ناجائز راستے نہ اپناؤں لیکن اگر وقت نے حالاً نے ساتھ نہ دیا تو پھر خود پر سے ساری بائبیاں ہٹا دوں گا۔ آپ نے

میرے جیسے نوجوان کی بات کہ ہے۔ میں ایک عام نوجوان ہوں کو خاص بات نہیں ہے مجھ میں کوئی خوبی مجھے دوسروں سے نثر نہیں کرتی۔ چنانچہ اگر حالات کی چکی نے مجھے اپنے درمیان سے لیا میں بھی وہی کروں گا جو دوسرے کرتے ہیں۔“
”سین تمہاری خاندانی شہرت، تمہارے خاندان کی روایات، میں والوں کا اکوٹا نہیں ہوں۔ دوادو بھی ہیں کیا ان کی راگڑ میں میرے باپ کا خون نہیں تھا۔ چورہ ڈاکو، اسلگا اپنے گھروں کو تیز لوتے انہوں کی گردن پر چھری نہیں پھیرتے، لیکن ان لوگوں نے تو اپنے جمانی ہی کو ذبح کر دیا، کیا میں ان میں سے ایک نہیں ہوں؟“
”میں تمہیں ایک مشورہ دوں بیٹے؟“
”جی فرمائیے!“

”میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں۔ ان کے خون سفید ہو گئے ہیں لیکن تانوں سے ٹھکرنا آسان نہیں ہے۔ وہ تمہیں تمہارا حق دے دیں تم الگ اپنا مکان بناؤ۔ نئے سسرے سے زندگی کا آغاز کرو۔“

”نہیں چچا جان! جو تھوک آیا ہوں اسے نہیں چاٹوں گا بس آپ کی دعاؤں کا طالب ہوں۔“
”میرا سمجھو تمہاری رہنمائی کرے!“ آل ملی بچانے کہا، اورد میں انھیں سلام کہہ کے وہاں سے نکل آیا۔
گھر سے مناسب اخراجات ملتے تھے۔ شہر میں تعلیم کے دوران کوئی خاص اخراجات نہیں تھے۔ ایک میں اکاؤنٹ کھول رکھا تھا اور اس میں خاصی رقم پر تم پر نماز تھی۔ ضرورت مند دوستوں کی مدد کرتا رہتا تھا۔ بہت سوں پر عرض تھا۔ یہ سب کچھ ملا کر آنا سے کہتے تھے کہ دو چار ماہ سکون سے گذر جاتے، اس دوران کچھ سوچ سکتا تھا کوئی پریشانی نہیں تھی اچھی چند روز کسی پرسکون گوشے میں پناہ لوں اس کے بعد مستقبل کے بارے میں فیصلے کروں گا۔ کوئی ایسی مہدی نہیں ہے۔ بھائیوں کی بے اعتنائی، خود غرضی کا ڈنک ضرور تھا لیکن آٹا بھی نہیں کڑھتا تھا اور تباہی میں شہیک تھا وہ بیگانے ہو گئے تھے۔ میں نے بھی انھیں دل سے کھڑے چھینا۔ میری زندگی میری اپنی ہے اسے بہتر انداز میں گزارنے کی کوشش کروں گا۔ اب آگے تقدیر کی بات ہے کہ مجھے کہاں تک کامیابی حاصل ہوتی ہے۔“

تا نکلے کر پلو سے اسٹیشن پہنچا وہ رات اسٹیشن پر ہی گزارنی پڑی اور دوسرے دن صبح سویرے ٹرین میں چٹا پڑی سوار ہو کر واپس شہر چل پڑا۔ ٹرین کے سفر میں کوئی قابل ذکر بات نہ ہوئی میں پرسکون تھا۔ شہر پہنچ کر موٹل کارخ ہی گیا۔
میرے تمام دوست غائب تھے لیکن وہ جو ہوش میں

رہتے تھے جو شہر کے رہنے والے تھے ان کے بارے میں یقین تھا کہ ضرور مل جائیں گے۔ ایک دن آرام کیا۔ ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ گزرتے ہوئے لمحات واقعات کے بارے میں کچھ سوچنا فغفل تھا۔ وہ گذرتے تھے ان کا تصور ان پر افسوس، ذہن کو گمراہ کرتا اس لیے کوئی اعتقاد استعمال خود پر طاری نہ کیا۔ البتہ یہ ضرور سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ یونیورسٹی آف ایگریکلچر میں داخلے کا ارادہ تھا لیکن اب یہ کھیل ہی ختم ہو گیا تھا، اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی چنانچہ مستقبل کے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ نوکری مل سکتی ہے، شایان شان نہ بھی ضرورت پوری کرنے کے لیے ہے۔ میں جانتا تھا کہ مجھے میرے نوجوان کوڑھی کھوکھی ملنی ہیں۔ تب سونا تب کرکند بننا ہے۔ لیکن جان کر کہ کھوکھی کھانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ ایک ایک قدم پیہر تک کر رکھنا تھا۔ پوئل کی رہائش میں چند روزہ تھی، اس کے بعد سر چھپانے کے لیے ٹھکانہ درکار ہو گا۔ اور یہ ٹھکانہ تھکانہ تھکانے سے بہت پیسوں میں نہیں مل سکتا تھا۔ ایک سے بلیسی لیا تو تقریباً آٹھ ہزار کچھ سو روپے تھے۔ سب سے پہلے تین سو روپے کا منی آرڈر شکر کے ساتھ آل ملی چھا کر لیا۔ اس کے بعد دو ہزار روپے اپنے لیے نکوائے اور پھر اپنے پرندہ رستوران میں جا بیٹھا جہاں کی بلیک کافی دنیا کی سب سے لذیذ ترین شے ہوتی ہے۔ کئی دن کے بعد یہ کافی لی تھی۔ یہاں تھا تو تقریباً دوا نہ ہی رات کو ایک کپ پیتا تھا اور دماغ اس طرح کھل جاتا تھا جیسے اس کی ساری کثافت ناپ ہو گئی ہو۔ میری ہی طرح میرے چند اور دوستوں کو یہاں کی کافی پسند تھی جس میں محسن کا نام بھی شامل تھا۔

سواکس وقت بھی یہی ہوا۔ محسن خوب صورت سوٹ میں لمبوس فریم کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ فریم اسٹاک کی منیگر تھی۔ یونیورسٹی ہی میں وہ دنوں میں دوران ہوا اور اس کے بعد وہ دنوں کے والدین انھیں پیار کرنے کے بجائے اٹھیں بیکار کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کی منگیلی میں اس بھی شریک تھا۔ وقت وہ لوگ تھے محسن کے والد حسن بہت بڑے کا دہ باری تھے اس سے زیادہ ان کے بارے میں کچھ اور نہیں جانتا تھا۔ میں ایسی بگ بنین بیٹھا تھا جہاں سے وہ لوگ مجھے نہ دیکھ پاتے۔ محسن کے پھر سے پر پہلے حیرت کے آثار خود نواد ہونے اور پھر وہ تیزی سے میری طرف بلیکا۔ ”تم بک واپس آگئے اور کیوں آگئے؟“ حسب عادت اس نے مجھ سے بغیر کسی تہمت کے پوچھا۔
”واپس آ جانے پر شہر زندگی کا اظہار کروں یا وجہ بتاؤں؟“
”فی الحال تو یہاں سے آٹھ ماہ سنا ہے کہ کین میں تھیں

گئے۔ لوگ انھیں بچھا پھانسا کر میں دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ بڑے کو دیکھ رہے ہیں، یاران کو لوں کی یہ عادت کب بدلے گی؟“
”کبھی نہیں بدلے گی آؤ۔“ میں نے کہا۔ فریم بھی ہمارے پاس آکر کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی کرسی چھوڑ دی اور ان دونوں کے ساتھ کین میں ملا آیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر بیٹھ گیا۔
”دوستو! تمہاری جگہ اگر میں ہوتا اور ادنیٰ منیگر کے کسٹھسی رستوران میں آیا ہوتا تو اپنے کسی دوست کے ساتھ بیٹھنا پسند ہی نہ کرتا یا پھر جب تک میرا دوست میرے پاس بیٹھا رہتا، میں بھر بھرتا رہتا اور غامض کرنا کہ وہ جلد از جلد بولائے کیے کچھ مجھے اپنی منیگر سے گفتگو کرنی ہوتی۔ اس لیے ایک فرزند انسان کی طرح میں تم دونوں کو تنہا چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔ کافی میں بی بی چکا ہوں اس لیے اخلاقیات بتانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے اجازت دو۔ تمہارے کہنے سے یہاں چلا آیا تاکہ دوسرے لوگ ہماری طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔“

”ٹھیکو ٹھیکو یار! ہم تمہیں گھننے سے ساتھ میں اور سن و عشق کے سامنے ڈالینگ بول چکے ہیں۔ آج کا اسٹاک ختم ہو جانے کی وجہ سے ہر رستوران چلے آئے تھے تاکہ کافی کی رکھوتی کوئی انہی واپس لے آئیں۔ اس لیے اس وقت تم بائبل پور نہیں گو گے۔ محسن نے کہا۔ فریم ہنسنے لگی۔
”کافی منگواؤ!“ محسن بولا۔ اور میں نے دیکر کو لگا کر کافی لانے کے لیے کہا۔

کافی بیٹے ہوئے محسن نے کہا، تمہاری والدہ جی حیرت انگیز ہے۔ سننا ہے دوستوں کا ایک گروپ ایک بھٹکے کے لیے کسی بل اسٹیشن جلتے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن تمہارے گھر سے کوئی تارا گیا تھا۔“
”ہاں یہ حقیقت ہے!“
”خیریت تو تمہی نا؟“
”خیریت نہیں تھی۔ میں قیوم ہو گیا۔“ میں نے چھبکی سی مہکوا کرٹ سے کہا۔
”اوہ... کیا واقعی؟“
”ہاں! میرے والد کا انتقال ہو گیا!“
”اوہ! وہیری سید... بیمار ہو گئے تھے؟“
”ہاں کچھ یوں سمجھو۔ اب تو تقریباً ڈواہ ہونے والے ہیں، میرے استحقاقات کی وجہ سے مجھے خبر نہیں دی گئی تھی۔“
”وہاں کون کون ہے؟“

سہمی بھی آواز میں نکل رہی تھیں۔ وہ بیدار ہو کر اٹھا۔ تیار نہیں کیوں اس کی اس حالت پر مجھے بیدار کرنا پڑا۔ اور خود بخود اٹھنا میں پھر اس کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ آہستہ آہستہ غور و امانا میں بھیجے ہٹ رہا تھا۔ اور زانامی اس شخص کو پہلی بار میں نے اس عمارت میں دیکھا تھا۔ سبکین وہ کوئی بھی ہوا اس پر بڑھے شخص پر پر زور کیا مناسب نہ تھی۔

”میں وہ اگر یہ چور ہے تو اسے پولیس کے معاملے کر دو۔ قانون اپنے ہاتھ میں لینا مناسب نہیں۔ میں نے اسے گڑھ کر داور کے شانے پر ہاتھ رکھا اس نے ٹھٹک کر میری طرف دیکھا اور میرا ہاتھ شانے سے جھٹک دیا میری بات کا جواب بھی نہیں دیا اس نے۔ اس دوران وہ بوڑھے کے قریب بیٹھ گیا تھا۔ اس نے پھر ایک ٹھوکروڑھنے کی پسلیوں پر ماری اور میں برداشت نہ کر سکا۔

میں پھر تھے اس کے سامنے آ گیا۔ اب اگر تم کوئی حرکت کی تو نقصان اٹھائو گے... جاؤ پولیس کو فون کرو... یہ کام پولیس کا ہے۔“

”کیا تم بھی اس کے ساتھ یاگل ہو گئے ہو بلوچی... جاؤ کالم کرو اپنا۔“ داور جڑیا۔ اس نے جھک کر بوڑھے کا گریبان پکڑا۔ اوڑھنے کا ہاتھ کاٹھ پٹیر اس کے منہ پر مارنا بابا۔ سبکین میں نے درمیان میں اس کی کلائی پکڑ لی۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی کرو۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ داور نے چہرے دیکھا اور پھر پوری توجہ سے اپنی کلائی کو جھٹکا دیا۔ سبکین میں بھی سہمی گھبائے کا بیٹا نہیں تھا۔ وہ مجھے کلائی نہ چھوڑا سکا۔ چہرے اس نے مجھے دھکیٹنے کی کوشش کی اور میں نے اس کی کلائی کا سہارا لے کر خود کو سنبھالا۔

اور دوسرے لمحے میرا گھونسا اس کی ٹھوڑی پر پڑا۔ داور خود کو سنبھال نہ سکا تھا۔ وہ نیچے گرا اور پھر کسی جھنڈی کی طرح اٹھا کھڑا ہوا۔ میں اس کی دوسری کوشش کے لیے تیار تھا۔

بوڑھے کو اس دوران موقع مل گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا اسی عمارت میں گھس گیا مقتد داور نے مجھ پر مدد مل کر کہنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا کہنے تو نہ تھا۔ مجھے گھورتا رہا۔ چہرے اس نے غیبی لہجے میں کہا۔ تمہاری اس حرکت کا فیصلہ جو بھی ہو لیکن یہ گھونسا ادا ہوا۔

و نقد ادا کر کے مجھے پروا نہیں ہے مسٹر داور سبکین تم جو کچھ کر رہے تھے وہ ذرا فانی تھا، کسی بھی چور کو پکڑنے کے بعد تمہیں اس کا حق نہیں پہنچتا کہ تم مارا کر اس کا علیحدہ لگاؤ دو، اور پھر وہ بوڑھا آدمی ہے۔ تم نے تم کو ٹھٹکیں کیا دیکھ رہے ہو، باؤ، عمارت میں جا کر اسے تلاش کرو، نکلنے نہ پلٹے۔“ میں نے دوسرے ملازموں کی طرف رخ کر کے کہا اور وہ سب ایک

مددات حاصل کروں گا۔ میں نے سوچا تھا، شام کو محسن سے ملاقات ہوتی جب سول وہ خود ہی میرے پاس آیا تھا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ رات کو کچھ گڑبگڑ ہوئی؟“ اس نے کہا۔

”ادہ ہاں محسن! میں جہنم سے اس سے ملنے میں بات کرنا چاہتا تھا، اور صل میں جذباتی ہو گیا تھا، وہ بوڑھا شخص کون ہے جو اس عمارت میں رہتا ہے؟“ میں نے سادگی سے سوال کیا؟

”پتا نہیں کون ہے، شاید ہمارا کوئی رشتہ دار سبکین اس کا تعلق خاندان سے ہے اور بوڑھی ہی اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں!“

”میری کوئی شکایت کی تھی اس شخص نے جس کا نام داؤد ہے؟“

”ہاں ڈیڑھی سے اس نے کہا تھا کہ رات کو تم نے اس کے ساتھ زبردستی کی اور اسے گھونسا جڑوایا۔ کیا یہ درست ہے غرائی؟ محسن نے سوال کیا۔

”ہاں ہاں میں ذرا جذباتی ہو گیا تھا۔ پہلے میں نے اسے کوئی چور سمجھا تھا۔ وہ لوگ اسے پکڑنے کے لیے دوڑے تھے، میں خود بھی اس لیے بارش میں نکل آیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا جائے سبکین اور نے اسے بڑی بے مددوی سے مارنا شروع کر دیا، جس پر میں نے اسے روکا تو اس نے مجھ سے بھی بدتمیزی شروع کر دی۔ یہ تو جہنم میں معلوم ہوا کہ وہ چور نہیں ہے!“

”داور نے ڈیڑھی سے بات کی تھی۔ ڈیڑھی نے اسے ڈانٹ دیا۔“ محسن نے کہا۔

”کیا مجھے سے غلطی ہوئی محسن؟“

”نہیں یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ڈیڑھی نے خود ہی مجھے یہ واقعہ بتایا تھا، اور کہا تھا کہ آئندہ داور مجھ سے کوئی بدتمیزی نہیں کرے گا، سبکین میں تمہیں اس بار سے میں یادوں واصل داور اس بوڑھے کا نگاہ ہے وہی اسے کنٹرول کرتا ہے۔“

”بوڑھا تمہارا کوئی عزیز ہے؟“

”ہاں، شاید دور کا عزیز، کیا گستا ہے یہ کسی کو نہیں مسلم۔“

”کب سے یاگل ہے؟“

”کافی عرصے سے، تقریباً تین سال تو اسے یہاں ہو گئے ہیں۔“

”خط ناک یاگل ہے؟“

”بالکل نہیں بس کبھی کبھی دوسرے چڑتے ہیں اور وہ فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے!“

”ملازم نہیں ہو رہا؟“

”ہو رہا ہے۔ ڈیڑھی نے بتایا تھا کہ اسے کبھی بارہ ماہی امراض

کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا سبکین وہ وہاں سے بھی نکل چکا۔ یاگل نالے سے ڈیڑھی خود نوبت کرتے ہیں کہتے ہیں وہ لوگ اسے مارا کر ادا ہو کر آئیں گے۔ اس لیے وہاں داخل نہیں کریا۔ وہ ما فی امراض کے بہترین ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے ہیں۔“

میں چند لمحے خاموش رہا۔ پھر میں نے کہا۔ ”سبکین محسن نواز کا رویہ اس کے ساتھ بہت خراب ہے میرے خیال میں تو وہ یہاں بھی اس کے ساتھ یاگل نالے کا ساسو لگ کر رہا ہے۔“

”ڈیڑھی نے اسے مقرر کیا ہے۔ اپنے معاملات وہ خود ہی جانتے ہیں، میں اس سے کبھی دیکھی نہیں رہی۔ بلکہ ڈیڑھی ہی نے دوسرے لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ بوڑھے کے معاملے میں کوئی چھپسی نہ لی جائے۔“

”یہ بھی نہیں پتا چل سکا کہ اس سے کیا رشتہ داری ہے؟“

”بس ڈیڑھی کا کوئی بہت دور کا عزیز ہے! چھوڑو بیار۔ ویسے تم بڑے پورے جا رہے ہو۔“

”کیوں؟“

”جہاں مانا کہ تم بیدار شریف انفس انسان ہو۔ وہاں داریاں نبھانے کے شوقین بھی ہو۔ ڈیڑھی کا خیال ہے کہ تم نے چند ہی روز میں کام سمجھ کر اپنا اعتبار قائم کر لیا ہے۔ سبکین اگر تم سے چپن گئے تو بڑے خسارے میں رہیں گے ہم لوگ۔ کل کی تقریب میں ہمارا بھی آئی تھی یہ بڑگی یاد ہے!“

”ہمارا طرہ عملی؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں وہی تمہارا نام سبکین کی گئی۔ میں نے تفصیل تو نہیں بتائی کہ تم کہاں ہو سکتے تھے پھر کبھی تو تم سے ملاقات کرواؤں۔ میں نے وہ ذکر کیا ہے!“

”محل میں گئے کسی وقت!“ میں نے کہا۔

”کسی وقت نہیں کل شام کو سات بجے میں اسے رنبر میں پائے گی دعوت سے ڈالی ہے۔“

”مجھے بھی اس دعوت میں شریک ہونا چاہیو؟“

”کمال ہے تمہارے اعزاز میں ہی تو دعوت دی گئی ہے میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ میں نہ کہیں سے تمہیں تلاش کرواؤں۔“

”یار محسن! میرے خیال میں تم نے گورڈر کو ڈال۔“

”ہرگز نہیں! میں نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کیا ہے!“

”میرے پاس ان فضولیات کے لیے وقت کہاں ہے!“

”میں یہی چاہتا ہوں کہ ایسی فضولیات سے تم بالکل دور نہ ہو جاؤ۔ مشین بن کر ساری ذہنی مشغلیں گھو بیٹھو گے۔“

”میں خوش ہوں۔“

”سبکین میں خوش نہیں ہوں۔ اور پھر بارہ ماہ کیسے

ہے، فرح سے ملاقات میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ وہ ہا کی عزیز ہے۔

”تو میں ہوں کہ اس میں تمہاری اپنی غرض بھی پوشیدہ تھی۔ میں نے مکتوبے سے کہنا۔“

”اس دن دنیا میں بے غرض کون ہوتا ہے۔ مگر سنیہ گی سے میری بات سنو غزالی، تم اس قدر کون اچھڑ گئے ہو۔ اس دوران میں نے محسوس کیا کہ تم صرف اپنے کام سے غرض رکھتے ہو، باقی مصالحت سے ساری دلچسپی میں تم نے ختم کر دی ہے، وغیرہ کہتے ہو۔ گھر واپس آ جلتے ہو، اگر میں شام میں تم سے ملاقات کی کوشش نہ کروں تو تم شاید مجھ سے بھی نہ طوطا دل تو تم سے ہی زیادتی کی ہے کہ اس دن کے علاوہ ہمارے ساتھ کھانا پینا بھی پسند نہیں کیا، علاحدہ کر کے تمہیں سب بات بتا رہا ہوں، اور لوگوں کی تو میں بات نہیں کرتا، سیکن ڈیوڑھی ذرا مختلف قسم کے آدمی ہیں، وہ کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتے۔ اگر تم ہم لوگوں میں گھل مل جاؤ تو شاید کبھی یہ محسوس نہ کرو کہ تمہاری حیثیت ہم لوگوں سے کسی بھی طور مختلف ہے!“

”میں جانتا ہوں، اس پر سے گھراتے کے بارے میں میں نے ایک تصور قائم کیا ہے، اور میں اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتا۔“

”چھوڑو ان باتوں کو، تو میں کہہ رہا تھا اس طرح فرح سے ملاقات ہوتی ہے، فرح کے والدین ذرا محتاط قسم کے لوگ ہیں، تمہارے سے قدامت پسند بھی۔ فرح کو آزادانہ طور پر مجھ سے ملنے دینے کی اجازت نہیں ہے، ہم لوگ چاہتے ہیں کیا پہلنے کر کے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ ہمارے ذریعے ذرا آسانی پیدا ہو جائے گی، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی وہ اوجھیں بھرتے ہو، جو تمہیں پریشان کیے ہوئے ہیں۔“

”وہ تو ٹھیک ہے، سیکن ہا چاہتا ہے کہ اسے باسے میں یہ بات اچھی لار جانتے ہو، مگر وہ سہ مرتبے والی ریڈیوں میں سے ہے۔ میرا فرح کو کتنا تھا یہ تمہیں یاد ہے؟“

”ہاں غالباً جو تھا!“ محسن نے جواب دیا۔

”مجھے تعجب ہے کہ ابھی وہ اسے فرح کیوں اچھی ہوتی ہے۔ میرے جانے کے بعد اس نے ابھی تک یہ خیالی وقت کیسے گزارا؟ میں نے محسن سے پوچھا۔“

”مگر مجھے یوں لگتا ہے غزالی، جیسے وہ تم سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہے، تمہارا نام سن کر وہ جس قدر بے چین ہوتی تھی اگر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے، تو تعجب حیرت ہوتی۔“

”بس بس، چھوڑو، فضول باتوں سے گریز کرو۔“

”اب فضول ہوں یا کسی بھی ہوں، کل تمہیں اس سے ملاقات

”یہ۔ نفیس انسان تھے بڑا خیال رکھتے تھے میرا کبھی زبردستی کھانے کے لیے جھانپتے تو جھکتے جھکتے کھا لیتے۔ سیکن مجھے یقین ہو چکی تھا کہ ان کا بیٹا بنیں بھرتا ہے۔ اس لیے میں نے انہیں مجبور کرنا چھوڑ دیا تھا۔“

”کہا نا بنیں کھا میں گے بابا؟“

”کہاؤں گا غزالی میاں!“

”کچھ پر مہنا ہے آپ سے!“

”جی غزالی میاں!“ کریم بابا نے اس طرح کہا جیسے وہ چاہتے ہوں کہ میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”مات کا واقعہ آپ کو معلوم ہے؟“

”جی ہاں۔ ملازموں میں اس کا چرچا ہے۔“

”خوب! کیا ایک بار سے تھے وہ؟“

”مادور سے سب لغزت کرتے ہیں۔ وہ سب سب بد تمیزی سے پیش آتا ہے۔ بڑے صاحب کا منہ چڑھتا ہے، اس لیے کوئی اس کے خلاف کچھ نہیں کہتا، رات کو اپنے اٹنے والا تھا۔“

”ہاں! مجھے مودت حال کا علم نہیں تھا، اس وقت میں سامنے والی عمارت کے پورے کو بھر بھیجا تھا۔“

”ملازم بہت خوش ہوئے ہیں اس بات سے۔ لیکن ان کا یہ بھی خیال ہے کہ مادور سے دشمنی ہے کہ اپنے اچھا نہیں کیا وہ بہت کینہ پرور ہے۔“

”یہ مادور ہے کیا چیز؟“

”غزالی ہے کہ سکرال پیتول اور چا تو رکھتا ہے۔ بڑے صاحب نے اسے نوکر رکھا ہے اور وہ صرف بابا کی نگرانی کرتا ہے۔“

”اور یہ بابا کو باں ہے؟“

”کوئی نہیں جانتا غزالی میاں! گھر کے دوسرے لوگ بھی نہیں صرف بڑے صاحب جانتے ہیں اس کے بارے میں۔ تین یا چار سال پہلے وہ اٹنے لگے تھے کہتے ہیں وہ بڑے مالک کا کوئی رشتے دار ہے!“

”یا گلے سے وہ؟“

”ہاں غزالی میاں! سیکن کسی سے پوچھتا نہیں ہے، کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اس نے بس دو چار بار میاں سے بھاگنے کی کوشش کی ہے۔ ایک بار تو تنگی کی تھا، پتا نہیں دوبارہ کہاں سے پھر گیا۔“

”مادور نے مارتا بھی ہے؟“

”ہاں! وہ سختی سے اس کی نگرانی کرتا ہے۔ بڑے صاحب کے حکم سے یہ کریم بابا نے کہا۔“

”اس کا نام کسی کو نہیں معلوم ہے؟“

”نہیں! اس سے باا بہت ہیں!“

”کسی نے بات نہیں نہیں کی اس سے؟“

”وہ گونگے۔ بول نہیں سکتا!“

”اوہ! میں نے گری سانس لے کر کہا؟ یہ کیا کشت تھا۔ پھر میں نے کہا: اس کا علاج نہیں ہوتا؟“

”ہوتا ہے! ایک ڈاکٹر صاحب باتا عدہ آتے ہیں۔ نیلے رنگ کی کار میں۔ تمنا ہے بہت بڑے ڈاکٹر ہیں!“

”تعجب کی بات نہیں ہے کہ بابا؟“

”ایک بات کہیں غزالی میاں! بڑا مت ماننا! مالکوں کی کوئی لینا اچھی بات نہیں ہے۔ اگر بڑے صاحب کو بتایا گیا تو وہ خوش نہ ہوں گے۔ سب کو حکم ہے کہ کوئی اس عمارت کی روف نہ جائے اور بابا سے ملنے کی کوشش نہ کرے۔ ایک بار تو میری بی بی اس کے پاس چلی گئی تھیں تو صاحب سخت ناراض ہوئے تھے اور بڑا ہنگامہ کیا تھا انھوں نے۔ اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں معلوم۔“

”کریم بابا نے اس طرح کہا جیسے وہ اس موضوع کو ختم کرنا چاہتے ہوں۔ چنانچہ میں نے بھی اس شریف انسان کو مزید پریشان کرنا سنا سب نہ سمجھا۔ وہ اس گفتگو سے لہجہ رہا تھا بلکہ خوفزدہ تھا۔“

”بستر پر لیٹ کر بھی میں ذہن سے ان خیالات کو نہ نکال سکا۔ حسن صاحب کی شخصیت پر ایسا بھر پور اثر کیا کہ ذرا قبل، نرم مزاج اور نفیس انسان تھے میرے صلے میں ان پر کوئی دباؤ نہیں تھا۔ بس محسن نے ان سے میری سفارش کی تھی اور انھوں نے میری پوری پڑبائی کی۔ نہیں وہ کسی طور قنطاریا نہیں معلوم ہوتے تھے۔ پھر ان جیسے انسان نے کسی دوسرے انسان کے ساتھ یہ سلوک کیوں دیکھا۔“

”مگر ممکن ہے اس کے پس پر وہ کوئی داستان ہو۔ مجھے بتائی ان مصالحت کی چھان بین نہیں کرنی چاہیے۔ سیکن پڑھا۔ بی بی کا شکار ایک انسان مجھے دعوت سے رہا تھا کہ میں السائیت کے نام پر اس کی مادور سی کروں۔“

”میں نے فیصلہ کیا کہ اس معاملے میں شدت نہیں اختیار کروں گا۔ البتہ نہایت محتاط طورہ کرنا موشی سے بڑے کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ اس فیصلے سے مجھے اطمینان ہوا تھا۔ دوسری شام محسن کے نلٹے ہوئے پروگرام کے مطابق دفتر سے سیدھا رین رو کا فی ہاؤس پہنچا۔ وہ تینوں موجود تھے۔ ہما نیلے رنگ کی ایک قیمتی ساڑھی میں شہزادہ جوالہری ہوتی تھی۔ مجھے دیکھ کر حسب عادت بے قابو ہو گئی۔ غزالی... مانی ڈیرا اور کھر گئے ہو۔ کہاں نہ پوچش ہو گئے تھے۔ سنا تھا کھر گئے ہو، اور واپس کا ارادہ نہیں رکھتے کہ آئے ہو، کیا ایک کہہ رہے ہو؟“

”بہتر جاؤں؟“ میں نے پوچھا۔

ادہ! بیٹو بیٹو! ہائے تم اور میرا بے ہو گئے۔ فریخ میں غلط تو نہیں کہہ رہی؟
 "اپنے بچتر کے سامنے میں کسی اور بارے میں کوئی رلے نہیں لے سکتی۔" فریخ نے سکاٹے ہوئے کہا۔
 "نہیں فریخ! اپنے پیارے دوست کے لیے میں ساری دنیا کی تعریفیں سننا چاہتا ہوں۔ تم کلفت مت کرو۔" محسن نے کہا۔
 "ادہ محسن تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ مگر ہوسٹل میں تو تم مجھے نہیں ملے۔ کہاں رہ رہے ہو آجکل؟" ہانے سوال کیا۔
 "لوہری کر رہا ہوں! ایک گزند سے مجھے میں رہتا ہوں۔"
 "واہٹ! ہا جو بک پڑی۔"
 "ہاں ہا! یہ تحقیقت ہے! میں نے سفید گی سے کہا۔"
 "مگر کیوں؟ تم تو بہت بڑے سفید مینڈر کے بیٹے ہو۔"
 "مجھے عاقبت دیکھا گیا ہے، اور ان دونوں بہت پریشان ہوں۔"
 "ویری سیڈ... ویری سیڈ! کہاں لوہری کر رہے ہو؟"
 "ایک فیخری میں!"
 "فیخمت کو ڈرا رنگ میں تمہارے لیے کوئی بندوبست کروں گی۔ مجھے بہت دکھ ہوا ہے۔" ہا جو کس کئی رہی۔ میں نے بڑی مشکل سے خود کو کسی بڑی انجمن سے بچایا تھا۔ کافی ہیگی اور اس کے بعد ہر سب کافی ہاؤس سے نکل آئے۔ ہانے میری گاڑی دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ دوسری ملاقات ایک ہفتے کے بعد ماسی بگ ملے ہوئی تھی۔ اس ایک ہفتے کے وقت پر محسن بہت جہیز ہوا تھا۔ بہر حال خاموش ہو گیا۔
 رات کو اس نے مجھ سے شکایت کی۔
 "یار محسن، میں واقعی بڑے خسارے میں ہوں گا۔ اس بڑی کو برداشت کرنا میرے لیے مشکل ہے جو ہٹ پر جو ہٹ بولنے پڑیں گے۔ اب تم خود سوچو میں اس کے ہمک برداشت کر سکتا ہوں۔ وہ میرے لیے اچھی لوہری اور عمدہ رہائش گاہ منتخب کرے گی۔ کیا کہوں گا اس سے؟"
 "مائلے رہیں گے، فریخ سے ملاقات اس کی وجہ سے آسان ہے گی۔ پینر مار میرے لیے آنا کر۔" محسن نے کہا۔
 "اچھا جوانی! اتیر سے یہ یہ مصیبت لگے لگانی پڑے گی، اشد مالک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور محسن خوش ہو گیا۔
 "بظاہر یہاں کوئی انجمن نہیں تھی۔ میں تین مہینے کے لیے خود کو آزاد کر چکا تھا۔ تین مہینے پر سکون رہ کر گزارنا چاہتا تھا، اس کے بعد اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلے کرنے تھے۔ مگر ان تین مہینوں کی کام کے علاوہ تھوڑی سی تواریخ بھی ہوتی رہے، تو کوئی حرج نہیں ہے۔ باغیر سفید رنگ تھی اس لیے اس سے کوئی

خطرہ نہیں تھا، محسن کے اسانات کا کچھ فرض اسی طور پر جانے تو تھیک ہے۔
 کئی دن گذر گئے اس دوران بوڑھے بابا کا خیال میرے ذہن سے نہیں نکل سکا تھا۔ اگر فریخ سے وہ عمارت نظر آتی تھی۔ میں نے دوبارہ داد کو عمارت سے باہر نکلے دیکھا۔ اس کے پاس ایک مورس گاڑی تھی جو عمارت کے عقب میں کھڑی رہتی تھی۔ ایک بار مجھے کچھ خیال آیا تو میں کوٹھی کی چار دیواری کے ساتھ ساتھ اس عمارت کی پشت پر پہنچ گیا۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس طرف سے اندر جانا ممکن ہے یا نہیں۔ چار دیواری زیادہ اونچی نہیں تھی اور اسے پھلانگ کر عمارت کی پشت پر پہنچنا جا سکتا تھا۔ اس طرف مجھے دھڑ دھڑا زور سے بھی نظر آئے جو یقیناً اندر سے بند ہونے کے سبب ایک جگہ ایسی نظر آئی جہاں سے گذر کر میں اندر داخل ہو سکتا تھا۔ یہ سیزنل پائپ تھے جو چھت تک گئے تھے۔ ایک جگہ دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اور اس سے ایک درخت کی موٹی شاخ باہر نکل آئی تھی۔ یہ درخت عمارت کے سامنے کے حصے سے نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن یہاں سے اندازہ ہو گیا کہ یہ عمارت کے صحن میں ہو گا۔ یہ درخت مجھے اندر پہنچنے میں معاون ہو سکتا تھا۔ میں نے چار دیواری میں کھڑے اس سیزنل پائپ کو لاپوری طرح جائزہ لے لیا تھا۔ مادروا پس ہوتے وقت میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ کسی مناسب وقت اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش ضرور کروں گا۔
 تقریباً پندرہ دن کے بعد مجھے اس کا موقع مل گیا۔ تمام اہل خاندان کسی تقریب میں شرکت کے لیے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ محسن اس بارے میں مجھے بتا چکا تھا بلکہ اس نے مجھے بھی پیش کی تھی اور میں نے اس سے عزت کر لی تھی۔ صبح میرے سامنے وہ سب گئے تھے۔ میں نے ایک منصوبہ ترتیب دیا۔ فیخری سے میں نے کوٹھی فون کیا تو آواز بدل لی تھی۔ فون ایک ملازم نے ریسپونڈ کیا تھا۔
 "حاضر صاحب سے بات کراؤ۔" میں نے بھاری ہنسنے میں کہا۔
 "ادہ ملازم ہوا، ان کے لیے کہہ کر فالو وار داد کو اطلاع دینے چلائی تو فوراً چار پانچ منٹ کے بعد مجھے مادری آواز سنائی دی۔
 "ہیلو دادو! میں انفل خان بول رہا ہوں۔" میں نے کہا۔
 "کون انفل خان؟"
 "تم شاید مجھے نہ جانتے ہو، لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔ دادو! پیروں شام میں جل سے نکلنا ہوں۔ تم سے ایک فروری کام ہے۔"
 "کیا کام؟"
 "دادو کی اکوڑا آواز سنائی دی۔
 "یہ تم سے مل کر تاملو گیا۔ لیکن اس کے لیے میں تمہیں پچاس ہزار نقد کی پیشکش کرتا ہوں۔ کام بھی مشکل نہیں ہے۔

نہ ملنے لگا کیا کیا۔ بیٹا رسو کیے ہوئے کھلونوں کے ڈھیر لگا لگے ہوئے تھے بہت سے کھلونے تو بے مقصد تھے۔ غرض پورے صحن میں یہی سب کچھ تھا۔
 میں نے نیچا اترنے کی کوشش نہیں کی بس بوڑھے کی یہ حرکت دیکھتا رہا۔ پچھوٹے نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی میرے پاس بہت وقت تھا، چنانچہ ایک بار پھر میں شاخ پر چڑھا اور اس کے ذریعے درخت کے تنے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر مجھے نیچے اترنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی تھی۔ بظاہر وہ مول لیا تھا میں نے۔ ایک پائل کا کوئی بھروسہ نہیں تھا، نہ مانے مجھے دیکھ کر اس کی کیفیت ہو دی۔ کین جس کچھ اس طرح غالب تھا کہ میں یہ خطروہ عمل لینے کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ بوڑھے کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن میرا ذہن پوری ماضی حاضر اور میں ہر طرح کے حالات سے غلطی سے بے باطل تیار تھا۔ پتا نہیں ہاں سے میرے قدموں کی آہٹ سننی تھی یا نہیں اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ پھر میں اس کے سامنے گیا۔
 "کیا بنا رہے ہو بابا؟" میں نے پوچھا۔ لیکن بوڑھے نے گردن نہیں اٹھائی اور بدستو اپنے کام میں مشغول رہا۔ نزدیک سے میں نے اس کی کارکردگی کو دیکھا۔ اور وقت مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ بوڑھے نے جو کھلونے منائے تھے وہ بے شک تھے اور ان کی کوئی شکل نمایاں نہ تھی لیکن زمین کے ایک ٹکڑے پر وہ انھیں جس ترتیب سے رکھا تھا اس میں کوئی ایسی خاص بات تھی جسے میرے ذہن نے محسوس کیا۔ وہ ایک باقاعدہ منظر تھا۔ چھوٹے بڑے مٹی کے ٹیلے ان کے درمیان انسان چوڑی چوڑی سلوں کی عمارتیں جو چار چار سلوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں، زمین پر مٹی چھکار کر شکر میں بنائی گئی تھیں۔ بلاشبہ یہ سب کچھ بے مقصد نہیں تھا۔ اس کے علاوہ میں کچھ پوشیدہ تھا۔ چاہے کچھ ہو۔
 "کیا بنا رہے ہو؟" اس بار میں نے زوردار آواز میں پوچھا اور بوڑھا گردن اٹھا کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے بڑی دلچسپی سے اس کا جائزہ لیا تھا۔ لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ وہ خطروہ کام ہے۔ میں اس کے لیے جانتا تھا۔ لیکن میں نے اس کی آنکھیں سپاٹ رہی تھیں۔ پھر وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔
 یہاں کرنا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں نکلے ہوئے دروازے سے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ درختندان سے دھوپ اندر آ رہی تھی اور کمرے میں خوب روشنی تھی۔ اس روشنی میں ایک پتنگ جس پر بستر رکھا ہوا تھا۔ ایک پائی کا شکل اس پر رکھا ہوا اس اور ایک کونے میں بڑی ٹوٹی ٹیڑھی کے علاوہ مجھے کچھ اور نظر نہیں آیا۔ تین دروازے تھے جن میں سے ایک یہ تھا جس سے گذر کر میں اندر

تم کر سکتے ہو۔"
 "مگر میں تمہیں نہیں جانتا۔"
 "لوگ تو جان لو گے۔ یہ بناؤ فرصت نکال کتنے ہو یا نہیں؟" میں نے پوچھا۔
 "کام مشکل ہا تو وہ نہیں کر سکتا۔"
 "تمہیں مجبور کون کر سکتا ہے! اگر فرصت ہو تو فوراً آ جاؤ۔"
 "کہاں؟"
 "رہنا گڑھ کے پولیس ہٹل میں!"
 "اتنی دود؟"
 "میں خود تھا سے پاس آ جا، لیکن تمہیں کچھ سمجھانا بھی ہے!"
 "میں تمہیں پچھوں کیا کیسے؟"
 "میں تمہیں پیمانوں کا میری جان تم آ تو نہیں!"
 "تھیک ہے! میں آ رہا ہوں۔" دادو نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ رہنا گڑھ شہر سے تین میل دور ایک علاقہ تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ دادو کو کھٹنے کے لیے تو بلا میں نے دیکر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور میری ایک کام نکال کر باہر نکل گیا۔ میری کار تیزی سے چل پڑی۔ خطروہ مول لیا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کوٹھی پہنچ گیا۔ عقبی حصہ منسلک پڑا تھا۔ میں نے کار ایک مناسب جگہ کھڑی کی اور اتر کر تیزی سے کوٹھی کی عقبی دیوار تک پہنچ گیا۔ جھانک کر دیکھا اور سکون کی سانس لی۔ دادو کی پاس ہزار روپے لے کر نکل چلا تھا اس کی کار موجود نہ تھی۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے عقبی دیوار پر اور اس کی ادا حاصل میں آ گیا۔ دروازوں کو آگ مانا بیکار تھا، میں جانتا تھا کہ انھیں مضبوطی سے اندر سے بند کر دیا گیا ہو گا۔ چنانچہ میں نے ہی راستہ اختیار کیا جس کا میں یقین کر چکا تھا۔ قریب پہنچنے سے مجھے اندازہ ہوا کہ درخت صحن میں پھاڑیہ شاخ پھیل کر کھڑے ہو کر کئی پائی بیابان بسا رہی ہے۔
 پائپ کے فندے شاخ نمک اور پھر شاخ سے کروں کی چھت پر پہنچ کر میں نے عمارت کے صحن میں جھانکا اور ٹھٹک گیا۔ بوڑھا بابا صحن میں موجود تھا۔ لیکن وہ ایک عجیب حرکت کر رہا تھا۔ صحن بچہ نہیں تھا۔ کھانڈ میں ہی تھی جگہ کھڑے زمین میں گڑھے نظر آ رہے تھے۔ ایک جگہ کھڑی ہوتی مٹی کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور بابا اس مٹی کے کھیلنے رہا تھا۔ عجیب و غریب کھیلنے میں لگاؤ تھا۔ اس کے پائلوں کی شکل میں تھے۔ ہاتھ پاؤں بنا کر انسان نما بنائے گئے تھے جن کے فمذمل نہیں تھے چوڑی چوڑی ملیں بنائی گئیں تھیں۔ رگور سے مالدار تن بنائے گئے تھے اور

ایک تھا۔ دو اور تھے۔ میرے تو بیچ کر میں نے اس کی درازی مٹولیں
 سیکیں وہ بالکل خالی تھیں۔ پھر ستر تھول کر دیکھا، لیکن کوئی چیز نہیں
 تھی، اس کے بعد میں نے دو بہت دونوں دروازوں کو آڑا یا بیکن
 وہ بھی اندر سے بند تھے اور اتنے مضبوط تھے کہ میری کوئی کوشش
 انہیں نہیں کھول سکتی تھی۔

میں بالواس ہو گیا۔ اب ہاں لکنبے تصد تھا۔ چنانچہ میں
 واپس باہر نکل آیا۔ باہر کے مغز میں کسی قدر تبدیلی ہوئی تھی۔ بوڑھے
 بابا پر حنون کا دورہ پڑا تھا۔ اس نے سارے کھلونے توڑ دیے
 تھے۔ وہ اپنے بال فروغ باہر تھا۔ کھلونوں کو لڑا میں مارا کر انہیں توڑ
 چھوڑا تھا۔ چودہ وہ ہیں کچھ میں لیٹ کر چلنے لگا۔ اس کے پورے
 بدن میں شیش تھا، انکھیں مٹلاؤں سے اُبل پڑی تھیں، دانت پیٹنے
 ہوئے تھے اور منہ سے جھگ نکل رہا تھا۔ میرے دل میں ہمدردی
 کا جذبہ ابھرا، لیکن اس کے اظہار کی کوشش خطرناک ہو سکتی تھی۔
 پتا نہیں جنون کے عالم میں اس کے اندر کیا تبدیلیاں ہوتی ہوں۔ ممکن
 ہے کوئی ایسی الجھن پیش آجاتی کہ میں مقررہ وقت میں یہاں سے
 نہ نکل پاتا اور دو دروازے آگ لایا ہو جاتا تو میرے لیے بڑی مشکل
 پیدا ہو جاتی، لوگ سوچتے کہ نہ جلتے کھولیں اس بوڑھے میں
 دلچسپی رہے رہا ہوں۔ چنانچہ بوڑھے کو اس حال میں پھینک کر میں وہاں
 سے نکل آیا۔ واپسی کا راستہ طے کرنے میں مجھے کوئی وقت نہیں
 ہوئی تھی۔ پھر میں وہاں سے دفتر ہی چل پڑا، اس کے دماغ کی
 چولیں ہل کر رہ گئیں تھیں۔ بوڑھے کی حرکات بے مقصد نہیں تھیں
 مگر کے کھلونوں اور ان کی ترتیب میں کوئی ایسی بات پوشیدہ
 تھی جو اس کی دلوانی سے متعلق رکھتی تھی۔

داور پر کیا بیٹی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔
 واپسی میں کوٹھی کے معمولات جوں کے توں تھے۔
 محسن کی وجہ سے ہا بہت آگے بڑھ گئی تھی۔ اکثر محسن اس
 کے ذریعہ فریو سے ملاقات کرتا رہتا تھا اور میں ان دونوں کی وجہ
 سے ہمارا برداشت کرتا تھا۔ یونیورسٹی میں ہمارے ساتھ چند دلچپ
 واقعات ہوئے تھے، لیکن یہ اس دور کی بات ہے جب زندگی
 میں کوئی دوسری الجھنیں نہیں تھیں۔ اس وقت میں نے ہمارے
 کھلم کھلا بے خوف بنایا تھا۔

لیکن اب صورتحال دوسری تھی۔ اب فریو کی وجہ سے اسے
 برداشت کرنے پر مجبور تھا۔ محسن بچہ چالاک تھا۔ جب اس نے کوٹھی
 کہا اس کے لیے بہت کھلم کھلم رہی ہے اور اس کے ذریعے فریو نے
 حد تک عین جیسا آسان ہو گئی ہیں تو اس نے ہمارے ہاتھ پر تار رکھنے اور میری
 الجھنیں دور کرنے کے لیے بلا فریو کو تیار کیا اور اب میں اس کے ساتھ
 مقیم ہوں۔ ہمارے میرے لیے پریشان تھی مطمئن ہو گئی۔ اس نے اس

بات پر اظہار کا اظہار کیا کہ میں صبح بکر بچ گیا ہوں لیکن میری حلقہ
 میں کسی نہ ہوئی تھی۔ ہمارے گھر اور مستط ہو گیا تھا، مجھ پر جبکہ اس کے
 بیسے برسے دل میں کوئی گنگ نہ تھی۔
 سسکا کی فحش کا دن تھا۔ ساکے وفاتر نہ تھے اس لیے
 ایک آرام کر سی پر دروازہ اخبار دیکھ رہا تھا میری نگاہ نے رنگ کی
 ایک کار پر پڑی جو ابھی ابھی اندر داخل ہو کر اس عمارت کے
 سامنے رکھی تھی جس میں بوڑھا پایا رہتا تھا۔ داور ایک بیماریا ہو کر
 شخص کے ساتھ نیچے اترا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بیگ دیا ہوا تھا
 جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ جلدی ہو کر شخص نماڑ ہے۔ لیکن میرے لیے
 حیرت کا باعث وہ کار تھی جس سے وہ اترتا تھا۔ یہ کار ہمارا تھا۔
 میں نے اس کا نمبر دیکھا اور میرے اس شہسے کی تصدیق ہو گئی۔ سو
 فیصدی وہی کار تھی لیکن یہ ٹاکٹر
 تب مجھے یاد آیا کہ ہمارا ٹاکٹر ظاہر علی کی بیٹی ہے اور ڈاکٹر ظاہر
 برین اسپیشلسٹ ہیں۔ صورتحال کسی حد تک سمجھ میں آگئی تھی۔ ڈاکٹر
 ظاہر علی ہی بوڑھے بابا کا ملازم رکھے تھے۔

ڈاکٹر اور کے ساتھ تو خبر کو نہیں سمجھتا پاتے کبھی نہیں سمجھتے۔
 "مجھے میری ڈیوٹی یاد ہے۔ میں نے سکرانے ہوئے کیا۔
 "تو خبر کو ایر پورٹ کے جاؤ۔ ڈیوٹی رات کو ایک پروگرام میں
 چلے جائیں گے انہیں پتا نہیں مل سکے گا اور میرا کام بن جائے گا۔
 محسن نے گڑگڑاتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔
 "بھائی میں نے کب سنا کیا ہے، حاضر ہوں! لیکن تو خبر
 نے مجھ کو ایڑ پھونکا دیا تو۔"
 "اس کے کا بندوبست ہو گیا ہے۔ تو خبر مجھ سے تعاد ان کرنے
 کو تیار ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں، کب جانا ہے؟"
 "بس تیار ہو کر نکل جاؤ۔ گرام رڈ کے چودے پر میرا انتظار
 کرنا وہاں سے میں تمہاری کار سے لوں گا اور تم تو خبر کی کار سے کر
 اسے ایر پورٹ لے جانا، واپسی کی کوئی پریشانی نہیں ہے یہ کیونکہ ڈیوٹی
 چاہیے ہوں گے اور وہ سے لوگوں کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"
 "اوکے، میں تیار ہو کر نکلتا ہوں، تمہارا انتظار کروں گا۔ میں
 نے جواب دیا اور محسن نے گرجو ش سے میل لگا دیا۔ "ٹھیک ہے۔
 میرے دوست، دراصل آج کا پروگرام کافی دلچسپ ہے، فریو
 وہاں تنہا ہوگی، ہمارا موقع میں بھی وہ ملتی رہتی ہے۔ لیکن ہمارا
 رہیٹے کیاب میں ہڈی بنی رہتی ہے اور محسن ان سے اتنی توفیق نہیں
 دے کر تھے، لے کر کہیں دور نکل جاؤ۔"

محسن گلیا اور میں تیار ہوا کرتے لگا تو خبر محسن کی بہن تھی
 دوسری بہن ندرت تھی، مجھ سے ان دونوں کی ملاقات صرف ایک
 بار ہی ہوئی تھی یعنی اس دن جس دن میں اس کو کچھ میں آیا تھا اس
 کے بعد سے آج تک کبھی ہمارا اتفاقاً طور پر بھی آنا سامنا نہیں ہوا
 تھا، میں نے اس عمارت میں غصہ کو ریزور رکھا تھا اور اپنی حدود
 سے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

بہ طور ایک سادہ سا لباس پہن کر میں تیار ہو گیا، اور اپنی
 گاڑی اسٹارٹ کر کے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گرام رڈ
 کے چوراہے پر ان دونوں کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ تک
 انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد میں نے محسن کی کار دیکھی، وہ اپنی
 شاخ اندازہ کی کار کو مناسب رفتار سے ڈرا ٹیوٹ کر رہا تھا، بالآخر میری کار
 تک پہنچ گیا۔ اور میں دروازہ کھول کر نیچے اترا آیا۔ کار کی پچھلی سیٹ
 پر تو خبر بیٹھی ہوئی تھی، محسن کار کا دروازہ کھول کر اترتا اور پھر مجھے
 اپنے ساتھ لے کر تو خبر کے پاس پہنچ گیا۔
 "تو خبر اچھی سی بہن آج کے اس تعاون کا بہت بہت
 شکر ہے، میں آپ دونوں کا دلچسپ طور پر شکریہ ادا ہوں۔ تو خبر نے کوئی
 جواب نہ دیا، میں نے اسے رنگ سنبھالا اور کار آگے بڑھ گیا۔"

مجھے محسوس ہوا کہ تو خبر عقیدے مجھے دیکھ رہی ہے لیکن میں نے
 ایک بار بھی عقب نماٹھنے پر نگاہ نہیں ڈالی تھی۔ محسن کی بہن کا میں،
 احترام کرتا تھا، ویسے بھی اس خاندان نے مجھے اتنا سزا سزا دیا
 تھا کہ میری زندگی ہی سمجھو گی تھی، وہ نہ حالت نہ ہنسنے کی کیا تاریخ
 دکھاتے۔

ایر پورٹ تک خاموشی رہی۔ میں نے کار ایر پورٹ کے لڈیج
 کے سامنے روک دی اور نیچے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔
 تو خبر نیچے اتر آئی اور میری طرف دیکھ کر بولی، "آپ پتیلے کار پارکنگ
 لٹ میں لگا دیں اور وہیں میرا انتظار کریں۔"
 "بہتر! میں نے پتا نہیں چلے میں کہا اور تو خبر آگے بڑھ گیا۔
 مفروضی لڑکی تھی، چہرے ہی سے غصہ چمکتا تھا اور اس کا
 یہ غور بھی نہ تھا جو محسن نے مجھے بتایا تھا کہ محسن صاحب تو خبر
 سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، بہ طور مجھے محسن کی کسی بات سے کوئی
 احساس نہیں ہوا۔ وہ اندر چلی گئی اور میں کار پارکنگ لٹ پر آ گیا۔
 پھر اس کے پیشے وغیرہ لک کر میں نیچے اتر گیا ہوا۔ باہر تھوڑی دیر
 چل رہی تھی، ایر پورٹ کا ساحل خاص دلچسپی کا باعث تھا، میں انتظار
 کرتا رہا۔ دس منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ تو خبر مجھے واپس آتی نظر
 آئی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا، گتہ تھا تھا، آہستہ آہستہ میں جوتی
 وہ میرے قریب پہنچ گئی اور کسی قدر اُلٹے ہوئے انداز میں بولی، "نگال
 ہے ہمیں، ہرگز آگ کا غلط اندازہ ہوا تھا، ابھی تو اس کے
 آنے میں ایک گھنٹہ باقی ہے۔"

"تو پھر مزائے واپس چلنے سے انتظار کریں گی۔"
 "واپس کے راستے تو آپ نے بند کر دیے ہیں، میرا مطلب ہے
 آپ دونوں حضرات کی سادش نے اور پھر میں بھی آتا ہوں سفر
 کیوں ملے کیا بلانے، میں کہیں بیٹھ کر انتظار کر لیتے ہیں۔"
 "جیسا آپ مناسب سمجھیں!" میں نے سادہ سے انداز میں
 جواب دیا۔

دو میری طرف دیکھنے لگی، پھر بولی، "کار میں بیٹھیں گے، یا
 کہیں چل کر کافی چلی جائے۔"
 "جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" میں نے جواب دیا۔
 "تو پھر لے لے ایر پورٹ لٹ نہیں چلتے ہیں، ایک ایک کپ کافی
 پیئیں گے اور وہیں بیٹھ کر انتظار کریں گے، وہاں آنا ڈسٹنٹ کے
 لیے بھی انتظام ہے، فی دفا بہم وقت دیکھ کر لاؤ فریج میں پہنچ
 جائیں گے۔"
 "بہتر!" میں نے جواب دیا اور تو خبر میرے ساتھ چل پڑی۔
 وہ جیسی بھی تھی میرے لیے اس کا ہجر بڑا نہیں تھا، ویسے آنا
 اندازہ مجھے مفرد ہو گیا تھا کہ اگر وہ تنہا کافی باؤس میں جا سکتی تو

مجھے کبھی دعوت نہ دی، بہر حال محسن کی بہن تھی اور میرے لیے بھی وہ بہن کی حیثیت رکھتی تھی، میرے ذہن میں اس کے لیے کوئی اور جذبہ نہ تھا اور میں اس کے ساتھ کبھی نہیں گیا کینیڈا میں ایک دو مہینے میری بھاری بھاری تھیں، باقی پورا سال تھا۔ تو میرے نے خود ہی ایک میز کا آؤٹبک کیا اور میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا اس میز تک پہنچ گیا۔

”مس تو خیر اگر آپ میرے ساتھ بیٹھنے میں کچھ الجھن محسوس کریں، تو براہ کرم تکلف نہ کریں، میں دوسری میز پر بیٹھ جاتا ہوں۔“
 ”اے نہیں نہیں میں یہ آپ سے کہنے کے لیے کچھ الجھن محسوس کروں گی، پلیز بیٹھ جائیے! اتنے تو میرے کہا اور میں کھیر ادا کر کے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ دیر ملائے قریب پہنچا تو تو میرے اُسے کافی کا آؤٹبک سے ویلہ پھر میری طرف دیکھ کر بولی: ”آپ خواہ مخواہ خود کو اتنا پر تکلف نہ بنائے ہوئے ہیں غزال صاحب! محسن بیٹھنے پر سب کو آپ کے بلانے میں سب کچھ توتا دیا ہے، آپ اچھی نہیں حیثیت کے مالک ہیں، والد کی وفات کے بعد بیٹیوں کی سازش کا شکار ہوئے اور اگر چھوڑ دیا، اس کے بعد آپ نے محسن بیٹھنے کے ذریعے ہمارے ہاں رسائی حاصل کر لی۔ کیا یہ غلط ہے۔“
 ”ہنیں! محسن نے غلط نہیں کہا۔“

”مجھے مجھے ایک بات کا تعجب ہے غزال صاحب! آپ نے خود کو ہم لوگوں سے اتنا دور کیوں کر لیا ہے، ہم نے تو کبھی آپ کے پاس میں کسی ایسے انداز میں نہیں سوچا، ظاہر ہے آپ محسن بیٹھا کے دوست بھی ہیں اور پھر کوئی بے حیثیت انسان نہیں ہیں۔“
 ”محسن بیکر مخلص آدمی ہے بلاشبہ ہی اس نے میرے پاسے میں یہ ساری باتیں بتا دیں۔ بہر حال اب میں آپ کے ہاں ملازمت کر رہا ہوں اور خود کو اس زمرے میں رکھنا چاہتا ہوں، ملازمت کرنا جانا ہوں اگر آپ لوگوں کو فائدے بڑا دل دیا گیا ہے۔“

”آپ کے لیے میں، آپ کی ہر بات میں تکلف ہے لیکن یہاں نہیں کیوں، میں آپ سے بے تکلف ہونا چاہتی ہوں۔“
 ”کوئی ہرز نہیں ہے مس تو خیر آپ کیسے جو آپ کا دل چاہے۔“
 ”ذرا دکھتی رنگ پچھو دوں گی آپ کی، بڑا تو نہیں مانو گے!“
 ”جنہیں! لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری کونسی رنگ دکھتی ہے، مجھے تو آنے تک اپنی کسی رنگ میں ڈکن کا احساس نہیں ہوا۔“

”ہم کے پاسے میں بانٹنا چاہتی ہوں۔“ اس نے کہا اور میں چومک کر اُسے دیکھنے لگا، وہ مسکرا رہی تھی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ اس لڑکی کے خدو خال ہی گڑبڑ ہیں، اور وہ اپنی بنا پر منظور نظر آتی ہے، اور نہ عام حالات میں یہ ایسی نہیں ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: ”ہاں آپ کیسے جانتی ہیں؟“
 ”شخصاً ہی ہے مہارسی۔ دوستی میں کبھی جاسکتی کیونکہ صرف دو یا تین قریب میں ملاقات ہوتی ہے، اب مزید جھلملی کی وجہ سے تعلقات پھر ٹھوٹ گئے ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب علی، فیکہ جیلانی کے عزیز ہوتے ہیں۔“
 ”ہاں میں نے ڈاکٹر صاحب کو کبھی بار بار آپ کی کوشش میں دیکھا ہے۔“ میں نے فوراً بات پک لیا اس سلسلے میں کوئی موقع نہیں گھٹانا چاہتا تھا۔
 ”ڈاکٹر صاحب بابا کا علاج کرتے ہیں، بہن! اسٹیبلشمنٹ ہیں۔“
 ”اوہ۔ وہ بابا صاحب جو ایک بار اپنی رہائش گاہ سے نکل بھاگے تھے؟“

”ہاں، اور جن کی حمایت میں آپ نے ماورجیسے بار مہاش کی پٹائی کر دی تھی۔“ اتنے تو میرے ہنس کر کہا۔
 ”سب کچھ غلط نہیں ہو چکا تھا۔ میں اُسے چور سمجھا تھا۔“
 ”اور آپ نے کسی کچھ اور کی حمایت کر دی تھی۔ ویلے داوری کی پٹائی سے دل بہت خوش ہوا تھا، محسن بیٹھا کہہ رہے تھے کہ ماور غلط آدمی سے بھڑکتا تھا۔ اگر خاص حالات نہ ہوتے تو آپ مار مار کر اس شکل بگاڑ دیتے۔“

”یوں لگتا ہے جیسے آپ سب کو داوری کی پٹائی سے خوشی ہوئی ہے!“
 ”وہ ڈیڑھی کا ملازم ہے۔ لیکن خود کو نہ ماننے کیا بھٹما ہے اس کی صورت دیکھ کر سرحوت فضا آتا ہے۔“
 ”وہ اس بوڑھے کے ساتھ بہت زیادتی کرتا ہے۔ چتا نہیں آپ لوگوں کو اس کا علم ہے یا نہیں؟“
 ”سب جانتے ہیں۔“

”کسی کو اس سے ہمدردی نہیں ہے؟“
 ”کس سے؟“ تو میرے پوچھا۔ دیر کافی لے لگا تھا اور تو خیر اب کافی بنا رہی تھی۔ اُس نے ایک بیانیہ میرے سامنے رکھی، اور دوسری خود لے کر کافی پینے لگا۔

”میری مراد اس بوڑھے سے ہے!“
 ”ارے نہیں یہ بات نہیں ہے۔ بابا صاحب سے سب کو ہمدردی ہے۔ لیکن جو کچھ کہا جا رہا ہے ان کی بہتری کے لیے کیا جا رہا ہے۔ ان کا علاج ہی ہے خود ڈاکٹر صاحب اس سے متفق ہیں۔“
 ”اوہ!“ میں نے آہستہ سے کہا۔ اس پر مزید تیسرے مناسب نہیں تھا۔ پھر میں نے کہا: ”بابا صاحب کا کوئی نام نہیں ہے۔ محسن کہتے ہیں۔“ اعلیٰ بھی ان کا نام نہیں معلوم۔
 ”ڈیڑھی نے بتایا ہی نہیں کسی کو۔ تین سال قبل میری انھی کیوں

سے لے کر تھیں انھوں نے بتا کر وہ ان کے دستے مار میں بہت مر کے بعد اس حالت میں نفاکے ڈیڑھی اعلیٰ گھر لے گئے۔“
 ”حسن صاحب کو کون کا نام معلوم ہوگا؟“

”مخالف ہے لیکن ڈیڑھی بتائیں کہ میں ان کا تذکرہ پسند نہیں کرتے۔ انھوں نے سختی سے کہا ہے کہ اس شخص کو کبھی موصوف نہ بنایا جائے۔ ابتلا میں ہم لوگوں نے صرف اس خیال سے بابا صاحب سے ہمدردی کرنے کی کوشش کی تھی کہ ادا لہ وہ بیار ہیں۔ دوسرے ڈیڑھی کے عزیز ہیں، لیکن ڈیڑھی اس بات پر سخت ناراض ہو چکا۔ انھوں نے سختی سے سب کو ہدایت کی کہ ان کے قریب کوئی نہ بلانے نہ ان کے بارے میں سوچے۔ ہمیں تعجب فرود ہوا تھا۔ بہر حال پھر عادی ہو گئے۔“

”عجیب بات ہے!“ میں نے آہستہ سے کہا۔
 ”دوسری بات یہ ہے کہ آپ بے حد چالاک انسان ہیں۔“
 ”تو میرے کیا۔“

”وہ کیسے کس تو خیر؟“
 ”ہم کے ذکر کو آپ کس خوش اسلوبی سے ٹال گئے۔“
 ”اوہ نہیں! ایسی بات نہیں ہے!“
 ”ہاں آپ کو پسند ہیں؟“
 ”میری رائے محفوظ نہیں ہے میں تو بہتر ہے!“
 ”آپ کی مرضی! لیکن ہم لوگوں سے گل کر رہیں گے، تو خانہ سے میں رہیں گے آپ نے بلا مجھ خود کو رینڈو کر رکھا ہے۔ ملازم ہوں گے آپ ڈیڑھی کے، ہم نے کیا قصور کیا ہے۔ آپ محسن بیٹھا کے دوست بھی تو ہیں۔“

”میں آپ سب کا احترام کرتا ہوں۔ ریزرو نہیں ہوں۔“
 ”جو لیا آ رہی ہے۔ بڑی اچھی دوست ہے یہی۔ ڈیڑھی کے بزنس پارٹنر مشر براؤن کی بیٹی ہے، بچہ دولت مند انسان ہیں یہ مسٹر براؤن کی بیٹی ایک جمیل کے بیٹے ہیں۔ ان کی خرید و فروخت کو بھی ہے۔ میں ایک بار ڈیڑھی کے ساتھ بیچ کر بھی تھی۔ اور وہیں جولانے میری دوستی ہوئی ہر حال میں یہ بہت ہی تھی کہ جولیا کو ہم لوگ یہاں بہت اچھا مہمان پیش کریں گے۔ آپ بھی ہمارے تو خیر بات میں شریک رہیں۔“

”میرا! جب آپ حکم میں گی ماور ہوں گا۔“ میں نے کہا۔
 ”لیکن اس طرح نہیں۔ پہلے ہمارے بارے میں بتائیے۔“
 ”تو خیر پھر شروع ہوگی۔“

”اس کے پاسے میں محسن بہتر طور پر بنا سکیں گے آپ کسی وقت ان سے پوچھ لیں۔“
 ”جو لیا کے اعزاز میں ایک پارٹی دوں گی جس میں آپ کے

ہیے ہاں کو بھی مدعو کیا جائے گا۔“ تو میرے نے کہا۔ اور پھر میری کافی کی خالی پیالی اپنی طرف سے کرا کر اس میں ادھر کافی بنانے لگی۔ اپنی کافی نے اپنی پیالی میں اٹھل پل تھی۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ پھر میں نے پوچھنا شروع کیا میں کہا: ”میں سوچتا ہوں کہ مس سندت کی جیوں دوستی ہوگی کیا وہ بھی آپ کے ساتھ بیچ کر نہیں گئیں۔“
 ”وہ کیوں جائیں گی! کون جوتی میں وہ ڈیڑھی کے ساتھ جانے والی۔“ دو فٹنٹا تو خیر کا نوڈیڈیڈیڈیڈی۔ اور میں جوتی سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا: ”کیا اپنی بہن سے آپ کی لڑائی ہے؟“
 ”مکمل ہے۔ غزال صاحب آپ کو وہ صورت سے میری بہن لگتی ہے۔“ تو خیر تک کر لیلی۔

”ایک بار پھر جوتی جوتی ہوئی تھی! بہر حال شکل و صورت کسی بھی ہو سکتی ہے وہ آپ کی بہن تو ہیں؟“
 ”یہ میں ڈیڑھی کا ظاہر ہے! وہ میری بہن نہیں ہے، ہم ہم ہیں کسی کی بہن نہیں ہے!“

”کیا واقعی؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔
 ”ہاں، اُسے زبردستی میری بہن بنا دیا گیا ہے۔ ڈیڑھی اُس کو طعنے کو جھانپ گھر بنانے پرتے ہوئے ہیں۔ ایک روز وہ اُسے اپنے ساتھ لے آئے تھے کہنے کے کہ اسے ان کی بیٹی سمجھا جائے گا۔ کافی دن تک اسی کو بھی پریشان کیا گیا اس سلسلے میں اور انھیں مجبور کیا گیا کہ وہ اُسے اپنی بیٹی قرار کریں۔ سب سب پر یہی وہ کالی بلا مسلط کر دی گئی۔ اور اب ڈیڑھی اُس کی ناز باریاں کرتے ہیں، اور وہ اتنی مخروبیہ کا اس کا دامغ ہی تھکانے ہیں۔“ تو خیر کا لہجہ کافی غلاب تھا اور میرے سر جھکا گیا یہ انکشاف بھی میرے لیے اٹکا تھا۔

واقعی یہ کو کبھی سمجھ کر سلا رہی تھی۔ بہت سی چیزیں ایسی رہیں تھیں جن کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم تھی۔ پوڑھا ہاں... اور پھر مدت! اسی کی شکل و صورت واقعی سب سے مختلف تھی لیکن یہ ایسی ان ہوتی بات نہیں تھی کبھی کبھی ایسے اختلاف نظر آجاتے ہیں لیکن تو خیر کا انکشاف واقعی اٹکا تھا۔

اس کا مطلب ہے کہ سن صاحب کافی گہرے انسان ہیں اور ان کے سینے میں بہت کچھ پوشیدہ ہے۔ محسن ہے مدت ان کی کوئی معمول ہوا۔ ان کے کسی نازک دور کی یادگار۔

”کس سوچ میں غلاب گئے آپ؟“ تو خیر کا آواز نے مجھے چونکا دیا۔ اور میں بسٹل کر بولا: ”نہیں کوئی خاص بات نہیں!“
 ”ایک درخواست ہے آپ سے!“

”جی حضور۔۔۔ فرمائیے!“
 ”پلیز آپ کسی سے میری اس بات کا تذکرہ نہ کریں! خواہ مخواہ میرے لیے پریشانیاں پیدا ہو جائیں گی۔“

”آپ مطمئن رہیں! میں نے جواب دیا۔ ٹیل و فرین پر بیٹا رہے کی آمد کا اعلان ہوا اور ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے۔ پھر اوریورٹ لوڈنگ کی رات بڑھتے ہوئے تو میرے کہا: ”آئیے آپ بھی آجانیے! میں جو لیا سب کچھ کتعات کر لوں گی“ یہ یہ الفاظ تو میری ذہنی کیفیت کے آئینہ دار تھے۔ میرے لیے اس کے ذہن میں ایک دوست کی جگہ پیدا ہو چکی تھی۔

جولیا واقعی خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ خوش اخلاق بھی تھی۔ اس نے بڑے پزیرناک انداز میں ہیں۔... آنا... لانا ایک کہا تھا۔ پھر اس نے تو میرے بعد مجھ سے بھی مصافحہ کیا۔ تو میر نے حقہ الفاظ میں اس سے میرا تعارف کرایا جو لیا نے مجھ سے مل کر سرت کا اظہار کیا تھا۔ پھر میں ان لوگوں کو لے کر کوٹلی پہنچ گیا۔ محسن کی معلومات بالکل درست تھیں۔ کوٹلی میں حسن صاحب موجود نہیں تھے، پوریج میں ملازموں نے جولیا کا سامان و دفعہ آثار ندرت اور دیگر صاحب اس کے استقبال کے لیے موجود تھیں۔ وہ آگے بڑھیں امداد انھوں نے جولیا سے پرورش حاصل کرنے کے لیے اس کے بعد وہ جولیا کو لے کر اندر چلی گئیں۔

توزیر بیان اگر جیسے مجھے بھول گئی تھی، اس نے پلٹ کر بھی مجھے نہ دیکھا، بہر حال میں نے گاڑی صندریٹ سے ہٹا کر پوریج میں اس جگہ کھڑی کر دی، جہاں وہ کھڑی ہوتی تھی اور اس کے بعد میں ہلٹا ہوا اپنی رہائش گاہ میں گیا۔ محسن ابھی واپس نہیں آیا تھا، کریم بابا میرا انتظار کر رہے تھے، مجھے دیکھ کر وہ ہمیشہ خوش ہو جاتے تھے، بچوں کی ہی طرح چاہتے تھے مجھے، میری ایک ایک چیز کا خیال رکھتے تھے میں نے مسکراتے ہوئے ان سے ان کی خیریت پوچھی۔ اور پھر وہ میرے لیے جاٹے بنا کر آئے، اول تو نہیں پیاہ ماہ تھا اس وقت چاہتے پینے کے لیے، مسکین کریم بابا پوچھ کر مول کے مطابق لے آئے تھے اس لیے میں پینے لگا۔

پلٹے پینے کے بعد میں سہری پر دروازہ ہو گیا۔ کریم بابا چائے کے برتن رکھنے کے لیے کین کی طرف بٹلے گئے تھے، جب وہ واپس آئے تو میں نے انھیں اپنے پاس ہی بٹھالیا۔ وہ مجھ سے باتیں کرتے رہے، انجانے میرے ذہن میں کیا خیال آیا کہ میں نے کریم بابا سے کہا: ”بابا ایک بات بتائیے!“

”جی غزال میاں پوچھیے!“

”یہ ندرت کی شکل اپنے گھر والوں سے اتنی مختلف کیوں ہے؟“

کریم بابا ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر میری شکل دیکھتے رہے، پھر بے اختیار مسکرا دیے۔ بیٹے اب مجھے کیا معلوم ایسا لگتا ہے؟“

کا ذاتی معاملے غزال میاں تمھارے اندر یہ بچوں کا ساتھ جس بہت زیادہ ہے کسی کی شکل کسی سے مختلف ہو نہیں سکتا۔ میں نے تمھیں شہرہ دیا تھا کہ انکوں کے حالات کی کھوج نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر عمل کیجیے۔ کریم بابا یہ کہہ باہر چلے گئے۔

درست ہی کہا تھا انھوں نے واقعی مجھے ان لوگوں کا کھونا میں بڑنے کی کیا ضرورت تھی، میری ایسی منزل تو مختلف تھی۔ نیا نیا عرصہ نہیں باقی رہا تھا کہ مجھ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے نئے راستے تلاش کرنے تھے، یہاں اس کوٹلی میں، بہت دنوں کے بائے میں خواہ مخواہ جس کا شکار ہو کر اپنی انہری کیوں منافع کی حاصل میں نے ذہن کو چٹاک دیا، ندرت نہیں سے بھی آئی ہو، پورٹس بابا کا کوئی بھی مسئلہ ہوا، مجھے واقعی اس سے غرض نہیں رکھنی چاہیے، اب تک میں نے جو کچھ کیا تھا، وہ ناجائز تھا، محسن کا سلوک میرے ساتھ اتنا اچھا تھا۔ خود محسن صاحب نے آج تک مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا، کہنے کو بہترین جگہ تھی۔ بہترین تنخواہ تھی، خواہ مخواہ کی الجھنوں میں پھنس کر ان لوگوں کو بھی خود سے بدل کروں گا، چنانچہ مجھے خود کو کس حال لینا چاہیے میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اب ان معاملات کی کھوج میں نہیں رہوں گا، ممکن ہے ندرت، حسن صاحب کی کوئی کمزوری ہو اور پورٹس بابا بھی ایسی ہی کوئی کیفیت رکھتا ہو۔ اگر واد کر لیتا چل گیا کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس طرح اسے یوقوف بنا کر اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کی ہے تو وہ محسن صاحب سے ضرور شکایت کرے گا، اور حسن صاحب نے جب تمام لوگوں پر یہ پابندی عاید کر دی ہے کہ وہ پورٹس بابا کی کھوج میں نہ رہیں تو پھر کیا وہ یہ پرسنہ کر کے کوئی ایجنسی ان کے گھر میں رہ کر ان کے بارے میں چھان بین کرتا ہے۔

واقعی عمارتیں ہوتی رہی تھیں آج تک، میں نے سوچا کہ آئندہ ان حالتوں کا اعادہ نہیں کروں گا، مسکین انسان فطرت کو کیا کیا مانے، سوچا تھا کہ ہوتا کچھ ہے، جس انسان کی فطرت میں کچھ اس طرح رچا جا ہے کہ اس سے گھر فاصلی، ناممکن ہی محسوس ہوتی ہے۔

دوسری صبح میں حسب معمول اپنی ڈیوٹی پر بیٹھا گیا، شام کو واپس آیا۔ محسن اس وقت بھی یہاں موجود نہیں تھا، پتا نہیں کس کام سے گیا ہوا تھا، مسکین تھوڑی دور کے بعد ایک ملازم میرے پاس پہنچ گیا۔ تو میری بی بی نے آپ کو بلا لیا ہے۔ اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

”ادہ اچھا! ابھی آنا ہوا!“ میں نے کہا، اور لائسنس تبدیل کر کے کوٹلی کی طرف چل پڑا، ”وہ قدم ہی چلا تھا کہ بائیں سمت و بائیں، کبھی تو میں بھی خود کو بڑھا محسوس کرنے دیا کریں!“

”جی ہتیر!“ میں نے جواب دیا اور کرسی پر بیٹھ گیا، پھر میں نے جولیا کی طرف رخ کر کے کہا: ”مزے سے کس جولیا آپ کا دن کیسا گذرا؟“

”بہت ہی دلچسپ، بڑا ہی اٹھکا، مشرق کی حسین دستانیں میرے لیے بڑی دلچسپی کا باعث تھیں، میں بہت دنوں سے پتا سے کہہ رہی تھی کہ مجھے تو میرے کچھ پاس بھجوا دیں، لیکن وہ اپنی مصروفیات میں اس قدر مگمگ رہتے ہیں کہ میرے لیے وقت ہی نذکار کے آخر میں نہیں بھوک بڑا مال شروع کر دی، اور جب میں نے پورے بارہ گھنٹے بھوکے رہ کر گزارے تو پاپا بڑھاس ہو گئے اور انھوں نے فوراً میری روانگی کے لیے یہ انتظامات کر دیے!“ جولیا نے مصحفیت سے کہا۔

”خوب اس طرح آپ مشرق آئیں؟“

”ہاں آؤ تو کی ہوں، بس کین اب یہ ذمہ داری آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہے کہ آپ مجھے یہاں کی وہ تمام دلچسپ چیزیں دکھائیں، جین کی کمانیاں کتا میں لپیچی ہوئی ہیں۔“

”پہلے میں آپ سے وہ کہنا بیان انھوں گا اس کے بعد اس سلسلے میں فیصلہ کرنا جائے گا کہ آپ کو کس قسم کی چیزیں دکھانی جانی چاہئیں!“

”سچ غزال صاحب میں تو آج ہی آیا ہے یہ درخواست کرنے والی ہوں کہ وہ تھوڑے عرصے کے لیے آپ کو ہمیں ادھار دے دیں۔ محسن بھیا تو بے کار آدمی ہیں، انھیں اپنے ہی معاملات سے فرصت نہیں رہتی، وہ سب سے الگ تھلک رہ کر اپنی منگرت کے ساتھ وقت گزارنا چاہتے ہیں پتا نہیں ہمارے افسانے کھا جائیں گے یا ان کی منگرت کو۔“

”رسی آپ کی ادھر ماکا بات، تو جیلے ہمارا وعدہ ہم مجھے اپنی کینٹی میں شریک کر لیں گے۔“

”اے اے اسے بھی ذرا ہمیں بھی تو پتا چلے کہ یہ ہاں کس چڑیا کا نام ہے۔“ محسن کے بھائی اسمن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اے اے، یہ بچوں کے شنے کی باتیں نہیں ہیں، ایسے بھولا بہتم کرنا بند کر لیا کر دینا۔“

”ہا ہا، کبھی تو میں بھی خود کو بڑھا محسوس کرنے دیا کریں!“

”جس دن تم بڑھے ہو جاؤ گے، فضول حرکتیں کرنے لگو گے، تیزوار ہو جاؤ گے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی کہ بچوں میں تامل نہیں جا اور غزال صاحب، میرا مطلب ہے غزال صاحب اور ہلانے تو بہ تو بہ کچھ نہیں،“ تو میرا غرضی شوخیوں پر لڑتی ہوئی تھی، ملازموں نے چلنے لگا دی، میں ذرا تیز ہو رہا تھا کہ اس مغل میں میری بوجھ کو ناپر سندیہ نگاہ سے دیکھا چلے۔

بیک صاحب کو بھی کے صندریٹ سے باہر اٹھیں تو میری نگاہیں دو ہی سے ان کے چہرے کا پانزہ لینے لگیں۔ مسکین مجھے دیکھ کر ان کے خند و خال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ کرسی پر بیٹھنے کے بعد انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا: ”یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ غزال میاں بھی جولیا کے ساتھ بلوئے سے واپس آگئے مگر یہ مجھے کب تک رہتے؟“

تو میرے ہنسنے لگی، بڑی مشکل سے انھیں بلایا ہے تم، اس وقت وہ کس تھا کہ غزال واپس آ جاؤ انھیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔“

”ان کا خوف دور ہو گیا تو ان سے ہو کر انسان انسان فل ہی میں خوش رہتا ہے، ویرانوں سے نکل کر انسان کی دنیا میں آئیں۔“

”تمہی ایسا کچھ ہی خیال ہے غزال صاحب نے خود پر زور کی مسئلہ کر لی ہے۔ اب کب تک لوگ مشکل سے اتنے ہی باطل مذاق تو آتے ہیں کہ یہ ہمارے درمیان بیٹھنا بھی پسند نہ کریں، تھک کے ان کے سر پر ہاں کا سایہ ہے مسکین تم بھی تو ایسے گھبرائے نہیں ہیں!“

تو میرے شوخی سے کہا اور میں ہلکا لیا۔

”یہ ہلکے ساٹے مالی بات کی ہے؟“

”شہنشاہ مہی کی چڑیا جس کے سر پر بیٹھ جاتی ہے اس پر خوش منتیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔“ تو میرے کہا۔

تمہی ظاہر ہے اس سلسلے میں کچھ نہ سمجھی ہوں گی تب انھوں نے کہا: ”ہم سب تمہیں اپنے درمیان خوش آمدید کہیں گے۔“

”میں شکر گزار ہوں!“ میں نے کہا، جولیا اس گفتگو کو سن کر سمجھ رہی تھی، اس نے ہنستے ہوئے کہا: ”دیکھیے یہ مرگ نہیں پلے گی آپ لوگ میرے سامنے مرنا انگلش بولیں، تاکہ میں بھی آپ کی باتوں کو سمجھ سکوں۔“

”ادہ! واقعی، جولیا آئندہ خیال رکھا جائے گا، تو میرے کہا۔“

تھوڑی دیر کے بعد حسن صاحب اور محسن بھی ساتھ آگئے تھے۔ محسن نے میری خیر انداز میں گردن ہلاتی تھی۔ حسن صاحب نے میری وہاں موجودگی پر کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا اور اپنے لیے چائے طلب کر لی۔ پھر وہ چونک کر لوٹے۔ ”ادے! ندرت کہاں ہے؟“

”بائیں تبدیل کر دی تھی۔ میں دیکھتی ہوں!“ بیک صاحب نے کہا اور فوراً اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔ میں نے پورے گھر سے تو میرے چہرے کا جائزہ لیا، مسکین اس کا چہرہ صیانت تھا۔ وہ جولیا سے

باتیں کرنے لگی۔ جن صاحب مجھ سے بولے۔ "بھئی غزال میاں! شہنشاہ نے تم نے ایک کا نام رکھ دیا ہے۔ گیٹ اینڈ ٹو کے منبر نے میرا شکر یہ ادا کیا تھا۔ شہنشاہ تم نے صرف ایک ہفتے میں اس کے بہت بڑے سڑکوں کی سپلائی سے دی جو ایک طرح سے ناممکن تھی۔"

"جی ہاں سب نے میرے ساتھ تعاون کیا تھا!"
"کا نام ہے تمہارا۔ گیٹ اینڈ ٹو والے تو ہمارے بندہ ہے دام ہو گئے ہیں اگر انھیں یہ کس نہ سپلائی ہوتے تو مشرق وسطیٰ کا ایک بہت بڑا کام ان کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ انھوں نے تعینات مانی میں کہہ رکھا تھا کہ کتنی سپلائی دے سکتے ہیں!"
"میں جی ایسے بات کروں گا۔ میرا خیال ہے خود گیٹ اینڈ ٹو اپنی ضرورت بتائے!"

"جی جگہ تلاش کرنی پڑے گی۔ بہت بڑا کام ہے ان کا۔"
"کیا حرج ہے۔ ہم کام بڑھا لیں گے!"
"محسن میاں! آپ نے بڑی مایاب شخصیت دی ہے مجھے۔ ڈر یہ ہے کہ جب یہ اپنی جانی زندگی کی تلاش میں نکلیں گے تو میرا کیا ہوگا۔ تو خود عرض ہوتا جا رہا ہوں!"
"آپے ملن میں انکل! میں آپ کو منجھڑا رہا میں نہیں چھڑوں گا!" میں نے کہا۔

"مسکین ہم بھی تمہارا مستقبل تباہ نہیں ہونے دیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے۔" سلسلہ گفتگو بیگم صاحبہ اور عدت کی آمد پر ختم ہو گیا۔ آج میں نے ایک خاص نگاہ سے عدت کو دیکھا اور کچھ نئی باتیں نوٹ کی۔ عدت کے فرد میں جلدی نہیں تھا، لہذا اس کے چہرے کی بناوٹ مقامی نہیں تھی۔ وہ بظور دیکھنے سے ایٹھیا نہیں لگتی تھی۔ یہ ایک اور حیرت انگیز انکشاف تھا میرے لیے۔ میں محتاط نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ عدت بہت کم گو تھی۔ جولیا سے اس نے دو بار باتیں کی تھیں، بہترین انگلش، بہت صاف بولے میں بولی تھی۔ پھر جب محسن صاحب وہاں سے اٹھے تو میں بھی اٹھ گیا۔

دوسرے دن ناشتے سے پہلے، تنویر، جولیا کے ساتھ میری اینکٹی میں آگئی۔ میں ان دونوں کو دیکھ کر جو ہنسا ہنسا گیا تھا۔ بہر حال میں نے خود کو سنبھال کر انھیں خوش آمد کہا۔
"صورت حال یہ ہے کہ اگر ہم لوگ دیر کر دیتے تو آپ ہم سے بے اختیار آج پہلے جاتے۔ اور آج میں نے اپنے دوستوں کو جولیا کے ساتھ کھانے پر بلا دیا ہے۔ چنانچہ درخواست ہے کہ چار بجے واپس تقریباً آئیے گا۔ پھر استقامت بھی کرنے میں۔"
"حاضر جوابوں گا!"

"چھٹی کے دن کے سلسلے پر ڈرامہ کسٹل کر دیکھے کیونکہ وہ ہم نے ایک کر لیے ہیں۔"
"اس جگہ کی بھی تمہیں ہوگی!"
"نانتے پر آ رہے ہیں آپ تو پائے وہ فیروز کے لیے پوچھیں گے نہیں!"

"چائے بنا رہے۔ جرات کر لوں!"
"منگوائے!" تنویر بولی اور میں خود کچن کی طرف بڑھ گیا۔ کیم ہا یا کو ہدایت سے کر دالیں آیا تو وہ دونوں میرے بارے میں ہنسنے لگے۔ جولیا نے بڑی گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ اس کے خوب صورت ہونٹوں پر مسکراہٹ چھلکی ہوئی تھی۔ بو سے نگاہ ملانے سے بھی اس کی نظریں نہیں جھکی تھیں۔

"کیا دیکھ رہی ہیں کس جولیا؟"
"مشق؟"
"میرے چہرے پر!"
"ہاں!"
"صاف کیجیے مشرق آنا مختصر نہیں ہے!"
"آنا خوب صورت ضرور ہوگا!" جولیا نے بے باکی سے کہا اور میں تنویر کی طرف دیکھنے لگا۔
"پورا پورا یقین ہے کہ آپ نے کس جولیا سے کوئی شرارت کہا ہے!"

"کہا ہے!"
"غدا کی قسم تم نے آپ کے حسن کے بارے میں اس سے کچھ نہیں کہا۔ تنویر نے انگلش میں کہا۔
"حسن کی مختلف اقسام میں مشرق کا زالی۔"
"غدا خوش رکھے آپ کو!" میں نسا پتے نام کی پٹی ہونے سن کر غصہ ٹھی سانس لی اور تنویر نے ہنس پڑی۔ پھر اس وقت کے لوگ بھی میرے لیے ہوتے ہی پرکشت ہیں۔ تنویر نے مجھ سے کہا کہانی سنانی ہے۔ آپ کی شخصیت میرے لیے بہت پرکشش ہے۔
"چائے!" کیم ہا یا اندر داخل ہو گئے اور میں انھیں چائے پیش کرنے لگا۔ چائے کا یہ دور مختصر تھا۔ میں تیار ہو کر تنویر سے درخواست کی تھی کہ میز اور کرسیاں خراب نہ ہونے سے اس کے وہ گنگو درمیان ہی میں رہے تھی۔ تنویر نے چائے پینے کے بعد اہلازت لی اور شام کے بارے میں ہدایت کر کے چلی گئی۔ میں باہر تبدیل کر کے دفتر کے لیے چل پڑا تھا۔

شام کو میں سڑک سے مین جیکے دفتر سے نکل آیا اور مقرد وقت پر کوٹھی پہنچ گیا۔ لیڈ لائن پر منتظمت کیے جا رہے تھے۔ تنویر اتنے دنوں تک خواہ مخواہ شکر کو دیکھتے کہ کاشکار رہی تھی۔ اپنی صورت کے برعکس تھی، مجھے انتظامات کے بارے میں بتانے لگی

"میرے لیے تو آپ نے کچھ کام نہیں چھوڑا تنویر صاحبہ!"
"چھوڑا ہے۔ آپ سب ہا طار علی کا استقبال کریں گے!"
اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ میں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ لان پر منتظر تھی۔ محسن کے سب سے چھوٹے بھائی ناصر سے بات کر رہی تھی۔ میں دوردور سے اُسے دیکھتا رہا۔ ابھی تک اس لڑکی سے میری بڑی راست بات حیرت نہیں ہوئی تھی۔ میں خود بھی حیرت تھا۔ تنویر کے خیالات اس کے بارے میں جان چکا تھا، اس لیے اگر میں اس کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کرتا تو تنویر یقیناً مجھ سے پریشانی ہو جاتی۔ اس لیے میں محتاط رہا۔

شام ہو گئی اور جہاں آنے لگے سب موجود تھے۔ میں نے بھی ایک خوب صورت سوٹ پہن لیا تھا اور تنویر نے بے لگج حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کی شکل میں مجھے سے زیادہ خوب صورت کوئی نہ ہوگا۔ جولیا بہاں موجود نہیں تھی۔ پھر وہ بھی آگئی۔ غزلی لباس میں تھی اور بالکل گریڈ نظر آ رہی تھی۔ وہ ہمارے پاس آکر بیٹھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے عجیب سی شکل مانی اور میرے نزدیک آگئی۔
"غدا کی قسم! تم مشرق کے تہذیب سے لگ رہے ہو۔ اس لباس میں تم اتنے خوب صورت نظر آؤ گے میں سوچ رہی نہیں تھی۔"

"ایسے باپ لے! اگر وہ بڑھو گی!" تنویر نے میرے کان میں سسکائی۔
"دیکھو، کیا بات ہے؟"
"میں اس جولیا کو ہمارے بارے میں بتانا بھول گئی۔ اس کے تکیوں کی خراب نظر آ رہے ہیں۔"
"مس تنویر! تھرتھرت نہیں پڑیں!" میں نے کہا جس سے کہا۔ اور وہ سلائی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ جہانوں کے اتنی تعداد میں آنے کی توقع نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ پورے لان میں جگہ پر بھی آتی ہوئی تھی۔ ہر ایک تھی۔ ہر ایک تھی اور میری طرف سے ہر ایک پر بھی نظر پڑ رہی تھی۔ محسن نے کہا تھا، فریکو بھی مسکرا رہی تھی میری بو کھلے پڑ رہی۔

انفاد قیہ طور پر ہی اس وقت میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئی تھیں۔ وادو کی کورس باہر جاری تھی۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ کیم پھر موقع ہے کہ میں بڑھوں۔ بابا کو دیکھنے کی کوشش کروں۔ یہ خیال ذہن میں بڑھتا ہوا تھا اور میں ہنسیا تھابتے اس کے کاروں کی طرف بڑھ گیا۔ اور ان کی آواز میں ہوا عدت کی طرف ہی چلا۔ اگر تقدیر ساتھ سے ہلے تو آواز پوری عمارت دیکھنے کا موقع مل جائے گا۔ میری کوشش کا کیا با رہی اور میں عمارت میں داخل ہو گیا۔ داخل دروازہ کھل ہوا تھا۔ یہ بھی حیرت کی بات تھی۔ وادو ایسی نفل کبھی نہیں کرتا تھا۔ میں بے آواز اندر داخل ہو گیا۔ اور جہاں

نے پہلا کمرہ دیکھا۔ خوب آراستہ تھا۔ یہ وادو کا کمرہ تھا۔ دوسرے سامان کے ساتھ، چھوڑے کے وہ جہاں پر نظر آئے، مجھ سے دیکھ کر میرے جوتے سے بھینچ گئے۔ تو فوراً یہاں سے نکل گیا۔ میں نے وادو کے سامان کی تلاش کی، مسکین کوئی خاص چیز نہیں مل سکی تھی۔ پھر وہاں سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وادو مایاں رکھی ہوئی تھیں ایک ریز بھی تھی۔ محسن کی دراز میں غائب تھیں۔ مسکین اس ریز پر بھی کچھ نہیں تھا۔ میرے کمرے کے دروازے پر آتے ہی مجھے احساس ہو گیا کہ اندر کوئی موجود ہے۔ مسکین یہ وہ کمرہ نہیں تھا جسے میں ایک بار دل میں دیکھ چکا تھا اور جس کا دروازہ محسن میں کھلتا تھا۔ میں نے احتیاط سے دروازے میں چھری کی۔ اندر تیز روشنی تھی، اندر کمرے سے کیوں کی آواز آ رہی تھی۔ بسوائی آواز تھی۔ میں کھڑک سے دیکھا۔ یہ کون ہے؟ جہاں کچھ اور کتا وہ کی اور اندر داخل ہو گیا۔ وہ ایک شہید جھٹکا لگا تھا۔ مجھ سے دیکھ کر ہنس پڑی۔ مجھے اسے جھٹلا رہی تھی۔ بڑھ بھاگا۔ کتا ایک لڑکی کی آغوش میں تھا۔ وہ بڑھے پار سے اس کے گلے بٹھے ہوئے بالوں میں لگیوں سے لکھی کر رہی تھی۔ وادو اس کی آنکھوں سے تانوں کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ عدت تھی۔

حیرت سے کاہ جھٹکا اتنا شہید تھا کہ میں ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ اگر میں خود گوہر سے سے چھپا نا چاہتا تو زیادہ وقت نہ ہوتی لیکن یہ خیال ذہن میں نہیں آیا۔ ابی وقت عدت نے مجھے دیکھ لیا۔ مجھ پر نگاہ پڑے ہی یوں محسوس ہوا جیسے اس شہید جھٹکا بھاگا ہوا۔ وہ جھلکی کی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی حسین آنکھوں میں بے پناہ خوف نظر آ رہا تھا۔ منہ کھلا رہ گیا تھا۔ بدن کا پتہ رہا تھا۔

بھینچ گئی تھیں۔
میں نے سنبھل کر اس کا جائزہ لیا۔ لیکن زبان سے میں ایک لفظ بھی نہیں آوا کر سکا۔ عدت چند لمحات ایسی کیفیت میں رہی پھر اس نے پلٹ کر بڑھے۔ بابا کی طرف دیکھا اور پھر تیزی سے ایک طرف بڑھ گئی۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ جس رات سے عدت تھی وہ باہر کی طرف نہیں جاتا تھا۔ میں اس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ بڑھسا بابا مجھ سے لاہراہ باقی مار کر بچ گیا اور زمین پر گھس کر بٹھے۔ عدت اور کیم واپس آئی تو میں حیران ہو کر اس طرف چل پڑا اور صرصرہ مٹی مٹی۔ لیکن کمرے خالی تھے۔ اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ میری جہاں سے ایک ایک کمرے میں گھس گھس کر دیکھتا رہا لیکن وہ کہیں نہیں تھی۔ پھر اس سے زیادہ تعجب خیز اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر میں واپس بڑھے۔ بابا کے پاس گیا وہ بے ستور اپنے شکل میں مصروف تھا۔ ان آواز تریجی بیکرد میں کوئی رہتا نہیں تھا۔
"کیا ہے تمہارے ذہن میں کیسے بتاؤ گے۔ میں نے بڑھے

میں نے سنبھل کر اس کا جائزہ لیا۔ لیکن زبان سے میں ایک لفظ بھی نہیں آوا کر سکا۔ عدت چند لمحات ایسی کیفیت میں رہی پھر اس نے پلٹ کر بڑھے۔ بابا کی طرف دیکھا اور پھر تیزی سے ایک طرف بڑھ گئی۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ جس رات سے عدت تھی وہ باہر کی طرف نہیں جاتا تھا۔ میں اس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ بڑھسا بابا مجھ سے لاہراہ باقی مار کر بچ گیا اور زمین پر گھس کر بٹھے۔ عدت اور کیم واپس آئی تو میں حیران ہو کر اس طرف چل پڑا اور صرصرہ مٹی مٹی۔ لیکن کمرے خالی تھے۔ اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ میری جہاں سے ایک ایک کمرے میں گھس گھس کر دیکھتا رہا لیکن وہ کہیں نہیں تھی۔ پھر اس سے زیادہ تعجب خیز اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر میں واپس بڑھے۔ بابا کے پاس گیا وہ بے ستور اپنے شکل میں مصروف تھا۔ ان آواز تریجی بیکرد میں کوئی رہتا نہیں تھا۔
"کیا ہے تمہارے ذہن میں کیسے بتاؤ گے۔ میں نے بڑھے

میں نے سنبھل کر اس کا جائزہ لیا۔ لیکن زبان سے میں ایک لفظ بھی نہیں آوا کر سکا۔ عدت چند لمحات ایسی کیفیت میں رہی پھر اس نے پلٹ کر بڑھے۔ بابا کی طرف دیکھا اور پھر تیزی سے ایک طرف بڑھ گئی۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ جس رات سے عدت تھی وہ باہر کی طرف نہیں جاتا تھا۔ میں اس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ بڑھسا بابا مجھ سے لاہراہ باقی مار کر بچ گیا اور زمین پر گھس کر بٹھے۔ عدت اور کیم واپس آئی تو میں حیران ہو کر اس طرف چل پڑا اور صرصرہ مٹی مٹی۔ لیکن کمرے خالی تھے۔ اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ میری جہاں سے ایک ایک کمرے میں گھس گھس کر دیکھتا رہا لیکن وہ کہیں نہیں تھی۔ پھر اس سے زیادہ تعجب خیز اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر میں واپس بڑھے۔ بابا کے پاس گیا وہ بے ستور اپنے شکل میں مصروف تھا۔ ان آواز تریجی بیکرد میں کوئی رہتا نہیں تھا۔
"کیا ہے تمہارے ذہن میں کیسے بتاؤ گے۔ میں نے بڑھے

کہا۔ یہ سامعہ ملا س قدر ہرگز تھا کہ جس خود مگ اُٹھتا تھا لیکن اس معنی کا کوئی حل نہیں تھا۔ ندرت کی پراسرار نشانی ایک الگ سوسہ تھی۔ وہ آرزوگاہاں غائب ہو گئی۔ کوئی آواز کرب ذہن میں نہیں آتی تھی۔ ہر حال ایسے معنی آسانی سے منہل نہیں ہوتے مگر ہر گاہ کا انظار کرنا ہوگا۔ میں نے دلپس کے واسطے پر قدم بڑھا دیا۔ اور کسی وقت کے بغیر ہر نکل آیا، گھوم کر باہر پہنچا تو دروازے کا کار نظر آگئی تھی۔ لیکن اس کا نہیں پتہ نہیں تھا۔ کیفیت ہر گاہ اور اندازہ نہیں تھا۔

میں ان کیسی میں آکر کس پر کڑک بڑھ گیا۔ دل کھینچا تھا کہ کسی معیت میں گرفتار ہو رہے ہو۔ کوئی مذہب نہ لگنے پڑ جانے ان لوگوں نے پناہ دی ہے۔ در در دیکھنے سے بچا گیا ہے۔ وہ آستانوں جھوٹی روکائی ہیں جو مجھ جیسے لاوارث لوگوں سے مشورہ ہوتی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ وقت گزارنے زندگی کے لیے کوئی بہتر منصوبہ برسنی کر دو وہ پہنچا پورا کر دکھاؤ، جو ان دولت کے لالچی لوگوں کو دیا ہے، لیکن فطرت کے تقاضے کے وارہی تھے۔ پڑھا باہی باہی کا کم مڑا ہوا تھا کہ یہ ندرت بھی۔ ندرت کے بارے میں تو میرے جو کچھ بتایا تھا اسے سن کر قلب مزور ہوا تھا لیکن یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس کا پورے بابا سے کوئی تعلق ہوگا۔ کافی درجہ پر غور گزر گئی۔ باہر نکلے جا رہی تھی۔ ایک

کی کھلی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھے جا سکتے تھے۔ خوش گلیاں قبضے شکر سے میری طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔ یہ سورج کو باہر نکل آ کر کہیں کوئی میری تلاش میں یہاں نہ پہنچ جائے۔ کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ لان پر ایک طرف انتظام تھا۔ اسی طرف بڑھ گیا تاکہ انتظام کا جائزہ لوں۔ ابھی چند ہی گز سے تھے کہ مقب سے آواز اُبھری۔ لیجیے پکڑے گئے۔ ایسے ہی اس طرف آ جاؤ ہوئی بلانا آواز تو میری تھی پھر وہ میرے پاس آگئی۔ گھر میں ملازمین کافی تعداد میں موجود ہیں جتا یہ آپ یہاں کیوں تشریف لے آئے۔ کب سے تلاش کیا جا رہا ہے آپ کو ایک ایک سے پوچھ چکی ہوں۔

”میری خواہش ہے تو یہ کہ آپ کے مہمانوں کو...“
”بیٹو غزالی کہاں ہو گئی۔ کہاں ہے آدمی ملازمت فرود کرے لیکن ذہنی طور پر ملازم چہ نہ ہو جائے۔ ہما ملا ہر ملی سے میرے قریب پہنچ کر کہا۔“

”سو رہی ہما۔“
”مجھے گھورنے کی ضرورت نہیں ہے ہما پوچھو ان سے ایسے کاموں کے لیے تو میری کہا تھا میں نے تو یہ مہلکی سے بولی۔“
”کچھ نہیں سمجھی۔ بات کا شکوہ کیوں بنایا جا رہا ہے۔ کتنی دیر ہوئی تھیں۔ تے جوئے۔“
”جمانے آگے بڑھ کر میری مائی کی ٹاٹ درست کی اور مزید بھڑک بولی۔ بہت دیر ہو گئی۔ میری نگاہ بے اختیار جو لیا اور تو میری طرف

پہنچا۔ وہ میرے دوست کی بہن ہے۔ صاف دل اور خوش مزاج اور پھر حسن و عفت کے کھیل ہر جگہ تو نہیں شروع ہو جاتے مجھے لگتا ہے کہ ان کے بعد تو میری کوئی بات نہیں ہوگی۔“

”خاندانیت زیادہ سوچنے لگی ہوں تمہارے بارے میں۔ اسے مانتا ہے مگر میں نے تصور ہوں بہت میں ایسے شبہات دل میں سر اُٹھائے ہی لگتے ہیں۔“
”میں نہیں ایک ذہین لڑکی سمجھتا ہوں ہما۔ ایسی فضول باتوں کو ذہن میں جگہ نہ دیا کرو۔ تمہارے ڈیڑھی۔ میرا مطلب ہے ڈاکٹر ظاہر علی لالی کیا کہاں ہے؟“

”دن میں تو اسپتال میں ہوتے ہیں، پھر دوسری کے ڈپارٹمنٹ کے چیف ہیں۔ شام کو ریل روڈ پر پرائیویٹ بیٹھے ہیں کیوں؟“
”بڑی پرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔ ایسے ہی پورہ پانا تھا۔“
”پہلے ہی مل چکے ہوں تم ان سے۔ یاد ہے پوزیشن کے لئے میں ایک بائیر میٹر لکھ رہا تھا؟“

”دن ہی کتنے گزرے ہیں۔ مجھے یاد ہے۔ میں نے صدفی سے کہا۔ ایسا کارڈسٹوں کے ساتھ گرایا تھا ہمارے گھر۔ لیکن اس وقت مجھے ڈاکٹر ظاہر علی سے کوئی دیکھ نہیں سکتی تھی اس لیے ان پر توجہ نہیں دے سکتی۔“
”کسی وقت تعین سے ملاقات کروں گا ان سے۔“

”جب دل چاہے۔ ڈیڑھی بہت شاندار آدمی ہیں۔ ایک مثالی باپ جو اپنی اولاد کو دروست پاتا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں تمہارے بارے میں ان سے بات کروں۔ کیا خیال ہے؟“

”میں تمہارے خیال کے خلاف کیسے سوچ سکتا ہوں؟ میں نے سیکھتے ہوئے کہا اور ہما بھی سیکھنے لگی۔ پونے گیارہ بجے ہما بھی رخصت ہو گئی اب تقریباً سب سہان جا چکے تھے۔ لیکن اندر کوئی بھی اب بھی ہنگامے تھے۔ حسن صاحب کے علاوہ سب ہاں میں جمع تھے۔ ندرت بھی تھی، اس واقعے کے بعد وہ اس وقت مجھے نظر سے آتی تھی۔ معمول کے مطابق تھی۔ البتہ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر کچھ کوئی خاص بات نہیں نظر آتی۔ اس کی جین آکھیں پر ستر سوچ میں گھومتی ہوئی تھیں۔ ویسے ہی وہ

دوسروں کی گفتگو میں کبھی حصہ نہیں لیتی تھی۔ میں نے کئی بار اسے دیکھا لیکن ایک بار ہی درجہ میری طرف توجہ نہیں ہوئی۔“

”چہرے میں بھی اجازت مانگی۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی ایک ایک کر کے اٹھنے لگے۔ اب میرے بھی یہاں سہنے کا جاؤا نہیں تھا۔ چنانچہ میں بھی اٹھ گیا، حسن میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔“
”تمک مجھے جوئے غزالی۔“

”ادہ نہیں حسن۔ میں نے کیا ہی کیا ہے۔“

”جو لیانے ہما کی اس بے تکلفی کو گہری نگاہ سے دیکھ ملازموں نے کہا انا کا شروع کر دیا اور مجھے ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا، حسن فریخ کے آگے کیسے پھر ہر ہاتھ۔ پھر ہر طرف میزوں کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈاکٹر ظاہر علی بھی تھے لیکن بڑا پردہ نہیں تھی وہ ایمان سے میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ ہر جگہ بھی کھانے میں شریک ہو گئے تھے اور لڑکیاں بھی آگئی تھیں۔ ہر پاس ہی بیٹھی تھیں۔ حسن اور فریخ بھی تھے۔ دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ جس میں حضور بہت حصہ میں نے ہی لیا لیکن میں محاذ اس دوران ایک بار بھی ندرت کی شکل نہیں نظر آئی تھی۔ ذکر نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ نہیں تو میرا کرنا اس سے چلوں گی تھی۔“
”کی کوئی وجہ نظر رکھ میں نہیں آتی تھی۔ وقت گزرتا رہا۔ کھانے کے بعد بے تکلف ہمان اُٹکے رہے باقی چلے گئے، ڈاکٹر ظاہر علی حسن صاحب سے باتیں کر رہے تھے۔ ہمانے مجھے تنہائی میں لیا اور کھینچ لگی۔“

”میاں کی فضا میں خوش ہو سکتا ہے؟“
”کیوں کیا غموس کیا تم نے۔“

”تمہاری شخصیت کچھ دل ہی دل سے ہے۔“
”احساس ہے تمہارا وہ ایسی تو کوئی بات نہیں۔“

”میں اس لیے مطمئن ہوں کہ حسن تمہارا دوست ہے اور مجھ انسان ہے۔ درہنہ اگلے میں یہاں رہنے دو تھی۔“

”نہیں ہما مجھے واقعی یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔“
”ایک بات بتاؤ مجھے۔“

”مزدور پوچھو!۔“
”تو یہ کہ اس سوک تمہارے ساتھ کیسا ہے۔“

”ہما میں حسن صاحب کا ملازم ہوں تمھیں کا دوست ہوں اور حیثیت سے میرا خیال رکھا جاتا ہے۔ تم نے اگر کوئی ایسی بات کہی کی ہے تو یہ میں تمہاری بہت ہے۔ درہنہ۔“

”میری بہت کا احساس ہے تمہیں۔“ ہمانے کہا اور میں گڑبڑا گیا لیکن چہرے میں نے صدفی سے کہا۔

”کیوں نہیں؟ یہ مجھے وقت کی ضرورت تھی۔ ڈاکٹر ظاہر علی کے قریب ہونے کا جو فیصلہ میں نے کیا تھا اس کے تحت نہ تھا تو میرا کرنا مزدور تھا اور نہ ایسا ہوا جب ملاک دل خوش ہو جانا اس کا۔“

”تو پھر قیامت کا یوں رہتے ہو۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ تم بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہو مجھ۔ لیکن تم اتنی دیر کے بعد نظر نہ جانتے ہو میرے دل میں کیا دوسرے سسر اُٹھانے لگے تھے؟“

”یاد تم سے ڈرتا رہتا ہوں۔ دیکھو پاپٹن، تمہیں قریب لگنے کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے جنھیں گے کہو ہاں اگر تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہو۔ تو سب کچھ ہو سکتا ہے تمہارے لیے۔“

”کیا مطلب؟“
”مطلب یہ کہ اب تو تم ڈیڑھی کے بھی نور نظر ہو۔ وہ بہت متاثر ہیں تم سے۔“

”میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ہاں میرے یہاں ہنسنے نہیں کوئی تکلیف ہو تو مزور بتاؤ نا۔ میں نے سسکاتے ہوئے کہا۔“
”بدلے رہے ہو۔ جھلجھلے کیا تکلیف ہو سکتی ہے البتہ کچھ ہو رہا ہوگا۔“

”خیریت۔“
”فریخ جاری ہے۔ کہا زک منیدہ روز کار پروگرام ہے ان لوگوں کا۔“
”ادہ یہ ضرور ہے حسن یہ تمہاری عہدائی بہت بڑھانے میں بڑی صداقت ثابت ہوتی ہے؟“

”دل جلا رہے ہو۔ جلاؤ جھانی، وقت اچھا ہے ہم پر اور ہاں یہ ہما ظاہر علی کا کیا معاملہ ہے؟“

”کیا مطلب؟“
”کچھ سنجیدہ غموس ہونے لگے ہو۔ لیکن تو نہیں آ رہا لیکن اگر پکے سے تو پھر مبارکباد دینا فرض ہو جاتا ہے۔“

”غزالی تمہارے لیے اس میں نہیں ہے حسن۔ خود فیصلہ نہیں کر سکتے۔ باقی رہی جنھیں کی بات تو تمہاری جہان بھی اور تمہارے کام آتی رہتی ہے۔“

”ایمان ہو گیا۔ یاد رکھاں تم اور کہاں وہ بیوں ہی سب کچھ ذہن میں آہل رہا تھا۔ آرام کرو۔“ حسن دلپس چلا گیا۔ میں سسکتا ہوا ایک کسی کی طرف چل پڑا، حسن کافی دلچسپ تھا لیکن مجھے محال ہی کر دیا اس نے۔ ہما ظاہر علی سے میری دلچسپی غموس کر گئی تھی۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

”بھلی لان کی باڑھ سے گزر کر ایک کی اختر راستہ اختیار کیا تھا میں نے دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن ابی دروازے تک پہنچنے بھی نہیں پایا تھا کہ کوئی چیز سنسناتی ہوئی کان کے پاس سے گزر گئی۔ آواز ایسی عجیب تھی کہ ساکت رہ گیا، کوئی پرندہ تھا تو اتنی بچی پڑا تو کچھ میں نہیں آتی تھی اور پھر زون کی آواز تو تھی۔ سامنے کھینچ سہاٹ تھا اور

”تمہارے سامنے گر گرا ہوا بھی غموس ہوا تھا۔ پلٹ کر دیکھا تو دروازہ تک کچھ نظر نہیں آیا۔ چنانچہ آگے بڑھ گیا اور پھر کان کے قریب سے گزرنے والی شے نظر آئی۔ اٹھ پڑے چکے ہوئے کھل کا چاقو تھا۔“

بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ وارہ چونکا تو جا تو میری گردن میں سے
 پوست ہوتا۔ میرے پیر پور تانہ تانہ جھلکتا تھا۔ جھلاؤ نے پوری پوری کوشش
 کی تھی۔ لیکن اول تو یہ جا تو چیک کرانے جانے والے جاؤ تو اس میں
 سے نہیں تھا اور پھر ملکہ آدرا ناہر بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں دیر تک
 وہیں کھڑا مجسم ننگا ہوں سے اُدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ اُدھر میرا چہرہ تو
 ہاتھ میں لیے ابھی کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ کریم بابا بستر
 لگا بیٹھے تھے اور میرے انتظار میں جاگ رہے تھے۔ میں نے انھیں
 آرام کرنے کے لیے کہا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ جا تو کما مہر محل میں
 ہو رہا تھا۔ کسی خوش لمبی کی گنجانٹ نہیں تھی۔ مخلص فیصدی کچھ پر
 کیا گیا تھا۔ لیکن ملکہ اور کون تھا۔ ایک ہی نام ذہن میں بھرنا تھا۔
 دادر۔ اس کے علاوہ میرا دشمن اور کون ہو سکتا تھا۔ یقیناً اس کے
 دل میں کدورت تھی۔ میرے ہاتھوں بے عرق ہوئی تھی اس کی ہاتھوں
 ایک اور بات یاد آئی مجھے۔ جب میں عمارت سے باہر نکلا تھا تو دادر
 کی مورس کا راجو دو تھی۔ لیکن ہے اس نے مجھے نکلنے ہوئے دیکھ لیا
 ہوا۔

بات وہیں آگئی تھی۔ ادا رکال کی بات تھی۔ خوش و خرم لوگوں کے
 اس گھرانے میں جس کے بارے میں عرفیت سے سو جا جا سکتا تھا کہ خوشیاں
 اس گھر کی ٹونڈی ہی ادا یہاں کے رہنے والے عیش و عشرت کے
 گہوارے میں جمول رہے ہیں۔ اسی میں چند پارسار کاروار بھی تھے جو اس
 حسین ماحول کو داغدار کر رہے تھے۔ کیوں کہ ایسا کیوں ہے؟ من صاحب
 کا کاردار بارشا ملکہ تھا۔ بہترین آدمی تھی ان کی اور بھی بہت کچھ ہوگا اس
 کاردار کے علاوہ جس کی میں نے چھان بین نہیں کی تھی۔ پھر سب کچھ
 کیلئے۔ پڑھا باکون ہے۔ ندرت اس کے لیے کیوں دو رہی تھی۔
 دادر اس منظم پورٹ سے پرستال کیوں کر رہا ہے؟ اور من صاحب یہ
 سب کچھ کیوں برداشت کر رہے ہیں؟ اور کلا پرمل اس کے معالج میں
 کیسا علاج کر رہے ہیں اس کا۔ جسے میں سے تھے۔ لیکن میں تو دادر جب
 ہی اس چھال میں نہیں گیا تھا۔ اس دن صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد
 پر میں نے پورٹ سے کو دادر سے بچا یا تھا۔ اور دادر وہ بیگزینی نہ کرتا
 تو شاید میں اس قدر طیش میں نہ آتا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس
 مسئلے کے بارے میں کسی کو بتانا جائے یا خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔
 بہت غور کیا لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ پھر سب کچھ منہم میں
 ڈال کر گھر کی نیند سو گیا۔

دوسری صبح جب معمول تھی۔ دفتر میں تیز کافون آیا۔
 سلام عرض کرتی ہوں! افسرہ کیا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں؟
 غیرت! کوئی تصور ہو گیا؟
 یہ جو کیا جو ہے، منٹھیکے براؤن کی بیٹی ہے اور منٹھیکے براؤن
 ارب پتی آدمی ہیں۔ ڈیڑی کے بدش باڈیٹری ہیں۔ آپ کچھ رہے

مگر غفل خانے میں چلا گیا۔ واپس آیا تو کریم بابا جانے کے ساتھ
 موجود تھے۔
 کیسے ہیں کریم بابا؟
 ٹھیک ہیں غزال میاں کریم بابا نے کہا۔ اور میں ان کا حیرت
 دیکھ کر حیرت ہو گیا۔
 کوئی بات ہے بابا۔

کہہ کرنا چاہتا ہوں میاں۔
 کیسے ہیں کریم بابا۔ آپ تکلف کیوں کرتے ہیں؟
 ہم ملازم لوگ ہیں غزال میاں آنا ہی بولنا چاہتا ہوں تبتی
 اوقات ہے۔ مزدور سے زیادہ بولنا ہمیشہ نقصان دیتا ہے۔ آپ
 سے محبت ہوگئی ہے غزال میاں۔ کوئی ہے نہیں ہمارا۔ پیار سے بولے
 آپ دل آپ کا ہو گیا۔ آپ کی راز داری ٹرکے لے ڈھا کرتے ہیں۔
 برزوت دادر سے ہشتی چھی نہیں ہے وہ نہ کریں جس سے یہ
 دشمنی بڑھے۔

دادر آپ سے ملتا تھا۔ میں نے پوچھا۔
 ملا بھی تھا اور دن دن اس کے یہ دونوں بھی دیکھے ہیں اس نے
 کریم بابا نے نوٹ دکھائے
 کب ملتا تھا۔

بھلی کی لائن خواب ہوگئی تھی ٹھیک کرنے آیا تھا۔ ایک ٹوک
 والے کے ساتھ تو
 یہاں ابھی میں۔ میں نے پوچھا۔
 جی میاں۔ یہیں کی لائن خواب ہوگئی تھی کسی سے سیدھے من
 بات نہیں کرتا پہلے بار ہم سے اسی طرح بات کی۔ آپ کے بارے
 میں پوچھ رہا تھا۔ دل خواب ہے اس کا آپ کی طرف سے؟
 کیا پوچھ رہا تھا؟

یہی کہہ رہے تھے کہ کوئی بات تو نہیں کی، بڑھے پہلے بابا کے
 بارے میں اور آپ کا خیال ہے اس کے بارے میں۔ اور یہ کہ
 راقون کو بھی ہم نے آپ کو ابھی سے باہر جاتے ہوئے تو نہیں دیکھا
 ایسی ہی باتیں ہم نے بڑی سمجھاری سے بات کی اس سے ہم نے
 کہا کہ ہم انھیں دونوں پوچھا تھا۔ جب وہ بھگڑا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں
 ہم نے دادر سے کہہ دیا کہ ہم نے آپ کو بھگڑا دیا ہے کہ یہ ماک کا معاملہ
 ہے۔ اور ملازموں کو اس میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اس پر اس نے کہا
 کہ اس بات نہیں ہے۔ آپ سسل بڑھے بابا کی کھوج میں ہیں۔ اور اس
 کا کوئی مل تلاش کرنا ہی ہوگا۔ اس کا لہجہ اچھا نہیں تھا غزال میاں!
 دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ اور میں جانے کے
 پیل دکھ کر کھڑا ہو گیا۔ لائن کہاں کی خواب ہوگئی تھی کریم بابا؟
 بڑی کو بھی کی بھلی چلی گئی تھی۔ میرا دفتر ابھی ہی میں ہیں؟

من ربا ہوں :
 سینے ہی نہیں سوچے بھی ہو گیا، ہما طاہر علی سے سخت
 ناراض ہے۔ پوچھ رہی تھی کہ آخر یہ لڑکی کون ہے اندازاً خواب تھا
 کہ میں حقیقت نہ جانتا سکی۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟
 مذاق اچھا ہے تو یہ صاحب اور کیا خدمت کروں؟
 نہیں سمجھی :
 دفتر کے کچھ کام رہا تھا۔ اجازت دیں گی؟
 محترم میں نے آپ سے سوال کیا ہے؟
 اس مذاق سے مجھے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ آپ جانزی
 ہیں نا وارث انسان ہوں۔ اگر بات کہہ آئے بڑھ گئی تو برداشت نہیں
 کی جاسکتی :
 باوردم میں اپنی جو لیا کی بات کر رہی ہوں :
 میرے لیے وہ بھی آپ کی طرح محترم ہیں :
 اور ہما طاہر علی :
 اس سلسلے میں بہتر ہے آپ محسن سے رجوع کریں :
 ایک تو میں آپ کی اس عملاً گفتگو سے تنگ ہوں کو سنا طرف :
 اختیار کیا جائے کہ آپ دوست ہو سکیں؟
 آپ کی عنایتوں سے کبھی انکار کیا ہے؟

خفا غارت کرے اس لکھنؤی تہذیب کو۔ غنائی غفلوں کی
 انہار لگا دیئے ہیں۔ اہل چہرہ نظری نہیں آتا۔ خیر فون پر کیا گوارا
 آج واپس آئیں ذرا۔ آپ کو ٹھیک نہ کیا تو تیز نام نہیں۔ تیز
 فون بند کر لیا۔ میں ریسور کہہ کر دیر تک سوچتا رہا تھا۔ پھر میں نے
 گردن جھکی اور اپنے کانوں میں معدوث ہو گیا۔
 اس دوران کئی بار رات والے تاکاڑھ جملے کا خیال آیا تھا
 میرے پاس محفوظ تھا۔ اس بارے میں تحقیقات کر سکتا تھا۔ مطر
 کیا جانے یا نہ کیا جانے۔ جس نے بھی اسے استعمال کیا تھا۔ اس نے
 سوچ لیا ہوگا کہ اس کے بارے میں تحقیقات بھی ہو سکتی ہے۔ وہاں
 بہت زیادہ دلیر بھی نہیں تھا، اگر وہ باقاعدہ میرا دشمن بن گیا ہے
 تو یہ سب کچھ ہمیں ہی جاری رہے گا۔ کچھ کرنا چاہیے۔ کچھ ضرور
 کرنا چاہیے۔ عین ہی ذہن میں آتا تھا۔ یوں تو سب لوگ ٹھیک
 لیکن عین میرا دوست تھا۔ عین منوں میں عین تھا۔ میں نے بند
 کی کہ عین سے ہی رجوع کروں گا۔ اُسے تاکر دیکھ کر کہ کون جانی ہو کر
 کام نہ کرے اور پہلے چیک کر لیا جائے۔ اگر دادر ہی اس جملے کو
 نکلے تو پھر میں خود بھی ایسا تیز نہیں ہوں۔ دیکھ لوں گا۔
 شام کو معمول کے مطابق واپس آیا۔ پورچ میں وہ کار موجود
 نہیں تھی جو تیز دفترہ کے استعمال میں رہتی تھی دل میں خدا کا شکر
 ادا کیا۔ دن رات وہ فراہی مسلما ہوا تھی۔ کریم بابا سے جانے کے

وہ تو نیچے ہیں :
 ہاں! کرڈوں کی لائن میں چیک کرنی تھی، بھل دالا ساتھ تھا۔
 کیا دادر کے سپرد یہ ذمہ داری بھی ہے۔
 یہ نہیں صاحب۔ لیکن ہے بڑے صاحب نے کہا ہو۔
 ٹھیک ہے آپ لیٹمان رکھیں کریم بابا۔ اس کا خیال غلط ہے
 بھلا مجھے کیا پڑی ہے۔ اس کو بھی کے راپوٹ معاملات میں کوئی
 کرنے کی۔ میں دادر سے بات کروں گا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر تیسر کی طرف اس کمرے میں واپس
 ہوا جس کی ایک الماری میں نے جا تو بھیا یا تھا۔ الماری کھولی
 اور پھرتی سے کپڑوں کے بیچے جا تو تلاش کرنے لگا لیکن الماری
 کھولتے ہی کپڑوں کی ترتیب میں فرق نظر آ گیا۔ جا تو وہاں موجود
 نہیں تھا۔ غلطی ہوگئی تھی۔ اس جا تو کے سلسلے میں اسیا ہا تو ہی
 تھی۔ دادر جا تو گیا۔ لیکن ہے اس کے حصول کے لیے لائن تو
 کی گئی ہو۔ اٹوہ!۔ میں نے حماحت کی ہے۔ جا تو کے بارے میں
 تعقیب سے راز کھل سکتا تھا۔ لیکن اب یہ ثروت غالب ہو گیا الماری
 بند کر کے آرام سے کمرے میں آیا اور مہر پر پکر لڑا۔ ذہن میں مشتاد
 خیالات آ رہے تھے۔ ٹوٹ لوں دادر سے یا فضولیات سے بے بہر
 کروں۔ دشمنی بڑھ بھی سکتی تھی۔ دادر جیسے غمخوڑوں کے کبھی سابق تو
 نہیں پڑتا تھا لیکن خوف میرے دل میں ہی نہیں تھا۔ اگر بات بڑھ گئی
 تو پھر اسے بھٹا لاجا سکتا ہے لیکن معاملے من صاحب کا تھا۔ بڑھے
 بابا کے سلسلے میں وہ خود مدولت تھا اور دادر ان کے ہمارے یہاں موجود
 تھا۔ اس بات کو من صاحب پسند نہیں کریں گے۔ وہی تخیل پرستی
 تھیں یا تو یہ جگہ چھوڑ دوں یا پھر صحت سے آگے قدم بڑھاؤں۔ تیزی
 بات پر ہی دل جما۔ دادر نے اس موقع کے بعد پہل کی ہے اسے جواب
 ملنا چاہئے۔

کافی دیر گزری۔ میری آنکھوں میں نیم غمخوڑی کی کیفیت پیدا
 ہوگئی لیکن ٹیٹل فون کی گھنٹی نے جڑ کا دیا۔ دسیورا اٹھا کر کان سے
 لگا یا۔ میاں ایک صاحب رہتے ہیں شاید غزال ماہ نام ہے ان کا۔ آواز
 تیز کی تھی۔
 "رانگ نمبر ہے" میں نے کہا۔
 "کوئی بات نہیں۔ آپ کا آواز بھی ان سے ملتی جلتی ہے۔ کوئی
 گناہا گیا ہے۔" تیز پر زارت سے بول۔
 "تو آپ واپس آئیں؟"
 "دوبارہ جارہے ہیں۔ چاہئے نہ ہی آپ نے؟"
 "ہاں!"
 "بجاعتی تو آپ پر ہمت ہے غمخوڑی۔ ہم ٹوک آ رہے ہیں آپ
 چاہئے نہیں انہیں ہمارے لیے!"

”انکار کمال حال ہے۔“ میں نے کہا اور فون بند کر لیا۔ تو میرے ساتھ جو سی بھی تھی۔ شواہد قیاس اور ڈوٹے میں قیامت نظر آ رہی تھی۔ تو میرے اس لیے بہترین جگہ منتخب کیا تھا۔ آتے ہی اس نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے معارف کیا۔ اس آنکھوں میں شرات ناز دہی تھی۔ آپ بہت معروف رہتے ہیں سرکار کانی۔؟ اس نے میرے نام کی ٹی پلید کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں سر جو لیا۔ کانی دندہ دار ہیں مجھ پر۔“
”رات کے کھانے پر میری ایک دوست نے مدعو کیا ہے۔ میں نے جو لیا ہے بہت کہا کہ آپ کسی قیمت پر تیار نہیں ہوں گے لیکن ٹھنڈے ملک کی پہلے بے کھ سمجھتی ہی نہیں۔“ تو میری بولی۔
”جیلر کا سہرا سزا دانی کہہ نہیں دے گی۔“
”آپ کو مشرق پسند ہے ناس سر جو لیا۔“

”بہت۔ مگر کیوں۔؟“
”میاں کے کچھ آداب ہیں جو آپ کو سمجھنے کے بعد مفروضہ پسند آئیں گے۔ تو میرے پوچھنے پر میرے لیا جانا مناسب نہیں ہو گا اور نہ انکار نہ کرنا۔“
”اتنی بڑی بات بھی نہیں ہے۔“ تو میری بولی

”مصلحت کے لیے تو میرے سب کچھ کر دو۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔“
میری پوزیشن سمجھو میری زندگی میں اس طرح کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے

سبزیگ سے کہا اور توڑا یکدم سنبھل گئی۔ اس نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن کچھ بول نہیں سکی۔ چونکہ یہ سب کچھ میں نے اورد میں کیا تھا اس لیے جو لیا، اتھوں کی طرح منہ کھولے بیٹھی رہی۔ اتنی اورد میں کی کجھ سے باہر تھی۔

”ہمارے درمیان اورد ڈیلنے کا معاہدہ ہوا تھا۔ تو میرا کیا تم نے سزا دانی کو نہیں بتایا۔“ چند لمحات کے بعد جو لیا نے کہا۔

”سوری جو لیا۔ میں بھول گئی تھی۔ غزال بتا رہے ہیں کہ ان کا جانانا ممکن نہیں ہے۔ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں بن بلائے مہمان کا جاننا میاں کے آداب کے خلاف ہے۔“

میں نے عذرت آمیز انداز میں توڑ کر دیکھا اور وہ ایک دم بول پڑی۔ چاہے جناب۔ دیر ہو جائے گی۔

”کریم بابا۔“
آئی تھی۔ کریم بابا کی اورد واز سے پر ہی سنائی دی۔ جانے

پہننے کے بعد ورتوں چل گئی۔ اور مجھ پر وہی خوبصورت مٹاری ہو گئی۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ طبیعت بہت ڈال ہو گئی تھی۔ سوچنے لگا کیا کروں۔ ابھی سے سونے کے لیے تو نہیں بیٹ سکتا تھا۔ جما کا خیال آیا اور دل ہم گیا۔ اسی کو فون کرنا چاہیے۔

”جانوں پر آگئی۔“ یقین کروں کہ یہ تم ہی ہو۔؟“
”کوئی طرح بھی نہیں ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

معاشرے سے اس کا تعلق ہے اس کے بارے میں تم جانتی ہو۔ یہ سونچا بھی فہمول ہے۔ اس احساس کو ذہن سے نکال دو۔“

”اور تو میر۔“ ہمارے سکون کا سانس لے کر کہا۔
”تم خود کچھ چینی ہو کہ وہ اچھی لڑکی ہے۔“

”لڑکی تو ہے۔؟“
”انوس اس کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔
”دیکھو دوست کبھی کے لیے سنجیدہ نہ ہو جاؤ ناسوائے میرے

میں تم سے بہت سی امیدیں وابستہ کر چکی ہوں۔“
”اس گھر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے بھما۔؟“

”دولت مند ترین اعلیٰ معیار کے لوگ ہیں۔“
”حسن صاحب کا کاروبار دوسرے ملکوں میں بھی ہے۔“

”مجھ سے زیادہ تم جانتے ہو گے۔؟“
”ماضی کیسے ان کا۔ ان کے خاندان کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔؟“

”بھئی کچھ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔ اور پھر دولت مند لوگوں کا حال ہی سب کچھ ہوتا ہے ان کا ماضی صرف وہی لوگ کھنگالتے ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی پرغا شہ ہوتی ہے یا ان سے ان کی دولت بدلتی ہو تو ہرمان جیسے بھی ان کے ماضی پر نگاہ نہیں ڈالتے۔“

”کیونکہ میں اپنا ماضی یاد آجاتا ہے۔“
”چونکہ یاد تھا ہمارے۔“ سنبھلنا پڑا۔ اور وہ کچھ سوال کا ماضی فراموش کرنے کے لیے فوراً بولا۔ زیادہ کچھ تعلقات نہیں ہیں تمہارے؟

”گھر سے نہیں ہیں حالانکہ حسن صاحب ڈیڑی کے دوست بھی ہیں۔“

”کسی کا علاج بھی تو کر رہے ہیں وہ۔؟“
”ہاں شاید۔ لیکن میں نے کبھی پوچھا نہیں۔“

اندازہ ہو گیا کہ ہمارا اس سلسلے میں کچھ نہیں جاسکے گی۔ وہ اچھی لڑکی نہیں تھی جسے رازوں بنایا جاسکے۔ بات آسانی سے پھیل جانے لگی۔ اس لیے عطا ہو گیا۔ اس کے بعد اور ڈھری باتیں ہونے لگیں۔

”پھر میں نے کہا۔“ ڈاکٹر صاحب کو بے حد عذرت انسان ہونگے۔ نہیں وہ دعوتی ڈاکٹر نہیں ہیں۔ خدا کے فضل سے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ ہسپتال اور ریڈیو بیٹ کلینک کے بھی دن مقرر کر کے ہیں ڈیڑی نے بھتے میں مرت قیمت دن۔ باقی آرام کرتی ہیں۔“

”خوب۔ پھر کبھی ملاقات رہے گی ان سے۔؟“
”کبھی کیا۔ میں تم سے گفتگو کر چکی ہوں اس بارے میں۔ اسی سنبھتے تمہاری ان سے ملاقات کوئی جائے گی۔ میں دن لاقصین کروں گی۔“

”ٹھیک۔!“ میں نے کہا۔ تو میری دیر کے بعد ہم نے کھانا

”اس کے لیے مشکریہ کہاں سے بول رہے ہو۔؟“
”اپنے جڑ سے۔“

”تمہارا یہ جڑو کجھے بہت کھنگلتا ہے۔“
”وجہ۔؟“ میں نے پوچھا۔
”بتانا نہیں چاہتی۔ نارا من ہو جاؤ گے۔“

”بڑی باتیں سوچا کر رہا۔“
”میں خود نہیں سوچتی بس دل کو بڑھ کر کہتا ہے۔“ فریڈیو ٹیبلنگ

”نہیں جڑ سے سنبھالنا ہی ہو گیا کہ رہے ہو۔“
”کچھ نہیں۔ مگر اس وقت رات ہو رہی ہے۔“

”ابھی کہاں۔ یوں کر کہہ سٹا لیمار پوچھ جاؤ۔“ باتیں کریں گے کوئی اور پر وگرام بن گیا تو۔۔۔۔۔“

”او کے بھما۔ آ رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور فون بند کر کے تیار ہو گیا۔ پھر میری کار شایمارا کی طرف دوڑنے لگی۔ سڑکوں پر رش تھا اس لیے سست رفتاری سے ڈرائیونگ کرتا ہوا شایمار پوچھا۔ بھما کی کار بھی بڑی کار کے ساتھ ہی میاں لگی۔ ہم دونوں رستوران کے کھٹے ہوئے حصے کی طرف چل پڑے۔

”جناب۔ کیا سب کچھ آجائے۔؟“
”بھئی کچھ نہیں کھانا کھائیں گے۔“

”کوئی مشروب ہو جائے۔“
”پھر چوہل چاہیے۔“ میں نے کہا۔ ہمارے گفتگو کرنے کے لیے مناسب الفاظ تلاش کر رہا تھا۔ مشروب آنے کے بعد میں نے

پوچھا۔ میرے جڑ سے کب کچھ کیا خطرہ ہے۔ اب منہ مایے۔“
”غزال۔ ہمارے زندگی آواز میں کہا۔ تمہارے لیے بہت

کھیرہ ہوں بہت کچھ سوچا ہے میں نے تمہارے بارے میں ڈیکو فرمایا تو میری سنی زندگی بگاڑ رہی تھی۔ وہ وقت گزر چکا ہے۔ اس وقت طبیعت میں ابا بانی بن تھا۔ شرارتیں ہوتی تھیں لیکن اب زندگی کے میسر رائے تخت کرنے میں اور میں۔ میں ہما خانو مشرب ہو گئی۔

میرا دل پیس گیا۔ ہمارے لیے میرے دل میں کچھ نہیں تھا۔ اگر وہ واقعی سچ بول رہی ہے تو اسے سچ کا بولا کہا جاسکتا ہے۔

اب اسے بھنگا دینا سب ہوگا۔ لیکن جلد بازی اچھی نہیں تھی۔ سچ کے نتائج مجھے معلوم تھے۔ اور ابھی کسی طور پر سچ نہیں بولا جاسکتا تھا۔

”بات مومنوں سے سنٹ گئی ہے۔؟“
”تو میرا بھی روکی ہے۔ کوئی بات نہیں تھی میں نے اس کے بدلے میں لیکن وہ پورہ پین روکی۔ اس کی نگاہیں اچھی نہیں تھیں تمہارے لیے۔ میں نے اسے جن نظروں سے نہیں دیکھتے ہوئے۔ کچھ سے“

”وہ۔۔۔۔۔۔“
”تمہارے دن کے لیے جہان آئی ہے۔ چلی جائے گی، جس

میں کوئی طرح بھی نہیں ہے۔“ یقین کروں کہ یہ تم ہی ہو۔؟“

”کوئی طرح بھی نہیں ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”کوئی طرح بھی نہیں ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”ٹھیک ہے میں نے میب سے ایک نوٹ نکال کر اسے دیا۔ یہ تم کو دیکھو جو بھی بنے گا وہ...“

”مہسر بائی صاحب “ٹھیک نے نوٹ رکھ لیا۔ اور پھر میں وہاں سے چل آیا ابھی تک کوئی ٹیکسی نہیں نظر آئی تھی۔ اس بار بھی کانی دو چلنا پڑا۔ ٹھیک کے لگانا ذہن پر تھوڑوں کی گھڑیا برس رہے تھے۔ اسٹیٹنگ راز کا پون نکالا گیا ہے۔ یہ خود ہمیں نکلتا، بس پر چوٹ کے نشانات ہیں : کیا یہ دوسرا قاتلانہ حملہ نہیں تھا؟ میں سوچتا رہا اور چلتا رہا۔

لیکن یہ کوشش کسی کی طرف سے کی گئی تھی۔ شایہ کار کے پارکنگ لاٹ میں تو یہ ممکن نہیں تھا۔ تو کیا کوٹھی میں ہے؟ لیستنا یہ سب کچھ کوٹھی میں ہوسکتا ہے۔ راز ڈھیل ہونے میں دقت لگا ہوگا اگر تیز رفتاری سے کوئی موٹر گاڑا جاتا تو حادثہ شایہ پینٹنے سے پہلے ہی ہو سکتا تھا لیکن اس دقت ریش کی وجہ سے کار کی رفتار درست رہی تھی۔

یہ کام “داور کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ “داور مسلسل کوشش میں مصروف ہے۔ ذہن میں نفرت کا دھواں پیدا ہو گیا۔ اتنی خرافات ممانت کبوتالی ہے۔ کچھ کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں کچھ ضرور کرنا ہوگا۔ داور نے کئی سی سی جلی اور میں کوٹھی واپس پہنچ گیا لیکن کوٹھی میں پھر وہی ہنگامہ برپا تھا۔ بوڑھا بابا اپنی باتیں گاہ سے نکل بھاگا تھا۔ ملازم اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ “داور شاید موجود نہیں تھا۔ ملازم شریچا رہے تھے یوں لگتا تھا جیسے کوٹھی میں کوئی ذمہ دار شخص موجود نہیں ہے۔ رولیاں بھی واپس نہیں آئی تھیں۔ ہاں کوٹھی کے روم سے میں ندرت نظر آئی جو ایک گوشے میں کھڑی ہوئی تھی۔ بالکل ساکت پتھر کے کسی بت کے مانند۔

بوڑھا بابا کوٹھی کی ایک نئی دیوار پر جھڑکا۔ وہ وہاں بھاگ گیا۔ پکڑو۔ کئی ملازم بیٹھے “دو نوکر جو قریب کھڑے تھے انہوں نے اسے دیکھ لیا اور دوسرے لمحے انہوں نے بوڑھے بابا کی ٹانگیں پکڑ کر چلے گئے۔ سات منٹ اوچھی دیوار سے وہ برقی طرف بچے گئے۔ ملازم اس پر لوٹ پڑے۔ بیٹھی کراہی دقت داور واپس آ گیا۔ مورس کا ہار سنائی دیا اور چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔ دو سووت حال سمجھ گیا تھا۔ مورس وہیں چھوڑ کر وہ اسی طرف پہنچا۔ میں جانتا تھا کہ کیا ہوگا۔ ذہن داور کی طرف سے پہلے ہی کھول رہا تھا۔ چنانچہ گھوم گیا۔

بوڑھے نے داور کی شکل دیکھی تو بری طرح ہم گیا اور ایک کی آڑ میں ہو گیا۔ یہ کیسے ہارنکل آیا۔ “داور دھاڑا اور آگے بڑھ کر بوڑھے کی ٹانگ پکڑ لی۔ “دو نمبرے لمحے اس نے ایک زوردار جھکے سے اسے

کھینچا اور بوڑھا زمین پر نہکنے لگا پڑا۔ تیزی موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے... “داور نے گالی کھینچے ہوئے کہا۔

میں اس کے پیچھے پہنچ چکا تھا “داور۔ میں نے سر دھینچے میں اسے پکارا۔ اور اس نے شاید میری آواز پہچان لی۔ “وہ آگے بڑھا جی ہے تب بھی اس کے ساتھ یہ غیر انسانی سلوک ٹھیک نہیں ہے۔

”تم کو پیسے بھی منہ کیا گیا تھا باوکر اس معاملے میں مت بولا کرو۔ “داور نے غزائی ہوئی آواز میں کہا۔ “شراب کی بدبو کے پھینکے اس کے منہ سے اٹھ رہے تھے۔

“جاؤ اپنا کام کرو۔ اُسے میں اس کی جگہ پہنچا دوں گا۔ میر نے بوڑھے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا لیکن داور میرے سانسے آگیا۔ یہ کام اپنا ہے باو۔ اس میں دخل مت دو۔ ابن دماغ کا آنا ہے۔ بوڑھے صاحب کی عزت بھی ایک مذہب کی جاسکتی ہے۔ اس معاملے میں اب میں ان کی بات بھی نہیں مانوں گا۔ “تم پھر ہار کا ہاتھ دے دو۔ اسے ہاتھ مت لگانا۔

”تو پھر جاؤ باو۔ اپن کے لیے اس طرف جینا حرام ہے۔ ابھی کوئی نہیں ہے یہ فیصلہ بھی کر لیں : اس نے کہا اور خود ہی کچھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے میرے جہڑے پر گھونٹے مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے کلائی پر اس کا دار روک کر گھٹنا اس کے پیٹ پر مارا۔ اور پوچھی وہ بھگا میری دوسری طرف اس کے سر پر پڑا۔

داور رگ گیا لیکن زمین پر گرتے ہی اس نے بیٹی کھائی اور جھک چٹوں کے پانچے سے چاٹو نکال لیا۔ میں نے اس کی یہ حرکت لی تھی۔ چنانچہ چوہیں وہ سیدھا ہوا میں نے زمین سے بڑی اٹھا اور اس کی آنکھوں کی طرف اچھال دی۔ پھر چاقو اس کے ہاتھ کہاں رہ سکتا تھا۔ چونکہ میں پہلے ہی اس کے دو دار سہ چکا ہوں اس لیے جھمبھلا ہوا تھا۔ یہ بھگڑا صرت بوڑھے بابا کے لیے تھا بلکہ اس میں میری اپنی جھمبھلاہٹ بھی شامل تھی۔ اس نے بھی دل کی جھٹاس نکالنے پر تیار کیا۔ میں نے گریبان پکڑ کر گواٹھا یا پھر ایک اور گھونٹ اس کی تھوڑی پورسید کر دیا۔ “داور گزر کر اس کے بعد میں نے اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ اور جب کی تھوڑوں سے اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔

تمام ملازم دم بخود کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے کہ کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔ “داور کا چہرہ سونگ گیا۔ بوڑھے نے بدن کے جن جن حصوں پر ٹھکر کر پڑیں وہ دم کر گئے۔ “نوبت یہ آگئی کہ وہ خود اپنی جگہ پڑا کر اٹھتا رہا۔

سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ بوڑھا بابا بھی “داور کے درمیان آگھلا ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے اسے کچھ

لوٹھن کر دیکھا تھا ہذا کا احسان تھا کہ میں نے یہ جنگ بڑی شان سے دہی تھی اور داور ایک بار بھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکا تھا۔ تب میں نے اس کے قریب جھک کر کہا۔

”تم مجھ پر دو حملے کر چکے ہو داور۔ کان کھول کر سن لو میں تمہارے بن کی چیز نہیں ہوں اور یہ بھی سن لو۔ حالات کچھ بھی ہوں۔ اسے بوڑھے کے ساتھ یہ سلوک کسی ملو نہیں ہوسکتا۔ اپنی زندگی کی سلامتی چاہتے ہو تو اسے کنٹرول کرنے کے لیے اپنے طریق کار کو تبدیل کر دو۔ “داور نے کراہتے ہوئے ایک گالی بھی تو میں نے آخری قرب اس کی کینٹی پر لگا دی۔ اور وہ تڑپنے لگا۔ پھر ساکت ہو گیا۔ تب میں بوڑھے بابا کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑا تو اس نے کوئی تعریف نہیں کیا۔ اور خاموشی سے میرے ساتھ چل پڑا۔

”تم میں سے کون اس کی دیکھو بھال کرنا ہے؟ میں نے ملازمین کی طرف رخ کر کے کہا۔ اور ایک ملازم آگے بڑھ آیا۔ “داور کون ہے تمہارا۔؟ میں نے کزنت لہجے میں پوچھا۔

”کوئی نہیں صاحب۔“ “جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے خود سے سنو۔ تمہیں صرت اسکی خدمت کرنی ہے۔ “داور کے پاسی کے کنبے سے اگر تم نے اس کے ساتھ کوئی پوسدگی کی تو میں تمہارا شتر اس سے زیادہ خراب کر دوں گا۔

”اُسے میںوں صاحب۔ “ملازم نے پوچھا۔ “اؤ میرے ساتھ۔ میں نے کہا اور بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ حالانکہ جن صاحب کی طرف سے کسی اور کے اس طرف جانے کی ممانعت تھی لیکن اب اتنا آگے بڑھ چکا تھا کہ یہ احتیاط بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ “داور کے ساتھ یہ دوسرا واقعہ ہوا تھا۔ جن صاحب کو اطلاع تو مل ہی جائے گی دیکھا جائے گا۔ “زیادہ سے زیادہ میری تو ہر گاہ ان کے اور میرے تعلقات منقطع ہو جائیں گے لیکن اس کے بعد بھی میں بوڑھے کے معاملے کو نظر انداز نہیں کروں گا۔ اب تو یہ میری ضد بن چکی تھی۔ جس اپنی جگہ لیکن انسانی بردہری کا بھی معاملہ تھا۔

”داور اُسے پوچھ کر ملازم منقطع کرنا چاہیے۔ “صاحب آپ انفرادہ جایشیں : “آگے بڑھو۔ میں غزایا۔ اور ملازم حلدی سے باہر داخل ہو گیا۔ میں بوڑھے کے ساتھ اس کے پیچھے اندر آ گیا تھا۔ میں اس عزت کو پیسے کی دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس وقت میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ ملازم نے بوڑھے کو ایک کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ میں نے دوسرے کمرے کا گشت کیا۔ اور پھر چڑھے کے چابک پیسے کوئے ملازم کے پاس پہنچ گیا۔

”یہ کس لیے ہیں۔ “ہم زبان ہمیں کھولیں گے صاحب۔ “ملازم نے سہمے سہمے انداز میں کہا۔ “میں جاہوں تو تمہاری زبان کھلو سکتا ہوں۔ سنا کر داور واپس آ کر اس پر کوئی تشدد کرے تو تم مجھے بتاؤ گے۔ اگر ایسا نہ کیا تم نے تو میں تمہارے سادے بدن کی کھال اتار دوں گا۔ میں چابک کے کردار میں ایسا دیکھی میں پہنچ گیا۔ گذرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ داور کسی جگہ پڑا ہوا تھا۔ جہاں میں اسے چھوڑا تھا۔ دو روزے میں کریم بابا کھڑے نظر آئے۔ وہ منہ کھول کر رہ گئے۔ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس وقت میری ذہنی کیفیت اتنی خراب تھی کہ میں نے انہیں نظر انداز کر دیا۔ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے میں نے انہیں آواز دی کہ کوئی بھی آئے مجھ سے ملنا چاہے تو انکار کر دینا خواہ کوئی بھی ہو جیسے اس سے کہہ دینا میں سونے کے لیے لیٹ گیا ہوں۔ “جی میاں۔ “کریم بابا نے گردن جھکا کر کہا۔ ایک لمحے کے لیے وہ کھڑے رہے تو پھر سے برداشت نہ ہو سکا۔

”یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ کہ میں نے چھا جن میں کیا اور یہ بات مالکوں کو پسند نہ آئے گی۔“

یہ کس لیے ہیں۔ “ہم زبان ہمیں کھولیں گے صاحب۔ “ملازم نے سہمے سہمے انداز میں کہا۔

”میں جاہوں تو تمہاری زبان کھلو سکتا ہوں۔ سنا کر داور واپس آ کر اس پر کوئی تشدد کرے تو تم مجھے بتاؤ گے۔ اگر ایسا نہ کیا تم نے تو میں تمہارے سادے بدن کی کھال اتار دوں گا۔ میں چابک کے کردار میں ایسا دیکھی میں پہنچ گیا۔ گذرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ داور کسی جگہ پڑا ہوا تھا۔ جہاں میں اسے چھوڑا تھا۔ دو روزے میں کریم بابا کھڑے نظر آئے۔ وہ منہ کھول کر رہ گئے۔ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس وقت میری ذہنی کیفیت اتنی خراب تھی کہ میں نے انہیں نظر انداز کر دیا۔ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے میں نے انہیں آواز دی کہ کوئی بھی آئے مجھ سے ملنا چاہے تو انکار کر دینا خواہ کوئی بھی ہو جیسے اس سے کہہ دینا میں سونے کے لیے لیٹ گیا ہوں۔ “جی میاں۔ “کریم بابا نے گردن جھکا کر کہا۔ ایک لمحے کے لیے وہ کھڑے رہے تو پھر سے برداشت نہ ہو سکا۔

”یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ کہ میں نے چھا جن میں کیا اور یہ بات مالکوں کو پسند نہ آئے گی۔“

”آپ مجھ دار ہیں میاں ؟ “ہاں لیکن نے غیرت نہیں ہوں۔ پریٹ کے لیے آنکھیں نہیں بند کر سکتا ہوں۔ یہاں سب لوگوں نے کہا ہے وہ ایک بے بس بوڑھا ہے۔ ایک جانور نما انسان اس کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کرتا ہے۔

”مالکوں کی مرضی سے صاحب۔ “انسان کا مالک صرف خدا ہے کریم بابا۔ یہ بات بڑھلپے میں بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔

”کریم بابا کچھ سوچتے وہ بے پھر بولے۔ “ہمیں آپ سے محبت ہے میاں اپنی اولاد کی طرح چاہنے لگے ہیں آپ کو۔ آپ کا مھلا جانتے ہیں درجہ ہماری کیا مجال۔ “مجھے سے محبت کر سکتے ہو تم لیکن مظلوم بوڑھا تمہاری محبت نہیں حاصل کر سکتا معاف کرنا کریم بابا یہ محبت نہیں سلط ہے وہی کرتے ہو تم لوگ جو تمہارے مفاد میں ہو۔

”شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میاں۔ واقعی بات تو ٹھیک ہے۔ مگر یہ کہہ کر کہتے ہیں ہماری اذیتاں ہی کیا ہے۔؟ “مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے اس بوڑھے کا۔ کونسا اشتہام لے رہے ہیں جن صاحب اس سے؟ “میاں کیا آپ کے خیال میں ہمیں کچھ معلوم ہوگا؟ مالکوں کے

مسلات سے تو رکھا ہوا دماغ ہوتے ہیں، کوئی بچھڑن لیتا ہے تو دوسرے ہی بیوی
 دیکھے یہ بڑے جیاں مالک کے ساتھ تھے اور شروع ہی سے انھیں
 اس عمارت میں رکھا گیا اور نوکروں کو ہدایت کر دی گئی کہ اس عمارت
 کی طرف کونج نہ کریں، بس آٹا کافی خفہ پھر کسی کی مجال تھی، پھر دن نوکر
 آپس میں کھڑے کر کے تھے پھر خاموش ہو گئے، سب کو نوکری
 پیار ہی ہے۔“

”دور بیاں کب آیا؟“

”ان کے آنے کے چاروں کے بعد، وہ اس کو مٹھی کے دوسرے
 کام بھی کرتا ہے، لیکن اس کا اصل کام بڑے میاں کی حفاظت
 کرنا ہے۔ فتنہ اور چاقو تازم آوی ہے، اس سے ہر تیزی
 کرتا ہے، اس لیے کوئی اسے اپنے نہیں کرتا، یہ سب اس کی نشتے ہیں
 کیونکہ مالکوں نے یہی کہا رکھا ہے۔“

”گھر کے کسی خڑے اس کی لٹائی ہوئی؟“

”کوئی اس سے نہیں الجھتا، من موی ہے، ایک باز ناصر
 میاں نے کچھ کہا تھا، مگر صاحب نے ناصر ہی کو ڈانٹے دیا۔“
 ”مدت کے بالے میں کیا راتے ہے کیم بابا؟“

”مدت بی بی کا ان باتوں سے کیا تعلق ہے صاحب؟ کیم
 بابا توجہ سے بولے۔“

”تسبی کی بات نہیں کر رہا، ان کی کیا پوزیشن ہے؟“

”وہ بھی اس گھر کی اجنبی ہیں، صاحب کے علاقہ کی انھیں
 شہ نہیں لگاتا، مگر صاحب کا بھی کہنا ہے کہ مدت ان کی بیٹی کے ماند
 ہے اس کے ساتھ کوئی فرق نہ برتا جائے۔“

”کوئی فرق برتا جائے؟“

”وہ خود بڑی سختی ہیں صاحب! اپنے کام سے کام رکھتی
 ہیں خواہ دوسرے ان سے کیسا بھی سلوک کریں۔“

”مدت نے کبھی بوڑھے مالک کے بالے میں کسی سے کچھ نہیں کہا؟“
 ”انھوں نے اپنے بالے میں کسی سے کچھ نہیں کہا صاحب تو
 کسی اور بالے میں کیا نہیں گی۔“

”تعلیک سے کیم بابا، اب آدم کرو، جو کچھ میں نے پوچھا ہے
 اسے سمجھو، جاؤ، میں صرف انسانی ہمدردی کی دہر سے دیکھ رہا ہوں اور
 ابھا ہوں اور نہ مجھے جیسا مالکوں کے ذاتی معاملات سے دلچسپی نہیں
 ہے۔“ کیم بابا چلے گئے۔

دوسرے دن میں محول کے مطابق جگ لگ کر کیم بابا چلے
 لائے تو میں نے رات کو کسی کے آنے کے بالے میں پوچھا: ”حسن
 میاں اور تھوڑی ہی آئی تھیں، میں نے کہہ دیا، کونزالی میاں نے کسی
 سے ملاقات کے لیے منہ کر دیا ہے۔“
 ”کچھ اور کہا تھا انھوں نے؟“

طور پر دلوں کی بیانی پر کسی خاص رد عمل کا اظہار نہیں کیا، بلکہ اس
 کی حالت دیکھ کر حیران ہوئے ہیں وہ۔ کافی خطرناک ہے یہ آدمی۔“
 ”کچھ بھی ہے حسن! عمر اور شخصیت کے لحاظ سے وہ اس
 سلوک کا مستحق نہیں ہے، اور جب بھی اس کے ساتھ یہ سلوک
 کرنے کا میں اس کی ہی درگت بناؤں گا۔“

”میرے خیال میں اب اس کی فورت نہیں آئے گی، ڈیڑھی
 تھما سے بلے میں بہت اچھی راتے رکھتے ہیں، وہ کوئی بندوبست
 کر لیں گے۔“

”حسن سے گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ جو لیا اور تھوڑی آگین۔ اور
 اس کے بعد کوئی اور گفتگو نہ ہو سکی، یہاں تک کہ دفتر جانے کا
 وقت ہو گیا، ان لوگوں نے ناشتا ہاں میں منگوا لیا۔“

”باہر نکلتے تو میں میری کار نے دیکھ کر بولا: ”گاڑی کہاں گئی؟“
 ”گیا ان گئی ہے کچھ خرابی ہو گئی تھی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ظن کر رہا ہوں۔“ حسن نے کہا۔ پھر میں دوسری
 گاڑی میں دفتر پہنچا، اور اپنے کالوں میں مصروف ہو گیا، لگاؤ بیٹے
 حسن صاحب نے مجھے دفتر میں طلب کیا اور میں ان کے پاس
 پہنچ گیا، حسن صاحب نے مجھے گئی گاڑیوں سے دیکھ پھر آہستہ
 سے بولے: ”بیٹے، جاؤ۔“ اور میں ٹیٹھ گیا: ”مڈل آرٹ کی تربیت
 لے ہے؟“

”نہیں!“

”جذہاں کے کھلائی ہو، مرد نہایت کچھ زیادہ بڑھ گیا تھی؟“
 ”جی ہاں! وہ نشے میں تھی۔“

”نشے میں تو وہ اور خطرناک ہوتا ہے، حالت اچھی ہو کر تشریح
 ہے مگر خوب ملا ہے، تم نے اسے میں بھی اسے پسند نہیں کرتا، لیکن
 اپنے کچھ پریشان کن حالات میں گھر گیا ہوں۔ فورت یہاں تک آئی کہ
 مجھے اس قسم کے فتنوں کا سامنا لینا پڑا، ان گنجین میں عقل کم
 ہی ہوتی ہے۔ البتہ بوڑھے بابا کا معاملہ کچھ ایسا ہے کہ... کہ یہ سب
 کچھ اس کے لیے ضروری ہے۔“

”میں اس سے اختلاف رکھتا ہوں۔ اسے کسی درماخی ہسپتال
 میں داخل کر لیا جا سکتا ہے۔“

”یہ ممکن نہیں ہے، کچھ ایسے ہی حالات ہیں وہ وہاں چند
 منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔“

”وہ ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہرگز کہ وہ میری تو نہیں بتائی جا سکتی، میں نے کو مٹھی میں اسے
 رکھ کر بہت برا غصہ مول لیا ہے، کسی بھی وقت کوئی خوفناک حادثہ
 ہو سکتا ہے!“

”میں آپ کے ذاتی معاملات نہیں کہہ رہا، چاہتا ہوں صاحب!

بس یوں سمجھ لیں کہ میں اس مسئلے میں مجبور تھا، اگر میری وجہ سے
 آپ کو کوئی الجھن درپیش ہو تو میں کوئی اور مگر سبھی تلاش کر سکتا ہوں۔“
 ”یہ بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی، لیکن ایک اور خیال
 مجھے اس سے روک رہا ہے، تعین قیام کا وہ شش کرنے کی صورت
 نہیں پیش آئی، میرے پاس ہی بہت سے مکانات ہیں لیکن...
 نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تم سے اس مسئلے میں ڈرؤں۔“
 ”میں غصوں دل سے عاجز ہوں۔“ میں نے کہا۔

”حسن صاحب کا چہرہ غیر معمولی سورج کا حامل نظر آ رہا تھا، پھر
 انھوں نے کہا: ”میں نے ماورک ڈیڑھی لگائی تھی کہ وہ بوڑھے پر
 لگا رہے، وہ کل کر نہ جھگڑنے پڑے، یا کوئی برفی شخص اس سے
 قریب ہونے کی کوشش کرے تو وہ اسے چیک کرے۔ اس کے
 بعد ڈاکٹر نے شورہ دیا کہ اس کی مرمت کی جاتی ہے تو اس کے
 حق میں بہتر ہے۔ میں تم سے مددت خواہ ہوں کہ جب تم کو مٹھی میں
 آئے تو دارو نے میری ہدایت کے مطابق تمہارے بارے میں بھی
 تحقیق کی اور تمہاری پوری داستان اس نے میرے سامنے لا
 رکھی، اس مسئلے میں وہ بڑے کام آوی ہے۔ لیکن اب اگر میرے ہو
 گئی ہے، میں اب داور پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔“

”جی!“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تم میری بے ربط گفتگو سے پوری ہو چکے ہو گے، ایک حقیقت
 تمہیں بتاؤں، میں اس بوڑھے کے نام کے ساتھ ناواقف ہوں۔“
 ”اس کے باوجود وہ آپ کے پاس ہے!“ میں نے چونک
 کر انھیں دیکھا۔

”ہاں! پوری ذمہ داریوں کے ساتھ۔“

”اس کی کوئی وجہ ضرور ہو گی؟“

”بلوہ کو شاکم ہوتا ہے، فرانی، لیکن میں ابھی کچھ نہیں
 بتا سکتا، بس یہ سمجھ لو کہ تم میرے کام کر سکتے ہو۔“

”جو وارد کرتا تھا؟“

”ہاں!“

”اسے مارنے کے علاوہ سب کچھ کر سکتا ہوں!“

”میں اس مسئلے میں ظاہر علی سے بات کروں گا، لیکن سونو
 تم اب یہ ذمہ داری سنبھال ہی لو، میرے فیصلے ذاتی کام تھوڑے کر دو، یوں
 سمجھ لو کہ تم میری ایک بہت بڑی ضرورت پوری کر رہے ہو۔ یوں
 کچھ لو اسٹن ہو گا، جو میرے میں رشتہ رشتہ بہت کچھ بتا دوں گا، اس
 کے لیے اچھے وقتے دو، پھر فرانی میں سمجھا ہوں، کوئی ایسا کام جس
 کے سامنے میں تم نہیں جانتے ہو، انہا ہننا کتا شکل ہوتے ہیں لیکن
 مرض کچھ دن انکار کرو... پورہ... یہ کر دے گے؟“

”مزدوروں کا حسن صاحب!“

"مشترک اور جس کے ذہن میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔ کبھی کبھی اس کے دماغ میں یادداشت کی لہریں بھلائی ہیں۔ وہ کچھ نہیں جانتا ہے کوئی چیز بتانا چاہتا ہے۔ لیکن پھر اس کا ذہن ساتھ نہیں دیتا اس پر ہونوں کے دور سے پر ہلکتے ہیں۔ ایسے وقت اُسے ملنا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس کا ذہنی فرمان کو پر ملے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ وہ مر جائے گا اور یہ ایک مفید نقصان ہو گا۔"

"وہ کیا یاد کرنا چاہتا ہے؟"
"یہ کوئی نہیں جانتا۔ میں کیا جان سکتا ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ اس کی یادداشت واپس آجائے۔ وہ سب کچھ یاد کر لے۔ اور یہ سب کچھ اسی لیے کر رہا ہوں۔ اُسے جو کچھ بھی یاد آئے گا وہ اس وقت جان سکتا ہوں جب وہ خود بھولے۔"
"میرے اور آپ کے درمیان احترام کا رشتہ ہے جن صاحب اس لیے میں کچھ نہیں عرض کر سکتا۔ تاہم میں انتظار کروں گا کہ آپ مجھے اس بار سے میں کچھ بتائیں۔ فی الحال صرف انسانی مدد کی بنا پر میں یہ سب کچھ نہیں جان لوں گا اس کے لیے میں صلاحوں یا باہر کے کسی شخص سے کوئی مدد مل تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔"
"باہر کے کسی شخص سے مدد لینے ہر تہیابی ذمہ داری پر اس کا اتنا بھروسہ ہے؟"
"ہاں یہ آپ مجھ پر بھروسہ کریں۔"

"اخبارات کی کوئی نگر نہ کرو۔ اور اس سلسلے میں اگر مناسب سمجھو تو ڈاکٹر صاحب سے مل لینا۔ آج ہی مل لینا میں انھیں فن کو لوں گا۔ کہ یہ بہتر رہے گا۔" میں نے فوراً کہہ دیا کہ کام تو مل آج خود ہی کرنے والا تھا۔ لیکن اس شکل میں ہی۔ یہ بہتر ہے گا۔"
"بس اب مدد تمہارے خود سے ہے۔ اور وہی صورت حال دیکھتے ہیں۔ تم ملنے رہو اگر کسی کچھ بھی ہوگا تو اب تم پر نہیں آئے گی۔ یہ حالت میں منتہا لیں گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں!" میں نے زیادہ دیر ہی دکھانے کی کوشش نہیں کی جن صاحب نے مجھے اجازت سے دی اور میں بہت سے نئے احساسات پہنچے۔ میں بیٹھ بٹھ بٹھ ہونے ان کے دفتر سے باہر نکل گیا۔ جن صاحب کی یہ پیشکش بہت دلچسپ تھی اور میں اس پر بہت خوش تھا۔ بڑھاپا اب میری عمر میں آجائے لگا میں اس کی ذہنی کیفیت و اقبال پر لڑنے کی پوری کوشش کروں گا۔ ڈاکٹر صاحب سے بھی اس موضوع پر مکمل گفتگو ہوگی۔ لیکن جن صاحب نے جو کچھ کہا تھا وہ درست تھا۔ وہ بڑھے ہائے اس قدر ناقص نہیں ہوں گے جن قدر انہما کر رہے ہیں۔ اس گفتگو سے ایک فائدہ

ضروری ہوا تھا۔ جن کے اس احسان سے گردن نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اور اس نے مجھ پر کیا تھا۔ لیکن جن صاحب کے کردار سے اس میں ایک بال بڑھی تھا اور کوششیں اس کا بڑھاپا اس حال میں رکھ کر وہ بڑھانا کا ادوائی کر رہے ہیں۔ اور جیسے فنڈ سے ان کا کیا واسطہ ہے اور اگر بڑھے ہائے میں جذباتی ہو کر میں کوئی غلط قدم نہ اٹھاؤں تو کیا یہ ناسپاسی نہ ہوگی۔ اب یہ انجمن رفق ہو گئی تھی اور کھل کر کام کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

"دو ہر کوہ فتر کے ایک ڈرا بڑھ کر کسی گیلان کا پتیا بنا کر بیچ دیا جہاں گاڑی رست ہو رہی تھی۔ گیلان کا ایک کینیٹک ساتھ آیا جسے بی ادا کر دیا گیا۔ پانچ بجے میں نے ہاؤس فون ڈاکٹر صاحب سے ملنے آگیا۔"
"ہا صاحب! تشریف رکھتی ہیں؟"
"کبھی گئی ہوتی ہے آپ کو کون ہیں؟"
"خزاں ہے یہ تمام... میں..."
"پہنچا تھا ہوں۔ ہاتھ اتارنا کلا پکے۔ میں ظاہری بول رہا ہوں۔"
"آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا ڈاکٹر صاحب!"
"مذہر... فرصت ہو تو آ جاؤ۔ میں آج فارغ ہوں۔"
"ابھی ماہر ہو جاؤں؟"
"یشک! ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔"

"بہتر! میں ابھی زحمت دوں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری کار پلا رہی گی کوششیں میں داخل ہو گئی۔ ایک ملازم نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور ظاہری بھی چہرے منٹ کے بعد پہنچ گئے۔ رسمی ایک مینک ہوئی پھر انھوں نے کہا "دلچسپ بات ہے۔ ہمارے تھانہ تذکرہ کر کے تمہارے اور میرے درمیان ملاقات لانے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن وہ ذرا اہتمام کرنا چاہتی تھی لیکن اتفاق سے ہماری بلوہ راست ملاقات کا بھی ایک ذریعہ نکل آیا!"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔
"جن بھائی نے فون کیا تھا۔ مقرر تفصیل بھی بتائی تھی۔ ویسے بیٹھے خیال میں ان پہلے ہنگے قسم کے لوگوں سے بہتر نا اچھا نہیں ہوتا، اور ایک باقاعدہ ہرج مہج کی بار سزا یافتہ ہے۔"
"میرے خیال میں جن صاحب نے اس کام کے لیے غلطی کا انتخاب کیا تھا۔ کام کی نوعیت کچھ بھی تھی ایسے لوگوں کو خود سے آنا قریب کرنا بھی تو چاہنا ہوتا اور پھر خاص طور سے ایسی جگہ جہاں ان کے اہل خاندان بھی رہائش پذیر ہوں آپ کا کیا خیال ہے؟"

میں نے کہا۔ وہی میں دل میں حیران بھی ہوا کہ جن صاحب نے فوراً ہی ڈاکٹر صاحب سے رابطہ قائم کر لیا۔
"بس ہوتی اس میں میری تصور تھا۔ اور سے ایک سلسلے میں شائستگی ہو گئی تھی میں نے ہی اس سے بھائی تک پہنچا تھا۔ لیکن مزید تم نے بھی خوب واقف کر دکھائے۔ کافی زخمی ہو گیا ہے وہ لیکن اب خطر سے باہر ہے۔"

"یہ سب کیا کر دو؟ وہنا ہے ڈاکٹر صاحب؟"
"اس وقت تم ہلکے حملے سے نہیں آتے بلکہ جن صاحب کے ایک کارکن کی کیفیت سے آئے ہو اس لیے میں صرف تم سے اور وہی گفتگو کر دوں گا۔"
"جی ضرور!"

"جو کچھ مل رہا ہے اسے اسی طرح جاری رہنا چاہیے۔ اس کی یادداشت واپس لانے کے لیے یہ ضروری ہے۔"
"میں دواؤں کی بات نہیں کر رہا ڈاکٹر صاحب۔ لیکن مارپیٹ کا سلسلہ کیوں ضروری ہے؟"
"ذہن کو متوازن رکھنے کے لیے۔ اگر کسی کی توجہ تقسیم نہ ہوئی تو دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی۔"
"اس کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے؟"
"میری نگاہ میں نہیں ہے!"

"اس کی حالت قابل رحم ہے۔ میری خواہش ہے کہ صرف دواؤں کے ذریعہ یہ کیفیت کنٹرول کی جائے۔ آپ یقیناً اس کی کوئی ترکیب نکالیں گے۔"
"کوشش کروں گا۔ تم اگر چاہو تو فی الحال اسے زود کو بھرا دو۔ لیکن اگر اس پر کبھی شدید خونی کیفیت طاری ہو تو میں کہیں بھی ہوں مجھے فوراً اطلاع دی جائے یا میں ایک انجمن فراہم کروں گا جو مجھے لگایا جائے۔ یہ انجمن اسے سلائے کے لیے ہوگا۔"
"یہ نہایت مناسب ہے۔" میں نے جڑی مرت اٹھاؤں میں کہا۔ اسی وقت ایک نو عمر ملازم نے آئی۔ ادراش نے دو پیالیوں بنا کر ایک پیالی میرے اور دوسری ڈاکٹر کے سلائے رکھ دی۔

"اس خطے میں کوئی اور سوال؟"
"میں اپنا مقصد حاصل کر گیا ہوں۔ میں نے گردن تم کے کہا۔ کوئی اور سوال نہیں کیا ہے اس پر تمہارے کے بارے میں؟"
"ضرورت نہیں محسوس کی۔ اپنی مدد قائم رکھنا چاہتا ہوں۔"
"یہ تمہاری طبیعت کی نفاست ہے۔ جہاں مجھے تمہارے بارے میں تفصیل گفتگو کرنا ہے۔ بہت دلچسپ ہے یہی ہے وہ تم میں!"
"جی۔ ہم پوزیشن کے ساتھ ہیں۔"

"مستقبل کے لیے میں نے کسی ملکی آزادی سے ہی ہے۔ اور یہ اس دور کی ضرورت بھی ہے۔ ہمارے کچھ اہلکی بڑھ کر آگے نہیں بڑھتے۔ ان میں کھیلنے کرنے کی صلاحیت ہے۔ ہمارا والدہ اس کی نوعی میں اشتعال کر گئی تھیں۔ ناز و غم میں لبا ہے اس لیے کسی حد تک متعلق مرتان ہے لیکن اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ مستقل ہو گئی ہے اس کی وجہ شاید تم ہو۔" میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ البتہ ذہن میں غلطی کا گھنٹی بجنے لگی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے ملات خاموش رہنے کے بعد بولے۔ "تمہارے تمہارے بھائیوں نے تمہاری ماٹا اور پرب کر لیا ہے۔"

"ہاں اب وہ ایک ذاتی معاملہ ہے جسے میں بھول گیا ہوں!"
"میں نے سسر سے یہ اٹھاؤں میں کہا۔
"تم اگر چاہو تو میں اہتمام کروں۔ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوں گے تمہارے سلائے!"
"جی نہیں! میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا۔"
"دولت انسان کی بہت بڑی ضرورت ہے!"
"تقدیم کرتا ہوں۔ لیکن میں بڑوشی سب کچھ چھوڑنا چاہتا ہوں۔"
"زندگی کا سفر آسان آسان نہیں ہوتا، صاحبزادے دولت اس سفر کو آسان بناتی ہے۔ تمہیں اپنا منصب حاصل کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"
"یقیناً ہے لیکن اس راستے میں خود کو آزانا چاہتا ہوں۔"
"مطلب؟"

"والدین کی بھڑی ہوئی زہنی اور ماٹا۔ تھی کر کوشش کرنا تو مجھے یہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ممکن ہے اس طرح میں سفر کر جاؤں۔ خود کچھ کرنے کا خواہش مند ہوں، اور اپنا امتحان خوری چاہتا ہوں۔"
"بہت عمدہ بات ہے... یہ توجہ عمدہ بات ہے۔ دولت سے بڑا ہی ظاہر کرنے ملے انھوں پر مجھے ہنسی آتی ہے۔ یشک اپنی ذہانت و فراست سے کمائی ہوئی دولت کی بات ہی کچھ اور جرتی ہے لیکن برادر ایک شہرہ ہے وقت کے ساتھ سفر کرو اور کچھ حاصل نہ ہوگا، تمام عمر کوشش کرتے رہو گے۔ کبھی مل جائے تو مجھ سے مشورہ کر لینا۔"

"بہتر!" میں نے ان الفاظ پر غور کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ کافی پہنچنے کے بعد میں اٹھ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے پڑوشن معاف کر دیا۔ پھر باہر تک چھوڑنے آئے اور بولے۔ "ہم کے ساتھ تم سے جو ملاقات ہوگی وہ اس وقت کی ملاقات سے نفرت ہوگی اگر مناسب سمجھو تو کسی دن اس ملاقات کا ایسے کوئی حزن بھی نہیں ہے۔" میں گاڑی میں بیٹھ کر واپس چل پڑا۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت

پراسلہ تھا۔ کوئی ایسی بات ضرور تھی جو ابھی میرے ذہن میں واضح نہیں ہوئی تھی۔ اس کی کچھ ضرورت۔

وہاں سے میں سیدھا کھانسی والیں آیا۔ کوشی میں بہت پہلے پہل تھی۔ تو میری کچھ دوست اور لکڑیاں آئی ہوتی تھیں اور لان پر ہی بیچ لگا ہوا تھا۔ تو میرے مجھے دیکھ کر ہنگاموں کی طرح مشتربان لگا ڈال کر سٹیجی جمانی اور لکڑیاں پھینٹے لگیں۔ تو میرے زور زور سے ہاتھ ہلا کر فریادوں آ جانے کے اشارے کر دی تھی۔ کچھ زیادہ ہی بولا ہی تھی۔ محسن اور ناصر وغیرہ بھی موجود تھے۔ کچھ لڑکوں کے ساتھ ان کے جھانی وغیرہ بھی آئے ہوئے تھے۔ مجھے ایک نئے کپے بے نگاہی کا احساس تو ہوا، لیکن جانا ہی پڑا، محسن آگے بڑھا تو تو میرے آگے روکتے ہوئے کہا: "ناکارپ ان کے زیادہ قدیم دوست ہیں۔ اس کی ہم بھی دشمن تو نہیں۔"

میں نے سکراتی نگاہوں سے تو میرے کو دیکھا، بولیا بھی تو میرے فاصلے پر موجود تھی اور میری ہی طرف نگاہیں تھی۔ کچھ بھی ان ہنگاموں کے بلے میں تعمیل تو نہیں پڑھ سکا، جو کچھ وہاں ایسے ہنگامے متوقع ہوتے ہیں، اس کی کیا کوئی خاص سلسلہ ہے؟ میں نے فریادیں لیتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں، جب ہمیں چند افراد جمع ہو جاتے ہیں، کوئی نہ کوئی خاص سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، ویسے آپ اس سے پریشان تو نہیں ہوتے؟" تو میرے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔
"سال میں بڑا ہوتا ہے کہ ہر جگہ تم فریادیں کا اسٹریو کیوں شروع کر دیتی ہو؟" محسن بول پڑا۔

"محسن جھانی آپ نے پھر دریاں میں ملاقات کی۔ میں اپنے دوستوں سے فریادیں صاحب کا تعارف کرانا چاہتی ہوں۔ ان لوگوں نے حضرت، ہلکے فریادیں صاحب ایک انتہائی شہرت یافتہ آدمی ہیں، ہمارے تازہ تازہ دوست ہیں، یعنی صرف ہلکے، محسن صاحب سے ان کی دوستی بہت پرانی ہے۔ منسا ہے جو خوشی کی مقبول ترین شہرتوں میں شمار ہوتے تھے، اس کی ان کی کچھ خوبیاں شاید محسن صاحب کو بھی نہیں معلوم تھیں، بہت عمدہ باکس اور مائٹل آرٹ کے ماہر ہیں۔ فریادیں صاحب، بے کوئی جوان سے مقابلہ کرے تو میرے لئے کہا۔"

"اور عواتین و حضرات یہ بات بھی آپ میں سے تو فریادیں صاحب ہی کے علم میں ہوئی، کہ میری یہ بہن جو ہے نا، بعض اوقات گیارہ سالہ ہیں، جی جاتی ہے۔" محسن نے ہنستے ہوئے تو میری بات کاٹی۔
"حضرت بہتر جو کہ موضوع سخن میں نہ رہوں۔ چنانچہ اصولاً اب آپ سب کا تعارف بھی چونا چاہیے۔" میں نے جلدی سے

بات ایک ل۔

تو فریادیں سب سے مراد تعارف کرنے لگی۔ کوئی بھی قابل نہیں تھا۔ بس کھانپتے بیٹے گھرانوں کے رشکے دیکھاں تھے۔ زندگی کی دلچسپی میں گھومنے پھرنے تھے، ابھی یہاں بلانے یا لوگوں سے تعارف کرانے کا بھی کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ ابھی ہنگامہ خیزی، جو خاصی دیر تک جاری رہی، اور جب میں نے محسن سے کہا کہ میں تمہارا ہوا ہوں اور آرام کرنا چاہتا ہوں، تو اس نے میری گونگلاسی کرانے میں وہ کی اور میں ان کیسی میں واپس آکر تو میرے یہ ہنگامے اس وقت سے مزید زور پکڑ گئے تھے، اور مجھ سے بولنا یہاں آئی تھی۔ آج بھی اس نے ان لوگوں کو جانشین پورا دیکھی میں کریم بابا صاحب معمول خاموشی سے میری طرف پوری کرنے میں مصروف ہو گئے، کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں ان لوگوں سے محذرت کر کے چلا آیا تھا اس لیے یہ قدر شاہ نہیں تھا۔ ان میں سے کوئی میری طرف رخ کرنے کی کوشش کرے گا۔

رات کے تقریباً ساڑھے دس بج چکے تھے، میں لیاس تیار کر کے رستہ پر بیٹھ گیا۔ داد کے بلے میں کوئی نئی پورٹ نہیں ملی تھی، نہ محسن صاحب نے اس سلسلے میں مجھ سے مزید کوئی گفت شنید کی تھی ان کی آنکھ کی گنگلاسی ایک ایک منظر میرے ذہن میں گورمش کر رہا تھا۔ جن صاحب کے بلے میں میری رائے اس لیے غراب تھی کہ محسن کے والد تھے، جن شخص کا بیٹا اتنی نفیس طبیعت کا مالک ہو، وہ کیسے غراب ہو سکتا ہے۔ مجھے اس احساس سے واقفی خوشی ہوئی تھی کہ محسن صاحب براہ راست از ملاقات میں طوٹ نہیں تھے، اس لیے جس قدر داد جو کچھ میری تھا، بھی پورا سامرا تھا، اور میرے لیے مزید خوش خوشی کی بات یہ تھی کہ اب میں برلو ولست اس سلسلے میں شریک ہو گیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے کام کا آغاز کہاں سے کروں، پھر میری ذہنی اور اس لازم کی طرف چٹنگ گئی، جو داد کی زیر ہدایت کام کرنا تھا۔ اور میں اپنی جگہ سے ہٹ کر کھڑا ہوا، مجھے اس سلسلے میں مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور اپنا کام فوراً سنبھال لینا چاہیے۔

ایکسی سے باہر نکلا تو لان کا ہنگامہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ خاموشی سے دوسری طرف کی مہارت کی جانب بڑھ گیا، وہاں تک پہنچتے ہوئے میرے دل میں متوجہ خیالات آئے۔ دو داد سے پر غلام موجود تھا جو مجھے دیکھ کر طلی سے کھڑا ہو گیا، وہ بیٹھا ہوا کہ کتاب پڑھ رہا تھا، جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ متوجہ بہت پڑھا کھا آدمی ہے۔

میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر اسٹول پر رکھی ہوئی ایک

کتاب اٹھائی اور اسے دیکھنے لگا، ماسوس ناول تھا جسے میں نے بزرگ کے واپس اس کی بیگ دیکھا تھا۔ کیا نام ہے تمہارا؟

"ہدایت!"
"تمہیں معلوم ہے ہدایت کہ داد اب اس مہارت کا انکشاف نہیں رہا، اور پورے بابا کی گنگلاسی میرے سپرد کر دی گئی ہے؟"
"جی صاحب!" ہدایت نے جواب دیا۔
"کس طرح معلوم ہوا تمہیں یہ؟" میں نے پوچھا اور غلام کوئی جواب نہ دے سکا، میں اسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے اپنا سوال پوچھا۔

"جی وہ آپ نے داد صاحب کو مارا تھا نا!"
"تو پھر؟"

"جی وہ... جی وہ... وہ... غلام کسی قدر بولکھلا سا لگتا ہے، غلام اس کی جائزے لے رہا تھا، پھر میں نے نرم لہجے میں کہا۔ آؤ اندر آؤ، وہ میرے ساتھ اندر چل پڑا۔ چلتے ہوئے وہ کسی قدر دیکھ کر ساربا تھا، جیسے ذہنی طور پر فرسٹا تھا، ہوا، ایسے خاصے اٹھتے ہوئے بدن کا مالک تھا۔ ہر چیز میں اور جالیس کے درمیان تھا، میں اسے ایک اندھنی کر کے میں لے گیا، اندر پہنچ کر میں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا، غلام کا چہرہ ہر وقتوں جیسا ہوتا ہے، ہاں ہدایت مجھے بتاؤ، تمہارے کس نے کہا تھا کہ اب اس مہارت کی گنگلاسی میرے سپرد ہے؟"

"جی وہ صاحب ملک، کسی نے نہیں... بس میں نے خود ہی بھولا تھا۔"

"بہت زیادہ سمجھدار ہو تم، شاید ماسوس ناول پڑھ کر پڑھ کر نہیں صاحب، بس وہ پڑھی۔"
"جو اب چاہتا ہوں، فوراً بتاؤ، درنہ تم چلنے ہو کہ وہاں ہتھال میں پڑا ہوا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا کہ اس وقت مر جائے۔"
"وہ صاحب، میں نے... میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔... میں نے کیا کیا ہے؟"

"میں بتاتا ہوں کہ تمہارے کچھ نہیں کیا، صرف اس بات کا جواب لگتا ہوں میں کہ تمہیں کس نے یہ اطلاع دی؟"
"میں نے خود ہی سوچا تھا جناب!" ہدایت نے کہا۔
"میں اس کی صورت دیکھتا ہوں اور پھر فریادیں نے اپنا رویہ تبدیل کر لیا، ابھی بات ہے ہدایت، بہت جلد تم مجھ پر اعتماد کرو گے؟ یہ بتاؤ پورے بابا کو کھا جو فوراً سے دیا؟"
"ہاں صاحب نے دیا۔"

"اس کا رویہ کار کیا ہے؟"
"کچھ نہیں صاحب، ان کے لیے کھانا میں ہی تیار کرتا ہوں"

اور پھر انہیں کھلا دیتا ہوں۔
"کیا بڑھا بابا کھا، وغیرہ خود ہی کھا لیتا ہے یا تم اس کی مدد کرتے ہو؟"

"نہیں صاحب، وہ کھانا خود کھا لیتے ہیں۔"
"اس وقت وہ کہہ کر رہا ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"آرام کرنے کے لیے گئے ہوں گے صاحب... یا پھر... یا پھر..."

"ہاں یا پھر؟"
"یا پھر صحن میں ہوں گے، وہ بعض اوقات رات رات بھر صحن میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں داد صاحب کا حکم تھا کہ انہیں زبردستی اندر لوانے کی کوشش نہ کی جائے۔"

"ہدایت میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اب داد اس عمارت میں کبھی نہیں آئے گا اور یہاں کے معاملات اب مجھے دیکھنے پڑیں گے، یہ ذمہ داری محسن صاحب نے اب مجھے سونپ دی ہے، چنانچہ اس سلسلے میں پورے بابا کے بلے میں ملاقات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ تم ہو۔ میں اس کے بلے میں سب کچھ جانتا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا صاحب!" وہ چپارگی سے بولا۔
"بولو بابا، اب صحن میں کیا کرتا رہا ہے؟"
"بس صاحب، صحن کو ابانی سے گوندھ کر عجیب عجیب چیزیں بناتے رہتے ہیں، یہی ان کا مشغولہ ہے، بس اور کچھ نہیں۔"
"تمہیں داد سے کتنے پیوستے تھے؟" میں نے سوال کیا۔
"جی وہ... کچھ بھی نہیں صاحب، مجھے تنخواہ کو بھی سے ہی ملتی ہے۔"

"یہ میں صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں، ہدایت کہ تمہارا نقصان نہ ہو، جو کچھ داد تمہیں دیتا رہا ہے میں بھی تمہیں اتنا ہی دیتا رہوں گا، بلکہ تم کو، اس کی شرط ہے کہ تم مجھ سے پورا پورا تعاون کرو، میں ہدایت کی شکل دیکھ کر بات کر رہا تھا اور یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ میری باتوں سے اس کے چہرے میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن میری اس پیشکش پر اس کے اندر کوئی خاص تبدیلی سیدھا نہیں ہوئی۔ پھر میں نے پوچھا: "ہاں پورے بابا کو وہاں کون کون سی دی جاتی ہیں؟"

"میں زیادہ پڑھا کھا آدمی نہیں ہوں، اردو پڑھ لیتا ہوں اور تھوڑی بہت انگریزی لکھتا ہوں، جو وہاں میں داد صاحب لاکر لیتے رہے ہیں، وہی وہاں میں انہیں دی جاتی ہیں۔"
"وہاں میں بھی تم ہی دیتے ہو؟"

"جی ہاں اس سلسلے میں ذاتی شہتی کرنی پڑتی ہے، اس کے لیے سنٹی میں نہیں داد صاحب کرتے تھے، چونکہ وہاں ایک ہی وقت کھلائی جاتی ہیں، یعنی رات کو۔"

کہاں رکھی ہیں وہ دواؤں۔ میں نے پوچھا اور ہدایت ایک سمت بڑھ گیا۔ اس نے ایک چھوٹی سی الماری کھولی چند شیشیاں نکالیں اور میرے سامنے لا کر رکھ دیں۔

میں نے ان شیشیوں پر نگے ہوئے لیبل پڑھے، دواؤں کے بارے میں مجھے کوئی خاص معلومات نہیں تھیں، لیکن وقتاً ایک بات نے مجھے اپنی اہمیت متوجہ کر دیا۔ دواؤں کی جو چار شیشیاں ہلکتے تھے میرے سامنے لا کر رکھی تھیں، وہ اوپر ایک چھری ہوئی تھیں اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان میں سے ایک گولی بھی استعمال نہیں کی گئی ہے۔ اس بات کو سننے سے خاص طور سے نوٹ لیا۔ یہ شیشیاں بالکل نئی تھیں اور ابھی ان پر ہاتھوں سے چھونے کے نشانات بھی نہیں بنے تھے، جبکہ ہدایت بہت زیادہ صاف ستھرا آئی نہیں تھا۔ اس بات نے مجھے چونکا دیا اور میں کسی سوچ میں ڈوب گیا، یقیناً اس میں کوئی خاص بات ضرور ہے۔ دواؤں کے نام میں نے ذہن نشین کر لیے تھے، لیکن رات بھر تذبذب کا شکار رہنا میرے لیے ممکن نہیں تھا، اس کی حقیقت معلوم ہوتی ہی چاہیے، ہدایت کو روڑھے ہالہ کا پاس زیادہ دیکر رہنے کا موقع دینا غرض ناک ہو سکتا ہے۔ مجھے سو فیصد یقین تھا کہ ہدایت خاصاً داور کے لیے تیار ہے۔ میں نے شیشیوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا: ”یہ دواؤں دن میں صرف ایک بار استعمال کرانی جاتی ہیں؟“

”جی صاحب!“
”شروع سے یہی دواؤں چل رہی ہیں یا ان میں کوئی تبدیلی بھی ہوئی ہے؟“
”مجھے نہیں پتا صاحب، اس سلسلے میں ساری باتیں دلو صاحب ہی جانتے تھے، مجھے تو وہ جو شیشیاں بیٹھے تھے اور جس طرح ان کے استعمال کرانے کو کہتے تھے، میں اسی طرح یہ دواؤں استعمال کرتا رہتا تھا۔“
”پچھلے رات تم نے بوڑھے بابا کو یہی دواؤں کھلائی تھیں؟“
”جی صاحب!“

”اچھا ہدایت فردا ان میں سے کسی شیشی کی تمام گولیاں باہر نکالو اور مجھے گن کر بتا دو کہ اس میں کتنی گولیاں موجود ہیں۔“
میں نے کہا اور ہدایت کا چہرہ ایک لمحے کے لیے زرد پڑ گیا، وہ ایک دم آگے نہیں بڑھا بلکہ کسی تدریجاً پچھل گیا، تب میں نے تردید ہی پہلے ایک شیشی کی گولیاں نکالیں۔ اور انھیں پانچ پانچ کر کے گنتے لگا، ایک شیشی میں چار گولیاں تھیں، پھر میں نے دوسری شیشیوں کی گولیاں نکال کر گنتیں۔ ان تمام شیشیوں میں سے ایک بھی گولی کم نہیں ہوئی تھی، وہ اس تعداد کے عین مطابق تھیں جو اوپر لیبل پر لکھی ہوئی تھیں۔

”ہدایت یہ تمام شیشیاں بالکل نئی ہیں اور ان میں سے ایک بھی

”ٹھیک ہے اب تم صبح گھنٹو کر رہے ہو ہدایت۔ داور صرف حسن صاحب کے احکامات پر عمل کرتا تھا یا اپنے طور پر بھی کچھ کرتا تھا؟“

”صاحب آپ یقین کریں، ہم نے اس کا کھونا کبھی نہیں لگایا، کیونکہ ہمیں داور صاحب سے بہت ڈر لگتا تھا۔“
”اچھا ٹھیک ہے، یہ اور بتاؤ، تمہیں اس کی اطلاع کیسے ملی آئی ہے؟ میں نے اس عمارت کا نظام مستعمل کیا ہے۔“
”وہ جی ڈاکٹر صاحب نے ہیں فون پر اطلاع سمجھائی تھی۔“
”ڈاکٹر صاحب نے؟“ میں نے چونک کر سوال کیا۔

”جی ہاں!“
”ان کا فون کبھی آیا تھا؟“
”صاحب کبھی کبھی ہمارے گھر سے فون آجاتا ہے تو وہیں فون پر بلا دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا فون بھی جب آیا تھا تو ہم نے یہی کہا گیا تھا کہ ہمارے گھر سے فون آیا ہے مگر فون پر جی ڈاکٹر صاحب بلول بیٹے تھے۔“

”ہرلی کہا گیا تھا انھوں نے؟“
”یہی بتایا تھا صاحب کاب واد صاحب کے بھانجے آپ یہاں کی ٹھکانا کریں گے، مجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔“
”کس بات سے؟“

”بس صاحب یہی کہ کوئی بات آپ کو پتا نہ چلنے پانے۔“
”اور دواؤں کا کیا معاملہ تھا؟“
”ڈاکٹر صاحب نے فون پر یہ دواؤں نہیں لکھوائی تھیں اور کہا تھا کہ کسی بھی میڈیکل اسٹور سے ہم یہ دواؤں خرید لیں اور پرانی دواؤں کی شیشیاں پھینک دیں۔“

”گڑا!“ میں نے پرخیزان انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا: ”شوہر ہدایت داور تھیں وہ سو روپے ماہوار دیتا تھا، نام آج سے تمہیں چار سو روپے ماہوار ملیں گے، لیکن شرط یہی ہے کہ تم میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرو، میں تمہیں اسی گڈ ہینے دوں گا، حسن صاحب یا کسی اور کو کبھی یہ بات معلوم نہیں ہو گئی کہ تم داور کے کہنے پر کیا کیا کرتے رہے ہو، لیکن اس کی شرط یہی ہے کہ تم میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرو۔“

”ہم کس چیز میں توہین چھین جائیں گے صاحب؟ آپ یقین کریں ان ڈو سو روپوں کی ضرورت سے زیادہ ہمیں داور سے خوف محسوس ہوتا تھا، وہ غریب تھا صاحب، یا تو کھتا تھا، یا تو کھا بہت بڑا ماہر ہے، وہ ہمیں پتا نہیں کس طرح آپ کے ہاتھوں پر لگا۔“

”خیر چھوٹو، ان باتوں کو، ہاں یہ بتاؤ پرانی دواؤں کی

”نو کری کے بچے مجھے صرف جواب چاہیے؟“ میں نے بازو تڑپتی ہاتھوں سے منہ پر رسید کر دیا، ہدایت میرے پیچھے سے بھٹک کر کوشش کرنے لگا، میں نے جب اس کی اس کوشش کو محسوس کیا تو اس کے بال ہتھیوں، میں بیکڑوڑے اور باٹھایا اور پھر ایک زوردار گھونسا اس کے دہانے کان کے نیچے بڑھایا۔ میں مسلسل اسے گھونسنے اور پھینچتا رہتا رہا اور ہدایت کا علیہ واقفی بڑھ گیا۔ اس نے کئی بار دوار سے کی طرف پکھنے کی کوشش کی لیکن میں نے ہر بار اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا، میں تمہیں قتل کر کے تمہاری لاش اس عمارت کے کسی گوشے میں دفن کر دوں گا۔“

”یہاں سے اس وقت نکل کھٹے ہو جب میری باتوں کا جواب نہ دو گے۔“ میں نے ایک بار پھر اس کا گریبان پکڑ لیا۔
”ماں مت صاحب، مارے مت، ہم تو مصیبت میں چھنس گئے۔“
”نکل باؤ اس مصیبت سے، ورنہ شاید زندگی بھر پھینتے رہو گے۔“

”صحن صاحب، صاحب اب تو چھوڑ دیجیے، چھوڑ دیجیے اس سے زیادہ مارا کھانا میرے بس میں نہیں ہے۔“
”تو پھر ساری تفصیل شروع سے لے کر آؤنگے، بتاؤ۔“
”صاحب بس لاپرواہی میں آگے تھے، ورنہ ہم... ہم اتنے بڑے آدمی نہیں ہیں صحن صاحب کے ٹنگ غولار تھے، وہ خود ہی داور صاحب کو کہاں لاتے تھے۔ یہاں آئے کے بعد انھوں نے خود ہی میں داور صاحب کے پاس بھیجا تھا صاحب اور خود ہی میں داور صاحب کے پاس بھیجا تھا صاحب اور کہا تھا کہ آؤنگے ہم صرف وہ کہ جو داور صاحب کہیں، داور صاحب بہت خطرناک آدمی تھے، شاید آپ سے بھی زیادہ خطرناک، پتا نہیں کس طرح وہ آپ سے مارا کھائے، ورنہ آؤنگے مارنا آسان کار نہیں تھا، داور صاحب نے ہم سے یہی کہا تھا کہ اگر کہاں کی گولیاں باہر نکلے تو ہمارے رشتہ داروں تک کو قتل کر دیا جائے گا، میرے بچے یہاں نہیں صاحب، مگر مجھے ان کی زندگی عزیز ہے۔“

”وہ بچے ہیں میرے، ایک بچی ہے، وہ میری ماں کے ساتھ ہیں اور رہتے ہیں۔ داور صاحب نے مجھے ڈو سو روپے ماہوار بھی دینا شروع کر دیا تھا، یہ پیسے وہ اپنی محبوب سے دیتے تھے اور انھوں نے مجھے ہدایت کر دی تھی کہ میں صرف انھیں ہی اپنا مالک سمجھوں، یعنی صحن صاحب کو کبھی وہ سب کچھ نہ بتاؤں، جو وہ مجھ سے کہیں۔ ڈو سو روپے صاحب، ہم جیسے لوگوں کے لیے بڑی چیز ہوتے ہیں، اور اس کے بعد سے ہم داور صاحب ہی کی بات مان رہے تھے، بڑے صاحب کا بھی یہی حکم تھا، پھر میں کی پڑی تھی کہ کہاں کی باتیں ادھر ادھر کرتے۔“

”یہ زیادتی ہے صاحب، ہم یہاں نوکری نہیں کریں گے۔“
”جی وہ... وہ، بس اس طرف!“ اس نے بے اختیار صحن کی جانب اشارہ کیا اور میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، یہ بات میرے ذہن میں جڑا ہو چکی تھی کہ پرانی دواؤں تبدیل کر کے نئی دواؤں آج ہی لائی گئی ہیں۔ میں نے ہدایت کا بازو پکڑا اور اسے باہر کی سمت دھکیلتے ہوئے کہا: ”مجھے پرانی شیشیاں دکھاؤ۔“
ہدایت چند قدم آگے بڑھا اور پھر کہ گیا: ”صاحب وہ پرانی شیشیاں تو میں نے باہر کوڑھے خان میں پھینکی تھیں اور کوڑھے صاف کرنے والے لگائے۔“
میں نے ایک زوردار جھٹکے سے ہدایت کو کمرے کے صحن پر جرح دھکیل دیا اور پھر اس کے قریب پہنچ کر کہلاؤ: ”مسئلہ سمجھوٹ بولے جا رہے ہو مجھ سے، کتنا جھوٹ بولو گے، آخری بار کسٹا ہوں کر پتہ چلے، ورنہ اس کے بعد نہیں بڑھتا نہیں روک سکیں گے۔“
ہدایت اپنے صبا کو سنبھال کر کھڑا ہوتا بولا: ”مجھ کو صاحب یہ زیادتی اچھی بات نہیں ہے، ہم بھی انسان ہیں، مالک کا مالک مزد رکھاتے ہیں، مگر اپنی عزت نہیں بچ دی۔“ اس نے ابھی اتنا ہی ہلکا ہلکا تھا کہ میں نے اسے اتنا ہاتھوں سے بڑھے پھر رسید کر دیا اور ہدایت کے صحن سے ایک چیز نکل گئی، لیکن میں نے اسے سینٹیلے کا موقع نہیں دیا، آنگے بڑھ کر میں نے اس کا گریبان پکڑا اور ایک زوردار گھونسا اس کی گھڑی پر بڑھایا، جو ہنسی وہ نیچے گرا۔ اس نے آنگے بڑھ کر اپنا کھٹنا اس کے سینے پر رکھ دیا۔

”میں تمہیں جان سے بھی مار سکتا ہوں، ہدایت، اور تم جانے ہو کہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ فوراً جواب دو ورنہ میں مار مار کر تمہارا علیہ بنگا دوں گا۔“

تیشیاں کہاں ہیں؟“

”ماہر موجود ہیں صاحب، ماہر نے چھپا دی ہیں۔“
”توجہ دلو خداوند مجھے معاملے کو رو۔“ میں نے کہا اڈ
ہدایت لے کر دن بلادی۔ اس کے منڈے دو تین جگہ سے خون
بہ رہا تھا، اس نے استین سے وہ خون صاف کیا، اور پھر میرے
ساتھ مل کر پار پڑھا یا با ایک کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا، ہم
لے گئے دیکھتے ہوئے باہر میں سے نکل آئے اور پھر ہدایت نے ایک
درخت کی جڑ سے وہ تین تیشیاں تھی سے نکال دیں جن میں ابھی
کافی کوئیاں موجود تھیں۔ یہ درواہیں ہیں صاحب!“ اس نے
تیشیاں میرے حوالے کر کے کہے کہ۔ میں نے انہیں فوراً سے
دیکھا اور پھر انھیں اپنا حیرت میں نکال لیا۔

”تم بالکل اطمینان رکھو ہدایت، کسی کو یہ خبر نہیں ہوگی کہ تم
کیا کرتے ہو۔ ویسے تمہیں یاد ہے کہ یہی دعائیہ مسئلہ استحال
کوئی جاتی تھیں۔“

”جی صاحب یہ بات نہیں اچھی طرح یاد ہے۔“
”حسن صاحب نے تو کبھی درواؤں کی یہ تیشیاں دیکھنے کی
کوشش نہیں کی؟“

”میں صاحب وہ اس معاملے میں نہیں پڑتے، ساری
ذمہ داریاں دادور کے سپرد کر دی گئی تھیں۔ دراصل جب سے یہ
پوڑھے بابا بیان آئے ہیں۔ دادور ہی ان کی ننگاری کر رہا ہے، اور
حسن صاحب نے کبھی اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کی۔“
”دادو اور طاہر علی کا آپس میں کیا تعلق ہے؟“

”یہ ہیں نہیں معلوم صاحب آپ یقین کریں بس دادور
صاحب نے یہ بھی کہا تھا ہم سے کہ اگر کبھی ان کی غیر موجودگی میں
ڈاکٹر طاہر علی کچھ نہیں تو اس پر عمل کیا جائے۔“

”آجی جی بات تھی ہدایت جسے تم نے افسانہ بنا دیا، یہ چار
سو روپے میری طرف سے تیشیاں رکھو تھدی آدی بند نہیں ہوئی بلکہ
ڈیل ہو گئے ہیں۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ دادور کے
یا کسی اور کے کہنے سے آپ نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی
تو میں تمہیں زمین کی گہرائی میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میزائل غزالی
ہے آج سے دادور کو جھول جاؤ اور غزالی کو یاد رکھو۔“ ہدایت نے
کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے چہرہ کہا۔ ”پوڑھے بابا کو خود رک گیا
دی جاتی ہے؟“

”صاحب خورا کہ بہت اچھی دی جاتی ہے۔ اس میں کوئی
گورڈ کبھی نہیں ہوتی۔“
”ہوئی بھی نہیں چاہیے اور اس کو اس کے ادب ذرا بھی
تندر نہیں ہوگا تمہیں ہی طرح نکھانی جا، یہ رکھو گئے۔ کوئی غیر

متعلق شخص اس عمارت میں نہیں داخل ہوگا، دیکھ لے کہ اس دوران
دادور کی فریج موجودگی میں کبھی کوئی بیان آیا ہے؟“
”کوئی نہیں صاحب، پڑے صاحب کی ہدایت کے مطابق
کوئی اس صلاحت نہیں آتا، کوئی بھی نہیں۔“
”اچھی طرح خود کو رو ہدایت ممکن ہے معاملے علم میں کوئی
بات ہو اور تم سے چھپا لے ہو؟“
”نہیں صاحب اب آپ بھر دس کریں، اب ہم آپ سے
نہیں چھپا لے۔“

”اس کے باوجود اگر تمہیں کچھ یاد آجائے تو مجھے خبر
بتاؤ گے!“
”یاد کرنے کی کوئی بات ہے یا نہیں صاحب ہم آپ کو کیا بتاؤں
ہدایت نے کہا۔“

دراصل میرے ذہن میں اس وقت قدرت تھی۔ ہدایت تو مجھے ان معاملات میں نہیں الجھنا چاہیے تھا، اگر حسن صاحب
جتی مرت ہو چکی تھی اس کے تحت بلند تر تو یہی مسموم ہونا تو میرے حلقے میں دوسری طرح نہ سوچتے تو یہ آسانی مجھے سے مندرت
کہ وہ اب چھوٹ نہیں بڑے گا لیکن اس قسم کے لوگوں کے بارے میں کہتے تھے با پھر میرے لیے کہیں اور بند ہوتے کیا جا سکتا تھا اس
میں کوئی آخری بات بھی نہیں کہی جا سکتی۔ ممکن ہے اس کے ذہن کے علاوہ میری زندگی تو ابھی ایک کٹی پیگ کے مانند تھی۔ میں
کی گہرائیوں میں کچھ اور ہوا، خاص طور سے اس کے ایک جملے نے مستقبل کے لیے کوئی شعور نہیں بنا سکا تھا۔ اس عرصہ میں پڑنے کی
مجھے مزید شک و شبہات میں ڈال دیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی نے اُسے بھانے کوئی کام کی بات سوچنا تو میرے حق میں بہتر تھا، لیکن
فرن پر درواؤں کے نام کھولنے سے یہ وہاں رہا، اب اس سوچنے سے کیا حاصل۔ میرے ذہن میں جو جتن جاگ اٹھا
خرید لیا تھا، طاہر ہے نام انگریزی میں کھولنے گئے ہوں گے اُسے ختم کر دینا اب میرے لیے میں نہ تھا۔

میں نے اس بارے میں بھی اس سے ایک سوال کر ڈالا۔ ”تم
انگریزی بھی جانتے ہو؟“
”ہاں صاحب، نیکر کیا ہے ہر نے میں تقدیر کے بارے
ہیں کوئی اور عزت نہیں مل سکتی تو پھر گھروں میں ہی کام شروع
کر دیا۔“

”حسن صاحب کے ہاں کہتے عرصے سے ملازم ہو؟“
”کئی سال ہو گئے صاحب چار یا پانچ سال گذر گئے ہیں، جب
سے میں کام کر رہے ہیں۔ کوئی اگلا پڑھ نہیں کیا ہم نے حسن پر
مالک کو ادھر من ہوا، آپ خود معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ دادور کا چکر
انھوں نے خود ہی چلایا تھا، اور ہم اس کے حال میں چھتس گئے
بات صرف دو سو روپے کی تھی صاحب، کیا بتائیں مجھے لوگ
کے لیے دو سو روپے بہت ہوتے ہیں نیا نہیں کہتے کام نکل جاتے
ہیں۔ اسی لیے ہم کسی سے دادور کو کوئی تذکرہ نہیں کیا۔“
میں ڈراسی الجھن کا شکار ہو گیا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شخص
ڈاکٹر طاہر علی کو تمام صورت حال سے آگاہ کرے اور ڈاکٹر طاہر علی
کچھ اور نشانے کی کوشش کرے۔ تھوڑی دیر تک سوچنے
کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہدایت کو ابھی اس کی جگہ سے

شانہ سب نہیں ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے یقیناً مجھے سے گفتگو کرنے
کے بعد ہی ہدایت کو یہ ملی فن کیا ہوگا۔ ایک طرح سے دادور کی فریج ہوگا
میں ہدایت، ڈاکٹر طاہر علی کا مہرہ بن گیا تھا۔ اگر فوراً اپنی جگہ سے
ہٹ جائے گا تو ڈاکٹر طاہر علی کو شہرہ پڑ جائے گا، چنانچہ اس
خفیہ کے پیش نظر کہتے ہوئے ہدایت کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹایا
جا سکتا تھا، البتہ قری طور پر ایک ایسا دی مزیہاں مقرر کر دینا
چاہیے تھا جو ہدایت پر نگاہ رکھے، اس کے لیے کسی شخص
کا بندوبست ضروری تھا۔

ہدایت سے پوچھنے کے لیے اب اور کچھ نہیں رہ گیا۔ میں اسے
آخری ہدایت سے کہہ دیاں سے نکل آیا۔ ذہن سوچ میں ڈوبا ہوا
آخرا اس پوڑھے کی زندگی سے ایسا کوئی ساز و باہر سے جس
کی وجہ سے اس کی ہر بات بن رہی ہے۔ یہ محمد کس طرح حل ہوا ہوگا
دراصل میرے ذہن میں اس وقت قدرت تھی۔ ہدایت تو مجھے ان معاملات میں نہیں الجھنا چاہیے تھا، اگر حسن صاحب
جتی مرت ہو چکی تھی اس کے تحت بلند تر تو یہی مسموم ہونا تو میرے حلقے میں دوسری طرح نہ سوچتے تو یہ آسانی مجھے سے مندرت
کہ وہ اب چھوٹ نہیں بڑے گا لیکن اس قسم کے لوگوں کے بارے میں کہتے تھے با پھر میرے لیے کہیں اور بند ہوتے کیا جا سکتا تھا اس
میں کوئی آخری بات بھی نہیں کہی جا سکتی۔ ممکن ہے اس کے ذہن کے علاوہ میری زندگی تو ابھی ایک کٹی پیگ کے مانند تھی۔ میں
کی گہرائیوں میں کچھ اور ہوا، خاص طور سے اس کے ایک جملے نے مستقبل کے لیے کوئی شعور نہیں بنا سکا تھا۔ اس عرصہ میں پڑنے کی
مجھے مزید شک و شبہات میں ڈال دیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی نے اُسے بھانے کوئی کام کی بات سوچنا تو میرے حق میں بہتر تھا، لیکن
فرن پر درواؤں کے نام کھولنے سے یہ وہاں رہا، اب اس سوچنے سے کیا حاصل۔ میرے ذہن میں جو جتن جاگ اٹھا
خرید لیا تھا، طاہر ہے نام انگریزی میں کھولنے گئے ہوں گے اُسے ختم کر دینا اب میرے لیے میں نہ تھا۔

کو کبھی مسلمان ہو چکی تھی۔ ملازم تمام کاموں سے فارغ ہو کر
سونے کے لیے جا چکے تھے صرف گیٹ پر چوکیا جاگ رہا تھا لیکن
وہاں سے کافی دور تھا۔ ایسی میں جا کر پڑ جائے کوئی نہ چاہا تو
میں بھی سمت کے باغ کی طرف چلی پڑا، یہاں ایک خوب صورت
حوض بنا ہوا تھا، حوض کے کنارے بیٹھیں پڑی تھیں۔ میں اُن میں سے
ایک پر جا کر بیٹھ گیا۔

اب کیا کرنا چاہیے؟ بڑی پراسرار سیوشن تھی، جن صاحب
پوڑھے بابا کو کہاں سے لے کر آئے تھے۔ یہ سوال تشہہ تھا پوڑھا
بابا کوں ہے؟ بقول حسن صاحب یہ بات وہ بھی نہیں جانتے تھے۔
پھر رونے کا احساس ہوا اتنے روپے خرچ کرنے کا مقصد
کہ وہ کوٹا تھا۔ پاگل تھا، جن صاحب نے اُس کے علاج کے لیے
ڈاکٹر طاہر علی سے رجوع کیا۔ ان کے خیال میں پوڑھے کے ذہن میں
کوئی گہ تھی جن صاحب اس کو کھولنا چاہتے تھے۔ گویا کوئی
چکر تھا، حسن صاحب نے تسلی تو نہ ہوتے جو کچھ پوڑھے کے ذہن
میں تھا وہ اس سے پوچھیے لے لے تھے۔ اور اس کے لیے وہ
پوڑھے بابا کو دوسروں سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ بات اگر
صرف انسانی ہمدردی اور دلچسپی کی ہوتی تو شہر میں دعائیہ امراض کے

اصلی ہسپتال موجود تھے پوڑھے بابا کے لیے وہاں سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی۔
انھوں نے اسے دوسروں سے محفوظ رکھنے کے لیے ہی دادور
جیسے خطرناک خنڈے کا انتخاب کیا۔ دادور کو ڈاکٹر طاہر علی نے اُن
سب صحیبا اور طاہر علی نے پوڑھے کے علاج کی ذمہ داری بھی خود
ہی سنبھال لی۔ گویا طاہر علی بھی اس راز میں شریک تھے۔ غلط
دواؤں کا استعمال اب ایک کھلی ہوئی بات تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی نے
خود یہ دواؤں کیوں تیار کیں۔ وہ کیا چاہتے تھے جیسے استعمال کی
جانے والی دواؤں کی نوعیت کی تھی؟ ان دواؤں کے نام میں نے
ذہن نشین کر لیے تھے۔ کسی داکٹر سے رجوع کرنا ہوگا تاکہ ان دواؤں
کے نتائج معلوم کیے جا سکیں۔

میں اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً دتوں کی چاپ محسوس
ہوئی۔ آواز بائیں سمت سے آئی تھی۔ تقریباً دس گز کے فاصلے پر
چھوٹوں کے کچھ کے عقب میں کوئی موجود تھا، میرے ذہن میں
غذشات جاگ اٹھے۔ ایک لحاظ سے ہدایت نے گاہے گاہے پھر اٹھا کر
اس صلاحت میں چل پڑا۔ جو کوئی بھی تھا اگر جھانکنے کی کوشش کرتا تو چھپ
نہیں سکتا تھا، البتہ وہاں سے مجھ پر حملہ بآسانی کیا جا سکتا تھا، سر پر
آری تھی تو ہمت کرنی ہی تھی۔ میں کچھ کے قریب پہنچ گیا اور آواز
سنی حال کو روہ میں نے نہیں دیکھ لیا، باہر آواز۔ ”سر سٹاپ
ہوئی اور ایک سایہ کچھ کے عقب سے برآمد ہو کر میرے سامنے آ
گیا۔ ماحول نیم تاریک تھا، لیکن میں نے ابھی ہی نگاہ میں قدرت
کو پہچان لیا، اور حیران رہ گیا۔ قدرت... آپ اب“ میرے منڈے
بے اختیار نکلا۔

”آپ سے کچھ بات کرنی ہے!“ قدرت نے کہا۔ میں نے
پہلی بار قدرت کی آواز سنی تھی۔ کئی بار لے دیکھا تھا۔ کئی بار
اس سے ملاقات ہوئی تھی لیکن وہ خاموش رہتی تھی۔ اُس کی آواز
میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کا اہر عجیب تھا اور لفظ اردو
مالوں کا نہیں تھا۔

”آئیے قدرت... بیٹے... اس طرف آجائیے... آپ
تہا ہیں؟“
”ہاں!“
میں اسے حوض کے پاس لے آیا، لیکن اُس نے کہا۔
”ادھر نہیں، اس طرف!“ اشارہ درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف
تھا جو احاطے کی دیوار کے قریب تھا۔ وہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔
میں سمجھا گیا کہ وہ دیکھ لے جانے کے خوف کا شکار ہے۔ درختوں
کے نیچے لپٹی گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بے تسلی سے زمین پر
بیٹھ گیا۔ ”جی مجھ سے کوئی کام ہے؟“
”میں شہر زندہ ہولہ۔“

”کس بات پر!“ میں نے توجہ سے پوچھا۔
”میں نے آپ کو غلط سمجھا!“
”کس سلسلے میں غدت؟“

”اس نے گردن بھجائی۔ میں انتظار کرتا رہا جبت دیر تک وہ کچھ نہ بولی۔ تو میں نے کہا: ”آپ جو کچھ مجھ کو کہنا چاہتی ہیں اہلینان سے نہیں میری ذات سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔“
”اس دن آپ نے مجھے دیکھا میں نے سوچا آپ سب کو بتا دوں گی۔ سب کو بولیں گے اور میں برباد ہو جاؤں گی۔ میں بہت پریشان تھی... اور... اور میں نے آپ کی جان لینے کی کوشش کی۔ میں نے آپ کو چانوڑھیں تک مارا... اور میں نے آپ کی کارخواب کی... مگر آپ بہت...“ وہ اٹک گئی۔

مجھ پر بجلی سی گری۔ میں تصور نہیں کر سکتا تھا کہ مجھ پر دونوں کا لڑنے والے اس نرم و نازک اور خاموش طبع لڑکی نے کیے ہوں گے۔ کہا ہی نہیں کہتی تھی۔ میں بے سبب ہی مادیوں کو ان حملوں کا مجرم گردانتا رہا۔ اس کا مطلب ہے مادہ کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ میں نے اسے صرف اسی لیے مالا تھا کہ میرے خیال میں اس نے مجھے ہلک کرنے کی کوشش کی تھی۔ بات سمجھ میں آرہی تھی۔ اس دن میں نے غدت کو پوچھا۔ بابا کے پاس دیکھا تھا اور غدت نے مجھے اس لیے ہلک کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس کا ملازمت خاش نہ کر دوں۔

”میں آپ سے معافی مانگتا ہوں!“ وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔
”انگلش بولتی ہیں آپ؟“ میں نے اسے درمیان میں ٹوکا۔
”ہاں!“
”آپ کو اردو بولنے میں دقت ہو رہی ہے۔ انگلش میں بات کریں!“

”شکر ہے!“ ”غدت نے کہا۔ پھر انگلش میں بولی۔ ”آپ بہت مشرف الٹن ہیں غزال، آپ نے کسی کو کچھ نہیں بتایا، اس کے علاوہ آپ نے مادیوں کو صرف اس لیے مارا کہ وہ پوڑھے بالکے ساتھ زیادتی کر رہا تھا۔ پھیلا واقعہ بھی مجھے معلوم تھا۔ سیکن... میں آپ سے بہت شہرندہ ہوں۔ یہ رازغیر مجھے لاش کے ساتھ لایا ہے۔ اور اس وقت نمبر کی جین ہی مجھے آپ کے پاس لے لائی ہے۔“
”آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟“ میں نے پوچھا۔
”میرا کہہ سانس ہے۔ میں نے کھڑکی میں سے آپ کو دیکھا تھا۔ اس وقت سب لگب سوراہے ہیں۔ میں نے سوچا، میں کیا سے ہی ہوں کون کون بنے پھر موقوفے یا نہ لے۔“

”ایک بات اور بتائیے۔ انیسویں سے وہ چاقو بھی آپ نے

مائل کرنا تھا جس سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔“
”ہاں!“ ”غدت نے جواب دیا۔
”کیسے؟“

”میں نے کریم کو باہر مانتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ آہستہ بولی۔ میں خاموش برکلیہ چند لمحات کے بعد میں نے کہا: ”آپ کے ہاتھ میں ان تمام باتوں کے جاننے سے پہلے میں ہی بہت کچھ سوچتا رہا ہوں غدت۔ مجھے آپ سے ہمیشہ بدردی محسوس ہوتی ہے، نہ جاننے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے کسی کام آؤں۔ اگر سب سے علیحدہ رہتی ہوں، آپ مجھے ہمیشہ دیکھ محسوس ہوتی ہیں۔“
”ہاں... میں ٹھیک ہوں... ایسی کوئی بات نہیں ہے!“
”میں مولیٰ سا آؤں ہوں غدت... آپ کی ہر بات کے آگے نے مجھ پر اعتماد کیا۔ پوڑھے بالکے ہاتھ میں مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ بیان دیتا ہے۔ میں نے انہماک سے سب کچھ دیکھا ہے اور اب بھی اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں، شاید آپ کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ مادیوں کا کافی زخمی ہو گیا ہے۔ اور اب وہ اس عمارت میں کبھی نہیں آئے گا۔“
”نہیں آئے گا!“ ”غدت نے چونک کر مجھے دیکھا۔
”ہاں! پوڑھے بالکے خدمت کی ذمہ داری اب میرے سپرد ہے اور اب اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

غدت اس سخت پر جھجھکی ہوئی تھی وہ عجیب سی لگا سے میری طرف دیکھنے لگی۔ اس کی صورت پر کھوں کے سن کا میں ہی تھا۔ میں ان تاریکیوں میں یہ روشن چہرہ اس قدر کم لگے کہ ایک لمحے کے لیے میں اس میں کھو کر رہ گیا۔ اور نہ جاننے کیسے نہ جاننے کیوں مجھے اپنا ذہن خودہ ماحسوس ہوا۔ بس اسی لگا تھا جیسے زندگی کا جھونکا آگیا ہو۔ صرف ایک لمحہ، دوسرے لمحے میں سنبھل گیا: ”غدت اس دن آپ چھپ کر رہاں گی نہیں؟“

”میں آپ سے معافی مانگتا چاہتی تھی غزال! آپ کا شکریہ اب میں ملتی ہوں۔ آپ ایک مشرف انسان ہیں۔ انسانوں کے ساتھ ایک مسکوک کیا جاتا ہے یہ آپ جانتے ہیں؟ میرے ہاتھ میں کسی سے مذکرہ مذکور، میں شکر گزار ہوں گی۔“ اس نے اور جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اس موضوع پر نہیں کرنا چاہتی۔

”مجھ سے غدت! صرف ایک بات سنتی جائیے گا لوگوں کے درمیان تنہا محسوس کریں یا کچھ کہنے کو چاہیے مجھے یا کہ اسے میرے ہاتھ میں جڑ کر کچھ کہیں۔ اس مڑ کر دیکھا، میری بات غرضی اور مجھ دشتوں کی آڑ میں ہوئی آئی

بڑھ گئی۔

دوسرے دن صبح صاحب نے مجھے میری فون کیا۔ ”میں صاف کرنا اب یہ معیبت تو تھا لگے گے پڑھی گئی ہے۔ صل سکتے ہو مجھ سے...“
”ماضی نہ ہوا ہوں!“ میں نے کہا۔ اور صبح صاحب کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔
”تم نے اپنی نئی ذمہ داری سنبھالی؟“
”جی ہاں!“
”جائزہ لیا پوڑھے بابا کا...؟“
”ابھی اس کا موقع نہیں مل سکا۔“

”میری خواہش ہے کہ تم اس کا خود جائزہ لو۔ اس کے بارے میں اعزازہ لگا دو کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ بس غزال! اب سب کچھ میرے لیے بہت اہم ہے۔ پوڑھے بابا کی زندگی، اس کی صحت، اس کی یادداشت کی واپسی، یہ سب کچھ۔ اور منو تم اس سلسلے میں کھلنے میں نہیں رہو گے تمہیں اس سے کافی فائدے بھی ہوں گے۔ میں جانتا ہوں تم محسن کے دوست ہو۔ طلب علمی کی زندگی کی دوسری بات تھی۔ لیکن اس دنیائے تمہیں پہنچنے والی ہے۔ تم ایک مقصد لے کر میدان عمل میں نکلے ہو۔ میں تمہارے اس مقصد کی تکمیل کا ذریعہ بنوں گا۔ میں تمہارے سامنے کچھ ایسے منصوبے پیش کروں گا جس کے ذریعہ تمہیں اپنی منزل تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ میں تمہیں پوری نہیں دے رہا ہوں، لیکن کچھ کام کو پوری جیتے ہیں۔ تم میرے لیے کچھ کرو، میں تمہارے لیے کچھ کروں گا۔ اور یہ تمہارے درمیان ایک ملازم ہے گا۔ ایک مکمل ملازم جس سے محسن یا کوئی بھی طاقت نہ ہو۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا؟“

”جی ہاں صبح صاحب! آپ نے دینا دیکھی ہے۔ یہ بھی مجھے یقین ہے کہ اپنی زندگی میں آپ کا ماضی ایسے میٹھا روکوں سے بڑا ہو گا جس کے ذہن کی گہرائیوں میں جھانک کر آپ نے ان کی شخصیت کو پہچانا ہو گا۔ میں جانتا ہوں کہ محسن کے دوست کی حیثیت بھی برقرار رکھوں اور آپ کا احترام اس طرح کروں جس طرح محسن کرتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کو اپنی شناخت کی زور سے بیان چاہتا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں آپ کو اپنے ہاتھ میں بنا دوں۔ میرے والد نے دو تندرست نہیں تھے کہ میں ان کے دے دے میں اس کا رخا نہ لگا سکتا لیکن پھر میرا سحر آتا تھا کہ میں مزہر محنت کے زندگیش سے گزار دیا۔ میرے بھائیوں نے جو کچھ کیا ہے سچا نہیں کیا۔ لیکن میں نے اطمینان لاس کرنا تھا کہ ان کے ارادے مستحق کی خوش حالی میں چل چلا صبح صاحب میں ذہن مادیوں پر غلامت غفلت نہیں ہوں۔ دولت کا

خواہش مندوں، لیکن اپنی شخصیت کی قیمت پر نہیں بہت رہتا کہ آپ مجھے اٹھاؤں گے کہ مجھ سے کام لیتے۔ میں اپنی ذہنی کیفیت بھی بیان کروں۔ اگر میری دلچسپیاں اسی طرح بڑھتی رہیں تو ممکن ہے کہ میں حقیقت کی تلاش میں خود سفر شروع کر دوں۔“
صبح صاحب کے ہر سے کانگ بدل گیا۔ وہ مانی فلان لگا کر سے مجھے دیکھتے تھے۔ پھر اٹھوں کپڑے پہنیں میں نے محسن کے کہنے پر اپنے پاس نہیں لکھا تھا غزال!۔ اگر تم میری نگاہ انتخاب کی کوئی حقیقت سمجھتے ہو تو میری بات پر یقین کر لو کہ مجھے تمہاری شخصیت کے جوہر نظر آتے تھے۔ اور میں، دادر کی ذمہ داریاں بھی میں نے نہیں بدلے جو تین سہین۔ دادر کی جگہ کوئی اور یہاں آسکتا تھا۔ میں اگر تم سے کوئی خواہ محسوس کرنا تو صاف کرنا نہیں اپنے گھر سے ہٹا سکتا تھا، اس لیے مجھ کو اسے معذرت کی جا سکتی تھی۔ میں نے یہ سب کچھ نہیں کیا تا اس کی وجہ ضرور ہوگی۔ میں مزہر تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ بخدا اس انگلش میں مجھے ایک بات سب سے دلچسپ محسوس ہوتی ہے۔ ”صبح صاحب چند لمحوں سے مجھے دیکھتے تھے پھر بولے: ”مجھے پوکوشی بات؟“
”جی نہیں!“ میں نے جواب دیا۔

”حقیقت کی تلاش والی بات۔ میں کسی قیمت پر تمہیں ان باتوں سے آگاہ نہیں کروں گا، جو میرے ذہن میں ہیں۔ البتہ میں تمہیں رحمت دیتا ہوں کہ اپنی دلچسپی بڑھا کر حقیقت تلاش کر دو یہ میری طرف سے بیخبر ہے۔“

میرے ہرٹوں پر سکوت پھیل گیا۔ میں نے کہا: ”امدادان راستہ میں اگر کوئی گفتنی ہوئی تو؟“
”میں تمہاری ہر گستاخی کو بیگانگی سمجھتا ہوں۔“
”اگر کوئی ذمہ آپ کے پودا لگنے کے فلاح اٹھ گیا۔“
”وہ بھی صاف ہے۔ تم چاہو تو میں تمہیں لکھ کر دے سکتا ہوں۔“
”بہتر ہے صبح صاحب! میں نے سائے دانستوں پر کبھی سفر نہیں کیا۔ لیکن زندگی کا یہ رخ بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ بہت سی باتیں ذہن میں ہیں۔ لیکن آپ کا کوئی سہارا قبول نہیں کروں گا۔ آپ کے اس فراخ اندازہ رویے کے لیے شکر ہے اور کرتا ہوں۔“
”یہ ایک دوستانہ بیخبر ہے غزال! اس کے لیے کچھ باتیں تمہیں ضرور دہانی پڑیں گی۔“
”وہ کیا بات؟“
”مالی پیش میں تمہیں کر سکتا ہوں۔ جو کچھ کرو گے اس میں انراجات میرے ہوں گے۔ اس کے علاوہ کوئی تلافی لیکن پیش ہو تو میری مدد لے سکتے ہو۔“
”مزہر شکر ہے! میں نے کہا اور صبح صاحب سے اجازت

لے کر ہم نکل گیا جن صاحب سے کھلی کربات ہوئی تھی اس لیے ذہن کچھ لگا محو سر ہو رہا تھا بہت سی نئی باتیں سمجھنے اور سوچنے کا موقع ملتا تھا۔ جن صاحب اگر مجرم ہوتے تو اتنے کھلی کربات نہ کرتے۔

سینک ڈاکٹر ملنے والی آفت میں اس کے ضروری کام نہ ہونے لگا۔ کاروباری اور سے فطرت پرستان سب نے تھا ہذا ذہن سے ماری یا قیام جملہ کران میں مصروف ہو گیا۔ وہ لوگ تک شدید مصروف رہا۔ فراغت ملی تو چائے منگایا اور اس کے پھرنے پھرنے کو سوت لیتے رہنے جن صاحب سے ہونے والی کشمکش پر غور کرنے لگا۔

جن صاحب کی یہ پیش کش ہے منی نہیں تھی۔ وہاں جو کس ہو تھا جیسے وہ بھی راستے میں ہوں اور کسی بھی طرح منزل کو یا نا چاہتے ہوں۔ وہ بوڑھے بابا کو کہاں سے لائے؟ قدرت کیاں سے آئی؟ وہ اردو سمجھ سکتی تھی لیکن دعائی سے بول نہیں سکتی تھی۔ اس کے ضد مخالف ہی مقامی نہیں تھے۔ وقتاً میں چونک پڑا یہ بات درحقیقت قابل غور تھی۔ وہ دیوبند کے کسی ملک کی باشندہ بھی نہیں معلوم ہوتی تھی مگر انگلی بہت دعائی سے بول سکتی تھی۔ یہ اور اس قسم کے بہت مسالمت الیحا سے ہے۔ منزل کا علم نہ تھا اور نشانیں متزل بھی سلانے نہ تھا۔

ٹھیک ہے جن صاحب آپ کا تبلیغ قبول۔ میں ہاتا تھا اس جیل کو قبول کرنے کے نتیجے میں جن منزلوں کے لیے سفر کا آغاز کیا تھا۔ وہ بہت دور رہ جائیں گی۔ اور میں ان سے بہت دور نکل جاؤں گا۔ اور نہ ہانے اس سفر کا انجام کیا ہو؟ لیکن اب تو سمجھنے ہو جسے کی گھڑی نکل چکی تھی۔

گھڑی میں وقت دیکھا، تین بجے تھے۔ ایک خیال کے تحت ٹیلی فون ڈاکٹر کی پوزی اٹھائی اور اس کی درجہ گمانی کرنے لگا۔ دعائی ڈاکٹر کو کہتے دیکھ کر اٹھ گیا ہے تو اتنے پھر ڈاکٹر ناروق غزنوی کے نام پر لگا۔ ہم گئی ان کے تبرکات لے کے دوسری طرف سے فن لینڈ کو گیا۔

غزنوی کی ایک "ایک ایپائنٹڈ جیلے آج مل سکتا ہے" "آپ سات بجے مل سکتے ہیں۔" "براہ کرم نام نوٹ کر لیجیے، فاضل نقوی" "میں نے فوری طور پر ذہن پر آنے والا نام دہرا دیا۔" "آپ سات بجے تشریف لے آئیے۔" جواب ملا اور میں نے

فون بند کر دیا۔ میں یا پڑنے کے دفتر سے نکل آیا، گھر نہیں مانا جاتا تھا وہاں تھوڑے گئے پرستی تھی۔ جن مل سکتا تھا۔ چنانچہ میں بنگ اسکوائر چل پڑا۔ وہاں کی ایک عمارت میں میرا ایک دوست ناصر رہتا تھا۔

یونیورسٹی کے دور میں چند بار دبا گیا تھا۔ اچھے خوش اخلاق لوگ تھے۔ وہاں پہنچا تو ایک لڑکی نے دروازہ کھولا۔ "ناصر ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"غزالی جہانی... ایک منٹ!" لڑکی اندر بھاگ گئی۔ واپس آئی تو ناصر کی امتی اس کے ہواہر تھیں۔ "آؤ بیٹھا ڈراؤ۔" میں سلام کر کے اندر داخل ہو گیا۔ خاتون نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا، ناصر خیریت سے ہیں آتی؟

"ہاں بیٹے تمہیں اس کے بلے میں معلوم نہیں؟" "خیریت، کیا بات ہے؟" "اس کے ماروں نے اسے گنڈا لٹھرایا ہے۔ اسے وہاں ملازمت میں مل گئی ہے۔ وہ فیصلہ ہونے لگے ہوئے۔"

"اچھا!" اس کے چلے جانے کی قبر میں کچھ احساس ہو گیا۔ ناصر کی بہن غزالی میرے لیے چلے بنائی۔ میں نے انہیں اپنی ملازمت کے بارے میں بتا کر فون نمبر سے دیا اور پھر خدمت کے لیے یاد کرنے کی درخواست کی۔ اس کے بعد دو بارہ آگے کا وعدہ کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔ ٹھیک سات بجے میں ڈاکٹر غزنوی کے کونٹک پیج گیا۔ ڈاکٹر صاحب بھاری بھاری کیفیت کے مالک اور بہت تجربہ کا صاحب تھے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد میں نے غالبی تیشیاں ان کے سامنے رکھ دیں۔ ڈاکٹر صاحب ایسا دعوت کہہ کر ہونے کے کسی مریض کو جس پر کبھی کبھی اپنا ماضی یاد کرنے کی کوشش میں یا پگن کی کے دور سے بھی پڑتے ہوں اگر وہ دعائی کھلائی جا رہی ہوتی تو کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟

ڈاکٹر غزنوی نے دعاؤں کی تیشیاں اٹھا کر رکھیں۔ اور وہ "نہ ان پر غور کر لے اور پھر مجھے دیکھتے ہوئے بولے جس شخص نے یہ دعائی تجویز کی میں اسے فوراً پوسٹ کے حوالے کر دیتا ہاں یہ۔" "اوہ... گویا یہ..."

"جی ہاں ان دعاؤں کا انتخاب کسی معمولی ذہن کا کارنامہ نہیں معلوم ہوتا۔ اس میں سے تین دعائیں اس قسم کے دعا فی مرض کے لیے ایک مریض کی اس جو تھی دوا کا اشتراک پہلی دعاؤں کی تاثیر الٹ دیتا ہے اور اس اشتراک سے یہ تینوں دعائیں ضرور سنان جاتی ہیں۔ یہ تین دعائیں اس لیے استعمال لائی جاتی ہیں کہ ذہنی حالت درست ہو سکیں جو تھی دعاؤں کے اثرات ختم کر دیے۔ کیا فیاض مزہ ہوتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس طرح مریض بالکل ناؤت بھی نہیں ہوتا۔ اور اس کی کیفیت جوں کی توں رہتی ہے۔ دیگر مریضوں سے یہ سب کیا ہے؟"

"کچھ دعاؤں کے نام پیش خدمت ہیں براہ کرم ان کے بارے میں بھی بتا دیجیے!" میں نے کہا اور دوسری دعاؤں کے نام کا پرچہ

انہیں دے دیا۔ انہوں نے اسے فوراً دیکھا۔ "ہاں یہ درست دعائیں ہیں۔" "مشکر گزار ہوں ڈاکٹر صاحب! بس یہی زکمت وہی تھی آپ کو۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈاکٹر غزنوی خستہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہ گئے۔ میں نے فیس کا نوڈر یاد ار کے کارڈ لے لیا تھا۔ اس لیے اردو کی مسئلہ نہیں رہ گیا تھا۔ چندا پانچ میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ حیرت اور بھی ہی اعزاز تھا جس کی ایک ماہر سے تصدیق ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب پر بوڑھے بابا کی یادداشت کی واپسی نہیں چاہتا تھا۔ کیوں؟ کیا وہ جن صاحب کے ایثار پر ایسا کر رہا تھا؟

اس کے بعد میں گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شکر ہے آج وہاں کوئی ہنگامہ نہیں تھا۔ سب لوگ اندر کو تھی میں تھے۔ میں ایک کسی میں آگیا اگر وہاں سے خیرت پر بھی۔ اور پھر بوڑھے بابا کی طرف چل پڑا۔ اندر داخل ہوا تو ہدایت سے فطرت ہوئی۔ وہ آج کافی بدلتا نظر آ رہا تھا۔ مجھے سلام کیا اور بولا۔ "ڈاکٹر صاحب کا فون آیا تھا صاحب!" "کیا کہہ رہے تھے؟"

"پوچھ رہے تھے کہ دعاؤں خرید لائے؟ میں نے انہیں بتا دیا کہ خرید لایا ہوں۔ بولے کہ ان شیشیوں میں سے آدھی دعاؤں بیچیں۔ دو۔ اور دورانہ تمہاری پتھری چھینتے ہو۔ وہ دعاؤں بوڑھے بابا کو استعمال نہیں لگتی ہیں۔ پھر پوچھتے گئے کہ آپ نے اس دوران کیا کارروائی کی ہے؟"

"ہوں کیا جواب دیا کرتے؟" صاحب! اب میں آپ کا خادم ہوں۔ آپ یقین کر لیجیے یہ بات پر کہ اس حربہ بوڑھے کے ساتھ ہونے والی زیادتی سے میں فرخش نہیں تھا۔ مگر اپنے حالات سے مجبور تھا اور میرے ڈاکٹر صاحب مالک کے دوست و ماور فرزند۔ ان ساری چیزوں سے مل کر زبان بند کر دی تھی۔"

"میں سمجھتا ہوں ہدایت! ظاہر ہے بوڑھے سے بلایا تمہاری ذاتی دشمنی تو تھی نہیں۔" میں نے اس کی بات مختصر کرنی چاہی۔ "میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہ بتایا کہ آپ نے مجھے بوڑھے سے ہدایت لینے کی ہدایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس کی عموں کی کھیاں رکھا جائے۔ جب وہ بولے کہ آپ نے لائیں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں دعاؤں کے لیے میں کچھ نہیں پوچھا گیا۔"

"گور! اس کے علاوہ اور کچھ؟" "نہیں جناب بس یہ گفتگو ہوئی تھی۔" "بابا کیا کر رہا ہے؟" "کچھ نہیں۔ میں اس کے لیے کھانے کا بندوبست کر رہا تھا۔"

"تم اپنا کام کرو!" میں نے کہا اور اس کمرے میں داس نہ گیا جہاں بوڑھا بابا ایک آرام کرسی پر دروازہ تھا۔ اس کی انہیں بند تھیں ویسے وہ آج صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔ شاید ہدایت نے اسے غسل بھی کرایا تھا۔ میں ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اسے آواز دی تو اس نے چونک کر آٹھیں کھول دیں اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ گلا گھونے بہا نہیں۔ آواز پر چونک سکتا ہے۔ وہ مجھے دیکھتا رہا۔ آنکھوں میں غموں کی کیفیت تھی۔ لیکن نگاہ مجھ پر بھی ہوتی تھی۔ میں چند لمحات اسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑا اور وہ چونک پڑا اس کی آنکھوں میں خود کی کیفیت پیل ہو گئی۔ لیکن پھر میں نے اس کا بازو دیکھا۔ وہ سہلا مشرور ہو گیا۔ اور دفتر رفتہ رفتہ یہ کیفیت ناپی ہوئی تھی۔

آجی وہاں ہدایت کھانے کی ٹرے لیے ہوئے اندر گیا ماس نے ٹرے ایک میز پر رکھ دی اور بوڑھا ہلدی سے اٹھ گیا۔ میں پھر اپنی جگہ باقی تھا اور اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتا ماس سے چند باتوں کا اعزاز ہوا۔ شاید کہ اس کے کھانے کے انداز میں نفاذ تھی۔ اس وقت اس کے اندر دوا لگی کی کوئی کیفیت نہیں تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔ چند لمحوں کے بعد میں بھی باہر گیا۔ بوڑھا بابا ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا تھا۔ وہ گردن جھکاٹے ہوئے تھے۔

تقریباً آدھ گھنٹے میں وہاں رہا۔ ہدایت کو میں نے کچھ ہدایات دیں اور پھر نکل بیٹھی۔ آگیا یہاں پہنچا تو محسن میرا انتظار کر رہا تھا۔ "خوب! ایسے دیوانہ سں جی یہ اماں کیسے ہو گیا کہ یہی ہیں؟" میں نے اسے چھیڑا۔

"بہت بوڑھ کر دیا یا رسیکا رادی ہو۔" محسن نے بیزار سی کہا۔ "ہاں آفریجہ کے مسئلے میں واقعی مدد ہوں۔" "اماں تم کوئی ترکیب نہیں کر سکتے صرف کاروبار ہی ہو کر رہ گئے ہو۔" محسن جھکا کر بولا۔ "بتاؤ دوست... کیا ترکیب کروں۔" "کوئی چیکر ملو۔۔۔ ویسے بھی اب تو میں چلتا ہوں۔ اپنا اچھا بڑا سمجھنے لگا ہوں۔ گھر میں ایک چاندنی ہوا جلمے تو کیا ہوتے ہیں؟" "عزیز ہم یہ نوکر رہا ہوں آج کل۔" "ناک کر رہے ہو۔ تمہارے اندر تو عشق کے جراثیم ہی نہیں ہیں دوسروں کے لیے یہ کچھ کر کے عاقبت سدا ہو۔" "یقین نہیں آتا میری بات پر؟" "نہاں آپ کی مصروفیات میرے علم میں ہیں۔ تمہا خواہ کے جھکے بل لیے ہیں۔ یا تمہیں اپنا مستقبل بنانا ہے یا رکھا ہے"

سے کیا مصلحت ہو گی؟
ڈیزیز کی جگہ میں!

”مکن مصروفیات کی بات کر رہے ہو؟“
”یہ والد کی دوست کیوں شہنشاہ لی آپ نے؟“
”تمہاری دہر سے!“
”کیا؟“

”جنگ بگڑ رہی ہیں۔ خود کروشن صاحب کی زیادہ سے زیادہ
توجہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ ڈراما سب سے لگھی ہو جائے۔
موتی لے رہے ہیں تمہاری شادی کا مسئلہ چھوڑ دوں گا۔“
”عمن مجھے گھڑ تارا پھر تڑ بنا کر بولا۔ جو اس کہہ رہے ہو۔
یہ سوچا بھی نہ ہو گا تم نے۔ یا میں سنجیدہ ہوں۔ اگر فریج باب کی
ملکیت نہ ہو تو جا سکتی تھی اتنے دنوں کے لیے میں تاشد یہ بورد ہورہا
ہوں!“

”یقین کرو عن! میں یہ کام کر کے کھاؤں گا۔“
”وہ خود بھی بورد ہورہی ہے تو ن کی تعلق مجھے۔ اور ہاں ہمارے
بھی ہندو۔ یا پھر کرواکم از کوئی ترکیب کر کے لے کر آجی ہو۔“
”میں کوشش کروں گا۔“ میں نے کہا۔

”کب؟“
”کل ہی ہمارے بات کروں گا۔ ویسے عن ایک بات بنا دو اور
جیسے کسی شخص سے بیان پہچان ہے؟“
”کیوں! اخوا کر اؤنگے اے؟“ عن نے پوچھا۔
”سنجیدگی سے بتاؤ۔ یا میرا ایک کام ہے۔“
”ہنیں بھائی! مادہ حار سے ماہدولت کو کوئی پوچھی نہیں رہی۔
ہم شہر سے نفاست پسند انسان بھلا... مگر ٹھیکہ... اپنا قادر یاد
ہے تمہیں؟“

”کون قادر؟“
”وہی گیتا جو ایکشن کے چٹکے بھی لیا کرتا تھا۔“ عن نے
کہا اور مجھے نادمہ یاد آ گیا۔ جو نیو سٹی کا سب سے نیچا تو جوان تھا جو
صرف پاؤں کی پراستقامت پاس کرتا تھا۔ اور پھر بند ہونے دن
کہیں نہ کہیں سے ٹوٹ چھوٹ جاتا تھا۔ اسے ہاں یاد آ گیا۔ میں
نے بے ساختہ کہا۔
”والین روڈ پر ایک ہوٹل قائم کر کے موصوف نے بیروین
جوئے قائم بھی ہونے لیں۔ ویسے جو نیو سٹی کے دوستوں سے بہت
اچھی طرح فٹ ہے۔“
”گڈ... جیسے رہو... کام کی بات بتائی ہے۔ والین روڈ پر
کس طرف ہے یہ ہوٹل؟“
”اسے میاں ہوٹل القادر یا مکمل چوراہے پر واقع ہے۔ مگر
تقسیم کیا ہے؟“ عن نے فوراً سے مجھے دیکھا۔

بوڑھے بابا کو فرانس سے واپس پر اپنے ساتھ لے گئے تھے ماخلف نے کہا
تھا کہ وہ جارا اور کا ایک حریف ہے اور یہاں کچھ ڈیڑھی نے اسے کوئی
کے اندر دل سے میں بندھ گیا اس کے بعد پرانی کوئی اور اس پر خوف
کر دیا گیا اور اسے وہاں منتقل کر دیا گیا۔ غالباً پوچھتے ہی دن داور یہاں
آ گیا اور اس نے یہاں کا نظام سنبھال لیا۔ ڈیڑھی سے اس بوڑھے
بابا کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا تو انھوں نے اپنی قدرت کے خلف
اتہاں کی سخت لہجے میں سب کو ہدایت کی کہ بوڑھے بابا کے منسلک میں
کوئی چھان بین نہ کی جائے اور یہ بھی کہ واد کے معاملات میں کوئی
مداخلت نہ کی جائے۔ پہلی بار جب بوڑھا بابا جاننے کے عالم میں باہر
نکلنا تو دلور نے ہر سرعام اس کی پٹائی کی۔ فضل خان جو کبھی لارے جب
داور کو روکا تو اس نے فضل خان کو جلا تو مارا۔ ڈیڑھی نے فضل خان
کو پانچ ہزار روپے دے کر جس کی بھیجی کر دی۔ اور ایک بار پھر سب
کو جمع کر کے پڑ کے انداز میں حکم دیا کہ پرانی کوئی میں جو کچھ بھی سب
اپنے کان اور آنکھیں بند رکھیں اس سلسلے میں تم سے تھر ڈراما
بھگڑا بھی ہوا سیکھن ڈیڑھی سنجیدہ تھے۔ پھر ہم لوگوں نے دست
بندی دی۔ اس سلسلے میں تمی کا کہنا ہے کہ عزیز مال بات غلط ہے کہ بچہ
تمی اور ڈیڑھی دونوں ایک ہی خاندان کے ہیں۔ اور اگر بوڑھا جارا اور
کارشتہ دار ہوتا تو تمی اس کے بارے میں جانتی ہوتی۔

”اس کے باوجود تمہیں تو روم ہو گا؟“
”ہاں! سیکھن بہت نہیں پڑی۔ اور پھر سب مادی ہو گئے“
”کیا تم مجھے حسن صاحب کی بچھلی زندگی کے بارے میں کچھ
بتا سکتے ہو؟“
”باہن! صاف مستحقری۔ جا ملاد اور دولت کے میں علی ستمی چند
کارہ اور بھی تھے۔ ڈیڑھی نے ان میں اضافہ ہی کیا۔ غیر ملک میں بھی
انھوں نے کافی ہاتھ پاؤں پھیل رکھے ہیں۔“
”بوڑھے بابا کے یہاں آنے کے بعد وہ ملک سے باہر گئے؟“
”کئی بار!“
”ان کی فریج ہو گی میں بوڑھے بابا کو کیا پوزیشن رہی۔“
”داور سنبھالے رہا۔“
”ابھا عن! اندر کے بارے میں تو کچھ بتاؤ۔“ میں نے کہا
”میں نے اسے جو تک پڑا چند لمحات وہ مجھ سے ہی لگا ہوں سے مجھے دکھاتا
پھر آہستہ سے بولا کہ قدرت کا ان معاملات سے کیا تعلق، عن کے
بلے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے مجھے اہتمام کے ساتھ بتاؤ۔“
”لو... یہ تو ان ہی معاملہ ہو گیا۔ میں کیا بتاؤں تمہیں۔ ڈیڑھی کا
نہی ہے۔ میں ہر بات عن ظفر رکھنا چاہتا تھا اس
نے جب یہ ذمہ داریاں تمہیں سونپی ہیں تو کچھ تو بتایا ہی ہو گا۔ یہاں جو چیز
میں اس کے بعد تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا عن! مجھے عجیب نظر آتی ہے، میں اس کے بارے میں معلوم کر لینا
میں نے سر د لہجے میں کہا۔
”اقرہ! ہندی انسان میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ ڈیڑھی اس

فریج بھائی کے والدین پر دباؤ ڈالنا ہے۔ آخر کیا مجھے رکھا
ہے انھوں نے۔ تم مجھے جاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“
”مت ہی بولو! سب سمجھتا ہوں۔ واد کا بچہ ہو گا کیوں حبیبت
میں گرفتار ہو رہے ہو غزال! زندگی حسن قدر مگھوں سے پاک ہے
بہتر ہے۔ فتنے کسی کے نہیں ہوتے، مجھے تو اب تمہاری طرف سے
تشویش ہو گی ہے!“

”کیوں؟“
”بوڑھے بابا کے انچارج میں گئے ہو۔ کیوں سہ کھپا ہے
ہو پھیلے تو یار تم ان پکڑوں کے آدمی نہیں تھے!“
”فتن ہے اس وقت میں ادراہ ہیں۔ اب میں ایک فرزند
انسان ہوں دولت کا کافی ہے مجھے۔“ میں نے کہا اور عن چونک کر
مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا ”تو کیا واقعی ایسی کوئی بات ہے غزال!۔ یار
یہ سارے جھگڑے بہت خزانہ ہو گئے ہیں۔ ہم تو ڈیڑھی کے لیے
ہی دعا کرتے تھے اب تم بھی اس جالی میں پھنس رہے ہو۔ میں بھی
کیا غزال! مجھے تو اب بھی تھا صرف مجھے ہی نہیں تو میرا دل بھی کوی
تعب آتھا مجھے تو اسی وقت خواہ مخواہ اس پر اتھا جب پہلی بار
نے واد کی پٹائی کی تھی۔ ڈیڑھی نے نہایت سختی سے فیصلہ کیا تھا کہ
بھی اس بوڑھے کے منسلک میں نہ پڑے۔ یہ میرا حکم ہے۔ پچھ
ڈیڑھی دلور جیسے غریبے کو برہم داشت کرتے ہے۔ جو تعلق اس قابا
نہیں تھا کہ اسے کوئی کوئی کے سامنے میں بھی داخل ہونے دیا جائے
تم نے واد کو مارا تو پہلے تو ڈیڑھی حیران ہوئے۔ پھر میں محسوس
ہیے انھوں نے اس بات کو نفوا انداز کر دیا ہو۔ دوسری بار تم
نے واد کا حلیہ بگاڑا۔ میرا خیال تھا کہ اب میں بھی تمہاری کوئی
مدد نہیں کر سکتا کیونکہ معلوم ہوا کہ ڈیڑھی نے تمہیں بوڑھے بابا
کی ذمہ داریاں سونپی دیں۔ غزال! یہ مسئلہ بہت عرصے سے دوڑ رہا
بنا ہوا ہے۔ کیا تم مجھے بھی کچھ نہیں بتاؤ گے۔ کیا ہے یہ سب کچھ؟
”تم میرے دوست ہو عن! اس سیکھن میرے عن۔ تم اس
بات پر یقین رکھتے ہو گے کہ میں تمہارے قاتلان کا بدخواہ بھی نہیں
بن سکتا۔ اپنا خاندان چھوڑ چکا ہوں دوست ادراہ اس گھر کو ہی
سب کچھ سمجھتا ہوں۔ جو کچھ معلوم ہے ضرور بتاؤں گا وقت آنے کے
سے اب یہ بات نکل ہی آتی ہے تو زبان بند نہیں رکھ سکتا اس
بلے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے مجھے اہتمام کے ساتھ بتاؤ۔“
”لو... یہ تو ان ہی معاملہ ہو گیا۔ میں کیا بتاؤں تمہیں۔ ڈیڑھی کا
نہی ہے۔ میں ہر بات عن ظفر رکھنا چاہتا تھا اس
نے جب یہ ذمہ داریاں تمہیں سونپی ہیں تو کچھ تو بتایا ہی ہو گا۔ یہاں جو چیز
میں اس کے بعد تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا عن! مجھے عجیب نظر آتی ہے، میں اس کے بارے میں معلوم کر لینا
میں نے سر د لہجے میں کہا۔
”اقرہ! ہندی انسان میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ ڈیڑھی اس

”فلسفے کے بلے میں تمہیں کب سے پرا غزال۔“
”سیدھی سی بات ہے عن۔ وہی ہاں سب سے مختلف ہے۔
تہرے رائے گھاس نہیں ڈالتی۔ اس کی شکل و صورت یہاں کسی سے نہیں
لٹی۔ اور پھر اس کا بھید چھو۔“
”ہاں غزال! قدرت ہم میں سے نہیں ہے۔ اُسے بھی ڈیڑھی
ہی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ قدرت ان کی بیٹی
کے مانند ہے۔ اس سے محبت کی جلتے۔ اس کی عزت کی جلتے۔ ابتدا
میں تو کسی کو احساس نہیں ہوا کیونکہ ڈیڑھی نے جس طرح اس سے
لگاؤ کا اظہار کیا اس نے تمی کو شہبے میں ڈال دیا۔ ویسے اب یہ
احساس ہم میں سے ہر کسی کے ذہن میں موجود ہے کہ... کہ قدرت
ڈیڑھی ہی کی اولاد ہے!“
”اے اے! یہ صرف شہبہ ہے یا اس کی تصدیق بھی ہوئی ہے؟“
”تصدیق ہو گئی ہے!“
”کس طرح؟“
”اس احساس کے بعد گھر کے لوگوں کا قدرت سے بہتر
رویہ نہیں رہا تھا۔ ڈیڑھی اسے جو محسوس کر رہے تھے۔ انھوں نے
تمی سے بات کی اور تمی بیٹھ پڑیں۔ تب ڈیڑھی نے فتنے کے عالم
میں کہا کہ قدرت میری بیٹی ہے اور کسی کو مجھ پر تنقید کرنے کا کوئی
حق نہیں ہے!“
”خوب؟“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ یہ تصدیق تو نہیں
ہوئی عن۔ لیکن ہے یہ صرف فتنے کے الفاظ ہوں۔ تم لوگوں میں
سے کسی نے قدرت سے بات نہیں کی۔“
”نہ تم خود بھی بہت لیے دیے رہتے تھے۔ بڑی شکل سے
ہم اسے دوسروں کو دریاں لہتے ہیں ورنہ وہ تنہائی پسند ہے۔
زیادہ دیر کسی کے ساتھ ہونے سے گھبرا جاتی ہے۔“
”گیا اس سے زیادہ اس کے بارے میں بھی کسی کو کچھ معلوم
نہیں؟“
”ہاں ہیں۔ معاملہ ڈیڑھی کا تھا۔ انھوں نے اعتراف کر لیا۔ ہم کیا
کرتے، بس خاموش ہو گئے۔“
”عن ڈیڑھی ان واقعات کے بعد حسن صاحب کے اندر کوئی
تبدیلی آئی۔ کوئی ایسی کیفیت پیدا ہوئی جو تمہارے لیے اجنبی ہو۔“
”نہیں کوئی خاص بات نہیں۔“
”اب میں تمہاری توجہ تمہارے چند الفاظ کی جانب مبذول کرانا
چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔
”مثلاً؟“
”تم نے کہا تھا کہ ایسا کسی کوئی بات ہے غزال!۔ یار یہ سارے
بھگڑا بہت خزانہ ہو گئے ہیں۔ ہم تو ڈیڑھی ہی کے لیے دعا کرتے

تھے... "
حسن بیک سے انداز میں مسکرایا۔ زراعت کی تعلیم کا انتخاب
تھا۔ اس لیے غلط تھا۔ اعلیٰ تھیں تو اس کا لیتا ڈیڑھا بار گزرا
کی تربیت یعنی پالیسی تھی۔"

"موضوع سے نہ ہو حسن! یہ نہیں ہے تو کا۔
"بوڑھے بابا کی آمد کے بعد سے ڈیڑھی میں کچھ تبدیلیاں دیکھی
گئیں۔ دورانِ تعلیم اور عالمِ فوجانی میں ان کے شوق اور دلچسپیاں کچھ
بھی ہوں۔ لیکن کاروباری زندگی میں وہ صحت کاروباری تھے۔
بزنس سے متعلق ڈیڑھ گزرا ان کے پاس دیکھا گیا تھا۔ لیکن اور کوئی
کتاب وغیرہ نہیں۔ لیکن اس بات کی ایک ذائقہ و تیرہ رہا ہے جس میں
تو یہ فوائد سے متعلق کتابیں۔ وہ فیروز سے متعلق داستانیں ایساں
کے سفر نامے اور پلاسٹرز زمین کے متعلق کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ
موجود ہے۔ اکثر ذرا توں کو ان کی اسس ڈائری میں روشنی دیکھی جاتی
ہے!"

حسن کا یہ افکاشات سب سے زیادہ دلچسپ
دینے والا تھا۔ نواذرات سے متعلق کتابیں اور بیانیوں
اور سیراتوں کا ڈیڑھ گزرا ان کی کہانیاں ایک خاص سمت اشارہ
کرتی تھیں اور اگر اس پر غور کیا جاتا تو بوڑھے بابا کی شخصیت
کسی قدر نمایاں ہونے لگتی تھی۔ اس کا پاگل پن اور حسن صاحب
کا یہ کہنا کہ اس کے ذہن میں کچھ پوشیدہ ہے، سارے بائیں ایک
دلیل رکھتی تھیں اور ان خطوط پر سوچا جا سکتا تھا۔

انسان کی ذہنی خواہش دولت کے انبار کا ہے۔ لیکن
سے حسن صاحب بھی اسی حیوانی خواہش میں گرفتار رہے، حسن
سے کچھ اور بوجھ بانی نہیں رہا تھا۔ آج بھینس گیا تھا ہے چارہ
اور اسے یہ سب کچھ ان پر اترا تھا۔ لیکن میرے لیے اس نے کئی کام
کی باتیں کی تھیں۔ اس نے میری شکل دیکھ کر منہ نہ کھرتے ہوئے کہا
"تم بھی بہت اونچی کھڑی ہو۔ یہاں تو تم داستان دو دو لے کر آئے
تھے سو جا کر تم کچھ دو کرو گے۔ تم نے اٹا ہی کچھ چلا دیا۔ اب
فرمائیے خادم کے لیے کیا حکم ہے۔"

"اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے حسن یہ سب کچھ موت
کے ساتھ ساتھ ہو گا اور فریجی بجالی آ کر آئے دن وہاں رہیں گی
فیوڈر قابو رکھنا ضروری ہے۔"

فرصت ہے۔ اس قسم کے معاملات میں انسان عیب تیل ہی میں
گرتا رہتا ہے۔ طاقا کچھ نہیں ہے۔"
میں نے حسن کا شانہ پتھرا یا اور آہستہ سے کہا "اگر حالات
پر کچھ واقعی کوئی اختیار ہو تو تم انسان رکھو میں حسن صاحب
کو بھیج رہا ہوں۔ اس کے لئے کوشش کروں گا۔"

"اب چلتا ہوں بہت دیر ہو گئی۔" حسن نے کہا اور میں نے
اسے دوڑاتے ہوئے دیکھا کہ رخصت کیا۔ اس کے جملے کے بعد
میرے ذہن پر خیالات کی بلیاں ہو گئی۔
دل کے انتہائی گوشوں میں ایک خواہش آہستہ آہستہ جاگ
رہی تھی کہ واقعی کوئی ایسا معاملہ ہے تو میرے لیے بھی تو ایسا
دیکھیں ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں جو ایسے ہونے کو اور
ساتھ میں ان کی کیا حیثیت ہے۔ قدرت صرف انسانی ہمدردی
کے طور پر بولتے ہیں۔ اسے دیکھیں رکھتے ہیں پھر اور بھی ہے
حسن صاحب نے جھانکا اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ شخص

کی بیٹی ہے۔ اور ڈاکٹر طاہر علی تھا جو پنا کھیل کھیل رہا تھا۔ وہ
کھیل کھیل تھا؟ بوڑھے کے ذہن کو اس حالت میں برقرار رکھنے
کی کوششوں کا مطلب تو کیا تھا؟ ویسے یہ اندازہ تو مجھے ہو چکا تھا۔
کہ ڈاکٹر طاہر علی کا کھیل حسن صاحب کے کھیل سے مختلف ہے۔
حسن صاحب نے ڈاکٹر طاہر علی کو قید خانہ میں لے کر منتقل کیا ہوا
کہ وہ بوڑھے کی یادداشت واپس لانے میں معاون ثابت ہوا اور
بات کے امکانات بھی قوی تھے کہ بوڑھے بابا کو ہسپتال میں نہیں
داخل کیا گیا تھا تو وہ اس لیے کہ کوئی اور اس کی ذہنی کیفیت سے
واقف نہ ہو سکے۔ لیکن ڈاکٹر طاہر علی کسی اور ہی سلاش کے تحت
بوڑھے کو وہ دواؤں استعمال کر رہا تھا۔ اگر حسن صاحب بھی اس
معاملے میں براہ راست شریک ہوتے تو پھر وہ مجھے یہ پہنچانے نہ کرتے
ان کے حلینے کا مقصد میری ہی سمجھ میں آ گیا تھا۔ ان کی گفتگو میں
تھی، لیکن وہ مجھے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتے تھے کہ میں بوڑھے
کو اس کی اصل حالت پر واپس لانے کی کوشش کروں اور جب
ایسا ہو جائے تو وہ مجھے ایک بہتر مستقبل کی روشنی دکھا کر اپنے
معاملات میں شریک بنا سکیں۔ بہر طور چھوٹے چھوٹے واقعات
سے یہ داستان بہر طور ہوتی جا رہی تھی اور مجھے بہت کوج
کر مزید کاروائیاں کرنی تھیں۔

ڈاکٹر طاہر علی سے ملاقات کے خاصا وقت گزرتا تھا۔
خدا تھا کہ ان سے دوسری ملاقات ضروری ہے۔ ویسے اس
گفتگو کے بعد انہوں نے اب تک جس کھیل کا نظارہ کیا تھا
وہ اس لیے تھا کہ ہمارے کے ذریعے وہ میری کاروائیوں کا کچھ نہیں بتایا۔
پھر آپ ہی سنے ہیں ایک ایک دعوت دی تھی ہا، لیکن

تھی۔ ہدایت کے بارے میں بظاہر میں یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ مقبوضا
بہت پر بڑھا کھٹا مفلوک انسان آدمی ہے اور ڈاکٹر طاہر علی کی طرف
سے ملنے والی رقم نے اسے ڈاکٹر کا غلام بنا رکھا تھا لیکن اس پر یہ
رقم میری طرف سے گئی ہوگی تھی تو پھر اسے کیا ضرورت تھی کہ ڈاکٹر
طاہر علی کا آڈے کار بنا رہے ہاں۔ یہ ہو سکتا تھا کہ میری ہدایت پر
عمل کرنے ہوئے وہ ڈاکٹر طاہر علی کو اطلاعات فراہم کر رہا ہے اور
ان سے بھی دو روپے ماہوار وصول کر لے۔ اس پر مجھے کوئی
اعراض نہیں تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میری میں بوڑھے بابا کے
عمل تحفظ کے لیے کچھ اور بھی کرنا چاہتا تھا۔ یہ میری خوش بخشی
تھی کہ حسن سے ایک ایسے شہناسا کے بارے میں معلوم ہو گیا
تھا جو بوڑھے میں بہا سے ساتھ رہ چکا تھا اور اس سلسلے میں
کام آسکتا تھا۔

میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں جلد از جلد قدر سے ملاقات کر لیا
گا تاکہ دوسرا رخ بھی مضبوط ہو سکے اور کم از کم ایسے چیز کی میرے
ساتھ شامل ہو جائیں جو ضرورت پڑنے پر ذرا مختلف قسم کی کاروائیاں
بھی انجام دے سکیں۔ یہ آخر کی فیصلہ تھا اس کے بعد میری ذہن
غیر میں ڈوب گیا۔

دفتر میں وہ دن بیسویں گزرا، حسن صاحب نے بھی
مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور تو میں ان
کے پاس بغیر ضرورت کبھی نہیں جاتا تھا۔ کاروباری کاروائیاں
معمول کے مطابق جاری رہیں۔ کچھ نئے کام بھی کیے گئے اور باقی
توغیرت کے تھے البتہ باقی نئے محکمے کام کچھ چھوڑ دیے گئے
اور وہ میں نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہما کو فون
کیا۔ اس سے پہلے میں اس سے بات کر سکتا تھا لیکن خطرہ
تھا۔ وہ میرے فون پر یقیناً جاذباتی ہو جاتی اور پھر دفتر کی کام چھوڑ
کر اس کے ساتھ وقت گزارنا پڑتا ہوتا تھا۔ میری
اڈان میں کرا چھل بڑی تھی "قوب۔ قوب یہ احساس باعث
مسرت ہے کہ جناب ہمیں یاد رکھتے ہیں۔"

"انظار کر رہا تھا ہاں تم کو فون کرو۔"

"میں دوست کچھ اتنا نہ قسم کی ضروریات تھیں میری
ایک دوست مصیبت میں گرفتار ہے اس کی مدد کرنی تھی ان
دوں۔"

آج تک اس کی تکمیل نہیں ہو سکی۔"
"اوه۔ صرف تمہاری مصروفیات کی بنا پر یہ کیوں نہ آج
ہی ڈیڑھی سے ملاقات ہو جائے۔"

"ہم نے نہ پہلے انکار کیا اور نہ اب اس کی اجازت کر سکتے
ہیں۔" میں نے بڑی اس سے یہ جملہ کہا۔
"تو پھر تم یوں کرو کہ ساڑھے بجے تک ہمیں آجاؤ۔ جلدی
بھی آجاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے گیس نہیں لڑا گئے۔ یہ بتاؤ کہ میں
سے بول رہے ہو؟" ہانس نے پوچھا۔

"دبتر ہے۔"

"باغیج کروں صحت ہو چکے ہیں اٹھو گے نہیں وہاں ہے؟"
"میں اٹھ ہی رہا تھا آپ کا خیال آیا تو سوچا کہ ٹیلیفون
کروں۔"

"بہت فواز شصت والا۔ فوراً تشریف لے آئیے
پتیا بوسے نا۔"

"ہاں کیوں نہیں؟"
"تو میں بصر ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" ہانس نے کہا اور
مزید کہ گفتگو کے بعد میں نے فون رکھ دیا۔

ساڑھے چھ بجے کا معاملہ دیکھا تھا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ
بلادہ اور دھڑکنا پتیا پتیا چاندھ کر باہر نکل آیا اور پھر ڈاکٹر
طاہر علی کی کوشش کی جانب چل پڑا طاہر علی کی کار کھانڈ میں موجود
نہیں تھی ایک اور کار کھڑی تھی جو فوراً ہی اس سوال کرتی تھی۔
ہانس نے دھڑکنا پتیا پتیا پتیا پتیا پتیا پتیا پتیا پتیا پتیا پتیا پتیا
ہانس میں بیٹوس تھی اور ڈیڑھی عرصہ قسم کی توڑی ہوئی تھی ہانس
نے داہنا در انداز میں مجھے خوش آمدید کہا اور ڈرائنگ روم کے
بجائے اپنی خواہگاہ میں لے گئی۔ یہ بہت زیادہ قربت کا اظہار
تھا۔ میرے باپ کی بیٹی کی خواہگاہ جس قدر حسین ہو سکتی ہے یہ
خواہگاہ اس سے بھی کہیں زیادہ دلکش تھی۔ وسیع و عریض کمرے
میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر موجود تھا۔ دیواروں پر حسین تصاویر
آویزاں تھیں۔ ہانس نے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا اور مسرتی
ٹانگوں سے دیکھی ہوئی بولی "بعض اوقات ذہن کچھ عجیب
سی الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا کیا
عمل تلاش کیا جائے۔"

"میں نے کہا تاہم تو دوست کے مہیا رہ کر منحصر ہے۔"

"تو صورت حال میرے جب غزال صاحب کہ میں اپنے ماضی سے خوفزدہ ہوں۔ یونیورسٹی کی زندگی میں خود بخود مجھے ایک دل پھینک لوٹی شہوگر کر دیا گیا تھا حلاکو حقیقت یہ نہیں تھی۔ نوجوانوں کو مزید اسی بنانے میں مجھے لطف آتا تھا اور بس۔ لیکن کہیں میرا ماضی مستقبل کے راستے میں رکاوٹ نہ بن جائے۔" ہمانے چٹک سے کہا وہ بڑا چہرہ بخیر دیکھ رہی تھی۔

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ماضی میں آپ کو جاننے والے میرے خیال میں آپ کے لیے اتنی بڑی رائے قائم نہیں کر سکتے۔ میرے اس جواب نے ہمارے چہرے پر کوروش کر دیا۔ اس نے مسرور بھیجے میں کہا نہیں میں ابھی بھی غزالی۔ یقین کرو بار بار ذہن میں یہ احساس پیدا ہوتا تھا کہ کہیں تم میرے بارے میں بڑی رائے تو نہیں رکھتے۔"

"ہمیں ہمارا ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر ایسا کچھ بتا تو کیا میں آپ سے اس قدر رابطہ برعصا کر سکتا تھا۔"

"بہت بہت شکریہ میرے دل کا یہ پوچھ بلانے کے تم نے میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے غزالی۔"

"ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں؟"

"میں آگے ہوں گے آج ان کا فٹ ڈے ہے۔ کسی دوست سے ملنے گئے ہیں شاید۔" ہمانے جواب دیا۔ اس کے بعد وہ مسلسل اچھا بھلا گفتگو کرتی رہی جس کا لہجہ لہجہ یہ تھا کہ بس میں اس کی زندگی میں شامل ہو چکا ہوں ادب راستے میں کوئی دیوار نہیں ہے۔ میں نہایت محتاط الفاظ میں اسے اس کی ان اٹھانہ باتوں کا جواب دیتا رہا چاہئے کہ ایک دو دو چلا اور دوسرے دور کے لیے ڈاکٹر صاحب کی والدیس کے بعد کا وقت طے ہوا۔

ہمارا اس بات پر غور تھا کہ میں رات کا کھانا بھی اس کے ساتھ ہی کھا کر کاٹوں بہر طور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ مرنے سے پہلے ڈاکٹر صاحب نے اعلان کیا کہ وہ میری والدیس آگے میری کار دیکھ کر یہ سمجھ گئے ہونگے کہ میں کہاں موجود ہوں۔ ایک ملازمہ نے ان کے آنے کی اطلاع دی اور ہم اچھے کھانا باہر نکل آئے۔ ہمانے ڈاکٹر صاحب سے میرا تعارف کر دیا اور انہوں نے بڑے پشیمان انداز میں یوں مجھ سے مصافحہ کیا جیسے اس سے پہلے مجھے جانتے بھی نہ ہوں۔ یہ بھی خاصی پرہیزگار بیٹھے تھے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے باہر لان پر بیٹھنے کی خواہش کی اور ملازموں کو لان پر مینجر کے میاں لگانے کی ہدایت کر دی گئی۔ لان پر چڑھ جاتے ہی وہ پہلے سے زیادہ پشیمان لگے تھے۔ ہمارے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے کوئی بات نہیں اور ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے سوالات کرنے سے باز رہے۔

کا احساس ہی نہیں ہوا پھر ڈاکٹر صاحب نے کہا کبھی ہاں بیٹے ہوں کچھ دیر تنہا پھوڑ دو۔ بعض باتیں بیٹیوں کی موجودگی میں نہیں کی جا سکتیں۔" ہمانے شرمیلے کی دلکاری کی اور اٹھ کر چلی گئی۔ میرے ہوشوں پر بے اختیار مسکرا کرٹ پھیل گئی۔ جسے میں نے مشکل دیا یا تاکہ ڈاکٹر صاحب نے اسے دیکھ لیں۔ ڈاکٹر صاحب نے باپ میں تمہارا کونجا اور پھر اسے لائٹر سے سلا کر گہرے گہرے کش لینے گئے۔ پھر انہوں نے آرام کر سہے لپٹ لگاتے ہوئے کہا "میں کو کبھی تمہارا ہاتھ۔" جینے میں ایک بار لوٹے یا باکو جانچ دینا ہوتا ہے۔"

میرے بدن میں ایک دم سرسراہٹ ہوئی میں جانتا تھا کہ یہ انجانگی کیسا ہوگا۔ لیکن اس وقت کچھ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی عقلمانی نگاہیں میرے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"صن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ ملے تھے۔ کہیں جانے کا پروگرام بنا رہے تھے؟"

"میرے علم میں نہیں ہے۔"

"پھر پورا اپنی باتیں کریں۔ ہمارے ہمارے بارے میں مزید گفتگو ہوئی ہے۔ میں نے اسے پہل ملاقات کے بارے میں نہیں بتایا۔ مجھے صاف دل سے بتاؤ غزالی تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔ ہمارے ہمارے تعریفیں کرتی تھی تو میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کوئی بہر و شب کا نوجوان ہوگا جو جنسی نسل کی شکریوں کے لیے پرکشش ہوتے ہیں لیکن تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ تم جیسے ذمہ دار نوجوان بزرگی طرح قابل اعتماد ہوتے ہیں۔ سماج کی کچھ اقدار کوئی ہی غزالی، لڑکیوں کے والدین زبان بند رکھتے ہیں اور دوسری طرف سے سب کشمکش کا انتظار کرتے ہیں لیکن اسے سب کچھ فرسودہ ہے۔ دل میں جو کچھ ہے اس کا اظہار کر دینے میں کیا حرج ہے۔ ہمارے ہمیں کس حد تک دلچسپی ہے؟"

"وہ میری یونیورسٹی کی دوست ہے۔"

"تمہاری نگاہ میں کس لڑکی ہے؟"

"بہت اچھی۔" میں نے جواب دیا۔

"اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے موجودہ حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔"

"مالی طور پر؟"

"جی ہاں۔ میں جس صاحب کا ملازم ہوں۔ ان کی تنگدستی میں رہتا ہوں۔ ہم دونوں کی حیثیت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"تمہارے لیے راستے بند تو نہیں ہوتے یہ ہمارا ہونا۔"

میں نے بہت کمایا ہے جو اس کے مستقبل کے لیے ہے۔

اگر تمہارے جیسا نوجوان یہ سب کچھ سمجھالے تو یہ سب کچھ بہت کچھ "ہاں سکتا ہے۔"

"کیا آپ کسی ایسے شخص کو قبول کر لیں گے ڈاکٹر صاحب جو آپ کی بیٹی کی دولت کے بدل پر کچھ مٹانا چاہتا ہو۔؟"

"مثالی نوجوان ہو۔ ہر لمحہ پہلے سے زیادہ شکر کرتے ہو۔ میں کچھ نہیں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ بیٹنگ سب کچھ ہے ہمارے پاس لیکن میں تمہاری شخصیت کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔"

"یہ آپ کی بلندی ہے ڈاکٹر صاحب؟" میں نے طنزوں انداز میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔؟"

"دولت کے آسمان سے نیچے کی توقع رکھتے ہو۔؟"

"جی نہیں۔"

"کوئی پروگرام ہے ذہن میں؟"

"ابھی تک نہیں۔"

"دولت کی رفتار بہت تیز ہے ہمارے ہمارے جو کچھ کرنا ہے برق رفتاری سے کرنا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ دولت سے حصول کے صرف چند ذریعے ہیں۔ ڈاکٹر زنی، فراڈ، سنگٹ وغیرہ۔ یہ سب جرم ہیں۔ تم جیسا امن و صلہ نوجوان ان کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک اور ذریعہ ہے جس سے تم دولت حاصل کر سکتے ہو۔"

اور وہ تمہیں بتا سکتا ہوں۔"

"وہ کیا ڈاکٹر صاحب؟"

"اتنی جلدی یہ سب کچھ ممکن نہیں ہوتا نوجوان۔ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ مجھے اپنے بارے میں اطمینان دلاؤ۔"

"کیسا اطمینان ڈاکٹر صاحب؟"

"میں کہ نہیں لادتا رہتا کچھ نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔"

"اسکا کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ سوالات کے جواب دینے ہوں گے؟"

"کوشش کروں گا۔"

"بڑھ رہے ہاں بے دلچسپی کی وجہ؟" طاہر نے پوچھا۔

"صرف انسانی ہمدردی۔"

"اس حرکت؟"

"ہاں اس میں ہندسی شامل ہو گئی تھی؟"

"کیسی ضد؟"

"اور اس کے ساتھ بہت سخت سلوک کرنا تھا۔ مجھے یہ ناپسند تھی خصوصاً بہت واقعات آپ کے علم میں بھی ہو گئے۔"

ایم اے راحت

سدا بہار قلم سے

ایک شاہکار ناول

پابلی

مکمل دو حصے

فی حصہ ۲۵/- روپے

ڈاکٹر جی ۲۵/-

معاشرے کی سنگلاخ چٹانوں پر سفر کرنے والے بیٹے کی داستان جس نے ماہ کیلئے زمین کو ہستیا اور سمیٹ لیں

بقلم مولانا محمد رفیع صاحب

طنز و مزاح کا پیکر ناول

خوبصورت سرورق، دیدہ زیب گیت اپ

علی میاں پبلی کیشنز

20- عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون 7247414

علی بک سٹال، نسبت روڈ چوک میو ہسپتال لاہور

”اس کے علاوہ اور کوئی بات -“

”جی نہیں“

”اگر تمہیں بھی وہی سبب کچھ کہہ کر پڑے جو داور کرتا تھا تو کیا تم کرو گے -“

”نہیں“ میں نے جواب دیا۔

”یہ سبب کچھ اسکی کہوئی ہوئی یادداشت واپس لانے کے لیے ضروری ہے فخرانی۔“

”اس کے لیے بہتر طریقہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے ڈاکٹر صاحب کی درخواست کے مطابق کے لیے جدید طریقے دریافت نہیں ہونگے ہیں؟“

”بہت ہی نفیس شخصیت رکھتے ہو۔ یقین کرو اگر تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ تو مجھے مایوسی ہوتی۔ لیکن تم نے خود کو اس کا اہلی ثابت کیا ہے کہ تم پر کبھی سوچا جائے۔ دیکھو فخرانی۔“

”بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو اتنی مختصر ملاقات میں نہیں بتائی جا سکتیں تمہارے سامنے ایک حسین مستقبل ہے۔ ہمارا کوئی تباہی زندگی میں شامل کر کے مجھے دل مسرت ہوگی لیکن میں تمہیں مستقل

دینا چاہتا ہوں جو تمہارا اپنا بیٹا کر دے۔ اس کے لیے تمہیں بہت کام کرنا ہوگا۔ کچھ ایسے کام بھی کرنے ہوں گے جو ممکن ہے نہیں

پسند ہوں لیکن حالات کی ضرورت ہوں۔ میں اس گفتگو کو طویل نہیں کروں گا۔ تم ہمارے آزادی سے مل سکتے ہو مجھے اعتراض

نہیں۔ یوں سمجھو اب تم ہمیں سے ایک ہو۔ میں نہیں کچھ اور باتیں بتاؤں گا لیکن اس وقت نہیں۔ اس وقت اتنا ہی کافی ہے۔

تم نے ہوش منون غلام دیکھ لے؟“

”جی ہاں“ میں نے جواب دیا۔

”کل گیا ہے مجھے کسی بھی طرح وقت نکال کر ہاں بیچ جاؤ۔ منون غلام کے روم نمبر 17 میں ایک شخصیت تمہارا انتقال کرے گی۔ ہماری دوسری ملاقات کا وقت بھی وہی شخصیت تمہیں بتا دے گی۔“

”وہ کون ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”بس اب یہ بتانے کی گنجائش نہیں ہے۔“ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔

”ڈیڈی - میں بوجھ رہی ہوں۔ اس نے ٹھنکے ہوئے کہا۔“

”بس۔ بیٹے تمہاری امانت تمہارے حوالے۔“ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہاسٹل کے گلی - ایسے مسٹر امانت۔

”میں آپ کو کوئی دکھاؤں سورجی ڈیڈی۔“

”ٹھنک ہے بیٹے۔“ ڈاکٹر نے فخرانی سے کہا۔ ہمانہ جانے کیا کیا کئی میں نے فخر نہیں کیا۔ میرا ذہن ڈاکٹر صاحب کی پراسرار گفتگو میں الجھا ہوا تھا۔ پھر رات کا کھانا ہوا اور



تمام ہمارے جان چھوڑی۔ کوئی دایس اگر سب سے پہلے پوڑھے بابا کی طرف رخ کیا۔ آج ہر بات کی آزمائش کا بہترین موقع تھا۔ سلام کرنے کے بعد ہر بات نے آہستہ سے کہا ڈاکٹر صاحب پوڑھے بابا کے معانے کے لیے آئے تھے۔

”شباباش! بس وقت؟“

”پونے پانچ بجے تھے۔ مجھے سو روپے دینے ہیں صاحب انہوں نے ایک الجھش بھی لگا دیا ہے۔“

”پہلے بھی وہ ایسے الجھش لگاتے رہے ہیں ہر بات پر جتنے میں ایک بار یا اس سے زیادہ؟“

”میں نے سرسری انداز میں سوال کیا۔ ”کبھی نہیں صاحب۔“ الجھش انہوں نے پہلی بار لگا دیا ہے

”کیا کیفیت ہے پوڑھے بابا کی؟“

”کوئی خاص بات نہیں ہے۔ پہلے کی طرح ہے۔“

”میں نے خود پوڑھے کا چہرہ دیکھا۔ اس کی کیفیت دیکھ ہی تھی جیسی عام طور پر رہتی تھی۔ معلوم نہیں یہ شیطان ڈاکٹر

کیا چاہتا ہے۔ میں نے ٹھنکے سامنے لے کر سچا۔ او بھڑا ہاں انکیسی کی طرف چل پڑا۔ لیکن دل میں ایک فیصلہ ضرور کر لیا تھا میں نے۔ یہاں کچھ اور لوگوں کو متنبہ کر کے ہر شخص کے آئے جانے

پر سخت پابندی لگانی ہوگی، اس میں ڈاکٹر صاحب علی بھی شامل ہوگا اور پوڑھے بابا کے علاج کے لیے کسی دوسرے ڈاکٹر کا مشورہ

بھی لازمی ہے۔ یہ سب کچھ کرنا تھا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب علی کا کھلنا بھی ضروری ہے۔ گل کو گویا کہ جسے کون شخصیت مجھ سے ملاقات

کرے گی کون ہوگا وہ۔ ہر بات کو نہ چلنے تک جاگتے رہا۔ سونے کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ صورت حال نے دماغ

کو ماؤٹ کر کے رکھ دیا تھا۔

صبح کو دوپہر سے اچھے کھلی۔ طبیعت بھاری تھی۔ لیکن معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔ آفس گولی کیا جا سکتا تھا لیکن کوئی میں کوئی اور طبیعت سے بڑھ سکتی تھی اس لیے وہاں سے نکل آیا۔ دفتر پہنچ کر ضروری معاملات دیکھے اور پھر سائرسے دس بجے دفتر سے

نکل آیا۔ میرا رخ منون غلام کی طرف تھا۔ چند چٹوڑی کے بعد میں اس کو ضرورت ہوئی کہ کوئی قریب کے سامنے کھڑا تھا۔

دھڑکتے دل سے میں نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ قدوں کی بجلی چاہ ابھی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ میں نے دروازہ کھولنے والے کو دیکھا اور میرے دل کی حرکت جیسے رک گئی۔ بدن سارکت ہو گیا۔ ناقابل یقین۔ ہانکن۔ حالت کھڑی

ہوئی شخصیت میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ لیکن۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا یہ بھی ایسی سلسلے کی ایک کڑی ہے؟

”آپ ایک نیا انسان ہیں مرزا گزالی۔ آپ کے بارے میں

میرے اندازے غلط نہیں ہیں۔ میری کچھ میں نہیں آرا کہ آپ کے سس طرح گفتگو کروں۔ ڈاکٹر نے مجھے عجیبے امتحان میں ڈال دیا ہے۔“

”میں آپ کی کامد کر سکتا ہوں۔“

”دل تو چاہتا ہے آپ سے بہت سی باتیں کروں۔ کچھ ذاتی باتیں بھی لیکن آپ کے قیمتی وقت کا مجھے احساس ہے۔ یوں کچھ نہیں

آپ سے اس پائل پوڑھے کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ یہ بھی سمجھیں کہ میں آپ کے بہتر مستقبل کی خواہاں ہوں۔ میں چاہتی ہوں

کہ آپ اپنا صحیح مقام حاصل کریں۔ آپ کو اتنے عام سے کاروباری لوگوں کا ملازم نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کی پراساسی اپنی شاندار ہے کہ

آپ کو ہمیں کے نواب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سُن کر بہت تعجب ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے ملازم ہیں۔“

”آپ نے ذاتی باتیں شروع کر دیں مسز جلی۔ میں نے بلی سسی مسٹر کرپٹ سے کہا۔“

”کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوں میں تھوڑے سلسلے میں۔ سب کا گزالی۔ میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ یہ جان کر بھی کہ ڈاکٹر صاحب

علی کی لڑکی تھیں چاہتی ہے اور ڈاکٹر خود بھی تمہاری طرف توجہ دے رہا ہے۔ میں یورپ میں رہتی ہوں۔ تم نے بھی یورپ دیکھا ہے یا

نہیں؟ میں نہیں جانتی لیکن تمہیں مزدور معلوم ہوگا کہ یورپ اتنا ماڈرن ہے۔ وہاں کوئی لڑکی کبھی بھی مرد سے دل کی بات آسانی سے کہہ دیتی ہے۔

میں یقین ہی سے مشرق سے متاثر ہوں اور میرا کاروبار صاف رہا ہے۔ میری آرزو تھی کہ میری زندگی میں کوئی مشرقی لڑکا آئے۔ تم مجھے بہت

پسند ہو گزالی۔ میں نہیں اپنے ساتھ زندگی گزارنے کی پیشکش کرتی ہوں۔ میں ایک ارب پتی باپ کی بیٹی ہوں۔ میرے ساتھ تمہارا مستقبل

شاندار ہوگا۔ یہاں میں اپنے ڈیڈی کے ایک مشن پر آئی ہوں۔ یا پھر یوں کچھ ڈیڈی سے میری اس ورینہ خواہش کی تکمیل کی ہانی صرف

اسی لیے بھری ہے کہ میں ان کا کام کروں اور اب میرا اور تمہارا کام ہے یہ مرزا گزالی اس وقت تک اس پوڑھے کی یادداشت واپس

نہیں لانی چاہیے۔ جب تک کہ ہمیں دوسری ہدایت مل جائے۔ یہی تمہارا کام ہے اور اس کے لیے تمہیں دو لاکھ روپے کی پیشکش کی جاتی ہے، جس کے لیے یہ پچاس ہزار اڈوائس ہیں۔ باقی شرح

تم چاہو۔“

”مجھے آپ سے کیا بات کرنی ہے جس جو لیا ہے صرف یہ شاکر قبول کرنے یا نہ کرنے کی۔ یا اس کے علاوہ بھی میں آپ سے کچھ

کہہ سکتا ہوں؟ میں نے صورت حال سے لطف لیتے ہوئے پوچھا۔ وہ سب کچھ جو تمہارے ذہن میں ہو۔ اس کا رد بارے گفتگو سے بہت گریبی۔ جولیا نے جذباتی لیے میں کہا۔

آپ کے ڈیڑی اور ڈاکٹر طاہر علی کے درمیان کیا تعلق ہے۔
 ڈاکٹر طاہر ڈیڑی کے شناسا میں۔ قنات منظر حسن کے
 ذریعے ہی برا تھا کیونکہ دونوں کے درمیان خط و کتابت اور فون
 پر بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ ڈاکٹر ایک برابری میں ہمارے وہاں
 رہ چکے ہیں۔
 جمالیات بنیں جانتی ہے؟
 شاید نہیں، کیونکہ اس نے پھر سے شناسا سانی کا اظہار نہیں کیا۔
 مجھے بھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ طاہر علی کی بیٹی ہے۔
 آپ کے ڈیڑی نے آپ سے کہا تھا کہ آپ یہاں آکر ڈاکٹر
 سے ملاقات کریں؟
 ہاں۔ اس موقع پر ان کے درمیان بات چیت ہوتی رہتی
 ہے۔
 یہ بات منظر حسن کے علم میں ہے؟
 نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں تم سے چھپ کر ملاقات نہ کرتی۔
 آپ لوگ بوڑھے کی یادداشت کی راپسی کیوں نہیں چاہتے؟
 یہ یقین کر دو مجھے علم نہیں۔
 بوڑھا کون ہے؟ آپ اسے کب سے جانتی ہیں؟
 میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔
 آپ کے ڈیڑی نے آپ کو یاد کیا کہ برادری دہ تھیں۔
 ایک دفعہ گردا گرد زالی۔ اپنے اور میرے درمیان ہونے والی
 باتوں کو یاد رکھو گئے سب سے ڈاکٹر سے بھی۔
 میں آپ کے اس غلوس اس اعتماد کو محسوس نہیں پہنچا سکتا
 جو یا۔ میں نے گہری ماسنس لے کر کہا۔ جو ایک عام سسی لڑکی تھی
 اور بوڑھے بابا کے لیے میں کی بھی لڑکی کے سامنے آہیں بھر سکتا تھا۔
 میرا ذہن تیزی سے بہت سے فیصلے کر چکا تھا اور میں نے کام شروع
 کر دیا تھا۔ جو سیا جذباتی ہو گئی۔ اصل موضوع پر واپس آنے سے پہلے
 اس نے ہمارے بارے میں میرے دل جذبات کا اندازہ لگانے کی
 کوشش کی اور میں نے اسے یقین دلا دیا کہ میں اس لیے وقت لڑکی
 ہما کو ڈاڑھی اہمیت نہیں دیتا تب اس نے کہا۔
 ڈیڑی نے مجھے کہا تھا کہ من صاحب کے گھر میں مقیم وہ بوڑھا
 بہت قیمتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی اس سلسلے میں جو کچھ کہیں ہیں اس پر
 عمل کر دو۔ اور ان سے مشورے لیتی رہوں۔ اس کے علاوہ من صاحب
 کے گھر کے ماحول پر بھی نگاہ رکھوں اور معلوم کروں کہ بوڑھے کے
 سلسلے میں کیا ہوا ہے۔ کون کون اس پر نگاہ رکھتا ہے۔ میرا
 کام بس اتنا ہی تھا اور تیز کی دوستی سے مجھے فائدہ اٹھانا تھا۔
 باقی کام طاہر علی کا تھا۔؟ میں نے پوچھا۔
 ہاں! اس نے جواب دیا۔

ٹھیک ہے جو یا۔ میں تمہاری یہ پیشکش صرف تمہاری وجہ
 قبول کرتا ہوں۔ اطمینان رکھو سب تمہاری مرضی کے مطابق ہی
 ہو گا۔ میں نے نوٹوں کی گڑبان اٹھا کر جہوں میں غلوس میں۔ پھر
 میں نے اس سے آخری سوال کیا۔
 یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا جو یا۔؟
 جبیں بہت زیادہ پریشان نہیں ہونا پڑے گا ڈارنگ۔
 میرے خیال میں صرف چند روز باقی ہیں۔ ڈیڑی اسی ماہ کی شائیر
 تاریخ کو یہاں آ رہے ہیں۔ لیکن یہ بات طاہر علی کو نہیں معلوم۔
 اور حسن صاحب کو بھی نہیں؟
 ہا ہرگز نہیں۔ خیال رکھنا۔
 اطمینان رکھو۔ میں نے کہا۔ اور پھر مزید کچھ دیر اس سے
 اچھی اچھی باتیں کر کے میں وہاں سے نکل آیا۔ میں نوڑا ہی گھر واپس
 نہیں آیا تھا بلکہ پہلے ایک کھینے میں بیٹھ کر ٹھوڑی دیر اپنی گھڑی
 کی تھی۔ ذہن میں اتنے دھماکے ہوئے تھے کہ دماغ میں دوڑاؤں پڑ
 گئی تھیں۔ بہت ہی پرامن چکر تھا، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے
 اطراف میں بھگے ہوئے مارے گردا گرد بوڑھے بابا سے متعلق
 ہوں۔ وہ ہے کون؟ اسی ذات سے ایسا کون سا ارادہ البتہ
 ہے؟ دوسری بات جو ام محسوس ہوئی وہ یہ تھی کہ ڈاکٹر طاہر علی نے
 جو کیا کیوں میرے سامنے کر دیا تھا۔ ڈاکٹر گھاگ آدی تھا جو کام
 جو یا سے لینا چاہتا تھا، وہی کام وہ جہا سے بھی لے سکتا تھا۔ یہ
 بہت گہری تھی کہ وہ کم از کم میری نگاہ میں جو یا کو نہ لانا اور اس کے
 گردا گرد تاریکی میں رکھنا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اور اب مجھے کیا کرنا
 چاہیے؟ طاہر علی کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ مجھے واضح طور پر حسن
 صاحب کے خطرات استعمال کیا جا رہا تھا اور اس کے لیے ایک
 بڑی رقم بھی پیش کی جا رہی تھی۔ اب مجھے من صاحب کے باب
 میں کیا کرنا چاہیے۔ اگر وہ مجھ سے کھل جاتے تو شاید میں ایک
 گھماچی زبان بند نہ رکھتا اور انھیں سب کچھ بتا دیتا لیکن وہ بھی تو مجھ
 پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ اگر میں اس مسئلے سے اس قدر وابستہ ہوتا
 تو شاید اس کی نوبت بھی نہ پاتی۔
 دفعتاً مجھے حسن صاحب کی لائبریری یاد آئی۔ من نے اس کا
 تذکرہ کیا تھا۔ اگر اس لائبریری پر ایک نگاہ ڈال لی جائے تو ممکن ہے
 کوئی اندازہ ہو سکے۔ اس کے لیے من صاحب سے اجازت لینا
 تو حماقت ہے۔ ان کی غیر موجودگی میں یہ کام ہونا چاہیے۔ جو یا
 کی پیشکش میں نے اسی لیے قبول کر لی تھی کہ وہاں تک حالات پہنچنے
 رہیں اور مجھے کام کرنے کا موقع مل جائے۔
 گھر واپس آیا تو ان چھ روز پہل تھی۔ گو یہ ہنگامہ زالی کوٹھی
 کے اندر رہنے تھے سب کی محدود تھی لیکن باہر بہت سی کامیاب گھڑی

ہوتی تھیں۔ ان کے ڈراؤں کو کاروں کے نزدیک موجود تھے۔ میں
 یہ سب ایشی میں چلا گیا لیکن کریم بابا نے نوڑا ہی خیر نہ ماری۔
 مصاحب۔ آج کھانا اندر ہی کھاؤں گے آپ۔
 کس نے کہا تھا۔؟
 ایک ایک کر کے سب ہی آپ کی تلاش میں آچکے ہیں۔
 آپ کو دیر ہو گئی اور بہت سے لوگ یہاں موجود تھے۔
 میں نے لباس تبدیل کیا۔ علیحدہ سٹار اور اندر چلا گیا۔ پہلی نگاہ
 فریج پر پڑی تھی۔ اندازہ ہو گیا کہ من صاحب نے یہ مخمل بڑا پیکی ہے
 پھول بی چول کھلے ہوئے تھے رنڈا زما پر۔ جو یا بھی موجود تھی
 لیکن اتنی ہی ساڑھ لڑکی ہی پرسکون کچھ دیر پہلے کی ملاقات کا کوئی
 شخص ہو کھنت کے چہرے پر۔
 میں نے تو کہا تھا کہ ہما کو بھی بلا لیا جائے۔ لیکن جو کچھ ہوا
 اچانک ہی ہوا۔ فریج کے دروازے کھلیے ڈالیں آئی۔ ہونے چاہئے
 من جہاں کو ہم ہوا۔ کہاں تاب تھی لیکن یقین کر لی غولی ایک بار
 بھی جوان دونوں نے ہما کا نام لیا بوڑھے تیز ہوئے۔
 میزبان تم تھیں، میں کس کا نام کیوں لیتی؟ فریج نے کہا۔
 ہاں ہائے۔ کتنی بدتمت بے بے جا رہی جو یا اس
 سے نفرت کرے۔ فریج جہاں کو اس سے رعبت نہیں۔ آپ
 نگہ کر لی غولی میں ہما کے اعزاز میں ایک ضیافت دوں
 گی اور اس میں کسی کو بھی نہیں بلاؤں گی۔ تو یہ بولی۔
 ہما کو بھی نہیں۔ فریج منس بولی۔
 حسن صاحب نظر نہیں آ رہے؟ میں نے من کے چہرے
 جہاں ناصر سے پوچھا۔
 ڈیڑی اچھی ٹھوڑی دیر تو کسی ٹینک میں گئے ہیں۔
 دُڑ کے بعد وہی پوچھتی رہی۔ میں چمنٹ کے لیے محنت
 کر کے اُٹھ گیا تھا۔ باہر نکل کر میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ اندر کی مغل
 کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ وہ ایک طے گی۔ چنانچہ ایک داہلاڑی
 گز کر میں اس طرف نکل آیا جس طرف من صاحب کی خواب گاہ
 تھی۔ خواب گاہ سے متصل لاٹری تھی۔ میں نے دروازے پر ہاتھ
 رکھا تو اندازہ ہوا کہ لاٹری مغل نہیں ہے۔ اندر داخل ہو کر میں
 نے دو دروازہ بند کر لیا اور پھر دروازے کو کھولیں پر دو بیڑے
 کی طرح کھڑے بلب جلا لیا۔ اتنی روشنی ہو گئی کہ کمرے کے اندر دلی
 ماحول کا جائزہ لیا جا سکے۔ دیواریں اماروں سے چھپی ہوئی تھیں
 میں ان کتاہوں کے ناموں پر سرسری نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا
 رہا۔ پھر من نے من کتاہوں کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ مجھے بائیں جانب
 کی ایک الماری میں نظر آئیں۔ میں نے تمام چیزیں نظر انداز
 کر کے فوراً ان پر حملہ کر دیا۔ من کا ہنڈا درست تھا۔ یہ کتاہیں قدیم

سایحوں کے سفر ناموں اور خزانوں کے تذکروں سے متعلق تھیں۔
 چند کتابوں میں نشان نامات بھی ملے ہوئے تھے۔ یہ سب نے خاص طور
 سے انہی کتابوں کا جائزہ لیا۔ ٹیڈ آرٹ کوکس آئی لینڈ نامی کتاب
 پر سرزنہ پبل سے چند نشان نامتے ہوئے تھے۔ لیکن گری ٹی کے
 سفر نامے کے چند اوراق جو کوکس آئی لینڈ سے متعلق تھے نشان زدہ
 تھے۔ مختصر وقت میں ان کتابوں کا جتنا جائزہ لیا جا سکا تھا، میں
 نے یاد اور پھر سب کچھ ای طرح دکھا کر وہاں سے نکل آیا۔ میری حرکت
 کی کس کو خبر نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پیران کوٹوں میں
 شامل ہو گیا۔
 گیارہ بجے کے قریب من صاحب بھی آگئے۔ جہانوں کی دہلی
 شروع ہوئی تو میں ہی واپس آ گیا لیکن ایک کسی کی طرف جانے کے
 بجائے میں بوڑھے بابا کی طرف چل پڑا۔ ہدایت نے بوڑھے بابا
 کا علیحدہ بدل دیا تھا۔ اس وقت وہ بستر پر لیٹا غلام میں
 انگلیاں پچا رہا تھا۔ چہرہ بھی پہلے کی نسبت پرسکون نظر رہا تھا
 میرے کئی بار آواز دینے پر بھی اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ بہت دیر
 تک میں ہدایت سے اس کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ اس دوران
 کی حرکات و سکنات کے بارے میں پوچھتا رہا۔ میں نے ڈاکٹر
 طاہر علی کے بارے میں پوچھا تو ہدایت نے بتا یا کہ انکوش دلے
 واٹھے کے بعد سے ایک اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے اور
 ڈاکٹر نے اسے فون کیا ہے۔
 دوسرے دن آٹس میں ڈاکٹر طاہر علی نے فون کیا۔ ہمایا
 کر رہی تھی۔ ملے نہیں اس سے؟
 "جی ڈاکٹر صاحب۔ بس ذرا مصروف ہوں۔
 - فرصت ہو تو شام کی جائے یہاں پیو۔
 - پارٹینے کے حاضر ہو جاؤں گا؟
 - کچھ پہلے آ جاؤ۔ ڈاکٹر طاہر نے کہا جس وقت آپ فرمائیں۔
 - چار بجے۔ چھ بجے میں ذرا مصروف ہوں۔
 - بہتر۔ حاضر ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔
 میں گھر بنا تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی لیتینا جو یا سے رابطہ قائم کر چکا
 ہو گا۔ اور اب میرے بارے میں بھی جاننا چاہتا ہو گا۔ تاہم
 میں فیصلہ کر چکا تھا کہ ابھی میں اس کا آلاکار بنا رہوں گا۔ تاکہ
 حالات میرے کنٹرول میں رہیں۔
 ساڑھے تین بجے میں نے سٹیٹ چھوڑی اور طاہر علی کی طرف
 چل پڑا۔ ڈاکٹر نے میرا استقبال کرتے ہوئے کہا۔ سو ری غزال
 ہما کو میں نے ہما سے یہاں سے بھیجا یا ہے۔ لیکن ایک گھنٹے
 میں وہ واپس آ جائے گا اس کے بعد تم آرام سے اس کے ساتھ
 وقت گزارنا۔

کیسے یاد فرمایا ڈاکٹر صاحب؟ میں نے اس کے اس بچے کو
 نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔
 جیسی کل کے حالات جاننے کے لیے بے چین ہوں۔ ڈاکٹر
 نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔
 - اس جو یا کو دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔ میں نے
 سکر کر کہا۔
 - اس نے تمہیں مطمئن تو یقیناً کر دیا ہو گا۔
 - ہاں کان حد تک۔
 - تمہارے اندر لاتعداد خوبیاں ہیں غسزل۔ جو یا تباری تھی کہ
 جوان ہونے کے باوجود تم نے صرف فروری باتیں کیں۔ یہ بہت
 عمدہ بات ہے غزالی۔ کچھ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے ابھی چند باتیں
 تمہیں نہیں بتائی جا رہی ہیں لیکن جوں جوں وقت گزرے گا تمہارے
 درمیان اعتماد قائم ہو گا۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ صرف بتاؤ
 گا بلکہ اس سے آگے بھی تمہارے سر شریک کا رہے۔ اپنے
 درمیان تمہاری مشوریت سے مجھے بے حد خوشی ہے اور یہ جان کر
 مزید خوشی ہوئی کہ تم سچ اور جذباتی نوجوان نہیں ہو، اپنوں کے
 ساتھ زیادتی نہ کرو تمہاری بڑائی ہے اور دولت کو نہ ٹھکراتا نہ ہت
 میں آپ سے مکمل تعاون کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحب۔
 - اگر مجھ پر ایسے عقیدے میں کامیاب ہو گئے غزالی تو دارے پیارے بانی
 دیسے جو یا کیسے لڑی ہے؟
 کیا مجھ اس پر بھی غور کرنا تھا؟ میں نے مصممیت سے پوچھا
 - اود۔ نہیں میرا مطلب ہے کچھ۔ یعنی تمہاری طرف متوجہ تو
 نہیں ہے؟
 یہ لیگان کیسے ہوا آپ کو؟ مجھے ڈاکٹر ظاہر علی پر فخر آنے لگا
 تھا۔
 - یقین کر دیا ہے یہی پوچھ لیا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔
 ہاں مزید رقم تو کوئی نوری ضرورت نہیں ہے؟
 - نہیں ڈاکٹر شکر یہ۔ میں نے جواب دیا۔ اور ڈاکٹر اپنی جگہ
 سے اٹھ گیا۔ وہ مجھ سے معذرت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ چند منٹ
 کے بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔
 - یہ چند روپے ہیں۔ ترتیب سے ان کا استعمال شروع کرو۔
 جو یا تمہیں صورت حال بتا چکی ہے۔
 - بڑائی دو میں ترک کرنی ہیں ڈاکٹر؟
 - قطعاً۔ وہ تو تمہارے مقصد تک قائل ہیں۔ لیکن ان دو روپوں
 کے سلسلے میں اعتدال رکھنا کسی اور کو ان کی بھانپ نہیں سنی چاہیے۔
 ڈاکٹر نے مجھے ان دو روپوں کو استعمال کرنے کا طریقہ بتایا اور میں نے
 انہیں اعتدال سے جب میں رکھ لیا۔ اس کے بعد گفتگو ختم ہو گئی

تھی۔ ستر براؤن کی آمد کے بارے میں ڈاکٹر نے کوئی بات نہیں کی
 تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ جو یا کی ذاتی اطلاع تھی اور ڈاکٹر نے
 اس بارے میں ابھی نہیں بتانا جاتا تھا۔ جب میں نے اجازت مانگی
 تو ڈاکٹر بولا۔ ہمارے نہیں ملو گے۔
 - پھر ملوں گا، ابھی مجھے کچھ ضروری کام کرنے ہیں۔ میں نے جواب
 دیا۔ ڈاکٹر مجھے باہر تک چھوڑے آیا۔ دایس میں میں ڈاکٹر کی شخصیت
 کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ چکر بڑی حد تک میری سمجھ میں آئی
 تھا۔ اور حزن صاحب کی پوزیشن بھی واضح ہونے لگی تھی۔ ڈاکٹر
 اور ستر براؤن آپس میں ملے ہوئے ہیں اور حزن صاحب کے ساتھ
 فریب کر رہے ہیں بیکر شایر جس صاحب کے ذہن میں ستر براؤن
 کی طرف سے اس قسم کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ یہ رابطان کے علم
 میں یقیناً نہیں تھا۔ ڈاکٹر سمیت چاکاک انسان تھا اور اس کی نسبت
 حزن صاحب یا تو کچھ سادہ طبیعت تھے یا پھر ڈاکٹر ظاہر پرانہ اعتبار
 کرتے تھے۔ لیکن پورے بابا کی شخصیت ابھی تک تاریخی تھی۔ وہ
 کون ہے اور ندرت سے اس کا کیا شغل ہے؟ ایک اور خیال بھی
 میرے ذہن میں آیا۔ کیا ندرت اور بڑھتے سے درمیان جس نوعیت
 کا بھی تعلق ہے اس کے بارے میں حزن صاحب جانتے ہیں۔ نہ
 جانتے ہوئے تو ندرت کو یہاں کیوں لاتے؟ لیکن یہ بات کسی کو نہیں
 معلوم۔ شاید ڈاکٹر ظاہر علی کو بھی نہیں۔ اب صورت حال یہ تھی کہ میں
 ڈاکٹر ظاہر علی کا ذکر کرنا ہی تھا اور اس سلسلے میں ایک بڑی رقم بھی
 وصول کر چکا تھا۔ مجھ ان کے لیے کام کرنا ہی تھا۔
 بڑا تھکا ہوا تھا لیکن دل پوری طرح اس پر نہیں
 ٹھکتا تھا۔ اگر اُسے کسی بڑی رقم کی پیشکش ہوئی تو ممکن ہے بہک
 جائے اس کے لیے کوئی انتظام ضروری تھا۔
 وقتاً ہی مجھے یاد کا خیال آیا۔ کالج کا وہی زیادہ روٹو جوان
 جس کے بارے میں حزن نے بتایا تھا۔ موقع غنیمت تھا چنانچہ حزن کے
 بتائے ہوئے پتے پر چل پڑا۔ قارہ بولٹ۔ القادر۔ ایک پرانے طرز
 کی عمارت میں داخل تھا لیکن اندر سے عمارت خوب آراستہ تھی ہاں
 بلٹا ہر کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوتی تھی۔ عام تک کا بولٹ لیکن چونکہ
 حزن مجھے بہت کچھ بتا چکا تھا اس لیے میری نگاہوں نے کچھ ایسے مشتبہ
 لوگوں کو جاچ کیا جو وہاں اجاڑے تھے۔ تھوڑی دیر تک میں بال میں
 بیٹھا رہا۔ اس کے بعد میں نے ایک دیر کو قریب بلایا۔ قارہ تھا
 کہاں ہیں؟
 - دیر ہو چو کہ مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ کون قارہ؟
 - تمہارا مالک!
 - بیٹو ما سر کی بات کرو۔ اوپر ہے وہ۔ دیر نے رکھائی
 سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ بیٹو ما سر میں سکرایا۔ ہونا ہی چاہیے

قارہ تو ایک شریفانہ نام ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنی جگہ چھوڑ
 دی اور بال سے نکل کر قہقی سے تھے بیچ بیچ گیا، جہاں اور جانے کے
 لیے بیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ بیڑھوں کے پاس ایک کا ڈسٹر کے
 پیچھے پلیٹنٹ موجود تھا۔ اس کے نزدیک غنڈوں جیسی شکل کے
 دو ڈی کھڑے ہوئے تھے۔ میں پلیٹنٹ کے پاس پہنچ گیا
 - کارڈ۔ پلیٹنٹ نے کہا۔
 - کوئی کارڈ نہیں۔ میں بیڑھا سڑے ملنا چاہتا ہوں۔ میرے
 ان الفاظ پر دونوں غنڈے چوبک کر میری طرف متوجہ ہو گئے۔
 - بات یہی ہے تمہاری۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔
 - نہیں۔
 - بجز آپا ٹینٹ کے ہاں کسی سے نہیں ملتا۔
 - مجھ سے ملے گا تم آسے میرے آنے کی اطلاع دو۔ میں
 نے اعتماد سے کہا۔
 - اس کا آڈ نہیں ہے۔
 - وہ میرا نادر دست ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں کرو۔ مزید پتہ
 کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔
 - دونوں غنڈے مجھے گھبرانے لگے۔ پھر ان کی کچھ آگیا۔
 اور ان میں سے ایک نے کہا۔ ہاں تمہارا دست ہے؟
 - ہاں!
 - تو میرے ساتھ آؤ۔ لیکن اگر باس نہیں پہنچا تو اپنا حشر
 دیکھ لینا۔
 میں اس کے ساتھ آگے بڑھا اور سیڑھیاں طے کر کے دپر
 پہنچ گیا۔ لمبی راہداری عبور کر کے وہ مجھے آخری سرے پر بنے ہوئے
 کمرے کے دروازے پر لے گیا۔ پھر اس نے دروازے پر دستک
 دی۔ اجازت مل جانے کے بعد وہ دروازہ کھول کر میرے ساتھ
 اندر داخل ہو گیا۔
 سرف ظالمین پر سیاہ فرخ نسبت شاد رنگ رک رہا تھا۔ دریا
 کی ایک میز کے مجھے قارہ موجود تھا۔ لیکن اب وہ داخلی بیڑھوں گیا تھا۔
 صحت پہلے سے تھیں شاد رنگ تھی شخصیت میں بھی ایک عجیب
 سی بات پیدا ہوئی تھی جسے میں کوئی لفظ نہیں بول سکتا۔ اس نے
 ساٹ لنگا ہوں سے مجھے دیکھا۔ شاید پہچان نہیں کتا تھا۔ لیکن
 دوسرے لمحے اس کے انداز میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ غالباً میں اُسے یاد
 آگیا تھا، اپنی وقت مجھے ساتھ لانے والا بیڑھا۔ ہاں یہ صاحب
 آپ سے ملنا چاہتے تھے کبہے تھے کہ آپ کے پرانے دوست
 ہیں صحت کیسے صرف اپنی کسا لفظ میں انہیں آپ کے پاس
 سے آیا کہ میری جرات نہیں تھی کہ آپ کے کسی پرانے دوست کو آپ
 سے ملنے سے متکروں۔
 - ٹھیک ہے جاؤ۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ملازم سے
 کہا اور وہ موربانہ آغاز میں بیٹھے بیٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔
 میں قارہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ قارہ مجھے پکارا ہوا اپنی جگہ سے
 کھڑا ہو گیا۔
 - پہچانے میں غلطی تو نہیں ہوئی ہے غسزل۔ اس نے
 حریف کی متکراہت سے کہا۔
 - نہیں یار۔ شکر ہے تم نے مجھے پہچان لیا۔ ورنہ تمہارے
 ساتھی تو مجھے دھمکیاں دیتے ہوئے یہاں تک لاتے تھے۔
 - میان بے عروت تو میں بھی نہیں تھا۔ اس نے پرتیاک
 پہلے میں کہا اور آگے بڑھ کر مجھ سے بیٹھ گیا۔ یونورسٹی میں ہمارے
 زیادہ گہرے تعلقات نہیں تھے۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ اسکی
 فطرت کی وجہ سے سب ہی اس سے نالاں تھے سوائے ان لوگوں
 کے جو اس کی جیسی فطرت رکھتے تھے لیکن قارہ اس وقت بڑے
 گرجو جی سے مجھ سے ملا تھا۔
 - میرے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا یار، میں کم از کم تمہاری
 یہاں آمد کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ تمہارا شمار زیادہ ہی
 شریف قسم کے لوگوں میں ہوتا تھا۔ وہ بڑا پس میں نے بھی اس کا
 ساتھ دیا۔
 - فخر ظالم نے تو تم نہیں تھے، بس کھنڈری طبیعت کے مالک
 تھے تمہاری موجودہ پوزیشن دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ جن راستوں
 کی طرف تم چھوڑے تھے ان پر چلتے ہوئے کافی دور نکل آئے ہوتے
 - فخر ظالم نے کہا۔ یہ تو دنیا بہت عجیب ہے جیسے کے لیے
 یہاں بڑائی کے راستے زیادہ کشادہ ہیں۔ اور موجودہ دور میں تو تمام
 کامیاب لوگ انہی راستوں پر چل کر بلند یوں تک پہنچ پاتے ہیں۔
 سچائی اور شرافت کے راستے صرف پستوں میں جاتے ہیں۔ یہ میرا
 نظریہ ہے اور یقیناً تمہیں اس سے اختلاف ہو گا لیکن دوست ان
 باتوں میں کچھ نہیں دیکھا۔ ظاہر ہے تم مجھے تعین کرنے میں نہیں
 آتے ہو گے۔ میں اب کافی آگے نکل چکا ہوں اور دایس میں نہیں ہے۔
 - نہیں سار۔ میں تمہیں واپس لے جانے نہیں آیا بس
 حزن سے تمہارے بارے میں معلوم ہوا تھا تو دل جا چکا کہ تم سے ملا قا
 کروں۔ قارہ اس کا بھی تھا جیسا کہ تم کہہ چکے ہو کہ وہ دور میں نشان
 بڑے عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا ہے۔ میں نے نہیں کہوں گا
 کہ تمہاری محبت مجھے یہاں کھینچ لائی ہے بس یوں کچھ کہنا سنا
 ڈھارس ہی اور ضرورت سے قدم اس طرف اٹھا دیے۔
 - سچی بات مجھ آن بھی پسند ہے غزالی جہاں کچھ ہوا کام ہے مجھ
 سے؟ اس نے کہا۔
 - کام بھی بتا دوں گا۔ یہ بتاؤ کیسا کاروبار سہل رہا ہے؟

کو پوشیدہ رکھا جائے۔ تاکہ وہ بیرونی معاملات پر نگاہ رکھ سکے اس سلسلے میں ایک ہیڑوا میوزک کارڈائی کے منصوبے میں نے ذہن میں ترتیب دے لیے۔ ادیب میری آنکھ مگنی۔



دوسرا دن جب سونہ تلخ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی لیکن اس دن شام کو دفتر سے واپسی پر میں نے بازار سے خاص خریداری کی۔ یہ میرے منصوبے کا ایک حصہ تھا جو چیزیں میں نے خریدیں ان میں زیادہ تر ایسی تصاویر تھیں جو ہاٹوں، جنگلوں اور جانوروں پر مشتمل تھیں اس کے علاوہ مجھے مختلف نوعیت کے جس قدر بھی چھوٹے چھوٹے جانوروں اور انسانوں کے کھلونے دستیاب ہو سکیے، میں نے انھیں خرید لیا۔ اور ان کے پیکٹ بنا کر سیدھا کوئلی پہنچ گیا۔ یہاں کے محلات ہمیشہ کی طرح تھے۔ میں نے سیدھا بوڑھے بابا کی، ہاشنگ گاہ کی طرف رخ کیا۔ ہدایت مجھے غائباً دوسری سے دیکھ چکا تھا۔ اس لیے میرا منتظر تھا۔ میں نے اس سے خیریت پوچھی تو ہدایت نے ایک ایسی بات بتائی جسے سنکر میں چونک پڑا۔

... صاحب آج پھر ڈاکٹر صاحب کا ٹیلی فون آیا تھا اس نے کہا۔ اچھا کیا کہہ رہے تھے۔ پتہ۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے بوڑھے بابا کی دوائیں تبدیل کر دی ہیں یا نہیں۔ میں تو اس بار سے میں کچھ نہیں جانتا تھا، صاحب میں نے ان سے کہا کہ آجکل آپ ہی بوڑھے بابا کو دوائیں استعمال کر رہے ہیں اور میرے پر دم صرف اتنی دوا رہی ہے کہ بابا کے کھانے پینے کا خیال رکھوں۔ طاہر علی صاحب نے مجھ سے کہلے کہ میں آپ پر گہری نگاہ رکھوں۔ مجھ سے یہ بھی پوچھ رہے تھے کہ آپ جن صاحب سے رات کو سولہ گات تو نہیں کرتے؟ ٹھیک ہے اب اگر ان کا ٹیلی فون آئے تو تم انھیں جانا نہ کہ میں نے کل سے بوڑھے بابا کو کوئی دوائیں استعمال کرنا شروع کیا ہے۔

ٹھیک ہے صاحب مجھے پتا ہوتا تو میں پہلے ہی یہ بات بتا دیتا۔ ... اور کوئی خاص بات؟ نہیں صاحب اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بابا پر ہسکون ہے۔ ہاں۔ وہ دن بھر اونگھتے رہے ہیں۔ ہدایت نے بتایا اور میں نے پیکٹ اس کے حوالے کر دیے۔ پھر میری ہدایت کے مطابق اس نے تمام پیکٹ کھول لیے اور تمام تصاویر ایک کمرے

ڈنٹ گیارہ اربع، تعلیم ایس سی، فرسٹ کلاس لڑا کا ہے، خیریت پڑنے پر دو چار آدمیوں کو بسال سکا ہے، بہت ہی کھجرا اور بظاہر زبردست کاڈی ہے، دوسرا نار بیگ ہے، جو اجڑے آگے نہیں بڑھ سکا لیکن آدمی بہت ہوشیار ہے، دیکھتے ہیں کچھ نہیں، لیکن غلام بہت کچھ ہے، چوتھی ٹیک کرمانے کا ماہر ہے اور رات کو صرف ایک آنکھ سے سوتا ہے، اس کی دوسری آنکھ چونے میں گھٹے کھل رہی ہے۔ اگر ایک آنکھ باقی اس کے قریب سے گزار دو تو جاگ جاتا ہے۔ یہ دونوں آدمی ٹھیک دست نیچے تھمارے پاس پہنچ جائیں گے انہیں ان کا کام سمجھا دینا اور دونوں تمہاری اطاعت کریں گے۔ کوڑیا ہے میں نے کہ تم میرے جگر کی بار ہو۔

تھم اٹھیں کہادوں؟ یہ توگ تقریباً چار سال سے میرے پاس ہیں۔ مفت کی روٹیاں توڑتے ہیں غزال پھانی، کوئی کام کرنے کے سلسلے میں میرے اقدامات ذرا مختلف ہیں، تمنا میں ملتی ہیں انہیں اور اتنی ملتی ہیں کہ عیش سے گزار رہے ہیں جب تم نے کسی کام کے لیے مجھ سے کہا ہے اور دوست سمجھ کر میرے پاس آئے، تو ان فنونیا میں نہ زبردستی لینے دینے کا کوئی سہلہ نہیں ہے، بس کام کر پگے۔ یہ ارادین دین میرے ذمے رہے گا۔

میرا احترام بھی کر رہے تھے۔ میں نے ناوریگ کو اقتدار کے ساتھ کچھ ضروری باتیں سمجھائیں اور فرد زخان کو اس کا کام سمجھا دیا۔ ناوریگ سے میں نے کہا تھا کہ اسے ایک معمولی آدمی کی حیثیت سے اس عمارت کے ایک حصے میں رہنا ہوگا اور اس کا بقیہ کام میں اسے سمجھا دوں گا۔ فرد زخان کو البتہ میں اپنے آپ سے دور رکھنا چاہتا تھا تاکہ کوئی اس کے اوپر سے اور میان کسی رابطے کو محسوس نہ کر سکے۔ تمام تر ہدایات دینے کے بعد میں نے ان دونوں کو دوسرے دن دہریا لپنے دفتر آنے کے لیے کہا۔ وہ دونوں تھوڑی دیر کے بعد دواں سے چلے گئے۔ اس کارروائی سے مجھے ایک گراڈا ملینا نصیب ہوا تھا۔ قادی میرے ساتھ تھا دن پورا ماہ ہو گیا تھا اس طرح اگر کوئی ایسی کارروائی بھی کرنا پڑتی جو زرا دوسری نوعیت کی ہوتی تو مجھے کوئی وقت نہ ہوتی۔ وادو کا سلسلہ فی الحال عمل گیا تھا لیکن اب اگر وادو میرے مقابل کسی اور حیثیت سے بھی آیا تو یقیناً قادی کے ذریعے میں اسے دست کر سکتا تھا۔ ویسے وادو کا خیال میرے ذہن میں کئی دنوں کے بعد آیا تھا۔ میں نے سوچا کہ کم از کم اس کی خیریت ہی معلوم کر لی جائے، لیکن اب یہ کام کل ہی ہو سکتا تھا۔

دوسرے دن اپنے دفتری معاملات کو ٹھاننے کے علاوہ میں نے مزید کارروائیاں بھی کیں، وادو کی خیریت اس ہسپتال سے معلوم کی جہاں وہ زیر علاج تھا۔ مجھے پتا چلا کہ وہ اب رہ بھکتا اور بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ اگلے علاوہ میں نے ناوریگ کو اس کا کام سمجھا دیا اور ناوریگ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ آج ہی شام کو ایک ملازم کی حیثیت سے اپنا کام سنبھال لے گا۔ اسی شام میں نے ہدایت سے بھی ملاقات کی اور اسے اس کے مددگار کے آہلے کی اطلاع دی۔ میں نے اسے بتایا کہ آؤں گا وادو کا تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ جائے گا۔ میں نے بوڑھے کے روز کل کے بارے میں معلوم کیا تو مجھے پتا چلا کہ بوڑھا اس کمرے میں گیا تھا۔ اور اس کے بعد سے اب تک وہیں بیٹھا ہوا ہے۔ تم نے اس کی حرکات و سکنات نوٹ کی ہیں؟ ہدایت سے پوچھا۔ وہ ان تصویروں اور کھلونوں کو دیکھنے کی نکتاؤں سے دیکھ رہا ہے، ویسے اس کے انداز میں کوئی خاص بات نہیں پڑی ہوئی لیکن کمرے سے نکلنے کا مقصد یہی ہے کہ وہ ان چیزوں میں بہت دیکھنے سے رہا ہے۔ میں نے خود بھی بوڑھے کا جائزہ لینا ضروری سمجھا اور اس کمرے میں پہنچ گیا۔ بوڑھا کمرے کے وسط میں فرش پر آرائی پائی

مارے چلنا ہوا تھا۔ اس کی نگاہیں ایک بڑی تصویر پر جمی ہوئی تھیں
 میں نے اس تصویر کو غور سے دیکھا۔ سمندر کا منظر تھا۔ سورج طلوع
 ہو رہا تھا اور پانی پراس کی کہیں بے حد صدف رنگ رہی تھیں۔ چند
 پرندے فضا میں پروا لہو رہے تھے۔
 بوڑھے کی نگاہوں میں بوڑھی کی چمک تھی اور اس کا رنگ
 ایسی تصویر کی جانب ہونے کا مطلب یہ تھا کہ یہ تصویر اس کے لیے
 زیادہ دلچسپی کا باعث ہے۔ کافی دیر تک میں اسکا جائزہ لیتا رہا،
 یہاں تک کہ نادر بیگ داہن پہنچ گیا۔
 میں نے نادر بیگ اور جرات کا تعارف کرایا۔ نادر بیگ
 کو میں تمام ضروری باتیں پہلے ہی بتا چکا تھا۔ اس وقت وہ جس
 محلے اور جس لباس میں تھا اُسے دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ
 نادر بیگ ایک ذہین آدمی ہے۔ وہ ایک امام آدمی کی حیثیت سے
 آیا تھا۔ اور ایسی ہی زبان بول رہا تھا جو قابلِ قسم کے نوکر بول سکتے
 ہیں۔ اس طرح برایت کو اس پر کوئی مشہ نہیں ہو سکتا تھا۔ نادر بیگ
 بلاشبہ کام کا آدمی تھا۔ اور لغتینا نیز وزخان بھی ایسا ہی ثابت ہوگا۔
 اس کے بعد کے حالات معمول کے مطابق رہے، جس سے
 ملاقات ہوئی، گھر کے دوسرے افراد بھی بدستور تھے رہے، فرزند
 آگئی تھی، اس لیے جس خوش نظر آتا تھا۔ البتہ ان سب کو مجھ سے ایک
 شکایت تھی کہ میں خود مردود رہتا ہوں۔ جو یوں ہے مجھ سے کوئی خاص
 بات نہیں کہتی۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ مجھ سے ملتی تو اُسکا
 انداز عام سا ہوتا تھا۔ لیکن ۲۰ مارچ کی شام کو جب میں دفتر سے
 اٹھنے کا ارادہ کری رہا تھا تو مجھے ایک ٹیل فون ملا اور ٹیل فون
 جو یوں کا تھا۔ اس نے صرف چند الفاظ کہے۔
 'مسٹر گزالی، اگر ممکن ہوا اور کوئی خاص معرفت نہ ہو تو
 جوئل الاسکا میں مجھ سے ملاقات کر لیں۔'
 میں نے جلدی جلدی تیاریاں کیں۔ ۲۶ مارچ میرے ذہن
 میں تھی میں سوچا کہ جو یوں، مسٹر براؤن کی آمد کے بارے میں مجھ سے
 کوئی گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں جوئل الاسکا پہنچ گیا۔
 الاسکا کے پریسون ماحول میں جو یوں مجھے ایک گوتے میں
 بیٹھی نظر آئی اور میں مسکراتا ہوا اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ جو یوں
 نے ایک خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا تھا۔
 'بیٹے مسٹر گزالی۔ آؤ۔'
 میں اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ 'کیسے ہو؟'
 'ٹھیک ہوں۔ آپ کے سامنے رہتا ہوں مس جو یوں۔'
 'ہاں۔ لیکن تم نے دیکھا کہ میں کتنی ممتا ہو گی ہوں اور اس
 کے لیے مجھے کافی محنت کرنا پڑی ہے، کیونکہ یہی چاہتا ہے کہ زیادہ
 سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ گزاراں۔'

شکر یہ مس جو یوں۔ دلی سے خود ہی ہے۔
 'ہاں۔ تم اپنا کام بڑی خوش منطقی سے انجام دے رہے ہو۔
 میں ڈاکٹر طاہر علی سے بھی منوبات حاصل کر چکی ہوں اور یہ اندازہ
 لگا رہی ہوں کہ تم ہی محنت سے ہمارے لیے کام کر رہے ہو۔
 میں نے آپ سے آپ کے کام کا وعدہ کیا ہے مس جو یوں
 پھر: جسے نہیں تھا کہ اس سے اغراض کچھ تھے۔
 'کُل ڈیڑی کر رہے ہیں۔ میرا الٹے سے ٹیل فون پر رابطہ قائم
 ہوا تھا۔ میں نے انہیں اطلاع دے دی کہ مسٹر گزالی ہمارے
 لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ بڑی تفصیل سے وہ تمہارے
 بارے میں منوبات حاصل کر رہے تھے اور مجھ سے مذاق بھی کر رہے
 تھے۔'
 'ہی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔
 'تم نے یہ نہیں پوچھا کہ کیا مذاق؟ جو یوں مسزات آئمز
 مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
 'انتظار کر رہا تھا کہ آپ خود ہی بتادیں۔
 'وہ پوچھ رہے تھے کہ کبیں میں کسی اور سازش کا شکار ہوں
 ہوگی۔ جو یوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
 'سازش؟'
 'ہاں تمہاری سازش کا' اس نے جواب دیا۔
 'میں پھلا آپ کے خلاف کیا سازش کر سکتا ہوں مس جو یوں؟
 'سازش تو تم نے بہت گہری کی ہے مسٹر گزالی۔ اب یہ دوسری
 بات ہے کہ دوسرے معاملات میں الجھ گئے ہیں، ویسے میں
 تو تیر کو ٹھیل چکی ہوں۔ فریج سے بھی میری بات چیت ہوئی ہے۔
 ان دونوں کا کہنا یہی ہے کہ تم بہا کو بالکل ہی لفٹ مینیں دیتے۔
 اور ایک طرح سے اس سے متنفر ہو۔ یہ صرف ایک مذاق چل رہا ہے۔
 'ہاں ہی مجھے۔
 'تو پھر میں خوش ہونے میں حق بجانب ہوں۔ جو یوں نے ہنسی
 خیز لہجے میں کہا اور میں خاطر شی سے اُسے دیکھتا رہا، اس بات کے
 جواب میں کچھ کہنا میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ جو یوں خود ہی بولی،
 'غیر ساری باتیں فرصت کی ہیں۔ ہم تمہارا دعوتہ نہیں دیکھ رہے ہیں
 یہ باتیں کریں گے۔'
 'ایک بات چاہیے مس جو یوں۔ آپ کو یہاں آنے کے لیے
 تنہائی کیسے مل گی؟ اس دن آپ جوئل میں بھی پہنچی تھیں تو میرے دل
 میں یہ خیال ابھرا تھا کہ ان لوگوں نے آپ کو تنہا کیسے چھوڑ دیا؟'
 'بس موقع پُر نکلتی آتی ہوں۔ ورنہ تو یہ واقعی مجھے ہیبت
 چاہتی ہے۔ اور زیادہ وقت میرے ساتھ ہی گزارنا ہے۔ اس
 دوران مجھے تنہائی ملاقات ہوئی؟'
 'تو کیا ڈاکٹر طاہر علی اور مسز صسن کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی
 - اتفاق سے نہیں۔'
 'کس ٹاپ کی بڑائی ہے یہ تم سے عشق بھی کرتی ہے اور کئی
 کئی دن ملاقات بھی نہیں کرتی؟'
 'مجھے اس کا یہی تاپ پسند ہے مس جو یوں۔ اگر وہ مج پر منط
 رہا کرتی تو میں مراحتے کی حد تک بڑ ہو گیا ہوتا۔'
 'جو یوں نے گئی۔ پھلٹا نے کہا۔
 'تب تو مجھے بھی ممتا رہنا چاہیے، لیکن ڈیر زندگی میں اگر
 کوئی کسی کو چاہے لگتا ہے تو اس کی فطری خواہش ہی ہوتی ہے کہ اپنے
 محبوب سے زیادہ قربت حاصل کرے۔ اگر یہ حادثہ میرے ساتھ
 پیش آگیا تو مجھے کیا کہنا ہوگا؟'
 'میں جواب میں مسکرائی نگاہوں سے جو یوں کو دیکھتا رہا۔ اس
 کی آنکھوں میں قربان ہو جانے والی کیفیت پیدا ہوئی تھی، مجھ پر اس
 نے آہستہ سے کہا۔
 'اس وقت مشرقی تہاڑی آنکھوں سے جھانک رہا ہے گا زالی
 تم نے کچھ نہ کہہ کر بھی ہیبت کچھ کدھر یا ہے۔'
 میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ میری آنکھیں تو کچھ بھی نہیں
 کھڑی تھیں۔ لیکن کوئی حرج نہیں، جو یوں جو کچھ سمجھ لے۔ میں
 نے اُسے منسوب سے شانے کے لیے کہا۔ 'تو مس جو یوں آپ
 کے ڈیڑی نے آپ سے کاشفانگی کی۔'
 'ادہ ہاں۔ میں نے ڈیڑی کو ساری تفصیل بتادی۔ میں نے
 ان سے کہا کہ ڈاکٹر طاہر علی نے مجھے ایک ایسے نوجوان کی جانب متوجہ
 کیا جو صن صواب کی کوئی شے ہی رہتا ہے اور صواب کے بیٹے کا
 دوست ہے، ڈاکٹر طاہر علی کا خیال تھا کہ وہ نوجوان اُس کے لیے کام
 ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے ملاقات کی اور اس ملاقات
 میں اس کا پہچانہ لیا۔ میں نے ڈیڑی کو بتایا کہ گا زالی کی تم بہت کام
 کے آدمی معلوم ہوتے ہو اور میں نے تمہیں اپنے مفقود کے لیے
 یا کر گیا ہے، ڈیڑی نے مجھے برایت کی کہ تم سے کدھر یا جانے کہ اپنا
 نام مستوری سے انجام دیتے، ہوا دہری بھی کہ مستقبل میں تمہیں ان کی
 لطف سے ہیبت سے غافل سے پہنچ سکتے ہیں۔ ہر طور پر میں نے ڈیڑی
 مطمئن کر دیا ہے اس دوران میں تمہارا جائزہ بھی لیتی رہی گا زالی
 اپنے شک قابل اعتماد انسان ہوتا
 'شکر یہ مس جو یوں، جیسے براؤن بیان کہاں قائم کر گئے؟
 ان کے لیے جوئل میرا نہیں ہندوست کر دیا گیا ہے۔ میں نے
 بکہر وہاں تک کرایا ہے۔ حالانکہ وہ یہاں اپنے کسی بھی دوست
 ہاں ٹمبر کئے تھے لیکن وہ اپنی اس کا بھی بیغیر ما زوں رکھت
 جتے ہیں۔'
 'تو کیا ڈاکٹر طاہر علی اور مسز صسن کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی

گی کہ مسٹر کے براؤن یہاں آئے ہوئے ہیں؟
 'ابھی نہیں، وہ یہاں آنے کے بعد اسکا فصد کریں گے
 کہ ان دونوں سے ملاقات کی جائے یا نہیں۔ اس کے بعد اسکا فصد کریں گے
 سے ملاقات کی خواہش مند نہیں اور ان کے آتے ہی تمہاری ان
 سے ملاقات کرادی جائے گی۔ لیکن یہ سب کچھ بیغیر ما زوں رہنا چاہیے۔
 جس طرح اب تک آپ کو ماڈرن کی نہیں ہوئی، میں جو یوں ہی طرح
 اطمینان رکھیں، اندر بھی آپ کو میری ذات سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔
 مجھے یقین ہے، بلکہ مجھے تو ادروں سے زیادہ یقین ہے کہ زندگی
 بھر مجھے تمہاری ذات سے کوئی شکایت نہیں ہوگی، جو یوں کے بلعین میں
 پھر صحنی نیز کیفیت پیدا ہوگی لیکن میں ایسی باتوں کو مثال جانے کا عادی
 تھا۔ میرے ذہن میں جنس پیدا ہو گیا تھا۔ مسز کے براؤن حیف ظہر
 پر یہاں آ رہے تھے۔ امکان اس بات کا تھا کہ ان کے آنے کے بعد
 میری اس کیفیت کا سلسلہ کبھی اور آگے بڑھ جائے گا۔ جو یوں نے یہی اطلاع
 دینے کے لیے مجھے یہاں بلایا تھا۔ لیکن وہ تنہائی میں میرے منہ سے
 کچھ اور بھی سننا چاہتا تھا۔ میں نے نہایت محتاط انداز میں اُس سے گفتگو
 کی اور اُسے یہ احساس نہ ہونے دیا کہ میں اس کی دوسری کیفیت سے
 متاثر نہیں ہوں یا ان پر جو نہیں دے رہا۔ البتہ زبان سے میں نے
 ایسا کوئی لفظ نہیں کہا۔ جو بعد میں میرے لیے مہیت بن گیا۔ کافی دیر
 ہم لوگ وہاں بیٹھے اس کے بعد جو یوں رخصت ہو گئی۔
 میں گھورتا پھرتا ہوا ٹھیک پہنچا تھا۔ فرزند زخان معمول کے مطابق
 بدل ہوئی شکل میں کوئی کے سامنے ہی ایک جگہ موجود تھا۔ وہ اپنی ڈیڑی
 پر مستعد تھا۔ میں نے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی اور کوئی میں داخل
 ہو گیا۔
 آج حالات کچھ سا نازگار تھے۔ تین دنوں سے میرا اور مجا بھی نظر
 آ رہی تھیں۔ تینوں امیری موجود تھیں جسے ہی میکل سے اترا وہ نذر
 سے مجھ آداریں دینے لگیں۔ جو یا جانا ہی پڑا۔ میں قریب پہنچا تو
 تو بڑھتی ہوئی لہجے میں بولی۔
 'بیجھے تشریف لے آئے۔'
 'غیر مت؟' جو نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔
 'ہاں ہم صحت غیر مت سے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے، اگر آپ
 ہماری غیریت نہیں پوچھیں گے تو کیا ہم ہم پڑ جائیں گے؟ تو
 نے طنز سے انداز میں کہا۔
 'اوپر آج کو ہم کوئی خواب معلوم ہوا ہے؟ میں مسر کر بولا۔
 'واقعی تو بال بھائی ان لوگوں کے ساتھ آپ کا وہ بہت
 خشک ہے، تو یہ آپ کی مہیت شکایت کرتی ہے؟ فریج بولی
 'آپ قریب سے رہنے برس جانا صاحبہ آپ کی غیر موجودگی میں
 محن نے مجھے اتنا پریشان کیا ہے کہ میں کہہ نہیں سکتا، میں نے تری
 تری کا اور تو یہ پھیل پڑی۔'



دوسرے صبح زور سے جاگا اور نہ جانے کا وقت بھی ہو گیا تھا۔ کہہ کر بابا ناشتا لیے تیار بیٹھے تھے۔ میں نے جلدی جلدی غسل کیا۔ ناشتا کیا۔ لباس پہن کر تیار ہو گیا۔ ٹیوٹی وی کے بعد میں آفس میں تھا۔ صحن صاحب اس وقت جب میں آفس میں داخل ہوا۔ یہاں اپنی کار میں آفس سے باہر نکل رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر ہاتھ لایا اور آگے بڑھ گئے۔ دفتر میں بیٹھے دوا دیا۔ پون گھنٹہ بھی نہیں گذرا تھا کہ جو گیا کا ٹیلی فون موصول ہوا۔

کیا بات ہے جو آیا۔ "میں نے سوال کیا۔
 وقت میں کچھ تبدیلی ہو گئی ہے ڈیڑی ساڑھے آٹھ بجے ہوئے ہیں نیا کمرہ نمبر ایک سو ساڑھے بیس بجھا جائے گا۔ میں اس وقت وہاں نہیں ہوں گی چونکہ ان لوگوں سے بچ کر نکل جانا بھی مشکل کام ہے۔ لیکن ڈیڑی سے میں آؤں اور پورے پندرہ گھنٹے کی۔ تم اطمینان رکھنا ساڑھے آٹھ بجے کمرہ نمبر ایک سو ساڑھے بیس ڈیڑی سے ملاقات کر کے۔ ہوان کے سامنے صرف میرا نام دے دینا اور اپنا نام بتا دینا۔ مگر جو آیا۔ تم کہاں سے بول رہی ہو؟ میں نے سوال کیا۔
 ایک بلیک کال ہوتی ہے۔ نکل آئی ہوں اس وقت اور ابھی واپس چل جاؤں گی۔ ان لوگوں کو شیپے کا موقع نہیں دینا چاہتی۔ کیا تم اپنے ڈیڑی سے کوئی تفصیلی ملاقات نہیں کرو گی؟
 کروں گی لیکن پرسوں پرسوں میں ان لوگوں کو شیپے کی جگہ چکر لے کر نکل آؤں گی اور سارا دن ڈیڑی کے ساتھ گلاؤں گی۔ تم ڈیڑی سے اپنا پرگرام طے کر لینا۔ لیکن ہے پرسوں میری موجودگی ہی میں ان سے ملاقات رہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی سوال ہو تو پتھر جلدی سے کرو مجھے فوراً واپس لوٹنا ہے۔
 نہیں جو آیا۔ میں تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔
 او کے ڈاکٹر ظاہر علی سے تو رابطہ نہیں قائم ہوا۔؟
 نہیں، بالکل نہیں!
 ٹھیک ہے۔ اگر مل بھی جائے تو تم ذرا بھی کسی مشیپے کا اظہار نہیں کرو گے۔
 تم سٹنن رجو گیا، معاذ خدا میں نے تم سے سوال کیا ہے۔ ڈاکٹر ظاہر علی سے نہیں!
 معاذ خدا کی بات کیوں کرتے ہو گا ذال۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں ہوں؟ جو لیا ہے کہا۔
 کیوں نہیں۔ اچھا خدا حافظ۔ میں نے بات مختصر کرتے ہوئے جلدی فون بند کر دیا۔

اب مجھے رات کا انتظار کرنا تھا۔ آفس سے اٹھ کر کوٹھی میں ہی کوشش نہیں کی۔ وہ ایسی جگہ تھی جہاں کوئی بھی ناگہانی پیش آنے کی سہولت تھی اور یہ رات میرے لیے بہت قیمتی تھی۔ کسی اور دن اس سے کوٹھی میں کوشش نہیں کی صرف ہفتوں میں وقت گزارا۔ ساڑھے آٹھ بجے میرا ناما بیچا۔
 کمرہ نمبر ایک سو ساڑھے بیس پر پہنچ کر میں نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے اجازت مل گئی۔ کمرے کے درمیان موم نے یہ نیم دراز شخصیت بیچے براؤن کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ بیکار جن کا کسی قدر پست قامت آدمی تھا۔ دانتوں میں پاپ دبا ہوا تھا۔ اس کی تیرسواں بھین میرا جائزہ لینے لگیں۔ میں نے بڑے بڑے کراس کے قریب پہنچ گیا۔
 مسٹر براؤن! میں نے اُسے مخاطب کیا لیکن وہ کچھ نہیں بولا اور بس کچھ دیکھ جا رہا تھا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملانے کو کوشش کی اور نہ بیٹھے کے لیے کہا جس پر میں کسی قدر بھلا گیا۔
 سو رہی۔ کیا آپ نائینا میں مسٹر براؤن! میں نے اس کی کھوپڑی کے سامنے ہاتھ بٹایا اور اس نے چونک کر سر تھپتھپے بٹایا۔ پاپ کے برابر بچے جھک گیا اور شاید اُسے گرنے سے بچانے کے لیے اس نے دانت بھیج دیے۔ پھر جلدی سے اس نے پاپ منہ سے نکال لیا۔ غلط آجے آپ کو۔؟ نہیں پھر بولا۔
 جلد بازی اچھی نہیں ہوتی تو جوان! وہ بڑے بڑے انداز میں بولا۔
 آپ اسی کا شمار معلوم ہوتے ہیں!
 میں۔؟
 ہاں مسٹر براؤن! ادب و اخلاق کو بھول کر آپ میرا جائزہ لے رہے ہیں۔ اس کے لیے آپ کے پاس کافی وقت ہے۔ وہ بڑے بڑے انداز میں بول رہے تھے۔
 ایک سیٹ۔ پسند آئے تم مجھے۔ پیلا اثری مرد ہے۔ اعتماد اور حصولِ دولت کے لیے ہر ایک کے سامنے نہ جھکنے والا ہر طرح سے قابلِ اعتماد ہوتے ہیں۔
 لیکن اپنے آپ میں کم اور اخلاقیات سے عاری لوگ نگاہ میں اچھے نہیں ہوتے۔ میں نے جواب دیا۔
 گا زالی ہے تمہارا نام جو لیا جاتا ہے خاندانی آدمی کی نظر بھی آتے ہو۔ بات یہ ہے جو ان کو نہیں ایک کاروباری آدمی ہوں۔ عموماً میری ملاقات ایسے لوگوں سے رہتی ہے جو میری ٹوٹی پونٹ بات کرتے ہیں اور رسمیات کے جال میں ڈر پڑتے ہیں اور ادا کیے ہیں۔

مجھے پھر شناسی سے بھی دلچسپی رہی ہے مجھے۔ اور ارمینی لوگوں کے چہرے میں ان کی شناخت کرتا ہوں۔ تمہارا جائزہ لینا اس لیے بھی ضروری تھا کہ تمہیں ہمارے ساتھ بہت دور تک جانا ہے!"
 "میں اس دور کی وضاحت نہیں طلب کروں گا مسٹر براؤن، اور بہتر ہے کہ آپ ٹوٹی پونٹ بات کریں۔"
 "کیا تم عام حالات میں بھی اتنے ہی کھورے ہو؟"
 "اس کا جواب جو لیا بہتر ہے گی۔"
 "نہیں ڈاکٹر گا زالی، غلط فیصلوں کا شکار ہو کر یہ خراب نہ کروں۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔" اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔
 "ہاتھ ملانے کا وقت گذر چکا ہے مسٹر براؤن، وہ وقت آپ نے پھر شناسی میں ضائع کر دیا۔"
 "مندی لڑکے! تمہاری ہر بات مجھے متاثر کر رہی ہے۔ مجھے جو لیا پر حیرت ہے وہ اتنی ذہین کیسے ہو گئی؟ تاہم سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہی میری طرف سے تمہیں تمہارے گی۔ ہاں تو اب مجھے اس پر اسرار بولنا ہے کہ باہر سے میں تفصیل بتاؤں۔ لیکن پتھر اور اس سے قبل کچھ اور سوالات بھی کرنا چاہتا ہوں۔ مسٹر حرن کے لیے تم کیا کرتے ہو؟"
 "ان کی فرم میں ملازم ہوں!"
 "کتنی تنخواہ ملتی ہے؟"
 "اتنی کہ اس سے عموماً ہوں اور ملازمت نہیں چھوڑنا چاہتا!"
 "سکین جو لینے کا تمہارا کمر اس سے تعاون پر آمادہ ہو؟"
 "دولت کے حصول کے لیے آپ لوگوں سے تعاون پر آمادہ ہوں سکین کوئی نئی ملازمت نہیں چاہیے۔ میں نے جواب دیا۔
 "ہوں!" وہ چند لمحات خاموش رہا پھر بولا، "لیکن دولت کے حصول کا یہ ذریعہ شرفناہ نہیں ہے۔"
 "مجھے جس قدر تفصیل معلوم ہوئی ہے اس میں کوئی غیر شرفناہ بات نہیں نظر آئی۔ باقی حالات پر منحصر ہے۔"
 "تو پہلی بات تو یہ ہے مسٹر گا زالی کہ مجھے ایک ایسا آدمی دکھا دو جو یہاں میرے مفادات کے لیے کام کرے۔ میرا کام کسی کو رکھنا ہے اس کے ساتھ کوئی جا ریت نہیں ہے بلکہ حاملہ می اوٹھے نفس سے متعلق ہے جسے مسٹر حرن اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ میں بھی وہی کرنا چاہتا ہوں جس کو زیادہ مواقع حاصل نظر بھی آتے ہو۔ بات یہ ہے جو ان کو نہیں ایک کاروباری آدمی ہے۔ یہ باتیں جو لیا مجھ سے کہتی ہے۔ اور اس نے مجھے پچاس ٹوٹی پونٹ بات کرتے ہیں اور رسمیات کے جال میں ڈر پڑتے ہیں اور ادا کیے ہیں۔"

"پچاس ہزار، تم پچاس لاکھ کا کہتے ہو گا زالی، میں تم سے اس کا وعدہ کرتا ہوں۔"
 "تو پھر بات کسی اس موضوع پر!"
 "مگر تمہارے رویے میں وہ بات نہیں ہے جس کی میں توقع کر رہا تھا۔"
 "اس کی ابتدا آپ نے کی ہے مسٹر براؤن۔ درد آپ کے لیے میرے جذبات اتنے بڑے نہ تھے۔"
 "تم سچ نہیں کہتے! مجھے اس کی عادت پڑ چکی ہے۔ ہر حال میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ اب ایک اچھے انسان کی طرح ملنے کے دوران دھو دو۔ میرا خیال تھا ڈاکٹر کے مبارک سے کی وجہ سے تم میری ہر بات قبول کرو گے۔ تم نے دیکھا ہوگا لوگ ایسا ہی کرتے ہیں جہاں سے ان کے مفادات وابستہ۔ تمہیں وہ اپنی شخصیت فتح کر دیتے ہیں۔ تم ایسے نہیں ہو رہے دوسری بات ہے اس طرح تمہاری شخصیت کا حیا رسلنے آیا ہے۔"
 "ٹھیک ہے مسٹر براؤن! مجھے بتائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" میں نے فرم لہجے میں پوچھا۔
 "پہلے دوستی کا ثبوت دو۔" اس بار اس نے اپنی بگ سے آٹھ کر پھر کھری طرف بڑھایا۔ میں نے بھی بڑے تباک سے مصافحہ کیا۔ اور وہ مشکریہ ادا کر کے بیٹھا گیا۔ "اور اب مجھے اس بوز سے کیفیت بتاؤ!"
 "اس کی کیفیت جمل کی توں ہے۔ ڈاکٹر ظاہر علی اُسے جو دوائیں استعمال کر رہے ہیں انھوں نے اس کی حالت میں تبدیلی نہیں ہوتے دی۔ صحن صاحب کو اب بھی تک ڈاکٹر ظاہر علی پر کوئی شک نہیں ہے۔"
 "گذر اس کی حالت اس طرح بہتر نہیں ہیں۔ ان دواؤں کا مسلسل استعمال اس کے ذہن کو بے حس کے لیے تباہ کر سکتا ہے!"
 "ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے ظاہر علی کو یہ سوچنا چاہیے!"
 "اُسے گولی مار دو! میں بہت مصروف تھا۔ مجھے ذہن انگریز ٹریڈ سیمار میں شرکت کے لیے کسی ٹکیوں کے دورے کرنا پڑے۔ طویل عرصے سے یہ مصروفیت تھی اس لیے کوئی کام نہیں کر سکا۔ اب فرصت ملی ہے۔ ڈاکٹر ظاہر علی کو میں نے صرف اس لیے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا کہ اس وقت اور کوئی ذہن میں نہیں آیا تھا۔ سکین اب میں فرصت میں ہوں اور اس سلسلے میں خود ملی کارروائی کر سکتا ہوں۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ تم سامنے آ گئے۔ میں تمہیں اپنے اس کام میں پوری طرح شامل کرنا چاہتا ہوں گا زالی!"
 "میں آپ کے ساتھ تعاون کے لیے تیار ہوں مسٹر براؤن!"
 "اپنے مطلب کے لوگوں سے کوئی تعلق ہے؟"

”میں نہیں سمجھا“

”کچھ کاروائیاں کرنی ہوں گی۔ شہ بڑھے کو وہاں سے ہٹانا ہوگا۔ اس کو عوام لایا جا سکتا ہے۔ ہمیں اس کے لیے کچھ لوگ دیکھنا ہوں گے جو رازداری سے مارا کام کریں۔ تم اس کی تیاریاں کر لو گا زالی۔ اخراجات کی پروا نہ کرو۔ میں اب یہ کام مکمل کر کے ہی دم لوں گا۔“

”سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہو جائے گا ماسٹر براؤن“

میں نے سہلے سے کہا۔

”گڈ! جو انہیں بھیجے بتالیجے کہ تم پوری طرح قابل اعتماد ہو جن کو میری آمد کی کوئی ہینک نہیں ملنی چاہیے!“

”قطعی نہیں ملے گی۔ کیا آپ ڈاکٹر طاہر علی کو بھی اپنی آمد سے لاعلم رکھیں گے؟“

”سوفیسی اگر یہ سب کچھ نہ کرنا ہوتا تو اپنی آمد خفیہ رکھنے کی کوشش کیوں کرتا۔ اور اگر میرا کام ہو جائے تو میں خاموشی سے یہاں سے واپس چلا جاؤں گا۔“

”بہت اچھا! کب تو آپ نے مجھے تفصیل بتا دی۔ اب میں اصل موضوع پر آنا چاہتا ہوں ماسٹر براؤن!“ میں نے کہا اور براؤن چونک پڑا۔

”اصل موضوع کیا ہے؟“

”بات یہ ہے ماسٹر براؤن کہ بدقسمتی سے میں بھی ایسے خاندان کا فرد ہوں جو کھانا تیاغ تھا۔ میں نے بہت اچھی زندگی گزار دی ہے۔ پھر کچھ لوگوں سے اختلافات ہوئے اور میں نے اپنی دنیا چھوڑ دی۔ جن صاحب کا بیٹا میرا دوست ہے، وہ مجھے اپنے ساتھ لے آیا۔ میرے ساتھ اب بھی عزیزوں کا سا سلوک ہوتا ہے۔ بڑھے شخص کو میں نے صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تحفظ دیا تھا۔ بد نہیں اس کے بارے میں جاننے کا موقع ملا۔ لیکن میں اس کی اصل شخصیت سے ابھی ناواقف ہوں۔ ذہنی طور پر میں صرف ایک مہربان ہوں اور کسی کا ڈاکٹر نہیں کہہ سکتا۔ میرا نہیں سمجھتا۔ یہ حقیقت جاننے کا خواہش مند ہوں۔ ہاں یہ وہ وعدہ ہے کہ سب کچھ جاننے کے بعد خوشی سے آپ کے لیے کام کروں گا۔ اس لیے میری بیٹی ماسٹر براؤن کو آپ پہلے مجھے اس بوڑھے کے بارے میں سب کچھ بتاویں۔“

”بات یہ ہے ماسٹر براؤن کہ بدقسمتی سے میں بھی ایسے خاندان کا فرد ہوں جو کھانا تیاغ تھا۔ میں نے بہت اچھی زندگی گزار دی ہے۔ پھر کچھ لوگوں سے اختلافات ہوئے اور میں نے اپنی دنیا چھوڑ دی۔ جن صاحب کا بیٹا میرا دوست ہے، وہ مجھے اپنے ساتھ لے آیا۔ میرے ساتھ اب بھی عزیزوں کا سا سلوک ہوتا ہے۔ بڑھے شخص کو میں نے صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تحفظ دیا تھا۔ بد نہیں اس کے بارے میں جاننے کا موقع ملا۔ لیکن میں اس کی اصل شخصیت سے ابھی ناواقف ہوں۔ ذہنی طور پر میں صرف ایک مہربان ہوں اور کسی کا ڈاکٹر نہیں کہہ سکتا۔ میرا نہیں سمجھتا۔ یہ حقیقت جاننے کا خواہش مند ہوں۔ ہاں یہ وہ وعدہ ہے کہ سب کچھ جاننے کے بعد خوشی سے آپ کے لیے کام کروں گا۔ اس لیے میری بیٹی ماسٹر براؤن کو آپ پہلے مجھے اس بوڑھے کے بارے میں سب کچھ بتاویں۔“

”سوائل کیا ہیں؟“

”جب صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈرائیو سے واقف ہو کر میری ماں کے ساتھ دیں گے۔“

”میں نے براؤن سے گہری سانس لی چند لمحات کچھ سوچا پھر بولا۔“

”گڈ! آؤری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ۔ تمہاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہا“

”سوائل کیا ہیں؟“

”جب صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈرائیو سے واقف ہو کر میری ماں کے ساتھ دیں گے۔“

”میں نے براؤن سے گہری سانس لی چند لمحات کچھ سوچا پھر بولا۔“

”گڈ! آؤری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ۔ تمہاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہا“

”سوائل کیا ہیں؟“

”جب صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈرائیو سے واقف ہو کر میری ماں کے ساتھ دیں گے۔“

”میں نے براؤن سے گہری سانس لی چند لمحات کچھ سوچا پھر بولا۔“

”گڈ! آؤری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ۔ تمہاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہا“

”سوائل کیا ہیں؟“

”جب صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈرائیو سے واقف ہو کر میری ماں کے ساتھ دیں گے۔“

”میں نے براؤن سے گہری سانس لی چند لمحات کچھ سوچا پھر بولا۔“

”گڈ! آؤری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ۔ تمہاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہا“

”سوائل کیا ہیں؟“

”جب صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈرائیو سے واقف ہو کر میری ماں کے ساتھ دیں گے۔“

”میں نے براؤن سے گہری سانس لی چند لمحات کچھ سوچا پھر بولا۔“

”گڈ! آؤری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ۔ تمہاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہا“

”سوائل کیا ہیں؟“

”جب صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈرائیو سے واقف ہو کر میری ماں کے ساتھ دیں گے۔“

”میں نے براؤن سے گہری سانس لی چند لمحات کچھ سوچا پھر بولا۔“

”گڈ! آؤری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ۔ تمہاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہا“

”سوائل کیا ہیں؟“

”جب صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈرائیو سے واقف ہو کر میری ماں کے ساتھ دیں گے۔“

”میں نے براؤن سے گہری سانس لی چند لمحات کچھ سوچا پھر بولا۔“

”گڈ! آؤری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ۔ تمہاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہا“

”سوائل کیا ہیں؟“

”جب صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈرائیو سے واقف ہو کر میری ماں کے ساتھ دیں گے۔“

”میں نے براؤن سے گہری سانس لی چند لمحات کچھ سوچا پھر بولا۔“

”گڈ! آؤری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ۔ تمہاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہا“

آثار دیا تھا مگر دفنے کا راز کسی اور کو نہ معلوم ہو سکے۔ واسکاٹ وہاں سے یورپ پہنچ گیا، بیان اس نے نام بدل کر پائش اختیار کر لیا۔ اتحادیوں کو اور جرمنوں کو اب اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا تھا، اس لیے اس نے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے نام وغیرہ تبدیل کر لیا اور شادی بھی کر لی، جس عورت سے اس نے شادی کی تھی وہ خود اتحادی جاسوس بھی، اور اسے اٹلی کی حکومت کی طرف سے واسکاٹ کی تلاش کا کام سونپا گیا تھا۔ لیکن طویل عرصے تک اسے واسکاٹ کی اصلی شخصیت نہیں معلوم ہو سکی۔ پھر کسی موقع پر سر واسکاٹ نے اسے خود اپنے بارے میں بتایا تو وہ اپنا ضمنی پورا کرنے پر تیار ہو گیا۔

" اس نے اٹلی کی حکومت کو اس کے بارے میں اطلاع دی۔ اور اٹلی کے جاسوس اسے گرفتار کرنے کے لیے یورپ پہنچ گئے، انھوں نے واسکاٹ کو اپنی تحویل میں لے کر آئی بی بی جی دیا، جہاں کی جیل میں واسکاٹ نے اس خزانے کے بارے میں انکشاف کیا۔ اور اٹلی کے حکام سے کہا کہ اگر اسے سزا دی گئی تو خزانہ کبھی بھی حاصل نہ کیا جاسکے گا۔ اس وجہ سے حکام اسے زندہ رکھنے پر مجبور ہو گئے۔ واسکاٹ نے بتایا کہ اس کے کچھ ایسے کاغذات یورپ میں نہ رکھے ہیں جو امریکی وطن یعنی اس کی بیوی کے ہاتھ رکھے گئے تو خزانے کا راز، راز نہیں ملے گا، چنانچہ وطنی فوراً گرفتار کر کے اس کے کاغذات حاصل کر لیے جائیں۔ یہ بیوی سنسنی خیز اطلاع تھی چنانچہ فوراً وطنی کی گرفتاری کے لیے کوشش کی گئی، لیکن اتحادی جاسوس کاغذات سمیت غائب ہو چکی تھی۔ اس کی کھوپڑی میں زمین آسمان ایک کر دیے گئے لیکن وطنی کا کوئی پتا نہیں مل سکا۔ واسکاٹ نے بتایا کہ تمام یادداشتیں ان کاغذات میں محفوظ تھیں اور وطنی یہ آسانی ان کے ذریعے خزانے تک پہنچ سکتی ہے۔

" اٹلی کے حکام واسکاٹ کو بے رحمی سے سزا دینے کی پہاڑوں میں گئے لیکن چالاک واسکاٹ نے جیل میں رہ کر بھی کسی طرح اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کر لیا اور مونٹ سورت کی پہاڑیوں میں اس کے ساتھیوں نے تین آدمیوں کو قتل کر کے واسکاٹ کو رہا کیا۔ واسکاٹ فرار ہو گیا اور اس طرح اربوں ڈالر کی مالیت کا یہ خزانہ اٹلی کے حکام کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ روم سے تین سالوں میں دور کے اس علاقے میں خزانے کی تلاش کی ہر ممکن کادروائی کی گئی لیکن وہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ یہ دلاڑمی واسکاٹ کی کبابی ہے۔ اس کے بعد ہم نے اس کی ڈاڑھی پڑھی۔ اس میں کچھ باتیں کارآمد تھیں۔ مثلاً یہ کہ وطنی تبت میں ہے۔ اور ایک اتہائی دولت مند عورت کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہے۔ واسکاٹ کے دو بیٹے بھی اٹلی کے ساتھ ہیں۔ لیکن وطنی کے دولت مند

ہونے کا راز پوشیدہ ہے۔ واسکاٹ نے خیال کیا کہ تھا کہ خزانہ وطنی کی تحویل میں ہے لیکن وہ اس عظیم الشان خزانے کو اٹلی سے تبت میں منتقل نہیں کر سکی البتہ اس میں سے کچھ نکال لائی ہے اور اسے استعمال کر رہی ہے۔ واسکاٹ نے اس ڈاڑھی میں ایک اوشنر کا حوالہ دیا تھا، جو وطنی کے بہت قریب ہے اور وطنی اس کے لیے جاپان آتی رہتی ہے۔ وہ رات کی تمباکو میں اس شخص کے ساتھ رہتی ہے۔ واسکاٹ اس ناک میں تھا کہ وطنی کو جاپان میں پکڑ لے، ڈاڑھی میں اس شخص کا جو پتہ لکھا تھا یہ وہی تھا جو واسکاٹ نے میں بتایا تھا اور کچھ کہتے ہوئے مریا تھا۔

" واسکاٹ کی اس کہانی نے میں بہت متاثر کیا اور ہم دونوں اس خزانے کے حصول کے بارے میں سوچنے لگے۔ حسن نے کہا کہ وطنی کو تلاش کیا جائے۔ لیکن ہمارا یہ دورہ مختصر تھا، اس لیے ہم زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے۔ تبت کے لیے ہم نے کچھ عرصے بعد کا پروگرام بنایا لیکن ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی لیا گیا کہ جو پتہ واسکاٹ نے اپنی ڈاڑھی میں درج کیا ہے اسے تو دیکھ لیا جائے۔ یہ علاقہ تو بڑا ایک فوجی قصبہ تھا۔ ہم اس کا کھونٹ لگاتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ وہاں جاپانی لڑکی اس عمارت میں سخت پیرا تھا اور چار آدمیوں کے علاوہ بہت سے خود خوراک تھی وہاں ہر وقت کھٹے رہتے تھے۔ ہم اس عمارت میں داخلے کی ترکیبیں سوچتے رہے اور پھر پہنچنے والے داخل ہونے کے لیے فوجی اہلکاروں کی انتظامات کیے۔ کتوں کو گوشت کے ٹکڑوں میں ڈھرنے دیا گیا اور پھر وہاں کو بیہوش کرنے کے لیے خواب آور گیس استعمال کرنا پڑی۔ پھر حال ہم اندر پہنچ گئے۔ اندر بھی کچھ بلازم تھے جو گیس سے متاثر ہو کر بیہوش ہو گئے تھے۔ عمارت بہت بڑا سلازم تھی۔ اس میں ایک قید خانہ بنایا گیا تھا اور قید خانے کی موٹی سلاخوں کے پیچھے ہی پڑھا قید تھا۔ پہنچنے کے بعد اس کا جائزہ لیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پوری عمارت کی تلاشی سے ڈالی اور یہ اندازہ ہو گیا کہ عمارت میں اس بوڑھے کے علاوہ اور کوئی قابل تو جہیز نہیں ہے۔ تبت میں اسے ایک تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ وطنی کو قابو کر کے لے کر آئیں اسے اس بوڑھے کو اپنی تحویل میں لے لیں، تو جہیز ہوگا، ممکن ہے یہ وطنی کے لیے اتنی ہی اہم حیثیت رکھتا ہو جس کی وجہ سے وطنی ہالے قابو میں آجائے۔

" میں نے حسن کی اس تجویز سے اس لیے اتفاق کیا کہ ہم نے اتنی محنت کی تھی، اس کا کوئی اور صلہ تو اس عمارت سے نہیں مل سکتا تھا، چنانچہ یہ بات فیصلت معلوم ہوئی اور ہم دونوں مل کر اس بوڑھے کو وہاں سے نکال لائے۔ ہم اسے لوگوں کے آگے اور چونکہ ہم دونوں کی حیثیت کا روبرواری نوعیت کی تھی اور ہر چیز ان

کا سر کے ممبر بھی تھے اور کچھ ایسے اختیارات رکھتے تھے کہ ہمیں بوڑھے کو وہاں سے نکال لانے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ ہم بوڑھے کو لے کر فرانس پہنچ گئے، حسن بھی میرے ساتھ راستے میں ہم سے اسے ایک بیار آدمی کی حیثیت دی تھی اور نہایت احتیاط کے ساتھ اسے ایسی دواؤں دیتے رہے تھے کہ وہ غیر ہوشیاری کی کیفیت میں رہے۔ ہر طور پر کسی دقت کے ہم فرانس پہنچ گئے، یہاں ہم نے بوڑھے کو ہوش میں لانے کی کارروائیاں کیں اور وہ ہوش میں آ گیا۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ بوڑھا صحیح الدماغ نہیں ہے اس کے انداز میں ایک دشت تھی اور اس کی کیفیت ایسی تھی کہ کسی بھی طرح اس پر اداکاری کا شہ نہیں ہو سکتا تھا، بیشتر تجربات کیے گئے لیکن نتیجہ یہی نکلا کہ بوڑھا پاگل ہو چکا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کے پاگل پن میں وطنی کا ہاتھ ہے یا کوئی اور بات؟ اس کا فیصلہ کارنا فاضل کام تھا۔ ہم نے بوڑھے کی دماغی کیفیت کا تجزیہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی لیکن کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا، حسن کو اپنے وطن واپس جانا تھا اور ہمیں چنانچہ کچھ ایسے معاملات طے کئے، جن کی فیصلہ پر بوڑھا ہم دونوں کی مشترک ملکیت ہے، کیونکہ کاروبار کی دنیا میں دو تیرا پراختصار نہیں کیا جاتا، حسن بھر سے واقف تھا اور میں حسن سے تقریباً دو ماہ کے بعد نے وطنی کی تلاش کے لیے تبت چلنے کا پروگرام بنایا۔ بوڑھے کو فرانس ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں بھی میری رہائش کا گاہ تھی۔ پھر ہم دونوں تبت چل پڑے۔

" وزیر مہمہ ہم نے تبت کے مختلف علاقوں میں گزرا اور وطنی کی تلاش میں سرگرداں رہے، ہمارے پاس بہتر وسائل نہیں تھے اور ہم کوئی موثر کارروائی نہیں کر سکتے تھے، البتہ جس طرح بھی ممکن ہو سکتا تھا، ہم ان مختلف علاقوں میں گھومتے ہوئے وطنی کو تلاش کرتے رہے، لیکن اس کا اور اس کے دونوں بیٹوں کا کوئی سراغ نہیں لایا، یہاں سے واپس ہونے کے بعد ہم فرانس واپس گئے اور اس وقت میں بے مواکف ہوئے اسے کو اپنے ساتھ لے جانے کا اور اپنے پاس رکھنے کا اور اس کی ذہنی کیفیت کا تجزیہ کیا۔ کہہ سکتے ہیں کہ بوڑھے کو دونوں کا مشترک دوست تھا، حسن کے ذہنی ڈاکٹر طرہ پر اسے میرا تعارف ہوا تھا، لیکن میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ڈاکٹر طرہ پر علی کام کا آدمی ہے، چنانچہ میں نے غرض طور پر یہاں اسے اپنا نام نہ مقرر کیا اور ایک بہترین پیشکش کرتے ہوئے اس سے کہہ کر وہ بوڑھے پر تگاہ رکھے، ڈاکٹر طرہ پر اسے کامیاب بن گیا اور مجھے اس کے بارے میں اطلاعات دیا، یہاں ڈاکٹر طرہ پر

نے تجزیہ پیش کی کہ فی الحال بوڑھے کی دماغی کیفیت بحال نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اسے بہتر مصلحت رہنا چاہیے۔ ڈاکٹر طرہ پر اس کا خیال تھا کہ بوڑھے کی یادداشت میں کوئی ایسی چیز پوشیدہ ہے جسے اس کا ذہن تلاش نہیں کر پاتا۔ وہ اس چیز کو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن ذہنی قفل اسے روک دیتا ہے۔ ڈاکٹر طرہ پر اسے اس کا وہ بوڑھے کی یادداشت واپس لاسکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ اگر حسن کو درمیان سے نکال دیا جائے تو کیسا ہے؟

" ہر طور پر کوئی ایسی بات نہیں تھی میرے سامنے جس پر میں عمل چھوڑ سکتا تھا، لیکن ڈاکٹر طرہ پر اسے تعاون ضروری تھا، کیونکہ یہ کام وہ سن کے ساتھ عمل کر سکتا تھا، چنانچہ میں نے یہ بات منظور کر لی۔ اس دوران جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ایسی ضروریات میں اس قدر کھویا رہا کہ بوڑھے کے سلسلے میں کوئی مقبول کارروائی نہیں کر سکا، یہ خدشہ بھی مجھے پیش آیا کہ وہ جتنا ڈاکٹر طرہ پر اسے میرے بجائے اسے حسن سے مل گیا تو

معاذ گم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر طرہ پر اسے کو قابو میں رکھنا ضروری تھا البتہ میں نے اپنے ذہن میں ایک اور فیصلہ کر لیا تھا۔ " میں جانتا تھا کہ بوڑھے کو غصے طور پر اپنی تحویل میں لے کر یہاں سے نکل جاؤں اور ڈاکٹر طرہ پر اسے اسے کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکے۔ وطنی کی تلاش کے لیے میں نے اب تک مسلسل کارروائیاں جاری رکھی ہیں۔ تبت میں میرے چند آدمی اس کا کھونٹ لگتے پھر رہے ہیں، لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کوئی حوصلہ افزا اطلاع نہیں مل سکی ہے۔ اور اب یہ بوڑھا بھی میری تمام تر توجہ کا مرکز ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا پوچھنا چاہئے ہونے چاہئے؟ " "یکے باؤں کا لہجہ عجیب سا تھا۔ میں اس پر اسرار کبابی میں بری طرح اُلجھا ہوا تھا۔ معائنہ میری توقع سے کہیں بڑھ کر تھا، جیسا اُلجھا ہوا اور بہت ہی عجیب، سب سے عجیب بات یہ تھی کہ اس میں ندرت کا کہیں کوئی ذکر نہیں تھا، میں ندرت کو بوڑھے سے منسلک نہ کرتا، اگر اس کا راز آتا تو مجبوز تبت ہوتا، آج بھی میرے ذہن میں وہ لمحات اُلجھ آئے جب میں نے ندرت کو بوڑھے سے پار سے بوڑھے سے پلٹے ہوئے دیکھا تھا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے، یہ صرف انسانی ہمدردی نہیں ہو سکتی، اس کے پس پردہ کوئی اور جذبہ تھا۔ وہ جذبہ کیا تھا؟ اس کا تجزیہ کرنے سے بہت سی نئی باتیں سامنے آ سکتی تھیں، یہ بھی سوچا جاسکتا تھا کہ ندرت صرف حسن صاحب کی دریافت ہو۔ اور انھوں نے اسے منسلک طور پر ہر شخص سے پوشیدہ رکھا ہو۔ یہ سب کچھ سوچنے

کا وقت نہیں تھا، ایک انتہائی چالاک آدمی میرے سامنے بیٹھا
 بوا تھا، اور میرے چہرے کی معمولی سی شکن بھی اُسے میرے
 بائے میں شیبے کا شکار رکھتی تھی، چنانچہ میں منہل گیا۔ سیکے
 براؤن کی آواز اچھری، نوجوان، تمہیں آنا بڑا راز بتا دینے کا مطلب
 یہ ہے کہ اب تم اخلاقی طور پر بھی میرے ساتھ تعاون کیے بغیر
 مجبور ہو، ورنہ نہ کسی قیمت پر ایک چوٹھا آدمی پسند نہیں کرتا
 ” مہتر میکیے براؤن، میں اپنے سلسلے میں آپ کے اس اعتماد
 کو ذہانت کے سٹانی سمجھتا ہوں، آپ نے خود ایک چوٹھا آدمی

پیدا کیا ہے، کیا ان تمام باتوں سے واقف ہونے کے بعد میں اپنے
 طور پر کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ جبکہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ
 اگر میں ایسا کروں گا تو ڈاکٹر ظاہر علی اور حسن صاحب میرا ساتھ
 لے سکتے ہیں، پھر چاہ پنے ایسا کیوں کیا؟ میں واقعی حیران ہوں،
 ” میکیے براؤن کے ہر قول پر سرکاہٹ بیٹھ گئی، پھر اس نے
 آہستہ سے کہا، ” اس لیے میرے نوجوان دوست کو میں تمہارے
 اندر ایک ایسا نوجوان دیکھ چکا ہوں، جو دانتار ہے۔ خود اعتماد
 ہے اور دندنہ بھی۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ کوئی کام
 تیار نہ کر رہیں کیا جا سکتا، میں جانتا ہوں حسن سے تمہیں صرف اتنا
 لگا ڈوبے کہ وہ اس وقت تمہارا باس ہے، ڈاکٹر ظاہر علی سے براہ
 راست تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے، اگر تم اس سلسلے میں ان دونوں
 سے تعاون کر دے گے تو اس کے پس پردہ صرف دولت کے حصول
 کی خواہش ہی کارفرما ہوگی۔ اگر اس راز سے میں تمہیں ملن کر
 دوں تو پھر مجھ سے قدرتی کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ اور پھر تم
 جیسے لوگ غدار نہیں ہوتے، اس کا تصور ابہت مجھے بھی اندازہ
 ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے سوچ کر سمجھ کر کیا ہے اور اگر کارروائی
 مجھے کوئی نقصان پہنچاتی ہے تو اس کا ذمہ دار سو فیصدی میں اپنے
 آپ کو قرار دوں گا، تم اپنے طور پر آکر دو، فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے
 کہ تم کسی کا ساتھ دو گے، یہ کارروائی جو میں تمہارے ذریعے کرنا
 چاہتا ہوں، یہاں تغیر کر کے میں اپنے طور پر بھی کر سکتا تھا۔ میں
 تمہیں بتانا چکا ہوں کہ میرے وسائل اتنے محدود نہیں ہیں، لیکن
 ایک مناسب آدمی میرے سامنے آ گیا ہے تو پھر مجھے ادھر ادھر پھینکنے
 کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارے ذہن میں اس بارے میں جو کچھ بھی
 آئے، مجھ سے کہہ دینا، اگر میں وہ نہ کر سکا تو پھر تمہیں اختیار ہوگا
 کہ جو بھی چاہے کرو۔“

اس کے بعد گئی گئی آواز نہ جاتی تھی، ایسے براؤن کو مطمئن
 کرنا ضروری تھا، میرا خیال تھا کہ اس کی تمام شیطانی صلاحیتیں
 اس وقت گہری نیند جاسوئی تھیں، کیونکہ وہ یہ بات بھی جانتا تھا
 کہ حسن میرا دوست ہی نہیں بلکہ حقیقت میں مومن بھی ہے، جس نے
 بیسی اور بے بسی کے عالم میں گھر سے نکلنے کے بعد مجھے شہر کے
 فٹ پاتھوں کی گھٹورے کھانے کے لیے نہیں چھوڑا تھا، بلکہ ایک
 باعث مقام دیا تھا۔ ایک خود دار اور خود اعتماد آدمی کے لیے
 یہ بات بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن شاید میرے براؤن
 کے ذہن میں یہ سب کچھ نہ ہو اور وہ اس انداز فکر کا مالک نہ ہو۔
 تاہم اسے اطمینان دلانا ضروری تھا، چنانچہ میں نے اپنے لیے
 کو بھر پور تاثر دیتے ہوئے کہا، ” ٹھیک ہے مہتر میکیے براؤن، آپ
 کے اس اعتماد کو مجروح نہیں کیا جائے گا۔ میں آپ کی ہدایت
 کے مطابق ہی تمام کام کروں گا۔“

اس دوران کھانا لگایا تھا جس کے دوران سدا گنگو باری لگا۔
 ” اب یہ بتاؤ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ “
 ” میرا خیال ہے آپ اپنا اندر و گرام بھی مجھے بتادیں یا اگر
 نہ بتانا چاہیں تو اس کے لیے میں اسرار نہیں کروں گا۔“
 ” میری خواہش ہے کہ بڑے کوغیہ طور پر یہاں سے نکال لے
 جاؤں۔ اس کے لیے مجھے کچھ کارروائیاں کرنی ہیں مثلاً اُسے یہاں
 سے نکال لے جانے کا بندوبست میں اس طرح کر سکتا ہوں جو
 طرح ہم چاہیں گے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے
 ہاتھ سے پھینک دیں ایک ایسے خفیہ ٹھکانے کی ضرورت ہے جہاں
 لے جا کر ہم بڑھے ہو کر رکھ سکیں۔“
 ” ہاں اس کے لیے کوئی عارضی جگہ حاصل کی جا سکتی ہے
 کوئی مناسب کرائے کا مکان۔“
 ” یقیناً یہی مناسب ہوگا۔“
 ” وہ میں کروں گا، اگر کوئی خاص علاقہ آپ کے ذہن میں ہو
 تو آپ فرما دیجیے، ورنہ کسی بھی مناسب جگہ ایک دو ماہ کے لیے
 کوئی عمارت حاصل کی جا سکتی ہے یہ کام یہاں کے پارٹی ڈیڑر
 سکتے ہیں اور میرا خیال ہے اس میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔“
 ” تم کل دن میں یہ کام کرو اور اس سلسلے میں جو بھی اخراجات
 ہوں مجھے ان کا بل دے دو، میں ادا کروں گا بلکہ تم مزید کچھ
 رقم رکھ لو وہ تمہارے کام آئے گی۔“

سے ملنے لگا کارروائیاں کروں، جب میں واپس پہنچ جاؤں تو
 پھر عرصے کے بعد تم ہی تک چھوڑ کر میرے پاس آ جاؤ اور ہم مشترکہ
 طور پر کام شروع کریں۔ مجھے یقین ہے کہ دلچسپی کی تلاش میں اور اس
 پڑھے کے ذہن سے اس کارروائی کو لے کر تم میرے بہترین معاون
 ثابت ہو گے۔“

” یقیناً بڑھے کے ساتھ میں نے جہاز رمل اور طریق کار
 اختیار کیے، اس کے تکرار نامے بہتر نظر آتے ہیں۔“
 ” میں تمہاری صلاحیتوں پر مکمل چھوڑ سکتا ہوں، ورنہ میکیے
 براؤن کے منہ سے اس کارروائی کو لینا آسان کام نہیں تھا۔“

براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ” تو پھر مجھے اجازت، آپ سب یہیں ملاقات ہوگی۔“
 ” ہاں تم مجھے یہاں رنگ کر سکتے ہو لیکن یہاں میرا نام چارج
 شی ہے، ذہن میں رکھنا۔“

” ٹھیک ہے! میں یاد رکھوں گا۔“ میں نے سنا سمجھتے ہوئے کہا پھر
 ایسے براؤن نے بڑی کرگوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔

جب وہیں کوٹھی میں داخل ہوا تو احوال سنان تھا۔ عمارت
 کے ہننے والے اپنے حال میں مست لوگ تھے۔ کبھی دل چاہا تو رات
 دوں بناویا اور کبھی اس طرح خاموشی چھا جاتی کہ محسوس ہوتا کہ یہاں
 کسی انسان کا وجود ہی نہیں۔ مجھے یہ صورت حال بہت ہی محسوس
 لگ سکتی تھی اس وقت ذہنی دباؤ اس شدت پر تھا کہ میں
 سس سے منہ نہیں چاہتا تھا کہ یہاں نے حسب معمول کھانے کے
 لیے پوچھا لیکن چونکہ میں کھانا کھا چکا تھا، اس لیے میں نے ان
 سے مندرت کر لی۔ اور اپنی خواب گاہ میں بیٹھ گیا۔

خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے میں رشتہ نگ میل پر جا بیٹھا
 مجھ سے سلسلے میں پلاننگ کرنی تھی، کوئی ایسا منصوبہ ترتیب دینا
 تھا جو نوثرات ہو۔ مزید ذہن خیالات میں ڈوب گیا۔ بہت سی
 باتیں ذہن میں آئیں۔ یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، میں
 نین خزانہ کی اس باتوں کی توجہ کار میں لیا تھا۔ حسن صاحب جو
 سب کچھ ہونے کے باوجود نراؤں کے رسیا تھے اور دلاؤزی
 واسطے کے اس عظیم الشان خزانے کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔
 ڈاکٹر ظاہر علی جو عمر ماں طور پر اپنے دوست کے خلاف میں کارروائی
 کر رہا تھا اور جس کے تعلقات خزانہ لوگوں سے تھے، مجھے براؤن
 جو مکمل طور پر بجز ماند ذہنیت کا مالک تھا۔ ان باتوں میں سے مجھے
 ایک آدمی کا انتخاب کرنا تھا اور صورت حال کو سامنے رکھتے
 ہوئے وہ شخص حسن صاحب کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔
 حسن صاحب کی شخصیت اس مرحلے پر اگر کچھ ایک دم بڑا سرد
 کیا ہوگی تھی کیا وہ دلاؤزی واسطے کے خزانے سے یا کس پر

پکے ہیں یا پھر ان کا پروگرام مزید آگے بڑھ چکا ہے۔ ساگر عورت
 جلتے تو یہ بات زیادہ ذہنی محسوس ہوتی تھی کیونکہ مذرت کا کاردار
 اس میں شامل ہو گیا تھا جس کے بائیں میں نے براؤن کو محدود تھا
 اور نہ ڈاکٹر ظاہر علی، اس کے ساتھ ساتھ ہی حسن صاحب کی
 لاپرواہی بھی اپنے اندر ایک مٹی خیزی رکھتی تھی۔ ساری باتیں اپنے
 جگر تھیں۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں تھا جسے ہم سے تعبیر کیا جا سکے۔

ایک خزانے کے حصول کے لیے اپنے اپنے طور پر کوششیں کی
 جا رہی تھیں، پتہ چڑھا مالت کسی بھی پہنچ رہے تھے، میرا فیصلہ حسن
 صاحب کے حق میں تھا اور اب حسن صاحب کے تعادلات کے
 محتلف کے لیے مجھے بڑھے کی حفاظت کرنا تھی۔ مجھے اس بات پر
 خوشی تھی کہ مجھ جیسے ٹھکانے ذہن اور صاف ستھرے مافی کے ملک
 شخص کی ملاقات نادر جیسے کام کے آدمی سے ہوگی تھی۔ قادر بلاشبہ
 اس وقت میرے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

میں نے گہری میں وقت دیکھا اور پھر ٹیلیفون اٹھا کر قادر
 کے نمبر ڈائل کر لیا۔ قادر سے رابطہ قائم ہونے میں کوئی وقت
 نہیں بیٹھ آئی تھی۔ اس نے میرا نام سننے کے بعد دوستانہ انداز
 میں کہا، ” ہوجوان من سب خبریت تو ہے نا؟ “
 ” یاد قادر تم نے مجھے ان میں ڈال دیا ہے!“ میں نے

بے تکلفی سے کہا۔
 ” کیا کارڈ پر ہو گیا یا۔ میں نے تو کوئی قصور نہیں کیا!“
 ” قصور تمہارا نہیں قادر! دراصل میں کچھ ایسے حالات میں
 پھنس گیا ہوں کہ تم میرے لیے جہاد ہم شخصیت بن گئے ہو، لیکن
 اپنی کاوشوں کا کوئی مواد منہ نہ لے کر تم سے میرے قدم روک لیے
 ہیں اور میں کوئی بات تم سے کہتے ہوئے بڑھی جھج محسوس کرنے
 لگا ہوں۔“

” یاری کوئی چیز نہیں ہوتی؟“ قادر نے شکایتی انداز میں کہا۔
 ” قادر تمہارے سینے میں دوستی کے جس قدر زندہ جذبے
 موجود ہیں وہ میرے لیے بہت قیمتی ہیں پھر بھی اگر تم میرے ذہن
 سے یہ کارروائی نکال دو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔“
 ” کوئی کام تو بتاؤ میرے بار چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے
 جھلا قادر تم سے رقم لے گا؟ کوئی بڑا کام تو مجھ سے تو ٹھیک
 ہے۔ خود ثابت معاذ اللہ لے لیا جائے گا کہ میں وہ بھی اس
 وقت جب تم نے کسی پوزیشن میں ہو گے۔ کام بتاؤ کوئی اور کام
 پیش آ گیا ہے کیا؟“

” ہاں قادر!“
 ” تو پھر یو یو یار، اتنی زیادہ نکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“
 قادر نے کہا۔

"کل کس وقت تم سے ملاقات کر سکتا ہوں؟"

"مجھ سے لے کر رات تک جس وقت بھی تم چاہو۔" قادی نے کہا۔

"تو پھر ساڑھے پانچ سے لے کر چھ کے درمیان میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤ گا۔"

"ٹھیک ہے آج اس وقت میں ماکھل فارغ ہوں!" قادی نے کہا اور پھر رسمی گفتگو کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ میں اپنے ذہن میں ایک شاندار منصوبہ ترتیب دے چکا تھا۔ دوسرے دن صبح کو جب دفتر جانے کے لیے نکلنا تو کھٹی سے تقریباً دو گھنٹے دور ایک نسبتاً مسلمان سڑک پر دفعتاً جو گیا نظر آگئی۔ وہ اپنی کار میں بیٹھی جوتی تھی۔ چونکہ میں نے دُور ہی سے اسے دیکھا تھا اس لیے کار کی رفتار سست کر دی۔

"میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے جو لیا؟"

"رات بھر بے چین رہی ہوں یہاں میں تمہارا آنا چاہتی تھی لیکن ڈیڑی نے ایک مصیبت لگے میں ڈال دی ہے۔ ان لوگوں کے درمیان سے بار بار غائب ہو جانا بہت پریشان کن ہوتا ہے۔ سوالات کے جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے، مالاخبر یہ سب بیکہ مخلص ہیں۔"

"میرا تم جو لیا یہ سڑک بھی مخدوش ہے حسن صاحب اور ان کے اہل خاندان اسی سے گذرتے ہیں۔"

"تو پھر الاسکا..."

"وقت پر پہنچنا بھی ضروری ہے!"

"بس تھوڑی دیر! یہ بتاؤ ڈیڑی سے تمہاری کیا گفتگو ہوئی؟"

"ہم دونوں ایک دوسرے سے ملنے ہو گئے ہیں۔"

"کیا تمہارے ساتھ چلو گئے؟"

"ابھی نہیں! لیکن بالآخر مجھے تمہارے پاس آنا ہوگا۔"

"بات ہو گئی ہے ڈیڑی سے؟" اس نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں!"

"گڈ نیوز! میں آج کا دن انھیں کے ساتھ گزارا دوں گی۔ دراصل تمہیں فون کرتے ہوئے بھی خوف محسوس ہوتا ہے۔ براہ راست انھیں میں بھی نہیں آسکتی۔"

"ہاں! یہ کسی طور بھی مناسب نہیں ہوگا!"

"تو پھر ملاقاتیں کیسے ہوں گی بتاؤ۔"

"کوئی فریکوینسی سوچ لیں گے۔ یہ وقت اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔" میں نے اُلٹے ہاتھ سے کہا۔ براہ راست گذرنے والے ہیں غور سے دیکھتے ہوئے گذر رہے تھے۔

بشکل تمام جو لیا سے چپکے چپکے اڑا اور میں آتس میں پڑا۔ حسن صاحب ابھی نہیں آئے تھے۔ یہاں سے میں نے چند پر پڑی ڈیڑیوں سے فون پر بات کی اور ایک ڈیڑی نے مجھے ایک عمارت علاقے میں لکرائے کی ایک عمارت بتائی۔ میں نے فون پر ہی اس سے عمارت کی تفصیلات پوچھی اور معاملات طے کر لیے۔ ڈیڑی نے اس سے کہا کہ میں ٹھیک ساڑھے چار بجے ملاقات کروں گا۔ ڈیڑی سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے اپنے براؤن کو فون کیا۔

"عمارت کا بندوبست ہو گیا ہے، آج چار پانچ بجے تک میں اسے حاسل کروں گا۔"

"گڈ! میری بیٹی میرے پاس موجود ہے، ہم دونوں تم سے بہت مطمئن ہیں۔ دوسرے کام کیا ہے ہاں؟" جیکے براؤن نے گفتگو میں کافی احتیاط طریق تھی۔

"سب ٹھیک ہو جانے گا!"

"کب ملاقات کر دو گے؟"

"کام ہونے کے بعد! میرا مطلب ہے تیاروں کے بعد۔"

"ہاں کوئی ترحیز نہیں ہے، مجھے بھی ایسی ہی ملتی نہیں ہے! براؤن نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے فون بند کر دیا اور دفتر کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام چار بجے میں نے سیٹ چھوڑ دی۔ پہلے میں پارٹی ڈا سے ملا اور اس کے ساتھ ہی عمارت دیکھنے گیا۔ عمارت بہت عمدہ تھی لیکن یہ صرف جیکے براؤن کو ملنے کرنے کے لیے تھا کی گئی تھی، ورنہ میرے پروردگار کے تحت اس کا کوئی مصرف نہ تھا۔ اصل کام پچھو اور ہی تھا۔ ساڑھے پانچ بجے میں قادی ہوئی پہنچ گیا۔ یہ میرا آدمی اس وقت میرے لیے بہت قیمتی گیا تھا۔ اس نے میرا ٹیپک استقبال کیا۔

"کس پیکر میں اُلٹے ہو میری جان! اس خوب صورت پیکر سے پر فکری کی جتنی کوری میں مجھے دے دو۔ تمہارا بیہوش رہنا چاہیے!"

"یار قادی! تم اتنے مخلص ننگو گے مجھے نمازہ نہیں تھا میں تم سے اتنا یاد کرنے کوں گا اس کا مجھے بھی انہیں تمہارا غالی۔ مگر بات پچھو اور ہے!"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ اور تکرار کرنے لگا۔

"یار میں غلط نہیں جانتا۔ تم مجھ سے دلچسپی ہے لوگ فون تو مجھ سے نہیں ہوتے، ماحول انھیں بڑا مانتا ہے۔ کوئی خاندانی آدمی نہیں ہوں۔ باب سار تھا۔ درمیانی آدمی لیکن پھر کسی اسمگلر سے اس کی دوستی ہو گئی اور دو سار۔ جو لوگ زہن کیا۔ وہ جو لوگ زہن تو تم اپنے چھوٹے مکان کو چھوڑ کر

کو علی میں مستقل ہو گئے، پھر میرے باپ کو اپنی دنیا فوسی ہوئی میری گھنے بچی میری ماں میرے باپ کو دیوانوں کی طرح چاہتی تھی۔ وہ بیوی تھی اور میں اولاد۔ اُسے اولاد سے پیار تھا بیوی سے نفرت جب اس نے ایک نوجوان اور ماڈرن لڑکی سے شادی کر لی تو میری ماں کو کوئی بی ہو گئی۔ میں باپ کا اور کچھ نہیں بلگا کرتا تھا، اس بڑا بن کر اسے اذیت دینے لگا۔ ماں مر گئی۔ سو تیل ماں میری ہوتی ہے ویسی ہی تھی۔ میں باپ کی اس پستہ کا بھی نہیں بلگا کرتا تھا۔ سولنے اس کے کہ اپنے سسلے میں اس کی توقعات نہ پوری ہونے دوں۔

پھر وہ بڑی عادت بن گئی جس کے نتیجے میں میں وہ پچھن گیا جو تمہیں نظر آ رہا ہوں۔ کچھ لوگ فخرتا برے نہیں ہوتے حالات ان کے لیے نہ سنے بنتے ہیں۔ تم سب کوئی اچھا سمجھتا تھا۔ تمہاری عزت کرتا تھا، اور خود کو تم جیسا نہ پالنا حساس کرتی یا شکار ہو جاتا تھا۔ اور ہی احساس مختلف شکلوں میں خاصا خاصا مرتب ہوتا تھا۔ اب تم آتے تو پچھو فرما سنا محسوس ہوا، لوں کیسے میں بھی کام کا آدمی ہوتا یہ احساس ملاقتی ہے اور اس کے سسلے میں ٹوٹ کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ جیسے ہو؟ ہاں بتا دو کہ کیا ہو گے؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"کچھ کچھ مشکل۔" میں نے مضطرب لہجے میں کہا۔ قادی کو کہانی نے اداس کر دیا تھا۔ اس نے کافی کے ساتھ اور بھی بہت کچھ منگوا لیا تھا۔ پھر اس نے کہا "اب تم اپنا کام تیار۔"

"لہذا کام ہے قادی! اب میں تکلف نہیں کروں گا۔"

"مجھے خوشی ہوگی۔"

"ڈو آدمی اور دو کار ہیں جن کا کوئی کام نہیں ہوگا۔ انھیں چند روز ایک کوٹھی میں رہنا ہوگا اور بس! اور انھیں یہ سمجھانا ہے کہ اگر کوئی ان سے پوچھے کہ وہ کون ہیں تو وہ بھی جواب دیں کہ انھیں ایک شخص کی ننگائی کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیلات میں انھیں سمجھا دوں گا اس کے علاوہ ایک ایسی محفوظ جگہ کی ضرورت ہے جہاں ایک اعزاز شدہ انسان کو کچھ دے رکھنا ہوگا۔ جگہ اپنی محفوظ ہونی چاہیے کہ نہ تو وہ وہاں سے فرار ہو سکے اور نہ کسی کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے"

"کون ہے وہ؟ کوئی لڑکی؟"

"نہیں ایک بوڑھا آدمی!"

"ٹھیک! اعزاز کون کرے گا؟"

"تم!"

"یہ بھی ٹھیک ہے! اب یہ کام کرنا ہے؟"

"وقت میں تمہیں بتا دوں گا!"

"ہوں!" قادی نے کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا "اگر وہ جگہ شہر سے کچھ دور ہو تو؟"

"کوئی ترحیز نہیں ہے!"

"بس یہ کام بھی ہو جائے گا!"

"کوئی عجز ہے ذہن میں؟"

"ہاں، دریا پار کا لینا میں میرا ایک ڈا ہے۔ عمدہ جگہ ہے۔ کچھ کام ہوتے ہیں وہاں۔ لیکن تمہاری مزدورت پوری ہو جائے گی۔"

"یہ جگہ مسئلہ تھا میرے لیے قادی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"چلو یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا اور کوئی بات!"

"ہاں!"

"کہو۔"

"اسے اعزاز کرنے کے لیے ایک گہری چال مانی ہوگی۔ مجھے تمہارے ہی آدمیوں کے ڈوگروپ دکھار ہوں گے، ایک گروپ وہ جو اسے اعزاز کرے جائے گا لیکن راستے میں تمہارا ہی دوسرا گروپ انھیں روک کر اسے دوبارہ اعزاز کرنے کا اور یہ دوسرا گروپ اسے کا لینا لے جائے گا۔"

"گڈ... دیری گڈ... پیکر کیسے بارہ کچھ تو تیار دو۔ اسکیم اتنی عمدہ ہے کہ پچھو فرما کر رہ گیا ہوں۔ کسی کو ڈبل کراس کرنا ہے۔"

"ہاں قادی! ڈبل بھی نہیں بلکہ ٹریبل کراس سمجھو۔ پیکر کے بارے میں تفصیلات ادھار رہی۔ تمہیں معلوم ہے کہ کس شخص کے گھر رہ رہا ہوں۔ محسن میرا دوست ہے اور اس کے اہل خاندان میرے لیے قابل احترام ہیں۔ یہ بوڑھا شخص جس کی ننگائی کے لیے میں نے تمہارے ایک آدمی کو لگا رکھا ہے کچھ فریگیوں کے لیے باعث دلچسپی ہے۔ وہ حسن صاحب کا کوئی عزیز نہیں بلکہ ایک اجنبی شخصیت ہے۔ خیر مگر میرے ذہنیے اسے اعزاز کر لینا چاہتا ہے۔ اگر یہ کام میں نہیں کروں گا تو وہ کچھ اور لوگوں کو اس پر آمادہ کرے گا۔ حسن صاحب شریف انسان ہیں، وہ اس کا مقابہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں نے سب کچھ کر رہا ہوں۔ اسے اعزاز کرواؤں گا، پھر دوبارہ اعزاز کرواؤں گا اور اس طرح بوڑھا، حسن صاحب ہی کے پاس رہے گا۔"

"گڈ... بلکہ دیری گڈ! اس کا اس غیر ملکی نے تم سے رابطہ کیسے قائم کیا؟ صاف کرنا صرف دلچسپی کی وجہ سے پوچھ رہا ہوں۔"

"یہی کہانی ہے۔ ادھار رہی۔"

"چلو ٹھیک ہے! کام ہو جائے گا۔ بس تم اشارہ کرو۔ بلکہ فیروز خان کو بھیج دینا میرے پاس۔ وہ تمہیں بتا بھیجے گا... باقی میں سب سنبھال لوں گا۔"

"یہ سحر کرے تا دیر لیکن اب تم نے یہ اذکار نہ تو لگایا ہوگا کہ اس سلسلے میں اخراجات میرے نہیں ہو رہے... اس لیے تم..."

"مگر جس کے اخراجات ہوں گے اس کا کام تو نہیں ہوگا۔"

تادرسکا کہو لہا۔

"مودی کو مارنا تلاب ہے!"

"یار میرے پاس بہت کچھ ہے۔ کام ٹھیک ہو جانے پر ان سب کو ہڑتال کر دوں گا۔ وہ دینا خوش ہو جائیں گے، بس اس کو مضمون پر اور کوئی بات مت کرنا۔"

"وہ آدمی جو یہ کام کریں گے کہ تکملہ بائیں گے مجھے؟"

"کل فرزند خان کو پتا بنا کر جمع دینا۔ وہ دن کو دس بجے کے قریب۔ وہ ان دونوں کو دہاں پہنچا دے گا۔"

"سحر کرے تا دیر اب اجازت دو" تادرس نے پتے سے بھی زیادہ گرجوٹی سے مجھے رخصت کیا۔ اس سے مل کر میرا ذہن بہت ہلکا ہو گیا تھا۔ اگر تادرس جیسا آدمی نہ ملتا تو میں تمہارے سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے بڑی ناک ایک سٹوار کے نام سے پتہ لگایا تھا اور اس وقت اس سے عمدہ کوئی نسخہ نہیں پایا جا سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس پر عمل کے بعد میرے لیے بھی کافی پریشانیوں میں مبتلا ہو جائیں گی۔ لیکن جس حسن صاحب بھی بدول ہو جائیں سیکرین فوجی طور پر سب کچھ برواشت کرنا ہوگا اس کے بعد جس صاحب کو ساری تفصیل بنا کر سنایا جا سکتا تھا۔

میں جو بھی کوئی میں داخل ہوا، غل یا بانی نے میری کار پر حملہ کر دیا۔ دوسرے دن چھٹی بجی اور یہ لوگ ٹیک تاک کر گرام بنا چکے تھے جن میں میرا نام بھی شامل تھا۔ ان سے بچ سکنے کی کوئی گولش کار کرنے ہوئی اور مجھ کو مجھے پلٹنے پر تیار ہونا پڑا۔ دوسرے دن کے معاملات ایسے لیکن نہیں تھے اس لیے وہ دن مٹانے کرنے میں کوئی حرج بھی نہ تھا۔ داییں آکر لوٹ رہے بابا کے پاس گیا تو تادرس بیگنے نے اشارے سے بتایا کہ سب ٹھیک ہے اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہ سمجھا لگا آدمی تھا اور ہلاکت کا بھی علاج ڈیل کر رہا تھا اس لیے ہلاکت کو اس سے کوئی شکایت نہیں پیدا ہو سکی تھی۔

اس کام سے خارج ہو کر مجھے ذوق خان کو بھی اسی وقت کل کے باہر میں مایات دینا تھیں۔ میں کھنے کے سے اذکار میں کوئی سے نکل آیا۔ ذوق خان اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ میں خود ہی اس کے قریب پہنچا تو وہ حیران رہ گیا۔ تمہاری ڈیوٹی سب سے زیادہ سخت ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"نہیں صاحب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں مڑے میں ہوں۔ تم لوگ تو ایسے کاموں کے عادی ہو تے ہیں۔"

"نکلو جس کے داییں پلے جانا فرزند خان میں تمہیں ایک

ہوں اسے ذہن نشین کر لو، کل دو آدھن کو دہاں پہنچا دینا۔ مارٹر کو تمام صورت حال معلوم ہے۔"

"ٹھیک ہے صاحب بندیں، داییں آکر اپنی ڈیوٹی منہ حال لیں؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اور پھر دہاں سے واپس آ گیا۔ انیسویں میں داخل ہوا تو گورنر بابا کے کسی سے گفتگو کرنے کی آغاز میں سنائی دیں۔ اندر پہنچا تو جو ایسا نظرا آئی! وہ! کہاں چلے گئے تھے گاڑی؟

"بس ذرا ایسی ہی آخریت؟" میں نے تعجب سے جویا کو دیکھ کر بوسے کہا۔ وہ پہلی بار اس طرح انیسویں میں آئی تھی۔

"سب خیریت ہے پریشان نہیں ہو گئے؟ آؤ اندر چلو!" اس نے کہا اور میں اندر گیا۔ جویا نے ایک ناکہ چاروں طرف ڈالی اور پھر ایک بچہ تخت کے کمرے میں بیٹھ گیا۔

"کچھ بچہ کی جویا؟"

"ہاں، جہاں ہے!" اس نے جواب دیا۔ بہت زیادہ حیرت کا اظہار اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لیے میں نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا کہ یہ بابا کو بلا کر چلے بنانے کی ہلاکت کی اطلاع پھر جویا کے سامنے آ سکتا۔

"تمہنے تو پہلی ہی ملاقات میں ڈیوٹی کا دل حیرت لایا گاڑی، ورنہ وہ بہت سخت دل انسان ہیں۔ کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوتے یقین کرو مجھے تو بہت حیرت ہوئی ان کی باتیں سن کر۔ دیکھیے بھی معاف کرنا، ڈیوٹی میں تو آپ کو اہم سمجھنے کے عادی ہیں۔"

"یہ غلط تھی تو آپ کی پوری نسل کو تھی جویا۔ کچھ اس جنت سے نکل آئے، کچھ ابھی تک وہیں موجود ہیں۔" میں نے مسکاکر کہا۔

"میں نکل آئے دالوں میں سے ہوں۔ اس لیے براہ کرم مجھ پر جوت نہ کرو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر لولی، ڈیوٹی کہہ رہے تھے کہ سخت مزاج، ذہین اور جیتی سے عمل کرنے والوں میں سے ہو۔ کہہ رہے تھے کہ اتفاق سے ایک ایسا شخص مل گیا ہے جس سے مستقبل میں بھی بہت سے اہم کام لے جا سکتے ہیں وہ تھی لولی۔ اس نے جویا کے گلوں کو سمجھا کہ تم میں سے ایک ہو۔"

"جویا آپ بلیم سے آئی تھیں، فرانس سے آپ کا کیا تعلق ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بلیم میں ہے بعد میں رپانس اختیار کی تھی۔ پلے میرا سر میں ہی تھے۔ دہاں اب بھی ہماری کافی جا ملتا اور کاروبار ہے۔"

"آپ کے ڈیوٹی مجھے سے ملتی ہیں۔"

"ہاں! جبکہ یہ ان کی فطرت کے خلاف ہے۔ ہمارے درمیان

بہت سی باتیں ہوئی ہیں اور ڈیوٹی نے مجھے تم سے دوستی کی اجازت دے دی ہے۔ بلکہ میں نے نہایت جلال کے یہ اجازت حاصل کی ہے!"

"وہ کیسے؟"

"میں نے تمہا کے بارے میں، ڈیوٹی کو بتا دیا۔ یہ تعجب لگن کر وہ سوچ میں ڈوب گئے پھر لولے کے ہاں گاڑی پر اس حد تک اثر انداز ہو سکتی ہے کہ وہ ڈاکٹر ظاہر علی کے لیے کام کرنے پر مجبور ہو جائے میں نے کہا اس سے امکانات ہیں۔ تو انھوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، کسی بھی قیمت پر نہیں ہونا چاہیے پھر انھوں نے مجھے کہا کہ میں ہمارے اثرات ختم کرنے کے لیے تم سے دوستی کروں۔ اور میں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔"

مجھے ایک دم ہنسی آگئی، میں نے کہا مٹر لولوں ہر محاذ پر رکنے کے عادی ہیں مگر جویا۔

"وہ ایک تجربے کا تجربہ ہیں، کوئی محاذ خالی نہیں چھوڑتے۔"

"مسکین تو آپ کی شہرت ہے!"

"مجبور تھی، تم سے دوستی رکھنے کا اور کوئی طریقہ نہ تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"ڈیوٹی آسانی سے تو مجھے تم تک نہ آنے دیتا اب مجبوری ہے جس راستے پر انھوں نے مجھے دکھایا ہے اس پر دوڑتی ہوئی میں آتی دوڑنے والوں کو داییں ممکن نہ ہو تو اس میں یہ لگتا تصوف ہے دیا نے شہرت سے آنکھیں پچھتے ہوئے کہا۔

"اس طرح کچھ گھنٹیں بھی پڑا ہو سکتی ہیں جویا۔" میں نے غیبتہ ہو کر کہا۔

"مگر ظاہر علی نے بھی یہی واسطہ اختیار کیا ہے۔ وہ ہمارے سلسلے ہی جو محکمہ پہنچے ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے!"

"ہاں انھیں تمہا سے باہر میں ضرورت ہے گی اور ظاہر علی لگا ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ تم نے مٹر لولوں کے بارے میں وہ ہمارا کی ہے۔"

"سوچتا ہے ہمارا کیا لگا سکتا ہے۔ ہاں تمہا سے بارے ہاں بھی ایک ایسی ہوئی ہوں۔"

"کیوں؟"

"تمہا کے اپنے دل میں ہمارا کیا مقام ہے؟"

"میں اس کے راز افشا نہیں کرتا۔"

"مجھے معلوم ہے، تو میرا اور فرخ نہایت ہی ہیں۔ اسی لیے تو

میں نے بہت نہیں ہماری۔ میں جانتی ہوں تم ہا کو خدا بھی گھاس نہیں ڈالتے اور صرف حسن اور فرخ کے لیے اسے برواشت کرتے ہو۔ ویسے ڈاکٹر ظاہر علی خود بھی اعلیٰ ہے اس نے خود ہی مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے ملاقات کر کے کیسے براؤن کی طرف سے سو سے کی بات کروں۔ میں اس کا مقصد اچھی طرح سمجھ چکی تھی سیکرین میں اسے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا۔"

"کیا مقصد تھا اس کا؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے نظر عام پر لاکر وہ تم پر عرب طائفان چاہتا تھا! اور اس کے ساتھ ہی میرے شاہوں کا بوجھ بھی ہلکا کرنا چاہتا تھا تاکہ تمہیں شریک راز کرنے سے اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو ذمہ داری صرف اس پر نہ آئے۔ تمہا کے سلسلے میں اس کے ذہن میں خدشات تو مزور ہوں گے یہ پیلو اس نے نہیں سوچا تھا کہ اس طرح تمہا سے اور ڈیوٹی کے درمیان براہ راست بھی واسطہ ہو سکتا ہے؟"

"یہ تمہا تجربہ ہے جویا!" میں نے محبت سے کہا۔

"ہاں! برنس میں کی بیٹی ہوں!"

"خوب!" میں نے گہری سانس لی کہ یہ کہنے کے برتن نفاس سے سہا ہے۔ جویا نے خود اٹھ کر پائے بنائی، پھر چلے پینے کے بعد وہ اٹھ گئی میں نے نیچے تک پھوڑنے لگا۔

دوسرے دن میرے تو رپانس آئی، اسی نے مجھے جگا یا تھا۔

"خاتون کائنات نے اس جہاں کو آنا حسن بخت ہے کہ میان سے باہر ہے کبھی اٹھتے سونگ کا منظر بھی دیکھ لیا کریں!"

"بہتر!" میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنا شروع کر دیا۔ اور تو رپانس غیبی گئی۔ وہ گردن جھکا کر ہنسنے لگی تھی۔ تبھی تو میں کہوں کہ یہ لڑکیاں آپ کے معاملے میں اتنی اہم نہیں بن جاتی ہیں۔ جبکہ آپ زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ یہ حرکتیں ہمیں جو انھیں بروقت بناتی ہیں۔ جلدی سے اٹھتے دیر ہو رہی ہے۔ پلے آیا ہو کر ہلایے، سب انتظار کر رہے ہیں۔ وہ اس طرح چھپتی کرک نہ سکی۔

میں نے رپانس چھوڑ دیا۔ غسل کر کے جلدی لباس تبدیل کیا اور پھر باہر نکل آیا۔ میں گلیاں تیار کھڑی تھیں۔ ان کی گلیاں سامان سے چھری ہوئی تھیں۔ چیک کے لیے ایک ڈوڈ کا علاقہ منتخب کیا گیا تھا جہاں تاریخی عمارتیں بکھری پڑی تھیں۔ میں اس سے قبل بھی یہ علاقہ دیکھ چکا تھا۔

سفر شروع ہو گیا۔ جاہت خوب صورت لباس میں تھی۔ جویا نے اپنی دانست میں وہ تمام سامان کرنا تھا جو کسی کو تباہ کرنے

کے لیے کافی ہو۔ قدرت بھی مادہ لیا اس میں موجود تھی۔ اتنی ہی خاموشی اتنی ہی سنجیدہ۔ ایک ڈانٹ پر سبج کر لڑا میں انکسالات میں مصروف ہو گئے۔ ہم سب ایک جگہ متحجب کرتے بیٹھ گئے۔ جولیا کنڈرات کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ بولی: "بیٹھے رہنا تو عقل مندی نہیں بہتر ہے کہ سب اپنے طور پر تفریح کریں۔"

عمن نے جلدی سے اس کی بات ٹھیک کر لیا: "کیا عمدہ تجویز ہے! آؤ فریجا!" فریجہ ہنستی ہوئی گھڑی ہوئی۔ "ہا کو دراز در ہوگی! وہ اچھی ہی تھی کہ جولیا نے بے تکلفی سے میری لادنی پر کھڑے ہونے کہا۔"

"تم مجھے ان کنڈرات کی تفصیل بتاؤ۔ تمہیں یقیناً ان کے بارے میں معلوم ہوگا؟"

اس موقع پر میں ہا سے آنکھ لٹکانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ جولیا سے بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ اور جتنی جہد ممکن ہو سکا کنڈرات میں داخل ہو گیا۔

"کیا وہ کیا کو ساتھ لائی ہے! جولیا نے کہا۔"

"آپ کے اس ایک کلمے کے لیے وہ بالکل تیار نہیں تھی۔"

"بہت تیار رہا کہ سب بیکر گاڈالی اب اس کا کھیل مت کر دو۔"

میں بھی عورت ہوں میرے بھی جذبات ہیں۔ اب میں اس جوشن کو کھیل میں بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"آپ کے وجود میں کوئی مشرقی روح ہے جولیا۔ یورپ تو بہت جدید ہے۔"

"یہی سمجھو!"

"میں اگر راستے میں رہ گیا تو کہیں کا نہ رہوں گا!"

"مجھ پر اتنا دیکھ کر کے کی کوشش کرو۔ جولیا سنجیدہ ہو گیا۔"

"آؤ میں تمہیں ان کنڈرات کے بارے میں بتاؤں۔"

"نہیں مجھے صرف اپنے بارے میں بتاؤ۔ مجھے میرے بارے میں پوچھو۔ میں... میں گاڈالی میں... جولیا میرے نزدیک آئی۔"

میں اپنی زندگی میں..."

قریب ہی کوئی پتھر ٹھکا اور جولیا سنبھل گئی۔ دونوں کی پانچ نمایاں ہوگی۔ پھر عمن اوروہ نظر آئے۔ یہ آپ لوگ ہمارا تعاقب کیوں کر رہے ہیں۔ عمن نے پتھر ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی تھی اس کا پھر مٹھ کر ہوا رہا تھا۔

"میرا قصور نہیں ہے بڑے... میں نے گلگیا تے ہوئے کہا اور عمن کا ہتھ پل پڑا۔ فریجہ بھی بے حد تاشا ہنس پڑی تھی۔ میں ان کی ہنسی کی وجہ سمجھ رہا تھا۔

"آئیے ہم کو واپس سے چلیں۔ عمن نے کہا۔"

"ابھی تو میں ان کنڈرات کے بارے میں کچھ بھی نہیں سکی۔ جولیا نے احتجاج کیا۔"

"ایک جگہ اس احساس ہوا کہ ہم نے باطلاتی کی ہے۔ تیز ہے، دوسرے لوگ ہیں۔ وہ کچھ عجیب محسوس کر رہے ہوں گے گاؤ غزال! عمن نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ جولیا کا مومڑ خراب ہو گیا تھا۔ اسکین عمن نے اس کی پیرا انٹس کی۔ میں جانتا ہوں۔ عمن نے اس کے قدم بڑھا دیے۔"

تو فریجہ ہل سے بائیں کر رہی تھی۔ میں نے ہانکی آنکھوں میں شدید غصے کی جھلک دیکھی۔ تو فریجہ عجیبی۔ اتنی جلدی کیا کنڈرات میں عیورت نظر آئے تم لوگوں کو؟"

"نہیں وہاں جا کر میں احساس ہوا کہ ہم بھوتوں کو ڈر رہے ہیں۔ چھوڑ آئے ہیں۔ اور وہ کنڈرات بھوتوں کے لہرے لہرے رونق لگ رہے تھے۔ عمن نے کہا، عمن کے دونوں تجمانی قدرت سے بائیں ہوتے تھے۔ اور قدرت مسکراتی تھی۔ میں نے پہلی بار اسے مسکراتے دیکھا تھا۔ سواتے ہوئے اس کے ہرے کے انجیبت نہ جانے کیا غائب ہو گئی تھی میں ایک لمحے اسے دیکھنا نہ گیا۔"

"کیا یہیں بیٹھ کر وقت گذرا جائے گا؟ تو فریجہ نے کہا۔"

"سب آزاد ہیں جن کا رد دل چاہے کرے۔ عمن بولا۔ اور پھر میرا زور پیکر کر وہاں سے ہٹ گیا۔ تمہاری وجہ سے ہم اتنے خوب صورت وقت کی قربانی دی ہے۔ فریجہ نے تم دونوں کو دیکھا تو گھبر کر بولی کہ اسے دیکھو وہ جولیا غزال جھانکی کو پکڑ لایا ہے۔ اور ہم تمہیں بچانے چل پڑے۔ اور پھر ہم نے سنا: مجھ پر اختیار کرنے کی کوشش کرو۔ اور جواب سنا۔ آئیے میں آپ کنڈرات کے بارے میں بتاؤں۔ پھر کوئی بولا میں اپنی زندگی وہ ہنستے ہنستے ڈھرا ہو گیا۔"

"عمن! میں نے جبر سے بھینچ کر کہا۔ تمہاری یہ نوکری بہت سخت ہوئی ہے۔"

"عشق کا لادوس تمہیں الگ سے مل جانے کا بار لادوس نہ شدہ و شدہ۔ ہا کو ہماری ضرورت تھی اسکین اب ان میں جولیا کا کیا جانے ان پر یہ غلاب کب سے نازل ہوا۔"

"خدا جانے؟" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں جولیا کو سنبھاتا ہوں تم ڈر رہا کو درست کرو اور وہ بڑی پریشانی اٹھانی پڑے گی بیٹیز... اسے دوستی کے کھاتے جمع کرو۔ عمن لجا جت سے بولا۔ اور میں ہنس پڑا۔

واپس جا کر عمن نے پانچ پانچ شاد روح کریں اور اس کس طرح جولیا کو پھسلا کر ساتھ لے گیا۔ تو فریجہ بھی اس کے

"میں انتظار کروں گا!" مسٹر مارٹون نے کہا اور فون بند ہو گیا۔

شام کو تھک چھ بیٹھے میں نے مسٹر مارٹون کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ اور مجھے دانے کی اجازت مل گئی۔ آج مسٹر مارٹون کے انداز میں کافی تپاک تھا۔ رسمی گفتگو کے بعد کام کی باتوں کا آغاز ہو گیا۔

میں نے عمارت دیکھ لی ہے۔ نہایت مناسب جگہ ہے وہاں ڈوڈ آوی بھی تعینات کر دیے ہیں تم نے۔ بہت مستعد لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ نہایت کامیاب ہیں!"

"میرے لوگوں کا بندوبست ہو گیا؟"

"بالکل!"

"پھر اب دیکر بات کی ہے؟"

"مناسب وقت کے انتظار میں ہوں۔ سلسلے میں، میں نے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے۔"

"مجھے بتانا پندرہ کرو گے؟"

"کیوں نہیں! بوڑھے ریومن اوقات جنوں کے دور سے پڑتے ہیں اور وہ اپنی رہائش گاہ سے زار ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ یہ دور سے کس وقت پڑتے ہیں۔ مجھے علم ہوا ہے کہ وہ سب سے کچھ بننے کی کوشش کرتا ہے اور جب اس کی تکمیل میں ناکام رہتا ہے تو جونی جو جاتا ہے۔ کل میں اسے اس پر آمادہ کروں گا۔ میں اسے موقع فراہم کریں گا کہ وہ باہر نکل جائے اور اس کی وقت میرے آدھے وہاں سے غائب کر لیں۔ اس طرح بات گول مول ہو جائے گی، اور صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں ہونے پائے گا۔ یہی سوچا جانے گا کہ خود کو کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

"تو فریجہ میری نہیں ہے اس وقت تم کہاں ہو گے؟"

"اُمی کو کھلی ہیں وہاں رہ کر عمارت سنبھالنا بھی تو ہوں گے۔ اگر تم اجازت دو، تو اس وقت میں آس پاس ہی ہوں۔ فریجہ نام کی ننگولی رہے گی۔ میں نے کہنے پر کار حاصل کر لی ہے۔ اگر مجھے وقت کا اندازہ ہو جائے تو اس وقت میں کو کھلی کے پاس موجود رہوں گا۔ خود ان لوگوں کے کام کی ننگولی کروں گا۔ عمن میرے بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خفیہ طور پر ان کے پیچھے لگا رہوں گا۔"

میں نے صرف ایک لمحے سوچا اور پھر میں نے پورے اعتماد سے کہا: "بہت عمدہ ہے گا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"وقت کا تعین کر سکو گے؟"
 "رات کو دس بجے کے بعد کسی بھی وقت ممکن ہے آپ
 وزیرنگ استفسار کرنا چڑھے۔"
 "ٹھیک ہے! میں اپنے دس بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔"
 "یکے براؤن نے کہا۔"
 "اس مسئلے میں اور کوئی ہدایت؟"
 "اب تمہیں ہدایت دینے کی گنجائش نہیں رہی ہے رٹ کے
 مجھے تم پر اعتماد ہے۔ میں تمہاری پلاننگ سے متفق ہوں، جولیا
 نے دیکھے تھے ان دوڑوں کے بارے میں مسلم ہوا تھا، وہ زیادہ
 نام تو نہیں کر سکیں مٹی مٹی باتوں کے بارے میں مجھے
 اس سے مسلم ہو چکا ہے۔"
 "ٹھیک ہے مسٹر براؤن! اب مجھے اجازت ہے!" میں
 نے کہا اور پھر وہاں سے واپس چل پڑا۔ جولیا نے اگر مسٹر براؤن کو
 کوئی کی کیفیت سے آگاہ کی ہے، تو اس میں نمدت کا کوئی ذکر تو
 نہیں آیا، وہ میں سوچتا رہا۔ یہ کارڈ محفوظ رہنا چاہیے۔ اگر نمدت
 ان لوگوں کی نگاہوں میں آگئی تو حسن صاحب چیت ہو جائیں گے۔
 مسکین کیے براؤن نے اب تک ایسا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ نمدت
 خود بھی سید خفا تھی۔ اس کے اور بوڑھے کے درمیان کوئی
 رابطہ ضرور تھا لیکن اس نے اس بات کے بعد بوڑھے سے ملنے کی
 کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ ملاکلا میں اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔
 وہ جانتی تھی کہ میں نرم طبیعت ہوں۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ میں نے
 اس کا راز افشا نہیں کیا۔ اس کے مجھ پر اعتماد کا اظہار کر کے اپنی
 مجرمانہ حرکتوں کی معافی مانگی تھی۔ وہ اگر چاہتی تو اس راز کو ہمیشہ راز
 ہی رہنے دیتی مسکین باخیر تھی مجھے سے معافی مانگنے بغیر نہ رہ سکی۔
 لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ ختمتہ عجیب تھی۔ بلاشبہ اس کا
 کردار بوڑھے سے بھی زیادہ پر اثر تھا۔
 بہر حال میں نے اپنا پروگرام کے براؤن کے سامنے پیش کر
 دیا تھا۔ ادراپ بہرحق پر اس پر عمل کرنا تھا۔ واپس پر میں قادر
 کے پاس پہنچ گیا۔ قادر نے حسب معمول پرتیک استقبال کیا۔
 "کو بیوٹ! اپر گرام کیسٹل رہا ہے؟"
 "تمہاری ہیرا نے سے باکل ٹھیک ہے قادر۔ اس عمارت کی
 کیا پوزیشن ہے، جہاں ہراس بوڑھے کو تیر کر دیں گے؟"
 "ایک نگاہ دیکھ لو، یہاں ہے۔ تو وقت ہے تمہارے پاس؟"
 "ہاں اگر یہ ممکن ہو سکے تو۔"
 "ابھی ممکن ہو جائے گا۔ گاڑی ہے تمہارے پاس۔"
 "ہاں، یقیناً ہے!" میں نے جواب دیا اور قادر نے کسی
 کو بلائے کے لیے گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم کے آنے پر اس نے کسی

رام داس کو بلائے کے لیے کہا۔ رام داس بھاری بدن کا خطرناک
 شکل کا آدمی تھا۔
 "رام داس، صاحب کو دیوار چلے جاؤ۔ کیا گھاٹ پر
 مومن موجود ہو گا، نیلے والے راستے سے چلے جانا، یہاں سے پار جانے
 کے لیے لمبا راستہ کرنا پڑے گا۔ عمارت دیکھا کر صاحب کو کیا
 گھاٹ چھوڑ دینا، اور تم گھر چلے جانا۔"
 "جی ہمارا ج! رام داس نے کہا۔
 "کچھ ہی لمبے عرصے! قادر نے کہا۔
 "نہیں قادر! یہ مجھے سمجھ سکی۔"
 "چلے جاؤ! اگر ملتان تو فوراً رام داس کو بنا دینا، اگر پسند
 آئے تو پھر کسی دوسری جگہ کا انتظام کریں گے۔ ویسے دریا پار کا
 علاقہ ایسے کام کے لیے بہت اچھا ہے۔ رام داس تم باہر کو منا
 ابھی آتے ہیں۔ اس نے کہا اور رام داس باہر چلا گیا۔
 "عمارت پسند آگئی تو کام کم کرنا ہوگا۔ میں یہ تو پوچھنا
 گیا!"
 "کل ساڑھے تین بجے قادر!"
 "سارے استقامت ہو گئے ہیں؟"
 "تقریباً!"
 "ٹھیک ہے، ایک بار پھر پروگرام دہراؤ، تاکہ میں اسے
 استقامت کر لوں۔ ساڑھے دس بجے کام چلا ہوگا۔ میرے آؤ
 کو بوڑھے کو کہاں سے لکانا ہوگا، کی ممکن کی کو تھی ہے؟"
 "نہیں! وہ کو تھی سے خود ہی باہر نکل آئے گا۔ تم اسے ا
 لٹا۔ اس کا علیحدہ زمین نشین کرو۔" میں نے قادر کو بوڑھے کا حلیہ
 دیا۔ کو تھی کے راستے پر تقریباً دو میل چلنے کے بعد سندھیا وا
 ملا۔ آجاتا ہے وہ گھر سنسان ہے وہاں تمہارے آدمی اس
 کا راستہ روکیں گے اور بوڑھے کو اپنی تحویل میں لے لیں گے
 ایک خاص بات کا تمہیں خیال رکھنا ہے قادر۔"
 "کونسی بات؟"
 "ایک غیر ملکی جہتی گاڑی میں کو تھی سے تمہارا تعاقب
 گا۔ بوڑھے کے دوسرے اعضاء اسے چھ نہیں کرنا لیکن
 انوکھے ہونگے، نہ بھانڈا چڑھے گا، تاکہ وہ جھانڈے کے
 "اوه! اس کا مطلب ہے کہ پروگرام میں تبدیلی کرنی پ
 گی؟ قادر نے پر خیال انداز میں کہا۔
 "کیا مطلب؟"
 "پہلے میرا خیال تھا کہ پہلے اعوا میں، میں ساتھ رہوں
 دوسرا اعوا میرے اور آدمی کریں گے، مسکین اب مجھے الگ
 تاکہ میں کسی بھیجنا کرنے والے کو سنبھالوں جس گاڑی میں

کے اور مطمئن ہو گیا۔ گھاٹ پر پہنچ کر میں نے رام داس سے کہا کہ قادر
 کو میرے مطمئن ہونے کی اطلاع دے دے۔
 "تقریباً پورے گیارہ بجے کو تھی جا بس، یہ نیا تو کریم بابا نے
 طرہ سے مجھے میں بتایا کہ جولیا دو بار آچکی ہے۔ ایک بات کہیں صاحب
 "کیا بات ہے کہ کریم بابا؟"
 "یہ گوڑے لوگ اچھے نہیں ہوتے، ان پر اعتبار مت کرنا۔"
 "نہیں کرنا، آپ کھانا لگا دیں۔" میں نے ہنستے ہوئے
 کہا اور کریم بابا باہر نکل گئے۔ کھانے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ فون کی
 فتنی زنگ اٹھی۔
 "دوسری لف جولیا تھی، فریٹ! کہاں رہ گئے تھے؟"
 "یہ تو رتی کے کچھ پرانے دوستوں کے درمیان گھر گیا تھا
 جولیا۔ کوئی خاص بات ہے۔"
 "ہاں!"
 "فون پر بتانے کی ہے؟"
 "باکل ہے!"
 "تو بتاؤ!"
 "آج تمہیں دیکھا نہیں ہے، کچھ ہوئے ہیں۔"
 "کل بھی نہیں دیکھا، سو کی ممبر کرنا سیکھو۔"
 "کیوں... کل کیوں؟"
 "بس کچھ لوگوں نے صرف کر رکھا ہے، تم جانتی ہو۔ اڈیہ
 بھی عرض کرنا ہے کہ فون کی دوسری لائنیں بھی ہیں، کسی نے اٹھا
 لیا تو... اس نے خفا لفظاً "میں نے فون بند کر دیا، یہ بوقت
 رتی کہیں مرادی نہ شے، کجنت اتنی شریف سندن ہوگی، کئی کئی مرتبہ
 بھی مشرقی انداز ہی اینڈے نے ری تھی، تمہارا منب رکھیں، کل
 یہ تو فون پر سنہا آگئی جو ایک ہی لڑکی ہی ہوتی ہیں۔
 تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر میں بوڑھے بابا کی
 رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ دو دانے پر ہی تادیب سے ملاقات
 ہوئی۔ "ہدایت کہاں ہے نادر؟" میں نے سوال کیا۔
 "اُسے طرہ پار گیا صاحب! اس وقت سو رہا ہے!"
 "واہ جملہ خبر ہے، کوئی دغا دغیر ہی ہے اس نے؟"
 "جی۔ دو لینے گیا تھا۔"
 "بوڑھے کی کیا کیفیت ہے؟"
 "پہلے سے مختلف نہیں ہے، آج سمندر کی تصویر کچھو کچھو
 دیکھ رہا تھا۔ اس تصویر سے اُسے خاص دلچسپی ہے۔ آپ کے
 لئے ہونے کھلونوں کے کہ باہر ملا گیا، ان سب کو ضمن کی مٹی میں
 دفن کر رکھا ہے۔"
 "گڈ... کل تھا امتحان ہے نادر! ہدایت کی بیماری سے

کے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا ہے؟"
 "مشکل ہے!"
 "کوئی بات نہیں، وقت ایسا ہے کہ اندازہ ہو جائے گا۔ بس
 ٹیک ہے میں یہ کام بھی کروں گا۔ اور کچھ؟"
 "بس تمہاری مہربانی قادر! تمہارا یہ احسان میں کبھی نہیں
 بھولوں گا۔"
 "کوئی بات نہیں کسی موقع پر ہم بھی تمہارا احسان لے لیں
 گے اور حساب برابر ہو جائے گا۔"
 "میں اس وقت کا انتظار کروں گا!" میں نے قادر سے
 ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور باہر نکل آیا۔ رام داس ایک اسٹول پر
 بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر ہم دونوں کار میں
 بیٹھ کر چل پڑے۔ دو تین بجے رام داس نے مجھے راستہ بتایا۔ تقریباً
 رات ہو چکی تھی۔ اس وقت دریا کا گھاٹ سنسان پڑا تھا۔ سوائے
 کالے پرنے والی کشتیوں کے جن کے طرچ ان پر بیٹھے ہوئے باتوں
 میں اور بیڑی بیٹھے میں مصروف تھے۔
 "رام داس! بی بی بی سے کتنی دور ہے؟"
 "چار میل دور، صاحب۔ سات بجے کے بعد بی بی بی پر واپس لگ
 جاتی ہے اور ہر گاڑی چیک کی جاتی ہے۔"
 "اور یہاں کیا گھاٹ کی چھان بین نہیں کی جاتی؟"
 "بی بی بی پار بہت سے مند ہیں صاحب! یہ وہاں کھڑے کھڑے
 ادھر آتے جاتے رہتے ہیں، اس لیے آدھ دھیان نہیں دیا جاتا۔"
 "یہاں تمہاری کشتی بہر وقت رہتی ہے؟"
 "ہاں صاحب! ادھر اپنا دھندا ہے اس لیے موہن کی ٹھوٹی
 میں رہتی ہے۔"
 "موہن تمہارا آدمی ہے؟"
 "جی صاحب! ہم کار کو مناسب جگہ کھڑا کر کے موہن کے
 پاس پہنچنے کے بعد وہ جوتی اور شو کے میں بیٹوں سے قادر رام داس نے
 اس سے بات کی اور موہن نے گردن ہلا دی۔ پھر باجائوں کے رخ
 مڑ گئے اور موہن چار چلانے لگا۔
 دیوار عمارت تاریکی میں ڈھلی ہوئی تھی۔ یہ سرف پتھر
 کی ریلوں سے بنی ہوئی قدیم عمارت تھی۔ جن پر اب کافی سطح ہو
 چکی تھی۔ بہت معنوں امدانندے سے شادہ تھی۔ یہاں قادر کے تقریباً
 دس آدمی موجود تھے۔ تا شش کی بازی لگی ہوئی تھی اور نوٹ بھروسے
 ہوتے تھے۔ مجھے اس عمارت کے بارے میں اندازہ ہو گیا کہ یہ کیا
 ہے۔ بہر حال موزوں جگہ تھی۔ اطراف میں مت در بھروسے ہوئے
 تھے اس لیے ارد گرد واقعہ جس کی فضا بھی تھی۔ میں نے عمارت دیکھنے
 کے بعد واپسی کے لیے، راستے میں رام داس سے کچھ سوالات

ہم نورانہ آٹھائیں گے تمہیں اس کی دوا میں خواب آدو گویاں
پیسے کر لائی ہوں گی، اس کے علاوہ کل بوڑھے کو معن میں سے
جاؤ، اسے تمہی گنہگار کرو، بلکہ خود بھی اس کے ساتھ لائے میرے
کھلنے بناؤ کیا کچھ ہے؟
”سمجھ نہیں سکا صاحب!“ نادر بیگ نے اچھے ہنسنا ڈاز
میں کہا۔

”کل اس پر جنوں کے دور سے بڑے جا نہیں تم اسے دن
بھر پریشان کرتے رہنا، لیکن شام سے قبل اسے اس عمارت سے
باہر نہیں نکلا جائیے، البتہ رات کو...“ میں نے نادر بیگ کو کام
کی پوری تفصیل سمجھا دی، اس کے بعد تمھاری یہاں کی ڈیوٹی ختم
ہو جائے گی۔“

”ٹھیک ہے صاحب!“ نادر بیگ نے چند سوالات کے
بعد گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

آج کی رات بڑی بے چینی کی رات تھی، بہت کچھ سوچنے
اور سمجھنے کی ضرورت تھی، ایک بار پھر جائزہ لینا تھا کہ جو خطہ ناکھیل
میں نے شروع کیا ہے وہ مناسب بھی ہوگا یا نہیں۔ دل نے ہی
کہا کہ معن نسبتاً بتلائی ہمارا دیا ہے، ساری زندگی کا ٹھیکہ نہیں لیا۔
اور اگر یہ ملازمت برقرار بھی رہے تو مجھے کسی پر تو زندگی نہیں گھڑنی۔
بعد کے واقعات کچھ بھی ہوں، یہ کام جاری رکھنا ہی بہتر ہے، پھر
حسن صاحب سے ٹھیکری بھی نہیں کر رہا، میں بلکہ ان کے بددیانت
دوستوں سے اٹھیں آگاہ بھی کر دوں گا آخر میں۔



دوسرے دن بلان میں سخت اینٹھن ہوتی رہی۔ کسی کام میں
جی نہیں لگا۔ وہ بھی آنا طویل ہو گیا تھا کہ بیان سے باہر خدا خدا
کر کے شام ہوئی تو میں آؤں سے نکل کر گھر چل پڑا۔ راستے میں ایک
جگہ رک کر بیٹک کال بوتھ سے مشر براؤن کو فون کیا۔ وہ مستعد تھے۔

”کیا پوزیشن ہے؟“

”الطینان بخش! آپ سے اب دوسری ملاقات کب ہوگی؟“
”رات کو مل سکتے ہو پوتے دس بجے کو بھی کے پاس؟“
”مناسب نہیں ہوگا!“

”تو پھر کل دس بجے آؤں جانے سے پہلے میرے پاس آ
جانا!“

”اوکے! آپ ہوشیاری سے اپنا کام کریں!“ میں نے کہا تو
فون بند کر دیا۔

اس کے بعد گھر آ گیا، سب لوگ موجود تھے لیکن کوئی ہنگامہ
نہیں تھا، البتہ شام سات بجے معن میرے پاس آ گیا، خوش نظر آ رہا تھا
”کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟“

”کیوں شہرت!“

”یاد میرے پیارے والدین کو آخر میرا خیال آ ہی گیا، آج وزیر
کے والدین اسی موضوع پر گفتگو کرنے آئے ہیں، رات کے کھانے
پر ساتھ رہنا۔“

”اس پر یوٹیٹ تقریب میں میری موجودگی مناسب ہوگی؟“
میں نے پوچھا۔

”بالکل مناسب ہوگی! تاریخ وغیرہ ملے ہوئی ہے۔ اب دعائی
گفتگو وہ لوگ کریں گے، ہم تو وقت کھانے میں شریک ہوں گے۔“
”خام کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور پھر خوشی کی یہ خبر میرے
لیے بھی اہم ہے!“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”کچھ کچھ تیاریاں
نہیں نظر آ رہی ہیں؟“

”صرف دو ڈگری آئے ہیں۔ تیاریاں کیا ہوں!“ معن یونے
آٹھ بجے تک میرے ساتھ رہا۔ میں اسے چھوڑنے آئی کسی سے

باہر آ گیا۔ معن جیسے ہی اندرونی عمارت میں داخل ہوا، میں بوڑھے
کی طرف چل پڑا، اندر قدم رکھتے ہی مجھے ہنگامے کا احساس ہوا۔ نادر
بیگ برآمدے میں مل گیا، ”کیا پوزیشن ہے؟“

”وہ سخت جنوں کے عالم میں ہے۔ میں نے کسے میں بند
کر دیا ہے!“

”ہدایت کی کیا کیفیت ہے؟“

”میرے پوتے ہیں! میں نے کام کر دیا ہے اس پر۔“

”اس پر جنوں کیسے طاری ہوا؟“

”میں جینے سے کوششوں میں مصروف تھا۔ لیکن وہ بالکل
پرسکون رہا۔ پھر اس وقت جب وہ سمندر والی تصویر کے سامنے
بیٹھا ہوا تھا تو میں نے وہ تصویر اُدھر سے ہٹائی تو اس نے مجھ پر
حملہ کر دیا۔“

”حملہ کر دیا!“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں! میں شکل اس کر سے باہر نکل گیا۔ وہ سید خوشنوا
ہو رہا تھا! اور مجھ سے تصویر چھین لینا چاہتا تھا، کر کے کارروائی
میں نے باہر سے بند کر دیا۔ اس وقت سے وہ شدید جنونی ہو
چکا ہے۔ دروازے پر مسل مزین لگنے جا رہا ہے۔“

”تصویر کہاں ہے؟“

”میرے پاس ہے!“

”دروازہ مضبوط ہے نا، ٹوٹ تو نہیں جائے گا؟“

”نہیں صاحب! دروازہ مضبوط ہے!“

”ٹھیک دس بجے اُسے کھول دینا، اور خود اُس کے سامنے
بتانا۔ ہوشیاری سے سارا کام کرنا ہے۔“

”آپ اطمینان رکھیں صاحب!“ نادر بیگ نے کہا۔ اوکے!

اُس نے وہ تصویر میرے ہوالے کر دی۔ تصویر نے کر میں اٹھیں
میں واپس آ گیا، کافی دیر تک میں تصویر کا جائزہ لیتا رہا، لیکن
سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں بوڑھے کی دلچسپی کیا معنی رکھتی ہے۔
معن کی دعوت کا وقت ہونے والا تھا۔ اس لیے میں اس
دعوت میں شرکت کی تیاری کرنے لگا۔ پھر خبر بلائے آگئی اور میں
اُس کے ساتھ چل پڑا۔

ڈرائنگ روم میں معن کے ساس مشر سے ملاقات ہوئی۔
یہاں صرف معن صاحب، بیگ معن، معن، تنویر اور دونوں یہاں
تھے، جیسا موجود نہیں تھی، مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس وقت کہاں
ہے۔ قدرت، بیجاری کو فون پر موجود ہی نہیں ہونا چاہیے تھا، معن
ہوا اور پھر کھانے کا وقت آ گیا، جوں جوں وقت گزر رہا تھا میرے
دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ کھانے کے بعد دونوں
یہاں کافی دیر تک رُکے رہے اور پوتے دس دہن بجے معن

کے دوسرے میں آٹھ بھی نہیں سکا، لیکن میری جان بوں پر تھی، خدا
خدا کر کے یہاں آئے۔ ہم اب انھیں باہر چھوڑنے آئے۔ جو بی
ہمانوں کی کار باہر نکلے، بوڑھے ہا کے علاوہ کسی کے جینے
کا آواز ابھی۔ معن صاحب واپس بیٹھے بیٹھے رُک گئے، سب ہی
موجود تھے، پھر کوئی باہر نکل آیا۔ تاریخ میں ہی میں نے بوڑھے سے
کا یہاں پہچان لیا تھا۔

نادر بیگ شور مچاتا ہوا باہر نکلا، لیکن آج بوڑھا واقف
خط ناک ہو رہا تھا، دو ایک قدم دونوں دوڑتے ہوئے آئے لیکن بوڑھا
دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر کوئی یاد کی چیز ابھی
اور حسن صاحب چہنچہ ”غزالی وہ باہر نکل گیا۔“ میں گھٹ کی طرف
دوڑا۔ دوسرے لوگ بھی چہنچہ آئے تھے۔ باہر نکل کر مجھے اندازہ
ہوا کہ بوڑھا میرے انداز سے کہیں تیز دوڑ رہا ہے۔ صورت حال
تھوڑی سی خطرناک ہو چکی تھی، اگر حسن صاحب بھی گھٹ سے باہر
نکل آئے تو ممکن ہے وہ بوڑھے کو اغوا کرنے والوں کو کچھ دیں۔

میں نے پیلائی کے لوہے کے دروازے پر پلٹ ماری تاکہ وہ بند
ہو جائے اور اس کے بعد اسی سمت دوڑنے لگا جس طرف بوڑھا
بھاگا تھا۔ بہت دور میں نے کسی کار کا آجن اشارٹ ہونے کا آواز
سنی، لیکن کوئی روشنی نظر نہیں آئی۔ پھر دوسری کار بھی اشارٹ
ہوئی۔ یہ آواز عقب سے آئی تھی، ایک اور کار بزن سے میرے
نزدیک سے گزری، معن صاحب، معن اور دوسرے لوگ بھی
باہر آ گئے تھے، میں دوڑتا ہوا کافی دور نکل آیا، نادر اپنی کوشش
میں کامیاب ہو گیا تھا، بلکہ دوسری کار سونفدی مشر براؤن کی تھی۔
دوسرے میں نے دیکھا کہ حسن صاحب اور معن وغیرہ گھٹ کے
پاس ہی کھڑے ہیں۔

میں دوڑتا ہوا واپس آیا، نہ مانے کدھر نکل گیا، میں نے
بدرحالی کے انداز میں کہا، معن صاحب شاید کسی ملازم کو تاریخ
ونے کے لیے بھیج چکے تھے۔ دوسرے ملازم باہر چل کر بوڑھے کو
تلاش کر رہے تھے۔ پھر تاریخ آگئی اور حسن صاحب میرے ساتھ
پیدل ہی دوڑ تک بوڑھے کو تلاش کرتے رہے۔ وہ بالکل خاموش تھے۔
پندرہ بیس منٹ تک ہم دونوں باہر کے تم تاریک ماحول

میں ادھر ادھر دوڑتے پھر سے لیکن بوڑھے کا نشان اب کہاں
تھا۔ وہ... وہ کہاں دوڑ نکل گیا۔ میں سائیکلوں پر ملازموں کو صحبت
ہوں۔ اس طرح اب وہ نہیں مل سکتا، ”حسن صاحب نے اگلے
ہوئے ساتوں کے ساتھ کہا۔ اور ہم کو بھی کی طرف واپس چل پڑے۔
حسن صاحب کی صحیح کیفیت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ معن گھٹ
کے چوکھڑے کے سر پر بیٹھا باندھ رہا تھا جو بوڑھے کے دھکے سے
آہنی گیٹ سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا تھا۔

”عمارت کا چوکھڑا بھی زخمی ہے۔ اس کا سر چھٹ گیا ہے۔“
معن نے بتایا۔

”کون... ہدایت؟“ حسن صاحب بولے۔

”نہیں دوسرا ملازم، ہدایت بیمار ہے!“

”زیادہ زخمی ہوا ہے وہ؟“

”زیادہ نہیں ہے۔ تنویر نے اس کے سر پر ہم ہی کر دی ہے۔“
حسن صاحب ملازموں کو سائیکلوں پر بوڑھے کو تلاش کرنے کی
ہدایت دیتے گئے، تنویر نے کہا، ڈیڑھی پورلیس کو فون کریں۔ وہ کسی
اور کو نقصان نہ پہنچائے۔“

”نہیں، تم لوگ جاؤ آرام کرو!“ حسن صاحب نے کھڑے
پہلے میں کہا۔ اور تنویر اور بیگ معن اندر چلے گئے۔ ملازم سائیکلوں
کے باہر نکل گئے تھے، حسن صاحب خاموش گیٹ کے نزدیک
کھڑے رہے، پھر معن سے بولے ”جاؤ معن تم بھی آرام کرو، معن
خود میزبان نظر آ رہا تھا۔ وہ مجھے مندرت آمیز انداز میں دیکھتا ہوا
اندر چل گیا۔“

”بہت غلط ہو گیا۔ ایسا جنوں اس پر پہلے بھی نہیں طاری
ہوا، اس سے پہلے اس نے کہیں کسی پر حملہ بھی نہیں کیا تھا، سب
سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ... وہ... کسی کو کچھ بتا نہیں سکتا۔
اور پولیس... کیا خیال ہے۔ پولیس سے اس مسئلے میں کوئی مدد لی
جائے؟“

”جیسا سب سمجھیں۔ یہ سب کچھ غیر متوقع ہوا۔“ میں نے
شرفندگی کے انداز میں کہا۔

”مجھے خطرہ تھا... اسی کا خطرہ تھا مجھے۔ واور اُسے مارا رہتا
تھا، لیکن تم نرم دل انسان ہو۔ ظاہر ہے، وہ سب کچھ تم نے نہ

کیا ہوگا، ڈاکٹر کا ہر عملی بارض ہوگا، بہر حال دیکھو کیا ہوتا ہے۔ کوئی خبر سے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں جاگ رہا ہوں۔" حسن صاحب کو بھی ک طرف بڑھ گئے۔

میں اتخار کرتا رہا۔ اب ملازم ایک ایک کو کہنے واپس آئے۔ وہ ناکامی کے سوا اور کیا اطلاع دے سکتے تھے۔ میں نے نیکی میں اگر حسن صاحب کو فون کیا۔ اور ملازموں کی ناکامی کے بارے میں بتایا۔ پولیس کو میں اس سلسلے میں کوئی اطلاع نہیں دوں گا۔ طاہر علی کو فون کیا ہے میں نے، وہ ابھی ٹھوڑی دیر میں آئے ورنے ہیں۔ ممکن ہے وہ کوئی صل سوجھ سکیں۔"

"میں از حد شرمندہ ہوں حسن صاحب! "

"اس سے کیا ہوتا ہے... خیر! " حسن صاحب نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میرے ہوشوں پر مسکراہٹ جھیل گئی، حسن صاحب کا یہ رد عمل فوری تھا۔

فائلر طاہر علی کا استقبال میں نے کوٹھی کے گیٹ پر ہی کیا۔ انھلے نہ چھتے ہی پوچھا: "کوئی پتا ملا؟"

"نہیں۔ پتا نہیں گنجت کو زمین نکل گئی یا آسمان! "

"تم پراسس کی مکمل ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کل دوپہر کو جو بھی پوزیشن ہے، ایک بجے مجھے کوٹھی پر بلاؤ گات کرنا، طاہر علی نے ناخوش گوارا ہے۔ میں کہا، ادھر کا پورچ کی طرف سے گیا۔ میں پھر جسی میں واپس آیا گیا، دو گھنٹے تک میں اتخار کرتا رہا۔ لیکن میرا دل نہیں آیا۔ میرے نے کوٹھی سے طاہر علی کی کار واپس جاتے دیکھی۔"

بے اطمینانی مجھے بھی تھی۔ لیکن دوسروں جیسی نہیں۔ پورے کے اگلے کو، جی بیٹا راکم تھے جو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دینا تھے۔ اب جاگتے رہنا بیکار تھا! اس لیے میں بستر پر

دراز ہو گیا۔ مجھے بیٹے ہونے زیادہ دیر نہیں ہوتی تھی کہ فون کی گھنٹی بج گئی تھی۔ میں نے اسے حسن صاحب کا فون سمجھ کر اٹھایا لیکن دوسری طرف سے قادی کی آواز سنائی دی۔ غزال بیگانی۔

"کون قادی؟"

"ہاں غزال بیگانی، میں بنی بول رہا ہوں! "

"شکر ہے قادی! میں تمہارا یہ احسان! "

"سنو تو ہی غزال بیگانی۔ بہت بڑی گڑبڑ ہو گئی۔"

"کی؟" میں بے اختیار اچھل پڑا۔

"پہلا کام ہوا اور پھر دو سہرا کام بھی ہو گیا۔ پھر گرام کے مطابق ہم اسے لے کر گھاٹ پر آ گئے۔ اس آدمی کو بھی ٹھیک کرنا جس نے چھپا کیا تھا۔ لیکن جو ہنسنا ہے کوشی کی اماں، اس نے ہاتھوں میں

بندھ رہتیاں توڑ دیں۔ بڑی مضبوط رہتیاں تھیں۔ لیکن اگر نے نہ صرف رہتیاں توڑیں بلکہ میرے پانچ آدمیوں کو شستی سے اٹھا کر پانی میں چھینک دیا۔ اور پھر خود بھی پانی میں کود گیا۔ میرے آدمیوں نے اس کے وجود اس کا پچھاننا چھوڑا اور پانی میں اسے پھرنے کو پرے سے ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں اتنے طاقتور انسان سے جنگ نہیں کی تھی کوشی موت زخمی ہو گئے۔ در کہ بمشکل جان بچا سکے اور وہ نکل گیا۔ مجھے اس کی امید نہیں تھی غزال بیگانی۔ اس لیے چھپا کرنے والے سے ٹمٹ کر میں واپس آ گیا تھا۔ ابھی مجھے اس بارے میں فون پر اطلاع ملی ہے۔ مختصر فون کرنے کے بعد میں ابھی کچھ لوگوں کو لے کر گھاٹ جا رہا ہوں اسے تلاش کر لیا گیا، تم نکرت کرو۔ بس میں نے تمہیں اطلاع دے دی ہے۔"

میں سستے میں رہ گیا۔ میرے پوسٹے بدن سے پسینہ چھوڑ رہا تھا۔

اسے نادر کی بیوہ ہوگی آوازیں اُبھری تھیں لیکن اسے میرے گھر پر کتنی طاہر ہو گیا تھا۔ میری سماعت جیسے کم ہو گئی تھی۔ اس اطلاع نے میرے اعصاب مفلوج کر دیے تھے۔ نادر کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں دھماکے کر رہا تھا۔ پورے ہاڈا ہاڈا ہو گیا تھا، پانچ طاقتور آدمیوں کو ذمہ کر کے۔ ان کا کہنا تھا کہ انھوں نے اپنی زندگی میں اتنا طاقتور آدمی نہیں دیکھا۔ کیا یہ ممکن ہے...؟ کیسے ممکن ہے۔ پورے کی شخصیت کا یہ بیہوکیا تباہ تسلیم ہے؟ میری آنکھوں میں اس کی شکل گھوم رہی تھی۔ اس کا تہہ نہرت بس مناسب تھا۔ اسے ایک تندہرت پورے جا سکتا تھا۔ بدن کی بناوٹ میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ داور جس وقت اس کی پٹائی کرتا تھا اس وقت وہ ایک بے بس اور خوفزدہ شخص نظر آتا تھا جو داور کا بچہ نہ لگا سکتا ہو۔ اس وقت اس کا جھن بھلا پنا ہوش ہلاک کیوں نہ دکھاتا تھا۔ آخرا بے انقلاب کیوں پیدا ہوا؟

کہیں یہ قادی کی اختراع تو نہیں ہے۔ کیا قادی اس کے مال میں تو نہیں چھپتی۔ گدا کے نفلوں پر رشک کرتے ہوئے دل دکھتا تھا۔ اس نے جس طرح میری بڑائی کی تھی وہ کسی بھی شیبہ سے پاک تھی۔ اس نے مجھے اپنی کباتی بھی سنائی تھی۔ وہ سب کچھ توٹ نہیں تھا۔ مجھے اس کے نفلوں میں کوئی کوٹ نہیں نظر آتی تھی۔ لیکن وہ جس پیشے سے تعلق رکھتا تھا اس میں سب کچھ جائز نہ ہے۔ لیکن اگر یہ اس کی مجال ہے تو اس کے ایما پر، کیا ڈاکٹر طاہر علی نے اس سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ اسے کسی بڑی رقم کی پیشکش کر دی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے...۔ مگر اس طرح... کیا اسے میرے پروگرام کا علم ہو گیا تھا۔

یا پھر کیے براؤن نے اس سے معاملہ کر لیا ہے۔ اس شاطہ شخص سے یہ بات ممکن تھی۔ ممکن ہے اس نے ان دونوں آدمیوں سے نادر کے بارے میں خدمات حاصل کی ہوں جو اس مکان پر قیامت تھے جسے میں نے اسے دھوکا دینے کے لیے حاصل کیا تھا وہ وہاں گیا تو تھا اور اس نے ان لوگوں سے خلافت بھی کی تھی۔ شاید اس کے بعد وہ قادر سے ملا ہو۔ اسے براہ راست کوئی پیشکش کر دی ہو اور قادر نے سوچا ہو کہ یہ رقم کون گوانی جائے جیکر یہ سے معاملات وہ دوستی میں ہی منسا رہا تھا کیا قادی اس کا رکھتا ہے؟

دقتا مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریسپور کا خیال آیا۔ اور میں نے اسے کان سے لگا لیا۔ لیکن دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے ریسپور پر بلی پر رکھ دیا۔ مجھ پر شدید بھائی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ساری ہوش جاری دھری رہ گئی تھی۔ حسن صاحب کے پیرو یا آپس تھے۔ اس وقت تو میں سکڑا دیا تھا لیکن اب اچانک صورت حال بدل گئی تھی۔ اگر ساری حقیقت حسن صاحب کو بتا دوں تو کتنی ذلت ہوگی۔ حسن کی دوستی بھی کام نہیں آسکتی۔ بلاشبہ اس نے قادی کی قرار پاتی جیکر۔ قیامتاً ایسا نہیں تھا۔ میں تو پچھو کرنے کے بعد ان کے سامنے سرزد ہونا چاہتا تھا لیکن اب بلاسطی آتھی تھی، اب ان سے بچ بونا مناسب نہیں تھا۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے ریسپور پر چھیٹا مارا۔ قادی کی آواز اُبھری۔ غزال بیگانی؟

"ہاں قادی۔ میں بول رہا ہوں۔"

"بہت پریشان ہو غزال بیگانی؟"

"یوں سمجھو قادی! میں ڈوب گیا۔" میں نے جھاری ہلچے

میں کہا۔

"میں شرمگاہ کا اظہار نہیں کروں گا غزال بیگانی۔ مجھ سے جو غفلت ہوئی ہے اس کی تلافی کروں گا۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ اسے تلاش کروں اور تمہیں واپس کروں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ قادر نے پکڑا: آرام سے سو جاؤ۔ اس وقت میرے تین آدمی دریا کو کھنگال رہے ہیں۔ میں خود ان کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ تمہیں فون کرنے سے پہلے پڑا تھا۔ ویسے غزال بیگانی اس نے میرے آدمیوں کو بڑی طرح زخمی کر دیا ہے تمہیں ان سب سے ملاؤں گا۔ وہ کوئی کردار لوگ نہیں تھے بلکہ ملنے ہوئے ذمہ دار تھے۔ آخر وہ کیا ملا تھا؟

"قادی! میں نے تم پر ہر شخص سے زیادہ اعتماد کیا ہے۔"

"بچ سڑک پر کھڑا کر کے جو تے مارا یہ غزال بیگانی، جو سڑک

دو گے قبول ہوگی مگر صورت حال کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ اس وقت تک ذرتی حرام ہے جب تک تمہارا کام نہ ہو جائے۔"

"میں جتنا گھاٹ آ رہا ہوں قادی۔"

"آ جاؤ! اس سے کچھ بات کیا ہوگی۔ میں تمہیں وہیں لوں گا۔" قادر نے کہا۔ میں نے فون بند کر دیا۔ حالانکہ قادی گڈنگ تھی لیکن اس وقت آرام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پورے دن میں انھیں پوری تھی۔ لیکن بے کھیر بات بن جائے۔ قادر سے ملاقات کر کے کم از کم یہ اندازہ تو لگا لیا جائے کہ سادھن اس نے نہیں کی ہے۔ دل کو تھوڑا بہت سکون تو مل جائے گا۔

اس وقت کوٹھی سے نکلتا کسی کے لیے قوب خیر بھی نہیں ہوگا۔ سب جانتے ہیں کہ میں پوسٹے بابا کے سلسلے میں ذمہ دار تھا۔ ادرا اس کے فرار سے بے چین ہوں گا۔

میں لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تو کرم بابا، جیسے ہونے تھے۔ اسے آپ جاگتے ہیں کرم بابا، میں ان سے مخاطب ہوا۔

"ہاں میاں جاگ رہا ہوں! "

"کیوں؟ آپ آرام کریں۔"

بہت سی سے میاں میری کجگت انسان ہوں۔ سینے میں سوکھا سڑا دل بھی ہے جس میں سب کچھ ریکہ ہے مگر تھاری محبت زندہ ہے۔ فقیرا ہا ہے تم پر مگر مگر ظاہر ہوں، اس کا اظہار کر کے چھڑکیاں نہیں منسا جاتا۔ کیا ضرورت تھی تمہیں ذمہ داری لینے کی۔ پیلے کا تھا، نا میں تے۔ اب کیا کرے؟ سادھن بات تو پر ہی آئے گی۔ اسے تو ایک دن جگانا کی تھا۔ گھر میں اور پانچ نسلے میں فرق تو ہوتا ہے نا! "

کرم بابا کے ہلچے میں بہت غصہ تھا۔ میں چونک کر اٹھیں دیکھنے لگا۔ دل کو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا۔ اس فیصلے کے لیے میں کائنات کی ایک حسین سچائی سانس رہی تھی۔

اس لیے میں کوئی کوٹ نہیں تھی۔ یہ ایک انسان کا انسان سے پیار تھا۔ بے لوث اور سچا پیار۔ میرے جلتے ہوئے ذہن جلتے چوٹے دل کو ایک ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ کرم بابا! اب جان کے انداز میں بولنے سے طویل عرصے کے بعد ایک پچھرا ہوا لہجہ منسا تھا۔ دل ہلچا۔ یہ چند لمحات ساکت کھڑا رہ گیا۔

لیکن کرم بابا کو جیسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ان کا دھواں دھواں پیرو میرے سامنے تھا۔ اس چہرے پر خوف چھایا ہوا تھا۔ اپنی حیثیت یا داگ تھی اٹھیں۔ اندر کا انسان اچانک بول پڑا تھا مگر باہر والا اس بات سے ڈر رہا تھا۔ جیسے کا اتخار کر رہا تھا۔ لیکن میں اس غفلت اس تقدس کو پامالی نہیں

دیکھ سکتا تھا، اس سچائی کی سبے حریفی مجھے کارا نہ تھی۔ اس سے پہلے کہ کریم بابا اپنی غلطی اپنے لیے کی معافی مانگیں میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے ان کے بازو پکڑتے ہوئے کہا "اب غلطی سب سے پہلے سے بابا! اسے بھانپنا ہی پڑے گا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کل جانے گا۔ آپ نے واقعتی سچ کہا تھا۔ بس بے وقت تھی میری۔ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب اُسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ آپ جگتے رہیں واپس آکر آپ کو بتاؤں گا کہ اس مسئلے میں کیا ہوا؟"

کریم بابا کا چہرہ ایک عجیب سی روحانی مسرت سے دمک اٹھا۔ انھوں نے چوہنٹا چا چا مگھٹنے کہا "واپس آکر بائیں ہوں لی آپ سوئیے نہیں۔"

"آنتھار کروں گا میاں! کریم بابا نے کہا اور میں مسکراتا ہوا باز پل آیا۔ میں اب تک ایک شدید ذہنی کوفت کا شکار تھا لیکن اب ایک دم طبیعت میں جولانی سی پیدا ہو گئی تھی۔ دوسو سوں کے پیکار سے ہونے والی خاموش ہرگے تھے۔ بابا کے لہجے ان کے غصے سے تو عجیب لیکن ایک عجیب لذت سے آشنا کیا تھا۔ مجھے پانک احساس ہوا تھا کہ میں تمہا نہیں ہوں، بہت طاقت۔

رشتہ میری ایشیت پر۔

کارا اشارت کر کے میں باہر نکل آیا۔ چوکیداری کے فرائض ایک اور ملازم نے سنبھال لیے تھے۔ کاربرق دفتاری سے دوڑنے لگی۔ اب میں قادی کے بائیں میں سوچ رہا تھا۔ اگر اس نے قمار کی ہے تو اس بات کو میری نگاہوں سے چھپا نہیں سکے گا۔ دیکھ لوں گا کسے بھی۔ دو تین موڑ ہوا تھا کہ ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ان دو درختوں کو میں بہت دور سے دیکھ رہا تھا۔ شاید یہ اسی وقت سے میرے پیچھے تھیں جب میں کوٹھی سے نکلنا چھوڑ کر گلیں سنان نہ ہوں تو شاید اس سے بھی نہ ہونا، لیکن ویران سڑکوں پر سسل ایک ہی خانے سے ان کا نظارنا چوکنے کا باعث بنا تھا۔ تقاب "بیسے ذہن میں اچھا اس قسم کے معاملات سے کبھی سابقہ نہیں رہا تھا اس لیے چند لمحوں کے لیے پریشان ہو گیا۔ اب کیا کروں! دل سے دھڑکنے لگا۔ ایسے توفوں پر کیا کیا جا سکتا ہے۔ کار کی رفتار خود بخود سست ہو گئی لیکن دو تینوں کا فاصلہ کم نہ ہوا۔ گویا وہ کار بھی سست ہو گئی تھی۔ اس سے ایک خیال ذہن میں آیا۔ اور میں نے خود پر قابو پا کر کار کی رفتار پھر پہلے کے مانند کر دی، نہ تیز نہ سست۔ اب میں نے گھاٹ پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اس طرح تو صورت حال بہت خراب ہو جائے گی۔ تھوڑی

دیر کے بعد ایک مینٹا ہاؤس کے پاس سے گذرا۔ یہاں چند لوگ کھلی ہوئی تھیں۔ مجھے پانک ایک خیال آیا اور میں نے پان کی دکان کے سامنے کار روک دی۔ انجن بند کر کے نیچے اترا اور لوگوں سے ایک گوری خرید کر مشین دیوانی زندگی میں پہلا پلان کیا تھا۔ پان کھلنے والوں سے سخت اگھٹتا تھا، لیکن مصلحت تھی۔ اب کوئی شہ نہیں رہا تھا۔ بہت دور سیاہ رنگ کی کار نظر آ رہی تھی وہ رک گئی تھی اور اس کی روشنیاں بجادی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی گاڑی اس پاس نہیں تھی۔ پان کھلنے کے بعد میں نے دوبارہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ لیکن مقب نما آئیے ہیں، میں نے اس کی ہول کار کو نگاہ میں رکھا۔ پھر میری گاڑی کے آگے بڑھتے ہی وہ بھی اشارت ہو کر پل پڑی اور اس کی روشنیاں جل اٹھیں۔ تیز رفتاری سے جا رہا ہے۔ لیکن کیوں؟ وہ لوگ جو کوئی بھی ہیں میرے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہیں اور موقع کے منتظر ہیں یا صرف تقاب پر آتھیں گے؟ کون ہو سکتے ہیں۔ قادی کے آدمی؟ کیا وہ مجھے گھاٹ تک پہنچنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن کیوں؟ ذہن نے خود ہی اس خیال کی ترویج کر دی۔ قادی کو مصلوب ہے کہ میں نے ابھی کسی اور کو اپنا ساتھی نہیں بنایا اور صرف اسی پر بھروسہ کیا ہے۔ میں کسی اور کو حقیقت بتا کر اس کے پاس نہیں پہنچوں گا بلکہ بالکل رازداری سے گھاٹ پر آؤں گا۔ اس لیے اگر اسے میرے مفاد

کچھ کرنا ہے تو وہاں بھی کر سکتا ہے۔ یہ اس کے آدمی نہیں ہو سکتے۔ کوئی ذیصلہ کن مشکل تھا البتہ اب گھاٹ پر جانا حماقت کے سما کچھ نہ تھا۔ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے ضروری تھا کہ میں اپنے اس وقت کو کھلی سے نکلنے کا ہوا زبرد کروں۔ لیکن یہ سوال ابھی تشدد جواب تھا کہ ان کے تقاب کی وجہ کیا ہے اور یہ کہ وہ صرف تقاب کرنا چاہتے ہیں یا میری زندگی کے گاہک ہیں۔ اس کا فیصلہ مشکل تھا۔ دو یقیناً جرائم پیشہ لوگ تھے اور ہر ایسے حالات سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ سڑک آگے چل کر پھر سنان ہو گئی اور ہر لمحہ میں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی دھماکا تازے ہے، اور کوئی معنی تیشے کو توڑتی ہوئی میری گدی میں آرزو جاسے گی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کوئی سنان سڑکوں سے گذرنے کے بعد کم از کم یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ لوگ مجھے قتل یا زخمی نہیں کرنا چاہتے، ورنہ ان سڑکوں پر انھیں پورا پورا موقع مل سکتا تھا۔ میں تقریباً دو گھنٹہ تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ جواز خود بخود پیدا ہو گیا تھا۔ اگر یہ تقاب کرنے والے پوڑھے کے معاملے میں ہی لوٹ ہیں تو سوچ سکتے ہیں کہ میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ دو گھنٹے سڑکیں ناپنے کے بعد میں واپس کو پھل میں پڑا۔ قادی میرے ذہن میں تھا۔ میرے

ذہن سے اس نے نہ ہانے کیا سوچا ہوگا۔ لیکن ان لوگوں کو کچھ نہیں پتا تھا۔ اس لیے میری جان بچاؤ کے لیے مجھے یہ سب کچھ دیکھنا پڑا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اندر بھی کچھ لوگ ہلکے سے ہیں۔ میں کار کھڑی کر کے ایک سیگنل کریم بابا اپنی جگہ بیٹھ رہے تھے۔ انھوں نے جلدی سے پوچھا "کچھ پتا چلا میاں؟"

"نہیں کریم بابا!"

"چاہئے بنا لائوں؟"

"بنا لینے لیکن اپنے لیے بھی۔ آپ کو بھی اپنے ساتھ لگاؤں گا، میں نے لاڈ سے کہا۔ اور کریم بابا چلے گئے۔ جوتے اندر کر میں آگام کر ہی دروازہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کریم بابا آگئے۔ چاہئے کیڑے ان کے ہاتھ میں تھی۔ میں نے ڈر سے اپنے سامنے سر کاڑا ان کے لیے بھی چاہئے، بنا ہی اور خود اٹھا کر انھیں دی۔

"وہ میاں... ہم... شرمندہ ہیں... کچھ دماغ سنجیا گیا ہے۔ آپ نے... آپ نے..."

"بابا! جو کچھ ہے پتے ہو کیا وہ چین لینا چاہتے ہو؟"

"کیا میاں؟"

"مجھے ڈانٹتے رہا کہ کوئی غلط کام کروں تو لوگ دیا کہ۔ تمہاری ڈانٹ مجھے بہت اچھی لگی... بابا جو تم میرے... اس خیال کو دل سے نکال دو کہ میں تمہاری ڈانٹ کا بڑا مانا ہوگا۔ چاہئے کی بیالی کریم بابا کے ہاتھوں میں لڑنے لگی۔ انھوں نے اُسے نیچے رکھ دیا اور آتشک کرنے لگے پھر بولے "میاں ہم نہیں چاہتے کہ تمہیں کوئی کچھ کہے... بہت بڑا لگے گا ہیں! ہم جھوٹ نہیں بول رہے۔ بڑا ننگ خوار میں اس گھر کے سرکار نے تمہاری خدمت ہمارے سپرد کی ہے۔ بس ہوں کچھ نہیں معلوم"

"کریم بابا، میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ تم میرے

بابا ہو۔"

فدا اور بندی سے تھیں! "کریم بابا نے گلگاہے لیے میں کہا، پھر اچھو کچھ سے آتشک کرنے کے چلنے کی بیالی اٹھالی ہیں۔ خاموشی سے سو رہا۔ میری ذہنی کیفیت اب بھی خشک نہیں تھی۔ یہ تقاب کرنے والے آتروں تھے جو کوٹھی سے پیچھے گئے تھے اور کھڑی ہو گئے۔ ذہن مختلف بائیں سوچ رہا تھا۔ قادی پر ہی شہ جانا تھا لیکن یہ خیال بھی آتا تھا کہ قادی میرے حق میں بڑا نہیں ہو سکتا اور پھر اسے اس قسم کی کسی حرکت سے ناگہم بھی ہو گیا تھا۔

کریم بابا کو میں نے سونے کے لیے بھیج دیا اور خود بھی جا لیا لیکن چند ہی لمحوں کی مدد بھولی گئی جو خیالات کے بجوم میں رات کا سفر جاری رہا۔ اس وقت تقریباً پونے چار بجے تھے جب ٹریفک کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس گھنٹی کی آواز میرے لیے کسی بکے دھماکے سے کم نہیں تھی۔ میں بڑی طرح اچھل پڑا۔ اس وقت جھلاکون مجھے فون کر رہا تھا ہے؟ میں نے پیک کر لیا اور پوچھا کیا۔ دوسرے طرف سے قادی کی آواز سنانی دی "صاف کرنا غلط جھانی، بہت ہی ناوقت فون کیا ہے، لیکن میں جانتا تھا کہ تمہیں نیند نہیں آتی ہوگی، کیا ہوا؟ گھاٹ پر کیوں نہیں پہنچے؟ بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا میں تمہارا اظہار تیرے تو ہو؟"

"ہاں قادی تیرے سے ہوں، سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ کچھ کیا میاں ہوئی؟"

"نہیں غزالی جھانی، بڑی عجیب سی بات ہے، ابھی تک کوئی پتا نہیں چل سکا، بس ابھی ابھی واپس پہنچا ہوں لیکن میرے آدمی ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ دریا کے کناروں سے ہٹ کر پہلی پار اور اس پار، دونوں طرف کی کھجانی جاری ہے۔" قادی اس سلسلے میں اس سے اتنا ہی کہوں گا کہ اگر وہ نہ ملا تو مجھے اپنی زندگی کے سب سے بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

یہ نصیحتیں میری غزالی جھانی کو اپنے تمام تر خلوس کے باوجود دھالے لیے وہ نہیں کر سکا، جو تم نے بتا تھا۔ البتہ اس بات کا اطمینان دلا سکتا ہوں کہ اب یہ کام صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ میرا بھی ہے۔ اُسے تلاش کرنے کے لیے ہر کوئی اب میری ذمہ داری ہے۔ شرمندگی کے اظہار کے لیے مزید الفاظ میرے پاس نہیں ہیں۔"

میں چند لمحات خاموش رہا اور پھر میں نے کہا: تمہارا شکوہ قادی تھا، اسے پاس میں اس لیے نہیں پہنچ سکا کہ کوٹھی سے نکلنے

ہی ایک کار نے میرے تقاب شروع کر دیا تھا اور مسلسل میرے پیچھے لگی رہی تھی۔"

"کار کا نمبر دیکھا؟ قادی نے چونکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں دیکھ سکا، فاصلہ اتنا تھا کہ اس کے نمبر پر میری نگاہ نہیں پہنچ سکی۔ میں نے ہی سوچا کہ اُسے اپنے پیچھے لگا کر گھاٹ پر جانا مناسب نہیں ہوگا۔ اس لیے آوارہ گردی کرنے کے بعد واپس آ گیا۔"

"اگر تمہیں اپنے راز میں شریک کر لیتے غزالی جھانی تو میں کوئی ذیصلہ بھی کر پاتا۔ اب بتاؤ کیا کروں کیسے پتا چلاؤں کہ وہ کار

کسی کی تھی؟“

”کلی تم سے ملاقات کرنے کے بعد ساری باتیں ملے کروں گا قادر۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں بھی میری وجہ سے ایک جگہ ٹھے ہیں بے سبب پھینس جانا پڑا۔“

”افسوس تو مجھے ہے غزالی بھائی کہ میں بلا علم خان بنتا تھا۔ لیکن اپنے بار کا ایک چھوٹا سا کام بھی نہیں کر سکا۔“

”کلی کسی دقت بھی تم سے لوں گا، دن میں کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”کوئی خاص نہیں، یوں بھی اب اس کام کے سوا میں اور کوئی کام نہیں کروں گا۔ جب تک کہ کھلا کام ذہن جانے مجھ پر سکون حرام ہے۔“ قادر نے پھر اسی انداز میں کہا۔

”میں انسانوں کی برکھ میں مہارت نہیں رکھتا تھا، لیکن نجانے کیوں قادر کے پیچھے میں بھی سچائی محسوس ہوئی۔ خدا کرے کہ وہ کسی لاپرواہ کا شکار نہ ہوا، اور اس سارے معاملے میں اُس کا ہاتھ نہ ہو۔ میرے دل سے بے اختیار دعا نکلی۔ میں اگر بریتانیا تھا تو صرف اسی لیے کہ قادر جیسے آدمی سے میں آسانی نہیں نہٹ سکتا۔ اس کے ہاتھ لیے تھے اور پھر وہ کسی حد تک میرا ڈار وار بھی تھا۔ چند اور جدول کے تبادلے کے بعد قادر نے فون بند کر دیا اور میں بستر پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔“

”نہیں الزام وغیرہ کا کوئی معاملہ نہیں ہے غزالی، ڈیڑی رات بھر جاگتے رہے ہیں، میری کئی بار آنکھ کھلی تو میں نے اُن کے کہنے میں روشنی دیکھی۔ یقیناً وہ اس کے فرار سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں، میں دراصل اس لیے غلام نہ ہوں کہ نجانبے اب ان کا رویہ کیا ہے؟“

”تم سے اُن کی ملاقات تو نہیں ہوئی؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں، ابھی وہ اپنے شکر سے ہی میں ہیں!“

”ٹھیک ہے محسن بولنقصان انھیں میری ذات سے پہنچا ہے، میں اُسے پورا کرنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا لیکن میں اُن کے اس نقصان کو اپنا ذاتی نقصان محسوس کرتا ہوں اور جو بھی قدم اٹھاؤ گا وہ اس احساس کے ساتھ اٹھاؤ گا۔“

”معلوم نہیں کیا قصہ ہے، ڈیڑی سے خواہ مخواہ معاملات کو متحرک بنا ڈالو۔ میں تم سے صرف یہی کہنے آیا تھا یا کہ اگر ڈیڑی کوئی اور نئی بات کہہ جائیں تو اپنے دوست کی خاطر برداشت کر لینا وہ تم سے دل کے آدمی نہیں ہیں، بس فتنے میں اگر کچھ ہر دیں تو تم اُسے زیادہ محسوس نہ کرنا۔“ محسن میری لڑائی سے بہت زیادہ فخر مند تھا۔ مجھے اُس پر بے اختیار پیار آ گیا۔

”تم مطمئن رہو محسن، میں اتنا ناسچاس نہیں ہوں!“ میں نے ہنس کر کہا۔

”بس اب میں چلتا ہوں، اور ہاں تم اطمینان رکھو لوڑھے پالیا ہے؟“

”محسن! بعض اوقات کچھ واقعات اس طرح پیش آجاتے ہیں کہ انسان۔۔۔ ان کے بارے میں صحیح طور پر نہیں سوچا جاتا ہے۔ تم یہ بات اچھی طرٹ جانتے ہو کہ اس رات میں نے یہی سمجھا تھا کہ لوڑھا تمہیں کوئی چور ہے۔ اگر کوئی نوجوان آدمی ہوتا تو شاید میں وادرا کا ہاتھ نہ نہرتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہتا کہ اُسے پولیس کے حوالے کر دینا چاہئے۔ اُس کے بڑھاپے کو دیکھ کر میں نے یہ بات سوچی تھی کہ ممکن ہے وہ کسی چوری کی بنا پر چوری کرنے آیا ہو۔“

”میں نے پوچھا۔“

”کوئی خاص نہیں، یوں بھی اب اس کام کے سوا میں اور کوئی کام نہیں کروں گا۔ جب تک کہ کھلا کام ذہن جانے مجھ پر سکون حرام ہے۔“ قادر نے پھر اسی انداز میں کہا۔

”میں انسانوں کی برکھ میں مہارت نہیں رکھتا تھا، لیکن نجانے کیوں قادر کے پیچھے میں بھی سچائی محسوس ہوئی۔ خدا کرے کہ وہ کسی لاپرواہ کا شکار نہ ہوا، اور اس سارے معاملے میں اُس کا ہاتھ نہ ہو۔ میرے دل سے بے اختیار دعا نکلی۔ میں اگر بریتانیا تھا تو صرف اسی لیے کہ قادر جیسے آدمی سے میں آسانی نہیں نہٹ سکتا۔ اس کے ہاتھ لیے تھے اور پھر وہ کسی حد تک میرا ڈار وار بھی تھا۔ چند اور جدول کے تبادلے کے بعد قادر نے فون بند کر دیا اور میں بستر پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔“

”نہیں الزام وغیرہ کا کوئی معاملہ نہیں ہے غزالی، ڈیڑی رات بھر جاگتے رہے ہیں، میری کئی بار آنکھ کھلی تو میں نے اُن کے کہنے میں روشنی دیکھی۔ یقیناً وہ اس کے فرار سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں، میں دراصل اس لیے غلام نہ ہوں کہ نجانبے اب ان کا رویہ کیا ہے؟“

”تم سے اُن کی ملاقات تو نہیں ہوئی؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں، ابھی وہ اپنے شکر سے ہی میں ہیں!“

”ٹھیک ہے محسن بولنقصان انھیں میری ذات سے پہنچا ہے، میں اُسے پورا کرنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا لیکن میں اُن کے اس نقصان کو اپنا ذاتی نقصان محسوس کرتا ہوں اور جو بھی قدم اٹھاؤ گا وہ اس احساس کے ساتھ اٹھاؤ گا۔“

”معلوم نہیں کیا قصہ ہے، ڈیڑی سے خواہ مخواہ معاملات کو متحرک بنا ڈالو۔ میں تم سے صرف یہی کہنے آیا تھا یا کہ اگر ڈیڑی کوئی اور نئی بات کہہ جائیں تو اپنے دوست کی خاطر برداشت کر لینا وہ تم سے دل کے آدمی نہیں ہیں، بس فتنے میں اگر کچھ ہر دیں تو تم اُسے زیادہ محسوس نہ کرنا۔“ محسن میری لڑائی سے بہت زیادہ فخر مند تھا۔ مجھے اُس پر بے اختیار پیار آ گیا۔

”تم مطمئن رہو محسن، میں اتنا ناسچاس نہیں ہوں!“ میں نے ہنس کر کہا۔

”بس اب میں چلتا ہوں، اور ہاں تم اطمینان رکھو لوڑھے پالیا ہے؟“

”تلاش میں تمہارا نہیں ہوگے۔ میں بھی اپنے طور پر اُسے تلاش کروں گا۔ آخر کار مل ہی جائے گا۔ یا کل نا آدمی ہے آخر کہاں چھپے گا۔ اس میں اتنی عقل نہیں ہے کہ کوئی منصوبہ بندی کرے۔“

”میں نے پوچھا۔“

”کوئی خاص نہیں، یوں بھی اب اس کام کے سوا میں اور کوئی کام نہیں کروں گا۔ جب تک کہ کھلا کام ذہن جانے مجھ پر سکون حرام ہے۔“ قادر نے پھر اسی انداز میں کہا۔

”میں انسانوں کی برکھ میں مہارت نہیں رکھتا تھا، لیکن نجانے کیوں قادر کے پیچھے میں بھی سچائی محسوس ہوئی۔ خدا کرے کہ وہ کسی لاپرواہ کا شکار نہ ہوا، اور اس سارے معاملے میں اُس کا ہاتھ نہ ہو۔ میرے دل سے بے اختیار دعا نکلی۔ میں اگر بریتانیا تھا تو صرف اسی لیے کہ قادر جیسے آدمی سے میں آسانی نہیں نہٹ سکتا۔ اس کے ہاتھ لیے تھے اور پھر وہ کسی حد تک میرا ڈار وار بھی تھا۔ چند اور جدول کے تبادلے کے بعد قادر نے فون بند کر دیا اور میں بستر پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔“

”نہیں الزام وغیرہ کا کوئی معاملہ نہیں ہے غزالی، ڈیڑی رات بھر جاگتے رہے ہیں، میری کئی بار آنکھ کھلی تو میں نے اُن کے کہنے میں روشنی دیکھی۔ یقیناً وہ اس کے فرار سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں، میں دراصل اس لیے غلام نہ ہوں کہ نجانبے اب ان کا رویہ کیا ہے؟“

”تم سے اُن کی ملاقات تو نہیں ہوئی؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں، ابھی وہ اپنے شکر سے ہی میں ہیں!“

”ٹھیک ہے محسن بولنقصان انھیں میری ذات سے پہنچا ہے، میں اُسے پورا کرنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا لیکن میں اُن کے اس نقصان کو اپنا ذاتی نقصان محسوس کرتا ہوں اور جو بھی قدم اٹھاؤ گا وہ اس احساس کے ساتھ اٹھاؤ گا۔“

”معلوم نہیں کیا قصہ ہے، ڈیڑی سے خواہ مخواہ معاملات کو متحرک بنا ڈالو۔ میں تم سے صرف یہی کہنے آیا تھا یا کہ اگر ڈیڑی کوئی اور نئی بات کہہ جائیں تو اپنے دوست کی خاطر برداشت کر لینا وہ تم سے دل کے آدمی نہیں ہیں، بس فتنے میں اگر کچھ ہر دیں تو تم اُسے زیادہ محسوس نہ کرنا۔“ محسن میری لڑائی سے بہت زیادہ فخر مند تھا۔ مجھے اُس پر بے اختیار پیار آ گیا۔

”تم مطمئن رہو محسن، میں اتنا ناسچاس نہیں ہوں!“ میں نے ہنس کر کہا۔

”بس اب میں چلتا ہوں، اور ہاں تم اطمینان رکھو لوڑھے پالیا ہے؟“

”میں نے پوچھا۔“

”کوئی خاص نہیں، یوں بھی اب اس کام کے سوا میں اور کوئی کام نہیں کروں گا۔ جب تک کہ کھلا کام ذہن جانے مجھ پر سکون حرام ہے۔“ قادر نے پھر اسی انداز میں کہا۔

”مگر ایسا کون کر سکتا ہے؟“ میں نے محسن صاحب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ان کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ وہ اچانک بہم ہو گئے۔

”مجھے یہ پوچھ رہے ہو! تم نے خود اس معاملے میں ہانگ لڑائی تھی، میں نے تم سے درخواست تو نہیں کی تھی۔ اور اس کی دیکھو خیال ایک طویل عرصے سے کر رہا تھا۔ اُس نے اپنے کنٹرول میں رکھا تھا۔ وہ عمارت سے نکل گیا تھا لیکن وادرا آتا چوکس تھا کہ بلاخر اُسے واپس آنا پڑا تھا۔ آخر ہم لوگوں کو کبھی کوئی اندازہ تھا۔ ہم جانتے تھے کہ اُسے کیسے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ تم نے اُس سے محمد کا مظاہرہ کیا۔ اس کی وجہ سے وادرا سے بھگڑ گیا اور میں نے تمہاری بات مان لی، جس کا یہ نتیجہ نکلا۔ تم نے تو ایک سچے سچے قول کیا تھا۔ سچے سچے قول کرنے کے بعد اس طرح ہتھیار تو نہیں ڈالے جاتے۔ مجھے نیا داس کے بعد میں نے کھانے کسی معاملے میں مداخلت کی کہ تم سے اس بارے میں کچھ پوچھا؟ میں سمجھتا تھا کہ میں انتظار کر رہا تھا۔ اور آج تمہارا جواب مل گیا۔ یہ سوال مجھ سے کرے ہو کہ کون ایسا کر سکتا ہے تم خود ایک ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس مسئلے میں کیا کرتے رہے ہو؟“

”آپ کا فرمانا درست ہے محسن صاحب! لیکن میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ ذمہ داری قبول کرنے کا مطلب ہے کہ میں ہی اُسے دوبارہ آپ کے حوالے کرنے کا ذمہ دار ہوں۔“

”یہ اتنا آسان نہ ہو گا کھانے لیے۔ اتنے دن ہو گئے ہیں تم اب تک کا معلوم کر کے ہوا اس کے بارے میں۔ اب آئندہ کیا امید رکھی جا سکتی ہے تم سے!“

”جہاں تک اس کے بارے میں معلوم کرنے کی بات ہے محسن صاحب، تو کیا آپ میری معلومات کے بارے میں جانتا ہے؟“

”میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں ہے۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر ہم ان معاملات سے ناگہانی آتی کر لو، اور اپنی ذمہ داری اور مدد کو بے جا استعمال نہ کیا کرو، اس کے نکل جانے سے مجھے بہت سے نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں اور میری تم سے درخواست ہے کہ اگر تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی، تو مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش مت کرو، بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان انھیں خود ہی کنٹرول کر سکتا ہے۔ میں نے اُسے یہ شک کسی دماغی مستقبل میں داخل نہ کرنا کہ صورتی سی جرماتہ ذہنیت کا ثبوت دیا۔ لیکن یہ بات صرف میں جانتا ہوں۔“

”میں نے پوچھا۔“

”کوئی خاص نہیں، یوں بھی اب اس کام کے سوا میں اور کوئی کام نہیں کروں گا۔ جب تک کہ کھلا کام ذہن جانے مجھ پر سکون حرام ہے۔“ قادر نے پھر اسی انداز میں کہا۔

”میں انسانوں کی برکھ میں مہارت نہیں رکھتا تھا، لیکن نجانے کیوں قادر کے پیچھے میں بھی سچائی محسوس ہوئی۔ خدا کرے کہ وہ کسی لاپرواہ کا شکار نہ ہوا، اور اس سارے معاملے میں اُس کا ہاتھ نہ ہو۔ میرے دل سے بے اختیار دعا نکلی۔ میں اگر بریتانیا تھا تو صرف اسی لیے کہ قادر جیسے آدمی سے میں آسانی نہیں نہٹ سکتا۔ اس کے ہاتھ لیے تھے اور پھر وہ کسی حد تک میرا ڈار وار بھی تھا۔ چند اور جدول کے تبادلے کے بعد قادر نے فون بند کر دیا اور میں بستر پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔“

”نہیں الزام وغیرہ کا کوئی معاملہ نہیں ہے غزالی، ڈیڑی رات بھر جاگتے رہے ہیں، میری کئی بار آنکھ کھلی تو میں نے اُن کے کہنے میں روشنی دیکھی۔ یقیناً وہ اس کے فرار سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں، میں دراصل اس لیے غلام نہ ہوں کہ نجانبے اب ان کا رویہ کیا ہے؟“

”تم سے اُن کی ملاقات تو نہیں ہوئی؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں، ابھی وہ اپنے شکر سے ہی میں ہیں!“

”ٹھیک ہے محسن بولنقصان انھیں میری ذات سے پہنچا ہے، میں اُسے پورا کرنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا لیکن میں اُن کے اس نقصان کو اپنا ذاتی نقصان محسوس کرتا ہوں اور جو بھی قدم اٹھاؤ گا وہ اس احساس کے ساتھ اٹھاؤ گا۔“

ٹھیک ہے۔ میں تو آپ سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اسے تلاش کر کے آپ تک پہنچانا میرا کام ہے۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ میں نے دیکھا کہ حسن صاحب میری باتیں سن کر مہموت ہو کر رہ گئے ہیں۔ مجھ وہ واپس پلٹے اور مزے سے بالکل نزدیک آگئے۔ فرط حیرت سے ان کی شکل بدل گئی تھی۔ بدن میں زلزلہ سی پیدا ہوئی تھی اور وہ کوشش کے باوجود کچھ بول نہیں پاتے تھے۔ میں اپنے ذائقے کی بجآوری کے لیے جانا چاہتا تھا حسن صاحب، کوئی اور حکم تو نہیں میرے لیے؟“

”بیٹھ جاؤ، خدا کے لیے بیٹھ جاؤ۔“ حسن صاحب بانیٹے ہوئے پیچھے میں بولے اور ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھ گیا انھیں دیکھتا رہا۔

”تو... تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟“

”جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے، آپ کے اس ارشاد کے جواب میں بتایا ہے حسن صاحب کہ آپ نے مجھے میری اپنی اوقات میں رہنے کے لیے کہا تھا۔ میرا وعدہ ہے حسن صاحب کہ آپ کے کسی مسئلے میں اپنی اوقات سے باہر سونے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن بوڑھے بابا کی بازیابی تک مجھے میرے مملکت میں آباد رہنے دیں۔ میں نے بدستور ذمہ داریاں لیں۔“

”پلیز فرمائیے پلیز تم حسن کے دوست ہو۔ میرے لیے یہ سب کچھوں ہی کی طرح ہو۔ ممکن ہے اس سے پہلے بھی تمہیں میری کوئی بات پڑی تھی تو میں اس کے لیے تم سے معذرت خواہ ہوں۔ خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ یہ معلومات تم نے کہاں سے حاصل کیں؟ یہ سب کچھ...؟“

”حسن صاحب آپ کیا فرمائیے ہیں، آپ میرے بزرگ ہیں۔ ایک شفیق بزرگ، آپ میرے دشمن ہیں۔ آپ کو بڑھاپا ہی چاہیے تھا، ظاہر ہے تین سال سے آپ اس کی حفاظت کر رہے تھے اور اب میری وجہ سے وہ نکل گیا۔ میں آپ سے قسم کھا کر بات کہتا ہوں کہ میں نے آپ کی باقلا کا بڑا نہیں مانا، لیکن جہاں تک اس حلیج کا تعلق ہے تو اسے میں نے قبول کیا ہے اور آپ کو آپ کی اسٹی بات کا جواب دے رہا ہوں، لیکن ابھی آپ کو اس مسئلے میں کچھ نہیں بتا سکتا کہ میں نے یہ معلومات کس طرح حاصل کی ہیں بظاہر ہے کہ میں آپ کی خدمت میں سب کچھ عرض کروں گا۔ لیکن اس وقت جب میں آپ کے سامنے گردن اٹھا کر کھڑا ہوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بوڑھے کو آپ کے حوالے کرنے کے بعد وہ تمام تفصیلات جو میرے علم میں ہیں آپ کو بتائیں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں گا اور پھر ان

کو ہسپتال اس کے لیے اور میرے لیے کس قدر نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ ہر حال اب میں خود ہی اسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس مسئلے میں آج مجھے متعدد انتظامات کرنا ہیں مجھے یقین ہے کہ تم پولیس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کرو گے، یا کوئی ایسا اقدام نہیں کرو گے جس سے مجھے اختلاف ہو یا مداخلت اور کسی سلسلے کے، انہیں ہماری ہی حد تک رہنے دو، تم صرف اپنا کام کرو۔“

حسن صاحب کے الفاظ اتنے سخت تھے کہ میں برداشت نہیں کر سکا، حالانکہ میں حمل سے کام لینا چاہتا تھا، اور اس مسئلے میں کسی بنیادی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن حسن صاحب نے جس منہ بند انداز میں مجھے میری اوقات کا طعنہ دیا تھا وہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا، لیکن ظاہر ہے ان کے ساتھ کوئی گرفتاری نہیں کی جا سکتی تھی، چنانچہ میں نے انتہائی نرمی سے کہا۔

”آپ نے حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے حسن صاحب اور دنیا معاملات میں کوئی آپ میری خدمات کو اطمینان بخش پاتے ہیں تو میری ملازمت کو برقرار رکھیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کو اختیار ہے کہ مجھے اس مسئلے میں بھی مداخلت فرمائیں۔ البتہ جو ذمہ داریاں میں نے قبول کی تھی اس کے لیے میں خود کو کسی طور ناکارہ نہیں سمجھتا۔ میں نے بوڑھے شورا اور اتحاد کے ساتھ آپ کا پیغام قبول کیا تھا اور اس کا پھر پورا جواب دینا چاہتا تھا کہ درمیان میں یہ حادثہ پیش آیا۔ جہاں تک آپ کے اس جیلے کا تعلق ہے کہ یہ معاملہ اپنی سطح کا ہے تو میں اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کروں یا اریوں روپے کی مالیت کے خزانے کے شک ہم جیسے درمیانہ درجے کے لوگوں کی پیروی سے بہت دور ہوتے ہیں۔ آپ ان خزانوں کے سامنے ہیں جو تحقیق کر رہے ہیں بلاشبہ وہ آپ ہی جیسے مرتبہ کے لوگوں کے مناسب حال ہے۔ ہم جیسے لوگ تو اس مسئلے میں سوچ رہے ہیں نہیں سکتے، لیکن جہاں تک بوڑھے بابا کے مسئلے میں حلیج کا تعلق ہے، تو حسن صاحب یہ بات آپ، آپ کے دوست نیچے راؤن اور آپ کے ساتھ ظاہر علی بھی نہیں بتا سکتے کہ وہ کلن ہے۔ آپ نے صرف ولادائی واسکاٹ کی کمائی سننے کے بعد اس کا یقین کیا تھا کہ ولادائی واسکاٹ کی موت کے بعد ولیدی اس راز کی این ہو سکتی ہے، لیکن حسن صاحب آپ کی کوششیں ولیدی کی تلاش کے مسئلے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ اور اس بوڑھے شخص کو آپ نے محض گمان کی بنیاد پر حاصل کیا ہے۔ ہر طور اگر آپ اس سے کوئی بری توقع وابستہ کیے ہوئے ہیں تو

مداخلت سے کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا۔ یہ محض ایک اتفاق تھا جو میں ان حالات کا ایک کھٹا کر گیا، محض ایک اتفاق۔ اگر میں نے اور واکو اس بوڑھے کی پٹائی کرتے ہوئے نہ دیکھا تو تو میرا ان معاملات سے کوئی دور کا بھی تعلق نہ پیدا ہوتا۔ میں نے ایک بے زبان بوڑھے کو ایک سخت گیر اور زور مند آدمی کے ہاتھوں صدمہ تک تشدد کا شکار ہوتے دیکھا اور پھر وہ کچھ ہلکا ہوا، اگر مجھے اس مسئلے میں پہلے سے کچھ بھی معلوم ہوتا تو میں کبھی دخل نہ دیتا۔“

”نہیں غزالہ نہیں کیا تھا جسے خیال میں اب میں سکون سے بیٹھ سکوں گا۔ ایک ایک لمحہ بے چینی میں گزرنے کا میرا میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ پورا زور صرف میرے سینے میں محفوظ تھا وہ کسی اور تک کیسے پہنچ گیا میری عقل ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ جب تک تم مجھے بتاؤ گے نہیں، میں سخت اذیت میں رہوں گا غزالہ!“

”میں اس مسئلے میں آپ سے انتہائی معذرت خواہ ہوں۔ میں نے گہرے احساسِ مجبوری کے ساتھ کسمپوشی کا کہا۔ حسن صاحب بے بسی سے مجھے دیکھتے رہے، وہ جس طرح ملامت دیتے تھے اس کا اندازہ ان کی کیفیت سے بخوبی پورا تھا پھر وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولے۔ ٹھیک ہے، تمہیں اس کا اختیار ہے۔ میں نے تم سے جتنا سخت ہوا تھا تمہیں بتا دیا اور جو الفاظ استعمال کیے اس کے جواب میں تم مجھے یہ اطمینان دے سکتے ہو، ہاں تمہیں اس کا اختیار ہے۔ ہر طور میں انتظار کروں گا۔“ حسن صاحب خاموش ہو گئے۔

”تب میں نے آہستہ سے کہا ”حسن صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ میں آپ سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ذہن میں بدلے کا تصور تک نہیں ہے۔ بے شک آپ کے الفاظ میرے لیے سخت تھے لیکن آپ کی عنایات اس سے کہیں زیادہ بری ہیں اور مجھ پر آپ کا بہت کچھ فرض ہے۔ میں اس فرض کی تکمیل ادا کرنا چاہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے، ٹھیک جیسے مناسب سمجھو۔ میں تم سے شرمندگی کا اظہار کر چکا ہوں اور اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ تمہیں مجھ میں مجھ سے غلطی ہوئی۔ اگر بوڑھے کی تلاش کے مسئلے میں میرے ساتھ کوئی تعاون کرنا چاہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گا اور تمہیں اپنے طویل چھوٹی کوششیں کر رہا ہوں۔“ حسن صاحب اپنی جگہ سے اٹھے اور باہر نکل گئے۔

میں نے مزید کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کے جانے



کے بعد میں خود بھی باہر نکل آیا اور اپنی کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ اب میں پہلے سے کہیں زیادہ محتاط تھا۔ کچھ رات جو کامیاب ثابت کرتی رہی تھی وہ اس وقت بھی میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھی اور میں عقب نما میں نے اور اپنے اطراف مسلسل اس بات کا جائزہ لے رہا تھا کہ اب بھی کوئی میرے تعاقب میں ہے یا نہیں، لیکن اس وقت مجھے ایسا کوئی شبہ نہیں ہوا۔ میں سیدھا دفتر گیا۔ دفتر پہنچ کر تمام ملاقات کو اسی طرح دیکھا جس طرح روزانہ کا معمول تھا۔ سناجے کتنی دیر گزری تھی کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریب پورا اٹھایا، دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔ ”گزالہ... گزالہ! کیا تمہیں علم ہے؟ کیا تمہیں تمام صورتحال کا علم ہے؟“

”کلی فون پر کوئی گفتگو مناسب نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔ ”لیکن... لیکن میں! میں کتنی پریشان ہوں۔ اس کا تمہیں

اندازہ ہے؟“

”ہاں ہے!“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”میں تم سے فوراً ملنا چاہتی ہوں۔ دفتر سے فوراً اٹھ جاؤ۔ پلیز اٹھ جاؤ گزالہ! میں بڑی مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔ جولیا کے لیے سے بے چینی چمک رہی تھی۔“

”ابھی میں دفتر سے نہیں اٹھ سکتا لیکن تقریباً لگ بھگ میں تم سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ بتاؤ کیا چیزیں ہیں؟“

”وہیں جاؤ، جہاں وہ بیٹھ رہے ہوئے ہیں، مگھوگ وہ جے کیوں؟ ابھی کہوں نہیں؟“

”ٹھیک کیا رہے جیکے بیڈروم!“ میں نے جولیا کا نام بے خبر کہا اور فون بند کر دیا۔ اس سے زیادہ بخوشی میں مول نہیں لے سکتا تھا کیونکہ جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اس کے تحت میں

نے فیصلہ کیا تھا کہ جو لیا کو تعلق طور پر منع کر دوں کہ وہ مجھے دفتر توں نہ کرے تاکہ اس سے میرا رابطہ کسی طور ظاہر نہ ہو سکے براؤن کے بارے میں مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ اس کے ساتھ کیا صورتحال پیش آئی ہے۔ اب اس کا رویہ بھی دیکھنا تھا، دوسرے رُوسے انوکھے واقعات تھے۔ میں عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا تھا جن سے میرا ذہن الجھ کر رہ گیا تھا۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکا میں نے دفتری معاملات نمٹائے اور پھر باہر نکل آیا۔ لیکن کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کرتے ہوئے میرے ذہن میں پھر وہی خیال پیدا ہو گیا یعنی ہمیں یہ لائق تاقبہ نہ کیا جا رہا ہو۔ لیکن مجھے براؤن سے ملنا ضروری تھا، چنانچہ اللہ کا نام لے کر پل بڑا اور سڑک پر نکل آیا مگر میں نے فوراً ہی میری ناک ٹھٹھکی کہ میں نے اس سے بائیں ہی مخالفت سمت چل پڑا اور جان بوجھ کر ایک ایسا لمبا راستہ اختیار کیا جس پر زیادہ رش نہیں ہوتا تھا۔ ہم دن کا وقت تھا اور کوئی انمازہ نہیں ہو پوارا تھا کہ کون سی گاڑی میرے قواب میں ہو سکتی ہے۔ خوب خورد و خورشید کرنے کے بعد آخر میں ایک ایسی عمارت کے قریب پہنچ گیا جس کی پچھلیں مجھے معلوم تھیں۔

کار عمارت کے پار کنگ لاٹ میں پارک کرنے کے بعد میں اندر داخل ہوا اور دروازے کے دوسری طرف پہنچ کر میں نے آڑ میں بوکھری سے باہر جھانکا اور کافی دیر تک یہ دیکھتا رہا کہ کوئی کار فرما ہی وہاں آکر تو نہیں ہوگی اور اس سے کوئی نیچے تو نہیں اترتا، لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود میں نے جیسا حقیقی سے کام نہیں لیا اور عمارت کے دوسرے دروازے کی جانب چل پڑا جو ایک پتلی گی میں کھلتا تھا۔ یہ علاقہ دفروں کا علاقہ تھا۔ خاصی پھل پھل رہتی تھی یہاں۔ پتلی گی کے دوسری طرف ایک اور عمارت تھی۔ میں اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ یہ اس عمارت کا پچھلا دروازہ تھا اور اس کا سامنے کا حصہ ایک اور چوڑی سڑک پر کھلتا تھا، چنانچہ میں اس سڑک پر آ گیا۔ اپنے طور پر تو میں نے خاص احتیاط برتی تھی۔ اب اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا اس کے لیے جھلائی کیا جا سکتا تھا۔ چند لمحوں کے بعد عمارت کے سامنے ٹالی ہونے والی ایک گھسی میں بیٹھ کر میں پتلی میزبان کی جانب جا رہا تھا۔ اس گھسی نے مجھے میری ناک کے سامنے آ کر دیا اور میں لایا اور کر کے پھرتی سے اندر داخل ہو گیا، ٹھوڑی دیر کے بعد میں بیٹھے براؤن کے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

دروازہ چوٹیا ہی نہ کھولا۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے اس کے چہرہ پر عجیب سے تاثرات پیدا ہوئے تھے۔

کی نگرانی کی تھی۔

"ہاں! میں پروگرام کے مطابق وہاں موجود تھا۔ جب وہ لوگ اس بوڑھے کو لے کر پلے تو میں بھی ان کے پیچھے لگ گیا لیکن تھوڑی ہی دیر چلنے کے بعد ان کا راستہ روکا گیا اور بوڑھے کو ان سے حاصل کر لیا گیا، مجھے بھی مجبوراً لگ پڑا لیکن میری تمام توہم اس وقت اپنی جگہوں کی جانب تھی اور میں فیصلہ نہیں کر پاتا تھا کہ اس سلسلے میں مجھے کس حد تک مداخلت کرنی چاہیے۔ جیسے ہی میں اسے پیچھے اترنا عقب سے کسی نے مجھ پر حملہ کر دیا اور مجھے زخمی کر کے زار ہو گیا۔ نچائے کتنی دیر تک میں زخمی حالت میں پڑا رہا اور جب بروٹس آیا تو بدلت تمام واپس پھل پینچا۔ کیا تھا اسے آڑوں نے نہیں یہ نہیں بتایا کہ بوڑھے کو اٹھا کرنے والے کون تھے؟"

"تہیں ان لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اس سلسلے میں کوئی انمازہ نہیں لگا سکے۔"

"ادہ... ادہ... وہ... مگرانی مگرانی میں اس سلسلے میں نہیں مکمل طور پر ذمہ دار قرار دیتا ہوں۔ جن لوگوں کا تم نے انتخاب لیا یہ ان کی ذمہ داری تھی۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ بوڑھے کی دستیابی ضروری ہے!"

"مستر براؤن! آپ جارحانہ انماز میں گفتگو کر رہے ہیں میں وہ اتنا پریشان ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ جن صاحب کی نگاہوں میں لگتے ہیں ہو چکا ہوں کیونکہ بوڑھے کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ مسس جو لیا شاید رات کے واقعات کے بارے میں اسکی رہائش ساری رات سو نہیں سکا، اس کا انمازہ شاید آپ پر ہے کہ میں بھی لگ سکتے ہیں اور اس کے بعد آپ بھی ان انماز میں گفتگو کر رہے ہیں۔ کیا مجھے کہیں سے اطلاق مدد بھی میں مل سکے گی۔ میں نے نیچاری کے انماز میں لگا۔"

"سوال یہاں اطلاق مدد کا نہیں پیدا ہوتا مسٹر مگرانی! اس سلسلے میں ہمارے درمیان ایک سودا ہوا تھا۔ ہم نے میں اس سوئے کی پیشگی رقم ادا کر دی تھی۔ باقی رقم بنڈیا اپنی ہی تھی۔ وہ لوگ مکمل طور پر اس کے ذمہ دار ہیں جن کو تم بلائے ہو حاصل کیا تھا۔ میں زخمی ہو گیا ہوں۔ خون کافی بہہ گیا، میرے بدن سے، لیکن اس کے باوجود اپنے طور پر میں اسی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ بوڑھے کی بازیابی کے ذمہ دار مکمل طور پر مسٹر مگرانی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ اب تم اس سلسلے میں کب مکرور کے اردہ کتا موثر ہوگا؟"

"ڈیوٹی پینز! میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ گاڑی ساری چلتی تو ہے، میں ادب میں اس بات کی بھی اطلاع دے چکی مگر یہ کالے رنگ تھے اور گاڑی رات کے واپس آئے تھے۔"

مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ یہ جن صاحب کے عتاب کا نشانہ ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہمارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم بھی انھیں پریشان کریں جو براؤن تھا جو پچھلے اب صرف اس محلے کا کامل سوتیلے ہے، جو لیا نے میری حمایت کی۔

"مل! ج میں حالات میں ہوں ان کامیں انمازہ نہیں ہے! براؤن نے کہا۔ بیٹھے براؤن کافی اچھا ہوا تھا۔ چند لمحوں کی خاموشی طاری رہی۔ پھر اس نے کہا۔ لیکن تم نے اس سلسلے میں کیا کیا۔ کچھ کر دو مسٹر مگرانی۔ کوئی محسوس قدم اٹھاؤ۔"

"میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا رہا۔ میں نے جو کہا۔ سارا پروگرام چھوٹ ہو گیا۔ مجھ میں نہیں آتا کہ وہ ہوسکتے ہیں؟ بیٹھے براؤن لیجئے انماز میں بولا۔

"اس بلے میں آپ مجھ سے بہتر سوچ سکتے ہیں مسٹر براؤن! میں نے معنی خیز لہجہ میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ کون ہو سکتا ہے جو بوڑھے کی حقیقت سے واقف ہے۔ آپ جن صاحب اور ڈاکٹر طاہر مل۔ وہ جن صاحب کے قبضے میں تھا اور انھیں اس کے بارے میں کوئی قدر نہیں تھا، نہ وہ ہمارے پروگرام سے واقف تھے۔ اس کے علاوہ اگر وہ بوڑھے کو کہیں اور رکھتا جائے تو انھیں کوئی نہیں روک سکتا تھا، اس لیے صرف ایک ہی شخصیت رہ جاتی ہے۔"

"طاہر مل! بیٹھے براؤن اچھل کر بیٹھ گیا۔

"ہاں! صرف طاہر مل۔"

"ادہ... ادہ! مگر اسے کیسے علم ہو گیا... کیا وہ؟ اُسے تو میری آمد کی خبر بھی نہیں۔ بیٹھے براؤن خاموش ہو گیا۔

میں نے یہ شوشر بیان بوجھ کر چھوڑا تھا۔ ڈاکٹر طاہر مل کے رات کے لہجے سے انمازہ ہو چکا تھا کہ ایک لمحے کی ملاقات میں وہ مجھ سے اس طرح گفتگو کرے گا کہ اس لیے یہ پیش بندی غیر مناسب نہیں تھی۔ اپنی پوزیشن سمجھانے کے لیے ان دونوں کو اجماڑنا ضروری تھا۔ اور اس دوران ممکن تھا کہ بوڑھے کا سراغ مل جاتا۔ میں صرف جن صاحب سے غصے تھا۔ تب براؤن بولا۔ تمہارا تجزیہ درست ہے۔ بات دل کو گھتی ہے۔ اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔ لیکن ہے اس کے آدی بھی تاک میں گئے ہوں۔ وہ سب کچھ جو ہم کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے وہ تیار کرنا چاہتا ہو۔ لیکن وہ اس حق ہے۔ اس کی جھلائی اوقات ہے۔ وہ صرف نہرو

ن سکتا ہے صرف ہم۔ غلطی مجھ سے ہی ہوئی ہے۔ بیٹھے براؤن تم حق ہو۔ تم بہت ہی بہت ذہنی سطح کے لوگوں کے بیچ میں چلنے لگے، وہ خود کلامی کے انماز میں بولا۔ اس کے بعد وہ

تک خاموش رہا۔ پھر کئے لگا۔ "غزالی! تم میرے ساتھ رہو گے جو کچھ ہوگا اُسے بھول جاؤ۔ مجھے خود میدان میں مل کر اترنا پڑے گا۔ میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔ غم نہ کرو... میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔"

"میرے لیے کیا ہدایت ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا "اپنے طور پر اس کی تلاش جاری رکھو۔ اور سب سے اچھ ہدایت یہ ہے کہ مجھے اپنا شریک راز رکھو کسی کو ہمارے درمیان رابطے کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر بلوڈن!" میں گہری سانس لے کر بولا۔
"بس اب جاؤ اور احتیاط رکھو۔" بیسکے بارٹون نے کہا۔ اور میں اٹھ گیا۔

"میں بھی جاؤں یا نہ؟" بولیا نے پوچھا۔
"نہیں! تم اچھی رکھو جی۔ ادا کے مسٹر غزالی... خدا حافظ!" بیسکے بارٹون نے کہا۔ اور میں باہر نکل آیا۔

مجھے خود پر ہنسی آ رہی تھی خوب حال میں پھنسا تھا۔ لطف آنے لگا تھا اب تو بسکین زندگی اسی کا نام ہے۔ جس صاحب کو دفتر سے میری غیر فاضلی کی اطلاع مل جائے گی بسکین کوئی فخر نہ نہیں تھا۔ وہ ہی سمجھیں گے کہ میں بوٹھے کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ میں نیچے آ گیا۔ اور سیدھا کارڈ کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ بسکین اس سے پہلے اسے فون کر لینا ضروری تھا۔ چنانچہ پیدل ہی چل پڑا۔ اور ایک جگہ سے تاد کو فون کیا۔ فون تاد نے ریسو کیا۔

"ہاں غزالی بھائی، میں ہی بول رہا ہوں!" اُس نے میری آواز پہچان کر کہا۔

"ہنس جانے کا پروگرام تو نہیں ہے؟"
"نہیں آ جاؤ... آ رہے ہو؟"
"ہاں!"

"میں انتظار کر رہا ہوں۔" تاد نے کہا۔ اور میں نے فون بند کر دیا۔ پچھلی دو واقعات در روانہ ہو گیا۔

تاد پر میری تلبت ہوا ادا اس کے چہرے پر بھی رات کے جاگنے کے آثار تھے۔ فون پر اس سے جو گفتگو ہوئی تھی، اُس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ بوٹھے کا سفر غم نہیں مل سکا۔ اس وقت اس کی شکل بھی میری سی تھی "میرے آوی واپس آ گئے ہیں!" اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے کہا۔

"کوئی پتا نہیں مل سکا؟"

"نہیں!" اُس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر چند لمحات

صاحب تو اس کے بارے میں مزید جانتے ہوں گے؟
"یقیناً! بسکین میں صحت کا دوست ہی نہیں، صحت صاحب کا ملازم بھی ہوں۔ میں ان سے ان کے کسی راز کے بارے میں کچھ پوچھنے کی لیے جرات کر لکتا ہوں۔ ادا وہ مجھے کیوں بتائیں گے؟"
"کوئی چال ہو!"

"مزید چلتا! بسکین اب تو صورت حال ہی بدل گئی ہے۔ اگر وہاں ہمارا توخیل میں ہوتا تو اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی تھیں۔"

"میرے لیے! بسکین یار کیا وہ واقعی بائبل تھا۔ آخر اس نے اتنے عرصے تک اپنی طاقت کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا؟"
"خدا جانتا ہے!"

"مجھے بتاؤ غزالی بھائی، مجھے بتاؤ اب میں کیا کروں۔ اس محسوس بوٹھے کو کہاں تلاش کروں جس نے مجھے تمہاری نگاہوں میں ذیل کر لیا ہے۔"

"اس کی تلاش کے سلسلے میں میری مدد کرو، اس کے علاوہ میں تم سے کچھ اور بھی چاہتا ہوں!"
"کہو غزالی بھائی! کہو!"

"دو کارڈ ہے جس نے میرا تعاقب کیا تھا۔"
"ہاں بالکل میں! اس کے بارے میں سوال کرنے ہی والا تھا۔"

"تو یہ سمجھ لو کہ میں غمراہ نہیں ہوں، ادا میری نہیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ..."

"بس بس غزالی بھائی! اس نے میری بات کٹتے ہوئے کہا، مجھے برتاؤ کر میں تعاقب کرنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کروں؟" تاد نے پراعتراب اور گھبرائے ہوئے کہا۔

"صرف معلومات حاصل کرو۔ پتا لگاؤ وہ کون ہیں۔ نادریگ دھروہ کو اب ضرورت نہیں ہے۔ سب کو واپس بلاؤ۔ اگر میرا تعاقب ہو تو تمہارے آوی بس یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ وہ کون لوگ ہیں۔" میں نے کہا۔ اتنی دیر میں تاد ہمتی بھا پچکا تھا۔ میں کا لازم آیا تو اس نے کہا "شش و چہاں نہیں بھی ہوئے بلاؤ۔"

معلوم واپس بلا گیا۔ تاد اپنی جگہ سے اٹھا اور عقب میں رکھی ہوئی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کھول کر اس نے ایک پستول نکالا اور اسے جیک کرنے کے بعد واپس آ گیا۔ "غزالی بھائی، موجودہ حالات میں یہ ضروری ہے کہ آپ اسے اپنے پاس رکھیں۔ میں خائنوں کا توں بھی آپ کو دے دوں گا! ابھی اس کے عجیب بوجھ سے ہوتے ہیں۔ اس پستول کے استعمال کی مکمل ذمہ داری بھاری ہے۔"

میں نے پستول ہاتھ میں لے لیا۔ تاد کے اس اقدام کو میں نے

دل ہی دل میں بھروسہ کر لیا۔ پستول حاصل کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ میرے لیے ممکن نہیں تھا! ادا اس کی ضرورت کا جانک ہی مجھے محسوس ہوئی تھی۔ اتنے میں ایک دوازہ قامت شخص اندر داخل ہوا۔ وہ چہرے سے میرے بہت سنگین، دکھانی دیتا تھا۔

"شش و اٹھیں پہچان لو! میرے بچپن کے دوست ہیں اور میرے لیے جھانپوں کی طرح ہیں۔ شریک اور وائیل کو اپنے ساتھ رکھو۔ وائیل سے کہو کہ اپنی موٹر سائیکل پر رہے۔ ان کا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ تمہیں اندازہ لگانا ہے کہ پیچھا کرنے والے کون لوگ ہیں۔ میں نے تمہیں خاص طور سے ان کی فہم دہاری سونپی ہے۔ کوئی غلطی نہیں کروں گا، اٹھیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔" اُس نے کوئی سوال؟

"جی! شش و اٹھ! خدا دے کہا۔"
"بولو!"

"کوئی خراب صورت حال ہو جائے تو تمہیں لگا دیا جاسکتا ہے؟"
"صرف تمہیں لگا ہی نہیں، جھنگل، اٹھیں اجازت ہے۔" تاد نے کہا۔ اور شش و اٹھ! جب وہ ہلا گیا تو تاد بھی مسکرا کر بولا۔

"اس کے باپ! دادا پشود بلاؤ ہے۔ میں انگریزوں کے لازم تھے۔ نہ ملنے کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار ڈالا۔" ادا کا مجمع صحن میں وارث ہے۔ جھنگل سے زیادہ دلچسپ شش و اٹھ! نہیں ہے اس کا یہ میرا سب سے غمراہ آوی ہے اور میں اسے خاص ہوتوں پر ہی استعمال کرتا ہوں۔"

"جھنگل کا مطلب... میں نے مضبوطی نہ انداز میں کہا۔"
"چھٹی! تاد کو درنگ نہ ہاتھ پیر کر بولا۔"

"ادہ! نہیں تادور میں کسی انسانی زندگی کا زخم نہیں چاہتا۔ بس میری یہ خواہش ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے والوں کو مدد دیا جائے۔ اس حد تک ہانا اچھا نہیں ہوگا۔"

"میں اسے ہدایت کروں گا۔ ادا میرے وہ خود بھی بلاؤ۔ میرا ایسا نہیں کرے گا۔" تاد نے مجھے اٹھانے والا دیا۔

"اب مجھے اجازت دو تادور۔"

"بلد بار شش و اٹھ! کا اظہار کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے غزالی بھائی۔ جو کچھ ہوا ہے میرے بہت شرم کا باعث ہے۔ بس یہ مت سمجھو کہ میں تم سے نہایت کا اظہار کرنے کے پناہ فرما رہا ہوں۔ میرے آوی اس بوٹھے کو اس وقت تک تلاش کرتے رہیں گے جب تک وہ مل نہ جائے۔"

میں باہر نکل آیا! تاد سے اس ملاقات کے ایک ایک لمحے کو ذہن میں دوہرا ہوا میں کارڈ لگا کر تار رہا۔ انسان کے اپن کی گراہیوں میں جھانکنے کا کوئی حتمی طریقہ تو نہیں ہے۔ صرف الفاظ

خاموش رہ کر بولا۔ غم نہ ہوا ہے۔ یار مجھ پر کتنا معمولی کام تھا۔ کاش مجھے اندازہ ہوتا کہ وہ آنا طاقتور ثابت ہو سکتا ہے۔ میں نے اچھی طرح تحقیقات کی کہ غزالی بھائی! اپنے آدمیوں سے اس کی ایک ایک حرکت کے بارے میں پوچھا ہے۔ جس وقت اسے کوئی کام سامنے پیدا کیا تھا غزالی بھائی! اس وقت بھی اس نے مداخلت کی تھی بسکین ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس وقت اس کی قوت ایک نام آدمی کی سی تھی اور اٹھیں کوئی وقت نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے اغوا میں بھی اس نے نکل چکا تھا۔ چنانچہ بسکین اٹھوں نے اس کی یہ کوشش بھی باسانی ناکام بنا دی تھی۔ پھر نہ جانے کیا ہو گیا! ایک تم آن لوگوں سے منا پسند کر کے جھنگل میں اس نے زخمی کیا ہے؟ دریا میں پہنچ کر اس نے ان کی گروہوں کو اور پھر کراپس میں ٹکرا دی تھیں اور اتنی قوت سے ٹکرائی تھیں کہ ان میں سے دو کے سر کھٹ گئے اور وہ بیہوش ہو گئے۔ اگر دوسرے لوگ اٹھیں نہ نکلتے تو وہ شاید پانی میں ڈوب کر مر جاتے۔"

"مجھے بھی اس کا اندازہ نہیں تھا۔" میں نے آہ سے کہا۔
"کہنت نکل گیا۔ کچھ بھی نہیں آتا۔ کوئی جگہ نہیں چھوڑی گئی۔ غزالی بھائی میں تم سے بہت شرم مند ہوں، اور تم جو کہیں گے کہنے کے لیے تیار ہوں۔ جگہ ایک شہادت ضرور ہے تم سے اب تو مجھے اس کے بارے میں کچھ بتاؤ آخروہ یہ کیا بلا؟ ممکن ہے میں اپنی ناقص عقل کو استعمال کر سکوں۔"

"جو کچھ میں کہوں گا تم شاید اس پر یقین نہیں کرو گے تادور! خدا کی قسم یقین کروں گا! اور تمہیں خدا کا واسطہ میرا نیت پر کوئی شبہ نہ کرنا۔ میں شاید کسی سے ماں جائے بھائی ہی سے آنا شخص ہو سکتا تھا جتنا تم سے ہوں۔"

"تو تم تادور! میں اس بوٹھے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" میں نے کہا۔

تاد پھر اور سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ بات انسانا ہمدردی سے شروع ہوئی تھی اور میں معلوم ہوا کہ کچھ بڑا سارا لوگ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ایک غیر ملکی جہلی ان میں شامل تھا۔ وہی جسے تم نے زخمی کیا ہے۔ میری رنگ جس میں پھول آٹھ اور میں نے سوچا کہ اس بوٹھے کو صحت صاحب کی کوئی بھی سے اگا رکھ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ بظاہر میں اس شخص کی سے تعاون کیا تھا بسکین در پردہ میں اسے ڈبا کر اس کو رہا تھا۔"

"اچھا! اگر وہ غیر ملکی اس بوٹھے کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا؟"

"ظاہر ہے! جھلاؤ اپنا راز کیسے بتائے گا؟"

اور آثارات ہی اس مسئلے میں معاون نہ ہوتے ہیں چنانچہ قادر سے گفتگو کرنے کے بعد اس کا جائزہ لینے کے بعد پر دل ہی کہتا تھا کہ وہ بلاشبک وشیکھ آدمی ہے۔ اور وہ مجھے کبھی دھوکا نہیں دے گا۔ حسن صاحب اور میرے بھائیوں سے ملنا تھا جو میری تھی۔ ناؤ سے بھی مل لیا تھا، اب ہمارا مل رہ گئے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ سب سے میری کبھی ثابت ہوں گے چنانچہ ان سے ملنا تھا۔

یہ خود کو یوں ہی طرح بیان کرنا تھا۔

تھیک ایک بجے میری کار ان کی کڑھی میں داخل ہوئی۔ بارڈر سے میں ہمارے گئے۔ اتنا غور تو میری کر رہی تھی۔ لیکن اس قدر سو رہی تھی اس کے انداز میں "ہلو" اس نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کی کار نہیں نظر آ رہی؟"

"ڈیڑی کو پھر دیر تک جانے لگی۔ مجھ سے کہنے میں کہ آپ کو روک لوں۔ مجھے ہمارے بلیمے میں اجنبیت محسوس ہوئی۔ میں اس نئی صورت حال کو سنبھالنے کے لیے تیار ہو گیا، مگر نہ جانے کیا بات تھی؟"

"آئیے" اس نے کہا اور واپس مڑ گئی پھر ہم ڈرائیونگ روڈ میں داخل ہو گئے، کیا پیش کے آپ؟"

"ایک کپ ڈیمرل کھاتا ہے؟" میں نے سمجھ لیا سے کہا۔

ہمارا چوک مجھے دیکھنے لگی "ملاقات فرماتے ہیں؟"

"ہیں سیدھے ہوں۔"

"نہیں آپ کے دشمن، آج آپ کو زہر پینے کا خیال کیوں آ گیا؟" اس کا لہجہ استہزاء تھا۔

"اس سے پہلے کی دیر معلوم کر سکتا ہوں؟"

"مجھ سے سنا موزی ہے؟"

"مجھ پر نہیں کروں گا۔ تمھارا گھر ہے!"

"کاش میں کوئی گھر بنا سکتی۔ بہت بد نصیب ہوں اس مسئلے میں۔ بنیاد رکھتی ہوں، دیواریں اٹھاتی ہوں، اسکین وہ گد جاتی ہیں۔"

"کونسی دیوار گر گئی ہمارا؟"

"پلینے غزال! اتنے بے رحم نہ بنو۔ سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان بنتے ہو۔ میں نے ایسی لوگوں کو بلایا نہیں تھا۔ ساتھ۔ تمہیں دوست کہا ہے، دوست مجھ سے۔ کیوں زخموں پر ہنک چھوکتے ہو۔"

"ہاں کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" میں نے عاجز آ کر کہا۔ ہمارا اس وقت بہت سیدھے نظر آ رہی تھی۔

"بار بار نہیں بتاؤں گی کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ایک بار کہہ چکی ہوں، کئی بار کہہ چکی ہوں۔ کیا بات ہے کیا جانتے ہو کھل کر بتا دو۔"

آنا انصاف تو کر دیر سے ساتھ کیا انسانیت کے رشتے سے بھی میرا اتنا حق نہیں بنتا۔ تم تو ایک اعلیٰ انسان مشہور ہو، ہمارا کلبج اتنا عجیب تھا کہ مجھے ایسا بنا ہوا۔ اس کے لیے مجھے بہت تازہ کیا میں دیر تک اسے غامضی سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا "جما کوئی غلط فہمی ہوگی ہے تمہیں؟"

"نہیں بلوگے، بیچ نہیں ہوں گے۔ تمھاری مرضی! وہ لوٹے ہوئے مجھے میں ہوں۔"

"ہاں مجھ سے پوچھو۔ سوال کر دو مجھ سے۔ وعدہ کرتا ہوں کہ بیچ لوں گا صرف اس وقت۔ اس وقت سے جو فائدہ اٹھا سکتی ہو اٹھا لو، باس کے بعد کوئی وعدہ نہیں ہوگا۔ بلوگیا ہے اٹھانے دل میں؟ بلو ہوا!"

"کاش میں تمہیں کوئی قسم دے سکتی۔ کاش کسی ایسے شخص کو جانتی میں جو تمہیں عزیز ہو۔ ایک بار بیچ کر چل دو وغیرہ"

"وقت نکل جائے گا ہمارا دیر کر رہی ہوتی۔ میں نے کہا۔ بیچ کچھ مذہبی ہو گیا تھا۔ اس احساس کی تبدیلی نہیں کر سکتا تھا ہمارا کے انداز نے سینے میں پیدا کر دیا تھا۔ میں اس لمحے ہر مصلحت کو توڑتے پر آمادہ ہو گیا تھا۔"

"دیکھو غزال! یہ بیچ ہے کہ میں کالج میں غلط مشہور تھی یہ بھی بیچ ہے کہ میں نے پورے سوشل کے کئی نوجوانوں کو بیوقوف بنا دیا ہے اور بدنام ہوئی ہوں۔ یہ بھی بیچ ہے غزال! کوئی شریف نوجوان جو مجھ سے واقف ہو مجھے اپنی شرمیک زندگی بٹالتے ہوئے ڈالے گا۔ ہاں میں ان مصلحت پسندوں کی بات نہیں کرتی جو بلاشبک ہوں اور میری دولت کے سبب انھیں میری ذات کے عیب نظر نہ آتے ہوں۔ ہاں یہ سب کچھ درست ہے، یہ بھی درست ہے غزال! کہ تم وہ نہیں ہو سکتے تھے میری دولت سے دلچسپی ہو۔ اگر تم وہ ہوتے تو صورت حال دوسری ہوتی۔ میں تمھاری بیوی عورت کرتی ہوں غزال! اور اس وقت جو مجھے کہہ رہی ہوں اس کی عزت کی قسم کھا کہہ رہی ہوں کہ میں کتنی بھی پیست سہی لیکن میں نے جلا پوچھ کر نہیں اٹھانے میں کسی اندرونی جذبے کی مضبوط گرفت نہ رہ کر اپنی سوانحیت کو چرچر نہیں ہونے دیا۔ میں نے سب کچھ کیا لیکن کبھی میری مدد کو اپنی عزت میں قبول نہیں کیا۔ میں کہہ چکی ہوں کہ اس میں میری کسی سوجب کو دخل نہیں تھا بلکہ یہ سنا ہے میری اتنی کی پاک روح تھی جو میرے وجود میں سلاطنت کر کے مجھے غلامت کی اس دلدل میں غرق نہیں ہونے دیتی تھی۔ ایسے لمحات بار بار آتے کہ میں مغلوب ہو گئی لیکن اندر کی طاقتور روح نے مجھے سنبھال لیا۔ میری مرحوم امی شاید میرے سینے میں کچھ بنیاد سو گئی تھیں۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔ اگر وہ

زندہ ہوتی تو شاید مجھ سے بڑے نام بھی کوئی لغزش نہ ہوتی۔ میں کسی بڑے نام بنانی کا بھی ہدف نہ بنتی۔ لیکن وہ نہیں تھیں، ڈیڑی تھے جو اپنی بیٹی کے معاملے کی لڑائیوں سے ناداقت تھے۔ ممکن ہے یہ بھی کوئی بات ان تک پہنچی ہی نہ ہو یہ بھی ممکن ہے کہ بیٹی ہو تو انھوں نے نظر انداز کر دی ہو یہ بیشک ان کی محبت تھی، اس کے نتیجے پر انھوں نے غور نہیں کیا تھا، یا کیا تھا تو غلط فیصلہ کر لیے تھے۔ انھوں نے سوچا ہوگا وہ ان نغمہ نشوں کو توٹوں کے انبانے لگ کر دیں گے۔ کون سمجھنا تھا مجھے غزال، کوئی تھا ہی نہیں سوائے اسے لطیف دروہ کے، جس کے ہاتھ نہ تھے جس کی زبان نہیں تھی۔ تیرہ آئے تھے غزال، اس علاج جس طرح دوسرے پسند آئے تھے۔ پھر نہ جانے کیوں دل میں یہ خواہش اٹھی کہ میں دوسروں سے مختلف درجہ دریا بنائے۔ تمہیں دل کی سپائیاں سے دی جائیں۔ فریڈ اور من کو بار بار دیکھا، ان کی آنکھوں میں جذبولی جو سپائیاں دیکھیں وہ اتنی ہی بدنام ہیں کہ تمہیں اپنانے کو جی چاہا، لیکن یہ میری غلط فہمی تھی۔ میں وہ نہیں ہوں جو لڑکھ ہے۔ وہ مجھ سے بدنام ہے غزال۔ مجھے ان خفیہ تہذیبی پروڈنا ہلے تھے۔ مجھے سکنا چاہیے تھا لیکن میں سپائیاں قبول کر رہی ہوں۔ بس ایک آرزو ہے دل میں غزال، تمھاری زبان سے پنے بارے میں فیصلہ سننے کی سزا فگے؟"

میں غریب خفا ہو گیا تھا۔ اور یہ بھول گیا تھا کہ میں ہمارا کیوں آیا ہوں۔ اب میں اپنے آپ کو اس کے سامنے سپر دینے پر مجبور پانا تھا۔ سو میں نے کہا "سنا ہوا آج پہلی بار میرے دل میں تمھاری عزت پیدا ہوئی ہے اور میں تمھارے لیے اپنے دل میں احترام کا ایک عجیب سا جذبہ پارا ہوں۔ اس لیے اب میں تم سے یہ بات ہرگز نہیں چھپا سکتا بلکہ اب اسے چھپانا ایک نرم بھتا ہوں کہ میں نے تمہیں کبھی ایک محبوب کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔ یہ محسن کی مندرستی کہ تم سے بیگیں بڑھاؤں تاکہ تمھارے ذریعے ہ فریڈ سے ملتا ہے۔ اس طرح میں محسن کے ایک دوست کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ تمھارے بارے میں میرا خیال تھا کہ تم مرے لگا جاؤ گی۔ کوئی اور تمھاری لگا ہوں میں آگے۔ کوئی مجھ نہیں تھی یہ سب کچھ کرتے ہوئے مجھے۔ لیکن اس وقت سے صورت حال بدل گئی ہے۔ اب تم میرے لیے ایک عزیز اور نرم ہوتی ہو۔ ہمارے درمیان کچھ رشتے آج ہمارے جوئے میں ہاں۔" وضاحت کرو غزال! لیکن ہے میں غلط فہمی کا شکار ہو اڑاں۔ ہمارے جذباتی انداز میں کہا۔

"تمھارے نام اور تمھاری شخصیت کے ساتھ میرے ذہن ن محبوب کا تصور کبھی نہیں آتا۔"

"جولیا کو پسند کرتے ہو؟" ہمارے پوچھا۔

"ہرگز نہیں!"

"پھر وہ کون ہے جسے تم چاہتے ہو؟"

"تمھارے سسر کی قسم کوئی نہیں۔" میں نے جواب دیا ہمارا کے ہر سے ہر ایک دم تغیر نور ہوا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہوئی، پھر اس نے کہا "کوئی نہیں، کوئی بھی نہیں، تم لیٹینا کیجے کہ ہے ہو غزال۔ مجھے شکست نہیں دینی یہ میری حق ہے بیچ کہ ہے ہونا غزال، جولیا کو بھی وہ مقام حاصل نہیں جو مجھے نہیں مل سکا؟"

"ہاں ہاں! بالکل بیچ کہہ رہا ہوں۔"

"ایسا کیوں ہے غزال، کوئی لڑکی ابھی تک تمھاری زندگی میں نہیں آئی؟"

"میرے شب و روز تمھارے سامنے ہیں ہاں۔ ابھی میری زندگی سفر میں ہے، قیام کا منزل کا ابھی دور دور تک کوئی امکان نہیں ہے۔ بس چل رہا ہوں۔ نہ جانے اگلے قدم پر مجھے کس صورت حال کا سامن کرنا پڑے؟"

ہمارے دیکھتی رہی۔ پھر اٹھ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو بیٹیو۔ تم مجھے اداس کر دیا۔"

"نہ رنگا اول تمھارے لیے۔" اس نے کہا اور لازم کو طلب کیا۔ کھوپالی ممدھی سے کافی بنا لڈ۔ جلدی۔ لازم مل گیا۔ پھر اس نے کہا "غزال! جی خوش کرو دیا تم نے۔ میں ایک جی کے مانند ہوں، جو بیٹی نہیں تو لڑکا دینا پسند کرتی ہے۔ ایک ایسی سی محسوس ہوتی تھی مجھے بہت لڑکا تھیں میں تے۔ سوری، وری سوری۔ جاننے ہو میں نے کیا کیا سوچا تھا؟"

"بتاؤ!"

"سوچا تھا عورت کے نام پر وارن بن جاؤں گی۔ اتنی بدنامی لپیٹ لوں گی خود پر کمر اور دودھ چھب جائے خود کو تم سے نسبت رکھوں گی اور اس طرح تم سے انتقام لوں گی۔ نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی ہوں ان دنوں۔ خیر رشتے تو بہت سے ہوتے ہیں اور پھر زندگی فقط پانے ہی کا نام تو نہیں، کھونے کا نام بھی تو ہے غزال۔ بلوگیا تم اس بدنام لڑکی کا اپنی دوستی کے قابل بھی نہ سمجھو گے؟"

"کڑوا جاتی ہو ہمارا؟ غدا کی قسم لہڑوں گا۔ کبھی نہیں بویا۔ بیل مان تو توڑتے۔ دوسری کی بات کرتی ہو۔ اگر اس سے بھی کوئی ادنیٰ مقام ہے تو میں تمہیں وہ مقام دینا اپنے لیے باہر ن فرج ہوں گا۔ میں نے سمجھ کر ہی ہوتی آواز میں کہا۔

"مجھے تم کو بھی رشتہ بخش دو غزال۔ میں اس کے بعد تم سے اور کچھ نہیں مانگوں گی۔" اس کی آواز سک چلی۔ وہ بے اعتبار

ابھی اور میرے قدموں میں جھکنے ہی جا رہی تھی مگر میں نے اسے دکھ
نہیں دیا اور اس کے شلنے کی دھڑکیاں اور کھڑا کر دیا۔

"میں اس سے کہتا ہوں اور دیکھنا چاہتا ہوں ہا۔ اب یہ سر سبز
غزوہ ہے اس کی توہین نہ کرو۔ میں نے اس کا سراپے سینے سے لگا
لیا۔ اس کا چہرہ وہ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔
"اس سلسلے کا کیا نام ہے غزالی جانتے ہو۔ بلو، کیا میں نے
تھیں یا نہیں لیا۔ کیا اب بھی ہوگے کوئی تمہارے وجود میں نہیں
آیا۔ بلو، مجھ سے اونچا مقام ہے کسی کا؟ ہے اب کوئی میرا کم ہے۔
اب بتاؤ مجھے غزالی، میں کون ہوں تمہاری؟" وہ بیٹھائی آزمائشیں
بول رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی مچی ہوئی تھی۔
"نیر، اس سلسلے کو ایک نام دوں گا ہا۔ مجھ کا بھی میں اس
قابل نہیں ہوں۔ وقت آنے دو۔ میں نے غزالی ہوتی آواز میں
کہا۔ نہ جانے کس نعمت دل کا کونسا گوشہ زخمی ہو گیا تھا، نہ جانے
کس طرح سلگتی آنکھوں میں نمی اُبھر آئی تھی۔ میرے رخسار بھی
بھینکنے لگے تھے۔

ہاں مگر اس ہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔
یہ لگتا جی جیسے بہت بھاری تھی۔ میں نے جیسے سے رونماں
نکل کر اس کے رخسار خشک کیے۔ اب خود کو سنبھالو ہا۔ ملازم
کا فی لانا ہوگا۔"

"کسی سے نہیں ڈرتی اب میں؟" اس نے غرور سے بولے
میں کہا: لوگ مجھے کتنا ہی بدنام کریں۔ کچھ بھی کہیں میرے بارے
میں، اب مجھے کسی کی پروا نہیں ہوگی تمہاری پکڑا دھکا نہیں جیب
میری جوت آٹھیں کی تو میرے دن کو بائیں کی راستی راہ میں لپیٹ لیں
گی کہ کچھ کہے جانے خود شرمندہ ہو جائیں گے اور غزالی ان دونوں
پر کوئی وجہ نہ ہوگا۔ ہاں جو شرم نہیں بول رہی۔ تم میری ذات کا آخری
حوالہ ہو۔ اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔ کچھ بھی نہیں۔"

"اب کچھ نہ کہو ہا! بس خاموش ہو جاؤ، خاموشی!"
"ہاں اب اس کے غزالی، ابھی کسی کو اپنے بارے میں کچھ
نہیں بتایا میں گے۔ راز رکھیں گے اس سے رشتے کو... وہ کچھ
اور کہتا جا رہی تھی کہ ملازم کا فی لانا۔ میں نے خود گے کافی تیار
دی، ہم دونوں خاموشی سے کافی بیٹھے رہے۔ اسی دوران فون
گھنٹی بج اٹھی اور ہانسے بیانی رکھ کر ریسپونڈ کیا تھا اور دوسری
طرف کی آواز سن کر بولی: "ہاں ڈیڑھی میں بول رہی ہوں۔ ہاں آ
گئے ہیں۔ جی ہاں... ہاں ٹھیک ہے... ابھی نہیں جا رہی گے۔
آپ اطمینان رکھیں۔ بات کریں گے ان سے؟ نہیں... آپ
اطمینان سے جائیں... ا۔ ا۔ ا۔ اس نے ریسپونڈ کر رکھ دیا۔
ڈیڑھی کچھ اور لیٹ ہو جائیں گے، کہہ رہے تھے تم سے

اعتماد کو دھوکا دیا تھا اس نے۔ پورے بابا کو وہ ایسی دعائیں
استعمال کرتا تھا کہ اس کے خلاف مقدمہ قائم ہو سکتا تھا جس کے
بعد وہ کہیں کا نہ رہتا، دوسری طرف بیٹے براؤن تھا۔ ظاہر علی بہت
خیر فرزند تھا۔ لیکن جانتے کھیل کا پائاسی پلٹ کر رکھ دیا تھا۔
ان چند لمحوں میں وہ کچھ ہو گیا تھا، جواب تک نا قابل تصور تھا۔
ہمارا بڑی بڑی نہیں تھی غلط تربیت اور عدم محافظانہ ہونے کی وجہ
سے وہ بھٹک گئی تھی اور صورت حال معلوم ہونے کے بعد میں نے
اس کے وجود کی کہیں سمیٹل نہیں اٹھیں نہ کیا تھا، بوڑھا تھا اور
دل کی گہرائیوں میں اسے ایک نام دیا تھا بہن کا منتہی نام۔ ابھی
اس نام کا اعلان نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے بعد لا تعداد
ذمہ داریاں آپڑتی تھیں اور میں، حالات کے جھینور میں پھنسا ہوا
انسان ان ذمہ داریوں کا پورا پورا بوجھ نہیں سنبھال سکتا تھا۔ اس
کے لیے وقت دیکر تھا اور اب ظاہر علی...

سوچ کا سفر ابھی جاری تھا کہ باہر کچھ آوازیں سنائی
دیں۔ اور پھر ڈاکٹر ظاہر علی ڈرائیوگ روم کا دروازہ کھول کر اندر
آیا۔ اس کا چہرہ شرم سے سرور ہا تھا، "ہیلو!" اس نے بیانی آواز
میں کہا۔

"آداب عرض ہے!" میں نے خوب محول کہا۔ ظاہر علی
گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، پھر اس نے کہا: "ہاں مجھے
غزالی سے کچھ باتیں کرنی ہیں، جو تمہاری موجودگی میں مناسب نہیں
ہوں گی۔"

"میں جلی جاتی ہوں ڈیڑھی، لیکن کیا وجوہ بہت
تیز ہے؟"
"نہیں!"

"پھر آپ کا چہرہ آنا سرخ کیوں ہو رہا ہے؟"
"کوئی خاص بات نہیں ہے شاید بلڈ پریشر مانی ہو گیا ہے۔"
اد کے ہاتھ آرام کرو۔ ڈاکٹر نے کہا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔
"مجھے مل کر مانا غزالی! ہاں جاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ڈاکٹر
ظاہر علی نے مجھے یہ کہنا ہی تھا کہ اس سے دیکھا کچھ بولنا۔ "کیا پوزیشن
ہے۔ وہ ملا نہیں؟"
"ابھی تک نہیں!"

"اس کا نتیجہ جانتے ہو؟" ظاہر علی نے کہا اور میرا پارہ
پر چڑھنے لگا لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ کچھ وضاحت
فرمائیں گے ڈاکٹر صاحب؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"یہ سزاؤں تم نے کس کے لیے کی ہے؟"
"آپ کا کیا خیال ہے؟"
"میں نے تم سے سوال کیا ہے!" اس کا ہوا اشتعال بیکھرتھا۔

"تو پھر سزاؤں کا تعین فرمائیں!"

"وہ خود نہیں گیا۔ اسے فرار کر لیا گیا ہے اور پھر غائب کیا گیا
ہے اور تم جانتے ہو کہ اب وہ کہاں ہے۔" ڈاکٹر ظاہر علی نے
پرسٹین میں لہجے میں کہا۔

"وہ خود نہ گیا ہے ڈاکٹر صاحب، پہلے ہی وہ جھانگے کی
کوشش کرتا رہا ہے۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں، اور تم نے اس کی اسی کوشش سے فائدہ اٹھایا ہے؟"
"یہ آپ کی غلط فہمی ہے ڈاکٹر صاحب، پھلا میں ایسا کیوں
کرتا؟" میں نے پرسٹین میں لہجے میں کہا۔ میں مسلسل توت برداشت
سے کام لے رہا تھا۔

"دولت کے لیے، صرف دولت کے لیے، لیکن تم نے
اپنے بیروں پر کھلاڑی مار لی ہے غزالی۔ تم نے جو کچھ کھلو ہے اس کا
تعمیر بھی نہیں کر سکتے۔ جانتے ہو میں نے تمہارے بارے میں کیا سوچا
تھا؟"

"آپ کے دل کی بات سمجھائی کیسے جان سکتا ہوں ڈاکٹر صاحب؟"
نہ چاہتے ہوئے بھی میرا ہوا اشتعال تیز تھا۔

"سنو صاحب نے، میں ڈاکٹر ہوں۔ یہ پیشہ میں نے اس لیے
اپنا یا تھا کہ یہ میرے باپ کی خواہش تھی۔ بنیادی طور پر میں عرف
ایک ہم جو ہوں۔ اور اس بار اپنی زندگی کی آخری ہم کو ہم اپنا حصہ
نہیں چاہتا تھا۔ میرے پاس بہت کچھ ہے مجھے دولت کی کوئی
اعتیاد نہیں ہے۔ کچھ بھی نہ کروں تو زندگی بھر اسی طرح ٹھکانے سے تفریح
کر سکتا ہوں ساڈو پزیر لیا شوق ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ ہاں کہہ سکتے
منسوب کر کے اپنا سب کچھ تمہیں دے دوں گا، اس کی ذمہ داریاں
تمہیں سونپ دے گا اور اپنے اس آخری شوق کی تکمیل کے لیے
نکل جاؤں گا۔ یہ تمہارا امتحان بھی تھا، میں جانتا چاہتا تھا کہ تم میں
دفا کی کتنی ہے۔ وہ دونوں کو سب حد تک سناہ سکتے ہو تم، لیکن وہ
لوگ جو سنہری سونگ اور نوٹوں کے ڈھیر دیکھ کر ہر ایک کے سامنے
دم ہلا سکتے ہیں، کبھی اس قابل نہیں ہوتے کہ ان پر اعتماد کیا
جائے۔ لاکھوں کی جائداد کا اقتدار کیا ہے تم نے۔ کرو رو پڑے
کا اعتماد توڑ ہے۔"

ڈاکٹر ظاہر نے دوسرے الفاظ میں مجھے دیکھا کا کہا تھا۔
اب میرے لیے اپنے طیش پر قابو پانا مشکل ہو گیا تھا۔ ہمارا دور
میں تلاش ڈاکٹر صاحب! اس کے پسینے کی ایک بوند آپ کی لاکھوں
دلچسپی کے ہمارے دے کہیں قیمتی ہے۔ اس کی بات جانتے وقت۔ اپنی بات
کر لیں بہت کچھ کہہ چکے ہیں آپ۔ اور بہت کچھ برداشت کیا ہے۔ میں
نے اور کس وجہ سے برداشت کیا ہے، یہ ابھی آپ کو نہیں بتاؤں گا۔
میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنی اصلاح کر لیں۔ سوچ کا انداز بدل دیں،

ابھی ایک ہفتے کے اندر اندر۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا
جیسے میرے علاوہ بھی وہ کسی وجہ سے تم میں دلچسپی ہے۔ ہے میں
میں خاموش ہو کر کچھ ہونے لگا۔ اس بات کا جواب
بھی مجھ پر فرض رہتے دو ہا۔ بتا دوں گا، نہ صرف بتا دوں گا بلکہ
سلسلے میں تم سے مدد بھی لوں گا۔ میں نے چند لمحوں پر بند کیا۔
"صرف اس سلسلے میں نہیں۔ میں ہر طرح تمہارے کام آئے
کے لیے تیار ہوں مجھے یقین ہے کہ تم اس باب میں کوئی تھکافت
برو گے، اور مجھے شکایت ہوگی۔"
"ہاں ہاں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے جواب
دیا۔ صورت حال اس قدر پریشان کن ہو گئی تھی کہ میں چلا کر
گیا تھا۔ سارے کھیل اپنے ہو گئے تھے۔ ظاہر علی کے خلاف
دل میں بہت کچھ تھا۔ وہ غمناک آدمی تھا۔ حسن صاحب کے

ممكن ہے آپ کی غلط فہمیاں دور ہونے میں دیر نہ لگے۔
 "تم دوسروں کو اپنی پتھے دار باتوں سے بیوقوف بنا سکتے
 ہو، مجھے نہیں۔ تم نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگا یا ہے مگر
 غزالی۔ تم اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتے ہو، لیکن غلط مکتب ہو
 میرے سامنے کیا میرے جند سوالوں کے جواب دو گے؟"
 "جی۔ فرمائیے؟" میں سنبھل کر پوچھ گیا۔
 "ہدایت سے کیا سوچے یا بازی کی تھی تم نے؟"
 "ڈاکٹر صاحب! یہ سوال سن کر مجھ پر کجلی سی کر پڑی۔ میں
 نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا "ہدایت سے بھلا کس سوچے
 بازی کر سکتا تھا میں؟"

"چار سو پچھترے ہمارے رہے تھے تم اسے؟"
 "بجائے اس ہے اس نے کہا آپ سے؟" میں نے اپنے
 اعصاب پر قابو پالیتے ہوئے کہا۔
 "میں نے تو بڑھے کی دوایں تبدیل کی تھیں۔ تم نے یہ بات
 ہلکنے کے لئے ہدایت سے پرانی دوایں کیوں تلاش کرائی تھیں؟"
 "ممكن ہے تو اس وقت کی بات ہے جب میرے اور آپ
 کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔" میں نے کہا۔ میں اچھی طرح
 سمجھا تھا کہ ہدایت نے وفا کی ہے۔ لیکن اس وقت تو اپنی مداخلت
 کے لئے اور کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔
 "اور معاہدے کے بعد تم نے میری ہدایات پر عمل کیا؟"
 "سو فیصدی!"

"یہ ہیں وہ دوایں جو میری عمر بڑھ کر وہ دواؤں کی بجائے
 تم اسے استعمال کرتے رہے ہو۔۔۔ یہی ہیں نا؟" ڈاکٹر نے عجیب
 سے دواؤں کا پیکٹ نکال کر میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ یہ وہی
 دواؤں تھیں جو گزشتہ دنوں میں بڑھے کو استعمال کرتا رہا تھا۔
 "حسن صاحب! کو کتنی سے آ رہے ہیں آپ؟" میں نے
 خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"موضوع سے بیٹھے کی کوشش فرم کر دو۔ بوسہ ہی وہ دواؤں
 ہیں نا جو تم اسے استعمال کر رہے تھے۔"
 "جی ہاں!" اب احتیاط کے علاوہ چارہ نہ تھا۔
 "وہ جی؟" ڈاکٹر نے جھپٹتے ہوئے بچے میں سوال کیا۔
 "انسانی ہمدردی! آپ جانتے ہیں کہ میں صرف انسانی ہمدردی
 کی دنیا دہری اور سے آگے نہیں لے سکتا۔"

"نہیں عزیزم! میں نے بڑھے بڑے بنیاد دیکھے ہیں ان
 کا تجربہ کیا ہے۔ مجھ سے آگے رہے ہو۔ سمندر کی تصویر، کھونٹے جو
 تم خرید کر لائے تھے، کیا یہ سب کچھ محض انسانی ہمدردی کی بنیاد
 پر تھا؟"

"سو فیصدی ڈاکٹر صاحب! میں اس کی یادداشت واپس
 لانا چاہتا تھا۔"
 "کس لیے؟"

"اس لیے کہ وہ پاگل تہہ دار ایک مریض کے دماغ آدمی ہو چلا
 میں نے اس کا جائزہ لیا تھا۔ وہ مٹی کے کھونٹے بنا کر ان میں کچھ لٹا
 کرنا چاہتا تھا۔"

"پوش میں آیا غزالی ہوش میں آیا۔ ہوا تمہیں چاہتی
 ہے، وہ بیوقوف لڑکی میری موجود ہے۔ درنہ تم۔ تم ایک منٹ
 میں سیدھے ہو جاتے۔ بس تو کچھ میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب
 دو؟"

"آپ کا ذہن ماؤف ہو چکا ہے، ڈاکٹر صاحب! اتنے بڑھے
 ہو چکے ہیں آپ کو آپ کے اعصاب آپ کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ میں
 آپ کے لیے کوئی بڑا غلط استعمال نہیں کر سکتا۔ افسوس کہ میں نے
 اپنی زبان بندی کا اہتمام خود ہی کیا ہے۔ ایک ایسے رشتے نے
 مجھے روک دیا ہے جو آپ کے سپہ میرے اندر موجود نہیں تھا۔۔۔
 پوچھیے ڈاکٹر صاحب! کو پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"ڈاکٹر صاحب! کچھ اور عرض ہو گیا۔ اور اچانک ایک
 بھینک مسکاہٹ اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ جند محزون تک وہ
 مجھے دیکھتا رہا۔ ایک عجیب سی چمک تھی اس کی آنکھوں میں کہ
 ہو کے بیٹھے کسی آنکھوں کی چمک۔ پھر اس کی آواز ابھری: "ناؤ
 ایک کون تھا؟"

"بڑا غیر متوقع اور سنسنی خیز سوال تھا۔ میں نے یہ جھٹکا ہو
 برداشت کیا اور بولا: "ایک ملازم!"

"کیوں رکھا تھا اسے؟"
 "ہدایت نے ناس کی زماں میں ہی تمہیں اس کا کہنا تھا کہ وہ تمہارا
 اس بڑھے کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔"

"آپ کہاں سے وہ؟"
 "کوٹھی پر ہو گا!" میں نے جواب دیا۔ لیکن دل ہی دل میں اعتراض
 کیا کہ میں نے نادر جیک کو فرما دیا تھا کہ چھاپا نہیں کیا لے سکتا کچھ اور
 دن وہاں رہنا چاہیے تھا۔ یہ میری نا تجربہ کاری تھی۔

"وہ وہاں نہیں ہے۔ بڑا سلاطین پر خوب ہو گیا ہے۔"
 "ممكن ہے لیکن اتنے دلچسپ کیا جا سکتا ہے؟"

"کہاں سے لائے تھے تم اسے؟"
 "کوٹھی میں ملازمت تلاش کرتا ہوا آیا تھا۔ کوئی اہم کام نہیں
 تھا اس لیے میں نے اس کے بارے میں تحقیقات ضروری نہ سمجھی ناؤ
 اتنے ملازم رکھنا۔۔۔ مگر اس کی وجہ سے کیا مصیبت آئی؟" میں
 نے جھلا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں، کچھ نہیں عزیزم؟ تمہیں آئینہ دکھا رہا ہوں
 "میں نے بتاؤ، بوڑھا کہاں ہے۔ کیا نادر جیک کے پاس...؟"
 "جنت میں ہو گا۔ مجھے نہیں معلوم۔"
 "مگر وہی گڑ۔ اس وقت تم انسانی ہمدردی کے قول سے
 چاہتے تھے کہ وہ بوسہ میں ہو سکتا ہے یا نہیں تو تمہیں بتانا
 چاہیے تھا۔"
 "میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں، مل گیا تو آپ کو ضرور
 اطلاع دوں گا۔"
 "اچھا اب آخری بات بتاؤ کس کے آکلار ہو۔ اور کن شرائط
 پر؟"
 "ڈچسپ گفتگو کرتے ہیں آپ، ڈاکٹر صاحب۔ اب تو آپ
 پر غصہ بھی نہیں آ رہا۔ پیلین آپ ہی بتاویں، میں کس کا آکلار بن
 سکتا ہوں۔"
 "بہت پیچھے سے چل رہا ہوں میں۔ اس وقت سے سوچ رہا
 ہوں جب تم حسن کی کوٹھی پر آتے تھے، تیلدیا ہا کر کوئی آدمی بڑھے
 کی اہمیت سے واقف ہو گیا ہو اور اس نے تمہیں اس کام پر لگا دیا
 ہو۔ دوسری شخصیت حسن کی ہو سکتی ہے۔ تم نے بتایا ہو گا کہ
 میں کیا چال چل رہا ہوں۔ اور پھر مشورے ہوئے ہوں گے۔ سوچا گیا
 ہو گا کہ بڑھے کو کس چیز دیا جائے، اور مجھ سے پوشیدہ رکھ
 کر کام کیا جائے۔ یا پھر وہ سفید پوچھا ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے وہ
 اپنے باپ سے کچھ ہدایات لائی ہو۔"

وہ باہر نکل گیا کیونکہ میرے دماغ کی پولیس وہ لاڈلی تھیں۔
 دیکھنے لگا تھا۔ گفتگو تو اس سے میں ایسی کرنا کہ اسے بھی گھٹ آجاتا
 لیکن زبان بندی ہو گئی تھی۔ ایک ایسا رشتہ قائم ہو گیا تھا جس کی
 رعایت کرنا واجب تھا۔

"میں باہر نکل آیا، ہمانے کہا تھا کہ اس سے مل کر ہاؤں۔ ایک
 ملازم سے اس کے بارے میں پوچھا اور ملازم نے مجھے اس کی
 خواب گاہ کا راستہ دکھا دیا۔ میں خواب گاہ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ باہر
 کسی طرف سے نکل آیا۔ اس نے مجھے دنگے ہوئے کہا: "ہمانے اب
 تمہارا نہ ملنا بہتر ہے۔"

"جو حکم! مجھ سے اس کی دلچسپی تو ہے؟" میں نے
 سوال کیا۔ اور ڈاکٹر نے گھورنے لگا۔ پھر بولا: "ٹھیک ہے۔ لیکن
 اسے اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے تم۔ اس کا وعدہ کرو۔"
 "اوس کے ڈاکٹر! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے کچھ نہیں بتاؤں
 گا۔" میں نے کہا، اور کہا کہ خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ درستک دی
 تو اس نے اندر بڑھ لیا۔ ایک کتاب دیکھ رہی تھی۔
 "چلتا ہوں ہما۔ چہرہ لگاتار ہو گا۔"
 "ہمدی ہے؟" ہمانے پوچھا۔
 "ہاں!"

"فدا حافظ! میں کوٹھی آؤں گی۔ مجھے فون مزرہ کرنا
 اس نے کہا اور میں لگتے فونوں باہر نکل آیا۔ کار میں بیٹھ کر کار
 آگے بڑھائی تو مارج بھاگ گیا۔ طبیعت اندر سے آٹھی رہی تھی۔
 مالدار کا فی وقت تھا کہ میں کوٹھی کی طرف ہی چل پڑا۔ لان پر
 سناٹا جاری تھا کہ میرے ہالنے گھرائی ہوئی لگا ہوں سے مجھے دیکھا۔
 "کیسی طبیعت ہے میاں؟"

"ٹھیک ہوں بابا۔ کوئی خاص بات تو نہیں؟"
 "نہیں کچھ نہیں۔ چائے یا کافی بناؤں؟"

"نہیں باہل نہیں! فصل کروں۔ آرام کروں گا۔" میں نے
 کہا اور کریم ہالنے ملدی سے میرے کپڑے نکال لیے۔ پتھر کے
 پیچھے تھا کہ ہدایت کا خیال آیا اور میں چونک پڑا۔ ہمدی ملدی فصل
 کیا اور بائیں سنبھل کر کے باہر نکل آیا۔ پھر سیدھا ٹیٹھی سے
 نکل کر بڑھے کی بائیں ہاتھوں گاہ پر پہنچا۔ پوری عمارت دیکھی لی
 مگر ہدایت کا کہیں پتا نہیں تھا۔ کہوں کی تلاش لی، اس کا سامان
 موجود تھا۔ باہر نکل کر بوسہ کے پاس پہنچا۔ ننان بابا ایک
 بات بتاؤ!"

"جی صاحب! ابو۔ بڑھے خان نے کہا۔ اس کے سر پر
 پتی بندھی ہوئی تھی۔ بیڑم بڑھے ہالنے لگا تھا۔
 "کیا ڈاکٹر صاحب یہاں آئے تھے؟"

"یہ سب ایک بوڑھے دماغ کی کردار ہے ڈاکٹر صاحب
 صاحب اس سلسلے میں مکمل اختیارات رکھتے ہیں۔ انہیں آپ کی کیا
 پروا ہو سکتی ہے۔ دوسری بات جو لیا کی ہے ہے آپ نے سفید
 پوچھا کا نام دیا ہے تو کیا وہ اتنی ہی ذہین ہے؟"
 "تم سے بہت گاڑھی چمن رہی ہے اس کی۔ اور تم دولت
 کے خواہش مند ہو۔ آخر میں کیوں نہ ان غلط پیر سوچوں۔"
 "مزد سوچیے! میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ پھر
 اب مجھے اجازت دیں۔" میں نے تنگ آ کر کہا۔

"ہاؤ مزرہ جاؤ! میں تمہاری طرف سے اپنا دل صاف کر
 سکتا ہوں۔ اس کی مزرہ کی بھکر تمہیں صاف کر سکتا ہوں لیکن
 اس کی شرط یہ ہے کہ مجھ سے تعاون کرو۔ اگر وہ کسی اور کی توہین
 میں سے تو تم لوگوں کے لیے بیکار ثابت ہو گا۔ کوئی مجھے نہیں معلوم کہ
 لکے کا اس کے بارے میں۔ اگر تم نے خود یہ کوشش کی ہے تو
 طاقت کی ہے۔ اس کی کہاں ہی بہت عجیب ہے ہے کوئی نہیں
 ان کے گا۔ کبھی نہیں جان لے گا۔ ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔
 لیکن خیال رکھنا! اچھی وقت ہے۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی
 آخری فیصلہ کروں، تم اپنی اصلاح کرو۔ میں تمہارے فون کا انتظار
 کروں گا، فدا حافظ۔" ڈاکٹر نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر

"بان صاحب وہ آیا تھا۔"
 "حسن صاحب گھر پر تھے اس وقت؟"
 "نہیں صاحب، بڑا صاحب تو بس سے گیا ہوا ہے۔"
 "پھر ڈاکٹر صاحب کہاں گئے تھے؟"
 "میرے کو نہیں معلوم صاحب... وہ حقوڑا ویرانہ جگہ پر گیا تھا۔"
 "ہدایت کہاں ہے؟"
 "وہ باہر گیا ہے صاحب!"
 "اُسے کئے ہوئے کتنی دیر ہوئی خان صاحب؟"
 "بہت دیر ہو گیا۔ وہ خاکوڑ صاحب کا گاڑی میں گیا تھا ہم
 دیکھا صاحب۔ ڈاکٹر صاحب باہر نکلا، باہر گاڑی مولا کا پھر ہدایت باہر
 نکلا، ڈاکٹر صاحب دروازہ کھولا، ہدایت اندر چلا اور چوکی اور اجھی بڑا بن
 نہیں آیا۔"
 "اچھا خان صاحب! میں نے کہا اور اس انیسویں چل پڑا۔
 ہدایت مصیبت میں جینس کی تھی یہ ساری صلاحات اس سے کس طرح
 حاصل کی گئی ہوں گی؟ اس کے ہاں میں اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔
 حالات کا ادنیٰ کس کر دیکھتے تھے، کبھی کوئی اندازہ نہیں تھا، ادنیٰ
 ہر گز ستر لپٹے گیا۔ تھکے ہوئے ذہن میں چنگاریاں بھری ہوئی تھیں۔
 سونے کی کرشمہ کی اور قوت ادا دی سے کام لے کر سو گیا۔ جاگا تو
 اندھا لگا ہو گیا تھا، کرم بابا نے اس سے یہ روشنی نہیں کی تھی کہ اکھ
 نہ کھل جائے، غسل خانی میں جا کر نہ دھو یا پھر واپس آکر روشنی کی
 بجسے دیکھ کر کرم بابا اندھا کھلے، ان کی اکھوں میں شفقت کا نور
 جھلک رہا تھا۔"
 "چائے کریم بابا! میں نے کہا۔"
 "لانا ہوں میاں، محسن میاں آئے تھے تھے کہ ہے تھے کراپ جاگ
 جائیں تو ان کے ساتھ جائے میں بسکین اب دیر ہو چکی ہے۔"
 میں نے گھر میں وقت دیکھا، ساڑھے سات بجے تھے کرم
 بابا کے ہاتھوں کی کڑی ہوئی چائے پی کر بال و فیر و سوار سے اور باہر
 نکل آیا، سلطان پر روشنی ہو رہی تھی، موسم خوشگوار تھا، تو خیر، محسن فریخ
 بولیا اور دوسرے لوگ وہاں چلے گئے۔
 "لیجئے آگئے! محسن نے کہا پھر بولا، طبیعت تو ٹھیک ہے
 نا، نا وقت کیسے سوار ہے تھے؟"
 "سوری محسن! تم لوگوں سے چائے پنا تھا، رکھا ہو گا؟"
 "جی ہاں! ہم لوگوں نے آپ کے انتظار میں ابھی تک میسر
 چائے نہیں پی۔" تو خیر نے جواب دیا۔
 "تب تو مجھے واقعی آفسوس ہے، کیونکہ میں چائے پی آیا ہوں۔"
 "کوئی بات نہیں! ڈاکٹر میں شرکت کرنا۔"
 "خوب! کیا فریخ بھائی کے والدین کہیں گئے ہوئے ہیں؟ میں

نے سوچ کر۔
 "جناب اب پہلے بے حقیقت بھی نہیں، جیکٹر میں آفرلا
 کے ذرا آسکیں دکھائیں تو سب ٹھیک ہو جائیں، ویسے غلام زمان
 ہے۔ فرخندہ والدہ صاحبہ اور قبیلہ دو جب کے ایک عزیز، محترم قسلا کے
 فضل سے مرحوم و مغفور ہو گئے ہیں۔ دونوں بزرگانِ کرامی ان کی آفر
 رسومات میں شرکت کے لیے مدعا نہ ہو گئے ہیں، امکاناً اب اس بار
 کے ہیں کہ سوئم میں بھی شریک ہوں گے۔ آپ لوگ آئیں نہیں، محرم
 نے سحر سے بنی ہے کہا۔
 "ہم کیا کہیں آپ خود کہہ لیں، تو خیر نہ کہا۔
 "دیکھا غزال! یہ نہیں ہیں آج کل کی، خدا کو سے قری بھی منکر
 ہو جائے اور مجھے بھی آئین نہ کہنے کا موقع ملے۔"
 حسن صاحب کے اچانک بدلنے سے چائے سے ایک سکون
 سا احساس ہوا، ان سے ملاقات بہت گھٹن لگ رہی تھی۔ غزال نے
 واقعی یہ وقت فراہم کر مجھ پر احسان کیا تھا، جس کی مجھے خوشی
 تھی۔ میں ان سے بوٹھے بابا کی بازیابی کے بعد ہی ملاقات کرنا چاہتا
 تھا!
 فریخ کی موجودگی میں محسن دعا آتش ہو جاتا تھا، چنانچہ محفل
 بڑی بُرد رفتی رہی، میری بوٹھے سے بابا کا تذکرہ نکل آیا، اس سلسلے میں
 کوئی امید افزا خبر ملے؟ محسن نے بوجھا۔
 "نہیں محسن۔ ابھی تک نہیں۔ میں حسن صاحب سے...
 "تم ملاوچہ اتنے پریشان ہوئے ہو، غزال! قلیلِ وقت کی
 بھی ہے، خواہ مخواہ اسے سب لوگوں کے لیے مختار نکالا تھا، کہ
 تو اس کے ہاں میں کچھ نہ دیکھتا تھے۔ اگر اس کی ذات کو ایک سرسبز تازہ رنگ
 آتا ہے، یہ شہ نہ ہوتا اور وہ تو اس سے پہلے غلام زمان کا کرشمہ تھا
 اس بار کا صاحب ہو گیا اس میں کسی کا کیا قصور؟"
 "میرا خیال ہے، وہ اور واقعی مجھ سے زیادہ ذمہ دار ثابت ہوا
 میں نے ملاوچہ بلا غلطی کی۔"
 "مسطر غزال! میں حسن صاحب کا بیٹا ہوں، ان کے مزاج
 کو سہیانا ہوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ ڈوڑھی اب اس کے لیے پریشان
 نہیں ہیں سان کا موڑ، بالکل ٹھیک ہے۔"
 "تاہم اسے تلاش کرنا میری ذمہ داری ہے۔"
 "خدا کی قسم، میں بھی اس کے لیے کافی بیڑوں چھوڑ کر چکا ہوں،
 مسٹر غزال! اس کی تلاش جاری رکھو، لیکن خود پر سوگ طاری نہ کر
 محسن نے غلام سے کہا۔ اس دوران جو بولیا سے کوئی گفتگو نہیں
 ہوئی۔ وہ غیر معمولی طور پر خاموش تھی۔ دفعتاً وہ اپنی جگہ
 اٹھ گئی۔
 "خیریت جو بولیا تم کہاں ملیں؟" تو خیر بولی۔

سوئی امیں ذرا آرام کروں گی۔ اس نے کہا اور جواب
 انتظار کے بغیر کڑھائی کی طرف چل پڑی سب چند لمحات کے
 خاموش ہو گئے تھے، تو خیر نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "غزال
 اب! جو بولیا کی کیفیت میرے لیے مقرر کی گئی ہے۔"
 "وہ کیوں؟"
 "اچانک بھگڑ رہا ہے آپ کوئی بات ہوئی ہے؟"
 "نہیں! میں نے جواب دیا۔
 "وہ ادا س ہے میرے پوچھنے پر بھی اس نے کچھ نہیں
 ایسا کیا آپ نے اسے یوں کر دیا ہے؟"
 "آپ اس کی خوشیوں کی جھیک باریکوں بن گئی ہیں محرم
 آپ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ غزال کو لوٹنے میں رکھ کر اپنے
 بن کر رہیں گی، نہیں غزال، پرگز نہیں تھا، میری مرضی سے عشق کرو گے
 برسے دوست، دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مجبور نہیں کر سکتی، ہم
 جانے ساتھ ہیں۔ محسن بہت موڈ میں تھا۔
 "دیکھو، میں ہی فریخ بھائی! کیسے چمک رہے ہیں جناب!
 یہ غزال صاحب پلے آپ بتائیں کوئی بات ہوئی ہے جو بولیا
 سے؟" تو خیر نے کہا۔
 "نہیں تو خیر کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ بس جو بولیا میرے
 لیے قابلِ احترام ہیں کہ وہ تمہاری دوست ہیں ادا س! میں
 نے جواب دیا۔
 "تو ہاجیت گئی، جو بولیا ہار گئی، تو خیر نے ٹھنڈی سانس
 لے کر کہا۔
 "کیوں غزال! کیا مشرق بیت گیا مغرب ہار گیا؟ محسن
 پتھر رنگ میں بولا۔
 "عرض کرتا ہوں!"
 "ارشاد! محسن بھڑا ادب نواز، ہمیں بولو۔
 "تم جانتے ہو محسن! ہمارے بارے میں یونیورسٹی میں بہت
 سی حالتیں گردش کر رہی تھیں لیکن اس کے کسی بدترین دشمن
 نے بھی نہیں نہیں کہا کہ وہ ہار کر رہے۔"
 "ہرگز نہیں! تمہیں بتا دیا ہے جو ہمارے ہاتھوں بنا تھا؟"
 "ہاں یاد ہے! بات جو نکل آئی، اس کے ہاں کوئی ایک
 لڑھے سے جانتا ہوں، اس کے ہاں میں میرا ایک تصور ہے۔
 وہ ایک پانچواں ذہن کی لڑکی ہے۔ اس کی رہنمائی نہیں ہوئی کبھی۔
 کوئی اُسے سمجھانے والا نہیں تھا۔ اُس کی نظر ناز برداریاں پڑھتی
 وہ جس راستے پر آگے بڑھی، ہر پڑھی، ظاہر علی صرف اُس کی
 دلچسپی چاہتے تھے۔ انھوں نے کبھی باب کا میسج کو دارا داپہیں
 کیا، بس یہ اس کے باوجود اس نے اپنے ضمیر کو ذمہ رکھا۔ کیا

اس بات کو نظر انداز کر دیں گے ہم لوگ؟"
 "ہاں غزال بھائی! اسی کی تائید میں بھی کرتی ہوں۔ قدا
 کی قسم وہ ساری باتوں کے باوجود باگرا در رہی ہے۔ فریخ نے کہا۔
 وہ ہمارا دوست تھی۔
 "آپ لوگ سب اس کے دوست ہیں، آپ سب سے میری بڑی
 درخواست ہے کہ اس کو بدلنے کی کوشش کریں۔ اُسے احترام دلنا
 عزت دین اور کسی وجہ سے نہیں تو کم از کم میری خاطر۔ وہ قابلِ ہمدردی
 ہے قابلِ مذاق نہیں!"
 "ہاں ذمہ دار ادا خدا کی قسم شہ کا شکار کیا ہے اس نے، بھی
 واہ لطف! کیا یہ ہوئی نا، بات، محسن نے کہا۔
 "ہمارا شخصیت نہ بدل دوں تو خیر نہیں۔ بس آپ یہ
 مجھے پھر چھوڑ دیں، غزال صاحب!" تو خیر نے کہا، سب اس کا
 چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا، بس ایک لمحے کے لیے مجھے یہ احساس ہوا
 وہ بھی شاید اس لیے کہ میں اتفاق سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا
 ورنہ مجھے یہ بات محسوس ہی نہ ہوتی۔ شاید وہ بولیا کی وجہ سے
 افسردہ ہو گئی تھی، میں نے کہا۔ "تمہارے لیے واقعی مشکل ہو گئی تو خیر
 مجھے آفسوس ہے۔" تو خیر کے چہرے پر زردی سی گھنٹی گئی تھی۔
 اس نے میری طرف کچھ عجیب سی نظروں سے دیکھا، پھر زبردستی
 مسکرایا۔ "واہ میرے لیے کیوں؟"
 "جو بولیا تمہاری دوست ہے؟ تمہارے چاہتی ہو۔"
 "جی نہیں! وہ آپ سے زیادہ نہیں میرے لیے، ہم سب کے
 لیے، اس نے بلدی سے اپنا جملہ دوست کیا۔
 "میرا خیال ہے، ان کی قسمت ختم کی جائے، کیوں فریخ
 جھوک گئے؟" محسن نے کہا اور سب ہنس پڑے۔ "کوئی ہزار
 جملہ کہا میں؟" محسن بڑھلا کر بولا۔
 "اے نہیں بھائی! جملہ آپ ایسا کر سکتے ہیں، کہ وہ فریخ
 بھائی آپ کو جھوک گئی ہے، میں نے کہا۔
 "دوسرے بھی تو ہیں!" فریخ نے جیسے ہونے انداز میں کہا۔
 "کوئی نظر آ رہا ہو تو کہوں نا۔" محسن ڈھٹائی سے بولا۔ اور
 ہم سب ہنستے ہوئے اندر چل پڑے، جو بولیا کھانے پر بھی موجود
 نہیں تھی۔ تو خیر خود اسے بلانے گئی اور واپس آئی۔ اس نے بتایا
 کہ جو بولیا کے شہ میں درد ہے۔
 کھانے کے بعد محسن فریخ کو چھوڑنے چلا گیا۔ میں انیسویں
 ماہیں آ گیا۔ دن میں بولیا تھا اس لیے اس وقت تازہ دم تھا۔ بوڑھے
 بابا کا خیال ذہن میں آنا تو طبیعت عجیب سی ہو جاتی تھی، کہیں
 وہ دریا میں تو نہیں ڈوب گیا، اور اگر جگ یا ہے تو کہاں ہے کن
 لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہے، نہ جانے کون تھا، پکارا۔ ویلیو

کے کمان میں اس کا تڑک بستی مختصر تھا۔ یہ لوگ بوڑھے کو حرف شیعہ کی بنا پر پرکھلائے تھے۔ کئی فی ثروت نہیں تھا اس بات کا کہ وہ ویلین کے معاملات سے متعلق ہی ہے۔ ممکن ہے وہ کسی اور بنا پر ویلین کی دلچسپی کا باعث ہو۔ بقل میکے براؤن کے ولڈی واسکا نے اپنی ڈائری میں اس شخص کا تذکرہ کیا تھا اور اسے وطنی سے متعلق قرار دیا تھا تو یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ولڈی واسکا کو بھی یہ غلط فہمی ہوئی ہو۔ ممکن ہے موت سورت کے اس خزانے کے بارے میں بوڑھے کو بھی کچھ معلوم نہ ہو اور یہ سب بلکہ سب امتحان ہی نہیں ہے۔ لیکن یہ سچی بات یہ تھی کہ میری بوڑھے بابا میں دلچسپی کی وجہ فرط نہ نہیں تھا۔ میں تو انسانی رشتوں کے تحت اس کے لیے کھڑے نہ تھا۔

میں بستر پر لیٹا سوچتا رہا۔ پھر باہر کسی کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور میں چونک کر باہر نکل آیا، جو لیا تھی جو کیم بالے آکھی ہوئی تھی کہ یہ بابا کب ہے تھے۔ تمھاری گل پٹ ہم نہیں سمجھتے لی ان برس وہ سو رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر وہ لوں چوٹے۔ پھر جو لیا پاؤں چٹختی میرے پاس آگئی۔ "پہرا لگا رکھا ہے خود پر!" وہ ڈر کر مہ لہجے میں بولی۔

"کیم بابا میرے بزرگ میں میری ہار تیں جو لیا آڈا ڈاڈا تو میں نے کہا اور جو لیا میرے ساتھ اندر آگئی اور ایک صونے پیر بیٹھ گئی۔"

"خیر توبے نا؟"

"ڈیڑی واپس چلے گئے۔" اس نے جواب دیا۔

"کہاں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"فرانس!"

"اچھا؟ اتنی جلدی؟"

"ہاں!"

"مجھے سے مذکرہ بھی نہیں کیا۔ جانتے ہوئے ملے بھی نہیں!"

"بدول ہو گئے ہیں وہ تم سے۔ کہہ رہے تھے کہ اب انھیں تم پر بھی اختیار نہیں رہا تم کسی اور کے حال میں بھی چسپس سکتے ہو۔ اگر وہ ماباں رہنے تو ان کا ماز فاش ہو سکتا ہے۔ ان کی یہ تشویش غلط نہیں تھی کہ انالی مجھے بتاؤ تو تمھیں لگا۔ ڈیڑی کو کہنے نے رنجی کیا؟ تمھارے سوا حقیقت کون جانتا تھا۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔ ان کا راز تو اب بھی فاش ہو سکتا ہے جو لیا! تم جن لوگوں کے حال میں چسپس کیا ہوں وہ مجھ پر یقین کر کے آگئیں انھیں بتا دوں کہ میکے براؤن ماباں آئے تھے۔ تاہم کوئی بات نہیں ہے۔ جہلے درمیان حرف پچاس ہزار روپے میں ملے گی۔ میں یہ رقم تمہیں واپس کر دوں گا!"

جو لیا مجھے دیکھتے لگی۔ پھر بولی "کیا ہمارے درمیان مزہ پچاس ہزار روپے ہیں۔ صرف؟"

"ہاں جو لیا! عزیز اور ملازمت پیشہ آدمی ہوں۔ بہت بڑی رقم ہے یہ میرے لیے۔ اور میرے دل میں جن لوگوں کے حال میں ہو گیا ہوں انھوں نے تقیناً مجھے اس سے بڑی رقم پیش کی ہوگی۔"

"میرے لیے کچھ نہیں کہو گے؟"

"نہ اپنے آپ سے ملنا کروں گا جو لیا اور نہ تم سے۔ تم ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہو اور مجھ سے زیادہ ان کی بات سے اتفاق کرو گی!"

"ہنیں گا زالی! میں حرف نمٹا لے لے کر کی ہوں۔ تم آئے تلاش کرو اور دو دنوں میں لے کر لوہ پچلے جائیں گے۔ ڈیڑی غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جائیں گی اور وہ اپنی بدگمانی پر نادر ہوں گے۔"

"خوف کروں گا جو لیا! اب تو سوچنا پڑے گا اس بارے میں تم نے ڈاکٹر ظاہر سے ملاقات نہیں کی؟"

"ہنیں!"

"انھوں نے تمہیں فون وغیرہ کیا؟"

"ہنیں!" جو لیا نے جواب دیا۔

"جو لیا! میں بوڑھے کو تلاش کر رہا ہوں، مل گیا تو تمہیں اطلاع دوں گا۔ اس کے بعد ہی ہم کوئی مناسب فیصلہ کریں گے۔"

"میرا موڈ مثبت خراب ہے۔ تم نے تو میری بھی نہیں دی پوچھا بھی نہیں کیا۔ در سرتوں کے سامنے مجھے زلفٹ کر کے میسر ملا تو نہیں اٹھایا کرتے؟"

بڑے لوگوں کے موڈ خراب ہوں جو لیا تو انھیں چھیڑنا نہیں چاہیے۔ بہر حال اب یہ باتیں بیکار ہیں۔ پہلے میری پوزیشن صاف ہو جائے اس کے بعد ہم آپس میں کوئی فیصلہ کریں گے۔ ہاں تم فکر ظاہر علی سے فرور ہوشیار اور نہا۔ میکے براؤن کا لاز ان پر فاش نہیں ہونا چاہیے ورنہ حالات کے بگڑنے کی ذمہ داری صرف تم پر ہوگی۔"

"میں خیال رکھوں گی۔ مگر تم اس بوڑھے کو جلدی تلاش کرو، جو ہمارے لیے مذاب بن گیا ہے۔ پلینیری باؤل کا خیال نہ کرنا۔ ڈیڑی سے تمھارے بارے میں جو گفتگو ہوئی تھی اس نے مجھ کو اچھا دیا تھا، گا زالی۔"

میں نے روتیہ نرم کر لیا۔ اس بلا سے اسی طرح پیچھا چھڑایا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گئی۔ میں میکے براؤن کے بارے میں سوچنے لگا۔ کیا واقعی وہ چلا گیا۔ اچانک اتنی جلدی یقین نہیں کیا پھر ایک خیال کے تحت میں ٹیلیفون کے

پاس آیا۔ ٹیلیفون کا نمبر پڑی میں ایرورٹ انکوائری کے نمبر دیکھے اور انھیں ڈائل کر کے فرانس اور بلیم کی پروازوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ فرانس کے لیے دو مختلف کمپنیوں کی پروازیں صبح چار اور ساڑھے سات بجے جا چکی تھیں۔ ایک کمپنی کی پرواز نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے میکے براؤن کے ہوٹل رنگ کر کے اس کے کمرے کا نمبر مانگا تو دوسری طرف سے آپریٹر کا آواز سنائی دی: "سواری سراسر براؤن ہوٹل چھوڑ چکے ہیں۔"

"کب؟"

"تقریباً ایک بجے دوپہر!" جواب ملا اور میں نے شک نہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ میرا شبہ درست تھا، میکے براؤن نے صرف ہوٹل چھوڑا تھا۔ ملک نہیں۔ ممکن ہے اس سلسلے میں جو لیا کو بھی مندم نہ ہو یا پھر ممکن ہے دونوں باپ بیٹی کا گھڑ جوڑ ہو اور براؤن نے جو لیا کو اس لیے میرے پاس چھوڑا ہو کہ وہ مجھ پر نگاہ رکھے، جو کچھ بھی ہے ان لوگوں سے تو فونٹ لوں گا۔ میں نے سوچا اور پھر بستر پر آگیا۔

دوسرے دن کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ قادر کی طرف سے بھی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ دن کو گیارہ بجے کے قریب میں نے خاؤ کو ٹیلیفون کیا تو قادر جو وہیں تھا میں نے اس کے لیے پیغام چھوڑ دیا کہ اگر وہ پانچ بجے سے پہلے آئے تو مجھے فون کرے۔ ساڑھے بارہ بجے قادر کا فون ملا۔ غزال بھائی! تمھارا فون آیا تھا۔"

"ہاں قادر! تمھاری طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"بہت شرمندہ ہوں غزال بھائی! بس کیا بتاؤں۔ یوں سمجھ لو ساری کوششیں کر چکا ہوں مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ یوں لگتا ہے غزال بھائی وہ کسی کے ہاتھ لگ گیا۔"

"میں خود بھی اسی کام میں مصروف ہوں۔ دیکھو کیا بنتا ہے۔ ہاں اس کار کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"حیران کن بات ہے، اچھا لگتا ہے کہ کار کو تمھارے تعاقب میں نہیں دیکھا گیا۔ ممکن ہے اب وہ تمھارے پیچھے نہ ہو۔"

"تمھارے آدمی؟"

"وہ برس تو تمھاری نگرانی کر رہے ہیں۔ مجھے رپورٹیں مل رہی ہیں، کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔"

"آج تمام میں آوازہ گری کر دوں گا۔ اگر کسی طرح تمھارا رابطہ ان لوگوں سے ہو جائے جو میرے پیچھے ہیں تو انھیں ہوشیار کر دینا۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ تو اب بھی تمھارے دفتر کے پاس موجود ہیں۔"



"او کے قادر!" میں نے فون بند کر دیا اور کسی کی پشت سے ٹک گیا۔ پھر کچھ کاروباری لوگ آگئے اور ان سے بات چیت میں کافی وقت گزر گیا۔ شام کو پانچ بجے دفتر سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔ پھر پوچھی سگھوں پر آوازہ گری کرنے لگا۔ قادر کے آدمی بڑی ہوشیاری سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔ میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے اب ان لوگوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہو۔ خیال باہر ہوا کہ غزال ظاہر کی طرف ہی جاتا تھا۔ اس رات میرا تعاقب کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ میرے جھوٹے بیچ کا اندازہ لگانا چاہتا ہو۔

لاق ملاد گھنیاں تھیں جن میں دماغ الجھ کر رہ گیا تھا۔ پھر ایک منسان مرگ سے گذرنا ہوا تو ٹھٹھی آگیا۔ انیسویں میں داخل ہوا تو ہمارا دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ بڑی دیر کی کمرے میں میرا انتظار کر رہی تھی۔

"تمہا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اور کون ہوتا میرے ساتھ؟" ہمارے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے ساتھ میرے کمرے میں آگئی۔

"میرا مطلب ہے تو میری طرف سے نہیں ملیں؟"

"من نہیں جانتی تھی اس لیے اپنی کار بھی نہیں لائی۔ ٹیکسی سے آئی تھی۔ اور چونکہ راکر کچھ بڑے کارڈز کھاتی تھیں۔ مگر تم نے اتنی دیر کہاں لگا دی۔ میں نے یہاں سے دفتر فون لگا لیا۔ پتا چلا تم پانچ بجے نکل گئے تھے۔"

"ہاں بس کچھ کام تھے۔ ساڈھب خیریت؟"

"کچھ باتیں کرنی تھیں۔"

"اچھا لیکن چائے بھی پی؟"

"کیم بابا نے پوچھا ہی نہیں۔ بڑی کڑی نظروں سے گھورتے رہتے ہیں مجھے کیا معاملہ ہے؟" ہمارے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"کیم بابا میری پوری نگرانی کرتے ہیں۔ انھیں شہو ہے کہ میں کب کے ہاں میں نہ چسپس جاؤں۔"

"غزال! ڈیڑی سے تمھارا کیا معاملہ چل رہا ہے۔ کوئی خطرہ ہے تم دونوں کے درمیان؟" ہمارا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"کیوں؟ کیسے اندازہ ہوا انھیں؟"

"اس دن جب ہمارے درمیان بات چیت ہوئی تھی اور ڈیڑی آگئے تھے تو مجھے ان کے موڈ پر دلچسپی نہ تھی۔ میں انھیں ایسی طرح پوچھتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے تم دونوں کو گھنگو بھی نہی تھی۔ ایک بار مجھے پہلے کہا تھا کہ ڈیڑی کی تم سے دلچسپی صرف میری وجہ سے نہیں ہے۔ بات چیت پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ لیکن آنا اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی اختلافی مسئلہ ہے۔ اسی رات کھانے کے بعد ڈیڑی نے تمھارے بارے میں مجھ سے بہت سے سوالات کیے۔ میں نے ان کی گھنگو سے

محسوس کیا کہ وہ تم سے کچھ برگشتہ ہیں مجھے بھی کچھ ہارتیں دی گئیں۔“

”خدا؟“ میں نے سوال کیا۔

”میرے جی پتھر کو سونا نہ سمجھوں، غزالی بننا پھر ایسا انسان ہے جسکے کچھ ادب و احسان غلط معلوم ہوتا ہے۔ میں نے قبول نہیں کیا تو مجھ سے کہا کہ تم اپنے طور پر حقیقت معلوم کر سکتے ہو۔ ایک طرح سے مجھے تمہاری جاسوسی پر اسکا یا گیا!“

”کیا شبہ ہے تمہیں مجھ پر؟“

”فی الحال جو میرا کی نشاندہی کی گئی ہے، کہا گیا ہے کہ بہت ہوشیاری سے معلوم کروں کہ تم کو کھینک کے علاوہ اور کبھی بھی جو میرا سے ملاقات کرتے ہو یا نہیں۔“ ہلکتے کہا اور میں ٹھنڈی سانس سچ کر رہ گیا۔ تو ظاہر ملے تو میرا یہ شک ہو گیا ہے اور اس نے ہا کو تو میرا یہ باور کیا ہے۔ میں نے خود کو متنبہ حال کر کہا ”تو پھر جاسوسی کی تمہنے؟“

”اسی لیے تو آئی ہوں۔ جو میرا کا تو قیہ کوئی سہلہ نہیں ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں غزالی کہ ڈیڑھی کو تم سے کیا اختلاف پیدا ہو گیا ہے؟“

ہمارے سوال پر میں نے صرف چند لمحات سوچا پھر ایک فیصلہ کر لیا۔ ہا کو اس سلسلے میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات دجلالی طور پر میں نے محسوس کر لی تھی اسی لیے میں نے کہا ہا کو درمیان تازگی کے وجہ وہ پورھا شخص ہے جو یہاں حسن صاحب کی کوٹھی میں رہتا تھا۔“

”وہی باگل پورھا جس کا علاج ڈیڑھی کر رہے تھے؟ ہمارے پیسے میں حیرت تھی۔“

”ہاں وہی! وہ یہاں سے فرار ہو گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ وہیں نشا سے چھپا رکھا ہے!“

”کیوں؟ تم اس کا کیا کر گئے؟“

”یہ شاید ڈاکٹر صاحب خود بھی نہیں جانتے!“

”یہ تو عجیب بات ہے!“

”بہت عجیب بات ہے، مگر ڈاکٹر صاحب نے انعام مجھ پر لگا لیا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں؟“

”کہو تو میں ڈیڑھی سے اس بار سے میں بات کروں؟“

”نہیں ہا صورت حال اور بگڑ جائے گی۔ ہمیں اُن کی یہ قلعہ بندی دور کرنے کے لیے کچھ اور کرنا ہو گا!“

”مجھے بتاؤ کیا کرنا ہے؟“

”یہ معلوم کرنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب پورھے سے کیسے لے اتنے پریشان کیوں ہیں اس دوران میں پورھے کو تلاش کرنے کی

کوششیں جاری رکھوں گا۔ مل گیا تو اسے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کر کے ان کی غلط فہمی دور کروں گا۔“

”تجربہ ہے مجھے آخر ایسی کیا بات ہے اس پورھے میں۔ وہ نوزن صاحب کا کوئی دور کا عزیز ہے۔ مگر تمہارے ہر کہہ ڈیڑھی سے اس سلسلے میں بات بھی نہ کروں!“

”ہاں، یہ قطعاً مناسب نہ ہو گا۔“

”تو پھر کیا کروں میں؟“

”وہی ہواؤں کے لیے کرنا ہے تمہیں۔ انہوں نے مجھ پر لگا رکھنے کو کہا ہے۔ نام تم مجھ پر لگا رکھو۔ لیکن میرے لیے اُن پر بھی لگا رکھو۔ اُن کے فون سنو۔ یہ معلوم کرو کہ وہ میرے خلاف کیا کچھ کر رہے ہیں۔ ہمیں صرف اُن کی غلط فہمی دور کرنی ہے ہا اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔“

”کمال کی بات ہے کہ یہ سہلہ اتنا ہر ہو گیا۔ ٹھیک ہے۔ ایلینا رکھو کوئی خاص بات ہوئی تو میں فردرکھیں اطلاع دلاؤں۔“

”مگر اعلیٰ کیا اطلاع دوں گا ہا؟“ میں نے سہلہ سے کہا۔

”آتی جلدی رپورٹ تو نہیں دی جا سکتی۔ اسی کو تو میں جاسوسی کر رہی ہوں۔ ویسے تو ڈیڑھی نے جو میرا یہ پورھ کیوں دی ہے؟“

”غلا بہتر جانتا ہے!“

”میری ایک درخواست ہے غزالی، ڈیڑھی کی طرف سے دل میں لڑائی نہ لانا۔ سہلہ کچھ بھی ہو میں اُن کا دل صاف کروں گی۔ اور یہ کہ کہیں مجھ کوئی شبہ نہ کرنا۔“

”یہ تمہاری کہہ رہی ہو ہا اسی کو خیال کبھی دل میں بھی نہ لانا۔“

”تھینک یو غزالی... تھینک یو۔ اب میں چلوں۔“

”چلوں چھوڑو آؤں۔“ میں نے کہا۔

”بالکل نہیں تم آرام کرو کسی نے دیکھ لیا تو نہ ہلکتے یا سوچے گا۔ میں آنکھ بچا کر نکل جاؤں گی۔“ ہمارے کہیں اُسے دہرائے تک چھوڑنے گیا۔ پھر میں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ یہ میری طرف سے بڑی طرح بد امن ہو چکا ہے اداہاں سے اسے حیرت آنا لینا چاہتا ہے لیکن ہمارے کہنے کے باوجود وہ ایک اور اکتشاف ہوا تھا، وہ یہ کہ اب وہ جو میرا کے بارے میں بھی سوچ رہا ہے۔ لیکن ہے اس کا خیال ہو کہ کہیں میں نے جو میرا کی صورت کے برائے سے تو کچھ جو نہیں کر لیا۔ اس کی یہ سوچ حقیقت پر مبنی تھی۔ بہر حال ڈاکٹر خزانہ آدی ثابت ہوا تھا اور اس سے بہت محتاط رہنا تھا۔

دوسری صبح سو ہی ہا تھا کہ یہ ہا ہلکتے جگا دیا غزالی

ہاں بڑے صاحب آئے ہیں۔“

”کون بڑے صاحب؟“ میں نے نداسی آواز میں پوچھا۔

”حسن صاحب! کرم بابا نے کہا اور میرا آنکھیں کھلی گئیں۔

”کہاں ہیں؟“ میں ہلڑ ہلڑا کھڑ بیٹھا۔

”باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ نہ کہتے تو میں نہ جگاتا، کرم بابا نے کہا اور میں نے بستر چھوڑ دیا۔ مگر یہ بانی کے چھپکے بارے میں بڑی سے باہر نکل آیا۔ حسن صاحب ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے پھر سے کے تاثرات خوش گوار نہیں تھے۔

”سواری غزالی، مگر تمہیں جگانا مزدوری تھا۔“ وہ بھاری زیں بولے۔

”کوئی بات نہیں ہے اندر تشریف لے آئے مجھے بلوایا۔“ میں نے کہا اور حسن صاحب اندر آگئے۔ وہ کانٹا پیسنے کے ساتھ اندر گئے اور انہوں نے گاؤں کی جب سے ایک اختیار ل کر میرے سامنے پھینک دیا۔ اس عمارت کے لیے کسی ہشودہ مزدوری تھا یا نہیں؟“

”کس عمارت کے لیے؟“ میں نے اخبار اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

”یہ کیا ہے؟“ حسن صاحب نے اخبار سے ہاتھ سے پھاڑ پھاڑ کر کہا اور پھر ایک صفحہ میرے سامنے گویا پہلے صفحے کے پتھر سے پورھے ہا کی تصویر نظر آ رہی تھی۔ اس کے اوپر شش گوشہ کی سرفی تھی۔

”شاہد علی خان صاحب عمر تقریباً پچاس سال دائمی تو قانون درست نہیں ہے۔ تیسری تاریخ کی رات سے گھر سے غائب ہیں۔ جن صاحب کو میں انہیں بلوا کر مندر جو ڈیل پتے پر پہنچا دیں یا فون پر اطلاع دیں۔“

”نیچے نیچے کانٹا فون نمبر درج تھا اور کوٹھی کا پتہ لکھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ آمدورفت کے اخراجات کے قلعہ ہا پانچ ہزار پچیسے لاش بھی تھی۔ میں اشتہار پھر کر دنگ رہ گیا۔

”حسن صاحب بولنے پر اشتہار سے کرم نے مجھے تباہ کر دیا۔ غزالی! تم مجھے نہیں سوچا کہ میں نے اُسے دوسروں سے زیادہ رکھنے کے لیے اسے ہسپتال تک میں نہیں داخل کر لیا۔ تم مجھے پھاڑ کر دیا ہے۔ بلوایا میں کیا کروں گا۔ ذلیل و خوار ہوں گا اور... اور شدید تعرت میں بھی جینس ماڈل گاؤں گا۔“

”کون کون اس کی تلاش میں ہو گا۔ نہ جلتے کس کس کی نگاہیں اس کو کھینک کی طرف اٹھ جائیں گی۔ تباؤ اب میں کیا کروں؟“

”حسن صاحب! یہ اشتہار میں نے نہیں دیا۔ میں یہ عمارت نہیں

کر سکتا تھا۔“ میں نے سہلے میں کہا۔

”کیا؟“ حسن صاحب کا منہ تیرتے سے کھل گیا۔

”جی! اخبار کے دفتر سے اس کے بارے میں معلوم کرنا مشکل نہیں ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میرا بات پر اعتبار کریں گے۔“

”تمہیں نہیں دیا تو پھر کس نے دیا تمہاری کوٹھی کا جواب ہے کس کا فون نمبر ہے؟“ حسن صاحب بولے۔

”میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ سب کچھ کون کر سکتا ہے یہ بھی کوئی سازش ہے یا کسی کی مخلصانہ عمارت۔ کئی نام ذہن میں آئے۔ ان لوگوں کی خدمت سامنے تھی جو ایسا کر سکتے تھے لیکن ایک نے خیال سے میں چونک پڑا۔ میں نے فوراً سے اس اشتہار کو دیکھا۔ پورھے بابا کی تصویر میں ان کی قیہ کا کارڈ نظر آ رہا تھا۔ یہ چیک کی قیہ تھی اور پورھے بابا کی وارطی بھی قیہ تھی۔

”میں نے حسن صاحب کا چہرہ دیکھا۔ وہ پریشان نظر آ رہے تھے۔“

”حسن صاحب کیا کسی وقت پورھے بابا کی تصویر اتاری گئی تھی؟“

”کیا مطلب؟“ حسن صاحب چونک کر بولے۔

”تصویر دیکھئے آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ یہ تصویر کتنی پرانی ہے۔ ذرا غور سے دیکھئے اور فرمائیے کہ یہ کب کی تصویر ہے۔“

حسن صاحب نے اخبار پر لگا ہا کی تصویر دیکھتے ہی پھر تجویز سے بولے ”یہ تو... یہ تو پرانی معلوم ہوتی ہے۔“

”کس کے پاس ہو سکتی ہے یہ تصویر؟“ اور یہ بھی آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ یہ ایک اور کیوں بنائی گئی لیکن کم از کم اس سے میری ہچکناہی کا ثبوت مزور رہا ہے۔ میں ابھی جا کر پورھے بابا کے سامان میں یہ قیہ تلاش کر سکتا ہوں ممکن ہے موجود ہو۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے یہ تصویر اس کے سامان میں ہو سکتی ہے۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہارے کہہ مجھے یقین آ گیا۔ پھر یہ کون شخص ہو سکتا ہے۔ اور اس کا مقصد کیا ہے۔ سہلے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے یا کسی اور نے اس کی کوئی تصویر کبھی نہیں اتاری، کوئی مزدور تھی ہی ریش نہیں آئی، اور پھر یہ تو اس کی پرانی تصویر ہے۔ اُس کے پاس کوئی سامان نہیں تھا جس میں یہ ہوتی۔ ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ واقعی یہ تو بڑی عجیب بات ہے!“

”حسن صاحب خود غلامی کے انداز میں بولے۔

”آپ اخبار کے دفتر سے مزدور تحقیقات کریں۔ اس بارے میں معلومات ہونا مزدوری ہے۔ میں بھی کوشش کرتا ہوں۔“

حسن صاحب خیالات میں ڈوبے رہے۔ پھر انہوں نے مہذرت آئینہ انداز میں کہا ”میاں صاف کرنا نہیں ہوتے میں کافی

سخت باتیں کہہ گیا ہوں تم سے! " میں نے ان کا گریہ نہیں مانا! " میں نے جواب دیا۔ مجھے تو بس یہ افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو کافی الجھنا پڑا ہے۔ اگر میں داور کے کام میں مداخلت نہ کرتا تو..."

" نہیں فرزا! آپ نے جو ایشانات کیے وہ غیر معمولی تھے۔ میں اس وقت سے سخت بے چین ہوں۔ ایک مہینہ کا انتقال ہو گیا تھا اس لیے جانا پڑا۔ خیال تھا کہ ان کے سوچنے کے بعد واپس آؤں گا۔ مسکن بیچنے میں نے وہاں رکھنے نہ دیا۔ رات کو واپس آیا ہوں خیال تھا کہ میرے تھے ملاقات کر کے تمہاری معلومات کی تفصیلات معلوم کروں گا۔ اخبار دیکھا تو پتا چل گیا کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکا کہ پورے کی بازیابی سے کیا پس ہوگا تم سے یہ اشتہار دیا ہے تم خود تازہ اور کیا سوچ سکتا تھا۔ میں نے ان باریکیوں پر غور نہیں کیا تھا۔ یہ صورت حال تو اور پڑا سارا ہو گیا۔ آخر اشتہار لینے والا کون ہو سکتا ہے؟ "

" جھان بین کرنی پڑے گی۔ " سنو اخبار کے دفتر سے تحقیقات میں کراؤں گا۔ آفس میں گیارہ بجے کے قریب میرے پاس آجانا اس وقت تک میں بھی ضروری کام نکالوں گا اس کے بعد گفتگو کریں گے۔ "

" بہتر! " میں نے جواب دیا۔ " جلتا ہوں! " حسن صاحب اٹھ کئے۔ ان کے جلنے کے بعد میں نے چند لمحات سوچا۔ میرے فون کے قریب جا بیٹھا۔ ذہن میں صرف میں اڑاؤ تھے مسکن بات قابل یقین نہیں تھی۔ تاہم خود کو مطمئن کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ پہلے میں نے فون کیا۔ حسن جاگ گیا تھا وہ فون پر گیا! " سوری محسن! صبح سویرے پریشان کر رہا ہوں۔ " " کون فرزا! " خیر ہے؟ " محسن کی چونکی ہوئی آواز سنائی دی۔ " تم نے پورے ہانکے لیے تلاش گمشدہ کا اشتہار دیا ہے محسن؟ " میں نے سوال کیا۔ " نہیں۔ کیوں؟ "

" ہمارے حوالے سے آج اخبار میں اشتہار چھپا ہے۔ جو میں نے نہیں دیا اور حسن صاحب نے بھی نہیں دیا۔ جبر حال کوئی خاص بات نہیں ہے، میں نے سوچا کہ شاید تم نے یہ کوشش کی جو اچھا ٹھیک ہے خدا حافظ! " میں نے فون بند کر دیا۔ محسن کا نام تو ذہن میں رہی ہی آ گیا تھا۔ اصل میں وہ آدمی نکلنے میں کی طرف پار بار خیال جاتا تھا۔ یعنی بیٹے براؤن۔

اگر وہ یہاں موجود ہے تو کیا پھر ڈاکٹر طاہر ملی۔ لیکن طاہر ملی سے میں

برو راست یہ سوال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تاہم اس وقت بھی یہی بتایا تھا کہ اب میرا تقاب نہیں کیا جا رہا جس پر میں نے اس سے کہا کہ اب اپنے آدمیوں کو میری نگرانی سے بھاڑو۔ تاہم نے کہا بھی کہ اس میں اسے کوئی دقت نہیں ہے، میں ابھی احتیاط کروں۔ مسکن میرے ارادہ پر وہ مان گیا۔ تاہم میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں کوئی غصہ محسوس کروں گا تو اسے بتا دوں گا! "

ناشناختہ کرتے کے بعد میں تیار ہو کر دفتر چل پڑا۔ دفتر میں کوئی مسئلہ الجھا ہوا نہیں تھا اس لیے کہ کسی کی پشت سے کسے لگا کر سوچ میں ڈوب گیا۔ پورے باہر کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہو گیا تھا۔ اب تو یوں سی ہونے لگی تھی، چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ حسن صاحب سے اب کوئی بات چھپانا بے سود ہے۔ انھیں تمام حقیقتوں سے روشناس کرنا ضروری ہے۔ لیکن تمہیں سے کوئی اشارہ مل جائے۔ دوسری اہم بات جو خود میرے ذہن میں کبلا رہی تھی، وہ یہ تھی کہ حسن صاحب پورے باہر کے سلسلے میں یقیناً ان دونوں سے زیادہ باخبر ہیں۔ وہ ضرور اس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔ بنیادی طور پر میرے اس خیال کی وجہ ندرت تم ندرت کے تصور ہے مجھے گہری طرح چونکا دیا۔ ان الجھنوں میں ایک زبردست حماقت کی غمی میں نے۔ پورے کی گتہ کی پر بھی ندرت کا رد عمل تو دیکھنا چاہیے تھا کہ آفراس کی کیا کیفیت ہے خیال ہی نہیں کیا تھا۔ پتا تو چلتا کہ اس پر کیا گزری، ندرت وہ اس سلسلے میں سے زیادہ پر سارا حیثیت کی مالک تھی۔ ڈاکٹر طاہر ملی کے کوشش کے معاملات معلوم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، سب کچھ اس کے علم میں تھا۔ مسکن ندرت کا اس کی زبان پر نہیں آیا تھا۔ دوسری طرف بیٹے براؤن تھا جو کچھ جانتا تھا مسکن اس پر سارا سی لاکھ کے بارے میں اسے کچھ نہیں معلوم تھا جو ایک دن پورے کا سا پھانڈا رہے وہ جی سمی۔ یہ حسن صاحب جانتے تھے کہ وہ کون سے۔ اور حسن صاحب آ دیانت سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہوتے تو مجھے ان سے ندرت کے بارے میں ضرور پوچھنا چاہیے۔

" تجھ کی گیارہ بجے ان کا فون آگیا۔ فرزا! ازراستہ! " جی ہاں بالکل! "

" تو پھر آ جاؤ! " انھوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ چ لمحوں کے بعد میں ان کے دفتر میں تھا۔ " اخبار کے دفتر سے معلومات حاصل کر لی ہے میں نے! "

انھوں نے میرے کرسی پر بیٹھے ہی کہا۔

" خوب! تو کچھ بتا چلا؟ "

" نہیں! وہ لوگ اشتہار دینے والے کے بارے میں کوئی اندازہ یا تفصیلات نہیں رکھتے۔ اقدار کے لئے بیوں کی رسید دے دیتے ہیں۔ اشتہار قبول کرتے وقت میں یہ دیکھ لیتے ہیں کہ اس کے متن میں اطلاق سے گری ہوئی کوئی بات تو نہیں۔ یہ تو یوں بھی تلاش گمشدہ کا اشتہار تھا اس لیے جو شخص بھی اسے دینے آیا تھا اس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ "

میں گہری سانس لے کر خاموشی ہو گیا پھر حسن صاحب بولے۔ " یہ سب کچھ پہلے ہی بہت پڑا سارا اور الجھا ہوا معاملہ تھا فرزا! مسکن کتاب الجھ گیا ہے اس سے قبل آتا الجھا ہوا نہیں تھا۔ معلوم نہیں اس پورے ڈھنگ میں کیا کچھ پورے ہوا ہے اور شاید یوں ہے کہ ہمارے علاوہ بھی کوئی اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔ "

" میں آپ سے پہلے بھی منذرت کر چکا ہوں حسن صاحب آؤ آپ مجھے اس سلسلے میں... "

" میرا یہ مقصد نہیں تھا! " حسن صاحب نے میری بات درمیان سے کاٹ دی۔ " میں تمہیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ تمام معاملہ میرے دفتر سے تعلق رکھتا ہے نہ اس کی کوئی کا دعاری نوعیت ہے۔ اسے صرف میرا شوق سمجھو اور میرا جھون سمجھو۔ جو کچھ تم نے مجھ سے اس وقت کہا تھا میں اس پر شدید حیران ہوں۔ بہت غور کیا ہے میں نے اس بات پر کہ اس کو کچھ میں محدودہ کرتے آتی معلومات کہاں سے حاصل کریں۔ صرف ایک طرف ذہن جانا ہے مسکن یقین نہیں آتا کیونکہ... کیونکہ... جن شخصیت کی طرف میرا ذہن جاتا ہے اسے آج نہیں معلوم ہو سکتا۔ یہ جلد گری ہے تھلائی۔ مجھے بتاؤ کہ کیا معلومات حاصل ہوئی ہیں تمہیں اس سلسلے میں اور تم نے جو نام لیے تھے ان کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ " مجھے میرے بے نقاب ہونے کے حسن صاحب، مجھے اذیتیں دلائی گئیں کہ انہوں نے آپ کو کچھ اعتماد دلوانے کے مسکن اس کا عہدہ دیا نہیں ہوں گا۔ " میں نے کہا۔

" یقیناً تم تصور دار نہ ہو گے! " حسن صاحب بے چینی سے بولے۔

" تو پھر کہاں جاپان کے ایک ہوٹل کی اس رات سے شروع دلی ہے جب آپ اپنے بزنس پارٹنر بیٹے براؤن کے ساتھ ایک رے میں مقیم تھے اور پورے والے کمرے میں آپ کی ملاقات ایک لمبی شخص سے ہوئی جس کا نام وہ ڈی واسکا تھا۔ " میں نے بھی ناہی کہا تھا کہ حسن صاحب نڈھال سے ہو کر کرسی کی پشت

سے ٹک گئے۔ ان کے اعصاب بُری طرح کشیدہ ہو گئے تھے... " وہ ڈی واسکا کی ڈائری آپ کو ملے گی یا پھر لگے گی اور اس طرح نوٹس سولٹ کا خزانہ آپ کے علم میں آئے۔ ان الفاظ میں پوری کہانی چھپی ہوئی ہے۔ وہ طبعی کی پراسرار شخصیت اس کی رہائش گاہ سے ملنے والا پڑھا اور ڈاکٹر ظاہر ملی یوں مجھے جیسے حسن صاحب کے یہ اس کہانی کا مختصر سا خاکہ ہے۔ "

" یہ خاکہ نہیں ملتا، مکمل کہانی ہے۔ اس کے بعد کیا رہ جاتا ہے، حسن صاحب کچھ بولے پھر میں بولے۔

" بہت کچھ رہ جاتا ہے حسن صاحب لیکن اطمینان رکھیں، اس بار سے میں بھی میں ہی آپ کو بتاؤں گا۔ " میں نے حسن صاحب کو غور دیکھے ہوئے کہا۔ انھوں نے میری بات پر توجہ نہیں دی تھی اور اپنے ہی خیال میں ڈوبے رہے تھے۔ پھر وہ گردن اٹھا کر بولے۔ " سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیسے براؤن نے یہ تفصیل اپنی بیٹی کو کیوں بتائی، اس نے جو کیا پڑا تا تھا وہ کیوں کیا؟ اور کیا کیا تھا تم نے؟ کچھ میرے بے نقاب ہوں گے۔ کون سے پھر سے بے نقاب ہوں گے تم کھلتے کیوں نہیں؟ "

" خاموش رہنے کی گستاخی نہیں کر سکتا حسن صاحب! یہ کہانی مجھے خود سطر براؤن نے سنائی ہے۔ " میرے ان الفاظ پر حسن صاحب کی حالت اور غراب ہو گئی۔ وہ گہری گہری سانس لینے لگے بولے۔ " مسکن یہ کیسے ممکن ہے، براؤن یہاں کہاں دھڑلے جو وہ تمہیں یہ کہانی سناتا۔ "

" دراصل حسن صاحب آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ پورے بابا سے مجھے صرف اس لیے عہدہ دی ہوئی تھی کہ ذرا اور ان کے ساتھ دھڑلے سول کر رہا تھا۔ اس کے بعد ہی کچھ تفصیلات میرے علم میں آئیں مسکن دوسری بار میں خود کو اس عہدہ کی احکام سے دور نہ رکھ سکا۔ اس کے بعد آپ نے پورے کی ذمہ داری ایک دلچسپ انداز میں میرے سپرد کر دی۔ میں صرف مشتعل کے طور پر اس کے بارے میں تحقیقات کر رہا تھا۔ تب مجھے علم ہوا کہ ڈاکٹر ظاہر ملی اس کے دامغانی مرض کے علاج کی آڑ میں دراصل اس کی دامغانی حالت تباہ کر رہا ہے جو دوا میں طاہر ملی سے استعمال کر رہا تھا وہ اس کا ذہنی توازن درست کرنے کے لیے نہیں بلکہ مزید غراب کرنے کے لیے تھیں۔ ایک دوسرے شہو اسپیشلسٹ سے میں نے اس کا تصدیق شدہ مشقٹ حاصل کر لیا ہے۔ طاہر ملی کو جب اس بات کا شہ ہو گا میں نے اس کا راز جان لیا ہے تو اس نے مجھے شیشے میں آگے کی کوشش کی اور اس کے لیے بیٹے براؤن کی بیٹی جولیا کا سہارا لیا، جس نے مجھے اس سلسلے میں صرف زبان بند رکھنے کے لیے پچاس ہزار کی رقم پیش کی۔ جیسے حسن صاحب اب پوری کہانی

میں ہی یہی ہے۔ ظاہر ملی دراصل میکے براؤن کا آرا کارن گیا تھا اور دونوں یہ چاہتے تھے کہ آپ کی تحویل میں ہوتے گا ذہنی توازن دست نہ ہو سکے اور وہ وطنی کارڈ آپ کو تباہ نہ کرے۔ پولیس نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ اس نے مجھے ملاقات کی اور دردمندہ تمہیں شہ کے جاہلوں میں مکمل طور پر اس کے لیے کام کروں، اس کی بھینک وہ ظاہر ملی کو بھی نہیں دینا چاہتا تھا، اس کے لیے سب کی بدقسمتی کو بڑھا تو جی نکل گیا گا۔ یہ ہے مکمل کہانی حسن صاحب! میں نے نہایت احتیاط سے اپنی کہانی چھپائی تھی۔

حسن صاحب کی شکل دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ ان پر کیا ریت رہی ہے۔ دیر تک وہ سر پر کپڑے بیٹھے رہے۔ پھر کوزرہ پھیلے ہوئے "کاش غزال! تم مجھے پہلے ہی یہ سب کچھ بتا دیتے۔"

"اس میں کوئی بات آپ کے مفاد کے خلاف نہیں جاتی تھی حسن صاحب! میری خواہش تھی کہ تمام تفصیل معلوم کرنے کے بعد ہی۔۔۔ یہ صاف کیجیے آپ کے حلیے کا جواب دوں!"

"میکے براؤن تو غیر ہے ایک کاروباری آدمی۔ ایک ایسا شخص جو مفاد پرست ہے۔ لیکن ظاہر ملی اس طرح اس کے ساتھ شامل ہو جائے گا اس کی مجھے امید نہیں تھی۔ اس لیے مجھے آتا رہا دھوکا دیا اور میں اس کے اشاروں پر جا بجا رہا۔ غفلت میری ہی تھی مجھے سوچنا چاہیے تھا! مجھے خود ہی غور کرنا چاہیے تھا۔ میں نے ہی ان دونوں کی گفتگو کر لیا تھا۔۔۔ لیکن کوئی بات نہیں ظاہر ملی نے مجھ سے غداری کر کے خود کو تباہ کر لیا ہے۔ میں اسے ایسی سزا دوں گا جس سے وہ عمر بھر یاد رکھے گا!"

"ہاں حسن صاحب! یہ سب کچھ آپ کے خلاف جاسے گا!"

میں نے کہا۔

"کس طرح؟ آؤ اس طرح؟ تم مجھے ان دروازوں کی تفصیل دو گے میں اس پر کس کر دوں گا، وہ کہیں کا نہ ہے گا!"

"وہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے آپ کے ایثار پر ایسا کیا تھا۔ مجرم آپ بھی گردانے جائیں گے حسن صاحب کیونکہ آپ نے ایک دماغی مرض کو ہسپتال میں داخل کرانے کے بدلے گھر میں رکھ رکھا تھا۔ ڈاکٹر ظاہر ملی کہتا ہے کہ آپ اس کے دماغی توازن کی درستی نہیں جانتے تھے اور وہ موت آپ کا لہ لہ کر گیا تھا۔ درنہ ایک دماغی مرض کو گھر میں رکھ کر زانیہ مسمیٰ رکھتا ہے۔"

حسن صاحب شدید الجھن میں گرفتار نظر آ رہے تھے۔ دیر تک وہ خاموش رہے پھر گوی سانس لے کر بولے "جو کچھ ہوا ہے غزال! بہتر ہوا ہے، واقعی کچھ ایسے لوگ بے نقاب ہونگے جن پر میں مستقبل میں کوئی بڑا انحصار بھی کر سکتا تھا۔ ان کے بارے میں

بھر ڈاکٹر ظاہر ملی اس کا ساتھ ہے جو شخص اتنے گہرے انداز میں مجھے اطمینان دے رہا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

"یہاں کچھ دوسرے دلچسپ کچے بھی ہیں حسن صاحب!"

"وہ کیا؟"

"ڈاکٹر ظاہر ملی نے مجھ سے سو سے بازی کر کے میری ملاقات جو لیتے کر لائی تھی میں نے مجھے پچاس ہزار روپے پیش کر کے کہا تھا کہ میں بڑے کم سٹے میں اسے تمام کا ٹھکانہ سے گاہ کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اور پیشکش بھی کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ میں براہ راست میکے براؤن سے رابطہ قائم کروں اور اصل معاملات کی ڈاکٹر ظاہر ملی کو بھی ہوانہ لگے، اس کے بعد میکے براؤن کی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی اور مجھے یقین ہے کہ اس نے ڈاکٹر ظاہر ملی سے بھی اپنی آمد چھپائی ہے اس کی درخواست مجھ سے بھی کی گئی تھی۔"

"اگر ایسا بھی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس نے دوسروں کا سہارا حاصل کر لیا ہوگا۔ لیکن یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب بڑھا ہیکے براؤن کی تحویل میں ہے۔ مجھے اور کوئی نکر نہیں ہے، ہاں اس قدر ذہنی رفتہ مزور ہے جو ہیکے براؤن نے مجھ سے کی ہے اور ڈاکٹر ظاہر ملی اس سے بھی زیادہ قابل نفرت ہے!"

"حسن صاحب! پورے مفوض سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ ماگنان معاملات سے آپ کی دلچسپیاں اب بھی برقرار ہیں تو میں اس سلسلے میں آپ کے لیے کام جاری رکھ سکتا ہوں۔"

"میری ذہنی کیفیت بہت خراب ہو گئی ہے غزال! کچھ بھر میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"بہتر ہے کہ اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کر لیں۔ میری پیشکش برقرار رہے گی، اب اجازت چاہتا ہوں۔" میں نے اٹھنے کے لیے پہلو بدلا ہی تھا کہ حسن صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے "بیٹھو کوئی خاص ضرورت ہے کیا؟"

"جی نہیں، میں آپ کو سوچنے کا موقع دینا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اور کچھ نہیں سیکن بڑھے بابائے کو سنبھالنے سے نکل جانے کے معاملے میں آپ کا ذہن میری طرف مزور جارہا ہوگا، اس کا فیصلہ کر لیں جلد ہی مناسب ہوگا۔"

حسن صاحب مجھے فریضاً نگاہوں سے دیکھتے رہے پھر ان کے ہونٹوں پر بھیجی سی مسکراہٹ پھیل گئی وہ ہاتھ اٹھے پڑھا کر میرے بازو پر رکھتے ہوئے بولے "میں نے حالت کا پتہ نہ کیا ہے بیٹے! خدا کی قسم میرا دل صاف ہو گیا۔ مجھے اب تم پر کوئی شک نہیں ہے۔ یہ آخری بات ہے۔"

"مشکہ یہ حسن صاحب!"

"اب اس سلسلے میں کیا کریں غزال! میاں؟ تم یہ کیسے معلوم کرو گے کہ بڑھا ہیکے براؤن کی تحویل میں نہیں ہے۔"

"یہ کام آسان نہیں ہے۔ لیکن جو لیا کوئی اس کے لیے استعمال کر سکتا ہوں۔ وہ میرے اور میکے براؤن کے درمیان رابطے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دوں۔"

"دیکھو غزال! میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں نے ان معاملات میں یورپی پوری دلچسپی لی ہے، خود کو بائبل ہی ٹیک اور پارسا نہیں کہتا کیونکہ کچھ کام میں نے بھی میکے براؤن سے پورا شدہ رکھ کر لیے ہیں لیکن ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ میں اس سے پھیجا کر خزانہ حاصل کرنے کی کوشش کروں بلکہ یہ صرف حقیقتوں تک پہنچنے کی ایک کوشش تھی۔ میں ان سارے معاملات پر نفرت بھیجتا ہوں اور اس کے بعد سے اس سلسلے میں کوئی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن براؤن نے جو کچھ کیا ہے وہ مجھے اپنے لیے ایک حلیے معلوم ہوتا ہے۔ مجھے مشورہ دو کہ اس جھگڑے کو اپنے ذہن میں مستحکم کر دوں یا جاری رکھوں؟"

"یہ فیصلہ تم آپ کریں گے حسن صاحب! میں نے کہا۔"

"جی نہیں جانتا ہر اتنے کے لیے لیکن میں ان لوگوں کی طرح سازشی ذہن نہیں رکھتا۔ اب صرف ایک ہی شرط پر میں اس کام کو جاری رکھ سکتا ہوں وہ یہ کہ تم اگر خوشی سے یہ یورپی ذمہ داری قبول کرو۔ خدا کی قسم خزانہ میری منزل نہیں ہے میں نے ایک شوق کی تکمیل تھی۔ اگر ان کوششوں کے نتیجے میں کچھ ہاتھ لگ جائے تو میرے حق میں سے آدھا تھا لڑا ہوگا۔ ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہے۔ اس دوران تمام اخراجات میرے ہوں گے اور وہاں بھی میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں ضرور کروں گا۔ دل چاہے تو یہ پیشکش قبول کر لو درنہ اس کے بعد میری طرف سے یہ مکمل بند!"

"دونوں باتیں ہیں حسن صاحب! آپ نے مجھے ایسے لمحوں میں سہارا دیا تھا جب میں واقعی بے بار و بار دکھتا اور میرے لیے شہر کے فٹ پاتھوں کے علاوہ اور کوئی کچھ نہیں تھی۔ مجھے آپ نے محسن کے حوالے سے ہی جو کچھ زیادہ تاحیات مجھ پر احسان ہے جسے میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ اس حساب سے مجھے آپ کی شکست خوردگی قبول نہ ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ میں اپنے لیے بھی ایک اچھے مستقبل کا خواہش مند ہوں جسے اس شکل میں نظر انداز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے پیشکش احسان مندی کے بعد بات کے ساتھ پیشکش قبول کرتا ہوں اور آج سے خود کو اس معاملے سے پوری طرح مستحق کر رہا ہوں۔ اب جو کچھ ہوگا آپ کے لیے نہیں مگر میں اپنے لیے کروں گا۔ اس بارے میں کیا اور

کوئی بات باقی رہ گئی۔

”ہیں اے میرے مجھے خوشی ہوئی ہے تمہارے اس فیصلے سے“
حسن صاحب نے کہا۔

”اب آپ اس پراسرار رنگہ کے ایک ایک پہلو سے مجھے روشناس کر لیں۔ پتھروں میں موسیٰ پوتا ہے کہ ولاڑی واسکاٹ اوڈوینی کے معاملے سے صرف دو افراد واقف تھے، یعنی آپ اور مجھے براؤن ایسکے براؤن نے دینی کے گھر سے اغوا کیے جانے والے بوڑھے بابا کو آپ کی تحویل میں دے دیا۔ شاید اپنی مصروفیات کی وجہ سے یا پھر محسوس ہے پلے اس کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ آپ اس مسئلے کو اس سے بہتر طور پر حل کر سکتے ہیں۔ بعد میں اس کے دل میں یلپان پیدا ہوئی اور اس نے کچھ وقت نکلنے کے لیے ڈاکٹر ظاہر علی کا سہارا لیا تاکہ بوڑھا خواجہ میں دالیں آکر آپ کو صحیح صورت حال بتا سکے۔ پھر جب وہ اپنی مصروفیات سے فارغ ہو گیا تو اس نے سوا جا کر اب بوڑھے کو اپنی تحویل میں لے کر اس کا علاج کرائے اور اس کے لیے اس نے جو لیا کہ صورتحال کی بڑا تال کے لیے بھیجا، اتفاقاً سے میں ایک کارڈ نمبر کے کی شکل میں اسے نظر آ گیا اور اس نے مجھ سے خائفہ ہوا تھا نا چاہا۔ ادرا ب بوڑھا غائب ہے۔ یہی تفصیل ہے نا؟“

”سو فیصدی ہی!“

”میکے براؤن اب ظاہر ملے سے بھی چھٹکارا چاہتا ہے۔ اگر بوڑھا میرے ذریعے اس کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ خاموشی سے اسے کے کہیں سے نکل جاتا۔ بعد میں ہم تینوں میں میں، آپ اور ڈاکٹر ظاہر ایک دوسرے سے ملنے جھگڑتے جاتے۔ ظاہر علی سے وہ کہہ دیتا کہ بوڑھے کی گمشدگی کے بعد کھیل ختم ہو گیا۔ ہاں اس راز کے افشا کا فخر وہ اُسے صرف مجھ سے ہونا چاہتا تھا اس لیے ممکن ہے وہ مجھے ساتھ لے جاتا جیسے اس نے اور اُسکی بیٹی سے پیشکش کی تھی۔ اور پھر راستے میں کسی جگہ وہ مجھے بھی ٹھکانے لگا دیتا۔“

”بالکل ایسا ہی ہونا! حسن صاحب نے کہہ پھر لوئے لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ بوڑھا کسی طرح اس کے ہاتھ لگ گیا ہے؟“
”اس کا امکان تو ہے، حسن صاحب! لیکن... یہ اتنا آسان نہ ہوگا۔“ میں نے سرد جیسے کہا۔

”کیا مطلب؟“
”معاذ اللہ میرے ہاتھ میں ہے اور سازش کے جواب میں سازش بھی کی جا سکتی ہے۔۔۔ میرا لہجہ بدستور سرد تھا۔
”کیا کر دے؟“
”اس کا فیصلہ بعد میں کروں گا۔“

”اب بات اس اشتہار کی آتی ہے۔ اگر بوڑھا واقعی ان دونوں

”جاہان، تبت اور آس پاس کے دوسرے علاقوں میں دلہنی کی تلاش!“ میں نے جواب دیا اور حسن صاحب نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا لیں وہ میری سطح پر کھینچاں رکھ کر آگے جھک آئے۔ ”تمہیں نظر آنے کے فریال۔ بہت ذہین ہو مجھے یقین ہے کہ تم اس معاملے کو فروریہ خیال لو گے۔ ہاں میں نے اس کا ہے۔ تبت میں میرا ایک آدمی دینی کی تلاش کر رہا ہے اس کا نام تائیگ چوگم لی ہے۔ مشہور ہے اسلئے ہے اور جرم پیشہ افراد کا پورا گروہ رکھتا ہے۔ میں بہت روپے پر بلو کر چکا ہوں وطنی کی تلاش پر آمگ کجنت کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔“

”تجربہ باز نہ رہے؟“
”ہیں اگر یہ سے تین رکھتا ہے مگر وہیں آباد ہے۔“
”حسن صاحب کیا میکے براؤن نے یہ کوشش نہ کی ہوگی؟“ میں نے سوال کیا۔

”مزور کی ہنگ وہ اجتن نہیں ہے۔ لیکن معاملات بتاتے ہیں کہ اُسے بھی کوئی کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔“

”اس مسئلے کا آخری سوال حسن صاحب! میں نے کہا۔“
”پوچھو اب اللطف آ رہا ہے“ حسن صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”غدرت کون ہے؟“ میں نے سوال کرتے ہوئے میں نے اپنی انگلیاں حسن صاحب کے چہرے پر مرکوز رکھی تھیں۔ یہ نہایت اہم سوال تھا اور اس کا یہ پہلو میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ ظاہر علی میکے براؤن سے کسی کو غدرت کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا۔ جب وہ مجھ میں نے دیکھا تھا اس کے بعد وہ مجھ سے کہہ سکتا تھا کہ غدرت کا بوڑھے سے کوئی کہا تعلق ضرور ہے۔ بات صرف انسانی ہمدردی کی ہوتی تو بعد میں اس راز کو چھپانے کے لیے وہ مجھ پر قائل نہ ملے نہ کرتی۔

حسن صاحب جو مجھے ضرور تھے مسکین کوئی پریشان کن کیفیت یا کوئی اور احساس ان کے چہرے پر نہیں پیدا ہوا تھا۔ پھر انھوں نے کہا ”اس سوال کا ان حالات سے کیا تعلق؟“

”براہ کرم مجھے اس بارے میں بتائیے۔“
”جیسی غدرت ایک بالکل علیحدہ شخصیت ہے اسے کسی بھی طرح ان معاملات میں فوٹ نہیں کیا جا سکتا۔“ حسن صاحب پر خیال انداز میں بولے۔ ”تمہیں شاید یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ میری اولاد میں لیکن اس کی حیثیت میری نگاہوں میں اپنے سے بچوں جیسی ہے۔“

”اس کا آپ کا تعلق ہے؟“
”وہ... وہ میری کوئی نہیں ہے! ان دونوں میں ایک گوارباری سلسلے میں ت۔ کیا ہوا تھا۔ لندن گئی بارہا چکا ہوں۔“

جب کہ وہ بڑی امور سے زمت ملتی تو میں اس کے نواح کی سیر ضرور کرتا۔ اس وقت مجھ کو ایسی ہی صورت حال ملتی تھی۔ میں ایک ڈسٹرکٹ کے علاقے میں نکل گیا تھا۔ یہ پراسرار روانی علاقہ مجھے ہمیشہ سے پسند ہے۔ جھیلی وغیرہ کے دوسرے کنارے پر سرد شاداب پہاڑوں میں گھر سے ہونے سین قصبے گس میری میرا ایک دوست چارلس رہتا تھا، جو ان دنوں وہاں موجود نہیں تھا۔ چنانچہ ایل سائڈ کی کیننگ میں، میں نے قیام کیا۔ اور دوسری صبح جھیل کے وسط میں تیرتے ہوئے جزیرے کے سر کے نکل گیا۔ میں نے ایک کشتی کو اسے بر حال کی اور جزیرے پر پہنچ گیا۔ اس پراسرار جزیرے پر زندگی جیسے تھم گئی ہے اس وقت بھی یہ جگہ دنیا سے الگ تھلک خاموش اور پرسکون تھی۔ بلند اور تادور درختوں کے سامنے میں کھائے اور جھاڑیوں کے درمیان سے گذرتی ہوئی ہوا کی سنسناہٹ کے سوا اور کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ میں مجھے نظر آئی۔ بھگے بال خشک چہرہ آنکھوں میں خوف کی چھایاں، لباس بوسیدہ، ایک نگاہ دیکھنے سے وہ جزیرے کی پراسرار روح معلوم ہوتی تھی۔ عجیب سے انداز میں وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے دل میں اس کے لیے بے پناہ ہمدردی ابھرنی۔ نہ چلنے کیوں میرے دل میں احساس اچھا کر دہ اس وقت میری ہمدردی کی مستحق ہے میں نے اُسے پیار سے بلایا اور وہ میرے نزدیک آ بیٹھی میں نے اس سے اس کے بارے میں کئی سوالات پوچھے لیکن وہ گردن جھکانے خاموش بیٹھی رہی جب اس نے میری کسی بات کا جواب نہ دیا تو مجھے الجھن ہونے لگی۔ میں کسی اسکینڈل سے بھی بچنا چاہتا تھا۔ نہ چلنے کو نہ کسی مصیبت کا شکار ہو کر یہاں جھنگ رہی ہے؟ میں نے سوچا لیکن میں اسے وہاں تہا نہ چھوڑ سکتا۔ اسے میری مکروری سمجھ لو یا اس کی بیچارگی کا احساس کریں جا پتے ہوئے بھی اُسے نظر انداز نہ کر سکا اور واپسی میں اپنے ساتھ لے آیا۔ خیال ہی تھا کہ اس کی ذات کے ساتھ یورپی معاشرے کی کوئی گھناؤنی کمانی وابستہ ہوگی۔ لندن میں میں نے اسے اپنے پاس ہی ہوئی میں رکھا۔ یہ خیال تھا کہ جب اسے مجھ پر اعتماد ہو چلے گا تو وہ مجھے اپنے بارے میں بتا دے گی۔ میں نے اس کی ہر طرح مکررے کا ایلھہ کر لیا تھا۔ البتہ وہ دن گذر چکے تھے اور میں نے اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ بولتی ہی نہیں تھی۔ عموماً اس کی آنکھیں بھیجی رہتی تھیں لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے تمام سوالات کے جواب ان بھیجی ہوتی آنکھوں میں ہوں۔

”بھرنی والی سی تیاریاں کہنے لگا۔ میں اس کی خاموشی سے کسی قدر جھلا بھی گیا تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کے لیے کیا کروں، میں نے اس سے کہہ بھی دیا کہ تم اب بھی اپنے بارے

میں کچھ نہیں بتاؤ گی تو میں مجبوراً تمہیں پولیس کی تحویل میں دے دوں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کر سکتا ہوں۔ یہ اس رات کی بات ہے جس دن میں نے اس سے یہ الفاظ کہے تھے۔ میں سو گیا تھا، وہ بھی دوسرے رات پر سو رہی تھی کہ مجھے کچھ آہیں سنانی دیں اور میں جاگ گیا کہ کس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور دم درشتی میں مجھے کچھ انسانی سانس نظر آئے تھے۔ میرے رات سے اٹھتے ہی وہ کمرے سے نکل بیٹھا، دوسری صبح ہی غالی تھی، لاشی وہ صبحی پر موجود نہیں تھی۔

” ایک عجیب سا لگاؤ ہو گیا تھا مجھے اس سے لیکن اس کی پراسرار شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ وہ جس طرح بھربھک آتی تھی، اسی طرح گم ہوتی تھی۔ نہ ملنے نہ پراسرار سانسے کون تھے میں نے اکتفا کیا اپنے سامان کا جائزہ بھی لیا لیکن سب کچھ ٹھیک تھا۔ میں کئی روز تک اٹھارہ ماچھر سوچا کہ کسی اور جگہ میں نہیں جاؤں اس لیے خاموشی اختیار کر لی۔

” پھر میں یہاں آ گیا۔ کئی بار اس کے بارے میں سوچا لیکن کوئی خاص بات نہیں تھی، زندگی میں ایسے واقعات اکثر پیش آتے ہیں۔ شاید وہ ہمیشہ کے لیے میرے ذہن سے محو ہو جاتی لیکن پھر ایک دن وہ مجھے دوبارہ نظر آ گیا، میں اس شہر میں کون تھی کے نزدیک نہ جانے وہ کس کی تلاش میں بیٹھا رہی تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا۔ غزالی اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا محسوس ہے وہ بولتی نہیں لیکن اس کی آنکھیں بولتی ہیں۔ ذہن خود بخود فہم تراش لیتا ہے۔ میں دنیا دار آدمی ہوں، ہالی بچوں والا، کسی بھی جھگڑے، کسی بھی اسکینڈل سے خود کو محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ اسے دیکھ کر بہت سی الجھنیں ذہن میں ابھر آئیں لیکن اس کی آنکھوں کے منقلاطی سمجھنے میرے ذہن سے سب کچھ بھلا دیا اور میرے دل میں اس کے لیے پھر وہی محبت وہی اذیت ابھرتی جو انگلستان کے اس پراسرار جزیرے میں ابھرتی تھی۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے شامانی کے انداز میں میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اس کے ہاتھ میں اسے کوئی شے لے آیا۔ مجھے اس سے تو میری کہ مانند محبت ہے۔ اس کے بارے میں مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے گئے۔ کچھ آنکھوں میں شبہات بھی ابھرے لیکن کوئی کچھ نہیں کہہ سکا۔ اس کا نام میرے علم میں نہیں تھا دوسروں سے روتنا سن کر اُسے لے لیے میں نے اسے نمدت کا نام دیا بعد میں، میں نے بہت کوشش کی، اس سے اس کے بارے میں پوچھوں لیکن وہ نگاہیں جھکائے رہتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ سکاوتی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں جانتا ہوں کہ میرے اہل خاندان نے اُسے اپنے درمیان

راستے تم خود متین کرو گے۔“
 ” ایک اور درخواست ہے!“
 ” حذر کہو!“
 ” حالات کا تقاضا ہے کہ آپ ڈاکٹر ظاہر علی سے اپنا رویہ ذوق بدل کر تبدیل کر لیں۔ اس سے اس سلسلے میں مسئلہ راپٹر رکھیں اس کا اعتماد قائم رکھیں، خواہ اس کے لیے مجھ پر شبہ کا اظہار کریں نہ کرنا پڑے۔“

” ٹھیک کہتے ہو۔ میں خیال رکھوں گا۔“
 ” بوڑھے کے سلسلے میں آپ نے اُسے کیا بتایا تھا؟“
 ” میں نے ایسے ہی ایک جھوٹی کہانی تلاش کی تھی جیسے کہ معلوم تھا کہ وہ حقیقت جانتا ہے۔“ اس نے صاحب نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔
 ” آپ کو خود پتہ چلا ہو گا کہ اس صاحب اظہار علی کو شبہ کیا نہ ہو سکتے تھے ان حالات کا۔ ان حالات سے فارغ ہو کر ہم نیا پروگرام ترتیب دیا جائے گا۔“
 ” مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں ہے، لکھی سے بتا دینا۔ اب کسی تکلف کی گنجائش نہیں رہی ہے۔“

” جی ہوتی ہے۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ذہن میں ہزاروں الجھنیں لیے لیے ان کے کرنے سے نکل آیا۔ یہ بہت طویل نشست ہو گئی تھی۔ وقت کا اندازہ نہ ہو سکا۔ اسٹاف بیچ پر جا چکا تھا۔ میں اپنے آفس میں آ گیا۔ صاحب نے ہونے والی گفتگو کا ایک ایک نقطہ ذہن میں محفوظ رکھا۔ ظاہر بوڑھا صرف وطنیت ہمک پہنچنے کا ایک وسیلہ تھا اور ان لوگوں کی نگاہوں میں اس کی بس ہی اہمیت تھی کہ ممکن ہے وراثی قوانین درست ہونے کے بعد وہ ان شخصوں میں سے کسی کے ہاتھ میں پیدا ہوتا خیال میں بوڑھا بابا اس قدر قراہم نہیں تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وطنیت نے اُسے اتنی حفاظت سے کیوں رکھ چھوڑا تھا۔ وہ اس کے لیے اس قدر اہم کیوں تھا۔ اور پھر وطنیت روپوش کیوں ہو گئی تھی۔

دفعتاً ایک خیال ذہن میں آیا اور میں خود کو بان نہ رکھ سکا۔ میں نے فوراً من صاحب کو فون کیا۔ ”صاف کہیے گا من صاحب ایک بات پوچھنا معمول کیا۔“

- ” ہاں کہو؟“
- ” وہ ڈائری کہاں ہے؟“
- ” کونسی ڈائری؟“
- ” جو آپ کو دستاویز کے کرے سے ملی تھی؟“
- ” وہ میرے پاس موجود ہے!“
- ” آپ ہی کے پاس ہے نا؟“

” ہاں!“
 ” میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔“
 ” رات کو لے لینا۔ میں نے اُسے امتیاز سے رکھ چھوڑا ہے۔“
 ” بہتر!“ میں نے فون بند کر دیا۔ بہت سے خیالات تھے لیکن ان میں سب سے اہم خیال ندرت کا تھا۔ وہ بار بار میرے ذہن میں ابھرتی تھی۔ لاکھوں سال کا سماج اور اتنا کثرت ان معاملات میں ایک غیر اہم کردار ہے لیکن آنکھوں سے جو کچھ دیکھا تھا اور جو اس کے بارے میں پتہ تھا وہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مان لیا وہ ایک معلوم انسان کی دوسرے معلوم انسان کے ساتھ ہمدردی تھی لیکن پھر اس ہمدردی کے نتیجے میں وہ گواہ کو ختم کرنے کی کوشش کیوں کی؟ ندرت جیسی بیوقوفی کے دل میں کسی کو قتل کرنے کی خواہش کیوں بیدار ہوئی۔ اس لطافت اور اس منظر کو پوشیدہ رکھنے کا جذبہ اتنی انتہا کیوں پہنچا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کے علاوہ من صاحب نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ انتہائی تعجب خیز تھا۔ انھوں نے اس کے اندر پوشیدہ ایک پراسرار قوت کا تذکرہ بھی کیا تھا۔ اذ دفعتاً مجھے ندرت کی آنکھیں یاد آئیں، حسین اور پرکشش آنکھیں ایک نگاہ دیکھتے ہی ان آنکھوں کی کشش کا احساس ہوتا تھا۔ یہ صرف ان کا حسن تھا یا کچھ اور۔ ندرت کون ہے؟ بوڑھے کی گمشدگی کے بعد میں نے اس کو ایک نگاہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس سے ملنا چاہیے ممکن ہے اس کی کیفیت سے کوئی اندازہ ہو۔ آج ہی ملوں گا اس سے۔ لیکن امتیاط کے ساتھ اگر لوگ اس کے بارے میں نہیں جانتے ہیں تو میں بھی اس معاملے کو دوسروں سے پوشیدہ رکھوں گا۔

شام کو پانچ بجے تھا تھا کھانا سامانی مل گیا۔ اٹھ گیا۔ سوچا تھا کہ کوئی جاگ کر کچھ پروگرام کروں گا۔ دماغ تیزی میں تھکا ہوا تھا لیکن کامیاب شہرت کے پلٹے ہوئے قہار کا خیال آ گیا۔ اس سے ملاقات کر لی جائے کام کا ادھی ہے۔ بے لوث ہے کہ میں یہ سوچے کہ میں اس سے رشتہ ہو رہا ہوں۔ اور پھر بیکے برائے کوسانے لانے کے لیے جو خیال میرے ذہن میں آیا تھا، اس کے لیے بھی قادری کی ضرورت تھی۔ گو میں اس پر اچھی عمل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

” اتفاقاً کچھ تو میرے ہی اندازہ ہو گیا کہ قادری اس وقت موجود نہیں ہے یہاں چند لوگ اب مجھے تادری کے گھر سے دوست کی حیثیت سے پہچان گئے تھے۔ ان میں سے ایک میرے پاس آ گیا۔ بیٹو مارٹر کو تو دوسرے گئے ہوئے ہیں، کوئی خدمت جناب؟“

” واپسی کا کب امکان ہے؟“

” اگر کوئی اہم ضرورت ہو تو انھیں فون پر تلاش کیا جا سکتا ہے۔“

” نہیں میں انھیں تیری آمد کی اطلاع دے دینا۔ میں نے کہا

پھر میں واپسی کے لیے پلٹ ہی رہا تھا کہ تاروں سے ملاقات ہو گئی۔ وہ گاڑی سے اتر پھا: "آؤ غزال بھائی، واپس جا رہے تھے؟"

"ہاں، بس یوں ہی چلا آیا تھا۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ تاروں نے میرے لیے کافی سنگوانے کا حکم دیا پھر کہنے لگا: "تمہاری شکل دیکھ کر ایک شرمندگی سی ہونے لگتی ہے غزال بھائی، ہاں وہ اشتہار کا نتیجہ ہے مگر وہ میرے خیال میں تم نے ٹھیک ہی کیا ہے جہاں کہیں جی ہوگا اطلاع تو لے کر میز خیال ہے اشتہار کا سلسلہ جاری رکھو۔"

"وہ اشتہار میں نے نہیں دیا تارو؟"

"حسن صاحب نے دیا ہوگا؟"

"انھوں نے بھی نہیں!"

"تو پھر؟"

"کسی نامعلوم شخصیت نے دیا ہے وہ اشتہار اخبار کے دفتر سے بھی کیا تھا میں مل سکا۔"

"ارے... نکمل ہے مگر! تاروں میں حیران ہو گیا۔ پھر گردن جھٹکتے ہوئے بولا: "ابھی کچھ پڑھی سیکنڈ ہینڈ ہو گئی ہے غزال بھائی یا پھر یہ پتھر ہے جسے میں ڈنٹ نہیں ہو رہا۔ بوڑھا نہ ہو اللہ قسم ہوشیار ہو گیا یعنی کسی نے تلاش کشہ کا اشتہار دیا اور پھر پتا بھی تمہارا نکھوایا کمال ہے۔"

"تمہاری ضرورت پھر پیش آنے کی تارو۔ تیار ہو۔"

"دل و جان سے تیار ہوں غزال بھائی، غلام کی قسم ہاں وہ ناک شہ زندگی کو دوڑ کرنے کا موقع ملے۔ دینا کے لیے آتا کچھ کر دیا اس اپنے پیار ہی کا کام خراب ہو گیا۔"

"جو ہوتا تھا اسے کون موک سکتا تھا تارو!" میں نے کہا۔

تاروں کے ساتھ کافی وقت گزارا اور پھر سات بجے کے قریب وہاں سے چل پڑا۔ اکتوبر کا مہینہ تھا سات بجے خاصی رات ہو چکی تھی۔ موسم میں ایک خوشگوار مٹی بھری ہوئی تھی۔ وہ جہر کی ذہنی تھکن کو دوڑ کرنے کے لیے ایک لمبا راستہ اختیار کیا اور گراڈ ٹروڈ سے ہوتا کوٹھی کی طرف چل پڑا۔ اس وقت میں ٹوٹے دروازے نامی ایک منسان علاقے سے گذر رہا تھا کہ دفعتاً ایک دھماکا ہوا پھر دوسرا ہلکا دھماکا اور کارا پانک بے طرح دوڑنے لگی رہتا چونکہ تیر نہیں تھی اس لیے کاررو کرنے کوئی وقت نہ ہوئی لیکن کلر روکے روکنے ذہن نے ایک تجزیہ کر لیا تھا۔ دو دھماکے صرف ٹائر ریسٹ ہونے کے نہ تھے۔ پیلا دھماکا اور نوٹیت کا تھا یقیناً کار کے پچھلے ٹائر پر ناز کیا گیا تھا۔ ذہن کی جرفی برق رفتاری سے گھومتی لگی تارو کا علیہ موجود تھا۔ میں نے پھر ہی سے پستول نکال لیا اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا۔

کروں؟ میں سوچتا رہا۔ ساتھ ہی مجھے شدید جھوک لگ رہی تھی۔ مسکن کا تھوڑا سا پتھر رکھے بیٹھے رہنے کو ارادہ ہوا کہ ان لوگوں کو اپنے ہوش میں آنے کی اطلاع ہی دے دوں۔ خوف و دہشت کا کوئی احساس میرے دل میں نہیں تھا۔ مگر ذہن پرانے کی کیفیت ضرور طاری تھی۔ اگر میں اس وقت پستول استعمال کرتا تو شاید صورت حال میرے سرخ میں ہوتی۔ ان لوگوں کو میرے پاس پستول ہونے کا نشان بھی نہ ہوا ہوگا۔ وہ اتنے قریب آئے تھے کہ میں آسانی سے انھیں شکار کر سکتا تھا۔ ان ٹھوس، میں نے ایک نیندہ کیا۔ جو کھین میں نے شہروں کیا ہے اس میں میرا سفر ان لوگوں سے نہیں پڑے گا جو انسانی کا احترام کرتے ہیں۔ یہ جرم کی دنیا ہے اور یہاں صرف طاقت کی نیاں سمجھی جاتی ہے۔ اگر اس زبان کو استعمال کرنے کی اہلیت ہے تو ٹھیک ہے، اور نہ ان معاملات سے کنارہ کشی ہی اختیار کرنی مناسب ہوگی۔ اڈا ابھی ڈوڑھل آنے کے بعد اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے پیروں پر چڑھ کر اس پوکھو روڑے کے پاس پہنچ گیا جو چھت میں نصب تھا۔ اس کو قریب سے دیکھ کر معلوم ہوا کہ ٹوٹے کا ہے۔ اس پر دستک لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور اُسے چھپا ہی تھا کہ پوسٹے بدن کی جان نکل گئی۔ آتنا زور وار کرٹ لگا کہ تو ازین برقرار نہ رکھ سکا اور لڑھکتا ہوا بیچے اگلا۔ گھٹنے اور کہنیاں بڑی لڑج چیل گئیں۔ لیکن زمین پر گرانے سے بچ گیا تھا ورنہ کیا ان ہی ہوجاتا۔ انھوں کے سامنے تارے ناپچ ہے تھے اٹھنے کی کوشش کی تو ہاتھ پاؤں بالکل بے جان محسوس ہوئے۔ میں وہیں پڑے پڑے چولکنے ہونے دماغ کو سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔ ابھی آنکھوں کے سامنے سے تار کی چھٹی بھی نہیں تھی کہ چھت میں لگا ہوا ٹوہے کا وہ ڈھکن بنا دروازہ کسی بندو کے ڈھکن کی طرح اوپر اٹھتا نظر آیا۔ پھر دو پاؤں خلا سے پیچھے گرتے ہوئے دکھائی دیے اور پھر ڈاکٹر صاحب علی میرے سامنے آکھڑا ہوا اس کے ہاتھ میں جیسے ہونے پستول کی نالی کا رخ میری طرف تھا۔

"اپنے ہوش میں آنے کی اطلاع دینے کا شکر ہے۔ اس پوکھن کے ساتھ ایک الارم منسک ہے جو اسے چھوٹنے سے بچنے لگا ہے۔ میں اسی کے بجائے کا اشتہار کر رہا تھا۔" اس نے طنز سے بچے میں کہا میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ تب ڈاکٹر نے کہا: "کیا میں تمہیں سہارا دوں۔ سنو، میں تمہارے مقابلے میں کمزور ہوں لیکن میرے ساتھ بہت معتبر طریقہ ہے۔ میری نہیں تو اس کا خیال ضرور رکھنا۔" اشارہ پستول کی جانب تھا۔

"کیا چاہتے ہیں ڈاکٹر صاحب؟" میں نے سوال کیا۔

کیا چاہتے ہو؟" میں نے چھاری بچے میں پوچھا۔

"تمہاری پڑیاں چجانا جانتا ہوں... خون کی جانا چاہتا ہوں تمہارا۔" میں ہاتھ بندھے ہوئے میں تم کچھ کرونا کہ تم کھانگو گھٹو کر دیکھو! "اور نے میرا گریبان سمجھو کرتے ہو گئے۔

"اس کا موٹہ پھر بے گاد اور... تم میرے اعتبار نہیں ہے... جو فرق تمہیں اور میں ہے تم اسے ابھی مزاج جانتے ہو۔ تم چند نروں کے لیے اپنی عمر سے دو گنی عمر کے ایک مظلوم بونڈھے کو ہتھوں سے ملتے تھے، اسے ہر تھا ہر کچھ نہیں لگاڑ سکتا تھا، اڈا میں نے اس کی بھوری ہی ڈور تیرہ تھیں تمہاری حرکت سے باز رکھا، میری اڈا تمہاری دشمنی اس بوڑھے کے سسلے میں تھی۔ وہ اس وقت ہمارے درسیان میں ہے ہر حال تم اپنا مشن پورا کرونا اس کے بعد ہم آپس میں فیصلہ کریں گے۔" میں نے حمل سے کہا۔ میری بروہا بڑی بڑی نہیں تھی بلکہ میں آنے والے لمحات کے لیے خود کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ یوں ہی میں اتھانہ دلیری کا قائل تھا اور اڈا کے جرائم مجھے معلوم تھے۔

دور کا لیاں رہتا ہوا مجھ پر چل پڑا اور پھر کبھی پر پڑنے والے ایک گھونٹے سے میرے حواس گم کر دیے اور میں نہ جانے کی تک ہے ہوش رہا۔ ہوش آیا تو خود کو اجنبی مگر یاد گیا۔ یہ ایک لمبا جوڑا کہ تھا جس کی چھت کافی بند تھی۔ ایک گوشے میں میز تھی، ان ہوش تھیں جو ادھر جا کر ایک پوکھو دروازے پر قہم ہوتی تھیں۔ بائیں گوشے میں آستان تھا جس میں بھی کولیاں پڑی تھیں۔ اس کے علاوہ کمرے میں کچھ نہیں تھا۔ اپنی جگہ پر چڑھے میں اس جگہ کے بائیں شانانہ لگا تھا اب ادب مجھے بہت جلدیہ اندازہ ہو گیا کہ یہ کوئی نہ تھا نہ ہے جو ایک موبل ورس سے استعمال نہیں کیا گیا۔ سیلین کی بو میرے اس اندازے کی تصدیق کرتی تھی۔

گزرے ہوئے واقعات میرے ذہن میں آئے اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا، سات بجے تھے۔ گھڑی چل رہی تھی۔ بیگ سات... وہ واقعہ تو سات بجے کے بعد پیش آیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ میری بے ہوشی یا نیند کو کیا تو بانہ گھٹنے گذر چکے تھے یا جو بیس یا چھتر گن ہے اس سے بھی کچھ زیادہ وقت گذرنا ہو۔ مجھے اپنی اس بول بے ہوشی پر حیرت ہوئی۔ میں کافی دیر اس مزاج بیچارہ ذہن پر ہی مزاج ساتھ نہیں سے رہا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ حواس بحال ہو گئے۔ مجھے احوال لگا تھا، اور چونکہ داور نے یہ کام کیا تھا اس لیے ذہن ظاہر کی طرف ہی جاتا تھا۔ ظاہر علی سے کوئی بات سمجھ نہیں تھی۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ ظاہر علی مجھ سے ضرور رجوع کرے گا، اس کا اشتہار کروں یا ایک

ابھی میں کوئی فیصلہ نہیں کیا یا تھا کہ دفعتاً تیر روشنی میں نہ لگیا۔ یہ روشنی ان عقب سے آئی تھیں اور مجھ سے زیادہ مائل پر نہیں تھیں۔ یقیناً کوئی گاڑی میرے ساتھ قریب میں تھی۔ پہلے اس کی جیاں بھی ہوئی تھیں مسکن میری کار کو تانے تانے کے بعد انھیں اپنا ایک روشنی کو دیا گیا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ کھڑکی سے ہاتھ نکال کر اندھا دھند نازنگ شروع کر دوں مسکن نہ جانے کیوں میں ایسا نہ کر سکا۔ شاید اس لیے کہ ذہن میں ان کے بارے میں جیس تھا۔ وہ کون ہیں اور مجھ سے کیا جانتے ہیں۔ کہیں یہ جلد بازی کو پھینکا اور نرین ہائے۔

دوسری کار میری کار کے بائیں آکر لگ گئی پھر اس کے چاروں دروازے کھلے اور چار آدمی پھیلا کر میری طرف بکے۔ ان میں سے ایک نے کھڑکی سے ہاتھ ڈال کر میرا گریبان پکڑ لیا۔ نیچے اتر آؤ صاحبزادہ تمہاری زبان تم ہوگی۔ چلو نیچے اترو۔" ان کے میرے گریبان کو چھو دیا اور میرے دماغ میں دھماکے ہونے لگے۔ یہ آواز میرے لیے معنی نہیں تھی۔ یہ اچھی مزاج جانی پہچانی آواز تھی۔

آواز کو سن کر میں جھونکا رہ گیا۔ اسی وقت اُن اس سے کسی نے میرے ہاتھ میں دے ہوئے پتہ کو دیکھا اور دوسرے نے میری لائی پر تھیل کے دستے سے ایک زوردار ضرب لگائی۔ میں اپنے من سے نکلنے لگا کہ کوئی نہ سکا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے کار کا دروازہ کھول کر نیچے گھسیٹ گیا اور میں قازن برقرار نہ رکھ سکا۔ میں بڑی مزاج نیچے گرا بیٹھا ہی کئی ٹھکر کی میری گردن پر لپٹی۔ اور اس کے بعد ٹھکر مانے والے نے مجھے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

"مجھے پوجا صاحب زادے آنکھیں پھاڑ کر دیکھو۔ بڑا ہے تیر... ہا جانتا ہے کہ سب کچھ وصل کروں سیکھ... اس نے غزائی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ داور تھا بوڑھے ہا یا کا محافظ جو میرے ہاتھوں زخمی ہونے کے بعد ہسپتال پہنچ گیا تھا، اس وقت وہ ہشاکٹ میز سامنے کھڑا تھا۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ بدن پڑنے والی طرف میں نے میرا ساں بند کر دیا تھا لیکن میں خود کو قوت ادا دی کے ساتھ نظر دل کر رہا تھا۔

"کوئی سہرت ہے دل میں تو نکال لو شہزادے۔ اس کے پر منجے بے ہم دونوں کو برف نہ مل سکے۔ بے فکر ہو، یہ ہمارے تھا، دہیان میں برلیں گے۔" اس نے اپنے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

ہے۔ ان الفاظ کو تم نے میری بزدلی کہا تھا۔ یہ رشتہ ہے میرے اور تمہارے درمیان ڈاکٹر تھے، وہ دیکھنا اب جیتھے لگا ڈاکٹر، تمہارا جیتھے ہمارے آستونہ شک کریں گے۔

ڈاکٹر نے ایک ناقابل بیان کیفیت طاری تھی۔
"یہ نوبت کیسے آئی تو میری... غزالی... خارا کچھ تریاؤ۔"

ہمارے کہنے پر بول۔
"میں جو عیس گھنٹے سے ڈاکٹر کا قیدی ہوں ہمارا نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ دقت گذر چکا ہو۔ تمہاری اسی کوئی میں ایک تنہا نہ ہے یہ سزا قید خانہ بنا گیا تھا۔ میں وہاں بیٹھا بیٹھا سنا تھا ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ مجھے اسی قید خانے میں بلا کر کریں گے۔ میں نے اپنا چہرہ نہیں دیکھا، ممکن ہے اس پر جوڑوں کے نشانات ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے چند غنڈوں کی مدد سے مجھے ایک سڑک پر سے اٹھا کر لایا تھا انھوں نے پہلے مجھے مارا پھر جب میں بیہوش ہو گیا تو اٹھا کر یہاں لے آئے۔ میں جس قید خانے میں قید تھا اس کے حدود سے میں برقی رو دوڑا دی گئی۔ ایک الارم بھی منسلک کر دیا گیا اس سے، تاکہ میں فرار ہونے کی کوشش کروں تو ڈاکٹر کو علم ہو جائے۔ میں نے یہ کوشش کی کہ سڑک لگا مجھے اڑا کر بڑے پورے پاس آگئے اور ہمارے ان سے کہا کہ ڈاکٹر، میرے اور آپ کے درمیان ایک رشتہ ہے جس کی وجہ سے میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارے انھیں بتا دو کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ میرا ایک تہذیبی ماضی ہے۔ میں رشتوں کا احترام جانتا ہوں انھیں بھانے کا عزم رکھا ہوں۔ انھیں بتا دو ہمارا، میرا ان سے کیا رشتہ ہے۔"

ہماری آنکھیں آٹسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ سب نے اب ان میں ایک آگ روشن تھی۔ وہ ڈاکٹر کو گھوڑی تھی۔ ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھا اور پھر جھٹٹے ہوئے انداز میں بولا "معلوم ہو گیا تمہیں۔ اب یہاں سے جلی جاؤ، جاؤ۔"
"ڈیڑی! یہ سب کچھ بھی کر سکتے ہیں آپ!"
"ہاں کر سکتا ہوں، اور کیا کہنا ہے تمہیں... ڈاکٹر غزالی۔"

صرف آٹا ڈیڑی کو آپ... آپ مجھے بالکل ابھی ابھی لگ ہے ہیں۔ آپ ڈاکٹر ظاہر فرمائی نہیں ہیں... وہ چند لمحے کے لیے خاموش ہوئی اور پھر بولی: میں غزالی کے ساتھ جا رہی ہوں ڈیڑی!"

"اور میں تمہیں جاننے دوں گا!" ڈاکٹر غزالی، اس کی نگاہیں پستول کی طرف اٹھ گئی تھیں جسے اس نے دیوار پر سے مارا تھا۔

"کریم بابا! میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ان سادہ سے لفظوں میں احساسات کی کائنات چھپی ہوئی تھی اس فقرے میں بیاد کا سینہ زرد موزن تھا کیا نہیں تھا میرے پاس خون کے رشتے ہی تو سب کچھ نہیں ہوتے۔ اصل رشتے تو دل کے رشتے ہوتے ہیں۔ ہمارے دل کی گہرائیوں میں گھر کر لیا تھا۔ سینے میں عجب پیار بجا دیا تھا اس نے اور کریم بابا نے باپ کی جگہ لے لی تھی۔ انھوں نے میری حیثیت کا خوف تھا اس لیے میں وہی اضطراب تھا وہی تڑپ تھی جو اب مڑوں جی کے نیچے دلی ہوئی تھی۔ یوں لگا جیسے گھر میں داخل ہوا ہوں اور باپ ناراض ہوں، در سے آئے پر لانے ہے ہوں سینے میں ہرک سی اٹھی اور آنکھوں میں می اٹھی، پھر میں چونک پڑا۔ کریم بابا کا ہاتھ گرم کر رہا تھا۔ بخار ہے آپ کو؟" میں نے پھرتے ہوئے پچھنے میں پوچھا۔

"مانے گئے ہیں ہم بیٹھا۔ نوکری چھوڑ دیں گے۔ کہیں دور جا رہیں گے۔ حد سے بڑھ گئے ہیں ہم جانتے ہیں پر کچھ نہیں کر سکتے بیوی ہے بوڑھا سمجھ کر معاف کر دو، اطمینان گئے ہیں منت ہے ہم پر! کریم بابا کے لیے میں عجب ڈر رکھتا تھا، عجب اذیت تھی۔" بالکل جھوٹا تھا بابا! اپنی مرضی سے کہیں نہیں گیا تھا۔ آپ یقین کریں اگرچہ سے معلوم ہوتا تو آپ کو تہ سے بغیر نہ جاتا۔ خدا کی قسم کریم بابا جھوٹ نہیں بول رہا، معاف کر دیں۔"

کریم بابا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے
"میں آپ کا بیٹا ہوں کریم بابا! آپ کو کوئی بات بری لگے تو ڈانٹ دو، اگر آپ سب سے بخار ہے آپ کو؟"
"میاں بس نزلہ کے جھیک ہو جائے گا۔ چائے بناؤں!"
"پہلے کچھ کھاؤں گا بابا، بھوک لگ رہی ہے۔"

"ابھی تیار کر کے لانا... بس ابھی۔" کریم بابا جلدی سے باور دی جلنے کی طرف بھاگے۔ میں کہے میں آ گیا۔ جان بوجھ کر کہے میں روشنی نہیں کی۔ در نہ روشنی دیکھ کر گھر کے سب لوگ افسوس ہوتے۔ فعل فانی میں جا کر شل کیا۔ باس تبدیل کیا اور کہے میں آ بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کریم بابا آگئے۔ ٹرے ہاتھ میں تھی، کچھ کھانا نہیں تھا۔ اس سے کام چل جائے گا؟ انھوں نے ٹرے سلتے دکھ کر کہا۔ سینڈویچ اور کافی تھی۔"

"بالکل چل جائے گا۔ آجیائے!" میں نے کہا۔
کریم بابا جی جلائے کے لیے پلٹے تو میں نے انھیں نہ کر دیا۔ ابھی ایسے ہی رہے ہیں وہاں باور روشنی دیکھ کر گھر والے آجائیں گے اور میرے سر اور آپ کے درمیان بات چیت نہیں ہو سکے گی۔ آئیے جس سے ساتھ کچھ کھائیں،" میں نے اصرار کر کے کریم بابا کو اپنے ساتھ

میں نے صورت حال محسوس کر لی۔ اور اس سے پہلے کہ ڈاکٹر اس کی طرف بڑھے میں نے اس پر جھلاٹنگ لگا دی۔ پستول میرے سر ہاتھ میں لگی۔ میں نے اس کا پیر غالی اور اسے وہ بارہ جھینک دیا پھر میں نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا: ڈاکٹر صاحب! سنئے! جو کچھ ہونے میں اسے بھول جاؤں گا۔ آپ کے اس جرم کے متعلق کسی سے کچھ نہ ہوں گا، اور اس کے ساتھ ہی آئندہ شہر میں ہر گاہ ہر گاہ پر، سڑک میں آپ کی دوسری کارروائی کا منتظر ہوں گا۔ اپنے کرائے کے ٹھوڑوں سے کہہ دیجئے گا کہ دوسری کوشش امتیاط سے کریں غزالی نے خود کو بدل لیا ہے۔ اب وہ نرم تر ثابت نہ ہوگا۔"

اس کے بعد میں نے تمہارے کہا: ہمارا معاملہ میرے سر اور ڈاکٹر کے درمیان رہنے دو اور اختلاف نہ کرو، اور جب محسوس کرو کہ ڈاکٹر کا سینہ انسانیت کے ہر جذبے سے خالی ہو گیا ہے تو میرے پاس آ جانا۔ میں اپنی زندگی کے راستے بدل لوں گا۔ میں نے ہمارے شانے پر چھینکی دی اور دروازے کی لٹاف بڑھ گیا۔ ڈاکٹر کا شہنہ کچھ کہنے کے لیے کھلا پھر بند ہو گیا۔ میں نے دروازے پر کڑک کر کہا کہ دیکھا اور پھر باہر نکل آیا۔

یہ خیال میرے سر ذہن میں تھا کہ دار و درویش کی ڈوبی ہوئی نہیں نہ لگا دی گئی ہو۔ اس کا پورا امکان تھا۔ لیکن میں گھٹ سے باہر نکل کر سڑک پر گیا اور کوئی واقعہ نہیں پیش آیا تو کسی قدر اطمینان ہوا۔ تھوڑی دیر پیدل چلنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ بہت سی الجھنوں سے متنا تھا۔ بیٹھا خیالات ذہن کو الجھا رہے تھے۔

کوئی گھنٹے کے پورے پاس ٹیکسی روائی، میٹر دیکھا جیسے میں ٹیکسی میں سب سے زیادہ آگیا کہ دار و درویش کے ساتھیوں نے میں صاف کر دی تھیں، نہ جانے کلائی پر گھڑی کیوں چھوڑ دی گئی تھی جو کچھ کہہ کر میں نے کریم بابا سے بیٹے منکولے اور ٹیکسی کا لہر ادا کر کے کوئی میں داخل ہوا اور ٹیکسی کی لٹاف بڑھ گیا۔ سب لوگوں کے سامنے جواب دی کہ تھی کہ اب تک کہاں تھا۔ اس کے لیے راستے پھر تیار کیا کہ راستہ دروازے سے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ کریم بابا پتے کا پتے سامنے آگئے۔ ان کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار تھے۔

"کوئی حق نہیں ہے میں... نوکریں تمہارے... یہ انسان تو مان لو... انسان تو ہیں ہم۔ مالک ہی رہو گے، کوئی نہیں کہے گا کہ ہمارا تمہارا کوئی رشتہ ہے۔ کیا بیلا جانا آ کر ہیں بتا دیتے۔ یہ کہہ دیتے کہ کوئی کام ہے کہیں چاہیے ہو۔ دو ایک دن میں واپس آ جاؤ گے۔ اتنا حق تو ہے درمیان... اتنا حق تو ہے؟" ان کی آواز زندہ لگتی۔

بیٹھا۔

"یہاں تو سب لوگ پریشان ہوں گے؟"
"ایک ایک... بچے سمیت ایک دو بار انہی میں آجی گئی ہیں۔"
"اس کے علاوہ کوئی خاص بات؟"
"بس اور کچھ نہیں۔ جب تمہاری کارائیشن پر ملی تو لوگ اور بھی پریشان ہو گئے، کریم بابا سے کہا۔

"کارائیشن پر ملی! میں نے چونک کر کہا۔
"شام کو ہی تو عمن میاں لگے ہیں اُسے۔ کیوں تم نے اُسے ایٹیشن پر نہیں چھوڑا تھا؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا! ابھی کافی عرصے سے آئی بھی نہیں تھی کہ عمن آڈھی اور طوفان کی طرح کر رہے ہیں داخل ہوا۔ کریم بابا کی غزالی...؟" اس نے کہا۔ اور پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی: "تصرف لے آئے آپ!" اس نے سخت زرخیز آئینہ اور شکایتی لہجے میں کہا پھر ایک لمحے خاموش رہ کر بولا: "اور یہ اندھرا کیوں کر رکھا ہے؟" پھر اس نے خود ہی سوچ آن کر دیا۔
"عمن سواری! ایک ایسی بات ہو گئی تھی کہ مجھے فوراً جانا پڑا۔ مجھے انوکھ سے کھینچ پریشانی ہوئی!"

"گردن مار دی جا چکے تمہاری کہیں سے خون بھی نہیں کر سکتے تھے سب کو پریشان کر کے رکھ دیا۔" عمن نے جھلٹے ہوئے انداز میں کہا۔

"یار اتنی دیر لگ جانے کا مجھے گمان تک نہ تھا۔ یہ حال ہی شہر زندہ ہوں۔ تمہیں میری والدی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے کہا۔

"چوکیدار نے بتایا ہے تمہارے لیے ہی تمہارا پھر رہا تھا۔ چلے کہاں گئے تھے آخر؟"

"بتاؤں گا بھائی، ذرا صبر کرو۔" میں نے ہنس کر کہا۔
"اٹھو ان لوگوں سے مل لو پوسٹے گھر پر جو سخت طاری ہے۔ بڑی بڑی پریشان ہیں سب، پھر میں ذرا فریج کو فون کر دوں۔" عمن نے فون کے تڑپ سچ کر فریج کا نمبر ڈال لیا اور انتظار کرنے لگا پھر بولا کہ ہم زخمی بات کر لادیں، جی ہاں عمن بول رہا ہوا چند لمحات انتظار کرنے کے بعد اس نے کہا: "ہاں زخمی سب خیریت ہے، وہ غزالی واپس آگئے ہیں۔ ہاں چیک ملانے گئے تھے بالکل ٹھیک ہیں، سب کھل آنے سے ملے آ جاؤ، بھئی گھر والوں کو مندوب سے کفرال۔ ہاں شام کو چائے پر ٹھیک ہے۔ اد کے انتظار کروں گا۔ پانچ سے کچھ پہلے آ جاؤ، بھئی صرف چائے ہی تو سب کچھ نہیں ہوئی، اخلاقاً چلے سے کچھ پہلے آنا اور کچھ دیر کے بعد

مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر دیا تھا۔ اگر کسی خاص شرط پر عمل کی حالت سے ایک اور کو مشتق ہے تو کلا کلا اس کے لیے خوش ترین دن ہوگا۔ اب میں اس شخص کی پچھلے پریشانی نہیں کروں گا۔ اب اسے مزید چھوٹ نہیں دی جاسکتی۔

تعمیر کی پالیسی سے انمازہ ہوتا تھا کہ آنے والا بہت محتاط ہے۔ لیکن میری بیلاز ماعت اس چاپ کو کوشش کر رہی تھی۔ دروازہ پر ہلکی سی آواز اچھری ہوئی تھی۔ اب دروازے سے لگا کھڑا تھا۔ ممکن ہے پانی کے سوراخ سے اندر کا جائزہ لے رہا ہو۔ پھر کلا کلا آہستہ آہستہ اندر کی طرف دیکھ گئے۔ پھر دروازہ ایک منٹ کے قریب کھلا اور پھر دو منٹ اندر میں اس کی آڑ میں سمٹ گیا۔ پھر ایک سایہ اندر داخل ہوا۔ آنے والا سیاہ لباس میں بیوس تھا۔ اس کا ہیرو ایک میری نگاہ کے سامنے تھا۔ اعصاب پیچھے ہٹے تھے۔ داغ دیکھنے سے چھٹا جا رہا تھا۔ بلن کے ستار اور شدید اعصابی دباؤ سے منسوب ہو کر کھٹنے آئے والے پر ہلکا کر دیا۔ میرا گھولنا اس کے جبر سے پر پڑا۔ وہ ایک سمت جھکا تو میں نے موقع دیکھے بغیر اس پر پھینکا۔ لگا ہی آدرا سے لیے ہوئے زمین پر آ رہا۔ اس کے بلن پر میری گرفت سخت تھی۔ لیکن میرے بیلاز زمین کو ڈرا ہی اس کا سس ہو گیا۔ کیرے ہاتھوں کے ٹپٹپے میں کھڑا ہوا۔ بدن نسائی ہے۔ اس اس اس نے بھی میری پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی تھی کہ دفعتاً اس نے میری کلائیوں پر کھلیں۔ نرم دنا تک ہاتھوں میں شاید فولادی کناٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ اپنی گرفت کو مضبوط کرنے میں میرے سر اور کلائیوں کو دخل نہیں تھا بلکہ اس فولادی قوت کا کوشش تھا کہ میں اس پر اپنی گرفت برقرار نہ رکھ سکا اور اس کا جہم پکائی میں سے نکلتے تھے۔ نکل گیا۔ پھر مجھے ایک آواز سنائی دی۔

”میرے گدالی ابے مائیں ہائے۔ ناؤ ڈرٹ۔“

میرے نے آواز پڑے ہوش سے سُنی۔ پہچانی اور اس کے بعد مجھ پر کھلا ہٹا۔ طاری ہو گیا۔ حیرت، حجاب اور حماقت کے آثار تھے۔ میرے پیر پر بوجھ ہو گئے۔ ہر احساس شدید تھا۔ میں نے اس کے جبر سے پر کھولنا مارا تھا۔ میں نے اسے دو بوجھ کرے پس کر دیا تھا۔ اس پر میں بہت غل تھا۔ ندرت اس وقت چوریل کی طرح میرے پاس آئی تھی۔ اندر اس نرم دنا تک ہڑلے کے لیے مضبوط ہاتھوں کی سخت ترین گرفت کو زنی آسانی سے شکست دے دیا تھا۔ اس پر مجھے سخت حیرت تھی اور میں نے جبر سے کھلیے۔ اس پر ہلکا کر دیا تھا تو میری جیت سے نفاق نہ نکلتا۔ اسے حماقت کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکتی تھی۔ لہذا میں تو دبا پٹھاپا کو احق محسوس کر دیا تھا۔

”پہلے رازش کو۔ مائیں سوچ ناہیں مانا۔ اس کی آواز دوبارہ اچھری اور میں ہوش میں آ گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر سوچ کر آؤں کر دیا۔ وہ شب خانی کے لباس میں تھی۔ بال مستتر تھے، آنکھیں سوئی سوئی تھیں۔ سرنگن کا بادو جاگ رہا تھا۔ اس کے ہونٹ دھج سے سرکائے اور اس نے کہا: ”سوری... مائیں ڈرٹ ہو گیا... بشر ناؤ ہائے۔“

”شرمندہ تریں ہوں ندرت... تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا اس پر میں خود کو کبھی حماقت نہیں کروں گا۔ لیکن تمہیں چوٹ لگی ہوگی۔ میں سخت شرمندہ ہوں... ندرت مجھے حماقت کرو دے۔ میں نے مجاہدت سے کہا۔

”اے رازش تو... تاسو میرا لٹے۔ بٹ ماہورل... پورا۔ لہڑی مٹا۔“ وہ ایک اٹک کر بول رہی تھی۔ میں یہاں اس کے جلوں کو ہر پر نقل کر رہا ہوں۔ اس کی یہ ارتدو مجھے بہت مزہ نہ رہی تھی۔ انگریزی وہ اچھی طرح بولتی تھی۔ اگر یہ تلفظ اس کا بھی شکیک نہیں تھا۔

”بیٹو ندرت! تم آئی میں بھی تو میری برستی کر تمہارا استقبال کس طرح کیا بیٹو بیٹو جاؤ۔“

”اے رازش تو... ناؤ ڈرٹ آؤ۔ ناؤ۔ جرم لائٹ بیٹو۔ میں ناہیں مانگا، ڈرٹ لوگ۔ آئی میں۔“

”ہاں لیکن آؤ۔“ میں نے اس انگریزی اور ڈو کچھ کی کوال چاول ایک ایک کیے اور اس کا منہم جو کچھ کر رہی تھی بھائی آؤ ناٹ بلب جلاؤ۔ وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی اس دوران کافی مددگار خود کو متنبہال لیا تھا۔ سب سے زیادہ ڈکھ مجھے اس گھٹنے کا تھا جو میں نے اس کے جبر سے پر رسید کیا تھا اور سب سے زیادہ حیرت اس کی اس انوکھی حماقت پر تھی، جس کے مقابلے میں میرے مضبوط ہاتھوں کی شدید ترین گرفت کچھ بھی نہ تھی۔ ندرت میرے لیے پہلے بھی تھوڑی قدر اس وقت اور میری جراسرل ہوئی تھی۔ جب حسن صاحب نے اس کی کہانی سنائی تھی، اس وقت اس کی ذات کا ہر پہلو چھپا ہوا تھا۔ کوئی کس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس دن وہ مجھے بڑے سے بلایا کے لیے میں اس کے سر کو اپنے زانو پر رکھے روتی ہوئی نظر آتی تو میں اس کی طرف آئی بیٹھ گیا۔ سے تھوڑے ہونٹ اور اس کی کہانی کبھی حسن صاحب سے نہ پوچھتا۔ اس کے بارے میں یہ سوچا اسے پہلے سے زیادہ پرکاشا سار ساری تھی اور اب اس کے وجود میں کبھی ہونے سے پہلے پناہ قوت میرے لیے ایک اور مجھ سے بن گیا تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور بے اختیار لپ لپا۔ ہاں کچھ لوگ مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس وقت آہٹ ہوئی

ندرت رک گئی۔ پھر اس نے کہا: ”مائیں کیا بنایا؟“ اس کے رازش کو کوئی سمجھ گیا تھا۔ ادرا اب اس کے لٹے سیدھے الفاظ پر سے تو اب فہم ہو گئے تھے۔ چنانچہ میں اس کا مفہوم سمجھ گیا۔ ”تمہیں کوئی اندازہ ہے کہ وہ کہاں ہو سکتا ہے؟“

”نائیں... مائیں ناہیں... آئی میں۔“

”تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ کون کون ہن ندرت؟“ میں نے اس سے پوچھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی: ”سوری... مائیں نہیں جانا سارا... دیری سوری!“ اور پھر وہ چھپ چھپ سے اٹھ کر گئی۔ میں کھلے دروازے کو دیکھنا نہ گیا... مجھے بال بال آکر دیکھوں تو وہی کہ وہ اس راستے سے آئی ہے۔ برابر والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کمرے پر بلا اس دروازے کو بند رکھتے تھے۔ اندر داخل ہو گیا اور پھر میں نے ندرت کو اس کمرے کی طرف لگا کر نزدیک گئے ہوئے پانچ سے نیچے اترتے دیکھا۔ وہ

پھر سے نیچے اتر رہی تھی اور اس کی پھر سے تاریکی میں گم ہو گئی۔ میں کمرے کے قریب کھڑا گیا۔

یہ بڑا سار ساری کون ہے... کون ہے نہ آخر... کیا سعید ہے اس کا؟ میں جتنا بھی جھوڑتا کہ اس کی شخصیت آتی ہی پھینک دیتی ہوتی جاتی۔ کوشش کے دو سے لوگوں کے درمیان وہ خاموش اور لاتعلیق دکھائی دیتی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ کوئی اس سے مارتا ہے نہ اس کی طرف متوجہ۔ بلا ہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ان کے درمیان احساس کمتری کا شکار ہو۔ لیکن اب یہ خیال غلط گئے لگا تھا۔ ممکن ہے ندرت نے خود ہی ان میں سے کسی کو قریب آنے کا موقع نہ دیا ہو۔ وہ خود ہی ان سے الگ تھا کہ جی ہونگا پناہ راز راز رکھ سکے۔ پہلی بار وہ لندن میں حسن صاحب کو ملتی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا سے ناواقف نہیں ہے۔ جیسا کہ رازش کے ہوتے بلکہ وہ دنیا دیکھے ہوئے ہے۔ اپنے لاکر راز رکھنے کے لیے وہ دل بھی کر سکتی ہے۔ اگر اس دن میں جرم نہ ملتا تو اس کے خنجر کا شکار ہو گیا تھا۔ کار کے سلسلے میں بھی اس نے کمال دکھایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اسٹیرنگ راز کا منظر کمال جیسے سے حادثہ ہو سکتا ہے۔ آخر وہ کیا ہے؟ میں سوچے جا رہا تھا۔ لیکن اس سوال کا جواب دینے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

کانی دیر اس امر کی طرح کھڑے کھڑے گذر گئی تو میں واپس ہاسی کرے میں آ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی میری نگاہ اس ڈائری پر پڑی جو وہ مجھے جسے لگی تھی۔ کیا وہ صرف یہ ڈائری ہے یا تھی وہ دو ڈائری اندر سے بند کر کے میں نے تیز روشنی جلا دی اور پھر ڈائری کھول کر دیکھی۔ پہلے ہی صغیر پر ایک نام دیکھ کر میں چونک پڑا۔

”دلڈی واسکاٹ... نیرو لیون... آئی...“ ڈین میں ایک جھپکا ہوا... دلڈی واسکاٹ... کیا یہ وہ ڈائری ہے جو حسن صاحب کی خواب گاہ سے لگی ہوئی تھی، جو بخانا جاپان میں اس کے ذریعے ملی تھی؟ وہ میرے سے میں نے ڈائری کے ادراک اللتے شہر درج کر کے اور چند ہی لحقات کے بعد میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ یہ دہی ڈائری تھی۔ گویا اسے ندرت نے حسن صاحب کی خواب گاہ سے آڑا تھا... نہیں ندرت اب تمہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تم بہت اہم... بہت اہم چیز ہو۔ اس کے قریب یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ تمہارا بڑے سے بڑا راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن تمہیں نظر انداز کر کے اب تک جو حماقت کی گئی ہے وہ آئندہ نہیں ہوگی۔ ممکن ہے تم ہی اس مقدمے کا مل بن جاؤ۔ جس میں ہم اچھے ہوئے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا اور فیصلہ کر لیا کہ اب ندرت کو کبھی یہ حقیقت کا بھی کون لگنا

عجب سی کیفیت محسوس ہوئی، لیکن میں نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا۔

جولیا میرے بالکل قریب آکھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "مسئلہ غائب ہوا مجھے ذرا بھی وقت نہیں دے رہے۔ دفتر فون کیا تھا تو معلوم ہوا کہ میں ہوں۔ ایسی کیا مصروفیت ہے؟"

"دفتر فون کیا تھا؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے۔ نہ جانے کیا کرتے پھر رہے ہو مجھے بھی تھوڑا سا وقت تو دینا چاہیے تھا۔ جولیا کی آواز آتی بلند تھی کہ سب نے سن لی۔ تو میرا اور محسن نے چونک کر اسے دیکھا۔ فریج مکرادی۔

تو میرے آہستہ سے کہا "جولیا پلیر میرا خیال ہے۔۔۔"

"کتی دیر لوگ گئے یہاں؟ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ جولیا نے

تو میری بات بھی پوری نہیں ہونے دی۔

"تو میرا؟" محسن نے درشت لہجے میں کہا اور تو میرے جولیا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "ادھر آؤ جولیا پلیر فون آؤ اور آؤ!" وہ جولیا کو آگے لے

گئی محسن نے مہذرت آمیز انداز میں کہا "سوری غزال! ابسن اوقات تھوڑی سی اتفریح عیبیت بن جاتی ہے۔ اس وقت محسوس نہ کرنا

تم اس کی کیفیت سمجھ رہے ہو گے۔ پلیر یار! میں اس عیبیت کو کسی نہ کسی طرح جلد ہی تمھارے کسر سے اتار دھلا گا۔"

"محسن! میں نے ہمیں کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ فریج پتوٹو

مسکراہے تھی۔ ڈاکٹر ظاہر علی کے آگے پر پر سب سنجیدہ ہو گئے۔

ڈاکٹر نے ہم سب کو دیکھ کر کہا "میں رات بھر جاگا نہ ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔ اگر تم لوگ عبادت و قوت میں چلا جاؤں؟"

"آپ مطمئن ہو کر آرام کریں ڈاکٹر! کل ہم سب موجود ہیں!"

فریج نے کہا اور ڈاکٹر ظاہر علی گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ البتہ میں

جڑوں رہ گیا تھا۔ ڈاکٹر ظاہر علی کا اس طرح چلا جانا تعجب خیز تھا۔

میرے خیال میں اس نے حق پر عملی عمل کیا تھا۔ کیا اسے یہ خبر نہ تھا کہ ہمارا ہوش میں اس کے حقیقت بنا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اندازہ ہو گیا کہ ظاہر علی اپنی بات نہیں تھا۔ ایک اور نرس پلیرٹ

"بیس کچھ دیر جولیا کوئی خاص کام ہے مجھ سے؟"

"ہاں!"

"آؤ باہر چلیں! محسن میں ابھی واپس آ رہا ہوں۔ میں نے کھانا

محسن جو اس کی وجہ سے پھر مضرب ہو گیا تھا "میرے اہلکارانہ پر خود بھی مطمئن ہو گیا۔ میں جولیا کے ساتھ ہسپتال کے لان پر آ گیا۔

جولیا سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ ایک جگہ کرگ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے اب تم مجھ سے بڑھ گئے ہو مسلسل نظر

انداز کہتے ہو۔ وجہ معلوم کر سکتی ہوں، اس کی؟"

"یہ احساس تمھیں کیوں ہوا جولیا؟"

"تین دن سے ملے تم مجھ سے؟ دو دن تک غائب رہے۔ مجھے اس کی وجہ بتائی؟ اور اس وقت میرا خیال ہے اس کے

سب سے پہلے تیار وارم گنگ لانا۔ شاید تم اس کے باپ سے بھی پہلے آ گئے تھے۔ کیا میں فسطح نہ رہا ہوں؟" اس کی آواز میں خراہٹ

سی پیدا ہوئی۔

"تمھارا خیال کسی حد تک درست ہے جولیا۔ لیکن تمھیں خود ہی اس کی وجوہ پر غور کر لینا چاہیے تھا۔" میں نے بھی خشک

لہجے میں کہا اور جولیا چونک بیڑی۔

"وجوہ؟" وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

"ہاں جولیا! اس پر براؤن نے اپنی اور میری پہلی ملاقات کے

بارے میں تمھیں کچھ بتایا ہو گا۔ میں پچاس ہزار یا ڈو لاکھ آدھی

ہیں ہوں۔ میں نے ستر براؤن سے کہہ دیا تھا کہ میں اس وقت تک ان سے تعاون نہیں کروں گا جب تک محالاً مجھے نہیں بتائے

جائیں گے۔"

"ڈیڑی تو تمھاری یہ بات پسند آئی تھی۔ ساتھوں نے مجھ سے

کہا تھا کہ تم قابل اعتماد آدمی ہو۔ کیونکہ تم ہی ہو ایسے لوگ۔۔۔"

میں نے موڑ پھینکے ہیں کہا۔ اور جولیا سورج میں ڈوب گیا۔ میں نے گرم

ہوے پر ضرب لگا کر "جولیا! اٹھادی وہی ہوئی رقم تمھاری امانت کے

طور پر میرے کرایاں رکھی ہے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں

بیس ستر ہزاروں کو بغیر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں بددیانت آدمی نہیں

ہوں۔ تم میری ان سے سب ملاقات کرادو گی۔ صرف ایک ملاقات! "

میری لگا ہوں جولیا کے چہرے پر میری ہوتی تھیں۔ میں نے

دیکھا کہ اس نے میری بات نہیں سنی۔ یا تو وہ اعصاب پر قابو رکھتا

جاتی تھی یا پھر مالک براؤن نے اسے بھی یہ بات نہیں بتائی تھی

کہ وہ نہیں موجود ہے واپس نہیں گیا ہے۔ پھر اس نے کہا "اس کے

لیے کچھ استفسار کرو گا زانی! ڈیڑی مجھے سے رابطہ کریں گے تو سب

سے پہلی بات یہی کروں گی ان سے" میں گہری سانس لے کر فٹوٹ

ہو گیا۔ دفعتاً وہ پھر جھک گئی۔ "ہاں سے بتاؤ تم یہاں کیوں ہو؟"

فریج نے مجھے فون کر کے بلایا تھا! "میں نے جواب دیا۔

"تمھیں یہی کیوں! محسن کا نہیں تھا؟"

"سمجھا کہ جولیا! اتنے دن ہو گئے تمھیں یہاں۔ مشرقی عدلیات

میں کچھ پابندی ہیں۔ ہاں، فریج کی گہری دوست ہے۔ فریج محسن

کا کئی شہ بہ دوست محسن کے گھر اپنے حوالے سے فون نہیں کر

سکتی۔ میں اس کا قدرتی ہوں... آؤ اڈیلین... آؤ اڈیلین! " میں

نے اس کے مزید بولنے کا موقع نہیں دیا اور اندھا نکلیا۔ اندھا کا ناموٹ

پرسوں ہی میری اس سے ملاقات ہوئی، ہاں کھٹک تھی! تو میرے

کنا اور پھر فریج کی طرف دیکھ کر ہنستی ہوئی بولی "یار فریج

بھائی! اس جولیا سے غزال صاحب کی جان بچاؤ ڈاکٹر صاحب تو فیصلہ ہو

گیا ہے کہ ہمارا مدد کرنا ہمارا فرض ہے کیونکہ یہ سنیہا کی فکرت

ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

"تمھاری دوست ہے تم شہو! " فریج نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیکھا غزال صاحب! یہ میری بھائی کتنی خود غرض ہے ابھی

سے یہ حال ہے تو آگے کیا ہو گا؟"

"بھئی میں کیا کر سکتی ہوں۔ بلکہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا غزال بھائی

خود ہی اپنی مدد کریں۔ فریج شہادت مجھ سے انداز میں بولی۔

"خواتین آپ پریشان نہ ہوں۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا!"

میں نے ان کی گفتگو میں دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ پھر نرس کی وجہ سے

خاموشی چھا گئی جو ہمارا کڑبڑ بننے لگی تھی۔ پھر محسن بھی آ گیا۔ اہل

ظاہر علی نے کونسی فون کیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ڈاکٹر ہمارا کونسی

پر تیار ہو گئے ہیں، اس لیے تھوڑی دیر کے بعد یہاں سے چلی

جائے گی کیوں اس سے؟ محسن نے سوال کیا۔

"جی ہاں نرس غزال صاحب پہنچ گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کاش عجلت

کے گھر سے میں نہیں آؤں چاہوں تو وہاں چلے جائیں۔ نرس نے

مطلوب دیا۔

محسن بولا اس بے ہوشی کے عالم میں ہمارا کوا فریج ہاں سے

لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھتے نہیں ہو لوگ چاروں کجاڑوں۔

آہ یہ ظالم سماج چاروں کو چار گھڑی بھی نہیں ہونے دے گا۔"

"آپ نے پانچویں انسان کا کوئی خیال نہیں کیا محسن بھائی کھانا

کہاں ہے؟"

"ہوٹل شہری میں! ابھارے ہمیں ہمارے ساتھ میرا ٹیکل

اطلاقی کی حیثیت سے نہیں لے جایا جائے گا۔ اور ہمارے جانے

کے بعد اس کمرے میں بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکے اس لیے میں نے

یہ حماقت جن کی۔" محسن نے جواب دیا۔

"پھر اس ہٹل ماڑی کی کیا ضرورت ہے؟ میرا خیال ہے

میں تو ہمارے ساتھ جاؤں گی۔" فریج نے کہا۔

"اپنے مجازی خدا کی اجازت کے بغیر؟" محسن نے اس

انداز سے کہا کہ سب کو ہنسی آئی۔ اسی وقت ڈاکٹر ظاہر علی چند

لوگوں کے ساتھ اندھا گیا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے کہا: "ڈاکٹر جھلا

کا خیال ہے کہ ہمارا کوا ہسپتال میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر جھلا ڈو نرس اس کی تیار داری کے لیے

بجھ رہے ہیں۔ تم کو کونسا تم سب اب آلام کو۔ تم سب کا بہت

بہت شکر ہے!"

میں خود بھی اٹھا ہوا ہوں!"

ڈاکٹر نے سب کی بھیجی کر دی تھی۔ ان بیماروں میں سے کوئی نہیں بچھڑ سکتا تھا۔ سب کے پاس ہسپتال میں جاتا تھا کہ ڈاکٹر چاہا تو پتہ ہوشی کے باوجود حضور محسوس کر رہا ہے اور اسے ہسپتال میں نہیں رہنے دینا چاہتا۔ اس لیے وہ گئے واپس لے جا رہا ہے۔ کوئی کیا تو فریضہ کر سکتا تھا ہم سب ہلکے ساتھ باہر آئے۔ ایڈولنس کے بچانے ہمارے ڈاکٹر کی مدد ہوئی وہیں میں بیٹھا مریا گیا۔ فریضہ ہمارے ساتھ بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر طاہر علی خود دین ڈیڑھا گھنٹے کے لیے گیا۔

”بارغزالی، ڈاکٹر کی کیفیت، بلکہ پورا کس ہی پر اسرار ہے۔ آسٹریا کو اپنا پاس کیا ہوا ڈاکٹر کے انداز میں آسٹریا زوارڈی کو لے رہا ہے مجھے تو سمجھ کر مال میں مالانگرا رہا ہے۔“

”کمال ہے لوگو! اس کال کے لئے کو فرغالی صاحب سفید کر سکتے ہیں، ان سے دو کون نہیں لی جانی؟“ تو میرے نے کہا۔

”چلو بیٹے بھرتے ہوئے اس مسئلے پر غور کریں گے“ محسن نے کہا پھر بولا ”فرغالی تمھاری کار بھی کھڑی ہے نا؟“

”ہاں! میں نے جواب دیا۔“

”تو رکو لے کر شہر کی تہ تیہو۔ ہم دونوں بھی آ رہے ہیں ماڈو فریجیا“ اس نے جواب کا انتظار بھی نہ کیا اور فریجیا کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ تو میرا فریضہ موشن کھڑی رہ گیا۔ شادی کے بعد تو محسن بالکل ہی ہاتھ سے نکل جانے کا۔ تو میرا صاحبہ، کیا خیال ہے؟“ میں نے سنا کہ وہ بولے۔

”دونوں بہت چاہتے ہیں ایک دوسرے کو۔ قابل رشک ہیں یہ تو میرا آہ سے بولی۔ ہم دونوں پارکنگ کی طرف چل دیے۔ کار میں سے کبھی باہر بیٹھے ہوئے وہ دھڑ سے ہنس پڑی۔ میں نے انگلیشن میں چاہی گھائی اور کار آگے بڑھا دی پھر پوچھا۔

”کیا یاد آگیا؟“

”نہیں کچھ نہیں!“ اس نے جواب دیا۔ جب میں نے مزید کچھ نہ پوچھا تو خود ہی بولی ”سوچ رہی تھی کہ اگر اس وقت ہمایا جولیا ہمیں دیکھ لیں تو ایک اور کس تیار ہو جائے گا۔“

”کس کی مجال ہے تو رکو۔۔۔۔۔۔“ میں منسوب الفاظ تلاش کرنے لگا۔ کمریزے اور آپ کے ہارے میں کوئی غلط بات سوچے! ”تو میرے نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد وہ کچھ نہ بولی۔ میں نے اس کی خاموشی کو محسوس نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ہم شہر کی پہنچ گئے عمدہ ہوئی تھا۔ پارکنگ میں محسن کی کار نہیں نظر آئی۔ اندھا داخل ہو کر ہمتے ایک کین کا سرج کیا اور اس میں بیٹھ کر پڑھ کھینچ لیا۔

”محسن سے بعد نہیں ہے کہ وہ کسی اور جگہ میں جاگھسا ہو“ میں نے کہا۔

رت سے دیکھا ہو۔ کچھ عظیم ہی نہ تھا پگلی کو۔ کبھی ایک دم سجدار بچتے تھے اور کبھی تہی بی بی گٹ میں ماہر تھی، مگر اردو دیکھنے سے بول جاتی تھی۔ اللہ جانے کہاں چلی گئی۔“ میں انڈر جاتے جاتے رک کر پم بابا کو دیکھنے لگا۔

”کون بی بی؟“ میں نے جواب سے کہا: کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟

”ممدت کی میاں! اندرت کی بات کر رہا ہوں۔ تم تو کبہرے تھے۔“

”ممدت کی میاں سے مل لیے ہوا“

”کیا ہو گیا اندرت کو؟“ میں نے سخت حیرت سے کہا۔

”اللہ جانے تو کبہرے ہیں ملاض ہو کر چلی گئی ہے کچھ صبح نہیں میاں!“

”ممدت!“ میرے منہ سے نکلا یا دوسرے لمحے میں باہر پڑ پڑا۔ ممدت غائب ہو گئی کہاں... کیوں؟ رات کے واقعات میرے بہن میں گوش کرنے لگے۔ اس کی پراسرار آمد۔ اور اس کے بعد بیش آنے والی صورت حال اور پھر اس کی گمشدگی، کیا وہ مجھ سے آخری ملاقات کرتے آئی تھی؟

”بلکہ ممدت سے اندر پہنچا تو ممدت کا مزہ خراب ہو گیا۔ بولا اسلئے اٹھی اور رک کر مجھے دیکھنے لگی۔ ہو جیو جیو! ایسے جا رہی ہو؟“ میں نے غلط پوچھا۔

”نہیں! اپنے کمرے میں جا رہی تھی، آؤ!“

”واپس میں آؤں گا محسن صاحب نے بلا لیا ہے!“ میں نے بلب دیا۔ اور انتظار کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ پھر ایک ملازم سے محسن ہالے میں پوچھا اور وہ معلوم کر کے کہ وہ اپنے ہی کمرے میں ہے۔ اسے اس کے پاس پہنچ گیا۔

”یہ سولو غزال اپنا واقعہ سن لیا؟“ محسن نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

”ہاں! کیا واقعی ممدت؟“

”معدالت یہی بتاتے ہیں بیٹھو! میں نے کرم بابا کو فون کر کے تھا کہ جو بی بی آؤ مجھ سے مل لو۔ باظر علی ایسا ہمارا گھر تو ظلم پرورش یا نامبار ہے۔ کیا یہ ساری باتیں تجھ پر نہیں ہیں؟“

”ہاں ہوں تو اس کے ممدت کے ہالے میں یہ یقین کیوں کر پایا وہ ملاض ہو کر کہیں چلی گئی ہے۔ اور اب واپس نہیں آئے۔ بلکہ ہے واپس آ جائے۔“

”وہ کسی سے ملاض ہو کر تو نہیں گئی۔ پورے گھر سے یہ بات ہم کو کہی گئی ہے۔ مگر اپنے قیام کے اس طویل عرصے میں یہ بلا لیا ہے کہ وہ تمہارے سے نکلی ہے۔ ملازمہ کا کہنا ہے کہ وہ رات کو کچھ پرے سے میں نہیں تھی۔ اور اس کا بسترے لیکن تھا اور اب کس کا کوئی پتا نہیں ہے... یہ ہے صورت حال۔“

”حسن صاحب کو اس ہالے میں معلوم ہوگا؟“

”ہاں! انہیں ہم سے پہلے بتا چکا تھا۔“

”پریشان ہوں گے؟“

”معلوم نہیں! میں نے سوچ رہا تھا کہ آفریہ سب کا ہے۔ میں نے اب تک کبھی اپنے گھر کے ہالے میں نہیں سوچا۔ یہ دیکھ مانے معاملات ہے ہیں میاں کے۔ خدار کے فضل سے کوئی ابھن نہیں ہی ہے اب تک۔ ڈیڑھی کا روزار بخیر چلا ہے ہیں۔ مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ مگر یہی لیکن ان کا اس کو بھی سے توقع رہا ہے۔ مجھے اپنے گھر کے ہالے میں کچھ تو معلوم ہونا چاہیے۔ بات اپنوں سے نکل کر فریضہ تک نہ پہنچتا ہاں تم سے اس مسئلے میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔“

میں خاموشی سے محسن کی شکل دیکھتا رہا۔ اس کا احساس بالکل ٹھیک تھا۔ وہ اپنی تشویش میں بالکل حق بجانب تھا۔ اور محسن صاحب اس کی تشویش دور کر سکتے تھے۔ اگرچہ میں بھی یہ کام کر سکتا تھا لیکن یہ مصلحت کے غلط تھا۔ چنانچہ میں نے کہا ”آپنی تشویش کی بات نہیں محسن۔ تاہم تم اس مسئلے میں محسن صاحب سے گفتگو کر سکتے ہو کیونکہ وہ دونوں کراڑ محسن صاحب کے خدیوے ہیں اس کو بھی میں داخل ہونے تھا اور آخر تک انہیں کی ذات تک محدود ہے۔“

”تمہارے خیال میں یہ مسئلہ زیادہ تشویشناک نہیں ہے؟“

”بظاہر تو نہیں! اور پھر ہاں کسی نامعلوم جگہ سے آ گیا تھا۔ فرار ہو گیا۔ ممدت کا معاملہ بھی یہی تھا۔ محسن صاحب سے بات کر دو محسن! پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے کروں گا۔ اب میرے خیال میں ڈیڑھی کو کھل پڑا چاہیے۔ تاکہ میں بھی اپنی کچھ ذمہ داریاں سمجھا لوں۔ ٹھیک ہے مجھے جو ڈیڑھی سے بات کرنی چاہیے!“

محسن کو کو اطمینان دلایا تھا۔ محسن خود میری کیفیت بہتر نہیں تھی۔ جو کچھ میں جانتا تھا وہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ جو حالات مجھے معلوم تھے وہ خود محسن صاحب کو بھی نہیں معلوم تھے۔ ممدت جہاں کبھی بھی گئی تھی اپنی مرضی سے تھی۔ اسے اظہار کیا جاسکتا تھا۔ کم سے کم میں تو یہ بات جانتا تھا۔ وہ ایک حیران کن شخصیت تھی لیکن وہ گئی کہاں، اور کیوں، کیا لائے بڑھے ہاں کا کوئی سراغ مل گیا تھا؟ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ممدت کا پورٹے ہاں سے کوئی سبق گہرا ہے۔ صورت حال کچھ ایسی تھی کہ ایک واقعے سے ذہن زور آ رہا ہوتا تھا کہ دوسرا پیش آ جاتا۔ طاہر علی کا اقدام، ہمارا کیفیت ممدت کی مجھ سے یہاں کن ملاقات اور پھر گمشدگی۔ کتنے غمزدگت میں یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔ محسن کے پاس سے واپس آیا تو داغ دکھ رہا تھا۔ سوچتا رہتا تو رات تو بھئی گزر جاتی اس لیے رستہ پر پٹا کر اٹھیں

بندر کیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن نیند تھی کہ نہیں آ رہی تھی۔
 بیٹا رتیالالت تھے جو دریا میں ادرم چلے ہوئے تھے۔
 اتنے میں گھنٹی بجی اٹھی۔ یہ میں نے فرنا کی نہیں دروازے کی گھنٹی
 تھی۔ میں نے پھر سے بستر سے اٹھ دیا۔ کریم بابا دروازہ کھولنے چلے۔
 گئے تھے۔ میں خود بھی وہیں پہنچ گیا۔ حسن صاحب کو دیکھ کر میرا دل تڑپ
 سے کھل گیا۔ کریم بابا فوراً دروازے سے باہر گئے۔ حسن صاحب نے
 مجھے دیکھا اور پھر غمگین ہو کر اس سے انداز میں کوئی اشارہ کیا۔ جسے میں
 اس وقت تو نہ سمجھ سکا۔ لیکن میں جب وہ دو قدم آگے بڑھے اور
 ان کے پیچھے ڈاکٹر طاہر علی کی شکل نظر آئی تو میں اس اشارے کا
 منہ بوم سمجھ گیا۔ البتہ میں نے یہ ایک ہوشربا بات سمجھی۔
 حسن صاحب نے کریم بابا سے کہا کہ تم باپ کی ایک سیجھی سے
 باہر چلے جائیں۔ نیچے بیٹھیں اور کوئی اس طرف آئے تو اسے مت
 کروں، کوئی بھی ہوشربا نہیں رکھیں، کریم بابا اگر دن ہلا کر باہر چل گئے
 "تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں مہتر غزالی۔ ان صاحب کو تو تم
 جانتے ہی ہو گے؟" حسن صاحب کا ہرگز پتہ نہ تھا کہ میں ابھی تک
 صورت حال سمجھ نہیں پایا تھا۔ لیکن آنا سمجھ گیا تھا کہ حسن صاحب
 ڈاکٹر طاہر علی کی وجہ سے دوقیہ بدلے ہوئے ہیں۔
 "تشریف لائیں" میں نے کہا اور ان دونوں کو اپنے خزانے
 میں لے آیا۔ داغے سبحان سے چھٹا جا رہا تھا۔
 "میں طاہر علی۔ تم میرے شوگر غزالی ہیں اس وقت... میں
 اس وقت فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ... کہ خود کو کیا سمجھوں تمہارے
 سلسلے میں؟ میں حسن کا تھا کہ وہ مدت کا باپ ہیں۔ میں حسن نہیں
 میرے پاس لایا تھا اور اس نے آپ کو لیا تھا کہ تم اس کے دوست
 ہو اور تمہیں ملازمت و دلدار ہے۔ بعد کا کام میرا تھا اور میں نے
 شاید تمہیں عیادت حسن کی برابری نہیں کی۔ لیکن اس سے بہت کم نہیں
 سمجھا۔ بڑا اعتماد کیا تھا تم پر اور... اور تم لوگوں نے... تم نے
 مجھے قابل اعتماد نہیں سمجھا، سب کچھ ہوتا رہا۔ میں تو باکل... باکل
 ہی... حسن صاحب سے ربط انداز میں بول رہے تھے۔ یوں لگتا
 تھا جیسے ان کے ذہن میں خیالات کا سندر موجزن ہو اور وہ
 اپنے جذبات کا صحیح اظہار نہ کر پائے ہوں۔ اور آج بھی... آج
 بھی خود پریشانی ہے تو... تو میں نے اسے نہ زبان کھولی کہی ہے وہ
 شاید مجھے صرف بے خوف ہی بنایا جاتا۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں
 غزالی کیا تم مجھے ان حالات سے آگاہ نہیں کر سکتے تھے؟"
 میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے چھاری پہلے میں کہا
 "میں سمجھ نہیں سکا۔ دو بڑے آدمی نیچا ہو کر مجھ پر ٹپک کیوں
 بیٹھے ہیں۔ کیا چاہتے ہیں آپ لوگ مجھ سے؟ پیسے مجھے سمجھائے؟"
 "تم جانتے ہو غزالی! دکھ تو یہی ہے کہ تم جانتے ہو۔ تمہیں

علم تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی ایک دوست کے اعتماد کو دھوکا دے رہے
 ہیں۔ ایک بجرمانہ کھیل کھیل رہے ہیں اور تم خاموش تھے... لیکن
 آخر کیوں؟ حسن صاحب نے کہا۔ میں نے حسن صاحب کی آنکھ
 میں دیکھا اور ایک لمحے کے لیے ان آنکھوں میں ایک خاموش
 اظہار آیا۔ لیکن پھر وہ ہنسے کے مانند ہو گئے۔ حسن صاحب ڈاکٹر
 رہے تھے اور لہذا اس کی کوئی وجہ ہوگی۔ بہر حال مجھے ان کا
 دینا تھا چنانچہ میں بھی ڈرلے کے لیے تیار ہو گیا۔
 "ڈاکٹر طاہر علی صاحب! حسن صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟
 بجرمانہ کھیل کا الزام لگا رہے ہیں آپ پر... آپ انہیں خاموش
 نہیں کرتے؟ آپ کے پاس تو بہت سے فنکارے ہیں!"
 "میں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں غزالی۔ جو کچھ کہنا چاہتے
 کھل کر کہہ دوں گا لیکن سنا جاتا ہوں میں تمہارے منہ سے۔ تم
 سارا قرض چکا دینا چاہتا ہوں۔ جو آٹا اور دیتا دل چاہے
 مجھے اگر ملے کوئی قیامت غمگین نہ کرے تو جو وہاں دل چاہے
 جاؤ۔ اب مجھ میں کوئی بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں رہی ہے۔
 میں نے ڈاکٹر طاہر علی کے منہ سے یہ الفاظ سنے اور مجھ
 چاہا مگر الفاظ میری زبان سے نہیں نکل سکے۔ میں کا تپا کر رہا
 "ڈاکٹر طاہر علی نے یہ تحریر میری اعتراف نامہ پیش کیا۔
 غزالی! حسن صاحب نے جب سے ایک کا فنکار نامہ لکھی میری
 بڑھایا۔ وہ ڈاکٹر طاہر علی کے لیکچر کے لیکچر پر پڑا ہوا تھا کہ
 ایک تحریر تھی۔
 "میں طاہر علی ملازم علی! یہ ثبات عقل و ہوش ہے! اعتراف
 کہہ رہا ہوں اور اس کے لیے نہ مجھ پر کوئی جبر کیا گیا ہے اور نہ کوئی
 ظلم لایا گیا ہے۔
 میرے دوست حسن احسان نے اپنے ایک بزرگ
 دماغی ملازم کے لیے مجھے متور کیا۔ لیکن مجھے براؤن نامی ایک
 نے جو حسن احسان کا بڑا پس پارٹر تھا کسی کاروباری مخالفت کا
 پر مجھے مشکوک کر میں اس بوجھ سے شخص کا آٹا ملازم کر دیا
 کے عوض مجھے بھاری رقم ادائیگی اور میں نے یہ بجرمانہ کارڈ
 کر دیا۔ میں نے مندرجہ ذیل دواؤں کے ذریعے بوڑھے شخص کا
 توان مزید ترقی کر دیا۔ اس کے بعد دواؤں کے نام تحریر
 تھے اس طرح صرف میں نے اپنے متعدد اور مزید پیشے
 قدرتی کی بکرتوں کا بجرمانہ ہوا اور اپنے اس بجرمانہ کا اعتراف
 کرتے ہوئے میں اس کی سزا چاہنے کے لیے تیار ہوں۔ بوڑھا
 میری وجہ سے اپنی دماغی صلاحیت حاصل نہ کر سکا اور دلچسپی
 حالت میں نذر ہو گیا۔ اگر وہ کسی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے تو
 اس کا قاتل گردانا جا سکتا ہے۔

میرا دل بجرمانہ ہے کہ غزالی نامی نوجوان کو میں نے اپنا آڑا
 اتنے کی کوشش کی اور اس کے انکار کے بدلے میں اسے اپنی کوئی
 ایک تہ خانے میں چھپا کر رکھنے تک مجھ کو ایسا ساموس بیجا میں
 بھا اور اس کے ساتھ اتنا ہی سخت اور اہانت آمیز رویہ اختیار
 رہیں نے اسے اس تہ خانے میں موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ
 ابقا کیا۔ لیکن وہ اپنی کوششوں سے وہاں سے نکل گیا۔ یہ تحریر
 نے اپنے خیمہ کے دواؤں سے مجبور ہو کر بھی ہے اور اس میں صرف
 چائی ہے اسے کسی دوا دیا کسی دہی مرض کا نتیجہ نہ سمجھا جائے۔
 ڈاکٹر طاہر علی!
 میں نے مختصر نگاہوں سے ڈاکٹر طاہر علی اور حسن صاحب کو
 دیکھا۔ طاہر علی کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ بلاشبہ وہ مرد دل شکن
 رشک خورہ نظر آ رہے تھے۔ ان کی اس کیفیت کا سبب جان
 نامی کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ ان کی لائق ملازمت
 کچھ کیا تھا اس کے بعد ڈاکٹر طاہر علی ڈاکٹر چوٹ کر رہ گئے تھے۔ اب
 انہیں ایک اور ہی نکتہ دیکھا مجھے وہ نکتہ یا دوائے بھ ہا
 سے میرے جذباتی ہو گیا تھا اور اپنے باپ سے اس طرح پیش
 ہی تھی جیسے میرے کسی دشمن سے میل تحفظ لیا جاتی ہو۔ طاہر علی آڑ
 کے باپ تھے۔ وہ ان کی عزیز ترین لائق اولاد تھی اور اب یہی
 برس ان رشتہوں میں دلچسپی پڑ رہی تھی۔
 طاہر علی کے سلسلے میں وقت آمیز ملازم نہ ہو گیا تھا۔ میں نے اس
 طرف نامے کو تکیا۔ حسن صاحب نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔
 نقد نہ تھا کہ میں نے کا فنکار کے حوالے کر دوں۔ لیکن میں نے
 ہاتھ پیچھے کر کے اس کا فنکار بوز سے بڑے کر دیا۔ حسن صاحب
 ڈاکٹر طاہر علی دونوں جو تک اٹھے اور مجھے دیکھنے لگے۔ کا فنکار
 میرے بڑے میں نے تمہیں میں دیا ہے اور پھر کریم بابا کو آغا زدی۔
 ہم لایا جو اپنے مالک کی نوجوانی کی دوسرے دروازے کے
 سپاس ہی موجود تھے، فوراً ہی اندر پہنچ گئے، میں نے کا فنکار
 بوز سے انہیں دیتے ہوئے کہا "کریم بابا جو ہلاک کا فنکار کے
 بلا سے جو ہے یہ بڑھ کر دو اور اس وقت تک وہاں کھڑے رہو
 جب تک کہ یہ بل کر کا کسٹرن ہو جائیں۔"
 "جی صاحب! اگر تم بابا نے کا فنکار کے بڑے سٹی میں
 رہے اور باہر نکل گئے حسن صاحب نے چھاری پہلے میں کہا کیا
 "تم نے امانت میں خیانت نہیں کی غزالی؟ وہ کا فنکار میسی
 لیت تھا۔"
 "وہ کا فنکار کے عزیز ترین دوست اور ہمارے باپ کے
 لاف تو تھا حسن صاحب! اور ایسی ہی چیز کو محفوظ نہ رکھنا
 لائق ہے۔ جو کچھ میں نے کیا اسے آپ میری جیڑی تصور کریں۔"

ڈاکٹر طاہر علی نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور ایک بار پھر
 ان کی گردن جھک گئی۔ حسن صاحب گہری سانس لے کر کرسی کی
 پشت سے ٹپک گئے، پھر انہوں نے کہا "مجھ سے ساتھ تو غزالی
 تم نے بھی جلد ہی نہیں کی اور ڈاکٹر طاہر علی نے تو میری دوستی کا بڑی
 طرح مذاق اڑایا ہے مجھے بتاؤ کہ آخر میں کیا کر دوں؟"
 حسن صاحب کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکا۔
 کوئی جواب تھا بھی نہیں۔ کریم میں ممکن خاموشی چھائی رہی، پھر
 حسن صاحب ہی کی آواز اٹھی۔ "میں ایک کاروباری آدمی ہوں۔
 اور میری زندگی پوری سنجیدگی اور اہمیت کے ساتھ کاروبار ہی میں
 گذری ہے، لیکن سب کچھ میرے لیے باکل نیا تھا اور میرے
 براؤن، طاہر اور غزالی۔ ان میں سے کم از کم دو نام میرے لیے کارڈ
 نہیں تھے۔ یہ کہہ کر وہ چند لمحوں کے لیے ایک اداس سکوت میں
 گم ہو گئے اور پھر بولے "مجھے سوچنا ہو گا ڈاکٹر طاہر علی کاب مجھے کیا
 کرنا چاہیے؟ اچھا خدا حافظ!" حسن صاحب ایک ایک اٹھے اور
 باہر نکل گئے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے اپنی جگہ سے تیش تک نہیں کی۔ تنہا
 دیر کے بعد میں نے کریم بابا کو آغا زدی اور وہ اندر آ گئے۔
 "کافی پیش گئے ڈاکٹر صاحب؟" میں نے پوچھا۔
 طاہر علی نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بھرائی ہوئی آواز
 میں بولے "ہاں!"
 "کریم بابا! زحمت کریں!"
 "اچھی لایا میاں!" کریم بابا نے کہا اور باہر نکل گئے۔
 "ہاں کی طبیعت اب کیسی ہے؟"
 "مشکک ہے۔ غصے سے باہر ہے!"
 "کیا ہوا تھا اسے؟"
 "ناشور جل کھایا تھا۔ بس بچ گئی!" ڈاکٹر نے بجرمانہ انداز میں
 کہا۔
 "کہاں سے مل گئی تھی یہ چیز اسے؟"
 "یہ سکر پاس موجود تھی اور وہ اس کے بائیں میں جاتی
 تھی۔ ڈاکٹر نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔
 طاہر علی کچھ دیر کے بعد بولے "مجھے معاف کر دو غزالی؟"
 "جو کچھ ہوائے سہولت لیتے ڈاکٹر صاحب! آپ تک پہنچنے
 والے تمام راستے ہمارے نزدیک سے گزرتے ہیں اور ان پر نفرت کا
 سفر نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے تمہارے میں بھی آپ سے ہی کہا تھا!"
 "میں اس وقت سمجھا نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے سنا سنا ہے
 میں کہا۔
 کریم بابا کا کافی لے گئے۔ ہم نے خاموشی سے کافی پی۔ پھر میں
 نے کہا "آپ صرف ہمارا شکر کریں اس کے سوا اور کچھ نہ سوجھیں۔"

باقی حالات میں ٹھیک کریں گا۔

”کل ناشتا میرے ساتھ رکھتے ہو؟ جاہت سکون محسوس کرے گی!“ ڈاکٹر نے عاجزی سے کہا۔

”ماہر جو جائیں گا!“

”اب چلتے ہوں!“ انھوں نے کہا اور کھڑے ہو گئے۔ میں نے انہیں ان کی کار تک پہنچانے لگا۔ ڈاکٹر نے صاف کے لیے ہاتھ رکھا۔ بڑی جھجک تھی ان کے انداز میں لیکن میں نے گرجوٹی سے اُن کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر کلر میں بیٹھ کر باہر نکل گئے۔

میں گرجوٹی آئی تھا کہ وہ رشتوں کی آڑ سے ایک ملازم باہر نکلا اور اُس نے بڑے ادب سے کہا: ”صاحب! میری طرفی لگائی تھی کہ جب ڈاکٹر صاحب چلے جائیں تو آپ کو بڑے صاحب کا بیٹھام دے دوں۔“

”کیا بات ہے؟“

”وہ اپنے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“

”چلو!“ اور چھوٹی سے سوچا کہ نہ دوں اپنے رہے اور نہ آؤں۔ حسن صاحب مجھے دیکھ کر مسکولے۔

”مشرکہ ہے آپ کا موڈ خراب نہیں ہے۔“

”کیوں بھئی! یہ تو بڑی دلچسپ سچویشن تھی۔“ حسن صاحب نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”میں نے ڈاکٹر کا احوال نامہ پھاڑ دیا تھا۔“

”تم نے بہت اعلیٰ کردار کا ثبوت دیا۔ شاباش!“ حسن صاحب نے گہرے جذبے کے ساتھ کہا۔

”میں تو ڈر رہا تھا کہ میں آپ میرے اس اقدام پر مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ میں نے مودبانہ مسکاہٹ کے ساتھ کہا۔

حسن صاحب ہنسنے لگے، پھر بولے: ”بھئی زمانہ طالب علمی سے لے کر آج اور تو زندگی کی زندگی میں کبھی کسی ڈر سے میں متھ نہیں لیا، مسکین یوں لگتا ہے تم بھی کامیاب اداکار ہیں۔ آج صرف اداکاری کرتے ہوئے ہی تمہارے پاس پہنچے تھے۔“

”وہ اصل غزالی ہیں! نہیں جانتا تھا کہ مجھے جو کچھ معلوم ہے اُسے ظاہر علی کے علم میں لاؤں۔ میں تمہیں اس کی نظر میں محفوظ رکھنا چاہتا تھا“ اور یہ تم پر کوئی احسان نہیں تھا۔

”میں نے غزالی کی اس بات کا اظہار کر دیا کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے، چنانچہ میں نے ظاہر علی کے سلسلے میں تم پر اعتماد و برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ یہی سمجھے کہ تم نے اچھی تک مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا اور آئندہ بھی تمہیں اچھی ذمہ داری سے آگاہ رکھے۔ میں نے تمہیں جو اشارہ کیا تھا وہ اسی سلسلے میں تھا۔ اس کے بعد تم سمجھ گئے۔“

”سمجھا تو نہیں تھا، مسکین! اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں!“

”یہی میں جو میں آپ سے چھپائے ہوئے ہوں اور دقت آنے سے پہلے کبھی ظاہر نہیں کروں گا۔“

”بھئی کمال کے انسان ہو! ہر حال تم پر اعتماد دے رہے مجھے اب کچھ میں نے ڈاکٹر ظاہر علی کے سامنے کہا کہ میں نے اسے حقیقت نہ سمجھ بیٹھتا۔“

”نہیں حسن صاحب آپ کے اس اعتماد پر مجھے فخر ہے۔“ میں نے تراسر پڑے ہیں کہا۔

”سوال یہ ہے کہ اب آئندہ پروگرام کیا ہو گا؟“ ڈاکٹر ظاہر علی اب ایک پٹا ہوا مہرہ ہیں، بات سیکے براؤن کی رہ جاتی ہے اسے اور پتہ کرنا ہو گا۔ میں نے کہا۔

”بڑی عمدہ بات کہی تم نے۔“ واقعی اس اٹھارے میں ظاہر علی تو چست ہو گیا۔ سیکے براؤن اذیتوں میں آجائے تو جوہر اصل سکین شروع کیا جائے۔ حسن صاحب نے پُرسرت انداز میں کہا۔

”ظاہر علی کے ساتھ اب کیا رویہ ہے گا آپ کا؟“

”جو کچھ اس نے کیا ہے میرے خیال میں اب نہیں کرے گا۔ چنانچہ کیوں نہ اُسے صاف کر دیا جائے۔“

”یقیناً بہتر ہو گا!“ میں نے تاکید کی۔

”حسن صاحب نے کہا: ”اب یہ بتاؤ کہ سیکے براؤن کی آمد کے بارے میں ڈاکٹر ظاہر علی کو بتایا جائے یا نہیں؟“

”ضروری نہیں ہے! البتہ دو سر طریقے سے ظاہر علی کو اس بات پر آگاہ کیا جائے کہ وہ مسٹر براؤن سے رابطہ قائم کریں!“ میں نے کہا۔

”حسن صاحب پُرخال انداز میں غمگین کھنڈے لگے پھر مسکا کر بولے: ”ٹھیک ہے ظاہر علی کا یہ تعدادن کار کڈ رہے گا۔ بس مجھے تم سے یہی بات کرنی تھی۔ رات بہت گذر گئی ہے آرام کرو۔“

”ندرت کی طرف سے آپ باکل یہ فکر ہیں حسن صاحب! میں نے کہا۔

”نہیں بھئی! استحقاقات رکھا ہوں اس سلسلے میں، اویسے اس بارے میں کئی بار اس انداز میں سوچ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک دن وہ یہاں سے چلے جائے گا۔“

”کیا مطلب؟“

”اس خاندان میں اسے کبھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ تم نے خود بھی دیکھا ہو گا کہ کوئی اسے لفظ نہیں دیتا تھا۔ سب اس سے الگ تھا۔ رہتے تھے کہ اب تک اس ماحول میں گزارا کرتی۔ میں سب سے معلوم کر سکا ہوں کوئی خاص بات نہیں ہوئی، وہ خود ہی چلی گئی ہے۔“ حسن صاحب کے لہجے میں سادگی تھی۔ وہ اب تک ندرت کی اہمیت سے واقف نہیں تھے اور اس کے چلے جانے

کو سولی واقعہ سمجھتے تھے

میں نے پوچھا: ”کیا آپ کے تلاش نہیں کریں گے یا آپ کو اس کے جانے کا انوسس نہیں ہے؟“

”میاں! انسان کا انسان سے پیار ہو ہی جاتا ہے۔ میں نے اُسے پہچانی تھا، مسکین اس کی شخصیت کے لیے میں ان لوگوں کی توہ نہیں حاصل کر سکا۔ مجھے احساس رہتا تھا کہ وہ یہاں ناخوش ہے۔

”میں نے تو سمجھا بھلا کرے آؤں گا درنہ... اور پھر تم جانتے ہی ہو وہ اسی طرح ملتی ہے اور اسی طرح چلی جاتی ہے۔“

”ٹھیک ہے حسن صاحب! اجازت دیجیے!“ میں نے کہا اور حسن صاحب کو سلام کر کے چلا آیا۔ ندرت کے بارے میں حسن صاحب کی رائے اس سے زیادہ نہیں تھی مسکین میں کبھی نہت پر ندرت کے بارے میں کوئی انکشاف نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ذات کے عہد میرے لیے جلیغ تھے اور میں ہی انہیں کھولنے کا خواہش مند تھا۔



دوسری صبح کسی کچھ تارے غیر میں ظاہر علی کی کوٹھی چل پڑا۔ نوٹھنے میں دس منٹ باقی تھے جب میری کاران کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ ظاہر علی بارے میں تھے۔ آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملانے۔ ”تمہارے لیے یہ کھڑا تھا۔“

”سوری ڈاکٹر! تو نہیں ہو گئی؟“

”تعلی نہیں۔ آؤ!“

”ہمارے پاس چلیں!“ میں نے کہا اور ڈاکٹر کے ساتھ ہمارے کمرے میں پہنچ گیا۔ ہمارا جگ رہی تھی۔ ایک درس اس کے پاس موجود تھی۔ اس نے مجھے اور ظاہر علی کو گنجا دیکھا تو میرے چہرے کا جائزہ لیتی رہی اسی وقت ڈاکٹر نے درس سے تہائی کی درخواست کی اور وہ باہر چلی گئی۔

”ناشتا ہمارے ساتھ ہی کرو گی ہا؟“ ڈاکٹر نے کہا۔

”ڈیڑے آپ بھی باہر چلے جائیں!“ وہ بولی۔ اور ڈاکٹر گراؤں بھلا کر باہر نکل گیا۔

”میں ہمارے بستر پر بیٹھ گیا۔“ مختصر! مجھے آپ سے شکایت ہے۔ آنا سخت قدم اٹھاتے ہوئے آپ نے میرے ہارے میں کچھ نہیں سوچا... کیوں؟“

”تم نے غزالی... تم نے ڈیڑے کو صاف کر دیا؟ انھوں نے صاف مانگی تھی تم سے؟“

”ہاں! انھوں نے مجھے شہ زندہ کیا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان اب کوئی دشمنی نہیں ہے، پہلے بھی نہیں تھی، وہ سیر ساتھ کچھ بھی کرتے آؤ تو تمہارے ڈیڑے تھے اس لیے میرے

بہت کچھ تھے۔
 "غزال! مجھے پہلا تو نہیں ہے۔ دل سے صاف کر دیا ہے تم نے ڈیڑی کو، بہت بڑا کیا تھا! انھوں نے تمہارے ساتھ معاملے جانے کے بعد میری آن سے زبردست جنگ ہوئی۔ بیچ گی ہوں ورنہ بیچا نہیں پاتا تھا۔"
 "ڈاکٹر صاحب نے مجھے ناشتہ پر بلایا ہے۔ تم پر کوئی پابندی تو نہیں ہے، ناشتہ تو تمہارے ساتھ ہی کرو گی؟"
 وہاں بولے جو مجھے پہلا دو۔ ڈیڑی کے پاس لے جاؤ! بہت بدترینی کی ہے میں نے ان سے۔ ہلے نہ کہا
 ہم دونوں ڈاکٹر صاحب پر عمل کے پاس بیٹھ گئے پھر ناشتہ کیا گیا۔ ہلے کے لئے ناشتہ مانگ تھا اس عدوان بائیں جا رہا۔ میں ڈاکٹر نے ہلے کے سامنے ہی کہا۔ غزال! میں جس پیکر میں الجھ کر معیبت میں گرفتار ہوا ہوں، اس سے کوئی بچھی نہیں رکھتا یا پتا مجھے اب بوڑھے یا بیکے براؤن سے کوئی عزم نہیں ہے۔ اگر کسی طرح ممکن ہو سکے تو تم حسن کا دل میری طرف سے صاف کر دو جو کچھ ہو سیکے۔ بے بہت ہے کیا تم میرے لئے ذمت کرو گے؟
 "یہ میری ڈیڑی تو دلہنی ہے ڈاکٹر صاحب ذمت کیسی... خود میری لیزیشن میں خراب ہے کچھ وقت گذر جانے دیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
 "ہاں تمہاری لیزیشن واقعی بہت خراب ہو گئی ہے اور ان کا ذمہ دار میں ہوں۔ تم نے میرے ہاتھوں اتنی کیفیت اٹھانے کے باوجود حسن کو کچھ نہیں بتایا؟ بہت بڑے ہو بیٹے، بہت اچھے ہو۔ میں بھی بیٹنگ کیا تھا بہت پیتوں میں چلا گیا تھا۔ کھو رہے ڈور تھے بچا ہوں۔ ہاں چلی جاتی تو پھر کیا رہ جاتا میرے پاس، جو رہ جاتا اس کا کیا کرتا؟ ڈاکٹر کی آواز بھرا گئی۔
 "آپ کو یقین آ گیا ہے، ڈاکٹر صاحب کو بوڑھے کے پاس میں کچھ نہیں معلوم۔"
 "پلیز غزال! اب کچھ نہ کہو!"
 "تمہاری ہی معلومات حاصل کر سکتا ہوں آپ سے؟"
 "ہاں ضرور۔ کچھ ہو۔"
 "میکے براؤن کو آپ نے بوڑھے کی گتہ گی کی اطلاع دی؟"
 "جولیانے صدی ہے!"
 "اس کی طرف سے کوئی جواب ملا؟"
 "ابھی تک نہیں۔ جولیانے ہی ہوتی ہے۔"
 "اگر ممکن ہو سکے تو اس سے رابطہ قائم کریں اور یہ اطلاع دے کر اس کا ردعمل معلوم کریں۔"
 "تم پتا ہتھو تو ٹھیک ہے۔ کروں گا۔ ڈاکٹر نے جواب

دیا کافی درجہ تک میں ان لوگوں کے ساتھ رہا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔
 راستے میں میرے ذہن میں بیشتر خیالات تھے۔ سیدھا دفتر ہی پہنچا تھا۔ وہاں بھی اسی ہائے میں سوچتا رہا۔ بوڑھا فاب تھا۔ خدمت گم ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر صاحب مل لو راستہ برائے تھے۔ میکے براؤن گم تھا۔ ڈاکٹر میرے پاس تھی۔ اب اس کیل کو آگے لے کر لے کر بڑھایا جائے۔ اگر میں بھی اس سے چلے جاتا کروں تو پھر بات ہی کیا ہے سگ آتا تلک دو دو کیا رہا ہے۔ گن میں تم نہیں ہرنا چاہیے۔ کچھ ہرنا چاہیے۔ لیکن کیا؟ سوچ کا سفر جاری رہا۔ اور پھر ایک خیال دراع میں آیا تو میں اچھلی بیڑا۔ اس پر غور کرنے لگا اور کرتا رہا یہ پروگرام کچھ گم رہا تھا۔ لیکن اس میں خاصا جھیل چلا تھا، اس پر کام کرنا پڑتا۔ لیکن صاحب سے مشورہ ضروری تھا۔ ان کے آفس فون کیا تو وہ موجود نہیں تھے۔
 رات کو کوئی پرانے سے ملاقات ہوئی۔ مزید خوش اخلاق اور محبت سے پیش آئے میں نے ڈاکٹر صاحب پر عمل سے ملاقات کی تفصیل بتائی تو ہنسنے لگے۔ ٹھیک ہے، ادھر میرے کاھیلا تھا لیکن میں اس براؤن کے ہالے میں بہت خود کر رہا ہوں۔ نہ ہلے نہ کیوں شبہ ہو رہا ہے۔ غزال! بوڑھا کسی طرح براؤن کے ہاتھ تک گیا ہے۔"
 "مجھے اس خیال سے اختلاف ہے حسن صاحب! ہوں! اٹھنا ہے پاس کوئی ٹھوس دلیل ہوگی۔"
 "اگر بوڑھا میکے براؤن کو مل جاتا تو وہ یہاں نہ چھپا ہوتا۔ لے لے کر کب کا نکل چکا ہوتا اور اس کے بارے میں یہ پتا چلتا کہ وہ فرانس یا بلجیئم میں ہے۔ اگر وہ یہاں سے چلا گیا ہوتا تو جولا بھی اب یہاں نہ ہوتی۔ بوڑھا اس کے ہاتھ میں لگا۔"
 "گو کیا جولا اپنے باپ کی یہاں موجودگی سے واقف ہے؟"
 "ممکن ہے اساتہ ہو۔ لیکن میکے براؤن کو بڑا کسب چا سکتا ہے۔"
 "کیسے؟ حسن صاحب نے پوچھا۔"
 "میکے ذہن میں ایک پروگرام ہے۔ میں نے جواب دیا اور حسن صاحب مجھے دیکھنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار تھے۔ مجھے بتا دیا کہ پروگرام ہے؟"
 "میکے براؤن کے ساتھ صاحب کوئی رعایت نہیں برتی جا سکتی اس نے سازش کی ابتداء کی ہے، اب اسے صرف جواب دیا جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جولا کو اغوا کروں۔ میں نے کہا اور حسن صاحب اچھل پڑے۔"
 "کیا؟ ان کے فتنے بے اختیار نکلا۔"
 "مجھو ہی ہے حسن صاحب! میں تمام اتار کا احترام کرتا۔"

لیکن براؤن کی سازش کو پشت از پام ہونا چاہیے۔ طاہر علی تاش ہونے ہیں اور میرے براؤن بھی تمہارا ڈال دینا ہے۔ تو پھر یہ کہہ کر اس کے ساتھ کی سسک کر تے ہیں۔ اس طرح یہ کیوں آگے لگاؤ؟ بوڑھا اس کیل سے نہیں ہے، خاموشی کے سوا اور کچھ پاس کیا جا رہا ہے۔"
 حسن صاحب پر خیال افلاذ میں ٹھوڑی کھاتے ہے۔ پھر اٹھنا لگا، اس پروگرام کے دوسرے پہلو میں پر بھی غور کیا؟
 "خلف؟"
 "ہولیا مارے پاس آئی ہے!"
 "بیٹنگ!"
 "اس کی دیکھ جمال ہمارا ذمہ داری ہے۔ براؤن سے جسے کافی گہرے تعلقات ہیں، اس کی سازش کو ادھر منتظر مام پر نہیں آئی ہے۔ اس طرح کچھ مدت باقی نہ جاتی ہے اور پھر وہی توڑ دے کہ دست بھی ہے۔ دوسری بات اس کی اپنی حیثیت کی ہے۔ اس کے گہرے کے بند پوس میں متحرک ہو جائے گی، بات بڑھ کر بدل جائے گی۔"
 "پروگرام اس افلاذ میں ترتیب دیا جائے گا کہ بات نہ بگڑے!" میں نے کہا۔
 "کوئی ایسا پروگرام شاید تھوڑے دنوں میں ہے۔ آخر کیا کرو گے؟"
 "پروگرام بنانا پڑے گا۔ آپ صرف یہ فرمائے کہ آپ سے ناپسند نہیں کریں گے؟"
 "میں! حسن صاحب بہت الجھ کر تھے۔ پھر انھوں نے کہا۔
 "اسی ہی کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا؟"
 "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ میں نے جواب دیا۔
 "وہ داپس تو آئے گی نا؟"
 "ہاں کیوں نہیں؟"
 "داپس آکر وہ کیا بیان دے گی؟"
 "جو کچھ بھی کہے گی ہمارے خلاف نہیں ہوگا۔ میں نے جواب دیا۔
 "جیسا مناسب سمجھو کہو اس کی بات براؤن نہ جانے میکے براؤن خاصا با اثر آدمی ہے اگر ادا پچھیلے نے پوچھ کر کچھ تو ہیں بہت حال شکل ہو جائے گا۔"
 "میں کوئی موثر طریقہ بناؤں گا۔ آپ اطمینان رکھیں میں آپ کی اجازت منور ہے۔"
 "اے کہ اچھو کچھ بھی کر کے۔ حسن صاحب نے کہا۔"

اس کے بعد سارا کام میرا تھا۔ جن صاحب نے ٹھیک کہا تھا۔ میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا ایک خبر میری ساریہ دار کی بیٹی کے اغوا کا معاملہ آنا معمولی نہیں ہوگا۔ پوس بھی حرکت میں آجائے گی۔ ایسی شکل میں اگر بات کھل گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ حسن صاحب کی بھی لیزیشن خراب ہو جائے گی، کوئی ایسی ترکیب ہو کہ کام بھی ہو جائے اور کوئی مشکل بھی نہ ہو۔ بہت خود کر گیا اس موضوع پر لیکن ٹھوس بات ذہن میں نہیں آئی۔
 دوسری شام میں کوٹھی داپس آیا تو ساریہ بیٹن لان پر ڈیرا جمائے ہوئے تھی۔ فرخیر بھی تھی، محسن کیل نہ ہوتا۔ تنور اور چولہا بھی تھیں، مجھے بھی زندگی گذرے سے آواز میں سے کوئی ملوانا گیا۔
 "کچھ کچھ دنوں سے فضا پر کچھ بے کنی چھائی ہوئی ہے۔ اس سے نہات پانی چاہیے۔ یہ کانفرنس اسی مسئلے میں ہے، محسن نے کہا۔
 "خوب! ایک تیریلین عمل میں لائی جا رہی ہے؟" میں نے پوچھا۔
 "تمہارا مشورہ بھی شامل ہونا چاہیے۔ کہیں لیا نکلا جائے کوئی ایسا پروگرام بناؤ جو چند روز کے لیے باہر نکل جائے، محسن نے کہا۔
 "ہاں ساری وقت ایک خیال ذہن میں آیا اور کچھ ایسا ہی فوراً ہی میں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ ساری حضرات ابد قسمتی سے میرے سپرد ایک اور ذمہ داری کوئی کی ہے۔"
 "کیا مطلب؟" محسن نے پوچھ کر پوچھا۔
 "بس بھائی لازم قسم کے آدمی ہیں، جو ڈیڑی مل جائے۔"
 "ڈیڑی کیا ہے آخر؟"
 "بھائی بیاری تھا ہے علم میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب پر عمل میرے ساتھ رانی کھیت بھیج ہے ہیں، ہمارے علاوہ کسی اور کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کیفیت کچھ ایسی ہے کہ میں انکار بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا۔
 "جولیا کا اتھس بند ہو گیا تھا، پھر وہ لول پڑی۔ تو کیا اب آپ نے ڈاکٹر کی مدد سے اختیار کر لی مسئلہ کا زالی۔ یہ یہاں سے کوئی کب چھوڑی؟"
 "جولیا کی بات کو سب نے ہی محسوس کیا۔ تو میرے مددی سے لولہ ڈاکٹر انکل فر نہیں ہیں، سب نے تم نہیں جانتیں ان سے ہمارے کیسے تعلقات ہیں۔"
 "اے! ہاں واقعی۔ وہ بہت شخص انسان ہیں۔ جولیانے طنز یہ افلاذ میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے طنز کو میں نے تو سمجھ لیا تھا، کوئی اور نہیں سمجھا۔ لیکن جولیا کا لہجہ کسی کے لیے بھی غرت گلزار نہیں تھا۔
 "محسن نے کہا کیوں نہ ہم لوگ بھی رانی کھیت میں مل جائے؟"

"سوری بھئی! مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ تم لوگ بھی پڑے تو نے مجھے ہوسک میری درخواست ہے تم ہمیں اور چلے جاؤ۔ ہمارے میرے ساتھ جانا چاہتی ہے۔ امید ہے محسوس نہ کرو گے" فریجہ مسکراتی ہوئی آگلی جھجھکا ہوئی آنسو بہا کر کہہ کر کسی خاص تاثر کا منظر نہیں تھا۔ اس نے کہا: "اس میں حرج بھی کیا ہے۔ اور پھر ہم آنا ہی پروگرام نہیں بنا سکتے۔ اگر خزاں صاحب معروف ہیں تو انہیں اس پروگرام میں نہ گھسیٹنا جائے ہم لوگ کوئی نزدیکی جوگہ منتخب کر لیتے ہیں۔"

"یقیناً؟ فرم سکتے کہا۔"

"تم کس تک جا رہے ہو خزاں؟" محسن نے پوچھا۔

"شاید کہی۔ لڑائی کھیت میں ایک خوب صورت عمارت حاصل کر لی گئی ہے۔ ملکاؤ کے کسی دوست کی ملکیت ہے۔ سنا ہے اس علاقے میں اس سے خوب صورت عمارت اور نہیں ہے! میں نے جواب دیا۔

"واپس کیا یا پروگرام ہو گا؟"

"کوئی تعین نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔ ایک مہینہ ہی کوشش تھی لیکن داؤد اچھا تھا اگر کیا سیاب ہو جاتا تو ساری مشکلات حل ہو سکتی تھیں۔ ابھی تک آثار بہت بہتر تھے۔ جو لیا خون کے گھوٹ پی رہی تھی۔

ڈرے کے فوراً بعد وہ پھیری ہوئی شیرنی کی طرح اٹکیسی۔ میں داخل ہوئی "تم رانی کھیت نہیں جاؤ گے۔۔۔ کچھ مجھے نہیں دیا جاؤ گے!"

"مس جو لیا!" میں نے سر زلزل کرنے والے انداز میں کہا۔

"میں تمہیں نہیں جانے دوں گی! مجھے!" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"چنانچہ کیوں آپ مجھے اپنی ملکیت سمجھتی ہیں۔"

"میں تمہیں چاہتی ہوں۔ میں تمہیں کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی۔"

"تمہاری چاہت سے مجھے کچھ نہیں ملے گا، تمہارے ڈوٹھی مجھے شکر اچھے ہیں جو لیا۔ اپنا اور میرا وقت برباد مت کرو۔" میں نے مزید خشک اہم اختیار کیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں سب ٹھیک کروں گی۔"

"مردہ ٹھیک کرو! تمہیک کو تو مجھے اطلاع دے دینا۔ فی الحال میں ہمارے ساتھ رانی کھیت جا رہا ہوں۔"

"تم نہیں جاؤ گے!"

"جاؤں گا کس جو لیا۔ مجھے جانا ہے۔" میں نے سر دھبے میں کہا۔ جو لیا مجھے غور تو رہی، پھر پوچھتی باہر نکل گئی۔ اس کے

ہانے کے بند میرے ہاتھوں پر مسکاٹھ پھیل گئی کھیل شروع تو ہو گیا تھا لیکن اس کے خواتک ہونے کا اندیشہ بھی تھا۔ بہت سے خیالات ذہن میں آنے پھر میں نے ہا کو اس پروگرام سے آگاہ کر دینا ضروری سمجھا لیکن یہ عقیدہ نہ نکلتا جو میرے ذہن میں تھا بلکہ کچھ اور ہی گڑبڑ ہو جاتی۔ فون پر ہامل گئی۔

"ہلو ہما! کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں۔ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"کوٹھی سے جو بھی ایک کام تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔"

"ہاں کہو!" ہمانے غلوس سے کہا۔

"حسن صاحب کی کوٹھی سے کوئی بھی ذرا کرتے یہ پوچھ کر کیا تم میرے ساتھ رانی کھیت جا رہی ہو تو تم رازدار کر لیتا۔"

"ٹھیک ہے!" ہمانے جواب دیا۔

"اگر ڈاکٹر صاحب یہ سوال کوٹھیں تو ان سے بھی کہہ دینا کہ ہم نے سیر کا پروگرام بنایا ہے۔"

"کب جا رہے ہیں ہم لوگ؟" ہمانے پوچھا۔

"کل!"

"او کے!"

"تم نے اس کی وجہ نہیں پوچھی یا؟" میں نے کہا۔

"کیوں؟"

"تم نے بلبے کافی نہیں ہے!" ہما اعتماد سے بولی۔

"شکر ہے ہما۔ کل ملوں گا۔"

"خدا حافظ!" اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

صبح کو میں نے اس ڈرے میں کچھ اور رنگ آمیزی کر دی۔

کریم بابا سے بھی یہی کہا تھا کہ میں کچھ دن کے لیے باہر جا رہا ہوں اؤ پھر میں ایک ایسی لڑکی کے بارہ نسل۔ ایک داؤد تھا جس کی بچیس فیصد کھانسی کے امکانات تھے۔ کار میں بیٹھ کر بل دیکھ آتش ہانے کے بجائے ہمارے گھر کا رخ کیا۔ ہمانے بتایا کہ اس مسئلے میں کسی نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ ڈاکٹر ظاہر علی موجود نہیں تھے۔ ہمارے پاس بیٹھا، میں اس سے باتیں کر رہا تھا کہ فریجہ پھینچی گئی۔ ہم دونوں نے اس کا استقبال کیا۔

"تو یہ قہقہہ تھا ہما! تم واقعہ عمدہ ڈرامہ باز ہو۔ میں سمجھی دیتی تھی کہ کوئی گڑبڑ کر رہا تھا! مگر اب بات سمجھ میں آگئی۔ یہ کسی بیٹھی بیٹھ جانے کا پروگرام تھا جس کے لیے تم اپنا کب بیار ہو گے!"

"رانی کھیت!" میں نے تھوچ کر کہا۔

"ہیں بھی ساتھ لے لیا ہوتا۔ ہم کوئی میرا چاہنے والوں میں ہیں کیا؟" فریجہ نے کہا۔

"اصل میں آپ کے ساتھ جھگڑا بہت ہی مس فریجہ اظہار ہے آپ تہا نہ ہا میں بلکہ جناب عن صاحب آپ کے ساتھ ہوتے پھر جناب آپ کو خیال آنا کہ نندری ادا اس پر جانے کی جتنا خیر یہ رعایت بھی کی جاتی، نندری نور صاحبہ اچھی پیاری اسپورٹس سہیلی کے بغیر کیسے جا سکتی تھیں، نتیجے میں رانی کھیت، چنے کا کھیت بن جانا کیا نامہ؟" میں نے مسکرا کر کہا اور فریجہ ہنس پڑی۔

"چلو ٹھیک ہے، اللہ مالک ہے۔ جاؤ خدا خیر سے واپس لائے" فریجہ نے بڑی بڑھیسوں کے سے اعزاز میں کہا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ میں نے ہما کو بتایا کہ اس طرح میں نے بطور مذاق یہ الفاظ رات کو کہہ دیے تھے اور اس طرح ان لوگوں نے بات کا تعلق بنا دیا۔ ہما مسکرا کر کہی۔ اس رات میں اتنی فطیمہ تبتلیاں رونما ہوئی تھیں کہ اس کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔

"مسکن اب یہ مذاق خمیدگی اختیار کر گیا ہے کچھ کرنا ہو گا۔"

میں نے تھوڑی کھمبے ہوئے کہا۔

"ڈوٹھی پہن لیں جانے سے متنع نہیں کریں گے!" ہمانے کہا۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ میرا یہ مطلب نہیں ہوا! میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ اب کسی مناسب طریقے سے پروگرام کینسل ہونے کی ضرورت پیدا نہ بلانے۔"

"اوہ!" ہما کی آنکھوں میں روشن چراغ بکھر گئے۔ مسکن پھر اس نے فوراً سمجھ لیا کہ یہ بھی کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ میں کہہ دوں گی کہ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ابھی میں مسکرے قابل نہیں ہوں اس لیے ہم نے یہ پروگرام عارضی طور پر ملتوی کر دیا ہے۔"

"ہم رات کو اپنا کھانا خور رہے ہوں گے اس سے قبل ہی سمجھا جانا چاہیے کہ تم چاہتے ہیں۔"

"پھر میں نکل جاتے ہیں یا کچھ اور کام ہے تمہیں؟" ہمانے پوچھا۔

"ہاں! کچھ مصروفیت ہے۔ تمام کی جائے تمہارے ساتھ بیوں گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہمارے شخصیت ہو کر ظاہر علی کی کوٹھی سے نکل آیا۔ اب مجھے جو لیا کی فکر تھی، اس کے اقدامات پر ہی پروگرام کی کامیابی کا انحصار تھا۔ تھوڑی دیر سوچنا رہا۔ پھر ایک کیسٹ کی دکان سے کریم بابا کو فون کیا اور ان سے جو لیا کے بارے میں دریافت کیا۔

"ہیں کچھ نہیں معلوم صاحب کوئی خاص بات ہے کیا آپ ابھی گئے نہیں؟"

"کریم بابا! آپ کی پوری احتیاط اور رازداری کے ساتھ یہ بات معلوم کر کے مجھے بتائی ہے کہ جو لیا کوٹھی میں ہے یا نہیں؟ اس میں معلوم کریں کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔"

"اس کے لیے ہمیں جانا پڑے گا۔" کریم بابا بولے۔ "میرے پاس سے تھوڑی دیر کے بعد میں آپ کو فون کروں گا۔" رازداری سے یہ ٹھیک ہے!" کریم بابا نے کہا۔ اور میں نے فون بند کر دیا۔ کیسٹ کا شکر ہے ہمارا کہ اسے کال کی قیمت ادا کی اور واپس کلا میں آ بیٹھا۔ دفتر کا رخ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، لیکن آوارہ گردی کرتا رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ کریم بابا کو فون کیا۔ انہوں نے بتایا کہ جو لیا صبح سے گئی ہوئی ہے اور ابھی تک واپس نہیں آئی۔

"کیسے معلوم ہوا آپ کو؟" میں نے سوال کیا۔

"جو کدیا رہے باتوں باتوں میں پوچھ لیا۔ پھر کوٹھی میں جا کر ایسے ہی معلوم کر لیا کسی کو شبہ نہیں ہو سکا ہے۔"

"مشکرہ کریم بابا!" میں نے کہا۔ اور فون بند کر دیا۔ کچھ اطمینان ہوتا جا رہا تھا لیکن ابھی مکل سکون نہیں تھا۔ حسن صاحب کو صورت حال سے پوری طرح آگاہ کرنا تھا کہ کوٹھی اس کے بغیر بات نہیں بن سکتی تھی بہت غور و خوض کے بعد بالآخر دفتر پہنچ گیا۔ حسن صاحب کی کار دفتر کی عمارت کے سامنے موجود تھی۔ میں سیدھا اُن کے کمرے میں چلا گیا۔

"آؤ خزاں! میں نے تھوڑی دیر قبل گھر فون کیا تھا۔ عجیب اطلاع ملی، وہاں سے نام نہ نہ بتایا کہ تم نے اپنا کب کسی بیٹھی بیٹھی پر جانے کا پروگرام بنایا اور شاید روانہ بھی ہو گئے۔ مجھے یقین نہیں آیا اس کی حیران مفرود ہو گیا۔ کیا قہقہہ کیا ہوا تھا...؟"

"اسی تفصیل کے لیے حاضر ہوا ہوں!"

"بیٹھو۔ کھڑے کیوں ہو! بیٹھو۔" حسن صاحب نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ "ہاں اب بتاؤ؟"

"یہ افواہ میں نے رات کو اڑائی تھی اور صبح کو کچھ ایسے اقدامات کیے کہ لوگ اس افواہ کو حقیقت سمجھیں۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی شش آگلی؟"

"وہی عرض کر رہا ہوں! معاف کیجئے کہ حسن صاحب کچھ ایسی باتیں کہتی پڑتی ہیں جو اعتراضات نہیں کرتا یا نہیں سیکن مجھوری ہے۔ ہمارا بیٹھی بیٹھی سٹی کی دوست ہے اور میں اس کے لیے دل میسا بیٹھوں کا سا جذبہ رکھتا ہوں۔ مسکن کچھ لوگ ہماری اس محبت کو دوسری نگاہ سے دیکھتے ہیں، انہی میں سے بلانوں کی بیٹی جو لیا بھی ہے۔ وہ آنا دھول کی دکان مشرق میں نفعان تلاش کرتی پھرتی ہے اور اس نے مجھے بھی نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کی اس حماقت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس وقت میری خود غرضی نے مجھے ایک قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔"

"بڑی اچھی اچھی باتیں کہ رہے ہو!"

"رات کو میں نے اس پروگرام کا اعلان صرف جو لیا کی وجہ

”سعدی کا راز خواہ نکلا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو جویا تو نے بیٹھے ہی کھیت کے لیے روانہ ہو چکی ہوگی۔“
ہماصرت نے حسن صاحب اچھل پڑے۔

”جی ہاں! اس کے کوٹھی سے چلے جانے کی اطلاع مل چکی ہے۔“
”سکین کیوں؟“

”اس لیے کہ وہ مجھے ہماکے ساتھ تنہا کسی تفریحی مقام پر نہیں چھوڑ سکتی۔“

”رقابت؟“
”جی ہاں!“

”سکین اس کا مقصد؟“
”اس کا راز کھیت تک پہنچنا۔ وہاں مجھے تلاش کرنا اور پھر وہاں سے واپسی، کم از کم ایک ہفتہ تک جانے گا۔ وہ جو لوگ ہمیں کسی کو بتا کر نہیں گئی ہوگی اس لیے آپ کو یقیناً اس کی گمشدگی پر بہت پریشان ہونا پڑے۔ کل صبح تمام انگریزی اخبارات میں جویا کی تلاش کا اشتہار چھپا دیا۔ اردو اخبارات کو یہ اشتہار قطعی نہ دیا جائے کیونکہ پھر ایک بہت بڑی آبادی اس کی تلاش میں مصروف ہو جائے گی۔ ہمیں یہ اخبار صرف نیچے براؤن کو بڑھوانا ہے، اس کے علاوہ وہ قانونی کارروائیاں بھی کرنی ہیں جو اس مسئلے میں کی جا سکتی ہیں ان چند روز میں ہی ہمیں یہ سب کچھ کر لینا ہے، جب تک کہ جویا واپس نہیں آجاتی۔“

”اوہ۔ خدا کی پناہ! تو گویا یہ اس پروگرام کا ایک حصہ ہے۔“
حسن صاحب تے حیرت سے کہا۔

”جی ہاں ایسا ہے اگر جویا یہ نہیں کہنے گی کہ اسے اغوا کیا گیا تھا یا کوئی اور سازش کی گئی تھی اس کے خلاف! میں نے جواب دیا اور حسن صاحب انھیں پھاڑے مجھے گھورتے رہے۔ پھر بولے

”کہاں کی کہتے تھے غزالی۔ بڑی زبان سے پروگرام بتا لیا ہے۔ اگر سب کچھ توقع کے مطابق ہو جائے تو واقعی بڑی بات ہوگی اس سے

تندرہ لایق دوسرا نہیں ہو سکتا۔ واہ۔“
”آپ اس مسئلے کے معنی کام کر لیں۔“

”ہاں! کم از کم سبک استخارہ تو کر لیا جائے۔ گھر میں تھوڑا سا تفتیش کا ماحول بھی ترقی کرنا ہوگا۔ یا پھر میں یوں کرتا ہوں کہ

ابھی سے مسئلے میں کارروائی کا آغاز کرتا ہوں کوئی صورت نکال رہا۔ بس خدا کرے وہ ارادہ ملتوی کر کے واپس نہ آجائے۔

علاحدہ غزالی اس سبھی کے لیے دل کرا رہا ہے۔ خدا کی قسم نیچے براؤن کتا ہی کہیں نہیں ہے ہوا اس سبھی مجھے کوئی پرنشاس نہیں ہے۔ اگر کل کو تو نہ ملنے کہاں کہاں جھنگتی پھرے گی، کسی بڑی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائے۔“

”ایسا نہیں ہوگا حسن صاحب! آپ کی شرافت آپ کو بے احساس ولا رہی ہے، ورنہ وہ آہی و معصوم نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں وہ کسی مصیبت میں نہیں پھنسنے گا۔ آپ اپنا کام شروع کریں۔ حسن صاحب نے گردن ہلا دی۔“

جویا کا چلا جانے کا سن سگین بات نہیں تھی، اس سے قبل ہی وہ کئی بار سارا سارا دن گھر سے غائب رہی تھی، خاص طور سے ان دنوں جب بیکے براؤن بڑوں پر پناہیں تھا جویا دن دن بھر اس کے پاس رہتی تھی اس لیے حسن صاحب نے اس وقت کچھ ایسا ماحول پیدا کیا کہ ہر شخص کو چند ہی گھنٹوں میں یہ احساس ہونے لگا کہ جویا حیرت انگیز طور پر گم ہو گئی ہے۔“

حسن صاحب نے نامور، محسن اور دوسرے تمام افراد کو بھی اس مسئلے میں مصروف کر دیا کہ وہ جویا کو تلاش کریں اور میرا اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ اسے کسی نے اغوا کیا ہے یا وہ خود اپنی مرضی سے کہیں گئی ہے!

میں خود بھی اس کام میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ قدرت کی گمشدگی کی وجہ سے یہاں ذہنوں میں یہ کیفیت آسانی سے پیدا ہو گئی ہے۔ بہر حال دوسرے دن صبح کے اخبارات میں جویا کی تلاش کا اشتہار موجود تھا۔ سارا پروگرام موعول کے مطابق عمل میں آیا تھا۔

دن کو سناڑھے دس بجے حسن صاحب سے دفتر میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا: ”اشتہار دیکھ لیا ہے تمھارا توقع کے مطابق ہے نا؟“

”ہاں! گھر میں آجینے جو ماحول پیدا کیا ہے حسن صاحب، واقعی قابلِ دلور ہے، سب لوگ ہی محسوس کیے ہیں کہ جویا کو یقیناً کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ ویسے رات کو اس کا واپس نہ آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ کل ہی یہاں سے نکل گئی۔“

”ہاں! سکین میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس لڑکی کو اس علاقے کے ہاں سے تفصیلات وغیرہ کس طرح معلوم ہوئی ہوگی؟“

”کوئی مشکل کام نہیں ہے حسن صاحب! آپ جانتے ہیں کہ یورپین سیاح لڑکیاں دنیا کے گوشے گوشے کی نمائندگی کرتی ہیں، ویسے بھی رانی کھیت ایک بھاڑی سیرگاہ ہے، وہاں بیچ کر جویا کو کوئی بڑی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ سوائے اس کے کہ وہ نیچے تلاش کرنے میں سرگرداں ہے کہ اور نام ہوگا۔“ میں نے کہا کہ حسن صاحب سکلانے گئے پھر بولے ”شام کے اخبارات میں بھی یہ اشتہار بک کر دیا ہے، میں یہ اشتہار مسلسل دہراتا ہوں گا۔ اس کے علاوہ غزالی میں نے محتاط انداز میں اپنے علاقے کے تھانے میں بھی رپورٹ سے دی ہے، انچارج میجر شامساہے، میں نے کچھ

انداز میں اٹھ کر حسن صاحب کے کمرے کی جانب چل پڑا اور پھر میں نے انھیں نیچے براؤن کے آنے کی اطلاع دی، حسن صاحب چونک پڑے تھے، پھر وہ گہری سانس لے کر بولے ”اس کا مطلب ہے کہ تمھارا تفتیشی پریسٹیج اب دیکھتا ہے اس لیے براؤن کے بچے کو ذرا کا فزٹات وغیرہ بھی چیک کر دوں گا اس کے اور یہ معلوم کر دوں گا کہ یہ حضرت کب تشریف لائے ہیں۔ کیا کہیں گے یہ اس باسے میں مجھ سے۔ کیا میں گھر جاؤں؟“

”ہنیں حسن صاحب! گھر سے کوئی اطلاع آنے دیکھیے! میں نے کہا۔“

”اوکے انھیں بٹر کے گاؤں کا۔“ حسن صاحب بولے۔
”آپ کو نیچے براؤن سے محتاط رہنا ہے، اسے بڑے سلیٹے سے ہینڈل کیجیے گا، ہم ابھی بات لگا رہے ہیں چاہتے۔“

”ہائل ملٹن رہو، میں ہر کام احتیاط سے کروں گا۔“
میں حسن صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اب کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ حسن صاحب نے انٹرکام پر بھی مجھ سے رابطہ قائم کر کے گھر سے فون آنے کی اطلاع دی اور بتا دیا کہ وہ جا رہے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ میں کس وقت پہنچوں، تو کہنے لگے کہ بہتر ہوگا شام کو بروگرام کے مطابق ہی تم کو کھلی واپس آؤ۔ تاکہ کسی شبہ کی گنجائش نہ رہے۔“

میں نے انٹرکام بند کر دیا، اس کے بعد وقت گزارنا مشکل ہو گیا، دن بھر ذہن میں یہی تصورات آتے رہے۔ اور میں ذہنی طور پر لکھ رہا۔ بولنے پانچ بجے اپنی جگہ سے اٹھا اور برق رفتاری سے کوٹھی کی جانب چل پڑا۔

کوٹھی پر پہنچ کر اندازہ ہوا کہ وہاں ابھی کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے۔ ڈائریز توقع تھی کہ حسن صاحب مجھے بلا لیں گے، اس لیے ایسا نہیں ہوا۔ اٹھنے کے قریب میں نے ڈاکٹر طاہر علی کو کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھا۔ ڈاکٹر طاہر علی ابھی برآمد سے ہی ہیں تھے کہ حسن صاحب ان کے مسئلے آگئے۔ نیچے براؤن اس وقت ان کے ساتھ نہیں تھا، حسن صاحب، ڈاکٹر طاہر علی کو لے کر انیسٹی کی طرف بڑھے تو میں خود بھی نیچے اترا آیا اور ان کا اشتہار کرنے لگا۔ یقیناً اب وہ مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی اؤ

حسن صاحب کو میں نے انیسٹی کے بائیں سمت والی ہینڈی کی بارڈ کے پیچھے خوش آمدید کہا اور وہ مجھے یہاں دیکھ کر چونک گئے۔ ”گو تاہم بھی حالات سے پوری طرح باخبر ہو جاؤ۔“ حسن صاحب مسکرا کر بولے

”جی ہاں ظاہر ہے معاملہ ایسا ہے! میں نے ہشتے

گول مول سے انداز میں سے تفصیلات فرام کی ہیں اور بتا لیا ہے کہ یہ لڑکی اکثر بغیر اطلاع گھومتے پھرتے نکل جاتی ہے۔ ایک بہت بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ لاپرواہی کی فزٹات، تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔ اس لڑکی میں نے ایک قانونی فرودت بھی پوری کر دی ہے اور ان لوگوں کو یہ موقع بھی نہیں دیا کہ وہ بہت زیادہ مزے دیکھ لیں۔“

”جی ہاں! میرا خیال ہے بہت مناسب قدم اٹھایا ہے آپ نے“
حسن صاحب مجھ سے دیر تک اس موضوع پر بات چیت کرتے رہے، وہ بہت زیادہ مطمئن نظر آ رہے تھے۔ جب میں ان سے رخصت ہوا تو کہنے لگے ”غزالی! تمھارے ہاں سے جتنا سوجنا ہوں حلان ہو جاتا ہوں۔ تم بچہ دہین ہو اور ان معاملات کو تو نے جس طرح کنٹرول کیا ہے بلاشبہ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نہیں کر سکتا تھا۔ دیکھو حالات کا ادنیٰ سا کورٹ بیٹھا ہے۔ اگر نقد رہتے ہمیں موقع دیا تو ہم اس مسئلے میں آگے قدم مزور بڑھائیں گے اور میں تمھیں اپنی مدد کے لیے مجبور کر دوں گا۔ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔“

دوسرا دن بھی اسی طرح گذر گیا، اشتہار آج بھی صبح اڑو شام دوپہوں وقت کے اخبارات میں آیا تھا اور تیسرے دن اس کا نتیجہ نکل آیا۔ غالباً دن کے گیارہ بجے تھے اور میں آفس میں اپنی میز کے گرد بیٹھا ایک دفتر کام میں مصروف تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے ریسرپر اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر طاہر علی کی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو غزالی، میں ڈاکٹر طاہر علی بول رہا ہوں!“

”اوہو! فریضے ظاہر علی صاحب، خیریت؟“ میں نے سوال کیا۔

”نیچے براؤن رات کو میرے پاس پہنچ گیا ہے، اسے جویا کی گمشدگی کی اطلاع مل گئی ہے۔ پاگل ہوا ہے وہ اپنی بیٹی کے لیے۔ رات بھر مجھے جگاتے رکھا ہے، ابھی تھوڑی دیر قبل اس سے میری جان چھوٹی ہے تو میں نے تمھیں فون کیا۔... واہ اب اس وقت حسن کے گھر چل پڑا ہے، مجھ سے تفصیلات پوچھا رہا۔ اسے بولڑھے کی گمشدگی کی اطلاع بتوئی اس کے جویا نے وی تھی، حسن کے ہاں سے میں بہت بڑے فیصلات رکھتا ہے، صورت حال کو فوراً نگاہ میں رکھنا، کوئی بری بات یا نہ ہونے بلانے۔“

”بہت بہتر! آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا اور کوئی بچہ نہیں بھئی، بس املاط دینی تھی، خدا حسن کو یہ خبر پہنچا دے گا اور میں موجود رہوں گا۔“

”جی ہاں! میں ابھی انھیں یہ خبر سے دیتا ہوں۔“ میں نے کہا اور رسمی گفتگو کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے فون بند کر دیا۔ میں مسرور

ہوئے گا۔

”وہ پاگل ہو رہا ہے، بالکل ہی دیوانہ ہو گیا ہے۔ ابھی تو توڑ دیر کے بعد میں نے اس سے اس سلسلے میں آخری گفتگو کرنے کا پروگرام رکھا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس گفتگو کو تم لوگ بھی سنا ظاہر کر سکیں میں نے اسے ایسے بلا لیا ہے۔ تمہیں اپنا کردار بھی ادا کرنا ہے!“

”آپ فکر نہ کریں، مگر ہم لوگ یہ گفتگو کہاں سے سنیں گے؟“

”میری نشست گاہ کے پچھلے حصے میں جو کمرہ ہے وہاں پہنچ جاؤ، میرے براؤن سے میں وہیں ملاقات کروں گا، ابھی وہ اپنے کمرے میں ہے، میرا خیال ہے غزالی تم ظاہر کر کے عقیقت کے دروازے سے اندر داخل ہو کر میرے کمرے کے عقیقے کمرے میں پہنچ جاؤ۔“

”بہت بہتر۔“ میں نے جواب دیا اور حسن صاحب ظاہر علی کو اشارہ کر کے واپس چلے گئے۔ میں ظاہر علی کے ساتھ عقیقے حصے کی جانب بڑھ گیا۔ راستے میں ظاہر علی مجھ سے کہنے لگے ”تمہاری ترکیب بہت شاندار رہی غزالی، بڑے کامیاب انسان ہوا۔“

”شکریہ ڈاکٹر صاحب! لیکن اب آپ صرف مجھے ہی کامیاب انسان نہ کہیں، ہم سب مشترک طور پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں، ویسے میکے براؤن نے آپ سے تو بہت کچھ سیکھا ہو گا؟“

”ہاں! اسلئے مجھ کو بلا لیا، رہا ہے مجھے اور کتاب کے درستی میں اس قابل نہیں تھا کہ مجھے اتنے اہم راز میں شریک کیا جانا، جب میں نے آڑے ہاتھوں لیا تو ذرا حواس درست ہوئے۔ یہ قوت آدمی نے مجھے کوئی گھٹیا درجے کا انسان سمجھ رکھا تھا۔“

ڈاکٹر ظاہر علی نے جواب دیا اور میں دل ہی دل میں مسکرائے۔

بجز نہ رہ سکا میں نے سوچا کہ ڈاکٹر ظاہر علی گھٹیا انسان تو آپ ہیں اب یہ دوسری بات ہے کہ ہمارا جیسی اچھی لڑکی کے باپ ہیں۔

ہم نشست گاہ کے اس عقیقے کمرے میں پہنچ گئے جس کے درمیان ایک کھڑکی تھی اور اس کھڑکی سے ہم دوسری طرف ہونے والی گفتگو سن سکتے تھے۔ دوسرے کمرے میں جانے کا ایک دروازہ بھی تھا جو ہماری ہی طرف سے بند تھا۔ ہم نے دو کرسیاں کھڑکی کے نزدیک کر لیں اور اس طرح بیٹھ گئے کہ ہم کسی طور بھی دوسری جانب سے نہ دیکھے جا سکیں۔ پھر حسن صاحب نے بھی اس کا معقول انتظام کیا تھا یعنی جب وہ نشست گاہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے تیز روشنیاں جلا دیں، جبکہ ہمارا کمرہ تاریک تھا، اس طرح اب اس طرف سے ہمیں نہ دیکھ لیے جانے کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد حسن صاحب کی آواز ابھری ”ہاں میکے اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکا ہوں حسن مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ تم بہ عہدی کے مرکب ہوئے ہو، میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ وہ لوٹنا خود وہاں سے نکل جانا۔ میرا خیال ہے تمہیں یہ اطلاع مل گئی ہو گی کہ اب میں فراغت پایکا ہوں۔ تم نے سوچا ہو گا کہ یقیناً اب میری توجہ اس جانب ہو گی اور تم نے اس کے لیے ایک سازش کر رکھی۔“

”یہ سب کچھ کہتے ہوئے تمہیں پرانے تعلقات کا خیال بھی نہیں آتا میکے براؤن؟“

”افسوس تو رسی بات کا ہے کہ میں پرانے تعلقات کو سامنے رکھ کر تمہاری شخصیت کو پرکھنے میں ناکام رہا۔ دیکھو حسن جو کچھ ہوا ہے وہ کچھ اچھا نہیں ہوا۔ سب سے پہلے مجھے میری بیٹی چاہیے۔ میں جو لیا کی گشت گد کی کبھی تمہاری سازش کا ایک حصہ قرار دے سکتا ہوں۔“

”اور کچھ کہنا چاہتے ہو میکے براؤن؟“ حسن صاحب نے درشت لہجے میں سوال کیا۔

”میں کہنے کا عادی نہیں کرنے سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ میری تھوڑی سی کوشش تمہیں بری طرح ذلیل و خوار کر دے گی حسن میں اپنے سفارت خانے کے ذریعے یہ بات آگے بڑھاؤ گا اور صاف صاف کہ دوں گا کہ تم مجھ سے ایک کاروباری معاہدہ کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔“

”حالانکہ تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہے۔“ حسن صاحب نے نخل سے کہا۔

”میں کچھ نہیں جانتا، مجھے صرف دو چیزیں یادگار ہیں، بڑے کو دوائیں لاؤ اور اس سے قبل جو لیا کو میری تحویل میں دو۔“

میکے براؤن نے کہا

”دوسری صورت میں میکے براؤن، میرے تمہارے کاروباری تعلقات کیا رہیں گے؟“

”جو کچھ ہو گا تمہارے لغتور سے بھی باہر ہو گا، تم جانتے ہو کہ میں اپنے دشمن کو چھوڑنے کا عادی نہیں ہوں۔“

”تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو؟“ حسن صاحب بولے۔

”دھمکیاں نہیں لگ رہی وہ کہہ رہا ہوں، جو مجھے کرنا ہے۔ لوٹنا تمہاری تحویل میں ہے۔ اسی تین دن کے اندر اندر برآمد کرو اور جو کچھ تم بہ عہدی کے مرکب ہوئے ہو اس لیے بڑے کو

میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور اپنے طور پر اس سے معلومات حاصل کروں گا اور اس کے بعد مزوری نہیں ہے کہ تمہیں بھی ان

معلومات کے بارے میں اطلاع دی جائے۔ اس کے علاوہ جو لیا کو فوری طور پر واپس لا کر میرے حوالے کر دو۔“

پھر سرج لو میکے براؤن جو لیا میرے لیے بھی اولاد کی مانند ہے، میرے اہل خانہ کے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

”سب فنون ہاتھ میں ہیں ان میں سے کوئی بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔“ میکے براؤن نے کہا۔

”تو پھر مجھے جیسے کہنے دو میکے براؤن کہ تم سے بڑا سازشی تم سے بڑا مکار اس رشتے زمین پر کوئی دوسرا نہیں ہے۔ تم مجھے بد عہد کہتے ہو مگر میرا گھر نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کا نامب جیبا عملی شکل میں دیتا۔“

”گواہ کرو مگر۔“ میکے براؤن کا لہجہ غصے کی شدت سے لڑنے لگا۔

”میں میکے براؤن، میں نے بہت زیادہ برداشت کر لیا۔ کیا میں تمہیں اس بات کا جواب پیش کروں کہ میں کیا ہوں اور تم کیا ہو؟“ حسن صاحب نے کہا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“ میکے براؤن غزاکر لولا اور حسن صاحب اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے دروازے کے فسترب آکر کہا۔ ڈاکٹر ظاہر علی باہر آئیں نے کھڑکی پر پرے ہونے کی ادھ سے جھانک کر دیکھا۔ میکے براؤن کا چہرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا، دو فٹا میں نے اس پر سزا لگنے کے آثار دیکھے۔ ڈاکٹر ظاہر علی خاموشی سے کمرے کا دروازہ کھول کر نشست گاہ میں داخل ہو چکے تھے۔

میکے براؤن ڈاکٹر ظاہر علی کو گھورنے لگا اور ظاہر علی نے شلنے اچکا کر ایک کرسی پر بیٹھنے سے کہا۔ بد قسمتی ہے میکے براؤن میری عمر اور تہذیب بھی۔“

”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ میکے براؤن نے ٹھیلے لہجے میں کہا۔

”حسن اس بے وقوف شخص کو بتاؤ کہ میں یہاں کیا کر رہا ہوں، اس سے قبل بھی یہ مجھ سے اسی انداز میں گفتگو کرتا رہے۔ دراصل ان لوگوں کے دماغ میں خناس بھرا ہوا ہے اور یہ قوت اپنے آپ کو ہم سے برتر سمجھتے ہیں اور اسی انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔“

”ڈاکٹر! میں کہتا ہوں کہ تمہاری یہاں آندک یا معنی رکھتی ہے؟“

میکے براؤن جھینپ کر گھومنا مار کر لولا۔

”میں یہ بتانے آیا ہوں میکے براؤن کہ تم نے میرے ارٹرسن کے درمیان اتنا وسیع خلا پیدا کر دیا کہ شاید اب گورنمنٹ کے باوجود بھی ہم دونوں وہ ذہنی ہم آہنگی نہ پیدا کر سکیں جو ہمیں ہمارے درمیان تھی میں یہ کہنے آیا ہوں حسن کے سامنے کہ میں دولت کے لالچے میں جھٹک گیا تھا اور تم نے مجھے

بجور کیا تھا کہ میں اس بوڑھے کی ذہنی قوتوں کو واپس نہ آنے دوں، اس کا علاج خود کروں اور یہ علاج غلط ہو۔“

براؤن میں نے وی سب کچھ کیا، جو تم نے کہا تھا۔ اگر تم اس بات سے انحراف کر گئے، تو میرے پاس تہذیبی مہارت کے باقاعدہ ثبوت موجود ہیں، میں جس قدر پیش قدمی نہیں تھا، لیکن دولت کے لالچے نے مجھے یہ سب کچھ کرنے پر مجبور کر دیا۔

”میں جو کچھ کر چکا ہوں اس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ حسن کے سامنے میری نگاہیں ٹکا ہیں ہمیشہ کے لیے سچی ہو گئی ہیں، کامش کوئی ایسی ترکیب ہوئی کہ میں اپنا وقار بحال کر سکتا۔ میں سڑھ میکے براؤن میرے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ آپ نے مجھے اس بوڑھے کا ذہنی توازن خراب کرنے کی بدامیت کی تھی اور کہا تھا کہ اس کے عوض ایک بڑی دولت ہمارا راستہ دکھ رہی ہے۔ اگر حسن اس سلسلے میں قانون کا سہارا لینا چاہیں تو میں ماننا ہوں کہ میں بھی اتنا ہی پھنسون گا جتنے تم میکے براؤن۔ یہ دوسری بات ہے کہ حسن ایسا نہ کریں اور تمہارے اور اپنے معاملات کو آپس میں منہاں لیں، میں بات بٹے ہے کہ میں نے تمہارے ایمان پر بوڑھے کو ایسی دوا میں دی تھی جس سے اس کا ذہنی توازن مزید خراب ہو جائے، ظاہر علی نے سر ہلچے میں کہا۔

میکے براؤن کی حالت بہت زیادہ خراب نظر آنے لگی تھی اس نے غزالی ہوتی آواز میں کہا ”تم سب... تم سب ایک جیسے ہو۔ ٹھیک ہے حسن ٹھیک ہے۔ ظاہر علی کہتا ہے کہ میں نے بوڑھے کا ذہنی توازن خراب رکھنے کی سازش کی، پورے کتابے ایسا ہوا ہو لیکن بوڑھے کو فاضل تم نے کیا ہے۔“

”اس سلسلے میں بھی تہذیبی تسلی کے لیے مجھ کو پیش کروں گا میکے براؤن بوڑھے کو میں نے فاضل نہیں کیا کہ وہ تہذیبی تحویل میں ہے۔“ حسن صاحب نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب؟“ میکے براؤن چوٹھی ہونے آواز میں بولا۔

”تم یہاں کب پہنچتے سڑھ میکے براؤن، حسن صاحب نے کہا اور میکے براؤن ایک دم ڈھیلا ہو گیا، کیا مطلب ہے تمہارا کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”آپ یہاں کب تشریف لائے تھے سڑھ میکے براؤن؟“ حسن صاحب نے اسی انداز میں سوال کیا۔

”کل آیا ہوں۔“

”جی نہیں۔ آپ کل نہیں آئے، آپ کو آئے ہونے کافی عرصہ ہو گیا ہے اور آئے کے بعد آپ نے بوڑھے کو یہاں سے لے جانے کے لیے جو کوششیں کی ہیں اور میں جن لوگوں کو اس

کے لیے استعمال کیا ہے وہ بھی آپ کے خلاف گواہی دینے کو تیار ہیں غزالی باہر آؤں

حسب میں کہہ رہے ہیں پہنچا تو یکے راؤں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ کچھ غصہ کیا کہ سارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ حسن صاحب نے منہ سے کہہ دیا۔ میں نے کہا کہ اس کے سامنے کھڑا رہنا تو بڑی دیر کے بعد وہ گردن اٹھا کر بولا۔ اے حسن ادا کے تم نے بڑی کامیابی سے مجھے ناکام بنا دیا ہے، ایک ہے لیکن جہاں کھیل ختم نہیں ہوا۔ اسی تو یہ کھیل جاری رہے گا، انداز بدل گیا ہے اس کا۔ شیک ہے میں چلتا ہوں لیکن سونہر جلیا کا سا مزہ سو فیصدی تمہاری ذمہ داری ہے اسے میرے پاس پہنچاؤ میں ہر مثل میری میں قیام کروں گا۔ تم وہاں مجھ سے رابطہ قائم رکھتے ہو

اگر تم چاہو یکے راؤں تو جو جلیا کی بازیابی تک میں قیام کرکتے ہو، ہمارے تمہارے کاروباری تعلقات بھی ہیں۔ میں نہیں سمجھتا اور اب بہت جلد ہی ختم بھی ہو جائیں گے۔ یکے راؤں نے جواب دیا۔

مجھے اس کی پروا نہیں ہے، یکے راؤں میرے پاس آنا کچھ مروجہ ہے کہ اگر وہ چار کاروبار بند ہو جائیں تو میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

ادا کے۔ لیکن جو جلیا کی بات کو ذہن میں رکھنا۔ ایکے راؤں نے کہا اور مجھ پر تیز تر قدموں سے باہر نکل گیا۔ لازمی بات تھی کہ وہ اب کوئی بھی نہیں رک سکتا تھا۔ ہم لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر مسکرائے گئے۔ حسن صاحب نے تھوڑی دیر کے بعد کہا ہے وہ قوت آدمی اپنی ماضی شہس کار ڈانٹوں سے ہم ڈانٹوں کے درمیان چھوٹ ڈالنے آیا تھا۔ یا بار بار مل کر جو کہہ پورا اسے بھول جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے ذہن میں بھی اب کوئی ایسی بات نہیں رہی ہوگی۔ جیسی تم تو تمہیں گھوڑا خوش نہ سمجھتے؟

خاموش رہو حسن پلیز خاموش رہو۔ میرے اور تمہارے کاروبار میں بڑا فرق ہے۔ میں تمہارے سامنے بہت چھوڑا رہ گیا ہوں مگر اب جو ہر نفاذ ہو گیا تقدیر میں ہی لکھا تھا۔

شیک ہے یا راب ان باتوں کو ذہن میں رکھنے سے کیا فائدہ۔ میں غزالی اب جو جلیا کا مسئلہ ڈاسٹین ہو گیا ہے کیوں نہ تمہاری کھیت روانہ ہو جاؤ۔ اسے لاش کروا دلے آؤ۔ اگر آپ کی یہ ہدایت ہے حسن صاحب تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے جو جلیا کو ایک دو دن میں واپس آنا چاہیے۔ اس دوران وہ ایسے براؤں کے تڑپنے کا نشانہ بھی دیکھ جائے۔

وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اگر جلیا کو کچھ ہو گیا تو بات کافی

خواب ہو جائے گی

پہلے اس میں کوئی تمہد نہیں ہے بلکہ اب تو بہتر ہے کہ یہ معاملہ باقاعدہ پولیس کے حوالے کر دیا جائے تاکہ چاہی وہ دروازی ہی ختم ہو جائے۔ پولیس انفران کو یہ بتا دیا جائے کہ جلیا کا باپ میسکے راؤں ہڈی پر نہیں مٹیم ہے اور اس سلسلے میں جو اطلاع ہونے لگی ہے وہی جانے۔ میں نے کہا حسن صاحب کچھ سوچنے کے بعد پھر لوٹے۔ نہیں نہیں۔ اب اتنا بھی مناسب نہیں ہے کہ از کم اس بار اسے یہاں سے چلا جائے وہ باقی بعد میں جو صورت حال بھی ہو۔۔۔

تو پھر آپ کا کیا حکم ہے؟
اختلاف کرلو۔ سوتو اس اور انتظار کرلو۔ اس دوران اگر وہ نہ

آئے تو اسے تلاش کروا دلے آؤ۔ حسن صاحب خطرناک شریف آئی تھے۔ آنا کچھ ہونے کے باوجود وہ جلیا کے سلسلے میں مسلل پریشان تھے لیکن اس وقت اس کی تلاش میں عمل جانا بھی خطرناک ہو سکتا تھا۔ یکے راؤں اسے دن یہاں بھاریا تھا۔ یقیناً اس نے لہتہ پر لہتہ دھرے پیچھے رہنا پسند نہیں کیا ہوگا۔ وہ خود بھی کچھ کھڑک رہا ہوگا۔ ایسی صورت میں میری سرگرمیاں اس کے علم میں بھی آسکتی تھیں۔

پانچویں دن یہ شکل بھی مل ہوئی (ش) پھر ہم لوگ کوئی کے لان پر چلے گا انتظار کریں گے کہ ایک ٹیسی کوئی کے گیت سے اندر داخل ہوئی اور جلیا اس سے بہرنگ۔ ایک بنگلہ بریا ہو گیا۔ حسن صاحب اس وقت موجود نہیں تھے لیکن وہ جس تقریب میں گئے تھے اس کے بارے میں حسن کو معلوم تھا۔ پانچویں دن نے فوراً ہی اندر جا کر حسن صاحب کو ملے فن کروا دیا۔ انہوں نے جلیا کی اطلاع دے دی۔

جو جلیا ان کی طرف آنے کے بجائے میری اپنے کمرے کی سمت چھوٹا گئی۔ میں نے تو میری کواٹلہ کیا اور تو میرا کواٹلہ چلی گئی ہم سب انتظار کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جلیا توڑیکے ساتھ باہر آئی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ چہرہ صفا صفا نظر آ رہا تھا۔ اس پر مہلکے کے آثار تھے۔ وہ کہہ کر ہی پراگم بڑھ گئی مجھ سے نگاہوں کو اس کی آنکھوں میں نفرت اور آؤ۔ لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی۔ تھوڑی دیر بعد چائے لگ گئی چائے کے دوران تو میر نے کہا کہ تمہیں کچھ بھی نہیں سمجھتا اس طرح نہیں جانا چاہیے تھا جو جلیا ختم تمہاری ذمہ داری تھی۔ یہاں سب ہی سوت پریشان تھے۔

میں نے یہ وہ قوت ہوں اور نہ تھی۔ اس سلسلے میں میں یورپ میں بھی کسی کی پابندی قبول نہ کی، میرے ڈیڑی تک مجھے

کون جانے سے نہیں دکتے۔ پلیز تو یہ اس موضوع کو ختم کر دو۔ جلیا کا بوجھ اور ڈرشت تھا۔ تو میرا خاموش ہو گئی۔

حسن نے کہا یہ شرطیکے براؤں تمہارے لیے بہت پریشان ہیں۔ وہ تمہاری وجہ سے یہاں آئے ہیں۔ کیا؟ جو جلیا حیرت سے اچھل پڑی۔

میں نے شرطیکے براؤں یہاں آچکے ہیں۔ کہاں ہیں ڈیڑی؟ کہاں ہیں؟ اس نے مرالہ بنگلہ پر سے حسن کو دیکھا، پھر میری طرف توجہ نہیں لیکن پھر فوراً ہی اس طرح ڈرنگ بدل گیا کیسے اپنی غلطی کا اس میں پورے پورے عین کے پیچھے ہٹ گئی۔ فوراً ڈیڑی کے پاس سے بھڑک گیا یہاں کوئی بھی نہیں ہیں؟ کہاں نظر ہے میں وہ؟

بھول رہا ہیں۔ میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور جلیا میری طرف گھوم گئی مجھے دیکھتے رہا، اس کی آنکھوں میں نفرت کی جگہ ریاں شگ رہی تھیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی چائے تیزی سے اپنے قلم میں اٹھایا اور پھر اسے کمرے سے کچھ کچھ لیکر اندر چلی گئی۔ اس وقت حسن صاحب کی کار کوئی بھی داخل ہو نہ تھا۔ شاید وہ جلیا کی وجہ سے اپنا درگاہ ملتی کر کے واپس آئے تھے۔ چائے کے پاس آتے ہی انہوں نے کہا یہ کہاں ہے جو جلیا؟

اڈل ہے۔ اسے اطلاع دے دی گئی ہے کہ اس کا باپ ہڈی پر نہیں مٹیم ہے اور شاید وہ وہاں جانے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ میں نے جواب دیا۔ فوراً جاری ہے؟

جہاں؟ اس سے پوچھا کہ کہاں چلی گئی تھی؟ اور اسے تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ ہم خود اسے یکے راؤں کے پاس پہنچا کر آئیں گے، آؤ۔ حسن صاحب نے کہا میں حسن اور تو میر حسن صاحب کے ساتھ ہی آؤ۔ پیچھے۔ جلیا اپنا سامان سمیٹ رہی تھی۔ ہم سب کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکا اور پھر اس نے اپنے سر پر تیس کو بند کر دیا۔

تم کہاں چلی گئی تھیں جولی۔ مجھے کوئی اطلاع بھی نہیں دی؟ حسن صاحب نے سوال کیا۔

سوئی اکل۔ میری عادت ہے۔ میں اگر کہیں جاتی ہوں تو کسی سے مشورہ کرتی ہوں۔ کسی کو اپنے پروگرام کے بارے میں اطلاع دیتی ہوں۔ یہاں آئی تھی۔ ایسے میں تقریب کرنے میں غلطی۔ آپ پلیز اب مجھ سے نہ بڑھیں کہ میں کہاں چلی گئی تھی۔ میں اب ڈیڑی کے پاس جا رہی ہوں۔ ادا کے توڑیکے

بہت اچھا وقت گذر رہے ہیں یہاں۔ جلیا کے لیے میں منتظر تھا توڑیکے کوئی جواب نہیں دیا۔

حسن صاحب چند لمحات کے بعد لوٹے۔ اگر تم وہاں جانا ہی چاہتی ہو تو ابھی ساہی وغیرہ ملنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے باپ سے ملو اس کے بعد جیسا بھی پوچھا ہے۔ سوئی اکل میں آپ سے کچھ بھی نہیں کہا اب میں یہاں ایک منٹ بھی نہیں رکوں گی۔ جو جلیا نے کہا اور حسن صاحب نے خانے اچکائے۔ تاہم انہوں نے اسے تنہا نہیں جانے دیا۔ بلکہ ایک ڈرائیور کو خاص طور پر ہدایت کی کہ اسے ہر مثل پہنچائے۔

جو جلیا کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئی۔ جاتے ہوئے اس نے کسی کو خدا حافظ بھی نہیں کہا تھا۔ غصہ کی شدت سے پاگل ہو رہی تھی وہ اور اس جانا تھا کہ یہ غصہ دراصل اس سے ہے۔ بے وقوف نے یہ تک معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس کی رانی کھیت کیوں نہیں پہنچا۔ بہر حال جو جلیا کی کہانی تقریباً ختم ہو گئی تھی، شہر ٹیکے کے براؤں اس کے اسے ادا نمازیں آگے بڑھانے کی کوشش نہ کرنا۔

حسن صاحب نے اس دوران ذرا بھی غفلت نہیں برتی۔ نہ جانے کسے انہوں نے یکے راؤں کی بختری پر لگا دیا تھا۔ تیس دن انہوں نے صبح سویرے سنیکی فن کر کے کہا۔ غزالی براؤں آج صبح پانچ بجے کی فلا ٹف سے مجھ جلا گیا۔

جو جلیا کے ساتھ؟ میں نے نہ دیکھا۔

میں نے غزالی سے کہا اور اس نے میان کوئی الطبی سیدی حرکت نہیں کی ورنہ نقصان اٹھاتا لیکن میں ہر شہسار رہنا ہوگا۔ میں اس کی نظرت سے واقف ہوں۔ وہ مرتے دم تک چہن سے نہیں بیٹھے گا۔

آپ نے ہمارا شاد فرمایا وہ کسی بھی حرکت سے باز نہیں آئے گا۔ میں نے کہا۔

بہر حال ہم غافل نہیں ہیں۔ حسن صاحب نے کہا اور فون بند کر دیا۔ ان واقعات کو کوئی دن گذر گئے۔ حالات اب پُر سکون تھے لیکن میرے ذہن میں لوڑھا باپا پھر جاگ اٹھا تھا۔ ولا ڈی واکسٹ کی ڈائری ابھی میرے پاس ہی تھی۔ اسے حسن صاحب کے کمرے میں پہنچانے کا کوئی موقع نہیں مل سکا تھا۔ میں بھی تازہ اس کا جائزہ لے چکا تھا لیکن کوئی خاص نکتہ نہیں تلاش کر سکا تھا۔

پھر ایک شام اپنے معمولات سے خارج ہو کر میں واپس کو بھی پہنچا تو ران کی فصل گرم تھی۔ منہ سوجھ آئی ہوئی تھی، ہا کہ بھی بولایا تھا۔ میرا انتظار کیا جا رہا تھا چنانچہ مجھے راستے سے ہی انکب لایا اور میں ان لوگوں کی تعریحات میں شامل ہو گیا۔ جولیس کا ذکر بھی درمیان میں آیا اور فریجول لہجہ میں بھی میں نے ہاکی سچائی کا اعجاز سمجھتے ہوئے درنہس جولیا تو بڑے ساندو سامان کے ساتھ تشریف لاتی تھیں اور بڑے زبردست انداز میں ہمارے عزرائی بھائی پر حملہ آور ہوئی تھیں کیوں عزرائی بھائی انشاب تو ایک بار اپنی زبان سے اعتراض کر لیں کہ ہا مستقبل میں ہماری بھالی بنے گی؟

مستقبل سے زیادہ حال دلچسپ ہے فریج صاحبہ۔ اپنے سوال سے پہلے آپ ہمارے سوال کا جواب دیں کہ آپ عین سے کب ہماری جان چھڑا رہی ہیں۔ آپ یہاں آکر اپنا عاوض سچھائیں ہمیں دوسرے کام کرنے ہیں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

بات گولی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ فریج صاحبہ کو بولی۔

خیر ہاے پڑھے لیتے ہیں، بہمن نے شہر سیر کی روکی اور وہ سب ہا کے پیچھے پڑے لیکن ہا نے بھیجی نہ دشمنی لکھ اس نے پاٹ لے لیے ہیں کیا ہا شاید یہ بھی نہیں چوگا۔ آپ لوگ اپنے ذہن صاف کر لیں۔ اس سلسلے کے دوسرے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں دیا جاوے گا۔ ہا کے پیچھے نہ سب کو شہر گروہ پرمیری طرت اس توقع پر دیکھا گیا کہ شاید میرے چہرے پر دم داؤد کی کیفیت ابھرائی ہوگی لیکن میرا چہرہ برکفیت سے عاری تھا۔

حسن صاحب اور سترسن کے آجانے سے اس موقع کو ختم کر دیا گیا اور پھر مقررہ ڈیر کے بعد ڈاکٹر طاہر علی بھی آگئے۔ فریج یہاں نشست رہی پھر طاہر علی ہا کو لے کر چلے گئے عین کو ہدایت کی گئی کہ وہ شہر سیر کو چھوڑ آئے۔ میں بھی انیکسی کی طرف چل پڑا۔ کریم بابا نے دروازہ کھول کر کہا کہ وہ میاں ہدایت آیا ہے۔ تم سے لانا چاہتا ہے۔ چپکے چپکے دیکھا ہوا ہے بہت دیر سے کہتا ہے کسی کو اس کے بارے میں نہ بتایا جاوے۔

ہدایت! میں نے حیرت سے کہا اور اندر داخل ہو گیا۔ ہدایت ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر حلدی سے کھڑا ہو گیا۔ بیٹھو ہدایت کریم بابا ہدایت کے لیے چائے وغیرہ کا بندوبست کیجئے جو کریم بابا کے جانے کے بعد میں نے کہا تم خیریت سے ہو ہدایت، تمہاے باے میں تو نہ جانے کیا کیا

ہیں سکتا تھا کہ گن کے دل میں کیا ہے۔ میں باہر نکل کر ان کے پاس پہنچا تو وہ کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ سے کار میں بیٹھنے کے لیے باتوں میں بیٹھ گیا۔ ماس کے بعد صاحب انھوں نے مجھے ایک گھر کے سامنے آمارا۔ اور اپنے ساتھ اندر آنے کے لیے کہا۔ اندر کوئی بندے موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے ان غنڈوں کے والے کر دیا تب مجھے اندازہ ہوا کہ ان کے دل میں کیا ہے۔ صاحب ان سب نے مجھے بڑی لڑائی مارا اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی لڑائی میں مجھے پڑایا۔ پھر انھوں نے مجھ سے بوڑھے بابا کے زار کے بارے میں پوچھا۔ جو مجھے معلوم تھا صاحب وہ میں نے بتا دیا لیکن ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ میں کچھ اور بھی مانتا ہوں۔ چنانچہ مجھے نین دن تک وہیں بند رکھا گیا اور جاڑوٹ کی مار داری گئی۔ چوتھے روز ڈاکٹر صاحب آئے اور مجھے حکم دیا کہ یہاں سے نکل جاؤں اگر یہاں دیکھا گیا تو قتل کر دیا جاؤں گا۔ میری بڑی حالت تھی، جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اس گھر سے نکل کر سیدھا ریلوے اسٹیشن پہنچا اور گاڑی میں بیٹھ گیا یہ تو شکر تھا کہ اپنے راستے کی گاڑی تھی ورنہ اور عیبتیں اٹھانی پڑتی۔ بلند شہر پر اتر گیا اور پھر وہاں سے کھیرٹھ آ گیا۔ حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ سسر صاحب نے بیوی بچوں کو بھی وہیں بولایا اور... وہ تو باقاعدہ داستانی اسیر مزہ سنانے بیٹھ گیا۔

ہدایت بوڑھے بابا کو تم نے کہاں دیکھا؟
کنور کھتہ کی کبھی میں۔ حالت ٹھیک ہو گئی تھی کچھ کالی تیار پر اپنے سارے کے ساتھ چھلی کا شکار کھیلنے نکل گیا تھا۔ گاڑی لٹا کے پاس کنور کھتہ کا باغ ہے، لٹا کے ساتھ سڑک گذرتی ہے۔ اس سڑک پر میں نے کبھی جاتی دیکھی جو باغ سے نکل تھی؟
اور بوڑھا اسی کبھی میں تھا؟
ہی صاحب!
کبھی کبھی ہوئی تھی؟
اس کی چھت پٹی ہوئی تھی؟ ہدایت نے جواب دیا۔
تمہیں یقین ہے کہ وہ بوڑھا بابا ہی تھا؟
مجھے اور یقین نہ ہوگا کہ صاحب؟ میں تو اس کے ساتھ ہی نہیں رہا ہوں!
اس وقت اس کا کیا طریقہ تھا؟
بہت اچھے کپڑے پہن رکھے تھے اس صاف ستھرے نظر آ رہا تھا!
اور کون تھا اس کے ساتھ؟
کو جان کے علاوہ میں آدمی اور تھے، دو سارے بیٹھے ہوئے تھے ایک پیچھے کھڑا تھا۔ وہ سب پر جہات کھتہ کے نوکر دکھائی دیتے تھے۔ ہدایت نے بتایا۔ پھر سردار اشرف تھا جس نے بہت

کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔
"بوڑھے بابا کی کیفیت میں تم نے کوئی تبدیلی محسوس کی تھی ہدایت؟" میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا۔
"اتنا موقع کہاں ملا صاحب، میں نے اسے دیکھا اور پہچان لیا۔ اس دوران کبھی آگے بڑھ گیا جو کچھ ہم پر ہیرت ہی تھی صاحب اس کے بعد اس کی کچھ باتوں میں کہاں بھی کہہ اس پتھر میں پڑتے۔ اگر آپ کا خیال نہ آجائے تو اور کبھی کبھی طرح بھی نہ کرتے! ہدایت نے جواب دیا۔

میں کافی دیر تک خاموش بیٹھا سوچا رہا۔ پھر میں نے کہا تم حکمت کرو، ہدایت نے بتا دیا ہے کیا روگام ہے؟
"ابھی پریشانی آپ کو بتا چکا ہوں اب آپ جو پوچھا کریں، آپ ہلک ہیں!"
"یہاں کام کر کے تم مطلقاً تھے؟"
"کیوں نہیں مناصب اچھے لوگوں نے ہی بہکایا تھا، ورنہ آپ معلوم کر لیں کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔"
"تو ٹھیک ہے سمجھو تمہاری میاں کی ملازمت بڑا رہے جتنے دن غیر حاضر رہے ہو اس کی خواہ لوری ملے گی اور کوئی تم سے تھکلی غیر حاضر کے ہاے میں نہیں پوچھے گا۔" میں نے کہا۔
"نہیں صاحب! یہاں کے علاوہ کہیں اور کچھ ہو سکے تو ڈاکٹر صاحب اس بار زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

خیر آج رات تو ہمیں کریم بابا کے پاس سو جاؤ، میں اُن سے کہے دیتا ہوں لیکن اس وقت تک یہاں سے باہر مت نکلتا جب تک میں نہ ہوں۔ کل میں تمہیں دو روز روپیے سے دوں گا جو تم اپنی بیوی کو بھیجا ورنہ تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی اس کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔
"بہتر جہاں!" ہدایت نے کہا۔ میں اُسے کریم بابا کے حوالے کر کے واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہ جا رہا تھا کہ فوراً مان کھٹھو آیا۔ اپنے جاؤں اور بوڑھے بابا کو اپنے قبضے میں لے لوں۔ مگر کچھ نئے نام سامنے آئے تھے۔ کنور پر جہات سنگھ کھتہ جو ایک بڑا زمیندار تھا، بوڑھا بابا بتول ہدایت کے اس کی کبھی میں سفر کر رہا تھا۔ اتنا اہتمام لا دیر تو نہ ہوگا۔ کنور کھتہ کا بوڑھے سے کیا تعلق ہے۔ کیا بوڑھا اتفاقاً اس کے ہاتھ لگ گیا ہے یا کھتاس کی شخصیت سے کچھ واقف ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو معلوم نہیں کہ کنور کا کون سا مدعا اس سے وابستہ ہو۔ اور اگر اس کا کوئی مدعا بوڑھے بابا سے وابستہ ہے تو وہ مھلا کا ہے جو مجھے اس تک سمجھنے سے لگا۔ ایسی صورت میں اگر اُسے علم ہو گیا کہ میں بوڑھے کا دعو پڑا ہوں تو وہ میرے ساتھ بھی جانے کی سلوگ کرے۔ کوئی اعقانہ بلند بازی مناسب نہیں

تھی میں اس بارے میں بہت سوچ کر کچھ فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔
 کافی رات ہو گئی تھی مگر بات ایسی تھی کہ ہم نہیں ہو سکتے تھے
 باس تبدیل کر کے کیا بھی ہے ماہر آگیا۔ پورچ میں ڈاکٹر طاہر علی
 کی کار کھڑی تھی۔ اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ رات کو ہلانے والے
 ایک ملازم سے حسن صاحب کے بارے میں پوچھا تو اُس نے بتایا
 کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں ہیں۔ میں انہیں
 ابھی کافی نے کر آیا ہوں صاحب! ”
 ” ایک پیالی اور پیچھا دو ان کے کمرے میں! میں نے کہا تو
 حسن صاحب کی خواب گاہ کی طرف چل پڑا۔ دروازے پر ہلکی سی
 دستک دی تو اندر سے اجازت مل گئی۔ لیکن دونوں مجھے
 دیکھ کر حیران رہ گئے۔
 ” خیر بہت غزال۔ سب خیر ہے نا؟ ” حسن صاحب نے پوچھا
 سے بولے
 ” بالکل! ناوقت چل ہوا ہوں اگر ضرورت ہو تو کچھ دیر کے
 بعد...“
 ” بالکل نہیں آؤ۔ ” حسن صاحب بولے۔ اور پھر انہوں نے
 گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔
 ” ملازم کو بلا ہے ہیں؟ ” میں نے پوچھا۔
 ” ہاں، ہم لوگ کافی پی رہے ہیں تم بھی پیو۔ ” حسن صاحب بولے۔
 ” میرے لیے آکر ہی ہے! ” میں نے کہا اور حسن صاحب کے
 اشارے پر ان کے سلسلے بیٹھ گیا۔
 ” طاہر علی سے میری بہت گہری دوستی ہے غزال۔ درمیان میں
 شیطان آیا تھا“ لیکن خدا کے فضل سے ہم پھر بچا ہو گئے ہیں۔
 اس وقت ہم شیطان کے بارے میں ہی گفتگو کر رہے تھے۔ طاہر
 نے مجھے فون کیا تو میں نے انہیں بلایا!
 ” ہمارا ٹھیک ہیں ڈاکٹر صاحب؟ ”
 ” بالکل غزالی میاں! کچھ اعتراضات کر رہا تھا حسن کے سلسلے۔
 حسن صاحب جانتے ہیں کہ خدا کے فضل سے میں تلاش انسان
 نہیں ہوں۔ بیکے براؤن نے جولاہج دیا تھا اس سے صرف میں
 اس لیے متلوب ہو گیا تھا کہ خزانے کا لفظ ایک چڑا سوار دیکشی کا
 حامل ہے۔ میں، حسن اور نو دیکھ براؤن ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو اپنے
 مصائب دور کرنے کے لیے کسی خزانے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جس
 ایک شوق ہے۔ ایک جبکہ حسن اور میں سالے معاملات سے واقف ہو چکے
 ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ ہم خزانے کی تلاش کی دوڑ میں بیکے براؤن کو
 آگے کیوں نکلے دیں؟ ظاہر ہے وہ خزانے کی تلاش سے مستبر و لاپرواہ
 ہو گا اور ہر طرح کی جدوجہد کرے گا۔ ہم اپنے طور پر اس سلسلے میں
 کام کریں گے بلکہ زیادہ جو براؤن میں کریں گے تمہاری کیا رائے ہے؟“

” میں نے خیال میں کوئی حزن نہیں ہے! ” میں نے جواب دیا
 ” ہم دونوں بھی اس پر متفق ہو گئے ہیں۔ بوڑھے کے بارے
 میں اب تک کوئی غم نہیں ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ شخص خزانے کی
 جانے دوڑ سے واقف ہے لیکن یہ ہے ان ذہنوں میں سے کوئی
 جو ہرگز نہیں لپسائی کے وقت ان کے ساتھ ہو۔ لیکن وہ خود
 ہم اس کی خوبیت کا کوئی تعین نہیں کر سکتے ہیں۔ وہ حزن یا
 ہو سکتا ہے، کوئی بہت برا حزن جزل ہو سکتا ہے جس کا ذہنی توازن
 کسی مادے کے سبب خراب ہو گیا ہو اور پھر وہ خزانے کا جاسوس
 کے ہاتھ لگ گیا ہو۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ اپنی
 اس کا ذہنی توازن کچھ خاص دواموں کے ذریعے سے خراب کیا
 ہو گا کہ وہ خزانے کا راز آگلی دے۔ بوڑھے کو اس نے جس طرح
 پہرے میں رکھا تھا اس سے اس شبیہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ سوال
 بھی پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنی نفس خزانے کے راز دار کو ہلاک کیوں
 نہ کر دیا۔ اس سوال کا یقیناً کوئی جواب نہیں ہے۔ ہمارے پاس
 بوڑھا سنی کے کھلونے بنا کر غالباً گمشدہ ماضی یاد کرتا تھا جو اس کے
 ذہن کی گہرائیوں میں کھول گیا ہے۔ ہم تو بس اسی قسم کے اندازے لگا
 سکتے ہیں۔“
 ” سوال یہ پیدا ہوتا ہے غزالی کہ اب کیا کیا جائے؟ ” حسن
 نے کہا۔
 ” بوڑھا اگر مل جائے تو اب میں اس کا فوراً آپریشن کروں گا۔
 مجھے یقین ہے کہ میں اس کی کھوپڑی ہونی یا دوامت واپس لے آؤں
 گا۔ ” ڈاکٹر طاہر نے کہا۔
 ” ویسے آپ اس کی ذہنی کیفیت کو تو پوری طرح سمجھتے ہی ہوں
 گے؟ ” میں نے ڈاکٹر طاہر سے پوچھا۔
 ” بڑی حد تک سمجھتا ہوں۔ اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو اب
 دوسرے انداز میں اس کا علاج کروں گا۔ ابھی تک تو میں صرف
 براؤن کی ہدایات پر عمل کرتا رہا ہوں۔ لیکن یہ تو ایک سادہ سی
 بات ہے کہ کھلونے بنا کر توڑ دینا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ
 اس کا سوسا ہوا ذہن جاگنے میں کوتاہا ہے۔ ” ڈاکٹر طاہر علی نے
 پرسیخال انداز میں کہا۔
 ” مگر وہ بوڑھا تو بول گئے تھے جیسے زمین کی گہرائیوں میں گم ہو
 گیا۔ کوئی نشان تو ملے اس کا۔ کیا تو چلے کہ زندہ ہے یا مر گیا۔ میرے
 ذہن میں تو بار بار ایک ہی خیال آتا ہے اور وہ یہ کہ وہ لوگوں کے عالم
 میں اس سے خود کو کٹی کر لی، شاید وہاں میں ڈوب مر گیا لیکن لاش تو
 ملنی چاہیے تھی۔ ” حسن صاحب نے کہا۔
 ” اس وقت میں آجی سلسلے میں حاضر ہوا تھا۔ ” میں نے کہا۔
 ” کوئی تجویز ذہن میں آئی ہے؟ ” طاہر علی نے پوچھا۔

” جی نہیں! ہدایت آئی ہے! ” میں نے شگفتگی سے کہا۔
 ” کیا مطلب؟ ” طاہر علی پوچھا۔
 ” بڑی طرح خوفزدہ ہے کیونکہ اس آئندہ اس شہر میں دیکھے
 جانے کی سزا موت تھی۔ لیکن یہاں کی بھوک اسے واپس لے آئی
 ہے۔ ” میں نے بے سوراہی انداز میں کہا۔ اور طاہر علی خجالت سے
 حسن صاحب کو دیکھنے لگے۔
 ” بھی کچھ سہاری سمجھ میں بھی تو آئے؟ ” حسن صاحب اچھے
 کر بولے۔
 ” وہ بوڑھے کی خبر لے کر آیا ہے اور جان بخشی کا طالب ہے؟“
 ” اوہ کیا... کیا لائے بوڑھے کے بارے میں کوئی اطلاع مل ہے؟“
 ” ڈاکٹر طاہر علی جیت سے جھل پڑے۔
 ” میں کہتا ہوں مجھے بھی تو کچھ بتاؤ۔ ” حسن صاحب نے پھر
 مبالغت کی۔
 ” میں تمہیں ہدایت کے بارے میں بتا چکا ہوں حسن! کیوں بار
 بار مجھے سزا دہندہ کرتے ہو۔ میں نے اسے بھلا دیا تھا۔
 ہاں غزالی میاں! تو وہ کیا خبر لیا ہے بوڑھے کے بارے میں؟“
 ” اس نے بوڑھے کو دیکھا ہے اور مجھے بتانے دوڑا آیا ہے۔“
 ” کہاں دیکھا ہے؟ ” طاہر علی نے شدید برعزت سے پوچھا۔
 ” درشل نے ہدایت کی پوری کہانی سننا دی۔ حسن صاحب بھی بہت
 پر حوش ہو گئے۔ انہوں نے کچھ یوں چاہا یا لیکن طاہر علی ہاتھ
 اٹھا کر بولے ” مان کھیڑو کا کنور پر جہات سنگھ۔ یہی نام لیا ہے
 تم نے؟“
 ” جی ہاں! آپ اُسے جانتے ہیں؟“
 ” اچھی طرح اس کی بیٹی میرے زیر علاج ہے۔ لیکن وہ
 تو بیدار نہیں آئی ہے اس سے کسی جرمانہ اقدام کی توقع نہیں کی جا
 سکتی جس تم بھی تو جانتے ہو گے اُسے؟ ” طاہر علی نے کہا۔
 ” نام آرتھنا گتہ ہے اشتابہ بھی ملاقات ہوئی ہو، لیکن طاہر علی
 بوڑھے کی وہاں موجودگی کنور کے کسی جرمانہ اقدام کی نشاندہی تو نہیں
 کرتا۔ ممکن ہے وہ اتفاقاً کنور پر اس کے ہاتھ لگا گیا ہو اور کسی نیم
 بال کی عمر رسیدہ شخص پر کوئی بھی رحم کیا کر اسے اپنے گھر میں جگہ
 لے سکتا ہے۔“
 ” ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے! ” طاہر علی نے کہا۔
 ” ہدایت کہاں ہے؟“
 ” میں نے اسے آجی سنی میں ہی جگہ دے دی ہے اور وہ عدہ کر لیا
 ہے کہ اس کی نوکری بنال کر دی جائے گی۔ وہ مالی طور پر پریشان ہے۔“
 ” کیا ہدایت کی ضرورت ہے؟ ” طاہر علی نے پوچھا۔
 ” مان کھیڑو کے سلسلے میں؟“

” ہاں!“
 ” پیسے یہ زمانے کہ اب اس اطلاع کے بعد آپ لوگوں کا کیا
 پروگرام ہے؟ ” میں نے پوچھا۔
 ” بوڑھے پر فوراً قبضہ کر لینا چاہیے۔ ” حسن صاحب نے کہا۔
 ” میں اس سے متفق ہوں!“ طاہر علی بولے۔
 ” طریقہ کار کیا ہو گا؟“
 ” وہی طے کرنا ہے۔ تم بتاؤ طاہر علی کہ تم نے کہا کہ بوڑھے کی
 اس کے پاس موجودگی اتفاق بھی ہو سکتی ہے اگر ہم پر جہات کھتہ
 سے بات کریں اور بوڑھے کے بارے میں۔۔۔“
 ” قلعہ مناسب نہیں ہے!“ میں نے حسن صاحب کی بات پوری
 نہ ہونے دی۔
 ” وہ چونکہ مجھے دیکھنے لگے پھر بولے یہ مفہ ایک تجویز تھی۔
 کیوں طاہر تمہارا کیا خیال ہے؟“
 ” یہ ہو سکتا ہے لیکن غزالی اس کی مخالفت کرتے ہیں تو
 ٹھیک ہے اسے اپنا نہیں کیا جائے گا!“
 ” یہ تصویر کا ایک مرقع ہے۔ فرض کریں یہ صرف اتفاق نہ ہو
 اور کنور پر جہات سنگھ، بوڑھے کی اعلیت سے واقف ہوں تو ذہنی
 نقصان ہو جائے گا۔ وہ بھی میں اس تک نہ پہنچنے دیں گے بلکہ محتاط
 ہو جائیں گے کہ ہم بوڑھے کی ان کے پاس موجودگی سے واقف ہیں۔
 ان امکانات کا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ہم یہ خواہ کیوں سول
 لیں۔ میں اس ضمن میں ایک بات اور عرض کر دوں اس پر بھی
 براہ کرم غور کریں۔ دلاؤ سی اسکاٹ آپ لوگوں کو جاپان میں ملا اور
 اس نے مرتے ہوئے بے بسی کے ایک احساس کے ساتھ آپ کو
 کچھ تفصیل بتادی۔ پھر اس کی کہانی اخبارات میں چھپی تو آپ کے خیال
 میں کیا وہ کہانی چند رنگ ہوں تک محدود رہی ہوگی۔ کیا خرافوں کے
 دوسرے دسیا اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہوں گے؟ کیا ان
 کی تحقیقات واپس اور اس کے بعد اس بوڑھے تک نہ پہنچی ہوں گی
 یہ دوسری بات ہے کہ سب سے پہلے آپ اس بوڑھے پر ہاتھ ڈالنے
 میں کامیاب ہو گئے۔ اس امکان کا نظر انداز کرنا کہ بوڑھے سے کوئی اور
 بھی واقف ہو سکتا ہے محاف کیجئے نقل مندی نہیں ہے۔“
 حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی حیرت بھری نظروں سے
 مجھے دیکھ رہے تھے۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ اسی انداز
 میں مجھے گھورتے رہے پھر بیک وقت دونوں کی آواز میں اجروں
 ” اوہ۔ واقعی یہ... ” دونوں ایک ہی جملہ ادا کر کے خاموش ہو
 گئے۔ طاہر علی نے جملہ پورا لیا۔ ” اس پر غور ہی نہیں کیا۔ یہ بات ذہن
 میں آئی ہی نہیں؟“
 ” اگر ایسا ہے تو اس سے قبل ایسی کوئی کوشش کیوں نہیں ہوئی

حسن صاحب نے پوچھا
 "کوشش مزید ہوتی ہوگی، کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ انمازہ نہیں ہو کر پوڑھا کہاں ہے اور ایک جاگ پوڑھے کے ہاں سے میں انکشاف ہو گیا آپ بھول گئے حسن صاحب پوڑھے سے بابا کے ہاں میں انکشاف کو آپ بھول گئے! میں نے پوڑھے کو خوش بچھو میں بکد۔"
 "کیا مطلب؟" حسن صاحب نے کہا۔
 "اخبار کے اشتہار اور پوڑھے بابا کی تصویر کتاب بھول گئے میں نے کہا، اور ڈاکٹر طاہر علی نے سہرہ تمام لید حسن صاحب بھی بچلا ہونٹا دانتوں میں ڈبا کر رہ گئے۔ اس طرح کی ذہنی قوتوں کو تماشا دیکھ دے ہوسن قیامت خیز ذہن کا کام ہے۔ کتنا باریک بین ہے۔ امکانات ہیں اس کے بڑی موثر دلیل ہے، ایسا یقینا سکتا ہے۔ اٹلی کے حکام اس خزانے کو پانے میں ناکام رہے ہیں۔ یہ لوگوں نے کوششیں کی ہوں گی اور متحد لوگ اب بھی کوشش کریں ہوں گے۔ بڑھچات سنگھ بھی ان میں شامل ہو سکتا ہے۔ تم بائیکے براؤن کی جڑ پوڑھے لگے ہو؟ اپنی دلچسپی کی وجہ سے ہی تو تم اس مد تک گئے۔ اور لوگ بھی تمہاری طرح ہو سکتے ہیں لیکن تم سے کہیں زیادہ جڑ پوڑھے ہو سکتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ پوڑھا ان کے ہاتھ نہیں لگا، تمہارے ہاتھ لگ گیا۔"
 "کیا مطلب؟" حسن صاحب نے کہا۔
 "کسی کے اپنے ذراں بھی ہو سکتے ہیں، کوئی ہم سے زیادہ بھی جان سکتا ہے، ہم کو تو پوڑھے کے پسنگلاں ہی ہے میں ممکن ہے کوئی اس کی اصلیت سے بھی واقف ہو۔ یہ بھی جانتا ہو کہ کون کون ہے؟ حسن صاحب اتنا شہرت انگ انداز میں گردن ہلانے لگے، پھر بولے "اگر یہ بات ہے تو کیا بڑھچات سنگھ ہیں اس کی ہوا بھی گھسنے لگے؟"
 "فیصلہ کرنا مشکل ہے حسن! مزید نہیں ہے کہ بڑھچات سنگھ بھی انھیں لوگوں میں سے ہو سکتا ہے اس سے ملاقات سے قبل اس امکان کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔ میں سوچ کر بھرا دم اٹھانا ہوگا۔ اگر پوڑھا اتفاقی طور پر اس کے ہاتھ لگے تو ہم آسانی سے اسے حاصل کریں گے اور گروہ پوڑھے سے دلچسپی رکھتا ہے پھر کچھ اور کارڈ لگاؤ۔"
 "اب تو بہت سے خیالات آ رہے ہیں میرے ذہن میں، لیکن بڑھچات سنگھ کو کسی طرح جینکس مل گئی ہو اور اس کے لوگ میری کوششیں اس پاس موجود ہے ہوں۔ اس ناک میں رہے ہوں کہ..."
 "نسب کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ سوچو کہ اب میں خوری طور پر کیا کرنا چاہیے غزالی تمہاری کیا رائے ہے اس سلسلے میں؟"
 "میرے تجلی میں کسی عجیبہ طریقہ کار کو اختیار کیے بغیر سیدھی راہ اختیار کی جائے۔ ہم لوگ مان کھینچنے ہیں۔ ہدایت کو

بھی ساتھ لے لیا ملتے تو بہتر ہے۔ وہ ہم سے الگ دیکر ہماری ہا کے مطابق کام کرے گا۔ ہاں ڈاکٹر صاحب اپنے نے فرمایا تھا کہ اگر بڑھچات سنگھ کی بیٹی کا علاج کرے ہے؟"
 "ہاں، میں اس کا سامنا کروں۔"
 "وہ اپنی بیٹی کو خود آپ کے پاس لایا تھا؟"
 "ہیپتال میں لایا تھا" بعد میں اس کی خواہش ہوئی کہ گروہ ہی اس کا علاج کرانے جتنا چاہے..."
 "کچھ فائدہ ہے اس کی بیٹی کو؟" میں نے ان کی باز کاٹ دی۔
 "تقریباً پالیس فیصد اور وہ میرے علاج سے ملتی ہے۔"
 "آپ سے اچھی سلام دعا ہوگی؟"
 "بہت عزت کرتا ہے میری!"
 "جلتے رہتے ہیں وہاں؟"
 "تین یا چار بار گیا ہوں... ضرورت پڑنے پر جا سکتا ہوں کہ شکل سنگھ نہیں ہے۔"
 "اس کو ٹھیک ہے! ہم کل وہاں جیتے ہیں حسن صاحب! مان کھینچو میں ایک مندرت لگانے کے لیے مناسب جگہ کی تلاش ہے۔ اس سلسلے میں آپ ان کی معاونت کریں گے اور ہم لوگوں کو ملے کو مان کھینچو، سوچ جائیں گے۔ غائب ہے کہ اگر آپ کے کسی دوست کو مان کھینچو میں کسی بھی قسم کا کام ہے تو آپ اگلے روز کو بڑھچات سنگھ کے پاس نہ جائیں گے تو کہاں جائیں گے؟"
 "ہاں مناسب بات ہے۔ اس کل وقت چلنا ہے؟"
 "بہتر ہوگا کہ صبح کو ناسٹے کے بعد... کام ہو گیا تو کل ہی والیو بھی ہو جائے گی، نہ مانا تو وہاں نہیں جا سکتا ہے۔"
 "ہوں! ڈاکٹر طاہر علی سوچ میں ڈوب گئے پھر بولے پوڑھے کے ہاں سے میں تذکرہ کیے کرول کا بڑھچات سنگھ سے؟"
 "اس کا بھی ایک طریقہ ہے، ہم اشتہار والا اخبار سے رکھیں گے میں ایک تیسری شخصیت بن جائوں گا۔ اگر پوڑھا ہاں میں عام حشیت میں وہاں نفاذ آجاتا ہے تو ٹھیک ہے، ہم براہ راست آ کے اسے میں بات کہنے کے ساتھ ساتھ میں گسٹو اور گروہ میں نہیں ملتا تو آپ اس کا سامنا مجھ سے متعلق کر دیں، میں کہہ دوں گا کہ مجھے کسی سے اس کے کہاں دیکھے جانے کی اطلاع ملی تھی اور میں اس کی تلاش میں آیا ہوں۔ بات کسی نہ کسی طرح میں ہی جائے گی ڈاکٹر صاحب! پہلے ہم وہاں پہنچ جائیں اگر کوئی غلط صورت حال ہے تو پھر کوئی اور سنگھ کا نام حسن صاحب کی شخصیت سے ضرور آتا ہوگا۔ اس کا اندازہ ملاقات ہوتے ہی ہو جائے گا کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ وہ پوڑھے بابا کو حسن صاحب کے گھر سے آکا لایا ہو اور ان کو جانتا تک نہ ہو۔"

تو پھر کل درس نیچے؟ حسن صاحب نے کہا۔
 "ہاں، بائیکل سے رہا۔ اب مجھے اجازت دو حسن! باقی روٹی ملیں گے پانہ حاصل نہیں ہے۔ انتخابات میں کروں گا تم دونوں مجھے تیار ملنا۔"
 "ابھی تو تم نے کہا تھا کہ تم نے پوڑھے کو مان کھینچو میں آگے جانے کے بعد حسن صاحب نے کہا "اب یہ بائیکل ٹھیک رہی ہے غزالی! ہم اس پر چھ دو سا کریں گے ہدایت کے سلسلے میں پوڑھے کو سوا چاہے وہ بھی ٹھیک ہے، ہاں صبح کو ناشتا میرے ساتھ ہی کرنا!"
 "ہدایت کو بھی ساتھ ہی لے ملیں گے!"
 "قابل اعتماد ہے۔ وہ کوئی الجھن تو نہیں پیدا کرے گا؟"
 "بائیکل! اس کی طرف آپ مطمئن نہیں؟ میں نے جواب دیا۔
 "کوئی حرج نہیں ہے۔ حسن صاحب نے کہا اور پھر وہ واپس چلے گئے اور وہاں بیسی میں آگیا۔ صبح کو جلدی جاگنا تھا اس لیے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسری صبح کیم کریم ہانا سے ہدایت کو ناشتا کرانے کے لیے کہہ حسن صاحب کے پاس بیٹھ گیا، ہم نے ساتھ ہی ناشتا کیا اور حسن صاحب مجھ سے آج کے پوڑھے کے ہاں سے میں گفتگو کرتے رہے۔ میں نے تمہیں اپنے ساتھ ناشتا کرنے کے لیے اس لیے کہا تھا کہ اگر ات کو کوئی بات ذہن میں آئے تو طاہر علی کے آنے سے قبل اس پر گفتگو کروں۔ پوڑھے بائیکل ٹھیک ہے پوڑھے کے معاملے کو تم مکمل طور پر خود سے منسوب کرونا کہ بڑھچات سنگھ اگر اس معاملے میں ٹوٹ ہے تو اس کی نگاہ صرف تم پر ہے ہم درپردہ اس کی نگاہی کریں گے۔"
 "بہت مناسب!" میں نے جواب دیا۔
 "ہدایت سے مزید کوئی بات ہوئی؟"
 "نہیں اب کروں گا۔ اور کوئی حکم ہے میرے لیے؟"
 "بس طاہر علی کا انتظار ہے۔ وہاں قیام طویل بھی ہو سکتا ہے چند گھنٹے پر پوڑھے رکھ لینا۔"
 "ڈاکٹر صاحب! آہا میں تو فون کر کے مجھے بلا لیجئے!" میں نے کہا اور حسن صاحب کے پاس سے چل گیا۔ اینجی میں آکر پہلے میں نے کیم کریم بائیکل کو دو جاہروں باہر رہنے کی اطلاع دی۔ اس کے بعد ہدایت کے پاس بیٹھ گیا۔
 "دیکھو ہدایت! یہ بات تمہیں معلوم ہے کہ کچھ عرصہ قبل ڈاکٹر طاہر علی حسن صاحب کو دھوکا دے رہے تھے اور تمہارے ذہن سے پوڑھے بابا کو غلط دوا میں استعمال کر رہے تھے۔"
 "کیا میں اس کی گواہی دینی پڑے گی میں... ایسا نہ کریں غزالی صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ ہم ان دواؤں کے ہاں سے میں نہیں جانتے تھے بس جو ڈاکٹر صاحب کہتے تھے وہی..."
 "ضرورت سے زیادہ نہ پوڑھے ہدایت پوری بات سن لو یہ تمام

ہا میں حسن صاحب کو معلوم ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے ان کی بات ہو چکی ہے اور حسن صاحب نے انھیں معاف بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ اب ڈاکٹر صاحب کو تم سے بھی کوئی دشمنی نہیں رہی ہے۔ میں نے تمہارے ہاں سے میں بات کر لے حسن صاحب تمہیں دوبارہ اسی حیثیت سے ملازم رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن تمہارے اوپر ایک ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔"
 "سب کچھ کریں گے غزالی صاحب! آپ کی ہر باتوں سے اب سہ نہیں اٹھاسکتے۔ فرمائیے۔"
 "پوڑھے بابا کو براہ کراں اب تمہارا کام ہے۔ ہاں یہ بتاؤ یہ بڑھچات سنگھ کس قسم کا آدمی ہے؟"
 "ہیں اس سے زیادہ واقفیت نہیں ہے غزالی صاحب! سسرال کے لوگ جانتے ہیں کہ شریف آدمی سے کوئی شکایت نہیں ہے کسی کو اس سے بنو بھی سکوں سے زندگی گزارتا ہے اور کسی کو پریشان بھی نہیں کرتا۔"
 "بڑے زمیندار کی حیثیت سے اس نے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا؟"
 "ایسی کوئی بات نہیں سنی!"
 "یہ بتاؤ اس کی حوالی میں تمہارا کوئی ناسا ہے؟"
 "میرا تو نہیں مگر حوالی کے باغ کے مانی سے مسکے سالے کے بڑے اچھے تعلقات ہیں وہ اکثر باغ کی سبزیاں میری سسرال میں سے جاتا ہے۔"
 "بہر حال تم میرے ساتھ چل رہے ہو۔ حسن صاحب اڈاکٹر صاحب بھی چاہتے ہیں اور ہاں پہلے میں تمہیں بیٹھے سے دوں ایک منٹ!" میں نے اقدار کو دو ہنڈیوں پر لٹکائے اور ہدایت کو لاکر لے دیے۔
 "آپ کا کیا احسان! ہدایت نے کتنا جاپا سیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر لے کر رک دیا۔ تم ہاں سے ساتھ چل رہے ہو۔ مان کھینچو کی سسرال کے پاس گاڑی سے اتر کر تم اپنی سسرال چلے جانا کوئی ایسی جگہ بتاؤ وہاں مان کھینچو میں تم سے ملاقات ہو جائے؟"
 "مان کھینچو چھوٹی سی جگہ ہے۔ پوری جی میں آئے گی پسانا کی ایک بچی بھی ہے جو میرے سسرال کی ہے۔ سارا دن وہاں ملتا ہوں۔ آپ کو اسے تلاش کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوگی۔"
 "گور! ہدایت! ہم تم اس ہاں سے کسی کو ایک لفظ مت بتانا۔ اگر ضرورت پڑتی تو تم سے کچھ کام لیا جائے گا۔ ہم واپسی میں تمہیں ساتھ لے آئیں گے۔"
 "جیسا آپ مناسب سمجھیں!" ہدایت نے جواب دیا۔ دو ہنڈیوں پر اس کی جبب میں متعلق ہو گئے تھے اور اس کا چہرہ خوشی سے

گناہ تھا۔
 ساڑھے دس بجے حرم مبارک کا فون آیا۔ طاہر علی کو میں
 ایک سہا لینڈرو دین آتے ہوں۔ بیچہ بیچہ تھا اور جب حرم مبارک
 کے فون کا انتظار رہی کر رہا تھا۔
 "غزالی ڈاکٹر صاحب آگے میں۔ تم فون آنا۔"
 "بہنرا" میں نے جواب دیا اور فون بند کرنے اپنا کٹ باگ
 اٹھایا جسے بدلتے فوراً میرے ساتھ سے لے لیا۔ "ڈاکٹر صاحب
 کے سامنے بلتے ہوئے ڈرنگ ربلے صاحبہ! بدلتے
 ساتھ بیڑھیاں اترتے ہوئے کھلا۔

"مزور دوتے رہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" میں نے سیاہ
 پلے میں کہا۔ اندر تیرے دموں سے پٹنا ہوا لینڈرو کے پاس پہنچ گیا۔
 ہاوردی ڈرائیور ساتھ تھا جس نے ہلاکت کے ہاتھ سے بیگ لے کر
 اندر رکھ دیا اسی وقت حرم صاحبہ اور ڈاکٹر طاہر علی بھی پہنچ گئے۔
 ہلاکت نے انھیں سلام کیا جن کا جواب دے کر وہ دونوں اندر چلے گئے۔
 ان دونوں میں سے کسی نے ہلاکت سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ مجھے تو
 حرم کی چٹاٹال چوکلے پر حیرت تھی جس نے ان معاملات میں فدا بھی
 مداخلت نہیں کی تھی اس وقت بھی سب اندر موجود تھے۔ حرم کی کار
 بھی نظر آ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ حرم صاحبہ نے کسی کو بھی اس
 سفر کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہوگا۔ ویسے چولیا کے چلے جانے کے
 بعد سے کچھ تمنا سبھیل گیا تھا۔ شام کی چائے اب لان پر نہیں بی
 جاتی تھی۔ زیادہ تر لوگ اندر ہی گھسے رہتے تھے۔ سدرت کے سلسلے میں
 بھی کسی کو تردد نہیں تھا اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ یہاں کسی کو
 اس سے ملنے والی نہیں تھا۔ وہ جس طرح آئی تھی اس طرح چلی گی کون
 غریب پڑتا۔

نینڈرو دکا انجن بنے آواز تھا۔ مسٹر کے ملے ہوتی اور ہم
 شہر سے باہر جانے والی سڑک پر نکل آئے۔ لینڈرو والا حرم صاحبہ انھوں
 سے اوجھل ہو چکی تھیں اور اب دور رو بہ کھیت اور باغات تھا آئیے
 تھے۔ اب تک مسلسل خاموشی طاری رہی تھی۔ پھر حرم صاحبہ نے
 ہوا یہ سکوت توڑا۔ "ہلاکت جو کچھ تم نے کہا ہے پوسے وٹوں سے کہا
 ہے نا؟ کھلادی انھوں کو دھوکا تو یقیناً نہیں ہونا چاہیے؟"
 "نہیں بڑے سسرکار! ہمیں دھوکا نہیں ہوا۔" ہلاکت نے
 جواب دیا۔

"تعمیل اس وقت تک وہیں رہنا ہے جب تک ہم اپنا
 کام نہ کر لیں۔ تم مجھے ساتھ ہی والی بس آؤ گے"
 "سسرکار کا حکم نہیں مل چکا ہے!"
 اس کے بعد پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ لینڈرو لگا اور وہاں سے
 ایک کچی سڑک مان کھیڑنے لگی۔ یہ علاقہ مزور مات زندگی کی بیلوی

گیا تھا۔ یہ ایک پر دو پر بار کھڑے ہوتے تھے۔ انھوں نے لینڈرو
 کو دھوکا کرکٹ کھول دیا۔ سیکنڈ ڈاکٹر طاہر علی نے لینڈرو کرکٹ
 کے پاس کوالی کی کھتی ہوئی ہوئی؟ انھوں نے پوچھا۔
 "نہیں سسرکار! انجینی اندر چلی میں ہیں!"
 ڈاکٹر طاہر علی نے یہ سنا تو ڈرائیور کو اشارہ کیا۔ اور ڈرائیور
 نے لینڈرو اور آگے بڑھا دی۔ سامنے ہی حرم صاحبہ کا صدر دروازہ تھا۔
 باہن سمت اونچے ستونوں کی درمیان عمارت نظر آ رہی تھی جس کے سامنے
 پانچ بیڑھوں کے بعد ایک والان تھا۔ والان میں بہت خوبصورت
 درختے ہوئے تھے۔ درمیان ملازمہ متعلقہ کھڑے تھے۔ لینڈرو والان
 کی بیڑھوں کے پاس جا کر کئی۔ ملازمہ نے آگے بڑھ کر دروازے کھول
 دیے اور ہم اچھے آئے۔ ایک ملازمہ ہماری پیشانی کی اور ہم والان
 کی بیڑھوں چڑھ کر والان سے گذرتے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو
 گئے۔ اندر پہنچ کر کچھ اندازہ ہوا کہ میں کسے کھڑا تھا وہ ایک
 ہال ہے جسے ڈرائنگ روم بنایا گیا تھا۔ کونڈر کے کپڑے پالیوں
 والا فریج، تھیمے ٹالین، ڈیزائنر کرسیں پر تھے۔ آرائش کی لاتعداد قیمتی اشیاء
 نفاست سے آراستہ تھیں۔ ہم صوفوں پر بیٹھے گئے۔

"یہ جہان خانہ ہے!" ڈاکٹر صاحب نے آہستہ سے کہا۔
 "ہونا ہی چاہیے!" حرم صاحبہ مسکاکر بولے۔ چند ہی منٹ
 بعد ایک ملازمہ نے چائے کی جھللائے ہوئے کاسوں میں تھنڈا پانی
 پیش کیا۔ اس آواز میں طاہر صاحب خاموش بیٹھے رہے تھے۔
 "کنور صاحبہ کو اطلاع کیے ہو گئے؟" حرم صاحبہ نے پوچھا۔
 "ان کا محکمہ اطلاعات بہت ایجنٹ ہے۔" طاہر علی نے جواب
 دیا۔ اور ہم انتظار کرتے رہے۔
 ٹھیک دس منٹ بعد سفید راق دھوئی اور کرتے میں بیٹوی
 قابل رشک صحت کا ٹانگ ایک بند والا ادنی اندر داخل ہوا۔ اٹھوٹا
 پر سنہرے فریم کی عینک، سرخ و سفید رنگ کھٹی موچیں بن میں سفید
 بال جھک رہے تھے۔ موٹے موٹے ہونٹوں پر مسکراہٹ، طاہر علی کے
 ساتھ حرم صاحبہ اور میں بھی کھڑے ہو گئے۔ آئے جانے سے کواتے
 ہونے مصافحہ کیا اور بولا "آپ کے کام آج آنے سے بڑی خوشی ہوئی
 ڈاکٹر صاحبہ کوئی اطلاع نہیں ہو چکی۔ سب خیریت ہے نا؟"
 "ہائل خیریت ہے۔ ہماری اوشا کیسی ہے؟"
 "آپ اس کے علاج میں ہیں تو کیوں نہ ٹھیک ہوگی۔ دوستوں
 سے تعارف کرانیے۔"

"حرم صاحبہ نے جو جان دوست غزالی آپ تعارف کے
 مقصد نہیں ہیں۔ میں پیہم ہی آپ کا تعارف کر چکا ہوں۔" ڈاکٹر صاحب
 نے کہا۔
 "بڑی عزت دہی ہے آپ نے ہمیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ

تشریف رکھیے! کنور صاحبہ نے پرتپاک انداز میں کہا۔
 "حسن بہت بڑے کاروباری ہیں۔ دنیا کے بہت سے ملکوں میں
 ان کا کاروبار پھیل چلا ہے۔ اور غزالی ان کے دست راست ہیں۔ ان
 دونوں کا ایک کام آپرا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس سلسلے میں آپ کی توجہ
 حاصل کی جائے!"
 "اگر وہ کام ہمارے بس میں ہوا تو سمجھیں ہو گیا۔ ہمیں بہت
 خوشی ہوگی۔ کنور صاحبہ نے کہا۔ چند لمحوں کے بعد ملازمہ نہایت نفیس
 برتنوں میں ایک مشروب لے کر آیا۔ اور اس نے مشروب کے گلاس
 بھر کر کپش لے لیے۔ یہیں مشروب پینے کی دعوت دے کر کنور صاحب
 نے کہا۔
 "آپ نے وعدہ کیا تھا کہ کچھ وقت ہمیں بھی دیں گے ہمارے
 ساتھ شکر کھلیں گے۔ اس بار یہ وعدہ بھی کیوں نہ پورا کر دیں۔ آج
 کل چکارا رہا ہے۔"
 "چکارا کی تقدیر بھی ہے کہ اس بار بھی وہ ہماری گولیوں سے
 بچ جائے گا۔ بس یہ وعدہ جلد پورا ہوگا۔ ویسے ہم لوگ ایک دو
 دن مزور آپ کی خدمت میں حاضر نہیں گئے۔"
 "پہلیں ہی سہی! کنور صاحبہ نے کہا۔ اور پھر ایک طرف
 نکلی ہوئی خوب صورت ڈوری کھینچی۔ دو ملازمہ اندر داخل ہوئے۔
 "ہم انوں کے لیے کرسی تیار کروا دیں گے تاکہ تیار کرانے کی
 ہلاکت کر دے۔"
 کنور صاحبہ کی مسخ شخصیت نے ہم سب کو متاثر کیا تھا۔
 دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ڈاکٹر طاہر علی، کنور صاحبہ کے ساتھ
 اوشا لگا کر دیکھنے چلے گئے۔ مجھے آؤر حرم صاحبہ کو برابر کے
 کمرے میں بیٹھی دیا گیا جو بہتر منظر پر آرتے تھے۔
 رات کے کھانے کے بعد کنور صاحبہ نے تعفیلی گفتگو
 ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کنور صاحبہ سے کہا کہ حرم صاحبہ کی زندگی سے
 دور کسی پرقتنا مقام پر ایک ٹیکری لگانے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔
 فرانس سے مشینیں درآمد کر کے وہ ملک تیار کرنے کا ایک پراجیکٹ
 قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انھیں ملکی تلاش ہے۔ میں
 نے کہا یہ علاقہ بھی دیکھ لیں اگر مان کھیڑنے کے پاس کوئی ٹیکر
 پسند آجائے تو کنور صاحبہ سے مدد لی جا سکتی ہے۔"
 "ملا مان کھیڑو آپ کا ہے حرم صاحبہ۔ جہاں چاہیں
 کار مشروع کرادیں۔ سکل ون میں حکومتیں جو بھی ہوگی نہ مانگے
 بلا تکلف بتاویں۔" کنور صاحبہ کے کہنے میں بڑی کمر ہوئی تھی۔
 "بہت بہت شکریہ کنور صاحبہ آپ کا۔ میں آپ کی گزارش
 اور مدد سے مزور فائدہ اٹھاؤں گا۔" حرم صاحبہ نے کہا۔
 "غزالی میںاں کا سہارا تھا گھیر ہے۔ ان کے ایک دور کے

عزیز بن کا ذہنی توازن کچھ درست نہیں تھا، ایسا ایک کوشش سے غائب ہو گئے ہیں۔ اختلاجات میں اشتہار جیسے دوست تمام ملتے بھی ان کی تلاش کے سلسلے میں استعمال کیے لیکن ان کا کوئی پتا نہیں مل سکا، ابھی ایک دن پہلے اطلاع ملی کہ انھیں مان کیہ مرہ کے آس پاس دیکھا گیا ہے۔ وہ میرے زیر علاج تھے۔ خاص طور سے آج انھیں کی دوسرے اچانک آکر پڑا۔ اول تو وہ میرے ریشہ اور پھر میرے ایک عزیز دوست کے ہتھے دو رہی، اس لیے ہم وقت ضائع کیے بغیر یہاں پہنچ گئے۔ ہمیں خاص طور پر اس سلسلے میں آپ کی توجہ دکر رہے، ظاہر ملی صاحب نے کہا۔

آتے ہی کیوں نہ کہہ دیا۔ ہر کسے دوڑا جیسے جاتے کل میں سے کا مشرور ہوا جاتے گا یہاں دیکھا گیا ہے انھیں؟ کنور صاحب نے معلوم کیا۔

”اسی جی میں آثارہ پھرتے ہوئے!“ ڈاکٹر ظاہر ملی نے کہا۔ ”پتا چل جائے گا جہت نہ کریں کوئی تصویر ملے اور دیکھو؟“ کنور صاحب نے پوچھا۔ ڈاکٹر صاحب کے اشارے پر میں نے سفارشات نکالی کہ کنور صاحب کو پیش کیا۔ پورے بلایا تصویر سامنے تھی۔ میری جان آنکھوں میں کھنک آئی تھی۔ بڑے مہربانہ لمحات تھے، ہارنا نگاہیں کنور صاحب کے سپرے پر جمی ہوئی تھیں۔ کنور صاحب نے تصویر دیکھی اور اچانک بیل ٹھوس ہوا جیسے ان کے ذہن کو جھٹکا سا لگا ہوا۔ تصویر اتنے غور سے دیکھنے کی چیز نہ تھی لیکن وہ دیر تک اس پر نظر ہی جمائے رہے۔ پھر جیسے انھیں احساس ہو گیا اظہار نے سفارشات دیکھے واپس کرتے ہوئے کہا ”میں کو یہ تصویر ہر کاروں کو دکھا دی جائے گی۔ وہ چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں اگر وہ مان کھیڑے یا اس کے پاس ہونے تو ہر منزل جائیں گے“ فیصلہ ہو گیا تھا۔ رہنے یا نہ جاننا میں انڈازہ لگا لیا تھا کہ کنور صاحب اس سلسلے سے غیر متعلق ہیں۔ تصویر دیکھ کر ان کے سپرے پر جو آثار اظہار تھا اس نے ساری کہانی سنا دی تھی اور اب صورت حال عجیب ہو گئی تھی۔ کنور صاحب کے ہنکھارے سامنے کے ایک فرقہ ہاں پہنچے، ان کی ذات غیر جانبدار نہیں رہی تھی۔ یہ بات کسی اور خالق تخیل نہیں بھی کران کی کچھ نہیں ان کے کوہان اور ان کے آدمیوں کی نگارائی میں جو شخص سفر کرنا تھا اس سے کنور صاحب بالکل لاعلم ہو گیا۔ پھر کوئی ایسی شخصیت تلاش کرنی پڑے گی جو اس حوالی میں آتی ہے ہم حیثیت رکھتی ہو۔ میں نے ہی نہیں جن صاحب اور ڈاکٹر ظاہر ملی نے بھی محسوس کیا تھا کہ اس گفتگو کے بعد کنور صاحب کا اندازہ کھینکھیا ہوا سا ہو گیا ہے۔ درحقیقت گفتگو ہوتی رہی پھر کنور صاحب نے اجابت طلب کر لی۔ دونوں کاموں کے لیے انھوں نے اپنی خدمات پیش کر دی

تھیں۔ ان کے ہلنے کے بعد جن صاحب کے کمرے میں آگے گئے۔ ڈاکٹر کھل کر کھانگیا تاکہ باہر کی صورت حال بھی سامنے ہے۔ مزید ایک بار باہر کا جائزہ لینے کے بعد ہم سر چور کھینک گئے۔

”کیا کہتے ہو ظاہر ملی؟“
”پر جہات کی کیفیت جھٹکی گئی تھی کہ وہ لاعلم نہیں ہے۔“
”میرا بھی یہ خیال ہے۔ لیکن اب سختی کا پھیر اندازہ ہے؟“
”خدا؟“

”پہلے تو یہ فیصلہ کیا جائے کہ پر جہات ہی کی پوزیشن کیا ہے۔ آیا وہ پورے کے حالات سے واقف ہیں، اور خود بھی اس میں پوچھی ہے یہ ہیں یا اور کوئی سلسلہ ہے!“
”یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے، ڈاکٹر ظاہر ملی نے کہا۔
”تو پھر اس بات کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ پر جہات ہمارا رستہ روکے گا۔ اگر گئے یہ بات معلوم تھی کہ پورے آتا ہے۔ ہمیں سپرے پاس با ہے تو اس کا مجھ سے واقف ہونا میرا مطلب ہے کہ اگر آتا ہونا ضروری تھا اس کے اندازہ اور دیر سے اس کا اشارہ نہیں ملا۔ میں نے بتو اس کے سپرے کی کیفیت کا جائزہ لیا تھا۔ پورے کے بارے میں اس کی معلومات کچھ بھی ہیں، اسے جہان کے کوشش پر سمیت رکھتی ہے۔ اب اس کے ذہن میں یہ بات بھی آگئی ہوگی کہ یہ اچانک آکر محولی نہیں اور ہمارا مقصد صرف پورے کا حصول ہے۔ چنانچہ وہ واقعات کوئی بنیادی قدم اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے اس کے بعد پورے مان کھیڑے میں نہیں ہے، جن صاحب نے کہا۔
”کیوں غزالی اہم فائوش کیوں ہو؟“ ڈاکٹر صاحب مجھ سے مخاطب ہو گئے۔
”آپ دونوں کی سپرے درست ہے! میں اس سے اختلاف نہیں رکھتا۔“
”پھر کیا کیا جائے؟“

”ہاں قیام کی مدت طویل کر دی جائے، ظاہر ملی، راتوں رات ہو ہو جائے گا کہ ہم نے نہیں روک سکے لیکن کنور صاحب کو زبان کھولنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور انھیں مجبور کرنے کے لیے کچھ دوسرے گرو استعمال کرتے ہوں گے!“
”خدا؟“

”کچھ اور نزدیک آجائے!“ میں نے کہا اور دونوں ہمتیں انداز میں بیکر قریب آگئے۔ ہدایت کو طلب کیا جائے گا۔ کنور صاحب کی کچھ بھی اور ان ملازموں کو بچانے کے لیے جو اس دن پورے کے ساتھ تھے۔ پھر کچھ دنوں سے ہم اس پورے کے بارے میں معلوم کریں گے اور اس طرح یہ پتا چل جائے گا کہ کنور صاحب براہ راست

اس سلسلے میں ملوث ہیں یا اس کو کبھی کوئی امداد ہے جو اس کا ڈوٹائی میں مقصد ہے۔ اگر کنور صاحب خود ہی پورے کے سرپرست ہیں تو انھیں زبان کھولنی ہی پڑے گی۔“
”بہت عمدہ آئیے، اسے غزالی اس کے کنور صاحب کو مجبور کر لیں یا جا سکتا ہے؟“ ڈاکٹر ظاہر ملی نے کہا۔
”اس کی ذمہ داری میری ہے جو مجھ پر ہے۔ اگر کنور صاحب ان حالات سے غیر متعلق ہوتے تو کھیل مختصر ہوتا لیکن اب ذرا حالات اختیار کر گیا ہے۔“

دونوں بزرگ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر ظاہر ملی نے گون بلاتے ہوئے کہا: ”میں غزالی کی اس تجویز سے پوری طرح متفق ہوں۔“
”ہدایت سے کس طرح تعلقات روکنے؟“
”میں مل لوں گا اس سے آپ مطمئن رہیں، میں نے جواب دیا۔
تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر جن صاحب بولے: ”ٹھیک ہے، دیکھو اس جنون میں کتنے پاپڑے بیٹے پڑتے ہیں۔ کیا خیال ہے اب آرام کیا جائے؟“
”ہاں! ایک درخواست کے ساتھ! میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”کیا؟“

”ذہن میں کسی تردد کو جگہ نہ دیں۔ ان سارے معاملات کو عرف ایک کھیل کے انداز میں دیکھا جائے۔ تردد اور الجھنیں بیدار کرتا ہے اور الجھنیں جھجھکیوں میں جو مل جیتوں کو ختم کر کے صرف جنون پیدا کرتی ہیں۔“
”ہاں یقیناً! ظاہر ملی نے مسلمہ میں سے کسی کے لیے زندگی یا موت کا مسئلہ نہیں ہے۔ ادا کے جن غلامانظما! ظاہر ملی اٹھ گئے۔
”ہاں، اگر ہم دونوں نے ایک دوسرے کو غلامانظما کہا اور اپنے اپنے کھیلوں کی طرف بڑھ گئے۔“

میں ان دونوں کو سکون کی تلقین کر کے اٹھا لیکن خود بہتر پر کروں بے وقتا ہاں نہ مانے کیا خیالات ذہن میں آئے تھے۔ ہر پہلو پر غور کرتا رہا۔ کنور صاحب کے حریف صورت انسان تھا اس کی گفتگو اور انداز میں جو شرافت تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مجرمانہ ذہنیت کا حامل نہیں ہے۔ لیکن پورے کی شخصیت نے سب کی ذہنیت خراب کر دی تھی۔ جن صاحب کو ان سے جڑا ہوا پیشہ انسان تھے۔ ڈاکٹر ظاہر ملی کیلئے یہ کیا بن گئے تھے۔ خزانہ دونوں کو جو کچھ دیکھے اس سے کہیں زیادہ چین لیا ہے۔

دفعاً ایک خیال ذہن میں آیا۔ کیوں نہ نہ برات حوالی کی تلاش میں لگنا رہے۔ خزانہ کی کام تھا لیکن کام کی بات بھی ہر کسکتی تھی۔ اگر کسی جگہ پڑا تو بے شمار الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ درحقیقت کوئی کام نہیں خود کو اس خیال سے باز نہ رکھ سکا۔ اور پھر

تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ مہمان خانے کے بیرونی حصے میں تاریکی تھی۔ ملازم سوچے سمجھے کوئی آہٹ نہیں تھی۔ میں نے درجن حصے سے گزرتا ہوا ایک ایسی جگہ لگایا جہاں سے ایک جھوٹی سی دیوار کود کر حوالی کی طرف جلیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ دیوار کود کر حوالی کے اٹارے میں اتر گیا۔ بہت دور حوالی کے بڑے چھانک پر چوکیداروں کی چیل پیل نظر آ رہی تھی، باقی ہر طرف خاموشی تھی۔

میں اپنی دیگر ساکت کھڑا چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا۔ کان آہٹوں پر گئے ہوئے تھے، کتوں کا خوف بھی تھا۔ لیکن ہے حوالی میں کتنے چھپے ہوئے لیکن کچھ سوچ کر کتلی ہوئی کہتے ہوئے تو گیت پڑھتی چوکیدار نہ رکھے جاتے۔ پھر اس دوران کوئی آواز بھی نہیں سنی تھی ان کے جھنکے کی۔ اس المیزان کے بعد اعلا کی دیوار کے سہارے سہاے حوالی کی اصل عمارت کی طرف سرکتے لگا اور پھر چند لمحات کے بعد حوالی کی لٹنی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں دیوار پھاٹ تھی اور دروازہ کھلی کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں سے حوالی کی عمارت میں داخل ہوا جاسکے۔ بہت ہارے بیز آگے بڑھتا رہا۔ اس عظیم الشان حوالی کے بارے میں دن میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ بہت وسیع ہے۔ رشتہ پر پہنچنے کے بعد وقت لگ گیا یہاں پہنچ کر اندازہ ہوا کہ حوالی کے عقبی حصے کو سامنے دلے حصے سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ دریا میں ایک اونچی دیوار عمارت تھی اور اس دیوار میں سے دوسری طرف جانے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ گویا یہ کوشش بے مقصد ہی رہی۔ یہاں تک کہ سوچتا رہا۔ پھر ایک دم مجھے اپنی جگہ چھوڑنی پڑی۔ امانت ہی ایک آہٹ کے ساتھ کچھ روشنی تھی اٹھری۔ نگاہ اوپر اٹھی۔ ایک کھوکھی کھلی تھی جس کی دو رخساری باہر نکلتی تھی۔ ایک درخت کے تنے سے چپک کر ملتی ہوئی کھوکھی کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن کوئی واقعہ ظہور نہ پڑتا۔ البتہ میں درخت کے نیچے کھڑا تھا اس کی پھیلی ہوئی شاخیں مجھے دیوار کے اوپر سے گذرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ چند لمحات کے بعد کھوکھی بند ہو گئی۔

آخری کوشش ایک آخری کوشش۔ کچھ نہ کچھ نہ کرنا ہی ہے اگر کنور صاحب کے کچھ کہتے سے پہلے کوئی کامیابی نصیب ہو جائے تو کیا کتنا بہت سے کام لیا ہوا گا۔ ابھی تو ابتدا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو کتلی دی۔ درخت پر چڑھنا معمولی بات تھی، بچپن کا بہت بڑا حصہ درختوں پر گزارا تھا۔ جو تھے جیسوں میں کھوئے اور تنے کو ٹھول کر اوپر چڑھنے لگا۔ کھوکھی دیوار سے کچھ اوپر تھی لیکن اب اس کی دروزوں سے روشنی نہیں چھین رہی تھی اس کا مطلب تھا کہ اس نے کھوکھی کھلی تھی اور اسے بند کر کے جا چکا تھا۔ درخت کی کسی بھی شاخ سے اس کھوکھی تک پہنچنے ممکن نہیں تھا اور پھر

جانے دو بھے بغیر اس کے ذریعہ اندر داخل ہونے کی کوشش نہ لو تاکہ بھی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ دوسری طرف اتر ہی مناسب سمجھا۔ دیوار کا سوراخ لگا۔ جھانک کر دوسری طرف دیکھا۔ اور دیکھی ماری تھی۔ اعلیٰ کے ساتھ ساتھ درخت اس طرف بھی تھے۔ اور دیوار سے دوسری طرف بھی ایک درخت کے ذریعے نیچے اترنا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد قدم نیچے جاگے۔ یہی وہ گئے نچے نرم گھاس آگئی تھی۔ یہاں سے آگے بڑھا کسی مناسب جگہ کا اندازہ کیے بغیر محارت کی جانب قدم بڑھانا مناسب نہیں تھا اس لیے درختوں کے برابر سے سہارے آگے بڑھنا ٹیگا طولی اور عریض احاطے کو دیکھ کر جگہ آراہ خفہ یہ جوڑی بہت بڑی جگہ کیسے ہوئے تھی۔ درختوں کا سلسلہ نہیں ختم نہیں ہوتا تھا۔ لیکن وقتاً تک ٹھکانا پڑا۔ لیکن جس جگہ رکھا تھا، وہاں درختوں کی درمیان ایک اور وسیع جگہ تھی یعنی احاطے کی دیوار ایک کئی ڈیڑھ فٹ اونچائی میں تھی اور اس کا ڈیڑھ فٹ زمین پر تارے بچکاتے نظر آتے تھے۔

یہ کیا ہے؟ ہمیں نے تجسس نگاہوں سے اس پچھلے والی نشے کو دیکھا پھر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا۔ یہ تارے ہی تھے جو پانی میں بچکے تھے۔ سفید سفید کنارے بھی نظر آتے تھے اور قریب پہنچنے پر کچھ پتھریں بھی گویا کوئی تلاب بنا گیا تھا یہاں قدم آگے بڑھ گئے۔ حویلی کے اس علاقے کا جائزہ لینے بھی مناسب ہوگا۔ آٹھ پروگرام میں ممکن ہے کوئی ضرورت پیش آجائے۔ میں نے سوچا۔ پانی کو چھو کر چلنے والی پوائس خوش گوار تھیں۔ قریب ہی کہیں رات کی رائی تک رہی تھی۔ میں تلاب کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ اس وقت میری پوزیشن بچہ خشک تھی۔ دیکھ لیا گیا تو کچھ نہ ہوگا لیکن اب صلوہ مول نے ہی ایسا تھا۔ جو بچہ دیکھا جانے گا۔ میں کو حویلی کی طرف دیکھنے کو مجھاری تھا کہ دو گئے کھڑے ہو گئے۔ کچھ فاصلے پر صرف چند گز کے فاصلے پر کوئی موجود تھا۔ کون تھا کتب آ رہا تھا؟ کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ قدموں کی آہٹ بھی تو نہیں ہوتی تھی۔ لیکن جو کوئی تھا مجھے دیکھ چکا تھا، پھر بھی دیکھ رہا تھا۔ سناکت خاموشی دل لاتے زور سے دھڑک رہا تھا، مانوسوں کا بخیرہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ یہ شکل نامہ دھڑکنوں پر قابو پایا۔ دیکھنے والا سناکت کھڑا تھا، آنکھیں اب تاریں میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں اور پھر ستاروں کی مدد سے جوں بھی مدد کر رہی تھی، چنانچہ مجھے اندازہ ہوا کہ کوئی نسوانی وجود ہے۔ لباس سفید تھا۔ سیاہ نفلوں کا بادل کر اور کوہوں سے آترتا ہوا چاندیوں کو چوم رہا تھا۔ لیکن اس کے بدن میں ذرا سی بھیجی نہیں تھی۔

کیا وہ انسان ہے؟ وہاں ایک اور خیال دل میں آیا۔ کوئی مجسمہ تو نہیں؟ نہ کوئی آواز ہے نہ جنبش۔ اس خیال نے ڈھارس بندھائی۔

تجسس نے آگے بڑھایا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن مجھے مانتے نہیں تھے۔ اس کے لباس میں بڑا ہی کیڑا نشی، زلفیں بھی ہلکا سا ہلکا اور نرم واٹھکوں میں ماری سخی شرب کی سی تھی۔ اس کے قدموں کی رنگت سوا گھیر تھی اور سانپوں کا زہر ہر ذرہ قیامت تھا۔ تجسس قریب آیا تھا، دکھی اور قریب لے گیا اور پھر ذہن اس کے حویلیں گھوم گیا۔ خوف کا ہر احساس اس کی یہ پناہ کشش میں جذب ہو گیا۔ ہونٹوں نے کہا تم کون ہو؟

یوں لگا جیسے یہ بت آواز سے جھک رہا ہو۔ اس کے بدن میں جنبش پیدا ہوئی اور اس نے کہا کونول!

”یہاں کہاں رہتی ہو؟“ سوال ہونٹوں نے کیا تھا جو کبک دل سے ابھری تھی۔ دونوں کے معاملت میں یہ لگتی وہ نظر نہ تھا۔

”اس تلاب میں،“ اس نے پانچ خردولی اونگی سے اشارہ کیا۔

”یہ کسے دروازہ پر ایک ضرب ہی پڑی، کیا مطلب؟“ میں نے سنہل کر کہا۔

”جانڈنگ نکلے گا؟“ وہ کھوٹے کھوٹے لہجے میں بولی۔

”خدا جانے! لیکن تم اس تلاب میں رہی ہو؟“ میں نے تعجب سے کہا۔

”میں اسی میں کھلی ہوں۔ دیکھو وہ سبز پتے پھیلے ہوئے ہیں وہ یہاں گھر ہیں۔ دن کی روشنی مجھے سلا دیتی ہے۔ سوزج کی کرنیں آنکھوں میں بیچتی ہیں تو میں آنکھیں بند کر لیتی ہوں۔ تب نیندا آجاتی ہے اور پھر تارے تلاب میں اتر کر مجھے جگاتے ہیں اور میں توبہ کے گھر سے باہر آجاتی ہوں۔ مجھے چاند نہبت پسند ہے۔ میں یہاں کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرتی ہوں۔“ اس کے لیے میں آتی محسوس ہوتی کہ میرا دل ڈولنے لگا۔ لیکن جتنی جانتی دنیا کا کوئی انسان خوابوں میں نہیں کھو سکتا۔ یہاں کے ساحل نے لڑکی کے چہرے اور اور حسیہ دو دوئے چند لمحات کے لیے ذہن کو سلا دیا تھا لیکن اب میں حواس میں تھا۔ ہوش میں آکر یہ سوچنا ضروری تھا کہ یہ کون ہے۔ مجھے اپنے مخدوش پوزیشن کا احساس تھا۔ اس نے مجھے مہاں دیکھ لیا تھا۔ کے سناج کیوں گے، کوئی فیصلہ کرنے مشکل ہو رہا تھا۔ لڑکی بیڑی ہو سے بے نیاز آسمان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ملبوسی سے کہا، ”کیا آج چاند نہیں نکلے گا؟“

”نکلے گا کچھ دیر انتظار کرو!“ میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”تم ہر روز چاند کا انتظار کرتی ہو؟“

”ہاں ہر روز!“

”لیکن نول رائی تھا اور نام بھی تو ہوگا؟“

”نام؟“ اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا۔ ”اور کوئی نام نہیں ہے کونول ہوں صرف کونول۔“ یہی سوج رہا تھا کہ شاید وہ میرے کہنے سے میں بھی بچھڑے جیسے لیکن وہ خود میں گھوم رہی تھی۔ بہ طور میں اس کے ہائے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ وہاں جھپٹنا مناسب نہیں تھا کہیں کوئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔ چنانچہ میں دلایسی کے لیے ہڑاد اور آگے دیکھتا ہوا دلایسی ہونے لگا۔ وہ بدستور آسمان کی جانب نگاہیں ڈالی۔ اب کیا کروں۔ لڑکی میرے لیے غمزہ بھی بن سکتی تھی۔ وہ میرے لیے ایک سال ہی گزرے گی یعنی میں اس جگہ سے نکل آیا لیکن زیادہ دور نہ گیا اور ایک جگہ چھپ کر اس کا جائزہ لینا سہا۔

وہ سنہلہ منٹ گذرے تھے کہ وقتاً بوقت آواز میں سنائی دینا اور میں اپنی جگہ سے تھکی کے نکلنے سے کوئی اس طرف آ رہا تھا۔ آواز میں آدھوں کی تعین، ایک اور آواز بھی تھی جس کا تعین اس وقت نہ ہو سکا جب تک وہ چیز سامنے نہ آئی۔ یہ بھی تھی جسے حویلی کے عقبی حصے میں لایا جا رہا تھا۔ کوجان اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ پچھلے حصے میں ڈاؤدی کھڑے تھے۔ ڈاؤدی جگہ کے ساتھ ساتھ بیدیل چل رہے تھے۔ کبھی حویلی کے احاطے کی دیوار کے قریب پہنچی اور باہر نکل گئی، تب مجھے علم ہوا کہ حویلی کا ایک عقبی دروازہ بھی ہے ایک چھانک میں سے بھی باہر نکل سکتی تھی۔

سخت سے چینی پیدا ہوئی۔ کبھی میں کون ہے اور اس وقت کہاں جا رہا ہے؟ چند منٹ سوچتا رہا۔ یہ قطعاً نامناسب تھا کہ باہر نکل کر اس جگہ کا تعاقب کرتا یا کم از کم آگے بڑھ کر یہ دیکھنا کہ وہ کس طرف جا رہی ہے۔ ہدایت اگر کبھی کا مذکرہ نہ کرتا تو شاید آتی پھینتی نہ ہوتی۔ اس وقت تو ایک خیالی ذہن میں آ رہا تھا۔ کون دریا ت سسٹھ گئے پوڑھے کو کہیں اور پھیرا یا جگہ میں پوڑھا ہی تھا۔ دل کی کیفیت بہت خراب ہو گئی۔ ایک غیر متوقع کامیابی حاصل ہونے والی تھی لیکن راستہ بند ہو گیا اور اب۔

جو آدی جگہ کے ساتھ عقبی دروازے تک گئے تھے وہ دلایسی آ رہے تھے اور پھر وہ اسی طرف چلے گئے مگر وہ نہ خود آ رہے تھے۔ میں دم سا بے چینی ہو گیا پھر رہا۔ پھر جب مکمل خاموشی چھا گئی تو باہر نکل آیا۔ اب وہ لڑکی تلاب کے کنارے موجود نہیں تھی میں نے اسے چاروں طرف دیکھا تلاب میں جھانکا لیکن کچھ نہیں تھا۔ آسمان پر بادل جھلکتے تھے حویلی کے نکلنے حصے میں مانے کی ہمت نہیں کر سکا۔ پہلی ہمت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ جس طرح یہاں تک پہنچی تھا اسی طرح دلایسی جہاں غلنے میں داخل ہو گیا کسی کو میری اس کارروائی کا شبہ نہیں ہوا تھا۔ چاہے آکا لہریں پڑیں یا مگر نیند نہیں آئی۔

دوسری صبح صبح صاحب اور ڈاکٹر ظاہر علی سے اس

موضوع پر بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا کیونکہ کونور صاحب کے آدی ناشتے کے لیے بلانے آئے تھے۔ جلدی جلدی ہنہا دھو کر ہم ناشتے کے لیے چلے پڑے کونور صاحب نے پر تگ استقبال کیا اور ناشتے کے کمرے میں لے گئے۔ ان کے سہل خانہ میں موجود تھے لیکن ایک کرسی پر رات کی کونول کو دیکھ کر میں سنہل گیا۔ دن کی روشنی نے لڑکی کے حسن کو ماند نہیں کیا تھا۔ وہ آتی ہی پر موعہ تھی۔ کونور صاحب نے سب کا تعارف کرایا۔ لڑکی کا تعارف آنکھوں نے اوشا کمار کی نام سے کرایا۔ اور میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ڈاکٹر ظاہر علی کا علاج کر رہے تھے۔ وہ فہمی طریقہ تھی۔ گویا مدت وہ دوسرے کیفیت میں تھی، کونول، چاندی سب دیوانگی کی باتیں تھیں۔ بات عجیب تھی اور فرسٹ کلاس بھی۔ آتی خوبصورت لڑکی اور ایسا لگا کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟ میں نے سوچا۔ مگر اس وقت وہ داخل دکھائی دے رہی تھی۔

ناشتے کے دوران میں احتیاط سے کونور صاحب کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا، اس پر کوئی خاص کیفیت نہیں تھی۔ ہاں خورد سے دیکھنے پر ان کی آنکھوں میں سرخ نظر آتی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ وہ رات کو جگے گئے ہوں۔ میں نے کچھ کے ساتھ گٹ پر جانے والوں میں وہ بھی ہوں۔

کونور صاحب ناشتے کے دوران مخلصانہ انداز میں باتیں کرتے رہے۔ اوشا کمار کی ناشتے کے بعد اٹھ گئی۔ کہاں ملیں اوشا بیٹو کی نہیں؟ کونور صاحب نے کہا۔

”بیٹھو ڈیڑھی کوئی کام ہے؟“

”نہیں! اچھا نول کے ساتھ بھی کچھ وقت گزارو۔“

”ڈاکٹر انکل کو دیکھ کر میں خود کو تیار سمجھتی ہوں۔ اور ڈاکٹر صاحب اتنا جانتے آپ کب کہیں گے کہ اب میں ٹھیک ہوں۔“ اس نے کہا۔

”اوه! انہیں اوشا بیٹے۔ ہم نے آپ کو بیمار کب کہا ہے اور پھر بھی تھوڑا سا نہیں ہوا ہے، یہ آپ کے بہت چاہنے والے ڈیڑھی آپ کے لیے بہت فخر مند رہے ہیں کہ کہیں آپ کی صحت خراب نہ ہو جائے۔ یہاں سے نزدیک آپ باکل ٹھیک ہیں، ڈاکٹر ظاہر علی نے مہکتے ہوئے کہا۔

”آپ کی گفتگو کا انداز ڈاکٹر انکل بہت صاف کیجیے گا انکل حسن اود مسٹر فرانی، آپ لوگوں سے پہلی ملاقات ضرور ہے لیکن میں ڈیڑھی کے تمام دوستوں کو قابل احترام سمجھتی ہوں، ذرا فیصلہ کیجئے، مجھے غور سے دیکھیے، میری عمر کتنی ہے۔ کیا میں بچی ہوں۔ کیا ڈاکٹر انکل کے انداز میں بچوں کو بولانے والی بات نہیں ہے؟ میرے ساتھ تھوڑی سی لگ جاتی ہے بھلانے کے انداز میں مجھے صحت مند کہا جاتا ہے اور میں

سوچنے لگی ہوں کہ مجھے کوئی بیماری ضرور ہے۔ ورنہ سب لوگ مجھ سے ہمدرد ہی کیوں کرتے۔ خاکسار صاحب بار بار کیوں آتے؟
 "اوٹا ایسی بات نہیں ہے بیٹے۔ صرف تمہاری نگہداشت کی بات ہے تاکہ تمہارے دست نہ رو۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔
 "اور اس نگہداشت کے لیے کاشکے لگائے جاتے ہیں اور کھلائی جاتی ہیں۔ سوری انکل کوئی بات نہیں آپ اپنا کام جاری رکھیے۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اچھا تو میں جاؤں ڈیڑھی؟"
 "اگر آتا ہٹ محسوس کر رہی ہو تو ٹھیک ہے بیٹے! نگہداشت کرنے کے لیے۔ اور وہ خاموشی سے گردن جھکا کر باہر نکل گئی۔ فضا کچھ بوجھل ہو گئی تھی۔ پھر کنوڑ صاحب نے منہ پھل کر کہا: "کیا پروگرام ہے ڈاکٹر صاحب کچھ شکار فرما کر موٹیو بناؤ؟"
 "آپ کی کیا ضروریات ہیں کنوڑ صاحب؟"
 "کوئی خاص نہیں! ہاں وہ اخبار ہاں ہے؟ اس فوٹو کی کاپیاں نکالی جائیں میں کچھ لوگوں کو یہ درباری سوئیچ دیتا ہوں اور تن صاحب آپ کے لیے ہم ابھی بیٹھے ہیں۔"
 "یہاں ہاں کچھ ضرور میں فوٹو کی کاپیاں تیار کرانے کا بندوبست ہو سکتا ہے؟"
 "ہاں ایساں ایک فوٹو لگا کر ہے۔ کوئی آدمی فوٹو کی کاپیاں تیار کرانے گا۔"
 "یہ کام میں خود کروں گا!" میں نے کہا۔
 "مشرقیانی آپ کاڑھی سے لیں! کچھ مٹی چھوٹی ہی جگہ ہے یہاں آدھرتے کے لیے کوئی بندوبست نہیں ہے سوائے نامعلوم بچوں کے! کنوڑ صاحب نے کہا۔
 "جناب شہر کی ہنگامہ خیز زندگی سے دور رہنا ہمت برے فرحت بخش ہیں۔ میں اس موقع سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں پیدل ہی جاؤں گا۔"
 "گھر! تو پھر میں تھوڑی دور میں آپ کے پاس بیٹھتا ہوں۔ کنوڑ صاحب نے کہا۔ اور ہم چوٹی سے باہر نکل آئے۔ جہاں غلے کی کھان بننے سے فضا مٹھا مٹھا رہی تھی۔
 "تمہارا کیا پروگرام ہے شہر؟"
 "کچھ باتیں گوش گزار کرنی ہیں۔ اس کے بعد میں اس بستی کی کوہ گردی کے لیے نکل جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔
 "کوئی خاص بات ہے؟" انھوں نے پوچھا۔
 "یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ رات میں چوٹی میں ایک آگاہہ طرح کے مانند گھنٹا رہا ہوں۔"
 "اوہ! ڈیکڑ صاحب کے ہنسنے لگا۔
 "اُس وقت نکلے تھے؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

آپ لوگوں کے سونے کے تھوڑی دیر کے بعد تعینیل یہ ہے کہ جب میں چوٹی کے عقبی حصے کی طرف گزرتا ہوں تاب کے پاس مجھے اوٹا ایک حصے کی طرح کھڑی نظر آئی۔ وہ چاند نکلنے کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا تم کون ہو تو اس نے کہا کہ میں کوئی ہوں اور اس تاب کے آگے ہوں۔ اور ہر رات چاند سے ملنے کو باہر نکلتی ہوں!"
 "وہ دوڑے کے عالم میں ہوگی!" ڈاکٹر صاحب ہمدی سے بولے۔
 "یقیناً! ہر حال اس کے بعد میں نے جو کچھ دیکھا وہ قابل غور ہے۔" میں نے کہا۔
 "کیا؟" دونوں نے ایک وقت پوچھا اور میں نے انھیں سمجھائی کے باسے میں بنایا۔ دونوں حضرت کے پورے رک گئے۔ ڈاکٹر صاحب بولے: "غالباً کنوڑ نے بڑے بڑے کو یہاں سے نکال دیا اور یہ صرف ہماری دیر سے کیا گیا ہوگا۔"
 "کنوڑ صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد ہی مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اب بڑھے کا ہاتھ گن شکل ہے۔ حسن صاحب مایوسی سے بولے۔
 "ہر حال اس وقت اس موضوع پر تعینیل گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ ہر رات کو اس باسے میں بات کریں گے۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔
 "میرے خیال میں آپ لوگوں کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی چاہے۔" میں نے دونوں ہنگامہ خیزوں کو یاد دہرائے کہ بڑھے کے ہاتھ میں کوئی بات کس توڑی خوش اسلوبی سے بات کی جائے۔
 "خوش قسمت کرو۔ او کہ!" حسن صاحب بولے۔
 "اچھا تو میں چلتا ہوں۔ خدا حافظ!" میں نے کہا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔



میں بیٹھنے گئے۔ اس وقت میرے بھائی رفعت نے جان پر کھیل کر مجھے پوچھ کر سے نکالا تھا۔ ان دنوں آتی زندہ تھیں، سب کے دل ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے تھے۔ ہم بھائی اکیس میں بہت محبت کرتے تھے۔ رفعت بھائی نے زندگی کی بازی لگا دی تھی میرے گریے۔ انھوں نے آتی تک وہ بات نہیں بتائی تھی کہ مجھے ڈائٹ نہ پڑے۔ اس وقت ہم سب بچے تھے۔ خدا غارت کرے اس سمجھ کو جس نے ہم سے ہمارا پیار چین لیا۔ رشتے تباہ کر دیے۔ جان کی بازی لگنے والا بھائی معمولی سی زمین کے لیے سب کچھ بھول گیا۔
 بستی کی اس فضا نے احساس کے درپے کھیلنے شروع کیے تھے۔ ایک ایک منظر بے اپنی یاد دار ہوا تھا۔ میں اس وقت تک کچھ اور نہ سوچ رہا تھا۔ ایک ایک منظر کے بارے میں نہ داخل ہو گیا۔ ایک ایک منظر کے آگے کی بچی کے ہاتھ میں پوچھا تو اس نے سامنے اشارہ کر دیا۔ اس نے خیالی عالم تھا۔ وہ میری کی مخصوص آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ ہر رات نے دور سے ہی مجھے دیکھ لیا اور آگے آگے استقبال کیا۔ پھر وہ مجھے اندر لے گیا جہاں بانوں کی چار پائی بھی ہوئی تھی۔
 "صبح ہی آگیا تھا۔ آپ کا انتظار کر رہا تھا۔" میں چار پائی پر بیٹھ گیا تو ہدایت نے میری طرف منظر شروع کر دی۔ بڑھے سے گلاس میں مشہور لادیا جس پر کھن کا نوڈل تیرا ہوا تھا۔ صبح گھر سے لایا تھا آپ کے لیے۔ اور انفسوس ہو رہا تھا کہ باسی ہو رہا ہے۔ وہ ہمدرد تھا۔ جی نہیں چاہ رہا تھا۔ سیکن ہدایت کی بے عرض اور غصوں کی خاطر بیٹھا پڑھا اس کے بعد ہدایت نے کہا "کچھ کام بنا صاحب!"
 "نہیں ہدایت کنوڑ صاحب نے سر سے اٹکا کر دیا تم ایک بات بناؤ۔ خوب خور کر کے تمہیں دھکا تو نہیں ہوا؟"
 "میں نے پہلے ہی کہا تھا صاحب! آگیا بڑھے سے بابا کی نہ ہوئی تو میں کوئی دھومی نہ کرتا!"
 "مجھی کنوڑ صاحب ہی کی تھی؟"
 "بولے کچھ میرے میں صرف دو ڈھکیاں ہیں اور دونوں کندھ جی کی ہیں کسی اور کے پاس یہاں مجھی ہے ہی نہیں۔"
 "اس کو جان لو کہ یہاں کتنے ہو جو اس وقت مجھی چلا رہا تھا صاحب بڑھا مجھی میں بیٹھا تھا؟"
 "مزدور صاحب! بڑھی بڑھی میں نہیں رکھتا ہے۔ اچھے بدن کا ہولان ہے۔ میں اسے دیکھوں گا تو مزدور چیلن ہوں گا۔" ہدایت نے جواب دیا۔ میں ایک خیال میں ڈوب گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔
 "ہدایت تمہارے پاس کوئی ایسی رنگہ ہو بہت محفوظ ہو؟ دیکھو درست! اب تک جو کچھ جواب سے نظر انداز کرنا ہوگا۔ تمہا ہمارے قابل اعتماد آدمی میں چپے ہو۔ جگہ کیوں سمجھ لو کہ بڑھے کے سنے میں پونے

پوسے ساز دو ہار بوڑھے بابا کو حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔ اگر کہ کام ہو گیا تو میں تمہیں ذاتی طور پر انعام دوں گا۔ خوراک اور تعینیل میں گزار دو۔ پے دہل جائیں تو تمہا سے کتنے دلہرہ رو رہو جائیں گے مگر اس کے لیے محنت کرنی پڑے گی۔"
 "مڈیوں کو کوئی بات نہیں ہے جناب! آپ نے مجھے اس قابل بھلا ہی بہت بڑی بات ہے۔ بس یہ مزدور میں مار دیتی ہوں ورنہ ایک پیسہ بھی آپ سے دنیا۔ جگہ کا بندوبست ہو جائے گا۔ اگر کسی حکمت میں ایک کچھ ہو تو کام چل جائے گا۔"
 "آپ اس کا علاوہ مسلمان ہے؟"
 "پانگل، کراچی کا بوکا غزالی صاحب؟"
 "کوچاں کی زبان کھلانی ہے۔ اور یوں مجھ کو ہدایت کہ تمہا آؤی درجے کا افتخار کیا جا رہا ہے۔"
 "خدا کی قسم صاحب! جان چلی جائے آپ سے خدای نہیں کروں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔" ہدایت نے کہا۔
 "ٹھیک ہے! اب تم ایک کارکردہ پوری احتیاط کے ساتھ اس کو جان کا پتہ چلاؤ اور مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں رہتا ہے؟"
 "آپ کو اطلاع کہاں دی جائے؟"
 "چوٹی کے اس پاس نہیں آسکتے ہو؟"
 "جہاں کہیں اچھے چوٹی کے بائیں طرف ایک کچی پگڑھی ہے جو ایک دھرم شائے پر ختم ہوتی ہے۔ ہمارے کام کے لیے وہ کچھ بھی بڑھی نہیں ہے گی صاحب۔ مسلمان جگہ ہے کوئی اس طرف نہیں جاتا۔ آپ کہیں تو میں آج شام کو آپ سے وہیں ملوں!"
 "بہت ٹھیک ہے! شام کو کس وقت وہاں پہنچو گے؟"
 "سات بجے۔"
 "ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر ہدایت کے ساتھ ہا پھر چلا آیا۔ بستی گھوٹی اس کا گھر دیا گیا۔ یہ اس کا اکلوتا بازار تھا۔ دو پہر کو وہیں چوٹی پہنچ گیا۔ جہاں غلے میں ٹوکروں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میرے کھانا تو ایسا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر سونے کی کھٹائی اور ستر پر دراز ہو گیا۔ سیکن زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ دروازے پر آہٹ ہوئی۔ اور پھر کوئی اندازہ لگایا۔ اتنا اندھیرا بھی نہیں تھا کہ میں کہیں آئے ہاں کو نہ پہچان سکتا۔ چلا گیا سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ اوٹا کماری تھی۔ خوب صورت سفید ساڑھی میں بڑھی مڑو تازہ نظر آ رہی تھی۔
 "ہیلو! اس نے کہا۔
 "ہیلو! ساری ہی آگے کہاں تک لکھی! مجھے ہولایا ہوتا۔" میں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ آگے تشریف رکھے! "
 "تشریف رکھے! کیا صرف بیٹھے نہیں کہا جا سکتا؟" اس نے

حسین آباد میں کہا۔
 "جی، جی ہاں!"
 "کچھ پڑھے لکھے ہیں آپ؟"
 "جی ہاں، خود بہت اچھے۔ آپ کا کھڑا رہنا مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔" میں نے کہا اور وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔
 "ایک قلم پڑھنا انسان ہونے کی حیثیت سے آپ کو انسانی قدر کا کچھ افزائے ضرور ہوگا۔ اور کچھ نہیں لڑکھڑکے ازم اس مدد تک کہ قدرت کے کچھ تعاقب ہوتے ہیں۔"
 "جی ہاں کیوں نہیں!"
 "عمر کی منتزلیں ہوتی ہیں۔ بچپن جوانی اور پڑھا لکھا بچپن حصوم خواہشوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ جس سے کچھ خواہش ہوتی ہے وہ مانگنی جاتی ہے۔ اچھے کندے، نمٹھانیاں، کھلنے، وہ سب کچھ جو دل میں آئے اس کے بعد جوانی آتی ہے... آتی ہے نا؟"
 "جی، ہاں!"
 "اس عمر کی خواہش بے دست و پا کیوں ہوتی ہے؟ جس طرح بچپن میں مانگنے اور ن مانگنے سب کچھ مل جاتا ہے جوانی میں کیوں نہیں ملتا ہے؟ ہر منزل میں کچھ ضرورتیں ہوتی ہیں۔ ہر عمر کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ جوانی کی عمر کے تقاضوں اور ضرورتوں پر کیوں پابندی لگا دی جاتی ہے؟" وہ کسی رکاوٹ اور ٹھیک کے بغیر بول رہی تھی۔
 "مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ کھڑا کھڑا غلطی اتنی ہوشیار لگی کا دفاعی علاج کرتے ہیں۔ لیکن مجھے کبھی گذشتہ رات یا دو آگئی جب کہ دنوں تھی اور تاب میں آگئی تھی لیکن یہ وہ صرف دو درجے کی حالت میں نازل نہ رہتی ہو۔ اس وقت اس کی باتیں ٹری میجیب تھیں بہر حال مجھے اس بات کو سامنے رکھ کر گفتگو کرنی تھی کہ وہ نور پر جہات سنگتھی کی بیٹھی ہے۔ کوئی نازیبا بات نہ ہو۔"
 "کھاری جی کیا اس سوال کا جواب ضروری ہے؟ میں نے پوچھا۔
 "آئی تو اسی لیے تھی آپ کے پاس۔ اگر ذہن ساتھ نہیں دیتا تو جانے دیں۔ آپ نے جس نام سے مجھے مخاطب کیا ہے، تمھانے مجھے بدل کر دیا۔" وہ منہ بنا کر بولی۔
 "نہیں بھئی!" میں نے توجہ سے کہا۔
 "آپ کی پسندیدہ درس کیا ہے؟" وہ بولی۔
 "جی؟" میں نے اٹھے ہوئے انڈاز میں کہا۔
 "آپ ایک حسین بستر پر کتنی ڈیر نام کر سکتے ہیں۔ مجھے جواب دیکھئے۔ جیگر صرف ہاں اور ہری ذکر کرتے رہیں۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ کیا نام اوشا ہے۔ مجھے ہر وقت ہر لمحہ کھاری جی، جھوٹی لانی، کلبانا اچھا نہیں لگتا۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا کوئی ہم عمر کہ ان کو آپ جیسا مجھے اوشا کہے، صرف اوشا... آپ نہیں تم کو کچھ مخاطب کرے۔... آہ کو کیسے جھلسا کرتے ہو تم؟"

"یہ بتاؤ اوشا تمھیں انجمن کیا ہے؟"
 "جو کونسا جا رہی ہوں نہیں کہہ پاتی۔ مجھے خود سے دیکھا! وہ کھڑی ہو گئی۔ کیا میں صرف احترام کے ہانے کے قابل ہوں۔ میرے لیے کسی کی آنکھوں میں تمھاری آہستہ آہستہ مجھے دیکھ کر کسی کے سوشل خشک نہیں ہو سکتے کوئی مجھے دیکھ کر اس احترام کے مصنوعی تقاضے نہیں بھول سکتا۔ اس حویلی میں رہتے والوں کو صرف میرا احترام سکھایا گیا ہے۔ کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ مجھے غور سے دیکھے۔ دل کے جذبات زبان پر لانا تو درگاہ آنکھوں تک بھی نہ لاسکے۔ اس طرح کھل دیا گیا ہے اور وہ کویہ سب قابلِ نفرت ہیں اور تم بھی... تم سب! اس نے تمھیں بھینچ لیا کہہا۔ اس کا بہرہ لال بیجھوگا ہو گیا تھا۔ آگ ہو گئی تھی وہ۔ اس کی خوب صورت آنکھوں سے چنگاریاں نکلی ہی تھیں۔ وہ ایک سحرانی انداز میں میرے بائیں طرف آگئی اسے حد قریب اس کے اوپر کہے ہوئے پر پھیلے ہوئے سر سے ہی رون میں پینے کے قطرے چلے ہوئے تھے اس کی سانسیں کسی نہر ہی ٹانگن کی آہستہ چھنگاریں محسوس ہو رہی تھیں۔ میں اس سے ڈر گیا۔ میں اپنی سانس کا ساگ۔"
 "اسی وقت دو ڈر لگائیں لگی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔ انھوں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا اور پھر اوشا کو دیکھ کر موڑ رہی ہو گئیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔
 "کھاری جی آپ یہاں ہیں۔ یہ آپ کے سونے کا کمر ہے۔ آئیے... آئیے کھاری جی۔" انھوں نے دو لالہ رنگ سے اوشا کے بازو پکڑ لیے۔ وہ مجھے دیکھتی رہی پھر پیش پڑی۔ اور ان کے ساتھ ملتی ہوئی بولی۔
 "وہ شاید باہر جانڈنرکل آیا ہے!" دو لالہ رنگیوں نے لہجے سے ہونے سے باہر نکلنے میں حیرت زدہ کھڑا رہ گیا۔ لالہ رنگی نے اس کو دیکھا اور غلطی سے اوشا کا منہ شاید نہیں سمجھ سکتے تھے۔ باہر جانڈنرکل آیا ہے!" کوئی اشارہ تھا یہ کسی سے یہ یا یہ دیکھنے کی ایک بڑے تھی؟ میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔
 "میں کس کس کے ایک کرسی پر نیم ہوا رہ گیا۔ اس کے لیے پناہ چھننے میں اس وقت میرا دل بھرا رکھا تھا۔ اگر میری جی جی جی لانی کی لونی لانی میں اس وقت جب آخرو سوئے سوتے، پانگ کھل جانے لائی، اس میں بھی کئی شام میں جب ہٹنا کرے گی کھڑکی سے ننھی ننھی مچھلی کی آگ رہن جگنو نے لگیں، تمھارے دل میں کچھ نہیں ہوتا؟ کوئی احساس، کوئی خواہش نہیں ہوگئی؟" اس عمر کے اس طلب کے تمام راستے ایک ہی سمت چلتے ہیں۔
 "کیا یہ آخری بات ہے؟" میں نے مسک کر پوچھا۔
 "ہاں یہ سچی بات مانگ ہے۔ سانس کی طلب ہے، حقیقتاً کو کیسے جھلسا کرتے ہو تم؟"

کبھی روش نہیں ہو سکتا تھا۔ اوشا نے ہاتھ آگے قدم بڑھایا تھا۔ بےوقوف لڑکی سوچے کچھ غیر آگے آگئی تھی۔ چاند کا حوالہ بھی شاید ایک اشارہ تھا۔ یہ کسی سے نہیں سوجایا اس اشارے کو سمجھنا۔ لےنے مقصد کے لیے... وہ بائیں نہیں تھی۔ میں اس سے سوڈا کر سکتا تھا۔ لیکن یہ سوڈا بیحد غریبانگ تھا۔ اگر مجھے وہاں دیکھ لیا گیا تو وہ کچھ ہوگا جس کا تقصیر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اوشا تو شہزادی تھی مگر مجھ سے بیکان ایک آفت میں جھنس جاتی۔ پھر یہ کوئی کسی بھی قیمت پر اپنے ضمیر کو حائل نہیں کر سکتا تھا۔
 "پانچ بجے کچھ کھانا کھائیں اور وہاں آگئے۔ پھر بچے تک ساتھ بے حس اور پائے کے ہاتھ لگائے۔ اُن کے جانتے ہی حسن صاحب اور ڈاکٹر صاحب مجھے سے میری آن کی کارڈنگ کے بارے میں پوچھنے لگے۔"
 "ہدایت سے ملاقات کے سوا میں نے اور کچھ نہیں کیا۔" میں نے کہا۔
 "کوئی کام کی بات ہوئی۔"
 "ہدایت اس بھی تو سڑی دیر کے بعد مجھے لگا اور جگتی کے کوچان کے بارے میں معلومات فراہم کرے گا۔"
 "کہاں لے گا؟" حسن صاحب نے پوچھا۔
 "یہاں سے تو سڑی دو ایک دھرم ستارہ ہے۔ وہیں لے گا وقت دیا ہے اس نے۔" میں نے جواب دیا۔
 "گڈ! جیسے اس صورت حال کے بارے میں تمھاری رائے میں کوئی تبدیلی ہوئی؟" حسن صاحب نے پوچھا۔
 "نہیں! یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ کنوڑ صاحب بڑھے اور صاحبنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اُسے ہماری درجے سے یہاں سے ہٹا دیا ہے۔ کسی ایسی جگہ پہنچا دیا ہے جو ہماری نگاہوں میں نہیں آ سکتی۔ میں نے انھیں جواب دیا۔
 "سوال یہ ہے کہ کنوڑ اس کے بارے میں کیا جانتا ہے۔ کیا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو لاڈلی لاسکاتے کے معاملات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ بات اس سے کیسے اگوانی جانے؟" حسن صاحب نے کہا۔
 "یہ سب سوچنے دے دے آپ آج کا پروگرام کبسا رہا؟" میں نے دریافت کیا۔
 "ہاں! بے مقصد تفریحی اذیتاں کے سوا کچھ نہیں۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔
 "کنوڑ صاحب کو شبہ تو ہو رہی ہے کہ اسے اس طرح انھوں نے اس شہینے کا انبھار کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔
 "تفصیل نہیں، حسن نے ایک زمین پسند کی ہے۔ کنوڑ اُسے مفت پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ظاہر ہے ہم نے اُسے منظور

تہیں کا۔ طے یہ ہوا ہے کہ حسن کچھ اور متعلقہ لوگوں کو نہ بگڑ دکھائے گے اس کے بعد کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔ بظاہر اب ہمارے پاس بڑے سہنے کا کوئی ہواز نہیں ہے۔ بس کھڑی خواہش پر دو ایک روز اور ہمارے متحرک ہائیں گے، ڈاکر صاحب نے کہا۔

مجھے یہ خبر ہو جانے لگی، بغیر باقی بات کو ہوں گی اب مجھے اجازت دیجیے! میں نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ اور پھر وہاں سے نکل آیا۔ اندر داخل ہوا۔ میں نے اپنی ہدایت اختیار کی۔ دھرم شالے کی طرف روانہ ہوا۔ اس بات کو یاد رکھا ہانا ضروری تھا کہ کہیں میرا تقاب نہ کیا جائے۔ میں نے پوری احتیاط کے ساتھ لیے لڑتے لڑتے گئے ہوئے دھرم شالے تک کا سفر طے کیا۔ اس بات کا پوری طرح خیال رکھا کہ کہیں تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ بس کین خریدی رہی۔ مدت بچ چکے تھے۔ ہدایت خود ہی دھرم شالے کے ایک گوشے سے نکل کر میرے پاس پہنچ گیا۔

مجھے کچھ دیر ہو گئی ہدایت! میں نے اس سے کہا۔
تمہیں صاحب! میں بھی دو دن پہلے ہی یہاں آیا ہوں۔
سوچ رہا تھا کہ آپ آتے دیکھ رہے ہوں گے۔ ہدایت نے کہا۔
کچھ کام بناؤ؟

جی ہاں! کوچوان کا نام سوچ چند ہے۔ سب اُسے سرفرا کہتے ہیں۔ باہمی کے طور سے میں رہتا ہے۔ باہمی کا تو ہر دو جو ملی سے کوئی ایک میل ہے۔ یوں تو کوئی صاحب کے بہت سے لازم جو ملی ہیں یوں تو کروں کے ساتھ میں رہتے ہیں لیکن سرفرا کے تین جہاں ان کے ہوتے ہیں۔ پھر خود سرفرا کے بیوی بچے ملا کر بہت ہو جاتے ہیں اس لیے اتنے بڑے خاندان کا گذر وہاں نہیں تھا۔ چنانچہ سرفرا اپنے گھر میں ہی رہتا ہے رات کو آٹھ بجے وہ جو ملی سے نکل کر اس طرف سے اپنے گھر جاتا ہے صاحب۔ ہدایت نے بتایا۔

کیا یہ ساری معلومات اطمینان بخش ہیں ہدایت؟ میں نے بے چینی سے پوچھا۔

بالکل جناب! میں نے خود سرفرا کو یہ بتایا ہے۔ مالی نے میری مدد کی ہے۔ اور وہ بہت بھروسے کا کوئی ہے! اس نے کہا۔
ہدایت! تم نے بال بال اندام کام کیا ہے تمہیں اندام ضرور ملے گا۔ آٹھ بجنے میں کیس منت باقی ہیں؟

جی ہاں... میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔
یہ گھڑی تمہاری ہوگی لیکن تمہارا پیسے کے بعد... میں نے اپنی کلانی کی گھڑی اس کے سامنے رکھ کر کہنے سے کہا۔ اس موقع پر ہم کیوں نہ مانگہ اٹھائیں؟
مزدور صاحب! جو آپ کا حکم ہو۔

اغلا! اس پر چند گواہوں کے اس دھرم شالے میں ملنا ہے یہاں ہم اس سے معلومات حاصل کریں گے۔

ہدایت خاموش ہو گیا۔ میں نے اس کی کیفیت محسوس کر کے کہا: تمہیں بالکل ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی مسئلے میں پھنس جاؤ تو میں اجازت دیتا ہوں کہ میرا نام لینا۔ اب غور سے سوچو، مجھے اس زیادہ وقت نہیں ہے۔ لیکن وہاں اپنے چہرے پر کس کر باندھو۔ ہم اسے اتھا کر یہاں لائیں گے۔ پھر اٹھ کر یہی میں اس سے بات کروں گا تم اس کا ترجمہ کر دو گے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اگر کسی کو اپنے اغلا کی کمانے سے تو بچے کر اسے اغلا کو نہ فالس میں سے ایک انگریز تھا۔
مگر ترجمہ... ہم کیسے کر کے صاحب؟ ہدایت نے خیرت زدہ ہنسی میں کہا۔

اس کی بوجھ کر دو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ میں کیا ہوں گا اور اس سے کیا پوچھنا ہے، آڈاس لڑنے کی طرف میری رہنمائی کرو۔ جہاں سے وہ گذرنا ہے۔ میں نے کہا اور ہدایت میرے ساتھ چل پڑا۔ وہ بیکار ہی دھرم شالے سے کوئی سوگڑ کے فاصلے سے گذرنا تھا جو جو ملی سے بہت سی جانے کا مختصر راستہ تھا۔ ہم ایک درخت کی آڑ میں چھپ گئے۔ یہاں میں نے ہدایت کو ان سوالات کی پوری تفصیل سمجھائی جو مجھے کوچوان سے کرتے تھے۔

پھر دلوف ہوا کہ عالم تھا بہت دور کہیں گیا۔ رول ہے تھے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہی میں بھڑکنے والے تلوں کی آواز سنائی دے جاتی تھی۔ تلوں میں گھورتے رہتے سے ہماری آنکھیں تاریکی کی مادی ہو گئیں۔ تقریباً آٹھ بجے ہدایت نے اچانک کہا: آ رہا ہے!

ہاں... وہ سایہ مجھے بھی نظر آ رہا ہے تمہیں یقین ہے کہ وہی ہے؟

جی ہاں!
تیار ہو جاؤ۔
مجھے... مجھے کیا کرنا ہے صاحب؟ ہدایت کی آواز گھٹھائی ہوئی تھی۔
کچھ نہیں... یہ کام میں کروں گا۔ میں نے کہا۔ سایہ قریب آ رہا تھا۔ ہدایت نے آہستہ سے کہا۔

جی ہاں! سو فیصدی وہی ہے!
کوچوان درخت کے نزدیک پہنچا۔ دو قدم آگے بڑھا تو میں نے پھر قریب سے درخت کی آڑ سے نکل کر اس پر حملہ کر دیا۔ بیل گھونسا اس کی گدگدی پر پڑا۔ وہ ہرے رام بکر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

بکرے میں اس کی پشت پر سوار تھا۔ میں نے اس کی گردن پکڑ لی۔

کوچوان دو تین بار جھنجھٹا اس کی آواز بند ہو گئی۔ میں نے ان کا گردن پکڑ کر لے کر کھڑکیا تو وہ گھڑا ہو گیا۔ بیوش نہیں ہوا۔ ہاں بس خوف سے ساکت تھا۔
آگے بڑھو۔ اگر اب جھنجھٹے کی کوشش کی تو گولی مار دی جائے گی۔ میں نے انگریزی میں کہا۔ اور ہدایت کا گلا مرفون نکال دیا۔
گورا صاحب! کہتا ہے کہ دھرم شالے میں پلو نہیں تو ملے گا۔

ہاں... میں نے پڑھ لیا۔ انماز میں گردن لہانی اور اسے پوری میں دیکھ رہے دھرم شالے کی طرف گھٹنے لگا۔ کوچوان کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی مزاحمت نہیں کرے گا۔ ہم اسے آسانی دھرم شالے میں لے گئے۔ یہاں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ سینک اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے پھر انگریزی میں کہا۔
کوچوان! تمہیں اس بلکہ تم بھی کیا ہاں تھا ہے۔ جان بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ پوچھو تم سے پوچھا جائے اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دو۔ ہدایت نے ترجمہ کیا۔

گورا صاحب! پوچھو تمہیں اس بڑے کو کہاں لے گئے ہو؟ میں نے محسوس کیا کہ ہدایت کا ترجمہ کھیل گڑھے سے لگا۔ وہ خود بھی خوفزدہ تھا اور شاید میرے رکھنے سے بڑے بے حوصل گیا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک اور طریقہ استعمال کیا۔ میں بکری ہوئی اندو میں بولا۔ میں نے کہا... تمہیں کوئی فطوہ نہیں۔ اگر تم بولے گا تو ہم تمہیں پھوڑ لے گا۔ میں نے کوچوان سے رائے سے لگا۔

ہری رام... شیرو شکر رادھ شام۔ رادھ شام! کوچوان کی پکپاتی ہوئی آواز نکلی۔
بولے گا۔ سناج بولے گا؟ میں نے کہا۔
گورا صاحب! بولتا ہے پچ بولے گا تو جان بچ جائے گی۔
ہدایت نے ٹھٹھا لگا دیا۔

بولے گا مانی باپ... اولاد کو... ہم پچ بولے گا کوچوان کا آواز بھٹکنے سے نکلی تھی۔
دو مل تم بناؤ... پچھلا لڑا تم اس بوڑھے آؤی کو گھٹی میں لکڑے لے گیا؟

شکار بنگے میں مانی باپ... شکار بنگے میں!
اور کلن ٹھارا ساتھ تھا؟
مک کوا... اور گھٹیا تھا مانی باپ۔
اڈو شکار بنگے میں اور کوں لہنے؟
بھگوان سوگڑ... بلو بے کی ماں کی سوگڑ... یہیں نامعلوم

سکار، جو ہو جو ہو... کوچوان کی آواز اچھی۔
اس سے پہلے تو ہاں کہاں تھا؟
جو ملی میں سکار... جو ملی میں...
شائیں میں زندگی چاہیے۔ یا میں مانگتا؟
میں مانگتا مانی باپ... ایک بار پھر ٹھوڑو... ہلے دیا... اری ہوسے کی ماں۔

کوچور زبان بند رکھنا مانگتا... بالکل بند رکھنا مانگتا... ادا کے... میں نے کوچوان کی گردن دہاتے ہوئے کہا۔ اور وہ پھر پہلے کی طرح ساکت ہو گیا۔ چلو، بھنگ جاؤ... واپس مڑ کر مٹ ڈیکھنا: میں نے اسے دروازے کی طرف دھکا دے دیا۔ اس کے بھاگنے کے انداز مجھے ہنسی آئی۔ میں اور ہدایت باہر آ کر اسے تباہی میں گم ہوتے دیکھتے رہے۔ پھر میں نے ہدایت سے کہا: آؤ ہدایت! ہمارا کام ہو چکا ہے۔ اور ہم دونوں دھرم شالے سے باہر نکلے۔ راستے میں میں نے کہا: شکار بنگے کے بلے میں میں خود معلومات حاصل کروں گا۔ فی الحال تمہارے لیے کوئی کام نہیں ہے۔ بس کین کسی بھی وقت تمہاری ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اگر تم سے ملاقات مقصود ہو تو پھر پوچھی رہی۔

جی ہاں! اگر میں موجود ہوں تو بولیں۔
بس اب تم جاؤ۔ بس کین ایک بات یاد رکھنا تم کسی بھی قیمت پر یہ سب کچھ منہ سے نہیں نکالو گے۔
ہدایت گھڑی نہیں کہنے کا صاحب! آپ کے لیے تو اب جان بھی سے سکتا ہوں۔ میں بھی انسان ہوں! احسان مانا جاتا ہے۔ آپ نے مجھ سے نقصان اٹھانے کے بعد بھی میرے لیے پوچھ کر کیا ہے میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔

جہاں خلتے تک پہنچنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ پوکیدار پہنچتے تھے۔ اندر من صاحب اور ڈاکٹر ظہیر ملی باتیں کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر منتہل گئے۔ میں نے انہیں کوچوان کی کہانی سنائی اور دونوں حیران رہ گئے۔

آج ہی تو تم شکار بنگے کے سامنے سے گزرتے تھے کہ گورا صاحب نے بتایا تھا کہ یہ بنگا ایک باغ کے درمیان واقع ہے۔ اسے بھی شکار باغ کہا جاتا ہے۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر بنگل شادو ہو جاتے ہیں جہاں شکار ہوتا ہے۔ گورا صاحب نے پیش کی تھی کہ اگر تم شکار کے لیے کچھ وقت نکال سکتے تو وہ انتظام کروں سکتے ہیں ہم نے مخدرت کر لی۔ حسن صاحب نے کہا۔

تو بوڑھا وہاں موجود ہے۔ ظاہر میں نے پڑھ لیا۔ انداز میں کہا۔ پھر میری طرف رخ کر کے بولے: کیا خیال ہے فرالی؟
کیا مطلب؟ حسن صاحب چونک کر بولے۔

”شکار بیگے پر یہ کیا جانے؟“

”مجھے کس سے اختلاف ہے۔ بات ہماری پوزیشن کی ہے۔ اگر کوئی اور کچھ ہوگی تو کیا ہوگا۔ ہماری عمر جھلان کا مومن کی ہے؟“ غلطی ہوگئی یا رادو کو کچھ لوگوں کے ساتھ آگے آئے ہوتے تو اس وقت کام بن جاتا۔ غزالی کو بھی اس سے زیادہ نہیں استقبال کیا جا سکتا۔“ طاہر علی ہاتھ دھتے ہوئے بولے۔
”کنور صاحب کے بارے میں بھی مجھے شبہ ہے۔ وہ بلند شہر کے بھانجے ہیں شکار بیگے کے نہ گئے ہوں۔ اصولاً اس بات سے واقف ہونے کے بعد کہہ لوگ بڑے کی تلاش میں ہیں انھیں محتاط ہو جانا چاہیے سادہ ہو گئے۔ چنانچہ بوڑھے کو کہاں سے نکال کر شکار بیگے پہنچا دیا گیا۔ اب ممکن ہے اُسے وہاں سے بھی نکال دیا جائے۔“ میں نے کہا اور طاہر علی کا چہرہ سکڑ گیا۔ میں نے بار بار محسوس کیا تھا کہ حسن صاحب سے زیادہ طاہر علی اس معاملے سے چڑھی لے رہے ہیں۔

چند لمحات خاموش رہنے کے بعد طاہر علی نے کہا: ”کنور پر بیعت اس مسئلے میں ہمارا ولیف بن گیا ہے۔ ہم بہت دن سے اس کام میں مصروف ہیں، ایک براؤن جیسے شیطان کو ہم نے قتل نہیں کیا تو یہ بیعت کیا حیثیت رکھتا ہے۔ کچھ کوشش کیے لیتے ہیں، اگر سیدھے ہاتھوں گئی نہ نکلا تو پھر انگلیاں شیطانی کرنی ہوں گی۔ میں اس کی بیٹی کا منسلح ہوں۔“

”ادہ نہیں طاہر علی! میں تمہیں اس کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔ بات ان لوگوں تک ہے جو متعلق ہیں۔ اس بیٹی کو کوئی نقصان پہنچانا ہرگز درست نہ ہوگا۔“ حسن صاحب نے کہا۔

طاہر علی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب آرام کے لیے اٹھ گئے۔ اس مسئلے میں کسی اور کارروائی کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ اودھ طے ہوا تھا کہ دو سے کران اس موضوع پر بات ہوگی۔ حسن صاحب کے کہنے میں سے طاہر علی ساتھ ساتھ باہر نکلے تھے۔ طاہر علی نے آہستہ سے کہا: ”میں نے آری ہو تو آؤ دیکھ کر کہے میں کچھ دیر بیٹھوں۔“ میں خاموشی سے ان کے پیچھے چلنے ان کے کہنے میں آ گیا۔ حسن نظر نہ تھرا رہا آدی ہے۔ ایسے شخص کو اصولاً ایسے میلان میں قدم ہی نہیں رکھنا چاہیے۔ میرے خیال ہے غزالی کر میں رادو کو ہارنا بلا لوں۔ مخالفت بنا رہے ہیں کہ اس کی ضرورت پیش آجائے گی کہ بڑھے کنور کی تحویل میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔“

”اوٹ کی بیاری کیلے ہے طاہر علی صاحب؟“ میں نے سنا چا کہ

سوال کیا۔

”کیوں؟“ طاہر علی جو کلمہ پڑھے۔ طاہر ہے کہ اس وقت وہ

اودھ سے متعلق کسی سوال کے لیے تیار نہیں تھے۔

”میرے خیال میں وہ تیار نہیں ہے۔ وجوہ آپ بہتر پوزیشن ہوں گے۔ سیکرٹیری اس سے کچھ گفتگو ہوئی ہے جس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ اپنے مستقبل سے فیصلہ نہیں ہے۔ نوجوان لڑکے کچھ آرزوئیں اس کے ذہن میں تشہ ہیں اور ان تشہ خواہشات پر جو عملے منتظر کر رہے ہیں۔ مجھے تعجب ہے طاہر علی صاحب کی فکر لوگ... ویسے کنور صاحب کو فوراً اس کی پسند کی شادی کر دینی چاہیے۔“

طاہر علی صاحب مجھے ٹھور دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ مسکرا کر بولا: ”میں تمہارے شبھے کا تین نہیں کر سکتا غزالی، ہر معاملے میں ٹانگ اڑانے سے ہوا درمیان کوڑی نکال لیتے ہو۔ ڈاکٹر نہیں ہو ورنہ شاید مرض کا نام بھی بتا دیتے۔ وہ دیرینہ ہے، ایک خوفناک بیماری ہے اسے کنور پر جہات نے بھروسا اس کا پس منظر بتایا ہے۔ ایک صاحب کی حیثیت سے مجھے بہت سی باتیں راز رکھنی پڑتی ہیں۔ تفصیل نہیں بتا سکتا، بس اتنا سمجھ لو کنور پر جہات بد قسمتی کا شکار ہو گیا۔ وہ بچی ایسی عمر میں ایک حادثے کا شکار ہو گیا جب وہ اس کے قابل تھی تھی عداوت کے ذمہ دار شخص کو موت کی سزا دے دی گئی اس سے زیادہ کیا کیا جا سکتا تھا۔ سن جو ہونا تھا ہو گیا۔ کنور نے اس طرف ایک حادثہ قرار دیا اور سوچا کہ بات تم ہوگی سیکرٹری بات ختم نہیں ہوئی۔ وہ زندگی کے ایک اہم پرانے اس وقت آشنا ہو گئی جب اسے سمجھ بھی نہیں سکتی تھی اور... اور پھر مسلسل باندی نے اس کا دائمی توازن بگاڑ دیا۔ اس کے مسئلے میں تمہارا اندازہ درست ہے۔ سیکرٹری شادی اس کے مرض کا حل نہیں ہے۔ وہ نازل نہیں ہے۔ اس کا ایک طویل علاج ہے، یہ علاج بھی بہت پیچیدہ ہے یا تو وہ بے جان ہو جائے گی یا بالکل پتھر... یا اگر تقدیر ساتھ لے گئی تو ممکن ہے نازل ہو جائے۔“

”ادہ!“ میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ عجیب کردار تھا۔ قابلِ رحم بھی مسے گناہ بھی اور خوفناک بھی۔

”تمہیں اس کا خیال کیوں آیا؟“

”صرف اس تصور سے کہ وہ کبھی ہمارے کام آ سکتی ہے؟“

”ہرگز نہیں اس کے بارے میں میں بھول کر بھی نہ سوچتا۔ اسے اپنے ساتھ تہائی کا موٹیج بھی نہ دینا۔ دادر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

”سوال یہ ہے کہ کنور صاحب ان معاملات میں کس حد تک موٹ ہیں کہ ان کو اس کا تاویل جلتے۔ آج کا ان کی فیصلہ موجودگی کی نوعیت کی ہے۔“

”کیا؟“

”ہم کھل کر سامنے آجائیں۔ میرے علاج سے اوشا کو کافی ہوا ہے۔ میں اس کے ذہنی طریقوں سے وہ واقعہ فراموش کرانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کنور کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کا دائمی توازن اوجھے سے خراب ہے۔ تمہیں دیکھ کر بیٹے وہ اندازہ نہیں کر پاتی اب اندازہ کر رہی ہے۔ گویا مرض سلتے آ گیا ہے۔ اور اس کے اس کا علاج دریافت ہوا ہے۔ اس طرح میں کنور کا راز دار بن گیا۔ اور اس کی عزت میری منگھی میں ہے۔ میں اس سے بوڑھے دو کروں گا۔“

”کیا یہ مناسب ہوگا؟“ میں نے ذرا پچھتاہتے ہوئے کہا۔
”کیا یہ مناسب ہے کہ اس نے تم سے مجھ سے بوڑھے کے لیے میں تعاون نہیں کیا جبکہ اسے کرنا چاہیے تھا؟“

”میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا ہے۔ طاہر علی صاحب! کیا؟“

”حسن صاحب صبرت ملال سے اس حد تک واقف نہیں تھے پھر یوں آپ کے وہ شریف آدمی ہیں آپ اس ٹرپ کارڈ کو من منکل میں کیوں نہ اتواں کریں۔ ہم شکار بیگے مل کر بوڑھے کو قتل کر لوں گے اور کنور کو بچا دیا جائے تو کنور کی زبان بند کی جا سکتی ہے۔ مکہ اس آپ اس سے اپنی خواہش کا اظہار اس شکل میں بھی کر سکتے ہیں میں آپ چاہتے ہیں۔ دوسری شکل میں کنور بھی کہہ سکتا ہے اور حقیقت ایسے کی بوڑھے سے لاعلم ہے۔“

”میرے منہ کی بات چھین لی آپ نے کیا خیال ہے ہم دونوں چلیں؟“

”بالکل! میں تیار ہوں۔“ میں نے کہا۔
”توجہ دیکھو! اٹھو بونی نا بات!“ طاہر علی نے پرجوش دیکھا اور میں سکڑا دیا۔ طاہر علی نے کہہ دیا تھا، حسن صاحب میں زیادہ پرجوش۔ ہم خاموشی سے اٹھے اور چلے تو میں باہر نکلنے لگا۔ کنور اور میں بیٹھ کر طاہر علی صاحب نے بیڈٹ کے نیچے ہاتھ مار کر بیٹھنے کی کمال لیا۔ اور ان میں سے ایک نے یہی طرف بڑھا کر فیرش رفین کو شرافت سکھانے کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں بنا دیں اور اسے چلا تھا۔“

”کمال ہے طاہر صاحب! میں اس کی کمی محسوس کر رہا تھا۔ ایسے ایک ایسٹونل دادر کے پاس ہے کسی کی امانت ہے وہاں دایں دل کا۔“

”اس وقت اس کا ذکر وہ کر کے ذلیل کرنا ضروری تھا؟“ طاہر صاحب نے گاڑی اشارت کرتے ہوئے کہا۔ اور ہم گیٹ پر پہنچے تو ایک لڑکے نے فوراً گیٹ کھول دیا۔ میں طاہر علی صاحب کی جانب سرکار رہ گیا۔ بیٹہ شرافت کے بعد وہ پھر بولے: ”دونوں لوگوں اس کی نیکر نہ کرو۔“

”شکر ہے!“ میں نے بھی سیکرٹری سے ہونے کہا۔ لینڈرود سبک رومی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ شکار بیگے کا راستہ آپ کے ذہن میں ہے؟“ تھوڑی دیر کے بعد میں نے پوچھا۔
”ہاں! میں اس مسئلے میں خاصی مہارت رکھتا ہوں۔ کوئی بھی جگہ ایک بار دیکھ لوں نہیں بھولتا۔“ طاہر علی صاحب نے جواب دیا۔ رات کی تاریکیوں میں یہ سفر تقریباً پچیس منٹ جاری رہا پھر دوسرے کچھ وقتیاں نظر آئیں اور طاہر علی صاحب نے کہا: ”وہ راز شکار بیگہ!“

”آپ نے کہا تھا کہ وہ کسی باغ میں ہے؟“
”باغ احاطے کے اندر ہے۔ یہ اس کا دروازہ ہے۔“
”ہاں!“ میں نے گون ہلائی: ”میرے خیال میں گاڑی کچھ فاصلے پر روکی جائے۔ دروازے پر محافظ ہوں گے۔“
”اندازے کے داخلی حوالے کیے؟“
”احاطے کی دیوار پھلانگ کر۔ آپ کو اس میں دقت تو نہیں ہوگی؟“

”ہرگز درمیانے پورے ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ عکس نہ بھی ہو لیکن میں ڈاکٹر ہوں، زندہ رہنے کا فہم جانتا ہوں۔“
”توجہ دیکھو! کوئی مناسب جگہ منتخب کریں، میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے لینڈرود ایک جگہ پارک کر دی۔ انجن بند کر کے انھوں نے چابی لگائی اور پھر ایک مارچ ہاتھ میں لے کر نیچے اتر گئے۔ ہم نے احتیاطی طور پر دروازے لاک نہیں کیے تھے۔ چارج دیکھ کر میں نے سکڑا ہونے کہا اور اس گاڑی سے ادر کیا گیا۔ برآمد ہو کر کہا: ”وہ سب کچھ میں کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ آؤ، ہم دونوں احاطے کی طرف چل پڑے۔ روشنی صرف دروازے پر تھی احاطے کے گرد گئے ہوئے درخت اندھیرے میں چھپے ہوئے تھے۔ احاطے کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کو دنا مشکل نہ ثابت ہوا، طاہر علی نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا۔ وہ آسانی اندر کود گئے۔ کافی وسیع باغ تھا درختوں کے درمیان چلنے ہوئے ہونے آواز آگے بڑھنے کے چارج روشن کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ درختوں کے سوا کچھ بھی کیا۔ ہوا سیوں اور سنگڑوں کی خوشبو پھیلا رہی تھی۔ پھر ہم درختوں کے آفری سے ایک بیخ گئے۔ ہمیں سلتے مٹیائے رنگ کی عمارت نظر آ رہی تھی جس کے کسی اندرونی کمرے میں روشنی تھی۔ یہاں رک کر ہم عمارت کا جائزہ لینے لگے۔ ہماری نگاہ گیٹ کی طرف بھی لگی تھی لیکن اول تو فاصلہ بہت تھا اور پھر کچھ درخت درمیان میں آگئے تھے جن کی وجہ سے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہاں

جو کھیل اور میزہ ہو یا نہیں۔
 وقتہ ڈاکٹر طاہر علی کے منہ سے ایک جلی سی آواز نکل
 گئی۔ انھوں نے بے اختیار نارچ روشن کر لی۔
 "کیسے ہے؟" میں نے روشنی کے حلقے کی طرف دیکھا اور
 میری نگاہ ایک خوشخوار کتے پر پڑی جو بے شک انداز میں زمین پر
 بڑھا تھا۔ دوسرے لمبے میں بھی طاہر علی کے ساتھ جھک کر اسے
 دیکھنے لگا۔ انتہائی شاندار السٹین تھا۔ لیکن وہ زندہ نہ تھا۔
 طاہر علی نے دو تین ٹھوکریں ماریں اور ہجر سید سے ہر کو بولے۔
 "مرچکا ہے"
 "وہ اس طرف؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا اور میں
 وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس لاش سے دس گز دور دیے ہی ایک
 اور کتے کی لاش موجود تھی۔ طاہر علی صاحب نے جلدی سے
 نارچ بچھا دی، "کوئی گڑبڑ ہے؟" انھوں نے سرمرائی آواز
 میں کہا۔

"ہی اندازہ ہوتا ہے؟" میں نے جواب دیا۔
 "آؤ، جو شارب اب میں نارچ نہیں چلاؤں گا ہتھول سنبھال
 لو، ہم دونوں مزید احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے عمارت
 تک پہنچ گئے۔ کتوں کی موجودگی بتاتی تھی کہ یہاں جو کھیلدار وغیرہ
 نہیں ہیں۔ لیکن کسی نے کتوں کو ہلاک کر دیا تھا، کیوں؟ عمارت
 صدر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایک لمبے دہان رک کر ہم نے اندر
 کی آہٹ کی اور پھر طاہر علی کے کھلے دروازے سے اندر قدم رکھ
 دیا۔ انھوں نے نارچ روشن کر لی تھی۔ ابھی وہ پوری طرح اندر
 داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے حلقے سے ایک آواز نکل اور
 وہ اچھل کر مجھ پر آ پڑے۔ میں اس ناگہانی کے لیے قطعاً تیار نہیں
 تھا چنانچہ طاہر علی کی لپٹ میں آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ
 سامنے میں پھلانگتے ہوئے باہر نکل گئے۔ میں نے ایک لمحے میں
 خود کو سنبھالا اور دوڑتے ہوئے سایوں پر فائر کر دیا۔ جواب
 میں لگانا تھی گولیاں ہمارے سروں سے گذر گئیں۔ میں نے
 پھر دو فائر کیے لیکن ان دوسرے فائر میں گولیاں نہیں ملا گئیں
 ہونے نارچ طاہر علی کے ہاتھوں سے نکلی گئی تھی لیکن چونکہ وہ
 روشن تھی اس لیے اسے دھونڈنا نہیں پڑا اور میں نے ایک
 کراسے اٹھا لیا۔ طاہر علی نارچ کی روشنی میں نے دوڑنگ ہوئی
 لیکن اب کسی کا پتا نہیں تھا۔

"آپ زخمی ہیں؟" ڈاکٹر میں نے پوچھا۔
 "نہیں عزیزم۔ بس ذرا جیڑا کھسک گیا ہے۔ منہ سیدھا
 کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ طاہر علی بھرائی ہوئی آواز میں بولے
 پھر جلدی سے کہنے لگے "نارچ بند کر کے اپنی جگہ چھوڑ دو۔"

ساکت کر دیا کسی خیال کے تحت طاہر علی نے پلٹ کر دروازہ
 بند کر دیا۔ اس کمرے میں اور کوئی دروازہ یا کھڑکی نہیں تھی۔
 میں نے ایک نگاہ پورے کمرے پر ڈالی اور پھر ڈاکٹر طاہر علی
 کے پاس پہنچ گیا جو ان دو جھون پر جھکے ہوئے تھے۔
 "ان میں سے ایک مرچکا ہے، طاہر علی نے انکشاف
 کیا۔

"اوہ۔ یہ مقامی نہیں ہیں؟" میرے منہ سے نکلا۔ طاہر علی
 نے ان کے چہرے سیدھے کر دیے تھے۔ ان میں سے ایک
 بڑھا آدمی تھا۔ جس کے چہرے پر سفید گچھے تھے، ان کا صحیح
 اندازہ نہیں ہوتا تھا لیکن صحت شاندار تھی۔ دوسرا کوئی تہہ پستی
 سال کا تھا۔ بھاری اور سخت بیٹریوں والا وہ مرچکا تھا۔ ان کے
 جھون پر سلینگ سوٹ تھے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں
 اس عمارت میں مقیم تھے۔

"ان کے جھون پر زخم نہیں ہیں؟"
 "اس کی موت گردن کی پڑی ٹٹھنے سے ہوئی ہے مجھے
 اس کا پھر سیدھا کرتے ہوئے اندازہ ہوا ہے۔" طاہر علی بولے۔
 "دوسرا؟"

"وہ صرف بے ہوش ہے"
 "لوڑھا؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا اور طاہر علی
 بھی اچھل پڑے۔ پھر انہوں نے کہا، تم بہت کرو۔ عمارت زیادہ
 بڑی نہیں ہے۔ جوشیاری سے تاشی لو۔ میں اس بے ہوش آدمی
 کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"فیک ہے؟" میں نے کہا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل
 آیا۔ راہداری دوسری طرف گھوم گئی تھی۔ عمارت میں اس ہال کے
 علاوہ چار کمرے اور تھے۔ دو شاندار اور کشادہ خواب گاہیں تھیں۔
 ایک اسٹوریج روم میں پرانا کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ میں نے پہلے
 زمینوں کمرے کھوئے پھر کاٹھ کباڑ کے کمرے کی تلاشی لی اس کے
 بعد خواب گاہ میں آ گیا۔ دونوں غیر علی ایک ہی خواب گاہ میں مقیم
 تھے۔ الماریں میں ان کے لباس موجود تھے، اس کے علاوہ کپڑے
 کین بھی تھے۔ ایک سوٹ کین میں ہلکی اور جدید ساخت کی اسٹین
 گن رکھی تھی۔ ایک کیمرو ملا اور کافی مقدار میں مقامی کرنسی بھی
 دوسرے چھوٹے سوٹ کین میں ان کے پاس سوٹ مل گئے۔
 گچھے والا جان اسٹین تھا اور دو دیال آکرو۔ دونوں آئیے سے
 آئے تھے اور مقامی انداز ایک ماہ قبل کا تھا۔ یہ تمام چیزیں
 میں نے ان کی جگہ رکھی اور دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہاں
 ایک مہری تھی جس پر بیچھا ہوا بیٹر شین آلود تھا۔ اسے بھی استعمال
 کیا جا رہا تھا۔ بوڑھا میرے ذہن میں ابھرا۔ اور اب وہ یہاں

موجود نہیں ہے؟ کو یا کوئی اسے نکال لے گیا۔
 یہاں کوئی خاص سامان نہیں تھا۔ بہر حال یہ ثابت ہو
 چکا تھا کہ اگر بوڑھا یہاں تھا تو اب نہیں ہے۔ میں نے کچھ ایسے
 نشانات تلاش کرنے کی کوشش کی جن سے پوڑھے کی موجودگی
 کے بارے میں کچھ ثبوت ملے لیکن کوئی ایسی چیز نہ مل سکی۔ طاہر
 علی صاحب کی طرف سے بھی فکر مند تھا چنانچہ تلاشی مکمل کر کے
 واپس اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں طاہر علی موجود تھا۔ اوہ
 جان اسٹین کو ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اب
 وہ باہر بہت لیٹا ہوا تھا۔ وہ حواس میں تھا، اس نے گردن
 گھما کر مجھے دیکھا اور پھر خشک ہنسون پر زبان پھر کر رہ گیا۔
 کسے مزاج ہیں مسٹر جان اسٹین؟ میں نے سوال کیا اور
 اسٹین بری طرح چونک پڑا۔ طاہر علی صاحب نے بھی مجھے تعجب
 سے دیکھا تھا۔

"کون ہو تم؟" اسٹین نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔
 "مجھ کو دوست"
 "کیا یہ بہتر ہوگا کہ وہ گفتگو کر دے؟ اس بار اس کا بوجھ تھا۔
 "لوڑھا کہاں ہے؟" میں نے سر ہلے میں پوچھا اور
 وہ پھرتی سے اٹھ کر بیٹھ گیا "کیا وہ؟" کیا وہ موجود نہیں ہے؟"
 ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ نیچے اترا اور پھر وہ برقی زنگاری
 سے کمرے کے دروازے کی طرف پلکا۔ میں نے ایک گہری
 سانس لی۔ طاہر علی نے بھی اس کے پیچھے لٹکنا چاہا لیکن میں
 نے ان کے شلے پر ہاتھ رکھ کر انھیں روک دیا۔ انتظار کریں۔
 وہ واپس آئے گا"

"نکل گیا تو مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ یہاں لاش
 بھی ہے۔" طاہر علی نے کہا اور میں الجھ کر رہ گیا۔ جان اسٹین
 چند منٹ کے بعد واپس آ گیا۔ لیکن اسے دیکھ کر مجھے ایک
 بیگانگ غلطی کا احساس ہوا۔ بیشک مجھ سے بہت بڑی غلطی
 ہوئی تھی۔ جان اسٹین کے ہاتھ میں اسٹین گن دبی ہوئی تھی،
 اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں
 "لوڑھا کہاں ہے؟" اس نے پڑائی ہوئی آواز میں پوچھا۔
 طاہر علی تو اسٹین گن دیکھ کر بوکھلا گئے۔ لیکن میں نے سوا اس
 قائم رکھے۔ اور قنارت آمیز لہجے میں بولا "ہوش مندی کی بابت
 کروڈا اسٹین! میں نے خود تم سے اس کے بارے میں پوچھا تھا
 یہ ہتھیار میں تمہارے سوٹ کین میں دیکھ چکا ہوں اگر ہم غلط
 لوگ ہوتے تو یہ دہان نہ ملتا ہتھیں۔ آؤ، بیٹھ جاؤ اسٹین، یہاں
 آس پاس کوئی موجود نہیں ہے جن لوگوں کو کام کر کے جانا تھا وہ
 نکل چکے ہیں"

آسٹن کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے اس کے اعضا کے تناؤ میں کمی محسوس کی۔ پال کی موت کا کھٹے بت افسوس ہے تم دونوں پر بھارت سنگھ کے وہاں ہونا۔؟ میں نے کہا اور آسٹن کے ہاتھ جھک گئے۔ وہ پریشن سے انداز میں آگے بڑھا اور پال کی لاش کے پاس پیچھے گیا۔ پھر اس نے کہا "تم مر سکتے آؤ ہو؟" "یہ سمجھ لو۔ ان کے ہماروں کی حیثیت سے ہم تھملا احترام کرتے ہیں۔"

"اسے پال کی موت کی اطلاع دو۔ پال۔ وہ لوگ۔ وہ لوگ۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ۔ لیکن؟ اس نے جب تک کر بھلے دیکھا، پھر یولورا برا وروم کھڑک پال کی موت کے بارے میں اطلاع دے دو۔؟ وہ بد بنا ہوا تھا۔"

"کنو صاحب بنڈ شہر گئے ہیں وہ حویلی میں موجود نہیں ہیں۔" "میں نے کہا۔" "ہاں۔ ہاں۔ اسی نے مجھ سے کہا تھا کل وہ واپس آجائے گا؟"

"ہاں۔" "تو پھر تم لوگوں کا کیا خیال ہے۔ میں یہاں کون ہاتھ مارے ساتھ حویلی ہی چلوں۔ یہاں میرے لیے خطرات ہیں۔ شاید میں تنہا۔ پال میری موت تھا۔ میں اب یہاں نہیں رکن چاہتا؟" "میں خود ہی کہنا چاہتا تھا، آپ ہمارے ساتھ چلیں کل کنو سے مل کر بغیر پروگرام ملے کر میں گئے۔ میں نے کہا ڈاکٹر طاہر علی اس دوران بالکل خاموش رہے تھے۔"

"مجھے اپنے ساتھ لے چلو پلیز؟ اس کے انداز سے تنہا جھک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "میں اپنا سامان ساتھ لے لوں۔؟" "ہاں یقیناً آئیے۔ تم آپ کی مدد کریں؟ آسٹن نے ہمارے ساتھ ل کر سامان پیک کیا اور پھر ہم باہر نکل آئے۔ آسٹن اس وقت تک مطمئن رہا تھا جب تک ہم حویلی میں داخل نہ ہو گئے۔ وہاں خانے میں داخل ہو کر میں نے اس کا سامان اپنے کمرے میں رکھا تو آسٹن حلیت آمیز لہجے میں بولا۔ "اجازت دو تو میں لیٹ جاؤں گی۔"

"معلوم ہے ہیں؟" "معلوم ہے کہ آسٹن کی موت کا روزہ ہند سے نکل گیا۔" "میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں ڈاکٹر کے ساتھ ان کے کمرے میں آ گیا۔ بوڑھا پھر نکل گیا؟ طاہر علی جھکے ہوئے لہجے میں بولے۔" "ہاں۔ بہت ناگت لگا ہے۔ اگر ہم کچھ دیر بیٹھ بیٹھ گئے ہوتے تو؟" "کتنے کی موت مار دیتے جانتے یہاں معاملہ بہت آگے کا معلوم ہوتا ہے۔ تم شاید کتون کی لاشیں جموں گئے؟" "یولوگ کون ہو سکتے ہیں؟ میں نے پرنسپل انداز میں کہا۔"

"جیکے براؤن صحت میں کے براؤن؟ ڈاکٹر طاہر علی نے کہا اور میں چونک پڑا۔ اس دوران ایک بار میری سرے ذہن میں جیکے براؤن کا خیال نہیں آیا تھا۔ طاہر علی کی اس بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ آپ اسے وثوق سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟ میں نے سوال کیا۔"

"ان دو غیر ملکیوں کو دیکھ کر تمہارے ذہن میں کوئی نام اور بھی ابھرتا ہے؟"

"مغز وی نہیں ہے طاہر علی صاحب لیکن اس امکان کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا؟"

"تمہارے ذہن میں اور کون آتے ہے؟"

"یہ کوئی دوسری پارٹی بھی ہو سکتی ہے۔ ہم اس امکان پر گفتگو کر چکے ہیں، اس کے علاوہ اگر ان لوگوں کو ہم جیکے براؤن سے متعلق قرار دے دیں تو پھر ان لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو بوڑھے کو ان کے چنگل سے نکال لے گئے؟ میں نے سوال کیا۔"

"طاہر علی کی سوچ میں ڈوب گئے، کافی دیر تک وہ خاموش رہے پھر بولے۔" "آپ کا مطلب ہے کھیل لیا ہو گیا۔ کچھ اور لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ایک بات سوچ رہا ہوں غزالی، اگر پھر لوگ ہمیں ان معاملات میں طرفت ہو گئے ہیں تو کیا ہماری ٹیم ان سے متعلق لے سکے گی؟ ہم تو سب سے کمزور ہیں۔ یہ ہی کون ہمارے ساتھ۔"

"صحن ایک مریض مریض شخص ہے۔ میں حالات سے نمٹنے کی ہمت رکھتا ہوں، بس لے دے کہ ایک تم ہو جو اس وقت اس ٹیم کے سربراہ ہو؟"

"اکیلے شروع بھی تو ہو طاہر علی صاحب؟" "ابھی تو صرف ہمیں ہی چل رہی ہیں۔ ایک بات بھی ذہن میں واضح نہیں ہو سکی، کوئی سرا ہاتھ نہیں آ سکا، کھیل شروع ہو جانے کی شکل میں ان انتظامات پر بھی غور کیا جا سکتا ہے؟"

"اگر اور بھی آجاتا تو کم از کم؟"

"داؤد تیسرے درجے کا فنڈ ہے کسی طرح کام میں وہ نقصان دہ ہی ثابت ہوگا۔ اس لیے اس کے خیال کو ذہن سے نکال دیں؟"

"ہم کچھ اور لوگوں پر بھی غور کر سکتے ہیں فی الحال میں داور کا نام اس لیے لے رہا تھا کہ وہ جانا چھانا آؤ ہی ہے حالات بتا رہے ہیں کہ معاملہ صرف ذہنی درمزش کا نہیں ہے، عملی طور پر بھی ہمت کچھ کرنا ہوگا؟"

"دیکھتے ہیں۔ کنو کی شخصیت بھی اب کھل جائے گی۔ ان حالات میں وہ اپنی لاشی کا اظہار کیسے کرے گا؟"

"ہاں یہ مسئلہ اس انداز میں حل ہونا نظر آ رہا ہے۔ بڑے عجیب و غریب حالات ہیں۔ مدعا کی چولیں ملی جارہی ہیں جس

"تو ہے۔ جیسے آرام سے سو رہا ہے۔ تم بھی سو جاؤ غزالی میں کسی قیمت پر نہیں سو سکتا؟"

"ایک مقرر کروں ڈاکٹر صاحب۔ یہ سب کچھ ہمدلی دلچسپی ہے۔ اگر ہم اتنی بڑی مصیبت میں جائے کہ راتوں کی نیند چھینے تو پھر تو میں اسے جنون کولم گا۔ ان لوگوں کی زندگی اختیار کیجیے جن کے پاس خزانے نہیں ہوتے؟"

"دولت کی قدر نہیں ہے ابھی تمہیں غزالی۔ وقت آنے کا تو بہت کچھ تو جان جاؤ گے۔ بہر حال اپنی کمزوری بتائی ہے تمہیں۔ اب جو جی چاہے کرو؟"

"آپ آرام کریں۔ میں زمین پر سو جاتا ہوں؟"

"کہا نا کہ نیند تھکے چھینے کا۔ تم آرام سے سو جاؤ۔ میں یہاں ٹھیک ہوں؟" طاہر علی کے بے حد صبر پر میں ان کے دست پر لیٹ گیا۔ حویلی وریک دماغ پر خیالات کی بخار دہی پھرنی کی آفتوں میں پہنچ گیا۔"

"دوسری صبح بہت دیر سے جاگا۔ کمرے میں طاہر علی کے ساتھ حسن صاحب بھی موجود تھے۔ دونوں سر جوڑے گھسٹ گھسٹ کر رہے تھے، میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔"

"جاگ گئے تم؟" ناشتا منگوا کر طاہر علی تیار ہو جاؤ بھائی میری حالت خراب ہے۔ حسن صاحب نے کہا۔ اور میں مسکراتا ہوا ہاتھ رو دم کی طرف چل دیا۔ ناشتے کے دوران ہی بات چیت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ طاہر علی نے حسن صاحب کو پوری کہانی سنائی ہوگی۔"

"نعیمان آسٹن کس خیال میں ہے؟"

"اس نے ناشتا کر لیا ہے۔ اپنے ساتھی کے سلسلے میں بے چین ہے۔ ہم سے اس موضوع پر گفتگو چھٹی ہے، کونسلک واپسی کا انتظار تو کرنا ہی پڑے گا؟" طاہر علی نے کہا اور پھر چونک کر بولے۔ "میں نے صحن کو پورے واقعات بتا دیے ہیں؟"

"آسٹن اپنے ساتھی کی لاش کے سلسلے میں کیا چاہتا ہے۔ کیا اسے لاش کھین بھجوانی ہے؟"

"میں نے پہچا تھا۔ کہ ہے اس کی ضرورت نہیں ہے پال بالکل تنہا ہے اور اس کا حلق صرف آسٹن سے تھا۔ بس وہ چاہتا ہے کہ ہمیں اس کی تدفین کر دی جائے۔ خالص مسئلہ اس کی موت کے سلسلے میں تو فی معاملات کا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ پال کی موت کا طبعی ثابت ہو؟"

"میرزا خیال ہے یہ کنو ر کاد و صرح ہے؟"

"ہاں کنو اس مسئلے کو بہ آسانی سمجھانے لے گا؟"

"وہ یہاں دونوں کس حیثیت سے آئے تھے؟"

"میتا ہوں کی حیثیت سے؟"

"اور کچھ بتا ہے؟ آسٹن نے؟"

"ہم نے کوئی سوال نہیں کیا۔ رات کی نسبت اس وقت زیادہ بے چین ہیں۔ بہت نزدن نظر آتا ہے۔ شکار بھگتے جانا چاہتا تھا لیکن ہم نے روک دیا ہے؟"

"ہاں وہ پال کی لاش کے لیے بے چین ہو رہا ہوگا؟" میں نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے غزالی۔ یہ سب کچھ کس نے کیا۔ کیا ایک بار پھر ہم اندھیرے میں نہیں پہنچ گئے؟ اب تو خونریزی مٹی شروع ہو گئی۔ یہ قتل بوڑھے کے حصول کے سلسلے میں ہو رہا ہے۔ بوڑھے سے تو ہم لوگ بھی مشتاق ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر ہم اپنی کوشش جاری رکھیں تو کیا ہمارے لیے بھی فطرت نہ پیدا ہو جائے گی؟"

"صحن صاحب نے پوچھا۔"

"مجھے اسی شریف آدمی کو سمجھاؤ۔ جرم تو مجھوں نے ہی خزانے کے راز کو راز رکھنے کے لیے اپنے بے شمار ساتھی اور قیدی موت کے گھاٹ اتار دیے۔ اس کے بعد بھی نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہوگا۔ ظاہر ہے خزانہ پلیٹ میں رکھ کر ہمارے سامنے پیش نہ کر دیا جائے گا؟"

"لیکن خطرات۔؟"

"وہ تم ہمارے لیے چھوڑ دو؟"

"خدا محفوظ رکھے بھائی۔ میں اس قتل سے برا خوفزدہ ہو گیا ہوں، صحن صاحب گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولے۔

"آؤ آسٹن کے پاس چلیں۔ اس سے کپ شپ کریں گے؟" طاہر علی نے کہا۔ ہم آسٹن کے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہ مہری پر کیے سے ٹیک لگائے بیٹھا غلامی گھورا رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں زندگی لوٹ آئی۔

"کھٹے آگیا؟" اس نے سوال کیا۔

"ابھی نہیں مشر آسٹن۔ لیکن اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو ہر ہوا تھا ہو چکا اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا؟"

"تم لوگ دلا سے دس رہے ہو مجھے؟" وہ پھیکی ہی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "میں خوفزدہ نہیں ہوں زندگی اور موت میرے لیے کھیل رہے ہیں، میں تو بس؟" وہ چند لمحوں کے لیے رکھ کر بولا۔

"مراٹھاندا ہوتی ہے مجھ پر، اس کا احترام کر لینا چاہیے۔ پال نو لادی انسان تھا۔ دس آدمیوں سے بڑھا جانے والا، بڑی ہمت تھی اس سے۔ یوں سمجھ لو میں دماغ تھا وہ بدن پاپیشنر ٹوٹ گئی اس کے بعد؟"

"ہمیں آپ کے ساتھی کی موت کا افسوس ہے"
"نہیں۔ یہ سب کچھ بیکار لگتا ہے۔ یہ جیسے کسی کو کچھ نہیں دیتے۔ کھتے کے بارے میں معلوم کرواؤ۔"

ایک ملازم کو بلا کر کنور کھتے کے بارے میں معلومات کرائی گئیں تو چٹا چلا کر وہ ابھی ابھی آیا ہے۔ "میں اس سے فوراً ملنا چاہتا ہوں، آفسن اٹھ کھڑا ہوا۔"

"اگر آپ اجازت دیں مگر آفسن تو انہیں نہیں بلایا جائے؟"
"ہاں سر جلدی بہتر ہے پال کی لاش خراب نہ ہو۔"

فون پر کنور صاحب سے رابطے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ وہ خود ہی پہنچ گئے کسی ملازم سے انہوں نے ہمارے بارے میں معلوم کر لیا تھا۔ اندر داخل ہوئے تو آفسن کو دیکھ کر ساکت رہ گئے۔

ان کا چہرہ ملتی کیفیات کا آئینہ دار تھا۔ ہم سب جانتے تھے کہ ان وقت وہ کسی کیفیت کا شکار ہیں۔ ہم بھی خاموش رہے۔ پھر وہ خود ہی آگے بڑھے۔ جان آفسن جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ پال کو قتل کروا گیا کنور اور وہ لوگ بوڑھے کو لے گئے، اس نے کہا۔

"کیا۔؟" کنور اچھل پڑا۔
"اس کی لاش تمہارے باغ بیگے میں پڑی ہے۔ بہت بُرا ہوا کنور۔ تم اندازہ نہیں کر سکتے؟"

"افسوس۔ پال۔ مگر آفسن تم یہاں۔ میرا مطلب ہے تم یہاں کب آئے؟"

کنور کھنا چاہتا تھا کہ تم یہاں کیوں آ گئے۔ لیکن ان نے بات بدل دی تھی۔
"رات کو انہیں لوگوں کے ساتھ آ گیا تھا۔ میں وہاں غیر معمولی ہو گیا تھا کنور۔ ان سب نے میری بہت مدد کی ہے؟"

"ہمیں اجازت دو کنور۔ ہم لوگ جانا چاہتے ہیں؟" طاہر ملی نے کہا اور کنور کچھ کہہ نہیں دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "ابھی آئی جلدی ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ مجھے ابھی آپ لوگوں سے بہت سے کام ہیں ڈاکٹر؟"

"اس سے زیادہ میں ہسپتال سے غیر حاضر نہیں رہ سکتا۔ اور پھر ان دونوں کو بھی کئی کام ہیں؟"

"تو پھر کل چلے جانا پلیر صرف ایک دن پہلے تو آپ لوگوں کو کوئی جلدی نہیں تھی؟" کنور کے لہجے میں، میں نے ایک چیخیں خسوس کی قلمی معلوم نہیں دوسرے لوگوں کو اس کا احساس ہوا تھا یا نہیں؟

"کیوں سن۔؟" طاہر ملی نے پوچھا۔
"جیسا مناسب سمجھو" حسن صاحب نے جواب دیا اور طاہر ملی گری سانس لے کر خاموش ہو گئے۔

میرے اور ان خطا ہو گئے تھے۔ میں نے خود کو منجھالی کر کہا۔
"آپ تو بے حد خوبصورت ہیں کماری اوشا؟"

"سنگ مرمری ہوں۔ حسین مگر پتھر۔ کوہ کوہ بھی کہہ دو کمزور؟"
"منہ اوشا میں بات بھی نہیں ہے؟"

"سنو۔ اگر تم ڈرتے ہو تو خوف دل سے نکال دو۔ اگر تم چاہو تو مجھے یہاں سے کہیں بھی لے چلو میں تمہارا ساتھ دوں گی میں صاف کہوں گی کہ میں اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ ہوں سنو ایک وعدہ کرو۔ رات کو تالاب پر آؤ گے پھر آؤ گے؟"

"مغزور مغزور آؤں گا وعدہ" میں نے مچھرتے ہوئے کہا۔
وہ آگے بڑھی اور میرا ہاتھ تھام کر بولی۔ "پھر میں تمہیں احتیاط سے اپنے کمرے میں لے جاؤں گی۔ وعدہ نہ بھولنا ایک ایک لمحہ مشکل سے کاؤنگ ٹھیک ہے؟"

جی ٹھیک ہے؟" یہ بھڑکا جھلکا اور کہتے ہوئے میری زبان لڑکھرائی۔

"میں چلتی ہوں۔ کن کو شہر نہ ہو جائے۔ جانے رات کب آئے گی؟" اچھا۔ وہ واپسی کے لیے مڑ گئی۔ اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں اس طرح سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا کہ ملن خانے میں آکر ہی سانس لی۔ اس میں لڑکی نے یہ حالت افسوس تکھی لیکن میں اس کے لیے کچھ بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔

شام کو چار بجے کے قریب کنور پر عجات پھر ہمارے پاس آ گیا۔ وہ تنہا تھا اور اس کا چہرہ عجیب ہو رہا تھا حسن صاحب کے کمرے میں ہماری نشست ہوئی۔ کنور خاموش خاموش ساتھ ہی ہم لوگ بھی خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر کنور نے کہا۔ "بڑی پیچیدگیوں پیدا ہو گئی ہیں ڈاکٹر؟" اس کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ کنور نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر بولا۔ "مجھے اپنی بدترین پوزیشن کا احساس ہے لیکن؟"

"کوئی خاص بات ہے کنور۔؟" طاہر ملی نے پوچھا۔
"میں آپ لوگوں کی بہت عزت کرتا ہوں۔ لیکن ہراسناں کے کچھ ذاتی مسائل ہوتے ہیں۔ لیکن معاملات ہر طرح کے نفع نفعان سے بالاتر ہوتے ہیں جو کچھ ہوا ہے بہت بُرا ہوا ہے بغیر فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ قصور کس کا ہے؟"

"پہیلیاں بھجار رہے ہو کنور۔ جو کچھ کہہ سکتے ہیں صاف صاف کہو؟" طاہر ملی نے سر دھچکے میں کہا۔
"پال کو آپ لوگوں میں سے کس نے قتل کیا ہے؟" کنور نے سینے کے دہاؤ سے بے چین ہو کر کہہ ہی دیا۔

"یہ سوال کر رہے ہیں کنور صاحب یا آپ کی تحقیق ہے؟"

طاہر ملی طنز سے انداز میں بولے۔

بھی اٹھے رہیں گے، کوئی تو نکلنا چاہیے ان سب باتوں کا۔
جان آفسن کارآمد چیز ہے اسے اس طرح نہیں چھوڑا جا سکتا۔
رہا کنور تو اس سے، دستیار رہیں گے؟"

وہ دو دنوں پھر سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر طاہر ملی نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔ "یہ بھی ٹھیک ہے؟"

عجیب صورت حال ہو گئی تھی۔ حسن صاحب اور طاہر ملی کو اپنے کمرے میں چھوڑ کر میں باہر نکل آیا۔ میری چھی چھی کمرہ رہی تھی مگر میرا یہ خیال غلط نہیں ہے کہ کنور۔ ذہن میں کوئی خیال پیلا ہو چکا ہے۔ جہاں خانے سے نکل کر میں حویلی کے دوسرے حصے میں آ گیا اور پھر حویلی کے باغ کی نیر کرنے لگا، ایک بار دل میں ہدایت کا خیال آیا اور سوچا کہ اس سے ملاقات کروں لیکن پھر یہ خیال ہلتی کر دیا۔ اگر کنور کو ہدایت کے بارے میں پتا چل گیا تو ہدایت پھر مارا جائے گا۔ اب میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ کنور اس شہر کے تحت زیادہ سے زیادہ ہمارے خلاف کیا کارروائی کر سکتا ہے۔

شکل و صورت سے وہ شریف آدمی نظر آتا تھا لیکن ایسے معاملات میں اچھے اچھے شریف۔ ذاتی شریف بن جاتے ہیں۔

میں باغ کی مدین پر حمل رہا تھا کہ اوشا سامنے آ گئی۔
ذہلی وھلی سفید ساری میں لیٹوس۔ اس کے ہنسونوں پر کچھ پاپٹ تھی۔
"پہلو کماری جی؟"

"کہاں گھوم رہے ہو جی؟"

"بس ایسے ہی۔ آپ کے باغ کی سیر کے لیے نکل آیا تھا؟"

"سنو۔ ایک بات کہوں؟"

"مغزور۔ فرمائیے؟"

"میں تمہیں کسی گنجی ہوں؟"

"بہت اچھی ہیں آپ۔؟"

"میں ساری ذمت تالاب پر تمہارا انتظار کرتی رہی۔ پھر میں نے سوچا کہ شاید تم میرے کمرے پر پہنچے ہو گئے تھے وہاں۔؟"

"جی۔؟" نہیں تو؟ میں نے حیرت سے کہا۔
"کیوں۔؟ آخر کیوں؟" یا میں کسی کرشنا نہیں کر سکتی۔ وہ کون لوگ ہوتے ہیں جن کے لیے لوگ زندگی پر کھیل جاتے ہیں۔ تو کیا عرف افسانے ہیں افسانے تو زندگی ہی سے تعلق رکھتے ہیں نا۔ یہاں سب لوگ میرے لیے آنکھوں میں احترام رکھتے ہیں یا تو مجھے ہتھی کھتے ہیں وہ۔ یا پھر ایک شجر منوں۔ میں شجر منوں نہیں ہوں، انسان ہوں، عورت ہوں۔ تم لوگ۔ تم لوگ مجھے عرف ایک عورت کی نگاہ سے کیوں نہیں دیکھتے بلو۔ جواب دو۔ مجھے خود سے دیکھو اگر تمہاری بیانی کمزور نہیں ہے اگر تم اندھے نہیں ہو؟ اس کی آواز غراہٹ میں بدل گئی۔

گیا۔ جان آسمن کو زبردست مایوسی ہوئی لیکن اس نے بہت نہاری۔ وہ دیکھ کے مختلف حصوں میں ان دونوں کو تلاش کرتا رہا، جہاں وہاں اس کے وسائل تھے وہاں اس نے اپنے سسٹوں کو اس کا مہم نامود کر دیا۔ میری اس سے کوئی ہند سال توں ملاقات ہوئی تھی ہم دونوں گہرے دوست بن گئے۔ چنانچہ جان آسمن نے ایک بار مجھے بھی اس مسئلے میں مدد کیا۔ اس نے اس خیال کے تحت کہ ہندوستان "تات کے قریب ترین ہے مجھے خاص طور سے بوڑھے کی تصویر اور اسطلاح بھوانی تھی۔ پھر اس نے ایک بار مجھ سے ملاقات بھی کی اور تمام صورت حال بتاتے ہوئے پینٹیشن کی گراہالات ہمارا ساتھ دے۔ جائیں تو مجھے بھی اس عظیم الشان خزانے سے ایک جڑا حصہ مل سکتا ہے۔ میں نے دل میں خواہش مند محسوس کی تھی لیکن بات اتنی دور کی تھی کہ میں پوری طرح متوجہ نہ ہوا۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ بوڑھے مجھے مل گیا۔

"یہ گینڈ گھاٹ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔
 "ناری آباد کے مشرقی علاقے سے، جتنا گزرتی ہے، اس گھاٹ کے ساتھ کتیاں نامی جنگل چھایا ہوا ہے۔ اس جنگل میں مور ملتے ہیں اور مور کا شکار میرا محبوب مشغلہ ہے۔ میں گینڈ گھاٹ میں کیمپ لگانے ہوتے تھا۔ مور کا شکار۔ دشمن کے چھپنے میں ہوتا ہے جب وہ نیچے زمین پر سوجاتے ہیں۔ درختوں کے پتوں میں ان کی تلاش لیکن نہیں ہوتی۔ گھاٹ کے ساتھ چھیلے ہوئے جنگل ہیں، ہم گھاٹ لگانے بیٹھے تھے کہ پانی کی کچھ آوازیں سنائی دیں پھر ہم نے اسے آنے پر آتے دیکھا۔ اور اسے دیکھ کر چونک پڑے۔ بہت سے خیالات آئے ہمارے ذہن میں ہم خاموش بیٹھے رہے۔ پھر جب وہ ہمارے قریب آیا تو میرے لوگوں نے میرے اشارے پر اسے اپنی تھیل میں لے لیا۔"

"کیا اس نے مقابلہ کیا تھا؟" میں نے سوال کیا۔
 "نہیں بالکل نہیں۔ اس نے بھلا گئے کی کوشش بھی نہیں کی۔ ہم اسے اپنے کیمپ میں لے آئے۔"
 "اب تک منہ کنور صاحب۔ آپ لفظ ہم استعمال کر رہے ہیں؟"
 "میری مراد میرے شکاری ملازموں سے ہے۔ اس وقت تک ملازم میرے ساتھ تھے۔"
 "آپ کا کوئی دوست وغیرہ؟"
 "نہیں ملازموں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔"
 "جس وقت آپ نے اسے پکڑا کیا وقت ہوا تھا؟"
 "صحیح وقت تو نہیں بتا سکتا لیکن بس یہی سات راتوں سات بچے ہوں گے۔"
 "مقام کے؟"
 "ہاں، کنور نے جواب دیا۔ اور میں گہری سانس لے کر پڑھنا

لوگ اس کی کشش کو شکار تھے کہ آپ لوگ آگئے۔ آپ نے بوڑھے کے بارے میں گفتگو کی تو میں سمجھ گیا۔ میں نے احتیاطی اس رات بوڑھے کو شکار شیلے میں منتقل کر دیا۔ بال آسمن کو میں نے آپ لوگوں کے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ بھی پریشان تھے پھر میں اشتہار والا اخبار لے کر روانہ ہو گیا۔ بلکہ شہر جانے کے بجائے میں مسٹر حسن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔ واپسی میں میں نے فیصلہ کیا تھا کہ حسن صاحب سے بوڑھے کے موضوع پر بات کروں گا اور یہ بتاؤں گا کہ بوڑھا ہماری تحویل میں ہے اور ہم لوگ مل جل کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ آپ لوگ یقین کریں میں یہی سوچ کر آیا تھا۔ لیکن یہاں مجھے پال کی موت کی اطلاع ملی۔ میں صاف گھوٹے سے کام لے کر ہوں گا کہ میرا خنجر آپ کی طرف ہی تھا۔ میں سمجھا کہ آپ نے پال کو قتل اور آسمن کو زخمی کر کے بوڑھے کو حاصل کر لیا۔"

کنور کی داستان ختم ہو گئی، ہم سب تیراں بیٹھے ہوتے تھے۔ حسن صاحب نے اختیار قبول کیے۔ "پھر کون اسے لے گیا؟"
 "مجھے براؤن کی طاہر علی صاحب نے تڑپے کہا۔ میرے ہونٹوں پر سکڑا ہوا حیل لگی۔

"آپ لوگ فیصلے کرنے میں کتنی جلد بازی کرتے ہیں؟" میں نے کہا۔
 "میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ آفہ۔ وہ۔ وہ عورت جو مجھ سے مل گئی تھی مجھے کی بیٹی ہو گیا تھی۔ وہ بد بخت اب بھی یہاں موجود ہے۔ سو فیصدی وہ یہاں موجود ہے۔"

"مجھے براؤن کون ہے؟ کنور نے مداخلت کی۔"
 "میرے یہ دونوں بزرگ اس معاملے میں بے حد پریشانی ہیں۔ کنور صاحب، حسن صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ ہمیں بوڑھے کے بارے میں فیصلہ تیار کریں گے۔"

"مجھے ان کے بارے میں ہر شے سے ہی معلوم ہوا تھا کہ یہ ایک خفیہ قسم کے کاروباری ہیں اور بے داغ زندگی کے مالک ہیں۔"
 "ڈاکٹر طاہر علی کے بارے میں آپ کیا رائے ہے؟"
 "طاہر علی میرے میں میں میری بیٹی کے معاملہ میں اور ایک بچے انسان۔"

"میں سن سکتا ہوں۔ جتنا نہیں کہسا انسان ہوں، لیکن اگر ذہنیات آدمیوں کے حوالے سے کہتا ہوں کہ ہم نے پال کو قتل کیا اور بوڑھے کو حاصل کیا۔ شکار جنگل کی داستان صرف اتنی ہے کہ ہم لڑے کی یہاں موجودگی کی اطلاع برسی آئے تھے اور اس امید پر طاہر علی وہاں لائے تھے کہ اگر وہ آپ کی تحویل میں ہے تو دوسرے بھی ناکسے یہاں سے لے کر روانہ ہو جائیں گے، لیکن جب آپ نے

انہار کر دیا تو میں بہت مایوسی ہوئی۔ اسی رات ہم نے یہاں سے جاتے ہوئے بھی دیکھ لیا۔ ہماری اطلاعات نہایت مستند تھیں چنانچہ یہ سمجھ لیا گیا کہ آپ بوڑھے کو چھپانا چاہتے ہیں۔ شکار شیلے ہم اسی کی تلاش میں گئے تھے۔ وہاں آپ کے کتے مردہ پائے گئے اور اندر جان آسمن اور پال کو دیکھا جس وقت میں اور طاہر علی اندر داخل ہوئے تو کچھ لوگ باہر نکل رہے تھے۔ کسی نے طاہر علی پر حملہ بھی کیا اور وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد ہم جان آسمن کو یہاں لے آئے۔"

کنور نے ایک گہری سانس لی پھر اس نے کہا۔ "طاہر علی نے کسی بیکے براؤن کا نام لیا تھا۔"
 "یہ وہ شخص تھا جو مسٹر حسن کے ساتھ مل کر بوڑھے کو عیاں بنانے لایا تھا۔"

"ادہ، تو آپ لوگوں نے ہی اسے وہاں سے حاصل کیا تھا؟"
 "ہاں کنور صاحب۔ طاہر علی کہا ہے۔ بیکے براؤن بوڑھے کو یہاں سے لے کر لایا تھا، تاکہ میں اسے ہاں سے بھاگ نکلا اور نہ جانے کی طرح یہاں تک پہنچ گیا۔ بیکے براؤن نے سوجا کہ ہم بد بختی کرنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ ہمارے بیرون ہو گیا۔"

"تو تب تک ہے طاہر علی کا خیال درست ہو۔ بیکے براؤن کے ٹھکانے کا کوئی علم ہو سکتا ہے؟"
 "کسی طرح ممکن نہیں۔"

"پھر اب کیا کیا جاسکتا ہے؟ کنور نے پریشانی سے کہا۔"
 "فی الحال میں سب ہانڈ میرے میں ہیں۔ بیکے براؤن کے بارے میں بھی کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ میں ایک عزم نواز سوری جھٹتا ہوں۔ اب تک صرف یہ سوجا گیا ہے کہ چند ہی لوگ اس معاملے میں قوت میں آجڑا سا کیوں۔ جس طرح جان آسمن اور کنور صاحب میں اس سے حلقہ نکل آئے کیا وہ دوسرے خطرناک لوگ نہیں ہو سکتے؟"

"ہو تو سکتے ہیں لیکن امکان سب ادھر ہی چل پڑے۔ طاہر علی نے ہنسیلائے ہوئے انداز میں کہا۔"
 "سب ہی اپنے طور پر کام کر رہے ہوں گے۔ اور کوئی احمق اتنا بلا کام کرنے کے لیے تیار نہیں چل پڑا ہوگا۔"

"پھر اس لیے بیکے براؤن کو بھی ذہن میں رکھا جائے تو اچھا ہوگا ہمیں اس پالاک دشمن کو ذہن سے فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ طاہر علی نے کہا۔"
 "یہ دوسری بات ہے۔"

"کنور صاحب اب ہماری داستان پر یقین کرتے ہیں یا نہیں؟" میں نے کنور کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 "بس اب مجھے اور شرمندہ نہ کریں آپ لوگ۔ طاہر علی سے

تو میں آنکھ بھی نہیں ملا سکتا! اٹھیں بہت ملا رہی ہوئی ہوگی مجھ سے کیا کروں یہ سب کچھ بھی ہی ہونا تھا؟

”اسٹیشن کہاں ہے؟ طاہر علی نے پوچھا۔
”اندر چلی ہیں ہے۔ پال اس کا مہینہ تھا۔ اس کی موت نے اس کو کٹر حال کر دیا ہے۔ لیکن جی لاکھ فریڈ ہی لیکن لڑکھا آدی ہے۔ اس کے اعصاب اب اتنے مضبوط نہیں ہے۔“

”صاف کیجئے گا، ایک بات پر مجھے بہت ہنسی آرہی ہے۔ سارے شریف لوگ جلاوطنی دار سکاٹ کا خزانہ حاصل کرنے میں پڑے ہیں۔ اس میں خطر کام کے لیے تو عام طور سے وہ لوگ میدان عمل میں آتے ہیں جنہیں خطرناک اور دور دروغ صفت ہوں۔ اپنے حریفوں کو گماں کی طرح کاٹ کر کھڑے کر دیتے ہیں لیکن یہاں سب میرا ہی رخ لوگاں تک کام کے لیے دوڑتے نظر آتے ہیں؟“

”وقت آنے دو میاں دیکھ لیتا ہوں تم بھی نرم چارہ ثابت ہوں گے؟“

طاہر علی نے کہا۔
”آپ لوگ اسٹیشن سے ملاقات کریں گے؟ کمزور نے پوچھا۔
”ابھی نہیں۔ بیٹے آپ اسے ہمارے لیے جوڑ کر لیں پوری کہانی سنیں اور اگر اسے اس کہانی پر یقین نہ آجائے تو ہماری اس سے ملاقات کروائیں؟“

”ٹھیک ہے۔ لیون کر لیتے ہیں۔ کمزور نے کہا۔ پھر ہاتھ سے بولا۔
”حسن صاحب، آپ بڑھے کو جان سے لاتے تھے؟
”ہاں، جیسے براؤن میرے ساتھ تھا۔ کچھ عرصہ فرانس میں رہا پھر وہیں اسے یہاں لے آیا۔ طویل عرصہ سے وہ میرے پاس تھا۔“

”کیا اس کا فزیرے کو زان خراب تھا؟
”طاہر علی اس کا علاج کر رہے تھے؟ حسن صاحب نے کہا۔
”کیا اس کے درست ہونے کی امید تھی؟“

”یقیناً اس کے امکانات تھے؟“
”کوئی انداز تو لگایا ہوگا آپ نے اس کے بارے میں؟“
”ہر اس کے صحتیہ علاج جسے اس کا انتظار کر رہے تھے؟“
”آپ نے وہ طبی کوششیں کر کے کی کوششیں بھی کی؟“
”اسی دوران کی تھی لیکن دیکھنے کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس کے بعد کوئی کوشش نہیں کی جا سکی۔“

”کیا خیال ہے اس خزانے کے حصول کی کوئی کوشش کا میرا ہر سکتی ہے؟“
”براہ راست سوال ہے، ہنسی آرہی ہے۔ خزانے ملنے لیکن واقعات بہت دلچسپ پیش آ رہے ہیں۔ کم از کم پرسکون ماحول میں ہی وقت گزر رہا ہے لیکن ہم ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہیں۔“
طاہر علی نے جواب دیا۔

صرف تین کر کے ہیں یقین نہیں جب تک اس کا ثبوت نہ مل جائے۔
”حسن تم سیکے ریفون کے سلسلے میں کچھ کر سکتے ہو؟“
”کچھ لوگوں کو ذہن اور غیب میں اس کے پیچھے لگتا سکتا ہوں۔ اگر ایسی بات ہے تو یقیناً میں معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا؟ حسن صاحب نے کہا۔
”خوب، یہ ہوتی بات۔ مجھے تعجب ہے عزالی تم براؤن کے سلسلے میں مشکوک کیوں ہو؟“

”اس لیے ڈاکٹر صاحب کو جو یا کو میں نے بھی کچھ دن دیکھا ہے۔ اس کے بارے میں اندازہ لگایا ہے وہ ایک کلنٹری لڈ کی ہے۔ اپنے کسی شوق کی تکمیل کے لیے کوئی جھوٹی ڈرم واری تو قبول کر سکتی ہے لیکن کسی کو قتل کر کے اور جانف کھینچے آپ کو اتنا زور دار گوشتہ لڈ نہیں نکال سکتی؟“

”اوہ ڈاکٹر طاہر علی کا منہ تعجب سے کھل گیا۔ پھر اٹھوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ اس سلسلے میں ہمارے تجربے کو پہنچ نہیں کر سکتا، ممکن ہے وہ کوئی اور صورت ہو جسے براؤن نے حاصل کیا ہو؟“
”جیسے براؤن نے ہی کیوں کسی جان اسٹیشن یا کرسٹوفر نے ہی کیوں نہیں؟ میں نے ہنسی کر کہا۔
”شکریاں کچھ لے دے کر میری ذمہ داریاں بھی تم ہی قبول کر لو۔ ڈاکٹر طاہر علی نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا اور حسن صاحب بے اختیار ہنسا پڑے۔“

”پریشان نہ ہوں طاہر علی صاحب۔ جان اسٹیشن سے ملاقات کر لیں اس کے بعد کوئی مناسب فیصلہ کریں گے۔ میں نے کہا اور بات ختم ہو گئی۔
اور کچھ روز ہوا اس پوری داستان میں مجھے لطف بہت آ رہا تھا۔ جن میں حسن صاحب کا ملازم تھا، اٹھیں گے ایسا پران ہنگامہ فریڈوں میں اجماع تھا۔ اگر مجھے روز باؤل ہی سے سختی سے منع کر دیا جاتا کہ ان ملاقات سے کوئی سروکار نہ کروں تو شاید میں باز آجائیا کیونکہ اس وقت یہ ملازمت میرے لیے بہت قیمتی تھی جس نے مجھے اعتماد بھی دیا تھا اور ایک گھڑی لیکن جن صاحب مجھے اس میں گھسیٹ لاتے تھے۔

پری و دلچسپیاں بھی شامل تھیں کیونکہ خزانے کا جو دوسرے لیے بھی دلکش تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں نے اس خزانے کو ان لوگوں کے ماتھ اس قدر بھل اٹھی نہیں سمجھا تھا اور اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اس کے حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے خطرناک لوگوں سے نمٹنا پڑے گا۔ حسن صاحب اس سلسلے میں سب سے کمزور کردار تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف کوئی کام کرنے پر تیار نہیں آتا وہ ہوں گے۔

”اس لیے ڈاکٹر صاحب کا جو یا کو میں نے بھی کچھ دن دیکھا ہے۔ اس کے بارے میں اندازہ لگایا ہے وہ ایک کلنٹری لڈ کی ہے۔ اپنے کسی شوق کی تکمیل کے لیے کوئی جھوٹی ڈرم واری تو قبول کر سکتی ہے لیکن کسی کو قتل کر کے اور جانف کھینچے آپ کو اتنا زور دار گوشتہ لڈ نہیں نکال سکتی؟“

”اس لیے ڈاکٹر صاحب کو جو یا کو میں نے بھی کچھ دن دیکھا ہے۔ اس کے بارے میں اندازہ لگایا ہے وہ ایک کلنٹری لڈ کی ہے۔ اپنے کسی شوق کی تکمیل کے لیے کوئی جھوٹی ڈرم واری تو قبول کر سکتی ہے لیکن کسی کو قتل کر کے اور جانف کھینچے آپ کو اتنا زور دار گوشتہ لڈ نہیں نکال سکتی؟“

ان معاملات کے قریب مقصد پال کیا چیز تھا اس کو جاننے کا موقع ہی نہیں مل سکتا تھا۔ کرنل جان اسٹیشن کے دماغ میں اس کا وجود کھلایا گیا اور وہی نہیں تھا اور اس کے اندر بھی شراکت کے جزایم موجود تھے۔ لے دے کے میں رہ جاتا تھا جو خود اپنا تجربہ نہیں کر پایا تھا۔ یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ سارا لڈ جو میری گروں پر ہی اڑے گا لیکن میں اس لڈ کو حاصل کرنے کے قابل ہوں، اس کا لٹے خود بھی اندازہ نہ تھا۔ صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ میرے سارے کردار کھل چکے تھے۔ اگر میں اس سے بھاگنے کی کوشش کرتا تو یہی سمجھا جاتا کہ میں نے اپنا بھولے ایک نئے شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے، خواہ میں کی کوشش کرے کی کر کان کو لے کر ہی گروں نہ بیٹھ جاتا۔

میں نے خود کو گھمایا کہ کھائی ایک پیکچر ٹھکانا میرے خواب تو آسانی کی گروں میں گم ہو گئے، کوئی واضح مستقبل ہی سامنے نہیں ہے اس لیے جو کچھ میرے سامنے آتی ہے اس پر چلتے رہو۔ اور اسے ہی اپنا مستقبل سمجھ لو۔ اگر کوئی برعین واقعہ مجھے خزانے کے پاس پہنچا دے تو وہ اندازہ زندگی تو گزر رہی ہے لیکن ان سارے خزانہ بازوں کا جو اچھا لٹانے کے لیے گروں کو کچھ مضبوط بھی کرو۔ خود کچھ اور آتما دنیا دونوں پر مستحکم کرو اس کے علاوہ چارہ کا نہیں ہے۔

پر مہمات کھینچنے کے اطلاق جھوٹی کرات کا کھانا نہ جان ماننے کی بجائے اس کے ساتھ کھانا جانا ہے۔ کھانے کی میز پر کرنل جان اسٹیشن بھی موجود تھا جواب لوری طرح سنبھل گیا تھا، اس نے رنج و غشی سے ہم سے صاف فو کیا اور کہا کہ بہت بڑے وقت میں ہم نے اس کی مدد کی۔ کھانے کے بعد ماند وئی گھر سے میں نشست ہوئی، کمزور بھجائے کہا۔
”آپ لوگوں کی اجازت سے میں نے جان اسٹیشن کو آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ اس ملاقات میں آپ لوگ کھل کر تمام گفتگو کر سکتے ہیں۔“
”میں آپ لوگوں سے ملنے کے لیے یہاں تھا۔ برسر حسن خاص طور سے آپ سے۔ میں جانتا ہوں میری پوزیشن بہت کمزور ہے اور کسی مضبوط دنیا میں آپ کو مجھ پر نہیں کر سکتا، آپ مجھ سے تعاون کریں۔ یہ صرف آپ کی طرف سے ہے کہ آپ مجھے خود میں خوش کر سکیں یا نہ کریں۔ میں اس سلسلے میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں تو وہ یہ ہوگی جس کی میں تفصیل پیش کرتا ہوں۔ اٹلی میں آپ لوگوں کے بیٹریں سہا ئش گاہ جہاں آپ کو بتا سارا ضرورت کی دوسری اشیا فراہم کرنا میری ذمہ داری ہوگی۔ حوث سورت کے ممکن نقشے اور ان علاقوں میں ہر طرح کی مہمات۔ اس وقت کار کار ڈیوب جرن فوج میں پسپا ہو کر فرانس میں تھیں اور اتحادی فوجیں ان کا تعاقب کر رہی تھیں۔ وہ جن راستوں سے گذری تھیں اور جہاں مکس پی پی تھیں ان کی مکمل تفصیل وغیرہ۔ اگر غیر تفصیل کی قابل ہوتی تو پھر پھانچنا شریک کار کر لیں؟“

”کرنل اسٹیشن اس خزانے کی کہانی صرف ہماری ہم فطرت کی تسکین کرتی ہے ہم پیشہ ورانہ طور پر یہ سب کچھ نہیں کر رہے چنانچہ ان شرائط

کے بغیر ہی آپ کو اور کچھ پریمات مل سکے کہ اپنے درمیان خوش آمدید کہتے ہیں آپ یہ پیش اپنے ذہن سے نکال دیں، جن صاحب نے کہا۔
”یہ حد تک ہے۔ اب کچھ سوالات کا تبادلہ ہو جائے۔“

”ہاں ضرور؟“
”مرد مرچن پورہ خاصھی آپ کو کہاں ملا تھا؟“
”جاپان کے ایک رہائشی علاقے میں۔“
”اس کہاں میں آپ کہاں سے شریک ہوئے؟“
”اس کے منظر عام پر آنے کی ابتدا سے ہوئی تھی۔ جاپان میں ہونے والے لوگوں نے جاپان نہیں کو واسکاٹ کی بوت کا علاج دیا وہ ہم ہی تھے۔“

”ادوہ اس کا مطلب ہے کہ۔ ادوہ کیا واسکاٹ آپ کو زندہ حالت میں ملا تھا؟“
”وہ شدید زخمی تھا اور اس نے ہمارے سامنے دم توڑ دیا تھا۔ وطنی اور پورے کے بارے میں اس نے ہی نہیں بتایا تھا؟“
”کیا اس نے وطنی کی رہائش گاہ کے بارے میں بتایا تھا؟ آسٹن نے پڑھو بی بی بی یو جی۔“

”وہ خود اس کی تلاش میں تھا اور جاپان میں اس کی آمداسی سلسلے میں تھی؟“
”واسکاٹ کو قتل کیا گیا تھا؟“
”ہاں سو فیصدی۔“
”آپ تالوں کو دیکھ سکتے تھے؟“
”دکھی نہیں۔“

”آپ کے خیال میں وہ کون ہو سکتے ہیں؟“
”کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آپ کو واسکاٹ کی طبیعت معلوم ہے۔“
”تالوں کوئی بھی ہو سکتا ہے۔“
”پورے آپ کے پاس تھا مرچن، آپ اس کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتے کہ وہ کون ہو سکتا ہے؟“
”اسی گوشن میں تو ضرورت تھی کہ لوگ؟“

”بہر حال وہ پھر نکل گیا۔ آپ مجھ سے سوالات کر سکتے ہیں۔ ہاں ایک اہم بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔“ جان آسٹن نے کہا اور اپنے لباس کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال لیا۔ یہ یکا کام سے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے موقع پا کر تباہی میں سرسوں کے ریکارڈ سے وطنی کی تصویر نکال لی تھی۔ وطنی کو یہ جانتے میں یہ تصویر کو مارا دیکھ سکتی ہے۔ اس نے لفافے سے ایک تصویر نکال کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ اچانک اتنی ہی چیز ہمارے سامنے آئی تھی ہم پیش ہی تھے اعتبار اس پر جبکہ گئے۔
”ارے؟“ جن صاحب کے منہ سے نکلا۔

”یہ تو؟“ میں بھی بے اختیار بول اٹھا۔ ناقابل یقین، ناممکن، کھوڑی جیسے فضا میں ملتی ہوئی۔ انہیں دھندلا گئیں۔ تصویر تارہ سا تھی لیکن ذہن اس پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔

زبانیں ٹنگ ہو گئیں تھیں۔ ڈاکٹر طاہر علی کی **بھاری** پشیمانگی، آؤنگی، حسن صاحب حیرت سے انہیں بھارت سے تصویر کو گھورے جا رہے تھے۔ میری کیفیت طویل تھی پھر ڈاکٹر طاہر علی نے سکوت توڑا۔
”یہ لڑکی کون تھی تمہارے گھر میں تھی۔ کیا یہ وہی نہیں ہے کیا نام تھا اس کا؟“
”ندرت، جن صاحب سے اختیار لیں۔“

”ہاں وہی۔ میں نے اسے کئی بار تمہارے ہاں دیکھا ہے، وہ بہو وہی ہے، کوئی فرق نہیں مگر تم نے اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا مجھے۔ تم نے کہا تھا کہ وہ لاوارث ہے اور تم نے اسے پناہ دی ہے؟“

”ہاں یہ تصویر اسی لڑکی کی ہے۔“ جن صاحب جھولے ہوئے سامنے کے ساتھ گھبرائے ہوئے بولے۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت ان کے دل پر کیا بیت رہی ہوگی۔ کیسے کیسے خیالات ان کے ذہن میں آ رہے ہوں گے۔ پراسرار ندرت ان میں سے ایک ایک کی نگاہ سے ادھل جاتی کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا سوائے میرے لیکن کسی دلچسپ بات تھی کہ میں بھی اس کے بارے میں آنا کچھ جانتے ہوئے اس سے ناواقف تھا۔

میں نے اس دوران خود کو سنبھال لیا۔ اس تصویر کے سامنے آنے کے بعد اور ایک انتہائی پراسرار انکشاف کے باوجود میں ندرت کے سلسلے میں اپنی معلومات کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح میری پوزیشن بہت خراب ہو جاتی۔ یہ لوگ مجھ پر اب پورا اعتماد کر سکتے تھے لیکن انہیں جب یہ حقیقت معلوم ہوگی کہ میں ندرت کے بارے میں کچھ جانتا تھا اور ان سے چھپاتا رہا تھا تو ان کے ذہن تلخ لاشکار ہوا جائے گا۔ یہ فطری بات تھی جتنا کچھ میں نے فیصلہ کیا کہ خود بھی ان کی لاعلمی اور ندرت میں شریک ہو جاؤں۔

”مناں فرمائیں حضرت، آپ لوگ مجھے فراموش کر بیٹھے ہیں۔ آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔“ جان آسٹن نے کہا۔
”کون پریمات آسٹن کی اس بات کو نظر انداز کر کے بولا جو جھٹکا آپ لوگ کر رہے ہیں وہ سزا مستحق نہیں سمجھو یا رہے۔ میرے خیال میں آپ اس تصویر سے واقف ہیں۔ کیا یہ بات سزا آسٹن کو نہیں بتائی؟“

”ادوہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سزا آسٹن اب ہمارے لیے ایک محترم شخصیت ہیں۔ سوری سزا آسٹن، اس

تصویر کو دیکھ کر ہم حیران رہ گئے تھے دراصل یہ شکل ہماری دیکھی ہوئی ہے۔“ میں نے کہا۔ جن صاحب اور طاہر علی نے ایک نگاہ مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ بولے، بولیں ہی انہوں نے کیسے معاملات میں مداخلت نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

”آپ نے اسے کہاں دیکھا تھا؟ آسٹن حیرانی سے بولا۔“
”آپ کو یقین ہے کہ یہ تصویر وطنی کی ہے؟ میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔
”میں نے اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے شدید محنت کرنی پڑی ہے۔ مگر ظاہر ہے ظاہر ہے اتنی محنت سے کوئی حاکمات نہیں کی جا سکتی۔“

”اور وہ بھی۔ وہ بھی غائب ہو گئی۔ جن صاحب بے اختیار بول پڑے۔ ظاہر ہے ندرت کے سلسلے میں وہی سب سے زیادہ سوچ سکتے تھے۔“

”جی؟“ کون پریمات نے انہیں چونک کر دیکھا۔ میں نے فرما دیا ندرت کوٹھے ہونے کہا۔ یہ لڑکی کئی ہی صاحب کے گھر میں رہتی تھی۔ اسی گھر میں جہاں یہ بڑھا رہا تھا تھا۔ وہ بھی ہمارے ساتھ میٹھی تھی۔ لیکن ابھی چند روز قبل وہ پراسرار طور پر غائب ہو گئی۔“

”بات واضح ہوئی جا رہی ہے جن۔ اب تو بات چھپی نہیں ہی کر رہا تھا اس طرح فرار ہوا، کہاں گم ہو گیا اور اب کہاں ہے؟“ طاہر علی نے حسب معمول جلد بازی سے فیصلہ کر لیا۔

”اب تو آپ لوگوں کی گفتگو پر مجھے بھی اعتراض ہے ڈاکٹر۔ کچھ حالات ہمارے علم میں ہی تھے۔“ کون پریمات نے کہا۔
”آسٹن سب کچھ بتاؤ غزال۔“ میرا دماغ تو اب چمکنے والا ہے ایک بات جو سمجھ میں آ رہی ہو۔ جن صاحب نے کہا۔

”سزا آسٹن نے لینے تھانہ کی میٹھی کی ہے۔ ہم واقعی ایک ٹیم بنا کر ہی کام کر سکتے ہیں۔ فیض اپنا کردار ذمہ داری سے ادا کرنے کا۔ ان حالات میں ہم لوگ، اگر تمام صورت حال سے واقف ہو جائیں تو کیا خیال ہے ڈاکٹر، اس میں کوئی حرج ہے؟ کون پریمات نے کہا۔

”بھائی، جب یہ سب کچھ ایک تقریر کی حیثیت رکھتا ہے تو ہمارے اس میں کیا حرج ہے۔ اگر ایک دوسرے سے فراد کوڑنا ہے، ایک دوسرے سے حالات کو چھپانا ہے تو اس کے لیے طویل عرصہ دیکھا رہے۔ یہ کام اس وقت کے لیے چھوڑ دو جب ہم غزال کے قریب ہوں۔ ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

”مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے بشرطیکہ غزال تیار ہوں۔“ جن صاحب نے کہا۔

”کون آسٹن اور کون کون سا صاحب، اس میں شک نہیں ہے کون آسٹن نے وطنی کی تصویر دکھا کر میں حیرت میں ڈال دیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ داستان آپ لوگ سن گئے ہیں کہ سزا آسٹن بڑوں اور جن صاحب نے ولاڈی واسکاٹ سے اس وقت ملاقات کی جب وہ رہ رہا تھا۔ مرتے ہوئے وہ ان لوگوں کو کچھ اشارات دے گیا جن کے ذریعے پورے ملک ان کی رسائی ہوئی۔ مختلف حالات سے گذر کر بڑھا جن صاحب کی تحویل میں پہنچ گیا۔ یہاں سے ڈاکٹر طاہر علی صاحب بھی اس کہاں میں داخل ہو گئے۔ یہ لڑکی جن کا نام جن صاحب کو بھی نہیں معلوم ایک ہے۔ بس اور لاوارث لڑکی کی حیثیت سے جن صاحب کو ملی جو جن صاحب نے اپنا کوئی نام نہیں بتایا تھا اس لیے جن صاحب نے اسے ندرت کے نام سے روشناس کر لیا۔

اور وہ خاموشی سے ان کی کٹھنی میں رہتی رہی۔ اس پر کبھی کوئی شک نہیں ہو سکا نہ پورے کے جس میں اس کا کوئی تعلق ظاہر ہوا جس کے ذہن میں یہ امکان بھی نہیں تھا کہ وہ کسی طور پورے سے متعلق ہو سکتی ہے۔ پورے کے گندگی کے کچھ عرصہ بعد وہ بھی اچانک غائب ہو گئی۔ ظاہر ہے اس کی تصویر دیکھ کر سب کو حیرت ہوئی چلیے۔ میں نے تفصیل بتادی۔ اپنی پوشیدہ معلومات کو میں نے چھپایا۔ آسٹن گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ وطنی اسے تلاش کرتی ہوئی آپ کے پاس پہنچ گئی اور اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ موقع ملنے ہی پورے کو لے آؤ گی۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے؟“ طاہر علی نے کہا۔ اس کے بعد ملحق خاموشی چلی گئی۔ دیر تک خاموشی کا طہر جاری رہا پھر یہ جات گئے نے کہا۔ دوستو۔ اسے خوش بھی کہہ لیا۔ یعنی کہ حالات جہاں سے شروع ہوئے اور جہاں تک پہنچے ان سے ہم باچوں واقف ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ آگے نکل چکے اور دوسرے پر فوقیت رکھتا ہے۔ یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ کوئی غزال نے حصول میں سبقت لے جانے میں کوشاں نہیں ہے۔ ایک باچہ میں وہ ضرورت کرنا، ان کو ان باچوں افراد کی قیادت میں بنانی جانے کی ایک شخص کو ہم کراہ رہا بنا لیا جائے اور بعض اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ سب مل کر کوشش کریں اور اگر کامیابی حاصل ہو جائے اور کچھ ہاتھ آجائے تو تمام غزباؤں میں قیدی کر لیں ورنہ ایک ایڈووکیٹ ہے۔ ایک مخلصانہ پیشکش ہے اور یہ کہ اس سلسلے کے اخراجات بھی آپس میں تقسیم ہو جائیں گے۔“

”آپ کی بات خوشی سے قبول کی جا سکتی ہے کہ نہ۔ لیکن اس کے لیے کچھ مہلت دیکر رہے۔ ہم آپس میں مشورہ فرماتے گا۔“ طاہر علی نے کہا۔

”نہ مجھے اور نہ سزا آسٹن کو اس پر کوئی اعتراض ہے۔“ کون

نے کرنل آسٹن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”بالکل سڑک کٹے پال کی موت کے بعد میں بے دست و پا ہو گیا ہوں۔ میرا بل اس سلسلے میں کوئی مددگار نہیں رہا ہے۔

میں تو ایک کمزور اور بڑا آدمی ہوں جسے کسی بھی لمحے راستے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ آپ لوگ کبھی کوئی اہمیت دیں گے تو میری موت آپ کی شرافت ہوگی ورنہ میں اعتراض کرتا ہوں کہ میں اب کچھ نہیں ہوں۔“

میں بالکل حیران کرنا آسٹن۔ آپ مجھے بالکل کھرا کر سیکار کئے ہیں۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے بغیر میں اس مہم میں شامل نہیں ہوں۔ میں نے جواب دیا۔ کمزور بچات اور ڈاکٹر طاہر علی جو کچھ کر مجھے دیکھتے تھے جن صاحب کے ہونٹوں پر پینہ دیکھ کر مسکایا ہٹ سبیل گئی انہوں نے کہا۔ ”مزدانی تم میں سب سے بڑا انسان ہے۔ تم مجھے اس سے نہیں الفاٹا کی توقع تھی۔ میں سب سے پہلے مزدانی کو بالکل تسلیم کرتا ہوں۔“

”جب تو یہ شریف لوگ ایک نام کے لقب کو بھی نہیں ٹھکرانے لگے۔ کمزور بچات بھی کسی ہی مسکراہٹ سے لولا۔

مگر گلاب مشورے والی بات تو خود بخود ختم ہو گئی۔ کیوں مزدانی؟ طاہر علی نے کہا۔

”ہاں اس مہم کی تشکیل کے سلسلے میں کسی مشورے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم یا تو ایک سڑک پکھڑے ہیں اور ہم میں سے کوئی منزل کی نشاندہی نہیں کر سکتا تو پھر کمزور بچات نہ ہم ساتھ سفر جاری رکھیں؟“

”ٹھیک ہے بھائی آگے بڑھو۔“

”آج کی یہ نشست ختم کی جاتی ہے۔ دوسری ملاقات کل کسی وقت رکھی جائے؟“

”بالکل ٹھیک ہے۔ کمزور بچات کی۔“

مگر کوئی مصروفیت تو نہیں ہے کمزور صاحب۔ میں نے پوچھا۔

”بالکل نہیں، میں کامانا انتہا ہم دونوں تمہارے ساتھ ہی کریں گے۔ کمزور بچات۔“

دو مزدانی نے تصویر اب تمہارے حوالے کی اور سیریز بھی میں تمہیں دونوں کا۔ وطنی کے بارے میں میرے پاس کچھ معلومات ہیں مگر میں تمہارے کام آسکیں۔ کرنل آسٹن نے کہا اور اس کے بعد ہم اٹھ گئے۔

مہمان خانے میں والیہ آکر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔ ”آسٹن کے سلسلے میں تم مذبذباتی نہیں ہو گئے مزدانی؟“

”مزدانی جہنم تک تمہاری سچوئی نہیں آیا طاہر علی۔ براہ کرم اس کو چھوڑو۔ میری ضرورت ہے۔ میرے بچات حسن صاحب نے کہا۔

”ٹھیک ہے شریف لوگوں کو ہونا سب سمجھو کرو۔ لیکن اب بڑو گرام گیا ہے۔ والیہ کے بارے میں کیا سوچا۔ کیا بڑو گرام

طویل نہیں ہو گیا؟“

”مگر پلہ اب یہاں رکھے۔ یہ کیا فائدہ مان کو پڑو میں ابر کیا رہا ہے۔ وہ اپنا کام کر کے نکل گئی۔ مگر طاہر علی میں نے اپنی زکامیاب سے بڑا دھوکا کھایا ہے، خدا کی پناہ قدرت۔ میں سو بھی نہیں سکتا۔ خدا کی قدرت۔ وہ پلہ پلہ پلہ مجھے ملتی جا رہی ہے۔ پھر وہ دوبارہ میرے پاس آئی۔ اس کا آنا بے مقصد نہیں تھا۔

”ہم مسکرو۔“

”مگر وقت اور خرچ کروں گا آپ لوگوں کا۔ ذرا میری مشکل کا حل دریافت کر دیجئے۔ میں نے کہا۔

”مزدور بچات بیٹھو۔ حسن صاحب نے کہا اور ہم سہ بیٹھ گئے۔

”ڈاکٹر صاحب، آپ نے حسن صاحب کے گھر ندرت کو دیکھا تھا؟“

”ہاں، مگر سرسری طور پر۔ کبھی نہیں نہیں کیا اس پر؟“

”آپ سے تو یہ سوال ہی بے سود ہے حسن صاحب۔ ذرا اس تصویر پر پوز فرمائیے۔ میں نے تصویر ان دونوں کے درمیان رکھ دی۔ حسن صاحب پوری دیکھی سے اس پر جھجک گئے۔

”طاہر علی نے حسب عادت بولنے میں پہل کی۔ سرسری ضرور ہے لیکن بخوبی پہچان سکتا ہوں۔ سونہری دہی ہے۔“

”آپ کیا فرماتے ہیں حسن صاحب؟ میں نے حسن صاحب کو دیکھا۔

”وہی ہے، اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ تم خود ہی تمہیں اس سے واقف نہیں ہو، ابھی خاما وقت گزار چکے ہو اس کے ساتھ۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ حسن صاحب نے کہا۔

”میرا خیال؟ میں نے سسکاتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ یہ قدرت کی تصویر نہیں ہے۔“

”جیسے کہ ہوں، ایک مہربانی کرو گے ہم پر کچھ مجبور حسن کے بارے میں تو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ طاہر علی نے کہا۔

”جی فرمائیے؟ میں سسکا کر بولا۔

”میرے پاس کروما کر کرل میں دبا کر لے جاؤ اور پورے قوت سے سانس کی دھار سے مکراد و تم گھسیاں پیر کرنے کے ماہر ہو، مان لیا مگر اب کھڑی جواب دے گئے تھے۔“

”آپ لوگوں کے حوجے کو کچھ بچنے کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا لیکن میری خواہش ہے کہ تصویر پر پوز کریں۔ کوئی بھی شخص کسی بات سے ناواقف نہیں ہے۔ وطنی دوسری جنگ عظیم میں اتھاری جاسور تھی۔ کتنی عمر ہوگی اس وقت اس کی یہ تصویر آپ کے خیال میں کون سے سن میں کھینچی گئی ہوگی۔ اس کا رنگ

نہ ہے کہ یہ قہیم ہے یعنی دوسری جنگ عظیم کے دوران بر بنانی نادر میرا آب سیرجی ہول رہے ہیں کہ وہ کھا کھا کھ کھ کھ کھ ہوں ہاں ہے جناب جوان ہر کچھ ہوں گے۔ اب قدرت کو یاد کیجئے گا، جن صاحب سمات کیجئے گا اس کے پسرے اور بدی کوئی بن میں نیچے گا۔ وہ دو جوان بیٹوں کی ماں ہو سکتی ہے؟“

”ارے۔ اوہ۔ ہاں واقعی ہرگز نہیں ناما میں میرے خزا۔ تو فریضہ تھی، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، حسن صاحب تمہارا نذرانہ بولے۔

”ڈاکٹر طاہر علی سرگرم رہے تھے۔ ”یارسن۔ وعدہ کرو کہ یہ یاد رکھو نہیں۔“ طاہر علی نے کہا۔

”کیا؟“

”یہی کہ ہم دونوں اعلیٰ پائے کے گاؤں ہیں۔ اتنی سی زمین میں نہیں آئی یا دراصل کھو مسائے کی بات ہے شکل ایک اس سے ملتی ہے لیکن لیکن بات واقعی درست لگتی ہے۔“

”مگر پھر قدرت۔ وہ اس کی ہم شکل کیوں تھی؟ حسن صاحب شان انداز میں بولے۔

”اور وہ فاقہ کیوں ہو گئی؟ ڈاکٹر طاہر علی نے کہا اور

”میری فون راز کر کے بولے۔ کمزور بچات کی ماں میری شہنشاہی باکرہ کے قدرت کا کوئی نہ کوئی تعلق وطنی سے ضرور ہے۔

انتہا ہم شکل ہونالوں تو ممکن نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے دلوڑی واسٹا سے اس کے دو بیٹے ہی نہ ہوں کوئی بیٹی بھی ہو۔ یا پھر اس کے بعد وطنی کا کسی سے کوئی تعلق نہ رہا اور وہ پھر شہنشاہی کی ماں ہی بن گئی ہو۔ یعنی طاہر سے وہ کوئی شریف مشرقی دوستیہ تو تھی نہیں۔“

”اس بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔ میں نے کہا۔

”میرا اور مجھے کچھ دیکھنے کے لیے وقت دو، میں سونا چاہتا ہوں اگر نہ سوسکا تو میں پھر اٹھا کر لوگوں کو مارنا شروع کر دوں گا۔“

”اگر ڈاکٹر صاحب، آپ آرام کریں۔“ میں نے کہا اور ڈاکٹر طاہر علی حسن صاحب کو خدا حافظ کہہ کر چلے گئے جن صاحب کچھ دیر ٹھہری گھماتے رہے پھر ریل کی طرف دیکھ کر بولے۔ ”تم خزانہ مسالمت سے بریشان نہیں ہو رہے عزرائلی میری طرف سے اجازت ہے۔ میں جی تو اس جگہ سے پرہیز نہیں کیج سکتے ہو۔ تمام مسالمتوں کا سنیاساں نہیں ہو جا رہا ہے؟“

”سنو بیٹے۔ بیکے براؤن جیسے شخص پر تو میں ویسے ہی لعنت بھیجتا ہوں۔ بے حد خود غرض اور سازشی انسان تھا۔ جہان ملک نفع نقصان کا تعلق ہے میان تو جوانی میں خوب کالیاب تو ہیں بھی آرام کے دن ہیں۔ اسی طور پر کوئی الجھن نہیں ہے مجھے کیا

ایم۔ اے راحت کا ایک اور شاندار ناول

جہیز

مکمل چار حصے۔ قیمت -/۱۵۰

★ والدین اولاد کیلئے کبھی غلط فیصلے نہیں کرتے ★ نوجوانی کی نادانی کبھی بھی عمر بھر کی سزا بن جاتی ہے ★ معاشرے کے المناک پہلوؤں کی عکاس تحریر

ماہانہ آنچل میں کئی سال تک مچانے کے بعد کراچی ٹی وی کے ۱۹۹۴ء کی مقبول سیریل اعتراف کے نام سے پیش کی جانے والی داستان

اب کتابی شکل میں

علی میاں پیلی کیشنز
اسٹاکٹ: علی بک سٹال
عزیز مارکیٹ، آردو بازار لاہور

فونٹ 7247414
فونٹ 7223853
نسبت روٹیوں کو میوہ ہسپتال لاہور

ان کے جانے کے بعد میں نے ان دونوں سے سوال کیا۔ میری کوئی بات قابلِ اعتراف تو نہیں تھی؟
”ہمارا ایڈیٹر جو فیصلہ کرے گا ہمیں منظور ہوگا“ حسن صاحب مسکراتے ہوئے۔

”تو پھر مجھے معذرتی دیر کے لیے اعازت دے دیجیے ذرا ہدایت سے مل کر اسے واپس پینٹنے کی ہدایت کر دوں؟ میں نے کہا اور ان سے اعازت لے کر باہر نکل آیا۔ بیٹی تک پیدل ہی آیا تھا۔ ہدایت چکی پر موجود تھا اس نے مجھے دوسرے ہی دیکھ لیا اور جھلانگ مار کر باہر نکل آیا۔

”میں نے غور سے دیکھی میری؟ اس نے پوچھا۔
”کیا مطلب؟“
”کل شام کو کبھی ایک گھنٹے ٹھیک عورتی کے اس پاس بچکانہ مارا کہ شاید آپ نظر آجائیں جس میں آٹھ بجے سے وہیں تھا۔ ابھی معذرتی دیر پہلے ہی تو وہیں آیا ہوں۔ ہدایت نے کہا۔
”اور وہ کوئی خاص بات ہے کیا؟ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”ممن ہے آپ کے لیے ہو میں اسی لیے پریشان تھا کہ آپ کو فوراً اطلاع دوں مگر عورتی میں کسی سے کہنے کی ہمت نہیں پڑتی؟“
”کیا بات سبباً بولیں ہی پڑو؟“
”کل شام ندرت لیٹی کو دیکھا تھا۔ مرنوی رنگ کی کار میں تھیں اور پتھر کار چلا رہی تھیں۔ لیکن سے معذرتی سے حاصلے پکار رہی تھیں مرنوی لوگوں سے پوچھ رہی تھیں کہ یہاں کہیں عین بیٹھ مانی تھی ہے؟“
”ندت؟ میں اچھل پڑا۔

”میں ہاں اپنی ندرت لیٹی عورتی میں آپ ان سے ضرور ملے ہوں گے میرا مطلب ہے۔ ہدایت مجھے سمجھانے لگا لیکن مسکرو دماغ کی چولیس بل نہیں۔ ندرت؟ یہاں ہاں کیڑہ میں؟ وہ کار چلا رہی تھی؟ ہدایت کو غلط فہمی نہیں ہو سکتی تھی۔ پورے کی نشاندہی بھی اسی نے کی تھی۔ لیکن ندرت کیا وہ واقعی ویلینٹی کا دوسرا روپ ہے؟ اس کی جوانی اس کی عمر کا دھوکا ہو سکتی ہے اور کیا پوڑھا؟ طاہر علی کے چہرے پر پڑنے والا گھونسا مجھے یاد آ گیا اور وہ وقت بھی جب میں نے اسی میں ندرت پر حملہ کیا تھا اور اس نے اس حملے کا ٹوش بھی نہیں لیا تھا۔ میں نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔ تم اس کے سامنے آگے تھے ہدایت؟
”ہاں صاحب۔ عین بیٹھ میں نے ہی تو بلوائی تھی۔ یہاں ایک ٹیکس کے پاس بلوائی مل گئی تھی۔ ندرت بلوائی نے لے لے پورے سو روپے دے ڈالے۔ انہوں نے ریڈی ایٹر میں پائی بھی...“

”تعمیر سپیان لیا تھا اس نے؟“
”جی صاحب ڈون سپیان لیا تھا؟“
”اس نے تم سے تمہارے بارے میں پوچھا؟“
”کچھ بھی نہیں۔ وہ کچھ عجیب سی ہیں صاحب۔ زیادہ بولی بھی نہیں بس عین بیٹھ کے لیے کہا پھر پانی کے لیے اشارہ کیا۔ سو کاؤٹ انہوں نے مجھے بھی دیا تھا؟“
”کسی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا؟“
”بالکل نہیں۔ میں نے کہا، آپ مجھے پہچان نہیں ندرت لیٹی تو انہوں نے گردن ہلا دی اور بس پھر عین بیٹھ بر لوانے کے بعد انہوں نے کار شارٹ کی اور چل گئیں۔“
”آخری سوال ہدایت اس کا کیا جواب دیا تھا تم نے؟“
”بندش جو ساتھ صاحب۔ یہ غلطی ہو گئی۔“
”زندگی کیسے تھا؟“
”مر مرنی۔“
”مذکورہ سی گاڑی تھی؟“
”دیر بھی نہیں معلوم مگر آپ چاہیں تو ایک کام کیا جا سکتا ہے؟“
”کیا؟“
”بابو کے پاس چلیں۔ کار کے بارے میں وہ بتا سکتا ہے۔

”ممن ہے اس نے خبر بھی دیکھا ہو؟“
”ہاں، چلو کہاں رہتے ہو وہ؟“
”بس معذرتی دور۔ آئیے؟ ہدایت نے کہا اور میں لے ساتھ تھے کہ چل پڑا۔ لیکن یہاں ہی ناگامی ہوئی۔ بابو موٹر پارکس خرابی سے شہر چلا گیا تھا اور اس کی مکان نہ تھی۔
”بڑی حماقت کی تم نے ہدایت، کم از کم خبر تو دیکھنا چاہیے تھا۔ اب تمہاری کوئی ہے کہ تم نہیں ہو۔ بابو آجائے تو اس سے کار کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر کے آؤ تم لوگ آج واپس جا رہے ہیں۔“
”ٹھیک ہے صاحب۔ جون ہی باو آجائے گا میں اس سے معلومات کر کے واپس پہنچ جاؤں گا۔“

ہدایت کے اس انکشاف نے ہی طرح الجھا دیا تھا۔ راستے میں عین ندرت کی کپڑا شخصیت کے بارے میں غور کرتا رہا۔ درحقیقت وہ پورے بارے میں زیادہ پتلا رہا تھی۔ میں نے لے پورے بابا کی رہائش گاہ میں اس کا راز پورے رکھ کر دوسرے ہونے دیکھا تھا۔ یہ دن ناکامی ہو سکتا تھا۔ سو اس کے پاس گیا کہا جا سکتا تھا کہ پورے کے لیے ضرور تھی۔ میرے اپنے دیکھ لیے جانے پر اس نے مجھے تم کرنے کا کوشش کی تھی۔ ایک بار خبر سے اور دوسری بار کار میں خرابی پیدا ہو کے۔ مجھے اچھا

اس اس ہمارا اس خرابی کے پیدا کرنے کا مطلب تھا کہ اسے کار کے مینیجر سے بے پوری طرح واقفیت تھی۔ پھر اس نے نہایت بالکل سے خبر بھی فاش کر دی۔ لیکن اس کے اندر غفلت بھی تھی۔ ورنہ وہ مجھ سے معافی مانگ کر خود کو بے نقاب کیوں کرتی۔ بلیت اس بل تو کسی طرح نہیں جاتی تھی۔ اس کے بعد اس نے مجھے ڈائری دی۔ یہی جی اس بلیت کا ثبوت تھا کہ وہ مجھے ان حالات سے متعلق رکھنا چاہتی تھی۔ اور اس رات وہ فاش ہو گئی۔ اور اب ہدایت کا انکشاف۔

ساری کہانی بے پناہ الجھ بونی تھی۔ بوڑھا بابا یہاں سے فاش ہو گیا تھا پھر وہ یہاں کیا کر رہی تھی۔ سو میں میں داخل ہونے ہونے میں نے اپنا پورا فیصلہ قرار دیا۔ یعنی اب میں جی ان لوگوں کو ندرت کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔
دوپہر کے کھانے پر زبردست اہتمام تھا۔ پرزدن کا گوشت تیار کیا گیا تھا۔ کونہ ہاری دوستی حاصل کرنے میں کوشاں تھا۔ تو بیچم ہاں کھڑے سے چل پڑے۔ شکر ہے اس دوران اوشا سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ یہ راول پی ٹی فونڈہ کر رہی تھی۔ واپس میں کرنل آسٹن بھی ہمارے ساتھ تھا اور اس کی وجہ سے میں تمام گھنگو انگریزی میں کرنی پڑ رہی تھی۔



فیڈر کو مرنوی کے گریٹ سے اندر داخل ہوئی تو ہنگامہ ہو گیا۔ استقبال کرنے والوں میں ہمارا دفتر شامل تھیں۔ مجھے نہیں روک لیا گیا۔ جس نے طنز یہ لہجے میں کہا۔ سنائیے چچا جان کب کب صحت کیسے ہے۔ گتا ہے اس آوارہ گردی نے آپ کو دیکھا رہا ہے۔“
”چچا جان؟ دفتر نہیں کو بولی۔“
”ٹوٹری اور اسٹیل طاہر کے دوستوں کو چچا جان ہی لہا جا سکتا ہے۔ پہلے یہ ہمارے دوست تھے لیکن اب سوکھال ہاتھیں خود انارازہ ہے۔“

”ان کی تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اس شریف رول کی کا کا تصور ہے جسے بھی چچا جان کہا پڑے گا۔“ دفتر نہیں کر لیا۔
”شریف رول کی انہیں سمجھائی کیوں نہیں۔ جس ہاں کی طرف دیکھ کر لولا اور ہمارا دور انارازہ میں مسکرا دی۔ اس مخاطب پر اس نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔
”ارے ہاں۔ یہ ہمارے تھے یہاں کون ہیں؟ جو ٹوٹری کے ساتھ اندر شریف لے گئے ہیں؟“
”کون جان آسٹن؟“
”کون کبھی ہوں گے اب تو۔“

”دوسری جنگ عظیم میں لڑ چکے ہیں۔ ویسے آپ لوگوں کو ان کا احترام کرنا ہوگا۔“
”ہاں بھائی، لیکن تیری جنگ عظیم نہ شروع کر دیں۔“
”اب آپ لوگ اعازت دیں اپنے کمرہ میں ہواؤں؟ میں نے کہا اور فریڈ کو جلدی سے بولی۔
”ابھی وہاں جا کر آپ دیر ہی ہوں گے۔ گوہرانی کا بند بلیت کھریں پہلے۔“

”ممن کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ تمہارے لیے تو پھر غور کروں گا۔ میں نے ترکی بہ ترکی کہا۔ اور اس کے بعد میں وہاں سے ایسی گیا۔ کیم بابا اور داز سے پر ہی انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ بڑا اضطراب انداز میں اٹھے اور پھر ٹھیک گئے۔ پہلے تو میرے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا لیکن ان بڑھے بانڈوں کی طلب میں نے سمجھ لی تھی۔ میں نے انہیں اس احترام انداز میں سلام کیا۔ اور آگے بڑھ کر ان کے سینے سے لپٹ گیا۔ کیم بابا نے مجھے سینے سے چھین لیا۔

کیم بابا سے معلوم ہوا کہ صرف ایک بار تاکہ فون آیا تھا۔ کہنے لگا کوئی کام نہیں ہے۔ آجائیں تو سلام کہہ دیں۔ رات کا کھانا حسن صاحب کے ساتھ کھایا، وہ دوران ہمارا دیر و چاچی تھیں۔ کھانے پر آسٹن بھی تھا۔ اس وقت سب سے اس کا تعارف کھرایا گیا۔ آسٹن سب سے محبت سے ملا۔ اس کے بعد حسن صاحب کے قصوں کو سن کر میں اس نشست چم گئی۔ موضوع پورے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

”یہ فیصلہ کن مشکل ہے کہ پورے کو کہاں لے جایا گیا۔ لیکن خزانہ کی تمہاری بات سے متفق ہوں کہ اب ہمیں وطنی پر کام کرنا چاہیے۔“
”اس بڑی کے بارے میں کیا سوچا تم لوگوں نے؟ آسٹن نے کہا۔

”وطنی سے متعلق آپ کے پاس کچھ کاغذات تھے؟“
میں نے آسٹن کو مخاطب کر کے کہا۔
”ساتھ لایا ہوں؟“ آسٹن لولا اور اس نے اپنی جیب سے سفید رنگ کا ایک کاغذ نکال کر ہارے سامنے رکھ دیا۔
”یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے مجھے سخت محنت کرنی پڑی ہے۔“

میں اور حسن صاحب کاغذات پر جھک گئے۔
”ہاں، کچھ ہیں وطنی۔“
”اس کی جہل کرن اور اس کے وہ“
میں شامل ہوئی۔

میرے بڑے کوڑھ کے مشکل نفعے فراہم کیے۔
 بریک چارٹ پر دو گھم کی ایک سراج مری۔
 انیش کے مقام پر ایک ہرمن جلیان تو تنہا اڑا دیا۔ اس کے
 علاوہ مختلف محاذوں پر اتحادیوں کے لیے کام کیا۔
 نرم مزاج، سرد رویہ میں بات کرنے والی، ہنسنے ہنسنے
 کسی کو قتل کر دینا اس کی صفات ہیں۔ فخرنا سفاک ہے لیکن چہرے
 سے اندازہ نہیں ہوتا۔
 اس کے علاوہ اس کے قد و قامت کے بارے میں تفصیل
 سمیٹی کچھ اور کا ناموں کی فہرست تھی لیکن یہ باتیں ہمارے لیے
 بہت مفید نہ تھیں۔
 "اس کی صحیح قیمت کو کوئی تفصیل نہیں ہے؟ میں نے کہا،
 "حکومت اٹلی کو حاصل نہ ہو سکی ہوگی" مگر اسٹن نے

جواب دیا۔
 "آپ نے خود ہی اندازہ لگایا ہوگا مگر اسٹن کہ ان میں
 کوئی کارآمد چیز نہیں ہے سوائے اس تصور کے۔ میں اس
 تصور کی کچھ کامیابیاں اور نٹاؤں گا۔ ہاں ایک ذاتی دلچسپی کا سوال
 آپ سے ضرور کروں گا۔
 "ہاں ضرور مگر اسٹن نے کہا۔
 "موزٹ سورت کی کہانی کم از کم اٹلی میں تو عام ہوگی؟
 "اس وقت تک نہیں ہوتی تھی جب تک جاپان کے
 اخبارات نے وادھی واسکاٹ کی داستان شائع نہیں کی تھی۔
 لیکن اس کے بعد یہ علاقہ اور اس سے متعلق داستانیں اخبارات
 کی تیز رفتاری بننے لگیں۔ حکومت اٹلی چونکہ ان حالات سے خود بھی دلچسپی
 رکھتی تھی اس لیے طویل عرصہ تک تو وہاں حکومت کی طرف سے ہی
 کام ہوتا رہا۔ میں دو حصے سے تو نہیں کہتا لیکن حالات کا تجربہ کرنے
 سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں کی حکومت اس سلسلے میں بڑی جینگی
 سے کام کرتی رہی ہے۔
 "کیا یہ ممکن نہیں مگر اسٹن کہ کامیاب ہوگئی ہو؟
 "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی
 عملگ سے کام کیا ہے۔ چونکہ خود بھی ان معاملات سے متعلق
 رہا ہوں اس لیے مجھے عام لوگوں سے زیادہ معلومات حاصل
 رہی ہیں۔
 "یعنی آپ دو حصے سے کہہ سکتے ہیں کہ حکومت اٹلی کو
 موزٹ سورت کا فرزند نہیں مل سکا؟
 "ہاں اندازہ تو یہی ہے۔
 "کیا عام لوگوں نے اس خزانے کے حصول کے لیے
 کوششیں نہیں کیں؟

"ایک جگہ سادہ بچہ کنوینٹس تک۔ فرجنو کی ٹولپوں نے تو
 اس علاقے میں ڈرسے ڈال دیے تھے اس سلسلے میں غلط فہمیاں
 ہونے پر غور فرمائی بھی ہوئی چنانچہ حکومت کو اس علاقے پر پابندی
 لگانا پڑی؟
 "پھر اب وہ علاقہ حکومت کی نگرانی میں ہے؟
 "ایک مخصوص صوبہ تک۔ کیونکہ علاقہ بہت پرخطر اور شور
 گذار ہے۔ اس جگہ جو تصور کی گئی ہے وہاں تک تو عام لوگوں کا
 انتظامات کے بغیر پہنچنا ہی مشکل ہے۔ اسٹن نے جواب دیا۔
 "حسن صاحب پیشانی نسل رہے تھے۔ پھر انھوں نے
 سمجھنا ہی ہوئی اور اس میں کہتا ہوں لوگ اس خزانے کے حصول کے لیے
 کوشاں ہیں بلکہ سوچ رہے ہیں کہ ہم سے زیادہ بوجھ بھگتا اور
 کوئی نہیں ہے؟
 "ہر کام مشکل ہوتا ہے مگر حسن۔ یہ سوچ کر کہ ہم سے زیادہ
 ذہین لوگ وہ کام نہیں کر سکتے تو تم کیا کر سکتے گے۔ ایسا مادے
 ترک نہیں کر سکتے۔ مجھ پر بڑھ کر کوئی دیکھے، ساری زندگی فرج کی
 صعوبتوں میں گذار دی اور آخری عمر جو آرام کرنے کی تھی خزانے
 کی تلاش میں بسر کر رہا ہوں؟ اسٹن نے کہا اور حسن صاحب
 گردن ہلانے لگے۔ رشتہ کا ذہن تو تھی۔ بہت در تک
 اس موضوع پر باتیں ہوتی رہیں پھر میں اجازت لے کر نکل آیا۔

دو سکر دن دفتر جا کر وہاں کے معاملات سنبھالے کام
 بہت خوش اسلوبی سے ہو رہے تھے، حسن صاحب بھی دفتر
 آئے تھے۔ وہیں سے انھوں نے مجھے فرج کیا۔ "دفتری کاموں
 کی کیا پوزیشن ہے خزانے؟
 "میں ٹھیک ہیں؟
 "ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر کوئی ضروری
 اور سمجھا دو ویسے تو وہ خود بھی ذہین تو جوان ہے اور ہمارے
 معاملات سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہے لیکن بہتر ہوگا کہ تم اسے
 کچھ اختیارات اور سونپ دو۔
 "جی۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟ میں نے سوال کیا۔
 "خزانے کی تلاش، حسن صاحب میں کر لوں۔
 "گو یا میری سرکاری ڈیوٹی ہے۔
 "نہیں جیٹ آپ کے ذہن کو آرام دینا چاہتے ہیں ہم لوگ۔
 آپ جیسے قیمتی شخص کو دفتری کاموں میں سر نہیں کھانا چاہیے۔ آپ
 شاید معمول سے ہیں کہ آپ ہماری ٹیم کے لیڈر ہیں؟
 "اوہ۔ حسن صاحب؟
 "کوئی بیکار بات کی تو ناراض ہو جاؤں گا سمجھے۔ بس اگر کو

اس کی ذمہ داریاں سنبھال دوں گا کہ ان دنوں تم دو سکر کاموں
 میں مصروف ہو؟
 "بہتر میں نے جواب دیا۔ اگر میرا اسٹنٹ تھا ایک
 ذہین تو جوان جو بے تکان کام کرنے کا شوقین تھا۔ دن کو ڈیڑھ
 بجے تک اکیس کے ساتھ مصروف رہا پھر فرنگہ کا فون وصول ہوا۔
 "وہ خزانے کی جہازیں شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھا چکے گا، اچھا
 پروگرام بنا ہے یہ نہ مسموم کیجیے گا؟
 "نہیں جہاں حضور آپ کے حکم کو ماننے کی مجال ہے؟
 میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔
 "آٹھ بجے؟
 "کچھ پہلے آئے ہیں کوئی عرصہ ہے؟
 "مگر نہیں، فرنگہ نے جواب دیا میں فون بند کرنے کے
 بعد در تک مسکراتا رہا تھا۔ چار بجے حسن صاحب دفتر سے آئے تو
 میرے کمرے میں مجھ سے ملنے ہوئے گئے۔ میں نے انھیں رات
 کی ضروریات کے بارے میں بتا دیا۔
 "ٹھیک ہے، شام کی چائے تو ہمارے ساتھ ہی پیو گے۔
 مات تکے میں ایک مینیٹنگ میں جاؤں گا، اسٹن کو ساتھ لے
 اؤں گا۔ شریف انسان ہے حسن وغیرہ سے وہی کاٹھ لیا ہے اس نے؟
 "اوہ۔ یہ عمدہ بات ہے۔
 "میں سمجھتا ہوں اس نے ایسا کیا کیوں ہے؟
 "کیا مطلب؟
 "سوچ رہا ہے کہ ہم پر بار نہ بنے اور کام شروع ہونے
 تک لینے آپ کو مصروف رکھے؟
 "ہوں؟ میں نے پوچھا انداز میں گردن ہلائی۔
 "تم سوچ رہے ہو کہ اگر اسٹن کی کوئی چال تو نہیں ہے
 یعنی اس طرح وہ بچوں میں کھیل کر کسی سلسلے میں کوئی سراغ تو
 نہیں لیا جاتا؟ حسن صاحب نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ وہ حقیقت
 ہی خیال کیسے ذہن میں آیا تھا جسے حسن صاحب نے پڑھ لیا۔
 "میں آپ کی اس خیالی شناسی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔
 تم صاحب در حقیقت میرے ذہن میں ہی خیال آیا تھا؟
 "چھوڑو میاں۔ زندگی میں خود کو ذہین ثابت کرنے کا کافی
 موقع ہی نہیں ملا۔ اس میں ہی ہماری خیالی شناسی کا کوئی دخل
 نہیں ہے۔ اس کا اظہار خود وہی نے کیا تھا؟
 "اسٹن نے؟
 "ہاں کہنے کا مگر حسن نے بچے مجھے بہت پیار سے لگتے ہیں۔
 لوہات ان کے ساتھ گذاروں گا مگر خدا کے لیے یہ تم کو بچ
 بنا کر رکھان کے ذریعے کوئی سراغ نہ لیا جاتا ہے۔ یہ موضوع

میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔
 "آٹھ بجے؟
 "کچھ پہلے آئے ہیں کوئی عرصہ ہے؟
 "مگر نہیں، فرنگہ نے جواب دیا میں فون بند کرنے کے
 بعد در تک مسکراتا رہا تھا۔ چار بجے حسن صاحب دفتر سے آئے تو
 میرے کمرے میں مجھ سے ملنے ہوئے گئے۔ میں نے انھیں رات
 کی ضروریات کے بارے میں بتا دیا۔
 "ٹھیک ہے، شام کی چائے تو ہمارے ساتھ ہی پیو گے۔
 مات تکے میں ایک مینیٹنگ میں جاؤں گا، اسٹن کو ساتھ لے
 اؤں گا۔ شریف انسان ہے حسن وغیرہ سے وہی کاٹھ لیا ہے اس نے؟
 "اوہ۔ یہ عمدہ بات ہے۔
 "میں سمجھتا ہوں اس نے ایسا کیا کیوں ہے؟
 "کیا مطلب؟
 "سوچ رہا ہے کہ ہم پر بار نہ بنے اور کام شروع ہونے
 تک لینے آپ کو مصروف رکھے؟
 "ہوں؟ میں نے پوچھا انداز میں گردن ہلائی۔
 "تم سوچ رہے ہو کہ اگر اسٹن کی کوئی چال تو نہیں ہے
 یعنی اس طرح وہ بچوں میں کھیل کر کسی سلسلے میں کوئی سراغ تو
 نہیں لیا جاتا؟ حسن صاحب نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ وہ حقیقت
 ہی خیال کیسے ذہن میں آیا تھا جسے حسن صاحب نے پڑھ لیا۔
 "میں آپ کی اس خیالی شناسی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔
 تم صاحب در حقیقت میرے ذہن میں ہی خیال آیا تھا؟
 "چھوڑو میاں۔ زندگی میں خود کو ذہین ثابت کرنے کا کافی
 موقع ہی نہیں ملا۔ اس میں ہی ہماری خیالی شناسی کا کوئی دخل
 نہیں ہے۔ اس کا اظہار خود وہی نے کیا تھا؟
 "اسٹن نے؟
 "ہاں کہنے کا مگر حسن نے بچے مجھے بہت پیار سے لگتے ہیں۔
 لوہات ان کے ساتھ گذاروں گا مگر خدا کے لیے یہ تم کو بچ
 بنا کر رکھان کے ذریعے کوئی سراغ نہ لیا جاتا ہے۔ یہ موضوع

میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔
 "آٹھ بجے؟
 "کچھ پہلے آئے ہیں کوئی عرصہ ہے؟
 "مگر نہیں، فرنگہ نے جواب دیا میں فون بند کرنے کے
 بعد در تک مسکراتا رہا تھا۔ چار بجے حسن صاحب دفتر سے آئے تو
 میرے کمرے میں مجھ سے ملنے ہوئے گئے۔ میں نے انھیں رات
 کی ضروریات کے بارے میں بتا دیا۔
 "ٹھیک ہے، شام کی چائے تو ہمارے ساتھ ہی پیو گے۔
 مات تکے میں ایک مینیٹنگ میں جاؤں گا، اسٹن کو ساتھ لے
 اؤں گا۔ شریف انسان ہے حسن وغیرہ سے وہی کاٹھ لیا ہے اس نے؟
 "اوہ۔ یہ عمدہ بات ہے۔
 "میں سمجھتا ہوں اس نے ایسا کیا کیوں ہے؟
 "کیا مطلب؟
 "سوچ رہا ہے کہ ہم پر بار نہ بنے اور کام شروع ہونے
 تک لینے آپ کو مصروف رکھے؟
 "ہوں؟ میں نے پوچھا انداز میں گردن ہلائی۔
 "تم سوچ رہے ہو کہ اگر اسٹن کی کوئی چال تو نہیں ہے
 یعنی اس طرح وہ بچوں میں کھیل کر کسی سلسلے میں کوئی سراغ تو
 نہیں لیا جاتا؟ حسن صاحب نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ وہ حقیقت
 ہی خیال کیسے ذہن میں آیا تھا جسے حسن صاحب نے پڑھ لیا۔
 "میں آپ کی اس خیالی شناسی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔
 تم صاحب در حقیقت میرے ذہن میں ہی خیال آیا تھا؟
 "چھوڑو میاں۔ زندگی میں خود کو ذہین ثابت کرنے کا کافی
 موقع ہی نہیں ملا۔ اس میں ہی ہماری خیالی شناسی کا کوئی دخل
 نہیں ہے۔ اس کا اظہار خود وہی نے کیا تھا؟
 "اسٹن نے؟
 "ہاں کہنے کا مگر حسن نے بچے مجھے بہت پیار سے لگتے ہیں۔
 لوہات ان کے ساتھ گذاروں گا مگر خدا کے لیے یہ تم کو بچ
 بنا کر رکھان کے ذریعے کوئی سراغ نہ لیا جاتا ہے۔ یہ موضوع

میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔
 "آٹھ بجے؟
 "کچھ پہلے آئے ہیں کوئی عرصہ ہے؟
 "مگر نہیں، فرنگہ نے جواب دیا میں فون بند کرنے کے
 بعد در تک مسکراتا رہا تھا۔ چار بجے حسن صاحب دفتر سے آئے تو
 میرے کمرے میں مجھ سے ملنے ہوئے گئے۔ میں نے انھیں رات
 کی ضروریات کے بارے میں بتا دیا۔
 "ٹھیک ہے، شام کی چائے تو ہمارے ساتھ ہی پیو گے۔
 مات تکے میں ایک مینیٹنگ میں جاؤں گا، اسٹن کو ساتھ لے
 اؤں گا۔ شریف انسان ہے حسن وغیرہ سے وہی کاٹھ لیا ہے اس نے؟
 "اوہ۔ یہ عمدہ بات ہے۔
 "میں سمجھتا ہوں اس نے ایسا کیا کیوں ہے؟
 "کیا مطلب؟
 "سوچ رہا ہے کہ ہم پر بار نہ بنے اور کام شروع ہونے
 تک لینے آپ کو مصروف رکھے؟
 "ہوں؟ میں نے پوچھا انداز میں گردن ہلائی۔
 "تم سوچ رہے ہو کہ اگر اسٹن کی کوئی چال تو نہیں ہے
 یعنی اس طرح وہ بچوں میں کھیل کر کسی سلسلے میں کوئی سراغ تو
 نہیں لیا جاتا؟ حسن صاحب نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ وہ حقیقت
 ہی خیال کیسے ذہن میں آیا تھا جسے حسن صاحب نے پڑھ لیا۔
 "میں آپ کی اس خیالی شناسی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔
 تم صاحب در حقیقت میرے ذہن میں ہی خیال آیا تھا؟
 "چھوڑو میاں۔ زندگی میں خود کو ذہین ثابت کرنے کا کافی
 موقع ہی نہیں ملا۔ اس میں ہی ہماری خیالی شناسی کا کوئی دخل
 نہیں ہے۔ اس کا اظہار خود وہی نے کیا تھا؟
 "اسٹن نے؟
 "ہاں کہنے کا مگر حسن نے بچے مجھے بہت پیار سے لگتے ہیں۔
 لوہات ان کے ساتھ گذاروں گا مگر خدا کے لیے یہ تم کو بچ
 بنا کر رکھان کے ذریعے کوئی سراغ نہ لیا جاتا ہے۔ یہ موضوع

میرے لئے وہی درخشاں نورِ بہاوت کا فانی کیا تھا جس کے بارے میں میں نے جیسے بتایا، چلنے پر گفتگو ہوتی رہی، ظاہر علی البیضاء میں پریشان کر رہے تھے اس لیے صورت تھے پھر علاوہ مختلف چیزوں کا مجھے اجازت مل گئی تھی۔ حسن صاحب کے زہرہ بڑا ہی مہربان اور ہنس مٹا ہوا تھا کہ اتنے عزیز دوستوں میں مل کر کونسا کونسا ہنسی کی طرف جارہا تھا کہ اتنے عزیز دوستوں میں مل سے اذیت نہ ہو، کیونکہ رنگ گئی، تیار نہیں ہونے آپ؟

مخمل تیار ہوں، میں نے سوچا تھا کہ یہیں سے تمہارے ہنسی کی دل کا آؤ حسن انتظار کر رہے ہیں؟

تو ہنسی نے کہہ کر ہی رہ گئی، یوں لگا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو لیکن ہم دور سے لے کر اس نے آگے قدم بڑھا دیئے، میں اس کے مشعلے کو سجدہ نہ کیا تھا لیکن من کے کرے میں اس کی وضاحت ہو گئی۔

”کتنی دور لگے گی یعنی میں تو بس دس منٹ لوں گا؟“

”غزالی صاحب تیار ہیں، مسکے رہا ہے تو میرے کہا لیے میں کسی قدر مطمئن تھا۔ حسن نے نادرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا: ”یار عزیزین، حسیہ صاحبہ کے ہاں جا رہے ہیں ہم لوگ کوئی ٹاپ کروا دو رہے لوگ ہمیں گھر سے مل گئے۔ کیوں اپنی پڑائوشین خراب کو نہ پھینک گئے، ہواؤ شاہ باں“

”کیوں پریشان کر رہے ہو حسن، میں تو تیار ہوں بھر نکلا تھا“

”حسن بیچارے! آؤ اس وقت غزالی صاحب کو وہ گھر سے رنگ کا سوٹ تو پہننا چاہیے جو جاکھوں نے صحت ایک بار پہنا ہے۔ وہی جس پر ہلکی سیاہ لائنیں ہیں آفرمائے گی اس کے جذبات کا خیال رکھنا، ہمارا فرض ہے، تو میرے کہنا۔“

”تو میرے ڈیڑھ بجے تک ہمارا بیٹے گا“

”تو جانتے ہو جو رہی ہے، تو میرے شرات سے کہا۔ سوٹ تبدیل کرتے ہوئے مجھے تو میری چھپکھا سوٹ کا خیال آیا۔ وہ شاید تنہائی میں مجھ سے لباس تبدیل کرنے کے لئے نہیں کہہ سکتی تھی لیکن حسن کے ہاں اس کی زبان کوئی نئی تھی۔“

سوٹ میں کتنا ساری ہلاکت کا دو فون آگئے، مجھے گھر سے گھر سوٹ میں دیکھ کر تو میری آنکھوں میں ایک جھپک سی آئی، دور سے لے کر اس نے رخ بدل لیا۔ راستے میں حسن نے کہا: ”میرے کزن اسٹن کون ہیں بے حد دلچسپ شخصیت ہیں، جبکہ عظیم کے واقعات بڑے دلچسپ انداز میں سناتے ہیں۔“

”ظاہر ظہل کے دوست ہیں، مان کی طرف میں ملاقات ہوئی تھی حسن صاحب نے یہاں کی دعوت دے دی؟“

”بڑا ہی اچھی شخصیت کے مالک ہیں، ایک پڑوتا رہا رنگ دوست“

جاننا چاہتی ہو۔ جسے کسی راز کی عقدہ کشائی چاہتی ہو۔ اس کی آنکھوں میں اس کے لیے میں کچھ جاننے کی تڑپ تھی، متناقد کیفیتیں تھیں اس کے انداز میں جیسے اسے کچھ لوگوں سے شکارت ہو۔

پر تمام احساس ایک لے کا تھا صرف ایک لے کا، اس کے بعد مجھے ہاکی طرف متوجہ ہونا پڑا جو کہہ رہی تھی، یہاں بات دو دو گزوں کے درمیان ہوتے دو، جو غور سے ایک ایک گونسی جا رہی ہے؟

”ایک فیصلہ کرنا ہے میں ہا، آخری فیصلہ، فرخ زکریا نے کہا۔“

”کیسا فیصلہ؟ جانے پوچھا۔“

”آخر تم لوگ ہی کیوں ہفت بننے نہیں۔ آپ لوگ بات اپنے ملک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ ایسا پر اسرار عشق آج تک دیکھا نہ تھا۔ یعنی آنکھوں میں چار بجے سے زبان پر یہ محاسن بھی ہے ایک دوسرے کے لیے ایسا رہی ہے، فرخ زکریا بھی ہے اور ان تمام باتوں کے ساتھ آخرات بھی۔ میں نہیں چلے گی۔ آج آپ لوگوں کو اجازت کونا بڑے گا۔ دوستی کے نام پر اپنا ثابت کے نام پر فرخ زکریا نے کہا۔“

”کیسا احترام؟ میں نے پوچھا۔“

”پہلے رشتے کا، خاصا بڑا بھائی ہیں اور لیجیو میں اعتماد بھی پیدا کر لیتی ہیں کہ تم لوگ کبھی شادی نہیں کریں گے، غزالی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہے آپ لوگ ہاں کا احترام دیں گے اس کی شخصیت کی کبھی تعریف نہ ہوگی، وجہ یہ کیا یہ متناقد کیفیت نہیں ہیں؟ کیا ہیں ان کو نہیں بنایا مارا؟“

”جمالی جان کی زبان تو کچھ زیادہ ہی کھلتی جا رہی ہے، حسن نے ہنستے ہوئے کہا۔“

”معتدل سوال ہے، حسن نے سرد مہری سے کہا۔“

”صد ہو گئی ہے منافقت کی“

”میں حسن جمالی کی تائید کرتی ہوں، تو میرے کہا۔“

”ہا۔ حالات میرے لیے کافی سازگار ہو گئے ہیں کیا خیال ہے جلیں یہاں سے؟“

”نہیں غزالی، ہم بزدل ہیں کیا؟ جانے کہا۔“

”سبحان اللہ، یہ ہوئی نا عورتوں والی بات؟ حسن نے کہا۔“

”حسن میں ہمارا کس ایسے سوال کا ہر طرف نہیں بنانا چاہتا، بلکہ اس کی شخصیت کو داغدار کرے۔ میں نے اور ہانے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ یوں سمجھ لو، جیسے ایک معتدل رشتہ جانی ہے، اس کے اور کسی درمیان وہ تمام پاکیزہ رشتے ہیں جو ”بیکے دو ستروں کے درمیان ہوتے ہیں۔ ان رشتوں میں کوئی کوئی آلودگی نہیں ہے۔ ان میں کہیں توڑتوں کا ٹھونڈ نہیں ہے ہاں شادی ہوگی کسی ایسے شخص کے ساتھ جسے میں اس کے قابل

پاؤں کا میری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔ مجھے اس کا ہر ایک وقت کیونکہ ہمارے ہیں، میں اس کے لیے ایک ایسے شخص کا کام کر دوں گا جو اسے سمجھے، اور تخریب صاحب میں نے اسی لیے کہا۔“

”سے کہا تھا کہ ہاں کا ہوا احترام کیا جائے، اس کا خیال رکھا جائے، اسے سنی غیر سرگرمیوں کا شکار نہ بنا یا جائے، فرخ زکریا وہ تعلیم ہے وہ قابل احترام ہے، وہ پیار کے قابل ہے؟“

”اماں والے تخریب جیسے سے نہ کوئی دیا تم نے؟ میں نے انہیں بھارت کر بولا۔“

”مجیب بات ہے، وہ شخص آپ نہیں ہو سکتے غزالی جمالی، فرخ زکریا نے کہا۔“

”جی نہیں، خدا آپ کو فتنے دے تو آپ ہمارے درمیان قائم رشتے کی گہرائیوں میں پہنچنے کی کوشش کریں جمالی صاحبہ؟“

”یعنی تم تو زمین کے بسنے والے ہیں، دی کو تے ہیں جو باپ دادا کرتے آئے ہیں، حسن نے نمر بار کے کہا، فرخ زکریا کی شکل دیکھ رہی تھی جیسے اس نے کہا: ”کیوں ہا تم غزالی جمالی سے متعلق ہو؟“

”سو فیصد؟ ہلکتے جواب دیا، لیکن اس کے لیے میں ایک کلمہ سچی ایک کراہ تھی۔“

”غواہ، غواہ اس سین ماحول کو تباہ کر دیا، اب اس موضوع کو تبدیل کر دیا جائے، ورنہ ہم چلے؟ میں نے کہا۔“

”جی نہیں، اچھی گفتگو نہیں ہوگی آپ کی، میرے حال ہم لوگ آپ کے ان جذباتوں کی گہرائیوں میں تھکتے رہیں گے، ان کی بدانتظامی کی وجہ سے تھکتے رہیں گے۔ جیسے اس موضوع پر آپ سے گفتگو کی جائے گی؟“

”اس وقت اگر مجھے اجازت مل جائے تو دعائیں دوں گی۔“

”بہت جاؤ شرافت سے ہمارا نہ اچھا نہیں ہوگا، فرخ زکریا جبکہ کہوں، کافی دور اس دلچسپ گفتگو میں گذر گئی، پھر تو میرے ایک تجویز پیش کی، ہر شخص اپنی اپنی بات کا ایک شرف تھے،“

”خدا خیر کرے، آپ کو شادی کیوں ہو گئی؟ فرخ زکریا نے کہا۔“

”تندہوں فرخ زکریا، میری تائید ہی میں شریعت سے آپ کی درجہ سوجھیں انرا ت دد رنگ جا سکتے ہیں، تو میرے کہا۔“

”تو میں انہماک کر رہی ہوں، ہم اللہ، فرخ زکریا نے فریاد اختیار ڈال دیے، قرعہ اندازی ہوئی پہلا فرخ زکریا کا نکلا۔ ”زینک وہ خمرے کو تارا، پھر بولا،“ میں صرف اپنا شرف سن سکتا ہوں اور حسب حال شرمندوں کو کھنے کے لیے کاغذ تکرار کر رہا ہوں، اس

اپنا جائے"
 ”آپ کو گزار ہونے کا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ ابھی بیٹھ رہے ہیں۔“ فرزند نے کہا۔ میرے سر لوگوں کو کاغذ اور قلم رکویے گئے۔ درج ہے ہی مصروف ہونے کے لیے میرے پاس کرا بڑا تھا۔ میرے جھٹے سے پہلا شعر سنایا، ارشاد ہے:

”خواب سے تیری اداؤں نے جگایا ہے مجھے
 تیرے انداز کو، کیا ہوشیار نظم کروں
 ”تازہ کرتی ہوں اس مثنوی سے پہلے میں بھیجا دو پیر گو بارہ
 سچ تک سوئے تھے یہ تو خیر نے کہا۔“

دور انام کا کمال آیا تھا۔ اس نے کہا ”میرا شعر صرف شعر ہے۔ اور حسن چھائی کی طرح میں نے اسے نام سے منسوب نہیں کر لیا ہے۔ چنانچہ اسے صرف شعر سمجھا جائے۔“
 ”ارشاد ارشاد، تو اور وہ فرزند نے بیک وقت کہا۔
 ”جائے رہتے ہیں جہے پہ پہ ہونسی کی کرن
 نہ جانے نہ روح میں گئے شکات رکھتے ہیں
 ”صرف شعر ہے۔ اللہ کے واسطے اسے صرف شعر سمجھا جائے۔“ فرزند نے فریاد کیا۔

تیسرا شعر بھی پڑھنا پڑا تھا:
 ”اب چھوڑے بھی آپ ہر سے حسن کا بیان
 اندر شرم آتی ہے جانے بھی دیکھیے،
 فرزند نے پڑھا:
 ”کچھ تو ہی مرنے درد کا مفہوم سمجھ لے
 ہنستا ہوا چہرہ تو زمانے کے لیے ہے
 ”جب حال تو نہیں ہے؟“ تو خیر نے تشویش سے پوچھا۔
 ”قطعاً نہیں کم از کم میرے حسب حال نہیں۔“ فرزند نے کہا۔
 ”اشارہ کسی کی طرف ہے ہی بتا دیجیے۔“
 ”میں اشارے بازی نہیں کرتی۔“ فرزند نے جواب دیا۔ چلو شعر سنناؤ؟

”آج کی نہیں، کل کی بات ہے۔“ تو خیر نے عرض کی۔
 ”کل پارک میں مغل میں بارہ انداز پڑھا تھا۔ ہاتھ سے شے بھی گھنٹہ گھر سے پڑی، اتنی سے ہر بار نہ تھا۔“
 ”لا حول ولا قوۃ۔ یہ ذوق ہے تمہارا۔“ آہستہ آہستہ بنا کر کہا۔
 ”شکر ہے۔ بڑی کس قابل ہے۔“ تو خیر نے آداب کرتے ہوئے کہا۔ وہ کاغذ کا پرزہ اس کے ہاتھ میں تھا جس پر اس نے اپنا شعر لکھا تھا۔ اس نے اس پرزے کو پھینکنے کی بجائے سنبھال کر رکھ لیا تھا۔ اس وقت تو میں نے خیر نہیں کیا لیکن فرزند نے جب

آج کی مغل کی یادگار کے طور پر ممبر کے زیر کردہ اشارہ ماننے تو خیر نے اپنا پرزہ جلدی سے پیچھے پھینچا لیا۔ ”جی نہیں۔ یہی اپنی تحریر کی کو دیکھنے کی مثال نہیں ہوں۔“ زبرد کمر اس نے پرنے اپنے سر میں خوشی لیا۔ اسی وقت ہاتھ اٹھ کر طوری ہوئی۔

”سوری مجھے جانا ہے۔“ ہاکی بات پر ممبر اس طرف متوجہ ہو گئے۔ تو خیر کے کاغذ کا پرزہ اس کے ہاتھ سے بچھو کر پڑا تو میں نے اس پر زبرد بے خیالی میں اسے اٹھالیا۔ ہاکی کے ساتھ اسے اٹھ گئے تھے۔

”میں چھوڑاؤں ہا۔“ میں نے پیش کش کی۔
 ”ذرا تیرا ساتھ ہے کوئی وقت نہیں ہوگی۔“ ہانے کہا۔ ہم لوگ اسے باہر تک چھوڑنے آئے۔ ہاتھ کاغذ کر کے اپنے ہاتھ میں جا بیٹھی اور میرا ایک کاغذ کی گھٹ سے باہر نکل گئی۔
 ”ایک بات کہے بغیر نہ کہوں گی۔ آپ دو دنوں کے درمیان کوئی امرام نہ فرمائیے۔ نہ جانے نہ روح میں گئے شکات رکھتے ہیں۔ یہ روح کے شکات کوئی حقیقت رکھتے ہیں۔ اور تو یہ نہیں ہاکی تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔ کہیں نہیں ہے۔ نہیں صاحب نہ تباہے کوئی۔ لیکن حقیقت ایک دن منظر عام پر پڑوے آئے گی۔“ فرزند نے کہا۔
 ”میرا خیال ہے ہم کو کبھی نہیں۔“ تو خیر نے کہا۔
 ”جی کو نہیں چاہتا مگر۔“ میں بولا۔ پھر اس کے بعد ہم لوگ بھی اندر نہیں گئے۔

خوب لطف رہا تھا۔ تاہم کہ کہ دعوت میں راستے میں بھی خوش گئی تھی ہوتی ہیں۔ کوئی کچھ نہیں گن اور تو خیر اندر چلے گئے۔ اور میں ایک ہی میں آگیا۔ لباس تبدیل کرتے ہوئے میں نے ٹولیں تو کاغذ کا وہ پرزہ ہاتھ آگیا جس پر تو خیر نے شعر لکھا تھا۔ ہاکی کے منٹے میں لکھ کر یہ کاغذ میں نے بے خیالی میں جیب میں رکھ لیا تھا۔ تو خیر کے شعر کو پڑھنے پر میں نے ہنسی پر زبرد کھول کر دوبارہ اس شعر کو پڑھا اور زبرد ان سے لگا۔ یہ وہ شعر نہیں تھا جو تو خیر نے سنا یا تھا۔ پر زبرد سے پوچھا تھا۔

”لے چشم ساقی کیوں اتنا تغافل
 رہ رہ گئے، ہم سحر اٹھا کر
 تو خیر کی تحریر تھی، وہی پڑھا تھا۔ لیکن شعر۔ ایک لمبے کے لیے ذہن الجھ گیا۔ تو خیر اس سے بے پشور لکھا تو پڑھا کہوں نہیں۔ چھپایا کیوں لے؟ لے چشم ساقی کیوں اتنا تغافل مطلب؟ اس کی نکاہ میں یاد آئیں اس کا استعداد۔ ہاکی سے اس کی دلچسپی۔ بڑی ایک بات۔“ ہاکی خیال رکھا جاتے۔ اس نے گھر میں بانڈھ لی تھی۔
 کیوں؟
 دل کچھ اشارے کرنے لگا۔ لیکن مغل نے سنبھالا۔ سنبھو

عزالی پر حسین نظر کوئی امیہ نہ جائے۔ تو خیر حسن صاحب کی بیٹی اور مومن کی بہن ہے اور یہ سب تمہارے مومن نہیں۔ ان کا احسان کو میں میں نہ ملاؤ دینا۔ اتنی ہی بات کو اشارہ نہ بنا، ٹھیک نہیں ہے۔ یہ رات تو خیر کے کام تھی۔ نہ بلبلے کب نہ آئی۔ آخری سوچ یہ تھی کہ اس شعر پر غور نہ کیا جائے۔ دو سرے صبح دفتر نہیں جانا تھا۔ حسن صاحب کی ہدایت تھی کہ پہلے اس مسئلے سے منٹ لیا جائے۔ آج ہی تک ان سے راجعہ نہیں ہو سکی تھی۔ لیکن پارٹی لیسر کی حیثیت دے دی تھی اس لیے سنجیدگی سے ان معاملات پر غور کرنا تھا۔ حسن صاحب کی ڈائری میرے پاس تھی۔ آج تک اسے واپس کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ کوئی شک کو حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے ایک ترکیب کے جی ڈائری پیک کے ذریعہ ڈاک حسن صاحب کے پاس پڑھنا کر دی جانے۔ دیکھے بھی اسے نہیں دے سکتے کہ کوئی شک نہیں تھی۔ ضرورت ہوتی تو پھر بھی مل سکتی ہے۔ بہر حال پڑھنے کے لئے کی کوئی امیہ نہیں تھی البتہ قدرت نے ان دو مثنوی لکھا رکھے تھے۔ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے؟ کارکن تھی؟ اور وہ مان ٹیڈر کوں کون تھی؟ یہ خیالات ذہن میں آتے تو دماغ جکھیر گیا کہ کھائے لگا تھا لیکن ان کا حل ماننا نامکن ہی نظر آیا تھا۔ دوسرے لوگوں سے میں بائبل مفتح تھا کہ اگر اس مسئلے میں پکارنا ہے تو اب ان ادبی جگہوں میں پڑھنے کی بجائے دلچسپی کی تلاش سے آغاز کرنا چاہیے۔ اور اس مسئلے میں ایک نا اہل محضوری تھا چنانچہ آج ہی کام کرنا تھا۔ حسن صاحب شاید دفتر چلے گئے تھے۔ حسن صاحب کے بارے میں کچھ بتا نہیں چلی سکا۔ میں ایک ریٹنگ میٹر تیار کر کے ڈائری میں لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ ابھی اس کام سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ کوئی آواز آئی۔ ”قبیلت کو ٹھیک ہے میاں آج دفتر جانے کا ارادہ معلوم نہیں ہوتا؟“

”ہاں کچھ بدنی دفتر داریاں دی ہیں حسن صاحب نے۔ ممکن ہے کہ ہم با باطلوں اور عرصہ کے لیے تک سے باہر جانا پڑے۔“ ”خوشی کی بات ہے۔ رتی بھر ہو ہے۔ خدا خوش رکھے۔“ کریم بابا نے رٹھن ان انداز میں کہا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ میں نے ڈائری میں ایک کی یادداشت لکھی۔ آج ایک بائبل جی ٹیڈر تعلقہ علاقے کے پوسٹ آفس سے وہ ڈائری حسن صاحب کو پڑھنے کی کوئی اور چیز آوارہ کر دی کرنے لگا۔ کافی وقت ایک ریٹورن مل گیا اور اسی سے مرتبہ جانے میں کوئی وقت نہیں تھی جس میں وہ اور ظاہر میں ملنا تھا چل سکتے تھے۔ لیکن اگر وہ امیہ نہ جا سکتے تو اس میں کوسا تھا۔ جا جایا جاسکتا تھا۔ تاہم ٹیڈر جگہ کی بارے میں حسن صاحب نے بتایا تھا۔ ایسا آدمی کام کا ثابت ہو سکتا تھا۔

بہر حال مسئلہ یہ تھا کہ اب بڑھے یا نہ رت کے پکڑیں پڑنا وقت مٹانے کرنے کے مترادف تھا۔
 ریٹورن سے باہر نکلنا کافی دیر تک مارا مارا چھوڑا رہا۔ اور پھر واپس کوئی چل پڑا۔ ایسی ہی پہنچی تو ہدایت کو دیکھ کر چڑیا پڑا۔ ہدایت سلام کر کے گھر میں چلا گیا۔
 ”کیا رات؟“
 ”نہ معلوم ہوگی صاحب۔ ڈی بی ۱۸۰۲ تھا۔ با پونے ابھی طرح گھر دیکھا تھا۔“
 میں نے بے اعتیاد گھڑی دیکھی اور دائیں پلیٹ پڑا۔ ”آؤ ہدایت ابھی وقت ہے۔“ ہدایت کچھ پوچھے بغیر میرے ساتھ چل پڑا۔ میں نے کار میں بیٹھ کر یہ نفراری سے چہرہ کر لیا۔ اس کا رخ کیا میں سمجھتی رہی کہ کوئی کس کی پڑی اور گاڑی کے مالک کا پتا چل گیا۔ یہ کوئی آر پی میں گنا تھا۔ پتا بھی لکھا ہوا تھا۔ ہم اس کے کوڑٹ کر کے چل پڑے۔ آر پی میں گنا کر کے کوئی ایک شاندار علاقے میں تھی۔ گرگٹ کے سامنے ہی ہدایت بیٹھ پڑا۔ وہ وہ کار گھر طوری ہے صاحب۔ میں نے بھی کار دیکھی تھی۔
 ہم دو دنوں دروازے سے اندر داخل ہو گئے تھے۔ سفید مٹھی میں ملیس درمیانی عمر کی ایک عورت برآمدے میں گھڑی سولہ لکھا ہوں سے ہمیں دیکھ کر تھی۔
 ”تمہارا صاحب سے ملنا ہے۔ کیا وہ موجود ہیں؟“
 ”جسے جانے کہاں جا میں گئے آئیے؟“
 ”سشکریہ آپ کو نہیں ان کی؟“
 ”بڑے بھیجا ہیں وہ کسی۔ ہم دو دنوں بہن چھائی بہنے ہیں یہاں۔ چنگو آپ کو ان سے کیا کام ہے؟“
 ”ہاں کچھ ضروری معلومات حاصل کرنی تھیں۔ آپ ہمیں ہمارے بارے میں اطلاع دے دیں۔“
 عورت ہمیں ڈرائنگ روم میں لے گئی اور میرے خود اندر چلی گئی۔ پھر طوری دیر کے بعد وہ ایک اور مٹھی شخص کے ساتھ اندر داخل ہوئی جو ایک فیسل جیر پر بیٹھا ہوا تھا۔
 ”میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔“ اس نے بغیر کسی تہدید کے کہا۔
 ”یقیناً یہ ہمارے پہلی ملاقات ہے۔ مٹھی اگر کچھ معلومات دو کہیں آپ سے؟“
 ”کس مسئلے میں؟“ اس نے پوچھا۔
 ”بہر ایک گاڑی گھڑی ہوتی ہے ڈی بی ۱۸۰۲ وہ آپ کی ہے؟“
 ”ہاں۔“

تعمیر تہاں ہوں کہیں کے استعمال میں تھی؟ میں نے اس شخص کے چہرے پر نگاہ جا کر کہا۔

وہ چونک پڑا: کوئی حادثہ ہو گیا کیا کوئی خاص بات ہے؟ اس نے گھبراتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

”مرد مرگنا گویا وہ کچھ عرصے پہلے ہمارے سوالات کے جواب دے دیں۔ بدیشی آپ کو تفصیل بتا دی جائے گی“

”آپ لوگ میرا مطلب ہے آپ کا تعلق؟“

”جی ہاں ہمارا تعلق اتھلیا سے ہے۔ اگر آپ نے کوئی بات چھپانے کی کوشش کی تو مصیبتوں کا شکار ہو سکتے ہیں“ میں نے کہا۔

”میسری تو زندگی پہلے ہی میرے لیے مصیبت بن گئی ہے یہی تو جوڑوں کے درد کا ریشہ ہوں۔ سارے لاکھ بھول چھلے دنوں ایک آفت مسلط ہو گئی تھی ہم سب ایک اونچی آفت، وہ

پریشان حال آئی تھی کلوتھی سے ملی اور کہا کہ اسے سر جھانے کا ٹھکانا چاہیے۔ کلوتھی نے اسے پاس لے لیا۔ تم لوگ یقین کرنا نہ کرو وہ جا دو گئی تھی۔ آنکھوں میں دیکھی تھی تو دماغ سو جاتا تھا۔

دل اندر سے کہتا تھا کہ جو وہ کہہ رہی ہے کہ وہ اس کے غلام بن گئے تھے۔ میرا چھوڑنا سارا کاروبار ہے۔ بیچہ بیچہ میں میرے لیکن

سب نے مجھے چھوڑ رکھا ہے۔ بس میری ہنر کلوتھی کے ساتھ رہتی ہے۔ وہ آگے سے یہاں رہ رہتی ہے۔ یہ کامیابی کے استعمال

شک تھی۔ بس دن کی تم بات کر رہے ہو اس دن سے اب دل پہلے وہ گاڑی لے کر گئی تھی چالیس گھنٹے غائب رہی تھی کسی نے خبر نہ لی

واپس آئی تھی وہ کہاں تھی تمہاری کہہ کر کے آئی تھی یہیں نہیں معلوم۔ لہذا اس کے پاس تھی“

اب کہاں ہے وہ؟ میں نے پوچھا۔

”کل شام چلی گئی۔ ہمارا بہت شکر ادا کر کے گئی ہے بڑے خوش متھے ہم جان بھرتے جا گئے سے سوچو جیسا کیا مصیبت

گھڑی کر گئی ہے وہ ہمارے لیے؟“

”آپ باہل پریشان نہ ہوں جیسا کہ صاحب بات آپ کی نہیں اس کی ہے۔ یہی صرت اس کی تلاش ہے چونکہ اسے اس کار

میں دیکھا گیا تھا اس لیے ہم آپ تک پہنچے۔ وہ کہاں گئی ہے؟“

”نیپال“ کلوتھی نے جواب دیا۔

”اس نے آپ کو کیا بتایا تھا؟“

”نہیں۔ میں نے اس کا پابند روٹ اور کاغذات دیکھے تھے اس وقت جب وہ غسل خانے میں تھی۔ انہیں کاغذات میں اس کا ہوائی ٹکٹ تھا۔ کل ہی کی تاریخ میں اس پر“

”وہ کتنے دن آپ کے پاس رہی؟“

کہ اسے صرت بوڑھے سے دلچسپی تھی اور یہ دلچسپی کسی خزانے کے حصول کے سلسلے میں نہیں ہو سکتی تھی ورنہ اس کے لیے ذرت

کی آنکھوں سے آنسو نہ پڑتے۔ دلیپنی نے ذرت کا کوئی بھی تعلق نہیں دیکھا وہ گزیر بہات منگو کے شکار بیٹھے سے بوڑھے کے

انہوں میں صرت نہیں تھی۔ کیونکہ ایک ایک اس کے ساتھ کسی دوسرے کی ضرورت کا کوئی نشان نہیں ملا تھا۔ البتہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ

اس اجازت سے واقف ہو گئی ہو۔ یقیناً وہ بوڑھے کا سراج لگاتی ہوئی مان کھڑے ہو گئی تھی اور اسے علم ہو گیا تھا کہ اسے کہاں لے جایا

گیا ہے۔ اجازت کی ایک زنجیر بنی جا رہی تھی۔ نیپال دہاں سے تبت۔ بار بار یہی علاقہ سناتے آ رہا تھا۔ گویا ذرت کی دہاں

روانگی اس بات پر دلالت تھی کہ بوڑھے کو یہاں لے جایا گیا ہے۔ کوئی شیپو یا تو سن صاحب سلسلے ہی نظر آگئے آسٹن کے

ساتھ لان پر رہتے رہے تھے۔ آؤ ہدایت لیکن اس وقت کی مری کارروائی کے سلسلے میں زبان بند رکھنا۔ میں نے کہا۔

”آپ اطمینان کریں جناب۔ ہدایت نہ کہا اور میں اس کو ساتھ لے کر سن صاحب کے پاس پہنچ گیا۔“

”ہیلو عزالی، ابہین گئے تھے؟“

”جی، میں نے جواب دیا اور جمع بولا۔ ہدایت کو اس کی نئی ذمہ داری تھی جن صاحب ہمیں نے اسے اس کی ملازمت

پہنچان کر دیا ہے۔“

”شک ہے تم اپنی جگہ پر جاؤ، یہاں کی صفائی وغیرہ کرلو۔ بدیشی کوئی کام تمہیں دے دیا جائے گا۔“

ہدایت معلوم کر کے چلا گیا۔ ترجمہ سن صاحب میسر۔ اور آسٹن کے ساتھ لان کی کرسیوں پر بیٹھے۔ ہاں بھی کی فیصلہ

کیا تم نے؟“

”دلیپنی کی تلاش ہمارا زیادہ ہی مستر ہے۔“

”اور اس کے لیے تبت جانا ضروری ہے۔ ہم یہ سوچ رہے تھے عزالی کہ جاپان میں بوڑھے کی رہائش گاہ کے بارے

میں جہان بین کھول کر میں، لیکن ہے وہاں سے دلیپنی کی کوئی نشاندہی ہو سکتی؟“

”اس میں بہت طرقات ہو چکے گی۔ اس کے برعکس میں یہ جاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی ترکیب ہو جائے جس کو فریضے

ان تک پہنچنے کے راستے مختصر ہو جائیں؟“

یا کسی بھی ہمالیائی راستے سے لیکن میرے خیال میں کام ہمارے شروع میں بلکہ تو بہر ہے؟

”اس میں صحیح فکر کا کوئی یقین نہیں ہے۔ میں نے تم سے جاہلگی کا تذکرہ کیا تھا؟“

”جی ہاں۔“

”جاہلگی تو سبگ ڈر کر کے کمپلین ٹیکہ تھی میں مل سکتا ہے۔ میں تمہیں اس کا پورا پورا دواؤں کا مجھے یقین ہے کہ وہاں

تمہارے لیے پورا معاون ثابت ہوگا۔“

”یقیناً وہاں تم قدم جانے کے لیے ابتدا میں کسی سہارے کی ضرورت ہوگی لیکن میں کوئی قدم اٹھانا چاہتا ہوں جس کی مدد

سے وہاں دلیپنی کی تلاش میں آسانیاں ہو جائیں۔“

”کوئی پروگرام ہے تمہارے ذہن میں؟“

”بس یہی کہ میں اسکا ہوا ہے کسی بھی لمحے باہر آجائے گا۔“

”کوئی ورسلسلہ رابطہ قائم کیے ہوئے ہے لیکن یہ کل آجائے۔“

آج ہی مجھے اس کا فون موصول ہوا ہے۔“

”بہر حال یہ فیصلہ آخری ہے کہ ہمیں تبت روانہ ہونا ہے۔“

دیر تک ہم اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کر لی۔ ذہن منت اٹھا ہوا تھا

ذرت بار بار یاد آجاتی۔ دل یہ کہتا کہ کچھ بھی تھا وہ مجھ سے تیاروں

جاتی تھی۔ خود کیا کر رہی تھی کہ اسے کی خواہش میں تھی اس کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی تھی لیکن میرا خیال تھا کہ ان

وہ لڑائی خزانے کے لیے سرگرداں تو نہیں ہو سکتی۔ دلیپنی سے اس کی شکل ملتی تھی اور دلیپنی بوڑھے سے متعلق تھی یہ کسی رشتے کا

مسلما ہی ہو سکتا تھا۔

ایسی ہی آگیا تھا لیکن دل نہیں لگ رہا تھا۔ فون کر کے

ممن کے بارے میں معلوم کیا تو غور کرنے فون رسید ہو گیا۔ عزالی صاحب: ”وہ آواز جیسا کہ کوئی۔“

”ہاں ممن شاید تو موجود نہیں ہیں؟“

”کہیں گئے ہوتے ہیں۔ آپ ایسی سے بول رہے ہیں؟“

”جی ہاں۔“

”یہاں آجائے نا۔“

”مناسب ہو گا تو میرے آنے کا کوئی مقصد تو ہو؟“

”آپ خود کو یہاں سے اجنبی لکھنے سے فاصلے پر آ کر

کرنے کے خواہش مند ہیں؟ ایسی تک معلوم نہیں ہو سکتا۔“

”وہ تا سلسلے تو یہ جو قدرتی ہوتے ہیں۔ میں ممن کا دوست

ہوں۔ لیکن اس کو گناہگار ٹھہرا رہی ہوں یہاں سب لوگ کشادہ دہا

ہیں۔ مجھ میں جیسا انداز قائم کرنا جانتے ہیں۔ اگر ان بیار کر کے قانون

کو مجھ سے کوئی شکایت پیدا ہو تو میری اپنی کیفیت کیا ہوگی میرے سینے میں دھڑکنے والا دل بھی تو ان کی خوشنودی چاہتا ہے۔ میں انہیں کسی شکایت کا موقع دے کر کیسے زندہ رکھتا ہوں؟

تو زبردستی رہ گئی۔ میں نے دے دیے لیجئے میں سب کچھ کہہ دیا تھا۔ چند گھنٹوں کے بعد وہ بولی: آپ جیسا مناسب سمجھیں اس کے لیے میں باسعادت تھی بچہ وہ بولی: جیسا ہے کوئی کام ہے؟

”نہیں میں دل گھبرا رہا تھا۔“
”آجائیں گے تو ان سے کہہ دوں گی اگرناصلوں کی بات نہ ہوئی تو میں خود آجاتی لیکن لیکن مجھے آپ کی زندگی عزیز ہے۔ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ میں دیر تک ریسورہ ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ پھر شش نے ٹھنڈی سانس لے کر ریسورہ کر دیا۔ بخیر نہیں نے سنبھلنے کا موقع دیا تھا بستر لیکر میری غلط فہمی نہ ہو۔ ریسورہ رکھا تو فون کی آغوش تک اٹھی اور میں نے دوبارہ ریسورہ لیا تھا۔

”بیٹو۔ بشر فریال سے بات کر رہی ہے؟“
”کون صاحب بول رہے ہیں؟“
”تامار۔“

”اودہ تادریں فریال ہی بول رہا ہوں؟“
”خدا شکر ہے تم نے تو سہی۔ کتنے فون کیے ہیں میں نے کچھ معلوم ہوا تمہیں؟“

”آج ہی وہی آیا ہوں؟“
”چلتا جھٹکا کہیں گئے ہوئے ہو۔ سب خیریت تو ہے نا؟“
”ہاں بالکل۔“

”ملاقات تو کر لیجئے اودی محبت ہو گئی ہے تم سے۔ اچھے وقت کی یادگار ہو۔ ورنہ ہم لوگوں کو مجھیں کسے کا موقع کہاں ملتا؟ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر کہا۔“ اس وقت کیا کر رہے ہو؟ فرمت ہے؟

”تمہارے لیے تو ساری زندگی فرمت ہے فریال جھانی۔“
”آجاؤ۔ آ رہے ہو؟“

”ہاں کچھ کہتی ہی۔ میں گئی۔“ میں نے کہا اور پھر ایسا تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ بخیر ہی دیر کے بعد میں تادو کے آفس میں داخل ہوا۔ ہاتھ دو آدھی اس کے پاس بیٹھنے ہوئے تھے۔ اس نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور پھر ان سے بولا۔ میں بہت جلد بندوبست کر کے آپ کو اطلاع دوں گا جو ذمہ داری میں نے سنبھالی ہے آپ اطمینان رکھیں۔ میں پورا کروں گا؟

”اوکے۔ ان میں سے ایک نے کہا اور دونوں اٹھ گئے۔“
”تیر تادو بولا۔ کہاں چلے گئے تھے فریال۔ بہت بار فون کی منگ بات ہی نہیں ہوتی۔ اس کام کا کچھ ہوا؟“

”ہی آتی ہیں۔ کھینڈ میں بہت بڑا مرکز ہے ان کی کھیت کا میں نے ان علاقوں میں کافی لوگوں سے شناسائی کی ہوئی ہے؟“
”تم وہاں تک جاؤ گے؟“ میں نے سوال کیا۔

”شاہ بہت بہت ملدا اس سوسے کو جمع کروں گا نہیں۔ اس طرح تاکہ نئی سے کچھ زیادہ رقم خرچ کر لیں پڑ جائے گی اس لیے سوچ رہی ہوں کہ اشتہار کر لوں۔“
”تم اگر جاؤ گے تو کون سے راستے سے جاؤ گے؟“

”ہم جیسے لوگوں کے راستے زیادہ دوسرے ہوتے ہیں فریال جھانی آپس کی بات ہے۔ سرحدیں ملی ہوئی ہیں جھانی چارے میں داخل جاتا ہے؟“

”اگر میں بھی تمہارے ساتھ جانا چاہوں تو؟“
”مخاطب کو رہے ہو؟“
”بالکل سفید ہوں کلار۔“

”تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے۔ طریقے میں بنا دوں گا جب دل چاہے جاؤ۔ جب دل چاہے آجاؤ۔“
”مگر میں کیوں جانا چاہتا ہوں؟“
”وہاں مجھے کچھ لوگوں کی تلاش ہے؟“
”پورے کے علاوہ؟“

”ہاں؟“
”تمہارا پتہ کیا ہے فریال جھانی یہ کہہ کر ایک اپنی کھینڈ نہیں آیا۔ ہم نے سمجھا نہیں بلکہ ایک نیکو بات یاروں کی ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ پھر وہی بات دوسری ہے جہاں چاہو گے آسانیاں مل جائیں گی۔“

”میں دیکھتی کا نام سنا ہے تم نے؟“ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔
”کہا کرتی ہے؟“
”یہ نہیں معلوم؟“

”مشکل ہے ابھی خلیڈ کی ہوتی تو کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ لیکن تو کوئی اس کا جاننے والا نکل آتا۔ تمہیں اس کی تلاش ہے؟“
”ہاں اس کی بھی؟“

”ہوں یہ پتہ بتا چکا ہے ماما کہ ہے کون۔ کوئی مشہور عورت ہے۔ میں نے یونیورسٹی کے دن سے باشریف عورت ہے۔ آتا پتا تو اطلاع کا تینوں کو کہ اس کی تلاش مشکل نہ ہوتی۔“
”ہوں۔ امکان اس بات کا ہے کہ اس کے راستے شریفانہ نہیں گئے۔ دوسری جنگ عظیم میں وہ جا سوئی گئی رہی ہے۔“

”ادب بہت میں اس کی موجودگی کا پتہ چلا ہے۔“
”پھر تو بڑی چیز ہوئی۔ میں اس سے بارے میں نہیں جانتا لیکن اگر تم ان علاقوں میں نکل جاؤ تو شاید کچھ پتہ چل جائے۔ اس

”مگر ہر لوگ وہاں کے مقامی تو نہیں تھے؟“
”مشرق وسطے کے ہیں یہ مگر وہاں بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ گولانڈا تھا۔ انہیں ٹیلیوی جگس ہے انہوں نے وہاں لگائے اور جنگ کی مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔ یہاں سے کچھ کیپٹل لینے آئے تھے جو آسانی سے نہیں نکل سکتا۔ سو دایسے ڈیرے ہوا ہے۔ مال ہی مجھے ہی ڈیپوز کرنا ہے مگر جس راستے سے کام کرنا تھا وہاں کچھ بڑیاں ہو گئی ہیں۔ کیپٹل کی آغوش تو بڑی ضرورت ہے اور مجھے کام کے آدمیوں کا اشتہار کرنا پڑا ہے۔ لیکن مجھے خود جانا پڑے۔“
”میرا ذہن ان تمام معلومات کو تیزی سے ختم کر رہا تھا۔ ایک نئی سوچ ابھر رہی تھی۔ میں خاموشی سے تادو کی شکل دیکھتا رہا۔“
”تم مجھے اودہ آتا پتا دو تو میں اس پورے کو...“
”تادو بہت کے علاوہ کے دو سے حصوں میں ہی تقسیم جان پہچان ہوگی؟“ میں نے اس کی بات پر توجہ دے کر پوچھا۔
”ہاں کیوں نہیں۔ خلیات سب سے زیادہ مقلد میں ادھر

”پورے کا؟“ میں نے پوچھا۔
”ہاں ہاں اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شرم آتی ہے مجھے۔“ تادو نے کہا۔

”نہیں تادو ابھی کچھ نہیں ہو سکا۔ البتہ کچھ خبریں ملی ہیں اس کے بارے میں۔“ میں نے یونیورسٹی پر رادوی میں کہا۔
”کیا خبریں ملی ہیں کچھ سے دل کو بھی تسکین دو؟“
”وہ لہا نکل چکا ہے۔“

”امریکہ، فرانس، برطانیہ کہاں نکل گیا ہے مان کا جتنا کچھ پتا تو چلے؟“ تادو نے کہا۔
”سنا ہے۔ نیپال پہنچ گیا ہے؟“
”نیپال؟“ تادو چونک کر بولا۔

”ہاں اطلاع یہ ہے۔“
”کچھ پتہ چاننا مل سکتا ہے۔“ خدا کی قسم اگر وہ نیپال نہ تہ یا پھر وہاں میں ہے تو ان کے جتنے کوچہ گالوں کا وہاں سے تم کچھ نشان تو بتاؤ؟“

”کیسے تادو؟“ میں نے ذہن میں کھینڈی سی گونڈی۔
”تادو کے اس مقام کا کافی لمبے ہو چکے ہیں فریال جھانی اور پھر یہ علاقے تو اپنے لیے سب سے زیادہ دھندے کے علاقے ہیں۔ اسی وجہ سے وہاں آٹھ گئے تھے میں لہا سے آئے تھے۔ گولانڈا کے علاقے میں ان کی گائے کی سب سے بڑی کاشت ہے۔ ابھی کچھ دن قبل وہاں کا گھانا کچھ پارسل کیا تھا۔ میں لاکھ روپے کا لڑا تھا۔ میں پینٹ اپنا کام فرسٹ کلاس ہوا تھا اس لیے اب ان سے پارٹی ہو گئی ہے؟“

”مگر ہر لوگ وہاں کے مقامی تو نہیں تھے؟“
”مشرق وسطے کے ہیں یہ مگر وہاں بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ گولانڈا تھا۔ انہیں ٹیلیوی جگس ہے انہوں نے وہاں لگائے اور جنگ کی مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔ یہاں سے کچھ کیپٹل لینے آئے تھے جو آسانی سے نہیں نکل سکتا۔ سو دایسے ڈیرے ہوا ہے۔ مال ہی مجھے ہی ڈیپوز کرنا ہے مگر جس راستے سے کام کرنا تھا وہاں کچھ بڑیاں ہو گئی ہیں۔ کیپٹل کی آغوش تو بڑی ضرورت ہے اور مجھے کام کے آدمیوں کا اشتہار کرنا پڑا ہے۔ لیکن مجھے خود جانا پڑے۔“

”میرا ذہن ان تمام معلومات کو تیزی سے ختم کر رہا تھا۔ ایک نئی سوچ ابھر رہی تھی۔ میں خاموشی سے تادو کی شکل دیکھتا رہا۔“
”تم مجھے اودہ آتا پتا دو تو میں اس پورے کو...“
”تادو بہت کے علاوہ کے دو سے حصوں میں ہی تقسیم جان پہچان ہوگی؟“ میں نے اس کی بات پر توجہ دے کر پوچھا۔
”ہاں کیوں نہیں۔ خلیات سب سے زیادہ مقلد میں ادھر

”ہاں کا اطمینان رکھو کہ وہاں تمہیں ہر طرح کی مدد مل جائے گی؟“
”تادو میں کل شام کو تمہارے پاس آؤں گا۔ اس سلسلے میں یقیناً مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔“

”میں تیار ہوں۔“ تادو نے کہا۔ پھر اس نے میری خاطر مدارت کی اور میں ذہن میں سیکڑوں خیالات لے کر وہاں سے نکل آیا۔ راستے میں پھر اسی بارے میں سوچتا رہا۔ دوسرے دن کی رات کے ایک ایسی ہی کمرنگی سے ایک شاذ انارک کو مجھ میں داخل ہوئے دیکھی کمرنگی ہی سے یہی دیکھا کہ کتور یہ بھجات کے ساتھ بلائے جان بھی نیچے اتری تھی۔ یعنی کتوری اوشا نہیں ہے ایک ٹھنڈی ماس لی۔ اس سبب سے ملے بغیر جلا آیا لیکن اب فریال مشکل تھا۔

خود وہاں جانے کی کوشش نہیں کی کہن آدھے گھنٹے کے اندر سے ملا دیا گیا۔ ڈرائنگ روم میں نشست چھی ہوئی تھی۔ سب بچہ تھے۔ بیچ منہ تونورا اوشا لیکن منہ نہیں تھا۔ اوشا ٹھنڈی کتوری کی ایک خوبصورت ساری بانڈھے ہوئے تھی۔ ماتھے پر بڑی لمبی تھی۔ اس کا بے پناہ اوجہاں لیمو آسن ایک نگاہ میں دل میں اترتا محسوس ہوتا تھا۔

”بیٹو۔ کیوں نہ اٹھتے ہوئے کہا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔ اوشا نے مجھے دیکھا تو چونک پڑی۔ اہ۔ آپ بھی یہاں ہوتے ہیں۔ مجھ سے ملے بغیر چلے آئے تھے۔ اس بات کو کبھی نہیں سمجھ لوں گی؟“ اس نے دو دھڑکنے کو نظر انداز کر کے کہا۔
”کتوری نے شاید آپ کو بتایا نہیں کہ سی نہیں بڑی جلدی میں آنا پڑا تھا۔“
”یہاں سے بچ کر بھاگو تو جاتیں۔“ اس نے کہا اور میں بڑی۔
”ہم انہیں کہاں جانے دیں گے؟ کتوری تم فکر مت کرو۔ کتور نے بیگی کی ہنسی کے ساتھ کہا۔ بیٹو فریال تم تو بھول گئے لیکن ہم آسانی سے کہاں بھیجا جڑنے والوں میں ہیں؟“
”اس کا اندازہ مجھے نہیں ہو گیا ہے۔“ دروازے سے آواز آتی۔ یہ لڑکا ظاہر علی کی آواز تھی۔ جا چھی ان کے ساتھ آئی تھی۔
”میں نے شہناز کو شام تک آؤ گے۔“
”شام کا اشتہار مشکل تھا اور پھر تمہاری فرمائش پر اوشا کو بھی ساتھ لے آیا۔“
”ہاں تبدیل آج وہاں صحت کے لیے سفید ہوتی ہے۔ اوشا کو یہاں آکر کافی ذہنی سکون ملے گا۔ جاہ۔ اوشا ہے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔“
اوشا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگائے اور ہما اس کے پاس جا بیٹھی۔
”تفاتی کر ہم کبھی بھی۔ اب ہم پورے کتور اور اپنی جوانی

کی باتیں کرنے دو جتنا بچہ حوالہ سے معذرت: "حسن صاحب نے کہا اور اب اٹھ گئے۔ حسن صاحب بیگم صاحبہ سے بولے: "آج دوپہر کے کھانے کے سلسلہ باورچیوں کو معافی خصوصاً رہنمائی دیکر ہوگی بیگم۔ ویلہ اور صاحب کا نئے علاوہ ہر جانور کے دشمن ہیں"

"ہاں جہاں ہی جگہ آشت پکارتیں تو مجھے بتانے بغیر کھلا دیں" کنویر پر بھارت نے سنے ہوئے کہا۔
"نہیں بھائی آپ سب بات کا احترام جارا فرما ہے۔ بیگم نے منسکراتے ہوئے لب دیا۔

"آؤ خزانہ! حسن صاحب نے کہا تو داشا فوراً بول پڑی "ارے نہیں انکل میں کچھ غلطی تھی ہے آپ سے۔ اہمیں کہاں لے جا رہے ہیں آپ شاید باٹھی کے بجائے ان سے ساتھ آنے کے لیے کہہ بیٹھے۔"

"نہیں بیٹی۔ یہ اس حد سے سب سے بڑھے آدمی ہیں بس ذرا سمحت اچھی ساتھ کرمت کہہ کر ٹٹ کر یہ تمہارے حصے میں آجائیں گے، حسن صاحب نے سادگی سے کہا اور سب ہنستے ہوئے باہر نکل آئے۔ حسن صاحب ہیں اپنے کمرے میں لے گئے۔ ظاہر تھا کہ انھوں نے کنویر کے بعد فون کر کے بلایا تھا۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا گیا۔

"بچی بات کہیں کوئی نہیں ہے جہاں آپ لوگوں کے آنے کے بعد سے ایک رات انھوں نے نہیں سوا۔ بس یہی سوچتا رہا کہ نہ جانے کی لچھور کدہ ہی ہوگی" کنویر نے کہا۔

"کوچھی تو واقعہ سلسلہ آ رہی ہے لیکن ابھی تک کچھ نہیں ہے میں نے تقریباً سو سو کے ساتھ علاقوں میں معلقا حاصل کی ہیں کسی طرح ہی پتا چاہئے کہ بڑھے کو کس طرف سے کہاں لے جایا گیا ہے کوئی پتا نہیں چل سکا" کنویر نے کہا۔
"بڑھے کا فائل تو بند نہ آیا گیا ہے" ظاہر علی بولے۔

"اور وہ لڑکی؟"
"اس کے سلسلے میں کچھ نہیں ہو سکا کوئی اندازہ نہیں سولے اس کے کہ وہ ویلینی ہی ہو سکتی ہے"

"تو جو اب اس کے ہر کچھ سوچنا بھی بے کار ہے کہ ہم تبت جا کر ویلینی کو تلاش کریں"
"ایک سوال کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا اور سب میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"مزدور چیف" آپ کہتے ہیں لیکن خوب بولتے ہیں"
ظاہر علی نے منسکراتے ہوئے۔

"اگر ہم ویلینی کو پانے کا میاں بھی ہو گئے تو کیا کریں

ہاتے اس آمدنی کو خزانہ تصور کر لیا جاتے۔ خزانہ حاصل کرنے سے عہدہ برطرف کر دینی نہیں ہو سکتا؟

"نہیں خدا کے لیے نہیں۔ ایسا نہ بوجھے اس میں بیٹھے دو۔ یہ زندگی کی آخری کوشش ہے اسی میں فرحانا چاہتا ہوں؟"

جان اسٹون نے بے تاب ہو کر کہا۔
"ہم کوشش کریں گے کہ ان ہم زندگی کے آخری ماہوں تک جان کریں گے۔ خواہ اس کے لیے ہمیں مجرمانہ طریقہ کار ہی کیوں تیار کرنے پڑیں۔ ہم آسانی سے ہار نہیں مائیں گے" میں

خزانے دشتوں پر نہیں اُٹکتے۔ ان کے حصول کے لیے پسندیدہ راستے اختیار کرنے ہی پڑتے ہیں۔ خزانہ میں تھارے ذہن: ظاہر علی نے کہا۔

"میں اپنی کوشش کے بارے میں رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔ نے کچھ ایسے ذرائع تلاش کیے ہیں جن کی مدد سے میں نیپال رکتے پاسی اور راستے سے جا لکی کر دوں جاؤں گا۔ اور وہاں کو تلاش کروں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ویلینی جی ہوتے کی ایک کاپی لیے تیار کر لینا ظاہر نامکنت میں سے ہے

ہماری کارڈیشن اس وقت تک جاری رہیں گی جب تک ہمیں ہمارے ہی نہ ہو جائے۔۔۔ ہمیں یقین ہو جاتے کہ خزانہ مرٹھ لٹ سے نکل چکا ہے اور اب اس کے حصول کا کوئی ذریعہ ہے تو ہم فوراً کمون ہو جائیں گے اور اپنی ان کا دشمن کو صرف تیار نہیں گے۔ اس وقت ہمیں کوئی ای نہیں ہو گا لیکن اس

نیل ہماری کوششیں مسلسل جاری ہیں؟"
"جس طرح ویلینی اس کی حفاظت کر رہی ہیں اس سے پریشان تو پیدا ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے ویلینی اسے تلاش کرتی رہی ہو اس وقت بڑھے کا سب مل چکا ہو۔ ہم کوئی بات نظر انداز نہ کر سکتے۔ یہ میری ممکن ہے کہ شکار جنگ سے بڑھے کو حاصل کر والی خود ویلینی ہو۔ ظاہر علی صاحب وہ خبر درست گھوڑا نہ لکے ہوں گے" میں نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں چھوڑتا۔ ظاہر علی نے کہا۔
"میں اس سلسلے میں سوچتا رہا ہوں" او۔ میں نے کچھ داربان تقسیم کرنے کا فیصلہ بھی کیا ہے۔ اگر ہم لوگ کاروباری مہم سے یا سماعت کے پروگرام سے تبت کے علاقے داخل ہوتے ہیں تو جاری کا دشمن بہت ہی سنگین ہوگی

میں ہے اس انداز میں کچھ کارڈیشن جاری راہ میں مزاحم لہ لہا لہا نہ بھی ہو تو ہم براہ راست ان لائنوں پر کام نہیں کر سکتے گرن کے ذریعہ ہمارا مقصد مل ہو گا اور ہمیں متلاہ رہنا سگاسا اس لیے میں نے تم کو روپ بنائے ہیں۔ ایک گروپ

ہم ان لوگوں اور اپنے طلب کے لوگوں کو وہیں تبت میں لنگر لگا۔ بقیہ دو گروپوں میں آپ جارا فرما لے آتے ہیں۔ ڈاکٹر اور کرنل اسٹون پیسے جاپان جائیں گے جن صاحب

ہم ان لوگوں کی نشاندہی کریں گے جہاں سے انہیں ویلینی کیلئے میں مہمات معلوم ہوتی ہیں۔ یہ دونوں حضرات بڑھے کی

راہنمائی کا بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور اگر کوئی کامیابی حاصل ہو جائے تو فرادہاں سے تبت نہیں گے یا اگر

ویلینی کی راہنمائی کے بارے میں کسی دوسری جگہ کی نشاندہی ہوتی بھی تبت میں اس صاحب سے رابطہ قائم کر کے انہیں اطلاع دی جائے گی"

"تبت میں؟ حسن صاحب نے چونک کر پوچھا۔
"جی ہاں میرے گروپ کے دونوں افراد یعنی آپ حسن صاحب اور کنویر پر بھارت لہا سر روانہ ہو جائیں گے۔ انہیں کچھ

جہاں بھی مقیم ہے آپ اس کے اپنے طور پر ملیں اور ویلینی کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ایک شخص کو وقت پر آپ کا رابطہ ان دونوں حضرات سے ہو گا۔ اس وقت میں آپ سے وہی ملاقات کروں گا۔ اور ہم ایک دوسرے کو اپنی رپورٹیں پیش کریں گے۔ اور ہم آ ظاہر علی نے بے چینی سے پوچھا۔

"میں نیپال کے راستے تبت میں داخل ہوں میں نے ایک گروپ سے رابطہ قائم کیا ہے اور نیپال کی سرحد عبور کر کے میں ان کے ساتھ تبت میں داخل ہوں گا۔ اس طرح کچھ قطعی غیر متعلقہ افراد کے مماندن ہوں گے۔ لیکن ہے ان کے ذریعہ وہ ویلینی کی راہ پر لگ جاؤں" میں نے ننگا ہی اٹھا کر سب کے چہرے دیکھے۔ ان پر حیرت اور سوچ کی لکیریں نمایاں تھیں۔

ڈاکٹر ظاہر علی گہری سانس لے کر بولے: "چیف کی ہدایت پر عمل کیا جاتا ہے"

"مگر تمہارا فیصلہ مدد خطناک ہے خزانہ تم نے کچھ کہا تو نہیں ہے لیکن میرے خیال میں جن لوگوں کے ساتھ تم سرحد عبور کرو گے وہ ٹھیک ٹھاک لوگ نہیں ہیں۔ تم خود سوچ کر لیے لوگوں میں تم خود کو کس طرح مقیم کرو گے۔ اور پھر اس طرح تمہاری زندگی کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں" حسن صاحب نے کہا۔

"آپ میں سکتے لگا۔" حضرت کا آواز تو بوجھا ہے حسن صاحب کیا آپ سب لوگ خطرے میں نہیں ہوں گے؟ میں نے پوچھا۔
"میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ"

"آپ کچھ نہیں کیے۔ خزانہ نے بیترین برادر گرام میں کیا ہے۔ میں سمجھا گیا ہوں، وہاں تمہیں ایک جرائم پیشہ شخص کی مدد حاصل ہوگی جس پر ہم بھروسہ کرتے ہو۔ جاپان میں میں صورت حال پر غور کر دوں گا۔ ہم نے اس کام کے لیے صحیح راستے منتخب کیے ہیں اس کے نتیجہ میں ہمیں چل سکتا۔ ظاہر علی نے بات کاٹ دی۔

"آپ لوگوں کو میرے کام سے اتفاق ہے؟ میں نے سوال کیا۔

"سوفندی چیف اس سے قبل تو تم لوگ لیا جا رہا ہوں پر بیٹو کو فرلانے کے حصول کے خواب دیکھتے رہے ہیں؟ ظاہر علی نے کہا۔

"آج سے آپ لوگ اپنی روائی کی تیاریوں میں مصروف ہو جائیں، اس میں جتنی دیر ہوگی وہ آپ کی طرف سے ہوگی میں کبھی بھی وقت اپنے کام پر چل پڑوں گا؟

"لیکن وہ کون لوگ ہیں جن سے تم نے؟ صن صاحبہ بولی۔

"افسوس اس کے بارے میں میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ میں نے جواب دیا اور سب خاموش ہو گئے۔

ظاہر علی نے یہ ذمہ داری قبول کر لی کہ ان تمام لوگوں کی روائی کے کاغذات وغیرہ تیار کر لیں گے اور دو سو لوگوں کو اس سلسلے میں پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صن صاحبہ اور کنویر ہیبات نے اس سفر کے لیے دوسری تیاریوں کی ذمہ داری سنبھال لی۔ چنگ ل کے بارے میں میں نے کہا کہ وہاں پہنچنے سے قبل اس سے رابطہ قائم کرنا مناسب نہیں ہے اور اس کے بعد یہ منگنا ختم ہوگی۔

دو پہر کے کھانے پر کافی اہتمام تھا۔ جلاوطن کو کاس محفل سے کیے الگ رکھا جا سکتا تھا، اس کے والدین سمیت دعوت دی گئی تھی اس لیے ذرا سنجیدہ فضا رہی۔ اداشا سب سے زیادہ میہان کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ صن کو بھی اس نے گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ چنانچہ اس کے باگل پن کے بارے میں ان دو سو لوگوں کو کچھ بتایا گیا تھا یا نہیں۔

کھانے کے بعد موقع ملا تو میں نے ڈاکٹر ظاہر علی سے اس کے بارے میں سوال کیا: "اداشا کا یہاں آنا غلطی کا تو نہیں ہے؟" تم سے اس کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے وہ ہاگلی نہیں ہے، میں ایک حادثے کا شکار ہے۔ مصروف رہنے کی تو منتظر نہیں ہوگی لیکن تنہائیاں ملیں تو اس کا ذہن بھی فاسد خیالات میں گمراہ ہوگا۔ ایسے حالات میں امکان نہیں ہے کہ اس پر وہ بڑے۔ اس کے لیے کوئی بہتر ہی راہ نہیں ہے ڈاکٹر صاحب؟

"میں بہت سست رفتار سے اس کا ٹریٹ منٹ کر رہا ہوں عزال۔ جوہ واثایاں میں اسے استعمال کرنا ہوں وہ اس کے سینے میں ابھرنے والے سفلی جذبات کو سکین دیچی ہیں۔ اگر میں ان کی خوراک بڑھا دوں تو اس کی پوری زندگی ایک المیہ بن جائے گی اور میری، یوں کچھ یوں میڈیکل طور پر قطعی مردہ ہو جائے گی۔ بہر حال میں یقین رکھتا ہوں کہ کچھ دیر ضرور لگے گی لیکن یہ نارمل ہو جائے گی۔"

"اس دوران ڈاکٹر صاحب ہمارے بارے میں آپ نے کیا

"سنا ہی تھی ہوں لیکن جہول میں تھا کہ گئی؟

"شکایت تو یہی ہے تو یہ کہ دل سے کچھ کہہ کر رہی ہوں تو معافی مانگ لیتی ہوں گی یا اسرار کرتی ہیں کہ آپ سے غلطی ہو گئی؟ میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔ اس کی بوکھلاہٹ سے لطف آ رہا تھا۔

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا؟ اس کی آواز میں لرزش پیدا ہو گئی۔

"علیے پھر مطلب بتا دیجیے"

"آپ۔ آپ تخت طاؤس بن گئے ہیں کبھی انگریزوں کے قبضے میں کسی مغلوں کے اور کبھی ہندوؤں کے؟ وہ بولی اور ہنس پڑی۔ اب وہ خود کو سنبھال رہی تھی۔

"انگریز، منغل، ہندو؟ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"انگریزوں کا۔ ظاہر انکی مثل میں۔ اور اداشا۔ دیکھیے آپ نے خود ہی بے تعلق کی اجازت دی ہے۔ تو یہ ہنس پڑی میں نے بھی اس ہنسی میں اس کا ساتھ دیا۔ میرا سیدھا کھڑی ہوئی۔ چلتی ہوں چلتے کا وقت ہونے والا ہے۔ خدا حافظ! وہ الکی اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"وہ تو خیر، تمہاری ایک چیز میرے پاس آگئی ہے۔ اتفاق سے۔ ایک منٹ دیکھا ہوں، میں نے کہا کہ اداشا کا وہ پڑھ کمال کو اس کی طرف بڑھا دیا اس پر شکر کھایا ہوا تھا۔

"یہ میرا ہے؟ اس نے فریب آگرا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور میری طرح چونک پڑی۔ اسے یہ۔ یہ اس نے پریشان دکھا ہوں سمجھے دیکھا میرا ہندو بھوت کربڑی سے باہر نکلا گئی۔ میں شرارت آمیز انداز میں مسکایا رہا۔

"تو یہ کہ اس کی خوشخبری دیکھ کر سے میں بیکار تھی۔ میں نے کپڑے تبدیل کیے اور باہر نکل آیا۔ ان کے منگنا بے حد دلچسپ تھے۔ فرخ بے حد دلچسپ لڑکی تھی اور میں کا پہرہ کھانا آنا لنگرا کا تھا۔ پھر لان پر چولہا قدی ہونے لگی۔ صن موقع دیکھ کر میرے پاس آ گیا۔ "یاد عزالی سنبھال زندگی کی گاڑی کا ایک پہرہ کو بڑھا ہو گی ہے۔" صن نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا؟

"فرخ سوت اپ سیٹ ہے۔ یہ کادی اداشا پوری کی چیزیں آخر؟

"کیا ہوا؟ میں نے اقتدار ہنس پڑا۔

"یاد خدا فک لڑکی ہے۔ بے موقع اور بے ٹک بولتی ہے۔ کہنے لگی رات کو بارہ بجے کے بعد زندگی بھانج ہوئی ہے ایک

"کیوں کیا ہوا؟

"پندرہ گنتوں میں جیسا لگو گئی ہے۔ اداشا لڑکیوں کی نسبت مردوں میں زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔"

"صن سے کوئی بات ہوئی ہے؟ میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"اروگر دگوم رہی ہے اس کے بہت سے مشورے بھی دے چکی ہے صحت اور جوانی سنبھال کر رکھنے کے"

"تو خوب رہے گا؟"

"نہیں فرخ بہت حساس ہے کوئی گورڈ نہ ہو جائے؟

"صن کو سمجھاؤ گے؟"

"آپ سے بھی بہت بے تکلف ہے؟"

"لفظنا ایسی سے دردمند ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ اس سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی مختصر میں نے جواب دیا۔ جہا مغلظ ہو گئی۔

"شام کو پانچ بجے تو روائی میں آگئی۔ ایسا ایک آدھ بارہی ہوا تھا، میں لمبے دیکھ کر چونک پڑا۔ غیرت، آپ؟

"معافی چاہتی ہوں۔ ڈیڑھ گھنٹے میں نام دیا ہے کہ چلتے آپ ان کے ساتھ ہی نہیں؟"

"ارے دن کر دیئے تھے؟"

"میں ذرا بے تکلف لڑکی ہوں دوستو۔ دل میں کوئی باز آئے تو اسے سینے میں گونگنا کوئی اچھی بات ہے؟ اداشا نے کہا ہرگز نہیں اداشا تو خیر بولی۔

"یہ ماہول تھے اتنا پسند آیا ہے کہ میں یہاں کچھ دن ہم چاہتی ہوں کیا آپ لوگ اس سلسلے میں میری مدد کریں گے؟"

"ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ کنویر صاحب اداشا کو ہر سے لے جا کر دکھا دیں؟ صن بولا۔

"آپ نے کوئی مجھے ہمیشہ کے لیے یہاں رکھ لے؟" اداشا کہتی ہوئی بولی۔ فرخ لڑکی نظروں سے مخفی ہو کر چھپ گیا۔

"یہ معاملہ ذرا پیڑھا ہے۔ صن میری سمجھتے ہوئے بولا اداشا نا کعبہ کے بارے میں کچھ کہا تھا یا نہیں سنائی۔ جانتے؟ لگھا کر مجھے سے گوروشی کی۔ یہ لڑکی کچھ عجیب نہیں ہے؟

"کیسے؟"

"ہاں اس کی باتیں۔ یا تو یہ بہت معصوم ہے یا پھر جتنا ہوئی۔ ڈیڑھ اس کا علاج کر رہے ہیں؟

"چلو تمہیں معلوم ہے تو پھر یہ سوال بیکار ہے؟"

"عام حالات میں تو ٹھیک ہے؟"

"ہاں لگھا ہوا ذہن سے بے جا رہا کا؟"

"فرخ پھر غور کر۔" جہا مسکرا کر بولی۔

میرے نہیں۔ پھر جو لینا ہے آپ پر حق جتا یا، سرگوشیاں گیں، ہما کچھ پیچھے مرک گئی۔ میں نے آپ کو دیکھا لیکن آپ نے اس کی بھی توجیہ نہیں کی تو میں نے سوچا کہ کیا ہما بھی غلط فہمی کا شکار ہے۔ چڑیا چلی گئی۔ ہمارا گئی۔ ہما کا حادثہ ہوا تو آپ نے کہا کہ ہما پر توجیہ چلئے۔

اس کا احترام کیا جلئے۔ آپ ہمارے پوچھ لیں۔ اس دن کے بعد میں نے ہما کا بندیشہ خیال رکھا آپ کے نام پر غزالی۔ آپ میرے نہیں ہمارے تو تھے۔ پھر آپ دونوں نے اپنے درمیان سرگوشیوں کے کسی رشتے کی تردید کر دی۔ مجھے کسی پر نہیں آپ پر اعتماد تھا غزالی آپ جھوٹ نہیں بولتے۔ اس تردید نے میرے دل میں پھر طوفان بنگادے۔ اور پھر کہوں غزالی۔ اور کچھ کہنا ضروری ہے؟ اس کی آواز نہ نہ گئی۔ وہ واپسی کے لیے مڑ گئی۔ میں نے اسے روکنا جیسا ہا لیکن آواز نہیں نکل سکی۔ اور وہ برق رفتاری سے ٹیکسی سے باہر نکل گئی۔

میں پریشان کھڑا رہا۔ تنویر بے حد نفیس طبیعت کی مالک تھی۔ کوئی اور جیجان نہیں تھا اس میں لیکن ہر عکس کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ وہ نوجوان تھی، جذبہ رکھتی تھی ادا ان جذبوں کے اظہار میں حق بجانب تھی۔ بد قسمتی تیری تھی کہ میں اس کے جذبوں کا چہرہ چڑھے جذبوں سے نہیں دوسے سکتا تھا۔ میرے تو حالات ہی مختلف تھے۔ ان نزاکتوں کا بوجھ سنبھالنا ابھی میرے لیے ممکن ہی کہاں تھا۔ دل کو اس احساس میں جلانا شروع کر دیتا تو سوزش ہی مقدمہ میں ہوتی۔ اور میں اس آگ سے درد ہی رہنا چاہتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ تنویر کے لیے کیا کروں۔ اسے سمجھانے کے لیے میرے پاس مناسب الفاظ نہیں تھے۔



دوسرے دن دوبہر کو طاہر علی میرے پاس آئے۔ اسٹیشن بھی ساتھ تھا۔ انھوں نے اطلاع دی کہ آج رات وہ بھی روانہ ہو جائیں گے، کہتے گئے۔ ”اب مزید کسٹمن کام نہیں رہ گیا ہے اس لیے وقت ضائع کرنا حماقت ہے لیکن تمہارا پروگرام نہیں معلوم ہو سکا۔ تمہیں کتنا وقت ملے گا؟“

”جمع بات آپ کو ایور ہارٹ پر بتاؤں گا۔ میں خود اس سلسلے میں نکلنے والا تھا۔“

”اندازاً؟“ طاہر علی نے پوچھا۔

”اس ہفتے کے اندر، میں نے جواب دیا۔“

”میں بھی جاپان کے قیام کو مختصر ترین کروں گا۔ جس نے مجھے واسکاٹ کی ڈائری دکھائی تھی اور ان جگہوں کی نشاندہی کوئی تھی جہاں سے ان لوگوں نے پورے کو حاصل کیا تھا۔ میں انتہائی کوشش کروں گا کہ وہاں حق متعلق معلوم کروں۔ زیادہ سے زیادہ وہ ہفتے وہاں رکوں گا اس کے بعد لہاسر پہنچنے جاؤں گا۔“

تقدیر میرا منتظر تھا۔ ہمیشہ کا اندر پر تپاک انداز میں مجھ سے ملا۔ اور پھر میرے لیے کافی طلب کر کے اس نے اپنے آدمی سے کہا کہ اب کسی کماں وقت تک اندر نہ آنے دے جب تک وہ اجازت دوسرے دے۔

کافی پیتے ہوئے اس نے کہا، ”غزالی بھائی آج کچھ ایسی باتیں کرنے کو توجیہ چاہ رہا ہے جو ممکن ہے تمہیں پسند نہ آئیں۔ لیکن میری درخواست ہے کہ انہیں صرف دوستانہ باتیں سمجھنا۔ وعدہ کرتے ہو کہ بڑا نہیں مانو گے؟“

”قادر میرے دوست یونیورسٹی میں ہمارے تعلقات زیادہ گہرے نہیں تھے لیکن اس دور کے حوالے سے ہی میں دوبارہ تم سے ملا ہوں اور تم نے جس طرح میری پذیرائی کی ہے اسے میں بھلا نہیں سکتا۔ آج تک میں ہی تمہیں پریشان کرتا رہا ہوں تمہارے لیے میں نے کیا کیا ہے اس لیے دوست میں تمہارے غلوں پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔“

”شکر ہے غزالی بھائی، تم شریف آدمی ہو اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ مجھے یہ بھی کیا یہ سب کچھ پڑا مراد نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ بڑا کون تھا جو میرے لیے مروانی کا سبب بن گیا اور آج تک میں خود پر محنت سمجھتا ہوں کہ تمہارا اتنا سا کام نہ کر سکا۔ بات پڑا مراد ہے، ایک اور پوچھنی تھی اس میں ملوث تھا۔ مختصر ہی سہی لیکن مجھے بتاؤ تو یہ جھگڑا کیا ہے اور اب عرفیاتی طور پر تبت جانا چاہتے ہو جبکہ تمہاری صورت ہی تمہارا دواں جانا مشکل نہیں ہے۔“

”میرے پیارے دوست، میری نظرت کے بارے میں اندازہ لگا چکے ہو گے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں خراب ذہنیت کا انسان نہیں ہوں۔ ساتھ ہی مجھ میں یہ فریضہ بھی ہے کہ اگر مجھے کوئی اپنا زانو سوج دے اور اس کا کھچا لینا بنا دے تو جو وہ روز میری زندگی کا حصہ بن جاتا ہے۔ یہ کہانی بھی جی ایسی ہی ہے۔ لیکن سمجھ لو کہ میں جب امدان کے کچھ دوست ایک انجمن کا شکار میں اور انہوں نے اس معاملے میں مجھے رازدار بنا لیا ہے۔ یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ معاملہ اسی پورے کا ہے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ بہت میں کہیں روپوش ہے، ہم اسے تلاش کرنے کے لیے ہی سفر اختیار کر رہے ہیں۔“

”ہم سے تمہاری کیا مراد ہے؟“

”میں، حسن صاحب اور چند دوسرے افراد۔“

”تو کیا تمہارے ساتھ دوسرے لوگ بھی جا رہے ہیں؟“

”میرے ساتھ نہیں، وہ لوگ تلافی طور پر وہاں جا چکے ہیں۔“

لیکن مجھے ایک پوشیدہ گزارش کی کیفیت سے وہاں کام کرنا ہے۔

اس لیے میں اگک تھک رہنا چاہتا ہوں۔“

”اودہ۔ یہ معاملہ ہے۔ اچھا یہ بناؤ تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟“

”پورے کی تلاش۔“

”آسان کام نہ ہو گا۔“

”اب جرحی ہو گا، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تندرستی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر اس نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی رکھ دی اور بولا، ”نیپال کے راستے سے تبت میں داخل ہو کر تہہاری پہلی منزل کو نسی ہو گی؟“

”اس دوران میں نیپال کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ کھٹمنڈو سے ساگرمتھا کے علاقے میں داخل ہوں گا اور پھر وہاں سے اپنا کام کرتا ہوا لہاسر پہنچ جاؤں گا جہاں وہ لوگ میرے منتظر ہوں گے۔ اس دوران کہاں کہاں جاؤں گا۔ اس کا کوئی پروگرام نہیں ہے میرے ذہن میں، میں نے جواب دیا۔

”تمہیں یقین ہے کہ تم اپنا کام کرو گے؟“

”اسی ارادے سے جا رہا ہوں قادر۔ کامیابی اور ناکامی کو تقدیر کے کھیل میں۔ تمہاری لائن کے لوگوں سے ملاقات ہوگی تو میرا کام آسان ہو جائے گا بہر حال یہ ایک جوا ہے جو کھیلنا ضروری ہے۔“

”بہت مختصر پروگرام ہے لیکن تم بہتر سمجھو گے۔ میں تمہیں چند لوگوں کے نام اور پتے دے دوں گا۔ یقیناً تمہانے کام آئیں گے لیکن غزالی بھائی نہ جانے کیوں ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے دل کچھ گہرا ہے جس جی جانتا ہے کہ تمہیں اس کام سے روک دوں، قادر نے پھینکے سے انداز میں کراہتے ہوئے کہا۔

”تمہیں قادر۔ اس کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔“

”تو تو یاقم تیار ہو جاؤ بھلا؟“

”ہاں۔ قطعی۔“

”ہم کل ہی روانہ ہو جائیں گے۔ میں نے تمہیں بتا دیا ہے تاکہ جو لوگ مرحدوں پر اپنے شناسا تھے وہ وہاں سے ہٹ گئے ہیں۔ لیکن کارڈ ہاتھ کارڈ ہوتا ہے۔ میں کچھ ایسے لوگوں سے ملنے گیا تھا جو ان راستوں پر کام کرتے ہیں۔ پتا چلا کہ ان علاقوں پر ایک سستی ہے۔ ساہرا مال پہنچنا نا بھی ضروری ہے میں نے ان دونوں سے وعدہ کیا ہے۔ جی پڑھے اور پھر مستقل کام ہے اس لیے چھڑا نہیں جا سکتا۔ تہہاری بات نہ ہوتی تو جبراً وہ نہیں تھی لیکن خیر۔ کوئی تڑپ لگا نہیں گے۔“

”کیا مطلب؟“

”سو دا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ مال نہیں لے جاسکتے تھے اب مجھے خود اس کی ڈیوری دینی ہوگی۔ ایک سے مرحد ہا کر جانا تو کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن مال کے ساتھ ذرا مشکل ہوتی ہے۔ دوسرے ہندستانی مرحد ہیں جن کی وجہ سے کڑی چل رہی ہیں، معرفت نیپال کا راستہ رہ

جاتا ہے۔ تمہیں تو علم ہی ہے کہ نیا پال کے تین طرف ہندوستان
ہے اور شمالی علاقہ تربت سے ملتا ہے۔

”ہاں یقیناً“
”تو چر تیار ہو جاؤ۔ ہمیں ٹرکوں کے ذریعے سفر کرنا ہے“
”میں تیار ہوں تو۔ اگر دو ٹیک ہمارا ساتھ ہو جانا بت تو
اور لطف رہے گا۔ میں تو ان پروگرام سے بہت خوش ہوں“
”تو ہم بھی خوش ہیں۔ کل شام کو چوتھے ساری تیاریوں کے
ساتھ یہاں آ جاؤ تو بیٹے کے قریب یہاں سے چل پڑیں گے۔ ناہ
نے کہا۔ مزید پوچھ کر گفتگو کے بعد میں تار کو خدا حافظ کر دیا۔
بدن میں ایک سردی اٹھیں ہو رہی تھی۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا اپنے
دماغ اپنی سرزمین میں ہوا تھا نہیں اب بات دماغ سے باہر نکل رہی
تھی اور زندگی میں پہلی بار اپنی سرزمین چھوڑ رہا تھا، وہ بھی انتہائی
خط ناک حالات میں۔ اپنی ناخیر کاری کا پورا پورا احساس تھا۔ تار
نے جو کچھ کہا تھا وہ سب کانوں میں گونج رہا تھا۔ ایسے حالات پر اگر
سنجیدگی سے غور کیا جاتا تو واقعی مشکل خیز تھے۔ پانچ بے وقت ایک
ایسے خزانے کی تلاش میں مصروف تھے جسے حکومتیں بھی حاصل نہ کر
سکی تھیں۔ پانچوں ان معاملات میں ناخیر کاری تھے، کسی کے سامنے
کوئی ناخیر عمل نہیں تھا اور ایک ایگ ریپلکسر اسٹن کی ٹیم کا سربراہ
تھا۔ پرفلٹف داستاں تھی۔

میں کو بھی میں داریں آیا تو دل میں طرح طرح کے خیالات
امڈسے چلنے آ رہے تھے۔ شام کو ظاہر علی وغیرہ کو کھولنے جانا تھا۔
مسٹر اسٹن انہیں کے پاس چلے گئے تھے چنانچہ میں ظاہر علی کو کھٹی
پر پہنچ گیا۔ ہمارے برآمدے میں میرا استقبال کیا تھا۔ وہ اب بائیں
ہی تبدیل ہو گئی تھی۔ لباس نہایت سادہ ہو گیا تھا، طبیعت میں بھی
بڑی نمایاں تبدیلی ہو گئی تھی۔ ظاہر علی اور اسٹن مختصر سامان کے ساتھ
تیار تھے۔ میں انہیں اپنی کار میں لے کر چل پڑا۔ ہمارے ساتھ
تھی۔ ایئر پورٹ پر ان دونوں کو خدا حافظ کیا۔ ظاہر علی نے ہمسائیگی
پیشانی چرئی اور مجھے ہدایت کی کہ اب ہمارا کون سا صاحب کی کوئی پر
لے جاؤں۔

راتے میں ہمارے کہا۔ ”کیا یہ دیوانگی نہیں ہے غزالی؟“
”کیا مطلب؟“

”ان میں سے ایک بھی تو غیر سنجیدہ یا کم تر نہیں ہے۔ سب
ہی تجربہ کار اور عرصہ سیدہ لوگ ہیں۔ ڈیڑی نے مجھے بتایا ہے کہ تم
لوگوں کا دشمن کیسا ہے، کیا صرف زندہ گیلیاں خطرے میں نہیں ڈالی جا
رہی ہیں؟“
”بس ایک شوق ہے ہمارا۔ دیکھو اس کی تکمیل کی طرح ہوتی ہے۔
دیکھو ہمارے بات تمہیں اپنے دل میں رکھنی ہے اور دوسروں کو اس

بار سے میں کچھ نہیں بتا گیا۔“
”ڈیڑی نے مجھ سے کہہ دیا تھا۔ اس لیے اطمینان رکھو۔“
ہمارے جواب دیا۔ اسے پہنچانے اندر گیا تو ادشکاری نظر آئیں۔
فرمایا ہماری طرف بگی تھیں۔ ”یہاں سے آ رہے ہو تم دونوں؟“

”آپ کیسی ہیں اور شام کی؟“ میں نے اس کے بے شکے
سوال کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔
”صحت پور ہو رہی ہوں۔ بے رنگ زندگی ہے یہاں کی۔ ہر
شخص خود میں مگن ہے۔ سہ تو تم اپنے سارے پروگرام ترک کر دو مجھے
تمہاری ضرورت ہے۔“
”تو یہ کہاں ہیں؟“ میں نے پھر اس کی بات نظر انداز کر
دی تھی۔

”آؤ ادش اندر چلیں اگر آپ مصروف ہیں غزالی تو جائیں۔ میں
ادشکاری کو لوریت سے پہنچاؤں گا۔“ ہمارے کہا۔
”ہائے تم میرے درد کا دماغ نہیں بن سکتیں تم کیا جانو
مجھے کیا چاہیے؟“ ادش نے ایک سرواہ بھرا کہا، ہمسائیگی
طرح اسے اندر لے گئی۔ میرا دل بھی جا با کہ میں اندر جا کر تو بیکوں
لیکن پھر خود کو اس سے باز کر دیا اور بائیں کسی میں آ گیا، کریم باکو
جی کل کی روائی کے بارے میں بتانا ضروری تھا۔ وہ بے چارے
یہی سمجھ رہے تھے کہ کس صاحب نے کاروباری امور میں مسہری
ذمہ داریاں بڑھا دی ہیں اور میری ترقی ہو گئی ہے چنانچہ انہوں نے
بہت سی دعا مانگیں دے ڈالیں۔

رات کو بس پرفلٹف کو جمع معنوں میں لطف آیا تھا۔ اتعداد
دوسرے اور ہزاروں خیالات ذہن میں سر اچھا رہے تھے۔ تربت
کی پرامر اسرزمین مجھے آواز دے رہی تھی نہ جانے کیسے کیسے ہنگامے
دہاں انتظار کر رہے تھے۔ لیکن دل کو مضبوط کرنا ضروری تھا ہی طرح
مستقبل نیا ہے۔ کورد ساری زندگی بے مقصد گذر جاتی ہے۔
میں آٹھا تو بائیں پڑ سکون تھا۔ ابھی کسی کو اپنی روانگی کے
بارے میں بتانا ضروری نہ تھا۔ خواہ سوالات کا نشانہ بن جاؤں
گا۔ لیکن پورا دن گھر میں ہی گزارنا تھا، شام کو پانچ بجے کو تیار
کر میں چلے گیا۔ مکان پورہ ہوا اور موقع ہنگامہ ہو گیا۔ ڈیڑی
دیر میں بیگ صاحب ایک ایسی میں آگئیں لیکن ان میں تو زین نہیں تھی۔
میں ہر آٹھ پر ان کے آئے کا نشانہ کرتا رہا لیکن پورے چوبیس تک
تو زین نہیں آئی۔ بیگ صاحب جا چکی تھیں۔ ہمارے ساتھ تھی۔ اور شام
نا چھٹی پھر کچل گئی تھیں۔ میں ان لوگوں سے معذرت کر کے کو کھٹی
کی طرف چل پڑا اور پھر تو زین کی خواب گاہ کے دروازے پر دستک دی۔
”آ جاؤ اس کی آواز اجری میں کچھ دیکھو۔ کچھ وہ شکر ہے۔“
بیک کسی کتاب اس کے ہاتھ میں تھی۔

”میں آپ سے ملنے آیا ہوں تو زین“

”میں بس آ رہی تھی۔ کچھ طبیعت خراب ہے۔ دیر
ہونے کی معافی چاہتی ہوں“

”خدا حافظ تو زین۔ آپ سے ملے بغیر نہیں جا سکتا تھا۔
آرام کیے ہو ہیں نے کہا اور فوراً ہی باہر نکل آیا۔ کچھ عجیب
سی کیفیت ہو گئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مجھے تو زین
سے شکایت ہو۔ محسن نے تھوڑی دیر لیٹ جانے کی
پیش کش کی تو میں ہنس پڑا۔

”مزید آدمی ہوں یا۔ ہوائی جہاز کے سفر کی عیاشی
نہیں کر سکتا، آرام کرو مجھے بس ایک ٹیکسی کی ضرورت
ہے جو راستے سے لوں گا۔“

”کیا فضول بات ہے؟“ محسن بگڑ کر لولا۔
”مجھے محسن ہوائی سفر نہیں کروں گا۔“ بمشکل محسن
سے پیچھا چھڑایا تھا اور پھر ایک ٹیکسی سے القادری پہنچ
گیا۔ قادری کے پاس چند اور بھی لوگ بیٹھے تھے اور وہ انہیں
اپنی میز مومو جوگی کے کام سمجھا رہا تھا۔ میں خاموشی سے
ان کے پاس بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلے گئے تو
قادری نے کہا۔

”صبح وقت پر آئے غزالی بھائی۔ پروگرام میں معمولی سی
تبدیلی ہوئی ہے۔ بس آ رہے تھے۔ بعد یہاں سے نکل
چلیں گے۔“

”اور اچھی بات ہے۔“ میں نے کہا۔ قادری اور کوئی
گفتگو نہیں ہوئی۔ اس نے کئی فون کیے تھے۔ کوئی زبان میں
گفتگو کرتا رہا۔ پھر ایک ملازم نے گاڑی آنے کی اطلاع دی۔
یہ سیاہ رنگ کا ایک ٹرک تھا جس کا پچھلا حصہ تریالوں سے لٹھکا
ہوا تھا۔ میں اور قادری ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گئے اور ٹرک
اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔ راستے میں ایک جگہ ٹرک کا اور
دو آدمی اس کے عقبی حصے میں سوار ہو گئے۔

”بیکھو آرام کا احتیاط ہے۔ بیٹھے بیٹھے تھک جاؤ تو
تیر کچھے پلے جانا۔“ قادری نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔
میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اس لیے قادری سے مزید کوئی گفتگو
نہیں کی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے ذہن آزاد
چھوڑ دیا تھا اب کسی فضول سوچ کو ذہن میں بگڑ دینا عا
تھی۔ دل جمعی سے سارے کام کرنے تھے۔

ایسا براؤن کام کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا بے چارہ
قادری نے میری ساری ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ اس سے اچھا
مجھے کوئی ساتھی نہیں مل سکتا تھا۔

رات کے چار بجے ٹرک رگ گیا اور پھر عقب سے
ایک دوسرے آدمی نے آکر ڈرائیونگ سنبھالی۔ قادر
نے امرار ک کچھ پیچھے بھیج دیا اور میں پیچھے جا کر آنکھیں
بند کر کے لیٹ گیا۔ اس وقت میرے دل میں بھائیوں کا
خیال آیا۔ میرے بھائی، باپ کی چھوڑی ہوئی زمینوں پر
عیش کر رہے تھے اور میں۔ لیکن دل سے ان کے لئے کوئی
بد دعا نہ نکلی۔ وہ میرے اپنے تھے۔ نہ جاسے کس نیندا گئی۔
”کچھ کھلی تو عجیب سی بو ناک میں آ رہی تھی ٹرک
ڑکا ہوا تھا۔ اٹھ کر کنارے آیا تو ایک ڈیسک منظر دیکھا۔
ٹرک ٹرک کے کنارے لگا ہوا تھا اور مٹی کے تیل کے
چوبیسے پر کڑھائی پڑھی ہوئی تھی، جس میں پھیلیاں تللی جا
رہی تھیں۔ قادر نولہنگ اسٹول پر بیٹھا پھیلیاں تلنے
والوں کو ہدایت دے رہا تھا۔ مجھے دیکھا تو ہنس کر
بولا۔ ”پلو غزالی بھائی۔ یہ پورا جھکل بیت الخلاء ہے۔ تکلیف
کرنے کی ضرورت نہیں، لٹھا لٹھا اور عیش کرو۔ مگر جلدی
آجانا پھیلیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔“ میں ہنس کر نیچے آکر
آیا تھا۔

پھیلیوں کا ناشائستہ عمدہ تھا۔ قادری نے بتایا کہ
ایک نہر کے کنارے سے ٹھرتے ہوئے یہ تازہ پھیلیاں
خریدی گئی تھیں۔ ناشتے سے فارغ ہو کر سفر پھر جاری ہو
گیا۔ جب تک سورج کی تیز تیز نہیں ہوئی ہو چکے تھے
اس کے بعد آگے گریڈ چلے گئے۔ قادری نے کہا ”ایسے کوئی
دقت پیش نہیں آئے گی۔ بس بھٹ پڑوے سر چر عبور
دینا ہے۔“ ٹرک جاؤں گا۔ اور پھر وہیں تھیں خدا
حافظ کھردوں گا۔“

”پر پروگرام کچھ بدل ہے؟“ میں نے سوال کیا۔
”بھئی چوکی سے ہدایت ملی ہے۔“
”بھئی چوکی سے۔“ میں نے تعجب سے پوچھا۔ اور
قادری نے لگا لگا اس پھیل کی دنیا عجیب ہوتی ہے، غزالی
بھائی جاگو تو جانو۔ مگر تمہیں کیا ضرورت ہے تم شریف آدمی
ہو۔ تم سو رہے تھے تو پہلی چیکنگ ہوئی اور وہیں سے
کلرٹس سرٹیفکیٹ مل گیا۔ تمہاری وجہ سے میں نے مسلسل
بھاگ دوڑ کر ہے۔ ورنہ میں تو ایسے ہی کھٹے کی گٹھن کرتا۔“

”اوہ کلرٹس سرٹیفکیٹ سے تمہاری مراد ہے۔۔۔
میں نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا اور قادر ایک آنکھ دبا
کر مسکراتے لگا۔

ہاکی کرول قادر تھیں نے سونے کی جگہ اتنی آرام دہ بنا دی ہے کہ میں گہری نیند سونگیا۔ اور پھر ان جھگڑوں نے بچپن کی یاد تازہ کر دی تھی۔ میں نے کہا۔ آہستہ آہستہ میں ان حالات سے ماؤں پر ہوتا جا رہا تھا۔ اب دل میں دوسرے بھی نہیں رہتے تھے۔ قادر سے اس زندگی کے بارے میں بات چیت ہوتی تھی اور وہ مجھے بہت کچھ بتاتا رہتا تھا۔ اسی دوران اس نے غنیمت حصوں میں کام کے پتے اور ان سے رابطے کے طریقے بھی بتا دیے تھے۔ میں نے حیرت سے کہا تھا قادر تم نے یونیورسٹی سے نکل کر اتنی جلدی اس لائن میں اتنے تجربات کہاں سے حاصل کر لیے۔“

”یاد مت لاؤ ایار۔ یوں سمجھو اپنی تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ شروع سے ایسے لوگ مل گئے جو اس طرف رجحانیت دلاتے رہے۔ انسانی زندگی کی ابتدا جس انداز میں ہو جائے بس یوں سمجھو وہی نقش آخر ہوتا ہے۔“

سفر اسی طرح جاری رہا اور پھر تھوڑی دیر میں بہاؤ سی سلسلے شروع ہو گئے جہاں کا موسم اور نظارے ہی مختلف تھے۔ ٹرک کے لیے اب ہموار راستے نہیں رہے تھے۔ بلکہ وہ دشوار گزار راستوں پر سفر کرنا پڑا تھا۔ کچھ بکری مرغلیں بھی نظر آجاتی تھیں لیکن وہ فوجی مقاصد کے لیے تھیں اور ان پر سفر کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔

دوپہر کے وقت ٹرک کو گھنٹے دو رشتوں کے ایک جھنڈ میں روک لیا گیا۔ ”ہم پہلی منزل پر آگئے ہیں، قادر نے بتایا۔

”کیا مطلب؟“

”ان پہاڑیوں کی دوسری طرف نیپال ہے۔“

”اوہ۔ مگر یہاں سرحدی فوجی تو نہیں نظر آ رہے؟“

”یہاں سے نظر نہیں آسکتے۔ بائیں سمت فوجی چھاؤنی ہے۔“

”سرحد کہاں سے عبور کرو گے؟“

”اسی پہیے سے۔ نیچے اتر کر دیکھو تو کسی دیکسی گاڑی کے نشانات نظر آجائیں گے۔“

”یہاں اس جگہ؟“

”ہاں۔ غیر فوجی گاڑیاں اسی جگہ سے سرحد عبور کرتی ہیں۔“ قادر نے معنی خیز انداز میں کہا۔ پھر کھائے پینے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کھلانے سے فارغ ہونے کے بعد قادر نے کہا۔ ”اب میں چلتا ہوں ممکن ہے دلپسی پر دیر ہو جائے۔ یہاں آرام سے وقت گزارو۔ ہاں خیال رکھنا اس

وہ تینوں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر قادر نے ہاتھ پلایا اور میں۔۔۔ بھی ان کے نزدیک جا بیٹھا۔

”تھوڑے ہی فاصلے پر آوارہ گردوں کا ایک ٹیمپ لگا ہوا ہے۔ پہلے تو ہمیں اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا لیکن کچھ آوازیں سن کر ہم اس طرف متوجہ ہوئے تو انھیں دیکھا۔“

”یہاں اس جگہ؟ میں نے تجت سے کہا۔

”ہاں نیپال اور خاص طور پر کھٹمنڈو کے یہ اطراف ان لوگوں کے لیے بے حد پُرکشش ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں منشیہ کے حصول میں کوئی وقت نہیں آتی“

میں نے اس سمت کے بارے میں پوچھا پھر آوارہ گردوں کے ڈیرے لگے ہوئے تھے۔ اس بات میرے پوچھنے پر قادر نے ایک طرت اشارہ کر دیا پھر بولا۔ ”اس جگہ ویرک جاؤ جب رات کی سیاہی زمین پر اتارنے کی تو ان لوگوں میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی اور اس کے بعد تم ان کا دلچسپ نظارہ کر سکتے ہو۔“

میں نے اس بات سے دلچسپی کا اظہار کیا اور فیصلہ کر کے رات کو تھوڑی دیر تک ان لوگوں کی تفریحات دیکھی جائیں گی اس کے بعد پھر اور دیکھیں گے۔ پھر کھانے پینے کا سلسلہ شروع ہو گیا قادر سے میں نے پوچھا کہ یہاں کتنا دقت مرنے کیا جائے گا تو وہ کہنے لگا۔

”غزالی بھائی۔ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے تو تجربہ ہی پیش کیا تھا کہ تھی اگر کھٹمنڈو کی سیر کرنا چاہو تو میں ایک دن انہیں دے سکتا ہوں ہم آج ہی کل رات اپنے سفر کا آغاز کریں گے۔“

”نہیں قادر حالات اس کی اجازت نہیں دیتے ہمیں پہلے اپنا کام کرنا ہے۔“

قادر نے شانے ہلانے اور کہنے لگا ”تو پھر ٹھیک ہے تھوڑی دیر تک ان کے درمیان تفریح کر کے ذہن کو تازہ کر لو اس کے بعد ہم اپنا سفر دوبارہ شروع کریں گے وہ حقیقت یہاں رکنا ایک طرح سے بے معنی ہے۔“ میں نے قادر سے اتفاق کیا۔

شخافت آسمان پر جب چاند کی پہلی جھلک نظر آئی تو ہم اپنی جگہ سے اٹھ کر نکلے۔ صرف ایک آدمی کو وہاں چھوڑ دیا گیا تھا وہ ہم میں آواز اٹھلانے سے اتر رہے تھے جو کہ انہیں گہریوں تک چلا گیا تھا۔ ڈھولان کے منتظر پر آوارہ گردوں کا ٹیمپ لگا ہوا تھا۔ جگہ جگہ سے دھول اٹھ رہا تھا اور اس دھول کے درمیان دھوئی جیسے لوگ چلتے پھرتے خمکس ہو رہے تھے۔ پھر ایک طرف سے فوجی بچے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ہمارے ساتھ تھے۔

مخرب ہو گئے۔ ہم تیز رفتاری سے ڈھولان طے کرتے ہوئے ان کے درمیان پہنچ گئے۔ چھاؤنی چھوڑ چوں والے آوارہ گرد بستیوں میں مصروف تھے۔ جس اور گاہنے کے دھوئی کی پھنسا میں بکھری ہوئی تھی۔

حکومت کے بانی دروایا شاہ کی نسل سے تھا۔ اس نے 1481ء میں کھٹمنڈو پر اس وقت قبضہ کیا جب وہاں کے مقامی لوگ اندر جا کر اتوارمانے میں مہروف تھے کھٹمنڈو دارے کی دوسرے علاقے بھی جلد ہی فتح ہو گئے۔ اور اس طرح کھٹمنڈو سلطنت نیپال کا دار الحکومت قرار پایا۔ 1813ء میں نیپال کا بادشاہ یکرم شاہ تھا لیکن یہاں کی اصل حکومت وزیر اعظم ہییم سین تھا ہا کے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت نیپال پر ہندوستان سے الیٹ انڈیا کمپنی کی فوجوں نے سرحدی جھگڑوں کی بنا پر حملہ کر دیا۔ نیپال کی فوجوں کو شکست ہوئی اور 1814ء میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جن کے تحت نیپال کو اپنے خاصے علاقوں سے دستبردار ہونا پڑا۔

ان علاقوں میں کچھ علاقے نیپال کو رانا جنگ بہادر کی حکومت کے زمانے میں اس وجہ سے واپس مل گئے کہ رانا جنگ بہادر کی فوجوں نے ہندوستان میں 1815ء کی جنگ آزادی کے دوران انگریزوں کی مدد کی تھی۔ رانا جنگ بہادر کا خاندان نیپال کی حکومت پر ایک سو چار برس تک قابض رہا۔ برطانیہ نے نیپال کو ایسی خود مختار حکومت تسلیم کیا جو اتارا علی رکھتی تھی۔ جمہوریت کی تحریکیں یہاں بھی لہر پڑتی رہیں۔

اور جب نیپال کے بادشاہ تری بھونج بیر بوم شاہ نے کھٹمنڈو میں موجود بھارتی سفارت خانے میں بڑھائی تو امریکہ ایک طرح بھڑک اٹھی۔ حوالا اپنے بادشاہ کی حمایت میں نکل آئے اور 1951ء میں رانا جگت بہادر کی قائم کردہ حکومت زوال پزیر ہو گئی۔ تری بھونج بیر بوم شاہ کو وہاں بابائے قوم کا خطاب دیا گیا اور اس کے انتقال کے بعد شاہ مہندر بیر بوم شاہ برسر اقتدار آگیا۔ ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ نیپال کے انہیں فیصد رقبہ پر پھیلے ہوئے ہے اور اس میں بے شمار بلند چوٹیاں ہیں جن میں کی آٹھ ہزار میٹر سے زیادہ بلند ہیں اور ماؤنٹ ایورسٹ یعنی دنیا کی بلند ترین چوٹی بھی اسی سلسلے میں موجود ہے اور اس مقام کو ساگرما تھا کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری بڑی چوٹیوں میں چوکن چنگا، مانا سلو اور پرنا کا نام آتا ہے۔ ان پہاڑوں میں عجیب و غریب زندگی پائی جاتی ہے۔

نچلے تک میں نیپال کی تاریخ میں کھونا رہا اور ان کے بعد نیندا آگئی۔ آج کھٹمنڈو میں کھٹمنڈو فضا کو اپنی لہٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ موسم تیز تھا گرم، خوشگوار اور کھٹمنڈو میں تھیں۔ اپنے اطراف میں دیکھا تو سب ہی ہلکے تھے۔ میں ٹرک سے پیچے آگیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر

باقی وقت اور دھارو کی گپ شپ میں گزار دیا۔ بہت کچھ دیکھنے اور سننے کو مل رہا تھا اور کھٹمنڈو تمام چیزوں سے دلچسپی ہو رہی تھی۔ ساڑھے بار بجے سب ٹرک میں آگئے اور ٹرک اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس کی بتیاں بھی ہوتی تھیں۔ اور بڑی احتیاط اور حسد رفتار سے ڈرائیونگ کی جا رہی تھی۔ ہم ایک راستے سے گزرے پھر بلند لوہوں پر چڑھنا پڑا اور پھر ہموار میدان آگئے۔ ایک وسیع میدان عبور کرنے کے بعد ٹرک ہلے پھلے درختوں کے درمیان سے گزرتے لگا۔ صبح تک یہ سفر جاری رہا اور تمام رات ہم لوگ پوری مستعدی سے جاگتے رہے۔ رات کی تاریکی میں اطراف کے مناظر ابھار کر نہیں تھے۔ کہیں روشنی چھوٹی تو دور دور تک مخصوص طرز کی عمارتوں کے آثار نظر آنے لگے۔ میں دلچسپی اور حسرت سے یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ بالآخر ایک پہاڑی ٹیلے کی آڑ میں ٹرک روک لیا گیا۔

”اب ہم نیپال کی فضا میں سانس لے رہے ہیں، قادر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ رات بھر کی ٹھکن جب بھی دور ہو جائے گی سفر شروع کر دیں گے۔ اب یہ سفر زیادہ طویل نہیں رہا۔ ہاں اگر تم کچھ وقت یہاں ٹرک کو کھٹمنڈو دیکھتا چاہو تو ضرور دیکھو۔ لیکن کوئی اعتراض نہیں ہے خدا حافظ! وہ سونے کے لیے لیٹ گیا۔ باقی دونوں آدمی بھی سو گئے۔ لیکن میں جاگ رہا تھا نیپال کی تاریخ میرے ذہن میں کلکلا رہی تھی۔

ہزاروں سال پہلے عرف کھٹمنڈو کو وادی نیپال کہا جاتا تھا۔ لیکن اٹھارویں صدی میں نیپال ایک الگ جگہ بننے سے ابھر جب پرتھوی نارائن شاہ نے مختلف فتوحات کے بعد اس علاقے کو متحد کیا پرتھوی نارائن شاہ گورکھا

نہاں۔ غیر فوجی گاڑیاں اسی جگہ سے سرحد عبور کرتی ہیں۔“ قادر نے معنی خیز انداز میں کہا۔ پھر کھائے پینے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کھلانے سے فارغ ہونے کے بعد قادر نے کہا۔ ”اب میں چلتا ہوں ممکن ہے دلپسی پر دیر ہو جائے۔ یہاں آرام سے وقت گزارو۔ ہاں خیال رکھنا اس

نچلے تک میں نیپال کی تاریخ میں کھونا رہا اور ان کے بعد نیندا آگئی۔ آج کھٹمنڈو میں کھٹمنڈو فضا کو اپنی لہٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ موسم تیز تھا گرم، خوشگوار اور کھٹمنڈو میں تھیں۔ اپنے اطراف میں دیکھا تو سب ہی ہلکے تھے۔ میں ٹرک سے پیچے آگیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر

باقی وقت اور دھارو کی گپ شپ میں گزار دیا۔ بہت کچھ دیکھنے اور سننے کو مل رہا تھا اور کھٹمنڈو تمام چیزوں سے دلچسپی ہو رہی تھی۔ ساڑھے بار بجے سب ٹرک میں آگئے اور ٹرک اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس کی بتیاں بھی ہوتی تھیں۔ اور بڑی احتیاط اور حسد رفتار سے ڈرائیونگ کی جا رہی تھی۔ ہم ایک راستے سے گزرے پھر بلند لوہوں پر چڑھنا پڑا اور پھر ہموار میدان آگئے۔ ایک وسیع میدان عبور کرنے کے بعد ٹرک ہلے پھلے درختوں کے درمیان سے گزرتے لگا۔ صبح تک یہ سفر جاری رہا اور تمام رات ہم لوگ پوری مستعدی سے جاگتے رہے۔ رات کی تاریکی میں اطراف کے مناظر ابھار کر نہیں تھے۔ کہیں روشنی چھوٹی تو دور دور تک مخصوص طرز کی عمارتوں کے آثار نظر آنے لگے۔ میں دلچسپی اور حسرت سے یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ بالآخر ایک پہاڑی ٹیلے کی آڑ میں ٹرک روک لیا گیا۔

شعلے لپک رہے تھے اور دھوئیں کے فٹ کے فٹ آسمان کی جانب بلند ہو رہے تھے۔ جس جگہ ذیلی اور گنگ رنج راج تھا وہاں چند بڑی لڑکیوں نے چہل کود شروع کر دی تھی۔ اپنے وجود کی لٹا لٹوں سے بے نیاز وہ نئے اور منشتات میں گم تھیں تاہم سب کچھ دلچسپ تھا۔ ہم ان کی دستیاں دیکھتے رہے۔

گھڑیاں ساڑھے بارہ بج رہی تھیں۔ میں نے قادر کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا۔ "یہاں سے جانے کو بس کا دل چاہے گا۔ لیکن جانا ضروری ہے؟"

"ہاں قادر۔ یہ سب فرصت کی باتیں ہیں، میں نے کہا اور ہم واپسی کے لیے چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ٹرک کے قریب پہنچ گئے۔ ٹرک میں ڈرائیور کے بڑے بیٹن رکھے ہوئے تھے انہیں ٹرک کی منڈی میں خالی کر کے وہیں پھینک دیا گیا اور اس کے بعد ٹرک اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔

دن میں نیند پوری ہو چکی تھی اس لیے اس وقت ہم سب چاقو چند تھکے راستے میں، میں نے پوچھا "یہ سفر کتنے طویل ہو گا نا بھ" "رات بھر سفر کریں گے اور پھر دن کو گیارہ بجے تک۔ اس کے بعد قیام کیا جائے گا۔ پھر رات کو بارہ بجے ہم سڑک بند کریں گے؟" "تم پہلے بھی اس راستے سے آچکے ہو قادر؟"

"نہیں؟" "پھر اتنا صحیح سفر کیسے؟" "کرنا داس اس راستے کے بارے میں جانتا ہے، یہ اکثر ان طرف آ رہتا ہے، قادر نے کہا اور میں نے گردن ہلا کر داس انہیں دو ٹوکوں میں سے ایک تھا جو ہمارے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس کے بعد کچھ پوچھنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔

سفر جاری رہا۔ چاند آسمان پر آٹھ بج چکی کر رہا تھا۔ دلوں کی اوٹ میں آتا تو اطراف میں بھری چٹائیں سیاہ کھیل اڑھ کر بیٹھے ہوئے بھرتوں کی شکل اختیار کر جائیں پھر جب چاند نکلنا تو یہ بھرت رد پ بدل لیتے تھے۔ پھر روشنی کی کرنوں نے اس صورت حال کو بدل دیا اور چوتوں کا کھیل تم ہو گیا۔ تاحند کچھ بھول درخت اور سرسبز راستے بکھرے ہوئے تھے۔ پس منظر میں ہماری ک بلند سلسلوں ٹھوس ہوتا تھا جیسے زمین کی حد جو یہاں زمین ختم ہو گئی ہو اور یہ بلندیاں آسمان سے جا مل رہی ہیں اور اس کے بعد کچھ نہ ہو۔

بالآخر دن کو ایک بجے ٹرک روک دیا گیا۔ یہ ایک چھوٹا پہاڑی سلسلہ تھا۔ اس کی دوسری طرف تبت ہے، یہ قادر نے بتایا۔ "اور یہ پہاڑی سلسلہ کتنی دور ہے جہاں زمین کی حد ختم ہوتی ٹھوس ہوتی ہے، یہ میں نے پوچھا۔" "اسی ہی دور کچھ لو جتنا ہم سفر کیجے ہیں، قادر نے مسکراتے

ہوئے کہا۔ اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ حالانکہ یوں لگتا تھا جیسے یہ پہاڑی سلسلے بالکل قریب ہوں۔ رات ہونے تک ہم وہیں رکے اور پھر مقررہ وقت پر ٹرک نے سست رفتاری سے سفر کا آغاز کر دیا۔ قادر اس وقت بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ سب لوگ چڑکتے تھے۔ قادر نے کہا۔ "اس مرحلہ کو عبور کر لیں تو کوئی تنگ جیت نہیں۔ یہ اس سفر کا سب سے خطرناک مرحلہ ہے۔"

ٹرک کی روشنیوں کی تھیں اور قطعی پتا نہیں چلتا تھا کہ آگے کیا ہے۔ کوئی ایک گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک دہرے میں داخل ہو گئے جو نا ہوا تھا۔ ٹرک بڑی طرح اچھل رہا تھا اور ڈرائیور بگڑنے والے کو اس کا اسٹیئرنگ سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا پھر دوسرے کسی کتے کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں اور ڈرائیور نے گھبرا کر بریک لگا دیے۔ "استاد تڑپ رہے۔ کتے کی آوازیں سن رہے ہو، اس کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔"

"انجن بند کرو، قادر نے کہا اور ڈرائیور نے جلدی سے سوچ آت کر دیا۔ دس منٹ تک ہم اسی طرح کھڑے آہستہ لیتے رہے اور پھر قادر کے اشارے پر ٹرک آگے بڑھا لیا گیا۔ اس کے بعد کتے کی آواز نہیں سنائی دی۔ لیکن قادر کچھ سمجھ رہا تھا۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "دوسرے سے نکلنے ہی رخ بدل لینا۔ راستہ خواہ دائیں سمت نظر آئے یا بائیں سمت، سیدھے چلنا خطرناک ہے؟" "جی استاد، ڈرائیور نے جواب دیا۔ لیکن مشکل سے مزید دس منٹ گزرے تھے کہ ہواؤں کے دوش پر کتوں کی آوازیں پھر سنائی دیں اور ڈرائیور نے جلدی سے پھر انجن بند کر دیا۔ تھوڑی دیر انتظار کیا گیا۔ آوازیں اب مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ قادر نے ٹرک کے پچھلے حصے سے دو اسٹین گین نکالیں اور ان دونوں کی طرف بڑھنا آجوا بولا۔ "تم تو کچھ پچھلے حصے میں چلے جاؤ۔ ڈرائیورنگ میں کروں گا۔ غزالی جہاں یہ پستول رکھو۔ اور میرے پاس بیٹھ جاؤ، میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور دل کسی آنے والے خطرے کی تیش گونگ کر رہا تھا۔"

قادر نے ٹرک اسٹارٹ کیا۔ اس بار اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ قادر بڑی جوشیاری سے اچھلتے کودتے ٹرک کو سنبھالے ہوئے تھے۔ دڑھ کاٹی ہوئی تھانسی کے دوسرے سرے کا کہیں پتا نہیں تھا۔ لیکن قادر راستے کی پروا کیے بغیر ٹرک دوڑانے جا رہا تھا۔ دھنکا پہاڑوں میں کہیں روشنی چکی اور قادر نے بے اختیار بریک پریاؤں رکھ دیا۔ کتے زور زور سے بھونک رہے تھے۔ اور ان کی آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ پھر ایک ہمارے بائیں سمت سے تیز سرج لاشٹ کی روشنی نیچے اترنے لگی اور قادر کے حلق سے غزالی ہوئی آواز نکلی۔ "لعنت ہے یہ۔ گھر گھر کتے، اس نے انجن بند کر دیا۔ روشنی اس طرف

آ رہی تھی اور چند لمحوں میں ٹرک بھٹا پہنچنے والی تھی۔ "انہیں غزالی جہاں کھیل ڈراپ ہو گیا۔ کو دیکھو کچھ کوا جاؤ۔ جلدی لانا اور وہ خود بھی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر نیچے کو گیا۔ پچھلے حصے میں بیٹھے ہوئے دوسرے دونوں آدمی بھی نیچے کود گئے تھے۔ قادر کے اشارے پر ہم روشنی کے ڈھب سے بچتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔ اور پھر قی سے ایک چٹان کی آڑ میں پہنچ گئے۔ اسی وقت روشنی ٹرک پر سے گزری اور آگے بڑھ گئی لیکن فوراً ہی اس کا رخ بدلا اور وہ تیزی سے واپس آ کر ٹرک پر مرکوز ہو گئی۔ اس کے بعد کچھ لمحوں میں کئی پتھر پڑ گئے۔ اور پھر کوڑاؤں کی سنائی دیں۔ کچھ اور لوگوں کو ہوشیار کیا گیا اور دوسری طرف بھی روشنی ہو گئی اب یہ روشنیوں ٹرک پر مرکوز ہو گئیں۔ دوسری سرج لاشٹ کا دائرہ آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ قادر نے کہا۔ "اب وہ اطراف کا جائزہ لے رہے تھے۔ روشنی کا دائرہ ہم پر سے بھی گذرا لیکن ہم اوٹ میں ہونے کی وجہ سے محفوظ رہے۔ دائرہ چٹان سے گذرنا ہوا آگے بڑھ گیا۔ چند لمحوں تک ایک اضطرابی کیفیت طاری رہی اور پھر اچانک کتوں کی آوازیں کا طوفان آ گیا۔ جھوٹے چھوٹے پتھروں کے لڑکھنے کا شور بھی بلند ہوا اور صورت حال سمجھ میں آ گئی۔ انہوں نے ہماری تلاش کے لیے کتے چھوڑ دیے تھے۔"

"بھاگو، قادر کی آواز اب بھری۔ اور اس آواز کے ساتھ ہی وہ چٹان کے عقب سے نکل گیا۔ ہمارے متحرک ہونے ہی نا ٹرک شروع ہو گئی۔ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا اور اب کوئی ہمارے دائیں بائیں سے نکل رہی تھیں۔ دھنکا ایک دلدادہ چیخ لہرائی اور ہم میں سے ایک آدمی کم ہو گیا۔ کتے اب ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ ان وقت رک کر دیکھنے کی فرصت کسے تھی کہ کون کون کا شکار ہوا۔ جس کا بھر منہ اٹھا تھا اور ڈر رہا تھا۔"

دھنکا قادر نے ہٹ کر ناکر کیا اور ایک خوشخوشگاری کی کہ جو ہمارے سروں پر پہنچ گیا تھا۔ تلا بازی کا کہہ کر نیچے گر پڑا۔ لیکن عقب میں دو کتے اترتے۔ ایک کتا زرد رنگ کا کہیں سمت سے بھریرا آیا تو میں نے دانت کچی کرنا کر دیا۔ کتوں نشانی نہ رہی لیکن اسی وقت تیسرے کتے نے قادر کے شانے کو دبوچ لیا۔ اور وہ قادر کو دبوچے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ ہمارا تیسرا ساتھی آگے بڑھ گیا تھا۔ لیکن میں اس صورت حال سے واقف ہونے کے بعد آگے نہیں جا سکتا تھا۔ پستول سیدھا کیے ہوئے میں ان دونوں کے سر پر پہنچ گیا۔ قادر کتے کو خود پر سے دھکیلنے میں مصروف تھا اس کا پستول گر چکا تھا اور کتے نے اس کے شانے میں دانت لگا دیے تھے۔ دونوں میں شدید کشمکش ہو رہی تھی۔ میں نے بالکل قریب

قیمت
ہاں یہ
☆
محی الدین نواب
کا تبدیلی جنس پر ایک
انوکھی تحریر

ادھورا ادھوری

ایک لڑکی لڑکائیں گئی مگر!
نواب صاحب کی ایک انتہائی
نازک موضوع پر ایک مختصر تحریر

اس طویل کہانی میں تبدیلی
جنس کے نازک اور حساس موضوع
کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے

کلی مک سٹال
چوک میوہ سٹال، نسبت روڈ لاہور

پہنچ کر کتنے کی بیک ٹانگ پڑائی اور اسے پوری قوت سے گھسیٹا اس کے ساتھ ہی میں نے پستول کی نال اس کے بازو پر رکھ کر چڑھا کر باہر کیا۔ ایک خوفناک فریبٹ کے ساتھ اچھلا اور تاد اس کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔

خانم جگ کارچ ہماری طرف تھا اور گولیاں ہمارے آس پاس چنانوں کو ادھیڑ رہی تھیں۔ ”ادھر اس طرف سے آدھرنے بائیں سمت اشارہ کیا۔ ہم دوسرے کی پہاڑی دیوار کے بالکل قریب آ گئے تھے اور اس دیوار میں ایک رخنہ نظر آ رہا تھا جو بلندی کی طرف چلا گیا تھا۔

”ادھر ادھر سے تاد کو آواز کرب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ”آؤ تاد سے اسے سہارا دیا اور ہم دونوں تیز رفتاری سے اوپر چڑھنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے پتھر چارے سے پر لگے تھے اور گڑھ رہے تھے اور ہم بمشکل توازن برقرار رکھ رہے تھے۔ لیکن جس طرح بھی بن پڑا ہم اوپر چڑھتے رہے۔ ایک عجیب سی سنسنی کافوں میں ابھر رہی تھی۔ مجھے لگتا تھا جیسی آواز تھی لیکن دوسرے آتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔

”میں زیادہ دور نہیں جا سکتا۔ گھڑائی جانی۔ پلیریاں وقت صرف اپنی جان بچانے کی کوشش کرونا تاد کی آواز ابھری۔

”چلتے رہو تاد۔ گھومتے کرو، موت کا یہ کھیل مجھے تائیند نہیں ہے۔ چلتے رہو“ میں نے کہا۔ اور تاد کو اوپر گھسیٹنے لگا۔ یہ جان بوجھ کر تھا۔ نہ جانے کتنی دیر میں ملے ہوئی۔ گولیاں کی آوازیں اب بھی ابھری تھیں۔ ہمارے تیسرے ساتھی کا نہ جانے کیا شہرہ ہوئی اور اندازہ نہیں تھا۔ ایک ساتھی کو گولہ خود اپنی آنکھوں سے مرتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ دوسرے کی دیواریں ہمیں گولوں سے محفوظ رکھے ہوئے تھیں۔ روشنی اب بھی اس طرف نہیں آ رہی تھیں لیکن کبھی کبھی ان کے جھمکے ہوتے محسوس ہوتے تھے۔ بالآخر ہم بلندیوں تک پہنچ گئے۔ اوپر تیز ہوائیں چل رہی تھیں یا پھر تیز ہری تک پہلی دراڑ میں سفر کرتے رہے تھے کہیں ہوا زیادہ تیز محسوس ہورہی تھی۔ میں نے ادھر ادھر کو نظر ڈالا۔ چٹانوں کے سوا کچھ نہیں تھا لیکن وہ سنسنی بھٹ بھٹسور کافوں میں گونج رہی تھی۔ وہ عجیب سنسنی بھٹ تھی۔

”غزالی جانی یہ تاد کی منگی تھی آواز سنائی دی۔ ایک دھڑکتا کر رہا ہوں پوری کر دو۔ جو کچھ کہا ہوا ہے ان سے مان لو یہ ضد کا وقت نہیں ہے۔ تم مجھے ایک جگہ چڑھو اور وہاں سے نکل جاؤ یہ بڑی ہے غزالی جانی روز میرے ساتھ تم بھی چھینس جاؤ گے؟“ تاد نے مجھ سے وہ کہو جو میں کہ نہیں سکتا۔ میں تہا ہا دوست

ہوں باہر کیسے ممکن ہے۔ جو ہر نام ہے ہونے دو میں نے چھینس لکھ کر کیفیت کے ساتھ کہا۔

”ان دو غزالی جانی۔ تمہارا احسان ہو گا۔ میں بہت زخمی ہو گیا ہوں کتنے میرا بازو بھی نہیں کسین۔ جی اور میرا ہا ہے“

”آؤ یہ جگہ چھوڑو، میں نہیں ہمارے نشانے نہیں ملنے چاہئے اور میں نے تاد کو پھر سنبھال کر اٹھا دیا اور قدم قدم آگے بڑھنے لگا۔ تاد کے حلق سے اب آ رہی نکل رہی تھیں۔ اس نے اب پورا ذہن پھر بر ڈال دیا تھا اور میں جس طرف بھی جی بڑھتا تھا اسے سنبھالے ہوئے جیل رہتا تھا۔ ایک جگہ پاؤں پتھر پر پڑا تو پتھر نے جگہ چھوڑ دی اور اٹھا ہوا گیا۔ لیکن انہوں میں جانتے لگا۔ میں نے خود کو سنبھال لیا۔ لیکن اندازہ ہوا تھا کہ دوسری طرف گہرائی ہے۔

”میں غزالی جانی ہوں۔ در فورا کو۔ اون۔ یہ ہوا زفوں کے راستے ہڈیوں میں آ رہی ہے۔ خدا کی پناہ غزالی جانی۔ یاد تاد کے لیے کچھ کار میری تقدیر میں ہی نہیں ہے۔ اب دیکھو نا یہ سب بھڑکی ہے غزالی جانی صحت کرونا“

”ہمت ہا رہے ہو تاد یہ؟ میں نے کہا۔

”تمہارے لیے۔ مگر تم۔ مگر تم۔ سو۔ جو کچھ میں نے بتایا ہے تمہیں نکل جاؤ۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ پلیر غزالی جانی۔ مجھے بیٹھ جانے دو۔ وہ اندھوں کی طرح ٹٹولنے لگا۔ میں رک گیا۔ تاد کے تمام یہاں ہو گئے۔ اس کے علاوہ چارہ کار نہ رہا کہ میں اسے سنبھالوں میں کسی مناسب جگہ کے لیے تائینگی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ وقتاً فوقتاً کار سارا علاقہ متحرک ہو گیا۔ میری آنکھیں اس تیز روشنی کی تاب نہ لاسکتی تھیں۔ اور اسی وقت گولوں کی ترلا ہٹ سنائی دی۔ تاد سنبھال کر میرے اوپر آگیا اور میں توازن برقرار رکھ سکا۔ پیچھے کی سمت گرا۔ لیکن کسی چٹان یا زمین پر نہیں بلکہ غام میں۔ میرا دل اچھل کر ملنے لگا۔ لیکن میں کسی سہارے کو پکڑنے کے لیے غلام میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن وہاں کان پھانسی دینے والی ہواؤں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میرا دل کسی سے جان پتھر کی طرح پیچھے گرتے لگا۔

ہواؤں کی سنسنی بھٹنے نے ذہن مفلک کر دیا تھا۔ دل اچھل کر نکل میں آ گیا تھا اور نرس چہنچہننے کی قوتیں مفلوح ہو چکی تھیں۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ چند لمحوں میں زرد وار آواز کے ساتھ کسی نرم چیز پر گرنا۔ اور پھر لوں لگا جیسے خشکی کی قبر میں دفن ہو گیا ہوں۔

مخیا بانی تھا جس کی گہرائیوں کا کوئی اندازہ نہیں ہوا میں لپی محسوس ہوا جیسے دن میں لگائوں بر چھیاں ہیروست ہو گئی ہوں۔ پھر کوئی چیز مجھے ادہاٹھا نے لگی۔ پھر میں کسی بقدر لگا

ہرے پر سفر کرنے لگا۔ لیکن سنبھالنے کی لگا میں تعافی جانی ہا رہے اتھوں میں قبض کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ اتھوں میں دھند سی چھائی جا رہی تھی۔ پھر سوچنے پھینچنے کی دی تو میں سوچیں کوئی احسان باقی نہ رہا۔ میرا بدن نہ جانے کتنا لرزے کر چکا تھا جب مجھے ہوش آیا۔ پائیل کے نیچے پتھر مل جانی تھی سر پر سورج چمک رہا تھا کھلنا نشانے آسمان زندگی خرد سے رہا تھا۔ رفتہ رفتہ احساسات جاگنے لگے واقعات یاد آتے گئے۔ تاد وہاں پر ابھرا اور دل پر ایک گھونسر لگا۔ میں زلزل کی طرح اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کہاں گھر ڈینگا، کہاں دیکھوں لیکن دل کو معلوم تھا کہ یہ سب نفس منلی تسلیاں ہیں۔

اسی وقت کافوں میں ایک عجیب سی آواز ابھری کسی ماز نا آواز تھی۔ نہایت بے رنگ بے غری۔ میری گردن اس طرف موم گئی۔ بہت فاصلے پر ایک پتھر ماسا لڑا کمر پتھوں کا ایک نیب سا ساڑ بجا رہا تھا۔ بائیں سمت ایک ندی کا پاٹ پھیلا ہوا تھا۔ یہ وہی ندی تھی جس نے میری جان بچائی تھی۔ پتھر سڑوں کی ندیوں کے عقب سے ابھرنے والا شورا میں ندی کا تھا جسے میں نے اس وقت سنا تھا جب تاد زخمی ہوا تھا۔ آہ یہ سب کیا ہو گیا۔ ماہے حالات میں متوجہ تھے۔ سر مدھی نظروں کی کارروائی نے مارا کھیل لڑا دیا تھا لیکن اب؟

ندی کے چڑبے پاٹ میں پانی کی روانی مدھم بڑھی تھی، یہاں اس کی گہرائی بھی بہت زیادہ اور نہ بہت کم تھی۔ شاید اسی جہ سے میری جان بچ گئی تھی۔ واہینی سمت ڈھلوان پہاڑیوں نظر آ رہی تھیں۔ بہن پر نہات بر جزم فرنگی پانی اور فضا زری کے بھول کھلے ہوئے تھے۔ میں کراہتا ہوا اٹھ گیا۔ بدن میں جان ہی جو اگ جان لیوا مسلوں کھیل گیا تھا۔ پتھروں کی ٹکڑوں کے برجا بجا خراشیں ڈال دی تھیں جن میں ہواؤں کی یہ جھیسال بوس تھیں۔ ہورہی تھیں۔ نہ جانے اس تیم سترہ پانی سے کیسے جان نالگی تھی حد یہ لیکن توہیں تھا۔ سورج کی طلائی کرینیں بدن کو سینک پھانسی رہیں تھیں۔ نفس میں متدد گدھا لڑ رہے تھے اور بہت درد اتنی پر یہاں کی بلند وبال انصیل پھیل جانی نظر آ رہی تھی۔

مگر پلیر میں اس لڑنے کی طرف چل پڑا جو پتھوں کا سا ز بلکلے میں گھٹی تھا۔ پھیلائی نے شاید میرے قدموں کی آواز سن لی اور ساڑ بند ہو گیا۔ لڑنے کے میری طرف دیکھا اور اس پتھر سے اٹھ کر لڑا ہوا جس پر بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا کہ میری سمجھ میں نہ آ سکا۔ میں نے اشاروں کی زبان میں اسے اپنی

عصمت جتانی کی اعصمت جتانی کے بہترین افسانے - ۳۵/-

علی میاں بکسیا لڑز - اردو بازار لاہور

پتہ سبھانے کی کوشش کی لیکن وہ میرے مضنک خیرا شادوں سے کچھ نہ سمجھ سکا اور بے اختیار ہنس پڑا۔ میں نے رات پتہ میں کراسے دیکھا چہرہ جانے لڑنے کے کیا سوچتی کہ اس نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے اپنے ساتھ تانے کا اشارہ کیا۔ ناچار میں اس کے ساتھ اسی طرح آگے بڑھ گیا جیسے اندھے کسی کا سہارا کے مرکز پا کر تے ہیں۔ لڑنے کے ایک سمت اختیار کی تھی وہ مجھے لیے ہوئے ایک موڑ تک آگیا جہاں سور سے آسمان تلے پتھروں سے اٹی ہوئی ایک مرکز ندی کے کنارے کنا سے چلی جا رہی تھی۔ کچھ آگے بڑھا تو چند عورتوں کو دیکھا جو غزالی رنگ کی شاہیں اور بے ہوشے تھیں۔ اور بائیں تختوں میں پیسل کی تختیں سجی ہوئی تھیں۔ وہ سر ملے پہ چٹتی ہوئی تقریاً پھیلوں کے ٹوکرے آگے بڑھ رہی تھیں یعنی کوئی بستی قریب تھی۔

میں گرتا پڑنے لڑنے کے ارہمانی میں آگے بڑھتا رہا ایک پتھنے کے اوپر سے گذرتے ہوئے میں نے ایک چھوٹی بہر دیگی جس کے ساتھ سڑوں کے بھنڈ بھنڈے ہوئے تھے۔ دوسری طرف چاول کے سڑ بکیت پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ اور آگے ایک کسان دو جھینسوں کے زریبے کٹے ہوئے گھول گا رہا تھا اور ادھر ادھر بکھرجانے والے گھروں کے خوشے سمیت کہ جھینسوں کے سموں تلے چھبیک رہا تھا۔ بالآخر فرستی کے آثار نظر آ گئے۔ کتے اور موشیاں، کچھ لادوں لنگ کے ڈوگر کبڑ رہے تھے۔ ان کے آس پاس پانسو توڑوں بناے لگے سڑے پھولوں اور ان کے چھگول پر نہایت بھرتے پھر رہے تھے۔ ان مناظر سے گذرتا ہوا میں اس فرستہ حال گاؤں کے ایک جھونپڑے پر جا کر جس کی حالت بوسیدہ تھی۔ لڑنے کے سڑ گرائی ہوئی محسوس لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور پھر اندر گھس گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ ایک بوڑھی عورت کے ساتھ واپس آیا۔ عورت نے میری شکل دیکھی، میری خستہ حالی پر غور کیا اور پھر مجھ سے کچھ کہا۔ لیکن جو کچھ اس نے کہا وہ میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔ دو تین بار اس نے وہی جملے وہ لڑنے پھر لڑنے کے کچھ کہا۔ لڑکا میرا بازو پکڑ کھینچے اندر لے گیا۔

جھوٹا ہوا ہار سے جتنا پیچھا لگتا تھا اندر سے نہیں تھا۔ مجھے زمین پر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھ گیا۔ بڑوٹی عورت جھوٹے سے دوسرے حصے میں چلی گئی۔ لڑکا میرے سامنے بیٹھ کر مسکراتے لگا۔ اس کی آنکھوں میں ادھی سرت چمک رہی تھی۔

”میرے پہلے زبان تھارے اس احسان کو شکر یا بیشریاد رکھوں گا؟“ میں نے کہا۔ لڑکے کی سمجھ میں نہ جانے کیا آیا اس نے اپنا پیٹوں والا سانا اٹھایا اور مزے لگا کر اسے بجانے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ بڑوٹی عورت اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں کچھ برتن تھے۔ جی کے پیالے میں ویسی شکر کا جانی تھا، اس کے ساتھ گھومبوں کی روٹی اور تازہ کھیر کے کٹھے جوڑنے کیلئے تھے۔ کھانا سامنے آیا تو بدن میں تازگی مدھمکی۔ یہ عجیب لکھانا لکھنا لہنے تھا اس کے لیے الفاظ ناکافی ہیں۔ میں نے شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ یہ چیزیں قبول کر لیں۔ بھوک کا اندازہ اب سہا تھا۔ آن کی آن میں، میں نے سب کچھ صاف کر دیا۔ پیٹ بھرا تو عقل نے بھی کام کرنا شروع کیا۔ ان بھولے بھالے مزیزبانوں کا بس اتنا احسان ہی کافی تھا کہ انھوں نے زندگی کی ایک اہم ضرورت پوری کر دی تھی اس سے زیادہ انہیں کیا تکلیف دی جاتی۔ کھانے سے نافرمان ہو کر میں نے لڑکے سے اس کا نام پوچھا۔ لیکن وہ تو کچھ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ مزید کیا پتا۔ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ شکر گزاری سے انداز میں بڑوٹی عورت کے بازو جھوٹے اور باہر نکل آیا۔ لڑکا میرے ساتھ ساتھ باہر گیا۔ پورا گاؤں زبان حال کا شکار تھا۔ میں لڑکے کے ساتھ گاؤں کے اطراف میں گھومتا رہا۔ خیال تھا کہ کوئی ایسا شخص نظر آئے جو اردو بھوج پوری یا پورنی سمجھتا ہو تو اس سے اس علاقے کے بارے میں معلوم کر لوں لیکن کوئی غیر تہی شکل نظر نہ آئی۔ بے چارہ لڑکا بے ستور میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔

گاؤں تھا ہی کتنا بڑا، آخراں کا چکر پورا ہو گیا اور میرے دل میں مایوسی پیدا ہو گئی۔ بڑی مشکل ہو گئی تھی کہ اب کیا کروں۔ جہیں حال تھیں ندی کے سفر نے لباس بھی جگہ جگہ سے بوسیدہ کر دیا تھا، اپنی شکل تبیں دیکھ یا تھا لیکن اندازہ تھا کہ بجنگاریوں جیسی ہو گئے نہ لڑکا ترس لکھا نا اور بڑوٹی عورت یہ نہ سمجھ لیتی کہ میں بھوکا ہوں۔ میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر فیصلہ کیا کہ گاؤں سے باہر نکل جاؤں اور کوئی ایسا جگہ تلاش کر لوں جہاں کام ہی سکے۔ اس خیال کے تحت میں نے لڑکے کو اشارے سے سمجھا یا کہ اب میں جلتا ہوں وہ واپس جائے۔ یہ کہہ کر میں چل پڑا۔ لیکن لڑکا بہت دور تک میرے پیچھے پیچھے آیا آنے سے

بنت میں رہے سزاغذا دوسری بار سامنے آئی تھی۔ خدا کی اس بری کا شکر ادا کیا، خوب کھیر کے کھانے اور گھی کھیرے تو لڑکے زرارہ کے لیے رکھ لیے بھر وہاں سے نکلے بڑھ گیا۔

شام کی جھلکی ہوئی کھلا ہوں میں ایک بستی گھرا لیوں میں نظر آئی اور میرے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی۔ پرمردوق بستی تھی۔ دکانیں نظر آ رہی تھیں، ان میں کھانے پینے کی اشیا موجود تھیں لیکن میری جیب میں کچھ نہیں تھا۔ یہاں بھی آنکھیں کسی ایسے جہے سے کوشش کرنے لگیں جو کم از کم زبان ہی سمجھ سکے لیکن اندر سے اس سلسلے میں ساتھ نہ دیا۔ پھر اچانک ہی کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ پڑی۔ اور دل خوشی سے اچھل پڑا۔ میں نے گھڑی آدھی چل رہی تھی اور بالکل ٹھیک حالت میں تھی اور قیمتی تھی جو پہلا دکاندار نظر آیا میں نے گھڑی اس کے سامنے کر دی۔ دکاندار نے پہلے حیرت سے مجھے دیکھا پھر گھڑی کو۔ شاید کچھ اور حیرت ہوئی اسے لیکن گھڑی کی فریبوں سے اسے متوجہ نہ کیا۔ اس نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ پھر مجھے اور پھر اپنی زبان میں کچھ سوال کیا جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بد شکل تمام رکابدار نے کچھ دھپلے نکال کر میرے سامنے رکھے تو میں نے ان پر بھینٹا ماریا۔ جب کسی چیز کو فرخت ہی کرنا پڑے تو پھر قیمت کیا دیکھنا۔ برسے وقت میں اس نے بڑا سا تھ دیا تھا۔ پھر بھی دکاندار بددیانت نہیں تھا اس نے اپنی داست میں گھڑی کی مناسب قیمت لگائی تھی۔

اس کے بعد ایسی کسی جگہ کی تلاش کے علاوہ اور کیا کام ہو سکتا تھا کہ جہاں کانا مال سکے۔ چنانچہ صبح کوئی دہرے لالے ایک نرس باں ہو میں واسلے نہ چاولوں پر مشتمل کھانا لاکر سامنے رکھ دیا جو بھوک میں ایک نعمت سے کم نہیں تھا۔ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا یا اور طبیعت سیر ہو گئی۔ رات گزارنے کے لیے ایک سایہ دار درخت کا انتخاب کر لیا اور اس کے نیچے چڑا رہا۔ دیر تک ہی سوچا رہا کہ کوئی مناسب جگہ کیسے دستیاب ہو۔ کیسے پتیلی کے صبح سمست اختیار کروں۔ دیر تک سوچا رہا۔ پھر سونے کی کوشش کی اور خوب گہری نیند سو یا۔ دوسری صبح جب میں جاگ اٹھا تو پتیلے کے گگہ سے تھ گڑے کا فاسے پر کچھ تھے نظر آئے۔ اچھی طرح یاد تھا کہ رات کو یہ خیمے یہاں موجود نہیں تھے۔ گویا رات ہی کے کسی حصے میں یہاں یہ آبادی ہونی ہے۔ انہوں نے کہ۔ میان لوگ چلتے پھرتے نظر آئے اور وہاں لوگوں کو دیکھ کر تمناں ہوا۔ سوچا کہ مشکل کشا کی ہے۔ ان میں سفید بڑوں دلاسے لوگ اور پیٹوں میں نظر آئے تھیں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس غرت چل پڑا سامنے ہی دو بستی کی ہنگ شدت اختیار کر رہی تھی اس کا فیصلہ یہاں کرنے والے پر چھوڑ دیا اور مایوسی نہ ہونے۔ زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ کچھ جھانپنا نظر آئے جن میں کھیر کے کیلیں اچھائی ہوتی تھیں۔

بنت میں رہے سزاغذا دوسری بار سامنے آئی تھی۔ خدا کی اس بری کا شکر ادا کیا، خوب کھیر کے کھانے اور گھی کھیرے تو لڑکے زرارہ کے لیے رکھ لیے بھر وہاں سے نکلے بڑھ گیا۔ شام کی جھلکی ہوئی کھلا ہوں میں ایک بستی گھرا لیوں میں نظر آئی اور میرے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی۔ پرمردوق بستی تھی۔ دکانیں نظر آ رہی تھیں، ان میں کھانے پینے کی اشیا موجود تھیں لیکن میری جیب میں کچھ نہیں تھا۔ یہاں بھی آنکھیں کسی ایسے جہے سے کوشش کرنے لگیں جو کم از کم زبان ہی سمجھ سکے لیکن اندر سے اس سلسلے میں ساتھ نہ دیا۔ پھر اچانک ہی کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ پڑی۔ اور دل خوشی سے اچھل پڑا۔ میں نے گھڑی آدھی چل رہی تھی اور بالکل ٹھیک حالت میں تھی اور قیمتی تھی جو پہلا دکاندار نظر آیا میں نے گھڑی اس کے سامنے کر دی۔ دکاندار نے پہلے حیرت سے مجھے دیکھا پھر گھڑی کو۔ شاید کچھ اور حیرت ہوئی اسے لیکن گھڑی کی فریبوں سے اسے متوجہ نہ کیا۔ اس نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ پھر مجھے اور پھر اپنی زبان میں کچھ سوال کیا جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بد شکل تمام رکابدار نے کچھ دھپلے نکال کر میرے سامنے رکھے تو میں نے ان پر بھینٹا ماریا۔ جب کسی چیز کو فرخت ہی کرنا پڑے تو پھر قیمت کیا دیکھنا۔ برسے وقت میں اس نے بڑا سا تھ دیا تھا۔ پھر بھی دکاندار بددیانت نہیں تھا اس نے اپنی داست میں گھڑی کی مناسب قیمت لگائی تھی۔

اس کے بعد ایسی کسی جگہ کی تلاش کے علاوہ اور کیا کام ہو سکتا تھا کہ جہاں کانا مال سکے۔ چنانچہ صبح کوئی دہرے لالے ایک نرس باں ہو میں واسلے نہ چاولوں پر مشتمل کھانا لاکر سامنے رکھ دیا جو بھوک میں ایک نعمت سے کم نہیں تھا۔ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا یا اور طبیعت سیر ہو گئی۔ رات گزارنے کے لیے ایک سایہ دار درخت کا انتخاب کر لیا اور اس کے نیچے چڑا رہا۔ دیر تک ہی سوچا رہا کہ کوئی مناسب جگہ کیسے دستیاب ہو۔ کیسے پتیلی کے صبح سمست اختیار کروں۔ دیر تک سوچا رہا۔ پھر سونے کی کوشش کی اور خوب گہری نیند سو یا۔ دوسری صبح جب میں جاگ اٹھا تو پتیلے کے گگہ سے تھ گڑے کا فاسے پر کچھ تھے نظر آئے۔ اچھی طرح یاد تھا کہ رات کو یہ خیمے یہاں موجود نہیں تھے۔ گویا رات ہی کے کسی حصے میں یہاں یہ آبادی ہونی ہے۔ انہوں نے کہ۔ میان لوگ چلتے پھرتے نظر آئے اور وہاں لوگوں کو دیکھ کر تمناں ہوا۔ سوچا کہ مشکل کشا کی ہے۔ ان میں سفید بڑوں دلاسے لوگ اور پیٹوں میں نظر آئے تھیں۔

بنت میں رہے سزاغذا دوسری بار سامنے آئی تھی۔ خدا کی اس بری کا شکر ادا کیا، خوب کھیر کے کھانے اور گھی کھیرے تو لڑکے زرارہ کے لیے رکھ لیے بھر وہاں سے نکلے بڑھ گیا۔ شام کی جھلکی ہوئی کھلا ہوں میں ایک بستی گھرا لیوں میں نظر آئی اور میرے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی۔ پرمردوق بستی تھی۔ دکانیں نظر آ رہی تھیں، ان میں کھانے پینے کی اشیا موجود تھیں لیکن میری جیب میں کچھ نہیں تھا۔ یہاں بھی آنکھیں کسی ایسے جہے سے کوشش کرنے لگیں جو کم از کم زبان ہی سمجھ سکے لیکن اندر سے اس سلسلے میں ساتھ نہ دیا۔ پھر اچانک ہی کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ پڑی۔ اور دل خوشی سے اچھل پڑا۔ میں نے گھڑی آدھی چل رہی تھی اور بالکل ٹھیک حالت میں تھی اور قیمتی تھی جو پہلا دکاندار نظر آیا میں نے گھڑی اس کے سامنے کر دی۔ دکاندار نے پہلے حیرت سے مجھے دیکھا پھر گھڑی کو۔ شاید کچھ اور حیرت ہوئی اسے لیکن گھڑی کی فریبوں سے اسے متوجہ نہ کیا۔ اس نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ پھر مجھے اور پھر اپنی زبان میں کچھ سوال کیا جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بد شکل تمام رکابدار نے کچھ دھپلے نکال کر میرے سامنے رکھے تو میں نے ان پر بھینٹا ماریا۔ جب کسی چیز کو فرخت ہی کرنا پڑے تو پھر قیمت کیا دیکھنا۔ برسے وقت میں اس نے بڑا سا تھ دیا تھا۔ پھر بھی دکاندار بددیانت نہیں تھا اس نے اپنی داست میں گھڑی کی مناسب قیمت لگائی تھی۔

”بھوٹائی فوجان نظر آ رہے تھے۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ تم لوگ ہندی یا بڑو بیٹھے ہو۔“ میں نے سوال کیا۔
 ”کیا بات ہے۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔
 ”میں مقامی زبان نہیں جانتا۔ ان علاقوں میں ابھی ہوں۔ کیا تم مجھے اس جگہ کے بارے میں بتا سکتے ہو۔“
 ”یہ پرست بستی ہے کالی گڈر کے پاس آباد ہے۔ یہاں سے وہ سیدھا راستہ دھونگری کی طرف جاتا ہے۔ اس شخص نے بتایا اور میں اپنے ذہن میں اس علاقے کا تعین کرنے لگا۔ ابھی اس نے کچھ اور نہیں کہا تھا کہ ایک یورپین روٹی چست پتلوں میں لہو اس طرف نکل آئی۔ مجھے دیکھ کر وہ رک گئی اور مجھ سے کچھ پچھاننے پر کھڑی ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ دفعتاً اس نے وہیں سے سوال کیا۔ ”کیا تم انگلش بول سکتے ہو؟“
 ”یقیناً میڈم“ میں نے فوراً جواب دیا۔
 ”پلیز اوٹھو! لڑکی نے کہا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ ”میرا نام تھر سی ہے تم لوگ سیاح ہیں اور ان علاقوں کی سیاحت کے لیے آئے ہیں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ ان مقامی لوگوں کو تم نے مزو درک مشیت سے ساتھ لیا تھا لیکن ان میں سے کوئی انگلش نہیں جانتا“
 ”میرا نام فزالی ہے میڈم۔ آپ نے کوئی کالڈ ساتھ نہیں لیا؟“
 ”لیا تھا۔ لیکن وہ بیمار ہو کر واپس جا گیا۔ اس کے بعد سے ہم بہت پریشان ہیں۔ ہم ان علاقوں کی تفصیل جانا چاہتے ہیں لیکن کالڈ بڑے ہی دلچسپ ہے۔ اور یہ مزدور ہماری زبان نہیں سمجھتے“
 ”آپ کو واقعی پریشانی ہو رہی ہوگی؟“
 ”آپ بہت عمدہ انگلش بول جیتے ہیں مسٹر کا۔ کالڈالی۔ کیا آپ ہماری مدد نہیں کر سکتے؟“
 ”افسوس میں ان علاقوں سے ناواقف ہوں“
 ”کیا مطلب۔“ وہ تعجب سے بولی۔
 ”میں بھی ایک ایسا ہی سیاح ہوں جس کا کالڈ بیمار ہو کر چلا گیا۔“ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔
 ”دوسری بات ہے۔ لیکن آپ کو کچھ آسانیاں حاصل ہیں۔ آپ ان کی زبان تو سمجھتے ہیں۔ مسٹر کا ڈالی آپ چاہیں تو ہمدردی مند کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ ان جگہوں کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں لیکن ہمیں بتا نہیں سکتے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ہمارے ساتھ۔“

”یقیناً آپ کو تھر سی ہے میڈم تھر سی۔ آپ مجھے ایک ایسے

بڑا مسئلہ مل کر آیا تھا۔

ان لوگوں کا ساتھ مل جانے سے بے حد اطمینان ہوا۔
 لیکن اپنا حلیہ دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔ کیا سوچ رہے ہیں
 وہ میرے بارے میں۔ شکر ہے انہوں نے مجھے ایک کام
 حیثیت سے قبول کر لیا تھا۔ وہ حالات تو ایسے تھے کہ میں
 کے ساتھ ایک مزدور کی حیثیت سے بھی سفر کرنا اپنی خوش نصیبی
 سمجھتا۔ ناشتے میں انہوں نے مجھے بھی شریک کیا۔ کافی کپڑے
 پہنے ہی پاگل کر رکھا تھا۔ بیٹ بھر کر عمدہ ناشتا ملا تو طبیعت
 خوش ہو گئی۔ میں نے ایک ایک کا جائزہ لیا تھا۔ سسرار برٹ
 کئی بار میں نے اپنی طرف نگاہ کیا تھا۔ لیکن یہ بڑا مانتے
 بات نہیں تھی۔ ان حالات میں کسی بھی چیز کی شخصیت مشکوک
 ہو سکتی تھی۔ باقی لوگوں کے انداز میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔
 ناشتے کے بعد سب اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ سسرار برٹ
 نے مجھ سے کہا: "میرے خیال میں سسرار برٹ آپ فرما آ پنا
 منہ حال میں۔ مزدوروں کو اپنے چارج میں لے لیں امدان۔
 اس بارے میں معلومات حاصل کریں۔ اس وقت سے آپ
 پیشکش کے مطابق یہ دستہ داری آپ کے بیروں"

"اد کے سسرار برٹ آپ مطمئن ہیں۔ ان میں جو لوگ ہمارے
 کام کے ثابت ہو سکتے ہیں میں ان سے بات کرتا ہوں۔"
 نے کہا اور مزدوروں کے درمیان پہنچ کر اس مزدور تھے
 چتر بھی ساتھ تھے۔ میں ان میں گھل مل گیا۔ پیشتر مندی جانے
 تھے ان سے صرف ان علاقوں کے بارے میں تفصیل معلوم
 تھی بلکہ ان ہونڈوں کے بارے میں بھی پتا چل گیا تو ہمارے
 آئے تھے مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ ان لوگوں کی شخصیت
 کوئی مشکوک بات نہیں ہے۔

مزدوروں کے کہنے کے مطابق اس وقت ہم دھوہری کے
 علاقوں میں تھے جس کی ہر پش چوٹیاں ساتھ کھڑی ہوتی تھیں
 دیبا نے کالی گند کے ساتھ اس کی معاون بیگانہ مذہبیوں سے
 چاریل کے فاصلے پر تھی اور ہمیں اس کے ساتھ آگے بڑھ
 تھا۔ دو پہر کو یہ معلومات میں نے سسرار برٹ تک پہنچا دیں۔
 "گڈ۔ بات تو یہی تھی۔ ہمیں اسی سمت چلنا ہے۔ وہاں
 سسرار برٹ ان علاقوں کے بارے میں ایک کتاب کھنڈا چاہتا
 ہوں۔ یہاں کے دم و درواج علاقے اور یہاں رہنے والوں کی
 قریب سے دیکھ رہا ہوں۔ یہ سببت کی پڑا مارا کہ بیٹوں سے سو
 ہیں اور میرے ساتھ آگئے ہیں۔ اگر آپ کچھ وقت ہمارے ساتھ
 گزرا لیں تو ہماری خوش قسمتی ہوگی کم از کم اس وقت تک ہمارا
 ساتھ دیں جب تک ہمیں کوئی گڑبڑ نہ مل جائے۔ اس سلسلے

ہیں آپ کی کیا خدمت کرنا ہوگی۔"

"میں نہیں سمجھا سسرار برٹ"
 "صحافی چاہتا ہوں۔ اس کا کوئی معاوضہ وغیرہ؟"
 "ہاں۔ جب آپ کی یہ کتاب تیار ہو جائے تو اس کی ایک
 جلد مجھے بھی ارسال کر دیں۔ یہی میرا معاوضہ ہوگا۔"
 "بے وقت تھریا نے مجھے یہ بات کہنے پر مجبور کیا اور
 میں از خود یہ بات ذکر تا۔ بعض اوقات اپنے سے چھوٹوں کی بات
 مان کر انسان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ سسرار برٹ مجالت سے
 بولے۔

"مس تھریا سے میرا شکر یہ ادا کر دیں۔ میں نے مسکراتے
 ہونے کہا اور بات وہیں پر ختم ہو گئی۔
 لیج کے بعد خیمے کھا لیے گئے اور آگے کا سفر شروع
 ہو گیا۔ سسرار برٹ ایک فچر پرسور ہو گئی تھیں، باقی لوگ پیلے تھے
 اس طرح یہ سفر سست رفتاری سے جاری ہو گیا۔ اپنی فوری
 ضرورتوں کا میرے ذہن سے بوجھ اتر گیا تھا۔ حالات کا یہ پتہ
 میرے لیے پریشان کن ضرور تھا لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔ اب جو کچھ
 بھی ہو جس صاحب اردو دوسرے لوگوں کا بھی بار خالی آتا تھا۔ ابھی
 زیادہ دن نہیں گزرے تھے اس لیے انہیں خوش نہیں ہوگی لیکن
 جوں جوں دن گذرتے جاتے تھے صورت حال ان کے لیے پریشان
 کن ہو جانے لگی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک آگے کے
 سفر کے لیے حالات بہتر نہیں ہو جاتے ہیں ان لوگوں کا ساتھ
 نہیں چھوڑوں گا۔

شام تک سفر جاری رہا۔ دیبا نے کالی گند رنگا ہوں سے
 اور چھل ہو گیا تھا اور خاصے ناشتے پر ایک بہت بڑا ایشار نظر
 آ رہا تھا جو بادلوں سے گذرتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس کی مترنم
 آواز کانوں کو بہت تھلی لگ رہی تھی۔ ایک مزدور نے بتایا کہ
 آگے تا کو ہائی گاؤں ہے۔ میں نے یہ اطلاع سسرار برٹ کو دی
 اور انہوں نے عرض ہو کر کہا کہ ہم اس گاؤں تک سفر کریں گے
 اور اس کے آس پاس ہی قیام کریں گے۔ چنانچہ سفر کی رفتار تیز
 کر دی گئی اور رات ہوتے ہوتے ہم گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔
 دم دم روشنیاں ٹٹھار رہی تھیں۔ سب سے قریب کا ایک
 گلیا میں شاید یہ بجلی چل رہی تھی اطراف میں جگہ جگہ ٹھوڑوں
 بنائے بچھ رہے تھے۔ جس جگہ خیمے لگانے گئے تھے وہاں بھی
 چند ٹھوڑے کھانے پینے کی اشیاء کی تاک میں چکر لگا رہے تھے۔
 کئی بار مزدور انہیں بھگانے کی کوشش کر چکے تھے لیکن ان کو مشوں
 کا آن ٹھوڑوں پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ مزدور پھرتی سے خیمے وغیرہ
 لگا کر فارغ ہو گئے تو قریب سین کے چر پہلے چل اٹھے۔ اور پھر

فسانہ میں کھاؤں کی خوشبوئیں بھگاتے لگیں۔ آسمان پر بادل گھر
 آئے تھے۔ کبھی کبھی بجلی بھی چمک اٹھتی تھی۔ سسرار برٹ بس
 صورت حال سے پریشان ہو گئے۔ "ان علاقوں میں بارش بڑی
 پریشان کن ہوتی ہے۔ ہم دو دفعہ اس علاقے سے گذرے ہیں۔
 انہوں نے کہا۔ اور پھر سسرار برٹ کے آواز دیتے ہو اس طرف
 چل پڑے۔ میں گھوم کر ایک خیمے کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ ایک
 وقت اس خیمے سے ایک آواز ابھری۔ اس کے باوجود وہ اجنبی
 ہے۔" ایک فوجوان کی آواز تھی۔

"اجنبی تو یہ مزدور بھی ہیں ہمارے لیے، دوسری آواز تھریا
 کی تھی۔
 "ان کی بات دوسری بے تھریا ان کے بارے میں ہمیں
 معلوم ہے کہ وہ بیشتر مزدور ہیں جبکہ یہ شخص۔ اس کے بارے
 میں کچھ معلوم تو ہو کہ وہ کون ہے۔ تم نے اس سے اس کے بارے
 میں کچھ پوچھا"
 "میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتی تمہارے پاس کون سا فزاد
 ہے جو تم تشویش کا شکار ہوگا
 "اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ اس سے ہوشیار رہا
 جائے"

"تمہیں اس کی اجازت ہے۔ ہوشیار رہنے کا کام تم منہاں لانا
 تھریا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میرے ہوشوں پر مسکراہٹ پھیل
 گئی۔ میرے دل میں اس فوجوان کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہو گئی تھی۔
 چنانچہ میں راستہ بدل کر اس خیمے کے سامنے آ گیا۔ زیادہ دیر انتظار
 نہیں کرنا پڑا۔ تھریا باہر نکل آئی اس کے پیچھے وہ فوجوان بھی تھا
 جس کا تعارف مجھ سے نہیں کیا گیا تھا۔ دل میں ایک مشرت
 ابھری اور میں نے فیصلہ کیا کہ سسرار برٹ آپ ان پریشان کن لحاظ
 میں تھریا ہی تفریح کا سامان بن سکتے ہیں۔

سسرار برٹ نے رات کے کھانے پر بلا یا تو میں ان کے
 درمیان پہنچ گیا۔ سب ہی موجود تھے میں نے سسرار برٹ کی طرف
 دیکھا پھر گریس کی طرف نگریں گئے گھر رہا تھا جبکہ سسرار برٹ اطمینان
 سے کھانے میں مصروف تھیں۔ کھانے دوران کوئی خاص بات نہ
 ہوئی۔ لیکن جب ہم لوگ کھانے سے فارغ ہو کر یہاں سے ہٹے
 تو گریس میرے پاس پہنچ گیا تھا۔
 "آپ کی شخصیت میرے لیے بہت دلکش ہے سسرار برٹ زالی؟
 اس نے اطمینان ناز میں کہا۔
 "میں اس سلسلے میں بے تصور ہوں۔ میں معدت آمیز
 بیچے میں بولا۔
 "جی۔"

”کوئی خدمت کر سکتا ہوں، میں نے پوچھا۔“
 ”جی، جی نہیں، مشکو، وہ دو بھلاسنے ہوئے انداز میں جلا گیا۔ حالات کی ممکن اس طرح نہ بنیں پر طاری تھی کہ ان پریشانیوں کے باوجود طبیعت شگفتگی کی طرف مائل تھی۔ چنانچہ جس نے رات کو کچھ تعزیر کرنے کا پروردگار مانیایا اور وقت گذرنے کا انتظار کرنے لگا۔ سب لوگ اپنے اپنے عیون میں آرام کرنے چلے گئے تھے۔ بادل گرج رہے تھے اور کسی بھی لمحہ بارش شروع ہوسکتی تھی۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ گریس کون سے نیچے میں ہے۔ چنانچہ میں انتظار کرتا رہا۔ اور پھر اندازہ سے کے مطابق رات کے ساڑھے بارہ یا ایک بجے میں اپنے نیچے سے باہر نزل آیا اگر گریس کے نیچے کے پاس پہنچ کر میں ٹھکر کھا کر گرا اس طرح کہ آواز پیدا ہوا۔ پھر صرف ایک لمحہ انتظار کرنا پڑا۔ دوسرے لمحے میں آگے بڑھ گیا کہ کوئی نیچے کے اندر گریس کے اٹھنے کی آواز میں سن چکا تھا۔ میں نے نیچے کے دروازے کی طرف اس کے قدموں کی چاپ سنی جب مجھے یقین آ گیا کہ وہ نیچے دیکھ چکے ہے تو میں آگے بڑھ گیا۔“
 ماحول پر گہرا سکوت طاری تھا، کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی لیکن میں گریس کے قدموں کی چاپ مسلسل سن رہا تھا۔ مجھ پر بھی آفریقہ کا بھرت سوار تھا اس لیے عیون سے تقریباً ایک میل دور نزل آیا۔ میں جانتا تھا کہ گریس گئے ذہن کی اس وقت کیا حالت ہوگی۔ بہر حال ایک چٹان کے عقب میں پہنچ کر میں رک گیا۔ جھانکا کر دیکھا تو گریس بھی چھپنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہا تھا۔ میں نے یہاں پہنچ کر کہا اس آواز نہ میرا میرے جسم پر رہ گیا۔ اور میری لباس کی گٹھڑی بھی بنا کر میں باہر نزل آیا۔ اور پھر میں نے پاٹلوں کی طرح اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ وہی سنٹ تک میں ہی دروزش کرتا رہا۔ اس کے بعد دوبارہ چٹان کی اوٹ میں چلا گیا۔ لیکن ابھی میں اوپری لباس پہننے نہیں پایا تھا کہ دفعتاً بارش شروع ہوگئی۔ آسمان میں ایک دم جیسے سوراخ ہو گیا تھا۔ بارش اس طرح آتی تھی کہ آنکھیں بھی نہ کھلنے دے رہی تھی میں اوپری لباس پہننے لہیرہ وور پڑا۔ بارش سے پہننے کے لیے میں پوری قوت سے دوڑ رہا تھا اور پھر بہت جلد میں عیون تک پہنچ گیا۔ بارش کی وجہ سے لوگ جاگ گئے تھے لیکن نیچے سے باہر کوئی نہیں آیا تھا۔ اپنے نیچے میں آکر میں نے جلدی سے اپنا تر تیر لباس چھوڑا اور پھر اسے اس حالت میں پہن لیا اور دوک گیا۔ جھینگے ہوئے کپڑوں کی وجہ سے ناگوار خشکی کا احساس ہوا۔ ہاتھ لیکن یہ بھوری تھی۔ مجھے گریس پر ہنسی آ رہی تھی اول تو اس کی کھوپڑی پہننے ہی چکا لگتی ہوگی اور اب وہی ہنسی کرسیاں نے پوری کر دی ہوگی۔“

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ باہر سے مسز اربٹ کی آواز آئی۔ ”مسز اربٹ کی تم سو رہے ہو۔“
 میں آنکھیں ملتا ہوا باہر نکل آیا۔ ”بارش بہت تیز ہے۔“ اس علاقے میں کئی مظہر نہ ہو۔ پانی بھرتا جا رہا ہے۔ مسز اربٹ نے کہا۔
 ”اگر آپ چاہیں تو بسنی کی طرف چلیں وہاں شاید کوئی مناسب جگہ مل جائے۔“
 ”جیسا مناسب سمجھو۔ ان لوگوں سے مشورہ بھی کر لو۔“ ویسے رات کا وقت ہے مناسب جگہ کہاں ملے گی۔ مسز اربٹ نے کہا۔ میں خدا کا شکر اس بات پر ادا کر رہا تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے وہ میرے نیچے نہیں دیکھ سکے تھے۔
 ”صبح کا انتظار کر لیں کیا وقت ہوا ہے۔“
 ”ہوئے دو بجے ہیں۔ مجھے مظہر ہے کہ کہیں سے پانی نہ آجائے۔“ اربٹ نے کہا۔ ”تمام لوگ جاگ گئے تھے، دفعتاً کسی نے کہا، اگر گریس کہاں ہے۔“
 ”کھوڑے بیچ کر سورا ہوں گا اسے بچا لو، مسز اربٹ بولے اور کوئی گریس کے نیچے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس نے آکر اطلاع دی کہ گریس موجود نہیں ہے۔
 ”کہاں گیا۔“ مسز اربٹ چونک کر بولے اور ایک نیا مسئلہ اٹھ رہا تھا۔ گریس کی گٹھڑی سے سب پریشان ہو گئے تھے۔ ”مارچیں روشن ہو گئیں اور چاروں طرف اسے تلاش کیا جانے لگا۔ سب ہی پریشان تھے۔ اس کی وجہ سے بسنی کی طرف جانے کا ارادہ بھی ملتوی ہو گیا۔ پھر جب تقریباً ایک گھنٹہ گذر گیا تو مجھے بھی تشویش ہوئی، مغرب بارش کی وجہ سے کسی حادثے کا شکار نہ ہو گیا ہو۔ میں بھی دوسروں کے ساتھ اس کی تلاش میں مصروف ہو گیا۔ صبح کے چار بج گئے مگر گریس واپس نہ آیا۔ مسز اربٹ اب بڑی طرح کپڑوں سے تھے مزدور اس کی تلاش میں دو دو رنگ پھیل گئے تھے۔ ساڑھے چار بجے کے قریب گریس دوسروں کے ساتھ واپس آیا۔ وہ سردی سے تھر تھرا کتب رہا تھا۔
 ”کہاں چلے گئے تھے تم۔“ مسز اربٹ دہاڑے۔
 ”راستہ۔“ آچھیں۔ راستہ بھول گیا تھا گریس نے مسلسل چھینکتے ہوئے کہا۔
 ”اپنے نیچے کا راستہ بھول گئے تھے۔“
 ”ہاں انکل۔ بارش کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔“
 ”میں کہتا ہوں گئے کہاں تھے۔ کیا جنگل جانوروں کی خوراک بننے؟“ اربٹ ہنسنے سے بے جا بول رہے ہوئے بولے۔
 ”جی نہیں۔ وہ۔ وہ کہاں گیا؟“ گریس کو اسے برافیا،

پتھی۔ اس نے اردھ اردھ دیکھا، میں سامنے ہی کھڑا تھا۔
 ”کون۔ کس کی بات کر رہے ہو؟“
 ”وہ۔ وہ۔ آچھیں۔ وہ۔ وہ آچھیں۔“
 ”جائزے نیچے میں جا کر لباس تبدیل کرو۔ مسز اربٹ نے کہا۔ مگر میں تیزی سے اپنے نیچے میں بھاگ گیا۔ مجھے بے اختیار ہنسی آ رہی تھی لیکن ضبط کیے ہوئے تھا۔ مسز اربٹ اپنی ہیکل پر بڑبڑاتے رہے وہ کہہ رہے تھے۔ ”اس لڑکے کی ضبط الخواصی اب تبدیل برداشت ہوتی جا رہی ہے تم کدو کی ہنوز کسی حادثے کا شکار ہو جائے گا۔ یا ہمارے لیے نصیبت بنے گا۔“
 ”پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اسے، مسز اربٹ نے کہا۔
 ”گواہی۔ میرے خیال میں بارشیں رکے گی نہیں۔ پلیز تم نیچے آ کر دو۔ ہمیں بسنی کی طرف چلنا چاہیے۔“
 تمام برگ بارش میں بیٹھتے ہوئے بسنی میں داخل ہوئے اور آخر کار ہمیں ایک اسکول کی عمارت میں پناہ مل گئی۔ اس طرح بارش سے نجات ملی جو خوفناک حد تک تیز ہوتی جا رہی تھی۔ گریس کی چھینکیوں مسلسل جاری تھیں۔ مزدوروں نے کافی تیار کیا اور اس شدید بارش میں یہ کافی مزاحم گئی۔ مسز اربٹ بھی کچھ ڈری تھی وہ مسلسل گریس کا پیچھا لہے ہوئے تھے۔ پھر گریس شاید انہیں میرے بارے میں بتانے لگا۔ میں نے مسز اربٹ کو کہتے ہوئے سنا۔
 ”یہ بالکل باگل ہو گیا ہے۔ میں نے اُسے خود اس کے نیچے سے نکلنے دیکھا تھا۔ سورا ہوا تھا۔“
 ”آپ یقین کریں انکل، اگر گریس نے بھلا بھلا کر کہا ہے۔“
 ”کیوں؟ بند کر دو۔ تم تم آتی ہو، مسز اربٹ نے اسے گواہی دیا۔ بارش مسلسل جاری تھی۔ ایک گھنٹہ کی چڑھ گئی تھی۔
 ”خیر ہمارے میں مٹی کے تودے اور بڑے ٹپے سے پھر لوٹ سکتے ہیں۔“
 ”ہاں۔“ میں نے کہا۔
 ”میں نے بارش میں یہاں تک سنا لی دے رہی تھی۔ صبح ہو گئی لیکن بارش کا زور نہیں ٹوٹا۔ گاؤں میں کا بدام نام زندگی شروع ہو گیا لیکن سب بارش کا شکار تھے گاؤں سے اوپر بڑی بڑی چٹانیں ڈوٹ ڈوٹ کر گر رہی تھیں۔ راستے بند ہو چکے تھے۔ بارش کی وجہ سے سب کو بھی بند تھا۔ منتظر نے مسز اربٹ کی قیادت میں اس نے خوشی سے ہمیں اسکول میں اس وقت تک قیام کی اجازت دے دی جب تک بارش جاری ہے خدا نخواستہ کہ دوسرے دن بارش بند ہوئی لیکن آسمان اب بھی سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ مسز اربٹ اس سے زیادہ لڑھکیاں قیام نہیں کر سکتے تھے چنانچہ سفر چھوڑا گیا۔“

اس بار سفر مشکل تھا۔ جگہ جگہ چٹانی راستے دریا کی وجہ سے بند ہو گئے تھے اور کہیں کہیں اوپر سے گرنے والے تودوں نے سلسلے منقطع کر دیے تھے۔ چنانچہ مزدوروں کے مشورہ پر کوئی میں نے راستے تلاش کرنے پڑے۔ کھساروں کی ٹھکانوں میں چھلوان تھیں۔ ان پر بار بار قدم لگتا جلتے تھے۔ ایک ڈھلان کی بلندی پر پہنچتے تو بائیں جانب ایک خانقاہ نظر آئی جہاں بیخ شدہ بکروں کے کھنگولوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ درختوں کی شاخوں کے ساتھ مرخ لہکتے بندھے ہوئے تھے۔ سیاہ رنگ کے ایک پہاڑی گاؤں کے قریب سے گذرے تو وہاں ڈھول بج رہا تھا۔ مسز اربٹ کے لیے یہ منظر بہت دلچسپ تھا۔ ہندو آبادی دیکھا پوچھا کہ وہی تھی۔ ہمارے سلسلے ایک ٹینس زنج کی گئی اور لوگ بڑی عقیدت سے ان کا رخ دیکھتے ہیں مصروف ہو گئے۔ یہاں ہمیں سفید چادوں کا ایک مشروب پیش کیا گیا جسے مسز اربٹ نے خوشی سے قبول کر لیا۔ اور اس کے بعد ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پھر شاہ بلوط کے درختوں کی چھاؤں میں ہم نے ایک جگہ کیمپ لگا لیا۔ مسز اربٹ مجھ سے بہت خوش تھے۔ پھر یہاں بھی خوب مانوس ہو گئی تھی البتہ گریس جب بھی مجھے دیکھتا اس کی آنکھوں میں خوت ابھرتا تھا۔
 اسی شام مسز اربٹ نے مجھے کہا، ”گواہی بہت مختصر عرض میں تم ہماری اہم ضرورت ہیں گئے ہو۔ اس راستوں اور جگہوں سے ناواقفیت کے باوجود تم نے نہایت خوش اولیوں سے بلکہ بہت مہربانہ انداز میں ہماری ضرورت پوری کی ہے میں تو صرف یہ سوچتا ہوں کہ تمہیں اس کے صلے میں کیا دوں گا۔“
 ”نہیں مسز اربٹ۔ میں آپ کے ساتھ ہر طرح مطمئن ہوں مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔“
 ”ایک بات کا ہمیشہ اس احساس ہوتا ہے وہ یہ کہ تمہارے بارے میں ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم۔“
 ”میں صرف ایک آوارہ گرد ستیاح ہوں اور کچھ بھی نہیں۔“
 ”میں نے جواب دیا اور مسز اربٹ خاموش ہو گئے۔ کافی دیر تک وہ سوچتے رہے پھر بولے۔ ”آگے کے بارے میں تم نے کچھ معلوم کیا۔ ہمیں کوئی بڑی آبادی کب ملے گی؟“
 ”تقلین کے کہنے کے مطابق کل شام تک ہم دھو پین نالی آبادی میں پہنچ جائیں گے جو ایک قبضے کی نشیبت رکھتی ہے۔ اس کے بعد تراکوٹ صرف تیس میل رہ جاوے۔ تراکوٹ کا بڑی اور مشہور جگہ ہے۔“
 ”مگر۔ میں اب اس نا صلے کو متھ کرنا چاہتا ہوں۔“
 ”ٹھیک ہے۔ کل سے سفر کی رفتار تیز کر دی جائے گی۔“

میں نے کہا۔ میں خود بھی تو یہی چاہتا تھا۔ مسز رابرٹ کے انداز سے مجھ کو شک کا احساس غم ہو گیا تھا۔ مات کو کھانا کھاتے ہوئے انہوں نے کہا: "گاڑا لہاں کھا کر بہت بوسیدہ ہو گیا ہے۔ کیا تم نے مجھ سے ایک باک لینا پسند کرو گے؟"

"کام تو اس لباس سے بھی چل رہا ہے۔ ہاں مسز رابرٹ! میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم خوش قسمت نہ کرو تو نیا لباس لے لو!"

"یہ بات میری مسز ہی کہہ سکتی ہیں۔ میں اس کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔" مسز رابرٹ نے کہا۔

"اس قدر اہم بات بھی نہیں ہے مسز رابرٹ! اگر کوئی نیا لباس پیرا ہو سکتا ہے تو مجھے دے دیں۔" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد تھریسا سٹیٹن ریڈر ایک لباس اور شیو کا دو سرا سامان لے کر میرے پاس آ گئی۔ "یہ جیزین جی نے بھجوائی ہیں!"

"مشکریہ میں تھریسا! میں نے کہا اور یہ سامان قبول کر لیا۔ دل خود بھی اس لباس میں اکتا گیا تھا جو کافی بوسیدہ اور گندا ہو چکا تھا اس لیے میں نے زیادہ تلفت نہیں کیا۔ لباس انہیں نوجوانوں میں سے کسی کا تھا اور میرے بدن میں بالکل فٹ تھا۔ میں نے فطرتی طور کے بعد واقعی صاف کی بال درست کیے تو آؤ میں کی کسی شکل نکل آئی، درد تھریسا کے دے ہوئے آئیے میں تو میں بھی خود کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ پرانے لباس کو رکھنا بیکار تھا۔ میں نے بدل نیا یادو بارنگل آیا۔ سامنے ہی نیلسی نظر آئی۔ یہ رابرٹ کی ساتھی راکون میں سے ایک تھی اس نے مجھے دیکھا اور ساکت رہ گئی۔ میں اسے مخاطب کیے بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔ لباس کی گھٹری میں نے ایک گڑھے میں اچھال دی۔ واپس پلٹا تو ایک عجیب جمع تھا جس میں مسز رابرٹ مسز رابرٹ اور دوسرے تمام لوگ جمع تھے سب میری طرف دیکھ رہے تھے۔

"میرے خرا۔ واقعی نیسی نے ٹھیک کہا تھا۔" مسز رابرٹ نے کہا۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔

"خیریت کیا بات ہے؟" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا میک آپ آتے جانے پر ہم سب حیران ہیں!" مسز رابرٹ بولے۔

"میک آپ۔؟"

"بڑی چالاکی سے تم نے خود کو چھپانے کھا تھا۔ ادا اب یہ بتانا تمہارے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ تم کون ہو۔"

"دلچسپ بات ہے۔ میں غزال ہوں۔ ادا اگر دلچسپی کو آپ میک آپ کہتے ہیں تو مجھے تعجب ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری شخصیت عجیبی ہوئی تھی مسز گاڑی۔ لیکن اب تم تمہیں سامنے لے آئے ہیں نیسی کہتی ہے تم کوئی ایڈین لڈ ہو جو کسی خاص وجہ سے ان پہاڑوں میں ٹینک رہے ہو۔"

"میں نیسی کا شکر ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

میں نے سب لوگوں کے رویے میں ایک نمایاں تبدیلی دیکھی تھی ان کا رویہ ہی بدل گیا تھا۔ میں ان کے اس رویے سے عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ اب خاص طور سے میں راکون کی دلچسپی کا باعث بن گیا تھا۔ میں نے ان بے باک لوشیوں راکون کی آنکھوں میں بہت سی کبائیاں پڑھی تھیں لیکن میں کھلا ان کبائیوں کا تحمل کھال ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے ان پر سارا رویہ سوز رکھا۔

بھوٹ تہیوں کی آہاری بھوڑ تین کافی گندی جگہ تھی۔ جگہ جگہ کچھ نظر آرہی تھی۔ سیلے پھیلے پچھلے اس کی پٹری لٹ پٹ کھیل رہے تھے اور سچی جسامت کے کتے بڑی تعداد میں نظر آئے جو ان لوگوں کا امتیازی نشان ہوتے ہیں۔ پہلے تو یہی فیصلہ کیا تھا کہ یہاں کچھ وقت قیام کریں گے اور تھکن آتاریں گے لیکن پھر یہ قیام مختصر کر لیا گیا۔ مسز رابرٹ نے کہا: "یہ علاقہ طویل قیام کے لیے نہایت ناموزن ہے۔ میرے خیال میں یہاں سے اگر ترا کوٹ کے سفر کے لیے کوئی مناسب بندوبست ہو سکے تو ٹھیک ہے۔ دو دنوں سے راستہ پوچھ کر آگے بڑھ چلو! ہم نے کچھ آگے جا کر کھل جگہ میں شیشے لگا دیے۔ قبیلے کے ہر مکان پر بدھت کا علامت تھوڑا لہرا رہا تھا میدان میں ایک سمت پتھروں سے بنی ہوئی ایک خانقاہ نظر آرہی تھی۔ بہت سے لوگ ہمارے خیوں کے پاس آگئے۔ میں ان کو جائزہ لے رہا تھا۔ ان میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی۔ مجھے اس کی شکل امریکی باشندوں کی مشابہت محسوس ہوئی۔ مسز ہندیوں کا انداز ان میں بہت پایا جاتا تھا یا پھر انہیں گل لولہ نشیر دی جاسکتی تھی۔ پتہ قاسم، چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں عورتیں فریوزی اور نثری زلیورات اور منکوں کی مالا میں پہننے والی تھیں۔ گندھی ہوئی زلفیں اور کندھوں پر دھاری دار کپڑے۔ لوگ عموماً اسی فرخوارسل کے کتے رکھتے ہیں جو یہاں عام ہے۔ شام کو عبادت گاہ میں پہل پہل ہو گئی۔ تھریسا۔ میرے قریب پہنچ کر استدعا کی۔ "کیا تم مجھے اس عبارت کا تک لے جا سکتے ہو میں ان کی عبادت کا طریقہ دیکھنا چاہتی ہوں"

"میں گے۔ مجھے سلام کے مجاز سے یہ کہیں گے کہ شہزادے منظور واپس چلے جہاں پناہ کی حالت بہت خراب ہے وہ آپ کے غم میں سوکھ سوکھ کا کلاٹا ہو گئے ہیں اور صرف آپ کو یاد کرتے ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کچھ ایسا ہی ہو گا؟"

"دنیا کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تھریسا! یہ کبائیاں اب بہت پرانی ہو گئی ہیں۔ میرے خیال میں گرہیں آپ سے زیادہ سمجھ دار ہے وہ آج تک مجھے شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے ادا سے یقین ہے کہ مروج ہتے ہی میں آپ لوگوں کو لوٹ کر فرار ہو جاؤں گا؟"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہے؟"

"آپ لوگ بے جا رہے گریں پر بھر دوسرے ہی نہیں کرتے مالا مکروہ بے حد سمجھ دار انسان ہے!"

"دو فرسہ وہ بے وقوفوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ اگر یہ باتیں تمہارے کانوں تک پہنچ گئی ہیں تو انہیں اہمیت نہ دو۔ تم بڑی خوبصورتی سے بات گول کر گئے۔ میں تمہیں ایک بات بتاؤں؟"

"ضرور۔" میں نے کہا۔

"جس وقت تم نے ادا پر وہ نہیں بدلا تھا اس وقت بھی میں نے تمہاری شخصیت کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ میں نے نیسی اور گریشا سے کہہ دیا تھا کہ تم کوئی بڑے آدمی ہو۔ بعد میں وہ لوگ میری فائل ہو گئیں!"

"اب چلیں بہت وقت ہو گیا ہے!"

"سنو تو۔ سنو تو سہی،" اس نے میری آستین پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ میں تمہیں پیار کرتی ہوں۔ اس وقت نہ یہی پھر کسی وقت تمہیں کسی کو نہیں لیکن مجھے اپنے بارے میں بتانا ہو گا۔ سمجھتے تم؟" تھریسا نے جذباتی انداز میں کہا۔ میں رک کر اسے دیکھنے لگا۔ نیسی آہری تھی خود پر بھی اور تھریسا پر بھی۔ ان راکونوں کو اس کے علاوہ ادا کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد صرف رومان ہوتا ہے۔ عجیب بات تھی کوئی تو تبدیلی ہوتی سب کا انداز یکساں سب کے راستے ایک۔ لوں گتا تھا جیسے = سب مل کر مجھے اس شے کا ایک پٹ بنانے پر تھی ہوتی تھیں۔

"ایک بات بتاؤ گی تھریسا۔؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں پوچھو۔؟"

"تمہارے ساتھ کئی نوجوان لڑکے ہیں، کیا ان میں سے کوئی تمہاری طرف راضی نہیں ہے؟"

"کیا دوسرے لوگوں کو اس سے دلچسپی نہیں ہے مس تھریسا۔؟" میں نے پچھلتے ہوئے پوچھا۔

"گھر میں تمہارے ساتھ جاؤں گی، اس کے انداز میں مندھی۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ "لون" "آؤ پلیر" پھر وہ بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔ میں مجبوراً اس کے ساتھ چل رہا۔ عبادت گاہ کے قریب پہنچ کر ہم نے عبادت کا منظور دیکھا۔ چاروں طرف سے "مرد متی پدم" کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ایک ادا عظیم عورت ایک ہاتھ سے مالا کے آہنی شکرے پھیر رہی تھی اور دوسرے سے جانوری اور تانبے سے بنا ہوا عبادت کا پہرہ گھما رہی تھی۔ وہ ایک منتر لگا لاپ رہی تھی منتر کی تحریر جیتے پر بھی کدہ تھی اور بار بار سامنے آرہی تھی۔

یہاں ہمیں رات ہو گئی۔ میں بھی عبادت کے اس طریقے کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر رات کا احساس ہوا تو میں نے تھریسا سے واپسی کے لیے کہا۔ ادا وہ واپس مڑ گئی۔ لیکن عبارت گاہ سے کچھ دور آ کر اس نے کہا "تمہیں صیوں کی طرف نہیں!"

"پھر کہاں۔؟"

"وہ اس طرف۔ آؤ پلیر کچھ دیر بیٹھیں گے"

"دوسرے لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں گے مس تھریسا!"

"گرنے دو۔ آؤ!" میں اس کے ساتھ پتھروں سے بنے ہوئے ان کدھرات کی طرف چل پڑا جو تاریکی میں دوڑے ہوئے بہت پڑا مراد نگ رہے تھے یہاں بے حد سکون تھا۔ چاروں طرف خاموش چھائی ہوئی تھی۔ تھریسا ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔

"تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں!"

"جی فریائے۔؟"

"تم کون ہو۔؟"

"خوب۔ دلچسپ سوال ہے اب یہ بھی بتا دیجیے اس کا کیا جواب دوں کیونکہ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں بتاؤں تم کون ہو۔؟" تھریسا بولی۔

"مجھے خوش ہوئی،" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کسی ہندوستانی ریاست کے شہزادے ہو جو یہاں ہیں بلکہ کسی ریاست کے لیے نکلے ہو یا پھر!"

"ہاں یا پھر۔؟"

"اس نے گھوسے دوڑ کر چلے آؤ ہو،" تھریسا نے کہا۔

"اور کسی بھی دن کچھ گھومنا گھوڑے دوڑاتے ہوئے"

"میں مگر مجھے ان میں سے کوئی پسند نہیں ہے؟"

"وہ تمہارے ہم نسل ہیں، تمہارے ہم پد ہیں۔ میرے بارے میں تم جان لو کہ تمہارے ذہن میں کچھ بھی ہو لیکن میں بالکل معمولی انسان ہوں۔ کسی ریاست کا گمشدہ شہزادہ نہیں۔ لیکن میں ایک ایسا انسان ہوں جس کو اس کے صاحبزادے میں کوئی عزت نہیں ہے، جس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ ایک باکل ہی ناکام و ناکارہ شخصیت جس سے تمہاری محبت تمہیں کچھ دوسے سکے گی؟"

"اس کے باوجود میں تمہیں چاہتی ہوں۔ تم اگر معمولی انسان ہو تو میرا پیار تمہیں بند کر دے گا۔ میں بہت بڑی دولت کی تہنارت ہوں؟"

"کمال ہے۔ یہ ساری لوگیاں اپنے والدین کی دولت بچھے ہی دیکھ رہی ہیں، تمہاری ہی دولت ہے۔ میں نے بے اختیار کہا۔ شکر ہے کہ اس بے اختیاری میں اپنی زبان استعمال کی تھی ورنہ ان بہت ساری لوگوں کی تفصیلات بھی بتانی پڑتیں۔"

"میں نہیں سمجھی، تمہاری کیا ہے؟"

"آؤ تمہیں سامہ اس مسئلے پر غور کر لیں گے؟"

"میں نے تم پر اپنے دل کا راز آشکارا کر دیا ہے تمہیں میری محبت کا جواب محبت سے دینا ہو گا میں بہت خفا ہوں مجھے؟"

"سمجھ گیا۔ اب چلیں۔" میں نے خسرو انداز میں کہا۔

اور اس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔

یہاں کے عموالات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ مجبوراً میں یہ رات گزارنے کے بعد دوسرے دن بستی میں داخل ہو کر ٹراکوٹ تک سفر کے ذریعے تلاش کیے گئے لیکن اس ملی جلی آبادی کے لوگ سواریوں کا تصور بھی نہیں رکھتے تھے۔ وہ بیدل ہی سفر کرتے تھے۔ خاصہ بیٹیت لوگوں میں سے صرف دو افراد ایسے ملے جن کے پاس گھوڑے موجود تھے صرف دو گھوڑے۔ یہ لوگ بیدل سفر کرتے تھے اور عموماً ان کی شکل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے اس وقت ان کے ساتھ صرف بڑی سسل کے خورخوار کتے ہوتے تھے جن کی زنجیر کسی بزرگ کے ہاتھ میں ہوتی کتے کی گردن میں ایک خرخر ضرور پڑتی ہوتی جس پر رکھا ہوتا ہے کتے کا منہ بند ہے۔ اسے کھلانے کی کوشش نہ کی جائے۔

البتہ ان لوگوں سے تراکوٹ کے راستے کا مجمع نقشہ اور وہاں تک کے سفر کے دشوار گزار مہلوں کے بارے میں ساری تفصیل معلوم ہو گئی تھی۔ چنانچہ آگے کا سفر شروع کر دیا گیا۔ تیس میل کا یہ سفر لاتعداد کہا نہیں جا سکتا تھا۔ دو دنوں سفر بے شمار دلچسپ واقعات پیش آئے۔ آج کے دو دنوں میں

کا سفر ان میں دس بار کا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمارا یہ سفر قدیم ماساتوں کی عملی تصویر پیش کرتا تھا۔ دس میل کے بعد پہلو پڑا و گیا کیا۔ چتر مزید دس میل کے بعد دوسرا البتہ بقیہ دس میل تک تندر تندر تندی سے ملے کے گئے تھے کیونکہ خیال تھا کہ دن کی روشنی میں ہی منزل پر پہنچ جائیں۔

تراکوٹ کے آثار نظر آ گئے تھے۔ تراکوٹ کسی تندر مہلوں میں آباد ہے۔ ہماری نگاہ سے اونچے اونچے ہانسون کے ایک تروے پر پڑی جہاں سورج چاند اور آگ کے علاوہ اور چیزیں نہیں۔ چتر چتر ہوتے ہوئے سفید باریقی جھنڈوں کے درمیان غرق گھاٹا چل رہا ہے۔ نیچے جانے کا راستہ آلوں کی پٹیوں اور سیاہ گندم کے کھیتوں سے گذرتا تھا۔ شہری آبادی کا ابتدا میں ایک جھونپڑی کے جھگڑے نیلے سنہری بڑا دور سرت رنگ میں بدھ کے سات جیسے نصب تھے جو ساکھیا مٹی کی زندگی کے مختلف چلوؤں کی دکھائی دیتے تھے۔

ہم ان راستوں سے گذر کر نیچے آبادی میں داخل ہو گئے۔ "تھکے کے مکانات چتر سے بنے ہوئے تھے۔ یہ عمارت کئی منزلہ قلعے کی مانند تھی جس کے اوپر بائیں چھوٹے لہر لہرے تھے۔ دریل مسافت ملے کر کے ہم جگہ یہاں پہنچے تھے لیکن اس جگہ کی پلار دکھائی دے رہی تھی اور وہاں کھجور کی ساری تھکنی دور دوری تھی۔ تراکوٹ بہت خوش نظر آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا "اب جس قدر ممکن ہو سکے کسی جگہ قیام کا بندوبست کر لو تا کہ ہم یہاں اپنا کام شروع کر سکیں۔ میرے خیال میں ہوش و خیرہ کی گنجائش تو یہاں کم ہی ہو گی بلکہ ممکن ہے اس کا وجود ہی نہ ہو۔ لیکن ہمیں کوئی ایسی جگہ ضرور مل جائے گی جہاں ہم خیر زون ہو سکیں؟"

مسٹر بارٹ نے مجھ پر احساسات کیے تھے وہ نے اس کے کسی کے عالم میں مجھ نہ جانے کیسے کیسے پریشان کن حالات سے گذرنا پڑتا اس لیے یہاں تک آئے کہ باوجود میں فوراً ہی ان کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ کرنسی وغیرہ کے مسائل بھی تھے جو کسی حد تک ان سے حل ہو سکتے تھے اس لیے میں نے ان کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ پہاڑوں کے دامن میں خیر و رکھ سے گئے لیکن یہ جگہ عام آبادی سے دور تھی۔ یہاں خیمے نہیں لگائے گئے تھے بلکہ بس برتنی مائیں ہی قائم کی گئی تھیں۔

مسٹر بارٹ نے فیکرہ میں عمل لگایا اور میرے ساتھ چل پڑے ہمیں کسی مناسب جگہ کی تلاش تھی۔ آبادی میں زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ چکی ہونے لگی اور مخصوص طرف کی داغی سے میں نے ایک سردار جی کو پہچان لیا۔ ایک ہندوستانی اور ایک انگریز کو دیکھ کر سردار جی رک گئے۔ میں نے قریب پہنچ کر کہا۔

"ست سری اکال سردار جی"

"ست سری اکال جی ست سری اکال۔ کبھی ہمارے لیے کوئی خدمت ہے؟"

"ہاں سردار جی ہمیں یہاں کسی ایسی جگہ کی تلاش ہے جہاں ہم اپنے خیمے لگا سکیں۔ یہاں کسی کی اجازت کی ضرورت تو نہیں ہوتی۔"

"ہوتی ہے جہاں جی۔ ہر جگہ خیمے نہیں لگانے جاتے تھے اور کیمپنگ میں کیوں نہیں چلے جاتے اور کیمپنگ کے لیے ہر طرح کی سہولت ہوتی ہے پانی کا انتظام سڑکاری سے جاتی سڑاری چیزیں بھی سستے داموں مل جاتی ہیں۔ بہت سے لوگ میں گے میاں جی؟"

"بڑی مہربانی سردار جی کیا نام ہے آپ کا۔"

"انت سنگھ جی۔ اور ہر آلوں کی ایک پورٹ کا کام کرتا ہوں۔ آپ اور کیمپنگ میں چلے جاؤ سب سے اچھے جگہ ہے؟"

"راستہ کسی طرف سے ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوجی اور جھڑی پہاڑی نظر آ رہی ہے۔ میں اس کے پیچھے کیمپنگ ہے۔ بڑی چکنی جگہ ہے جی؟" سردار نے کہا ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔ مسٹر بارٹ خاموشی سے کھڑے ہوئے بائیں کسی رہے تھے۔ میں نے سردار جی کا ایک بار پھر متکرار کیا اور پھر مسٹر بارٹ کو اس کیمپنگ کے بارے میں بتانے لگا۔

"یقیناً ایسی ہی جگہ ہمارے لیے بہتر رہے گی۔ آؤ پھر بیٹے اپنے لیے مناسب جگہ تلاش کر کے خیمے لگادیں اس کے بعد آرام سے بیٹھیں گے؟"

کیمپنگ تک پہنچنے میں پورا ایک گھنٹہ صرف ہوا شام چمک آئی تھی، خیمے وغیرہ لگانے کے لیے ہر گھنٹہ کیمپنگ کے حالات پہلے ہی نظر آ گئے تھے۔ زمین اتنی زیادہ گروں کے فول کے خالی یہاں نظر آ رہا ہے تھے جو ہمیں اور گاجے کے نشے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نوجوان لوگ لڑکیاں لیاں کی ترتیب سے بے نیاز جگہ جگہ ڈیرے جاتے ہوئے تھے۔ کچھ باقاعدگی سے لگا لگا رہتا تھا۔ پتھاروں پر دنیا کی ہر چیز موجود تھی۔ آوازوں میں گانے جاری تھیں جنہیں وہ کانداروں کی محصوریت کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ ان آوازوں کو سمجھنے والے ان کا ہوا ہی لوگ ہوں گے۔ ویسے یہ علاقہ تبت کے رعایتی حسی کی مثال تھا۔ بہت دور ایک ایشیائی سفیدی متحرک نظر آ رہی تھی جس سے بیٹھے والی ندی کیمپنگ کے پاس سے گذرتی تھی اسی لیے سردار جی نے کہا تھا کہ پانی کا انتظام سڑکاری ہے۔

انہوں نے ایک آگ تھک جگہ منتخب کی تھی۔ پتھاروں سے

کھائے بیٹے کی صاف ستھری ایشیا کی خریداری کی گئی۔ کوئی بھائی چکا ہوئی چیز خریدنے سے احتیاط کی گئی تھی کیونکہ ان علاقوں میں ہر جاندار شے معمولی تھی اور اس کی ڈشیں تیار کرنے میں ان لوگوں کو کمال حاصل تھا۔ البتہ تہذیب اور دنیاوی تفریبات کے باغی بیبی آواز اور گروام دھول کے نشے سے بے نیاز ہراس شے کو بے تکان خرید رہے تھے جہاں کے خلق کے راستے معدے تک پہنچ کر اس میں وزن پیدا کر سکتی تھی۔ ساتھی مزدور کھانے کی تیاروں میں مشغول ہو گئے۔ تھریسا اور گریشا میرے پاس آئیں اور میں کھجور کی ہونٹ لگا ہوں سے مسٹر بارٹ کی طرف دیکھنے لگا جو کچھ لوگوں کو کھانے کے بارے میں بتا رہا تھا کہ میری طرف آنے والے تھے۔

"خاموش نوجوان اب تم کیا سرتج رہے ہو۔" گریشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ سرتج رہا ہوں اس گریشا وہ آپ کو ہرگز نہیں بتایا جا سکتا، میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم نے بے چارے کے گیس کے حقوق چھین لیے اور اس کا مستقبل تارک کر دیا۔ کوئی دوسرا بھی تم سے تمہارے حقوق چھین سکتا ہے؟" گریشا بولی۔

"گو گیس کو آپ اپنی طرف راغب کر سکتی ہیں لیکن میرے حقوق چھیننا آپ کے لیے ممکن نہ ہو گا؟"

"بڑے دعوے کرنے لگا ہے یہ ہندوستانی تمہارے بارے میں تھریسا، گریشا مسکراتی ہوئی بولی۔

"میں ان حقوق کی بات کر رہا ہوں جس گریشا جو آپ میری خاموشی کی سوچ کے بارے میں استعمال کر رہی تھیں؟"

"اچھا بات سمجھاؤ۔ ان آوازوں کے گردوں کے بارے میں بڑی کہا نہیں سن رکھی ہیں۔ سرتجہ بے دان میں مردہ اور رات کو زندہ ہوتے ہیں۔ نشے کے عالم میں ناپتے گاتے لوگوں کو دیکھنے کے لیے ہم جاتے رہیں گے تم ہمارے ساتھ چلو گے؟" تھریسا نے کہا۔ میرے جواب دینے سے قبل مسٹر بارٹ ہمارے پاس آئے۔ ان کی آمد پر دونوں لڑکیاں خاموش ہو گئی تھیں۔ مسٹر بارٹ نے کہا۔ "یہاں پہنچ کر بہت سکون ملا ہے گا۔ زانی۔ ہمارا یہاں قیام طویل ہو جائے گا کل سے تیار ہو جاؤ تمہارا کام شروع ہو جاوے گا؟"

"مجھے کیا کرنا ہو گا مسٹر بارٹ۔"

"معتاقی لوگوں سے اس علاقے کے بارے میں سوالات اطراف میں ہم تصویر کشی بھی کریں گے تم ان کے افکار و خیالات مجھے بتاؤ گے۔ یہ کام تم سے بہتر اور کوئی نہیں کر سکتا؟"

”ٹھیک ہے مسٹر ابرٹ، جس حد تک ممکن ہو سکا لیکن کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ میان آپ کسی گاڑی کی تلاش بھی جاری رکھیں میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ میں لوگوں کو صرف آپ کا ساتھ دے سکوں گا“

”اس وقت تک ضرور جب تک مجھے میرے مطلب کا کوئی بہتر آرمی نہ مل جائے، مسٹر ابرٹ نے کہا۔

رات کے کھانے کے بعد نوجوانوں نے ٹولیاں بنائیں اور آوارہ گردوں کی پریمتوں سے لطف اندوز ہونے چل پڑے۔

تھریرا کے مجبور کرنے پر میں بھی ساتھ ہو گیا۔ ہرے کرشنا ہرے راما کا ورد پورا پورا تھا، چرس کی بو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک انوکھی دنیا آباد تھی۔ یورپین نوجوان رقص کرنے والوں میں شامل ہو گئے اور میں موقع پا کر وہاں سے کھسک آیا مسٹر ابرٹ مجھے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن اب میں ان کا زیادہ ساتھ نہیں دے سکتا تھا میری اپنی زندگی کچھ اور تھی۔

ناجم دوسرے دن میں ان کے لیے کافی کام کیا۔ تین چوتیسوں کے پیش منظر میں آباد اس شہر کے بارے میں میں نے مسٹر ابرٹ کو کافی معلومات فراہم کیں جو وہاں کے رہنے والوں کے ذریعہ مجھ تک پہنچی تھیں۔ اٹھارویں صدی میں گورکھوں نے سلطنت نیپال کی بنیاد رکھی تھی اس سے پہلے تراکوٹ، پوجورا، گنگا، بادشاہت کا صدر مقام تھا جس کے معنی تبتی زبان میں خوشبودار پانیوں کی وادی ہے۔ اس وادی کے باسی تبت کی پڑوسرار وادیات کے ائین ہیں۔ تہیں ان روایات کی تفصیلات فراہم ہو رہی تھیں۔ مسٹر ابرٹ میرے ذریعہ اپنا کام کر رہے تھے۔

پورا دن آوارہ گردی میں گذرا۔ شام کو چھ بجے کے قریب ہم واپس لوٹے تو مسٹر ابرٹ بہت خوش تھے پہلے دن ہی انہوں نے کافی کام کر لیا تھا اور کہا تھا ”کاش تم پورا دن میرے ساتھ گزار سکتے۔ ایک گاڑی دوسری ضروریات نہیں پوری کر سکتا جو تم سے پوری ہو رہی ہیں، میں ان کے پیچھے کے سامنے کھڑا ہوا تھا کہ دفعتاً تھریرا کے پیچھے کا پردہ ہٹا اور وہ باہر نکل آئی۔ اس کے ساتھ ایک اور لڑکی بھی تھی جسے دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ اس کی نگاہیں مجھ سے ملیں اور اس کا مسکرا ہوا چہرہ بھی سکون کیا۔ شدید حیرت سے اس کی آنکھیں پٹی رہ گئی تھیں۔ دوسرے لمحے وہ بے اختیار آگے بڑھ آئی میرے خدایہ۔ یہ تم ہی ہو گا زانی! اس کے منہ سے آواز نکلی۔

میرے ذہن میں شدید سنسنی پھیل گئی تھی۔ ان لمحات کا

تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر میں نے سنبھل کر کہا۔

”ہیلو۔ جو زانی“

تھریرا بھی آگے بڑھ کر ہمارے پاس پہنچ گئی۔ کیا تم مسٹر گزالی کو جانتی ہو جو۔۔۔ ٹھیک ہے۔؟“ لیکن جو زانی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ”متم یہاں۔ میں کیسے یقین کروں۔ مگو یہ خراب بھی نہیں ہے۔ تم یہاں کیسے آ گئے۔ ایک اور۔۔۔ ادرہ تھریرا یہ۔۔۔ مسٹر گزالی ہیں۔ یہ جو زانی نے تھریرا کی طرف رخ کر کے سترت جھرے پیچھے میں کہا۔

”میں جانتی ہوں۔ لیکن تم انہیں کیسے جانتی ہو؟“ تھریرا جو زانی کی اس بے تکلفی کو اچھی لگا۔ وہ سے نہیں دیکھ رہی تھی۔

”تم صرف جانتے کی بات کرتی ہو۔۔۔ ہیلو انکل رابرٹ مجھے پہچانے آپ۔؟“ جو زانی نے مسٹر ابرٹ کے قریب آجائے پر کہا۔

”ادہ جو زانی میری بچی۔ یکے براؤن کہاں ہے۔ کیا وہ بھی تبت میں ہے؟“ مسٹر ابرٹ نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

”ہاں انکل۔ میں ڈیڑی کے ساتھ ہی جہاں آئی ہوں۔ ڈیڑی ادھر بھی ہے میں۔ اس طرف ہم سوچیں بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ اچانک یہاں مل جائیں گے۔ انکل آپ ان صاحب کو جانتے ہیں تھریرا تو ان سے واقف معلوم ہوتی ہے؟“ جو زانی نے گنگنگا کا رخ پھر میری طرف موڑ دیا۔

”مسٹر گزالی۔ تم ان سے واقف ہو جانا۔؟“

”مصرف واقف۔ ہم لوگ تو ساتھ بھی رہ چکے ہیں“

”تبت ہی تم مجھے اس بڑا مبارک انسان کے بارے میں کچھ بتاؤ گی میں تو ان کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ ایک شریف اور تعلیم یافتہ نوجوان ہیں“

”تھریرا مجھے اچانک ملی تو مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ مجھے یہاں لے آئی مجھے کیا معلوم تھا کہ گزالی بھی یہاں موجود ہیں۔ سوری انکل، سوری تھریرا مجھے اجازت دو میں گزالی کو ڈیڑی کے پاس لے جا رہی ہوں۔ گزالی تم تنہا ہی ہوتی۔؟“

”نہیں جولی یہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اور اس وقت ان کا تمہارے ساتھ جانا ممکن نہیں ہے مجھے ان سے کام ہے؟“ تھریرا نے جملے جھننے لیچے میں کہا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا۔ کیا گزالی نے انکل ہم کی ملازمت کر لے ہے۔ کیوں گزالی۔؟“

”نہیں۔ بیٹے۔ لیکن کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ میں یکے براؤن کو یہیں بلواؤں۔؟“ رابرٹ نے کہا۔

ہیں تو ضرور جائیں، مسٹر ج نے کسی قدر سنبھل ہوتے ہوئے کہا۔

”ادو گزالی“ جو زانی نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھریرا کے چہرے کی طرف دیکھنا اس وقت مناسب نہیں تھا۔ بددلیلی لڑکیوں کی نہ جانے کب کی دوستی ختم ہو گئی تھی۔ جو زانی کا چہرہ میرے قدم بڑھاتے ہی کھل اٹھا تھا وہ تیز رفتاری سے چلتی چلتی میرے دودھ لکڑی کا سا اس نے پلٹ کر دیکھا اور پھر غصہ نماز میں لڑی۔ ”میرے مقابل آ رہی تھی؟“

”وہ تمہاری دوست ہے جو زانی۔ تم میری وجہ سے اس سے...“

”تمہاری وجہ سے تو پوری دنیا سے دوستی ترک کی جا سکتی ہے گزالی۔ وہ کیا چیز ہے؟“ جو زانی نے میری بات دو میاں سے کاٹ دی پھر لڑی۔ ”پہلے میں تم سے کہیں بیٹھ کر باتیں کروں گی اس کے بعد تمہیں ڈیڑی سے ملاؤں گی؟“

”اوکے جو زانی۔ تمہارے قبضے میں ہوں“ میں نے سکراتے ہوئے کہا۔ جو زانی نے میرے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ پھر لڑی۔ ”وہ تم پر اتنا دعوئی کیوں کر رہی تھی۔؟“

”وہی بتا سکتی ہے؟“ میں نے شانے ہلا کر کہا۔

”اس وقت نہیں انکل۔ مجھے گزالی سے کام ہے۔ آپ میرے ادرال کے تعلقات کو نہیں جانتے“

”ڈیڑی۔ گزالی اس وقت جو زانی کے ساتھ نہیں جائینگے؟“

تھریرا سروسچے میں بولی۔

مجھے واقعی لطف آ رہا تھا چند لمحات میں جو زانی کو دیکھ کر ریت ہوئی تھی، وہ اس دلچسپ گنگنگا کو وجہ سے کم ہو گئی تھی۔ وہ دونوں اپنے اپنے حقوق کا استعمال کر رہی تھیں اور میں دوسری باتیں سوچ رہا تھا۔ یکے براؤن بھی تبت پہنچ گیا ہے۔ کیسے؟ کس پوزیشن میں؟ وہ جانا ضروری تھا اور یہ معلومات میرے کام آ سکتی تھیں۔ میں مسٹر ابرٹ کے ساتھ تراکوٹ پہنچ گیا تھا۔ یہاں سے یوں ہی ان کا ساتھ چھوڑنا تھا۔ مسٹر ابرٹ روت ستیا رتھے اند تفریحی دودھ کر رہے تھے، میں ان کی سست رفتاری کا ساتھ کہاں دے سکتا تھا اور پھر میرا مشن تو کچھ اور ہی تھا ان شریف لوگوں کو اس میں لگھانا مناسب نہیں تھا۔ یکے براؤن بلا وجہ ہی یہاں نہ پہنچا ہو گا۔ وہ میرے کام بھی آ سکتا تھا اس لیے اس وقت تھریرا کو ہی ہرگز تبت اٹھانی تھی۔

”نہیں تھریرا۔ گزالی ہمارے ملازم تو نہیں ہیں میں اور پھر مسٹر یکے براؤن سے ان کا شناہائی ہے۔ وہ جانا چاہتے

موسیٰ الدین نواب

ادھورا ادھو کی

تبدیلی جنس کی ایک انوکھی کہانی

شالی بمسٹال چونکہ میونسپل ہسپتال لاہور

نسبت دودھ

قیمت
15 روپے

جن کی تحریریں ہمارے
معاشرے کے قریب ترین ہوتی

میں۔ اس تحریر میں انھوں نے
ایک انتہائی نازک موضوع پر
قلم اٹھایا ہے جس کا ہماری
آج کل کی زندگی کیسا تھ بہت
گہرا تعلق ہے۔ ایک لڑکی
لڑکا بن کر بھی ناممکن،
ادھوری۔
آخو کیوں؟

کوئی وجہ تو ہوگی۔؟

”اس کے ذہن میں ضرور ہوگی“

”اڈاس طرف چلتے ہیں۔ ادھر سدھارت پونگ کے پاس رہ جگہ سنان ہوتی ہے، جو لیانے اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چلا رہا۔ اطراف کے منظر نمایاں تھے، بائیں سمت ایک مکان نظر آیا۔ چلا جھٹکھٹک بھڑک بھڑک اور دوسرے مرثیوں کا مصلیل تھا۔ کلڑی کی بیڑھی بالائی منزل تک جاتی تھی۔ یہاں سنانے ہی ایک جسم کتا بندھا ہوا تھا۔ دوسرے چھوٹے جانور بیچے اور چوزے بالائی منزل پر کھینوں کے ساتھ ہی تمام بندیر تھے۔ چھپے کے بانسوں پر جانوروں کے سنگی منھ نصب تھے۔ جن کے ساتھ بھڑک بھڑک لہائی تھی، تو سب اور خشک گوشت کے ٹکڑے لٹک رہے تھے۔

سدھارت پونگ بدھ کے ایک بیڑے تدمیم اور بیدہ جیسے کو کہا جاتا تھا جو دریائے جھیری کے کنارے تھا ہم تختہ نما کھیتوں میں سے ہوتے ہوئے اس سمت جا رہے تھے کھیتوں میں چار مختلف اقسام کے پودے لہلہا رہے تھے بیج میں چھلیاں اور کوئی ک نیلیں پھولی ہوئی تھیں۔ دریائے کے قریب ہمالیائی لنگوڑوں کا ایک گروہ سرخ جوار کے کھیتوں کو تباہ کر رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بیچے ماڈن کی گردنوں سے بیٹھے ہوئے تھے۔ گوتم کے بیڑے جیسے کے بائیں سمت ہم ایک سنان جگہ جا بیٹھے۔ جولیانے ایک پتھر پر بیٹھ کر مجھے دیکھا اور دیکھیں جھپکائے بغیر گھورتی رہی۔ اس کے ہونٹ لیکھا رہے تھے وہ ذہین بارہا اس کے بدن میں ایشیوں ہی محسوس ہوتی اور میں جمل تو جمل تو کاروا کر سنانے لگا۔ اس سنان جگہ تو کوئی میری مدد کو بھی نہیں آسکتا تھا۔

مجھے ہرٹ پا کر جولیانے خود کو سنان لالہ پھر کسی تندرستی آواز میں بولی، ”ایک بار جی یا دیکھا ہے۔؟“

”ایک بار ک بات کیوں کرتی ہو جولیا بار بار“

”میں یقین نہیں کرتی“

”کوئی ثبوت نہیں ہے میرے پاس“

”یہ نہیں بھول سکتی کہ تم نے دوسروں کے لیے ڈیڑھی کی پیشکشوں کو ٹھکرا دیا تھا۔ جن میں میں بھی شامل تھی“

”غلط ہے جولیا صرت تمہارے اور مسٹر براؤن کے سوچنے کا فرق تھا۔ تم جانتی ہو میں کس صاحب کا ملازم تھا“

”ہم کے تو نہیں تھے۔ اس کے ساتھ باہر جانے کا پروگرام

کس نے بنایا تھا“

”وہ صرت اسے پہلانے کی بات تھی۔ میں گیا۔؟“

”میں نے اپنا تھا“

”وہ صرت اسے پہلانے کی بات تھی۔ میں گیا۔؟“

تم نے ڈیڑھی سے غدار کی تمہی۔ وہاں ہمارا لیے عزتی ہوئی تھی۔ سب کچھ ہوا تھا۔ ڈیڑھی شدید غصے کے عالم میں تھے۔ انھوں نے جا کہ تم ایشیوں کی لڑائی کر رہے ہو۔ میں اس بات پر ان سے لڑتی۔“

”کیا کہا تم نے۔؟“ میں نے پوچھا۔

”وہیں نے ڈیڑھی کو قاتل کر لیا۔ انھیں خاموش ہونا پڑا۔ میں نے ان سے کہا کہ ڈیڑھی کا زالی اپنے حالات کا انکار ہے وہ صحت من کی ملازم ہے وہ کہنے ان سے فریب کر سکتا تھا اور پھر میں نے کہا کہ اسے فریب کہاں کیا۔ جب آپ نے اس پر خشک کا اظہار کیا اور اپنی چالیس بدن دن کو وہ اپنی پوزیشن بدلنے پر مجبور ہو گیا ان حالات میں وہ کیا کرتا جب آپ رو پڑیں ہو گئے تھے“

”پھر وہ کیا بولے۔؟“

”پھر کہنے لگے ہم نے تو اسے بڑی پیشکش کی تھی۔ وہ مان گیا۔ بہر حال میں نے ایشیوں کو قاتل کر لیا تھا، انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وقوعہ ملا تو وہ تم سے دوبارہ رابطہ قائم کرے گی۔“

”ادھ۔ تم لوگ یہاں کب پہنچے ہو جولیا۔؟“

”تقریباً ایک ماہ ہونے کو آیا۔ ہم لباس آنے تھے وہاں سے تھک سکتے تھے پھر ہمارا اور چار ماہ سے یہاں آنے ہیں یہاں آنے ہوئے ہیں ڈون، ہر چیک ہیں“

”کون کون سے تمہارے ساتھ۔؟“

”یورپ سے جاگ، ہمارے ساتھ آیا تھا جاگ کے ساتھ چار ساتھی تھے اس کے علاوہ میں اور ایک بھی ہمارے ساتھ آئے تھے مگر وہ لباس میں رک گئے“

”یہ دونوں کون ہیں۔؟“

”یوشیم کے غریبے۔ دونوں وہاں ایک کلب چلاتے ہیں“

”جاگ کون ہے۔؟“

”تینتی باشندہ ہے فرانس کی جیل سے رہا ہوا تھا وہ بھی جرائم پریش انسان ہے ڈیڑھی نے اس کو جیل سے نکلا دیا ہے اور اس کے چاروں ساتھیوں کو بھی ڈیڑھی کا بے دام غلام ہے۔ مارشل اڈن کا ماہر اس نے فرانس میں ایک بیک ٹوٹا تھا۔“

”وہ بڑے خطرناک لوگوں کے ساتھ آتی ہو۔“

”تم کیوں فکر کرتے ہو۔؟“

”جاگ کہاں ہے۔؟“ میں نے پوچھا۔

”اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی کام سے گیا ہے۔“

”کہاں۔؟“

”یہ نہیں معلوم۔ آج جو ہوا دن ہے۔ میری لائن کی چیز

نہیں تھی اس لیے میں نے ڈیڑھی سے اس بارے میں کوئی سوال

نہیں کیا۔ مجھ سے سب کچھ پوچھے جا رہے ہو اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ گے۔؟“

”مجھے میرے تمام سوالات کے جواب دے دو۔ اس کے بعد میں تمہارے سوالوں کے جواب دوں گا۔“

”اچھا صرف ایک بات بتا دو۔ ان معلومات کو تم ہمارے خلاف تو استعمال نہیں کر دے گے۔ کہیں میں نا اطمینان میں اپنے ڈیڑھی کی گردن کے لیے پھیندا تو نہیں ہیں جاؤں گی اگر ہم تمہیں اپنے ساتھ پور خلوص سے شمولیت کی پیشکش کریں تو تم اسے قبول کر لو گے۔؟“

”تمہیں پھر برس اتنا ہی اعتماد ہے ہوں۔؟ میں نے کیا۔“

”بیچ بولوں کی تو برا مان جاؤ گے“

”نہیں پتہ تو پو۔“

”میں نے اپنے کاؤن سے نہیں ہمارا دلونی کرتے سنا تھا۔ وہ کونسا جذبہ تھا۔ تم نے کبھی کھل کر میری محبت کا اعتراف نہیں کیا۔ سب کو کیسا نگاہ سے دیکھتے ہو تم۔ کیا یہ اعتبار کی باتیں ہیں۔؟“

”میں نے بالکل برا نہیں مانا جولیا۔ اس کے جواب میں انتہائی کہوں گا کہ انسانی رشتے میں کوئی اہمیت دیکھتے ہیں۔ تم نے ڈاکٹر طاہر علی کے اہل پارٹی مجھے اپنا زاد ر بنایا تھا۔ اس سے قبل بھی تو ہمارے تعلقات تھے۔ کچھ بائیں دوسرے رشتوں سے بھی نبھانی پڑتی ہیں جولیا۔“

”شاید۔؟ جولیا نے کہا۔“

”جاگ کے بارے میں تمہیں واقعی نہیں معلوم۔؟“

”نہیں“

”مسٹر براؤن یہاں کیوں آتے ہیں۔؟“

”وہی خزانے کا معاملہ ہے۔ نسیٹ ہوا اس خزانے پر مجھے تو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میرے جوابات کے انبار لگانے سے آخر فائدہ۔ ڈیڑھی کو حینن ہے اس پیکر میں گروہ بنا کر آتے ہیں اور اب یہاں کام کرتے پھر رہے ہیں انہوں نے کیا کیلیٹین کر دیا ہے میں معلوم۔“

”مجھے خوف ہے جولیا کہ مسٹر براؤن مجھ پر اعتبار نہیں کریں گے“

”اس کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دو۔ اب یہ بتاؤ تم یہاں کیوں آتے ہو۔؟“

”مشکل وہی ہے خزانے کا پیکر۔“

”وہیں جانتی ہوں اور لیٹن کر دو تمہارے بیچ پر مجھے خوشی ہوتی ہے اگر تم یہ اعتراف نہ کر کے تو میں تمہیں جھوٹا سمجھتی ہوں۔“

راہرٹ بھی اسی چکر میں آئے ہیں۔ اے! ”
 ”ہائیں بھولیا یہ بے جا دوسے تو صرف سیاہ ہیں کچھ برلٹان
 کن حالات میں ان سے ملاقات ہو گئی ان لوگوں نے بے سروملانی
 کے عالم میں میری مدد کی ہے اور بس۔“
 ”صرف اتنی ہی بات ہے۔“
 ”ہاں بھولیا۔“
 ”مگر تم ان حالات کا شکار کس طرح ہوئے۔“
 ”بس بون سمجھ لو کچھ آوارہ گردوں کے ہاتھ لٹ گیا۔“
 ”آوارہ گردوں کے ہاتھ لٹ گیا۔“
 ”ہاں۔“
 ”ان کے ہاتھ کیسے لگے۔“
 ”نیپال کے راستے آوارہ گردوں کے گروہ میں شامل ہو کر
 یہاں پہنچا تھا۔“
 ”گال ہے۔ مگر سن اور ڈاکٹر بھی تو اس خزانے کے چکر میں
 تھے کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ نہیں آئے۔“
 ”نہیں بھولیا۔ میرے اردان کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا
 میں نے تم صاحب کی فوکی چھوڑ دی۔“
 اب اٹھو چلیں یہاں سے میں برداشت نہیں کر پا رہی۔ ڈیڑھی
 کو بھی یہ خوشخبری سناؤں اور یہ بھی سن لو۔ ہم انکل راہرٹ کے تمام
 اصانات جس شکل میں وہ جا رہے تھے انارڈی گئے۔ تھک لیا تو ہم باہل
 لفظ میں دو گئے۔ تھیں کسی ڈوکر کی ضرورت نہیں ہے ہمارے
 پاس سب کچھ ہے۔“
 ”تم کو شش کرنا چاہتی ہو بھولیا تو مزو کر لو۔ میرا خیال ہے
 مگر براؤن ہم ایڑھی جٹ کر سکیں گے۔“
 ”آؤ۔ پہلے سے کوئی فیصلہ نہ کر لیا کرو۔ چلو بھولیا نے
 میرا ہاتھ پکڑ کر لیتے ہوئے کہا اہاں میں جل پڑا۔ بھولیا کے بارے
 میں صحیح اندازہ تو مجھے آج ہوا تھا۔ اس قدر تھیں نہیں تھی جتنی
 محسوس ہوتی تھی۔ بہر حال بیکے براؤن جیسے بزرگ آدمی کا سامنا کرنا
 معمول بات نہیں تھی میرا بھلو محفوظ لاکھتا تھا۔ اسے یہاں دیکھنے کے
 بعد نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں تھا کیونکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ
 اب وہ حسن صاحب کا دشمن ہے۔ وقت کافی گذر چکا تھا۔ ممکن
 ہے ظاہری اور اسٹن بھی جاپان سے یہاں پہنچ گئے ہوں اور
 میرے لیے پریشان ہوئی لیکن ان حالات میں، میں ان شریف
 لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ میرا کام وزارت رہی میں کیڑا گیا
 تھا اگر قادر کے ساتھ مطلوبہ جگہ تک پہنچ جانا تو صورت حال ہی
 دوسری ہوتی کہیں بے جاہ قادر۔
 تو میری دیر کے بعد میں جگہ پہنچ گئے جہاں بیکے براؤن

”گھانالی۔ آؤ باہر تھیں گے۔ آؤ بیڑے۔“
 ”ارے نہیں بھولیا بیٹو تم بھی بیٹو۔ کچھ خاطر مدارت کرو
 اپنے دوست کی۔ کیا بیڑے گھانالی۔“
 ”آپ کا بول چال چاہے پلان مگر براؤن۔“
 ”جولیا بیڑے۔ کافی بخاؤ گھانالی کیلے۔ میں تمہارا انتظار ہی
 رہا تھا۔“
 ”آپ کا گھانالی سے دوستی گھنٹو کر کے ڈیڑھی۔ آپ کی غلط
 نہیں دور ہو جائیں گی۔ گاڑا بیڑے۔ ڈیڑھی صورت حال سے
 ناواقف ہیں اس لیے ان کی بات کا ہٹا کر نہ کرنا۔“
 ”دکھت کر بھولیا۔ میں مگر براؤن کے انداز گفتگو سے
 واقف ہوں میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بھولیا نے میرے سے باہر
 نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد بیکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں ڈیڑھی گھانالی۔ اس لیے توقف نہ کرنا کیوں کہ اس کی سناڑی
 ہے تم نے۔ مجھے بھی وہی سناڑی گے کچھ تبدیل ہوگی اس
 بہانی میں۔“
 ”کہانی تو وہی سناڑی گا مگر براؤن۔ لیکن آپ کہانی سننے
 بہری کیوں مہربانی۔ کافی کی ایک سیانی پلا تھیں اور جھٹکا کریں اور
 وہ بھی میرے لیے نہیں بھولیا کیلے۔ میں اس کے ساتھ نہیں آتا
 چاہتا تھا۔ سمجھایا تھا میں نے اسے لیکن تعجب ہے پاپ ڈٹی
 کے درمیان وہی ہم آہنگی نہیں ہے جو اندازہ آپ کے بارے
 میں چھڑا رہی کہیں آپ کی جٹی کو نہیں۔“
 ”وکیا مطلب۔“
 ”میں نے بھولیا کو سمجھایا تھا اس سے کہا تھا کہ کڑی کاس
 سے ملاقات ہو گئی کافی ہے مگر براؤن مجھ سے اچھی طرح نہیں
 میں گے وہ نہ مانی۔“
 میرے ابا الغاظ پر بیکے براؤن نے گفتگو کے لیے غامض
 ہوا۔ پھر اس نے سوچتے ہوئے کہا کہ تم نے اس کی گھانالی چھوڑی تھی
 گھانالی۔“
 ”نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن میں اپنے اس طرز عمل کی سالی مانگے
 کیلے تبت نہیں آیا۔“
 ”پھر پھر تے حوالے سے ہم کچھ گفتگو کر سکتے ہیں۔“
 ”گویا آپ کہانیوں مزو نہیں گے۔“
 ”انسانی کرداروں سے متوفی کیوں ہو۔ تم سے تمہارے
 بارے میں پوچھنا فطری امر ہے۔“
 ”اور اس برقیوں نہ کرنا فطرت ہے۔ میں نے طنز نہ انداز نہیں کیا۔
 ”یاد قسمتی سے تمہاری میر کوش فطرت ہی پسند آگئی تھی۔ یہ
 ہے وہ گفتگو جو تم نے ہوئی میں کی تھی اس سے محسوس ہوا تھا

کہ تم ناقابل تیزو ہو سکی بعد کا نتیجہ غلط ثابت ہوا اور تم پھر مسعود
 کر رہے ہو۔“ بیکے براؤن مسکراتا ہوا بولا اس وقت بھولیا نے
 پردہ ہٹا کر اندر دیکھا لگا اہم دونوں کو دیکھ کر بھولیا کی تیار ہو
 رہی ہے میں نے اس لیے جھانکا تھا کہ آپ لوگوں کے درمیان
 کی فضا معلوم کروں۔“
 ”فضا خوشگوار ہو رہی جا رہی ہے بھولیا۔ تم فکر کرو کافی لاؤ۔“
 بیکے براؤن نے کہا۔ اور بھولیا نے پردہ برابر کر دیا۔
 ”کیا واقعی حسن اور ظاہری تمہارے ساتھ تھرا کوٹ میں نہیں
 ہیں۔ بیٹھی اب جو بات ہوگی دوستانہ فضا میں ہوگی۔ کم از کم اس وقت
 تک جب تک تم اس عرصہ میں موجود ہو۔“
 اگر وہ موجود بھی ہیں تو ظاہر ہے میں آپ کو اس بارے میں
 نہیں بتاؤں گا۔ میں نے کہا۔
 ”میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ لیکن ہے تعلقات کے
 ٹوٹے دھاکے پھرتے جڑیاں تم اس کا ذریعہ کیوں نہ ہو۔“
 ”اپنے مفادات کے فیصلے میں خود کار ہوں میں نے جواب
 دیا۔ بڑی ہوشیاری سے کام لینا پڑا تھا براؤن الیٹ اٹل پکینی
 کا نائنہ تھا جس نے ہندوستان پر قبضہ جمایا تھا۔ اسے سمجھانا
 آسان کام نہیں تھا اس کے لیے مجھے بھی بڑی محنت کرنی تھی۔
 بیکے براؤن خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر وہ اپنی جگہ سے
 اٹھا اور ایک طرف رکے سامان سے سگریٹ پکس نکال لیا۔
 اس نے ایک سگریٹ خود نکالا اور بیکے میری طرف بڑھا دیا۔
 ”شکر ہے میں نہیں پیتا۔“
 ”یاد نہیں رہا تھا، اس نے سگریٹ کے چھ کھٹ لیے پھر
 بولا۔ ”تراکوٹ میں کہاں قیام ہے۔“
 ”کچھ فاصلے پر چند عرصے گئے ہوئے ہیں ساتھیوں میں سے
 ایک ہیں۔“
 ”لیکن اب یہ ان میں سے نہیں رہیں گے۔ ڈیڑھی۔ بھولیا
 کافی کا سامنا سمجھانے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔
 ”کیا مطلب ہے بیکے براؤن نے پوچھا۔
 ”اب یہ ہمارے ساتھ رہیں گے کیا گھانالی نے آپ کو
 انکل راہرٹ کے بارے میں بتایا۔“
 ”کون راہرٹ۔“
 ”انکل راہرٹ۔ ہم۔ یہ انھی کے ساتھ تھے۔“
 ”راہرٹ ہم۔ وہ یہاں کہاں ہے بیکے براؤن تعجب سے
 اچھل پڑا۔
 ”کچھ فاصلے پر ان کے عرصے گئے ہوئے ہیں گھانالی نہیں
 کے ساتھ رہتے تھے۔ سبھی اچھا مل گئے اور ڈیڑھی وہ۔“

”لے دو دف لڑائی کی بات تم مجھے اتنی دیر میں بتا رہی ہو۔ وہ اجنبی تیرت کی طرف کہاں نکل آیا۔ تم لوگ کافی بیوقوفوں میں سے مل کر واپس آتا ہوں۔ کس طرف ہیں اس کے مجھے بولیں، بیکے براؤن نے کھڑے ہو کر پوچھا اور جوں جوں ان غیموں کا جائے وقوع بتاتے گئے۔ وہیں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔ بیکے براؤن نے کہا اور باہر نکل گیا۔“

”بوجیب ہیں ڈیڑی بھی۔ لیکن انکل رابرٹ سے ہمارے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ وہ سیاحت پر لہر لہاں ہیں اکثر ٹریسٹا بھی ان کے ساتھ نکل جاتی ہے اس نے مجھے اپنی ہم جو ماہ زندگی کی بہت سی کہانیاں سنائی ہیں۔“

”اس وقت جولیا مٹرا براؤن ان کے لیے نہیں ان سے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے کہتے ہیں، میری بات کی تصریح کرنے گئے ہیں۔“

”اگر ایسی بات بھی ہے تو تم فکر مند کیوں ہو۔ اچھا ہے انھیں اطمینان ہو جائے گا۔“ جولیا میرے ساتھ کافی تیزی پر پھر ہم باہر نکل گئے۔ قصبے پر رات چھانی جا رہی تھی۔ جولیا نے کہا، ”کیا خیال کہیں گھومتے ہیں۔ یا یہیں رہیں۔“

”جیسا تم پسند کرو میرے خیال میں مٹرا براؤن کو واپسی میں دیر لگ جائے گی۔“

”ان لوگوں کا طریق عبادت بہت دلچسپ ہے تم نے دیکھا ہے۔“

”آؤ میں تمہیں دکھاؤں۔ لطف آتا ہے۔ تڑکاوٹ میں ان کی بڑی عبادت گاہ زیادہ دیر میں ہے اور یہ عبادت کا وقت بھی ہے۔ میں نے آٹھ گھنٹے کی اور ہم دونوں ٹہل پڑے۔ کمپننگ سے قریب ایک میل جا کر راستہ تین سمنوں کو چڑھانا تھا۔ بائیں سمت کے آخری راستے کے ڈھلوان پر ایک عظیم خانقاہ نظر آ رہی تھی۔

لوگ سرخ ڈبیلوں میں ملبوس ہو کر دو بوق اس خانقاہ کی طرف قطاریں بناتے پڑھ رہے تھے۔ خانقاہ تک پہنچنے کا راستہ ایک چوٹی پر ملے گا اور پھر ایک گہری کھاٹی پر بنا ہوا تھا۔ پل پر سے گذرتے ہوئے میں نے کھاٹی پر نگاہ ڈالی اور تازہ جوتے بغیر نہ رہ سکا۔ کھاٹی بہت گہری تھی۔ نیچے دیکھتے ہوئے بہت خوف آتا تھا۔

”اس خانقاہ میں دن رات پوجا ہوتی ہے شاید یہ باہر سے آنے والوں کے لیے بہت مقدس ہے۔ کیونکہ میں نے اس طرف جب بھی نگاہ ڈالی ہے میری شیش پابیا ہے۔ یہ سب لوگ تڑکاوٹ کے باشندے تو نہ ہوں گے۔“

”ممکن ہے۔“ میں نے مختصر کہا۔ چوٹی پر کھجور کے دو سری سمت پہنچ گئے اور پھر اٹھارہ سالوں کے ہجوم میں کم ہو گئے خانقاہ کی بلند میناروں کے سنہری گلس روشنی میں جگمگا رہے۔ ان کی نوکیں آسمان کو چھوتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

”یہ گلس خالص سونے کے ہیں جو جولیا نے بنایا۔ تم نے ان کے بارے میں کافی معلومات حاصل کی ہیں؟ میں نے کہا۔“

”ہاں مجھے اس سیاحت میں بہت لطف آیا ہے۔ ڈیڑ اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور میں اپنے میں۔ ویسے گاڑا ایک بار میں لے اس خانقاہ کو اندر سے بھی دیکھا ہے۔ یہاں اتنا سونا اور جواہرات ہیں کہ اگر لوہے کے ڈاکوؤں کو مطلوب ہو جائے تو جہاں کی بازی لگادیں۔ میں نے تو ڈیڑ کی سے ایک بار کہا بھی تھا۔“

”کیا۔“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”میں نے کہا تھا ڈیڑ کی جس خزانے کی تلاش میں آپ سرگردا ہیں کیا وہ یہاں موجود خزانے سے بڑا ہو گا کسی ترکیب سے یہ خزانہ حاصل کریں اور نکل جائیں۔“

”مٹرا براؤن نے کیا جواب دیا۔“

”سنیدو ہو گئے تھے اور بڑی لے سی ہے کہا تھا کاش یا ممکن ہوتا۔ سنا ہے مقدس رقص میں ان جواہرات کی حفاظت کرتی ہیں ان کے بارے میں بڑی کہانیاں سنو رہی ہیں۔“

میری نگاہ رنگ برنگے میزک جھنڈوں پر سے گذرتی ہوئی تازہ کے بائیں سمت کی حادی تک پہنچ گئی جہاں بہت سے چھوٹے تھے ان سب کے ہاتھوں میں عبادت کے چرٹے نظر آ رہے تھے۔

”آؤ اندر چلیں۔ عبادت گاہ میں داخل ہونے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔“

”لیکن وہ بہت ہے۔“ میں نے کہا۔

”کیا فرق پڑتا ہے اندک منظور دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے جولیا نے کہا اور کسی نہ کسی طرح ہم اندر داخل ہو گئے۔ اندر بے شمار لوگ تھے لیکن بے حد سکون تھا۔ صرف متر چڑھنے کی سگوشیا سنائی دے رہی تھیں۔ لا تعداد سمنوں کے چھوٹے پڑے بت ایسا وہ تھے جن کے سمنوں میں جگر جگہ میرے چلنے سے ہوتے تھے ایک براسرار جیت پورے سحوں پر چھانی ہوئی تھی کافی دیر تک ہم اس ماحول سے لطف اندوز ہوتے رہے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے۔ اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ کہیں اور جا چنانچہ غیموں کی طرف بل پڑے۔

بیکے براؤن واپس آ گیا تھا اس کے چہرے پر اب تک کا

”ہاں چلے گئے تھے تم لوگ۔“

”میں گاڑی کو سیر کرنے لگی تھی جو جولیا نے جواب دیا۔

”گاڑی نے تمہارے ساتھ قیام کرنا منظور کر لیا ہے۔ چاہیکے براؤن نے پوچھا۔

”یہ انکلور کر سکتے ہیں ڈیڑی۔ آپ انھیں کچھ بھی سمجھیں لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں جو جولیا نے کہا اور بیکے براؤن عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کھانا مزہ کھالیا جانے۔ جو لیا انتہا کم روٹ اور چولیا باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد بیکے براؤن نے کہا۔ ”رابرٹ تم سے بہت شاعرانہ تعاری خوبوں کا ذکر کرتا تھا اور انھیں ساتھ رکھتے پھر تھا۔ وہ کسی گاڑی کے لیے برائیاں ہے میں نے اس سے گاڑی فراموشی کا وعدہ کیا ہے۔ ایک سوال کر سکتا ہوں گا زالی؟“

”ضرور۔“

”رابرٹ کو اس بارے میں کچھ معلوم تو نہیں ہے۔ وہ خود بھی تو کسی چکر میں نہیں ہے۔“

”آپ کو زیادہ بہتر معلوم ہو سکتا ہے مٹرا براؤن۔ میں نے اس کی ذاتیات کو پختہ کر لیا۔ دیے آپ میرے بارے میں تو اس سے سب کچھ معلوم کر چکے ہوں گے۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں درحقیقت سب سے پہلے اس سے تمہارے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میری غیرتوں میں امانت ہو رہا ہے۔ میں تم سے گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہوں۔“

”کھانا تیار ہے ڈیڑی۔ لگاؤ اور بولی لے برہہ ہٹا کر چھا لکتے ہوئے کہا۔ اور بیکے براؤن نے ساجادت دے دی۔ کھانے کے بعد کافی پی گئی اور کافی پی کر جولیا اور کچھ گئی یہ نہ جاملے چھ پر نہیں رکھا اتنا شہد غلیہ کیوں ہوا ہے میری بیگیں آپس چھبکی جا رہی ہیں، اس نے انھیں جھاڑتے ہوئے کہا۔

”آرام کرو۔ انھوں نے تمہارے مجھے میں پہنچا دیا۔“ بیکے براؤن نے کہا اور پھر وہ جولیا کا بازو پکڑ کر باہر نکل گیا۔ میں اس کے پیچھے میں رکھے سامان پر نگاہ دوڑا لے لگا تھا۔ چند لمبات کے بعد وہ مسکراتا ہوا مجھے میں داخل ہو گیا۔ ”یہ ضروری تھا؟ اس نے میرے سامنے پتھر کہا۔

”کیا۔“ میں نے سوال کیا۔

”وہ گنجائی رہتی تو میں کبھی باتیں نہ کرنے دیتی میں نے اس کا کافی میں خواب اور کوئی ڈال دی تھی بیکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اس بات سے اس شخص کی فطرت کا اندازہ ہوتا تھا۔ ایک ایک لمحہ اس کے ساتھ احتیاط سے

گزارنا ضروری تھا۔ بہر حال میں نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اس بات سے تم میرے لیے جینی کا اندازہ لگا سکتے ہو چنانچہ

اب دیر کرنا مناسب نہیں ہو گا۔

”کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی مٹرا براؤن۔“ میں نے لہجہ کسی سرد سرد کر کے کہا۔

”اپنی جہاں آندا اور ان حالات کے بارے میں بتاؤ۔ یہ سب کیا ہے۔ دوسرے لوگ کہاں ہیں۔“

”آپ نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ میں آپ کو ساری تفصیلات بتا دوں گا؟ میں نے اسی انداز میں کہا۔ اور بیکے براؤن کا من حیرت سے کھل گیا۔ وہ چند لمبات انھوں کی طرح میری صورت دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ ”اس میں کوئی شک نہیں ہے گاڑی۔ میں اس کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ لیکن اگر تم پسند کر دو میں آج بھی تمہیں اپنے ساتھ شمولیت کی پیشکش کر سکتا ہوں اور ان تمام شرائط پر جو تمہیں پسند ہوں۔ بات اگر نیک سلامتی کی ہے تو میں تمہیں اپنے ساتھ معادہ پھر کا کرنے کی پیشکش بھی کر سکتا ہوں اگر تو تم پرستی کی بات ہے تو سونگا زالی اس دنیا میں کوئی کسی کے لیے تم نہیں کھاتا۔ تم اگر مضبوط ہو تو سب سے بڑے آدمی ہو سب تمہارے سامنے جھکیں گے اور اگر نہیں تو انتظار کریں گے کہ تم اپنا فرض پورا کرو دو برسوں کے آرزو کا دیکوں بننے ہو گا زالی اپنے سر پر د پر کھڑے کیوں نہیں ہو گے۔“

”کوئی مسئلہ نہیں ہے مٹرا براؤن تو تم پرستی کی بات ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ کچھ لوگ صرف اپنے مفاد کے لیے عمل پیرا ہیں یہی بھی اپنے مفاد کے لیے کام رہا ہوں لیکن آپ مجھے اپنی ملازمت کی پیشکش کر رہے ہیں آپ جانتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے۔“

”میں نے تمہیں جو شرائط پیش کی ہیں میں تمہیں ان سے بہتر شرائط پر اپنے ساتھ کام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔“

”کیا آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ ایک بار پہلے ہی تو میں، آپ کی پیشکش قبول کر چکا ہوں۔“

”ہاں لیکن تم نے اس وقت میرا ساتھ نہیں دیا۔“

”میرے ہی بات اس وقت بھی مجھے آپ کے ساتھ نفاذ سے روک رہی ہے۔“

”کیا مطلب۔“

”لوڈ سے کاپ کے لیے وہاں سے نکالنا تھا۔ وہ فلاز ہو گیا اور آپ نے سامنے رشتہ قائم کر لیا۔ آپ کا اعزاز اس قدر پایا تبدیل ہے تو آؤندہ آپ پر اعتماد کرنے کا کیا جوتہ ہے۔“

”حالات ایسے ہی تھے میں کیا کرتا اور پھر تم نے میرا راز بھی کھول دیا سب کچھ بتا دیا تم نے ان لوگوں کو۔“

”ایسے حالات میں اور مجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔ خود کو ان لوگوں

کا غدار ثابت کر دیتا ہے جس کے لیے غدار کی سختی جیسا وہی مجھ پر
استما دہین کرنا تھا پھر میری کیا پوزیشن ہو جاتی آپ بھی مجھ پر شک
کرنے لگے تھے مگر براؤن اپنے آپ کو محفوظ رکھنا مزوری تھا میرے
لیے ہے

”یکے براؤن پر خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر لولا“ حالات
ہی اسنے پیچیدہ ہو گئے تھے۔ آخر اسے فرار کرنے والے کون تھے؟
وہ کون لوگ تھے جو اسے لگے لگیا بڑھا تھا میں مل گیا سزائی۔؟
”اسے لے جانے والوں کا نام سنیں گے تو آپ دنگ رہ جائیں
گئے مگر براؤن یا میں لے گیا۔ اور براؤن چونک پڑا۔ وہ یہ بات معلوم
ہو گئی ہے۔“

”ہاں۔ کالی حد تک ہے
”کون تھے وہ۔ اور کیا تم لوگوں نے اسے حاصل کر لیا۔؟“
”جی لوگوں نے اسے اڑایا تھا ان سے پوڑھے کو وہ بارہ نہیں
حاصل کیا جاسکتا تھا ہے
”بیلر ساری رشتیں سھول کر بتا دو۔ وہ کون تھے۔“ میکے براؤن
نے عاجزی سے کہا۔

”دیشی ہے میں نے جواب دیا اور میکے براؤن پر ان الفاظ کا وہی
رد عمل ہوا ہونا چاہیے تھا۔ ڈیرنگ اس کے منہ سے کوئی بات نہیں
نکل سکی۔ وہ پچی پچی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا بمشکل تمام
اس نے کہا ”تمہیں یقین ہے۔ تمہیں یقین ہے۔؟“
”آپ جن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی اسنے بڑے کام کے
اہل نہیں تھے مگر براؤن جتنے بڑے کام کے لیے آپ نکل کھڑے
ہوتے ہیں۔ آپ سب پوڑھے کو تنہا سمجھ رہے تھے حالانکہ ایسی
بات نہیں تھی۔“

”کیا مطلب ہے۔؟“
”اس کی ایک مددگار اس کو تھی میں موجود تھی جو پیشی کے
اشارے سے برائے کی نگرانی کر رہی تھی۔“
”کوئی تھی وہ۔؟“
”کوئی نہیں اس کا نام ندرت تھا اور یہ نام اسے مرحزن نے
دیا تھا جب کہ اس کا اصل نام کوئی نہیں جانتا تھا۔ کیا آپ اس لڑکی
کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔؟“

”یکے براؤن سوچتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا
”ہاں جن کی کو تھی میں یہ لڑکی موجود تھی۔ میں نے جولیا کو بدلت کی تھی
کہ وہ جن کی کو تھی میں موجود افراد کے بارے میں مجھے تفصیل فراہم
کرے۔ اس نے مجھے اس لڑکی کے بارے میں بھی لکھا تھا کہ
ایک سراسر شخصیت کی مالک ہے اور جن کی کو تھی میں ایک
عجیب حیثیت رکھتا ہے لیکن میں نے اس کے بارے میں اس انداز

میں نہیں سوچا تھا۔ میں نے اسے من کوئی کاغذانی معاملہ سمجھا
لیکن یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ۔“

”کچھ وقت گذرنے کے بعد وہ لڑکی بھی غائب ہو گئی۔ اس
کے سامان سے جو کچھ برآمد ہوا اس نے اسے پوڑھے سے متعلق ظاہر
کر دیا۔ سب ششدر رہ گئے تھے۔ اس کا تعلق وہی ہے تھا اور وہ
صاف پوڑھے کو اڑالے تھی۔ میں نے انکشاف کیا کہ براؤن کی حالت
قابل دید تھی دیر تک وہ حیرت میں ڈوبا رہا پھر لولا۔ ”گو یا پوڑھا
دوبارہ تم لوگوں کے ہاتھ نہیں لگا رہا۔“

”اس کا کیا سوال میرا ہوتا ہے۔“
”یقیناً اس لڑکی کے دوسرے مددگار بھی ہوں گے۔ انھوں نے
میں مجھے بھی زخمی کیا ہو گا کیونکہ میں ان کا نائب کر رہا تھا لڑکی غلطی
ہو گئی پھر تو میں سے میں بلا وہی ہی ہو گیا۔ اب مجھے انھوں پر ہونے
سز کا زالی حالت ہی ایسے تھے میں بھی افسان ہی ہوں۔ وہ لوگ کہاں
ہیں۔؟“
”آپ مجھ سے باتوں ہی باتوں میں سب کچھ پوچھ رہے
ہیں مگر براؤن۔ کیا اتنا کافی نہیں ہے۔“

”ابھی غلط تھی کی میں معافی چاہتا ہوں گا زالی۔ مجھے سے جو غلطی
ہوئی تھی مجھے اس کا اعتراف ہے۔ اگر کسکے ہو تو میرے دوست
کے درمیان صلح کروادو۔ میں ان لوگوں سے اپنی حالت کا اعتراف
کروں گا۔ تمہارے سلسلے میں میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جولیا تمہیں
پانچوں کی طرح چاہتی ہے میرے لاکھ اور بہتر بڑھے دولت کی کمی نہیں
ہے میرے پاس۔ یہ خزانہ میری دلچسپی ہے اس کا حصول بڑھتی ہی
چکا ہے۔ شاید یہ پیشکش تمہیں عجیب محسوس ہو یا پھر ممکن ہے
تم اسے دھوکا دہی سمجھو جو میری بجا توجہ نہیں دے کرنا
ہوں کہ اگر تم دروں نے چاہا ہے تو تم ادر جولیا نے تو میں تمہیں
ساری زندگی کے لیے یہ کیا کر دوں گا۔ ایسی حالت میں خزانہ میری
قریش نہیں جانے گا جو کچھ ہو گا تم لوگوں کے لیے ہو گا۔ اس سے زیادہ
میں کچھ نہیں کہوں گا مجھے جلد ہی نہیں ہے اس پیشگی پر غور کر لینا۔ جاؤ
اب آرام کرو۔؟“

”یکے براؤن زنج ہو گیا تھا۔ اس کی پیشکش میرے لیے کوئی
حیثیت نہیں تھی تھی جولیا جس لڑکی کوئی زندگی کا ساتھی بنانے کا
تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن حالات کا وہی دلچسپ ہو گئے تھے۔
”یکے براؤن جیسے شاطر پھر دوسرے کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا
وہ اپنے مقصد کے لیے کوئی بھی پیشکش کر سکتا تھا اس پر سوچنا بھی
احاطت تھی۔ اور پھر اس تصور کو اگر کبھی ذہن میں جگہ تھی تو ایک
شعور ذہن میں اٹھاتا۔
اسے ختم سانی۔ اتنا تھا نفل !
رہ گئے ہم تو سراسر اٹھا کے

ایک شکل آنکھوں میں گھوم پائی۔ اور اس کے آگے کچھ نہ
میں خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اس سے آگے کیا ہے۔

”براؤن میری صورت دیکھ رہا تھا۔ اس سے جو گھنٹی کی تھی وہ
جی سمجھی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہے گا اور مجھے اس کے جوب میں
نہایت۔ اسی ذہن کے باقی تھا میں نے بیماری کے لیے ہی کہا میں
ان آؤں کو چھوڑ چکا ہوں۔“

”کے۔ ان کو۔ ان سب کو۔“ میکے براؤن نے چونک کر کہا۔
”ہاں۔ اس کے بعد ہمارے درمیان مفاہمت نہ رہ سکی پوڑھے
لڑکی کو انھوں نے میری ذمہ داری فرار دیا کیونکہ انھوں نے اس
کی نگرانی مجھے سونپ دی تھی ہے

”اے میرے خدا۔ حالانکہ یہ حقیقت معلوم ہو چکی تھی کہ اس کی
شد کی کو ذمہ دار وہ لڑکی تھی۔؟“
”یہ بعد میں معلوم ہوا ہے۔“
”مگر تم تو وہی تھے۔؟“

”جن صاحب صلح ہو گئے تھے، میں پوڑھے کی تلاش میں مگر وہ
تھا اور اس وقت تمہیں چھوڑنا چاہتا تھا جب بڑھا حاصل جاتے۔
میں اس کے سلسلے کے امکانات اس وقت ختم ہو گئے جب ندرت
کی حقیقت معلوم ہوئی۔ جن صاحب نے خود اپنی آستین میں صاحب
بال رکھا تھا۔ یہ بات واضح ہو جانے کے بعد ان لوگوں کو میرے ساتھ
پننے دیتے یا انھوں ہوا لیکن میرے خیال میں یہ بعد از وقت
تھا چنانچہ میں نے ان کا مزید ساتھ گزارہ نہ کیا اور ان سے معذرت
کر لی۔“

”گو یا واقعی تم ان سے جیلوہ ہو رہے۔“ میکے براؤن کے اہل
نوشی کا عنصر تھا۔

”ہاں۔ یہ میرے لیے مشکل تو نہیں تھا ہے
”پھر تم یہاں۔؟“
”یہ اس کے بعد کی کہانی ہے۔“

”بعد کی کہانی کیا ہے۔؟“ میکے براؤن نے پوچھا۔
”میں نے اپنے طور پر اس سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ
کر لیا اور نیالی کے راستے تبت میں داخل ہو گیا۔ راستے میں کچھ
چھوٹے چھوٹے حادثے پیش آئے میرا سامان جو رہی ہو گیا اور
میرے سرد سامان کے عالم میں مگر ڈارٹ کا ماہان بن گیا ہے
”یکے براؤن گہری سوج میں ڈوب گیا گا کی دیر تک وہ خیالات
میں ڈوبا رہا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔ تم بھی تو کسی بنا پر ادھر آئے
ہو گئے۔؟“
”ممکن ہے یا میں نے کہا۔
”وہ بنا دیکھا ہے۔؟“

”ظاہر ہے کسی کو بتانا پسند نہیں کر دیا گا۔
”گو یا تم نے ابھی تک میرا ساتھ نہیں چلنا نہیں کیا ہے“

”پوڑھا کہاں کی آپ نے پچھنے میں مگر براؤن اس کے بعد بھی آپ
مجھے ساتھ رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ میرے خیال میں حالات سے دلچت
ہونے کے بعد میرے پاس سے فیصلہ کرتے ہوئے آپ کو سونا چاہیے۔
اب نہ مگر میں میرے ساتھ ہیں کہ میں آپ کو ان کے معلومات سے
فائدہ پہنچانے کی کوشش کروں۔ لیکن ہے میرے ذہن میں اس
سلسلے میں کام کرنے کی جوا سبک سے وہ بالکل ناقص ہو گیا
مجھ سے کہیں آگے نکل گئے ہوں اس شکل میں مجھے اپنا ساتھی بنا کر
آپ گھاسے میں نہیں گے۔ یہ سودا آپ کیسے ہونگا نہیں رہے گا۔

”میرے خیال میں فیصلہ کرنے سے قبل غور کریں۔ آپ کے پاس
وقت ہے۔“
”یکے براؤن مجھے بغور دیکھا رہا، پھر اس کے ہونٹوں پر
مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔ ”میں صرف پنگ بانگ کھیلنے پہل
نہیں آ گیا گا زالی۔ کچھ کام کر کے ہی آیا ہوں اس کے علاوہ یہاں
میرے پاس کام کے ٹکڑے موجود ہیں اور مجھے مزید کامیوں کی
ضرورت نہیں ہے۔ لیکن تم ذہن ہیں جو۔ حالات کو سمجھنے کی صلاحیت
رکھتے ہو تمہارے اندر کچھ ایسی خوبیوں ہیں جنہیں محسوس کیا جاتا
ہے۔ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جولیا
تمہیں پسند کر رہی ہے۔ تمہارا سلسلہ اس سے ہم لوگ بے گئے میرے
ذہن میں تمہارے خلاف کینہ تھا لیکن جولیا نے کبھی مجھ سے
اتفاق نہیں کیا۔ اس نے اس بات کو کبھی تمہاری خوبیوں کو گردانا کہ تم
نے جن سے دعا نہیں کی مجھے ایک ذہن کا ساتھی چاہیے جس
سے میں صلاح مشورے کر سکتوں جو میری سطح کا ہو۔ اس لیے
تمہاری ضرورت ہے مجھے اور اس ضرورت میں کوئی کاروبار نہیں
ہے مجھے جولیا کی خوشگلی بھی سوز نہیں۔“

”گو یا آپ اپنے فیصلے پر قانع نہیں۔؟“
”ہاں سو فیصدی۔ تم نے اس سلسلے میں کیا پروگرام بنایا ہے
کہیں دل چاہے تو مجھے بتا دینا۔ میں اس کا کر رہا ہوں اس کی تفصیل
دقت آئے ہیں میں بھی تمہیں بتا دوں گا میں تم اب میرے ساتھ
رہو گے۔ ہاں اب ایک بات تو کم از کم بتا ہی سکتے ہو۔“
”جی۔ فرمائیے۔؟“

”ان لوگوں نے اس سلسلے میں کیا پروگرام بنایا ہے۔ کچھ معلوم
ہے تمہیں۔؟“
”اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اس وقت ان لوگوں سے
ہماری ملاقات لہذا نہیں ہو سکتی ہے۔“

”کیا۔؟ کیا واقعی۔؟ وہ یہاں پہنچ چکے ہیں۔؟“

”میں نے اس سلسلے میں کیا پروگرام بنایا ہے۔ کچھ معلوم
ہے تمہیں۔؟“
”اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اس وقت ان لوگوں سے
ہماری ملاقات لہذا نہیں ہو سکتی ہے۔“
”کیا۔؟ کیا واقعی۔؟ وہ یہاں پہنچ چکے ہیں۔؟“

”یقیناً پہنچ چکے ہوں گے۔ کچھ اٹو لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہوئے ہوں میں“

”کون ہیں وہ؟“

”ایک اٹالین کرنل جو دوسری جنگ عظیم میں لڑ چکا ہے اور جو دیشی کو اچھی طرح جانتا ہے۔ دوسرا مقامی آدمی ہے اس کے بارے میں میں نہیں جانتا“ میں نے جواب دیا۔

”اٹالین کرنل۔ جو دیشی کو جانتا ہے۔ یہ ان لوگوں کے ہاتھ کہاں سے لگ گیا“

”اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”اوکے مٹھراؤن مجھے میرے آرام کی جگہ بتادی جائے گی۔ جوں کی برابروں کے لیے میں ملے جاؤ گا میں دکھلا دوں گا۔“

”میکے براؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

دوران مجھے جھانگ کے بارے میں معلوم ہوا۔ یہ تبت کا ایک خطرناک آدمی تھا جو تبت کی تھا۔ میں نے اسے اپنا منون کر لیا اور جیل سے رہا کر کے اس بات کے لیے آمادہ کر کے وہ دیشی کی کاٹھ کے سلسلے میں میری مدد کرے۔ جھانگ کھمبا ہے اور اس قبیلے کے لوگ عجیب و غریب توڑوں کے مالک ہوتے ہیں۔ جھانگ نے وہ عہدہ کیا ہے مجھ سے کہ تبت کے علاقے میں کسی دیشی کا کوئی وجود ہے تو وہ اس کا پتا چلائے گا۔ ہم برادر کر تم ترتیب دے کر یہاں آگے اور جھانگ نے اپنا کام شروع کر دیا۔ میرے ساتھ چند آدمی بھی ہیں جو کام کے آدمی ہیں ان کے بارے میں میں نہیں پتہ میں تفصیل بتا دوں گا۔ میں سمجھ لوں کہ سب ذہین اور خطرناک ہیں اور ضرورت پڑنے پر آتش فشاں کے دہانے میں چھلانا لگا سکتے ہیں میں نے انہیں مختلف جگہوں پر بھیجا دیا ہے اور سب کام کر رہے ہیں۔ جھانگ اب جیل میں ہے یا کسی موجود نہیں ہے لیکن اس ماہ کی انہیں تاریخ کو وہ مجھے لہاس میں ملے گا اور مجھے اپنی کارروائی کے بارے میں پورٹ دے گا۔“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“

”وہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی؟“

”مٹھراؤن نے کہا کہ میں اس کے ساتھ چلے۔ یہ باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام تھا۔ اس دوران برٹری صورتیں جھیلی پڑی تھیں۔“

”اے اس طرح تو بہت سی باتوں کا انکشاف ہو چکا ہے اس کا مطلب ہے کہ ہرگز سولٹ کا خزانہ اب الٹی میں نہیں ہے۔ میں نے یہ سوچا ہی انداز میں کہا۔
 ”یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔“ میکے براؤن نے کہا۔
 ”اس کے علاوہ کوئی اور خیال بھی ذہن میں آسکتا ہے مگر براؤن۔“

”اس بات کا شہرہ تو پہلے بھی تھا گا زالی کو دینٹی کی خزانے تک پہنچ گئی ہے ادا گسائی نے پورا خزانہ نہیں تو اس کا پچھلے مزدور تو آیا ہے اور اسے استغاثہ کر رہی ہے۔ گویا اس کا کھجور کو اب اگر خزانہ حاصل کرنے سے تو کسی کو ہوش ماراٹ جانے کی ضرورت نہیں ہے اس کے لیے صرف دینٹی کی تلاش اور اسے پالینا ہی کافی ہے۔“
 ”میرے ذہن میں وہاں سے جو رہے تھے۔ ایک سنسنی ہنر جو رہی تھی۔ اسے سمجھو تو اسے کون سے میکے براؤن کا مقصد بھی سمجھ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ سمجھو تو وہ دینٹی کا آدمی ہے پھر میں نے کہا۔

”وہ سیارہ کون تھا۔“
 ”جی ہلڈنڈ۔ جہاں نے فرانس کے ایک ارب پی اوٹل کر دیا تھا جیل میں یہ بات اس نے جانگھو بتائی تھی۔ زور اس کے سامان سے برآمد ہو کر حکومت فرانس کی تحویل میں چاہئے جسے اور وہیں سے یہ تحقیق سامنے آئی کہ ان زور اس کا تعلق آرمی سے ہے۔ جی ہلڈنڈ نے یہ بات ایسے ہی جانگھو بتائی تھی کہ جانگھو بہت کا بائسنہ ہے جی ہلڈنڈ جیل سے فرار ہونے کی کوشش میں پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن گیا۔“

”خدا کا بناہ۔ میں نے پیشانی ہستے ہوئے کہا۔ کیا جانگھو کو یہ بھی معلوم ہے کہ سمجھو تو اس آدمی کی تلاش میں ہے۔“
 ”ہاں ہلڈنڈ نے اسے ایک تصویر دکھائی تھی۔“ میکے براؤن نے بھرتے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”جانگھو نے اس تصویر کے بارے میں آپ کو کچھ بتایا۔“
 ”ہاں۔“ میکے براؤن نے کھٹے کھٹے لہجے میں کہا۔
 ”کیا مطلب۔“
 ”اس نے لہجے سے لہجہ۔“
 ”وہ تصویر کے خود خدخال اس پر اسرار پڑھے تھے۔ جانگھو نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔“ میکے براؤن کی گھمبیر گھٹی آواز ابھری۔
 ”اب تو حضرت کی کیفیت میں غم ہو گئی تھی یہ لمبے سنسنی خیز تھا پہلے ایک نیا انکشاف کرتا تھا وہ اس کی جو میں ہل گئی تھیں۔
 ”تو دیکھتے ہی پتلی آنکھوں سے میکے براؤن کو دیکھتا رہا۔
 ”میکے براؤن نے بھرتے ہوئے آواز میں کہا۔ سمجھو تو اسے پوچھو کہ

پہنچا ہے کا مطلب ہے کہ خزانے کا ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا جاتے۔ کتابت حقیقت سمجھ لیا تھا، ہم نے اسے بہت کچھ باتوں سے نکل کیا سب کچھ۔“
 ”میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اس کی چرتی تیز رفتاری سے چل رہی تھی جو لیا پر جرت تھی جس نے ابھی تک یہ بات میں دخل نہیں دیا تھا اور خزانہ میں بھی تیزی سے بھڑکی دیر کے بعد میں نے کہا۔

”جانگھو نے اس کی تصدیق کیسے کی تھی؟“
 ”میرے پاس پوچھنے کی تصویر دیکھ کر میرے پاس اس تصویر کے کئی پریشاں ہیں جو میں نے اس کے اشتہار میں چھپوائی تھی۔“
 ”میکے براؤن نے کہا۔ میں نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ حالات یوں کے توں تھے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جاسکتی تھی۔ سمجھو تو وہ کو پوچھنے کی تلاش میں تھی۔ میں نے غراٹہ کہاں تھا۔ سبکدوش سوالات سے توجہ کوئی جواب نہیں تھا میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”آپ سمجھو تو سے طے مگر براؤن۔“
 ”تو میں۔“ جانگھو اس کی تلاش میں ہے۔“
 ”لیکن جو مال کی خانقاہ میں۔ میں نے توجہ سے کہا۔
 ”تقریباً پانچ ملے قبل وہ وہاں سے جا چکا ہے۔“
 ”کہاں۔“
 ”میری تو نہیں معلوم۔ جانگھو اس کی تلاش میں سرگرداں ہے اور اس کے بارے میں تحقیقات کر رہے۔“
 ”ایک سال اور ہے مگر براؤن۔ کیا جانگھو وہاں ہے، آپ کا ساتھ دے گا۔“

”مکے سے بھی زیادہ وفادار ہے وہ۔ اسی تمہارا آدمی ہے کہ میرے لیے کرن کشا سکھتے ہیں۔“ میکے براؤن کو ابھی تک کچھ نہیں معلوم تھا لیکن معلومات کا وہی آدمی لوگ بھی نہیں کر سکتے تھے البتہ جانگھو کے بارے میں جو کچھ سننے کو ملا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ کرن اس شخص کی فراہم کی ہوئی دینٹی کی تصویر کا ایک پرنٹ اب بھی میرے پاس میں موجود تھا گو وہ دینٹی میں جیکب کر خراب ہو گیا تھا لیکن خود حال محفوظ تھے اگر یہ تصویر جانگھو کو مل جائے تو اسے دینٹی کی تلاش میں آسانی ہو سکتی ہے لیکن اس تصویر کی حفاظت تو اب اور ضروری ہو گئی تھی۔
 ”براؤن تو اس کی جو ابھی نہیں گئی چاہئے۔“
 ”اس اعتماد کے لیے شکر گزاروں مگر براؤن۔ میرے لیے

اب کیا حکم ہے۔“
 ”میراں دیکھا جانتے ہو۔“

”آپ کو تمام صورت حال بتا دی ہے جس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں خزانہ تلاش کرنے والوں میں سب سے زیادہ بے وفائی اور بے حقیقت انسان ہوں اس لیے اگر آپ لینڈ کریں مگر براؤن تو میرے مددگار اب آپ کو یہ ترتیب دینا ہوں گا۔“
 ”اب تو مجھے وہاں نہیں ہو۔ اب تو بے حقیقت نہیں ہو۔“
 ”جولیا نے جلدی سے کہا۔

”ہاں۔ اب تمہاری شخصیت بدل گئی ہے گا زالی۔ ہر حال یہاں سے میں نے جانگھو کہاں کے کام کے لیے رخصت کیا ہے میں خود بھی لباس چاہنے کے لیے تیار ہوں میرے خیال میں کل ہم یہاں سے نکل چکیں گے۔“

”ادکے مگر براؤن۔ ہمارے ساتھی۔“
 ”معمول کے مطابق جانا اتفاق کریں گے یہ ان کے لیے ہدایت ہے میں نے انہیں قریب آئے کی اجازت نہیں دیا ہے میں ایک دقت کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

”گوا۔“ آپ نے بہت محکمہ کے لیے اپنا پرہیز کرنا چاہئے۔
 ”انے تو لطف انداز میں کہا۔
 ”سنو گا زالی۔ حالات کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں قائم کیا اسکا کس وقت حالات کھارخ اختیار کریں۔ لہذا میں میرا قیام ان میں ہو گا۔“ ایک پوچھنے کے لیے میں کہاں تک قیام نہیں کرتے انہی کے کاؤنٹر سے اپنا نام بتا کر میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ تمہیں کچھ پہنچا دیا جائے گا تمہیں کیا کرتا ہے یہ بھی سن لو۔“

”جی۔“ میں نے کہا۔
 ”لہذا میرے پوچھنے کو سنو دینٹی کی تلاش۔ پھر تم ان سے مل کر لے کر ان کو نشان کرنا یہ تمہارا کام ہو گا اگر وہ لوگ تمہیں خوشی سے اپنے ساتھ شریک کریں تو جیکب کے کوئی خطرہ محسوس کرو تو انہیں ہٹا دیتے ہو سکتے ہو میرے پاس آجاتا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو ان معلومات حاصل کرنا کرنا آسن۔“ نے انہیں کو تیل لے کر یہ معلوم رہا تھا کہ کام ہے۔ ضرورت۔ وہ ہم کو نکل کر انہیں گئے یہ سب تمہاری مدد سے ہی ممکن ہو گا۔“

”میرے پرہیز اور تو مددگاروں کے مگر براؤن میں اسے پوری امداد کے لیے تمام صلاحیتیں وقت کر دوں گا۔“
 ”تمہیں اب یہ چلنے کی کتنی ضرورت نہیں ہے میں نے تم پر ہلکانے کے لیے یہ تمہیں اپنا شریک بنا دیا ہے۔“ کیوں جولیا تمہیں اب بھی مجھ سے شکایت ہے اس سے زیادہ میں ادا کیا کر سکتا ہوں۔“ میکے براؤن نے اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہا۔
 ”شکر ہے ڈیڑی میں مطمئن ہوں۔“ جولیا نے جواب دیا۔

”ادکے گا زالی۔ تم لوگ اب آدم کرو۔“ جولیا نے کہا کہاں چھوڑنے والی تھی مجھے ساتھ لے کر کہا باہر آئی اس کے سپر سے حسرت کا اظہار ہوتا تھا یہاں پہلے کچھ پڑھنے کے لیے ایک سنسنی گونسنے کی طرف تیل پڑی میں اس کا ساتھ دے رہا تھا محسوس دودھ پہنچنے کے لیے اس نے کہا۔

”یہ بہتر ہے آج یہاں بیٹھیں گا زالی۔“ میں تاشوشی سے اس کے ساتھ سامنے بیٹھے پھر بیٹھ گیا دوسرے پھر مردہ میرے بائیں قریب بیٹھ گئی تھی۔

”انسان کا دل بہت غلط سوچتا ہے گا زالی میری جو ہے ہے میں کیا کر دوں تجاں نے کون مجھے بار بار یہ احساس ہونے لگا ہے کہ

میری اس بار کی کوششیں بھی رائیگاں جا رہی گی۔“

”میں نہیں سمجھا جولیا۔“
 ”تم پر یقین نہیں آتا بار بار یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ تم میرے نہیں ہو سکتے۔ دیکھو گا زالی اگر ایسا ہوا تو میں خود کھون کی میرے بہت سے ششامیری قربت کے خواہش مند میں انہیں جب یہ معلوم ہو گا کہ میں بے ہندوستانی ہوں تو دل لگا بیٹھی ہوں تو انہیں نے میرا بڑا مذاق اڑایا شاید تم اس بات پر یقین نہ کر دو خود ڈیڑی نے مجھے بے حد سہانے کی کوشش کی تھی بتایا کہ تم ایک نسل پرست آدمی ہو اگر نسل پرست نہ ہوتے تو ہم لوگوں سے کچھ بڑے تعاون کرتے۔ میں نے ڈیڑی سے کہا تھا گا زالی کہ تم جو کچھ بھی ہو میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لیے کوشش کرنے رہوں گی۔ ڈیڑی بہت سمجھا کہاں لائے تھے لیکن لوں لنگھے جیسے ہاری لنگھ کر کے ستارے ایک ہی ہوں اور بالآخر میں کیا ہونا ہو تو تم بتاؤ گا زالی۔ کیا اعتماد یہاں آمد میری اس بات کی تصدیق نہیں کرتی۔“

”ہاں جولیا۔ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ تم مجھے یہاں مل جاؤ گی۔“
 ”مجھا گا زالی ایک بات بتاؤ۔ جیہ میں وہاں سے چلی آئی تھی تو تمہیں افسوس ہوا تھا۔“
 ”حقیقت جانا جانتی ہو جولیا۔ یہ تمہیں خوش کرنے کے لیے بات کر دوں۔“

”تمہیں پلٹ کر جھٹکتیں بناؤ میں حقیقتوں کی تلاش میں ہوں۔“
 ”تو سوچو۔“ مجھے یقین نہیں تھا کہ تم میرے سنبھلے ہو سنی ہو ا اور اس کی کچھ وجوہات تمہیں معلوم ہے کہ تم ایک حیرت انگیز خاتون تھیں تم نے زندگی میں انکشاف کے سوا کچھ نہیں دیکھا میں نے متعدد بار سے میں جب بھی سوچا اس انداز میں سوچا کہ تم شرق پرست ہو اور ذلالت کی شوقین۔ ہندوستان میں آکر تم نے تقریباً نصف کے طور پر مجھ

سے محبت کی پیشکشیں بڑھانے شروع کی اور جیسا کہ وہ اپنے لیے
 جاوگی تو مجھے بھول جاؤ گی۔ جیسا تم سیکے براؤن کی غلط فہمی کی بنیاد
 پر دیا ہے۔ لیکن آج میں نے تمہیں یاد دہرایا کہ ایک لیکن سوجا تھا
 کہ یہی ہونا تھا۔ اور یہ تو غرض کہتے دن تک جاری رہ
 سکتی تھی مجھے تو اب یہ جان کر تعجب ہوا کہ تم میرے معاملے میں
 اتنی پیچیدہ ہوا اور اس سے زیادہ برت کی بات یہ ہے کہ سیکے براؤن
 عمل میں غلط ہوا چونکہ لگانے کے لیے تیار ہے۔
 ”تمہاری یہ اصطلاح میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ جولی نے

کہا۔

”خالص ہندوستانی اصطلاح ہے تمہارے ہاں ٹاٹ کا
 کیا تصور؟ ہم لوگ کبھی بہت خوبصورت چیز میں ایک بدلوانے کو
 منسک کر دیتے رہے یہ مادہ کہتے ہیں درحقیقت میرا اور تمہارا
 کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ میں تمہارے سامنے بہت ہی معمولی شخصیت
 کا مانگ ہوں اس لیے اگر تمہیں یاد بھی کرنا تو اس سے مجھے کچھ حاصل
 نہ ہوتا میں نے ان حقیقتوں کو بھول کر لیا تھا یعنی میں یہ جانتا تھا کہ
 تم مجھے نہیں مل سکو گی اور جو چیز حاصل نہ ہو سکے اس کے لیے دکھ
 میں ڈالے رہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جولی اسکرانے لگی۔ پھر جولی۔
 ”لیکن یہ بات بالکل ہی غیر محتمل بھی نہیں تھی۔ دل کا معاملہ
 ایسا ہی ہوتا ہے میں تو واقعی اس سلسلے میں بعض اوقات براؤن رہ
 جاتی ہوں دل لگتا ہے جیسے قدیم کلاسیک کہانیاں زندہ ہو گئی ہوں
 حیدر علی اور اطلب اس طرح انسان کو اتنے فاصلوں پر کھینچ لائے
 ہیں اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا ہے۔“

”چلو حقیق ہے اب نہیں نقد بر کے فیصلوں کا انتظار کرنا
 چاہیے دیکھتے ہیں کہ مگر سیکے براؤن میرے سلسلے میں کہاں تک
 پر اعتماد رہتے ہیں۔ مجھے ہمیشہ یہ خوف رہے گا کہ میرا ہندوستانی
 ہونا کہیں ان کی بدگمانی کا باعث نہ بنتا رہے۔“
 ”میں جو ہوں گا زانی، میں ایسی ہر کوشش کو ناکام بنا دوں گی
 مجھے تم پر اعتماد ہے اور اذیت کو تم پر اعتماد کرنا بیٹھے گا جو جولی
 نے پرتاثر بیٹھے میں کہا۔“



اس رات لیسٹر بریڈ ٹول کو ہلکی سی چھین کا احساں ہوا۔
 جولی کے الفاظ ذہن میں چل پید کر رہے تھے۔ یہ لوگ کی سنجیدہ
 معلوم ہوتی تھی۔ بیشمار شہد تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے
 ایسے ماحول میں پرورش پائی جہاں جویا مادہ حاصل کر لیا آتے تھے
 میرے حصول کو اس سے مشعل نہیں سمجھا تھا۔ میں نے کئی اندازے
 اس کے بارے میں سوچا لیکن تمام باتوں کو چھپانا نامعلومیت

میں بیٹھی ہوئی تھی لگا ہی میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔
 ”تم مجھے کاتی پریشان کن لڑکی“ میں نے دل میں سوچا۔
 ”صبح بخیر“ وہ مسکرا کر بولی۔
 ”کب سے بیٹھی ہو جولی۔“
 ”جاگ کر سیدھی یہاں آگئی تھی۔ ٹیڈی کے نیسے میں مسر کو اڈ جٹ بھی ذکر کے“ انہوں نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔
 رابرٹ بیٹھے ہوئے ہیں۔
 ”اوہ! اتنا نہیں۔“
 ”جی نہیں، جو لیٹ بھی ہیں۔“
 ”کون۔“
 ”موس تقریر ہے۔“

”اوہ تو آپ میری بھولائی کر رہی ہیں۔“ میں نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔
 ”جو سہو لوی۔“
 ”اس نے تمہارے ساتھ آنے کی کوشش نہیں کی۔“
 ”میں نے لفٹ ہی نہیں دی۔“
 ”لیکن جولی دوسرے لوگوں نے محسوس کیا ہو گا۔“
 ”مجھے اس سے کوئی لہجی نہیں ہے۔“
 ”مگر وہ تمہاری دوست ہے۔“
 ”جسے نہیں تھی اور وہ ہی اگر تمہاری دعوے دارینے کی
 کوشش نہ کرتی۔“ جولی نے ناک مسکراتے کہا۔
 ”تو اب میرے لیے کیا حکم ہے، مختصر۔“
 ”تیار ہو جاؤ، میرا خیال ہے مسر رابرٹ ناشٹا ڈیڈی کے
 ساتھ ہی کریں گے۔ انہوں نے دھمکی دے دی ہے۔“ جولی نے
 کہا اور ہنس پڑی۔

”اوہ تو کیا میرا انتظار ہو رہا ہے؟“ میں نے گھر کر پوچھا۔
 ”سو فیصدی، چلو جلدی سے باس تبدل کر لو اور یہاں نہیں
 بکھر دیا ت دیا ضروری ہیں۔“
 ”جی۔ جی فرمائیے۔ فرمائیے۔ میں نے کہا۔
 ”تھریسا کو بالکل لفظ نہیں دو گے۔ وادھی سے گھنٹا کرنے
 میں کئی حرج نہیں ہے۔ لیکن تمہاری کسی بھی بات میں اس کے لیے
 لگاؤ نہیں ہونی چاہیے۔“

”ہو بھی نہیں سکتی۔ جولی، ظاہر ہے، میں نے کبھی اُسے
 کئی نگاہ سے نہیں دیکھا۔“
 ”لیکن وہ تو دیکھتی ہے، میرا خیال ہے وہ آفری کوشش کر
 نا چاہتی ہے۔ چلو جلدی کرو، جولی نے کہا اور میں اپنی جگہ سے
 اٹھی، یہ فصحی قسم کے معاملات تھے جو پروگرام میں شامل تھے،
 ان کے لیے میں قطعاً تیار نہیں تھا، بہر طور ان معاملات سے
 بچ بات یہ ہے کہ کیا کسی ملی، ہیرو کی مانند مجھے عورت کے ذہنیے

حاصل ہونے والی دولت کو ٹھکرا نہیں دینا چاہیے۔ بات عزت و تبارک عزت نفس کی ہوتی ہے۔ یہ دولت میری تو نہ تھی، میں کبھی بھی اسے اپنی جائز مال نہیں کہہ سکتا تھا۔

ناشتے کا انتظام کیا گیا اور ہم سب ناشتے میں مصروف ہو گئے مگر میکے براؤن نے شاید مسٹر رابرٹ کو اپنی روانگی کے بارے میں پوچھ نہیں بتایا تھا کیونکہ اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد تھریسا نے پیسے ہار لب کشائی کی۔ "مجھے تم سے پوچھ کا کام ہے مسٹر کازالی کیا تم مجھے پوچھ وقت دے سکو گے؟"

میں نے گھبرا کر جو کیا کی طرف دیکھا جو لیا دوسری طرف نظر لگا رہی تھی۔ بڑے ٹھنڈے کا شکار ہو گیا تھا۔ صاف منہ کر دینا بھی عجیب سی بات تھی مگر میکے براؤن نے میری مشکل آسان کر دی تھی۔ "ہاں۔ ہاں کوئی حرج نہیں ہے تم لوگ اگر چاہو تو باہر چلے جاؤ یا پھر ہم لوگ۔۔۔"

"نہیں! آؤ مسٹر کازالی، تھریسا نے کہا اور جو لیا پہلو بلی کر رہی تھی۔ بہر طور میں تھریسا کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تھریسا خاموشی سے میری ساتھ چلتی ہوئی تھوڑے فاصلے پر پہنچ گئی۔ میں نے اسے پیش کش کی کہ وہ میرے غائبے میں چلے لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ ہم لوگ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں جو لیا کے ساتھ میں کچھ رات بیٹھا ہوا تھا تھریسا ایک گہری سانس لے کر بولی "کیا یہ نہیں ہو سکتا مسٹر کازالی کہ تم ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دو۔ ہمارے ساتھ رہو جو کچھ تمہارے بارے میں مجھے ڈیڑھ کے ذریعے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر براؤن سے تمہارا کوئی گہرا ربط نہیں ہے بلکہ صرف ان سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی اور تم لوگ کسی اہم مسئلے میں کام کرتے کا معاہدہ کہ چکے تھے۔ دیکھو کازالی یہ سب کچھ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ میں تمہیں پوری چھٹیائی سے یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم میری زندگی میں بہت دور تک اتر گئے جو تمہاری شخصیت میں پہلے ہی دن سے مجھے ایک کشش محسوس ہوتی تھی۔ میں تمہیں پسند کرتے لگی ہوں کازالی اور اگر تم میری زندگی سے نکل گئے تو میں طویل عرصے تک بے سکون رہوں گی!"

"بات دراصل یہ ہے تم تھریسا کہ میں آپ لوگوں کا بے حد احسان مند ہوں۔ سب سے پہلے اور خاص طور سے آپ نے میرے ساتھ اس بے سرو سامانی کی حالت میں بہت اچھا سلوک کیا اور مجھے ایک بدترین زندگی سے بچا لیا۔ اس کے صلے کے طور پر میں آپ کا صرف احسان مند ہی ہو سکتا ہوں، باقی جہاں تک ساتھ رہنے کا تعلق ہے تو میں تھریسا کے طرح نکل

"مجھے تمہاری نصیحتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ مجھے کرنا ہے خدا ہے اپنے طور پر ہی کر دے گی، تھریسا نے جواب دیا اور تیزی سے اٹھ کر واپس چلی گئی۔

میں سہاٹ لگا ہوں سے اسے جانتے ہوئے دیکھا، تھا میں نے کوشش بھی نہیں کی تھی کہ اس کا تعاقب کرے۔ دفعتاً مجھے اپنے عقب میں کچھ آہیں محسوس ہوئیں۔ پلٹ کر

دیکھا تو جو لیا تھی۔ واقعی جو لیا نے اس وقت کمال کر دیا تھا۔ میں سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ اس نے فوراً ہی ہمارا تعاقب کیا ہو گا اور ہماری گفتگو سننے کی کوشش کی ہوگی۔ اچھا یہی ہوا ورنہ اسے نجانے کتنے جواب دینا پڑتے جو لیا کے چہرے پر اطمینان مسکراہٹ کھیل رہی تھی اس نے؟ ہستہ سے کہا "شکر ہے کازالی!"

رابرٹ تھوڑی دیر کے بعد تھریسا کے ساتھ واپس چلا گیا اور اس کے جاتے ہی میکے براؤن نے مجھ سے کہا "پلینز کازالی۔" خیسے وقیرہ اٹھانے میں میری مدد کرواؤ وقت کسی اور کو میں اپنے قریب نہیں آنے دوں گا تمہیں ہی یہ کام کرنا ہو گا۔ ہمیں جتنی جلد ملوں ہو سکے اب یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے میں اپنے آدمیوں کو ہدایات جاری کر چکا ہوں اور وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے، میں سمجھ گیا کہ میکے براؤن نے رابرٹ کو یہاں سے روانگی کی ہوا بھی نہ دیکھنے دی ہوگی۔ چالاک آدمی تھا خواہ مخواہ کا انہیں نہیں پانا چاہتا تھا۔ چنانچہ ہم سینوں ہی مصروف ہو گئے اور اوسے گھٹنے ہی میں اس کام سے ذہانت حاصل ہو گئی۔ میکے براؤن کی شاندار لینڈروور کی چھت پر کرسیز لگا ہوا تھا۔ تمام چیزیں اس کی کرسیز پر رکھ کر نہیں کیا گیا۔ مزیت کی چیزیں میٹک لینڈروور کے عقبی حصے میں رکھ دی گئی تھیں۔ اور اس کے بعد میکے براؤن نے خود ہی اسٹیریونگ سنبھال لیا۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد تراکوٹ کی سرحد کو پار کر رہے تھے جو لیا میرے بالکل برابر بیٹھی ہوئی تھی اور باہر کے مناظر سے لطف اندوز نہ ہو رہی تھی۔ ہم ایسا ہی کرنیوٹر جو لیا کی آسمان کی سینکڑوں راتوں کے سرسبز مڈون تھے۔

ہم جس طرف سے گزر رہے تھے وہ کافی کشادہ اور خوبصورت بنی ہوئی تھی۔ دونوں طرف کھیتوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور ان کے پس منظر میں درختوں کے ٹھنڈے نظر آ رہے تھے۔ سرسبز و شاداب علاقہ تھا جو رنگا ہوں کو خود میں جذب کر لیتا تھا۔ مسٹر براؤن سکون گٹ رہا تھا۔ ویسے روانہ ہونے سے قبل میکے براؤن نے مجھے جدید امریکی ساخت کا ایک ایسیٹول دیا تھا۔ دوسرا جو لیا کو اور تیسرا خود اپنے پاس رکھ لیا تھا تاکہ ضرورت پڑنے پر کام آسکے۔ اس ضرورت کے بارے میں اس نے تفصیل نہیں بتائی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔

پورا دن سفر جاری رہا جبکہ جگہ جگہ وہاں نظر آتی تھیں۔ کئی چھوٹی چھوٹی بستیاں اس طرف کے کنارے آباد تھیں۔ ٹرک کے ہارے میں میکے براؤن تے بتایا کہ یہ براہ راست لہار جاتی پڑے ہیں اور ہمیں راستے میں ایک جگہ قیام کرنا ہو گا تاکہ رات گزارنے کے بعد دوسرے دن سفر کیا جا سکے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت ہم لہار پہنچ سکتے تھے۔ تقریباً چھ گھنٹے کے سفر کے بعد میکے براؤن نے لینڈروور ٹرک کے ایک سائیڈ کھڑکی کرتے ہوئے کہا۔ "اب اسٹیریونگ تم سنبھالو میں تھکا گیا ہوں!"

میں نے فوراً ہی اس کی جگہ سنبھال لی۔ مزید دو گھنٹے سفر جاری رہا اور پھر تاریکی ٹھیک آئی۔ میکے براؤن نے مجھے بتایا کہ اچھی بارہ میل کا سفر ادرے کرنا پڑے گا اس کے بعد ہم ایک خانقاہ کے قریب جاؤں گے جہاں ایک گھاس کے بعد ہم ایک کے بعد کسی قدر بلندی کا مسافر کے کر کے نظر آئے گی میکے براؤن نے کہا کہ یہ خانقاہ ان علاقوں میں ایک بڑی جیتیت رکھتی ہے اور زائرین یہاں کافی تعداد میں آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دو لوگ بھی جو اس قسم کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں۔ بارہ میل کا سفر خاصی تیز رفتاری سے طے کر لیا گیا پھر ہمیں روشنیوں نظر آئیں۔ یہ خانقاہ کی روشنیوں تھیں ان کے آگے زائرین کا کیمپ لگا ہوا تھا یہیں ہم نے لینڈروور روک دی۔ تھوڑا بہت کھانا پیا اور پھر جو لیا نے میکے براؤن سے اجازت لے لی کہ وہ خانقاہ کے اندر دو منظر دیکھے گی۔

میرے لیڈرو جھلا کیسے اندھا جاسکتی تھی چنانچہ ہم خانقاہ میں داخل ہو گئے سائڈ پوچھا پٹا ہوا ہی تھی۔ روشنی کے لیے بہت سی مشعلیں اور لیسپ جلائے گئے تھے۔ میں سرخ قالین پیچھے ہونے راستوں سے جو لیا کے ساتھ گزرتا ہوا اندر پہنچ گیا۔ دست و عریض ہال میں چربی کے سینیٹروں لیسپ رہتے تھے۔ دیواروں کے ساتھ لگی ہوئی مشعلوں کے شعلے بڑا خوفناک منظر پیش کر رہے تھے۔ دفعتاً میں ہر سمت عود و مینز کی خوشبو پھیل رہی تھی جس سے ہوا ہماری بھاری بھاری تھی۔ دیواروں میں بنے ہوئے طاقتوں میں رکھے ہوئے عجیب و غریب تلوں کی مشعلیں ہمیں ہر سمت سے گھوم رہی تھیں۔ سرخ قالین تقریباً چھوڑ چھا ہوا تھا ہم اس پر چل کر کئی محرابوں سے گذرتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں سترہ ماڈن کے رنگین تیلے دیوار کے سہارے ایستادہ تھے۔ ان کے گرد عمارت کے جھنڈے لگے ہوئے تھے یہ پیلٹان سابق لاٹاؤں کے تھے جہاں ہمارے لے کر اب تک اس عظیم خانقاہ میں حکومت کرتے رہے تھے۔

بجلی کی آواز میں ان لوگوں سے گلہوا رہی تھیں۔ سات پھر لیں واسے دروانے کو عبور کرنے کے بعد ہم اندر داخل ہو گئے یہ بڑی عبادت گاہ کا دروازہ تھا یہاں کچھ لایا مکا کھڑا تھا میں ہبانتا

بده کے سامنے جھکے ہوئے سجدہ ریز تھے۔ انہی میں ہی نفاذ کا پلاٹا ماجی تھا گوتم بده کا بت سنگھ مرمر کے ایک بڑے بیو ترے پر دکھا ہوا تھا اس کے نیچے ایک چوڑا سا زینہ تھا جس پر لاپلاشیانہ جھکائے عبادت میں مصروف تھے۔ سونے کا بنا ہوا یہ بت قد آور تھا۔ دامن ہاتھ سینے کے ساتھ تھکا ہوا دل کے قریب تھا اور متعین اور پرکاشی ہوئی تھی مجھے جہاں بده کی تاریخ یاد آگئی۔ ذہن پر ایک عجیب سا احساس طاری ہوا ہاتھ اس کی بڑھ کی تعلیمات کے بارے میں عقیدت تھی۔

کافی دیر تک ہم زبان رہے اور اس کے بعد جب خوب بات ہوگئی تو واپس لیڈر دور میں آگئے نیسے وغیرہ نکلانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی چونکہ ایک لٹ ہی کی تو بات تھی چنانچہ لیڈر اور دوسرے مٹی جیسے ہیں ہم تینوں آرام ڈاٹھینا ان سے سو گئے۔ دوسری صبح اٹھے ہلکا سا ناشتا کیا اور اس کے بعد میں نے اسٹریٹنگ سنبھال لیا۔ گاڑی ایک بار پھر پختہ ٹرک پر آگئی تھی اور اب ڈرائیونگ میں کر رہا تھا رفتار کافی تیز تھی۔

یہ ایک براؤن کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ جالیانے جان بوجھ کر درمیان میں بیٹھنے کی کوشش کی تھی اور کئی بار میرے شانے پر ہر دوک دیا تھا۔ ایک براؤن کی موجودگی میں اس کی بے باک کوشش مجھے بے چینی کا شکار کر رہی تھی لیکن ایک براؤن ان تمام کیفیات سے بے نیاز تھا۔ دو وقتاً اس نے چونک کر گردن اٹھائی اور بولا۔ "لہاس کے بارے میں تم نے معلومات تو ضرور کی ہوں گی۔ کیونکہ تم کچھ معلوم کیے بغیر یہی ان علاقوں میں نہ نکلے ہو گے"

"صرف جزائفاً حد تک" میں نے جواب دیا۔
 "میرے خیال میں نہیں وہاں قیام کے لیے کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی"

"میں سمجھا نہیں مسٹر براؤن" میں نے جواب دیا اور پھر سامنے آتی ہوئی ایک گاڑی کو دیکھ کر اسٹریٹنگ سنبھالنے لگا۔ ایک براؤن خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے اس موضوع پر مزید کوئی بات نہ کی۔ لیکن لہاس کی پہلی عمارت نظر آتے ہی اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر مجھے لیڈر دور دکنے کے لیے کہا۔ اور میں نے گاڑی ٹرک کے کنارے روک دی۔

"تم نے ضرور سوچا ہو گا کہ زالی کون ہے تمہیں کون کا پتہ کیا اور پھر اس کے بارے میں سوچا۔ میں نے نہیں اپنے ساتھ وہاں سے بھی جاسکتا تھا۔ دو اصل میں عمارت ڈومین ہوں کوئی مجھے لہاس میں دیکھ لے تو مجھے اس کی پراسنیں سے لیکن میں نے نہیں جانتا کہ کوئی نہیں میرے ساتھ وقت سے پہلے دیکھ لے۔ سمجھ رہے ہو نا میری

تھا۔ بہر حال باجوس منزل کے ایک کمرے میں مجھے جگہ مل گئی۔ پورے ہوٹل میں چھٹی تاک والی روکیاں و طریقی حقیقت سے کام کرتی نظر آ رہی تھیں۔ جوسٹنٹ ڈک مجھے لائی تھی اس نے میرا سامان ایک الماری میں سجایا بڑا گھر بڑا انداز تھا، بہر حال وہ ٹیبل لے کر چلی گئی۔ اور میں ہوٹل کے ہاتھ میں دن داخل ہو گیا۔ خوب جی بھر کے نہایا۔ لباس تو تبدیل کر لیا تھا لیکن بدن پر ٹریل کی تہنیں جھی ہوئی تھیں۔ شہر بنا نے کا سامان بھی اسٹور سے خرید لیا تھا۔ نہا دھو کر نکلا تو بڑی جھٹ کا احساس ہوا۔ ویرٹس کو بلانے کے لیے بیل کا بٹن دیا۔ اذیاد اور وہ اندر آگئی۔

"میترو" میں نے کہا۔ اور عموثری دیر کے بعد ویرٹس نے میز میرے سامنے لا کر رکھ دیا۔ کھانوں کے انتخاب میں توجہ رکھتی تھی چنانچہ میں نے گوشت سے خصوصاً پرہیز کیا۔ کھانے کے بعد آرام کرنے کی ٹیٹ کیا اور دونوں کا حساب لگانے کا کافی دن صناع ہو گئے تھے۔ طاہر علی وغیرہ لقیٹن جایاں سے واپس آگئے ہوں گے اور یہ سب لوگ بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ بہر حال ایک براؤن پر یہ اظہار تو کرنا ہی تھا کہ میں نے بڑی کوشش کے بعد انہیں تلاش کیا ہے اور اس کے لیے لہاس میں خوب آوارہ گردی کرنی تھی۔ اس آوارہ گردی کے لیے یہ ضروری تھا کہ لہاس شہر کے بارے میں پوری معلومات حاصل ک جاویں۔ لیکن آج آرام کرنے کو چاہتا تھا۔

سات بجے سوکرا تھا۔ طبیعت پر شاش ریش تھی ہنہاتھ دھو کر لباس تبدیل کیا اور کمرے کو جالا لگا کر بجلی منزل کی طرف چل پڑا۔ وہاں سے باہر آکر جھیل کے کنارے بھاڑ دیکھنے لگا۔ شکار سے متک کر رہے تھے۔ ویرٹس روکیاں شکاروں پر موجود مچھانوں کے لیے کھانے پینے کی اشیاء نے جا رہی تھیں۔ بڑی جلدت کی گئی تھی اور قیام کرنے والوں کو حسین مائل ہنیا گیا تھا۔ بہت سے لوگ جھیل کے کنارے بھی چل آئی تھی کہ رہنے تھے اور صرف دوسروں کی گفتگو سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایک سروس شکارہ ساحل سے میرے پاس ہی لگا۔ لدر و ویرٹس روکیاں اس سے آکر کر میرے پاس آگئی۔ "ایسی سبکی زنی۔ آپ کو فریٹس پر بلا جا جا ہا ہے۔ دو رہا فریٹس" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔

شکاروں پر مہر بڑے ہونے تھے۔ سات فیر کا شکار وہ بہاں سے دور نہیں تھا۔ میں اس پر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کون ہے وہ۔ کیوں بلا رہا ہے مجھے۔ "ہاں میں نے توجہ سے دیکھا۔" "میرٹم ندرت۔" انہوں نے یہی نام بتایا ہے آپ کے لیے"

روکیا نے جواب دیا۔

کے پیچھے نہیں گئی تھی۔ راستے میں بھی میں نے براؤن کے ان ساتھیوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی جبرئیل اس کے ہمارا تعاقب کر رہے تھے لیکن ان کی کوئی جھک نظر نہیں آئی تھی معلوم نہیں۔ بیچ تھا یا جھوٹ۔ ممکن ہے سرے سے کسی نے تعاقب نہ کیا ہو۔ جیسے براؤن نے بہت کچھ بچھ کر کہا تھا لیکن اس کے ثبوت مل رہے تھے کہ کچھ کارڈز اس نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔ شہر میں ملنے والے لوگ نظر آ رہے تھے۔ تنگ لگانے والی صورتی میں میوس بند اور بڑی ڈالے والے سکھوں کی ہنات تھی۔ مخصوص لباس والے پٹھان بھی نظر آ جاتے تھے۔ مائل میں اتنی بنیبت نہیں تھی جتنی دوسرے جیسے علاقوں میں۔ عمارتیں خوب صورت تھیں اور سنی گئی منزلتوں۔ بیسیاں ہاتھ سے کھینچنے والے رکشا جن میں انسان ہانوں کی طرح بٹتے ہوتے تھے اور دہری سواریاں میں تبدیل جلتا ہا۔ مجھے علم تھا کہ ان لوگوں سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے لیکن سیدھا ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے لیے بڑے گھماؤ پھراؤ کی ضرورت تھی۔ پھرتے جاتے گئے راستوں سے گذرتا ہوا ایک بازار میں آ گیا۔ جدید مکانیں اور شور دم بکھرے ہوئے تھے۔ چینی زبان میں ایک پورٹو ڈیا یا جرنل اسٹور تھا جہاں شوکیسوں میں جدید تراش کے ریڈی میڈ سوٹس منگے ہوئے تھے۔ ضرورت کی اور بھی بہت اشیاء موجود تھیں۔ میں اسٹور میں داخل ہو گیا۔ ایک خوبصورت سی چینی روکیا نے میرا استقبال کیا۔ روال انگریزی میں اس نے مجھ سے میری ضرورت کے بارے میں پوچھا اور میں نے اس سے لباس کی فرمائش کر دی۔ جب میں اسٹور سے باہر نکلا تو میرے بدن پر نیا لباس تھا۔ یہاں لباس وغیرہ تبدیل کرنے کا معقول بندوبست تھا جس سے میں نے فائدہ اٹھایا تھا۔ باقی چیزیں ایک خوبصورت انچی کیس میں رکھی ہوئی میرے ہاتھ میں موجود تھیں۔ چینی روکیا سے میں نے کچھ اور معلومات بھی حاصل کر لیں جن میں ہوٹل کوشش بھی تھا۔ بنا چوکیس ڈرائیور کو میں نے کھینکنا پاتا بتا دیا۔

انچی کیس میں کوشش کی تھی۔ لیکن روکیا نے کہا کہ اس کے بارے میں کیسے بتا دیا تھا۔ شاید یہ حماقت ہوگئی تھی اس سے۔ بہر حال میں جانتا تھا کہ اس کے آدمی لہاس میں میرے پیچھے لگے رہیں گے اس لیے مجھے بھی محتاط رہنا ہو گا۔ جالیانے میری توقع کے مطابق داخلہ کی "لیکن ٹیڈی گا زالی ہمارے ساتھ رہ کر بھی تو کام کر سکتے ہیں۔ آپ نے پہلے تو یہ نہیں کہا تھا"

"ہر بات پہلے کہنا ضروری نہیں ہوتا ہے فیصلہ میں نے راستے میں کیا ہے اور یہ ضروری ہے۔ بات صرف اس وقت تک کی ہے جب تک ان لوگوں کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا اس کے بعد گا زالی ہمارے ساتھ رہیں گے"

"انہیں یہاں تنہا رہ کر پریشانی ہوگی"

"نہیں جولی پلیز۔ یہ ضروری ہے"

"انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی گا زالی یہ دیکھو ایک براؤن نے معافی کر سنی کی ایک موٹی گڈی مجھے دیتے ہوئے کہا ہے ہرگز فرج کرنا ضرورت پڑے تو فکر نہ کرنا اس کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میرے خیال میں صورت حال سمجھ گئے ہو گے۔ نئے لباس ا حصول یہاں مشکل نہ ہو گا"

"مشکر یہ مسٹر براؤن موجودہ حالات میں اس سے انکا نہیں کیا جا سکتا" میں نے گڈی جیب میں رکھ لی۔ جولی خاموش ہو گئی تھی میں اسٹریٹنگ سے ہٹ گیا اور پھر ایک جگہ کے براؤن نے مجھے آنا دیا۔

تبت کو دارا حکومت لگا ہوں کے سامنے تھا اور میں ضرور میزبان ضروری رہاں سے واقف تھا لیڈر دور لگا ہوں سے اوپر ہوگئی۔ میں نے اطراف کا پوری طرح جائزہ لیا کوئی اور گڑبڑی

اب تو ذہن میں آتے دھمکے ہو چکے تھے کہ درساغ
شاک پروف ہو گیا تھا۔ ندرت کا نام سننی نیر تھا۔ اچانک اورد
اس طرح مل جانے کا کوئی گمان نہیں تھا اس لیے چند لمحات تو
ویٹریس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ بہر حال ندرت کے بارے میں یہ
بات معلوم ہو چکی تھی کہ وہ نیپال کے راستے تبت میں داخل ہو
چکی ہے اس لیے اس کا یہاں مل جانا ناممکنات میں نہیں تھا۔
”میرے لیے کیا حکم ہے سر؟“ ویٹریس نے کہا اور میں
چونک پڑا۔

”اوہ۔ معاف کرنا کیا تم مجھے اس شکار سے نکل بیٹھ سکتی
ہو؟“ میں نے کہا۔

”کیوں نہیں جناب تشریف لائے؟“ ویٹریس نے کہا
اور میں اس کے شکار سے پرسوار ہو گیا۔ شکار راستہ ہی سے
پانی کے سینے پر سفر کرنے لگا۔ میرے ذہن میں بدستور سننا ہٹ
ہو رہی تھی اور میری نگاہیں مسلسل شکار سے غیر متوجہ ہو رہی
تھیں۔ چند لمحات کے بعد مروں شکار راستہ تبت کے شکار کے
پاس پہنچ گیا۔ شکار سے پرہیز ہوئی چھوٹی سی جھونپڑی کے دروازے
پر ندرت نظر آئی اور میں گہری سانس لے کر اس پر اتر گیا۔

ندرت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ من گھڑے
نقوش کی زد کی میں اس وقت ایک انوکھی کشش محسوس ہو رہی تھی۔
میرے شکار سے پر اترتے ہی وہ دو قدم آگے بڑھی اور اس نے
کٹہریں لہجے میں کہا۔
”ہیلو میڈم کا زالی“

”ہیلو ندرت“ میں نے کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہیں
کیا تھا۔

”اوپے؟“ ندرت نے پھر اردو کی مٹی پلید کی تھی میں سرکراتا
ہوا اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

”تم چھوٹی ہی ہو ندرت۔ لیکن میرے لیے جوتوں کا پہاڑ ہو۔
جب بھی تم سامنے میں میں جوتوں کے دامن میں جا کھڑا ہوا۔
اب تو جی جانتا ہے کہ تمہیں مار ڈالوں یا خود مر جاؤں؟“

”پلیز؟“ ندرت نے مسکراتے ہوئے چوٹی جڑ کی ایک کرسی کی
طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ ندرت بھی میرے سامنے بیٹھ
گئی تھی وہ بدستور مسکراتی رہی تھی۔

”آپ لوگ بھی ادھر آ گیا ہے؟“ ندرت نے کہا۔
”مذلات کے انبار سینے میں بھرے ہوئے ہیں ندرت۔
تمہاری اردو اس وقت مزا نہیں دے گی کیوں نہ ہم انگریزی میں
بات کریں؟“

”اردو۔ اچھی ہائے۔ مجھے اچھا بولنا“

ملنا لگا۔ اور ندرت کچھ بولنے بولتے خاموش ہو گئی۔ باہر
آواز سنائی دی اور چھوٹی ویٹریس قبوے کے گھونٹا پھونکا
شک میووں کی ایک بڑی بیٹھ کے ساتھ لے کر

تھیکرے ندرت نے کہا۔ ویٹریس واپس چلی گئی اور ندرت
میرے سامنے سرکا دی۔
”تم کچھ کہتے کہتے رک گئی تھیں ندرت؟“

”میرے سامنے سرکا دی۔“
”تہنا یہاں آئی ہو؟“

”ہاں،“ اس نے جواب دیا۔ میں پلیٹ سے کچھ چیزیں اٹھا
نے لگا۔ ندرت قبوہ پیالیوں میں اٹھیلنے لگی تھی۔ پھر
کہا۔ ”دوسرا لوگ؟“

”ہاں حسن صاحب بھی ہیں طرہ علی بھی اور بھی کچھ لوگ۔
ندرت معاف کرنا مجھے اس وقت تم سے مل کر خوشی نہیں
ہے بلکہ الجھن ایک تھنچلا ہٹ پیدا ہو گئی ہے میرے

”میں نے کہا اور ندرت کا چہرہ ایک دم اتر گیا۔ اس نے
اٹھ بھٹ دیکھا۔ قبوے کی پیالی میرے سامنے رکھی پھر
بچے میں بولی۔ ”سوری“

دل جانتا ہے ندرت تم پر ناراض ہوؤں خوب بڑا کہوں
میں نے تمہیں کب اور کہاں نقصان پہنچایا۔ اتنی چھوٹی سی
کسی سے نہیں کہی تمہاری، اس کے بعد سے آج تک
میرے بارے میں کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ یہ بھی نہیں معلوم
کہ من صاحب کے کمرے سے ولادومی واسکاٹ کی ڈائری
ماڈرن تھی اور چھوڑ ڈائری تم نے مجھے دی۔ میں نے تو
سے بارے میں کسی سے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔ ایک ہی بات

بھی تھی ندرت یا تو مجھ پر اعتبار کریں یا پھر نہ کریں۔ یہ
ماکینت مجھے جھجھلاہٹ کا شکار کرتی ہے۔ میرے ساتھ
بارادری رہتے ہو تو درد مروں کے ساتھ ہے تو مجھے کون شکار
میں کون کھی سے چلی آئیں۔ سب نے ایک دوسرے سے

درد کہاں گئی۔ میں بھی لوگوں سے ہی پوچھتا ہا کسی کو نہیں
کہنے تمہارے بارے میں۔ پھر مجھے بتا چلا کہ تم مان کھڑے
ہیں۔ بعد میں مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تم نیپال اور وہاں سے
اس لیے چل پڑی ہو لیکن کوئی اس بات سے واقف

”میں نے پوچھا۔“
”میں نے پوچھا۔“
”میں نے پوچھا۔“

”میں نے پوچھا۔“
”میں نے پوچھا۔“
”میں نے پوچھا۔“

”میں نے پوچھا۔“

نقصان نہیں پہنچانا جاتا۔ خاص طور سے تمہیں۔“
”مجھے۔ کیوں؟“ وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

”ندرت۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میری خواہش ہے کہ
تم مجھ سے کچھ کام لو۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہیں
بے وقوف نہیں سمجھتا ندرت۔ میں جانتا ہوں اور پھر اچھی تم نے

کہا تھا کہ تم ان لوگوں کی جہاں آدے کے بارے میں جانتی تھیں۔
کیا یہ بھی نہیں بتا سکتیں کہ تم ان کی آمد کے بارے میں کیسے
جانتی ہو۔“

ندرت مجھے دیکھتی رہی۔ میری آنکھوں میں جھانکتی رہی
اور میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
”ہاں ہاں اب میری کھوپڑی میں گھس جاؤ۔ اپنی تو ذہن سے

میرے دماغ کو خالی کر دو اور مجھے حکم دو کہ تم سے کچھ نہ پوچھوں۔“
”اور مان گاؤ۔ تم یہ بھی جانتا کا زالی۔“

”اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں ندرت۔ تمہارے لیے بہتر
یہی ہے کہ میرے دماغ کو بالکل الٹ دو۔“

”نائیں پلیز۔ ایسا نائیں ہو۔ میں پر۔ کچھ چاہتا ہے۔
بندی۔ پائے۔ درد نائیں ہوتے۔ تباریتا۔ پلیز۔ میرے کو بیٹھ
نہ کرو۔ میں جا بڑھتا ہوں۔ ان لوگ کا۔ مائیں جانتا کٹر لوگوں

کو دشمن کرتا۔ اس کا آدمی۔ وہ ڈاور۔ گوین کو مارا۔ میں ڈاور کو
مرد گردتا۔ مگر انتظار کرتا۔ میں پریشان تھا۔
”گوین کون؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”ادلڈین۔ گوین؟“ ندرت نے کہا۔
”لو بڑھے بابا کا نام گوین ہے؟“

”ہاں؟“
”کہاں سے تعلق ہے اس کا؟“
”ابھی نائیں۔ یہ پوز۔ ندرت نے قبوے کی طرف اشارہ

کیا اور میں نے بے اختیار پیال اٹھالی۔
”ٹھیک ہے یہ مت بتاؤ۔ آگے بولو؟“ میں نے کہا اور
ندرت ہنس پڑی۔

”گنا زانی تم اچھا ہے۔ ہائی کو رسا تم اچھا ہے۔“
”یہ ہائی کو رسا کیا ہے۔؟“
”سنسٹرائے؟“ ندرت پھر ہنس پڑی۔ اس کی نمی بجد
دلکش تھی۔ کبھی نہ مسکراتے والی اس لڑکی کو ہنسنے دیکھ کر عجیب

لگ رہا تھا۔ خوشی بھی ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی پیالی میں دوبارہ
قبوہ اٹھایا اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی ہوئی بولی۔
”مائیں مسٹراسن کو لندن میں ملا۔ ادھر گرا بڑو سکر بھے
ہیرس کرنا۔ میں اس سے بچتا۔ پھر ہاں صاحب ملا۔ اتفاق۔“

میرے کو پہلے کیا؟
 "یہ گراؤ نہ دیکھو بھی منسہرے کیا ہے؟" میں نے کہا۔
 "نائیں۔ وہ مین موٹ سوائٹ کا ٹریڈ مارک تھا۔ وہ
 میرے کو دیکھتی سمجھتا میں جانتا تم دیکھتی سمجھتا ہاں؟"
 "ہاں۔ مگر گراؤ نہ دیکھو کون تھا؟"
 "ایک گنگلہ۔ ڈیڑھ بجے۔ دو بجے ہائے۔ دوسرا لوگ بھی واسکاٹ
 کیس پر کام کرتا ہائے۔ مگر میں گراؤ نہ دیکھ سکا مگر ڈر گیا۔
 وہ مجھے پا کر لیا تھا۔ اندر گراؤ نہ دیکھو تھا۔ پھر میں ادھر سے
 آیا۔ میں گوین کو تلاش تھا۔ اور گوین ہاں صاحب کا پاس
 تھا۔ ہاں صاحب اچھا آدمی ہو۔ بٹ وہ بھی ٹریڈ مارک؟"
 "بہت خوب۔ مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ گوین حسن
 صاحب کے پاس ہے وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہو
 سکتا تھا؟"
 "یہ بات منسہرے؟" ندرت پھر ہنس پڑی۔
 "ایک بات سن لو ندرت۔ ایک دن۔ یقیناً ایک دن
 میں یہ منسہرے پڑا دوں گا۔ ایک ایک لفظ پوچھوں گا تم
 سے سب کچھ بتاؤ گی تم مجھے ادھر صدم ہی بتاؤ گی؟"
 "مائیں جانتا؟ اس نے گروں ہلاتے ہوئے کہا۔
 "کیا مطلب ہے؟"
 "منسہرے؟ وہ بولی۔
 "ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ اچھا پھر تم نے من صاحب
 کو ٹرانس میں لے کر وہاں اپنا ٹھکانہ بنالیا مگر تم گوین کو
 وہاں سے لے کر نکل کیوں نہ تمہیں۔؟"
 "منسہرے؟ اس بار وہ سنجیدگی سے بولی۔
 "اب بوڑھا بابا کہاں ہے۔؟"
 "بائی کوراسا۔ مائیں نائیں جانتا۔ ماگر وہ ادھر مائے
 اور سیریں پائے؟"
 "تم اسے تلاش کر رہی ہو۔؟"
 "ہاں؟"
 "مان کیڑہ بھی تم اس کی تلاش میں تمہی تھیں۔؟"
 "ہاں۔ مجھے انڈیکیشن ملا تھا؟"
 "پھر۔؟"
 "وہ ادھر نہیں ملا؟"
 "یہ معلوم ہوا نہیں کہ وہ تمہارے پہنچنے سے پہلے وہیں
 تھا۔؟" میں نے کہا۔
 "ہاں مائیں بولا انڈیکیشن ملا۔ ماگر وہ ادھر نہیں ملا۔
 بٹ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ادھر لایا گیا ہے؟"

دلیر کا عبادت گاہ میں میرے کو ملو۔ مائیں تمہارا
 بے گنا۔ اور تمہیں کام ہو گا۔ بٹ دوسرا لوگ نائیں۔
 ل بولو؟
 از خود لوگ دلیر۔ گیارہ بجے؟ میں نے کہا۔
 ہاں؟
 "نیک ہے ندرت۔ میں آؤں گا؟"
 اوکے؟" ندرت نے جواب دیا اور میں اٹھ گیا ندرت
 پر چھوڑنے نہیں آئی تھی۔ باہر آ کر میں نے ایک
 شکارے کو اشارہ کیا اور وہ قریب آ گیا۔ اندر بیٹھی
 ٹرس نے خوشی سے مجھے جھیل کے کنارے چھوڑنا
 کیا۔
 کنارے پر آ کر میں وہاں نہر کا۔ ایک بار پھر دماغ کی
 ہل گئی تھیں کسی اور چیز میں کوئی دیکھی نہیں رہی تھی۔
 اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ سر جھکا رہا تھا، مسہری
 ہوتی محسوس ہوتی تھی۔ ندرت۔ پڑا سر اڑا کر جب بھی
 نڈنے اسرار چھوڑا تھی۔ آج تو بہت سی باتیں ہوتی
 اس سے۔ ہر بات سنسنی خیز لیکن کوئی حل نہیں نکلتا تھا
 سے۔ خود بھی حل نہیں نکال سکتا تھا۔ کافی دیر تک خود
 لول کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر اٹھ گیا۔ ان تمام باتوں
 میں ان میں جمع کیا جانے ان پر غور کیا جانے خواہ اس
 میں نے ان باتوں کو یاد کرنا شروع کیا۔
 ندرت نے کہا تھا کہ اسے کچھ بتانے کا اجازت نہیں۔
 ان نے وہ بات ساموں ساموں کہا۔ ساموں کیا ہے؟
 سے بابا کا نام گوین ہے۔ یہ گوین کو کون سی زبان کا نام
 ؟ ندرت قسم کھاتی ہے۔ بائی کوراسا۔ لندن میں گراؤ نہ
 ات کو دیکھتی سمجھتا تھا۔ ندرت نے اسے ہلاک کر دیا ندرت
 گوین کی تلاش تھی۔ کس پڑا سر اڑا کر جسے وہ اس کے
 میں سے پتا نکالیتی ہے۔ انہیں تک وہ اسے بت میں تلاش
 کر سکتی۔ ندرت دیکھتی کی ہمشکل مفروضہ لیکن دونوں کے
 امکان کو رشتہ نہیں ہے۔ کیوں؟ اور پھر از خود لوگ دلیر
 یہی گفتگو ہوئی تھی ندرت سے۔ اب اس سے کیا
 فائدہ کیے جا سکتے تھے۔ بلکہ سر کچھ نہیں سواتے چند باتوں
 ندرت دیکھتی اور گوین ایک ہی زنجیر کی کڑی ہیں۔ لیکن
 میں کیا ہے اس بارے میں کچھ نہیں پتہ چلتا تھا۔ ایک
 نیا نام مجھے براؤن کی معرفت سامنے آیا تھا "سمبو تورا"
 دفعہ میں چونک پڑا۔ یہ غلطی ہوئی تھی۔ سمبو تورا کو گوین کی
 تلاش تھی اور اس تلاش کے لیے وہ براؤن خزانہ دے رہا تھا۔
 وہ خزانہ جو دیکھتے سے منسوب تھا جو یاد بھی اسی زنجیر کا ایک
 کڑی ہے۔ ندرت سے اس کے بارے میں پوچھنا بھول گیا
 تھا۔ دل جا پا کر دوڑ کر باہر جاؤں اور ندرت سے اس بارے
 میں معلوم کروں۔ مگر عجیب سا لگتا تھا۔ خود کو اس جلد بازی
 سے باز رکھا اور بے چینی سے کمرے میں ٹھہرا رہا۔ بار بار ندرت
 کو پریشان کرنا مناسب نہیں تھا وہ مجھ سے بیزار ہو جاتی۔
 اس نے کہا تھا کہ اس پر بائندیاں ہیں اس سے زیادہ وہ اور
 کیا کہہ سکتی تھی۔ میں اب جتنا معلوم ہو چکا ہے ٹھیک ہے
 اس کے بعد دوسری ملاقات پر ہی مناسب ہو گا۔
 دل سینے میں چل رہا تھا۔ اب میں حسن صاحب وغیرہ
 سے مل لینا چاہتا تھا۔ قوت برداشت ساتھ ساتھ چھوڑتی جا رہی
 تھی۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ان لوگوں سے مل لینا چاہئے۔
 کچھ سکون ملے گا۔ لیکن ندرت۔ اس کے سلسلے میں میری زبان
 آج تک دوسروں کے سامنے بند رہی تھی، خدا جانتے کیوں؟
 کیا یہ بھی ندرت کا اعجاز تھا۔ کیا اس نے میرے ذہن کو محور
 کیا تھا؟ مگر اس کے نشان نہیں ملتے تھے۔ اگر ندرت ایسا کرنا
 چاہتی تو مجھے اس وقت تابو میں لاسکتی تھی جب میں نے اسے
 بوڑھے کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ حالانکہ اپنے راز کو راز رکھنے
 کے لیے وہ بے چین تھی اور اس نے مجھے قتل کرنا چاہا تھا۔
 وہ قتل کر سکتی ہے کیونکہ اس نے گراؤ نہ دیکھ کر قتل کا اعتراف
 کیا تھا۔
 ندرت۔ تیرا راز نہ کھلا تو غزالی نام نہیں۔ لیکن ابھی میں
 تیرے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ کسی کو بھی نہیں۔
 یہ رات کسی نرس کی طرح نگارڈی دوسرے دن سے میں نے
 اپنا کام شروع کر دیا۔ ہٹوں لوگ کی چھان بین۔ ایک کے بعد
 دوسری جگہ سب سے آخر میں، میں نے اس جگہ کو رکھا تھا
 جہاں وہ لوگ موجود تھے۔ اس دوران میں کے براؤن کے آدمیوں
 کے بارے میں اندازہ لگاتا رہا تھا۔ کافی دیر تک ان لوگوں
 کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا لیکن پھر ایک کچھ نوجوان
 پر میری نگاہ پڑی جسے اس کی سرخ بیچڑی کی وجہ سے میں نے
 پہچان لیا۔ میرے ذہن میں یورو بین لوگ تھے جن کے بارے
 میں براؤن نے کہا تھا۔ لیکن مجھے براؤن شیطان تھا اس کے
 بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس نے کیا حال چاہی ہے
 ممکن ہے یہاں بھی اس نے میرے ذہن کو غلط راستے پر
 ڈالا۔ وہ دن یہ کچھ نوجوان اتنی دیر سے کیوں نظر آ رہا ہے۔

کمیخت تیکے براؤن بہت مظنک تھا۔ اس نے کون سی بات
 سچ کہی ہے کون سی غلط کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا کوئی
 فرق نہیں پڑتا تھا اب میں آخری جگہ جا رہا تھا۔
 جس ہوٹل میں وہ لوگ مقیم تھے کسی میں داخل ہوتے
 ہی کنور پر بھجات سنگھ نظر آیا جو ہوٹل کے سربراہان پریشیت
 پر دونوں ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا کنور پر بھجات سنگھ نے
 مجھے نہیں دیکھا تھا میں یہ دیکھ کر کافی مطمئن ہوا کہ یہ لوگ
 یہاں موجود ہیں اور میری طویل غیر حاضری سے پریشان ہو کر
 کسی اور جگہ میں نہیں پڑے۔ کنور پر بھجات سنگھ کے نظر جانے
 کے بعد میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں اس کے
 قریب پہنچ گیا کونور نے میری شکل دیکھی تو اس طرح آنکھیں
 پھاڑنے لگا جیسے مجھے پہچانے میں وقت ہودی ہو اور
 پھر اس کے چہرے پر شدید سنسنی ابھرا آئی۔
 ”اوہ مسٹر غزالی۔ آپ، یقیناً یہ آپ ہی ہیں۔“
 ”ہیلو کنور صاحب۔ کیا آپ میری آمد کے سلسلے میں
 مایوس ہوا جس انداز میں میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔“
 ”مسٹر غزالی۔ درحقیقت آپ نے ہمیں سولی پر لٹکا رکھا
 تھا۔ اتنی سخت پریشانی تھی ہم لوگوں کو کہ آپ اندازہ نہیں لگا
 سکتے آپ خیریت سے تو ہیں نا۔“
 ”ہاں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ باقی لوگ تو ٹھیک ہیں نا؟“
 ”ہاں ٹھیک ہیں بالکل ٹھیک ہیں۔ آئیے براہ کرم اندر
 آئیے۔ دلچسپ بات ہے کہ یہ جو شخص میری ہی آنکھیں دہینے
 کا باعث بن رہا ہوں۔“
 ”چلیے،“ میں نے کہا اور کنور پر بھجات سنگھ نے کہ ہوٹل
 کے اندر تو جسے کی طرف چل پڑا اس کے تجسس اور جوش
 سے میں اندازہ لگا رہا تھا کہ یقیناً میرے سلسلے میں یہ لوگ سخت
 پریشان تھے بہر طور کنور مجھے لیے ہوئے اور پری منزل کے
 ایک دروازے کے سامنے پہنچا دروازے پر دستک دی
 اور دروازے کھولنے والے حسن صاحب مجھے کنور پر بھجات سنگھ
 کے ساتھ مجھے دیکھ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور وہ قدم
 پیچھے ہٹ گئے۔
 ”دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا کہ ہم لوگوں کی کیا حالت ہے؟“
 ”غزالی۔ خدا کی پناہ۔ شکایت کا تو سوال ہی نہیں پیدا
 ہوا کیونکہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ تم کن پریشانیوں کا شکار تھے
 لیکن حقیقت یہ ہے کہ تو ان کے آسودہ رہے تھے ہم لوگ
 تمہارے لیے۔ کنور ذرا جلدی سے ڈاکٹر اور کرنل کو سسٹی کو
 اطلاع دو، حسن صاحب نے کہا اور کنور مجھے پھوڑ کر دیا
 سے باہر نکل گئے۔ میں صاحب اور پر سے نیچے نکل گئے
 رہے تھے پھر انہوں نے مسکرا کر کہا۔
 ”بالکل خیریت سے ہونا بیٹھے؟“
 ”ہاں۔ بالکل خیریت سے ہوں۔“ میں نے جواب
 اور اسی وقت ڈاکٹر ظاہر علی اور کرنل آسٹن دیوانہ وار اندر
 ہو گئے۔ کنور پر بھجات سنگھ ان کے پیچھے تھا ڈاکٹر ظاہر
 نے آگے بڑھ کر مجھے ٹھولتے ہوئے کہا۔
 ”کوئی ٹوٹ پھوٹ تو نہیں ہوئی تم میں۔ کہاں
 تھے غزالی بڑا پریشان کیا ہے تم نے ہمیں۔“
 ”چاروں کی شکایتیں سن چکا ہوں۔ اب اجازت
 تو آپ لوگوں سے بھی کچھ گفتگو کروں؟“
 ”بھئی معاف کرنا میں یہ شکایت غمت کی شکایت
 تمہیں شاید اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ ہم دنیا کے ہر فرد
 پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے اور اصل
 نے جو طریقہ کار اپنایا تھا وہ ہمارے لیے بہت ہی بڑی
 تھا اور ہم اس کی وجہ سے زیادہ خوفزدہ تھے کہ کہیں ہم
 مصیبت میں تو نہیں پھنس گئے۔ کوئی ایسی بات تو نہیں
 آئی جس کی وجہ سے تم تمہارا کر عذاب جھیل رہے ہو
 ساری باتیں تمہیں تمہارے لیے پریشان ہونے کی باقی
 تو ٹھیک تھا؟ ڈاکٹر ظاہر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔
 ”آپ کا شکوہ ڈاکٹر ظاہر علی یقیناً ایسی ہی بات
 گئی تھی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”دراصل تمہارے سلسلے میں ذہن اس لیے پریشان
 کہ تم خطرات نیک نوجوان ہوادور مجرمانہ زندگی سے تمہارا کوا
 تعلق نہیں ہے۔ جن حالات میں تم نے اپنے لیے نیت
 کا فیصلہ کیا تھا ہم ان سے متفق نہیں تھے لیکن تمہارے
 فیصلے سے اختلاف بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ظاہر علی نے کہ
 ”اور سونو میرا کچھ بولنا بھی ضروری ہے کیونکہ میں بھی پانچواں
 سوار ہوں۔ آپ لوگوں نے غزالی کو فوراً سوالات کی دھماکہ
 رکھ لیا ہے۔ ممکن ہے انہیں آرام کی ضرورت ہو؟ کنور
 پر بھجات نے کہا۔
 ”ہم نے تمہارے لیے ایک کردہ بک کر رکھا ہے۔ یہ
 آرام کرو گے یا ٹھکے ہوئے نہیں ہو۔ تمہیں ضرور اندازہ
 گا کہ ہم تمہارے لیے کتنے پریشان ہوں گے؟“ حسن
 نے کہا۔
 ”نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

”کیا بیوگے؟“ ظاہر علی نے پوچھا۔
 ”جو دل چاہے منگوائیں گا میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ان لوگوں کی ایسی ہی کیفیت کا متوقع تھا۔
 ”تمہیں تسکرت و تو نا عرض فرم دو کچھ کہ طبیعت اتنی
 خوش ہوئی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ ہماری حالت ان چاروں
 جیسی ہے جن کا شوہر لام پر گیا ہو؟ ظاہر علی نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔ حسن صاحب نے بیل بجا کر ویٹر کو بلا یا اور سب
 کے لیے کافی منگوا لی۔
 ”اصولاً تو کچھ تکلف ہونا چاہیے۔ تم سے کچھ پوچھنے
 میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے لیکن انسان بھت بے حد
 خود عرض ہے اپنی ذات کی صداقتوں سے خود ہی دور ہو
 چکے۔ اس لیے ہماری خواہش ہے کہ تم سے سب کچھ معلوم
 کریں۔“ ڈاکٹر ظاہر علی بولے۔
 ”کوئی حرج نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔ آپ جاپان سے
 کب آئے؟“
 ”رات ہو گئی اور یہاں آ کر رہی۔ ڈراما ہی پر غصہ بھی آیا۔
 کم از کم جاپان میں رہ کر تمہاری غیر موجودگی کی کوفت تو زبردست
 کر لی تھی۔“ ظاہر علی نے جواب دیا۔
 ”جاپان میں کچھ کام کیا۔“ میں نے پوچھا اور کرنل آسٹن
 مسکرا پڑا۔ اس نے کہا۔
 ”بالکل صحیح بات ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ شاید ڈاکٹر ظاہر علی
 یہ بات بھول گئے ہیں کہ ہم چیف کے سامنے ہیں۔ ہم ان سے
 سوالات کا حق نہیں رکھتے بلکہ پہلے ہمیں رپورٹ لینا ہوگی۔“
 ”کرنل کوچی ہیں۔ ڈوسپین نہیں بھولتے،“ میں نے مسکرا
 کر کہا۔
 ”میں چیف ہم سے ہی سوالات کروں گا۔“ ظاہر علی نے
 گہری سانس لے کر کہا۔
 ”جاپان میں آپ نے کیا کیا؟“
 ”کچھ کام ہوا ہے۔ ویٹینی کے بارے میں کوئی پتا نہیں مل
 سکا۔ ہاں اس بوڑھے کی رہائش گاہ کے ایک ملازم سے ملاقات
 ہو گئی۔ اس بوڑھے نے خط الحواس سے بتا چلا کہ بوڑھا ویٹینی
 کے لیے بہت شرم تھا۔ کچھ بوڑھے کا علاج کر رہے تھے اور
 ویٹینی اس پر خوب دولت خرچ کر رہی تھی پھر بوڑھا تم ہو گیا۔“
 ”ملازم ویٹینی کو جانا تھا۔“
 ”ہاں۔ وہ اس کی مالک تھی۔“
 ”وہ کہاں رہتی تھی۔“
 ”ملازم کے بیان کے مطابق کہیں اور۔ اس کے بارے
 میں اسے کچھ نہیں معلوم تھا ہاں بابا لوگ کے بارے میں وہ
 جانتا تھا۔“
 ”بابا لوگ۔“
 ”ویٹینی کے دونوں بیٹے۔ گوئن ہاسکاٹ اور کرنل ہاسکاٹ
 ظاہر علی نے جواب دیا۔
 ”اوہ۔“ میں نے دلچسپی سے کہا۔ ”یہ دونوں جاپان ہی
 میں۔“
 ”ہاں۔ وہ جاپان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ویٹینی
 جب بھی ان کے پاس آتی تو پوچھے کہ پاس ہی قائم کرتی تھی۔“
 ”وہ جس اسکول وغیرہ میں تعلیم حاصل رہے تھے وہاں؟“
 ”تعلیم پوری کر کے وہ وہاں سے جا چکے تھے۔“
 ”ان کا ریکارڈ مل سکا۔“
 ”بے مقصد رہا۔ رہائش گاہ کے طور پر اسی جگہ کاپتا لکھا
 ہوا تھا جہاں بوڑھا رہتا تھا۔ باپ کا نام ولڈ ویل ڈاسکاٹ
 تھا۔“
 ”جو رقومات ان لوگوں کی تعلیمی ضرورتیں پوری کرنے
 کے لیے آتی تھیں ان کی کچھ نشاندہی ہو سکی کہ کہاں سے آتی
 تھیں؟“ میں نے پوچھا۔
 ”کرنل؟“ ڈاکٹر ظاہر علی نے کرنل آسٹن کی طرف دیکھا۔
 ”اب بولو کیا کہتے ہو چیف کے بارے میں۔“
 ”نوجوان ذہین ہے۔ ذرخیز اور پھر سیٹلا۔ ایسا ہی ہونا چاہیے
 بڑی پرمسرت بات ہے۔ کرنل آسٹن نے کہا۔
 ”براہ کرم جواب دیں۔“
 ”دراصل یہ خیال ہمیں اس وقت آیا تھا جب ہم ان مملو
 کے حصول کے بعد جاپان سے لہاسہ روانہ ہونے کے لیے
 پوزول چکے تھے۔ بس یہ شکر تھا کہ اس لحاظ سے فریڈی کوئلے تھے جو ہمیں
 لہاسہ لانے کے لیے تیار تھا بلاشبہ کسٹل رانی گئی اور ہمیں بڑے مشکل پانوں
 قیام کرنا پڑا۔ اس وقت تمہارے اس سوال نے اسی لیے ہمیں
 متاثر کیا ہے کہ جو بات ہم نے اتنی دیر سے سوچی اس کے
 بارے میں تم نے فوراً ہی سوال کر لیا، ڈاکٹر ظاہر علی نے
 کہا۔
 ”جواب چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب۔ جواب چاہیے؟“ میں
 نے کہا۔
 ”ہاں۔ اس کے بعد ایک بار پھر ہم نے اسکول کے
 شریف کو لوگ کو تکلیف دی اور انہیں اس کے لیے پوزار ریکارڈ
 دوبارہ لگانا پڑا جو رقومات اسکول میں ان دونوں کے تعلیمی
 اخراجات کے لیے بھیجی جاتی تھیں وہ مقامی طور پر ہی جاپان

کے مارشل آرس کے ایک ادارے سے اسکول کو موصول ہوتی تھیں۔

”ادارے کا نام۔“

”جی ہوشا۔ لیکن براہ راست جن ہوشا کا ان رقومات سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ وہاں کے ایک انسٹرکٹر سمبوتورا کے ذریعے اس ادارے کو حاصل ہوتی تھیں۔ میں بڑی طرح اچھل پڑا سمبوتورا کا نام یہاں بھی سامنے آ رہا تھا گویا یہ شخصیت بلاشبہ کوئی شخصیت رکھتی تھی۔“

”سمبوتورا اس مارشل آرس کے ادارے سے ہی تعلق تھا یا وہ کوئی اور بھی شخصیت رکھتا تھا؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس کے لیے ہمیں مارشل آرس کے اس ادارے میں جانا پڑا اور وہاں سے جو اطلاعات ملیں وہ مایوس کن تھیں اور اس کے بعد راستہ بند ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر ظاہر علی نے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔“

”سمبوتورا مارشل آرس کا بادشاہ تھا وہاں اس ادارے میں اس پرائمرل شخص کے بارے میں بے شمار کہانیاں پائی جاتی تھیں پھر لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ایک تارک الدنیا رہا ہے جس کے پاس روحانی قوتیں ہیں اور مارشل آرس کے سلسلے میں وہ جس کا کردار کا مظاہرہ کرتا ہے وہ دنیاوی قوتوں سے تعلق نہیں رکھتی۔ سمبوتورا کے بے شمار شاگرد مارشل آرس کے اس ادارے میں موجود تھے بلکہ موجود ہیں اور وہاں اس کی حیثیت ایک دلی کی سی ہے وہ لوگ اس کا نام لے کر اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں۔“

”کیا سمبوتورا کی کوئی تصویر وہاں سے حاصل ہو سکی ہے؟ میں نے بے چینی سے پوچھا۔

”نہیں۔ ہم نے اس کے لیے بھی کوشش کی تھی لیکن پتا یہ چلا کہ مدویش صنعت سمبوتورا بے شمار مقابلوں میں شریک ہوا اور اس نے اپنے ہر مقابل کو چند لمحات میں چت کر دیا لیکن تصویر کھینچوانے کے سلسلے میں وہ سخت محتاط تھا اور جب بھی کبھی ایسی کوئی کوشش کی گئی اس نے نہایت سختی سے اپنے شاگردوں سے کہہ دیا کہ اگر اس کی کوئی تصویر بنائی گئی تو پھر وہ یہاں نظر نہیں آئے گا۔ اس کا احترام کرنے والے اس کے حکم سے اعتراض نہیں کر سکتے تھے چنانچہ سمبوتورا کی تصویر نہیں حاصل ہو سکی اور اس کے بعد سے سمبوتورا کی کہانی تاریخی میں چلی گئی اور ہمیں انتہائی کوششوں کے باوجود اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ مارشل آرس کے اس ادارے میں وہ ایک اجنبی کی حیثیت سے آیا تھا اور وہاں اس نے اس

”جیت کا منتظر بلاوجہ تو نہیں تھا؟“ گنور پر بھارت منگھ ہسکراتے ہوئے کہا۔

”میں یہ کام اچھی کر سکتا ہوں، حسن صاحب بولے۔

”اتنی جلدی نہیں ہے کہہ لیں گے۔ آپ لوگ پور تو نہیں نے کوئی ملال تو نہیں ہوا تھا؟“

”تمہارے علاوہ کوئی پریشانی نہیں تھی؟ حسن صاحب نے کہا۔

”استاد صاحب کچھ آپ کی طرف سے بھی ہو جائے؟“

ہر علی پرمسزاج انداز میں بولے اور میں مسکرایا۔

”میں بھی کوئی تیر نہیں مار سکا سوائے کچھ سنسنی خیز خبروں نے۔ جن میں ایک انسورسنگ خبر بھی ہے؟“

”کیا۔؟“ حسن صاحب چونک بڑے۔

”قادر سے آپ لوگ نہیں ملے۔ وہ میرا یونیورسٹی کا اچھی تھا۔ عین اسی سے جانتے ہیں۔ کچھ ایسے حالات کا کار ہو گیا تھا وہ کہ اسے جرائم کی زندگی کے علاوہ کوئی اور مدگی راس بھی نہیں آ سکتی تھی لیکن ان راستوں کا لاہری ہونے نے باوجود انسان تھا۔ دوستوں کے لیے جان کی بازی لگا دینے

الاکسی لایچ کے بغیر۔“

”تم اس کے لیے تھا؟“ کا لفظ استعمال کر رہے ہو۔“

ہر علی بولے۔

”ہاں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔“ میری آواز بڑا گئی۔

”ارے کیا جواب۔“

”سرحدی محافظوں کے ہاتھوں مارا گیا؟“

”تم۔ تم اس وقت کہاں تھے؟ حسن صاحب نے گھبرا کر پوچھا۔

”اس کے ساتھ ہی موجود تھا۔ ہم جس شکل میں آئے تھے ال کے بارے میں، میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں۔ تم نے ہال کے سرحدی گورنری لیکن خیال سے تبت میں داخل ہوتے ہوئے ہم پر پھینکا پڑا اور ہم گویوں کا شکار ہو گئے میں اتفاق سے بچ گیا، میں نے ہونا تک لمحات کے بارے میں کچھ واقعات سنائے اور سب دم بخورہ گئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اس طرح میں ایک تیز رفتار ٹرین میں گورنر سے بچ سکا۔ ہم شری میں مسٹر اربٹ کی کہانی سنائی اور تراکوٹ کے سفر تک تفصیل بتائی۔

”خدا کی پناہ۔ بڑی مشکلات کا شکار ہوئے تم۔ ہمارے اہل میں خدشات ضرور تھے تمہارے بارے میں لیکن اس حد

تک نہیں۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا؟“

”اگر ایک شناسا ہستی نے مل جاتی تو شاید اتنی جلدی میں

آپ تک نہ پہنچ پاتا؟“

”صاف کرنا جیت۔ تمہارے اس طرح سفر کرنے کا مقصد اچھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر تم جائز طریقوں سے یہاں آتے تو کیا عرج تھا۔ مقصد تو یہی تھا کہ یہاں مشترکہ طور پر کام کریں، گنور پر بھارت نے کہا۔

”مروحہ قادر کے ذریعے میں یہاں یہاں کچھ ایسے لوگوں سے روم شناس ہونا چاہتا تھا جن کا تعلق جرائم کی زندگی سے ہے اور اپنے کام کے لیے وہ تبت کے گوشے گوشے سے واقف رکھتے ہیں خیال تھا کہ ممکن ہے ان میں سے کوئی وہیٹنی سے واقف نکل آئے؟“

”آئیڈیا بڑا نہیں تھا؟ ظاہر علی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”وہ شناسا کون تھا جس نے تمہاری مدد کی؟ حسن صاحب نے دو مہینوں میں ملاخلت کی۔

”یکے براؤن؟“ میں نے جواب دیا جس صاحب اور ڈاکٹر ظاہر علی کے منہ کھلے رہ گئے تھے۔

”وہ۔ تراکوٹ میں۔ تبت میں؟ حسن صاحب نے بمشکل کیا۔

”ادراپ لہاس میں ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ظاہر علی سنسنی خیز رنگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا۔

”یہ انہونی نہیں ہے کہ وہ یہاں موجود ہے۔ حیرتناک بات یہ ہے کہ اس نے تمہاری مدد کی؟“

”دعوت مدد کی بلکہ اب میں اس کا آلہ کار بھی ہوں اور اس کے لیے کام کر رہا ہوں، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”خدا کی پناہ اسے دوبارہ شیشے میں اتار لینا تمہاری کام تھا۔ معمولی بات نہیں ہے وہ تو ہم سب سے بدل ہو کر گیا تھا۔ کیا وہ تنہا یہاں آیا ہے یا۔؟“

”پوری فوج ہے اس کے ساتھ اس وقت بھی اس کے چند فوجی باہر نکل کر رہے ہیں؟“

”دیکھیں۔“ حسن صاحب بولے۔

”فی الحال میری کمد ہے تھے اب آپ کی کریں گے؟ میں نے پرسرور مسکراتے ہوئے کہا۔

”تفصیل ڈیٹر تفصیل بتاؤ بڑی سنسنی خیز خبر سنائی ہے۔ جی خوش ہو گیا ہے اسے ہماری یہاں موجودگی کے بارے میں معلوم ہے؟“

”میں اس کا آلہ کار ہوں اسے یہ اہم اطلاع کیوں نہ دیتا

کر آپ لوگ بھی یہاں مصروف عمل ہیں؟
"نہ۔ واقعی کیا۔ اس کے لیے سنجیدہ ہو گئے؟ طاہر علی نے کہا۔

"ذہین ڈاکٹر کے منہ سے یہ الفاظ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ واقعی یہ شخص دن میں ایک بار جماعت کی کوئی بات ضرور کرتا ہے؟ حسن صاحب نے کہا۔ اور ڈاکٹر طاہر علی ان کی شکل دیکھتے لگا۔ پھر جھنجھلا کر بولا۔

"اب یہ سپیش ختم کرو غزال۔ دماغ چھٹ جائے گا؟"
"میں نے اسے بتایا کہ میری آپ لوگوں سے کھٹ پٹ ہو گئی ہے اور اب میں صرف اپنے لیے کام کر رہا ہوں حالات ایسے تھے کہ اسے یقین آ گیا اور اس نے مجھے اپنے درمیان شامل کر کے اپنے بیشتر اوقات مجھے دے دیے۔ میں نے اسے بتایا کہ آپ لوگ بھی یہاں آچکے ہیں۔ ظاہر ہے آپ کی کاروائیوں کے بارے میں میں نہیں جانتا تھا۔ کرنل آسٹن کے بارے میں، جب میں نے انکشاف کیا تو وہ بد خواص ہو گیا۔ اٹلی کے ایک فوجی باشندے کو ویلیج کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے کسی اور کو کہاں۔ اس نے خواہش ظاہر کی کہ میں اب اس کے لیے دوبارہ آپ لوگوں سے رابطہ قائم کروا دو کسی طرح کرنل آسٹن کے بارے میں معلوم کر لوں۔ چنانچہ کالی ٹگ دو دو کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی ہے اور اس کے آدمی میری اس کارروائی کی کوئی کر رہے ہیں؟

"اودہ گویا یہاں تمہیں ہماری رہائش گاہ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔؟"
"کیسے ہو سکتا تھا۔؟"
"گڈ۔ گویا ڈبل کراس؟ کنور پر جہات نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی بولے۔

"خود اس سے تمہیں کچھ معلوم ہوا یعنی کوئی ایسی بات جو ہمارے لیے کارآمد ہو۔؟"
"بہت سی؟ میں نے جواب دیا۔

"وہ کچھ ٹھوس معلومات لے کر آیا ہے؟"
"آپ نے جو کچھ جاپان میں رہ کر معلوم کیا ہے ڈاکٹر۔ اس سے کچھ مختلف لیکن معلومات اسے حاصل ہو چکی ہیں۔ بظاہر ہر لوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے پاس بھی کوئی ٹھوس پلان نہیں ہے لیکن اسکے براؤن نے حد جلا لاک انسان ہے۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں کیا ہے یہ کون جان سکتا ہے؟" اس نے نہیں کچھ بتایا ہے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"ہاں"

"اور نہیں یقین ہے کہ اس نے تمہیں غلط رہا ہوں پر ڈالنے کی کوشش نہیں کی ہے؟"
"اگر وہ کوئی بہت ہی گہرائی نہیں رکھتا تو بظاہر لوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی اور میری منزل ایک ہی ہوگی۔ اگر وہ مجھے غلط رہا ہوں پر لے جا رہا ہے تو انہیں غلط رہا ہوں پر لے بھی سفر کرنا ہوگا؟"

"گویا اس نے تم پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے؟"
"ہاں محسوس تو یوں ہی ہوتا ہے۔"
"خیر اس کا تجربہ تم نے کر لیا ہوگا۔ ہمیں تمہاری بے پناہ صلاحیتوں پر اعتبار ہے مگر اس کی معلومات کے بارے میں کچھ معلوم ہونے کا چرچا ہے۔ طاہر علی نے کہا۔

"اس بار یقول ان کے وہ بہت سے لوگوں کو ساتھ لیا ہے۔ ان میں میرے خیال میں سب سے خطرناک ایک شخص ہے؟"
"کون۔؟"

"جانگ۔ یہ تبتی باشندہ ہے۔ فرانس کی ایک جیل سے بیکے براؤن اسے نکال کر لایا ہے وہ ایک خطرناک مجرم ہے۔ اسباب بیکے براؤن کا حقیقت مند ہے۔ جانگ ویلیج کی تلاش میں ہے۔ ایک اودہ کہاں بھی بیکے براؤن سنا ہے کہ تبت کی ایک خانقاہ کے ایک مجتہد نے ایک سیاح کو کچھ قلم زبورات اور چاہرے کے ایک آدمی کی تلاش کے لیے مامور کیا تھا۔ اس نے اس شخص کی تصویر بھی اس سیاح کو دی تھی۔ سیاح کسی جانتے

کا شمار ہو گیا۔ زبورات پڑھیں کے ہاتھ لگے اور ان کے بارے میں انکشاف ہوا کہ یہ وہ زبورات تھے جو جرم فرعون نے اٹلی کے جوہریوں سے لوٹے تھے۔ گویا اس خزانے کا ایک حتمی نمونہ سولٹ میں دفن تھا۔ گویا یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچ گئی ہے کہ نمونہ سولٹ کا فریڈناب کراؤم نمونہ سولٹ میں نہیں ہے؟

"میں نے ان لوگوں کی شکلیں دیکھیں سب کے چہرے اتر گئے تھے۔"
"پھر۔؟" ڈاکٹر طاہر علی نے پوچھا۔

"کچھ لوگ وہ خزانہ حاصل کر چکے ہیں؟"
"مگر وہ بیکشور تھا۔؟" کرنل آسٹن نے پوچھا۔

"ممبر تو اسے میں نے انکشاف کیا اور سب کو سنا چل پڑے۔"
"کون۔ کون۔؟" طاہر علی نے ڈرتے لیجے میں کہا۔

"م۔ یو۔ تو اسے میں نے ٹھوڑی میں جواب دیا۔
"یہ نام گویا یہ نام تم۔ تم سن چکے تھے۔؟"
"یقیناً۔ جب آپ نے غزال کے سامنے یہ نام لیا تھا تو میں نے انہیں چوکے ہوئے دیکھا تھا؟" کنور پر جہات نے جواب دیا۔

"جواب دیا۔"

"اودہ میرے خدا کہاں تو اچھی ہی چلی جا رہی ہے۔ سمجھو تو کہے پاس وہ زبورات کہاں سے پہنچے؟"
"یہ بات تو پہلے ہی ہوئی تھی اب مجھے ہی لگا کر لیں۔ جب پہلے میں الجھا ہوا تھا کہ سمجھو تو ان سے اودہ یہ زبورات اس کے پاس کہاں سے آئے۔ لیکن آپ نے اس کا جواب پیش کر دیا ہے؟"

"یعنی۔؟"
"سمجھو تو ویلیج کے لوگوں کی گہراشت کر ہاتھ کیا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ ویلیج کا آدمی ہے؟"
"ہاں۔ بیشک؟ حسن صاحب بولے۔

"گویا ویلیج وہ خزانہ وہاں سے نکال چکی ہے؟"
"یہ بات تقریباً طے شدہ ہے؟"
"پھر تم کیا کریں گے۔؟" کنور پر جہات بولا۔

"جو کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے ویلیج سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ حکومت اٹلی کی مجرم ہے بلکہ کئی حکومتوں کو ان کی تلاش ہے۔ ویلیج پر گرفت کی جا سکتی ہے بشرطیکہ ہم لگے ہاتھ لگ جائے۔؟" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"بہت مشکل ہے۔ یہ حد مشکل؟ حسن صاحب نے مایوسی سے کہا۔
"مشکل ضرور ہے تا مکن نہیں ہے؟" ڈاکٹر طاہر علی نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔

"ار اہب سمجھو تو اسے جو تصویر اس سیاح کو دی تھی جانتے ہیں وہ کس کی تھی؟" میں نے کہا۔

"کس کی تھی۔؟"
"پورٹے یا ہاک؟" میں نے کہا۔ اور حسن صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سر کر لیا۔

"بس غزال بس۔ اب دماغ چھٹ جائے گا۔ خدا کے لیے بس۔ انہوں نے میری بھائی بھائی کوئی اور نہیں کہا۔ کنور پر جہات کرنل آسٹن اور ڈاکٹر طاہر علی بھی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

تقریباً وہ ایک مکمل خاموشی رہی پھر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔ "بیشک معاملات پر اسرار ہیں۔ سمجھو تو انہیں ہے اب ویلیج کے ان آدمیوں میں سے جو کچھ دست راست ہیں۔ یہ کام ایک اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ ہمیں بہت تمہیں باریک چاہیے۔ حسن۔ ویلیجی خود اس خزانے کو نہیں ہمیں کر سکتا۔ اگر وہ اسے نمونہ سولٹ سے حاصل کر چکی ہے تو اسے اس میں سے ہمارا حصہ دینا ہوگا؟"

"جودل چاہے فرض کر سکتے ہو ڈاکٹر۔ ایک درخواست

میں بھی کہوں گا؟ حسن صاحب نے کہا۔
"کیا۔؟"

"میں اس خزانے سے دست بردار ہوتا ہوں میں پہلے بھی اس میں جنون کی حد تک دلچسپی نہیں لے رہا تھا ویسے بھی میں اس سلسلے میں کسی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے اپنی صلاحیتوں کا احساس ہے تم لوگ اگر چاہو تو اپنا کام جاری رکھو میں پورے خلوص سے یہ بات کہہ رہا ہوں؟"

"اب اتنا پریشان ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے حسن۔ خزانے کا حصول کیا ہے بس ایک تفریح جو میری ہے اسے جاری رکھو دوستوں کا ساتھ بھی رہے گا تم خواہ مخواہ الجھ رہے ہو؟" طاہر علی نے کہا۔

"بیکے براؤن سے میری براہ راست ٹھن جائے گی۔ اور پھر سنو میں پورے خلوص سے کہہ رہا ہوں۔ غزال اگر چاہیں تو بعد خلد میں انہیں اس کام کو جاری رکھنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ تم لوگ بھی اپنا مشن جاری رکھو۔ میں ایک اور دستاویز منبھالے لیتا ہوں؟"

"کیا۔؟"
"کنور چاہیں تو ابھی کچھ گھریلو دستاویز لائے مجھے مونپ ویں اور شا کا خیال رکھوں گا۔ ہما بیٹی تو خیر میرے پاس ہی ہے۔ تم لوگ یقین کر کے کہ میں پورے خلوص سے یہ بات کہہ رہا ہوں؟"

"خیر اس موضوع پر ہم بند نہیں گفتگو کریں گے۔ ان حالات کی روشنی میں غزال اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔؟"
"دوستی ہی دوستی ہے؟" ڈاکٹر سمجھو تو اس کی تلاش۔ ویلیج کی تلاش۔ کرنل جانی تو پھر خزانے کی تلاشیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فرض کر دو حسن۔ چلے جائیں تو تمہارا کیا پروگرام ہے گا۔؟"
"جو آپ لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہو؟"

"میں ایک بات اور کہوں۔ میں واپس چلا جاؤں۔ ہوں غزال میری نمائندگی بھی کریں گے؟"
"کیوں غزال۔؟"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے؟" میں نے جواب دیا۔
"غزال بیٹے جس کام سے میں الجھ رہا ہوں اسے سر طرت انجام دے سکتا ہوں تم خود جو خواہ مخواہ کی حد تک پوچھیں یا ذل گھا، تم سب کے لیے تم لوگ اپنا کام جاری رکھو میں اس معاملے میں واقعی بڑول ہوں؟"

"ٹھیک ہے حسن صاحب۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو ہم آپ کو مجبور نہیں کریں گے۔ میں آپ کی سیٹھی بھی منبھالے لیتا ہوں؟"

نے کہا۔
 ”مجھ سے جو مہارت تمہیں حاصل ہو سکتے ہیں وہ سب حاصل ہوں گے جیسے ماہر گارٹننگ۔ وہ اب تمہارے احکامات کی تعمیل کرے گا۔ تم چاہو گے میں اس سے تمہاری ملاقات کر دوں گا؟“
 ”اس کے لیے رکن پڑے گا۔ بہر حال حالات پوری طرح آپ لوگوں کے علم میں آچکے ہیں اب جو بھی متفقہ فیصلہ ہو“ میں نے کہا۔
 ایک باہر خفا مشی چھا گئی تھی۔ سب ہی ان واقعات کے طلسم گرنا بھرتے ڈاکٹر طاہر علی نے اس طلسم کو توڑا۔ ہم اس سلسلے میں حیرت کے فیصلے کے ہی منتظر ہیں۔ حسن بھی اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ چیف آپ آگئے ہیں ہمارے لیے جو حکم بھی ہو۔“
 ”میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب حسن صاحب کو مجبور کرنا درست نہیں ہوگا میں ان کی جگہ ہوں۔ حالات واقعی انتہائی پیچیدہ رقم رکھتے ہیں اور کوئی بات یقینی نہیں ہے جس صاحب کے ذریعہ جانگ سے ملاقات مناسب رہے گی لیکن طاہر علی صاحب یہ ملاقات آپ کریں میرا غائبانہ تعارف ضرور کراؤں اس سے بنا کہ جب مجھے اس کی ضرورت پیش آئے تو میں اس سے کام لے سکوں۔ یکے برآؤں سے میں مسلسل رابطہ رکھتا ہوں اور اسے یہ یقین دلواتا ہوں کہ میں اس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اس طرح اس کی مصروفیات بھی علم میں رہیں گی لیکن بے کوئی بات اسے ہم سے پہلے معلوم ہو جائے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ براؤن کے آدمی آپ کا تعاقب بھی کر سکتے ہیں۔ محتاط رہنا سخت ضروری ہے۔“
 ”میں جانگ سے سمجھتا ہوں کہ اس سے ہمیں پوچھوں؟“
 طاہر علی نے کہا۔
 ”ہاں ضرور۔ اس سے بات کریں؟“
 ”تمہارا آپ کیا پروگرام رہے گا؟“
 ”میں دوبارہ آپ میں شامل ہو گیا ہوں لیکن جس صاحب نے اس بات کی شدید مخالفت کی ہے جبکہ آپ لوگ میرے حق میں تھے اور اسی وجہ سے جس صاحب ہمارا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ بات ذرا دن وار ہو جاتی ہے جبکہ جس صاحب جانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو دوسری شکل اختیار جاتی۔ اس کے علاوہ کرنل اسٹون کی معلومات بھی یکے برآؤں کو پہنچانی جائیں گی تاکہ میں اس کا اعداد حاصل کر سکوں۔“
 چیف جس طرح مناسب سمجھیں، ڈاکٹر طاہر علی نے

کہا۔ چند لمحوں کا خاموشی کے بعد طاہر علی نے کہا۔ ”ابھی چلے جاؤ گے یا تمہارے ساتھ بھی کچھ وقت گزار دو گے۔“
 ”ایک اور دن یہاں رک جانے میں کوئی حرج نہیں؟“
 ”میں تمہارا کمرہ کھلانے دیتا ہوں۔“ طاہر علی نے کہا۔
 ”ہرگز نہیں۔ کسی کے ساتھ ٹیگہ جاؤں گا اس کمرے کو چھوڑ دوں۔“ میں نے کہا۔ اور طاہر علی نے گردن ہلا دی۔ ”تمام لوگ میری سلامتی سے خوش تھے۔ بہت سی باتیں ہوئیں اور پھر رات ہوگئی۔ کھانے کے بعد جس صاحب سے تنہائی میں بات چیت ہوئی۔“ میں اس مسئلے میں سنجیدہ ہوں غزالہ۔ یہ معلومات ان لوگوں کے حوالے کر دو اور خود ان سے معذرت کر لو ہمیں خزانے کی ضرورت نہیں کتنی پریشانیوں اٹھانی پڑی ہیں تمہیں۔ اگر خدا عز و جلال کا ارادہ ہو تو ہنگامے میں نہیں بھی کوئی نقصان پہنچ جائے تو کیا ہوتا، اپنے بچوں کو میز بھگانے کے قابل نہ رہتا۔ لعنت ہے ایسے خزانے پر جہاں تخت کا پتلا ہی اس سے۔ اگر تمہارا ہات خود اس میں دوپٹی رکھتے ہو تو میں تمہیں نہیں بھرتا۔“
 ”اس کام کو میں آخری حد تک جاری رکھنا چاہتا ہوں جس صاحب اگر آپ کی اجازت ہو، میں نے کہا۔
 ”نہیں۔ میں تمہیں صرف اس لیے روکنا چاہتا ہوں کہ میں خود بھی اس مسئلے میں کام نہیں کر رہا جبکہ میں خود ہی تمہیں اس طرف متوجہ کیا ہے حالات کی اس قدر پیچیدگی کا مجھے بھی اندازہ نہیں تھا۔ بہر حال تم اگر دلچسپی لے رہے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں خود کو اس قابل نہیں پاتا نہیں اندازہ ہوگا کہ میں بہت عرصے سے الجھ رہا ہوں۔“
 اسی لیے میں نے بھی آپ کو روکنے پر اصرار نہیں کیا۔
 ”لیکن جو مسکاتوں ایک آؤدھ دن میں ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ جانگ کو میں خفیہ طور پر ہدایت کر دوں گا کہ وہ صرف تمہارے احکامات پر عمل کرے۔“
 ”ٹھیک ہے۔ کل صبح کو میں نکل جاؤں گا۔ آپ اگر کوئی غیر موجودگی میں بھی چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ واپسی پر ملاقات ہوگی۔“
 بہت دیر تک جس صاحب سے گفتگو ہوتی رہی دوسرے لوگوں کے آجانے پر یہ سلسلہ منقطع ہوگا۔ طاہر علی نے کہا میں نے تو بہت کوشش کی لیکن کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے میں ناکام رہا جو تمہاری عزائم کو پورا کرے۔“
 ”براہ کرم آپ ایسی کوشش نہ کریں۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

دوسرے دن ناشتے کے بعد میں ان سے رخصت ہو کر چل پڑا کٹھن کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں تھی یہاں تک آتے ہوئے بھی میں نے تعاقب کو نگاہ میں لانے کی کوشش کی تھی لیکن اب تو وہ کچھ نوجوان بھی نظر نہیں آتا تھا بہر حال اس کی کوئی فکر نہیں تھی۔ ہر دن میں کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ غصے ندرت کا خیال آیا۔ بچا پاکہ اس کے بارے میں معلوم کر لیں کہ وہ خود کہاں ہے۔ اس خیال کی تکمیل سے خود کو باز نہ رکھ سکا۔ اور باہر نکل آیا۔ موسم ابر آور تھا اور جمیل میں شکار سے تیر رہے تھے۔ سات فیر کا شکار غالی ایک کنارے سے لگا کھڑا تھا۔ دفعتاً مجھے وہی ویرس یاد آئی اور میں سروں شکاروں پر نگاہ ڈالنے لگا۔ لڑکی کو بڑی مشکل سے پہچانا تھا۔ کوئی کیمیا کی لڑکیاں بڑی حد تک ہمیشگی میں یا پھر تک رہی تھیں۔ وہ سروں شکار سے پرہیز تھی۔ اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ کنارے پر اتری تو میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ ”ہیلو۔“
 ”یہیں پلینڈے لڑکی خوشن اخلاق سے بولی۔
 ”کل تم نے سات فیر کے شکار سے پرہیز کیا؟“
 ”یہ غلام دیا تھا۔ میں نے کہا۔ اور ویرس خور کرنے لگی۔ چھپر لنگھتی۔“
 ”تمہیں یاد ہے یا نہیں۔“
 ”میں سمجھتی تھی کہ اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔“
 ”اچھا۔ بتاؤ یہ شکار سے صرف ہرٹل میں مقیم تھا۔“
 ”کے لیے ہیں یا باہر کے لوگ بھی انہیں حاصل کر سکتے ہیں؟“
 ”نہیں جناب۔ کوئی بھی جہاں انہیں حاصل کر سکتا ہے۔ وہ جو ہرٹل میں آئے۔“
 ”اوہ۔ اچھا ٹھیک ہے شکریہ۔“
 ”میں کوئی خدمت کر سکتی ہوں؟“
 ”نہیں مجھے اسی لڑکی کی تلاش تھی۔ شکریہ۔“ میں نے کہا اور ویرس آگے بڑھ گئی۔
 ”یکے براؤن سے ابھی نہیں ملنا چاہتا تھا۔ کچھ وقت گزار لینا مناسب سمجھا اور پھر تیرا دن اسی ہرٹل میں گزارا۔ دوسرے لوگوں کو بھی میں نے ہدایت کر دی تھی کہ کٹھن میں مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ دوسرے دن میں لہا مار دیکھنے نکل پڑا۔ ایک اونچی زندگی میرے سامنے تھی۔ ہندو اور کچھ یہاں بہت زیادہ تھے ان کے کا دیار خوب چل رہے تھے بعض علاقے تو ہندوستان ہی معلوم ہوتے تھے۔ شام تک اس زندگی کا تجربہ کرتا رہا۔ شام کو میں نے طاہر علی و میز سے ملاقات کی ان کے ساتھ رات کا کھانا کھا لیا اور پھر کٹھن واپس آ گیا۔“

کمرے میں داخل ہوا تھا کہ ایک ویرس بیٹھ میں چوٹ لکھے ہوئے اندر آگئی۔ میں نے چوٹ اٹھا کر چوٹ تو کھاتا تھا۔
 ”کافن میں انتظار کر رہا ہوں۔ براؤن۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”یکے براؤن انتظار نہ کر سکا۔ کافن کے بارے میں اس نے مجھے تفصیلات بتادی تھیں۔ حالانکہ ابھی اس سے نہیں ملنا چاہتا تھا لیکن اب میں نے بلایا تھا۔
 ہرٹل سے باہر نکلا تو ایک میکیسی میرے پاس آکر رک گئی۔ اسٹیئرنگ پر وہی کچھ نوجوان تھا۔ اس نے جلدی سے بچھلا دروازہ کھول دیا۔ ”آئیے صاحب جی۔“
 ”کہاں سے جاؤ گے۔“ میں نے اسے مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”کافن؟ اس نے جواب دیا۔ اور میں گہری سانس لے کر میکیسی میں بیٹھ گیا۔ میکیسی چل پڑی۔ ڈرائیور خاموش تھا۔ میں نے بھی اس کے کوئی بات نہیں کی تھی۔ راستے خوب بڑھتی تھیں۔ میکیسی نے طویل فاصلہ طے کیا تھا۔ راستے میں کئی چھٹان بھی تھا لیکن کافن جہاں واقع تھا وہاں خوب رونق تھی۔
 عجیب جگہ تھی۔ میں اندر داخل ہوا تو ایک سا احساس ہوا۔ یوں لگا جیسے کسی قدیم مقبرے میں آ گیا ہوں۔ فضا میں خوشبو میں رچی ہوئی تھیں لوگ موجود تھے کچھ کوئی آواز نہیں تھی۔ ہرٹل کی شکل بھی کسی تباوت جیسی تھی۔ پتلی راہداریاں جنہیں وادی وسطی ساتھ ساتھ چل کرٹے نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے درمیان کٹھن تھی۔ نہ جانے کون سے نظریے کا اظہار کیا گیا تھا۔ پھر ایک کھلی جگہ آیا۔ اور پھر ایک گوشے میں شمع جلنی نظر آئی یہ شمع ایک میز پر رکھی ہوئی تھی اور اس کے گرد کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔ قریب پہنچ کر یکے برآؤں اور جولیا کو پہچان لیا ایک میسرلا شخص بھی تھا جو میرے پہنچنے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ کوئی سفید نام ہی تھا۔ وہ کچھ کہے بغیر چلا گیا۔ اور یکے برآؤں نے خوش اخلاق سے میرا استقبال کیا۔ جولیا بنا ہی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ”بیٹھو گا زالی۔ کیسے ہو۔“
 ”بالکل ٹھیک۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”کھانا تو کھا چکے ہو گے۔ یہ بتاؤ کیا پیو گے؟“
 ”اب کچھ نہیں وقت بہت ہو چکا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”انسان کی چھلنے شادی تم نے نہیں کی۔ وہ بدمذہب چیز ہے کچھ کرو لکھو۔“ یکے برآؤں نے کہا۔ اور میز پر کھلی کھل پیر ہاتھ مار دیا۔ ویرس نے چند لمحات میں کرسٹل کے خوبصورت چنگ اور گلاس میز پر سجا دیے تھے۔ جولیا اس دوران بالکل خاموش

رہی تھی۔ چائے واقعی عمدہ اور عجیب تھی۔ اس کے چہرے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے براؤن نے کہا۔ "کیا رہا۔؟"
 "آپ انتظار نہیں کر کے مسٹر براؤن! میں نے جینکے سے کہا۔"

"بالکل محسوس نہ کرنا میں نے جینی تھی؟"
 "اس کے باوجود کہ آپ کے آدمی میرا مسلسل تعاقب کر رہے تھے؟ میں نے کہا۔"

"کیا مطلب؟" "میکے براؤن آہستہ سے بولا۔
 "اس میں کوئی حرج نہیں تھا مسٹر براؤن یقیناً آپ نے ان لوگوں کو یہ ہدایت بھی دی ہوں گی کہ اگر میں کسی انجمن میں بیٹس جاؤں تو میری مدد کریں؟"
 "کن لوگوں کی بات کر رہے ہو؟"

"ان میں یہ بھی تھا جو مجھے یہاں لایا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ اطمینان یوں تھا کہ میں خانقاہ تھان لوگوں کے ذریعہ آپ کو صورت حال معلوم ہو گئی ہوگی؟"
 "تم شاندار ہو گا زالی۔ ذہن اور جس مجھے مسلسل شہرت مل رہے ہیں؟" میکے براؤن نے فوراً پیشتر بدل لیا۔

جولیانے طبعیے لیتے گھونٹ لے کر اپنا گلاس خالی کر دیا تھا۔ پھر وہ غمگین بولی۔ "آپ تو وہی بے اعتمادی کی فصاحتیں پیدا کر رہے ہیں ڈیڑھی؟"
 "اوہ۔ نہیں جولی۔ یقین کر دو وہ سب گا زالی کے خفیہ مددگار تھے؟" میکے براؤن بولا۔

"جولی۔ اس کا خیال مت کرو۔ بلا مسٹر براؤن ان لوگوں سے میری ملاقات ہو گئی ہے۔ آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرے اور ان کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے؟"
 "ارے نہیں اب اس حد تک بھی نہیں۔ نہ میں نے اس کی کوشش کی۔ خدا کی قسم ایسی کوئی بات نہیں؟ براؤن جلدی سے بولا۔

"وہ سب متعجب رہ گئے تھے۔ چار افراد ہیں۔ کنویر بھات سنگھ کرنل آسٹن، حسن صاحب اور طاہر علی۔ حسن صاحب مجھ سے سخت برکشتہ ہیں انہیں اس پر بھی اعتراض ہے کہ میں بہت میں کیوں موجود ہوں۔ میں ان کے خیال میں آسٹن کا سانپ ہوں۔ کیونکہ ایک غیر متعلقہ شخص ہونے کے باوجود صرف ان کی وی ہوئی اور رعایت کی وجہ سے میں ان معاملے میں ملوث ہوا ہوں اور مجھے حق نہیں پہنچتا کہ میں ان بڑے لوگوں کی برابری کروں؟ میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ بڑے لوگ؟" میکے براؤن نے طنز یہ کہا۔

نے کہا کہ انہیں مجھ پر اب ذرا بھی اعتبار نہیں ہے۔ میں نے افسانہ تاحہ رہ کران کے سینے میں پھنکا گھونپا ہے اور یقیناً ان کے ذریعے معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی میں نے بڑھے بابا کو وہاں سے غائب کرایا ہے۔

حسن صاحب سخت برکشتہ تھے جبکہ کنویر بھات اور کرنل آسٹن بھی انہیں سمجھا رہے تھے، لیکن وہ کسی طور ماننے کو تیار نہیں تھے، یہاں تک کہ ڈاکٹر طاہر علی ان سے کچھ تلخ ہوا گیا۔ اس نے کہا کہ وہ کسی بھی سلسلے میں کوئی کیلٹر فیصلہ قبول نہیں کرے گا، حسن صاحب کو تمام لوگوں سے تعاون کرنا چاہیے۔ جس شخص صاحب نے ان سے کہا کہ وہ کسی خزانے وغیرہ سے کوئی ٹیپھی نہیں رکھتے صرف دستوں کا ساتھ تھا جس کی بنیاد پر وہ یہاں تک آگئے، وہ وہاں ہی بھی جا سکتے ہیں؟

"خوب خوب۔ واقعی دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی۔ پھر؟" میکے براؤن نے پوری پوری دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"بس میں نے بھی کسی طرح اپنی کمزوری کا اظہار نہیں کیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں اتنا بے حسرت بھی نہیں ہوں جتنا وہ سمجھ رہے ہیں اور نہ ہی میں ان کے پاس کسی راز سے پھنچا ہوں، میں تو اتفاقاً طور پر ہی ادھر نکل آیا تھا اور کنویر بھات سے میری ملاقات ہو گئی تھی۔ پھر طور و دستوں کے اصرار پر حسن صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ پھر میں نے ان لوگوں سے جلنے کی اجازت چاہی، ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے پوچھا کہ اگر وہ مجھ سے دوبارہ ملاقات کرنا چاہیں تو کہاں ملاقات کر سکتے ہیں؟ اس پر میں نے انہیں کنکیشن کا پتا بتا دیا، بس اتنی ہی گفتگو ہوئی ہے میرے اور ان کے درمیان؟ میں نے کہا اور میکے براؤن پر بخیاں اٹانے میں گردن ہلانے لگا، تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔

"میرے باز سے میں کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا گا زالی۔ اگر تمہیں ان لوگوں پر اعتراض ہے جو تمہارا تعاقب کرتے رہے ہیں، تو ان کے لیے آتا ہی جس کو کہ تم غلط فہمی کا شکار ہو، اپنی نگاہ سے تمہارے لیے، اگر کسی انجمن میں بیٹس جاؤ گے تو تمہیں بروقت اطلاع دیا جائے گی؟"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر میکے براؤن، لیکن اس طرح لہجے یا احساس ہوا کہ آپ ان تمام تر باتوں کے باوجود مجھ سے مطمئن نہیں ہیں۔"

"ڈیڑھی مجھے بھی آپ سے یہی شکایت ہے آپ کچھ بھی کہیں لیکن یہ کارروائی ہر طرح سے غیر اخلاقی تھی جو لیانے ملاقات کرتے ہوئے کہا۔"

"ذہان کے کیوں تم لوگ میرا مقصد نہیں سمجھ رہے گا زالی پر مجھے مکمل اعتماد ہے اور جو لوگ اس کی نگہبانی کر رہے تھے انہیں ہدایت تھی کہ جس وقت بھی گا زالی کسی انجمن کا شکار ہو اس کی مدد کی جائے؟"

"اس کے باوجود ڈیڑھی۔ گا زالی جبر نہیں چاہتے وہ کیوں کیا جا رہے؟"

"ٹھیک ہے اب نہیں ہو گا۔ اس چھوٹی سی بات کو مسئلہ بناؤ۔ گا زالی یا یزید صرف میری تشویش تھی اگر تم نے اسے محسوس کیا ہے تو سمجھو، آئندہ ایسا نہیں ہو گا؟"

"میں مطمئن ہوں مسٹر براؤن؟ میں نے جواب دیا۔
 "کیا پروگرام ہے اب۔؟"
 "آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں؟ میں نے کہا اور میکے براؤن کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"وہ لوگ کسی حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس بارے میں تو کچھ نہیں معلوم ہو گا؟"

"اس کی کوئی بات ہی کہاں آئی۔؟"
 "اب آئے گی، تمہیں بڑی محنت سے پناہ کار اور انجام دینا ہے۔ ان لوگوں پر یہ ظاہر کر دو جیسے تم کچھ پراسرار کارروائیاں کر رہے ہو، لیکن اس طرح کہ وہ غیر محسوس انداز میں اس سے روشتناک ہوں۔ اس طرح کہ ذمہ ڈاکٹر طاہر علی تم سے فزور متاثر ہو گا اور تمہیں اپنے درمیان جگہ دینے پھر مجھ جانے گا۔ تم خود ذہین انسان ہو۔ حالات کے تحت کارروائی کر سکتے ہو۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کی ملامت حاصل کروں۔ اور خاص طور سے۔ گا زالی کسی طرح یہ کرنل آسٹن ہمارے ہاتھ نہیں آسکتا؟"

"مشکل ہے۔ وہ کنویر بھات کا دوست ہے۔ میں نہیں جانتا کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟"

"چلو چھوڑو ان باتوں کو لیکن ان میں داخل ہو کر تم کرنل آسٹن سے اس کی معلومات کو حاصل کر ہی سکتے ہو؟"

"ہاں۔ میں اس میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا؟" میکے کہا۔
 "اوکے۔ جا تک کی واپسی سے پہلے تمہیں یہ کام کر لینا ہے۔ ممکن ہے جا تک کے آسنے پر ہمیں یہاں سے کہیں باور دینا پڑے؟"

"جا تک سٹائٹس تاریخ کو واپس آئے گا نا؟"
 "ہاں؟"

”میرے خیال میں اس وقت تک میں کامیاب ہو جاؤنگا“
”میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا گو ہوں کیجیے براؤن
نے کہا۔“

”مجھے اجازت۔“ میں نے پوچھا۔
”اب اس وقت جا کر کیا کرو گے۔ صبح کو چلے جانا“
جولیانے کہا۔

”میں جوں مناسب نہیں ہوگا۔ ڈاکٹر طاہر علی کسی بھی
وقت مجھے فون کر سکتا ہے“

”ہاں جوں بگاڑا لڑائی ٹھیک کہتے ہیں۔ اؤکے کاڑالی ہیری
سنگھ باہر موجود ہے وہ تمہیں کنٹین پھوڑے گا جیسے براؤن
نے کہا۔ جولیا باہر تک میرے ساتھ آئی تھی۔“

”کچھ ناراض ناراض نظر آ رہی ہو جوں۔“
”ناراض نہیں ہوں۔ پریشان ہوں۔“
”کیوں۔“

”جو جانتے تم سب پر کیا دیوانگی طاری ہو گئی ہے۔
عیش و آرام سکون کی زندگی چھوڑ کر ان ہنگاموں میں الجھ گئے
ہو۔ ڈیڈی بھی پاگل ہو گئے ہیں اور دوسرے سب بھی۔ میں
تمہاری بددلی نہیں برداشت کر سکتی ہوں گتا ہے جیسے۔ جیسے
تم ان ہنگاموں میں کم ہو جاؤ گے۔ مجھے حاصل نہ ہو سکے گا“

”اب اس حد تک آگے بڑھ آئے ہیں جوں تو کچھ وقت
اور یہی تم خود کو بھٹانے دکھو“

”چنانچہ نمبر بتاؤ“ جولیانے کہا۔ میں نے ایک لمحہ فور
کیا اور پھر جولیا کو فون ممبر سے دیا۔ اس کے بعد ہی سنگھ
کے پاس پہنچ گیا۔ ہری سنگھ تیار تھا اس نے جلدی سے ٹیکسی
کا دروازہ کھول دیا۔ کنٹین تک کا سفر خاموشی سے طے ہوا
تھا نہ ہری سنگھ نے مجھے کوئی بات کی تھی نہ میں نے۔

کنٹین پہنچ کر اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ رات بہت
گزر چکی تھی، بستر میں گھس گیا۔ دماغ کو اب انجنیں برداشت
کرنے کی عادت ہو گئی تھی اس لیے نیند نہ آنے میں کوئی وقت
نہیں ہوتی۔

دوسری صبح بھی دس بجے آنکھ کھلی تھی۔ شکر تھا کسی نے
ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ غسل سے فارغ ہو کر ناشتہ طلب کر لیا۔
ڈسٹرب نے بتایا کہ میرے لیے فون کال تھی۔ آپریٹر نے آئی سے
میرے بارے میں پوچھا تھا تو ڈسٹرب نے کہہ دیا کہ میں ابھی
سو رہا ہوں۔ کال آپریٹر نے نوٹ کر لی ہے۔

”تمہارے ان تعاون کا شکریہ ڈیڑھ“ یوں نے کہا۔
ناشتے سے فارغ ہو کر ہی میں نے آپریٹر سے رابطہ

نام کیا تھا۔ ”جی ہاں جناب۔ مسٹر طاہر علی کی کال تھی فون پر کچھ
آپ انہیں فون کر لیں؟“ آپریٹر نے جواب دیا۔

”شکریہ آپریٹر“ میں نے جواب دیا۔ اور فون بند کر کے
صوفے کی پشت سے ٹھک گیا۔ فیصلہ کرنا تھا کہ اب کیا کرنا ہے
طاہر علی سے ملاقات کی جائے۔ جیکے براؤن کے بارے میں
کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ مکار انسان تھا۔ طاہر سے وہ قیامت
تک میری طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ ہونا بھی نہیں
چاہیے تھا خود میری نیت ہی کو نشی ٹھیک تھی۔

وہیے درحقیقت حسن صاحب کا ان معاملات سے
نکل جانا ہی بہتر تھا۔ وہ شریف آدمی تھا ایسے منگاموں سے
گھرانے تھے۔ اگر حالات خطرناک رخ اختیار کر گئے تو سب سے
زیادہ نقصان انہیں ہوگا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کے علاوہ مجھے
کسی کی پروا نہیں تھی سب اپنی مرضی کے مانگ تھے اور اپنی حفاظت
کے ذمہ دار تھے۔ حسن صاحب کی مخالفت مجھ پر فرض تھی کیونکہ
وہ میرے محسن تھے اور محسن کے والد تھے۔ محسن میرے لیے
بڑی حیثیت رکھتا تھا اور تنویر۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو گئی تو حسن صاحب
کی وجہ سے سوچنا پڑے گا اگر وہی اس کھیل سے نکل جائیں تو پھر
میں آزاد تھا۔ میرا کیا تھا آگے ”نا تھ تھی تمہیں“ پکا۔ جوں
چاہے گا اپنی مرضی سے کروں گا۔

ندرت کے سلسلے میں، نہ جانے کیوں آج تک میں
کسی کے سامنے زبان نہیں کھول سکا تھا۔ بعض اوقات تو یوں
محسوس ہوتا تھا جیسے ندت سے غیر محسوس انداز میں میری زبان
پر تالا لگا دیا ہو۔ یہ سوچ کر ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا لیکن
فور کرتا تو خود ہی اپنے خیال کی نفی کر بیٹھی۔ ایسی کوئی بات نہیں
تھی۔ میں خود ہی ندرت کو دوسروں سے چھپائے ہوئے تھا۔
اس کا کردار ہی ایسا تھا کہ اسے کوئی نقصان پہنچانے کو بھی
نہیں چاہتا تھا۔

بہر حال حسن صاحب کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں تھا جس
کی وجہ سے مجھے پریشانی ہوتی۔ میں نے لیا س تبدیل کیا اور باہر
نکل آیا۔ ایک ٹیکسی مجھے کے مطلوبہ جگہ چل بیٹھی۔ راستے میں
خیال آیا کہ میرے ذریعہ جیکے براؤن کو ان لوگوں کے بارے میں
بھی معلوم ہو چکا ہے۔ اس لیے یہ یقینی امر ہے کہ اب ان لوگوں
کی بھی نگرانی ہو رہی ہوگی۔ یاد نہیں آیا کہ میں نے اس سلسلے
میں انہیں ہوشیار کیا تھا یا نہیں۔

تعمیری دیر کے بعد میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ سب نے
میرا استقبال کیا تھا۔ اور پھر ہم ایک کمرے میں جمع ہو گئے۔
”یہاں سے جانے کے بعد کہیں گئے تھے۔“ طاہر علی

نے پوچھا۔
”میں نے پوچھا۔“
”آپ کو یہ خیال کیسے آیا۔“ میں نے چونک
کر پوچھا۔

”اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔ صبح کو دیر تک سوتے رہے
تھے اس لیے پوچھ رہا تھا۔ یا پھر پونہی رات کو جاگتے رہے تھے۔“
”نہیں آپ کا خیال درست ہے۔ جیکے براؤن سے صبر
نہیں ہو سکتا تھا“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ گریا۔“
”ہاں رات ہی کو اس نے مجھے بلوا بھیجا تھا۔ میں نے
آپ لوگوں سے کہا تھا کہ اس کے آدمی میرا مسلسل تعاقب کر
رہے ہیں۔ اسے معلوم ہو گیا کہ میں آپ سے مل چکا ہوں۔“

”گڈ۔ کیا کہنے لگا۔“
”وہی سب کچھ جو اسے کہنا چاہیے تھا۔ میں بتا چکا ہوں
کہ میں نے آپ لوگوں کے بارے میں اس سے کیا کہا تھا۔ میں
اسی کی رد دینی میں اس سے بات ہوئی۔ ہاں ایک سوال کا جواب
دیا۔ اس دوران آپ لوگوں کی کامیاب روایت رہی۔“

”کس دوران۔“ میں نے پوچھا۔
”مجھے سے ملاقات کے بعد“

”غالباً کچھ بھی نہیں۔ ہم لوگوں نے یوں بھی خود کو دکھ دھا
ہے زیادہ باہر نہیں نکلے۔ کیوں طاہر۔“

”ہاں مگر میں غزالی کا مقصد سمجھ رہا ہوں۔ کیوں غزالی یہاں سے
خیال میں جیکے براؤن کے آدمیوں نے ہماری بھی نگرانی شروع کر
دی ہوگی۔“ طاہر علی نے کہا۔

”سو فیصدی نہ صرف نگرانی شروع کر دی ہوگی بلکہ اس
بات کا امکان بھی ہے کہ آپ کا فون ٹیپ کر لیا ہوگا۔ ادہ بھی
نکس ہے کہ اس کا کوئی آدمی یہاں اس ہومل میں مستقل ہی آ گیا
ہوگا کہ آپ لوگوں پر ننگا رکھنے“ میں نے کہا۔

”یہ بات میں نے کل رات ہی کونور سے کہی تھی میں غیر
مخاطب نہیں ہوں کیوں کونور۔ ہاں فون کا خیال میرے ذہن میں
نہیں آیا تھا لیکن شکر ہے جرنے چنگ کی وغیرہ سے بھی فون پر
گفتگو نہیں کی“ طاہر علی نے کہا۔ کونور پر بھات نے اس کی
تصدیق کی تھی۔

”ایک نگاہ باہر ڈالیں ڈاکٹر صاحب“ میں نے کہا اور
سب ایک دم مختاط ہو گئے۔ ڈاکٹر طاہر علی اس طرح اٹھے جیسے
باتور دم جارہے ہوں لیکن دروازے کے بول کی رتیخ سے
باہر نکلتے ہی وہ ایک دیوار کے قریب پہنچ گئے اور پھر کھسکتے
ہوئے دروازے کے قریب پہنچ گئے انہوں نے بیٹھل پر ہاتھ

دکھا اور پوری قوت سے دروازہ کھول دیا۔
سب منتہی کا شکر تھے۔ میں طاہر علی کے بارے میں
اندازہ لگایا تھا۔ اس ٹیم میں سب سے مستعد شخصیت تھی ان
کی۔ باہر شاید کوئی نہیں تھا۔ طاہر علی باہر نکل گئے اور پھر واپس
آ کر بیٹھے۔

”راہداری سناں پڑی ہے“
”دروازہ بند کر دیں۔ حسن صاحب آپ کا کیا پروگرام ہے؟“
میں نے کہا۔
”بھی میری خواہش ہے کہ مجھے جانے دو۔ میں آگیا گیا
ہوں اور بڑی بیزاری محسوس کر رہا ہوں۔“
”آپ چلے جائے حسن صاحب۔ یہی مناسب ہے۔“
”نہ جانے تو چاہتا تھا۔ میں نے بات کی تھی حسن سے؟“
ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔
”نہیں ڈاکٹر صاحب۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
میں ان کا نعم البدل موجود ہوں۔“ میں نے کہا۔
”پارٹی لیٹر کی حیثیت سے بھی تمہاری بات ماننا ہمارا
فرض ہے۔“ طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”جیکے براؤن کو بھی میں نے ہی اطلاع دی ہے کہ حسن صاحب
واپس جا رہے ہیں اور اس کی وجہ میں ہوں۔“
”کیا مطلب؟“ طاہر علی نے پوچھا اور میں نے پوری تفصیل
بتا دی۔ طاہر علی نے تعجب آمیز انداز میں کہا۔
”بہت عمدہ۔ اس طرح تم نے اس پر سکھ جھالی۔ بہر حال
حسی جانا چاہتے ہیں تو ضرور چلے جائیں ان کی کمی کا احساس
ہو رہا ہے گا یہ خود ہی اچھے رہیں گے۔“
”میں وقتاً فوقتاً چنگ کی سے رابطہ قائم کر کے آپ لوگوں
کے بارے میں معلوم کرتا رہوں گا۔ حسن صاحب نے کہا۔
”اوکے اوکے۔ ان حالات میں یہ ٹھیک ہے مگر غزالی
اب آئندہ پروگرام کیا رہے گا۔“
”ہمیں مستائیں تاریخ کا انتظار کرنا ہو گا کھانگہ سمجھو تو
کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا ہے۔ وہ ستائیں تاریخ
کو واپس آئے گا۔ میرے خیال میں اتفاقاً طور پر ہمارے اور
جیکے براؤن کے راستے یکساں ہیں۔ اس وقت سمبوتو راہی مارگٹ
ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات
آپ کے ذہن میں ہے۔“

”نہیں۔“
”جانگہ اگر سمبوتو راہی کے بارے میں کچھ معلومات حاصل
کر لیتا ہے تو جیکے براؤن مجھے ان سے بے خبر کرے گا۔ یا اگر

ایسا کرے گا بھی تو میں اس سے بے خبر نہیں رہوں گا۔ براؤن کی بیٹی جو لیا وہاں میری نمائندہ ہے وہ مجھے حالات سے باخبر رکھے گی۔ اس کے بعد ہم لوگ جاگنگ کی معلومات سے فائدہ اٹھائیں گے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر طریق کار اور کچھ نہیں ہے۔

"یقیناً میں تم سے متفق ہوں" طاہر علی نے کہا۔

"تو یہ بات طے ہوئی کہ حسن واپس جائیں گے یا کرنل اسٹن نے کہا۔"

"ہاں۔ ایسا یہ آخری بات ہے" حسن صاحب نے کہا۔

دیر تک ان لوگوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ٹیگ نے اپنی جیب سے ویڈیو کی تصویر نکلتے ہوئے کہا: "یہ تصویر بطور اہانت رکھیں اور کرنل ویڈیو کے بارے میں آپ کے پاس جو ریکارڈ موجود ہے۔ اس کی ایک نقل تیار کر لیں۔ کیونکہ اصل چیز میں چوری ہونے والی ہیں"

"کیا؟" کرنل اسٹن اچھل پڑا۔

"ہاں کرنل اسٹن۔ آپ کا کام نقل سے بھی چل جائے گا؟"

"مگر اس چوری کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم کون چرانے گا ان چیزوں کو؟" کرنل اسٹن نے کہا۔

"میں۔" سیکرٹ براؤن کے ایما پر بیکہ اس کے لیے ایک اور عمدہ تجویز ہے۔ کیونکہ سزا اندر کے ذریعہ یہ چیزیں چوری کرانی جائیں۔ یہ زیادہ اچھا آئیڈیا ہے۔ کرنل یہ کام آپ کو دین میں ضرور کریں۔ تمام اہم چیزوں کی تفصیل طاہر علی صاحب کے پاس محفوظ رکھیں۔ طاہر علی صاحب آپ سمجھ رہے ہیں نا؟"

"یقیناً چیف" طاہر علی نے سکرٹے ہوئے کہا۔

"کیا یہ مناسب ہوگا؟" کرنل اسٹن نے کہا۔

"چیف کے احکامات سے انحراف کریں گے آپ کرتا؟"

طاہر علی نے کہا۔

"نہیں یقیناً مشرکازالی نے کچھ بہتر سوچا ہوگا؟"

کچھ پانے کے لیے کچھ کھانا ہوتا ہے کرنل۔ آپ نقلیں محفوظ رکھیں۔ ہمارا کام ان سے بھی چل جائے گا اور پھر آپ بھول رہے ہیں کہ اب خزانہ منسٹ سولٹ میں نہیں۔ یہ سب بے مقصد چیزیں ہیں لیکن ان کے ذریعہ ہمیں سیکرٹ براؤن کا اعتماد حاصل ہو رہا ہے۔"

"اوکے۔ میں سمجھ گیا۔"

"زارا دیر میں سمجھ کر نل۔ غزالی سیکرٹ براؤن پر اسی طرح اپنا اعتماد قائم کر سکتے ہیں ان کی مدد ضروری ہے۔ اور پھر واقعی اب یہ سب بے مقصد چیزیں ہیں؟"

اس دن شام تک ان لوگوں کے ساتھ رہا۔ مشکل تمام حسن صاحب کے ساتھ تنہائی کے کچھ لمحات میسر ہو سکے تھے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ لوگوں میں گزارنے کا صرف یہی مقصد تھا کہ آپ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا تھا"

"اوہ۔ کوئی خاص بات؟" حسن صاحب نے متعجب ہلچے میں کہا۔

"بہت خاص نہیں ہے۔ لیکن آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا ضروری تھا۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ میں نے ایک بار بھی آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میری خواہش تھی کہ آپ واپس چلے جائیں"

"ہاں کچھ احساس تھا مجھے۔ لیکن میں نے اس پر غور نہیں کیا"

"آپ کا چلا جانا ضروری ہے۔ معاملات اس حد سے آگے بڑھ چکے ہیں جس تک سیکرٹ براؤن اور ہماری پارٹی ملحد ہے میں کچھ نئے راستوں سے واقف ہوا ہوں جن کے بارے میں قطعی زبان نہیں کھول سکتا۔ لیکن یہ کافی آگے کی بات ہے حسن صاحب اور اس بات کے امکانات ہیں کہ مجھے سیکرٹ براؤن اور طاہر علی دونوں کو بھی چھوڑنا پڑے"

"اوہ" حسن صاحب کا ماساں سوجھنے لگا۔

"ان لوگوں کو چھوڑ سکتا ہوں۔ لیکن اگر آپ بھی ان میں شامل رہتے تو میرے لیے مشکل ہو جاتی۔ غیر مخلص میں ان سے بھی نہیں ہوں لیکن جرات کسی کو نہ بتانے کی ہو وہ انہیں تیار بنائی جاسکتی اس طرح میرے رستے میں رکاوٹیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا۔؟"

"ہاں کسی حد تک"

"اس لیے آپ کا چلے جانا بہتر ہے"

"تم فکر مت کرو۔ اب میں فوراً انتظام کروں گا۔ لیکن ایک بات آخری طور پر تم سے کہنا چاہتا ہوں"

"فکر۔؟"

"خدا کی قسم غزالی۔ میں ایسے ہزاروں خزانوں پر لعنت بھیجتا ہوں جن کے حصول میں تمہاری زندگی کو خطرہ لاحق ہو۔ تم جن حادثوں سے گذر چکے ہو میں ان پر ہی پریشان ہوں اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔ تم اب بھی اگر چاہو تو میرے ساتھ واپس چلو۔ ان لوگوں سے ہم مفید کچھ دیکھ سکتے ہیں کہ ہم ان خزانے سے اپنی تمام دلچسپیاں ختم کر چکے ہیں اور اب اگر وہ لے حاصل کریں تو وہ صرف ان کی ملکیت ہوگا۔ ہم قطعی اس پر

کوئی دعویٰ نہیں کریں گے۔ تم مجھے جن الجھنوں سے بچانا چاہتے ہو مجھے بھی تو تمہارے لیے ان کا خیال ہے"

"یقیناً آپ کی شفقت اسی طرح میرے لیے بھی ہے جس طرح حسن کے لیے سیکرٹ براؤن میں خود کو آزانا چاہتا ہوں مجھے یہ سب کچھ کرنے میں یہ میری خوشی ہے"

"ٹھیک ہے بیٹے جس طرح تم پسند کرو۔ جنگل سے مل لینا اس کی طرف سے مطمئن رہو۔ ڈاکٹر طاہر علی آگے بڑھ کر کام کرتے کا عادی ہے۔ جنگل کو بھی وہ شیشے میں اتارنے کی کوشش کرنے کا لیکن جنگل جانتا ہے کہ اسے کس کے لیے کام کرنا ہے"

"آپ ہر طرح کا اطمینان رکھیں" میں نے کہا اور اس کے بعد کوئی بات نہیں رہی تھی۔

میں کشتی چلا آیا۔ کوئی کام نہیں تھا اس لیے کشتی کی تفریحات میں مگ ہو گیا۔ کافی دلچسپیاں تھیں یہاں دوسرے دن کسی سے ملنے کا یہ رازک رہا۔ سیکرٹ براؤن سے بھی کوئی وعدہ نہیں تھا۔ اس لیے لہاسر کی سرکار پر دو گرام بنایا جن کو دس بجے کشتی سے نکالا تھا شام چھ بجے واپس پہنچا۔ لہاسر کا یہ دن نہایت خوشگوار گذرا تھا۔ گاؤں سے چالی طلب کی تو گاؤں میں نے اطلاع دی۔

"آپ کی ایک جہان آئی ہوئی ہیں جناب بہت دیر سے آپ کا منتظر کر رہی ہیں"

"کوئی نام بتایا ہے انہوں نے۔؟" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ ذہن میں قدرت آئی تھی۔

"شاہد جو لیا براؤن"

"کہاں ہیں۔؟"

"باہر پھیل کی سرکار رہی ہیں مجھ سے آپ کے کمرے کی چابی طلب کر رہی تھیں لیکن یہ اصول کے خلاف ہے"

"مشکر یہ" میں نے کہا اور اگلے قدموں باہر نکل آیا۔ پھیل میں پستور رونق تھی۔ میری نگاہیں جو لیا کو تلاش کرنے لگیں لیکن یہ اندازہ لگنا مشکل تھا کہ وہ کون سے مکانے میں ہے۔ اس کی آمد نے کوئی خاص تاثر نہیں پیدا کیا تھا۔ گورنر قسم کی راک تھی۔ اگر سیکرٹ براؤن کے پاس ہی رکنا ہوتا تو زندگی عذاب ہو جاتی۔ بہر حال سیکرٹ براؤن نے کم از کم اتنا ضرور کیا تھا کہ اب اپنے آدمیوں کو کچھ پرے بٹالیا تھا آج کا وارہ گروئی کے دوران میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا لیکن تعاقب کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ اگر اس کے لیے اس نے کوئی بہت ہی گہری چال چلی ہو تو دوسری بات تھی۔

شکار سے ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے پھر جو لیا نے ہی مجھے دیکھا لیکن ادھر اس کا شکار لگانا میرے پرانے۔

"ہیلو کازالی" میں اس کی آواز سن کر چونکا تھا۔

"ہیلو جولی"

"میری تلاش میں تھے۔؟"

"ہاں۔ ابھی واپس آیا تو گاؤں سے تمہارے بارے میں معلوم ہوا"

"اوہ بہت خوبصورت جگہ ہے۔ آئیڈیل۔ یہاں تو تم بہت خوش ہو گے ایک وہ کان ہے اور جگہ کازالی کیوں نہ ڈیڈی کو بھی مجبور کریں کہ وہ بھی یہیں منتقل ہو جائیں"

"جیسا تم پسند کرو"

"چلو اپنے کمرے میں چلو۔ مجھے یہاں آئے ہوئے تھیں گھنٹے ہو گئے۔ کہاں چلے گئے تھے تم۔؟"

"میں اس کے ساتھ واپس چل پڑا۔ کہاں چلے گئے تھے تم۔؟"

"میں لہاسر کی آواز گروئی کرنے"

"میں تو اس دوران کان میں ہی رہی۔ صبح وہ ایک تالوت ہے۔ انتہائی بوری بوری باہر نکلتی بھی کس کے ساتھ تم یہاں ہوا کیلے میرے کرنے میں کوئی لطف بھی نہیں آیا۔ اگر تمہیں کوئی خاص کام نہ ہو تو کل سے میرے ساتھ کہاں کی سرکار دیا کرے گا وارہ کھول کر میں اسے اندر لے آیا۔ اس نے کمرے کا چارٹر لیا اور بولی۔ کشتی میں چلنے سے کافی سے بہتر ہے آج ہی ڈیڈی سے بات کروں گی"

"مشر براؤن کی کیا مصروفیات ہیں۔؟"

"میں نہیں جانتی وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں مگر میں ان کے ساتھ بوری نہیں ہونا چاہتی"

"کہاں جاتے ہیں وہ۔؟"

"روزانہ۔ صبح دس بجے سے غائب ہیں آج ہی جاتے ہونے مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ میرا کیا پروگرام ہے میں نے بھی آج انہیں ڈانچ دے دیا"

"کیا مطلب۔؟"

"بس اس طرح لیٹ گئی جیسے سونا چاہتی ہوں لیکن چوٹی وہ نکلے میں بھی فوراً تیار ہو کر باہر نکل آئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تمہارے پاس آؤں گی لیکن باہر نکلی ہی تھی کہ مو اس مل گیا"

"مو اس کون ہے۔؟"

"ہمارا ساتھی ہے۔ اچھی اور گندھاپتا نہیں گدھاپتا اور گدھاپتا

ہے یا احمق۔ میں اس کی نگاہیں سمجھتی ہوں۔
”نگاہیں۔۔۔؟“ میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

”ارے ہاں عشق جھاڑ رہا ہے مجھ سے۔ لیکن۔۔۔ اوہ گھڑاں لگا کر تمہارے ذہن میں کوئی خیال نہ کرنا اور اس جیسے ایک ہزار احمق تمہارے راستے میں نہیں آسکتے۔“

میں نے دل میں سوچا کاش موراس میرے راستے میں آجائے۔ جولا کیسے لگی۔ ”بس لگ گیا میرے پیچھے اسے بھی فرصت تھی میرے کئی گھنٹے برابر کر دیے۔ آخر اسے کافی سو میں چھوڑنا پڑا۔“

”کافی سو۔۔۔؟“
”ہاں ایک ایسا رستوران جس کے دو دروازے تھے۔ باہر کے بھانے اچھی اور باہر نکل آئی لیکن یہاں اگر بھی سخت کوفت ہوئی کیونکہ تم موجود نہیں تھے۔ مگر یہ جگہ بے حد خوبصورت ہے۔ وقت آسانی سے گزرتا گیا۔“

”مسٹر براؤن روزانہ کہاں چلے جاتے ہیں۔۔۔؟“
”میں نہیں جانتی بس ان کی مصروفیات ہیں۔ پتا نہیں ڈیڑھ گھنٹے کیوں یہ عذاب مول لیا ہے۔“

میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ جولا سے کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ اور اب اسے برواشت کرنا تھا۔ نہ جانے کب تک کے لیے نازل ہوئی تھی۔ میں کچھ بولنے ہی والا تھا کہ دفعتاً وہ بول پڑی۔ ”ہاں ایک بات بناؤ لیکن سچ سچ۔۔۔؟“
”بولو چھو۔“

”تمہارے لیے اکثر ڈیڑھ سے لڑتی رہی ہوں۔ اس وقت جب تم ڈیڑھ سے مل کر آئے تھے تو میرے اور ان کے درمیان کافی تلخ کلامی ہوئی۔“
”کیوں۔۔۔؟“

”میں نے ڈیڑھ سے کہا کہ وہ تم سے غلط نہیں ہیں تمہیں وہ عقاب نہیں دے رہے جو دنیا جاپیے تھا۔ میں نے کہا کہ آخر انہوں نے تمہارے پیچھے اپنے آدمی کیوں لگائے تھے کیا اس طرح گزارا ان پر جو دوسرے کر سکتے ہیں۔“
”ہوں۔ بچہ۔۔۔؟“

”کیا اب بھی ان کے آدمی تمہارے پیچھے رہتے ہیں۔۔۔؟“
”پتا نہیں۔ میں نے غور کرنا ہی چھوڑ دیا۔ میں ان سے غلط ہوں تو پھر مجھے اس کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ ایک ہزار آدمی لگا دیں وہ میرے پیچھے ہیں۔ کوئی کام ان کے مفاد کے خلاف نہیں کرے گا۔“

”میں ہی جو میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آخروہ لڑکی کون تھی؟“

”تم خود مسٹر براؤن کے اعتماد کا اندازہ لگا لو جولا۔“
”اس کے بعد سب کچھ نہ ہو گا میرا وعدہ ہے۔ مگر یہ تو بڑی خندوش جگہ ہے کال۔ یہاں کال کر لی جاتی ہے۔ تم تو بالکل غیر محفوظ ہو۔ خیر کوئی بات نہیں میں یہاں آ جاؤں گی۔“

”تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ جولا نے بڑے اعتماد سے کہا۔
”بشکل تمام میں اس سے بیچھا چھڑا سکا تھا۔ یکے برآں کا والہ دنیا پڑا تھا جس کے لیے پریشان ہو گا۔“

جولا کے جانے کے بعد میں اس کی اطمینان باتوں پر ہنسنا رہا۔ کچھ بھی تھا ابھی یہ لڑکی میرے لیے نیست تھی۔ کم از کم میکے براؤن کی حرکتوں کا تو پتا چلتا رہتا تھا۔

دوسرے دن صبح صبح چلے گئے۔ ظاہر علی نے فون کر کے مجھے بلایا تھا آخری ملاقات سن صاحب سے ان کے کمرے میں ہی ہوئی تھی۔ میرے لیے فکر مند تھے میں نے انہیں خوب تسلیاں دی تھیں۔ چلتے ہوئے انہوں نے سرگوشی کے انداز میں کہا تھا۔

”جنگ نلی سے رات کو فون پر تفصیلی بات چیت ہو گئی ہے تم جب چاہو اس سے مل سکتے ہو۔“

ظاہر علی اور دوسرے لوگ صبح صاحب کو نصیحت کرنے گئے تھے۔ میں جان لوچہ کر نہیں گیا تھا۔ کمرے اور ان کے درمیان اختلاف کا اظہار ہو جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کئی کئی چلا آیا۔ اور پھر اسی رات میں کافی پہنچ گیا۔ یکے برآں نے برابر پر تباہ کر دیا تھا۔

”کوئی نئی اطلاع۔۔۔؟“ میں نے پوچھا۔

”میں اطلاعات کی تلاش میں گھومتا رہتا ہوں۔ جب تک جاگ واپس نہیں آجائے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ میں اپنے طور پر مختلف ذرائع سے کام کر رہا ہوں نظر رکھ کر کامیابی نہیں ہوئی۔“

”میرے پاس آپ کے لیے ایک اطلاع ہے۔“

”کیا۔۔۔؟“ یکے برآں نے بے اختیار پوچھا۔
”مسٹر صاحب واپس چلے گئے۔ اس دوران ان کی دوسرے لوگوں سے سخت چلتی رہی ہے۔ سب سے بدلی جو کر گئے ہیں اور اپنے ہر طرح کے حقوق سے دستبردار ہو گئے ہیں۔“

”وہ کاروباری شخص اس زندگی کو سوٹ بھی نہیں کر سکتا۔ یا ایک الگ دنیا ہے۔ ویسے بنانے کا حکم تم ہی تھے۔“

”میرا خیال ہے اس بات نہیں ہے۔ ویسے وہ میری شکل بھی دیکھنے کے روادار نہیں تھے لیکن نزا کے حصول

سے بالکل ہی ان کی واپسی کو چاہے۔ ان کا خیال تھا کہ اب یہ سب کچھ ناگس ہے۔ مٹانے کا تپا پانچ ہو چکا ہے۔“

”یکے برآں کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔“
”دوسرے لوگ ابھی تک پرامید ہیں۔“

”ہاں بالکل سوس نہیں ہوئے۔“

”اس کی کیا وجہ ہے۔۔۔؟“

”ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا۔“
”اصل کام یہی ہے ڈیڑھ۔ میں یہ معلوم کر رہا ہوں اب کیا امید ہے۔ بلا وجہ ہی وہ وقت نہ ضائع کر رہے ہوں گے اور ہاں وہ کرل آئیں یہی نام لیا تھا۔ تم نے۔۔۔؟“

”ہاں۔“
”اس کے پاس جو کچھ ہے اس کے حصول کے لیے تم نے کیا کیا۔۔۔؟“

”ابھی تک کچھ نہیں۔ جس صاحب کی موجودگی میں یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ اب تک کام بن جانے کا میرے خیال میں اب میں کئی کئی چھوڑوں گا۔ ان لوگوں کے ساتھ رہ کر ہی کچھ کام بن سکتا ہے۔“

”جولا کو بھی میں ہی سمجھا رہا ہوں۔ وہ بے وقت اس بات پر مصرہ کر سکتیں میں رہے۔ میں نے اسے ہی بتایا ہے کہ کال ہاں نہیں رہے گا پھر کیا فائدہ۔ اور پھر ہم یہاں محفوظ ہیں۔ جاگ کو بھی میں نے اسی جگہ پتا دیا ہے۔ یہاں میرے لیے ہر طرح کی آسائیاں ہیں۔“

”ہاں جولا۔ اگر تم میری وجہ سے کئی کئی آسائیاں تو جی بیکار ہے۔ لیکن میں کل ہی کئی کئی چھوڑوں۔“

”جہاں تم جا رہے ہو وہ کسی جگہ ہے۔۔۔؟“

”وہاں میں لوٹے میری حفاظت کریں گے۔“ میں نے مسکرتے ہوئے کہا۔

”یکے برآں پھر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ مار جانے رکھو گا۔ ان لوگوں کے ارادوں سے بچو گا۔ ہونا ضروری ہے۔ ہم ان کے لیے کوئی راستہ کھلا نہیں چھوڑ سکے۔“

”میں مسلسل کوشش میں مصروف ہوں۔“

”آج رات میں تمہارے ساتھ کئی کئی لوگ ہوں گے۔ جولا نے کہا اور میں چونک کر یکے برآں کو دیکھنے لگا۔“

”نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ براؤن نے سخت لہجے میں کہا اور جولا جھٹک کر رہ گئی۔ میں نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ بیباک بیٹی کا کمزور دل باپ اگر اسے اجازت دے دیتا تو۔“

دوسرے دن صبح کنٹینن چھوڑ کر ظاہر علی کے پاس پہنچ گیا۔ میرے لیے جو کمرہ حاصل کیا گیا تھا وہ کینسل کر دیا گیا تھا۔ لیکن جس صاحب کا کمرہ موجود تھا۔ اسی میں میرے قیام کا بندوبست کر دیا گیا۔ وہ لوگ میرے پہنچ جانے سے خوش تھے۔ رات کو ایک خصوصی میٹنگ ہوئی اور اس میں آئندہ پروگرام کے لیے بحث ہوتے گئی۔ میں نے پہلے بھی ان لوگوں سے کہا تھا کہ جانگ کی واپسی ہو جانے تو بہتر ہو گا۔ وہ مقامی باشندہ ہے۔ نکی ہے سمبوتورا کا کھرج نکال ہی لائے۔ اس کے بدلے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی کچھ کرنا مناسب ہو گا۔ اس وقت بھی میں نے اپنا ایک موقع دوہرایا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر سمبوتورا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو پھر ہم تکمیل کریں گے۔“

”اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے کہ سمبوتورا سے خزانے کی حقیقت معلوم کی جائے۔ وہ کسی ستاج کو خزانہ دے سکتا ہے تو ہم بھی اس پر جال ڈال سکتے ہیں۔ دوسری شکل میں یہ انڈازہ تو ہوجانے کا کہ خزانہ بل بھی سکتا ہے یا نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہاں موجودہ حالات اچھے ہوئے ہیں۔ سو یعنی کو ہم اسی لیے تلاش کر رہے تھے کہ تاکہ اس سے نوٹ سولاٹ کے اس علاقے کے بارے میں معلوم کریں جہاں خزانہ دفن ہے ویسی وہ خزانہ نکال چکی ہے تو اب صرف دیہی کھارامد کو سنبھالنا ہے۔ اور سمبوتورا اس کا دست راست ثابت ہو چکا ہے۔ میرے خیال میں غزالی کی بات درست ہے۔ کنور پر عجات نے کہا۔“

”میں نے اختلاف نہیں کیا۔ صرف ایک صبح پروگرام کا تعین کرنا ہوں۔ کیوں غزالی۔ ہم لوگ کل چنگ لی سے ملاقات کیوں نہ کریں۔“

”ظاہر علی نے کہا۔“

”کوئی خرچ نہیں ہے لیکن اس کے لیے احتیاط کرنی ہوگی۔“

”کس سلسلے میں۔“

”بیکے براؤن کے آدمی تقاب کریں گے۔“

”اس کا کوئی حل مروج لینے ہیں۔ چنگ لی کو۔ آسانی بیکے براؤن کے پیچھے لگا کر اس کا دماغ درست کرایا جا سکتا تھا۔ لیکن اس سے ایک مضر نکل ہی ہوئی ہے جس کو دوسرے اسے برواشت کرنا پڑا ہے۔“

”ابھی اسے برواشت کرنا ہو گا یا کڑوا ہے۔“ میں نے کہا۔

”ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ کل یوں کر ہی اسی صبح یہاں سے نکل جائیں۔ میں جوئل کے مضمی راستے سے جاؤں گا۔ اور کوئی ایسی جگہ تیسری کیے لیتے ہیں جہاں میں تم سے مل جاؤں۔ تم

اپنے طود پر ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگا لینا۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ۔“

”میں سمجھ رہا ہوں ٹا کٹر۔ لیکن اگر انہوں نے مضمی راستے پر بھی نگاہ رکھی ہو تو۔“

”مکوشش کروں گا کہ انہیں ڈراچ دے دوں۔ تم مجھے بالکل ہی بیکار نہ سمجھو۔ ظاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”ٹھیک ہے وہ جگہ کون سی ہوگی۔ جہاں ہم ملاقات کریں گے۔“

”اسٹیل ٹیل مشورہ جگہ ہے۔ ٹیمپ ٹاور کے عقب میں ٹیمپ پارک ہے وہیں مجھے مل جاؤ۔ ٹھیک گیارہ بجے۔“

”میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

دوسری صبح میں جاگا کبھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر ظاہر علی چلے گئے۔ میں ناشتے کے بعد اطمینان سے باہر نکلا تھا۔ اس وقت لاہریانی سے کام نہیں لینا تھا اس لیے ٹیمپ میں ایک طویل ترین چکر کاٹا اور اندازہ ہو گیا کہ کوئی تقاب میں نہیں ہے۔ پھر ٹیمپ چھوڑ دی اور ٹیمپ پارک تک پہنچے۔ ہونے بھی دو ٹیکسیاں تبدیل کیں۔ ڈاکٹر ظاہر علی میرے منتظر تھے۔

”کیا رہی۔“

”بالکل نارمل مجھے کوئی مضر نہیں ہو سکا۔“

”تب پھر چلیں۔“ میں نے کہا۔

”آؤ۔“ ظاہر علی بولے۔ یہاں سے نکل کر ہم نے پھر ٹیمپ لی اور چل پڑے۔ ظاہر علی نے ڈرائیور کو بتا دیا تھا۔ چنگ شاؤ ایک خوبصورت مقامی طرز کی عمارت تھی جس کے وسیع احاطے میں بہت سے ملکی اور برٹشکی نوجوان لوگ وڈنڈیں کر رہے تھے۔ کہیں کہیں لنگ ٹاور رکرنے کی مشینیں ہو رہی تھیں۔

چنگ لی سے ہماری ملاقات ایک وسیع ہال میں ہوئی۔ اس نے بڑے تپاک سے ڈاکٹر کا غیر متقدم کیا تھا۔ ڈاکٹر نے میرا تعارف کر دیا تو وہ کسی قدر توجہ پرکھ پڑا۔

”اوہ سمبوتورا۔“ میں آپ سے متعارف ہوں اچھی طرح متعارف ہوں۔“ اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

”تمہیں مضر حسن کے جلنے کا علم ہو گیا ہو گا۔“ ظاہر علی نے کہا۔

”ہاں۔ مجھے علم ہے۔“

”اور کوئی اطلاع چنگ۔“

”بالکل نہیں مجھے کوئی کام بتائیے۔ ایک سو جوان آپ لوگوں کی ہر طرح مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔“

”ایک نام کے بارے میں تم سے معلومات حاصل کرنی ہیں۔“

”کیا نام ہے۔“

”سمبوتورا۔ یہ شخص بھی تمہاری لائن کا آدمی ہے۔ جاپان کے ایک کلب میں انٹرکٹو کی حیثیت سے رہا ہے۔ درویشی و منت آدمی تھا۔ ان دنوں تبت میں ہے۔ کچھ جانتے ہو اس کے بارے میں۔“

”سمبوتورا۔ چنگ لی نے پر خیال انداز میں کہا۔ کوئی فیورٹ شخصیت ہے۔ میں اس کا نام پہلی بار سن رہا ہوں۔“

”کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں اس کے بارے میں۔“

”اگر وہ مارشل آرٹس کے حوالے سے جانا جاتا ہے تو میرے خیال میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔“

”اس کا تعلق ولیمین سے ہے۔ تمہیں پوری پوری کوشش کرنی ہوگی۔ ظاہر علی نے کہا۔

”آپ کا یہ کہہ دینا کافی ہے ڈاکٹر۔ میں اپنی کوشش میں کمی نہیں کروں گا اور کوئی حکم مضر نہیں۔“

”اگر اسی شخص کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے مضر چنگ تو شاید کچھ کام بن جائے۔“ میں نے کہا۔

”آپ اطمینان رکھیں کسی بھی وقت میری ضرورت پر پیش آنے میں حاضر ہوں۔“ چنگ نے اپنے طود پر ہی ہماری خاطر دلت کی اور پھر ہمیں چھوڑنے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مرافقت گاہ پہنچ گئے۔ میں نے کرنل آسٹن سے اس کام کے بارے میں پوچھا جو میں نے اس سے کہا تھا۔

”ابھی تک نہیں کرایا سیکے براؤن کے آدمیوں سے خوفزدہ ہوں۔“

”آپ اپنا کام کر ہی سڑا سٹن۔ میں اس مسئلے کو بھی جلد ختم کر دوں گا۔ بلکہ آئیے میں خود بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔“

اس دوران میں نے صاف ٹھوس کیا تھا کہ وہ سفید فام ہمارے تقاب میں ہیں۔ مجھے شدید غصہ آیا تھا۔ ایک کھلی پھٹ کے رستوران میں کرنل آسٹن کو بٹھا کر میں باہر نکل آیا۔ دونوں سفید فام فٹ پاتھ پر بھی ہوئی ٹیمپ کی کرافٹ دیکھ رہے تھے ان کی کارٹرنگ کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک نے مجھے دیکھا اور دوسرے کو اشارہ کیا۔ دونوں کچھ پوکھلا سے گئے تھے۔ میں ان کے سر پر جا کھڑا ہوا۔ ان کے اعضاء کشیدہ ہو گئے تھے۔

”اس کے بعد اگر میں تم دونوں کو اپنے پیچھے دیکھتا تو کوئی مار دوں گا۔ اس کا خیال رکھنا۔“

”جی۔ وہ سرسراہٹ کیا کہہ رہے ہیں؟“ ان میں سے ایک نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آخری بات۔ اس کے بعد تمہاری شکل نہ دیکھوں۔ ورنہ اپنی موت کے فتر وار خود ہو گے۔“ میں نے غضب ناک لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔ وہ دم بخوردہ گئے تھے۔ رستوران واپس آکر میں نے آسٹن کو سنا تھا اور وہاں سے نکل آیا۔ ہم دونوں فٹ پاتھ پر بعد تک چلے گئے۔ وہ دونوں اپنی جگہ کھڑے رہے تھے یہاں تک کہ وہ لگا ہوں سے اوجھل ہو گئے۔

”آپ اپنا کام کر کے واپس چلے جائیں کرنل اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”اوکے تم۔“

”میں کچھ دیر کے بعد واپس پہنچ جاؤں گا۔“ میں نے کہا۔ اور آسٹن سڑا کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس میں بیٹھ کر کافن چل پڑا۔

”بیکے براؤن جو جلیا کے ساتھ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔“

”اوہ اچھا۔ آؤ مضمی۔“

”ہو گیا مجھے آفسوس ہے کہ مضر براؤن اپنی ڈبل چال سے باز نہیں آ رہے۔ اس وقت کے بعد سے مضر براؤن میں اعلان ہے آپ سے الگ ہو رہا ہوں آپ کو اجازت ہے کہ آپ جو دل چاہے کریں میں آپ کا مقابلہ کر دوں گا۔ میں نے آپ کے ان گروہوں کو بھی وارننگ دے دی ہے۔ بس اتنا ہی کہنے آیا تھا۔“

”کازالی۔ پلیز سنو تو۔ آؤ بیٹھ پڑنا کیا بات ہوئی۔ کیا ہو گیا میں نہیں سمجھا۔ براؤن نے سخت تعجب سے کہا۔

”اپنے علاوہ آپ سب کو بے وقوف سمجھتے ہیں مضر براؤن۔ کیا آپ کے خیال میں وہ لوگ اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ پھر معلوم لوگ ان کے پیچھے گئے ہوتے ہیں۔ آپ نے میری شخصیت سمجھی ان کی نگاہوں میں مشکوک کر دی ہے۔ میں کہتا ہوں جب آپ نے۔“

”لیکن کازالی۔ میں نے انہیں ہلاکت کر دی تھی کہ وہ صرف ان کے معزلات پر نگاہ رکھیں تمہارے لیے تو۔“

”ان معزلات پر نگاہ رکھ کر آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ کے خیال میں آپ کے حق ساقیوں کے تقاب سے واقف ہو کر وہ اپنے معزلات جاری رکھیں گے۔ وہ محتاط ہو جائیں گے۔“

”تو وہ لوگ جانتے ہیں۔“

”جی ہاں اور باہر آنے جانے کے لیے اطمینان سے مضمی راستے استعمال کرتے ہیں۔“

"ادوہ ماں کا ڈر" جیسے براؤن حیرت سے بولا
 "انہوں نے اپنی سرگرمیاں اس وقت تک کے لیے بند کر دی ہیں جب تک وہ ان ماحول لوگوں کے سامنے میں معلومات نہ حاصل کریں۔ مجھ پر بھی تو فوراً ہی تو اعتبار نہیں کریں گے۔ کرنل آئسن مجھے لے کر باہر نکلا تھا۔ وہ مجھے کہیں لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن آپ کے دو ذہن ہمارے ساتھ سرخ رنگ کی ایک کاریں ہمارے تعاقب میں چل پڑے۔ مجھے تو آپ پر اعتماد تھا مگر براؤن اس لیے میں نے فوراً ہی نہیں کیا۔ لیکن آئسن نے انہیں دیکھ کر پروگرام ملتوی کر دیا۔ میں اصرار بھی نہیں کر سکتا تھا اور انہیں یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ ان کا تعلق جیسے براؤن سے ہے۔"
 "جیسے براؤن نے پوچھا کہ گولیاں کی طرف دیکھا اور پھر بھلائے ہوئے لہجے میں بولا "خوردہ خوردہ۔ وہ کہا راتاقب نہیں کر رہے تھے اس دن کے بعد سے کسی نے تمہارا تعاقب نہیں کیا۔ عجیب محقق ہیں کبھی۔ آخر تمہارے پیچھے کیوں چل پڑے؟"
 "لیکن مسٹر براؤن۔ مجھے نہ ڈاکٹر طاہر علی سے دلچسپی ہے نا ہی میں آپ کا محتاج ہوں۔ میں تنہا زیادہ پرسکون تھا اور"
 "نہیں پلینز نہیں۔ اب ہمارا تھا رہیش کا ساتھ ہے تم خوردہ کرو اس میں تم پر بے اعتمادی کہاں کہاں ثابت ہوتی ہے وہ تو؟"
 "میں خود ان لوگوں کے درمیان گیا تھا مسٹر براؤن یلغا پانا چاہتا تھا، مجھے ان سے کوئی عرض تھی"
 "نہیں نہیں"
 "آپ کے ساتھی کی حیثیت سے ہی ان تک پہنچا ہوں"
 "ہاں۔ یقیناً"
 "پھر ان کے پیچھے لگے رہنے کی کیا ضرورت ہے کیا آپ کے مفاد کی باتیں میں نوٹ نہیں کروں گا۔ کیا ان کے کھل کر کام کرنے سے مجھے بہتر معلومات نہیں حاصل ہو سکتیں۔ آپ جانتے ہیں ان کے وہ زمین امریکی پوزیشن معمولی ہے۔ کیا مجھے اپنی محنت سے ہی ان کا اعتماد نہ حاصل کرنا ہوگا؟ کیا اس طرح میں کچھ معلوم کر سکتا ہوں؟"
 "تم مجھے باہر لے کر دیتے۔ میں اس سے انحراف نہ کرتا۔ میں سب کو ہٹاؤں گا۔ تم کہہ کر دو دیکھتے۔ یقیناً کرو گا زالی میں بے تصور ہوں اس سلسلے میں۔ براہ کرم میری طرف سے مدد نہ ہو، جیسے براؤن کا انداز غور شاندار تھا۔ مجھ سے زیادہ وہ تجربا سے پریشان تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ گولیاں اس پر کس طرح حادی ہے۔ گولیاں نے مسو لہجے میں کہا "گولیاں میں جانتی ہوں اس طرف میری وجہ سے ہی رہے ہو۔ ڈی ڈی میں آپ آج تک نہیں سمجھ سکے گا زالی میرے علاوہ نہیں اور کوئی نہیں سمجھ سکا۔ گولیاں زالی

بہت ہو گیا ہے۔ تم میں سے کہتی ہوں۔ ہاں میں تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ ڈی ڈی سے اب کوئی تعاون نہ کرو۔ وہ تم پر اعتبار نہیں کرتے وہ شاید اس دنیا میں کسی پر اعتبار نہیں کرتے۔ لہذا نے مجھے بھی بھلائے کی کوشش کی تھی لیکن... اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ڈی ڈی کا زالی اب تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔"
 "کیا بیکواس کر رہی ہو گولیا۔ میں کہہ چکا ہوں ہر جو صورتحال ہے میں بتا چکا ہوں اس کے باوجود۔ گا زالی یہ تو بے وقوفی ہے تم سمجھ گئے ہو گے۔ اور پھر میں تو کسی بات سے انحراف نہیں کر رہا۔ میں نے کہا کہ اب میرا کوئی آدمی تمہارے پاس کسی کے قریب نہیں بھٹکے گا۔ یہ تو اس وقت تک کی بات تھی جب تم ان لوگوں کے درمیان نہیں پہنچ گئے تھے۔ اور یہ صرف اتفاق ہے کہ؟"
 "اس کے باوجود ڈی ڈی۔ میں صرف اپنے لیے گا زالی کو اتنا بھلا نہیں کرنا چاہتی۔ میری وجہ سے اس کی شخصیت مسخ ہو گئی۔ آہ کیا کیا نہیں براشت کیا اس نے میرے لیے؟"
 "مجھے ہنسی روکنا مشکل ہو رہا تھا۔ مس گولیا بہت زیادہ خوش فہمی کا شکار تھیں۔ حالات سمجھانا تھے اس لیے میں نے کہا۔" اب مجھے کام کرنے میں مسٹر براؤن صرف وہ کریں جو میں کہوں۔ آپ اپنے طور پر جو کچھ کر رہے ہیں مجھے ان پر اعتراض نہیں ہے لیکن جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں دوڑے نہ آنا کہیں۔"
 "لیسوع کی قسم ایسا ہی ہوگا؟ جیسے براؤن جلدی سے بولا۔"
 "ایک اطلاع ہے آپ کے لیے"
 "ہاں کہو؟ جیسے براؤن ہمہ تن کوشش ہو گیا۔"
 "کرنل آئسن دو مسو آٹھ میں ہے آپ کے آدمی جانتے ہیں۔ جس الماری میں اس کے لباس ملے ہوئے ہیں اس میں ایک لفافے میں وہ چیزیں موجود ہیں جو آئسن اٹلی سے لایا ہے۔ رات کو نو بجے میں ان لوگوں کو لے کر نیچے ہال میں چلا جاؤں گا۔ آپ کے ساتھی کسی طرح آئسن کا کمرہ کھول کر وہ چیزیں نکال سکتے ہیں۔ وہی بہتر جانتے ہیں۔ مسو اٹھ دس بجے سے پہلے یہ کام ہو جانا چاہیے"
 "ادوہ۔ لیکن تم خود؟ براؤن نے کہا۔"
 "تعلق مناسبت نہیں ہوگا مسٹر براؤن۔ میں ان کی نگاہ میں مشکوک نہیں ہونا چاہتا۔ آپ خود خوردہ کریں؟"
 "ٹھیک ہے۔ میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا میں یہ کام پوری دستبرد سے کروں گا تم مطمئن رہو؟"
 "ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ مسٹر براؤن میں آپ سے یہ آخری درخواست کر رہا ہوں کہ میرے راستوں میں رکاوٹ

ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر آپ کو کبھی یہ محسوس ہو کہ میری طرف سے کوئی ایسی کارروائی ہو رہی ہے جو آپ کے مفاد کے خلاف ہے تو اس کے بعد آپ کو آزادی ہوگی کہ آپ اپنے مفادات کی بحالی کریں۔ میرے ذہن میں یہ خیال نہ پیل ہونے دیں کہ میں آپ سے غلط ہونے کے باوجود آپ کی نگاہوں میں مشکوک شبہات کا شکار ہوں۔ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان احساسات کے ساتھ کام نہیں کیا جاسکتا؟ جیسے براؤن چند لمحات خاموشی رہا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔
 "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد تمہیں شکایت نہیں ہوگی"
 "جیسے براؤن سے رخصت ہو کر میں چلا آیا۔ اب تک کی تمام کارروائی بخیر و خوبی چل رہی تھی۔ حالات جوں کے توں دلچسپ تھے۔ اتنی ہنگامہ مخریاں ہو چکی تھیں لیکن اگر ان کا حساب کرتے بیٹھا تو آج بھی روزانوں کی طرح اپنے ہاتھ میں کچھ نہ پاتا۔ واقعات کی الجھنیں جوں کی توں برقرار تھیں۔ سب سے کیا ایک ندرت کا کارڈ ہاتھ میں رہ جاتا تھا اس سے کیا انکشاف ہوتا ہے پس یہ دیکھنا تھا۔"
 "آج رات کی کارکردگی کے لیے بلائیگ کرنے لگا کرنل آئسن اور دوسرے لوگوں کو مسو شمال تباہی چکا تھا اور سبجیل کا نڈالت کی چوری درحقیقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ یہ کاغذات بھی اسی ڈائری کی مانند تھے جو صن صاحب کے پاس موجود تھی اور جس کا کوئی خاص معرفت نہیں تھا سوائے اس کے کہ چند باتیں علم میں آچکی تھیں۔ واپس پہنچنے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ ہی وقت گزار کر کرنل آئسن اپنا کام کر کے واپس آچکا تھا تمام کاغذات کی نقول طاہر علی کے پاس موجود تھیں۔ ندرت کی وہ تصویر بھی انہیں اور سبجیل کاغذات کے ساتھ رکھ دی تھی جو درحقیقت ندرت کی نہیں تھی بلکہ بقول کرنل آئسن کے یہ تصویر روٹینگی تھی۔ دوسرے کے مطابق میں ان لوگوں کو لے کر نیچے ہال میں گیا اور اس کے بعد ہم اپنے طور پر گنگٹنگو میں مصروف ہو گئے۔ ہال میں مختلف پروگرام پیش کیے جاسے تھے لیکن میرے ساتھ موجود بوڑھوں کو ان پروگراموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کسی ایک سنے بھی ان کا مواڈلن برتیرہ نہیں کیا جو مقامی دھن پیش کر رہی تھیں اور جس میں تقریباً تمام ہی نوجوان دلچسپی لے رہے تھے۔ طاہر علی نے ہنس کر کہا۔
 "ایسی دلچسپ بات ہے کہ ہمارے کوروں میں چوری ہو رہی ہے اور ہم اس سے واقف ہونے کے باوجود وہاں بیٹھے ہوئے ہیں؟ میں بھی اس بات پر کراہا پھر میں نے چربک

کر پوچھا۔
 "ڈاکٹر صاحب کاغذات کی وہ نقول کیا آپ کے سامان میں محفوظ ہیں۔؟"
 "نہیں بھائی۔ میں ڈرا جا سوسا ناول وغیرہ پڑھا ہا ہوں۔ جہات کی زندگی سے تو میرا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے لیکن نوجوانی کی عمر میں، میں نے جرم و سزا کی کتاب پڑھی تھی۔ اس بات کو مد نظر رکھا تھا میں نے کہ کہیں جیسے براؤن کے فریاد وار نہ ہو جس کے ممکن ہے دوسرے لوگوں کے سامان میں بھی ایسی ہی قیمتی چیزیں موجود ہوں۔ تم سمجھ رہے ہو تا میں تو کرنل آئسن کے سامان کی طرف سے ہی متشکر ہوں کہ ان کاغذات کے ساتھ ساتھ کہیں ان کی کچھ اور قیمتی چیزیں نہ غائب ہو جائیں اس لیے میں نے کاغذات کا پکیٹ اپنے پاس محفوظ کر لیا ہے"
 "اس میں کوئی شک نہیں ڈاکٹر صاحب کہ آپ کی نوجوانی کی عمر میں پڑھی ہوئی جا سوسا کہا کیا اس وقت کارآمد ثابت ہو رہی ہیں۔ یہ آپ نے بڑا اچھا کیا واقعی اگر ان کاغذات کی نقول وہاں رہ جائیں تو ان کے لیے فخر ہو سکتا تھا۔ باقی جہاں تک بات رہی کرنل آئسن کی قیمتی چیزوں کی، اس کے لیے آپ بالکل مطمئن رہیں۔ میں جیسے براؤن کے حلق میں ہاتھ ڈال کر وہ تمام چیزیں واپس لے آؤں گا؟ میں نے کہا اور سب ہنسنے لگے۔
 "وہ لوگ وقت کی پابندی کریں گے نا؟ کرنل آئسن نے سوال کیا۔
 "کیا مطلب؟" میں نے جب تک کرنل آئسن کو دیکھا۔
 "کم از کم چوری کے معاملے میں تو وقت کی پابندی کرنا چاہیے۔ وہ جو بھی کسی کام کے جو دیے ہوئے وقت پر اپنا کام پورا نہ کر سکیں۔"
 "تفصیل میں ان تفصیلات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ جو میرے سامنے ہیں۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ چر۔ چر کرنے کے بعد واپس چلے جائیں تو میں اپنے کمرے میں پہنچوں یا کرنل آئسن نے کچھ اس انداز میں کہا کہ سب کو ہنس آگئی۔
 "ہاں بھی چوروں کو تو کم از کم وقت کی پابندی کرنی ہی چاہیے۔ زندگی کے اوشیوں میں تو یہ خوبیاں ختم ہو رہی چکی ہیں؟ ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔
 "بہر طور وقت گزرتا رہا اور جب ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ اپنا کام کر کے واپس جا چکے ہوں گے تو ہم ہال سے اٹھ گئے۔ سب ہی کرنل آئسن کے کمرے کی جانب چل پڑے تھے۔ میں نے اطراف کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ ان لوگوں

کے بارے میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی موجود تو نہیں ہے لیکن لٹھا ہر ایسے آثار نظر نہیں آئے تھے۔ کرنل آسٹن کے کمرے کا آلا بند تھا۔ ہم اندر داخل ہوئے اور کرنل آسٹن نے پلٹ کر دو واہ بند کر دیا پھر اس نے اپنی ڈریسنگ الماری کا جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

”گڑبگڑوہ لوگ اپنا کام کر چکے ہیں“

”تب آرام کریں کرنل میرا خیال ہے خاصا وقت ہو گیا ہے“

میں نے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ اب اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ میں نے چرچر کر ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ میکے براؤن جانگ کا انتقال کر رہا ہے۔ جانگ واپس آجائے تو اس کے بعد ہی میکے براؤن کے بارے میں پتا چیل سکتا ہے اور جب ہمیں ان اقدامات کے بارے میں پتا چل جائے گا تو ہم سمجھنے والے کے سلسلے میں کچھ کر سکیں گے۔ اس وقت تک کے لیے مکمل خاموشی اختیار کر لی جائے۔ پارٹی لینڈ کی حیثیت سے میری یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی۔ ویسے بھی ان لوگوں کے پاس کرنے کو کچھ نہیں تھا لیکن دوسری صبح ناشتے کے بعد ڈاکٹر ظاہر علی نے مجھ سے درخواست کی کہ میں تھوڑی دیر اس کے ساتھ بائیں کمرے میں اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔

”غزالی۔ کیا تمہارے خیال میں واقعات طویل نہیں ہوتے جا رہے۔ مجھے یوں محسوس ہوا ہے جیسے اس سلسلے میں ہم کوئی مؤثر کارروائی نہ کر پا رہے ہوں۔ یہ جنگ لی بھی بالکل ہی بے کار آدمی ہے۔ سمجھو تو اس کے بارے میں بھی اس کچھ معلوم نہیں ایسی کوئی سر تکبیر کی جائے جس کے ذریعے ہمیں اس تک پہنچنا نصیب ہو سکے۔“

”اگر کوئی تجویز آپ کے ذہن میں ہے ڈاکٹر صاحب۔ تو آپ پورے اطمینان کے ساتھ مجھے بتائیں میں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں“

”نہیں۔ نہیں میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ بس یہاں نہیں کیوں واقعات اس کی طوالت سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ کوئی منزل تو ملے کوئی راستہ تو ملے۔ یہ فیصلہ تو ہو سکے کہ ہم اس خزانے میں سے کچھ حاصل کر سکیں گے یا نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو تم یقینی کر دو کہ وقت کے اس زیاں کا شدید افسوس ہو گا کچھ“

”ڈاکٹر صاحب۔ اگر کوئی تجویز کارگر ہو سکے تو میں اس کا غیر متقدم کرنے کو تیار ہوں اگر آپ واپس چلنے کے لیے بھی کہیں تو سب سے پہلا آدمی میں ہوں گا جو آپ سے اتفاق کرے گا۔ آپ مجھے بتائیے اس سلسلے میں اور کیا کیا جا سکتا ہے“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے کہ براؤن میں صرف ان کا تذکرہ مندرجہ ہوں آپ یہ بتائیے کہ آپ کے ساتھی“

”ہاں۔ ہاں۔ تمہاری نشان کردہ جگہ سے انہوں نے وہ لغز حاصل کر لیا ہے اور مجھے معاف کرنا غزالی تمہاری اجازت کے بغیر ہی میں اسے کھول بیٹھا ہوں“

”کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بتائیے اس میں کوئی کام کی بات معلوم ہوئی؟“ میں نے سوال کیا۔

”وٹینی کے بارے میں۔ ایک منٹ خود ہی دیکھ لو“ میکے براؤن نے کہا اور اپنے اندرون لباس سے وہ لغز نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ جولیا کے چہرے کا تجسس ہی بنا رہا تھا کہ وہ بھی ان معاملات میں پوری طرح دلچسپی نہ رہی ہے۔

”سب سے پہلے یہ تصویر دیکھو۔ دیکھو تو سہی انتہائی حیرت مندی حیرت کی بات ہے“ میکے براؤن نے وٹینی کی تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی اور ہنسنے لگا۔

”یہ تصویر سیکریٹ سروس کے ان فائلوں سے نکالی گئی ہے جو آٹھ میں محفوظ تھے اور یہ تصویر وٹینی کی ہے“ میں نے تصویر دیکھی اور بڑی طرح چونک کر اس کی ادکاری کی۔ جولیا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”بچپان گئے نا۔ بچپان گئے نا اس لغز انگریزوں کا کو“

”یہ۔ یہ جولیا۔ آہ۔ تم نے تو اسے دیکھا ہے تمہیں تو یاد ہوگی۔ آپ اس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں بھروسے براؤن“

میں نے سوال کیا۔

”میں نہیں جانتا تھا جولیا نے بتایا ہے اور غزالی اس بات پر ہے کہ میرے جوش اڑ گئے ہیں۔ رات بھر نہیں سو سکا اور انہی واقعات پر غور کرتا رہا ہوں میں سر میں پکڑا رہے ہوں۔ عقل یہ سب کچھ تسلیم کر لینے کو تیار نہیں ہے اس لڑکی کے بارے میں جولیا نے بتایا کہ یہ تو حسن ہی کی کوٹھی میں رہتی تھی ندرت نام تھا اس کا اور بہت پر اسرار سر لڑکی تھی اب تم بتاؤ۔ اب تم بتاؤ حسن کے کردار کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں“

”مجھے تعجب ہے۔ سخت تعجب ہے لیکن ایک بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں مسٹر حسن کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وٹینی ان کے ساتھ مقیم ہے“

”او فوہ۔ قیامت ہو گئی قیامت۔ میں نے واقعات کا تجزیہ کیا ہے تو مجھے بس یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حسن وٹینی کے بارے میں نہیں جانتا تھا اور وٹینی کا اس سے کوئی رابطہ نہیں

ہو سکتا۔ جس میں کاروباری ساتھی رہا ہے۔ میں جانتا ہوں وہ اتنا کھرا آدمی نہیں ہے حالانکہ میرے ذہن کو یہ شبہ گذرنا تھا کہ ممکن ہے حسن نے ہم سب کو احمق بنا دیا ہو“

”میں نہیں سمجھا مسٹر براؤن“ میں نے کہا۔

”اوہ۔ میں نے یہ سوچا تھا بلکہ ممکن ہے تم اس سلسلے میں میری رہنمائی کر سکو میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کہیں یوں تو نہیں کہ حسن نے وٹینی کے ذریعے خزانہ حاصل کر لیا ہے اور باقی تمام لوگوں کو احمق بنانے کے لیے ساری کارروائیاں کر رہا ہے۔ ہمارے ساتھ شریک ہے اور ہم سب کو احمق بنا کر یہاں دالنے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ خود بھی وٹینی اور خزانے کی تلاش میں ہے۔ لیکن درحقیقت خزانہ اس کی تحویل میں پہنچ چکا ہے۔ بڑی پریشان کن کیفیت ہے کیا یہ ممکن ہے غزالی۔ کیا یہ ممکن ہے۔ حسن کی واپسی مجھے اور مشکوک کرتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے تمہارا سہارا مل گیا ہو اور اس بات کو ذریعہ بنا کر وہ ہم لوگوں کو یہاں چھوڑ کر چلا گیا“

”جہاں تک میرا تجزیہ کہتا ہے مسٹر براؤن یہ بات ممکن نہیں ہے جس واقعات سے کہہ رہے انسان نہیں ہیں۔ اگر ایسی بات ہوتی تو کسی نہ کسی کو تو وہ اپنے راز میں شامل کرنے کی کوشش کرتے۔ چلیے یہ بھی مانتا ہوں کہ خزانے کے سلسلے میں وہ کسی کا اشارے نہیں دینا چاہتے تھے لیکن اس طرح وہ تمام سلسلوں میں پریشان نہ ہوتے۔ میں نے ان لمحات کا تجزیہ بھی کیا ہے جب بوڑھا بابا وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ مسٹر حسن ان کے لیے انتہائی پریشان تھے اور اسی بنیاد پر انہوں نے مجھ سے اپنے تعلقات بھی خراب کر لیے“

”تم غور کرو۔ ذرا غور کرو کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ سب بڑا پر اسرار ہے۔ یہ سب کچھ وہ لڑکی خدائی پناہ وہ لڑکی وٹینی تھی۔ وہاں پر اسے تو میری اور کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کیوں جولیا تم کیا کہتی ہو۔ تم بتاؤ۔ تمہارا بیٹا تجزیہ کیا ہے“

”لڑکی کے حد پر اسرار تھی اس میں کوئی شک نہیں ہے کسی سے ملتی جلتی نہیں تھی وہاں کے لوگ بھی اس پر توجہ نہیں دیتے تھے بلکہ تنویر وغیرہ تو اس سے نفرت کرتی تھی وہ سب لوگ تھے۔ اس سے سوائے مسٹر حسن کے کوئی بھی اس لڑکی سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا“

”کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی جیسی تم بھی کچھ کہو“

”میں کچھ سوچ رہا ہوں مسٹر میکے براؤن میں کچھ سوچ رہا ہوں۔ ذرا کچھ اور کاغذات بھی دکھائیے مجھے“ میں نے کہا اور چکر کرل آسٹن کے تمام کاغذات کی جانب پڑھنے لگا اور میرے

چہرے پر نور و نگر کے آثار تھے اور یکے براؤں میری صورت دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے مجھے وہی انکشاف اس کے سامنے بھی کرنا تھا جس کے ذریعے میں نے باقی لوگوں کو مطمئن کر دیا تھا اور ندرت کی پوزیشن صاف کر دی تھی۔ ویرنگ خورد و خورش کونے کے بعد میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”میں مسٹر میکے براؤن آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ آپ نے ایک اہم بات پر غور نہیں کیا ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا ذہن آدمی اس بات پر توجہ کیوں نہیں دے سکا؟“

”مقصود مقصد بتاؤ؟“ میکے براؤن نے کہا۔
 ”آپ دینی کی اس تصویر کی تاریخیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ اس وقت کی تصویر ہے جب دینی اتحادی جاسوسی اور اعلیٰ کی سیکرٹ مروس کے لیے کام کر رہی تھی۔ دوسری جنگ عظیم میں جاسوسی کرنے والی یہ خطرناک صورت کیا اس عمر میں بھی اتنی ہی نوجوان ہوگی جتنی ندرت ہے، کیوں جو ایسا تم سلسلے میں کیا کہتی ہو۔ تم نے ندرت کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ تمہارے خیال میں اس کی عمر کچھ ہوگی؟“ جو ایسا میری صورت دیکھتی رہی اور پھر اس نے پرخال انداز میں کہا۔

”زیادہ سے زیادہ تیس یا چوبیس سال“ میں نے میکے براؤن کی طرف دیکھا۔ میکے براؤن کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے چہرہ عجیب سے انداز میں بولا۔
 ”سوال ہی نہیں پیلہ جوتا۔ اس کا مقصد ہے کہ ہمارا یہ خیال غلط ہے؟“

”سو فیصدی۔ اگر یہ دینی کی تصویر ہے تو دینی، ندرت نہیں ہو سکتی؟“
 ”ہاں۔ بالکل نہیں ہو سکتی۔ میں تمہاری تائید کرتی ہوں گا زالی؟“

”لیکن یہ شکل، عیساکہ جو ایسا کہتا ہے کہ یہ ہو ہو وہی لڑکی ہے یا تو یہ تصویر غلط ہے یا پھر“ میکے براؤن اچھے ہونے انداز میں بولا۔

”میں مسٹر میکے براؤن تصویر غلط نہیں ہو سکتی۔ آپ لائے دیکھ رہے ہیں۔ تصویر کا کاغذ تباہ ہے کہ یقیناً دوسری جنگ عظیم کے دوران ہی کی ہو سکتی ہے۔ جدید دور میں نہ تو یہ کاغذ استعمال ہوتا ہے اور نہ تصویریں اتنی معمولی حیثیت کی ہوتی ہیں؟“

”یہاں بھی تم درست کہتے ہو؟“ میکے براؤن گہری سانس لے کر بولا۔
 ”چنانچہ یہ ثابت ہو گیا کہ ندرت کم از کم دینی نہیں ہو سکتی۔“

اور اگر ایسی بات ہے تو یہ بات بھی غلط ہے کہ مسٹر جنس کس طرح دینی سے یہ رابطہ قائم کر کے فرائض حاصل کر چکے ہیں؟“
 ”ہاں۔ ان حالات میں تو یہ بات نہیں سوچی جاسکتی ہے شک میں تمہاری تائید کرتی ہوں؟“ میکے براؤن نے کہا اور میں نے گہری سانس لے کر جو ایسا کی طرف دیکھا۔ جو ایسا سرکاری تھی۔
 ”کیوں ڈیڈی اب کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں آپ؟“
 ”بے حد وہ نہیں ہے۔ بہت ہی ذہین انسان ہے یہ؟“
 ”میکے براؤن نے محض لہجے میں کہا۔

”مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے مسٹر براؤن کہ اگر ندرت دینی نہیں ہے تو پھر وہ دینی کی اس قدر ہم شکل کیوں ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”یقیناً۔ دوسری بات میں بھی یہی کہنے والا تھا۔“
 ”یہ معمر ہے جسے حل کرنا ہوگا؟“ میں نے جواب دیا۔
 ”ان کاغذات کو دیکھنے کے بعد خاصی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ دینی کے بارے میں اس میں کوئی شک نہیں کہ کرنل آسٹن نے اپنے طور پر خاصی جدوجہد کی ہوگی سیکرٹ مروس کے ان کاغذات کو حاصل کرنے کے سلسلے میں، لیکن ان سے بھی کوئی خاص نشانہ نہیں ہوتی؟“

”ہاں۔ ان حالات میں تو یہی اندازہ ہوتا ہے اور ہم پھر خلاؤں میں بھیکتے رہ جاتے ہیں؟“
 ”میں بہت زیادہ پرامید بھی نہیں تھا کیونکہ اگر ایسی کوئی بات ہو تو وہ لوگ خود بھی تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ جب وہ بھی تاریکی میں ٹھنک رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ انہیں کرنل آسٹن کے ذریعے کوئی ایسی اہم بات نہیں معلوم ہوگی۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے سامنے دینی، سمجھ تو رہا یا دینی کے لڑکے رہ جاتے ہیں۔ جب تک ان میں سے کوئی ہمارے ہاتھ نہیں لگے گا، یہ کچھ بھی نہیں کر سکتے؟“

”آپ بوڑھے بابا کو بھول رہے ہیں؟“ میں نے کہا۔
 ”یقیناً کروغزالی۔ وہ بوڑھا تقریباً بے کار ثابت ہوگا ہمارے لیے کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکیں گے ہم اس سے اس کے لیے ہم جنی حد جدوجہد کر چکے ہیں بے مقصد رہی۔ آئندہ ہم اس کی تلاش پر کوئی توجہ نہیں دیں گے؟“

”لیکن اس کی کسی حیثیت سے توازن کار نہیں کیا جاسکتا۔ کچھ لوگوں کے لیے وہ اہمیت رکھتا تھا؟“
 ”ہاں۔ ممکن ہے وہ بھی ناقص لوگ ہوں اور ابتدائی لائنوں پر ٹھنک رہے ہوں؟“

”گو کیا بوڑھا اب کوئی اہمیت نہیں رکھتا؟“

کیا اور میں چونک کر اس سمت دیکھنے لگا، جس طرف ویرنس نے اشارہ کیا تھا، وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔
 ”کس خاتون نے؟“ میں نے سوال کیا اور ویرنس متحیرانہ انداز میں بولی۔

”اوہ، شاید وہ جیل گئیں؟“ اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں، اس نے مایوسی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”یقیناً وہ یہ لفاظی دینے کے بعد چلی گئیں، میں کبھی تھی کہ وہ وہیں موجود ہیں؟“

”ٹھیک ہے ویرنس، ٹھنک لو؟“ میں نے جیب سے ایک کرنسی نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا تو وہ آہستہ سے بولی۔

”میں سراسر اس میں ٹپ لینے کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ وہ مٹری اور واپس چلی گئی۔ میں نے شانے بلائے، ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک گوشے میں اکھڑا ہوا بیٹھ گیا۔ میں نے لفاظی کھول کر وہ برزہ نکالا جس پر بگڑی ہوئی تسلط انگریزی میں ایک پیغام لکھا ہوا تھا۔

”مشرک زالی میں نے آپ کو جو جگہ بتائی تھی اب وہ محض ہو گئی ہے۔ براہ کرم اسی رات اور اسی وقت اس جگہ پہنچ جائیے جس کے بارے میں، میں بتا رہی ہوں۔“ لیک ادوٹو یا، جس کے بائیں سمت ایک چھوٹی سی خانقاہ بنی ہوئی ہے میں اسی خانقاہ کے قریب آپ کا ٹھیک دس بجے رات کو انتظار کروں گی۔ لیک ادوٹو یا تک آنے کے لیے آپ کو گیشو دنگ پہنچنا ہوگا ٹیکسی ڈرائیور آپ کو گیشو دنگ با آسانی پہنچا دے گا، گیشو دنگ کے بارے میں آپ کو معلوم نہ ہو مسٹر زالی تو آپ کسی بھی ٹیکسی ڈرائیور سے کہہ دیں۔ یہاں سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا سفر ہے، کوئی ایک سو ساٹھ کو میٹر پر یہ جگہ موجود ہے، البتہ وہاں سے خانقاہ تک آپ کو بیدل کی سہولت ہوگا اور یہ سفر ڈیڑھ میل سے کم نہیں ہے، اس تکلیف دہی کے لیے معافی چاہتی ہوں۔ ٹیکسی اس تبدیلی کی درجہ، ملاقات ہونے پر ہی بتائی جاسکتی ہے۔

ندرت؟“
 میں نے متحیرانہ انداز میں دیمین بار اس پرچے کو پڑھا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی میری طرف متوجہ نہیں ہے، لیکن کسی بھی جگہ سے یہ اشارہ ہو سکا، ایک گہری سانس لینے کے بعد میں نے سرخ لفاظی سے ادب پرچے کو پڑھنے پر زور سے کر کے اپنی مٹھی میں دبایا۔ کسی ایسی جگہ چھینکنا یا ہاتھ پھانسیاں سے یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے، اچھا یہی ہوا کہ میں اس طرف نکل

”حالات بتاتے ہیں کہ وہ دینی سے متعلق تھا لیکن ہے اس کا کوئی عزیز ہو۔ کچھ ہوا اس کے لیے لیکن دینی بھی تو اسے تلاش نہیں کر پاتی تھی۔ وہ باہر بڑھا شاید کبھی دوست نہ ہو سکے۔ فرض کرو ہم اس کی تلاش میں بھی وقت ضائع کریں اور کسی طرح اس تک پہنچ جائیں تو کیا ملے گا۔ پہلے اس کا سراغ درست کر لیا جائے۔ فنزول، سب سے زیادہ بے کار جواؤں نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

حالانکہ کرنل آسٹن کے کاغذات میرے قبضے میں آگئے تھے اور میرے ذریعے میکے براؤن کو مل چکے تھے، لیکن میں ابھی تک ڈاکٹر طاہر علی وغیرہ کے ساتھ ہی قیام پزیر تھا، میکے براؤن کو میں نے یہ بات ذہن نشین کرادی تھی کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ ہی قیام کرنا مناسب ہے، مگر ذرا کم اس وقت تک، جب تک جاگم واپس نہ آجائے، حالانکہ جو لینے اس سلسلے میں بڑے ہاتھ پاؤں مارے تھے، لیکن میں کسی بھی قیمت پر میکے براؤن کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا، میرے بہت سے معاملات متاثر ہو سکتے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی بھی میری درجہ سے

خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے طوطا پر ابھی تک کسی اور کارروائی کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ میکے براؤن سے بات ہونے تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ لوگ کاغذات کی گمشدگی کی درجہ سے سخت پریشان ہیں اور غور فرمادہ وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ کسی کو ان کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں، میں نے بھی اس سلسلے میں کافی اداکاری کی اور اب شاید وہ لوگ یہاں سے بھاگ جانے کے چکر میں ہیں، اس پر میکے براؤن نے سوال کیا تھا کہ وہ کہاں ہائیں گے تو میں نے اسے بتایا کہ ابھی تک مکمل خاموشی ہے، اس چھوٹے سے

گروہ کے لیڈر ڈاکٹر طاہر علی ہی ہیں، اور ان کے ذہن میں کیا ہے، یہ معلوم کرنے کی میں دن رات کوشش کر رہا ہوں۔

ندرت کے لیے ہوئے وقت میں اب زیادہ دن باقی نہیں تھے۔ میں عیادت سے ملاقات کے بعد ہی کوئی صحیح فیصلہ کر سکتا تھا۔ اس دن دوپہر کے کھانے کے بعد جب تمام لوگ اپنے اپنے کمرے میں آرام کے لیے لیٹ گئے، میں باہر نکل آیا۔ بس لوہی آوارہ گردی کرنے کا یہ پروگرام تھا بے اختیار

ابھی کنٹین کی طرف نکل آیا تھا اور اس غرض کارروائی میں جمیل کے کنارے کھڑے ہو کر شکاروں میں سرگرمی کے والوں کا نظارہ کر رہا تھا کہ دفعتاً ایک ویرنس میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے ایک چھوٹا سا سرخ لفاظی میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

”میرے ان خاتون نے دیا ہے، اس نے منہ سے محبتیں اٹھاؤ

آیا، ورنہ شاید ندرت آسانی سے مجھے تلاش نہ کر پائی اور میں بلاوجہ بھٹکتا پھرتا، البتہ وہ جس طرح غائب ہو گئی تھی اک پر مجھے تعجب تھا، لیکن یہ بھی سوچ رہا تھا کہ جگہ کی تبدیلی بلاوجہ نہیں ہوگی، پتا نہیں یہ پڑا سرار رکھ گیا کرتی پھر یہ ہے۔ بہر طور جو کچھ بھی تھا اس وقت ندرت میرے لیے بہت اہم تھی اور میں اس سے معلومات حاصل کر کے آئندہ اقدام کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ اب میں نے اس بات پر سوچنا چھوڑ دیا تھا کہ اس تمام جدوجہد کا نتیجہ کیا ہوگا، جو کچھ بھی ہوگا اسے آہی جائے گا، بلاوجہ الجھنوں میں پڑنے سے کیا فائدہ۔

کنٹین سے نکل کر کچھ اور جگہوں پر آوارہ گردی کرتا ہوا کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا، مگر ان کے کنارے لگے ہوئے ٹیبلٹیں میں سے ایک میں، میں نے بھی میں پکڑے ہوئے گاؤں کے ٹیبلٹس ڈال دیے اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دو دروازیں اور تیسرا دروازہ بھی اسی طرح گذر گیا۔ آج وہ دن تھا جب مجھے ندرت کے پاس پہنچنا تھا۔ صبح ہی سے ذہنی سستی کا شکار تھا اور طبیعت میں ایک ایسی ٹیٹھن سی تھی جیسا کہ تھا کہ جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤں گا، تاکہ کسی طرح کی کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے اس پر دگرگام میں، کوئی بھی غیر متوقع معاملہ پیش آسکتا تھا۔ اس لیے کسی سے رابطہ نہ رکھا جائے تو بہتر ہے۔ دس بجے کے قریب ڈاکٹر ظاہر علی سے یہ کہہ کر نکل آیا کہ کچھ مصروف رہوں گا۔ لیکن ہے رات کو واپس آنے میں دیر ہو جائے۔

ڈاکٹر ظاہر علی نے کوئی سوال نہیں کیا تھا، میں نے ضروری تیار کیا کہیں اور پھر ایک میکیس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ وقت کسی مناسب جگہ گزارنے کا ارادہ تھا اور ایسی مناسب جگہیں یہاں پر بہت سی تھیں۔

سارے بارہ بجے کے قریب ایک ریسٹوران میں جا بیٹھا اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں طلب کر لیں پر دگرگام ہی تھا کہ ایک یا دو بڑے گھنٹہ گزارنے کے بعد میکیس میں بیٹھ کر گھنٹہ دو تک پہنچ جاؤں گا اور باقی وقت وہیں گزار کر ان اطراف کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔

ریستوران میں بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ میں نے چنگ لی کو امداد داخل ہوتے ہوئے دیکھا ایک اور دروازہ پتلا ستانی آدمی اس کے ساتھ تھا۔ چنگ لی ریسٹوران کے اوپر جانے والا میٹھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ کچھ میٹھیوں پر چڑھتے ہوئے اس نے ہی میری شکل دیکھ لی تھی۔

وہ ایک دم ٹھٹھک گیا، پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے اوپر جانے کے لیے کہا اور خود نکلے اتر کر میرے پاس پہنچ گیا۔ "ہیلو سرگزین، آپ ہے؟" "ہاں، میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا لیکن اس لیے مخاطب نہیں کیا تھا کہ پتا نہیں تم کس کام میں مصروف ہو؟" "یہاں ایک دوست سے ملنے آیا تھا، آپ لوگ اس دن کے بعد سے نہیں آئے سرگزین، اپنی خیریت بتائیے؟" "سب ٹھیک ہے، ابھی تک اس سلسلے میں کچھ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ سموتورا کے بارے میں تمہاری طرف سے بھی کچھ پتا نہیں چل سکا؟"

"میں صرف ایک بات بتا سکتا ہوں سرگزین، سموتورا مارشل آرٹس کی دنیا کا کوئی معروف نام نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو یقیناً میں اس سے واقف ہوتا، اور اصل ہمارے ہاں مارشل آرٹس کو ایک روحانی حیثیت بھی حاصل ہے اور بہت سے کوٹوں کھدوں میں ایسے تارک الدنیا رہا سہل جاتے ہیں جو مارشل آرٹس کنگ ہوتے ہیں لیکن اپنے اس فن کو صرف اپنی روحانی قوتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

شاید آپ کو مارشل آرٹس کی تاریخ معلوم نہیں، اس سے جسمانی قوتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے، درحقیقت روحانی اور اس کے بعد ادماغی قوتوں کا استعمال ہی مارشل آرٹس کے تمام فنون کی روح ہوتا ہے۔ ہم اپنے بدن کی قوتوں سے وہ کام نہیں لے سکتے، جو دماغ کی قوتوں سے لے سکتے ہیں اور دماغ کو طاقتور بنانے کے لیے روح کو طاقتور بنانا بے حد ضروری ہے مارشل آرٹس کی تمام تعلیمات میں خاص طور سے اس بات کی تعلیمی کی جاتی ہے کہ اپنی روح کی پاکیزگی اور اچھے خیالات کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ یہ ہو سکتا ہے کہ سموتورا بھی کوئی تارک الدنیا رہا ہو اور کسی خاص وجہ کی بنا پر وہ جاپان کے کسی خاص آرٹس کلب سے منسلک ہو، ایسے لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"دیشی کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم ہو سکتا؟" "آپ یقین کریں سرگزین، کہ میرے آدمی تقریباً پانچ سو ہو گئے ہیں۔ اس نام کی کسی شخصیت کا انہیں وجود نہیں ملا۔"

"ٹھیک ہے، بہر طور ابھی تو ہم لوگ کوٹھڑیوں میں مصروف ہیں، اگر پانچ سو ہو گئے تو دوا میں چلے جائیں گے چنگ لی تھوڑی دیر تک میرے ساتھ بیٹھا اور پھر اس نے مجھ سے اجازت طلب کر لی۔ اس کے جانے کے بعد میں بھی وہاں سے اٹھ گیا تھا، باہر نکل کر تھوڑی دیر تک میں یہ جائزہ لیتا رہا کہ

میرے اطراف میں کوئی موجود تو نہیں ہے اور اس کے بعد ایک میکیس کو اشارہ کر کے روک لیا۔

"گھنٹہ دو تک جاتا ہے؟ میں نے کہا اور میکیس ڈرائیور نے چپرتی سے اتر کر مچھلی دروازہ کھول دیا۔ غالباً وہ اس لیے سفر کے لیے سوخو تیار ہو گیا تھا۔ میں میکیس میں بیٹھ کر چل پڑا اور اپنے اندر گونگ پھیلے ہوئے مناظر کو دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میکیس ایک لمبی اور شگافت مڑک پر نکل آئی جو خاصی عمدہ بنی ہوئی تھی۔ لہا سر کی عمارتیں دیکھے رہ گئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے کارخانے اور معمولات زندگی کے دوسرے مناظر یہاں بکھرے ہوئے تھے۔ میکیس کی رفتار کافی تیز تھی اور کھلی مڑک پر ڈرائیور برق رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ چنانچہ صرف ایک گھنٹہ بیس منٹ کے اندر اندر میں کیتو دو تک پہنچ گیا۔

گھنٹہ دو تک ایک صنعتی قصبہ تھا۔ بہت کم آدمی زندگی کے مناظر یہاں بھی بکھرے ہوئے تھے۔ قصبے کے باہر بڑے بڑے پتھروں پر کھدوے ہوئے مناظر دھولیا، پھر دس دس رہے تھے۔ قدیم اسٹوپا کے دوازے پر یا تریوں کو 'سوموس' پیش کیا جا رہا تھا۔ میں نے اسے قبول نہ کیا کیونکہ ہولی کے دیوار پر چنگ لی کی کارستانی اکثر دیکھنے میں آتی تھی۔ حید کے اندر سامنا دوتا کے حضور بکروں کے سروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ پتھر کی چھوٹی پیاں لکڑی کے خورنک انسانی مجسموں سے آراستہ تھیں۔ عام زندگی کے مناظر جگہ جگہ موجود تھے۔ گھروں کے صحن میں عورتیں صحن کے سے اوپلی میں باجبرہ کوٹ رہی تھیں یا کوٹوں کے گھڑوں میں پانی بھر کر دیر دیر ہوتی جا رہی تھیں۔ ان کے لباس سیاہ تھے جیکر معمولاً خاکستری لباسوں میں نظر آتے تھے۔

میں نے لیک ادوٹا کے باسے میں پوچھا تو وہ میرا منہ دیکھنے لگے۔ یہ میری بات نہیں سمجھ پائے تھے۔ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تھی۔ چند لمحات سوچتا رہا پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ایک کارخانے کے پاس پہنچ کر میں نے کسی بڑھے لکھے آدمی کو تلاش کیا۔ اس کا نازہ صرف لباس ہوا تھا۔ مجھے ادوٹا کی سمت معلوم ہو گئی۔ سارے دس بجے وہاں پہنچنا تھا لیکن میں نے اس اجنبی راستے کو رکتی ہی میں طے کر لینا مناسب سمجھا۔ اور سمت معلوم کرنے کے بعد اس طرف چل پڑا۔

قصبے سے نکلنے کے بعد جو کہ کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، سیاہ رنگ کے باگ لگنے کی شکل میں جگہ جگہ کھیتوں میں نظر آ رہے تھے۔ بزرگ کھیتوں سے پرے شلم کے کھیت چھلے ہوئے تھے جن میں بانسوں پر مردہ گوسے جگہ جگہ لٹکے

آ رہے تھے۔ یہیں میری ملاقات ہری داس سے ہوئی جس نے بہت کم باتیں اختیار کی ہوئی تھی اور یہیں کھیتی باڑی کرتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے پر نام کیا تھا۔ میں رک گیا۔

"کیا تم ہندی بول سکتے ہو۔" "لا کیوں نہیں سرکار ہم ہندوستانی ہی ہیں، اہاں نے جواب دیا۔" "کیا نام ہے تمہارا۔" "ہری داس"

"یہیں رہتے ہو۔" "ہی سرکار یہ کھیت ہمارے ہی ہیں۔" "بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر ہری داس۔ میں جھیل ادوٹا جانا چاہتا ہوں۔"

"سیدھا راستہ ہے سرکار آگے چل کر سوکھے منور کے جنگل میں گے، انہیں پار کر کے گھنٹہ دو تک پہنچ جائیں گے۔ مگر سرکار باہم سمت کی طرف نہ جائیں وہ جگہ بھی نہیں ہے۔" "کیوں۔ وہاں کیا ہے۔"

"جھوت بھرا کر کہیں وہاں۔ بہت سی پرانی کہانیاں ہیں سرکار۔ وہاں ایک گاؤں تھا کسی پرانے زمانے میں بدھ دہشی پدم شمشو جب پہاڑی راکھشٹوں کا خانہ کرنے کے لیے یہاں آئے تو ایک ماہہ راکھشش وہاں سے بھاگنے لگی۔ اس نے گاؤں والوں کو ایک ہیرہ ملا دیا کہ وہ پدم شمشو کو ان کے بارے میں نہ بتائیں۔ پدم شمشو نے وہ ہیرا گوبر میں بدل دیا تو گاؤں والے سمجھے کہ راکھشش انہیں دھوکا دے گئی۔ انہوں نے پدم شمشو کو سب کچھ بتا دیا۔ اور اس کے بدلے ہی اس راکھشش نے گاؤں پر سیلاب چھوڑ دیا۔ سارے گاؤں والے مر گئے اور اب ان کی روہیں وہاں جھلکتی رہتی ہیں۔"

میں منہس دیا۔ ہری داس نے مجھے ہنر و دیوان کھلائیں اور میں اس کا شکر یاد کر کے آگے بڑھ گیا۔ بالآخر یہ قافلے ہو گیا اور میں جھیل ادوٹا پہنچ گیا۔ یہ جھیل تقریباً ایک میل چوڑی اور نہ جانے کتنی گہری تھی اطراف کے مناظر دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اس کے آس پاس کوئی سدھ یا نہیں ہوگا اور کسی زلزلے نے چٹانی تودوں سے اسے دبا کر اسے بند کر دیا ہوگا جس کی وجہ سے یہ جھیل وجود میں آئی۔ ایک خانقاہ کے علاوہ یہاں اور کوئی آبادی نہیں تھی اور یہی خانقاہ میسری منزل تھی۔

اعلیٰ تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا اور مناظر اس میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ خانقاہ کے پاس ہی ایک جگہ منتخب کر کے میں بیٹھ گیا اور وقت گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ اطراف سے

”آؤ۔ باہر کی نفا ٹھیک نہیں ہے۔“ اس نے کہا اور وہاں
 ”گئی۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔“
 ”نفا ٹھیک نہیں ہے سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟“
 ”کچھ لوگ سائے کی طرح ہمارے پیچھے نکلے ہوئے ہیں۔“
 ”ابھی بھی اس خانقاہ سے،“ میں نے کہا لیکن ندرت
 نے میری بات کاٹ دی۔

”میں دیکھ چکی ہوں،“ وہ ایک خالی دروازے سے اندر
 داخل ہو گئی۔ خانقاہ میں بدل ٹھنڈا دینے والی سردی تھی جبکہ
 باہر بالکل سردی نہیں تھی۔ پھر خوف کا احساس تھا جو میرے
 وجود میں جاگزیں تھا۔

ایک طویل راہزاری سے گذر کر وہ ایک کمرے میں داخل
 ہو گئی۔ جہاں کچھ نہیں تھا۔ ندرت نے ایک دیوار کے پاس
 جا کر کچھ ٹٹولا پتھر کھسکنے کی آواز سنائی دی اور تیز روشنی سے
 کمرہ منور ہو گیا۔ روشنی کا رنگ گنگنا منور تھا لیکن آگ گھور
 نارنجی میں وہ بہت تیز رنگ رہی تھی۔

”آؤ کالالی،“ اس نے کہا اور آگ بڑھ گئی۔ یہ کسی ترخانے
 کی بیڑھیاں تھیں۔ آٹھ بیڑھیاں ملے کر کے میں نیچے پہنچ گیا۔
 جہاں دیواروں میں تین مشعلیں روشن تھیں لیکن ان کی روشنی
 کافی تھی۔ اور اس روشنی میں ایک شخص ہرن کی کھال کے درگ
 چھال پر پالتی مارے بیٹھا تھا۔ سیاہ کفن نمالباں میں ملبوس
 بڑی عجیب سی شخصیت تھی اس کی۔

”یہ۔ سمبولورا ہائے،“ ندرت کی آواز ابھری۔

مصلحت
 ایک زبواٹ کے زندگے کے۔ داستان
 ناتا ہے بقصد مگر تا ہے۔ باض
 نے اسرار انہ منہ پیکار۔



نہ جانتے کسی کسی آوازیں ابھری تھیں۔ بڑی خوفناک جگہ تھی۔
 خانقاہ میں بھی کوئی رونق نہیں تھی شاید یہاں کوئی تھا ہی نہیں۔
 اس پراسرار اور ہرستانک ماحول میں عجیب عجیب خیالات ذہن
 میں آ رہے تھے۔ ہری داس کی کہانیاں بھی ذہن میں آ رہی
 تھیں اور سیلاب کی آواز کان میں ابھری ہی تھی۔ وقت گذرنے
 کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ دفعتاً کسی طرف سے روشنی محسوس
 ہوئی اور میں اچھل پڑا۔ میں نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا خانقاہ
 میں کوئی چراغ روشن تھا۔ اس کا مطلب ہے کوئی اندر
 موجود ہے۔

چند لمحات کچھ سوچتا رہا۔ پھر ٹٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ
 خانقاہ کے بوسیدہ دروازے سے کوئی برآمد ہوا اور میں اپنی
 جگہ سمٹ گیا۔ بدھ جھکشو کے لباس میں ایک طویل القامت سایہ
 برآمد ہوا تھا۔ ابھی میں اسے دیکھ رہا تھا کہ اس کے پیچھے کیے بعد
 دیکھ کر کئی سائے باہر نکل آئے۔ یہ سب عبادت گزار تھے۔
 لیکن نہ جانتے کیوں یہ لوگ مجھے بے حد پراسرار لگ رہے تھے۔
 وہ ایک قطب بندے ہوئے آگے بڑھنے لگے اور خانقاہ کے بائیں
 سمت کے دھلاں میں اتر گئے ان کا انداز مشیت تھا۔ میں دھڑکتے
 دل سے انہیں دیکھتا رہا۔ ذرا سی دیر میں وہ نگاہوں سے
 اوجھل ہو گئے تھے۔

خانقاہ کا چراغ روشن تھا۔ پھر آسمانی چراغ روشن ہوا
 گیا۔ چاندنی اطراف میں چھیل گئی۔ اور ماحول کچھ اور پراسرار ہو گیا۔
 گھر کی کسی سوئیوں نے رات کے دس بجائے تو میں اٹھ کھڑا ہوا۔
 بہت کر کے میں خانقاہ کے دروازے پر آ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا
 تھا کہ ندرت کہاں سے آئے گی۔ کیا اس جوں لاک رات میں وہ اتنا
 فاصلے کر کے یہاں تک پہنچے گی یا پھر وہ یہیں موجود ہے۔
 خانقاہ کے دروازے کے پاس پہنچا تو چاندنی میں ندرت
 کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ دل دہل کر رہ گیا تھا۔ کیا یہ ندرت ہی ہے۔
 ندرت ایک پراسرار کردار۔ ایک زندہ وجود۔ لیکن جس کے بائیں
 میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔

”ہیلو،“ اس کی آواز ابھری۔

”ندرت،“ میں نے کہا اور تیز قدموں سے اس کے پاس

پہنچ گیا۔

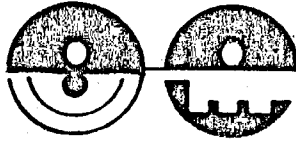
اسے دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات دوسرے اور تیسرے حصے میں
 ملاحظہ فرمائیے

حصہ دوم

سالمون



اسم کے ساتھ



ندرت کو اردو کے ساتھ زیادتی کرنے میں ہی لطف آتا تھا۔
 میں بھی اس کے ساتھ زمین پر پالتی مار کر بیٹھ گیا۔
 ”وہ لوگ کون تھے ندرت جو ابھی خانقاہ سے باہر نکل
 کر گئے تھے؟“ میں نے پوچھا۔
 ندرت کسی سوچ میں گم ہو گئی۔ پھر اس نے کہا: ”میں
 ناپس جانتے۔ بٹ وہ لوگ ڈیپٹیجیر۔ میرے کوہوتا وہ لوگ
 ادھر؟“
 ”ہائیس۔ وہ زبان بولو جو میں سمجھ سکوں؟“ سمبو تو رانے
 درمیان میں مداخلت کی۔
 ”سو ری والی میں۔ گارالی ان لوگوں کے بارے میں پوچھ
 رہے تھے جنہیں انہوں نے خانقاہ سے باہر نکلنے ہوئے
 دیکھا تھا؟“
 ”وہ لوگ مسٹر غزالی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ وہی لوگ تھے
 جو میری تلاش میں ہیں؟“
 ”کون لوگ ہیں یہ؟“
 ”ہماری بد نصیبی؟ سمبو تو رانے گہری سانس لے کر کہا۔
 ”کیا مطلب؟“
 ”ہائیس نے تمہیں آرتھوڈوکس ویلز آنے کو کہا تھا نا؟“
 ”ہاں؟“

اس پر اسرار ماحول اور اس انوکھی صورت حال نے مجھ پر
 سحر سا طاری کر رکھا تھا جو اس نام کو سن کر ٹوٹ گیا۔ میرے
 ذہن میں یہیں سے آواز ہوتی تھی۔
 ”کون۔؟“ میں نے جیسی جیسی آواز میں کہا۔
 ”ادھر کا لوگ اس کو سمبو تو رالو لانا ہائے۔ بٹ یہ والی ہیں
 ہائے۔ اوگن والی میں؟ ندرت نے کہا۔
 اسی وقت سیاہ کفن میں لپٹے ہوئے شخص نے پہلو
 بدلا۔ اور شستہ انگریزی میں بولا۔
 ”تمہارا نام غزالی ہے؟“
 ”ہاں۔ میں ہی غزالی ہوں۔ کیا تم سے میرا تعارف ہو چکا
 ہے؟“ میں نے اب خود کو نبھال لیا تھا۔
 ”ہائیس نے تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔
 اس کا دعویٰ ہے کہ تم ایک مخلص اور شریف النفس نوجوان ہو؟“
 سمبو تو رانے نے کہا۔
 ”ہائیس؟“
 ”تم اسے ندرت کہتے ہو؟“
 ”اوہ؟“ میرے منہ سے جھکی سی آواز نکلی ندرت نے
 مسکرا کر کہا۔ ”لیکن تم مجھے ناڈوٹھ ہی بولیا گارالی۔ آڈاٹھ؟“

"انہیں لوگوں کی وجہ سے وہاں کی ملاقات ملتوی کی گئی تھی صرف یہی نہیں بہت سے لوگ میرے پیچھے گئے ہونے ہیں۔ وہ مجھے جینے میں کر کے مجھے کچھ کام لینا چاہتے ہیں۔" "کیا کام؟"

"میں اس بار سے میں نہیں جانتا یہ سمجھتا ہوں۔" "گازالی، آج تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ تم لوگ ہم سب لوگ مصیبت زدہ ہو چکے ہو اس بار سے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ یہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے اگر ہم اپنے بارے میں تمہیں کچھ بتائیں گے تو تم سبھی نہیں پاؤ گے۔" "الہ جاؤ گے ہمیں چھوٹا سمجھ گے۔ اس لیے گازالی ہمارے بارے میں جاننے کی کوشش مت کرو۔ معرفت ہماری مدد کرو۔" تم ایک اچھے انسان ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہوں۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ تم کو میں کے ٹکڑاں تھے۔ دوسرے لوگ اس کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے تم نے اس کی جان بچائی۔ ایک بات بتاؤ گازالی کیا تم بھی اس خزانے سے دلچسپی رکھتے ہو جو ویلین کے پاس ہے؟

"کافی حد تک" میں نے جواب دیا۔ "اگر میں تم سے وعدہ کروں کہ خزانے کا ایک بڑا حصہ تمہیں مل سکتا ہے تو تم مجھ پر یقین کرو گے؟" "ندرت۔ تمہارے الفاظ میرے لیے بہت دکھ ہیں، لیکن تم شاید میرے بارے میں اندازہ لگا سکی ہو کہ میری زندگی میں کچھ اصول بھی ہیں۔ دولت میری ضرورت ہے لیکن اس کے حصول کے لیے میں اپنے ضمیر کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ آنکھیں بند کر کے خزانے کی خواہش میں کبھی نہیں کر سکتا۔ مجھے پتا چلنا چاہیے کہ اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا؟" "کام اگر تمہارے ضمیر کے خلاف نہ ہو تو؟" اس بار سمجھو تو لے لیا۔

"تو میں جس قابل بھی ہوں حاضر ہوں۔" "تمہیں سب کچھ بتایا جائے گا۔ لیکن اس کے لیے میں کچھ وقت درکار ہوں گا۔ ہاں ایسے کام تو تم کر سکتے ہو جو آپ تکم کر سکتے ہو؟"

"مثلاً؟" "گو میں کی تلاش۔" "سمجھو تو لے لیا۔" "وہ جسے تم پوچھا ہاں کہتے رہے ہو۔" "اس بار ندرت نے کہا۔"

"ہاں۔ میں پوچھے یا ہاں کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔" "کسی اور کے لیے نہیں ہمارے لیے، ندرت بولی

اور میں کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ "اس میں بھی کوئی مروج نہیں ہے۔ بشرطیکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم لوگ اس کا حصول کیوں چاہتے ہو؟" "اس لیے کہ وہ ہم میں سے ایک ہے۔ اور یہ بات تم جانتے ہو گازالی، ندرت نے کہا۔

"تم بتا چکی ہو؟" "سمجھو تو لے لیا۔ سمجھو تو لے لیا۔ چاہے میری ملاقات بہت میں ہو گئی۔ دراصل ہم لوگ۔ ہم لوگ ایک دوسرے کی بڑی پہچانتے ہیں۔ ہمیں علم ہو جاتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ تو ہم بہت دور سے سوچنے لیتے ہیں اور اس کی راہ پر گنا جاتے ہیں۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اسی خوشبو سے پہچانا۔ درنہ سمجھو تو لے لیا۔ بدھ راہب کی شکل میں تھا۔"

"ایک سوال کروں ندرت سوری یا ایسا۔" "میں نے کہا۔" "نہیں بلکہ تم مجھے ندرت ہی کہو۔" "یہ تو تم کتنی دوسرے سوچ سکتے ہو؟" "یہ ہوا وہاں پر منحصر ہے، ندرت نے عجیب لہجے میں کہا۔" "کیا تم بہت کی نفاذ میں کو میں کی پوچھو سوس کرنا ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر ایسا ہو جاتا ہوتو۔ تو ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہ پیش آتی یہ سمجھو تو لے لیا۔" "گو یادہ تبت میں نہیں ہے؟" "بات ہواؤں کی ہے۔ اگر وہ یہاں ہے تو کسی ایسی جگہ ہے جہاں سے اس کی بڑی ہم تک نہیں پہنچ سکتی۔"

بات جس قدر عجیب تھی میں محسوس کر رہا تھا لیکن ابھی سب کچھ پوچھ لینا مناسب نہیں تھا۔ آخر یہ کون لوگ تھے جو عام لوگوں سے مختلف تھے۔ ایک دوسرے کی پوچھو گچھ لیتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ خود ندرت کے اندر میں کچھ پر امرار چیزیں دیکھ چکا تھا لیکن اس کے باوجود وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق تو نہیں معلوم ہوتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ کسی دوسرے خطے کی خوراک کہا جا سکتا تھا۔ لیکن۔

"تو میں کہہ رہی تھی کہ سمجھو تو لے لیا سے میری ملاقات اچانک ہوئی۔ ہم نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ اور آپس میں مل بیٹھے لیکن اس کے ضمن اس کے پیچھے گئے ہونے میں اس سے یہ وہ بے چین ہے۔"

"یہ دشمن کون ہیں۔" "میں نے پوچھا۔" "نہ جاننے کون کون ہیں۔ میں نہیں جانتا۔ بے شمار لوگ

میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ وہ ہمیں ہمارے کام سے روکتے ہیں یہ سمجھو تو لے لیا نے اٹھے ہوئے پہلے میں کہا۔ "ندرت۔ یہ حقیقت ہے کہ میں اب تک کچھ نہیں پوچھ سکا۔ بہر حال یہ بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟" "گازالی۔ ہمیں کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ہاتھوں کو چھتا ہو۔ ہر جگہ سے واقف ہو۔ بہت اعلیٰ میاں پر کام کرنا ہے ہمیں سب سے پہلے کو میں کی تلاش ہے۔ اس کے بعد۔"

"ہاں اس کے بعد۔" "میں نے پوچھا۔" "ندرت نے کہا اور ہنس پڑی۔ میں کوئی جواب بھی نہیں دینے پایا تھا کہ دفعتاً کچھ آئین سنائی دیں اور میں ناموش ہو گیا۔ ندرت نے بھی یہ آوازیں سن لی تھیں۔ "کوئی ہے فلاں سے مرگوش کی؟ یہ آوازیں ہمارے سروں پر گونج رہی تھیں۔ پھر دھماکے سنائی دینے لگے۔ یہ فریض کو کسی عجیب چیز سے پینے کے دھماکے تھے۔"

"اس کا مطلب؟" "ندرت بدستور مرگوش کے لہجے میں بولی۔ "فریض کے پیچھے کچھ خالی ہونے کا اندازہ لگا ہے۔ میں بالیہ۔ انہیں کسی نہ خاتمے کی تلاش ہے؟ میں نے جواب دیا۔ "یقیناً ایسا ہی ہے؟" ندرت بولی۔

سمجھو تو لے لیا بھی خاموش تھا اس نے اس بار سے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ آٹھیں مسلسل ابھر رہی تھیں اور اندازہ جوتا تھا کہ وہ لوگ ہمیں تلاش کر کے ہی دم لیں گے۔ "باہر نکلنے کا کوئی اندازہ نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور

میں وقت سمجھو تو لے لیا مرگوش کے پاس گھڑا ہوا۔ "آؤ۔ میرا خیال ہے پوچھنے آئے کاراستہ تلاش کر لیں گے؟" "ہاں اور ندرت اس کے ساتھ ایک سمت بڑھ گئے۔ سمجھو تو لے لیا نیز لمبوں سے چلتا ہوا ایک بڑے سنگی جھسے کے پاس پہنچ گیا۔ در پھر جھسے کے عقب میں موجود ایک خلا میں ہم تینوں اتر گئے۔ بالیہ کوئی مرگوش تھی جس میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ سمجھو تو لے لیا۔

"میرے قدموں کی آواز پر پہلے آؤ یہاں کون رکاوٹ ہیں سے؟ ہمیں زیادہ سے زیادہ پیچاس گز کا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد پڑھنا شروع ہو گئی۔ زمین پچیس گز بلنے کے بعد ہوا کے جھبکے اور روشنی محسوس ہوئی۔ ہم خائفانہ نے احاطے میں ہی نکلے تھے۔ باہر جا کر نکلا ہوا تھا اور اس کی

المرار روشنی میں احاطہ نمایاں تھا۔

"اصل دروازے سے نکلنے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا؟"

قلمی دنیا کے نواب کی مملکت میں ایک نئی تحریر کا اضافہ

ادھورا ادھورا

بلند پایہ معاشرتی کمائیوں کی بیچان
ایک مقبول اور معتبر نام

محی الدین نواب

جن کے شعری قلم سے نکل ہوئی تحریر کا انتظار رہتا ہے

ادھورا ادھوری

ایک اہم موضوع پر، ایک اچھا ناول
زندگی کے اتار چڑھاؤ کا آئینہ دار
خوبصورت، پر جتس، نوکیلا، تکیلا اور تدار

ادھورا ادھوری

نئے ہر پار کی طرح آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھا
جانے گا

شائع ہو گیا ہے۔۔۔۔ قیمت = 150/-



علی بک شال

نسبت روز چوک میو ہسپتال لاہور

7223853 ①

سمبور تو راولا اور تیزی سے احاطے کی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ احاطے کی دیوار اتنی بلند نہیں تھی کہ اسے عبور کرے جوئے کوئی خاص مشکل پیش آتی۔ ندرت بھی اطمینان سے دیوار کو دیکھتی تھی۔ اس طرف ایک وسیع میدان تھا لیکن کسی تدریج احاطہ میں تھا۔ اس پاس کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جس کی آڑھے کر کے آگے بڑھا جائے۔ مجبوراً اسی راستے پر آگے بڑھنا پڑا لیکن چند گز دور گئے ہوں گے کہ فضا میں سیڑیوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ یہ سیڑیاں مندر سے بجائی جا رہی تھیں۔

"دوڑو یہ میں نے کہا اور ہم تینوں بھاگنے لگے لیکن فوراً ہی گولیاں پلٹنے لگیں۔ اور بیشتر چنگاریاں ہمارے سمون کو چھوتی ہوئی گذر گئیں۔ میں نے بدحواس ہو کر سمبور تو راولا اور ندرت کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں بھی ان گولوں سے بچ گئے تھے۔"

پہچھے سے چھتی ہوئی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ لوگ دوڑتے ہوئے ہمارا تعاقب کر رہے تھے اور گولیاں برسا رہے تھے۔

"گر جاؤ۔ بیچے گر جاؤ۔" سمبور تو راولا نے کہا۔ اور ہم ایک دم زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر اوڑھے لیٹ گئے۔ "نہ سکا آؤر سکا" سمبور تو راولا کے مندر سے کچھ بے معنی الفاظ نکلے۔ پھر اس نے کہا "ہا یائسا اور ندرت اسے دیکھنے لگی۔"

"آستہ ایکانہ" ندرت نے جواب دیا۔ اور پھر فوراً گولی کا زالی اب ان سے متعلقہ کرنے کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔

"آنے دو" میں نے کہا۔ دوڑتے ہوئے لوگ برقی رفتار سے ہماری طرف آ رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک خیال گذرا۔ وہ لوگ جو پستول رکھتے ہیں۔ ایسے انارٹی بھی نہیں ہوتے کہ کھلے میدان میں عدالتے ہوئے تین آدمیوں کو نشانہ نہ بن سکیں۔ انہوں نے صرف ہمیں روکنے کے لیے گولیاں برساتی ہیں۔

پھر میں نے سمبور تو راولا کو ایک عجیب حرکت کرنے دیکھا۔ اس نے اپنی کلائی میں پرے ہوئے ایک کڑے کو کلائی سے اتار لیا۔ دیکھا ہی دوسرا کڑا اسی کلائی میں پڑا ہوا۔ اتارا ہوا کڑا کوئی دو فٹ دور ہو گیا لیکن وہ شاید کسی باریک تار سے منسلک تھا کیونکہ وہ سمبور تو راولا کے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ جنبش کر رہا تھا۔

میری نگاہیں ان لوگوں کی طرف اٹھ گئیں جو اب ہمارے سمون پر پہنچ گئے تھے۔ ان کی تعداد چھ تھی۔ وہ سیاہ لبادوں

کی آواز میں سمبور تو راولا کی کلائی سے منسلک اس کڑے سے بلند ہو رہی تھیں جس کا دوسرا سزا فضا میں گردش کر رہا تھا۔ دوسرے سفید فام پستول برادر کا بھی یہی حشر ہوا۔ پستول وہ دونوں ہی استعمال کر رہے تھے۔ باقی تینوں نے چمک دار سیاہ ڈنڈے سنبھال لیے اور تیرے ہیٹ گئے۔

زمین پر گرتے ہوئے قوی ہیکل تبتی نے کسی منڈک کی طرح زمین پر ہاتھ پاؤں لٹکا کر گھبرا پھرنے لگا۔ وہ شاید مجھے اٹھنے نہیں دینا چاہتا تھا لیکن میں بھی غافل نہیں ہوا تھا۔ میں نے اپنی چھوڑی اور اس کی چھلانگ خالی کی۔ لیکن اس کیخستہ نے ایک لمحہ کے بغیر اسی طرح دوسری چھلانگ اندر بھر گئی۔ چھلانگ لگانے سے حد تو ناک انداز تھا اس کا۔ اگر میں بھی جلی کی طرح نہ تڑپ رہا ہوتا تو وہ میرے اوپر ہی پڑا تھا۔ چھتری مار میں نے ایک اور ترکیب کی اس بار چھتری وہ میرے اوپر آیا میں نے پاؤں سیدھا کر دیا اور چھتری قوت سے اس کے منہ پر ٹھوک ماری۔ اس بار وہ الٹ گیا تھا۔ ندرت پیچھے ہٹ گئی تھی اور میں تبتی سمبور تو راولا سے اچھے ہونے لگے۔ وہ ڈنڈے دونوں ہاتھوں میں سنبھالے۔

پینتیرے بل رہے تھے۔ سمبور تو راولا خاموشی سے کھڑا ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً تینوں تبتی واپٹے ہوئے سمبور تو راولا پر حملہ آور ہوئے اور شاہیں شاہیں کی آواز بھر کر دینے لگی۔ میں فضا میں تینوں کے ہاتھوں میں بڑے ڈنڈوں کو ٹکڑیوں میں تقسیم ہوتے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک تبتی جوان درمیان سے دو جھتوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

بس اس منظر کو دیکھتے ہوئے جوک ہو گئی۔ کجخت دل زانہ تبتی نے اس بار مجھے چھاپ لیا۔ اس نے میرے بال پکڑ کر میرا مرز میں پر سے مارا اور میری آنکھوں کے سامنے تارے نازک گئے۔ اگر ندرت اسے میرے اوپر سے اٹھا کر وہ نہ اچھل و تپتی تو شاید وہ میرا بھیج پاش پاش کر دیتا۔ میں نے اسے خود پر سے اچھل کر دوڑ گرتے دیکھا تھا۔ اور اس کے بعد مجھے کچھ نہیں نظر آیا تھا۔ دماغ پر قابو پانے کی ساری کوششیں ناکام ہو گئی تھیں۔ اور میرے ذہن نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

پھر ایک عجیب سی آواز مجھے ہوش میں لائی تھی۔ غور کیا تو یہ ناقوس کی آواز تھی۔ لیکن پاس ہی جھین کی آوازیں بھی ابھرنی لگی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھولیں۔ مائل پر غور کیا تو خود کو ایک چھوٹی لڑکی میں پایا۔ اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو پینڈلی کے پاس چھین کا احساس ہوا۔ بہر حال اٹھ بیٹھا۔ پینڈلی کو ٹولا تو یہاں ایک باریک سی سوئی پیوست تھی میں نے اس

سوئی کو کھینچ کر حیرت سے دیکھا۔ پینڈلی کے علاوہ پاؤں کی پانچوں انگلیوں میں ویسی ہی مخصوص ساخت کی سوئیاں پیوست پائیں ایسی ہی چند سوئیاں میری کپٹیوں میں پیوست تھیں۔ دل کو عجیب سے خوف کا احساس ہوا۔ یہ سب کیا ہے کون ہی جگہ ہے گذرے ہوئے واقعات ذہن سے دور نہ رہے۔ وقت کا اندازہ کیا تو شاید پوچھوٹ رہی تھی۔ رات گذر چکی تھی۔ لیکن یہ سب۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا چند گز کے فاصلے پر ایک بدھ خانقاہ نظر آ رہی تھی یہاں عبادت ہو رہی تھی۔ سیاہی قطار اور قطار دھڑے اُٹھ رہا تھا۔ اطراف میں بیشتر چھوٹی دریاں بکھری ہوئی تھیں۔ میں باگلوں کی طرح ادھر ادھر دھڑکنے لگا۔ لیکن سمبور تو راولا ندرت کہیں نظر نہیں آئے تھے۔

خدا کی پناہ۔ آخر یہ سب کیا ہے۔ یہاں کیسے آ گیا اور وہ دونوں کہاں غائب ہو گئے۔ یا تو میں یوں ان لوگوں کی تلاش کا نام کا ہو گئی۔ ہلکتا ہوا چھوٹی دریاؤں سے کافی دور نکل آیا تھا۔ قرب و جوار میں ہمارے نظر آ رہی تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ شہر میں ہوں۔ لیکن لباس میں یا کپڑوں میں۔

آخر میں یہی فیصلہ کیا کہ یہاں رک کر ندرت یا سمبور تو راولا کا انتظار بنے مقصد ہے۔ ان کے بارے میں تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ رات کون کا کون حشر ہوا ہے یہاں لانے والے ضروری تو نہیں ہے کہ وہی دونوں ہوں۔ ان کے مخالف یا کچھ اجنبی بھی ہو سکتے ہیں۔

جوں جوں حالات پر غور کر رہا تھا عقل ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی۔ سمبور تو راولا کی خوشک جنگ جو ناقابل یقین تھی۔ وہ انوی اختیار جو صرف دو لوہے کے کڑوں پر مشتمل تھا اور اس کی کاٹ۔ ندرت کی چھتری اور قوت۔ ان دونوں کی نامائوس زبان۔ خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ۔ میں نے دیکھے ہوئے سر کو سنبھالا۔ میرے عقاب میں دوسرا سرا بھرا ہوا تھا۔ یہ اس قوی ہیکل تبتی کی وجہ سے نورا ہوا تھا اور وہ سوئیاں۔

ایک اور خیال ذہن میں آیا۔ مجھے یہاں اس چھوٹی لڑکی کسی خاص مقصد کے تحت تو نہیں چھوڑا گیا۔ لیکن ہے وہ لوگ تعاقب کر کے میرے ساتھیوں کے بارے میں اندازہ لگانا چاہتے ہوں۔ ایسی شکل میں اگر میں اس کو ہلکا کر چوں گا تو میں کافی ٹھہرے ہوئے تھے تو ان لوگوں پر مصیبت نازل ہو جائے گی۔ اس کے بجائے اگر سیکے براؤں۔ لیکن چھری خیال بھی ملتی کرنا پڑا۔ یہی ذہن اند حلیر اس قابل نہیں تھا کہ سیکے براؤں کا سامنا کیا جا سکے۔ کیوں کہ کشین میں جلا جاؤں۔ دوبارہ دہاں ہائیں مہیار

کہوں۔ خود کو پرسکون کر کے حالات کا مہاز لوں اور دیکھ کر کوئی
کو رو دانی کروں لیکن اس کے ساتھ ہی ایک نیا نام بھی ذہن میں
اچھا تھا۔

نائیجے جاگ لے۔ یہ نام سب سے موثر اور سب سے کارآمد
تھا۔ اگر کوئی نہ سے تعاقب میں ہے تو چاہے لے کر رہا اس گاہ اس
کے لیے کافی دلچسپ ثابت ہوگی۔ اس خیال سے ہونوں پر کڑوا
گئی تھی۔ میں نے تیز رفتاری سے ان مارتوں کو طرف تدم اٹھائے
چونہ یا وہ دور نہیں تھیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک چوڑی
سڑک پہ پہنچ گیا۔ ہاں سڑک کی مارتوں کو میں نے پہچان لیا تھا۔ جو
کوئی بھی مجھے لایا تھا اس نے خاصی محنت کی تھی۔ بہر حال تھوڑی
دور پہنچ کر مجھے کیسی لمبی ٹی اداں کی سیسی نے مجھے جاگ لے
رہا۔ ہنس گاہ پر آنا دیا۔

جرے سے ہال میں جاگ لے اپنے شاگردوں کو تربیت
دے رہا تھا۔ اس کے اطراف دو مدرسے سید لوگ بیٹھے ہوئے
تھے۔ مجھے دیکھ کر جاگ اٹھ گیا۔

”ہیلو مٹرزالی“
”ہیلو جاگ“ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے مہا کھایا۔
”آؤ آؤ چلیں۔ سب خیر تھے نا؟“
”ہاں؟“ میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا اور
ایک جڑے کرے میں داخل ہو گیا۔

”تمہارے لیے قہورہ منگواؤں یا کچھ اور پیو گے؟“
”صرف قہورہ۔ میں نے اس کے اشارے پر بیٹھتے ہوئے
کہا۔ اور اس نے ایک نوجوان کو بلا کر قہورے کے لیے کہہ دیا۔
”تمہیں اس قدر کدھر انگریزی بولتے دیکھ کر حیرت ہوئی ہے جاگ؟“
”نہیں مٹرزالی۔ اس میں حیرت کی بات نہیں۔ میں اپنی زندگی
کا ایک طویل عرصہ یورپ اور امریکہ میں گزار چکا ہوں۔ دنیا ہی طور
پر میں ریلر ہوں۔ امریکہ کے میڈیسن اسکول گزار گئی ہیں۔ شمار
گشتیاں لڑ چکا ہوں۔“

”شاید اسی وجہ سے؟“
”نہیں اپنے کام میں کوئی کامیابی ہوئی؟ جاگ لے نے پوچھا۔
”ابھی تک کچھ نہیں۔“
”ایک بات میں کہہ دوں تم سے۔ وہ طبی کتب کوئی وجود
نہیں ہے۔ لیکن میرے وہ مریخی جو اس گروہ زندہ ہوئی تو اس کا کوئی
وجود تو ملتا۔ میں نے مریخیوں جگہ کو کوشش کر لی ہے۔“
”اور سمجھو تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟“
”مارشل آرسن کی دنیا میں یہ نام نہیں ہے۔“
”اس کے باوجود میں کو کوشش تو کر رہا ہوں جاگ مٹرزالی کچھ

دن اور کوشش جاری رکھوں گا۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔“
”میں کسی بھی کوشش میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔“
”شکر ہے۔ فی الحال تو مجھے کسی آرام گاہ کی تلاش ہے۔“

”کیا مطلب؟“
”چند گھنٹوں یا چند دنوں کے لیے کوئی قیام گاہ۔“
”جو ملے۔“
”نہیں۔ جو مل نہیں۔“

”تو پھر یہ جگہ موجود ہے یہاں تمہیں کوئی تعلیم تیار ہوگی؟“
”اور نہیں۔“
”یہاں کبھی باؤٹ تکلیف نہیں ہوتے مجھے خوشی ہوگی؟“
”قہورہ پینے کے بعد جاگ لے نے مجھے ایک کمرے میں پہنچا
دیا جہاں آرام کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ غسل کرنے کے بعد
میں بستر پر دراز ہو گیا۔ بہر حال یہاں میں محفوظ تھا اور اگر کسی
نے میرا تعاقب بھی کیا ہو گا تو جاگ لے کے بارے میں جان کر
وہ پریشان ہو جائے گا۔“

بستر پر بیٹھتے ہی خیالات کا سمندر میرے ذہن میں موجزن
ہو گیا۔ ایک ایک بات یاد آ کر ہی تھی۔ ایک ایک تصور باعث
حیرت تھا۔ ندرت سے ملاقات۔ ندرت کا نام ہائینا ہے۔ وہ
لوگ ہواؤں میں سونگھ کر ایک دوسرے کا پتلا چلا لیتے ہیں۔
ان کی زبان جنینی اور ناقابل فہم ہے۔

جس سمجھو تو اس کی تلاش میں طاہر اعلیٰ دیکھ کر لڑاؤں دونوں
ہیں ندرت اس سے قریب ہے۔ اور پھر سمجھو تو اس کی جگہ کا
انگرا اس کا عجیب و غریب ہتھیار۔ ماری یا میں ہی اٹھتی ہیں۔
سب کچھ پر اسرار ہے آخر کہوں کون ہیں وہ۔ دلیپنی۔ آہ دلیپنی
کے بارے میں کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ کون تھے
جو اچانک ہم پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ خوشخوار تھی۔ میری تقدیر نے
ہی مجھے اس سے پہنچایا تھا۔ اور اس کا قوی ہیکل بدن
مجھے پیرس کر رکھ دیا۔ وہ کون تھا اور یہاں کیا کر رہا تھا۔ سمجھو تو
نے بھی اس سے واقفیت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یقیناً یہ وہی
لوگ تھے جنہیں میں نے خالقہ سے باہر نکلے ہوئے دیکھا
تھا۔ نہ چلنے کسی شے کے تحت ذہ لوگ اور اس آگے تھے سمجھو تو

مجھ سے کچھ امداد چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ دلیپنی کے خزانے
کا ایک بڑا حصہ مجھے دینے کے لیے تیار تھا۔ خزانہ سمجھو تو اس کے
پاس ہے۔ اس بات کا ثبوت اس طرح ہی ملتا تھا کہ کیکے لڑاؤں
نے اس کے بارے میں ایک کہانی سنائی تھی۔
سب کچھ پر اسرار تھا۔ بول گئی تھی۔ سمجھو تو دلیپنی کے
بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ یہ لوگ کہاں گئے۔ کیا ندرت

دوبارہ مجھے مل سکے گی۔ کون جواب نہیں تھا ان باتوں کا۔
ٹانگیہ جاگ نے مجھے ہر طرح کا آرام فراہم کر دیا تھا۔ وہ
خود بھی اس محنت میں مقیم تھا اور یہاں اپنے لوگوں کو تربیت
دے رہا تھا۔ دوسرے دن میں جلوی جاگ گیا۔ غسل وغیرہ سے
فراموش حاصل کر کے میں باہر نکل آیا۔ باہر مخصوص آوازیں سنائی
دے رہی تھیں۔ یہ آوازیں ہال سے ابھر رہی تھیں۔ میں ہی طرف
بڑھ گیا۔ جاگ موجود تھا اور اس کے شاگرد مختلف قسم کی مشقیں
کر رہے تھے۔ جاگ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔

”مٹرزالی“
”ہیلو جاگ“
”آؤ۔ ان لوگوں کو دیکھو۔ یہ سب تمہیں عجیب لگے گا لیکن
یہ ایک نئی دنیا ہے۔“

”نہیں جاگ۔ آج کی دنیا میں یہ سب کچھ اتنا عجیب نہیں
ہے۔ لوگوں کو مارشل آرسن کی افادیت کا احساس ہوا جا رہا ہے۔“
”جدید دنیا قدیم ترین طریقہ جنگ سے پوری طرح غیبی لے
رہی ہے۔ یہ اس فن کی خوبی ہے۔“

”یہ شک؟“
”نہیں اس سے دلچسپی نہیں ہے مٹرزالی۔“
”مجھے سمجھو موقع نہیں ملا جاگ۔“

”جب بھی موقع ملے اسے سیکھنے کی کوشش ضرور کرنا۔ بات
صرت اتنی ہی نہیں ہے کہ تمہیں اپنے دشمنوں سے نجات مل
جاتی ہے بلکہ مارشل آرسن وہ ناقی صلاحیتوں کو حلا۔ کھینچنے میں اس
کی مشقوں سے ذہنی قوتوں کو کھینچنے کے لیے صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔“
دفعاً مجھے ایک سمت سے کچھ آوازیں ابھرتی محسوس
ہوئیں۔ اور میں چونک بڑا۔ شاہین شاہین کی ایک ماؤس آواز
تھی۔ میں نے اس طرف گردن گھائی تو ایک نوجوان کڑی کے دو
لمبھروں کو کھینچ کر رنڈت سے گھمرا ہوا تھا۔ یہ دونوں لمبھروں ایک بونجر
سے آ رہی ہیں مشنگ تھے اور انہیں سے آوازیں ابھر رہی تھیں۔
مجھے گزرتے ہوئے لمحات یاد آئے۔ وہ لمحات جن میں
میں نے انسانی جسموں کو کھڑوں کی شکل میں دیکھا تھا۔

”یہ کیا ہے جاگ؟“
”کہاں۔؟“
”وہ لڑکا جو گھمرا رہا ہے؟“
”اوہ وہ نہیں بچو ہے۔“
”کیا کام ہے اس کا؟“
”ایک نوجوان بیس دشمنوں کے سروں کے کھڑے لڑا سکتا
ہے اس تمہارا بدل دوسرے“

”اس کو کوئی شکل بھی ہوتی ہے؟“
”یہ اپنی مرضی پر منحصر ہے۔“
”کیا مطلب؟“

”بہر اس لیے طرے کے ہتھیار ایجاد کرنا ہے۔ اور اس کے
عمل میں جہارت حاصل کرنا ہے۔ بظاہر بیضرر لیکن حقیقت میں
خونخاک۔ اس میں گول ٹشو بھی استعمال ہوتے ہیں اور لو کیلے
ستارے بھی۔“
”کیا اسے گول کر ڈوں کی شکل میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے؟“
”کر لے۔“

”ہال دو ایسے گول فولادی کر لے، جو ایک ہاتھ کی گھائی میں
پڑے ہوں اور الی میں سے ایک کر لے آ کر لیا جائے، تو وہ کسی ایسے
باریک تارک سے مشنگ ہو، جو نظر بھی نہ آتا ہو پھر وہ کڑا شاہین
شاہین کی آواز کے ساتھ نفا میں گھومتے اور سامنے کر لے جوئے
شخص کے بدن سے خون کی دھاریں چھوٹ نکلیں اور ہوا کا کوئی
تیز جھونکا اس کے جسم کے حصوں کو کھینچ لوں میں منتقل کر دے گا
جاگ لے پہلو بدل کر میری طرف متوجہ ہو گیا اس کی
آنکھوں میں اشتیاق تھا اس نے کہا۔

”کیا تم نے ایسا کوئی مٹھارہ دیکھا ہے۔؟“
”ہاں ایک بار؟ میں نے جواب دیا۔“
”کہاں، کب۔؟“

”پرانی بات ہے، غالباً جاپان میں؟ میں نے بات بتانے
کے لیے کہا۔
”اوہ کون تھا وہ۔ کیا نام تھا اس کا کچھ معلوم ہے؟“
”نہیں جاگ لے، یہ ایسے ہی ایک رات کا واقعہ ہے
وہ ایک بوڑھا آدمی تھا اور شاید اپنے دشمنوں میں گھر گیا تھا
تب اس نے یہ مظاہرہ کیا تھا۔“

”تب پھر وہ کون بہت بڑا استاد ہو گا اور یہ فن اس کی
اپنی ایجاد ہو گا۔ میں نے آج تک ایسا کوئی مظاہرہ نہیں
دیکھا، لیکن بات سمجھ میں آتی ہے۔ گول کر لے اگر ٹھوس اور
درونی لوہے کا بنا ہوا اور اس میں کوئی ایسا آرنملک جو جس
کی کاٹ زبردست ہو۔ غالباً پلاٹینم اور فولاد کے اشتراک سے
بنایا جو ایسا کوئی تار تھی جو خونخاک کاٹ کا ٹانگہ جو سکتا ہے،
کر لے کھانے والا اسے انسانی جسم کے مختلف حصوں میں اس
طرح گزار دے کہ کھڑے ہوئے آدمی کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس
کے ساتھ کیا ہو گیا، لیکن اس کا بدن صحت کا طرح کٹ جائے۔
یہ کیا ایڈیٹا ہے، لیکن یہ کسی بہت بڑے استاد کا کام ہو سکتا
ہے، کا کوشا، مجھے اس کے بارے میں معلوم ہو سکا تھا جاگ لے

اپنے مطلب کی بات سے بہت مسرور نظر آ رہا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بارے میں سوچ رہا تھا۔

ڈاکٹر طاہر علی نے اس کے بارے میں جو معلومات حاصل کی تھیں اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ سمبھرتور کے مارشل آرٹس میں ایسا ایک مقام بنایا ہے اور وہ اس کا زبردست ماہر ہے جیسا کہ ڈاکٹر طاہر علی کو معلوم ہوا کہ وہ مارشل آرٹس کے کلب میں آئیٹین رہ چکا ہے اور اس کے ذریعے دولت لگا کر وطن کے بیٹوں کو تبلیغ دلا رہا ہے۔

ذہن ایک لمحے کے لیے ٹھیک لگا تھا، وہ یونین کے دونوں بیٹے یاد آگئے تھے، کسی کی سخت سے تو کہیں ٹھکڑا ہو، کچھ تو پتا چلے گا، لیکن مدت اور سمبھرتور کے بارے میں میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ وہ مجھے نظر انداز نہیں کریں گے اور اگر واقعی ان کا ساتھ ہوگی تو، مجھے شاید وہ یونین تک پہنچنے کا موقع مل سکے۔

”کس سوچ میں کھس گئے مرٹھڑالی۔“

”نہیں کچھ نہیں، کوئی خاص بات نہیں، بس اسی استاد کے بارے میں سوچ رہا تھا۔“

”بہت بڑی چیز ہو گا وہ۔“ منجائے کہاں تھا۔ بہ تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو مگر ان کی تربیت کی سر زمین میں بلکہ یہی نہیں تھا لیڈر، رنگون، برما میں ایسے ایسے استاد پڑھے ہوئے ہیں، جن کی کارکردگی کے بارے میں اگر ناشائوں کو بتایا جائے تو وہ مسکرانے پر مجبور ہو جائیں، لیکن ان کے سامنے وہ چیزیں آئیں جو ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتی ہیں تو وہ حیرت سے آنکھیں پھا ڈکڑے جا میں۔“

”شکر ہے جاگ، بس یونہی خیال آیا تھا، سو میں نے معلوم کر لیا۔“

”نہیں، بڑا اچھا بیٹا اور ابے تم نے مجھے، اگر موقع مل سکا تو کبھی اس سلسلے میں تجربات کر کے دیکھوں گا، جاگ نے بتایا۔ اس دن دو ہیریک میں جاگ کی کے ساتھ تھا اور پھر اس کا شکر یاد آ کر کے وہاں سے باہر نکل آیا۔ دیکھنا یہ تھا کہ کون میرا تعاقب کرتا ہے یا نہیں، گندے ہوئے پر اسرار واقعات اس وقت بھی میرے ذہن میں اس طرح تازہ تھے جیسے ابھی تھوڑی دیر قبل میں ان واقعات سے گندہ کرتا ہوں۔ جاگ کے کلب سے تقریباً تین میل کے فاصلے تک میں نے پیدل سفر کیا اور جب مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میرے تعاقب میں کوئی نہیں ہے تو پھر میں ایک فیصلہ کر کے ہاں سے چل پڑا، میرا رخ کافن کافن پینچے کے بعد یکے براؤن کے بارے میں معلومات۔

تہا سے ساتھ ہی ہوں گا۔“

”کی واقعی؟ وہ اچھل کر پوئی۔“

”ہاں۔“

”میں کافن ہی میں تہا سے لیے بندوبست کر دیتی ہوں۔“

”پہلے تم اپنی آرام گاہ منتخب کرو۔ اس کے بعد میں ڈیڑھ سے ملاؤں گی نہیں۔“

”مگر جوئی۔“

”نہیں، جوئی کے بارے میں بات مرٹھیکے براؤن کی مرضی پر منحصر ہوگی۔“

”انہوں نے مجھے کہیں میں نہیں جانے دیا تھا، لیکن یہاں نہیں، رک سکتے۔ ایک فیصلہ کن جنگ کرنا ہوگی، ان سے تہا سے لیے گا زالی، بس اب تم میرے ساتھ کافن ہی میں رہو گے، اگر چاہو تو میرے ہی کمرے میں۔“

”یہ کسی طرح ممکن نہیں ہو گا اور نہ ہی مرٹھیکے براؤن اسے پسند کریں گے۔“

”تو پھر میں تہا سے لیے ایک جگہ منتخب کیے دیتی ہوں۔“

”آؤ میرے ساتھ۔“

جوئی اور یکے براؤن کے بنائے کیا معاملات تھے کافن سے۔ جوئی نے ایک جھپٹی ناک والے چوٹی نزار نو جوان سے ملاقات کی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہاں کافن میں ایک کمرہ کھلی لے گیا۔

میں پریشان تھا، لیکن میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر یکے براؤن سے تجھ سے اس بارے میں سوال کیا تو اس سے صاف صاف کہہ دوں گا کہ یہ سب جوئی کی کارروائی ہے اور تیرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔

جوئی مجھے ساتھ لے کر اس کمرے میں آگئی۔ وہ بے حد مسرور نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

”بس تمہیں ملتی رہوں گی یہاں، ہر وقت تہا سے پاس ہی رہوں گی۔ دیکھتی ہو اب جوئی کی سب ٹھیک ہو جائے گا ڈیڑھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

ایسی ہی بے کلی لڑکی تھی۔ وہ پہلے اس نظر آ رہی تھی لیکن اب اس کے چہرے پر مرتیں چھوٹ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔

”اب میں یہاں آؤ گیا ہوں، یکے براؤن سے تو میری ملاقات کرادو۔“

”چلو ٹھیک ہے، اس نے کہا اور مجھے ساتھ لے کر لے کر پڑھ گئی۔“

جاگ واپس آ گیا تھا۔ کیا وہ سمبھرتور کے سلسلے میں کچھ۔

معلومات حاصل کر کے آیا ہے میں سوچ رہا تھا۔ زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ دو مہینے راہ فرمایاں طے کرنے کے بعد ہم ایک آخری کمرے کے سامنے پہنچے جس کے کا دروازہ اندر سے بند تھا، جوئی نے دروازہ پر دستک دی اور دروازہ کیے براؤن ہی نے کھولا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ چمک پڑا تھا اس نے بھی وہی اطلاع مجھے دی، جو جوئی نے دی تھی۔

”اوہ گا زالی تم آگئے، آؤ اندر آؤ کم آن“ اس نے کہا۔ اور واپسی کے لیے مرٹھیکے میں اور جوئی اندر داخل ہو گئے تھے۔ ایک سمہری پر ایک بلبل تڑنگا شخص لیٹا ہوا تھا، اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں،

لیکن جیسے ہی میری نگاہ اس پر پڑی ایک لمحے کے لیے میرے بدن کو جھٹکا سا لگا۔ یہ شخص میرے لیے ابھی نہیں تھا۔

دوسری طرف بستر پر لیٹے ہوئے شخص نے مجھے دیکھا اور پھر ایک دم دونوں ہاتھ لگا کر ٹھٹھنے کی کوشش کی۔ یکے براؤن ہم دونوں کی کیفیات سے لاعلم تھا۔ وہ سمہری کے پاس بڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

”گا زالی یہ جاگ ہے، لیکن جاگ مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال لیا اور چند قدم آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

لہذا تڑنگا آدمی جس کی پیشانی پر ٹی بندی ہوئی تھی، بازوؤں اور کندھوں پر بھی شاید زخم تھے۔ اس کا ادبیری بدن کھلا ہوا تھا اور اس سے اس کے بدن کے بہترین مسلز نظر آ رہے تھے، ایک دم کھلا کر گیا۔ اس کے دانت مضبوطی سے ایک دوسرے پر پیچھے گئے، اس کی آنکھیں کھلی اور اس نے جلتے ہوئے چراغ کا مانند تھیں خالی خالی اور بے نور میں، اس وقت یہ عجیب و غریب آنکھیں گھور رہی تھیں، جیسے ہوئے ہوئوں سے انتہائی شگرتی کا اظہار ہوتا تھا۔ تب اس نے یکے براؤن کی طرف دیکھا اور غرائے ہوئے پیچھے میں کہا۔

”یہ کون ہے۔“

”کیوں تم کچھ پریشان ہو گئے۔“

”مجھے بتاؤ یہ کون ہے۔“ اس کی آواز بے بس تو مفرزانی ہوئی تھی، جوئی کو لکھا کر دے دیکھتے لگی پھر اس نے یکے براؤن کی طرف دیکھا اب یکے براؤن کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ کوئی غیر معمولی صورت حال ہے، وہ اچھی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”جاگ بیٹھ جاؤ۔“

”ابھی نہیں مسرور براؤن ابھی نہیں، اس نے یکے براؤن کو

ایک منت بٹاتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ آہستہ میری جانب بڑھنے لگا، میرے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اپنے آپ کو تیار رکھوں، لیکن ظاہر نہ کروں، جاگتے میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اتنا قریب کہ اس کا بدن میرے بدن کو چھوتے لگا۔ اس کی کھٹکی گویا میرے دماغ کی پڑیاں توڑ کر اس میں اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھیں، اس شخص کو پہچانا میرے لیے مشکل نہیں تھا، کیونکہ جاہلیانہ راستوں میں اس طویل القامت تینے کو اچھی طرح دیکھا تھا، جو سمبورورا کے مد مقابل اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا تھا اور اس کے بعد سمبورورا نے اس کے ساتھ ہر کوشش نہ تھی اور کچھ کو ختم کر دیا، یہ شخص شاید سمبورورا کے ہاتھ سے پتہ لگا گیا تھا۔ بعد کی صورت حال چونکہ مجھے معلوم نہیں تھی اس لیے میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ سمبورورا کے ہاتھوں کس طرح نکل گیا، کیونکہ سمبورورا ایسی چیز نہیں تھی، جو آسانی سے اسے چھوڑتی، ہر حال ان تمام باتوں کے ظہار کا کوئی موقع نہیں تھا۔ میں نے جولیا کی طرف دیکھا، کیے براؤن ایک دم ہمارے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے جاگتے کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا۔

”میں کہتا ہوں جاگتے یہ کیا بد تیزی ہے؟“
 ”تہیں مٹر براؤن پہلے مجھے اس شخص سے کچھ گفتگو کر لینے دو۔ اسے سنو کیا تم مجھے پہچانتے ہو۔؟“ اس نے کہا۔
 ”میں بھی آپ سے یہی سوال کروں گا۔ مٹر براؤن کیا اس شخص کا کسی سے ملاقات کرنے کا یہی طریقہ ہے یا پھر جس طرح یہ میرے سر پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہا ہے اس کا میں کوئی انتظام کروں؟“
 میرے لیے اس کی کھٹکی مٹر کے براؤن نے بھی محسوس کی تھی، جولیا بری طرح ہلکا کر کے برہم اور اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے پیچھے گھسیٹ لیا۔
 ”سنو گا زالی۔ سنو۔ ڈیڈی یہ کیا ہے، کیا بد تیزی ہے؟“
 کیے براؤن نے پھر جاگتے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن جاگتے نے کیے براؤن کا بازو پکڑ کر جھک دیا۔
 ”نہیں مٹر براؤن اس وقت میرے راستے میں نہ آؤ۔ مجھے زخمی کرنے کا باعث یہی شخص ہے۔ یہی سمبورورا کے ساتھ تھا۔ یہی تھا وہ، میں اسے اچھی طرح پہچانتا ہوں؟“
 ”کیا۔؟“ کیے براؤن کا منہ تیرت سے پھیل گیا۔ جولیا نے البتہ یہ بات تہیں سنی تھی، وہ چھٹی اور دھنسا اس نے کیے براؤن کے کوٹ کی جب سے ریو اور نکال لیا۔ چھوٹے آؤٹریک ریو اور

پلینز تم ہی بناؤ، جواب دو اس بات کا، کیا کسی وقت تم جاگتے سے مل چکے ہو، براہ کرم اس کا ان کی کیفیات کو نظر انداز کر دو اور مجھے اس بات کا جواب دو؟

”نہیں۔ میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔“
 ”نا ممکن۔ نا ممکن۔ میں پھر کہتا ہوں کیے براؤن کہ میری آنکھوں نے کبھی دھوکا نہیں کھایا، یہ وہی شخص ہے جو سمبورورا کے ساتھ تھا؟“

”جولیا، کیا خیال ہے وہاں جلیں، مٹر براؤن جب اس پائل کا دماغ درست کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو بہتر یہی ہوگا کہ ہم اسی وقت ان سے ملاقات کریں۔“
 ”آؤ ڈیٹے جولیا نے جھپٹے دار لہجے میں کہا اور مجھے بازو سے پکڑ کر لڑائی لڑائی کیے براؤن نے میں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہم دونوں باہر نکل آئے لیکن اب میرا ذہن ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ جاگتے سمبورورا تک پہنچ گیا تھا، وہ اس کی تلاش میں وہاں تک آیا تھا اور اس کے بعد کے حالات میرے علم میں تھے۔!“

اب کیا ہونا چاہیے۔ جاگتے یقیناً اس بات پر اصرار کرے گا کہ اس کی آنکھوں سے دھوکا نہیں کھایا ہے اور بات بھی سچ تھی، پتا نہیں کیا صورت حال رہی تھی، خیر میں میراں چھوڑ کر تو نہیں جھاگ سکتا تھا، جاگتے کیا اس کا باپ بھی آجائے۔ مجھے اس سے کیا عرض ہو سکتی تھی۔ مجھے، اگر جاگتے کو قتل کرنے کی ندرت بھی پیش آگئی، تو میں اس سے دریغ نہیں کروں گا۔ جولیا مجھے ساتھ لے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی تھی، اب ہاچبرہ بری طرح بڑا ہوا تھا، اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے مجھے سمہری پر بٹھا دیا اور کہنے لگی۔

”واقعہ۔ واقعی اب ہم نوک پائل ہو گئے ہیں۔ گا زالی ہم پائل ہو گئے ہیں، براہ کرم پلینز، اس مسئلے کو ذہن پر لوجھ بنانا۔ میں۔ میں ڈیڈی سے آخری گفتگو کروں گی اور اس کے بعد میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگر ڈیڈی کو زندہ سنبھال سکی تو ہمیں بھی ملنے ناکوشش نہیں کروں گی۔ تمہارا جلد چاہے کرنا ہاس کے بعد ن تم پر سے اپنے تمام حقوق ختم کروں گی، بجلا یہ کون بات ہونے طریقہ ہے، ڈیڈی تو بالکل ہی پائل ہو گئے ہیں، مسک گئے ہیں وہ بالکل ہی میں نے تو جواب نہیں دیا جولیا چند لمحوں تک موٹھی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”یہ ہاؤ پلینز، کچھ ہو گئے۔؟“
 ”ہا جولیا، کچھ بلاؤ مجھے۔؟“
 ”میں ابھی ویٹر کو بلائی ہوں، جولیا نے کہا اور تھوڑی دیر

کے بعد ہمارے سامنے ایک عمدہ مشروب سرور دیا گیا۔ جولیا نے میرا کاس بھرا اور پھر اپنے نکلاں میں مشروب ڈال کر اس کی ہلکی ہلکی چٹکیاں لینے لگی۔

”یہ آؤی باگلی ہو گیا ہے شاید، کوئی ایسی چوٹ لگ گئی ہے اُسے جس نے اس کا دماغی توازن چھین لیا ہے، یہ سمبورورا جھلا تھا برا سمبورورا سے کیا تعلق۔ ویلے گا زالی تم تو اس سے کبھی پہلے نہیں ملے۔؟“

”جولیا دماغ خرابیت کو میرا۔ میں ویلے ہی بہت زیادہ متاثر ہو گیا ہوں، یہ شخص جس طرح میرے ساتھ پیش آیا ہے میرا دل چاہ رہا ہے کہ اس کے پورے بدن کو چھلنی کروں۔“

”پستول تمہارے پاس ہے، اگر اس کے بعد وہ تم سے کوئی بد تیزی کرے تو تم اسے قتل کر دینا اور سنو جب تم اسے قتل کرو گے تو میں بڑے اطمینان سے قتل کا الزام اپنے منہ لوں گی سمجھے۔ میں خود بھی تمہاری تو بہن برداشت نہیں کر سکتی۔؟“

ایک لمحے کے لیے میں نے جولیا کی طرف دیکھا، تجانے کیوں اس وقت جولیا کے ان الفاظ نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ یہ راز کی واقعہ لے لوٹ ہے اور ہاگلیں کہ حد تک مجھے چاہتی ہے کیا کروں اس کا کہنے اسے اس کی عزت کا جواب دوں۔ جولیا خاموشی سے گردن جھکائے اپنے مشروب کے گھونٹ لے رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”میں ٹھیک ہے، اب تم اپنے ذہن کو صاف کر لو۔ کس الجھن میں پڑ گئے، لعنت جھجھجی تمام باتوں پر۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، ہم دونوں تقریبات کریں گے، اب دیکھتی ہوں ڈیڈی مجھے کس طرح روکتے ہیں؟“

میں خاموشی سے جولیا کی شکل دیکھتا ہوا اور مشروب کے چھوٹے چھوٹے ٹکونٹے لیتا رہا۔ پھر میں نے نرم لہجے میں کہا۔
 ”لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے جولیا کہ جاگتے نامی اس شخص کو اس بات کا خیال کیسے ہوا کہ اس کے زخموں کا باعث میں ہوں اسے یہ غلط فہمی کیوں ہوئی۔؟“

”میں کہتی ہوں، مست سوچو اس کے بارے میں؟“
 ”نہیں جولیا، سوچنا تو بڑے کام ہے، ہم بے چینی سے اس کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، اور یہ آیا تو ایسا ماحول پیدا ہو گیا اس کی یہ غلط فہمی بہر طور رخ ہونی چاہیے وہ کیے براؤن کا آدمی ہے۔ اگر اسے میرے ہاتھوں کوئی نقصان پہنچ گیا تو مجھے اس کا بھی بے حد افسوس ہوگا اس مسئلے کا رخ نہ ہونا ضروری ہے۔ اس کا ذہن صاف کرنا ہمارے لیے انتہائی اہم ہے۔“
 جولیا پریشان لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس

نے کہا۔
 ”گوگیا کا زالی تم بھی۔ تم بھی پوری طرح اس کی چکر میں پھنسے ہوئے ہو، میں جانتی ہوں، تم خود بھی اس کی نظر انداز نہیں کرنا چاہتے، تم خود بھی اس کی دلچسپی نہ رہے ہو، یقین کرو اگر تم بنا نکل ویسی نہ لیتے ان تمام باتوں میں۔ تو پھر کسی بھی قیمت پر سہی، میں ڈیڑھی کو اس سے باز رکھتی۔ یہ بطور اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اس سے نہیں روکنے کی گنجے تم سے دلچسپی ہے۔ تم سے عرض ہے۔ نہ گنجے کسی جاگ سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ڈیڑھی کے اس خزانے، نہ جس کے لیے وہ پاگل ہو رہے ہیں۔ بڑی آواز سے کہا اور خاموش ہو گئی۔
 ”ہم لوگ کافی دیر تک اسی طرح بیٹھے گفتگو کرتے رہے، اس کے بعد مجھے براؤن ہی جولیا کے کمرے میں آگیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شرمندہ سی مسکراہٹ تھی۔
 ”میں نے جاگ کی تمام غلط فہمی دور کر دی ہے۔ جھلا اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ تم اس کے لیے کسی طرح سے نقصان کا باعث بنو گے اور پھر سمبورتو سے تمہارا کیا تعلق لیکن مجھے تعجب ہے کہ اُسے یہ غلط فہمی کیوں ہوئی۔“
 ”مستر براؤن مجھے کون کون سی امتحانہ حرکتوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔“
 ”مجھے اب اس میں برا تصور تو ہے نہیں وہ اسی ہی صورت حال سے دوچار ہوا ہے کہ اس کا ذہنی توازن بھی کسی قدر خراب ہو رہا ہے۔ شاید تمہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ اس کے پانچ ایسے ساتھی ماسے گئے ہیں، جن میں دو اس کے بچا کے بیٹے تھے۔ ایسے ماسے گئے ہیں وہ کہ حیرت ہوتی ہے ان کے بدن کمزوروں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ان کی لاشیں بھی سینے میں نہیں جا سکیں اور ابھی تک ان کی لاشیں ایک ویرانے میں ایک مسجد کے قریب پڑی ہوئیں چیل کوؤں کی گھنڈا زین رہی ہیں جاگ سے جو کہانی سنائی ہے وہ انتہائی حیرت انگیز ہے، گا زالی تم جاگ کی غلط فہمی کو صاف کر دو۔ میں نے اُسے ایسی طرح سمجھا دیا ہے کہ اس سے کہہ دیا ہے کہ اگر وہ تم نہیں ہو سکتے۔ دراصل اس وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ رات تھی۔ ہر شہید کو پوری رات کا چاند فضا میں نکلا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود روشنی اتنی تیر تیر نہیں ہوئی کہ انہیں شکلوں کو پہچان لے۔ جاگ کو غلط فہمی ہوئی ہے تو ہمارے ہاتھ میں۔ وہ اب بھی مجھ سے اصرار کرتا ہے کہ اُسے تمہاری شکل پہچاننے میں غلط فہمی نہیں ہوئی۔ لیکن میں نے اُسے تھکے ہاتھ میں تمام تفصیل بتا دی ہے اور اُس سے یہ کہا ہے کہ تم ہر طرح سے میرے ونا دار اور اعتماد کے آدمی ہو۔ ہر طرباب وہ نارٹل

جو گیا ہے اور اگر تم چاہو تو وہ تم سے معافی بھی مانگ سکتا ہے۔ میں نے تمہیں بتایا کہ اس کی ذہنی حالت بہت تباہ ہو گئی ہے۔“
 ”مگر مسٹر براؤن تعجب کی بات ہے۔ اگر اس پر یہ پاگل ہیں وہ ایک سواری بنا تو آپ خود سوچیں کہ میرے ہاتھ میں کیا بات رہ جاتی ہے۔ میں بھی کم از کم اپنا دفاع کرنے کا حق تو رکھتا ہوں۔“
 ”اس کی نوبت میں کبھی نہیں آنے دیتا، تم اس سے صاف کر دو۔ میں خود بھی شاید اجنبیوں کا شکار ہو گیا ہوں گا۔ مال۔ بعض اوقات تو دل اٹنے لگتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ کہیں ان تمام باتوں کا نتیجہ کسی خطرناک شکل میں نہ ظاہر ہو۔ ہر طور میں تمہیں وہ کہانی سننا چاہتا ہوں، جو جاگ سے مجھے متانی ہے، تم اپنے آپ کو نارٹل کر لو کہانی دل رہے تھے تم کو میرے لیے بھی منگواؤ۔ جولیا بیٹے جاگ کی لاشیں قریبی کو تم بھی نظر انداز کر دو۔ میں جانتا ہوں کہ گا زالی کے لیے اس نے جو کچھ کہا ہے وہ تمہیں بھی صحت ناگوار گزارا ہو گا۔ بس میں اس کی ذہنی حالت نارٹل کروں گا۔ وہ اب تمہارا مسلک نہیں ہے۔ اگر وہ تمہارے سامنے گا زالی سے معافی نہیں مانگے گا تو پھر تم دیکھنا میں اس کا کیا مشورہ کرتا ہوں؟“
 ”جولیا خاموشی سے اٹھی، اس نے وہ بڑو کھلانے کے لیے گھنٹی کا مین دیا اور اس کے آنے پر مزید مشورہ طلب کر لیا، مشورہ کے گھنٹے لیتے ہوئے بیٹے براؤن کہنے لگا۔
 ”جاگ نے شدید جلد جہد کی تھی۔ سمبورتو کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی۔ نجانے کہاں کہاں جھونکے پھر لے وہ اور نجانے کس کس طرح معلومات حاصل کرتا رہا ہے۔ اس پر اسرار رہا ہے کہ بارے میں جس کا سو فیصدی تعلق ویشینی سے ہے، جاگ کو بہت سے شواہد ملے ہیں۔ اس نے بہت سے ذہنی علاقوں میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں اور اس میں اس پر سفر کرتا رہا ہے جن پر سمبورتو چلتا ہوا بالآخر ہمارے پہنچا ہے۔“
 ”کیا وہ لہا سر میں ہے؟ میں نے سرو لیجے میں پوچھا۔
 ”کون۔ سمبورتو۔“
 ”ہاں۔“
 ”سو فیصدی، یقیناً۔ جاگ کی معلومات اس سلسلے ناقص نہیں ہیں، کچھ دن پہلے اسے معلوم ہوا تھا کہ سمبورتو لہا پہنچا ہے۔ چنانچہ وہ برق رفتاری سے اس کے نقش پا پر سنا کرتا ہوا لہا سر آگیا۔ لیکن شہر میں داخل ہونے کی بجائے آئے سمبورتو کی تلاش ان خانقاہوں میں شروع کر دی ہیں۔ بارے میں اُسے معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ اس کے

بیان کے مطابق کچھ عرصہ قبل سمبورتو آرتھوڈوکس ولیژکی خانقاہ میں تھا لیکن جب جاگ اس کا پتلا بنا ہوا آرتھوڈوکس ولیژکی اس خانقاہ میں پہنچا تو سمبورتو اس دن وہاں سے چلا گیا۔ جاگ بھی کا پتلا ہے۔ اس نے وہ مارے لڑتے بند کر دیے تھے کہ ذریعہ سمبورتو لہا سر سے نکل سکتا تھا۔ وہ لوگوں سے سمبورتو کے ہاتھ میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ اور پھر اسے پتلا کہ سمبورتو ایک ویران خانقاہ میں ہے جو لہا سر کے ایک غلطی علاقے میں واقع ہے دو دن قبل وہ رات کے وقت اس خانقاہ میں پہنچا خانقاہ میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا لیکن وہاں موجود شخص کہاں تھا۔ اس کے بارے میں وہ معلوم نہیں کر سکا تو گویا یوں ہو کر وہ اس خانقاہ سے بھی نکل آیا۔ لیکن پھر اس کے ذہن میں قیام آیا کہ یہاں تہ خانہ وغیرہ نہ ہوں۔ اس ہا داس کی گوش کا ماسیاب ہوئی۔ اس نے ترخانہ تلاش کر لیا۔ لیکن سمبورتو کو توڑا پاتا چل گیا کہ کوئی چند لمحات قبل اس تہ خانے میں داخل ہوا ہے اور پھر اس کا مقابلہ کچھ جادو گروں سے ہوا جن میں ایک سمبورتو تھا۔“
 ”ا وہ۔ جاگ نے اسے پہچان لیا؟ میں نے بے اختیار پوچھا۔
 ”جاگ اس کے حلیے، اس کی شکل و صورت کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکا ہے۔ جاگ کے بیان کے مطابق سمبورتو کے ساتھ ایک لڑکی اور ایک نوجوان تھا۔ جنہوں نے ان سے جنگ کی۔ سمبورتو نے کوئی خاص ہتھیار استعمال کیا اور جاگ کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا۔“
 ”قتل۔؟ میں نے چونک کر کہا۔
 ”بھیانک قتل۔ ان کے جسموں کے چھوٹے ٹھوڑے ٹھوڑے ہو گئے۔ وہ ہتھیار اس طرح انہیں کاٹتا ہوا گذر گیا جیسے صابن سے تار۔ جاگ خود بھی شدید زخمی ہو گیا اور بے ہوش ہو گیا۔ یہی چیز اس کی زندگی بچانے کا باعث بنی۔ وہ شاید س مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے ورنہ جاگ بھی مارا جاتا۔“
 ”میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ سو فیصدی ادا کارنی تھی۔ بیکے براؤن کو ابھی کمزوروں میں کھنٹا تھا۔ چند لمحات کے بعد میں نے فشریش زدہ لہجے میں کہا۔“ اس کا مطلب ہے کہ سمبورتو پھر نکل گیا۔“
 ”ہاں۔ اور اب وہ مزید محتاط ہو جائے گا۔ ویسے جاگ کے پاس بقول اس کے کچھ اطلاعات بھی ہیں۔“
 ”کیا۔؟“
 ”اسی اس نے مجھے نہیں بتایا۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ اگر سمبورتو اسے نہ بھی ملا تو وہ کام چلا سکتا ہے۔“

”مجھے صرف ایک بات پر تعجب ہے مسٹر براؤن۔ اسے میرے چہرے پر کیوں تنگ ہوا۔؟“
 ”مکن ہے رات جو نے کہ وہ مجھ سے وہ صبح طور پر دیکھ نہ سکا ہوا اور اسے تمہارے خردو حال سمبورتو کے ساتھ بھی جیسے لگے ہوں۔“
 ”کیا وہ اب بھی اس غلط فہمی کا شکار ہے؟“
 ”تعجب ہے کہتا ہے اس کی نظر کبھی دھوکا نہیں دیا تھا میں لیکن جب میں نے تمہارے بارے میں تفصیل سے گفتگو کی تو کسی قدر حیران ہو گیا ہے۔“
 ”یہ آپ کا مسئلہ ہے مسٹر براؤن۔ بہرحال آپ کو جاگ کا انتظار تھا وہ آگیا ہے اب اس سلسلے میں کیا پروگرام ہے۔ میں بھی اب ان پریشان کنہات سے بد دل ہو گیا ہوں۔“
 ”ہاں ڈیڈی پتیز۔ اسے اس شوق کو چھوڑ دیجیے۔ کہیں خزانے کا یہ پتہ ہماری زندگیوں ہی نہ لے لے۔ جولیا نے کہا۔
 ”یہاں تک آیا ہوں۔ جولیا۔ تو توڑیں سی گوشش اور کڑنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم مجھے اس سے نہ روکو۔ بہت کچھ ضائع کیا ہے میں نے اس کے لیے۔ مجھے امید ہے کہ تم دونوں میرا ساتھ دو گے۔“
 ”ٹھیک ہے مسٹر براؤن۔ لیکن جو کچھ کرنا ہے کر ہی ڈالیے۔ بہت وقت لگ گیا ہے۔“
 ”بس جاگ کو ٹھیک ہو جانے دو۔ ویسے ان لوگوں کی کیا کیفیت ہے؟“
 ”کون لوگ؟“
 ”میری ملاطمت برعلی وغیرہ سے ہے۔“
 ”ٹھیک ہی ہیں بس اندھیرے کے مسافر میں میرا خیال ہے وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کر رہے۔“
 ”کیوں نہ میدان صاف کر دیا جائے۔“
 ”کیا مطلب؟“ میں نے چونک کر کہا۔ اور بیکے براؤن ہنسنے لگا۔
 ”بھی میری مراد ہے کہ ان لوگوں کو کہیں اور وڈ کیے دیتے ہیں۔ کوئی ایسا پتہ چلا دی کہ وہ لڑتے سے ہٹ جائیں۔ اب بیان کی تعدد پر ہے کہ وہ کہاں بھٹکتے ہیں۔ لیکن کم از کم وہ ہمارا بیچھا چھوڑ دیں۔“
 ”میرے خیال میں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ خود ہی بد دل ہو کر چلے جائیں گے ویسے آپ کے ذہن میں کیا خیال تھا۔؟“
 ”تمہارے ذریعہ میں انہیں غلط راستے پر ڈال دیتا۔ تمہارا بہت سفر کرتے اور پھر بد دل ہو کر واپس چلے جاتے۔“

”وہ تین آزاد بالکل بے کار ہیں۔ کچھ بھی نہیں کر سکتے بیچانے خود ہی مالوس ہوجا میں گئے۔ ہمیں اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔“ اوکے۔ بہر حال لب تو تم نہیں ہو۔ کوئی اور لجن تو نہیں ہے۔“

”نہیں۔ لیکن بہر حال میں ان سے ملاقات کروں گا“
”مزدور کرتے۔ ہو۔ ہمیں کسی بھی قیمت پر انھیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔“ میکے براؤن جلا گیا۔
دوسرے دن میں طاہر علی کے پاس پہنچ گیا جو لیسانے بمشکل ہیچا چھوڑا تھا۔ طاہر علی نے بڑی بے چینی سے میرا استقبال کیا تھا۔ ”گوایا یہ بھی ہوگا“
”کی۔“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔
”لتنے اتنے عرصہ قائب رہو گئے۔“
”میں دوسری مصیبت کا شکار ہوں طاہر علی صاحب

اس لیے براہ کرم میرا خاصہ نہ کیجیے۔“
”نہیں ڈر کر مجھے ک بات نہیں ہے، لیکن تم انجانچ ہر دو عالمیں جو حکم دو گئے وہی تو کر سکتے ہیں، تمہارے بغیر تو ہم ان تین اندھوں کی مانند ہیں، جن کو لامتناہی کسوٹی پر ہوں بہر حال ایک اطلاع بھی تمہارے لیے جس پر ہم شدید بے چین ہیں اور فوری طور پر تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔“
”کیا اطلاع ہے؟“ میں نے منہ سنبھل کر پوچھا۔
”وہ لوگ جو ویلنگڈن بمشکل بھی اور جو جن کے گھر میں ایک پرائمرری حیثیت کا حامل رہی ہے، یہاں موجود ہے۔ طاہر علی نے بتایا اور میں اس انکشاف پر اپنے بدن میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

”کیسے معلوم ہوا۔“ میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔
”یہاں ایک عمارت کینٹونما ہاؤس کے نام سے مشہور ہے۔ پرائیویٹ رہائش گاہ ہے اور اس کے ایک کھٹے میں پوسٹل بنا ہوا ہے۔ اس وقت وہ اس ہسپتال کے ایک کمرے میں موجود ہے۔“

”کیا یہ تازہ ترین رپورٹ ہے۔“
”ہاں میں نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہر چند کہ یہ صرف اتفاق تھا، میں ڈومبلز اسٹورز سے کچھ خریداری کر رہا تھا کہ وہ اسٹور میں داخل ہوئی اور وہیں سے میں نے اس کا تعاقب کینٹونما ہاؤس تک کیا اور اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کیں۔ کینٹونما ہاؤس میں وہ کسی بورڈ سے آہنی کے ساتھ مقیم ہے۔“
”یہ ملاقات کب ہوئی تھی آپ سے؟“ میں نے سوال کیا۔

”بھی کل شام کو، پانچ ساڑھے پانچ بجے کا وقت تھا، بس لپٹی آوردہ گودی کرنے نکل گیا تھا میں۔ کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔“
”تو پھر آپ نے اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی کی؟“

”صرف ایک، طاہر علی نے جواب دیا۔
”وہ کیا۔“
”فوری طور پر چاکنگل سے رابطہ قائم کیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنے کچھ اہم لوگوں کو کینٹونما ہاؤس بھیج دے اور اس راٹی اور اس کے ساتھ کی گولائی کرے۔“
”تو پھر۔“
”وہ لوگ وہاں مقیم ہیں، مجھے اطلاعات مل رہی ہیں، ابھی تک وہ وہیں ہیں۔“
”گڈ۔ اس کا مقصد ہے طاہر علی صاحب آپ نے واقعی

کام کیلئے؟“
”مذاق مت اٹاؤ بھئی۔ یہ بھی کوئی کام ہے۔ البتہ کیا اس راٹی کی شخصیت ہمارے لیے پراسرار نہیں ہے۔؟“
”بے شک ہے، اب آپ کا کیا خیال ہے، کیا اس سے ملاقات کی جائے۔؟“

”کیا ملاقات کرنا مناسب ہوگا؟“
”کم از کم یہ اندازہ تو ہو کہ اس کا کیا کیا چھڑا ہوا ہے۔ اور وہ اس سلسلے میں کیا کر رہی ہے؟ اگر وہ ہمارے ہی راستوں کی راہی ہے تو پھر ہم اس کا ساتھ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔“
”اگر ایسی بات ہے اور تم بہتر سمجھتے ہو تو مل لو لیکن کہیں لینے کے لیے نہ بڑھا میں۔“
”لوگ جس طرح وہاں سے فرار ہوئی اور جس طرح اس کی شخصیت پراسرار ہے آخر اس کے پیچھے کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوگا۔ وہ ہم سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرے، یا ہمیں کوئی نقصان پہنچانا نہ چاہے۔“
”ایسا نہیں ہوگا طاہر علی صاحب۔“ میں نے جواب دیا۔
”تو پھر کیا پروگرام ہے۔۔۔؟“
”کچھ نہیں۔ میں اس سے ملاقات کروں گا لیکن تنہا

انداس انداز میں کہ کسی کو کالوں کان خبر بھی نہ ہو سکے۔“
طاہر علی کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ کزل آسٹر ناموشی سے ان لوگوں کی طرح بیٹھے ہوئے میری شکل دیکھ رہے تھے۔ سچانے کیوں ان لوگوں کو کچھ بہت رحم آیا۔ لیکن بے بارود دگا بورڈ سے جو خزانے کا حصول چاہتے تھے اور جس کے لیے ایسی جنگ دو دو میں مصروف تھے جو بالکل نئے تھی۔ انہوں نے کچھ پر بھروسہ کیا تھا جب کہ میں خود بخود

ابھی اندھروں میں جھلک رہا تھا۔ میری ذرا سی نفرت ان کے لیے عذاب بن جاتی۔ کیا ان لوگوں کے لیے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ نیا اپنی دنیا میں واپس ملے جائیں اور کچھ میرے حال پر چھوڑ دیں۔ لیکن یہ بھی اچھا نہ بات تھی۔ اگر وہ لوگ کچھ سے بھی یہی سوال کریں تو میں انہیں کیا جواب دوں گا۔

بہر طور کچھ بھی تھا۔ میں ان لوگوں کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ خزانہ اکثر ملے تو بہر طور یہ سب کچھ تقدیر جو کہ اہل ہونگال سے ان لوگوں کو آگاہ کرتا بھی میرے لیے خطرناک تھا۔ لیکن طاہر علی البتہ بہت کار آمد تھے۔ سارو وہ کچھ کچھ کر رہی رہے تھے۔ میں نے طاہر علی سے تھوڑی دیر تک گفتگو کی اور اس کے بعد وہاں سے اٹھ گیا۔ میں نے کہا تھا کہ میں اس لوگ سے ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا۔

”واپس میں نہیں آؤ گے۔؟“
”نہیں اس وقت میں، میکے براؤن کے ساتھ مقیم ہوں۔“
”کچھ ایسی ہی صورت حال پیش آگئی ہے۔“
”ہوں؟ طاہر علی نے کہا اور بھربولے۔“
”بہر طور حیثیت ہم تو صرف تمہاری ہی جانب مگر ان میں، جیسا تم چند کرد۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

”اوکے یہ میں نے کہا اور اس کے بعد ان سے رخصت ہو کر نکل آیا۔ انتہائی احتیاط برتنی تھی مجھے۔ میکے براؤن جیسے شیطان صفت آدمی سے کوئی بات بعد نہیں تھی کہ اس نے اب بھی میرے بارے میں کیا کیا بیخبر کچھ ہوگا اور کسی طرح میری مصروفیات جانتے میں کوشاں ہوگا۔ بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اسے جانگاہ کی بات پر یقین نہیں آیا ہے۔ لیکن درپردہ کیا ہے۔ یہ تو وہی جانتا تھا۔ جانگاہ نے مجھے پہچان لیا تھا۔ میں بھی اس وقت اس موڈ میں تھا کہ کسی بھی طرح جانگاہ کا بیخبر ہونا چاہتا تھا تاکہ مجھے میکے براؤن کا ساتھ بھی نہ چھوڑنا پڑے، کیونکہ بہر طور ابھی مجھے اس کی ضرورت تھی۔ اور اس کے علاوہ قدرت کا معاملہ بھی تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ قدرت کچھ سے کیا جاتی ہے اس وقت تو حالات وقت طور پر ایک اٹوکلانچ اختیار کر گئے تھے اس لیے قدرت اور سمبورتا اپنی بات پوری نہیں کر سکے تھے۔ لیکن اب ان سے ملاقات کرنا ضروری تھا۔

طاہر علی کے اس انکشاف نے بلاشبہ مجھے سرور کر دیا تھا۔ کافی دیر تک میں ادھر ادھر آواہن گودی کرتا رہا۔ ایک بار ایک ریٹیلوٹان میں بھی داخل ہوا اور اس کے بعد اس کا بعضی دروازہ تلاش کرنے کے پیچھے سے نکل گیا۔ مقصد یہی تھا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے تو اسے ڈانچ دے دیا جائے اور جب مجھے

مکمل طور پر یقین ہوگا کہ میں بالکل آزاد ہوں اور کوئی میرے تعاقب میں نہیں ہے تو پھر میں نے کینٹونما ہاؤس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔

طاہر علی صاحب نے مجھے اس کے جانے وقوع کے بارے میں بتایا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہیں آدمیوں سے پوچھا ہوا میں کینٹونما ہاؤس پہنچ گیا۔

عجیب عمارت تھی، بالکل یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی مصور نے تصویر بنا کر کھڑی کر دی ہو۔ کچھ انوکھے معاملات تھے اس کے۔ یہاں دن رات بجتے، بہر حال بھی تھا اور ایسی ہی کچھ چیزیں بھی۔ رات کے اس حصے میں وہاں مکمل تاریکی اور سنسنی کا راج تھا۔ سوائے دو گود گھوں کے جو پہرہ سے رہے تھے۔ میں ان کی نگاہ بچا کر اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ یہ کام بہت زیادہ مشکل نہیں تھا۔ کیونکہ یہاں شاہ ان تمام چیزوں کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی۔ پہرہ بھی صرف عمارت کے ضوابط میں سے ہوگا، ورنہ شاید یہ بھی نہ ہوتا۔

اندروں داخل ہونے کے بعد میں نے پوسٹل کا وہ کمرہ تلاش کیا جس کی طاہر علی نے نشاندہی کی تھی۔ مجھے باہر یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ چانگاہ کی کے آدمی کہاں اور کس جگہ کینتانتا ہیں اور کس طرح قدرت کی نگرانی کر رہے ہیں۔ لیکن بہر طور مجھے ان کی نگاہوں سے بھی پریشیدہ رہنا پڑا تھا۔ میں اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا جس میں طاہر علی کے بیان کے مطابق وہ دونوں موجود تھے۔ دروازے کے دوسری طرف سے ہلکی ہلکی روشنی جھانک رہی تھی۔ اس کا مقصد تھا کہ وہاں کے لیکن اندھی موجود ہیں۔ ہلکی ہی دستک دینے کے بعد میں چند لمحات انتظار کرنا رہا۔ دوسری بار دستک دی تو دروازہ آہستہ سے کھل گیا۔ لیکن کسی نے باہر نہیں جھانکا تھا۔ میں نے ایک بار پھر دستک دی تو قدرت کی شکل نظر آئی۔

”مسلوب قدرت۔“ میں نے کہا اور قدرت بری طرح اچھل پڑی۔
”اوہ تم۔ تم۔ آ جاؤ۔ اندر آ جاؤ۔“ اس نے شدید متحیرانہ انداز میں کہا اور میں مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ قدرت نے جلدی سے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اس میں بستر پر ایک شخص دراز تھا، ایلیٹنگ سوٹ میں محسوس اس شخص کو میں نے بھی طرح پہچان لیا۔ سمبورتا لہری تھا لیکن بالکل ہی بدلے ہوئے روپ میں۔ قدرت دروازہ

بند کرنے کے بعد ملٹی اور میرا بازو پکڑ کر بولی "ہائی تو راسا۔
ہائی تو راسا"

"کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"میں تو کہتی ہوں تم نے اس وقت مجھے حیران کر دیا۔"

گازلی بہت حیران کر دیا۔
سمیرا تو ابھی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اس نے مجھے دکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر خفیت سی مسکراہٹ چھیل گئی۔ "اؤ، مگر گازی آؤ، پلیز یہ وہ بلاؤ میں سامنے موٹے پر جا کر بیٹھ گیا۔"
"تمہارا خیال تھا ندرت کیا تم ہی مجھے تلاش کر سکتی تھیں، میں نہیں سوچتا ہوا یہاں تک نہیں آسکتا تھا؟ میں نے کہا اور ندرت مسکرائی۔ "مجھے واقعی بہت حیرت ہوئی ہے۔" اس نے کہا۔

"بہر طور وہ دیکھ لو میں تمہارے پاس پہنچ گیا؟"
"تمہاری طبیعت تو بالکل ٹھیک ہے تاہم ایرا مطلب ہے اس رات کے واقعات نے۔"

"ہاں جمان طور پر تو بالکل ٹھیک ہوں، لیکن ذہنی طور پر بہت خراب ہو رہا ہوں۔"

"میں شاید جوہن گھنٹے کے اندر اندر تم سے دوبارہ مل لیتی۔ دراصل ہم لوگوں کے پاس کوئی واضح ٹھکانہ نہیں تھا۔ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں ہم تدم جاسکیں، خانقاہوں میں ہمارے لیے اب کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ کیونکہ ہمارے دشمن ہمیں وہیں تلاش کر رہے ہیں۔ خاص طور سے والی ان کے بارے میں ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نظر آ رہا ہے اور کسی خانقاہ میں ہی پایا جاسکتا ہے چنانچہ میں نے بڑی مشکل سے یہ جگہ حاصل اور اب ہم تم سے وہیں ملاقات کرنے والے تھے۔"

"یقیناً تم غلط نہیں کہہ رہی ہو گی ندرت، بہر طور میں یہاں پہنچ گیا۔"

"سب سے پہلے میں یہ سوال کروں گی کہ تم یہاں کیسے پہنچے؟ ندرت نے پوچھا۔ وہ انگریزی زبان بول رہی تھی اس لیے بہت شہسہ اور روان تھی۔

"ندرت تم یہاں لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہیں، کچھ لوگوں نے تمہیں یہاں بھی دیکھ لیا ہے اور انہوں نے ہی میری یہاں تک رہنمائی کی ہے۔"

"اوہ کوئی ہیں وہ۔" ندرت نے پوچھا سمیرا بھی چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔

"ایسے لوگ نہیں ہیں جو تمہارے لیے نقصان دہ ہوں لیکن بہر طور۔ میری مراد ہے کہ ظاہر مل و غیرہ تمہیں دیکھ چکے

تمہیں وہاں سے اٹھایا اور خانقاہ کے اس حصے میں لے گئے، ہمیں یقین تھا کہ تم وہاں سے اپنی منزل پر واپس لوٹ آؤ گے۔ کیونکہ خانقاہ کا انتخاب غلط نہیں کیا گیا تھا، وہ شہر سے زیادہ دور نہیں تھی، ندرت نے جواب دیا۔

میں واقعی حیران رہ گیا تھا، گویا ان سوئوں کے ذریعے میرا علاج کرنے کی کوشش کی گئی تھی، انوکھا اور عجیب طریقہ علاج تھا، جس نے واقعی مجھے میری کسی تکلیف کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ بہر حال میں نے ان کا شکر یہ ادا کیا اور پھر میں نے ندرت سے کہا۔ "تو اب تم مجھے تلاش کرنا چاہتی تھیں۔"

"ہاں۔ تمہارے سلسلے میں ہمارا پروگرام ملتوی تو نہیں ہوا، یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ ہمیں اپنے دشمن کے بارے میں پتا چل گیا اب ہم اس پر براہ راست نگاہ رکھیں گے۔ جاگنگ بتایا تم نے اس شخص کا نام۔ بہت کا باشندہ ہے نا۔"

"ہاں۔ میکے براؤنی اُسے فرانس کی ایک جیل سے ہارکرا کے لایا ہے، جہاں وہ کسی جرم میں قید تھا، لیکن اب وہ میکے براؤنی کا ساتھی ہے، خاصا خطرناک ہے۔"

"یقیناً؟" کئی بار وہ مسرسمہ تو روایا دانی میں کے بیان کے مطابق ان تک پہنچا اور وہ اسے دھوکا دے کر وہاں سے نکل بھاگے۔ دراصل وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی سے براہ راست ان کی مدد چاہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے، یہ مسئلہ تو ختم ہو گیا۔ اب یہ تباہ ندرت آئندہ پروگرام کیا ہے۔"

"بات تو ہماری ادھوری رہ گئی تھی گازی۔ دراصل ہم تم سے ایسی امداد چاہتے ہیں جو ہمارے مقصد تکمیل میں معاون ثابت ہو سکے۔"

"سب سے پہلی بات تو میں تم سے یہ پوچھوں کہ ندرت کو تمہارا مقصد کیا ہے۔"

"دیکھو گازی، بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں انسان اپنے سب سے قریبی دوستوں سے بھی چھپنے کی کوشش کر سکتا ہے، تم ایک شخص اور اچھے انسان کی حیثیت سے اگر مجھ پر یقین کر سکتے ہو تو صرف اس بات پر یقین کر لو کہ ہم لوگ کوئی جرم نہیں کر رہے، ہم مجرم نہیں ہیں، ہم مصیبتوں کا شکار ہیں اور اپنی ان مصیبتوں کو رفع کرنا چاہتے ہیں ہم اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہیں، ہم کھوئے ہوئے ہیں گازی، ہم کھوئے ہوئے ہیں۔ ہم سے وہ سب کچھ چھوٹ گیا ہے جو ہمارا پانا تھا اور ہم دوبارہ اُس کے حصول کے لیے سرگرداں ہیں اور اس سلسلے میں ہمیں تمہاری مدد درکار ہے۔"

"مجھے تعجب ہے سمیرا تو نے جواب دیا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے تو ہاں ہی ہنسنے ہوئے کہا۔

"ہمیں مسروانی میں، مجھے آپ ان نگاہوں سے نہیں دیکھیں میری گواہی ہائیسادے گی۔"

"اوہ نہیں۔ ایسی بات نہیں۔ ایسی بات نہیں۔ میں تو تمہاری معلومات پر حیران ہوں۔"

"جاگنگ جن لوگوں کا ساتھی ہے، وہ مجھے بھی اپنا ساتھی سمجھتے ہیں اور ندرت تم اس شخص کو جانتی ہو۔ میکے براؤنی جن کی برائی چرچا، حسن صاحب کی ٹوٹی میں ہمارے ساتھ آ کر رہی تھی، تم نے یہ بھی اندازہ لگا لیا ہو گا اس رات کہ میکے براؤنی خود بھی گوین کی تاک میں تھا۔"

"اوہ ٹھیک ٹھیک، تو جاگنگ اس کا آدمی تھا؟ ندرت نے پوچھا۔

"ہاں اس کے تمام ساتھی مر گئے، لیکن وہ صرف ذہنی ہو گیا تھا، اور بالآخر وہ واپس اپنی جگہ پہنچ گیا اور اب تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہے۔"

"مگر سیکر؟" ندرت نے پوچھا انداز میں غور کی گھباتے ہوئے کہا اور پھر سمیرا تو راک کی طرف دیکھ کر کسی نامعلوم زبان میں گفتگو کرنے لگی۔

"مگر وہ غلط ہے ندرت۔ کوئی ایسی بات ہے جو تم مجھ سے چھپانا چاہتی ہو۔"

"نہیں نہیں پلیز مجھ سے غلطی چوٹی میں ہی کہہ رہی تھی کہ میکے براؤنی کی شخصیت ہے، میں والی میں کو اس کے بارے میں تفصیلات بتا رہی تھی۔"

"ہوں، ہماری اور تمہاری گفتگو ادھوری رہ گئی تھی ندرت البتہ ایک سوال درمیان میں اور ہے وہ یہ کہ میں اس خانقاہ کے سامنے خیمے میں کیوں موجود تھا۔"

"تم شاید تکلیف کا شکار تھے اور گروانی میں ان کو نیچے سے تمہارا ذہنی علاج نہ کر دیتا تو شاید تم ایک آدھ بیٹے تک بستر پر ہی پڑے رہتے مسر گازی۔"

"آؤ نیچے۔"

"ہاں۔ کیا تم نے جوش میں آنے کے بعد اپنے جسم کے مختلف حصوں میں سرسوں کی چھبی چوٹی محسوس نہیں کی۔ یہ ایک ہی طریقہ علاج ہے، اور اس کے ذریعے ہمیں طور پر اس شدید تکلیف سے آزاد کر دیا گیا جو بعد میں تمہیں نذر حال کر دیتی۔ سمیرا تو اس وقت تمہارے لیے اتنا ہی کر سکتا تھا پھر نہ کہہ جاے پاس خود اپنے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ ایسی حالت میں ہونے

ہیں۔ تم شاید کسی مسرور میں خریداری کر رہی تھیں وہاں سے طاہر نے تمہیں دیکھا اور تمہارا قب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گیا۔"

"ٹھیک، یقیناً ایسا ہوا ہو گا۔ میں مسرور میں خریداری کرنے کے لیے گئی تھی، یقیناً انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہو گا، ندرت نے جواب دیا پھر بولی۔ "ظاہر علی میرے لیے خطرناک تو نہیں ہو سکتے۔"

"نہیں۔ ویسے بھی ان لوگوں کی تو تم نگہری مت کر دو اور کسی نے، میرا خیال ہے تمہیں اب تک نہیں دیکھا۔"

"تم اپنی سٹاؤکس پوزیشن میں ہو؟ ندرت نے کہا۔

"تم سے اس دن گفتگو ادھوری رہ گئی تھی اس لیے پریشان ہوں۔ کیا تم یہ بات جان سکیں کہ وہ حملہ آور کون تھے۔" میں نے کہا۔

"ان کے بارے میں ہائیس نہیں بتا سکتے، البتہ میں تمہیں بتا دوں، وہ کچھ براہ راہ لوگ ہیں، ان میں ایک طویل قامت بیٹی تھا اور باقی اس کے ساتھی۔ ان لوگوں نے کسی جگہ مجھے دُربلا کیا، میں انسانوں کی زندگی سے کھیلنے کا شوق نہیں ہوں، لیکن جب صورت حال ناگزیر ہو جائے تو پھر کچھ نہ کچھ عمل تو کرنا ہی ہوتا ہے، چنانچہ میں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا حالانکہ یہ اچھی بات نہیں تھی۔ سمیرا تو راک کے لہجے میں افسردگی جھلک رہی تھی۔

"نہیں مسر سمیرا تو راک، اگر آپ ان لوگوں کو قتل نہ کر دیتے تو وہ آپ کے لیے بہت بڑی مصیبت بن سکتے تھے، آپ کو شاید علم نہیں ہے کہ جاگنگ بہت دور سے آپ کا تعاقب کر رہا ہے اور ہمارا سبک آپ کے پیچھے لگا آیا ہے۔"

"کون جاگنگ؟" سمیرا تو راک نے چونک کر پوچھا۔

"وہی آوی، جس کے ساتھیوں سے آپ کی جنگ ہوئی تھی۔ اس سے پہلے وہ آپ کو خانقاہ میں تلاش کر کے باہر نکل چکے تھے۔ لیکن پھر ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید وہاں کوئی ترخانہ وغیرہ نہ ہو، چونکہ میرا خیال یہ ہے کہ جاگنگ بڑی باریک بینی سے آپ کا جائزہ لے رہا ہے، چنانچہ وہ وہاں پہنچ گیا۔"

"نہیں، تمہیں یہ تمام باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"اس لیے کہ جاگنگ زندہ بچ گیا ہے۔"

"ان لوگوں میں سے کوئی ذبح نہ کیا گیا ہے، جن سے ہماری جنگ ہوئی تھی۔"

"ہاں۔ اور وہی شخص ان کا سربراہ ہے۔"

”وہ صوبہ کچھ کیا تھا جو تم سے چھین لیا گیا ہے یہاں میں نے سوال کیا۔“

”انسوس اس بار سے میں ابھی نہیں کچھ نہیں بتایا ہوا سکتا کہ میں وہاں میں اگر میں غلط گفتگو کر رہی ہوں تو تم میں اس مداخلت کر سکتے ہو یہ ندرت نے سمبو تورا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔“

”نہیں دیوڑی تہارا کہنا درست ہے! وہاں میں ان فرد کی سے بولا۔“

”اچھا یہ بتاؤ، دیشینی سے تم لوگوں کا کیا تعلق ہے ہاں میں نے سوال کیا اور ندرت سمبو تورا کی طرف دیکھتے لگی تہا سمبو تورا گلاصاف کر کے بولا۔ ”دیشینی ہم میں سے ایک ہے، وہ ہماری ساتھی ہے ایک تو نہیں ساتھی۔ لیکن بے شمار رسائل میں ہمارے سامنے، اگر کوئی ایک بات ہوتی تو شاید ہم اپنی ذاتوں سے اُس پر تباہی پالیتے، لیکن ہم۔ ہم اگلا جانتے ہیں، اگلا جانتے ہیں ہم لوگ۔ ہم وہ سب کچھ نہیں کر سکتے، جو کرنا چاہتے ہیں۔ دیشینی کے بارے میں، تم سے جو بول چال ہے تو تم لوگوں کو کہو، اگر دیشینی کے بارے میں تمہارے پاس کچھ معلومات ہیں تو باطل ٹھیک ہیں!“

”مونٹ سوراٹ کے خزانے کی کیا تفصیل ہے، مجھے یہیں سے مسرواٹ میں کہ تم اس سے انحراف نہیں کر کے، تم جلتے ہو کہ تم نے اس سے پہلے بھی ایک یورپین آدمی کو اس خزانے میں سے کچھ حصہ دے کر کہا تھا کہ وہ گوین کو تلاش کرے۔ وہ آدمی گرفتار ہوا، اس خزانے کی جانچ پڑتال ہوتی تو پتا چل گیا کہ یہ خزانہ وہی ہے، جو اٹلی کی پہاڑیوں میں مدفون تھا، اس کا مطلب ہے کہ تم خزانے سے واقف ہو۔ میں کم از کم اتنا حق تو رکھتا ہوں کہ تم سے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کروں یہ بات بھی جان لو مسرواٹ میں کہ میں، سیکے براؤن، سٹائڈ کچھ دوسرے لوگ میرے اپنے چند ساتھی یہ سب کے سب مونٹ سوراٹ کے اس خزانے کی فکر میں سرگرداں ہیں جو اٹلی میں مدفون تھا اور یہ ساری کارروائیاں اسی سلسلے میں بہری ہیں۔“

”حالات کا تجزیہ اس بات کی یقین دہانی کرنا ہے کہ مسرواٹ میں تم بھی اور دیشینی خود بھی اس خزانے سے اچھی طرح واقف ہے۔ مجھے سب سے پہلے اس بات کا جواب چاہیے کہ کیا خزانہ مونٹ سوراٹ کی پہاڑیوں سے نکال لیا گیا ہے؟ میں نے کہا۔ سمبو تورا مسکرانے لگا اور پھر اس نے اہستہ سے کہا۔ ”ہاں۔ وہ خزانہ اب وہاں نہیں ہے جو لوگ آج تک اسے وہاں سمجھتے ہیں وہ بے وقوف ہیں۔ خزانہ تو دیشینی پہلے ہی نکال چکی

نھی کیونکہ ہمارا مشن اس کے بغیر ناکمل تھا“

”گو یا وہ خزانہ اب دیشینی کی تحویل میں ہے۔“

”بے شک۔ دیشینی اُسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہی ہے۔“ وہ بولا۔

”تو یہ تمام لوگ اگر دیشینی کی تلاش میں سرگرداں ہیں تو غلط نہیں ہیں“

”یقیناً“

”دوسری بات یہ مسرواٹ میں کہ کیا آپ دیشینی کی رہائش گاہ سے واقف ہیں“

”ہاں۔ اچھی طرح واقف ہوں یہ سمبو تورا وارٹی میں نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے میں خاموش ہو گیا۔ ایک بار بلا مشورے سے لیے بہت ہی سستی خیز تھا۔ اگر سمبو تورا کی شخصیت اور اس کے ان الفاظ کے بارے میں سیکے براؤن، طام علی، یا دوسرے لوگوں کو علم ہو جائے تو اس کے پیروہ سمبو تورا کے لیے پائل ہو جائیں گے اور وہ سب کچھ کر بیٹھیں گے جو شاید سمبو تورا کے تصور میں بھی نہ ہو۔ سمبو تورا میرے چہرے پر میرے خیالات تلاش کر رہا تھا۔ اس نے اہستہ سے کہا۔ ”میں بھی ان تمام حقیقتوں سے واقف ہوں فریالی۔ بلاشبہ میں جانتا ہوں کہ یہ بات اگر خزانے کی تلاش میں پائل ہونے والوں کو پتا چل جائے تو وہ میری زندگی کے کابک بن جائیں۔ تم پر یہ مجھ سے بلاوجہ نہیں کیا گیا۔ بائیس مجھے تمہارے بارے میں کچھ بتا چکی ہے اس سے میں تمہاری شخصیت کا اندازہ لگا گیا ہے۔ میں بھی تم سے ایک سوال کروں گا۔“

”میں سمبو تورا یا میں نے کہا۔“

”تم بھی خزانے کے جاننے والوں میں سے ایک ہو“

”ہاں۔ میں اس سے انحراف نہیں کروں گا“

”خزانہ۔ میں نہیں دوں گا۔ ہماری نگاہ میں ہوں سو نے کے ان انباروں اور جگہ جگہ ہونے پتھروں کی کوئی قیمت نہیں ہے ہم انھیں مجبوراً اپنی تحویل میں رکھ کر لوگوں کی دشمنانہ عمل لے رہے ہیں کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ان کے بغیر ہم اپنے مقصد کی تکمیل کس طرح کر سکتے ہیں۔ یہی ایک ذریعہ ہے جو ہمیں ملے راستوں کی سمت لے جاتا ہے اور اسی ذریعے سے ہم پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دیشینی ان حالات کے بارے میں ہم سب سے زیادہ اچھی طرح واقف ہے چونکہ وہ طویل تجربہ رکھتی ہے۔“

جو کئی تھی۔ میں ایک عجیب سے احساس کا شکار ہو گیا تھا۔ آخر ان لوگوں کا مشنی کیا ہے۔ گو یا خزانہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا دیشینی یا سمبو تورا کی نگاہ میں وہ لوگ کسی ایسے مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں جو خزانے سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ کیا مقصد ہے وہ یہ میں بہت کچھ سوچتا رہا۔

سمبو تورا ندرت خاموشی سے میری شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر سمبو تورا نے کہا۔ ”آہستہ آہستہ تمہیں ہمارے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔ اس سے قبل بھی چند لوگوں کو ہم نے اپنا اندازہ بنانے کی کوشش کی لیکن وہ غلط راستوں کی طرف جھٹکے گئے اور ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔“

دراصل وہ لوگ یہ بات تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں تھے کہ۔ سمبو تورا دروغاً خاموش ہو گیا۔ شاید اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ گفتگو میں بہک کر کوئی اہم بات کہنے جا رہا ہے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ ”اور اب ہم نے تم پر بھروسہ کیا ہے۔ اب ہم نے اپنے خصوصی معاہدے کے لیے تمہاری ذہانتوں کا سہارا لیا ہے۔ ہماری مدد کرو۔ نوجوان دوست ہماری مدد کرو۔ جہاں تک ہماری خزانے کی بات تو تم سے اس بات کا وعدہ کیا جاتا ہے کہ انٹارٹرا خزانہ نہیں دے دیا جائے گا کہ تم ساری زندگی تمہیں سے لبرکسکو۔ یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے“

”نہیں سمبو تورا۔ بات جب مدد کی جاتی ہے تو بھلا تو بھلا ہے مقصد جو جو آتا ہے۔ مدت یا ہاٹیس نہیں یہ بات بتا چکی ہے کہ میں بے فرض انسان ہوں۔ یقیناً ہماری ضروریات ہوتی ہیں لیکن کچھ اور خزانے ہمارے دلوں میں پوشیدہ رہتے ہیں۔“

لشٹیکہ ہم ان سے واقف ہو جائیں“

سمبو تورا متاثر نہ لگا جوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”یقیناً۔ تم ہماری مدد کر سکتے ہو خزانہ۔ ہمیں تمہارے ہی جیسے کسی تو نہیں اور باطل نوجوان کی ضرورت تھی تم یقیناً یہ بات بھی سوچ سکتے ہو اور آئندہ بھی تمہیں اس کا احساس ہو گا کہ آؤ ہم اپنی ذہانتوں پر انحصار کریں نہیں کر سکتے لیکن وقت ہی تمہیں یہ بھی بتا دے گا کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔“

کیا خیال ہے تمہارا۔ کیا تم ہماری مدد پر آمادہ ہو۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے لیے بائیس تمہیں فائدہ لانی تھی اور یہی بات میں تم سے اس جگہ کہنا چاہتا تھا جب کچھ لوگوں نے تمہاری تمہاری گفتگو میں مداخلت کی تھی۔

”مسرواٹ میں اگر آپ مجھ پر اس حد تک اعتماد کر سکتے ہیں تو پھر میری طرف سے آپ جواب ہی میں ہر طرح آپ

کی امداد کے لیے تیار ہوں، جو خدمت آپ لوگ میرے پیرو کر کے کہ میں اسے سختی انجام دوں گا اور اس کے نتیجے میں کسی خزانے کا طالب نہیں ہوں۔ میں مدد ملنے لے کر پھر عجیب خراب حالات کا شکار ہوں جن کی تفصیل میں آپ کو نہیں بتاؤں گا کہ اس میں میرا دل بھٹکتے لگے گا میں بول سکتے کہ تمہارا زندگی گزار رہا ہوں۔ اگر آپ کے لیے کچھ کر سکتا ہوں تو وہاں خوشی نصیب ہو گا اور یہی روحانی خوشی میرا خزانہ ہے“

سمبو تورا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے میرے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے اور میرا سر جکا کر میری پیشانی چوم لی۔ ”ہمارا مقصد تمہارے ذریعے حل ہو گیا۔ لیکن ایک اچھے انسان کا احترام اور اس سے محبت ہمارے سنے میں بھی محو ہے اور تم تمہارے ان قیمتی الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ نوجوان دوست کسی طور ہم سے بدلہ نہ ہونا۔ واقعات آہستہ آہستہ خود بخود تمہارے سامنے کھلنے رہیں گے اور آپ تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔ تمام حقیقتوں کو جاننے کے بعد تمہارے دل میں تجسٹ ختم ہو جائے گا اور تم شایمان راستوں پر بھٹک جاؤ جو تمہارا فرض نہیں دے اس لیے آہستہ آہستہ واقعات تمہارے علم میں لائے رہیں گے تاکہ تمہاری دلچسپی برقرار رہے۔“

”مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ میں نے نزل دیا۔

”لوگو یا اب تم ہم میں سے ایک ہو اور ہم تم پر بھروسہ

اعتماد کر سکتے ہیں“

”یقیناً میں تمہارے اعتماد کو قطعی دھوکا نہیں دوں گا“

”ہمارے بے شمار دشمن ہمارے ارد گرد بکھرے ہوئے ہیں۔ میں دراصل گوین کو سب سے پہلے تلاش کرنے کا خواہش مند ہوں۔ گوین کے بغیر ہمارے تمام مقصد بے مقصد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ دیشینی جاپانی میں گوین کا علاج کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ گوین کو خزانہ کر لیا گیا اور وہاں سے ہمارا سارا کھیل بگڑ گیا۔“

”اوہ کیا آپ کو علم ہے کہ گوین کو جاپان سے کس نے اغوا کر لیا“

”ہاں۔ بائیس نے مجھے تفصیل بتائی تھی۔ دلائی واسکاٹ کی ڈائری میں جو تفصیلات مدج تھیں۔ ان کے تحت گوین کچھ لوگوں کے علم میں آیا۔ لیکن اس سے پہلے ہی گوین کو تمہارے ہی خطہ زمین کے کچھ لوگوں نے اپنی تحویل میں رکھا اور ان سے اس کے بارے میں حالات معلوم کرنے کے لیے اس پر بار بار تشدد کیا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ انہوں نے اس کے مددگار خلیوں کو ایسی شاعروں کے ذریعے منتشر کر کے اس کی

زندگی کا راز پانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ان غیلوں کو امان نواز میں منحرف نہ کر کے کران سے وہ گوئیں کی حقیقت جان لیتے البتہ انہیں تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور گوئیں کی ایک شدید ذہنی بیماری کا شکار ہو گیا۔ وہ ہمارے لیے جتنا قیمتی ہے تم اس کا تصور نہیں کر سکتے یوں سمجھو کہ ہمارے مشن کا دار و مدار اس کی ذات پر ہے۔ گوئیں ہمارے ہاتھ لگ جائے تو اس کے بعد ہم اپنی زندگی کا دوسرا مرحلہ شروع کریں۔ بڑی لمبی اور پرچہ پتہ کہانی ہے۔ یہ میں نے تم سے کہا تھا گا زالی کہیں نہیں یہ کہانی بتا دیجئے سنا تم ہوں گا کیا

"تم لوگوں نے مجھے سے ایک بات کہی تھی مڑوئی میں کہ تم سوچو گے کہ اپنے ساتھیوں کی سمت کا اندازہ کر سکتے ہو۔ کیا گوئیں کے بارے میں تمہیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ وہ تیرت میں موجود ہے جبکہ میری معلومات مجھے یہی بتاتی ہیں کہ اسے سمیت لایا گیا ہے"

"تب وہ ہماری پہنچ سے کچھ فاصلے پر ہے اور ہمیں مختلف سمتوں کا تعین کرنا ہو گا لیکن اگر تمہاری ذہانتیں کسی ایسی مخصوص سمت کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ جس کی طرف ہماری رہنمائی ہو سکے تو پھر شاید ہم گوئیں کے راستے پر چل سکتے ہیں"

"میں سمجھ رہا ہوں تم مجھے اس کے لیے موقع دو"

"موقع کی بات نہ کرو۔ تمہیں تمام تر اختیارات حاصل ہیں۔ کہ تم ہمیں اس سلسلے میں گائیڈ کرو۔ یوں سمجھو گوئیں کا حصول ہمارے مقصد کے سلسلے میں پہلی کڑی ہے اور اس کے بعد ہی ہم آگے کا تصور کر سکتے ہیں۔ میں اپنے طور پر بھی اس کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں۔ لیکن ابھی تک اسے پانے کے سلسلے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ بہت سی رکاوٹیں میرے راستے میں آجاتی ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ تم یہ کام کرو گے اور اس سلسلے میں میری اور ہائیکس کی تمام تر خدمات تمہارے لیے حاضر ہیں"

"یہ عارضی تمام گاہ کیا تمہارے حق میں بہتر ہوگی بیکہ نہیں اندازہ ہے کہ لوگ تمہاری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ خود میرے اپنے ساتھی جن میں سے کچھ کو بلکہ سب کو مدد ملتی جاتی ہے اس وقت دو گروہوں میں بیٹے ہوئے ہیں اور سب کے سب سمجھو توڑا کو تلاش کر رہے ہیں اور یہ بھی اس کہانی کی تخت کہ تم نے ایک یورپی باشندے کو گوئیں کی تلاش کے لیے خزانے کا ایک حصہ دیا تھا لندن کے جہازوں نے اس خزانے کو شناخت کر لیا تھا اور اس بات کا اکتشاف کر دیا تھا کہ یہ

خزانہ اٹلی کے جہازوں کا ہے جنہیں جرمن افواج نے لوٹا تھا اور اس کے بعد پسپا ہوتے ہوئے انہوں نے یہ خزانہ موزن سوراٹ کی پہاڑیوں میں چھپا دیا تھا۔ یہ بات جی لوگوں کو کھلا ہوئی انہوں نے یقین کر لیا کہ خزانہ اب ویٹینی کی تحویل میں ہے اور تمہارے بارے میں سمجھو توڑا یقین کر لیا کہ تم اس سے کچھ طرح واقف ہو۔ ویٹینی کی تلاش میں ناکام ہو کر لوگ اب تمہارے پیچھے بڑھتے ہیں"

سمجھو توڑا کے پیچھے پر توشلش کے آثار دوڑ گئے۔ وہ بیخفا انداز میں گردن ہل رہا تھا۔ مدت بھی گہری سورج میں ڈوبی ہوئی تھی پھر سمجھو توڑا بولا۔ "میں اس لیے لوگوں سے بھاگتا رہا ہوں گا زالی کہ میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ میں نے بالکل ماحول پر اس وقت تمہارے سامنے ان لوگوں پر ہتھیار اٹھایا تھا۔ میرا تاقب کرنے والوں نے زندگی بھر بچنا کر دی تھی اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا کہ اب میں ان کا خاتمہ کروں۔ لیکن اب یہ کہہ رہے کہ جب وہ کھلتے ہے تو خود چاٹ کر دالیں آتی ہے۔ میں مجبور ہو گیا تھا"

"گنگالی۔" "یہ میں سوائے انداز میں کہا۔

"وہ ہتھیار جو دانی میں کی گالی میں ہے" "مدت نے بتایا۔

"اوہ۔ ہاں انوکھا ہتھیار ہے" "میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس ہتھیار سے ایک مہلک وبا ہے اسے رکھنے والے اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ میں نے بحالت مجبوری اسے کھولا تھا اور اس کے بعد اسے غریبوں میں ڈبوئے بغیر واپس نہیں پہنچا سکا"

"بڑی دلچسپ اور بڑی انوکھی باتیں ہیں تمہاری سمجھو توڑا لیکن میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اس وقت تک تمہارے ہاتھ میں کچھ جانے کی کوشش نہیں کروں گا جب تک تم خود ہی مجھے نہ بتاؤ"

"اور میں بھی تم سے کہہ چکا ہوں مڑوئی گا زالی کہ حالت کے تحت میں تمہارے سامنے مکمل طور پر زبان کھولنے سے مجبور ہوں ورنہ تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا"

"بات ہو رہی تھی تمہارے یہاں قیام کی، کیا تم اس جگہ کو وقتی طور پر اپنے لیے محفوظ سمجھتے ہو"

"مجبور ہی ایک چیز ہوتی ہے، خانقاہوں میں وہ لوگ مجھے تلاش کر رہے تھے۔ تمہارے جوٹوں کی دنیا کو میں بروقت نہیں کر سکتا۔ کوئی ایسی ہی جگہ دکھار تھی مجھے، جہاں میں خاموشی سے اپنے آپ کو چھپا سکوں۔ سوسا کے لیے یہ جگہ فی الحال محفوظ ہے۔ ہم دونوں کی طرف سے تم کسی توشلش کا شکار نہ ہو۔ بہت

جلد کم کوئی ایسا مناسب فیصلہ کر لیں گے جس کی بنا پر ہمیں کوئی بھی رہائش گاہ مل جائے۔ ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم گوئیں کو تلاش کریں۔ اگر وہ ہمارے ہاتھ لگ جاتا ہے تو پھر میں تمہیں ویٹینی کے پاس لے چلوں گا" سمجھو توڑا نے کہا۔

ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا۔ ویٹینی، پڑا پڑا مراسمات تھا۔ یہ کیا میں واقعی اس پر اسرار عورت تک پہنچ جائی گا جو دوسری جنگ عظیم میں جاسوسی کرتی رہی ہے یا اس کے بارے میں بھی بہت سے خیالات تھے میرے ذہن میں میکیں سب کچھ لے کر تھا۔ سمجھو توڑا یا مدت کو کسی سلسلے میں مجبور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ سمجھو ٹی ویر کے بعد میں نے ان سے اجازت مانگی۔

"کہاں جاؤ گے۔" "ہاں۔" "فی الحال کیے براؤں کے پاس چونکہ میں اس کے ساتھ مقیم ہوں" "میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہماری دوسری ملاقات کب ہوگی۔" "کل۔ دن میں اسی وقت"

"میں تمہارا انتظار کروں گا اس کے بعد ہم اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں گفتگو کریں گے" سمجھو توڑا نے کہا اور میں اٹھ کر ہوا۔ مدت مجھے باہر تک چھوڑنے آئی تھی خاتمے اس کے دل میں کیا سما لیا کہ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "یکے براؤں کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تو ہے نا"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ مدت کے ہونٹوں کی تعین سی مسکراہٹ عجیب سے احساسات کی حامل تھی۔

"ہاں وہ ہے"

"مجھے تم صاحب کی کوچھی کے واقعات یاد آ رہے ہیں"

"وہ آہستہ روی سے آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

"کون سے واقعات" "میں نے کہا۔

"جو لیام پر اپنے بہت سے حقوق جتاتی تھی مڑوئی گا زالی کیا ان حقوق کی کوئی خاص حیثیت تھی"

"مدت۔ مجھے تعجب ہوا تمہارے یہ الفاظ کس کی زبان سے کہتے ہوئے کہا۔

"کیوں"

"میرا خیال تھا کہ تم اپنے طور پر کوچھی کے معمولات سے بالکل ہی لاعلم رہتی ہو اور کبھی تم نے وہاں کی دلچسپیوں میں حصہ نہیں لیا"

"نہیں مڑوئی گا زالی اس دنیا کے انسانوں سے میں بھی اچھی طرح واقف ہوں کیونکہ انسان ہوں۔ یہ تمام باتیں میرے

علم میں بھی آہستہ آہستہ آتی رہی تھیں لیکن وہاں کے لوگوں کے بارے میں تم نے یہ اندازہ لگایا ہو گا مڑوئی گا زالی کہ وہ مجھے زیادہ لگنے نہیں دیتے تھے"

"اس کی کوئی خاص وجہ تھی مدت" "میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ خاص وجہ تھی۔ میں نے ذہن طور پر نہیں علم دیا تھا کہ مجھ سے قربت نہ اختیار کریں، تم مجھے جہڑا مڑوئی گا زالی کہ میرا مشن کیا تھا۔ اسے حالات میں، میں عام انسانوں کے درمیان عام زندگی تو نہیں گذار سکتی تھی۔ میں تو بس گوئیں کے لیے پیشانی تھی، یقین کرو صورت حال میں طرح تبدیل ہوتی تھی ان کا اندازہ نہیں تھا۔ اگر مجھے یہ امید ہوئی کہ میں کسی طرح سمجھو توڑا تک پہنچ جاؤں گی تو پھر میں گوئیں کو وہاں سے بصورت نکال لاتی"

"ہاں۔ یہ خیال میرے دل میں بار بار آتا ہے کہ اتنا عرصہ تم نے اس کے ساتھ گزارا لیکن اس کے لیے کچھ بھی نہ کر سکی" مدت خاموش ہو گئی۔ باہر نکل کر اس نے مجھے خدا کا شکر کہا اور پھر کہنے لگی۔ "کل اسی وقت تمہارا انتظار کیا جائے گا"

"میں ضرور پہنچ جاؤں گا اطمینان رکھو" "میں نے کہا اور اس کے بعد میں اس سے رخصت ہو کر مارننگ آیا۔ جی جاہ رہا تھا کہ کسی تہائی کے گوشے میں بیٹھ کر ان تمام واقعات کے بارے میں سوچوں ان پر غور کروں اور اس کے لیے میں نے ایک جھڑے سے حسین ریسٹوران کا انتخاب کیا اور اس میں جا بیٹھا۔

اپنے لیے بت کا قہرہ منگا کر میں اس کے کچھ بڑے گھونٹ لینے لگا۔ اس ملاقات نے کچھ اور اکتشافات کیے تھے۔ سمجھو توڑا کافی حد تک کھل گیا تھا۔ ویٹے اس کے بعض معاملات میں زبان بندی پر مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ظاہر ہے اس کی یہی مجبوریات تھیں۔ کسی بھی انسان پر یہاں تک بند کر کے تو اعتبار نہیں کیا جاسکتا اور پھر جیسا کہ ان لوگوں نے کہا کہ ان کی زندگی کا کوئی اہم مشن ہے۔ کیا مشن ہے ان کی زندگی کا، گویا بات صرف موزن سوراٹ کے خزانے کی نہیں ہے بلکہ کوئی ادھی مسئلہ ہے۔

غور کرتا تو صورت حال انتہائی پر اسرار ہو جاتی تھی۔ ویٹینی نے موزن سوراٹ کا خزانہ حاصل کر لیا اور اب اسے اپنے کسی مشن کے لیے استعمال کر رہی ہے۔ کہاں کے لوگ ہیں یہ مان کی گفتگو ان کی زبان اور ان کے انداز بڑے عجیب ہیں، گو عام حالات میں یہ عام انسانوں ہی کی مانند ہیں لیکن چند لمبے چند روا ایسے انہیں کسی حد تک منفرد کرتی ہیں۔ آخراں کا تعلق کس خطہ زمین سے ہے، کہاں کے باشندے ہیں یہ لوگ، ایسا لگتا ہے جیسے گوئیں، ولانی، ہائیکس، آہس میں ایک دوسرے

سے بہت زیادہ قربت رکھتے ہیں۔ شاید ایک ہی علاقے کے باشندے ہوں وہ۔ ولین بھی سرفیصدی انہی سے متعلق تھی لیکن وہ ایک جاسوس تھی۔ ساری باتیں ایک دوسرے سے خاصا اختلاف رکھتی تھیں اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ کوئی ایسا پڑا مارا پیکر چل رہا ہے جو اچھی طویل عمر سے تک میری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس کے بعد ظاہر مل رہا جاتا ہے، کیسے براؤن رہ جاتا تھا۔ یہ سب اپنی اپنی نگہ و دو میں عروت ہیں۔ بات ایک بار پھر گھم پھر گھم کر پڑھے بابا تک پہنچی تھی کبھی تو لوں محسوس ہوتا جیسے پورے بابا ایک ثانوی کردار ہوا دوسری اس کی حیثیت اس طرح مضبوط اور مستحکم ہو جاتی کہ اس کے بغیر ایک قدم آگے بڑھنا بھی مشکل ہوتا جس صاحب بے چارے ولڈی واسکاٹ کی ڈائری پڑھ کر کیسے براؤن کے ساتھ مل کر پورے بابا کو وہاں سے نکال لائے تھے۔ ماگ ویلین کو اس بات کا ظلم ہو جاتا کہ پورے بابا کہاں ہے تو شاید وہ جن صاحب کو شدید ترین نقصان پہنچانے سے باز نہ رہتی۔

عمرت کا رابطہ ویلین سے کٹا ہوا تھا۔ سمبوتورا کے ذریعے وہ دوبارہ ویلین سے واقف ہوئی تھی اور۔ اور سمبوتورا ویلین سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ سمبوتورا اس وقت میرے سامنے سب سے اہم کردار تھا اور یہ بھی اچھی بات تھی کہ میرا خود ہی اس سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ دفعتاً ایک بات یاد کر کے مجھے ہنسی آگئی۔ سمبوتورا نے بھی وہی الفاظ کہے تھے جو جن صاحب، ظاہر مل اور کنور پر بیانات سنگھ وغیرہ نے کہے تھے۔ یعنی اس نے مجھے مکمل اہتیار دے دے ویسے تھے میں اب بیرون پارٹیوں کا چیف تھا۔ لیکن چیف صاحب خود بھی لسنے ہی ناواقف تھے ان حالات سے جتنا باقی لوگ۔ یہ بات واقعی دلچسپ تھی اور اس پر ہنسی آئی ہی جالیے تھی۔ بہر حال اب جا کر اس سفید بندر کو دیکھنا تھا جو اپنی الگ دنیا بنائے ہوئے تھا۔

جولیا کا خیال آتا تو میں اپنے ذہن پر پورے سامحوس کرنے لگتا تھا۔ وہ لوگ عجیب سی حیثیت اختیار کر گئی تھی میرے ذہن میں۔ اس کے صادق جذبے میرے دل کی گہرائیوں کو ٹوٹتے تھے جن میں اس کے لیے کہیں کوئی جگہ نہیں تھی اور حالات یہ کہتے تھے کہ کیسے براؤن سے دور ہونا پڑے گا۔ ظاہر سے اب ان حالات میں تو میں ظاہر مل کو دیکھنے سے بھی متعلق نہیں رہ سکتا تھا۔

سمبوتورا نے جو دمہ داریاں میرے سر پر رکھی تھیں یا چونہ داریاں وہ میرے سپرد کرنے والا تھا۔ انہیں اگر میں نے پورے طور

پر قبول کر لیا تو پھر صرف مجھے سمبوتورا ہی کے لیے کام کرنا پڑے گا اور اس صورت میں دوسرے لوگوں سے قطع تعلق ایک لازمی امر ہو گا۔ ظاہر مل اور باقی دو افراد میں میں کرنل آسٹن اور کنور پر بھارت شامل تھے۔ بلاشبہ میرے حق میں برسرے نہیں تھے اور انہیں کسی قسم کا دھوکا دیتے ہوئے مجھے کسی بھی طور خوشی نہ ہوتی لیکن میں حالات کو کیا کرتا۔

کیا کرنا چاہیے ہے کیا حالت کوئی سے ظاہر مل کو یہ بتا دیا جائے کہ میں اب ان کے ساتھ نہیں رہ سکوں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ معاملہ اٹلے ہو جائیں۔ ویسے اصل مسئلہ حسن صاحب کا تھا جنہیں واپس بھیج کر میں نے اپنی زندگی کا سب سے بہترین کارنامہ انجام دیا تھا اور اس بات سے مطمئن تھا کہ حسن صاحب کی ذات کو کم از کم اس بات سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ خزانے وغیرہ کے معاملے سے وہ خود بھی اتنے زیادہ متعلق نہیں تھے جتنے یہ لوگ۔ بہر طور یہ فیصلہ لینی ہی کرنا تھا۔ پہلے یہ تو بتا چل جائے کہ سمبوتورا مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ کیسے براؤن کے پاس پہنچا تو اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "کہاں چلے گئے تھے گا زالی؟"

"بس کہاں میں آوارہ گردی کر رہا تھا۔ ذہن ہر وقت ابھی الجھا رہا ہے۔ انہی حالات کے باوجود میں سوچتا رہا ہوں۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ سب کچھ مجھ کے لیے بیماری ہی کیسے۔"

"جاگنگ کی کیا کیفیت ہے؟"

"تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہے۔ اس کے امداد قوتی ملافت بے انتہا ہے، ویسے ہی کافی جان دار آدمی ہے وہ۔"

"میرے بارے میں کیا کہتا ہے؟"

"خاموشی ہے اور تعجب ہے، بہر طور اسے مجھ پر یقین تو کرنا ہی تھا جب میں نے اس سے یہ بات کہہ دی کہ وہ غلطی کا شکار ہے اور تمہارے سلسلے میں اسے دھوکا ہوا ہے تو پھر اس کے بعد وہ کیا کہہ سکتا تھا؟"

"جولیا کہاں ہے۔"

"بس بے وقوف ہے، بالکل ہور ہی ہے تمہارے لیے۔ اس لوگ نے میرے اس مشن کو خاصا پریشان کن بنا دیا ہے بعض اوقات تو سوچتا ہوں کہ اسے واپس بھجوا دوں اور اس کے بعد دل بھی سے اپنا کام کروں۔"

"آپ نے اسے لاکر ہی غلطی کی تھی مگر براؤن۔ ایسے معاملات میں جھلانا کمزور ہستیوں کو ساتھ رکھنا کہاں کی عقل مندی ہے؟"

"تم نہیں جانتے۔ وہ میری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ درحقیقت اگر یہ کمزوری میرے ساتھ نہ ہوتی۔ تو۔ تو۔ ٹیکے براؤن نے کہا اور خاموش ہو گیا میں اس کی شکل دیکھتا رہا پھر ٹیکے براؤن لگے۔" اس سلسلے میں تمہاری طرف سے بالکل خاموشی ہے۔ تم اپنے طور پر کیا محسوس کر رہے ہو گا زالی؟"

"میں مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"مطلب یہ کہ سمبوتورا کی تلاش یا پورے بابا کی تلاش کے سلسلے میں تمہاری طرف سے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں ہوتے ہیں؟"

"میں بھی انسان ہی ہوں مگر ٹیکے براؤن کوئی سریشی نہیں کہ حالات کی تکلیف کو پہنچ جاؤں اب دیکھیے نا آپ راستے کس طرح رک گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ سمبوتورا کو کہاں تلاش کیا جائے۔ آپ نے ایک بات کہی تھی مگر ٹیکے براؤن وہ یہ کہ جاگنگ اس سلسلے میں اور بھی بہت کچھ جانتا ہے۔ کیا جاگنگ سے بات چیت ہوتی ہے؟"

"ہاں۔ اس سے بات چیت ہوتی ہے؟"

"کیا جانتا ہے وہ۔"

"جاگنگ اس دوران جو کارروائیاں کی ہیں بلاشبہ وہ قابل تحسین ہیں اس نے ویسے الفاظ میں مجھ سے یہ بھی کہا ہے کہ اگر خود ہی کسی کاوشیں کی جائیں اور سمبوتورا ہمیں نمل کے تو پھر ہم براہ راست بھی ویلین تک جا سکتے ہیں۔"

"میں ساکت رہ گیا تھا۔ جاگنگ کے پاس میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ خطرناک آدمی ہے۔ جس طرح وہ سمبوتورا کا تعاقب کر کے اس تک پہنچا ہوا ہے وہ معمولی بات نہیں تھی۔ دفعتاً آواز سے پردہ ہوا اور جولیا آندھ آگئی۔ جولیا کی آندھ سلسلہ کھنگھنگ قطع کر دیا۔ ہیلو گا زالی۔ بڑی بے چینی سے تمہاری آندھ کا انتظار کر رہی تھی۔"

"ہیلو جولیا؟" میں نے کہا۔

"کوئی خاص بات تو نہیں کر رہے آپ لوگ؟" اس نے کہا۔ میں نے ٹیکے براؤن کی طرف دیکھا اور براؤن بولا۔ "ایسی کوئی بات نہیں۔ آؤ بیٹھو۔"

"نہیں ڈیڈی میں ذرا گا زالی کو لے جا رہی ہوں۔ آج رات یہاں ایک پروگرام ہے ہم لوگ اسے دیکھیں گے؟"

"کیا پروگرام ہے؟"

"ان لوگوں کا شائق پروگرام ہے جو یہاں کی ایک عمارت گپو گپا میں ہے۔ میں نے اس کے کارڈ حاصل کر لیے ہیں۔"

"ادکے۔ ادکے۔ مگر پروگرام رات کو ہے نا؟"

"ہاں۔"

"تو پھر اچھی سے گا زالی کو کہاں لے جا رہی ہو؟"

"گا زالی میری ملکیت ہے ڈیڈی۔ آپ لوگ مجھے سے اجازت لے کر اسے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس پر اپنے حقوق کوئی نہ جکسے؟"

"تو میں جولیا آدھے گھنٹے کے لیے اپنا گا زالی مجھے دے دو۔ آدھے گھنٹے کے بعد واپس کر دوں گا۔" ٹیکے براؤن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ادکے۔ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد؟" جولیا نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی اور دو سائے سے واپس نکل گئی ٹیکے براؤن نے گہری سانس لی تھی۔ "سورہ گا زالی۔ لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ میری کمزوری ہے۔ ہاں تو ہم ویلین کے بارے میں بات کر رہے تھے؟"

"ہاں؟"

"تبت کے بعض قابل آج بھی قطع غیر مذہب زندگی گزار رہے ہیں۔ بے شمار فرسودہ عقائد ان کا مذہب ہیں۔ جاگنگ کو ایسے ہی ایک قبیلے کے چند افراد مل گئے تھے اور انہوں نے اپنے قبیلے کا نام ویلین ہی بتایا تھا۔"

"ادھ؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"جاگنگ نے ان لوگوں سے ان کے قبیلے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عجیب الگ نشانات کیے؟"

"کیا۔"

"انہوں نے بتایا کہ پہلے ان کے قبیلے کا نام کوروٹی تھا لیکن پھر ان کی خجائت دہندہ ویلین ان کے درمیان آگئی۔ اس نے بتایا کہ وہ کسی نون میں بیٹھی وقت کا انتظار کر رہی تھی اور وقت آیا تو وہ ان کے درمیان آگئی اور قبیلہ نو شمال ہو گیا۔ زمین کے سوراخ بانی دیتے گئے۔ کھیتیاں شاداب ہو گئیں اور اب وہ عمدہ زندگی گزارتے ہیں۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے نام ویلین رکھ لیا ہے۔"

"خدا کی بناء؟" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ لیں۔

"جاگنگ کا خیال ہے کہ یہ ویلین کا چھوٹا چکر ہے؟"

"جاگنگ نے اس قبیلے کا نام لیا ہے؟"

"نہیں۔ بس اس کی سمت معلوم کر لی ہے۔ اگر سمبوتورا ہمارے ہاتھ لگ جائے تو ہم ان مشکلات سے بچ جائیں۔ ورنہ دوسری شکل میں ہمیں اس سمت سفر کرنا ہو گا۔"

"دلچسپ اطلاع ہے؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مکمل شام کو تم جو ویلے کسی طرح نجات حاصل کر لیں گا زالی"

کل نہیں لہا سہ کے ایک نوامی علاقے میں چلنا ہے ؟
"کوئی خاص بات ہے ؟"

"ہاں۔ میں تمہیں کچھ دلچسپ چیزیں دکھانا چاہتا ہوں ؟
"کس وقت چلنا ہو گا ؟"
"تقریباً سات بجے کی"

"ٹھیک ہے۔ یوں کروں گا کہ شام کو نکل جاؤں گا۔
اور پھر ہم لوگ کسی جگہ ملاقات کر لیں گے ؟"
"کل دن میں کوئی مصروفیت تو نہیں ہے ؟"

"قطعاً نہیں"

"جگہ کا تعین کر لیں گے۔ ملاقات تو ہوگی ؟"

"ہاں یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور براؤن نے آگے بڑھ کر دیویرا ٹھالیا۔ پھر اس نے کہا۔ "ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ آ رہے ہیں۔" اس کے فون دکھ دیا۔ پھر میری طرف سرگ کر کے بولا۔ "جو لیا ہے کہہ رہی ہے صرف دو منٹ رہ گئے ہیں آدھا گھنٹہ پورا کرنے میں ؟ میں جو لیا کی ڈیوٹی پوری کرنے چلا گیا۔ باقی وقت جزویا کی نذر ہو گیا۔ پورٹ کے علاوہ اعد کیا ہاتھ لگا دوسرے دن"

البتہ میں نے اس سے پوچھا پھر لیا تھا۔ صبح ہی صبح اس سے پکڑنے کے بغیر نکل گیا تھا اور فیصلہ کر لیا تھا کہ اب براؤن کے پروگرام کے بعد ہی واپس آؤں گا۔ مدت کو البتہ میکے براؤن کی کہان کے بارے میں بتانے کیلئے چاہتا تھا سمجھتا تھا کہ یہ کہانی کی تصدیق یا تردید کر سکتا تھا۔ میں پہلے طاہر علی کے پاس پہنچا۔ طاہر علی اور اسٹیشن کہیں گے ہونے تھے۔ لیکن کنور صاحب موجود تھے۔ "ہیلو چیف۔ میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ کب اس جگہ دوڑے آتے ہیں گے ؟"

"آپ آتا رہے ہیں کنور صاحب"

"ہاں۔" کنور نے گہری سانس لے کر کہا "شاہد ایسا ہی ہے کیونکہ بات کچھ ہی نہیں رہی۔ خزانہ میرے لیے پرکشش ہے۔ لیکن شہر ٹیکہ کوئی امید ہو لیٹھا ہر جگہ یہ سب کچھ"

"آپ کا خیال درست ہے کنور صاحب۔ ابھی تک یہ صرف ایک ایڈ ونچر ہے اور اسی انداز میں اسے جاری رکھا جا سکتا ہے۔ کوئی فوری نتیجہ شاید طویل عرصہ تک برآمد نہ ہو۔"

"مشکل ہو گا میزے لیے۔ شایدیں زیادہ عرصہ نروک سکوں"

"کہاں گئے ہیں ڈاکٹر صاحب ؟"

"شاہد چانگ کی پاس۔ لیکن ہے وہاں سے کہیں اور جائیں"

"اوکے۔ میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہاں سے نکل

آہا۔ ورنیک آوارہ گردی کرنا رہا۔ یہ خیال بھی دل میں تھا کہ کہیں طاہر علی ندرت کے بارے میں کوئی جلد بازی نہ کر لیں۔ خواہ خزاہ ان کی وجہ سے کھیل خراب ہو گا۔ براؤن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کس کس کا تعاقب کر رہا ہے۔ بہر حال وہ چالاک آدمی تھا۔

جس وقت میں ندرت کی قیام گاہ پر پہنچا تو باہر کے معاملات پرسکون تھے۔ میں اپنی مخصوص جگہ سے ہی اندر داخل ہوا تھا۔ ندرت اور سمبوتورا اپنی جگہ پر موجود تھے۔ "کوئی خاص بات ندرت ؟"

"ہاں کل نہیں۔ سب ٹھیک ہے"

"مطرانی میں۔ آپ کا کیا پروگرام ہے ؟"

"نا انگ کے بارے میں کچھ جانتے ہو ؟"

"نہیں یہ کیوں ہے ؟"

"ایک تینتی قبیلے کا نام ہے۔ وہاں ایک بڑی خانقاہ میں ہمیں جگہ مل سکتی ہے۔ وہاں سے اپنے پروگراموں کا تعین کریں گے۔ کیا تم ہمارے ساتھ رہنا پسند کرو گے ؟"

"ہاں۔ یقیناً۔ ایک سوال میں کرنا چاہتا ہوں مطرانی میں ؟"

"ضرور"

"کیا وہاں نامی قبیلے کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہیں ؟"

"میں نے سوال کیا اور ندرت اور سمبوتورا میری طرح چونک پڑے۔ وہ تعجب سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر سمبوتورا نے کہا۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔ یہ تمہارے سوال کا جواب تھا لیکن دوسرا سوال میں کرنے پر مجبور ہوں"

"یہی ناکہ مجھے اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔"

"ہاں میں سمجھتا ہوں اس بات کا اہتمام کرتا ہوں کہ تمہارے منہ سے یہی کونکہ رہ گیا ہوں"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میں ان سے کوئی غلط بیانی نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔ "میں شخص کے بارے میں نہیں جانتی تھی وہاں ٹیٹا۔" یوں سمجھو کہ وہ آدمی جو تمہارے پیچھے لگا ہوا تھا یہ بات بھی معلوم کر چکا ہے کہ وہاں نے کسی سپہ سالار قبیلے کو اپنا مسکن بنا لیا ہے اور اس قبیلے کا نام وہاں لکھا ہے۔ وہ اس قبیلے کی سمت کے بارے میں بھی جانتا ہے۔ اگر تم اسے مل جاتے تو وہ لوگ کہیں اتنی دوسری مول نہ لیتے لیکن بحالت مجبوری د

ادھر کا رخ بھی کر سکتے ہیں ؟"

"اس کی فکر نہیں ہے۔ اگر وہ ادھر کا رخ کریں تو ہمارے مسئلے حل ہوجاتے ہیں"

"کیا مطلب ؟"

"مطلب یہ کہ پھر ان کا منہ ہمیشہ کے لیے کل جائے گا ؟"

"اگر انہیں مجھے اس قبیلے کی تفصیل ہی بتا دوں گے میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم نے اپنے ایک سوال کا جواب خود ہی تلاش کر لیا ہے؟"

غزالی۔ یعنی وہاں کہاں ہے ؟"

"وہ اس قبیلے میں ہے ؟"

"ہاں۔ تو وہاں کی مطلق العنان حکمران ہے۔ اس نے وہیں بود و باش اختیار کر لی ہے"

"مستقل۔ ہے ؟"

"فی الحال یہی سمجھو ؟"

"یہ کیسے ہوا۔ ؟"

"اسے اس کی ضرورت تھی۔ وہاں وہ محفوظ ہے اور اپنے مشی کے لیے وہ وہیں مصروف کار ہے"

"اس کا تعلق اب شہروں سے نہیں ہے ؟"

"جیسے۔ جیسے ذریعہ اور کچھ دوسرے ذرائع سے وہ شہروں سے رابطہ رکھتی ہے"

"ہوں۔ اور اس کے دونوں بیٹے۔ ہے"

"اب وہ بھی اس کے ساتھ ہیں ؟"

"تم نے جاپان میں ان کی پرورش کی تھی سمبوتورا۔ ہے"

"کیوں نہیں۔ انہیں جدید زندگی سے روشناس کرانے کے لیے میں نے ایک عرصہ ان کے ساتھ جاپان میں گزارا ہے"

"ایک اور سوال میرے ذہن میں پیدا ہوتا ہے"

"کیا۔ ہے"

"تمہیں جاپان کے ایک مارشل آرٹس کلب میں ملازمت کرنی پڑی تھی"

"ہاں"

"کیوں"

"ضرورت کے تحت"

"اور وہ خزانہ۔ ہے"

"وہ صرف تمہارے مشق کی امانت ہے۔ ہم اپنی ذات کے لیے اس میں سے کچھ خرچ نہیں کرتے"

"اوہ۔ یہ تمہارا اصول ہے ؟"

"مبنیادی اصول۔ ہمیں اس خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

پہلے تمہارا دستاویز زبورات ہمارے لیے بے معنی ہیں۔

بس یہ وقت کی ضرورت ہے اس لیے ہم انہیں استعمال کر

سکتے ہیں۔ اپنی ذات کے لیے ہم اپنے طور پر بندوبست کر

لیتے ہیں۔"

"خوب۔ وہ یقیناً اس قبیلے میں یقیناً مقبول ہوگی۔ اس کا سبب کیا ہے ؟"

"وہ سب کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے سمبوتورا نے جواب دیا۔ اور میں اس کے ان الفاظ پر غور کرنے لگا۔ اصل مسئلہ گوین کی تلاش ہے۔ وہ یقیناً کو اپنے مشق کی تکمیل کے لیے گوین کی ضرورت ہے، صیح الدماغ اور وہ شہنشاہ گوین کی"

میں پھر خیال انداز میں گردن لگا لیا۔ پھر میں نے کہا۔

"بہر حال ذاتی میں تم جانتے ہو کہ میرے وسائل بھی محدود ہیں۔ میں گوین کی تلاش کے سلسلے میں پورے اعتماد سے کچھ نہیں کر سکتا

رہا لیکن اپنی تمام تر توجہ میں نے اس پر موزوں کر رکھی ہے۔ بائیس نے تمہیں پوری کہانی سنائی ہوگی۔ گوین کو جاپان سے انخو

کر کے فرانس لے جایا گیا اور پھر وہاں سے ہندوستان لایا گیا۔ اس کا دماغی علاج کیا جا رہا تھا لیکن وہ مسلسل سازشوں کا شکار

رہا پھر وہاں سے فرار ہو گیا۔ آخری بار سے ایک جگہ مان ٹھیکرہ میں پایا گیا لیکن یہاں سے اسے کچھ لوگوں نے انخو کر لیا۔ اور اب

تمہارے خیال میں وہ بت میں ہے۔ ہمیں بس یہ بتا چل جائے کہ وہ اب کسی کی تحویل میں ہے"

"یہی سب سے اہم مسئلہ ہے۔ لیکن بالآخر ہم اسے حل کر لیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم لوگ نازک ضرور چلیں وہاں

سے ایک باقاعدہ پروگرام کے تحت کارروائی کریں گے۔ نازک ایک پرسکون جگہ ہے"

"کب تک نازک چلنا چاہتے ہو ؟"

"میرے خیال میں ایک آدھ دن میں"

"میرے لیے کیا بدانت ہے ؟"

"پہلے ہم تمہارے ساتھ ایک مذاق کرنا چاہتے ہیں"

سمبوتورا نے کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

"مذاق۔ ہے"

"ہاں۔ براہ کرم خود کو اس مذاق کے لیے پیش کرو"

"حاضر ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر آؤ اس جگہ بیٹھ جاؤ۔" مدت نے کہا اور پھر مجھے کمرے کے بیچوں بیچ زمین پر بٹھا دیا گیا۔ ندرت اور سمبوتورا نے جو تے دھڑکنا دیکھا تھا وہ اس مذاق میں مجھ پر نظر آ رہے تھے۔ میں دلچسپی سے ان کی حرکتیں دیکھتا رہا۔ دونوں نے ہاتھ پاؤں زمین پر لٹکائے اور چپاؤں کی طرف جھلنے ہوئے میرے قریب پہنچ گئے۔ ندرت نے میرے پاؤں کے ٹوٹوں پر نازک رکھی اور کہی کہ گہری سانسیں کھینچنے لگی۔ وہ جی تو سمبوتورا نے ہی حرکت دہرائی۔ وہ پاؤں سے ہڈیوں اور جس طرح میرے سر تک پہنچ گئے۔ دونوں

منجیدہ تھے اور بڑے انہماک سے یہ کام کر رہے تھے۔ یہ عمل آدھے گھنٹے تک جاری رہا پھر دو نوں سیدھے کھڑے ہو گئے، ہمیری سمجھ میں ان کی ایک حرکت بھی نہیں آئی تھی۔ کھڑے ہونے کے بعد وہ اپنی جگہ سے ہٹے اور پھر صوفے پر بیٹھ گئے۔

”اب میں کھڑا ہوجاؤں؟“ میں نے سوال کیا۔

”اودہ بال پلینے؟“ سمجھ کر ان نے جواب دیا۔

”مگر اس کی وجہ تو اب مجھے معلوم ہونی چاہیے۔ یہ میری سرفرازی“

”سرفرازی ندرت نے کہا اور نہیں پڑی۔ بڑی رکش ہنسی تھی اس کی، بہت کم ہنستی تھی لیکن ہنستی تھی تو اس کے تمام جھوٹیلے کبیر تبدیل ہوجاتے تھے اور اس کے اندر ظاہری جا ذہبیت پیدا ہوجاتی تھی۔ بہر طور ان باتوں پر توجہ دینے کا مجھے دقت نہیں تھا۔“

”دیکھو ندرت تمہاری یہ سرفرازی جو ہے یا کسی وقت مجھے غصہ بھی دلا دے گی؟“

”نہیں گا زالی، مجھے یقین ہے کہ تمہیں ہم پر کبھی غصہ نہیں آسکتا؟“

”مگر تو اس کی وجہ تو مجھے بتا چاہی ہی چاہیے کیوں مڑنا نہیں کیا آپ بھی مجھ پر سرفرازی کا انداز کریں گے؟“ میں نے کہا۔

”نہیں نہیں معمولی سی بات ہے اور اصل ہنسنے تمہارے بدلے کی خوشبو لائے وہ نہیں میں اتاری ہے تم سے شاید اس بات کا تاثر نہ کر گیا تھا کہ ہم لوگوں کی قوت شام بہت تیز ہے۔ اور ہم فضاؤں میں سونگھ کر اپنے جانے پہچانے لوگوں کا پتا چلا لیتے ہیں۔ اب یوں سمجھو کہ اگر تم ایک مخصوص ریجن میں ہو تو ہم سونگھ کر تم تک پہنچ سکتے ہیں، یا تمہارا پتا چلا سکتے ہیں؟“

”اودہ تو اس سلسلے میں کوشش ہو رہی تھی؟“ میں نے نہ مڑتے ہوئے کہا۔ میرے انداز میں حیرت تھی۔

”ہاں سرفرازی، اب تم ہماری ایک اہم ضرورت بن چکے ہو، ہمیں تم سے بہت زیادہ دود رہیں رہنا چاہیے؟“

”ایک بات اور بتاؤ۔ یہ ریجن کتنی چوٹی ہے؟“

”ہواؤں پر منحصر ہے، ہواؤں یعنی دور تک یہ بیہوشی مانتے جا سکتی ہیں۔“

”مطلب یہ کہ اگر ہواؤں مخالف چل رہی ہوں تو تم وہ پتہ جو مسوس نہیں کر سکتے؟“

”دور کی بات کرنا ہوں۔ مثلاً تم لہاس کے کسی بھی حصے میں ہو، ہم باسانی تم تک پہنچ سکتے ہیں اور اگر تم یہاں سے نکل جاؤ تو پھر ان فاصلوں کا تعین ہواؤں سے ہی ہو سکتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ ہم ہواؤں کی سمتوں کو پالیں اور سمجھو تو رائے جواب دیا۔“

خیر تمہاری بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی ہے، لیکن

ظاہر ہے کہ اس سرفرازی کو میں ابھی تو نہیں سمجھتا، اس لیے خاموش ہوا جانا ہوں، ندرت بدستور مسکرا رہی تھی۔ ”اچھا میرے لیے مزید کوئی ہدایت۔؟“

”دور سے یہ گزالی کی نازنگ چلنے کی تیاریاں کرو، ممکن ہے کہ ہرکل، یا ز زیادہ سے زیادہ برسوں تک یہاں سے نکل چلیں، میں سمجھ کر رہا ہوں کہ ہم لوگ یہاں بہت زیادہ محفوظ نہیں ہیں اور نازنگ پہنچ جانا ہمارے لیے بہت منسوخی ہے۔“

”میں بھی تمہیں ایک بات بتا دینا چاہتا ہوں سمجھو تو را کے چند لوگ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں، باہر نکلتے ہوئے احتیاط کرنا۔“

”کون لوگ ہیں وہ۔؟“ ندرت نے چونک کر پوچھا۔

”کوئی خاص بات نہیں ندرت، ان سبھی کے ڈاکٹر ظاہر ملی کے آدمی ہیں، خطرناک نہیں جو سکتے وہ تمہارے لیے لیکن بہر طور وہ تمہارا پیچھا ضرور کرتے رہیں گے اور یہ جاننے کی کوشش کرتے رہیں گے کہ تم کہاں ہو۔؟“

”بہرنگہ ڈاکٹر ظاہر ملی کو؟“

”اودہ ڈاکٹر ظاہر ملی نے ہی تمہاری نشاندہی کی تھی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا تمہیں شاید تمہیں یاد نہیں ہے؟“

”خیر ٹھیک ہے، اول تو میں باہر نہیں جانا، کوئی اہم کام ہو رہا ہے تو مجھ پر توجہ دے رہی ہے، لیکن اب تم نے متاثر کر دیا ہے تو بہت زیادہ احتیاط رکھوں گا۔ کچھ انتظامات مجھے بھی کرنے ہیں نازنگ چلنے کے لیے، ان کے لیے مجھے باہر جانا ہی پڑے گا۔“ ندرت نے کہا۔

”اگر میری ضرورت ہو اس سلسلے میں ندرت تو میں حاضر ہوں؟“

”میں نے ندرت کو دیکھتے ہوئے کہا۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن کیا تم ان لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ ہو کر میاں تک آتے ہو؟“

”ہاں میرا تم لوگوں سے تعلق ابھی تک ان لوگوں کے علم میں نہیں آسکتا۔“

”گا زالی بہت ڈین ہیں والی میں، میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں؟“

”اچھا مجھے اجازت، میں نے کہا اور صوفیوں کے بعد ان لوگوں سے رخصت ہو کر میں اپنے مخصوص راستے سے وہاں سے نکل آیا۔ مجھے یقین تھا کہ ظاہر ملی اپنے ظہر پر کلرورڈیاں ضرور جاری رکھے ہوئے ہیں، کم از کم ان باتوں سے وہ نہیں ہٹ سکتے تھے لیکن کوئی اہم کام کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس ملاقات

کے بعد مجھے اور کوئی خاص کام نہیں تھا، جہاں تک نازنگ جانے کا مسئلہ تھا ظاہر ہے مجھے اس کے انتظامات کرنے تھے، بس متحورے سے کپڑے وغیرہ اور چند ایسی چیزیں جو وہاں کام آسکیں۔ نازنگ کے بارے میں میری معلومات بالکل ہی سرتخت ہیں۔ لیکن اب میں زیادہ تفصیلات معلوم بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ البتہ سمجھو تو را اور ندرت کو پروگرام مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ گواہ لوگ مجھے دیشی تک لے جانا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے کوئین کی تلاش سب سے اہم شہیت رکھتی تھی۔ لیکن شہید بھی تھا کر گیا ہم کوئین کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گے۔ اس سلسلے میں

بیکے براؤن سے رابطہ قائم کر کے رہنمائی حاصل کر لی تھی۔ میں واپس کا فحی پہنچ گیا اور کافی پہنچنے کے بعد تو جولا سے یہ پچھا چھڑانا ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ اپنی عادت کے مطابق مجھ سے سوالات کرتی رہی اور میں نے اسے یہی بتایا کہ میں بس لہاس میں آواہ گری کر رہا ہوں۔

بقیہ دن پرسکون ہی گذرا تھا، البتہ پروگرام کے مطابق بیکے براؤن نے مجھے اس جگہ کی تفصیل بتادی تھی، جہاں مجھ اس سے ملاقات کرنی تھی اور اس وقت مجھے جولا کو ڈالنے دے کر وہاں تک پہنچنا تھا چنانچہ میں نے جولا سے کہا۔ ”وہاں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں اس کے بعد، ہاں ہم نکلیں گے۔“ اور جولا نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ اسے شبہ بھی نہیں تھا کہ میں اس طرح اسنے ڈان دے کر نکل جاؤں گا لیکن اپنے کمرے میں ملنے کی بجائے میں سیدھا کافی سے باہر ہی، باہر نکلا چلا گیا تھا۔

لیاس وڈو کے شہلے میں کوئی خاص انتظام تو کرنا نہیں تھا چنانچہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میں اس طرف چل پڑا جہاں کے بارے میں بیکے براؤن نے مجھ سے کہا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا اوپن ایئر ریسٹوران تھا، ریسٹوران کے خوب صورت لان پر بیٹھ کر میں نے اپنے لیے کافی منگوائی۔ اور کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر گھڑی دیکھا رہا۔ بیکے براؤن کے بیٹھنے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ شام چھک چکی تھی اور روشنی بھی جاری تھی، مقربہ وقت پر بیکے براؤن ملے ان سے باہر بیٹھ گیا۔ وہ ایک خوب صورت سوٹ میں ملیں بہت سمارٹ نظر آ رہا تھا، میرے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

”ہمیں صرف بیس منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے اس دوران تم مجھے کافی پلاؤ۔“

میں نے بیکے براؤن کے لیے بھی کافی طلب کر لی اور پھر پرفیوٹاں انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ ہمارے اس پروگرام میں کوئی کام کی بات نہیں ہو رہی مگر براؤن، بڑی عجیب صورت

”حال ہے۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بوڑھا اگر ہمیں نہ بھی ملا تو بھی جانگ کے ذریعے ایک کامیاب سفر کرنے کی کوشش کروں گے جس میں ممکن ہے ہماری ملاقات دیشی سے ہو جائے۔“

”مگر براؤن، میرا خیال ہے کہ آپ بہت ہی سلی انداز میں کام کر رہے ہیں، جب بھی میں یہ سوچتا ہوں، میرے ذہن میں پریشانیان گھر کرنے لگتی ہیں۔“

”کیوں؟“

”فرض کیجیے اگر دیشی ایک قبیلے کے لوگوں کو اپنا مطیع بنا کر انہیں اپنے ساتھ شامل کر لیتی ہے تو کیا وہ اتنی ہی کمزور ہوگی کہ اسے کسی طرح خزانہ دینے کے لیے مجبور کر سکیں؟“

بیکے براؤن شہر کی گھانٹے لگا اس دوران کافی سنی تھی، چنانچہ میں نے کافی بنا کر اس کے سامنے رکھ دی۔ اور وہ اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ ”بے شک یہ مسئلہ سب سے اہم ہے، لیکن تم یہ تو سوچو کہ ہم اس کو نظر انداز کس طرح کر سکتے ہیں۔ دیشی کو آمادہ کرنے کے لیے ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔“

”کیا اس میں خطرات نہیں ہیں۔؟“

”بے شک ہیں۔ لیکن خزانے اس طرح حاصل نہیں ہو جاتے۔“

”میری بلک رائے تھی مگر براؤن۔“

”وہ کیا ہے۔؟“

”اگر ہم کسی طرح بوڑھے کو حاصل کر لیں تو میرا خیال ہے کہ ہم دیشی کو مجبور کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے بشرطیکہ بوڑھا ہمارے ساتھ ہو۔ اس سے زیادہ موثر ذریعہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“

بیکے براؤن ہتھیاری گھوڑے مار کر بولا ”یہی تو بد نصیبی ہے کہ ہم اس تک نہیں پہنچ پا رہے، میں نے جانگ سے بھی اس موضوع پر گفتگو کی تھی، جانگ کہتا ہے کہ اس کے لیے از سر نو اسے کام کرنا پڑے گا۔“

”اس کی حالت کیسی ہے؟“

”ٹھیک ہے اب بالکل۔“ بیکے براؤن نے جواب دیا۔

ٹھیک میں منٹ کے بعد بیکے براؤن اٹھ گیا میں بھی مل ادا کر کے اٹھ گیا تھا۔ پھر ریسٹوران سے باہر نکل آئے ایک فٹ پاتھ کے ساتھ ریسباہ رنگ کی گاڑی گھڑی ہوئی تھی بیکے

میں آتی ہے۔ راستے کی گھاس کا ٹکڑا شروع کر دوں۔ جتنے غیر متعلق اس سلسلے میں اچھے ہوئے ہیں انہیں ختم کرتا ہوں۔ اس سے کم از کم یہ فائدہ مفرد ہوگا کہ اگر میں اس خزانے کو نہ حاصل سکوں تو کم از کم دوسرے بھی کوئی فائدہ نہ اٹھاسکیں۔ براؤن نے جواب دیا۔

”لیکن میں تم سے اب بھی غمناک ہوں۔ یہ مذاق میں بہت عرصے سے برداشت کر رہا ہوں۔ اور پھر جاگ کو سمجھو تو راکٹ تلاش ہے صرف میرے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے بھی کہیے مگر اس نے اس کے ساتھیوں کو بلا کر کیا ہے؟“

”لیکن میں نے کہا جانا ہی وقت جاگ آگے بڑھ کر میرے متقابل بیخ کن گیا۔“
”مجھ سے جنگ کرو۔ صرف جنگ۔ یا پھر اس قاتل کا پتا دو۔“ جاگ کی آواز ابھری۔

”مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم جاگ۔ میں نے خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ درحقیقت میں خوفزدہ نہیں تھا بلکہ اس طرح میں کیے براؤن کے قریب پہنچنا چاہتا تھا جس نے پاس لیپٹول موجود تھا۔ جو ڈوڈ کو مارنے کے ماہر جاگ سے میں مارشل آرٹس کا متاثر نہیں کر سکتا تھا لیکن اگر کسی براؤن کا لیپٹول ہاتھ آجائے تو کچھ کام بن سکتا تھا۔

”تم جانتے ہو؟ جاگ نے کہا۔ اور اسی وقت وہ دفعتاً میں اچھلا بیٹھے ہیں وہ بندہ ہمارے لیے کیے براؤن پر پھلانگ لگا دی۔ جاگ کسی برق رفتار پرندے کی طرح بچھڑا آیا تھا میں کیے براؤن سمیت دوسری طرف ہٹ گیا۔ لیکن گرتے گرتے بھی میں نے وہ حیرت انگیز منظر دیکھ لیا تھا۔ جاگ نے فضا میں دو تین ٹکڑا باریاں نکالی تھیں اور اس طرح اس نے اپنا رخ تبدیل کر لیا اور زردہ ہم دونوں پر ہی گرتا۔ چونکہ میں کیے براؤن کو بانا مدد نشانہ نہیں جاسکتا تھا اس لیے اس کا لیپٹول بھی میرے ہاتھ نہ آسکا۔ کیے براؤن نے اسے سیدھا کر کے ناز کر دیا۔ جاگ نے ایک بار پھر فضا میں اچھل کر اپنی جگہ چھوڑ دی ورنہ کیے براؤن کا غلط نشانہ اسے چاٹ جاتا لیکن اس بار جاگ میرے بجائے کیے براؤن کے قریب گزرتا تھا اور اس نے نہ جانے کس طرح براؤن کے ہاتھ سے لیپٹول نکال لیا تھا۔

”جو میرا نشانہ ہوتا ہے مشر براؤن اسے کسی دوسرے کو مارنے کی اجازت میں کبھی نہیں دیتا۔ جاگ کی غزائی ہوا آواز ابھری۔

تھی کانون میں شریک دھار گونج رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے شریک میں قریب ہی موجود ہو، وحشت زدہ ہو کر اٹھنے کی کوشش کی تو ٹوٹا ہوا ہڈیاں پھینچ پڑیں۔ ایسی تلخیت ہوئی کہ کھلنے سے صدمت چھوڑنے کے علاوہ اور کوئی آواز نہ نکل سکی۔ اور پھر بے حوشی غازی ہو گئی۔ عیسری بار اٹھ کھولے تو بدن پر پہلی ہلکی چھوڑ پڑی تھی۔ ویسا نے کام شروع کیا تو ایک دو چکر دو واڑہ نظر آیا جس کے دوسری طرف پانی کا سفید دھارا گزرتا نظر آ رہا تھا۔ پانی اتنا قریب تھا کہ کسی پتھر سے گرنے کی وجہ سے یہ چھوڑا میرے بدن تک آ رہی تھی۔ جھرتے سے گرنے کی آواز نہیں میرے کان ٹوٹی سی سہستے۔ خود کو سنبھال کر اٹھنے کی کوشش کی تو نامی نہیں ہوئی۔ البتہ حیرت مفرد ہوئی تھی کہ میں اٹھ سکتا ہوں۔ بدن میں اب درد نہیں تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

کھلا ہوا چکر دو واڑہ کسی چھوڑا لاری کا تھا۔ جس کی حجت کافی بلند تھی۔ مزید کوشش کی تو اٹھ کھڑا ہوا۔ دل کو ایک عجیب سی حسرت کا احساس ہوا تھا۔ حسرت انگیز تھی کہ بدن کی توانیاں نکال تھیں بلکہ جسم میں ایک اٹھ کھڑا تھا۔

میں آہستہ قدموں سے باہر نکل آیا۔ حسین ٹھہرا میرے سامنے تھا۔ پہاڑوں کی بلند یوں سے ایک لمبی چوڑی سفید گہری زمین کی بات گز رہی تھی۔ اطراف میں حسین مناظر کھڑے ہوئے تھے لیکن اس پاس کوئی انسانی وجود نہیں تھا۔ یہاں تک پہنچنے کی کہاں کیا ہے؟ باطنی ذہن سے ادھل نہیں تھا۔ سب کچھ یاد آ گیا۔ جاگ نے میرے پورے بدن کی ہڈیاں چٹخا دی تھیں۔ شاید کوئی ملن سلاست نہیں رہی تھی۔ لیکن اب مجھے اپنا بدن پہلے سے کہیں زیادہ فخر و خودکس ہو رہا تھا۔ آخر کیسے؟

”کوئی ہے؟“ میں نے زور سے پکارا۔ اور اسی وقت چھرنے سے بننے والی ندی سے ایک انسانی وجود نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ کھونا نہیں تھا۔ وہ ایک بوکی ہی تھی جس کے لیے جسے بال بظن میں بھیگ کر اس کے بدن سے چلے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے گھرا اور دوبارہ پانی میں موٹر لگا دیا۔

پندہ لہجہ تو میں حیرت کا نشانہ اس جگہ رہا ہوں۔ ہاتھ کھڑا ہوا، جہاں لڑائی پانی میں گم ہوئی تھی۔ لیکن فور سے دیکھا تو وہ گم نہیں ہوئی تھی۔ شخاٹ پانی میں اس کا حسین وجود بے چینی سے لرزٹھ کر رہا تھا۔ مجھے ایک دم اس کی وحشت کا احساس ہوا۔ درمیں واپس ہٹ بڑا۔ لہذا اس کے کپڑے کہیں اس پاس ہوں گے۔ میری وجہ سے وہ ان تک نہیں پہنچ پاری تھی۔ پھر لڑی براہ نقل کرنے کے بعد میں ایک بار پھر باہر نکل آیا اور اسے اہت دیکھا یہاں لڑائی موجود تھی لیکن یہاں کچھ نہیں تھا۔ آتوں

کیے براؤن میری لیپٹول میں آ کر بری طرح گرا تھا اور اس کے بدن پر چڑھیں ہیں لگی تھیں۔ وہ خود کو سنبھالنے لگا اور مجھے موقع مل گیا۔ میں نے سوچا بلکہ جاگ کی ٹانگوں کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے میری ٹانگیں دو ستونوں میں جا چکی ہیں۔ جاگ نے پہلے تو میری کوشش کو دلچسپی کے لنگہ سے دیکھا پھر اس نے ایک پاؤں میری کمر پر رکھ دیا۔ مجھے ایسا ہی لگا جیسے میری ریشم کی ہڈی ٹوٹ جانے لگی۔ یہ مشکل تمام میں بدن کی پوری قوت صرف کر کے اس کے پاؤں کے نیچے سے نکل سکا تھا۔

”جاگ اسے گولی مار دو۔ براؤن اپنا ہوا بیچتا لیکن جاگ کے چوڑوں پر ایک سفید مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے لیپٹول کھول کر پہلے اس کے چہرے خالی کیے اور پھر اسے ایک طرف اچھال دیا۔“ اٹھو، اس نے مجھے غیظ کیا۔ میری نگاہیں اس دوران چاروں طرف کا جائزہ لے چکی تھیں۔ کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جس کے ذریعہ اس مصیبت سے چھٹکارا پاسکوں۔ پھر حال میں اٹھ کھڑا ہوا۔

”سمجھو تو راکٹ کہاں ہے؟“ جاگ نے پھر پوچھا۔
”میں نہیں جانتا۔ میں نے جواب دیا۔ اور اس بار جاگ کی کلات میرے پیٹ پر پڑی۔ میں کوب سے ٹھکا تو اس نے دوسری لات میری ٹھوڑی پر لاری اور میں اچھل کر گزرا جاگ اچھل کر میں بچا تھا۔ اس نے مجھے انداز میں دھکے کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی ہلکی ٹھوڑی میرے بدن پر پڑ رہی تھی لیکن مجھے کوئی ہوشی ہو رہا تھا جیسے میرے بدن پر چھوڑ سے ضربیں لگ رہی ہوں۔ ہر ٹھوڑی پر حلق سے کراہ نکل جاتی تھی۔ بار بار میں نے ہاتھ لگا کر پھرتے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن جاگ کا انداز اتنا سنبھلا ہوا تھا کہ میرے ہاتھ بدن کو سہارا نہ دے پاتے۔

”جب برداشت کرنے کی قوت ختم ہو جائے تو سمجھو تو کے بارے میں زبان کھولنے کا اظہار کر دینا۔ وہ بولا میری روئے کہنے کی قوت واقعی ختم ہوتی جا رہی تھی۔ پورے بدن کی ہڈیاں چٹخ رہی تھیں۔ جاگ ہڈیوں کے جوڑوں پر ضربیں لگا رہا تھا۔ سلسلے میں اسے خاص جہارت نصیب ہوئی تھی۔ پھر میرے پاس سے ایک آخری کراہ نکل اور میرا ماغ تار کیوں میں گم ہو گیا۔ اس کے بعد کی کیفیت عجیب تھیں۔ ہوش آیا تو خود فضاؤں میں تیرتے ہوئے پایا۔ آسمان کھردھرتا تھا۔ خشک ہوا بدن میں زخم ڈال رہی تھی۔ کمر سے آنکھیں بند کیں تو آنکھیں۔ دوسری بار دلت کے ہونک ستاروں میں آنکھ کو

کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ تاحر شکار سناٹے کا رات تھا۔ ہاں تیسوٹے چھوٹے جانور۔ اور دھڑ پھرتے نظر آ رہے تھے۔
”کوئی سب کو سا نے آئے؟“ میں پوچھا اور جواب میں تو بولا
لی جاگ سناٹا ہی اور میں اس سمت شکار ہیں دوڑانے لگا۔ وہی
نہرانی جوتھی۔ میں نے۔ وہ قریب پہنچا تو میں شکار شدہ گیا۔
وہ نہ تھی۔

میں نے مختار انداز میں دیکھا، لذت کے جھگے ہونے بالوں سے یہ احساس ہوتا تھا کہ پانی میں وہی تھی، لیکن اس وقت میں اسے نہیں پہچان سکا تھا، کیونکہ اس کے جھگے ہونے بالوں کا بڑا حصہ اس کے پیچھے ہی تھا۔ رات کی کٹ پناہ حسین اور دلکش آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب سی حیا نظر آ رہی تھی، میرے قریب پہنچ کر بھی وہ چند لمحات بالکل خاموش رہی، میں حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کے بدن پر ڈھیل ڈھالا لباس تھا۔ اس سے قبل میں نے لذت کے وجود میں ایسی دلکشی نہیں دیکھی تھی جو اس وقت نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کے ہجرتے انوش کی بنا پر کبھی اس پر توجہ ہی نہیں دی تھی، جبکہ اس کی جاندار آنکھیں لاکھوں سین لڑکوں پر بھاری تھیں، پھر میں نے خود کو سنبھالا اور ”جبانہ انداز میں بولا
”لذت؟“

”ہاں میں۔ کیوں؟“ اس نے خفیت سے مسکراہٹ کے بعد کہا۔

”پانی میں۔ پانی میں تم ہی تھیں؟“
”ہاں کیوں؟“ وہ پھر کئی انداز میں بولی، وہ مجھ سے لگا نہیں نہیں ملتا رہی تھی۔ مترمتر وہ اسے اس کا سنا ہوا وجود اس وقت اتنا دلکش لگ رہا تھا کہ لگا نہیں اس پر سے ہٹ نہ پاری تھی اور شاید میری ہی بے باکی لذت کو شرمسار کر رہی تھی۔ میں ایک دو چکر بڑا گیا حماقت ہے، میں نے دل ہی دل میں سوچا، اور پھر رخ بدلتے ہوئے بولا۔ ”میں نہیں پہچان نہیں سکتا تھا لذت؟“ میں نے کہا اور پھر لیپٹولاری کی لذت بڑھ گیا۔

”اور دھڑ کیوں جارہے ہو، کچھ ٹھکن؟“ اس نے منہ عادت جملہ اور دھڑا پھوڑا دیا۔ ”میں گم گیا۔“ نہیں لذت میں بالکل ٹھیک ہوں۔

”تو آؤ پھر دھڑ بیٹھو۔ اس نے کہا اور میں نے اس کے اشارے کی حکمت دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے جھگے ہونے تھے جو اوپر سے سپاٹ اور ہموار تھے، اس کے کہنے پر میں ایک پتھر پہ جا بیٹھا اور لذت دلکش چال چلتی ہوئی میرے سامنے

کے پتھر تک پہنچ گئی، اس نے پتھر سے اپنا ہل آہستہ سے نکال دیا اور پھر بولی "تم ٹھیک ہے گاڑالی؟"
"ہاں، لیکن شاید میری بیانی خراب ہو گئی ہے۔ یہ بتاؤ، میں نے تمہیں بیان کیا کیوں نہیں پہچانا تھا؟"
"میں کیا بتائے؟" وہ شرمکھن لہجے میں بولی۔
"چلو چھوڑو، کیونکہ جسے ندرت اور میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔"

"ایسا سوال دوسرا نہیں، ندرت نے کہا اور میں اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے لہجے میں یں سن کر لرزش تھی۔

"مجھے حیرت سے ندرت ہوئی جا رہے اور اب میں دیکھ کر میں یہ بات بآسانی دہن سکتا ہوں کہ مجھے زندگی کی طرف واپس لانے والی تم ہو۔"

"ماتے نہیں وانی میں؟" ندرت نے جواب دیا۔
"میں تم دونوں کو ایک ایک نہیں سمجھتا، میں بولا اور ندرت عجیب سی نکلا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی "تائیں میں ہاں ایسا ہائے اور وہ وانی میں؟" وہ دونوں ایک ہائے، ایک ہائے "اس کی اردو مجھے ہے افسوس رسکراتے پر مجبور کر دیتی تھی۔ چنانچہ میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور وہ بھی مسکرا دی۔"
"ماتے کلڈا نہیں؟"

"نہیں بالکل نہیں۔ واقعی تم تم ہوا اور وہ دیکھ میں بھی میں ہوں اور یہ پوچھ سکتا ہوں کہ مجھے کیسے پہچا گیا؟"
ندرت سمجھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں جو کیفیت بانی جاتی تھی اس نے ایک لمحے کے لیے مجھے عجیب احساس کا شکار کر دیا تھا، لیکن ہم دونوں ہی سمجھ گئے۔ ندرت نے مجھے بڑھ دیکھتے ہوئے کہا "آہستہ بولو۔ تم کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہوں، اب بالکل ٹھیک ہوں، بلکہ ہوش آنے کے بعد تو کو پہلے سے کہیں زیادہ تندرست و توانا پار ہا ہوں۔"
"وہ کون تھی جس نے تم کو مارا؟" ندرت بولی۔

"میں نہیں کسی کیفیت میں ملتا تھا۔"
"افسوس میں نہیں تھا، خود سمجھتا ہوں کہ وہ تم کو سونگھتا ہوا اور دھڑک گیا تھا۔ پھر تم کو دیکھا اور کینہ تھا کہ میں خود کو لایا اور دم لوگ تمہارا سر میں کھینچ دیکھ کر ادھر سے چلا گیا۔"
"ادھ۔ گویا تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وانی میں مجھے سونگھتا ہوا اس جگہ تک پہنچ گیا تھا جہاں میں زخمی پڑا ہوا تھا، میں نے کہا۔"
"میری کیا کیفیت تھی ندرت، یہ بتاؤ۔"

"بہت ڈوبتے۔ بہت ہی ڈوبتا تھا کہ ہم لوگ چھ سات دن میں سرسیر ہا، ہم سو جا کر تم جاتے گا ندرت نے کہا۔"
"کیا میرے بدن کی پڑیاں ٹوٹی ہوئی تھیں؟" میں نے سوال کیا۔

"بہت، بہت زیادہ!"
"مگر ندرت اب میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوں اور میرے جسم کی کسی بھی پڑی میں تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، کیونکہ کسے سمجھائی ہے؟"

"فانی میں کار کا، ہم نہیں جانتا، وہ ڈاکٹر ہائے، ندرت بولی اور میں سر پر کپڑے پہنے گیا، تم لوگ سب کچھ ہو، لیکن اس ندرت مجھے ہونے ہو کہ تمہارے بارے میں سوچتے ہوئے دماغ کی رنگیں پھینکتی گئی ہیں۔ اگر وانی میں ڈاکٹر ہے تو گوگوں کا علاج اس نے کیوں نہیں کیا، اتنا شاذ و نادر ڈاکٹر ہونے کے باوجود وہ گوگوں کے علاج میں ناکام رہا، بیکہ تمہاری سانس کی گونج تک تھی ندرت؟"
"میرا کھیلنا ہے وہ برہنہ فانی میں ندرت نے جواب دیا اور ہنس پڑی۔ میں نے نگاہ اٹھی اور اسے دیکھا۔ یہ لڑکی جب بھی ہنستی تھی اس وقت اُسے نہ دیکھنا گناہ تھا، اس کی ہنسی میں ایسی پرکشش پاکیزگی تھی کہ انسان اس کی طرف دیکھتا ہی رہے، اور دیکھنے کے بعد اس کے لیے ترستا ہی رہے۔"

میرے اس طرح دیکھنے پر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک اونگھی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ندرت کا یہ انداز اجنبی تھا اس سے قبل وہ سنجیدہ اور غیر جذباتی لڑکی نظر آتی۔ یہ تھی، لیکن غمانے اس ماحول نے اس پر کیا اثر کیا تھا پھر سے کی یہ شرمناک، بدن کی یہ لرزش اور آواز کا جاری ہونے پر احساس دلانا تھا اس کے اندر کی عورت جاگ رہی ہے۔ یہ غلط تھا، میرے نقطہ نگاہ سے یہ سب کچھ غلط تھا، وہیں اگر ہنسی اور اس شرمناک، کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا میں نے سمجھا انداز میں کہا۔ لیکن کیونکہ میرے ندرت، اس کے بارے میں تو نہیں معلوم ہوگا، یا تم یہ بھی نہیں جانتا، آخری الفاظ میں نے اس کے انداز میں بولے تھے۔

ندرت مسکرائی اور کہنے لگی۔ "میں کلڈاؤ نے ہے یہ جا جگہ کی علاقہ آئے اور دور تک ایسا ہی ماحول ہائے؟"
"سمجھو تو کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ماتے گا بھی خود ڈوب رہے آئے گا۔ اس نے جواب دیا اور پھر بولی "تم کو جو بھوک لگا گاڑالی۔"
"بھوک نہیں ابھی تو نہیں ہے۔ کیا یہاں کی نہ؟"

ہوگا۔
"وہیے تعجب کی بات یہ تھی کہ مجھے براؤن جب مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا تو اس نے مجھے اس طرح کیوں چھوڑ دیا تھا، کیا مجھے مردہ سمجھ لیا گیا تھا میری جو کیفیت تھی اس سے واقعی کوئی بھی شخص یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ تھوڑی دیر کی زندگی اگر میرے بدن میں باقی ہے تو ہے، ورنہ اس کے بعد میں یقیناً عالم بالا کو براؤن کا جڑاؤں گا۔ مجھ سے کیسے براؤن مجھے مردہ سمجھ کر ہی وہاں سے چلا آیا ہوا اور وہ کہ بخت جاگنا فولاد کا انسان تھا۔ اتنا طاقتور انسان کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔"

ندرت نے شاید جانے کے پانچا پڑھا دیا تھا۔ جانے کی ہلکی ہلکی خوشخبری میں منتشر ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک چھوٹی سی خوبصورت کیتلی میں چائے ڈال لی۔ دو کپ اٹھلے اور کہنے لگی "آؤ کال کے پاس چلتے ہیں۔"

میں خاموشی سے اٹھا اور ہم دونوں چھوڑ دیا سے باہر نکل آئے، پھر نے کہ ندرت سے چھوڑے چھوڑے سہا پتھر سے ہونے تھے نہیں بآسانی کر سیوں کی کیفیت سے استعمال کیا جا سکتا تھا، ہلکی ہلکی چھوڑا پڑ رہی تھی اور سفید شکر کا دیار پالڈن کی بلندی سے زمین تک مسلسل اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ اس جگہ چائے نے مڑا لطف دیا، یوں لگتا تھا جیسے ہم کسی پینک پر آئے ہوں۔ اگر میرے ذہن میں اتنا شاذ ہوتا تو میں اس ماحول سے خاصا لطف اندوز ہوتا۔ لیکن میں ان تمام باتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ "اب میں ٹھیک ہوں ندرت، یہاں سے چلنے کا کیا پروگرام ہے؟"

"میں نہیں بولے گا سمجھو تو آئے گا، پھر ہم ادھر سے چائے پیتا رہا۔ ندرت بھی خاموشی سے کسی سوچ میں ڈوبی رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔ "تم ان لوگوں کو جانتا جس نے تم سے جنگ کیا۔"

"ہاں ندرت جانتا ہوں انہیں اچھی طرح، میں نے جواب دیا۔
"کون تھا؟" ندرت متوجہ انداز میں بولی۔
"میں بات تمہیں نہیں معلوم ہے۔"
"سمجھو تو پتا نہ لگا، میں نائیں جانتا، تو اس وقت سے ادھر تمہارے ساتھ ہے جب تم انجڑ ہوا؟" ندرت نے جواب دیا۔

"کیسے براؤن اور اس کے ساتھی تھے؟" میں نے جواب دیا۔
"میں نہیں جانتا، وہ کسی سارے ہی کی مخلوق کیوں نہ ہوں، ندرت پر بھی اس وقت ماحول کے اثرات تھے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ وہ جس وقت خود کو سمجھنا چاہے گا، بآسانی استعمال لے گا اور اس کی کیفیت کم از کم جو لیا یا ہما جیسی نہیں ہوگی۔ ان دونوں کا تصور کر کے ذہن میں متعدد خیالات ابھر آئے۔ ہما تو اب میرے لیے ایک مقدس چیز بن چکی تھی اور جو لیا کو کیا کیسے براؤن کی حرکت کا مسلم ہو گیا

کا انتظام بھی کر لیا ہے تم نے۔"

"ہاں کیوں نائیں؟" اس نے جواب دیا اور پھر بولی "آؤ ماتے تم کو دکھائے؟" وہ مسلسل اردو بول رہی تھی اور اردو میں جو جملہ نہیں کہہ پاتی تھی اس کی انگریزی میں ٹانگہ توڑ دیتی تھی۔ چھوڑ دیا کے عقب میں ایک اور چھوڑ دیا دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ ندرت کی بارش کا تھا، چونکہ میں اپنی چھوڑ دیا کے سامنے والے حصے سے باہر نکلا تھا اس لیے واقعی حصے کی طرف توجہ نہیں دے سکا تھا، پشت سے پشت ملائے ایک اور چھوڑ دیا وہاں نصب تھی اور اس میں کھانے پینے کی اشیاء کے ذخیرے بھی موجود تھے۔

"مجھے یہاں تک کیسے لایا گیا؟"
"گھوڑے پر؟" ندرت نے جواب دیا۔
"بہر طور بڑی حسین جگہ ہے۔"
"بہت خوبصورت۔ بیٹا ادھر جنگل ماحول بھی ہوتا ہے۔"

ندرت نے کہا اور پھر سامان میں سے ایک مائلنگ نکال کر میری روت بڑھانے ہوئے بولی۔ "یہ اپنا پاس مزرہ رکھو، پتول ہی ہے۔"
"خوب، یہ اسلحہ کہاں سے حاصل کیا تم لوگوں نے؟"

"میں پھر ایسا بولے گا۔ میں نہیں جانتا، سمجھو تو کیا؟"
ندرت نے کہا اور ہنسنے لگی۔ بہر طور اس کے ساتھ کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی تھی، صورت حال میری سمجھ میں آ رہی تھی لیکن جہاں تک تعجب کی بات تھی وہ اپنی جگہ تھی، ان لوگوں نے مجھے سونگھ کر میری خوشبو اپنے ذہن میں بسائی تھی اور پھر اس وقت شاید میں ان کی ریتج میں تھا جہاں ان لوگوں نے مجھے سونگھا اور ہر وقت سمجھو تو وہاں پہنچ گیا۔ وہ مجھے اٹھا کر یہاں لے آیا اور اس نے میرا علاج کیا۔ یہ تھی بے ہوش ہونے کے بعد کی کہانی اور اب ندرت میری تیمارداری کر رہی تھی لیکن یہ تیماردار قانون اس وقت جن کیفیات کا شکار تھی اس کی کراہت ندرت جیسی سنجیدہ لڑکی سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ بہر طور کچھ بھی ہو،

لڑکیاں ہر جگہ لڑکیاں ہی ہوتی ہیں، خواہ کسی سارے ہی کی مخلوق کیوں نہ ہوں، ندرت پر بھی اس وقت ماحول کے اثرات تھے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ وہ جس وقت خود کو سمجھنا چاہے گا، بآسانی استعمال لے گا اور اس کی کیفیت کم از کم جو لیا یا ہما جیسی نہیں ہوگی۔ ان دونوں کا تصور کر کے ذہن میں متعدد خیالات ابھر آئے۔ ہما تو اب میرے لیے ایک مقدس چیز بن چکی تھی اور جو لیا کو کیا کیسے براؤن کی حرکت کا مسلم ہو گیا

"اوہ۔ بٹ وہ ایسا کیوں کیا؟"

"وہ اب دوسرے لوگوں کو راستے سے بٹانے کی فکر میں سرگرداں ہو گیا ہے۔ مدت سے تاکہ اپنے طور پر کامیابی یا ناکامیابی کے لیے کام کرتا رہے۔ وہ اب دوسروں کی مخالفت پر اشد نہیں کر سکتا۔ اس کی کیفیت کسی پائل کے لیے کی ہی ہو گئی ہے۔ اور مدت سے اب مجھے ان لوگوں کے لیے بھی خنودہ پیدا ہو گئی ہے۔"

"کن لوگوں کے لیے؟" مدت نے سوال کیا۔
 "ڈاکٹر علی اور علی وغیرہ، وہ مجھے براؤن کے مخالف بنے پر کچھ بھی نہیں ہیں، کہیں مجھے براؤن میری ہی طرح ان کی زندگی کا دشمن بھی نہ بن جائے؟ میں نے تشویش زدہ لہجے میں کہا اور مدت گردی بھلا کر خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کہنے لگی۔
 "اب جب تک سمبوتورا نہیں آتا، ہم خاموش ہو گا۔ اور بڑی دن اس کو مشورہ کرنے کا؟ میں پڑ خیل انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ مدح حقیقت مجھے براؤن نے میرے ساتھ چڑھایا تھا اس سے ظاہر علی وغیرہ کے بارے میں تشویش ہو گئی تھی، یہ خیال تازہ تازہ میرے ذہن میں آیا تھا کہ کہیں وہ ان لوگوں کو بھی راستے سے بٹانے کی کوشش نہ کرے۔"

شام آہستہ آہستہ چمکنی آ رہی تھی۔ مدت سے میری ہنسنار باتیں ہوئی تھیں۔ اس دوران مدت کے انداز میں وہی مخصوص کیفیت مسلسل جھلکتی رہی تھی۔ شام کے چھیلنے سے قبل ہی اس نے ایک عجیب سا برتن نکالا، ایک اہل اسٹو و پراگ جلائی اور اس برتن میں کوئی سیال ڈال کر اسے پانی سے بھر دیا، میں اس کی یہ حرکات دیکھتا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے صوب ایک اور فری باؤس حرکت کی تو میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔ چند نوک دار پتھر تھے جو گھر سے مجھ سے رنگ کے تھے۔ اس نے ان پتھروں کو برتن میں ڈال کر برتن اور سے بند کر دیا۔ میں نے تعجب سے اس کی یہ کیفیت دیکھی اور وقتاً مجھے ایک روایت یاد آئی جب ایک عورت اپنے بچے کو ہانڈی میں پتھر کا کر تسلیاں دے رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ نہ کیا نیک جائے تو وہ اتنی ہی کھلائے گی، میں نے مسکراتے ہوئے انداز میں کہا "کیوں کیا تم یہ پتھر کبھی رہی ہو؟"

"ہاں؟" مدت نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"کیا ہے یہ؟"

"تہہرا شام کا کھانا؟ اس نے جواب دیا۔

"ارے۔ ارے۔ یہ مذاق تمہیں کیوں مچھو مدت؟"

"یہ مذاق کون سی دن سے جو تک ہے یہ دوسرا بات ہے کہ تم ہوش میں ایسا نہیں کیا؟"

عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے ۱۰۰

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"اسٹون سوپ۔ تم پتھروں کا سوپ پیتا ہے۔ دو تم فیس نہیں کیا کہ تمہارا بدن کن کتنا ہے؟" مدت نے جواب دیا۔
 "کیا واقعی یہ حقیقت ہے؟"

"ہاں۔ سمبوتورا میرے کو پوزیٹا مدت نے جواب دیا۔
 اور میں یہ اندازہ کر گیا۔ واقعی یہاں میرے لیے بڑا فٹ حیرت ہی حیرت تھی۔ کہیں تک ان الجھنوں میں گرفتار نہ بنا۔ چنانچہ ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ رات تک یہ پتھر ایسے رہے اور اس کے بعد مدت نے مجھے جو خوبصورت سے پیشے کے کلاس میں گھر سے مجھ سے رنگ کا یہ سیال پیش کیا جو پتا نہیں کیسا تھا۔ لیکن جب میں نے اس کا پہلا گھونٹ لیا تو وہ کافی خوش فائدہ تھا۔ مکالم ہے۔ لوگ پتھروں کو اس طرح نظر انداز کیوں کرتے رہے ہیں۔ یہ تو بہت نفیس چیز ہے؟"

"اس کو فائن کیا گیا؟" مدت مسکرا کر پوچھی۔

چاند طرف رات پھیل گئی تھی۔ جنگلی جاؤروں کی آواز سن سناؤ دے رہی تھیں، رات گئے تک میں مدت کے ساتھ رہا اور پھر مدت کے کہنے پر اپنا چھو لہاری میں آ گیا۔ مدت نے مجھ سے کہا تھا کہ سکون سے سوؤں اب تک یہاں کوئی فخرہ پیش نہیں آیا ہے۔ اس لیے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ لیکن چھو لہاری میں پہنچنے کے بعد سکون کہاں سے ملتا، خیالات کے طوفان ذہن میں اٹھانے سے چلے آ رہے تھے۔

سوچنے کے لیے اتنا کچھ تھا کہ بس طرف بھی نکل جاتا سوچ ہی سوچ ہوتی۔ ظاہر علی وغیرہ کے بارے میں بھی ڈاکس تشویش تھی۔ خوش بختی تھی جس حد صوب کی کہ وہ اس جہنم سے باہر نکل گئے تھے۔ یہاں تو مسائل کافی، ایک امتنا ہی سلسلہ تھا جو گانے کب تک جاری رہے گا اور معلوم نہیں اس کا اختتام کیا ہوگا۔

مجھے براؤن یاد آیا۔ اپنی راست میں وہ میرا گھر کچکا تھا اور اب اس کے اپنے حساب کے مطابق گوارا کم پاس کے راستے سے ایک خطرناک آدمی ہٹ گیا تھا۔ تین چو لہا کو اس نے کیا کہہ کر بھلا دیا، جو کہ وہ میں جانتا تھا کہ اس چاند کو پڑین نے چو لہا سے یہی کہا ہوگا کہ میں شخص آدمی نہیں تھا کوئی اشارہ پا کر یہاں سے فرار ہو گیا۔ چو لہا سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور اس قسم کی دوسری باتیں۔ معلوم نہیں بے چاری نے کس طرح خود

کو سمجھا یا، وہ کا لیکن اب آگے کیا کچھ ہو گا۔ یہ سمبوتورا یا اس کا۔ دوسرا جہنم سے سامنے والی نین کی حیثیت سے آیا ہے، معلوم نہیں کیا کچھ ہے۔

میں نے اُسے مارشل آرٹس بلکہ ایک عجیب و غریب فن جنگ کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اب وہ مجھے پتھروں کا سوپ لہرا رہا تھا اور میرے بدن کی توانیاں بحال ہو رہی تھیں۔ مجھے خود بھی احساس ہو رہا تھا کہ اس سے پہلے میں نے کبھی اپنے آپ کو اس قدر توانا نہیں محسوس کیا۔ رات کے آخری حصے تک جاگتا رہا، سونے کی بے انتہا کوشش کی، لیکن نیند ہی نہیں آ رہی تھی۔ پھر صبح کی شگن ہو گیا، چھو لہاری کے رختوں سے امداد آنے لگی۔ دوسری آگندہ لگ گئی۔

چاکا کو خوب دن پڑھ چکا تھا اور موسم میں تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ گو یہ تبدیلی ناخوشگوار نہیں تھی لیکن اس کے باوجود یہ نوازہ دیا گیا جا سکتا تھا کہ موسم کسی قدر گرم ہو گیا ہے۔

چھو لہاری کو داؤد زور دیا کہ باہر نکلا تو سامنے ہی سمبوتورا بزدلت کو پایا۔ دونوں پتھروں پر بیٹھے باہر تین رہے تھے، مجھے دیکھ کر سمبوتورا کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔ وہ ٹخہ کھڑا ہوا۔ اب اس کے اندر وہ پراسرار کیفیت نہیں رہی تھی۔ ردہ کو قدر چاقو چند نظر آتا تھا۔ بعد لباس بھی اس وقت راہوں کا سا نظر نہیں آتا تھا بلکہ ڈھیلے ڈھالے تھے، لباس میں جس مدت نے مجھے دیکھا اور کھڑی ہو گئی۔ "اچھا۔ تم جو کہ تم پہلے بنا لو؟" میں نے انگریزی میں کہا۔ سمبوتورا کے سامنے وہ امداد ہونے کی دشت نہیں کرتی تھی۔ میں نے تھانے سے نکل کر دیا اور ندی کے کنارے جا کر منہ باخود ڈھول لیا۔ مدت نے چھو لہاری میں جا کر شتا تیار کیا اور میرے لیے آئی، غالباً پہلے ہی سے اس نے ناشتے کی تیاریاں کر لی تھیں۔ چونکہ اسے جانے اور آنے میں بدمنت بھی نہیں لگتا تھا۔ اس دوران میں سمبوتورا سے گفتگو رہنے لگا تھا۔ سمبوتورا نے مجھ سے پوچھا "تمہاری امداد کی کیفیت یہی ہے گا زالی؟"

"حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہوں سمبوتورا، اب مجھے بجا چکی ہے کہ وہ مجھے پتھروں کا سوپ پلاتی رہیں ہے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں ایسا ڈیڈیل نمانے کا فیصلہ کر چکا ہوں مجھے پتھروں کے پکے ادا بھی میں مدت کو یہی بتا رہا تھا کہ تمہیں زخمی رہنے والے بیگے براؤن اور اس کے ساتھ تھی ہیں۔ بیگے براؤن کے سے میں مجھے تھوڑی بہت معلومات ہائیس نے دی تھیں اور سے پہلے تم سے بھی اس کے بارے میں گفتگو ہو چکی تھی۔ میں

نے کوفن میں اسے تلاش کیا۔ کوفن اس نے چھوڑ دیا ہے؟"

"اوہ؟" میں نے چونک کر سمبوتورا کو دیکھا اور سچہ ہنسناک آمد نے گفتگو کا یہ سلسلہ منقطع کر دیا۔ ہم تینوں ہی نے ساتھ ناشتا کیا تھا، غالباً یہ ناشتا سمبوتورا اپنے ساتھ لایا تھا چونکہ اس میں بہت سی تازہ چیزیں بھی موجود تھیں۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد سمبوتورا نے کہا "گا زالی اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔؟"

"میری امداد کی کیفیت کے بارے میں تو اب تم ہی بتا سکتے ہو دانی میں؟" میں نے کہا۔
 "تم باہر نکل چکے ہو، لیکن اس مقصد کے لیے بھی اب فٹ جو کچھ جو جو میرے ذہن میں ہے؟"

"مقصد؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ مارشل آرٹس کی تربیت، دوں گا۔ تم کو؟" سمبوتورا نے کہا۔

"اوہ؟" میں نے سمبوتورا کی طرف دلچسپ نگاہوں سے دیکھا اور پھر پوچھا۔ "کیا میں اس میں کامیاب ہو سکتا ہوں سمبوتورا؟" سو فیصدی یا نکل کامیاب ہو سکتے ہو۔ حالانکہ یہ ایک عجیب بات ہے لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ جہنم سے جس مرض کے لیے اپنا ایک ایڈیٹل منتخب کیا ہے اس کی تکمیل آسان نہیں ہے۔ اس میں ذہنی اور جسمانی طور پر تڑپنے طاقتور آدمی کی ضرورت ہے جو کسی بھی جگہ وقتوں کا شکار نہ ہو سکے۔ میں تمہیں مارشل آرٹس کی تربیت دوں گا، جتنا کچھ مجھے معلوم ہے وہ سب تمہیں سکھا دوں گا بشرطیکہ تم اپنے طور پر اس پر آمادہ ہو؟"

"اس میں کتنا وقت لگے گا سڑوٹا؟" میں نے سوال کیا۔

"سب کچھ سیکھنے کے لیے طویل وقت درکار ہوتا ہے، میں اتنا عرصہ خالی نہیں بیٹھ سکتا لیکن تمہاری تربیت کے لیے کچھ وقت تمہیں مخصوص کرنا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں سے دوسرے کام بھی جاری رہیں گے لیکن فی الحال میں کانٹا لگنا تک تمہیں یہاں سے شہر نہیں لے جاؤں گا؟"

"اور اگر اس دوران وہ لوگ اپنا کام کر کے نکل گئے تو؟" ان پر نگاہ رکھی جائے گی۔ اگر ایسا ہوا تو جہنم ان کے ساتھ چلیں گے لیکن تمہاری تربیت جاری رہے گی، بلکہ لوہا اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ پاتے ہو؟" اس نے سوال کیا۔
 "یقیناً۔ میں مارشل آرٹس کی تربیت اور وہ بھی تم جیسے

آدمی کے ہاتھوں یا کربے انتہا خوش محسوس کروں گا۔ میں نے کہا اور سمجھ تو رہا خیال انداز میں گردن بلانے کا البتہ میرے ذہنی میں بے شمار گنجینیں باقی تھیں۔ چائے پیتے ہوئے میں نے اس بارے میں بہت کچھ سوچا تھا۔ مارشل آئرس کی تربیت کے دوران اگر سب سے کچھ زیادہ میرے قیام کرنا پڑا تو کہیں یوں نہ ہو کہ ان لوگوں کو بالکل ہی گھو بیٹھا جائے اور ویسے سمجھو تو اس کی معیت اس بات کا مظہر تھی کہ ساری باتیں اچھی جگہ کیے براؤں کا ہر عمل کنٹرول پر جماتا سنگھ اور کرنل اسٹیون کو اگر چھوڑ دیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حسن صاحب تو واپس جا چکے ہیں چنانچہ میرے اوبران میں سے کسی کی ذمہ داری نہیں ہے اور اگر میں ان تک نہیں پہنچ پایا اودھ اپنے طور پر سفر پر نکل پڑتے ہیں تب بھی انہیں کم از کم اتنی کامیابی تو نصیب نہیں ہوسکتی جتنی مجھے ہوسکتی ہے چونکہ میں ان لوگوں سے بہ طور زیادہ معلومات رکھتا تھا، مگر، کیے براؤں، طاہر علی سب کے سب ہی سمجھو تو اس کی تلاش میں تھا اور اس کے قریبے ولین کی راہ پر لگنا چاہتے تھے جبکہ میں سمجھو تو اسے بالکل قریب تھا۔ اس طرح میری پوری زندگی ان سے نہیں بہتر تھی۔

سارا دن نہ گیا سمجھو تو رہیں موجود تھا، وہ گھوڑے پر اپنا تیار سیاہ شاندار گھوڑا چھوڑا۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک درخت کے سامنے میں بندھا ہوا تھا۔ رات کا کھانا، نام سے بھرے کے کنارے کھا یا اور اس کے بعد میں سمجھو تو اسے بائیں کرنے لگا۔ مختلف موضوعات زیر بحث آئے۔ سمجھو تو کہنے لگا "جیسا کہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ ان لوگوں کے ہمارے یہاں رہنے کا مقصد صرف گوئین کی تلاش ہے لیکن جہاں تک اندازہ ہوتا ہے گوئین تو جیسے براؤں کو مل سکا ہے اور ذہنی دوسرے لوگ اس کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ مجھے صرف اس شخصیت کی تلاش ہے جس کے بارے میں تم نے نشاندہی کی تھی۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے کنٹرول پر جماتے گھوڑے کو تھیل سے گوئین کو نکال لیا تھا۔ وہ ہماری نگاہوں سے آج تک اوجھل ہیں اور اس سے تم اس بات کا اندازہ لگائے گے جو کازالی کہ وہ ذہنی طور پر خامسے کا تصور کرکے میں ایسا بھی کس کسی کے علم میں نہیں آسکتے۔ میں اپنی تمام تر کوششیں اس بات پر مرکوز کر رہا ہوں کہ کیسے براؤں اور دیگر طاہر علی وغیرہ کو مل سکا وہ کوئی تیسری ایسی شخصیت نظر آئے جو ان معاملات سے دلچسپی رکھتی ہو اور اس کے لیے میں پلاننگ کر رہا ہوں۔"

"بدقسمتی یہ ہے کہ میری معلومات اب تک خاصی مختلف رہی ہیں اور میں کسی ایک سلسلے میں پوری توجہ سے کام نہیں

اگر اس کے لیے انہوں نے مجھ سے معذرت کر لی تھی کہ میں ان کی کردہ نہ کروں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سونے کے لیے چلے گئے اور اس طرح رات بھی گزر گئی۔

دوسری صبح والی میں نے مدرت کو کچھ دیا باتیں اور وہ اپنی تھوڑی دیر میں چلی گئی۔ والی میں مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک منکان سے گوشتے میں پہنچ گیا۔ ان لباس آماروہ تھا ہے پاس زیریں لباس موجود ہے بس انتہائی کافی ہے۔"

میں نے یہ پوچھے بغیر کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور والی میں آگھوڑوں سے میرے بدن کے مختلف حصے دیا گیا کہ دیکھنے لگا۔ اس دوران وہ تجھ سے سوالات بھی کرتا جا رہا تھا جن میں صرف یہ بات تھی کہ میرے جسم کے کسی حصے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہے اور میں اس کو جواب دیتا رہا۔ پورے بدن کو اس طرح ٹوکھونے کے بعد ان نے کہا۔ "تم جسمانی طور پر بالکل فٹ ہو گئے ہو۔"

"اب یہ مجھے پوچھوں والی میں تم سے کہ میرے بدن کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے کے لیے تم نے کون سا مادہ استعمال کیا تھا؟"

"جڑی بوٹیاں ازل سے انسان کی محافظ ہیں۔ ان کے بارے میں جاننا ضروری ہے اور میں بڑے بڑے ڈاکٹروں جیڑوں کو اس سلسلے میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کی ٹوٹی ہوئی اسی زمین سے ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ زمین کے ذریعے ان کی ہڈی تیار ہوتی ہے۔ جہر طور میں نہیں مارشل آئرس کے سلسلے میں آج پہلا سبق دینا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو تم سے یہ پوچھوں گا کہ تم ذہنی طور پر وہ ہے یا نہ جہاں جہاں تو میں قبول کرنے کو تیار ہو جو چاہی یا تھا اپنے دشمنوں کے حملوں کا دفاع کرتے ہیں؟"

"ہاں سیکرٹ نہیں۔ میں وہ تو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے جواب دیا۔

"تو سنو کازالی انسان گوشت پرست کا تو تھا ہے، مٹی کا یہ پیلا اپنے اندر وہ صلاحیتیں رکھتا ہے جن سے وہ خود واقف ہے۔ جسم کی کوئی حقیقت نہیں، پڑیاں بھی ہی ضرب لگنے سے ٹوٹ جاتی ہیں لیکن تمہارے وجود میں جو سب سے طاقتور شے ہے وہ تمہارا ذہن ہے۔ ذہنی قوت کا اگر تم انہاں لگنا چاہتے ہو تو اس سے لگاؤ کی پائی کا ایک دیا مظہر نشان علامتوں کو دنا شک کا طرح بہا کرنے جاتا ہے لیکن پائی کی ہے پناہ قوت انسان کے کنٹرول میں ہے، سمندر کی گہرائیوں کو چیر کر اس نے سمندر میں اپنے لیے راستے بنائے ہیں غرق خاک

ظوفان بھی ان آبی ہماڑوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جن میں ان حواہنوں سے بچنے کی تیاریاں لگائی ہوئی ہیں۔ نقصان کی تفسیر نامکمل تھی۔ پرواز کرنے والے پرندوں کو صرف وہ قوتیں حاصل تھیں جو انہیں نقصان پہنچا دیتی تھیں۔ لیکن آج انسان کی سیاروں تک پہنچ رہا ہے۔ جنگل کے وحشی جانور جو درختوں کو جیسے اٹھاڑ پھینکے کی قوت رکھتے ہیں۔ انسان سے ذہنی ذہن میں اور بلاوجہ ہی نہیں۔ ایک انسان کو کھڑے ہو کر اٹھوڑا لنگھ جانوروں کا صفایا کر سکتا ہے۔ مجھے بتاؤ کیا یہ جسمانی قوت ہے یا کیا یہ کام تم نے صرف سے کیا ہے نہیں یا اس کا سبب ذہن ہی تھا۔ ذہنی قوتوں نے جسمانی قوتوں کی شکل میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ ذہن اس کائنات کی طاقتور ترین شے ہے اور جب تم اپنے جسمانی نظام کو ذہنی کے تابع کر دیتے ہو تو ذہن وہ تمام قوتیں تمہارے معمولی سے بدن کو پیش دیتا ہے جو ناتوانا بل تفسیر ہوتی ہیں۔ چنانچہ اپنے جسم کو سب سے پہلے ان ذہنی قوتوں کا تابع کرو۔ اپنے آپ کو ذہن کے بتائے ہوئے راستوں پر گامزن کرو۔ تم ایک فولادی جہاز کی مانند ہو جاؤ گے جسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تمہارے بدن کو صرف تمہارے ذہن کی طاقت کے ذریعے ہی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ان کے ذہن کا اپنی جسمانی قوتوں کو ذہن کے کنٹرول میں دے دو اور ذہن کی قوتوں کو اپنا تابع بنا لو، یعنی تم جب چاہو اپنے ذہن کی گہرائیوں میں ڈوب جاؤ اور بدن کو بھول جاؤ۔ پہلا سبق ذہنی نشیون کر لو، انہیں اپنے ذہن کو کسی دوسرے جسم کو متحرک کرنا ہے۔"

سمجھو تو اسے سب سے پہلے کہ ڈیڑھ گھنٹہ اور مجھے اپنا ہاتھ پھیلاتے کے لیے کہا۔ نوٹس مردہ تم رہے ذہن کی گہرائیوں میں پہنچ جاؤ۔ ذہن کی گہرائیوں میں پہنچنے کے بعد اپنے طور پر بیٹھ کر وہ اس ماچس کو جلائے سے جو شعلہ ہے گا وہ تمہارے اس ہاتھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بیٹھ جاؤ، کازالی بیٹھ جاؤ۔ اپنا ہاتھ پھیلاؤ، سمجھو تو اس کی آواز ڈانٹنا کہ جو کئی اس نے میری آنکھوں میں دیکھا اور سر کو کسی کے انداز میں بولا۔ "تم اپنے ذہن کی گہرائیوں میں جا رہے ہو، سوچو سوچو اور یہ شعلہ اپنے ذہن سے تم پر یہ شعلہ پڑ رہا ہے۔ اس نے ماچس کی تیلی جلائی۔ میں ہوش و حواس کے عالم میں تھا، میری آنکھیں سمجھو تو اس کی آنکھوں سے اٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے تیلی جلائے کی آواز سنئی پھر ماچس کی تیلی میری ہتھیلی پر رکھی گئی اور جب تک پوری تیلی جل کر نہ رہ گئی میں نے ہاتھ کو جنبش نہیں دی۔"

صبر توڑنے سے پہلے دیا جاتا ہے پھر اس نے آنکھیں بند نہیں تو مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے سچرا ان اناڑوں اپنی تسخیل کو دیکھا۔ اس پیرفت ایک سفید سا نشان تھا۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ سوز۔ نہ جھلا۔ کتنی تعجب کی بات تھی۔ میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ میری دماغی قوت تھی جس نے تمہاری دماغی قوت سے ہم آہنگ ہو کر تمہیں اس شکل سے کون نکلیت نہ بیچنے دی۔ یہ قوت تمہارے اپنے ذہن میں پیدا ہونی چاہیے"

اس نے کہا اور میں کبھی سانس لے کر گروں ہلانے لگا۔ چند لمحوں تک خاموشی کے بعد سمبوتوڑا کی آواز دو بار باہری ذہنی کو کیسے کہہ چکا اس کی قوتوں کو کسی خاص خیال پر مرکوز کرنے کی مشق تمہاری اس تربیت کا پہلا مرحلہ ہے۔"

"نیں پوری پوری کوشش کروں گا وہی میں۔"

"ہاں یہ تمہاری پوری مدد کرے گی"

"اودہ تو کیا ایسا۔ وہ بھی مارشل آرٹس کے بارے میں جانتی ہے"

"خافاہ میں اس نے ان لوگوں سے جنگ کی تھی۔ شاید تم نے غور نہیں کیا یہ سمبوتوڑا نے کہا اور پھر وہ مجھے ذہنی کو کیسے کرنے کی ابتدائی مشق کے بارے میں بتانے لگا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد اس دن کا کام ختم ہو گیا اور سمبوتوڑا چلا گیا۔

جنگل کی بڑی بڑی خوشگوار احساسات کی حامل تھی۔ یہاں میرے اوردنرت کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ دنرت کسی خاص طور کی طرح یہ خیال رکھتی تھی۔ وہ بے حد پرجوش تھی جس میں نے کبھی اس کے اندر کوئی چھجور پن نہیں پایا لیکن کبھی کبھی اس کی اپنائیت میں مجھے پکڑ دوسرے احساسات کی جھلک نظر آجاتی تھی۔ ایسے حالات میرے لیے بڑے پریشان کن ہوتے تھے۔ میری مشق جاری تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ دنرت بھی ذہنی طور پر بہت طاقتور ہے۔ وہ میرے ذہن کو اپنے ذہنی کے تابع کر لینے کی قوت رکھتی تھی۔ چھروں کا موثر مسلسل میری غذا میں شامل تھا۔ مجھے اپنے بدن میں فولادی قوتوں کا احساس ہوتا جا رہا تھا۔ ایک اجنبی بدن کا مالک بن گیا تھا۔ میں کبھی کبھی خود پر نور کرتا تو ہنسی آنے لگتی تھی۔ ایک ایگرے کی طرح اب چوڑو ماٹریں رہا تھا۔ زندگی کے اس عمل کی تکمیل ہوئی تو نہ جانے کیا بن چکا ہوں گا۔

"میرے خیال میں سمبوتوڑا کو گئے ہونے آج تو میرا سوال دن ہے۔ دنرت۔ کیا اس کی غویل غیر حاضری تشریح شاک نہیں ہے؟" میں نے دنرت سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے دشمنوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے"

"نہیں وہ ٹھیک ہے"

"پورے اعتماد سے کہہ رہی ہو؟"

"ہاں! دنرت نے تمہیں ایسے ہی کہا۔"

"اس اعتماد کو دھچ پوچھ سکتے ہوں؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تجربہ کرنا چاہتے ہو؟"

"کیسا تجربہ؟"

"آؤ آج اپنی اتنے دن کی کوششوں کا امتحان لے لو"

دنرت نے کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ دنرت مجھے ایک درخت کے نیچے لگئی۔ اس نے مجھے پکڑ دیا۔ باتوں اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر میں اپنی ذہنی قوت کو مجتمع کر کے سمبوتوڑا کے بارے میں سوچنے لگا اور مجھے اس کا ہیرو نظر آنے لگا۔ وہ بھروسے رنگ کے لباس میں طپوں تھا اور جس جگہ وہ موجود تھا وہ کوئی خافاہ تھی۔ جھلسو عبادت کر رہے تھے۔

دس منٹ تک یہ کیفیت جاری رہی۔ میرا دماغ دکھنے لگا۔ پھر میں نے گردن جھٹک دی۔ اور جبر سے دنرت کو دیکھنے لگا۔ میں نے اسے وہ تفضیل بتادی۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ ہماری بیخیم اس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں"

"تمہاری صلاحیتیں حیرت انگیز طور پر بیلور ہو گئی ہیں۔ اس کی ایک اور وجہ بھی ہے گا زالی"

"کیا؟"

"تم پاکیزہ خیالات کے مالک ہو۔ تمہارا ذہن غلاموں میں نہیں جھکتا، یہ چیز تمہاری معاون ہو رہی ہے"

"اودہ۔ کیا اس طرح ہم دوسروں کے بارے میں بھی جان سکتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں؟"

"کسی حد تک یہ دنرت نے جواب دیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھیا لگی۔ میں نے مسکراتے ہوئے دنرت کو دیکھا اور بولا۔ "مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ دنرت جیسے چند روز کے اندر، اندر تم کو مجھے خود جیسا ہی بنا لو گے"

دنرت نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پتہ اجرت سے بولی۔ "کیا تمہیں اب یہ نہیں محسوس ہوتا کہ تم؟"

"جیسے جو ہے"

"نہیں دنرت۔ یہ گفتگو مت کرو، تمہارا تمام باتوں کو سن کر لو چکی ہو۔ میں کیسے محسوس کر سکتا ہوں کہ تم میں مہیا ہوں جبکہ تمہارے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم"

"اگر یہ سب کچھ میری ذات تک محدود ہوتا گا زالی تو شاید میں تم سے دنیا کی کوئی بات نہ پچھا سکتی تھی۔ میں اتنی ہی بے بس ہو گئی ہوں۔ دنرت نے کہا۔

"بے بس؟ میں نے چونک کر کہا۔

"تم میرا مطلب ہے وہ؟"

"ہاں۔ ہاں بلو! میں نے آہستہ سے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ "سنو!"

"تمہارے یہ الفاظ اب مجھے مضطرب لانے لگے ہیں"

"پلزز۔ دنرت نے ملتی انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے میں خود ہی بے وقوف ہوں۔ بتا نہیں کیوں تم سے اس موضوع پر گفتگو کرنے لگتا ہوں۔ دنرت نے اس کا داس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر اٹھ گئی۔

دوسری رات سمبوتوڑا ہمارے پاس پہنچ گیا۔ وہ بالکل مطمئن نظر آ رہا تھا اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ اسی بھروسے رنگ کے لباس میں طپوں تھا جس میں میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس نے مجھ سے میری مشق کے بارے میں سوالات کیے تو دنرت نے ہنستے ہوئے اسے بتایا کہ میں چشم تصور سے اسے دیکھ چکا ہوں۔

"تو گویا اس میں کامیابی ہوئی گا زالی کو؟" سمبوتوڑا نے پراشٹیا ق انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ اس نے تمہارے اس لباس کی نشاندہی کی تھی جو اس وقت تمہارے بدن پر ہے"

سمبوتوڑا کی آنکھوں میں حیرت کی جھلک پیدا ہو گئی۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "گا زالی تم بہت تیز بھی بے ناپا قوتوں کے مالک ہو۔ میں اس کی داد ہائیں گا وہ لوگا کہ اس نے بہترین آدمی کا انتخاب کیا ہے"

"ہاں بے شک۔ ایک بہترین بے وقوف تمہارے سامنے ہے۔ میں نے کہا اور دنرت چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میرا مفہوم سمجھ کر اس نے لگا میں جھکائی تھیں۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری خاموشی ہی ہم دونوں کے حق میں بہتر ہے۔

"یہ بتاؤ وہاں کے حالات کیسے ہیں؟"

"حسب معمول۔ جاگنگ لی نامی کسی آدمی سے واقف ہو تم۔ سمبوتوڑا نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ہاں واقف ہوں۔ کیوں؟"

"جاگنگ لی نے سڑکا مہار علی، کنور پر جہات سنگو اور کرشن آسٹن کو بول سے نکال کر اپنے ساتھ رکھ لیا ہے۔ شاید وہ لوگ کوئی بلا شاک کر رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیسی بلا شاک ہے"

"اور کیسے براؤن۔؟"

"وہ شخص بدستور کافر میں ہے۔ جاگنگ بھی اس کے ساتھ ہے۔ بتا نہیں کیا کیا کارروائیاں کر رہے ہیں وہ لوگ؟ میں نہیں جانتا لیکن ایک بات کا میں اندازہ لگا چکا ہوں اور وہ یہ کہ گوین کا تاجا نہیں معلوم نہیں ہے۔ وہ سب احمقوں کی طرح ادھر سے ادھر گھومتے پھرتے ہیں اور ابھی تک ان کی توجہ مجھ پر لگی ہوئی ہے"

"انٹرا پولیٹھ۔ وہ لوگ وہاں گنار چکے ہیں اور پور نہیں ہوئے"

"اس بارے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟" سمبوتوڑا نے جواب دیا اور پھر کھنگلا۔ "میں ایک جتنے تک یہاں رہوں گا اور اب تمہاری جسمانی مشقوں کا آغاز ہو گا۔ یہ سب تمہاری محنت پر منحصر ہے کہ تم جس قدر جلد چاہو اپنے آپ کو اس کام میں ملانے لگو"

"اگر تم میری ابتدائی کوششوں سے مطمئن ہو سمبوتوڑا تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں اپنے اس کام میں کوتاہی نہیں کروں گا۔" جسمانی مشقیں بلا شرا جان لیوا تھیں۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مجھے ایسے مراحل سے گذرنا پڑے گا۔ مزہ آ گیا تھا سمبوتوڑا معلوم نہیں کیا کیا حرکتیں کرتا رہتا تھا۔ درد خوں کی شاخوں کو ٹوک لیا بنا کہ انہیں بیساکھی کی شکل میں میری نپلوں کے نیچے دے دیا جاتا اور مجھ سے کہا جاتا کہ میں اپنی ذہنی قوت سے یہ محسوس کروں کہ یہ ذکیلی شاخیں میرے بدن میں چبھ نہیں رہیں، دو ذہنوں تک تو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن نکل آتا تھا بدن سے لیکن میں نے بھی اپنی یہ مشقیں جاری رکھیں اور میرے دن میں پورے بدن کے ساتھ ذکیلی شاخوں پر ٹک گیا۔ مجھے ذہنی فراہمی احساس نہیں تھا کہ مجھے کوئی تکلیف ہو رہی ہے۔

اس کے بعد گرم ریت کی باری آئی میرے ہاتھوں کو چلیج ہونی ریت میں دبا دیا جا اور میری کھال جھکنے لگی لیکن میری ذہنی قوتیں بالا تو اس تکلیف پر بھی قابو پانے میں کامیاب

جو گئیں۔ میں طرح طرح کی جسمانی ذہنیوں کو مشق کر رہا تھا۔ یوگا کے متحدہ آسن میں نے سیکھ لیے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا بدن کم ہوتا جا رہا ہے۔ سب جسم کا کوئی حصہ ڈھیللا نہیں تھا، اتنی پستی اور پھرتی پیدا ہو گئی تھی میرے بدن میں کہ میں خود حیران تھا کہ کیا۔ میں ہی ہوں۔

یہ تمام چیزیں جا رہی تھیں۔ سمبوتورا آٹھ دن کے بجائے چودہ دن کا رہا اور اس چودہ دن میں اس نے ہر ایک انگ توڑ کر رکھ دیا تھا۔ لیکن وہ میری اس تربیت سے بہت زیادہ ممکن نظر آتا تھا۔ پتا نہیں کیا کیا حرکتیں کی تھیں اس نے۔ جلتی ہوئی مکڑیوں کو ہاتھ سے مسل کر بیٹھا، موٹی موٹی گلابیاں صرف ہاتھ کے بل پر توڑ دینا اور اس کے بعد مختلف قسم کے ہتھیاروں کی مشق۔ چودھویں دن اس نے مجھ سے اجازت لی اور کہنے لگا۔ ”ذرا ان لوگوں کی کیفیت کا جائزہ بھی لے لوں۔ لیکن ہے وہ کوئی نئی کوشش کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ لیکن تم ان مشقوں کو مسلسل جاری رکھو گے“

میں نے اس سے وعدہ کر لیا اور یوں مزید دن وہاں گزارنے لگے۔ جینگوں میں رہتے ہوئے کوئی وقت تو نہیں ہونی تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے ہنڈب دینا سے میرا رابطہ ٹوٹ چکا ہے۔ اب تو ان لوگوں کی مشقیں بھی لگا ہوں سے اور چھل ہوتی جا رہی تھیں جن سے میرا گہرا تعلق تھا۔ ایک مہینہ کی دن ہو گئے تھے، مجھے ان جینگوں میں اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سا با سا سال سے میں یہیں زندگی بسر کر رہا ہوں۔

ندرت کی وہی کیفیت تھی مگر موشی لیکن ان گنت پیغام اس کی ان خاموش نگاہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ صرف میری منتظر تھی۔ اگر میری طرف سے ذرا بھی کوشش ہوتی تو شاید وہ اپنا دل کھولنے میں عار نہ محسوس کرتی لیکن میں نے بھی جان چکا تھا کہ اگر میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تو ندرت شاید ساری زندگی ایسی کسی بات کا اظہار نہ کرے اور میرے لیے یہی مناسب تھا۔ میں اپنے آپ پر ہنسنا بھی تھا لیکن اجازت کیا کیا حالت میں نے اپنے اوپر تازہ کر لی ہیں۔

ایک رات اچانک سمبوتورا ابس آ گیا۔ اس کا انداز بڑھوٹا تھا۔ بڑی دلچسپ خبریں لایا ہوں تمہارے لیے“ اس نے کہا۔

”کیا؟“

”چانگ لی نے اپنے آٹھ آدمی طاہر علی وغیرہ کو دیے ہیں۔ اس نے ایک شراب سے رابطہ قائم کیا ہے۔ شراب پیتا تھا لیکن یہاں کے اندرونی علاقوں میں آباد ہیں وہ شراب پینا یا دینی

”تو چھپر۔“

”بس تم تیار ہو جاؤ۔ ہم لہارہ واپس چل رہے ہیں“ سمبوتورا نے کہا اور میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ رات کو تقریباً تین چار گھنٹے تک بیٹھ کر سمبوتورا نے مجھے اپنی پلاننگ بتائی۔ بلاشبہ اچھی پلاننگ تھی۔ لیکن اس میں خطرات بے پناہ تھے۔ میں جانتا تھا کہ سمبوتورا حالات سے ماپوس ہونے کے بعد ان خطرات کو مول لینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ میں کسی طور اس سے انحراف نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے امانگی کا اظہار کر دیا۔ ”ہمیں یہاں سے روانہ ہونے کے لیے۔۔۔“

”میں گھوڑوں کا بندوبست کر کے آیا ہوں“ سمبوتورا نے جواب دیا اور اس رات تقریباً ساڑھے چار بجے ہم واپس چل پڑے۔ تقریباً دو میل کا فاصلہ ہمیں پیدل طے کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک چھوٹی سی آگنی جو مقامی ہندوؤں کی تھی تھی۔ ہم سہمی میں داخل ہوئے۔ سمبوتورا نے مکان کے دروازے پر دستک دے کر کسی کو جگایا اور پھر وہاں سے ہمیں گھڑے مل گئے۔ ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر لہارہ کی جانب چل پڑے۔ شام کو چار بجے ہم لہارہ کی ایک خانقاہ کے قریب پہنچ گئے۔ ”یہاں ہمیں اپنے طے تبدیل کرنا ہوں گے۔ میں نے اس کا بندوبست کر لیا ہے“ سمبوتورا نے کہا۔ میں نے گردن ہلکاند ہم گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ خانقاہ میں داخل ہو کر سمبوتورا نے ایک سمت کار چ کیا۔ یہاں رہا ہوں اور عبادت گزاروں کے لیے چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ سمبوتورا نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

جب ہم وہاں سے برآمد ہوئے تو چند لمہاس میں تھے۔ سمبوتورا نے اپنے طے میں تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ اس نے خود ہی اپنی داڑھی کے بال تراشے تھے اور اب فرنیچ کٹ اسٹائل میں بالکل ہی بدلا ہوا انسان نظر آ رہا تھا۔ جینگ میں میری داڑھی بڑھ گئی تھی اور حلیہ بالکل تبدیل ہو گیا تھا۔ میں نے خود کو اسی طرح رہنے دیا۔ ندرت نے البتہ جدید طرز کے خوب صورت کپڑے پہننے کے علاوہ اور کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔

ہم نے کٹھن میں قیام کیا تھا۔ میرے لیے کٹھن کے بالائی کمرے جگہ تھی۔ قیام کا پہلا دن گند گیا۔ دوسرے دن سمبوتورا چلا گیا تھا۔ دوپہر کو وہ واپس آیا اور مسکرا کر بولا۔ ”رات کو الاوماہل میں میرا مظاہرہ ہو گا۔ جون ہارو سے جرمین باشندہ ہے اور بڑا نام پیدا کر رہا ہے۔ اس نے یہاں کے تمام لوگوں کو جلیج کیا تو اب سے اور اب کھٹا مقابلے جیت چکا ہے۔“

”گڈ“ میں نے گہری سانس لی کر کہا۔ ساڑھے سات بجے ہم الاوماہل پہنچ گئے۔ بہت بڑا ہال تھا تقریباً ایک ہزار نشستیں تھیں جن پر مارشل آرٹس کے شائقین موجود تھے۔ اگلی نشستوں پر میں نے چانگ کی کرسی دیکھا تھا۔ میں ندرت کے ساتھ دوسری قطار میں بیٹھ گیا۔ چار چھوٹے مقابلے ہوئے لیکن یہ بھی خوب تھے۔ پھر جون ہارو سے کام لیا گیا۔ تقریباً سوا چھ گھنٹے کا ایک دو ویل آدی سیاہ لہارہ سے میں ٹیبلو رنگ میں آ گیا۔ اس کی پیشانی پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ دیکھنے میں ہیبت انگ معلوم ہوتا تھا۔

اناؤٹرسے مانیک لے کر اس نے کہا۔ ”لہارہ کے دوستوں آپ لوگوں کے سامنے میرے بہت سے مظاہرے ہو چکے ہیں۔ مارشل آرٹس آپ کی زمین سے سامنے آئے ہیں لیکن کئی دلچسپ بات ہے کہ اب ہم لوگ آپ پر ترقیت رکھتے ہیں۔ اس کا ثبوت میں ان مظاہروں میں دے چکا ہوں۔ میرا نیا مقابل ایک بوٹھا آدمی ہے۔ اس نے شاید اپنا نام اس لیے پوشیدہ رکھا ہے کہ وہ گمنامی کی حالت میں مجھ سے مارکھا ناچا ہے۔ چھوٹا تو مجھے ایسے کسی شخص سے مقابلہ نہیں کرنا چاہیے جو اپنا نام بھی نہ جانتا چاہتا ہو۔ لیکن میں نے اعلان کیا ہے کہ ہر وہ شخص مجھ سے لا سکتا ہے جسے خود پر زرم ہو۔ اس لیے مجھ سے۔ اور پھر آپ لوگوں کو خوش رکھنا بھی میری خواہش ہے۔ میرے مقابل کو آڈیوں کہیں وہ فرار نہ ہو گیا ہو۔ وہ تمہیں کر بولا اور سمبوتورا نے اسے لہاس میں اندر لایا۔ جون ہارو کے مقابلے میں وہ کچھ نہیں تھا۔ ہارو نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھنے آئے کہا۔ ”معلوم نہیں کونسی مجھ سے یہاں لے آئے ہے لیکن نکرمت کرو میں تمہیں زیادہ تکلیف نہیں دوں گا“

کچھ لوگ ہنس پڑے تھے۔ سمبوتورا نے کہا ”میرا مقابل ہارو سے ایک طاقتور انسان ہے لیکن اس نے غلطی کی کمریزا جلیج قبول کر لیا۔ اس کا اندازہ اسے بہت جلد ہوجائے گا“

”اپنا نام بتاؤ۔“ مجھ نے کہا۔ والی میں ہنکا اور پھر اس نے کہا۔ ”مجھے سمبوتورا کے نام سے جاتو“

چانگ میرے سامنے بٹھا ہوا تھا۔ میں نے توجیح کے مطابق اسے بے حد منضرب دیکھا۔ وہ اپنی سیٹ سے اٹھا اور پھر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کے کان میں کچھ کہا۔ میں اس کی منظرانی کیفیت سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ پھر میری توجہ سمبوتورا کی طرف ہو گئی۔ لیکن ہارو سے میرے لیے چند لمحات کا کھیل ہے۔ لیکن آپ کی توجیح طبع کے لیے میں آپ کو اس کا ماتا شاکھاؤں کا پھر

جب آپ کہیں گے اسے شکست دے دوں گا؟

بارو نے لب لہو سے کہا وہ آدرا تھا۔ میں دلچسپ لگا ہوں سے سمبور تو را کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی میری طرف کا بدن اسٹیل کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا سمبور تو را اس کے مقابل آگیا، پھر بیل بھی اور عقاب شروع ہو گیا۔ بارو سے بڑے ماہر انداز سے پیٹیر سے بدل رہا تھا اس کی آواز بہت بھاری تھی اور جب وہ حلق سے آوازیں نکالتا تو لہو لگتا جیسے بادل گرج رہے ہوں۔ اس نے اچانک اپنے بدن کو گھمایا اور اس کی لہو سمبور تو را کے سینے پر پڑی۔ لیکن نتیجہ غیر متوقع تھا۔ یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پاؤں میں چرٹ لگی ہو۔ سمبور تو را کے بدن کو جنبش بھی نہیں ہوئی تھی اس نے ایک دم لیٹ کر سو پڑا۔ اور سمبور تو را کے پاؤں زمین سے اٹھانے چاہے لیکن زمین پر لوٹ نہ سکا جلدی سے سیدھا ہو گیا۔

اب میرے سر پر ضرب لگائے گا؟ سمبور تو را نے ہنس کر کہا، اور دوسرے لمحے جان بارو نے لے لیا، یہاں تک تھا۔ لیکن یہ کوشش بھی ناکام رہی۔

یہ یوں کوششیں کر چکا ہے اور اب میری باری ہے لیکن صرف ایک۔ اس کے بعد میں اسے تین موقع اور دوں گا۔ اب سمبور تو را سنبھل گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ نفا میں بند کیے اور پھر اس کے حلق سے وہ ہار نکلی، اس نے کھڑا ہاتھ بارو سے کے سر پر مارا تھا۔ بارو سے کسی مروہ جھبکی لگا مانتہ نیچے گرا پڑا تھا اور پھر گر پڑا۔ وہ غلامی اس طرح ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا جیسے اس کی بیانی جاتی رہی ہو۔ بڑی مشکل سے وہ کھڑا ہو سکا تھا۔ اس نے کئی بار گردن جھبکی اوزا ایک بار پھر سمبور تو را کے سامنے آگیا۔ ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے استعمال کرنے کے بعد وہ اچانک سمبور تو را سے گھٹ گیا۔ لیکن سمبور تو را کے پاؤں تو جیسے زمین میں گڑھے ہوئے تھے۔ میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں۔

اگر تمہیں اپنی حماقت کا احساس ہو گیا ہو تو ہار مان لو اور واپس چلے جاؤ؟

اسے مارو۔ اسے مارو؟ لوگ چہنچہ گئے۔ بارو سے بدحواس نظر آ رہا تھا۔

آپ لوگوں کا حکم؟ سمبور تو را نے کہا اور آگے بڑھا لیکن بارو سے اب نرمی ہو چکا تھا۔ وہ ادھر ادھر بھاگ کر کھینچانے لگا۔ اور پھر وہ رنگ سے نیچے کود کر بھاگ گیا۔ لوگ بے پناہ شور مچا رہے تھے۔

سمبور تو را نے گردن خم کرتے ہوئے کہا: اسے پکڑ کر رنگ

تمہارا کام ہوا۔؟

ابھی اس کا ابتدا ہونے سے؟

ظاہر علی وغیرہ کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟

نہیں تم سے معلوم کیا جاتا ہوں؟

دو گونہ شکر پاگوا ہونے کے کہیں سے پایا تھا۔ اس شکر پا

نہیں دیکھی کی کہانی سنائی؟

کیا کہانی تھی؟

متر پاؤں کی ایک الو بھی زندگی ہوتی ہے۔ ان کے مذہبی

رہنما انہیں الو بھی سزا نہیں دیتے ہیں۔ گوتم کو جنگلوں میں سات

سال گزارنے کے سزا ملی تھی۔ یہ لوگ اپنے رہنماؤں کی دی ہوئی

مراؤں سے سخت نہیں کرتے اور پوری سچائی سے انہیں پورا

بارے میں ندرت کو تفصیل بتا دی۔ سمبور تو را اس دوران خانو کو پوری ہونے کے بعد جی دہا اپنی سستی میں نہیں گیا۔ وہ شرمسار

رہا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

میری توقع کے مطابق چانگ کی سیدھا ہمارے پاس سے اس کی ملاقات ہو گئی اور اس نے وہ دینی قبیلے کی کہانی سنائی

آیا اور میں نے اس کا استقبال کیا۔ بدلے ہوئے حلیم میں بیٹھائی جس میں وہ ایک سال گزار کر آیا تھا؟

تو وہ مجھے نہ پہچان سکا لیکن جب میں نے مسکرا کر اسے اس کا

نام سے مخاطب کیا تو وہ اچھل پڑا۔ ہم مسرگالائی؟ وہ شکر

حیرت کے عالم میں بولا۔

آؤ چانگ کی؟

تم مٹر کا زالی تم؟

اندرو تو؟ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ چانگ کی حیرت

بجا تھی وہ اندھا آگیا، میرا کہہ تھا۔ سمبور تو را اور ندرت دوسرے

کروں میں تھے۔ تم اس کے ساتھ ہی تھے۔ وہ کہاں ہے؟

چانگ نے پوچھا۔

کون؟

سمبور تو را۔ وہی ہے نا۔؟ چانگ نے پوچھا اور

میں نے طویل سانس لی۔

ہاں چانگ یہ وہی سمبور تو را ہے۔ میں نے تم سے غلط کہا کرتا تھا؟

ہوں؟ میں نے گہری سانس لی۔

مٹر غلطی آپ نے ان لوگوں کا ساتھ نہیں دیا۔ آپ

اس فن کا شہنشاہ ہے، آج اس نے جو مظاہرہ کیا ہے اس

سے اندازہ ہے کہ وہ؟ چانگ خاموش ہو گیا۔ وہ سمبور تو

وہ خاموش تھے۔ کنوڑ شاہ اسٹس سے متعلق تھا؟

مکتا کو مصد ہو گیا انہیں گئے ہونے؟

آج دو سال دن ہے۔ اب تم سمبور تو را کی کہانی سنناؤ،

اس کو جس مسئلے میں تلاش کر رہے تھے وہ مقصد پورا ہوا یا

نہیں؟

پورا تو نہیں ہوا لیکن امکان کمات ہے؟

حسن صاحب کو اطلاع دے دی اس کے بارے میں؟

ضرورت نہیں اس کی، انہوں نے سارے معاملات

میرے سپرد کر دیے ہیں؟

مٹر سمبور تو را سے میری ملاقات کراؤ؟ چانگ کی نے

کہا اور میں نے گردن بلا دی۔ سمبور تو را سے معلوم کیا تو اسے

کوئی اعتراض نہیں ہوا وہ خود اس وقت اپنی بیٹی کا خواہاں تھا۔

چانگ بڑی عقیدت سے اس سے ملا۔ ان لوگوں کے کچھ خصوص

انداز ہوتے ہیں۔ چانگ نے اس سے اس کے آئندہ پروگراموں

کے بارے میں پوچھا۔

سات دن تک میں مقابلے کرنا چاہتا ہوں۔ تبت اور

اس کے آس پاس جو لوگ بھی خود کو مارشل آرٹ کے ماہر سمجھتے

ہوں میری طرف سے انہیں چیلنج ہے؟

اس کی ذمہ داری آپ مجھے سونپ دی مٹر تو را۔؟

چانگ نے کہا۔

مجھے اعتراض نہیں ہے؟

چانگ کے لیے یہ سہمی موقع تھا وہ ہم سے رخصت

ہو کر چلا گیا اور پھر اس نے واقعی کمال کر دیا۔ زبردست چیلٹی

کی تھی اس سے سمبور تو را کی اور ان سات دنوں میں ہار خون ک

مقابلے ہوئے۔ یہ مقابل اپنی قسم کے انوکھے لوگ تھے، انتہائی

ہمت ناک۔ ان مقابلوں میں سب نے تو را کے فن کو تسلیم کر لیا

تھا۔ وہ ان سب پر حاوی رہا تھا۔ بعض اوقات۔ لوگ مجھے

مانور الفطرت گتے تھے اور میں مجھب انداز سے سونے لگتا

تھا مان سات دنوں میں اچھی خاصی رقم بھی ہاتھ لگی تھی۔ لیکن

وہ مقصد پورا ہوا جو سمبور تو را چاہتا تھا۔ کسی نے اس سے رابطہ

قائم نہیں کیا تھا۔ دلچسپ بات تھی چند روز قبل کتنے لوگوں کو

اس کی تلاش تھی اور وہ پوشیدہ تھا لیکن اب کوئی اس کا

پرساں حال نہیں تھا۔

آٹھویں دن سمبور تو را نے کہا۔ اب ہمیں کی طرف

روانہ ہو جانا چاہیے گا زالی۔ بات اب ہمارے بس میں نہیں

رہی ہے؟

اگر تم مناسب سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے؟

"اس سے دریافت لینے کے بعد ہی ہم اب کوئی قدم اٹھائیں گے"
"درست"

"تمہیں اس سفر کی تیاریاں کرنی ہیں"
"ہاں میں کروں گا" میں نے جواب دیا۔

"ہمیں چند دنوں کو لوگوں کی ضرورت بھی پیش آنے کی ہے مہینوں ان علاقوں کے بارے میں تفصیل بتادوں۔ راستے کے بیشتر حصے جنگلوں سے گھبرے پڑے ہیں، کچھ علاقے خشک ہیں اور وہاں بکثرت ورنڈے پائے جاتے ہیں، ہمیں آتش فشاؤں کی مرکزین سے بھی گذرنا ہوگا۔ جین لوگوں نے دیشی کا سفر اختیار کیا ہے وہ اچھی ہیں۔ وہاں تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہے۔ ان تمام مشکلات کو تم ذہن میں رکھنا"

"میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے وائی میں"
"کیا ہے"

"اگر ہم تارک الدنیا رہوں گی ماہانہ سفر کرنی تو زیادہ مناسب ہے۔ یہ بات ہمارے علم میں آچکی ہے کہ وہ مری کچھ پارسیاں بھی ادھر گئی ہیں۔ کہیں بھی ان سے مدد بھی ہو سکتی ہے۔ تمام انسانوں کی مانند سفر کرتے ہوئے ہم مشکوک ہو سکتے ہیں لیکن دوسری حیثیت سے ہمارا کسی بھی جگہ دیکھا جانا مشکوک نہیں ہوگا"

"سمبور تو اسکرانے لگا" اسی لیے تو ہمیں تمہاری ضرورت ہے دوست۔ تمہاری رائے بالکل ٹھیک ہے"
چانگلی نے پوزے خلوص سے ہماری ضروریات کے لیے کام کیا اور وہ تمام تیاریاں مکمل کر لیں گی کی ضرورت تھی۔ راتوں کی حیثیت سے سفر کرنے کے لیے پاک مناسب تھے۔ آٹھ آدمی ہمیں دے دیئے گئے جنہیں بہت اچھا معاوضہ ایڈوانس ادا کر دیا گیا تھا۔

"سمبور تو رائے بتایا۔ ہمارا سفر فنانس نہیں ہوگا اس سفر کو پرسکون رہنا چاہیے۔ راستے کی روایات کا مشاہدہ تمہارے لیے دلچسپ ہوگا۔ چنانچہ اسے ذہن پر طاری نہ کرنا"
نورونگ کے مخصوص لباس میں مجھے دیکھ کر ندرت مسکرا دی تھی۔ اس نے سفید مسکوں کی مالا مری گون میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ مالا میں نے خاص طور سے تمہارے لیے خریدی ہے۔ ویسے اتنا صبر راہب اس سے قبل تبت کے علاقوں میں نہیں دیکھا گیا ہوگا"

"شکر بہ ندرت، اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں"
میں نے کہا۔
ہمارے ساتھ سفر کرنے والے عتیق مزوڈوں کا کھپا ہنڈل

میں کافی معلومات حاصل کی ہیں اور تیر ایک راہب کی حیثیت سے یہ معلومات میرے لیے بہت ضروری بھی تھیں"

دو پہر کے وقت ہم ایک ہندو گاؤں کے نزدیک پہنچے۔ یہ جگہ سطح سمندر سے تین ہزار فٹ بلند تھی۔ جبکہ ہمارے سفر کا سب سے نشیبی مقام تھا۔ بستی کے لوگوں نے تازہ کھیرے اور دہلا ہندوؤں کے تھنے مہینے پیش کیے۔ یہ دلچسپ بات تھی۔ سمبور تو رائے سفر کا آغاز کرنے سے پہلے ہی ایک نقشرے کی مدد پر ہندوؤں کی عزت کرتے تھے۔ ترتیب دے کر مجھے تمام صورت حال سمجھادی تھی اور بتایا تھا کہ اگر راستے میں کوئی حادثہ پیش آجائے یا کوئی ایسی صورت حال ہو جائے جن کی بنا پر ہم لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں، مزوڈ ہوا تھا وہ ہر کہاں دو یاڑوں کی جہاتا ہے۔ بستی سے کچھ ہیں کس مقام پر پلٹا ہے۔ ایسے ہی تمام مقام تجویز کیے گئے تھے۔ فاصلے پر پہلے کے ایک مندر میں پتھر کا دوکانا بھی پھولوں سے ادران کے بارے میں مجھے تمام تفصیلات فراہم کر دی تھی۔ اگلے کھڑی تھیں اس سے کچھ فاصلے پر گرم پانی کا ایک اشار تھا۔ راہبوں کے طیلے میں ہمارا سفر تمام دن جاری رہا۔ ہمارا اور حقیقت جیسا کہ سمبور تو رائے تھا تھا۔ اس نے اس سفر کا ایک تفریحی دائرہ سمیت کے پہاڑوں سے منگول کوچوں کے قافلے گھنٹا بھر جاتے نیچے اتر رہے تھے اور پہاڑیوں کے دامن میں بیٹھ کر دیا کے بابا پانی سے گذر کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ ندرت اور غاروں یا قدیم خانقاہوں میں پناہ لیتے۔ اس وقت بھی تامل نگاہ رات کی تاریکیاں چھیلی ہوئی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی خانقاہوں کا یہ سلسلہ دوڑ تک بکھرا ہوا تھا۔ ایسا گاؤں میں پہنچنے کے جہاں بیرونی علاقے میں خانقاہیں جو جوڑم سموس ہوتا تھا جیسے لاقعد اور انسان رات کی تاریکی میں سر پھیلانے خالی اور خاموش اطراف میں بکھرے ہوئے سناٹے ہوتے ہیں۔ مناظر پیش کر رہے تھے۔

رات ایک خانقاہ میں گزارنے کے بعد صبح کو پھر ہم اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے سے گذر کر ایک گہری داوی میں داخل ہوئے جہاں سے ندرت اور سمبور تو رائے اس وقت خانقاہ تک آگے کے لاڑو کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آگ کی پیش موسم ہوئے خاص تیز رفتار ہو جاتی تھی۔ سمبور تو رائے اس وقت خانقاہ تک آگے کے لاڑو کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آگ کی پیش موسم کا سلسلہ توڑا اور ہمیں اس ندی کے باسے میں تفصیلات بتائی اور ویسے ہی خوشگوار آج فراہم لگا۔ اس نے کہا کہ وائیں سمت کے پہاڑی سلسلے ناقابل تسخیر اور بھی تھی۔ شعلوں کے سلسلے سمبور تو رائے جھکے ہوئے چہرے سے ایک بدھ قبیلہ کو روک دیا، ان پہاڑوں کی پوجا کرتا ہے اور ان کو عجیب پر لرا شکل میں پیش کر رہے تھے۔ دفعاً اس نے نگاہ نزدیک الی پر پاؤں رکھنا گناہ ہے۔ قبیلے کے افراد کے کہنے لگا کر کہا۔ "تم نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں نہیں پوچھا کالی"

"کیا میں نے سوایا انداز میں کہا۔"
"اگر کسی شریا نے ان کی راہنمائی کرنا قبول کر لی ہے تو پھر پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ انہیں صحیح راستوں پر لے جا رہا ہوگا"
"میں شریا قابل اطمینان ہوتے ہیں" میں نے سوال کیا۔
"ہاں کھپا تہوں کی نسبت وہ شریف النفس گردنے جاتے ہیں بلکہ کھپا قابل راہبوں کی بڑے تقصیر کیے جاتے ہیں۔ کسی بھی کھپا پر پھر دوسرے کرنا، اپنے آپ کو ہلاکتوں میں ڈالنا ہے۔ یہاں کے بارے میں تمہاری معلومات خاصی وسیع ہیں۔ ہاں۔ یوں سمجھ لو گا زالی کہ میں نے ان علاقوں کے

اس کی نسبت شریا قول کے ضمنی اور بات کے سیکے ہوتے ہیں۔ لیکن مشروانی میں آپ نے یقیناً ان لوگوں کی ذہنیت کے بارے میں سوچا جو کو دیشی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کچھ عرصہ قبل ہی جی دوسروں کی مانند وہیلین کے بارے میں سوچا تھا۔ جس صاحب جن کا تعارف کسی حد تک ندرت اور باقی میں کر چکا ہوں۔ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ کل کر یہی سوچتے تھے کہ اگر وہ دیشی کی تلاش میں کامیاب ہو جائیں تو گویا خزانے تک پہنچ گئے۔ لیکن آج آپ سے ملنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ندرت میں بلکہ وہ تمام لوگ جو خزانے کی تلاش میں سرگرداں ہیں، کتنی جھانٹوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر وہ دیشی تک پہنچ ہی جائیں تو وہیلین جو دوسری جنگ عظیم میں ماسوس کی حیثیت سے کارنامے انجام دے چکے ہے۔ اتنا تر فوار تو بہت نہ ہوگی کہ خزانوں کے منہ ان کے لیے کھول دے"

"بالکل درست کہا تم نے لیکن پتھر اور پورے کے انبار انسان سے اس کی عقل چھین لینے ہیں۔ سوچنے والے بغیر سوچے سمجھے پاگلوں کی طرح اس پختی آگ کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ یہ جانتے بغیر کہ اس میں مہلا دینے کی قوت ہے۔ وہیلین بے شک خزانوں سے دلچسپی نہیں رکھتی لیکن مونٹ ہورٹ کا عظیم الشان خزانہ اس نے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے وقت کو دیا ہے۔ وہ خزانہ وہ اپنے مقصد کے لیے تو فرج کر سکتی ہے لیکن خزانے کے متلاشی آسانی سے اسے حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس خزانے کی وجہ سے وہیلین کی طرف دوڑ رہے ہیں بالآخر عذاب کا شکار ہو جائیں گے۔ لیکن خزانہ انہیں حاصل نہیں ہوگا۔ سمبور تو رائے بات بالکل درست تھی۔ وہیلین اتنی بڑی قوت کی مالک ہو کر کس طرح ان کے فریب میں آسکتی تھی جس حد اور بیکے براؤن بڑے گوین کو حاصل کرنے کے بعد اپنی دست میں وہیلین کا سمرنا پا چکے تھے لیکن اس کا کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ اس طرح اگر اب اپنی تمام تر کوششیں صرف کرنے کے بعد وہ وہیلین تک پہنچ بھی جاتے تو انہیں کیا حاصل ہوتا؟ یہ سب کے سب مراب کی طرف دوڑ رہے ہیں اور اس کے نتائج ان کے حق میں بہتر نہیں ہوں گے۔"

سمبور تو رائے وہیلین کے بارے میں کچھ اور باتیں بتلانا۔ میں نے اب اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دیا تھا کہ ندرت یا سمبور تو رائے مرضی کے بغیر ان سے کچھ پوچھنے کی کوشش کروں۔ جب وہ مجھے متحدہ باتوں سے روشناس کر چکا ہے تو آنے والے لمحات میں کبھی نہ کبھی میں اس عجیب و غریب کردہ کے

اصل مقصد سے بھی آگاہ ہو جاؤں گا اس کے لیے ان کی زبردست مدد و جہد جاری ہے۔ میں اس بار سے میں خود ان سے کوئی سوال کیوں کروں۔

"گا زالی دو دن گذر چکے ہیں اور اس سے قبل وہ دن بھی جرم نے کٹین میں گزارے۔ تمہاری مشق اب بھی بھرا جا رہی ہے۔ لہذا اس کے لیے بہتر نہیں ہیں؛ سمیو تو رولنے کہا۔"

"میں خود بھی تم سے یہی کہتا جا رہا تھا سمیو تو رول رہا ہے۔ اس سفر میں کوئی الجھن مدد پیش نہیں ہے اور ہم سیاحوں کی مانند یہ سفر کر رہے ہیں تو کیوں نہ میں اس سہری وقت سے فائدہ اٹھا کر اپنی مشق شروع کروں؟"

"کل صبح سوچ نئے سے چلے تمہیں جاگنا ہو گا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا؛ سمیو تو رول اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی رہائش گاہ میں چلا گیا۔ ندرت البتہ میرے پاس بیٹھی آگ کے شعلوں کو دیکھتی رہی۔ خانے وہ کس صبح کا شکار تھی۔"

"تمہیں نیند نہیں آرہی ہے ندرت، یہ میں نے سوال کیا۔ اور وہ جیسے چونک پڑی۔ "نہیں" اس نے اپنی حسین آنکھیں میری طرف اٹھا کر کہا۔"

"مجھے اپنی آنکھوں کے سو میں گرفت کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ ندرت؛ میں نے یہ مذاق انداز میں کہا اور وہ چونک گئی۔ اس کے چہرے پر گہری سیدک چھا گئی۔ "کیا مجھے سے کوئی غلطی ہو گئی گا زالی؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔"

"ارے نہیں۔ میں نے تو مذاق میں یہ بات کہی تھی؛ میں نے جواب دیا۔ ندرت کی آنکھیں پھر تھک گئی تھیں۔ میں ان کے چہرے پر پھرا جانے والے تاثرات پر غور کر رہا تھا۔ اسی لمحے مجھے پھر وہی احساس ہوا جو مجھے پریشان کر دیتا تھا۔ ندرت محبت کی کیفیت کا شکار تھی۔ تعجب کی بات تھی کہ اتنے مختلف ماہول کی دل کی بھان ان احساسات اور کیفیات میں گرفتار ہو گئی تھی۔ لیکن اپنے اس احمقانہ تصور پر مجھے ہنسی ہو گئی۔"

ندرت نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر خود بھی مسکرا دی۔ "کیا بات ہے۔ کیوں ہنس رہے؟"

"نہیں۔ بس ایسے ہر۔"

"گا زالی؛ اس سفر کے بارے میں تمہارے تاثرات کیا ہیں؟"

"بہت اچھے ندرت۔"

میرے ساتھ ہو۔ سمیو تو رول جیسی نفیس اور عجیب شخصیت میرے ساتھ ہے اور پھر اظہار میں بکھرے ہوئے یہ پراسرار مناظر یہ سب کچھ مجھے بہت پسند ہیں۔ اور ظاہر ہے اپنی پسندیدہ چیز کے درمیان انسان خوش رہتا ہے۔"

"حسن صاحب کو کوئی یاد نہیں آتی تمہیں؟" ندرت نے سوال کیا۔

"میں نے وہاں ایک اچھا وقت گزارا ہے۔ وہاں کے رہنے والے؛ ندرت بولی۔ اور میں خبر مسکرا کر "تم ہمارا، تو میرا، جو گلیا یاد دہری لو کیوں کے بارے میں ہی پوچھنا چاہتی ہو ندرت۔ اچھا۔ بتاؤ کہ جب تم بھی وہاں تھے تو میرے لیے تمہارے ذہن میں کیا خیال ابھرا تھا؟"

ندرت اس سوال پر جڑ بڑھ گئی۔ اس نے کہا میں چلا گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ادھر ادھر دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ "میں دراصل اس وقت اپنی الجھنوں کا شکار تھی کہ کسی طرف توجہ دینے کی فرمت ہی نہیں ملتی تھی مجھے۔ تم نے دیکھا ہو گا گا زالی کہ وہ سب تمام لوگ اپنی اپنی نسیجات میں مشغول رہتے تھے لیکن میں مجبور رہی کہ میں سے کسی کے ساتھ شامل ہو جاؤں تھی۔ سمیو تو رول دوسرے لوگ مجھے سے لہنے رہتے تھے اور اس کی وجہ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں۔ میں پوری طرح اس صورت حال سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک مقصد تھا جو اب تمہاری نگاہوں سے دور نہیں ہے۔ وہ آدمی جب گوئیں کرنا دیتا تھا تو مجھے دلی اذیت ہوتی تھی۔ ہمارے ذہن نے اس کے فطرت انتقامی کارروائی کرنے کے لیے سوچا لیکن پھر میں نے گوئیں کے بہتر مناظر میں کچھ نہ کیا اور صبر کی رہی۔ میں دراصل اس بات کی خواہش تھی کہ گوئیں کا ذہنی توازن درست ہو جائے۔ مگر ایسا ہو گیا گا زالی تو صورت حال بالکل بدل ہوئی۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"گوئیں اور میں خاموشی سے وہاں سے نکل آتے۔ اگر ہمارا راستہ دوڑنے کے کوشش کی جاتی تو پھر راستہ روکنے والوں کی شدید نقصان سے دوچار ہونا پڑتا۔ یہ بات میں نہیں جانتی تھی کہ کسی سازش کے تحت گوئیں کا ذہنی توازن مسلسل خراب رکھنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ ویسے ان لوگوں نے اسے اس پر بڑے منظم کمپین کیے۔ گوئیں شروع ہی سے مصیبتوں کا شکار رہا ہے۔ ندرت کے لہجے میں افسردگی پیدا ہو گئی۔"

"ایسے موقعوں پر مجھے شدید غصہ آنے لگتا ہے ندرت۔"

جب میں تم سے تمہارے بارے میں گفتگو کرتا ہوں اور پھر جانک میرے راستے بند جاتے ہیں؟"

"اس کے لیے یقینی ندرت چاہو گے کہ لوگوں کی۔ لیکن ہمارے مجبوروں کا بھی خیال کرو۔ دراصل میں جس عظیم مقصد کے لیے جدوجہد جاری رکھتی پڑی ہے اگر اس کی تکلیف کسی کو مل گئی تو میری مشکلات کا شکار ہو جائیں گے ہم لوگ۔ تم یہ سمجھ لو بے شمار انسان بے شمار جیسے انسان زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ مجھے تم پر بالکل اعتماد ہے گا زالی اگر اعتماد نہ ہوتا تو میں وہاں میں سے تمہارا تذکرہ نہ کرتی۔ یہ نہ کہہ دیتی اس سے کہ اگر صحیح آدمی کا انتخاب اپنے مشن کے لیے کرنا ہے تو وہ گا زالی ہے۔ ایسے حالات میں تم یہ سمجھ لو کہ میں کس حد تک مجبور ہوں گی کہ تمہیں کچھ نہیں بتا رہی۔ میں تم پر مکمل اعتماد کرتی ہوں۔ یقینی کرنا شاید اتنا ہی اعتماد کرتی ہوں جتنا خود پر۔ لیکن یہ سب کچھ۔ یہ راز میری ملکیت نہیں ہے گا زالی۔ میں اپنا سب کچھ تمہیں دے سکتی ہوں لیکن؛ ندرت کو اپنے الفاظ کا احساس ہو گیا اور وہ خاموش ہو گئی۔"

"میں نے تمہاری مجبوری تسلیم تو کر لی ہے ندرت۔ میں یونہی کہہ رہی خیال آجاتا ہے۔ چلو وعدہ آئندہ اس کی شکایت بھی نہیں کروں گا؟"

"جب ہم اپنا مقصد پالیں گے گا زالی۔ تو۔ تو یہ وہ خاموشی ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔"

"تو؟" میں نے سوال کیا۔

"مسٹر؛ اس نے کہا اور نہیں پڑی۔"

"اس وقت تک ندرت؛ میں نے اس کی ہنسی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے درمیان حرفت کام کی باتیں ہو گئی۔ ہم اپنے ہر احساس پر پابندی لگا دیں گے۔"

ندرت جھوٹی رہ گئی تھی۔ وہ میرے الفاظ کا مفہوم جاننے کے لیے میرے چہرے کو غور و ملاحظہ رہی تھی پھر ان کے آہستہ سے کہا۔ "میں نہیں سمجھی گا زالی؟"

"مسٹر؛ میں نے کہا اور بات کا رخ بدل دیا۔ وہ پریکٹک خاموشی چھائی رہی تھی پھر وہ آہستہ سے بولی "اب انہیں؟"

"ہاں؛ میں نے جواب دیا اور اٹھ گئے۔"

ندرت کی کیفیت کے بارے میں سوچتے سوچتے نیند آگئی۔ دوسری صبح سمیو تو رول نے جگا یا تھا۔ سورج نہیں نکلا تھا اور باہر کی فضا میں خاصی خشکی تھی۔ سمیو تو رول نے میرے بدن سے اوپری لباس اترا دیا اور پھر اپنی نحرانی میں مشق شروع کرادی۔

سورج نکلا یا لیکن اس نے میری جان نہیں چھوڑی تھی میرا انگ انگ بیچ بڑا تھا۔ خیال تھا کہ آج شاید سفر نہ کر سکیں۔ سمیو تو رول سے کئی بار میں نے اس بات کا اظہار بھی کیا لیکن اس کی تھیر ملی آواز اچھری "جاری رکھو۔ پھر جب اس نے دونوں ہاتھ کر کر آج کی مشق ختم کرنے کا اعلان کیا تو میں زمین پر بیٹھ گیا۔ سامنے نگاہ اٹھی تو ندرت دونوں ہاتھوں میں ایک پیالہ سنبھالے کھڑی تھی جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ سمیو تو رول کے اشارے پر وہ آگے بڑھی اور پیالہ میرے سامنے کر دیا۔ طوعاً کرہاً بے سہارہ سال پینا پڑا تھا۔ لیکن آدھے گھنٹے کے بعد اس کی افادیت ظاہر ہو گئی۔ بدن اس طرح سبک ہو گیا جیسے کوئی مشقت ہی نہ ہو۔ اس کے بعد سفر کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور ہم چل پڑے۔"

آسمان پر گہرے بادل چھاتے چلے گئے اور مناظر دھندلے سے پڑ گئے۔ کسی لمحے بارش ہو سکتی تھی۔ کبھی ڈھلان اترتی پڑتی اور کبھی چٹھیا ٹیال چڑھتا پڑتا تھا۔ ہمارے ساتھ سفر کرنے والے تل ان راستوں کے مادی تھے اور انہیں کوئی وقت نہ ہوتی تھی لیکن ہمیں چھوٹ چھوٹ کر قدم رکھنا پڑتا تھا۔

بادل سارا دن چھلے رہے لیکن بارش کی ایک بو نہ تھی۔ برسی۔ اس کے بعد ہم ایک بڑی ندی کے کنارے پہنچ گئے جس کے ساتھ قدرتی چٹانی پتھر تھا۔ یہ پتھر سیلوں تک پھیلا چلا گیا تھا۔ پہاڑی کے دامن میں سیاہ رنگ پتھر دیکھے جو بہت بڑے بڑے تھے۔ ان سے کچھ کیچلی چلنا پڑا۔ سمیو تو رول نے کہا: "وہاں سمت کے پہاڑوں کی بلندی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرے خیال میں ان کی چوٹیاں آسمان میں پیوست ہو گئی ہیں؛ میں نے ہنس کر مائلنے سے کام لیا۔"

"ہر فانی انسان کا تصور انہیں پہاڑیوں سے وابستہ ہے؛ سمیو تو رول نے کہا۔"

"اوہ۔ تب تو یہ تاریخی حقیقت کی حامل ہیں؟"

"میرا فیصدی؟"

میں ان بلندوں پر نگاہیں دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ سنگی چٹانوں کی یہ وادی زمین کی عظمت کی مظہر تھی۔ اسے ٹھوکر تے کرتے رات ہو گئی اور پھر ہم نے کیپ گلا دیا لیکن رات کی تاریکیوں میں میں نے عجیب منظر دیکھا تھا۔ آگے جا کر پہاڑ اس طرح محکم جاتے تھے کہ راستہ بند ہو جاتا تھا۔ میں نے سمیو تو رول سے اس کے بارے میں پوچھا۔

"ہاں اگر ہم چیک کرنے کی کوشش کریں تو واپس آئی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں سے سفر کا آغاز کیا تھا؟"

”تو پھر“

”ہیں یہ نئی سیر کرنی ہوگی“
”کیوں اس کی رفتار تو بہت تیز ہے۔ کیا پاک اسے عبور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں“

”پاک“ سمبور تو اس قدر تیز ہے کہ ہنسنا پاک بھی نہیں ہمارا سنا دوسرے دیکھتے تھے“

”باقی سفر بدیل طے کرنا ہوگا۔“
”نہیں۔ آگے پاک پھر مل جائیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہیں سنبھالنا ہوگا“

رات کے آخری حصے میں موسلا دھار بارش نے آئی اور ہمیں جھاگ کر گیلانوں کی اوٹ میں پناہ لینا پڑی۔ پاک بارش کے طوفانی تھپتھپ سے پریشان ہو کر جھاگ ٹھٹھے ہونے لگے۔ موسم میں بڑی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی اور یہ سب دیکھتے دیکھتے ہوا تھا۔ نئی کاٹھنی چھانٹنے سے دسے رہا تھا اور ٹھٹھے دھشت سے ہوا ہو رہی تھی کہ اب ہمیں یہ فوٹانی نئی عبور کرنا ہوگی۔ لیکن سورج نکلنے سے بہت پہلے سمبور تازے لہجے جگادیا۔ بارش اب بھی ہورہی تھی۔ بمشکل تمام اس طوفانی بارش میں نیند آئی تھی۔ اس وقت سمبور تو کادھا کادھا بہت بڑا لگا۔ ”کیا مصیبت ہوئی ہے“ میں نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”مشق کا وقت ہو گیا ہے“

”لیکن باہر بارش ہے“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا“

”یہ ظلم ہے استاد محترم“ میں نے احتجاجی انداز میں کہا۔
”اٹھ جاؤ۔ دیر ہو رہی ہے“ سمبور تازے پھر ملے لیجے میں

کہا۔ اور میں باہر نکل آیا۔ آج کی مشق واقعی جان لیوا تھی۔ پانی آنکھوں میں گھس رہا تھا، بدن پر کیچڑی طاری تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ سب کچھ فیر سے محو ہو گیا۔ آج ایک اندرونی قوت سنبھلا دے رہی تھی۔ میں دلچسپی سے ہر دم کام کرتا ہر سمبور تازہ ہر ہلکا تھا۔ اور جب انتہا ہو گئی تو ندرت کو ہم سماں لیے آ موجود ہوئی۔

پھر سفر شروع ہو گیا۔ لیکن یہ سفر واقعی ہولناک تھا۔ ہر پناہ تکی ہمت سے راستے طے کر رہے تھے اور تیز ہواؤں اور بارش میں بھی ان کی ہمت میں کوئی کمی نہیں۔ جوں جوں تھی۔ نئی قریب آتی جا رہی تھی اور سمبور تو آ کر ان کے پاس سے عبور کرنے کے راستے تلاش کر رہی تھیں۔ نئی تک پہنچنے کے لیے بہت چھپلاؤں ڈھلان تھیں جن پر قدم جما کر تازہ جان جو کھول کا کام تھا۔ بارش کے باوجود میں نے تہی پر آ رہا۔ پھر سے ہونے ان درختوں کو دیکھی جو اس نئی کو عبور کرنے کا راستہ تھے لیکن تیز رفتاری میں ان درختوں

سمبور تو اشد ندرت سے کچھ گھٹنگو کر رہا تھا۔ میں نے خود دل کے درمیان بیٹھانے سے انہار ہمدردی کر رہا تھا۔ دیر تک میں ان کے پاس بیٹھا ہر پھر آرام کرنے کے ارادے سے اٹھ گیا۔ آج پھر دل میں کچھ یادیں ابھر رہی تھیں۔ سمبور تو اشد ندرت کے پاس بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔

دفعتاً بلند پہاڑ کے دامن میں میری نگاہ ایک شخص سے ٹھٹھے پر جم گئی۔ یہ روشنی کا لہجہ تھا۔ نظر کا دامن نہیں تھا۔ میں چونک کر کھڑا ہو گیا۔ تپانہیں دوسرے لوگوں کو اس کے باسے میں کچھ معلوم تھا یا نہیں۔ عموماً دیر تک میں اسے دیکھتا رہا۔ اس دیرانے میں آخر کوں ہو سکتا ہے، جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو مجبوراً سمبور کو آکر طرف بڑھ گیا۔ اس منظر کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

دونوں نے خوشدلی سے میرا استقبال کیا تھا۔ سمبور تازہ کہا۔ ”ہائیں تمہیں اپنی گنگلی میں شریک کرنا چاہتا تھی لیکن میں نے کہا کہ تمہیں کسی وقت تمہا بھی چھوڑنا چاہیے۔ ہر وقت ہم لوگ تم پر مسلط رہتے ہیں اور یہ اپنی بات نہیں ہے“

”کسی خاص موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی؟“
”نہیں میں کوئیں کے باسے میں باتیں کر رہے تھے“
”ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں“
”کیا۔؟“

”اس سیاہ پہاڑ کے دامن میں روشنی۔ اس طرف“
”روشنی؟“ سمبور تازے نے کہا۔ اور میں نے اٹھ کر اشارے سے ان دونوں کو روشنی دکھانی۔
”ہاں، ہے تو یہی اور کسی چراغ کی روشنی ہے۔ ندرت نے کہا۔“

”یہ کوئی تعجب چیز بات نہیں ہے“ سمبور تازہ بولا۔
”ہم کیوں۔؟“
”بدھمت میں ترک دنیا کا فلسفہ سب سے زیادہ ہے۔ ممکن ہے وہ کوئی ایسا بہت بوجھلن ویرانوں میں کوئی گھٹیا بنا کر عبادت کر رہا ہو؟“

”صرف امکانی پر ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے مگر یہ ہے یہ ہمارے لیے بہت اہم بات جو کچھ میں نے کہا۔“
”اوہ۔ میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔“ سمبور تازے نے کہا۔
اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ”دیکھیں اسے؟“

”بہت ضروری ہے“
”قتوڑو“ مستعدی سے بولا ندرت بھی خوشی سے تیار ہو گئی تھی۔ ہم تیز رفتاری سے اس طرف بڑھ گئے۔ ہمیں ناصحانوں

کو بھی جنبہ دے دیا تھا۔ کناروں سے بڑے بڑے پتھر لٹھک کر پانی میں گرتے تو خزانک گونگولٹ سنا لیتی تھی۔
”واہ میں۔ کیوں نہ ہم انتظار کریں“ میں نے اسے پتھر کہا۔
”ابھی تمام تر زہی قوت اس بات پر مرکوز کرو کہ ہمیں زردہ و سلامت سان تھوں پر سے گذر کر نئی عبور کرنی ہے۔ خود کامیابی میں ڈال دو گا زالی۔“ کوئی شخص کر رہا تھا سمبور تازے نے کہا اور مل کر دھلان پر چلا قدم رکھ دیا۔ میں نے ندرت کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی۔ ”ہمیں اس میں کوئی وقت نہ ہوگی“

میں نے دانت بیچنے لیے۔ یہ میری شخصیت کے لیے چیلنج تھا۔ ندرت بالکل خوش مزہ نہیں لگتی تھی۔ ہم قدم بہ قدم انٹیب میں اترنے لگے۔ ایک ذرا سی لغزشیں زندگی میں سکتی تھی اور ہم میں سے کوئی بھی نئی میں گر سکتا تھا۔ بالآخر ہم درختوں کے تنوں تک پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک تنے پر مجھ سے بیٹا ایک تہی مزور نے قدم رکھے اور برق رفتاری سے اسے عبور کر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ یہ اتنا آسان کام تو نہیں تھا۔ میرا تشدد رہ گیا۔ دوسرا مزور کسی قدر خوش مزہ انداز میں آگے بڑھ گیا اور اس نے ایک دوسرے درخت پر پاؤں رکھے تھے لیکن وہ اپنا توازن برقرار نہ کر سکا اور پانی میں گر پڑا۔ اس کی چند دلدو چیخیں سنائی دیں اور ان کا آن میں وہ ہماری نظروں سے لاپتہ ہو گیا۔

دل لرز گیا تھا۔ لیکن اندر سے ایک ہمت بھی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ بھی ہو یہ مرحلے کٹنا ہے۔ میں نے مدعاغے اس خیال کو جھانکا کہ میں باسانی کی درخت پر سے گذر کر نئی عبور کر لوں گا اور پھر دوسری طرف پہنچ کر ایک خوشگوار حیرت سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس کمزور کے علاوہ اور کوئی نقصان نہ ہوا۔ ہم دیکھنے کے بغیر آگے بڑھ گئے تھے۔

دو پہر گذری تو بارشیں رک گئی۔ احاطہ میں مرشے پاؤں میں ڈون ہوئی تھی جو غرب آفتاب کے وقت ہم باسروں کے ایک جھنگل سے گذر رہے تھے اور جب وقت نے اپنی گھنیری زلفیں چھیلائی تو ہمارے کھیلنے والے نظر اترنے لگے جو جھنگل میں سفر کرنے کی وجہ سے چھپ گئی تھیں۔ چاندان چوہوں کے پیچھے پوشیدہ تھا گھاس کی مدھم روشنی دلوں تک پہنچ رہی تھی ہمارے سامنے سیاہ پہاڑ کی دیوار جیستی جلی جا رہی تھی۔ اسی بگ کھسپا دیا گیا۔ اور مزور اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ اپنے ایک ساتھی مزور کی ہلاکت پر وہ افسردہ تھے۔ ندرت کہنے لگی یہ دوسب خاموش ہیں۔ کہیں آگے بنا۔ ساتھ دینے سے اٹھ رہے کر دیں۔“

کا اندازہ تھا، ہم چلے تھے کہ کئی میل چلنا ہوگا لیکن اپنے جستس کو روک بھی نہیں سکتے تھے۔ روشنی پر نگاہ جمائے ہم آگے بڑھتے رہے۔ غافل طے ہوتے رہے۔ چٹانوں کے درمیان ہم نے روشنی کی جگہ کا اندازہ کر لیا تھا۔

یہ ایک پہاڑی غار تھا۔ ٹھٹھا اور بڑا سردار۔ روشنی ایک چھوٹے کابرائڈ لمپ کی تھی۔ فرض یہی کہ چادراؤٹھے سو رہا تھا۔ پھر سامان غار کے ایک گوشے میں رکھا ہوا تھا۔ چند لمحوں تک ہم غور سے سونے والے کا جائزہ لیتے رہے، پھر میں نے ایک فیصلہ کیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے چہرے سے چادر ہٹائی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ایک بدحال سا آدمی تھا۔ اذیتوں سے محروم تھا۔ بال بے تماشاً بڑھے ہوئے تھے۔ اس نے رحمت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ایک کراہ کے ساتھ گھبرا گیا۔ اب اس کی نگاہ ندرت اور سمبور تازہ پر پڑی۔ ”ڈاکو ہو؟“ اس نے پوچھا۔ انتہائی حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ اردو بول رہا تھا اور اس کا لہجہ ہندوستانی تھا۔

”ضمن کر لو“ میں نے جواب دیا۔
”جھاگ جاؤ۔ زردہ ہونے کے کوشش کرو۔ موت بہت آسان ہے“ اس نے تلخ لہجے میں کہا۔
”تم موت کا انتظار کر رہے ہو؟“ میں نے پوچھا۔
”موت کے لیے انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ زندگی کا کھوٹھی سخت مشکل ہوتا ہے۔ کیا میں تمہیں موت دے دوں؟“

پھر کھڑے جھٹلنا جھٹلنا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے ندرت اور سمبور تازہ کی طرف دیکھا۔ ندرت بوٹھے کی باتیں سمجھ رہی تھی لیکن سمبور تازہ کچھ الجھا ہوا کھڑا تھا۔ میں اس کی کہن کی وجہ سمجھ رہا تھا۔ وہ بوٹھے کی باتیں سمجھ نہیں پاتا تھا۔

”اتنی جلدی بھی کیا ہے۔“ میں نے سن کر ہنسنے کہا۔
”مذاق اڑا رہے ہو میرا۔“ بولرھا آنکھیں نکال کر بولا۔
”تم انگریزی بول سکتے ہو؟“
”چلے جاؤ یہاں سے۔ میں کہتا ہوں چلے جاؤ۔ ورنہ۔“
ورنہ۔ ”وہ غرنا یا۔ اور پھر میں ہنس پڑا۔ ”مگر تم ڈاکو ہو۔ ڈاکو“

وہ اردو سے انگریزی پر آگیا میرا اندازہ درست تھا۔ وہ کھڑا کھڑا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس کی اب تک کی گفتگو کا انگریزی میں ترجمہ کر کے سمبور تازہ کو بتایا اور سمبور تازہ نے بڑھ آیا۔
”ہم سا دھوئیں دوست، تم خود دیکھ سکتے ہو یہ سمبور تازہ نے کہا۔
”سادھو؟“ بولرھا پھر ہنس پڑا۔ ”ترک دنیا کر چکے ہو۔ ترکہ ہوس کر سکتے ہو۔“

"ہم نہیں سمجھے، سمجھو تو اسے بجز نرمی سے کہا۔
 'سونا، میرے دوست، کچھ چاہیے۔ بولو کچھ چاہیے۔ رکو
 ایک منٹ، رکو، وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کونے میں لٹکے ہوئے
 سنان کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس نے کچھ کہا اور دفعتاً نام میں پراسرار
 روشنی کی کرنیں بکھر گئیں۔ ہم نے تعجب سے دیکھا۔ اس کے
 ہاتھ میں کون ڈیڑھ فٹ کا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔ ایک ایسا مجسمہ جو
 سونے کا تھا، اندھ مچھڑی پراسرار روشنی اس مجسمے میں بڑے
 ہونے پر سونے میں نکل رہی تھی۔ میرے قدم بے اختیار اس
 کی طرف بڑھ گئے۔ مجھے میں یا پچھ میرے بڑے ہونے تھے۔
 بڑے بڑے اور حسین تلاش کے ہمراہ۔ میں نے سچتر انداز
 میں اسے دیکھا اور پھر سمجھو تو اس کی طرف دیکھنے لگا۔
 'میری طرف سے اسے بطور تحفہ قبول کرو۔ ہاں میں اپنے
 بچوں کو اس کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ لے جاؤ۔ اسے لے
 جاؤ۔ یہ اس نے سچتر انداز میں کہا۔
 'ہم تم سے کہہ چکے ہیں۔ ہم کو انہیں سادھو ہیں ہمیں
 اس کی ضرورت نہیں ہے۔' سمجھو تو اعلیٰ سے بولا۔
 'آؤ۔ میں سادھو کیوں نہ ہوا۔ میں نے دنیا کیوں نہ ترک
 کر دی۔ میں میں، وہ چھوٹ چھوٹ کر رو پڑا۔ لے جاؤ جیو گلوں
 کے لیے اسے لے جاؤ میں اس شخصیت سے زندگی بچانا چاہتا ہوں
 لے جاؤ اسے۔ میں میں۔'
 سمجھو تو اسے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور نرم لہجے میں
 بولا۔ تم کسی دم درناک حادثے سے دوچار ہونے ہو کیا پریشانی
 ہے تمہاری، ہمیں بتاؤ ممکن ہے ہم تمہاری کچھ مدد کر سکیں؟
 'ہر کتنا قیمتی مجسمہ ہے تم دیکھ رہے ہو۔ بس اسے لے
 جاؤ۔ اور کچھ نہیں چاہیے مجھے؟
 'کیسا ہے یہ مجسمہ۔؟'
 'تم لوگ سادھو ہو۔ انہیں پہلوں میں رہتے ہو؟
 'ہاں۔'
 'تب تم مجھے انرا ایمون کا راستہ بتا سکتے ہو۔ بولو وہ
 کونسی پہلڑی ہے۔ میں اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تنگ
 گیا ہوں۔'
 'انرا ایمون؟'
 'ہاں ایک چٹان جو سانپ کے بچوں کی مانند ہے۔ دوسرے
 کون بڑا سانپ بچن کا ڈھبے بیٹھا نظر آتا ہے۔ انرا ایمون اسی
 کے پیچھے ہے۔ شخصیت کی دیوی انرا اسماستمان؟
 'کون دلو لانا ہے شاید، میں نے آہستہ سے کہا۔ لیکن
 بڑھتے نے سن لیا۔' دیوانہ مزاج تو اس کو اس غلاب میں گرفتار

کیوں ہو جاتا۔ سب کچھ لوٹ لیا اس نے میرے لیے مہاراجھوڑ
 دیا ہے اس سنار میں اس شخص مجھے نے مجھے۔ لے جاؤ۔
 اسے لے جاؤ۔ میں تمہاری منت کرتا ہوں، آؤ پھر اس کے لنگا
 سمجھو تو اسے اس کا شانہ پکڑ کر کہا۔ سچھو باہر چلو۔ بیٹھو
 کچھ دیر باتیں کریں گے۔ اپنے دل کا بوجھ نکل کر دو۔ کی کہاں سے
 اس مجسمے کی شانہ ہمدردانہ لہجے پر بڑھ چکا پھر سکون ہوا
 اور جہاں سے ساتھ باہر نکل آیا۔ بہت شایا ہوا ہوں میں
 بہت پریشان حال ہوں بیٹھا۔ میری مدد کرو۔ میں ایک بار
 ایک بار مجھے انرا ایمون پہنچاؤ۔ میں اس شخص مجھے سے
 بیچنا چھوڑنا چاہتا ہوں؟
 "یہ مجسمہ کہاں سے ملا تمہیں؟"
 بڑھا گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "میرا شہر گنگو
 ہے۔ رانا شمشیر گنگو۔ رانا تیغ گنگو کے خاندان کا فرد ہوں
 میں، ایک بہم جو کی حیثیت سے شہر کی بھی میرا نام تھا ہاں لگا ہوں
 سے گذرا ہوں لیکن پرانی بات ہے۔ رانا خاندان بہت دولت مند
 لوگوں کا خاندان تھا۔ عیش و عشرت کی زندگی گزارنے لگے
 بہت سے شوق پیدا کر رہے تھے۔ چنانچہ مجھے بھی ہم جونی کا
 شوق تھا۔ اس شوق کو دولت کا سہارا حاصل تھا چنانچہ اس
 میں کوئی رکاوٹ نہ ہوئی اور میں دنیا کے پراسرار علاقوں کی سیر
 کرتا رہا۔ میں نے دوسرے جاہت لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر
 بہت سے پہاڑوں کی چوٹیاں سرسبز نظر ناک علاقوں میں داخل
 ہو کر خزانے تلاش کیے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم کوئی بھی
 خزانہ حاصل نہ کر سکے میری پوری جوانی اسی آوارہ گردی میں
 گذری۔ سال دو سال میں کبھی ایک بار اپنے وطن چلا جاتا تھا
 جہاں میرے پتاجی اور دو بڑے بھائی تھے وہ مجھ سے سخت
 نالائقی تھے جاملو کا تمام کام انہیں کے سپرد تھا۔ ایک بار میں
 اپنے وطن واپس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ پتاجی اس دنیا سے گذر
 گئے۔ مجھے پہلے بار ایک شہید ہمدرد سے بے دوچار ہونا پڑا اور
 مجھے احساس ہوا کہ میں اپنے فضول شوق کی وجہ سے آخری وقت
 میں پتاجی کی شکل دیکھنے سے بھی محروم رہا۔ اس کے بعد میں نے
 کافی وقت وطن میں گزارا۔ لیکن پتاجی کی موت کا دکھ کم ہوتے ہی
 میرا شوق پھر ابھرا آیا۔ بھائیوں کی خواہش تھی کہ میں بھی ان کے
 ساتھ جاملو کا کام سنبھال لوں لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی
 نہیں تھی، آخر میں ایک بار پھر مجھ سے نقل کھڑا ہوا۔ مجھے ہالیہ
 کی ترانی میں پھیلے ہوئے پراسرار علاقوں کو دیکھنے کا شوق تھا۔
 چنانچہ کچھ جاہت دوستوں کے ساتھ میں اس طرف نکل پڑا۔
 راستے میں دشواری نہیں پیش پئی۔ میں اور میری ٹیم کے چار افراد

تبت کی سرحد کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ بدھ
 بکشوؤں، لاماؤں اور بگڈوں کا یہ شہر ہے حد پراسرار تھا۔ اس
 علاقے کی ایک ایک چیز حیرت انگیز تھی۔ ہم آگے بڑھتے رہے
 اور پھر ایک دن اس جگہ پہنچ گئے جہاں چاروں طرف سیاہ
 رنگ کی کافی زدہ چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔
 "بڑا ویران علاقہ تھا۔ چاروں طرف ایک عجیب سی اداک اور
 ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ ان اطراف میں ہم نے پرندے تو کیا
 حشرات الارض تک نہ دیکھے۔ جھانپنے یہ علاقہ چاروں طرف سے
 خالی کیوں تھا۔ میرے ساتھ اس علاقے سے ہول کھانے
 لگے، میں بھی اس پراسرار ماحول سے بے حد متاثر تھا لیکن اس
 کے ساتھ ہی ایک انجانی سی کشش بھی محسوس کر رہا تھا۔
 "شام ہو چکی تھی اس لیے ہم نے رات وہیں گزارنے کا
 فیصلہ کیا اور ایک مناسب جگہ کیسپ لگا دیا۔ میرے ساتھ پرتھو
 ہی کیسپ بھی گھس گئے۔ وہ خوفزدہ تھا ہاں، تو میں ماحول
 سے متاثر نہ ہو سکا لیکن ان کی طرح خوفزدہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر
 کے بعد جا بجا نکل آیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے کہا کہ ہم بیانیہ
 راست میں ان چٹانوں کی سیر کریں۔ لیکن ان میں سے کوئی تیار نہ
 ہوا۔ دن کی روشنی میں وہ چٹانیں اس قدر عجیب لگ رہی تھیں
 تو رات میں کیا حال رہا ہوگا۔ یہی سوچ کر وہ رگ گئے۔ میں ان
 کی بزدلی سے جتنی اگلا اور تنہا ہی باہر نکل آیا۔ میں نے اپنی
 حفاظت کے لیے رائفل ساتھ لے لی تھی۔ یوں ہی ہمیں اس
 علاقے میں خوفناک مندر سے نظر نہیں آئے تھے اس لیے میں
 اس طرف سے زیادہ فکر مند نہیں تھا۔ بلاشبہ کیسپ سے باہر
 کا ماحول بے حد خوفناک تھا۔ سیاہ چٹانیں لوہے کی جی تھیں
 جیسے گندری رو میں سیاہ کھیل اور مڑھے گردن جھکانے بیٹھی
 ہیں۔ میں ان چٹانوں کے درمیان سے گذر کر آگے بڑھتا ہوا ہوا
 کیسپ سے کافی فاصلہ نکل آیا۔ تھوڑی دیر گھومنے کے بعد میرا
 رہا سہا خوف تھم دیا اور ہو گیا اور اب یہ ماحول مجھے بے حد دلچسپ
 لگ رہا تھا۔ میں آگے بڑھتا ہوا اور کیسپ سے کافی دور نکل آیا۔
 تھوڑی دیر گھومنے کے بعد میں ایک بڑی چٹان پر سے اتر آیا
 تھا کہ دو تقریباً سو گز کے فاصلے پر ایک اونچی چٹان کے سرے
 پر مجھے روشنی کا ایک ننھا سا نقطہ نظر آیا اور میں حیران رہ گیا۔
 یہاں کون ہو سکتا ہے۔ یہ میں نے سوچا وہ روشن نقطہ یقیناً
 کوئی چراغ تھا۔ شاید کوئی بدھ راہب اس ویرانے میں عبادت
 کر رہا تھا۔ اب میری دلچسپی جاگ اٹھی، ان پراسرار راہبوں کے
 بارے میں، میں نے بھی بڑی دلچسپی داسٹائیں سن رکھی تھیں
 چنانچہ میرے دل میں اسے دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا اور میں

چٹانیں چھلانگتا ہوا اس روشنی کی طرف بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر
 کے بعد میں سانپ کے چھین چھوٹا چٹان کے پاس پہنچ گیا جو
 نیچے سے تا ہموار اور بے ہنگم تھی اور پراسرار ایک سانپ کی شکل
 اختیار کر گئی تھی۔ اس کے اوپری سرے پر وہ چراغ روشن تھا۔
 چراغ کی دھند روشنی اس مینار کے داخلی دروازے کو بھی منور
 کر رہی تھی جو گولا نیچے ہونے لگا۔
 "بلاشبہ یہ چٹان قدرتی تھی لیکن کسی بدھ راہب نے اسے
 اپنے رہنے کا ٹھکانہ بنالیا تھا۔ میں اس بڑے سے گول چراغ کی
 طرف بڑھ گیا۔ میں نے جھانک کر اندر دیکھا اندر صاف سفات
 فرش نظر آیا تھا۔ میں بہت کر کے سوراخ کے اندر داخل ہو گیا۔
 فرش کے اوپر تھم کر ایک ڈیڑھ بنا ہوا تھا اور اس ڈیڑھ پر
 شاید کڑوے تیل کا چراغ جل رہا تھا لیکن اندر کوئی نہ تھا۔ فرش
 صاف ستھرا تھا اور یہاں کسی انسان کا کوئی وجود نہ تھا۔ میں نے
 سیرانی سے چاروں طرف دیکھا۔ گول سوراخ کے بائیں برابر والی
 دیوار میں مجھے دو چیزیں نظر آئیں ایک تو پتھر کا مجسمہ تھا جس
 سیاہ چٹان کو تراش کر بنا گیا تھا۔ مجسمہ ایک بہت ناک شکل
 کی عورت کا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں تعالیٰ تھی اور دوسرے
 میں ایک کرپان نما چیز جو ادھی ٹوٹ چکی تھی۔ دوسری چیز یہ
 مجسمہ تھا۔ ہاں یہی مجسمہ عورت کے مجسمے کے نزدیک ایک طاق
 میں رکھا ہوا تھا۔ یہی میں لگے ہوئے میرے چمک رہے تھے
 اور گردن میں بڑے ہونے ہاں جگہ رہے تھے۔
 "میں اس مجسمے کو دیکھ کر بہت متاثر رہ گیا۔ میں نے قریب
 پہنچ کر اس میں جڑے ہونے، میرے دیکھے۔ اس کی گردن میں
 بڑے ہونے دیکھے اور ان کی قیمت کا اندازہ لگایا۔ بلاشبہ
 انتہائی قیمتی تھے، ہاں بھی نایاب تھے۔ گو یہ بہت بڑا خزانہ نہیں
 تھا لیکن بہر حال میرے لیے تو یہ خاصی اہمیت رکھتا تھا سب
 سے بڑی بات یہ تھی کہ اس دریاں علاقے میں اس کا مالک کوئی
 نہیں تھا۔ لیکن پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا کہ یہاں
 چراغ روشنی کرنے والا کہاں گیا۔ کسی نے تو چراغ روشن کیا ہوگا
 اگر وہ یہاں آگیا تو میں یہ مجسمہ نہیں حاصل کر سکتا۔ میں نے سچا
 اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اسے جلدی سے لے کر یہاں سے
 نکل جاؤں۔ میں نے عورت کے مجسمے کی طرف دیکھا اور مجھے کیوں
 مجھے محسوس ہوا کہ عورت مجھے غضبناک لگا ہوں سے دیکھ رہی
 ہے۔ مجھے اس کا کریان والا ہاتھ لگا ہوا تھا جو ابھی محسوس ہوا اور میں
 چند لمحوں کے لیے ٹھنک گیا لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ مزاحم
 ہے۔ یہ پتھر کا بت میرا کیا لگا سکتا ہے اور میں نے ہاتھ بڑھا
 کر مجسمہ طاق سے اٹھایا۔ مجسمہ اٹھانے ہی ایک عجیب سی سنسنی

میرے جسم میں دو گزنی لیکن صرف چند لمبے یہ کیفیت رہی پھر نارمل ہو گیا۔ اور مجھ سے کہو اگر ارادہ منادروان سے نکل آیا۔ یہ قیمتی جسم حاصل کر کے میں بے مددوش تھا۔ راستے میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھ پر اپنے ساتھیوں کی نظروں سے چھپاؤں گا، ورنہ وہ بھی اس پر اپنا جتنی جانیں گے۔ چنانچہ واپسی میں میں نے پہلے اپنے ساتھیوں کو دیکھا وہ سب بے خبر سو رہے تھے۔ میں نے مجھ پر اپنے سوٹ کس میں کپڑوں کے نیچے رکھو یا اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ اس جہ کے دوران پہل بار کوئی ایسی چیز ہاتھ لگی تھی۔ میں بہت سرد تھا۔ دوسرے دن ہر وہاں سے آگے بڑھ گئے اور پھر ایک ماہ تک گھومنے کے بعد ہم نے واپس کا پورہ گرام نکالیا۔

"اس دوران میں وہ مجھ پر اپنے دوستوں سے چھپانے میں کامیاب رہا تھا۔ میں نے انہیں ہوا بھی نہیں کئے دی تھی تب میرے دوست وارہلنگ پہنچ کر اپنے گھروں کو چل پڑے تو میں نے سکون کا سانس لیا۔ دوسرے دن مجھے اپنے علاقے میں واپس جانا تھا۔ یہ رات میں نے وہاں کے ایک بوتل میں گزار دی۔ میں مجھے کو دوبارہ دیکھنے کے لیے یہیں چھا چنانچہ اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے دروازہ بند کیا اور مجھ کو سونے سے نکال لیا۔ رات ہو چکی تھی کہ اسے کی تیز روشنی میں، میں نے اس قیمتی جسم کو نکالا اور دلچسپی اور حیرت سے دیکھنے لگا۔ اب اس کے کوشش واضح تھے۔ بلاشبہ یہ ایک حسین چیز تھی۔ اس میں لگے ہوئے قیمتی پیرے پگ رہے تھے اور اس کی گھران میں پڑے ہوئے ہار اپنی قیمت بتا رہے تھے۔ میں اسے دیکھا تو پھر اچانک میری انگلی مجھے کی پشت پر ایک اجنبی ہونی چیز سے ٹکرائی تو وہ چیز وہی تھی۔ میں چونک پڑا۔ میں نے اسے اور زور سے دیکھا اور مجھے کی پشت پر دو اس کے طرح کھل گئی۔ میں نے جلدی سے اس کھلے ہوئے خلا میں انگلیاں ڈالیں تو تیری انگلی ایک عجیب سی شے سے ٹکرائی، میں نے وہ چیز نکال لی۔ وہ چمڑے کا ایک ٹھوس سا تھکا جس کی چار تہیں تھیں۔ میں نے دھڑکتے دل سے اسے توڑ کر دیکھا، شاید کسی خزانے کا نقشہ ہے۔ میں نے سوچا لیکن چمڑے کے تعویذ پر کوئی نقشہ نہیں بلکہ جینی زبان میں لکھی ہوئی تحریر تھی جسے کسی عجیب مخلوق سے لکھا گیا تھا۔ اسے چمک رہی تھی۔ میں نے وہ تحریر پڑھی۔ لکھا تھا: "یہ مجھ پر خوست کی دیوی انتر کی ملکیت ہے۔ ہر اس شخص کو اتنا ہے جو اسے پاس لے یا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ اس جسم کو کوئی قیمتی شے سمجھ کر لے جائے تو کوشش کرے گا تو سخت محنت کا شکار ہو جائے گا۔ اسے

یہ سب اس جسم کی محنت تھی؟ کیا اس کے اندر رکھی ہوئی تحریر درست ہے؟ تب میں نے سوچا کہ اسے اٹھا کر تنگ دول پھر اس میں بڑھے ہوئے قیمتی پیروں اور اس کی گردن میں بڑھے ہوئے ہار کو دیکھ کر دل میں لالچ آ گیا۔ میں اب تلاش ہو گیا تھا جو خوست آئی تھی اچکی اب میرا کیا بڑھ گیا۔ چنانچہ میں نے اسے رہنے دیا۔ زندگی گزارنے کے لیے کو بہانے ضروری ہوتے ہیں۔ میں بھی اپنا تمجھوں کر ملازمت تلاش کرنے لگا لیکن مجھے ملازمت نہ ملی۔ میں دروہ کی ٹوکریں کھاتا رہا اب مجھے فاقے کرنے پڑے تھے۔ ایک دن میں نے اس جسم کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا اور اسے کہ بازار میں نکل آیا۔

میں نے یہ جسم ایک جوہری کو دکھا اور وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس نے اس کی قیمت ایک لاکھ روپے لگانا اور میں منہ پھاڑ کر کہ گیا۔ میں اس جوہری کو پاگل سمجھ رہا تھا ہر حال میرے ہال کرنے پر اس نے ایک لاکھ روپے کی پیشکش سے ہاتھ میں ہتھار دیا۔ میری زندگی نے ایک رخ بدلا۔ میں نے ایک گھر کرانے پر لیا اور اپنی نئی زندگی کا پورہ گرام بنانے لگا۔ لیکن زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ایک دن وہی جوہری پچھ آؤں گے ساتھ میرے مکان پر آیا۔ نہ جانے کس طرح اس نے میرا تپا لگایا تھا۔ جوہری بہت لال پیلا ہو رہا تھا۔ اس نے مجھے دھمکیاں دیں کہ وہ مجھے پوئیس کے حوالے کرے گا کیونکہ میں نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب سے اس نے یہ جسم خریدتا ہے اس کی دکان میں دو بار چوری ہو چکی ہے جس میں تین چار لاکھ روپے کا سامان چلا گیا۔ جوہری کا پھونڈا روکا اسکول سے آتے ہوئے ٹرک کے حادثے کا شکار ہو کر چل بسا۔ ابھی نہ جانے اور کیا ہوتا کہ جوہری نے کسی طرح مجھ سے اندر رکھی ہوئی تحریر دریافت کر لی اور اسے پڑھنے کے بعد وہ مجھے تلاش کرنے لگا۔ جوہری نے مجھ سے کہا کہ میں یہ جسم لے کر اس کی رقم واپس کر دوں۔ تب میں نے اس سے کہا کہ اس کی رقم کا ایک حصہ تو فروغ بھی کر چکا ہوں۔ میرے پاس صرف باسٹھ ہزار روپے باقی بچے ہیں۔ جوہری نے اس رقم پر قناعت کر لی۔ اس نے مجھ سے باسٹھ ہزار روپے کا چیک اسی وقت لے لیا اور مجھ پر میرے سر مار کر واپس چلا گیا۔

فاتر شہی، بہاری، بھوک اور تہاں کیا کیا نہ دیا اس نے مجھے۔ کچھ بھی نہیں رہا تھا میرے پاس۔ آہ۔ ساری دنیا مجھے ایک ویران کھنڈر لگتی تھی۔ کچھ مجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ یہ محسوس مجھ پر ایسا چھینا چھوڑا۔ میں نے اپنے دور سترن سے مدد مانگی، ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلا اور کوڑوں کوڑی جمع

کر کے ایک بار پھر حیرت میں داخل ہو گیا۔ لیکن سالہا سال گذر چکے ہیں۔ انتر بھوں مجھے نہیں ملتا۔ میں راستے سے بھٹک گیا ہوں میری مدد کرو۔ مجھے انتر بھوں کا راستہ بتا دو اب میں تنگ گیا ہوں۔"

بوڑھے کی آواز زندہ گئی۔ ہم تینوں اس عجیب کہانی پر دنگ رہ گئے تھے۔ بڑی اونٹنی کہانی تھی۔ ناقابل یقین سمجھو تو اور ندرت خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے پھر ندرت نے کہا: "تم نے یہ جسم کسی کو دے کیوں نہیں دیا؟" بوڑھے ندرت کی طرف دیکھا۔ اور پھر بولا: "جوہری کی کہانی میں تمہیں سنا چکا ہوں۔ اس کے بعد بھی میں نے کچھ کوشش کی تھیں لیکن ناکام رہا۔"

"شکل؟" میں نے پوچھا۔

"ایک رات میں اسے لے کر پوئیس اسٹیشن پہنچا میں نے پوئیس افسر کو ایک کہانی سنائی۔ میں نے بتایا کہ کوئی اسمگلر اسے اسمگل کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن خوفناک حالات میں وہ اسے میرے پاس چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اسے پوئیس کی تحویل میں دے کر میں اپنا فرض پورا کرنا چاہتا ہوں۔ پوئیس افسر گورنام داس نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ لیکن اس کے دل میں لالچ آ گیا تھا۔ اس نے مجھے اطمینان دلایا کہ وہ اسے مال خانے میں بیچ کر دے گا۔ لیکن تقریباً دو ماہ کے بعد وہ خستہ حال میں مجھے ملا۔ اس نے بتایا کہ وہ کوڑی سے برخاست ہو چکا ہے اور اس کی بیٹی ایک ہی حد تک کھلا ہو کر مر گئی ہے۔ اس نے ان پر اسرار بالوں کا تذکرہ بھی کیا جو اسے پیش آنی تھیں پھر اس نے مجھے دھمکیاں دیں اور مجھ پر میرے حوالے کر کے چلا بنا۔ آہ یہ میرے لالچ کی مزل ہے۔ مجھے ہی یہ سزا چھٹکتا ہو گی"

"کاش تم اس مسئلے میں تمہاری مدد کر سکتے یا سمجھو تو رائے ہماری سے کہا۔"

"انتر بھوں کے بارے میں تم بھی کچھ نہیں جانتے؟"

"نہیں، ناگ کے چھن جیسی کوئی چٹان ہم نے نہیں دیکھی۔"

اچھا اب ہمیں حاجت دو!"

میں نے چونک کر سمجھو تو را کو دیکھا۔ مجھے اس کے اس خشک انداز پر حیرت ہوئی تھی۔ بوڑھا حسرت جبری نگاہوں سے ہمیں دیکھتا رہا۔ سمجھو تو رائے واپسی کے لیے قدم بڑھانے لگے۔ بہر حال میں نے اس مسئلے میں خاموشی اختیار کر لی۔ راستے بھر ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔

"ازام کر دکا زالی،" سمجھو تو رائے کیہمپ کے قریب پہنچ کر

کہا اور صاف مرستی سے اپنی آرام گاہ کو طرف بڑھ گیا۔ ندرت وہیں کھڑی رہی تھی۔ "نیز آتے۔؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔"
"تب۔ آؤ۔ بیٹھو۔" وہ بولی اور ہم ایک طرف جا بیٹھے
میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم اردو بولنے کے لیے بے چین رہتی ہو ندرت۔"
"مجھے اچھا۔ گنتے۔"
"اچھا گنتے نہیں۔ اچھی گنتی ہے۔ مگر کیوں؟" میں نے

سوال کیا۔
"تہہ ہارا۔ ری۔ لیگو میج ہے۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اس بوڑھے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"
"پہلے اردو کی بات۔ ندرت نے کہا۔
"اتنے ترصہ میں تم نے کسی سے اردو سیکھی نہیں؟"
"کاؤن ہائے۔ کون سے سیکھتا۔ اور سب لوگ مجھے لڑکھٹا کرتا۔ گنازالی تم مجھے اردو سیکھو۔"
"اب تو سکاہنی پڑے گی۔ چلو اردو کی بات ہو گئی اب تم بوڑھے کی بات کرو۔"

"اس کا اسٹوری میرا سمجھ نہیں آئے۔"
"کیا تمہیں اسے اس طرح پھوڑنا چاہیے تھا؟"
"والی میں تیرے پس ہوا۔ اس نے وہ سمجھ دار ہے۔"
"میرے خیال میں بوڑھا فراڈ تھا۔"
"اوہ۔ کیوں۔؟"

"وہ کہیں سے وہ قیمتی مجسمہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے اس نے فوری طور پر انوکھی کہانی گھڑی تھی تاکہ ہم اس سے خوفزدہ ہو جائیں؛ لیکن ہے اس سے قبل بھی وہ لوگوں کو اسی طرح بے وقوف بنا رہا ہو۔"
"تو یہ بات تھا۔ مائیں نامیں سمجھا۔ ندرت حیرت سے بولی۔
"سو قیصری سبھی بات بے ندرت۔"
"وہ کس بات ہے؟"

"میں بوڑھے سے کچھ اور باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے جھوٹے کا بول کھل جاتا۔ اگر ہم اس سے وہ مجسمہ مانگ لیتے۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے سمبور تو اس کہانی سے خوفزدہ ہو گیا ہو۔"
"مائیں نامیں جانتا۔"
"بہر حال قیمتی مجسمہ تھا۔ لاکھوں روپے کی مالیت کا تھا۔"
میں نے کہا۔ "دیر تک ہر دونوں بیٹھے بائیں کرتے رہے پھر اٹھ گئے۔"

"جالاک بوڑھے نے یہ کہانی سنا کر ہمیں خود بخود کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ ہم اس قیمتی مجسمے کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

"لیکن۔ اگر ہم چاہتے تو وہ مجسمہ ہمیں دے دیتا۔"
"نہیں والی میں اسی بات نہیں تھی۔"
"میرے خیال میں تھی۔ ہم اس مجسمے سے واقف نہیں تھے۔ اس نے خود ہی عمیر لاکر ہمارے سامنے دکھا تھا۔"
"اس کی ایک وجہ تھی۔"
"کیا؟"

"وہ ہمیں ڈاکو سمجھا تھا۔ اس وقت اس کا یہی خیال ہو گا کہ ہم اس کے سامان کی تلاش میں گئے اس سے قبل کہ ہم ایسا کریں اس نے وہ قیمتی شے معرکہ کی کہ ہمارے سامنے لا رکھی۔"
"سمبور تو اسے کھانچ کر لولا۔ تمہیں دلچسپی ہو گئی ہے۔"
"نہیں۔ وہ جیسے مجھ اس کے ہاتھ لگانے کی حکمت ہے۔"
میں بس اس کی کہانی پر مہمں رہا ہوں اور تمہارے خوف پر۔"
"نہیں تو جوان۔ میں خوفزدہ نہیں ہوا۔"
"اس کی کہانی سے سنا کر خوفزدہ ہوئے تھے۔"

"اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ سمبور تو اسے کرون ہلا تے ہوئے کہا پھر لولا۔ تمہارے خیال میں وہ کہانی جھوٹی تھی؟"
"سو قیصری۔"
"ہم اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"
"کیسے۔؟"

"بوڑھے سے وہ مجسمہ مانگ لیا جائے۔ اس سے کہیں کروہ مجسمہ ہمیں دے کر اس غصت سے بجات حاصل کونے۔"
"بوڑھا یہاں سے نکل کر کہا۔"
"کیوں؟"
"تمہارے خیال میں وہ اب بھی وہیں موجود ہو گا۔؟"

"کیا مطلب؟"
"ہمارے آگے بڑھے کارا ستر کون سا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ادھر سے بھی گذر گئے ہیں جہاں وہ موجود تھا۔ سمبور تو رانا نے میری بات کا مطلب سمجھ رہا تھا۔"
"تب ٹھیک ہے۔ ہم ادھر ہی سے جاؤں گے۔"
ناشتا کیا گیا، تیاریاں کی گئیں اور پھر ہم نے سفر شروع کر دیا۔ سمبور تو اسے پورنگرم کے مطابق ادھر ہی کا رخ کیا تھا۔ بالاخر ہم اس غار تک پہنچ گئے جہاں بوڑھا موجود تھا۔ میں ندرت اور سمبور کو رانا ٹمٹھ کر تلاش میں نکالیں اور ان کے اور

پھر اس غار میں داخل ہو گئے۔ لیکن غار خالی تھا۔ شمشیر شکمہ کا پتھر بیکار سامان یہاں موجود تھا لیکن مجسمہ نہیں تھا۔

"کہاں گیا وہ؟"
"اب تو بہت دور نکل گیا ہو گا۔"
"لیکن تو کیا؟"
"معلومت کا اتنا ضاوت ہی تھا کہ ہمیں بے وقوف بنانے کے بعد وہ خود ہی جگہ پھوڑے اس سے قبل کہ ہمیں نکل جائے۔"
"تو تب ہے مجھے اب بھی یقین نہیں ہے۔"
"تو اسے تلاش کرو۔ رات بھر میں وہ کافی دور نکل گیا ہو گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

سمبور تو رانا غاموش ہو گیا۔ بہر حال اس نے یہاں رک کر دو رنگ نگاہیں دوڑائیں اور رانا ٹمٹھ کر تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیاب نہ ہوئی۔

"اپنے لوگوں کو تم زیادہ بہتر جانتے ہو۔ بلا تھرا کے نے کہا اور پھر وہاں سے آگے قدم بڑھا دیے۔ دو رنگ سفر کرتے ہوئے ہم بوڑھے کی جالاک پر بائیں کرتے رہے تھے۔ آج سفر بھی تیز رفتاری سے کیا گیا تاکہ زیادہ فاصلہ طے ہو جائے۔ انگریزی بولنے والا تھی ہمیں ان علاقوں کے بارے میں بتانا جا رہا تھا۔ راستے دستار مزدور تھے لیکن ایسے نہیں کہ ہم انہیں مورد زور کر سکتے۔ جتنی سے تھوڑی دور چلنے کے بعد ہمیں بتایا کہ اب کوئی قدم بستی آنے والی ہے۔ جب میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے ایک درخت پر بیٹھے ہوئے مردہ خور گدھوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ دو رنگوں کے ہاں ہیں لیکن آبادیوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ حکم اذکم ایسی آبادیوں سے جہاں سے انہیں غذا ملنے کی توقع ہو۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں اس باس کوئی قبرستان ہو سکتا ہے؟"

"ہاں۔ یقیناً یہاں انہیں یہاں مردے دستیاب ہو جاتے ہوں گے۔" میں نے کہا اور پھر بولا۔ "اس کے علاوہ آسمان پر ایسے پرکے بھی دیکھ رہا ہوں جو آبادیوں سے دور ہیں۔" ہم اس کی پیش گوئی کی حقیقت جاننے میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑے فاصلے پر ایک کھیت نظر آیا جو ایک ندی کے کنارے تھا۔ کھیت دیکھ کر تیسری مزدور کی پیش گوئی کے درست ہونے کا یقین ہو گیا۔ ندی پر لکڑی کا ٹھہر صومٹ کابل بنا ہوا تھا جس کے دونوں طرف پھروں کے پتے نظر آ رہے تھے، یہاں لاکھوں کھجوریں جوتی تھیں۔ ہر لاکھ مجسمے کے ایک چوڑے کی شکل میں تھی۔ تہی نے بتایا کہ یہ دھولیا ہے۔ دھولیا۔ یعنی غار خالی پرانی آبادی

کے لوگ انہی ہی نظروں کی بوجا کرتے ہیں ان میں ایک دیوی ہے اور ایک دیوتا ہے۔
”تمہاری پیشگوئی تو درست ثابت ہوئی لیکن بستی نظر نہیں آ رہی ہے“

”وہ اس طرف، ذرا ڈھلان پر دیکھیے، یہی مزدور تے ایک سمت اشارہ کیا اور میں نے کہی سانس لے کر گردن ہلائی۔ اس طرف جھوٹے چھوٹے ٹھنوس ساخت کے جھونپڑے نظر آ رہے تھے جن کی دیواریں کچی تھیں اور چھتوں پر ٹھنوس قسم کے پھیرسی نما چھپرے بنائے گئے تھے۔ سمبوتورانے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ہم اس جانب بڑھ گئے۔ میں نے سمبوتور سے سوال کیا۔ ”یہ یعنی تک پہنچنے کے راستوں کا تم نے معین نہیں کیا ہے سمبوتورا۔“
”کیا مطلب ہے۔“

”مطلب یہ کہ اس قسم کی پیشگوئی تم نے نہیں کی تھی۔“
سمبوتورا نے خال خال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر اس نے کہا ”وہاں تک جانے کے راستے مختلف ہیں۔ ہمیں کم از کم پانچ سمتیں ایسی مل سکتی ہیں جہاں سے ہم اپنی ٹھنوس جگہ پہنچ جائیں گا وہ یعنی کی سمت جانے کے راستے کا تعین کرتا ہے۔ میں انہی راستوں میں سے کوئی راستہ اختیار کروں گا ابتدائی راستے کے لیے کوئی پریشانی نہیں ہے۔“

بستی کی طرف بڑھتے ہوئے ہم ایک جگہ پہنچے جہاں ٹھنوسے تازے سے پانی کا ایک چشمہ چھوٹ رہا تھا، پانی اس قدر تیز سر اور ہلکا تھا کہ اسے پنی کھٹ سے پانی کا پینا یا اناز خیرہ بہا کر اس چشمے سے پانی حاصل کر لیا۔ یہیں پر میں نے غسل کیا تھا۔ مدرت بھی غسل کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے مواقع نہیں تھے، اطراف میں چھوٹی چھوٹی سی سبز چڑیاں اڑتی پھر رہی تھیں۔ میں نے ایک یازو پھر پھر کر ان پر حملہ آور ہونے کو دیکھا اس نے ایک تنہی سی پڑا پڑا بچوں میں دو بچی اور ایک چٹان پر بیٹھ کر ضیافت لانے لگا۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے، مزید بھی زیادہ گھٹنا ہوتا جا رہا تھا۔ اس وادی میں، میں نے زرد لکڑی، سرخ مٹی، کاسنی مٹی اور سرخ باجرے کے پودے سمجھنے سے ہونے دیکھے۔ مقامی لوگوں کا کاشت کاری کا طریقہ ہم جیکڑا انتہائی تدرج تھا لیکن بہتر طورہ اور اپنی زندگی کو اپنے طور پر گزارنے میں کامیاب تھے۔ ہم نے پہاڑ گھوڑے تازہ بنائے، ہونے کھیت میں ایک خستہ حال سے آدمی کو دو دو کواٹوں والا سیاہ اونٹ چلاتے ہوئے دیکھا جو مل جوت ہاتا تھا۔ یہ نل گھاسی ایک جھڈا سا لکڑا تھا۔ ہزاروں سال قبل بھی انسان ایسے ہی بل استعمال کرتا تھا سنانے بلندی پر چالیس پچاس ٹھونوں کا فوٹ چلا رہا تھا۔ ان کے آگے

ایک نواز کا لالہ اور انکے آج
مجموعہ ناولوں پر مشتمل ہے۔ اردو بازار لاہور

مکراتے ہوئے کہا۔
”کیا مطلب ہے؟“

”تم اس کی خوبوں سے واقف ہوگی۔ بلاشبہ وہ شاندار آدمی ہے۔“ میں نے بات بنالی اور مدت عجیب سی لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ ”تم مجھ پر چومیں کر سکتے باز نہیں اسے گا زلی۔“

”تم میری ذہنی کیفیت اس قدر متاثر کیوں ہوئی پھر نہرت۔“
”تم بھی تو میری ذہنی کیفیت سے بے خبر رہتا جا رہے ہو گا زالی۔“
اس نے آہستہ سے کہا۔ اسی وقت سمبوتورا کی آواز دور سے سنائی دی۔ ”گا زالی۔ ہائینا۔ ادھر آؤ۔ اس طرف۔“

میں نے اور مدرت نے چونک کر دیکھا۔ سمبوتورا کوئی بوگڑے کے خالصے پر ایک پتھر کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے اس انداز میں ہمیں پکارا تھا جیسے کوئی خاص بات ہو۔ ہم تیز رفتاری سے اس کی طرف بڑھ گئے۔ اور پھر اس کے قریب پہنچ گئے۔ سمبوتورا ایک انسانی جسم کے پاس کھڑا ہوا تھا جو بے ترتیبی سے زمین پر پڑا تھا۔

”ارے۔ یہ کون ہے؟“ میرے منہ سے بے ہمتا نکلا۔
”رانا، تم شہر سنگھ۔“ سمبوتورا آہستہ سے بولا اور میں اٹھ پڑا۔
بوڑھے شہر سنگھ کے سینے میں سوراخ تھا جس سے نکلا ہوا خون جھجکا تھا۔

”یہ تو۔ یہ تو گوئی کا نشان ہے؟“ میں نے کہا۔
”ہاں۔ اور جھمراں کے پاس نہیں ہے۔“
”مگر یہ۔ ادھ۔ مجھم کہیں اس پاس تو نہیں ہے۔ آخر کسی نے اسے گولی مار کر ہلاک کیا۔“

”وہ جھمراں کے گیا۔“ سمبوتورا بولا میری نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔ دفعتاً ایک چھوٹی سی چیز میری نگاہ پرچی اور میں اس طرف بڑھ گیا۔ میں نے جھک کر اسے دیکھا۔ وہ ایک مہلا ہوا سگڑا تھا۔ میں نے اسے اٹھایا۔ اور دفعتاً ہی انکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے اسے آنکھوں کے قریب کر کے دیکھا۔ اس پر باندھا سگڑا میرے براؤں استعمال کرتا تھا۔ اور یہ اس کی حماقت تھی کہ سگڑا گتے بڑے ٹھونے کو زمین پر چھینک کر مسل دیتا تھا۔ سو فیصدی وہی کیفیت اس سگڑا کی تھی۔
”میکے براؤں۔“ میرے منہ سے بے اختیار یہ آواز بندھ اس کا نام نکل گیا۔

اور سمبوتورا کی طرف بڑھنے لگا۔ سمبوتورا پستے سے بل رہا تھا۔ ایک آجواسے متوجہ ملا تو اس نے ہمیں انداز میں دیکھ کر بولنے لگی توک پر اٹھایا اور اس بار دیکھ کر کافی دور گوا تھا۔ اب سمبوتورا نے انتظار نہیں کیا اور ڈھنڈے کو پکڑ کر پتھر پر بل پڑا۔ دو چار ایڈول میں ہی اس نے پتھر کا ٹھیکہ باہر نکال دیا۔

مزدور مدرت جبری آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ بپ پتھر کھٹنا ہو گیا تو وہ اپنے زخمی ساتھی کی طرف دوڑا۔ اس نے دونوں شانے ادھر سے ہونے تھے۔ سمبوتورانے اپنے جادو کے پیار سے کسی پسی ہوئی لڑکی کا پردہ نکالا اور اسے مزدور نے زخموں میں بھر دیا۔ پھر اس نے انگریزی بولنے والے بیٹی سے کہا۔ ”اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔“

”آگے بڑھتے ہوئے سمبوتورانے مجھ سے کہا، ”میں نے ہیں ڈھنڈے کے کھیل کے بارے میں بتایا تھا؟“
”ہاں۔“
”اس کا ایک نمونہ تم نے دیکھا پسند آیا؟“

”بے حد۔ لیکن تم بے حد طاقتور آدمی ہو۔ منوں ڈول پتھر اس طرح اٹھایا عام آدمی کے لمب کی بات نہیں ہے۔“
”میں نہیں گا زالی یہ ڈھنڈا اتور ہے۔ اسے اٹھانے میں رکال نہیں تھا۔“

”پھر؟“
”اگر اچانک کوئی لوگ اڑنے تھا اسے بیٹھ میں پوری ت سے جب چھو دی جائے تو تم کی کرو گے؟“
”مگر بڑھ لوں گا۔“ میں نے ہنس کر جواب دیا۔

”تم غلطی پر اچھلو گے اور اسی وقت ذراسی ٹھیک نہیں اور پراٹھایا جا سکتا ہے کیونکہ وزن نقصا میں ہوتا ہے ہمارے پاؤں زمین چھوٹے ہوتے ہیں۔ ڈھنڈے کو صرف کی محنت کرنی ہوتی ہے اصل کام بھاری بھاری کرتا ہے۔ کل میں نہیں اس کی مشق کرواؤں گا۔“ سمبوتورانے کہا۔

”ہمیں تار کی پھینے تک سفر جاری رکھنا پڑا تھا پتھر پتھوں ل ہونے کا آبادی میں قیام ممکن نہیں تھا اور گھائی بہت تھی۔ اسے مجھ کو کہہ کر ہم ایک ہزار میلان میں نکل آئے اور مناسب جگہ تلاش کر کے پڑاؤ ڈال دیا۔ معمولات زندگی جاری لے۔ زخمی مزدور ہوش میں آیا تھا اور اس کی حالت ٹھیک تھی۔ نے پینے سے فارغ ہوئے ہونے تھے کہ چاند نکل آیا۔ اور نیندیں پر اسرار چاند میں پھیل گئی۔ مدرت نے کہا۔ ”گڈرے ہزار سے بہت خوفناک تھے۔ اور سمبوتورا۔“
”کیوں۔ وہ تمہاری توقع کے خلاف تو نہیں؟“ میں نے

آگے خرد ہا تھا۔ بہر طور یہ دلچسپ مناظر ان اطراف میں اجنبی نہیں تھے۔ ہم آگے بڑھتے رہے اور پھر بستی کے قریب پہنچ گئے۔ بستی کے لوگوں نے حیران نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ وہ صاف صاف کر ایک جگہ جمے ہوئے جا رہے تھے لیکن سمبوتورانے بائیں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ بستی کے لوگوں سے ہمیں کچھ نہیں لینا تھا۔ ویسے بھی وہ ہمیں اجنبی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، اس کے علاوہ ان کے پاس بڑے ساڑھے کے پتلے کر والے تھے۔ جنہیں دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا۔ ان کے گلوں میں بڑی بڑی زنجیریں بڑی ہوئی تھیں اور ان کے سر سے قوی، بیکل مقامی باشندوں کے ہاتھوں میں تھے۔

سمبوتورانے بغور انہیں دیکھتے ہوئے آہستہ سے میرے نزدیک ہو کر کہا۔ ”یہ لوگ ہمیں اجنبی نگاہوں سے نہیں دیکھ رہے بلکہ شاید ہماری طرف سے خوفزدہ بھی ہیں۔ اگر ہم نے ان سے بات کرنے کی بھی کوشش کی تو یہ اپنے کتے ہم پر چھوڑ دیں گے اور کتے واقعی بے حد خوفناک ہیں۔“

بیٹی مزدور نے سمبوتورا کی اس بات کی تصدیق کر دی اور کہا۔ ”یہ کتے سیاہ رنگیوں کو چیر بھاڑ ڈالتے ہیں۔ ان علاقوں میں سیاہ رنگیوں کو اتنا دیکھ زیادہ ہی ہوتا ہے اور یہ کتے گھر گھر ان کی وجہ سے ہی پھلے جاتے ہیں۔ بیٹی مزدور کے اس اکتشاف نے ہمیں کچھ اور تھا دکھایا اور ہم تیز رفتاری سے بستی سے گذر گئے۔“

شام بھینکنے لگی تھی۔ بستی بہت پیچھے رہ گئی تھی میرے خیال میں آج کا سفر بہت تیز رفتاری سے طے کیا گیا تھا۔ آج سب مستعد کیوں تھے۔ اب ہم جس وادی سے گذر رہے تھے وہ آگے چل کر گھائی کی شکل اختیار کرنے لگی تھی اور پتھیاں جھکی ہوئی تھیں اور زمین بگڑا اس طرح آہیں میں مل گئی تھیں گھائی کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ دونوں طرف بڑے بڑے خوفناک غار پھیلے ہوئے تھے۔

دفعتاً ایک حادثہ پیش آیا۔ اچانک ایک فار سے بہ بڑے ساڑھے کا ایک سیاہ رنگی نکل آیا۔ اس کی ہونک آواز۔ مزدوروں میں جگمگ مچ گئی۔ ایک مزدور وحشت کے عالم میں پتھر کی طرف ہی دوڑ پڑا اور پیچھے نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس نے اگلے تینے مزدور کے شانوں میں گاڑ دیے۔ سمبوتورا صحت یابی میں سنبھلا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا ڈھنڈا تھا پتھر کے قریب پہنچ کر اس نے ڈھنڈے کی نوک اس کے پیٹھ میں گھسی اور ہی لے کر پتھر کو ڈھنڈے پر بلند کر کے دوسری طرف پھینک دیا۔ پیٹھ سے گھر کر رہے ہوش ہوا تھا لیکن پتھر نے خود کو سنبھالا

ندرت میرے بالکل قریب تھی اس نے میرے منہ سے
 جیکے براؤن کا نام لیا تھا۔ فوراً ہی اس نے کہا۔
 "کون؟ جیکے براؤن۔ اوہ۔ کیا یہ سنگار ہے؟" اس نے فری
 چنگی میں دے سکے کو فورے دیکھتے ہوئے کہا۔ سنگار کے
 بارے میں مجھے کوئی شبہ نہیں تھا میں نے بارہا جیکے براؤن کو
 اسی براؤن کا سنگار استعمال کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

سمیو تو را دور در رنگ نہیں دوڑا تھا پھر وہ میری طرف
 متوجہ ہو کر بولا۔ "اور وہ مارا گیا۔ بیست کی تڑپیں پر یہ کہنا نہیں لگھی
 نہیں ہیں؟"

"تنب پھر جیکے براؤن کا زوال بھی قریب ہے۔" میں نے
 کہا اور بے اختیار ہنس پڑا۔
 "یہ وہی ہے جس کا تذکرہ تم کرتے رہے ہو؟"
 "ہاں سنگار کا براؤن اور اس کا چھوڑا ہوا ٹکڑا اس کی نشاندہی
 کرتا ہے۔"

"ہاں کڑا نالی۔ اب میں رانا شمیر سنگار کے کہانی پر شہ نہیں کرتا۔
 اور تم دیکھ لینا جس کے پاس وہ مجھ سے وہ آسمانی آفات کا
 شکار ہو گا؟" سمیو تو را واپس بیٹھ پڑا۔ میں نے رانا شمیر سنگار کے
 لاش پر ایک گناہ ڈالی اور خود بھی بیٹھ پڑا۔ ندرت میرے ساتھ
 تھی۔ سمیو تو را ایک طرف چلا گیا ندرت ابھی میرا ہیچا چھوڑنے
 کے موڈ میں نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ہم دونوں بیٹھے ہوئے واپس
 اسی جگہ آگئے۔

"سوچنا چاہتے ہو؟" ندرت نے پوچھا
 "نہیں۔ میں اس کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ ہم اس کی
 لاش کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"
 "لاشوں کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ گدھوں کی نگاہ
 پڑ گئی تو وہ اسے اپنی غذا بنا لیں گے ورنہ سورج کی کرنیں لمبے
 خشک کر دیں گی اور خیر ختم کی جی اس کے بدن کو گلا دے گی۔ گوشت
 اور ہڈیوں میں کیا رکھا ہے۔"

ندرت ویرنگ میرے ساتھ رہی اور پھر ہم دونوں آرام
 کرنے کے لیے اٹھ گئے۔ میں نے آکھیں بند کر لی تھیں لیکن نیند
 کا دور دور تک وجود نہیں تھا۔ جیکے براؤن ذہن میں تھا اور رانا
 شمیر سنگار کے کہانی یاد آرہی تھی۔ لاہر میں ویرنگ کے بارے میں بھی
 علم جو چکا تھا کہ وہ اس طرف چل پڑے ہیں جیکے براؤن بھی کسی
 سے کم تو نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ آس پاس موجود ہے۔
 کہاں کتنی دور اس کا نازہ نہیں تھا۔ کیا وہ محسوس جیکے براؤن
 کے لیے بھی موت کا مجسمہ ثابت ہو گا اس پر کسی طرح خوشست
 نازل ہوگی۔ ویسے براؤن کی لاشی نظرت سے میں ابھی طرح واقف

تھا۔ بد نصیب رانا شمیر سنگار نہ جانے کس طرح اس کے ہاتھ
 اور جیکے براؤن نے اس کی مشکل حل کر دی۔ لیکن اب۔
 آنکھوں میں نیند رنگ آن اور طرح طرح کے خواب
 لگا۔ جیکے براؤن کے پورے بدن پر کڑوہ تھا اور اس کی حالت
 خراب تھی۔ دوسری بار سے دل میں خرق ہوتے دیکھا اور
 سمیو تو را نے جگلا دیا۔ مشق کا وقت ہو چکا تھا۔

رانا شمیر سنگار کے لاش کی جگہ پڑی ہوئی تھی۔ یہاں سے
 اٹھا دیا گیا اور دلگھا لٹھیلوں اور سریز واڈوں کا سفر دوبارہ
 ہو گیا۔ رانا شمیر سنگار نے زمین سے بری طرح چپک گیا تھا۔ اس کی
 کہانی جھللی نہیں جا رہی تھی۔ بہت کی پراسرار سریز زمین لوگ
 پیش کرتے رہی۔ چھوٹی چھوٹی بستیاں اپنی مخصوص روایات کی
 تھیں۔ کہیں کا نثر خٹکار اور کہیں کا نثر شکار۔ گئے جنگلو
 چھوٹے چھوٹے حادثے سب کچھ ایک کہانی سا لگ رہا تھا
 کوئی بڑی خوش اسلوبی سے سنا رہا ہو۔

اس دوران خواہ کوئی بھی واقعہ پیش آیا ہو کسی بھی
 ہوں والی بین کی طرف سے میری تربیت جاری رہتی تھی اور
 ذات میں ان کو بھی تبدیلیاں محسوس کر رہا تھا۔ میرے وجود میں
 پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا رہا تھا جیسے میرے
 میں ایک اور وجود پیدا ہو گیا ہے جو بے حد علم اور پرامن
 مزوڈ کرنے والی کوئی بات ذہن میں آتی تو میرے اندکار
 مسکرا دیتا۔ میرے تیز ذہن کا عمل پیش کر دیتا اسے میرے
 پر کنٹرول حاصل تھا۔ کسی بھی لمحے مجھے مزوڈ نہ ہونے دیتے
 ذہنی ٹھیراؤ کے ساتھ جسمانی تربیت بھی جاری تھی
 لیکر رکڑیاں میرے ہاتھوں میں آکر برقی بن جاتی تھیں۔
 کی باتیں عجیب ہوتی تھیں۔ نا تا نا بل تین تین تین۔ جب ان
 مظاہرے ہوتے تو میں کشیدہ رہ جاتا۔ وہ کہتا۔
 "ٹھنڈی اور پڑ سکون موسیقی دل و دماغ کو سکون دیتے
 وہ قدرتی ہوتی ہے۔ جو ایں وقتوں کے درمیان سننا
 ان میں نشے ہوتے ہیں۔ خشک ہے ان ہواؤں سے
 ہیں تو سارے راگ راگنیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ انہیں
 کائنات کے راؤ کہتے ہیں۔ ساس کے برعکس بیوڈ ودر کی
 بیجان آگیز مغرب کر دینے والی۔ آفتابیں ہتھیار توڑی
 ہیں۔ بارود کی طاقت مسمومی ہے ان سے مقابلہ تو ممکن
 مشکل میں جب ان کا پوجہ تیار ہے جسموں پر جو۔ اور اگر
 گزرو تو ساری طاقت کھو جائے ساس کے برعکس ونا
 قدرتی چیزوں کا سہارا سب سے بہتر ہے اور ان میں
 دماغ ہے اور اس کے بعد جہیز خواہ وہ زمین پر پڑی

نہاں سا لنگرا کر صحیح استعمال کیا جائے تو مقابل کی بیانی چھین
 ہے تم اس لنگر سے کسی کو بلک نہیں کر سکتے لیکن ان کے
 کی آنکھ کو نشانہ بنا سکتے ہو اور یہ کافی ہے۔"

وہ جو کچھ کہتا تھا صحیح کہتا تھا اور اس کے مظاہرے ثبوت
 تھے۔ چنانچہ میں بہت پکڑ سیکھا جا رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا
 نے کی قوت سے کہیں زیادہ موثر خود کو بچانے کی قوت
 اور اس میں مکمل حاصل ہو جائے تو دشمن کی موت ہے مجھے
 اس کی باتوں سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ سول کی کھڑکیوں
 جھانکتا تو سبے شمار خیالات بیلوں کی شکل میں ابھرتے نظر
 نہ ہر ایک کی اپنی زبان ہوتی۔ گذرے ہوئے واقعات
 تے تو میں سوچتا کہ میں بلاوجہ ہی اپنے ہتھیاروں سے ناواقف
 تھا۔ وہ ایک معمولی سی چیز ہی تو حاصل کرنا چاہتے تھے۔
 کے دستے سے میرا احتساب ہی بڑی بات تو نہ تھی۔ واقعی
 کیا چیز ہوتی ہے۔ جسمانی آسائشوں کے حصول کا ایک ذریعہ۔
 اسے بھی کچھ زیادہ۔ ہاں اس میں ایک قدرت ہے۔ انسان
 اپنی توجہ خود میں کچھ نہیں ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ جواب ملتا۔
 خود کی تسکین کے لیے۔ اس کے علاوہ اس کے حصول کا اور
 مقصد نہیں ہے۔ کسی چھوٹی سی بستی کے ایک بوسیدہ مکان
 ات کو آرام سے سوچا جا سکتا ہے۔ صبح کو بدن کی تحریک
 رام کر سکتی ہے دن اور رات کا بھی مصروف ہے۔ دولت
 بنا رہ بیٹھے ہوئے لوگ بھی یہی کرتے ہیں چھرا کی کے لیے
 بیٹھ کر کیوں۔

لطف آ رہا تھا اس زندگی میں، صبح کو سورج نکلنا تو بڑے
 گتے میں ان کی مصروفیات کا جائزہ لیتا۔ ذہن پر حیات کا
 ہی مقصد۔ خوب کھیل ہے کھلاڑی کا۔ ساتھ آنے والے
 زور اب شاید آگے جاتے سے پہنچا رہے تھے۔ اس
 یہ تھی کہ آگے کے راستے پر خطر ہوتے جا رہے تھے اور
 ہاڈلی پیدل ہوتی جا رہی تھی۔

سمیو تو را نے کہا۔ "انگریزی بولنے والا تھی دو دن سے
 ل ہے۔ اب تک وہ دوسرے مزدوروں کو قول نبھانے
 ہی کرتا رہا ہے۔ لیکن اب وہ ان کی باتیں خاموشی سے
 ہے۔"

"مطلب۔"
 "شاید یہ لوگ آگے کا سفر جاری نہ رکھ سکیں۔"
 "ہمیں ان کی ضرورت ہے؟" میں نے پوچھا۔
 "ہمیں۔ اور ہے لیکن۔ اگر وہ ہمارا ساتھ نہ دینا چاہیں تو
 مارو گئے گی کو کشتن بھی نہیں کریں گے۔"

"کیوں نہ اس سلسلے میں ان سے بات کر لی جائے؟" میں
 نے کہا اور سمیو تو را نے گردن ہلا دی۔

جس علاقے میں اس وقت ہم سفر کر رہے تھے وہ گھنے
 جنگلوں سے ڈھکا ہوا تھا، پچھلے دن ایک چھوٹی سی بستی
 کے پاس سے گزرا ہوا تھا جو کھسا قابل سے تعلق رکھتی تھی،
 بستی میں کوئی حادثہ ہو گیا تھا، جس کی بنا پر وہاں کے لوگ سوگ
 میں ڈوبے ہوئے تھے جو کہ ہم نے بستی میں قائم نہیں کیا تھا
 اس لیے ہمیں اس حادثے کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ لیکن
 اب یہ احساس ہوتا تھا کہ حادثہ یقیناً کسی جنگلی جانور کی وجہ سے
 پیش آیا ہو گا، کیونکہ اس علاقے میں خطرناک جانور پائے جاتے تھے۔
 تہی مزدوروں سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے کی ضرورت
 نہیں پیش آئی، کیونکہ ایک خوفناک واقعہ نے ان کے قدم اکھاڑ
 دیے۔ اپنی وادست میں وہ ہمیں چوٹ مے کر بھاگ گئے
 تھے، لیکن ان سے چاروں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہم تو خود ہی ان
 سے ان کی مشکل کے بارے میں پوچھنے والے تھے۔ واقعہ چند
 جنگلی جانوروں کا تھا، جس میں ایک باغی اور دوسرے ملوث ہونے
 تھے۔ ہم نے اسے اس مقام ایک نالے کے قریب سے گذرتے
 ہوئے لمبی لمبی گھاس میں شیلوں کے ایک جڑ سے کود بھی مزدور
 کی مٹی گم ہو گئی تھی اور وہ جلدی سے ہتھیاروں میں چھپ گئے
 تھے۔ حالانکہ ہمارا ان سے کافی فاصلہ تھا۔

تہی مزدوروں کا خیال تھا کہ شیلوں کے جانے کے بعد وہ
 جھاڑوں سے باہر نکلیں گے۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ
 نالے کے اس کنارے سے جدھر ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے
 ایک قوی بیکل باغی جھومتا ہوا آ رہا۔ اس کے سامنے کے
 وادست کافی بڑے تھے۔ تہی مزدور اس باغی کو اپنے سامنے
 پا کر بری طرح بدعاس ہو گئے تھے۔ بہتست باغی انتہائی تیز
 معلوم ہوتا تھا اس کے انداز سے اس بات کا پتا چلتا تھا۔ اس
 نے جب نالے کے قریب شیلوں کو سینہ تانے لگا تو
 جوش میں آ کر سونڈا اٹھائی اور بری طرح چنگھاڑا۔ یہ خونخوار چنگھاڑ
 اتنی ہیبت ناک تھی کہ زمین کا پتت محسوس ہوتی تھی۔ میرا خیال تھا
 کہ شیلوں کی آواز کسی کڑا رہا ہو جائیں گے۔ مگر ایسا نہ ہوا، بلکہ
 جواب میں وہ دونوں جلدی باغی ہمارے لگے استے فاصلے
 سے بھی میں ان کے تاثرات دیکھ سکتا تھا، ان کی آنکھیں سٹپل
 برساری تھیں۔ غضب ناک باغی ہونک آواز میں چنگھاڑا ہوا
 شیلوں کی طرف ٹرھا اور یوں محسوس ہوا جیسے شیلوں ہی سے مقابلہ
 کرنے کی ٹھان چکے ہیں، چنانچہ میں نے انہیں بھی آگے بکٹے
 ہونے دیکھا۔

پہلے شیر نے ایک چھلانگ لگائی اور ہاتھی کی سونڈ پر بوجھ مارا، دوسرے شیر نے بلکسا چکر کاٹا اور چھلانگ لگا کر ہاتھی کی پشت پر چڑھ گیا۔ اب شیر کے پیچے ہاتھی کے بدن میں گڑھے ہونے لگے۔ ہاتھی نے پشت پر بکے ہوئے تیز کو سونڈ سے پکڑنے کی کوشش کی، مگر پہلے شیر نے دوبارہ ہاتھی کی سونڈ پر حملہ کر دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے دونوں شیر ہاتھی کے پہلے سے دشمن ہوں اور حملے کے لیے منظر پر دوام رکھتے ہوں، ہاتھی بری طرح چکر لگانے لگا۔ اس کی لرزہ جین چنگھار میں اور شیروں کی ہوسٹناک آوازوں سے زمین لرز رہی تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ نذرت اور دلچسپ لگا ہوں سے اس جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں پر لبر لبر کرنے والے بوندے گہرا گہرا اپنے آسٹیاؤں سے نکل پڑے اور آسمان پر بارواڑ کرنے لگے تھے۔

”میں نہیں سمجھا“

”ہمارے ساتھی مزدور سمجھتے تھے کہ ان میں ایک پھر چوہک پڑے۔ میں نے ان جھارڑوں کی طرف دیکھا، جہاں مزدور چھپے ہوئے تھے۔ لیکن اب جھارڑوں میں کوئی جنبہ نہیں تھا۔ چاروں طرف سناٹے اور خاموشی کا راج تھا۔“

”جھاگ گئے۔“

”ہاں۔ بہر طور وہ محفوظ رہیں۔ سمجھتے تھے کہ ان میں انڈاز میں اسی سمت دیکھ رہا تھا، پھر میں نے ایک ٹھنڈی لے کر نذرت کی طرف دیکھا۔ سمجھتے تھے کہ انہوں نے ہماری شکل آسان کر دی ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”یہ کہتے ہوئے کہ اب تم لوگ واپس جا سکتے ہو،“

”جیب سا محسوس ہو رہا تھا بلکہ بار بار میں نے سوچا کہ انہیں لانے کا مقصد کیا تھا، ہمارا کام تو کسی کے بغیر بھی ہو سکتا تھا، لیکن اس وقت ذہن میں یہ آسانیاں نہیں تھیں۔ ہاں ذرا یہ تو دیکھو ہمارے دوستوں نے اپنے ساتھ لے جا

وئے سامان میں سے کون کون سی چیزیں منتخب کیں۔“

نذرت جھارڑوں کی جانب بڑھ گئی میں اور سمجھتا ہوں کہ ساتھ ہی ہاتھی کی لاش کے قریب سے واپس پلٹتے تھے۔ مزدوروں کو جھلا کیا پڑی تھی کہ وہ مالی قیمت کا کچھ ہمارے لیے چھوڑتے۔ جو کچھ ان کے جسموں پر بار تھا وہ اٹھا کر دفن چکر ہو گئے تھے۔

سمجھتے تھے کہ ہاتھی کی لاش کی طرف دیکھ کر دنگا۔

”تمہیں تشویش ہوگی کہ آگے کا سفر کیسے طے ہوگا؟“

”زمین انسان کی تو درکن ہے اور اس کا تحفظ بھی تمہیں سمجھتا ہے۔“

”میں نے سمجھا کہ آگے کے علاقے دوہرا دیے۔“

”تاملدگاہ پھیلے ہوئے جنگل، پہاڑ، دلایں، آسانی سے دورانِ دشت خیر علاقوں کو دیکھ کر عجیب عجیب خیالات دل میں آتے تھے۔ کبھی موت ہی سبب کچھ ہوگا، جنگلی جانور کے ساتھ انسان بھی انہیں کی مانند زندگی گزارتا ہوگا۔ پھر نے اپنے لیے الجھیں خریدیں اور ہندب کی تلاش میں جا

کرتا لچ گیا یہ جنگل کا باسی۔ کیا نذرت تھی۔

سمجھتے تھے کہ سوال کے جواب میں کہا: ”انسان سے مختلف ہے وہ ان کی مانند نہیں رہ سکتا تھا۔ اسے یہی سب کچھ اپنانا تھا۔ نذرت خاموشی سے ہماری باتیں سن رہی تھی۔ میری نگاہ اس کی طرف اٹھی تو اس نے سر کا رخ بدلیا۔ اسی رات جب سمجھتا تھا آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا تو وہ میرے پاس آگئی۔“

”انھوں نے اس نے عجیب سے ایسے میں کہا اور میں کچھ کر رہا تھا۔“

”خیریت۔“

”آؤ اس طرف بیٹھیں گے، اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ نذرت کافی دور تک چلتی رہی تھی۔ پھر ایک جگہ بیٹھ گئی اطراف میں درخت بکھرے ہوئے تھے جاندار درختوں کی چوٹیوں سے نیچے جھانک رہی تھی۔ میں بھی بیٹھ گیا۔“

”تم مطمئن ہو گا زالی؟“ اس نے بے تکلف انداز میں کہا۔

”ہاں۔“ میں نے بھی ذرا کسی الجھنے کے بغیر جواب دیا۔

”تمہاری رفتار کس قدر تیز ہو گئی ہے؟“

”میں نے تمہارے ساتھ سفر کرنا چاہوں؟“

”میں نے تمہارے بارے میں جانے بوجھنے کی بات کی۔“

”ہماری ملاقات مختصر ضرور ہے لیکن جب سے ہر شامانی کی حدود سے نکلے ہیں تم میرے اندر کوئی اختلاف پایا۔“

”جواب چاہتی ہو؟“ میں نے شہزادہ آئین لگا ہوں سے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“

”سنو۔“ میں نے جواب دیا اور نذرت نے گردن جھکا کر ہاتھوں کے انگوٹھے سے زمین پر پھیلی گھاس اکھاڑی دی۔

”یہ سبے رچی ہے؟“

”میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا۔“

”لیکن میں تمہارے چند الفاظ میں کھوئی ہوئی ہوں۔“

”میں نے کہا تھا ہمارے درمیان صرف کام کی باتیں ہونگی۔“

”اپنے ہر احساس پر باندھی لگا دیں گے۔“

”ہاں۔“ میں نے کہا تھا۔

”وہ کون سے احساسات ہیں؟“

”تمہارے لیے پریشان کن نہیں نذرت، مگر تمہارے ذہن میں کوئی گریڈ ہے تو سمجھ لو کہ تم نے میری باتوں کا صحیح مفہوم نکالا ہے۔ تمہارا ایک مہر ہے تمہیں ایک وقت کا انتظار ہے تو پھر سمجھنے بھی اسی وقت کا انتظار ہے۔ اس سے قبل میں بھی بے پلندہ رہنا چاہتا ہوں۔“

”یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟“

”میں اپنے فیصلوں سے منحصر رہنا چاہتا ہوں۔“

”ہو۔“ میں نے جواب دیا اور نذرت نے پھر گردن جھکا کر اچانک اس نے ایک جھجھکی سی لی اور نہیں گئی۔

”سوری کا زالی۔“

”دوبارہ سوری۔ یہ ماخول جھٹکا دیتے والے ہیں مسلسل نہیں پریشان کرتی رہی ہوں یہ آخری لمحات ہیں اس کے بعد میں تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔“

”اس نے کچھ الفاظ بار لوسا۔ میں تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔ اس نے کچھ الفاظ اپنی زبان میں کہے تھے۔ اچھی میں اس سے ان الفاظ کا مفہوم بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ گڑ بڑ محسوس ہوتی اور ہم دونوں چوہک پڑے۔ ہماری نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں جہاں سمجھتا ہوں سورا تھا۔ لیکن اب وہاں عجیب سی الجھن کو دیکھ رہی تھی۔ سمجھتا ہوں کہ کئی کئی فٹ لمبی چھلانگ لگا رہا تھا۔ ہر چھلانگ کے بعد وہ ہاتھوں پر کودنے کی زمین پر گرتا اور دور دور تک کسی جھپٹکی کی طرح دوڑتا چلا جاتا۔ نذرت جلدی سے کھڑی ہو گئی۔“

”اسے کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ شاید کسی جنگلی زہریلے کیڑے نے اسے کاٹ لیا۔ آؤ میں نے آگے بڑھے ہوتے کہا۔“

”تمہیں کوئی نذرت نے اسے بڑھ کر مضبوطی سے میرا بازو پکڑ لیا۔ میں چوہک کر اسے دیکھنے لگا۔“

”میں اس کی مدد کرنی چاہتا ہوں۔“

”نہیں بیٹے۔“

”وہ نذرت، سبانی انداز میں بولی اور پھر اس نے نفاؤں میں سو گھن شروع کر دیا۔ اس پر بھی دیوانگی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دوڑ دوڑ کر بلند جگہوں کا رخ اختیار کرتی اور پھر گردن بند کر کے ہواؤں میں سو گھن شروع کر دیتی۔ سمجھتا تھا اسے دیوانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے قریب آ گیا۔ اور میں نے جھنجھلا کر اسے پکڑ لیا۔“

”کیا جو کچھ ہے نہیں؟“ میں نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ اور سمجھتا تھا کہ انہیں میری طرف اٹھ گئیں۔ میرے پورے بدن میں دہشت کی لہریں دوڑ گئیں۔ خدا کی پناہ کیا یہ انسانی آنکھیں تھیں۔ گہری نیلی روشنی ان آنکھوں میں ناچ رہی تھی۔“

چکرار اور پراسراران میں تیلوں کا کوئی نشان نہیں تھا۔ پوری آنکھ کسی زیر و پاؤں لب کی طرح روشن تھی۔

میں نے جلدی سے اسے چھوڑ دیا اور سمجھتا ہوں کہ دونوں ہاتھوں سے سر کھڑایا۔ وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔ مدت بھی اب پر سکون ہو گئی تھی۔ وہ ہمارے پاس آگئی۔ اس نے نامالوس زبان کے چند الفاظ دوہرائے اور سمجھتا ہوں کہ وہ دیکھنے لگا۔ پھر جیسے اچانک دونوں کو میری موجودگی کا احساس ہوا۔ میرے چہرے پر بیزاری کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔

”اوہ۔ بانی تو آسا۔ بانی۔ ہم دونوں بے قابو ہو گئے تھے“
”میں کچھ بھی نہیں جانتا چاہتا۔ زمین تم سے پوچھ رہا ہوں“
میں نے سرد لہجے میں کہا اور داہنی کے لیے ہلکا سا لیکن سمجھتا ہوں کہ میرا بازو پکڑ لیا تھا۔

”تمہیں غصہ آ رہا ہے گا زالی۔ خود کو سنبھالو“ وہ مسکرا کر بولا۔
”اپنی تعلیمات کے ذریعہ الحق جانا چاہتے ہو مجھے؟“
”نہیں دوست کچھ کمزور بال ہم میں بھی ہیں۔ بے اختیار ہو گئے تھے لیکن قابل ممانی ہیں ہم دونوں خضایں دوڑنے والی ہوتی ہیں، ہمیں ایک منشی نیز پیغام دے رہی ہیں، اسنو گو میں کہیں آس پاس ان جنگلوں میں موجود ہے۔“
”مگر میں؟“ میں غصہ بھول گیا۔

”ہاں۔ زمین کہتی ہے کہ وہ ادھر سے نہیں گذرے۔ لیکن ہواؤں میں اس کی تکب ہے اور اب ہاکیسا مجھ سے متفق ہے۔ میں زمین پر اورد ہاکیسا خضایں اس کا رخ تلاش کر رہے ہیں“

”کوئی اندازہ ہو سکتا؟“

”نہیں؟ سمجھتا ہوں کہ نہیں۔ میں سوچ میں ڈوب گیا۔ ان پراسرار انسانوں کے درمیان کوئی وقت گذر چکا تھا۔ لیکن میں آئیں سمجھنے کا دعویٰ نہ کر سکتا تھا۔ ہر بار وہ ایک اجنبی حیثیت اختیار کر جاتے تھے۔

”تمہیں یقین ہے کہ جو بولے نہیں دھوکا نہیں دیا؟“
”نہیں گا زالی۔ وہ دور ہے لیکن ہے۔“ سمجھتا ہوں کہ ہلکے ہوئے بولا۔

”پھر اب کیا کر دوں؟“

”تلاش۔ آؤ اسے تلاش کریں۔ مجھ سے صبر نہیں ہو رہا؟“
سمجھتا ہوں کہ بے چینی سے میں پوری طرح متفق تھا۔ بات گو میں کہ تھی تو اس کی یہی حالت ہوئی جیسے تھی۔ میں نے اس وقت روانہ ہونے کی کوئی ہمت نہیں کی اور ہم اس جگہ کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ دالی میں یا سمجھتا ہوں کہ زمین حالت بہتر نہ تھی وہ دل

بارکھ کے مانند زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ میں نے ندرت سے اس کے بارے میں مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ ندرت بھی مجھ سے غییب نہیں بولی تھی۔

سورج ڈوبتا سمجھتا ہوں کہ آٹھ کر بیٹھ گیا مادہ ہوا کی نشان نذر آ رہا تھا مزہ تازہ کی چیلی تو ہم ہواؤں کی درخشاں میں سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ سمجھتا ہوں کہ وہ زمین سے پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کسی نیچے پر پہنچا ہے یا نہیں لیکن سفر سے پہلے انہوں نے ایک ڈنڈا کیا۔ مدت نے سمجھتا ہوں کہ رات میں ایک کپڑا باہر صاف سمجھتا ہوں کہ ہاتھوں اور پیروں کے بل آگے بڑھنے لگا جگر ہم دونوں انسانوں کے مانند ہی چل رہے تھے۔ مجھے وہ سفر یاد آ رہا تھا جب یہ دونوں مجھے سوچ رہے تھے۔ میں نے ندرت سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ کسی انسان کا جانوروں کی طرح چلنا ممکنہ نہیں تھی تھا اور مشکل بھی۔ میرا خیال تھا کہ ایسے ڈنڈا زنگار راستوں پر سمجھتا ہوں کہ اس طرح آسانی سے نہیں چل سکے گا۔

لیکن ان لوگوں کے بارے میں، ایک کچھ نہیں جانتا تھا۔ درحقیقت ان سے اتنا قریب رہ کر اتنی چابکدستی کے باوجود میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کیا ہیں۔ جو پائیل کی طرح سفر کرتے ہوئے سمجھتا ہوں کہ سے کہیں زیادہ جاتی چونکہ نظر آتا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں پر دو ڈال کر بلی کی طرح جست کرتا اور اونچی سے اونچی چٹان پر چڑھ جاتا۔ دو تین بار میں نے ان کی زبان بھی باہر نکلی ہوئی دیکھی۔ اس وقت وہ بالکل حیوانی صفات کا نامک معلوم ہوا تھا۔ ان نے بات لے کر جانوروں کی طرح ہی حرکت کی۔

میں نے ایک بار اس کے منہ میں اس نے ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ ندرت جیسے اس کے ایک ایک اشارے کو سمجھ رہی تھی۔

صبح ہوئی تو ایک جگہ پر ڈال ڈال لیا گیا۔ وہ یہی چیل کھانے لگے جو پیٹ بھرنے کے لیے بڑے نہیں تھے۔ مجھے بھی کسی اور چیز کی حاجت نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ سمجھتا ہوں کہ کسی کی طرح پاؤں پھیل کر سوکی۔ ندرت بھی بالکل خاموش تھی۔ ہر چند کہ اس خاموشی سے مجھے بورت ہو رہی تھی لیکن میں نے خاموش رہنا مناسب سمجھا اور ایک طرف پڑا رہا۔

سارا دن گذر گیا۔ شام کو پانچ بجے کے قریب آنکھ کھلی تھی۔ ندرت ایک درخت کے نیچے بیٹھی فلاں گھنٹی تھی۔ سمجھتا ہوں کہ اس طرح سو رہا تھا۔ یہی آہستہ محسوس کر کے ندرت نے گونگناتھی اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

”بیٹو! اس نے آواز لگائی اور میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

”بیٹو ندرت! میں نے تمہاری لہجے میں کہا۔

”سارا سورج سر سے گذر گیا تم سوتے رہے گا زالی“
”کیا کرتا؟“

”آج وہ بھی گرم تھا“

”ہاں! میں جمائی لے کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

اس درخت کے نیچے ایک چھوٹا سا ٹالیا ہے۔ ایک گڑھا جو بارش کے پانی سے بھرا ہوا ہے۔ بانی حیرت انگیز طور پر شفاف ہے اگر بدن کی کسل دور کرنا چاہو تو نہالو“

”یہ خوشخبری ہے میرے لیے۔ کس طرف ہے؟“ میں نے ایک دم اٹھتے ہوئے کہا اور ندرت نے اس درخت کی طرف اشارہ کیا۔ میں تیزی سے اس طرف بڑھ گیا۔ پانی واقعی صاف تھا گڑھا بھی زیادہ گہرا نہیں تھا میں گڑھے میں اتر گیا اور خوب نہالیا لطف آ گیا تھا ان کی گرمی کا واقعی نیند میں گئی کا احساس نہیں ہوا تھا لیکن بدن کی حالت بتاتی تھی کہ اس پر کیا گذری۔

”مسلل کر کے واپس آیا تو ندرت کھانا سنبھلے بیٹھی تھی۔
”دوپہر کا کھانا تو گول ہو گیا اب اسے شام یارات کا کھانا سمجھ لو“

”یہ کیا ہے؟“

”چھوٹا پورا گوشت“

”اوہ۔ تم نے شکار کیا ہے؟“

”خود ہی شکار ہو گیا میرا قصور نہیں ہے؟ ندرت نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آؤ مجھ کو بھی شریک ہو جاؤ“

”ہاں حضور! ندرت نے کہا۔ ابلے ہوئے چیل بھی نکال لیتے تھے اس نے۔ وہ سب لطفی سے میرے ساتھ کھانے میں مصروف ہو گئی اور پھر کھانے سے فارغ ہو کر اس نے کہا۔

”بڑی کوفت کا شکار ہو گے گا زالی۔ مجھے اس کا شدید احساس ہو رہا ہے“

”خیریت؟“

”اس تعلیق وہ سفر کے بارے میں کہہ رہی ہوں جس میں کھانے پینے یا سونے تک کی آسانی نہیں ہے“

”سب ٹھیک ہے ندرت۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ تو ہونا ہی تھا ہم اس کے لیے تیار تھے؟“ میں نے کہا۔

”مزدوروں کے بھگ جانے سے بہر حال وقت ڈوبی ہے؟“

”میرے خیال میں ہمیں بہت سی ذمہ داریوں سے نجات مل گئی ہے۔ مجھے صورت حال کا اندازہ نہیں تھا ورنہ میں تو کہتا کہ شروع ہی سے ایسی کوئی کوشش نہ کی جائے“

”تم مطمئن ہو؟“

"ہاں۔ میں اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ آیا ہوں۔ تم کسی بات کو خود پر بار نہ سمجھو۔"

"شکر یہ کھڑالی!"

"تمہارا موڈ کچھ بہتر ہو گیا ہے۔ میں نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔"

"پلیز شرمندہ مت کرو۔"

"میرا مطلب ہے؟"

"منا جانے میرے ذہن پر کیا طاقت سوار ہو گئی تھی خزانہ خزاہ تمہیں پور کرنے لگی تھی۔ خود کیا احساس جو اگر یہ غلط حرکت ہے۔ تمہارا مسکوں بریلو کیا اور اس کے بعد سب کچھ؟"

"میں خاموشی سے ندرت کو دیکھتا رہا۔ مجھے اس کی کیفیت کا احساس ہو گیا تھا۔ بہر حال میں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ ندرت مسکرا دی تھی۔ پھر میں نے کہا۔"

"اس انوکھے سفر سے مطمئن ہو جاؤ؟"

"سمجھو تو راضی نہیں ہے؟"

"اس سے بات ہوئی تمہاری ہے؟"

"نہیں میں محسوس کرتی ہوں؟"

"اس کے اس انوکھے انداز کی تفصیل بھی سن رہے؟" میں نے کہا۔

"اوہ۔ نہیں میرا خیال تھا اس کے بارے میں یہیں معلومات فراہم کر دی گئی تھیں؟"

"نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ میں نے گردن ہلا دی۔"

ندرت چند لمحات خاموشی رہی پھر بولی۔

"انسان نام حالات میں سرخٹوں سے افضل ہے۔ اس جیسی صفات کسی دوسرے جاندار میں نہیں ہیں۔ لیکن بعض حیران بہت تیز ہے۔ تم جانتے ہو کہ کئی میلوں دور تک زمین کو سونگھتا ہوا اپنے دو شمع تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بدن میں انسانوں سے زیادہ پھرتی ہوتی ہے۔ سمبوتورا ذہنی قوتوں کو کنٹرول کرنے کا ماہر ہے۔ اس نے خود پر اس وقت ایک کیتے کی کیفیت طاری کی ہوتی ہے اس طرح اس وقت اس کے سونگھنے اور کتے کے انداز میں سفر کرنے کی قوت کسی انسان سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر وہ گوین کو راہ پر لگا ہوا ہے۔"

"اوہ گویا۔ گویا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ اس کے اندر کا انسان سو گیا ہے اس وقت تک کے لیے جب تک وہ اپنا مقصد نہ پائے۔"

"کمال ہے؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اس وقت وہ صرف ایک جانور ہے کچھ سوچ کر سکتا ہوں بھی نہیں سکتا۔ وہ ہمارے کنٹرول میں ہے اور اس کا تحفظ بھی کرتا ہے۔"

میں عجیب سی نگاہوں سے ندرت کو دیکھ کر رہ گیا تھا کہ اس سے سوال کروں اس سے پوچھوں کہ انسانوں کے روپ سے تمہارا تعلق ہے۔ عام لوگ تو ایسی انوکھی صفات رکھتے۔ لیکن کچھ پوچھنا بیکار ہی تھا چنانچہ مجھ پر لیا۔

"میں جیسے براؤن کے بارے میں سوچ رہی تھی؟"

"کیا۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"وہ راہ جو تک گیا ہے۔ تمہیں خبر حاصل کرنے کے وہ شاید اپنی منزل کو بیٹھتا ہے ورنہ نہیں تو اس کے نشان ملے۔ ہاں۔ ممکن ہے؟"

"خیر نہیں۔ وہ میرے منہ سے ایک گھنٹی گھٹی آواز نکلی۔ وہ سے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی۔" کہیں سمبوتورا کسی حادثے کا ارتداد ہو جائے۔" میں نے کہا۔ ندرت نے گوئی جواب نہیں دیا۔

"میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اور اس کے اس ہولناک شے میں، شوزر جمانی ہوئی نڈی کی فونک آوازوں کے درمیان رت کی شکل دیکھ کر میرا دل بند ہونے لگا۔ ندرت کی آنکھوں پتلیاں غائب تھیں اور اس کے چہرے کے تاثرات بھی قطعی انسانی ہو گئے تھے۔ میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ حلق سے برتنے والی بے اختیار چیخ کو نہ جانے کیسے میں نے روکا تھا۔"

"مل گیا۔ وہ مل گیا۔" ندرت چھٹی پھٹی آواز میں بولی۔

میرا اگلا خشک ہو گیا تھا۔ کوشش کے باوجود کوئی آواز منہ سے نکل سکی۔ میں چھٹی پھٹی آنکھوں سے ندرت کو دیکھتا رہا۔ وہ بے چین نظر آ رہی تھی۔

تقریباً بیس منٹ گذر گئے پھر میں نے بہت دور ایک مانی ہولاد دیکھا اور سنبھل گیا۔ پراسرار چاندنی تا حد نگاہ کبھی نہ تھی۔ چند لمحات میں میں نے پہچان لیا۔ وہ سمبوتورا ہی تھا۔ زاب وہ دو بیرون پر آ رہا تھا۔ میں متعجباً انداز میں اسے لپٹا رہا پھر بولی دیر کے بعد وہ قریب آ گیا۔

"ہائیس۔ گوین۔ گوین۔" اس کی آواز ابھری۔ اور ندرت کے حلق سے ایک پرمشرت آواز نکل گئی۔ سمبوتورا میری طرف زور ہو گیا تھا۔

"ہماری محنت بار آور ہوئی گانالی۔ گوین یہاں موجود ہے۔" آواز ہرنے اسے تلاش کر لیا۔

میں بمشکل تمام خود کو سنبھال سکا تھا۔ میں نے ندرت کا لہر دیکھا اس کی آنکھیں حسب معمول ہو گئی تھیں وہی شمار بھری

آنکھیں جو ذہن پر سرخ کرتی تھیں۔ لیکن جو چند لمحات قبل قطعی غیر انسانی ہو گئی تھیں۔

"کہاں ہے وہ۔" ندرت نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ان چٹانوں کی دوسری طرف ایک وادی میں؟"

"تہنہ ہے؟"

"نہیں وادی میں ایک قافلہ نظر آیا ہے۔ بہت سے یاک اور بہت سی چھوٹا دریاں جن کے درمیان آگ روشن ہے؟"

"گوئی لوگ ہیں وہ؟"

"میں نہیں جان سکتا۔"

"کیا تمہیں گوین کو دیکھا ہے؟"

"نہیں دیکھنا ضروری تو نہیں تھا۔ قضاؤں میں اسے محسوس کرو۔ کیا تمہیں اندازہ نہیں ہوتا ہے؟"

"ہاں۔ میں اسے سونگھ چکی ہوں۔ ندرت نے جواب دیا۔ سمبوتورا میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم خاموش ہو گا زبلی؟"

"تمہاری گفتگو سن رہا ہوں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔"

"بالآخر تم گوین کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ وادی میں موجود ہے؟"

"وادی میں موجود دوسرے لوگوں کی تعداد کتنی ہوگی؟"

میں نے سوال کیا۔

"بہت لوگ ہیں اور زبردست سامان سے آراستہ ہیں؟"

"کیا ہم اسی وقت وہاں پہنچ سکتے ہیں؟"

"ہاں راستے دشوار ضرور ہیں لیکن میں تمہیں وہاں تک لے جا سکتا ہوں۔" سمبوتورا نے جواب دیا۔

"تو پھر چلو۔ میں ان پر نگاہ رکھنا ہوگی؟" میں نے کہا اور سمبوتورا تیار ہو گیا۔ اب وہ انسانوں کے مانند سفر کر رہا تھا اور وہیں راستوں کے پیچ و خم سے آگاہ کرتا جا رہا تھا۔ بے شمار چٹانوں کے درمیان سے گذرنا بڑا ہیست ناک دمی کے سر سے گذرنے ہوئے بالآخر ہم ایک سطح پر پہنچ گئے یہاں کوئی سو قدم چلنے کے بعد دھلان شروع ہو جاتے تھے اور انہیں گہرائیوں سے روشنیاں ابھرتی تھیں۔ ہم گار سے پر پہنچ گئے ہر طرف کا احساہ ضروری تھا چنانچہ ہم گار سے پریشد گئے اور یہاں سے نیچے وادی کا جائزہ لینے لگے۔ تقریباً بیس فیصد کے ہونے تھے۔ اور ان میں چٹانوں پر ہوا تھا خاص قسم کی روشنیاں تھیں جو بعدینا بیڑی یا جنیور سے کی گئی تھیں لیکن جنیور کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ ہمیں سمبوتورا نے بتایا تھا بہت سے یاک بھی

میں بھی ہوئی ایک کھائی کا پتلا لگا جہاں سچ کچھ برزانی دلدل علی اختیار کیے ہوئے تھے لیکن یہاں سمبوتورا نے اپنی خصوصی ات سے مدد لی اور اس راستے کو بدل دیا گیا۔ اس سفر کی بی رات ہمارے لیے بڑی سستی خیر ثابت ہوئی۔ چاندنی تیز رفتاری ندرت کے نشانات دے رہی تھی۔ فضاؤں میں ہانوکھا شورا بھرا ہوا تھا۔ اور کچھ دور جا کر ایک مسیت ناک روکھا نڈیا۔ برق رفتاری ندرت ایک بلند پہاڑی میں بٹھنے لگی۔ گہرے غما میں گہرے بوری تھی اور یہ شورا ہی کا تھا۔ دل لرز اٹھا۔ اس غما کی کیفیت ہوگی ما بھی ان بارے میں سوچ تھا کہ دفعتاً سمبوتورا کے حلق سے عجیب سی غراہیں نکلیں وہ دم دیوانہ بنا ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ دیوانہ وار ایک طرف لگا۔

"ندرت! میرے منہ سے ایک گھنٹی گھٹی آواز نکلی۔ وہ سے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی۔" کہیں سمبوتورا کسی حادثے کا ارتداد ہو جائے۔" میں نے کہا۔ ندرت نے گوئی جواب نہیں دیا۔

"میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اور اس کے اس ہولناک شے میں، شوزر جمانی ہوئی نڈی کی فونک آوازوں کے درمیان رت کی شکل دیکھ کر میرا دل بند ہونے لگا۔ ندرت کی آنکھوں پتلیاں غائب تھیں اور اس کے چہرے کے تاثرات بھی قطعی انسانی ہو گئے تھے۔ میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ حلق سے برتنے والی بے اختیار چیخ کو نہ جانے کیسے میں نے روکا تھا۔"

"مل گیا۔ وہ مل گیا۔" ندرت چھٹی پھٹی آواز میں بولی۔

میرا اگلا خشک ہو گیا تھا۔ کوشش کے باوجود کوئی آواز منہ سے نکل سکی۔ میں چھٹی پھٹی آنکھوں سے ندرت کو دیکھتا رہا۔ وہ بے چین نظر آ رہی تھی۔

تقریباً بیس منٹ گذر گئے پھر میں نے بہت دور ایک مانی ہولاد دیکھا اور سنبھل گیا۔ پراسرار چاندنی تا حد نگاہ کبھی نہ تھی۔ چند لمحات میں میں نے پہچان لیا۔ وہ سمبوتورا ہی تھا۔ زاب وہ دو بیرون پر آ رہا تھا۔ میں متعجباً انداز میں اسے لپٹا رہا پھر بولی دیر کے بعد وہ قریب آ گیا۔

"ہائیس۔ گوین۔ گوین۔" اس کی آواز ابھری۔ اور ندرت کے حلق سے ایک پرمشرت آواز نکل گئی۔ سمبوتورا میری طرف زور ہو گیا تھا۔

"ہماری محنت بار آور ہوئی گانالی۔ گوین یہاں موجود ہے۔" آواز ہرنے اسے تلاش کر لیا۔

میں بمشکل تمام خود کو سنبھال سکا تھا۔ میں نے ندرت کا لہر دیکھا اس کی آنکھیں حسب معمول ہو گئی تھیں وہی شمار بھری

موجود تھے۔ کچھ لوگ چلتے پھرتے بھی نظر آ رہے تھے وہیں جگہ
 اڑوڑوش تھے۔ مجموعی طور پر ان لوگوں کی تعداد جا میں پچاس
 کے لگ بھگ تھی۔ میں یہ سب دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔
 کون لوگ ہو سکتے ہیں یہ۔ کیا کیسے براؤن اور اس کے ساتھی؟
 عقل تسلیم نہیں کرتی تھی۔ کیسے براؤن کے ساتھ کافی وقت گزارا تھا
 بنا براہی کی تیاریاں اتنی زبردست نہیں نظر آتی تھیں لیکن گہراؤنی
 تھا۔ ممکن ہے درپردہ وہ ان کا رونا روٹا نہیں معلوم ہوا۔ گہراؤنی
 نے واقعی یہ سب کچھ کیا ہے تو پھر میں نے آج تک اس کی صلاحیتوں
 کا نظا اندازہ نہ کیا تھا۔ جن دشوار گزار راستوں سے اور جس طرح
 ہم چند فزاویہاں تک پہنچے تھے وہاں کیسے براؤن کا اس عظیم
 سادہ سامان کے ساتھ پہنچ جانا حیرت انگیز بات تھی اور ب سے
 زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ گہراؤنی باہا اس کے ساتھ موجود تھا۔
 دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا۔ مذہب اس کو کس کو بچانے
 میں ناکام رہا۔

سمبور تو اکیلا آواز نے خیالات سے نکال لیا۔ تم نے ان لوگوں
 کو دیکھا گا زالی؟

"ہاں میں نے ابستر سے جواب دیا۔
 "کون ہو سکتے ہیں؟"
 "کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا؟"
 "تمہارے شناساؤں میں سے کوئی؟"
 "افسوس میری آنکھیں رات کی تاریکی میں یہ کام نہیں کر سکتیں"
 میں نے جواب دیا۔

"ہاں ان کے بارے میں دن کی روشنی میں ہی صحیح اندازہ
 لگایا جا سکتا ہے البتہ یہ بات وہ وقت سے کہی جا سکتی ہے کہ کوئی
 ان کے ساتھ ہے۔" سمبور نے کہا۔
 "تم نے اس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں
 کی؟" میں نے سوال کیا۔
 "کلی تھی ماس دوران کئی بار لڑچکا ہوں۔ لیکن"
 "لیکن کیا۔؟"
 "اس کی ذہنی کیفیت چوں کی توں ہے وہ نہ خیالات ڈھل
 کر سکتا ہے نہ جواب دے سکتا ہے۔" سمبور نے افسردگی
 سے کہا۔

رات بھر ایک تہیں چپکے تھی ہماری آنکھیں وادی کے
 پتہ نہ گزریوں پر لگی ہوئی تھیں سان کے درمیان خاموشی ضرور چھا
 گئی تھی لیکن چند لوگ رات بھر مستحضری سے پہرا دیتے رہے
 تھے۔ چنانچہ جنگلی جانوروں سے خطرہ تھا یا کوئی اور بات ذہن
 میں تھی۔ پھر صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔ ہمیں اس کا اندازہ تھا کہ

نذرت اور وائی مین نے چونک کر مجھے دیکھا۔ لیکن دھڑلے ہی
 ٹپ رہے۔ میں نے اس کے بعد اس بارے میں کوئی گفتگو
 کی۔ میری نگاہیں نیچے وادی کے مناظر دیکھ رہی تھیں۔ چند
 لمبے سے جو انوں نے ایک کھیل شروع کر دیا۔ وہ یا کول کو
 ال ولا کر ان پر سراری کر رہے تھے۔ پاک ٹھنڈا ہوا ہے
 میں ان کے سامنے بے سمن نظر آ رہے تھے۔ کچھ لوگ دوڑ لگا
 رہے تھے کچھ دوسری درز میں کر رہے تھے۔ طاقتور اور بہادر
 معلوم ہوتے تھے ان کی قومیت کا مجھے کوئی اندازہ نہیں
 ملا۔ لیکن اب یہ بات وہ وقت سے کہہ سکتا تھا کہ یہ کوئی اجنبی
 ہے۔ سولہ سے پیدا ہوا تھا کہ ان لوگوں کے یہاں موجود ہونے
 بعد کیا ہے۔ کیا وہ یہیں اسی جگہ میں ہیں یا پھر کوئی اور سلسلہ
 پورے کو میں ان کے پاس موجودگی کے سوا اند کوئی بات
 نشاندہی نہیں کر سکتی تھی۔

سمبور تو رات ہی کہا۔ "میرا ذہن یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہے
 ان کے درمیان کیسے داخل ہوں؟"

"میں نہیں سمجھی وائی مین نذرت نے کہا۔
 "حالانکہ سمجھ جلتے والی بات ہے۔ گو میں کو ان کے جنگلی
 کس طرح نکالا جائے؟"
 "ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خطرناک لوگ معلوم ہوتے
 ہیں۔"

"دیکھو گا زالی تمہارا کیا خیال ہے ان بارے میں؟"
 "میں خود اگو میں کو ان کے قبضے سے نکلنے کے حق میں
 ہوں؟" میں نے کہا۔
 "اورہ۔ اسنے الفاظ کی وضاحت کرو؟"
 "کیا گو میں کو ان کے جنگل سے نکلنے کے لیے تم ان سب
 نکل کر دینا پسند کرو گے؟"

"ایک کو بھی نہیں۔ تم جانتے ہو؟ سمبور نے کہا۔
 "میرا ذہن کہ ہماری زندگی بریں جائے؟"
 "آخری فیصلہ دقت کرے گا؟"
 "ٹھیک ہے لیکن یہ آسان نہ ہوگا۔ اور پھر ہم یہ بھی نہیں
 سکتے کہ یہ لوگ کون ہیں اور اسی وادی میں ان کی موجودگی کیا
 مدت رکھتی ہے۔ لیکن ہے گو میں اتفاقاً قید طور پر ہی ان کے
 ہلک گیا ہوا اور انہوں نے ایک انسان کی حیثیت سے ہی اسے
 دیکھا ہوا، لیکن ہے یہ صرف ہم جو ہوں اور بہت کے اندوہی
 ان میں صرف سیاحت کے لیے آئے ہوں۔ اور لہو جیالے
 نہ معلوم ہوتے ہیں۔ بہترین ساز و سامان سے لیس میں ہماری
 آسان نہ ہوں گے۔ فرض کرو سمبور تو رات ان کا مقصد بھی خزانے

کا حصول ہوتا ہے کیا کسی بھی شکل میں تم کو میں کو ان سے عامل
 کر سکتے ہو؟"
 سمبور تو اسوج میں ڈوب گیا۔ مقولہ ویر خاموش رہنے
 کے بعد بولا۔ "یہ کام جیسے بھی ہو کرنا ہے۔"
 "کوئی تجویز ہے ذہن میں؟"
 "ابھی تک نہیں۔ پہلے ان لوگوں کے بارے میں اندازہ
 لگانا ہوگا پھر مواقع تلاش کرنے ہوں گے لیکن اس دوران ہم انہیں
 نگاہوں سے اجھل نہ ہونے دیں گے۔"
 "تمہارے ذہن میں کوئی آئیڈیا گا زالی۔؟" نذرت نے
 کہا۔

"ہاں ایک خیال ہے میرے ذہن میں؟"
 "ہاں تو راسا۔ بولنا؟"
 "اگر ہم لوگ ان میں شامل ہو جائیں؟"
 "کس طرح؟ کیا وہ ہمیں قبول کر لیں گے۔ اگر ہم خود کو ان
 کے سامنے پیش کریں تو کیا تم دوسرے سے کہہ سکتے ہو کہ وہ ہمیں
 ہلاک نہ کریں گے؟"

"یہ خطرہ تو مول لینا ہوگا؟"
 "فرض کرو ہم یہ خطرہ مول لے لیں تو یہ بھی بناؤ اسپتے
 ہارے میں انہیں کیسے مطمئن کریں گے؟"
 "اورہ۔ وہ لوگ نیسے اکھاڑ رہے ہیں اور وہ نذرت
 خاموش ہو کر ادھر دیکھنے لگی۔ تمام لوگ سڑکی تیار کیا کر رہے
 تھے شیشے اکھاڑ کر باہر بار بار کیے جا رہے تھے۔ کینوس کے
 تھیلے کر سے ہانڈے جا رہے تھے۔ ان کے پاس ہسٹل اور دوسرے
 آئینے ہتھار کبڑت تھے عجیب وحشی انسان تھے ان کی آن میں
 انہوں نے میدان صاف کر دیا۔ تب میری نگاہ ایک دروازہ صاف
 عورت پر پڑی۔ تقریباً پچھتے پچھتے تک مالک تھی چست
 لباس میں انتہائی سڈول نظر آ رہی تھی وہاں موجود لوگوں میں اس
 کے لیے اہتمام پایا جاتا تھا۔ وہ انہیں ہدایات جاری کر رہی تھی۔
 ہم خاموشی سے ان کی کارروائی دیکھتے رہے اور پھر، ہم نے
 انہیں ایک قطار میں وادی کے ایک سرے کی جانب جاتے
 ہوئے دیکھا۔

سمبور نے کہا "نیچے ڈھلان کو عبور کرنے میں، ہمیں
 کتنا وقت لگ جائے گا؟"
 "زیادہ تو نہیں؟"

"ان کا آخری آدمی وادی سے نکل جائے گا تو ہم ڈھلان
 میں اتریں گے۔ نیچے اترنے کے لیے وہی جگہ مناسب رہے گی
 جہاں سے ہم نے انہیں دیکھا تھا اس طرف کے راستے مشکل ہیں؟"

”ہاں۔ میں ایک بات اور سوچ رہا ہوں۔ میں نے کہا۔
”کیا۔“

”انہوں نے کسی شخص کو چھپا نہیں رکھا لیکن گوہن ہمیں
نظر نہیں آیا جبکہ میری نگاہیں مسلسل اسے تلاش کر رہی تھیں۔

”اس بات کے علاوہ میں کسی اور بات کا دعویٰ نہیں
کر سکتا گاڑلی کر گوہن ان کے ساتھ ہے۔ سمجھو تو رائے کہا میرے

لیے مزید کچھ کہنا لیکن نہیں رہا تھا۔ ہم دونوں سے نیچے اڑائے
اور پھر ہم نے نیچے اترنے کے لیے راستے منتخب کر لیے۔ دہلی

میں سڑک کرنے والوں کی قطار اب بہت دور نظر آ رہی تھی۔ وہ پھاٹ
اور ہموار راستے پر تیزی سے سفر کر رہے تھے۔

نیچے اترتے ہوئے میں نے سمجھو تو رائے پوچھا: ”جس سمت
کا انہوں نے رخ کیا ہے وہ ہماری منزل کی طرف جاتی ہے“

”ہاں“

میں خاموش ہو گیا۔ ڈھولان آگے چل کر خطرناک ہو گئے
تھے لیکن ہم ان جیسے راستوں کی مشق کر چکے تھے اس لیے بہت

زیادہ مشکل نہ پیش آئی اور جب ہم نے وادی میں پہلا قدم رکھا
تو قطار ہماری نگاہوں کی حد سے نکل چکی تھی۔

”ان کی رفتار بہت تیز ہے۔“ گذرت بولی۔

”آؤ ہمیں بھی تیز چلنا چاہیے۔“ سمجھو تو رائے کہا اور ہم ان
کے نقش قدم پر چل پڑے۔ وادی کو عبور کرتے ہوئے سورج

کافی بلندی پر اٹھ گیا تھا۔ وہاں سے آگے بڑھے تو ایک اور ڈھولان
نظر آیا لیکن یہ خطرناک نہیں تھا۔ جیسب ہی جگہ تھی چٹانیں ابھری ہوئی

تھیں اور ان کے درمیان سیاہ رنگ کی لمبی گھاس نظر آ رہی تھی۔
چٹانوں کی چٹان میں پانی تھا جس میں چوہیں اور دوسرے مٹی کے

کڑے رنگے رینگے تھے۔ جگہ جگہ زمین سے پانی ابل رہا تھا یہاں
بہت سی جگہوں پر پھینسن تھی جس کی وجہ سے سڑک رفتار سست

کرتی پڑی۔ آگے جانے والوں کے نشانات جگہ جگہ مل رہے تھے
ہم جان بوجھ کر ان کے اور اپنے درمیان فاصلہ رکھنا چاہتے تھے۔

اس ڈھولان کو طے کر کے آگے بڑھے تو بہت دور دورہ لوگ
نظر آئے۔

سمجھو تو رائے بے اختیار کہا: ”میں دعوے سے کہتا ہوں
کہ ان کا رخ وہی طرح ہے۔“

”آگے بیاوی نہیں ہے، میں نے پوچھا
”اگر وہ دودھ سا رنگ کو عبور کر کے آگے بڑھیں گے تو انہیں
نشانیوں کی آبادیوں سے گذرنا پڑے گا۔ اور اگر انہیں سمت مرط
گئے تو ان کے حق میں بہتر ہو گا۔“

”نشانیوں میں؟“

”جانتی نثراد قیامل جواپتی زمین پر کسی غیر نسل کے انر
دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ان کا مذہب ان کے عقائد نثرادوا

قبل کے ہیں وہ عجیب و غریب لوگ ہیں اور بڑے حد جنگجو
خطرناک۔ ان سے بچنا ضروری ہے“

”دوڑہ تانگ یہاں سے کتنی دور ہے؟“
”جس رفتار سے سڑک کیا جا رہا ہے اس کے تحت کر

چار دن کی راہ پر ہے“
”اس سے قبل ہی ہمیں ان تک پہنچنا ہو گا۔“ میں

پر خیال انداز میں کہا اور ندرت چونک کر بٹھے دیکھنے لگی۔
”ہم لوگ خود کو ان میں شامل کرنے کی بات کر رہے

ہیں نہ کہا۔
”ہاں۔ لیکن اس کا کوئی مؤثر طریقہ کار ذہن میں نہیں

اگر عام انداز میں ہم ان تک پہنچے تو نہ جانتے وہ ہمارے
کیا سلوک کریں۔ ان کی تعداد بہت ہے اور

”میرے ذہن میں ایک تجویز ہے وائی میں؟“
”کیا۔“

”جس کسی ایسے انداز میں ان سے ملنا چاہیے جو
پر ارار اور دشمن ہو۔ نثار ہر وہ کھلے رستے قسم کے لوگ معلوم

ہیں اگر ہم کسی طرح ان کی توجہ حاصل میں تو کام بن سکتا ہے
”لیکن کس طرح؟“ سمجھو تو رائے پوچھا۔

”ہم نے ان کے رخ کا اندازہ لگایا ہے۔ کسی بھی طر
ان سے آگے پہنچنا ہو گا اور کوئی ایسی جگہ منتخب کرنی ہوگی:

ان سے طوفاقت کی جائے بہت میں داخل ہونے والے
کل کے ذہن میں یہاں کے ارار ہوتے ہیں وہاں پہنچے

علاوہ ان پر ارار کہا بیوں کی تلاش میں بھی میرے گردن ہونے
انہیں حیرت کر دیں۔ اگر یہ لوگ صرف سر پھر سے سب سے بھی بیڑ

تحت کی دیکھوں سے ضرور متاثر ہوں گے اور اگر ان کے ذ
میں کوئی اور تصور ہے تو ہماری پیشگوئیاں ادا نکشانات
ہم سے دلچسپی لینے پر مجبور کر دیں گے۔“

”پیش گوئیاں، نکشانات؟“ سمجھو تو رائے اٹھے ہو۔
”جہے میں کہا۔

”اودہ۔ وائی میں سمجھتے کیوں نہیں۔ فرض کرو ہم انہ
ناروں میں سوئے ہیں اور جاگ کر ان سے کوہیں کر ہم صد

سے سوئے ہوئے تھے۔ پھر ہم انہیں ان کے مفہد سے
کریں تو کیا وہ ہمارے طلسم میں نہ کھو جائیں گے؟“

سمجھو تو رائے چہرے پر طیب سے نشانات نظر آئے۔
صبح میں ڈوب گیا تھا۔ ندرت کے چہرے پر ہنستا ہوا

”ان کے بدن گرو آؤ ضرور ہیں لیکن یوں لگتا ہے جیسے
انہیں مرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ بات اٹو کھی ہے۔

”میرے دم کو بتاؤ گے۔“
”ہاں میرے دم کی بلیات ہے کہ کوئی بھی اٹو کھی بات ہو انہیں

ضرور بتائی جاتے۔“
”جاؤ اطلاع دو۔“

”یہ لڑکی کس قدر پرکشش ہے۔“
”موتی ہے۔“

”ہاں۔ دوسرے نے انہیں فرنگی سے کہا۔
”انہی لوگ ہوتے ہیں۔ زندگی دنیا کی دلچسپیاں حاصل

کرنے کے لیے ہوتی ہے یہ لوگ زندگی سے نفرت کرتے
ہیں۔ اس نوجوان کو دیکھو کیسے خوبصورت بدن کا مالک

ہے۔“
”لڑکی کا عاشق ہو گا۔“

”دو لوگوں نے شادی کر گئے۔ بچائے خود کشی کرنی۔“
دوسرے نے تو ہتھیار لگایا۔

”میرے دم آ رہی ہیں۔ ایک نے سرگوشی کے عالم میں
کہا اور دونوں خاموش ہو گئے۔ بیماری قدموں کی آواز سنائی

دے رہی تھیں۔ پھر ایک پاٹ دلر سوانی آواز ابھری۔
”انہیں چٹان کی آڑ سے باہر لاؤ۔ بہت سے لوگوں

نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ہمارے جسموں کو چٹان کی آڑ سے نکال
کر باہر زمین پر ڈال دیا گیا۔ بیلتھال انہیں دیکھو۔ کوئی جو یہ۔

یہ مردہ ہیں لیکن ان کے جسم لگداریں۔ چند لمحات کے بعد ایک
ہاتھ میرے سینے پر آیا۔ جس دم کی مشق کا آ رہی تھی میرا سانس

بند تھا۔ پھر ایک ہاتھ آواز ابھری۔“
”مردہ۔ لیکن اٹو کھے۔“

”اٹو کھے کیوں؟“
”تم نے ان کے بدن دیکھے ہیں۔ ان کے گرد آؤ بدن

بتانے ہیں کہ یہ سالہا سال سے اسی طرح بیٹھے ہوئے ہیں لیکن
ان کے جسموں میں تازگی ہے۔“

”کیا یہ حنوط شدہ ہیں۔“
”ہرگز نہیں۔ انہیں صرف ہواؤں نے حنوط کیا ہے۔ اگر

آپ انہیں مصری جسموں کے درمیان رکھیں تو یہ اٹو کھی چیز
ہوں گے، پوڑھی آواز نے کہا۔

”تب انہیں محفوظ رکھو، یو، سوانی آواز نے کہا۔ مجھے
دو عورت یاد آگئی تھی جیسے میں نے ان لوگوں کو احکامات

دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیا کوئی عورت ان لوگوں کی سربراہ

ہے۔ ایک بار پھر میں اٹھا گیا۔ اور اس کے بعد میں نرم کپڑوں کے ڈھکے پر ڈال لیا گیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ بیوقوفی جگہ ہے۔ نہ جانے ندرت اور سمبورا مجھ سے کتنے فاصلے پر تھے۔

آوازیں ابھر رہی تھیں۔ انگریزی زبان بولی جا رہی تھی بہر حال آزمائشیں آپڑی تھی اور اب دوسرے مرحلے کا انتظار تھا۔ شاید میں کسی ایک کی پشت پر تھا ہلکے ہلکے پچھلے اس کا احساس دلا رہے تھے۔

دوسرا مرحلہ رات کے وقت شروع ہوا۔ بقیہ وقت کے سفر نے آگ آگ توڑ دیا تھا ایک ہی انداز میں پڑے رہنا تھا کہ جانے کس کی نگاہ میں آ جاؤں۔ پھر رات ہونے پر ابوں نے قیام کیا تھا۔ اطراف میں لوگ بکھرے ہوئے تھے اس لیے ذرا بھی موقع نہیں مل سکا کہ ندرت اور سمبورا کا نام معلوم کر سکوں۔ دیر تک ہنگامے رہے پھر مجھے اٹھا کر کہیں لے جایا گیا۔ اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی ٹیم ہے۔ پھر وہی نسوانی آواز سنائی دی۔

”بیٹھال۔ ان علاقوں میں ملنے والے نوادرات میں یہی انسانی بدن سب سے اونگھے ہیں۔ میں ان کے سلسلے میں تھاؤں باہرانے راستے چاہتی ہوں۔“

”بلاشبہ یہ عجیب و غریب دریافت ہیں۔ میں خود بھی ان کے بارے میں سوچتا رہا ہوں میڈم بیوقوفی آواز نے کہا۔“
”تم سارے خیال میں ان کی موت کو کتنا عرصہ گزرا ہے؟“
”نسوانی آواز نے کہا۔ اور پھر وہی آواز چبھی ہوئی سنائی دی۔ وہ بیٹھال دیکھو۔ اس کی آنکھیں خود بخود کھل گئی ہیں کچھ آٹھیں سنائی دیک اور پھر پتھال کی آواز ابھر رہی۔“

”وہ میرے خدا ہے۔ انکھیں بے نور نہیں ہیں۔ ان میں زندگی کی چمک ہے۔ کیا یہ....“
”سٹرینٹھال زندگی کی آنکھیں بھی کھل گئی ہیں۔ ایک اور آواز نے کہا۔ اور میں نے بھی اطمینان سے آنکھیں کھول دیں۔ پھر سمبورا کی بھاری آواز ابھر رہی۔ اس نے تبتی زبان میں کچھ کہا تھا۔

”بیٹھال نے کہا۔“ اس نے کہا ہے کہ کیا یہ دنیا کا آخری دن ہے۔“
”جزت کیڑو گیا ہے۔ یہ نسوانی آواز میں شدید جزت تھی۔ اس لیے زبان ضروری نہیں تھا پتا پھر سب سے پہلے اٹھ کر بیٹھے والوں میں میرا ہنر تھا۔ میرے قریب کھڑے ہوئے دو

کچھ معلوم ہو جائے گا۔ چہرہ ہم سے مخاطب ہو کر بولا ”سختے دانو تم جاگ گئے ہو۔ کوئی ضرورت ہو کچھ دیکھا ہو تو ہمیں بتاؤ۔“

”ہمارے جسموں کو لباس دو تم نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ تم نے ہماری صدیوں کی مینڈ توڑ دی ہمیں وقت سے پہلے جگا دیا ہے۔ اچھا تو نہ کیا تم نے۔“

”تمہیں دوبارہ سلا دیں گے۔ ایسی نیند کہ پھر کوئی تمہیں مزہ چکا گئے گا لیکن اس سے پہلے کچھ دیر کے لیے بوشش میں آ جاؤ تو بہتر ہے۔“ عورت کی فصیلی آؤڑا ابھری۔

”ہمیں میڈم مان کے ساتھ سختی نہ کریں۔ دلچسپ چیز ہیں۔“ بیٹھال نے کہا۔

”مگر یہ ہیں کیا۔؟“
”بدھ بکشت معلوم ہوتے ہیں۔ تفصیل معلوم جائے گی؟“
”میں سب کچھ ماننا چاہتی ہوں۔ انہیں اس کے لیے تیار کرو۔ انتظار رکھیے جنوں میں مبتلا کرو رہتا ہے۔“

”ہمارے جسموں کو لباس دو سادہ میت کے پرستاروں پر سے وقت کو آواز نہ دو اور نہ پیاروں کے بدن تنگ ہو جائیں گے۔ آیشاروں کے رخ بدل جائیں گے اور تم ان زمین پر ہمیشہ کی نیند سو جاؤ گے۔ یو لو یہ سب کچھ چاہتے ہو۔“

سمبورا کی آواز غضبناک ہو گئی اور اس کے جلال نے ان پر اثر کیا۔ وہ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

”ان کے جسموں سے مطابقت کرتے ہوئے ہاسی لے آؤ اور بہتر سے میڈم کے انہیں کچھ وقت دیا جائے۔ یہی مناسب ہو گا۔“
”لے جاؤ لے جاؤ۔ انہیں یہاں۔ سے لے جاؤ اور جب ان کے حواس درست ہوں تب انہیں میرے سامنے پیش کرو۔“

عورت نے ہنسی سے کہا۔
”کیا تم اپنے تھکوں چل سکو گے۔؟“ بیٹھال نے کہا۔ اور سمبورا تو آٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی دیکھا دیکھی میں نے اور ندرت نے بھی یہی عمل کیا تھا۔ ہم نہایت سست روی سے قدم اٹھاتے باہر نکل آئے۔ بوڑھا بیٹھال جسے ہم لوگوں نے اب غور سے دیکھا تھا ہماری راہنمائی کر رہا تھا۔ مولی سے تن و توشش کا مالک تھا اور اس چلنے کا انداز مٹھا کنیز تھا۔ اس نے ہمیں ایک

نیچے کے قریب لاتے ہوئے کہا۔
”تم لوگ یہاں آرام کرو۔ میں تمہاری ضروریات کی ہر چیز تمہیں جبا کر دوں گا کچھ دیر توقف کرو میں ابھی آتا ہوں۔“ اس نے دوستانہ انداز میں گردن ہلانے اور چلا گیا۔

خیر کشادہ تھا۔ اندر داخل ہو کر جبر نے اس میں نگاہ ڈالی

اور پھر زمین پر بیٹھ گئے۔ سمبورا نے آنکھیں بند کر لی تھیں ندرت میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سر کو گھسی کے انداز میں کہا۔
”تمہارے خیال میں گا زالی، سب کچھ ٹھیک ہے؟“
”ہاں۔“
”لیکن وہ عورت۔ وہ مجھے ان لوگوں میں نمایاں حیثیت کی حامل لگتی ہے۔“
”یقیناً وہ ان کی سربراہ ہے۔“
”ان لوگوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟“
”بالکل نہیں۔“
”مز جانے کون ہیں ویسے وہ عورت مجھے وہ بڑی دشمنانہ فطرت کی مالک معلوم ہوتی ہے۔ ندرت نے کہا، میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔“
”دفعاً سمبورا نے گردن اٹھا کر کہا۔“
”گا زالی۔ ذرا نیچے کے باہر تھا تک لو۔“ میں جلدی سے اٹھ گیا۔
”خیمے سے گردن نکال کر میں نے باہر جھانکا تو دروازے میں کوئی نہیں تھا۔“
”سب ٹھیک ہے۔“
”عورت ان کی سربراہ ہے۔“ یہ شخص بیٹھال کا کام آؤڑی معلوم ہوتا ہے میرے خیال میں اب تک سب ٹھیک ہے۔
بیٹھال کو قابو میں کرنا ہے وہ عورت کا مزاج شناس ہے۔
”گوہن کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟“ میں نے سوال کیا۔
”وہ ہمارے بالکل قریب ہے۔ سمبورا نے اعتماد سے جواب دیا۔
”اس کی تائید میں بھی کوئی ہول؟ ندرت نے کہا۔
”ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا تم نے اندازہ لگایا ہو گا سمبورا، اور میری کسی شکل میں وہ نہیں برداشت نہ کرتی اور شاید خود ہی قسم کروا لیتی ویسے ایک کے بارے میں کوئی اور اندازہ بھی لگا سکے۔“
”نوادرات کی مشقین ہے۔ عام عورت نہیں ہے۔ اگر صرف سیاح ہوتی تو اس فطرت کی مالک نہ ہوتی۔“
”نہیں یہی ڈرامہ جاری رکھنا ہے۔ جیسا کہ بیٹھال نے کہا کہ وہ ابھی آئے گا اس سے اگر محاطا گنڈگوگ کی جائے تو کام کی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں اور نہ میں ہم اپنے مطلب کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ ایک بات اور مسروانی میں۔ یہ لوگ جس راستے پر ہیں وہ تفتا قبائل کے درمیان سے گذرتا ہے۔“
”ہاں؟“

"تب اچھی ان کی نشاندہی بڑک جائے۔ اسے متاثر کرنے کے لیے جوت سے ڈرا کرنا پڑیں گے۔"

"تم ہمیں ہدایات دیتے رہو گا زانی۔ ہمیں تو پھیل ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی۔ اس سارے کھیل کے لیے اب جدید دور کے ایک دماغ کی ضرورت ہے۔ سوچتے والوں کے ذہن تک پہنچنے کے لیے ہمیں تیسروں اور خاموش ہو گیا۔ غصے کے پاس آہٹ سنائی دی تھی۔ پھر ہینتھال دروازے کا پردہ ہٹا کر اندر آ گیا۔"

"مقدس راہجو۔ جو لوگ دنیا ترک کر کے رہنمائی اختیار کر لیتے ہیں قابل احترام ہوتے ہیں میں تم سے عقیدت رکھتا ہوں اور تمہاری خدمت کر کے مجھے دل خوشی نصیب ہو گیا کیونکہ میں نے بد خدمت کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ میں دلی طور پر بدھ کے فلسفے سے عقیدت رکھتا ہوں۔ تمہاری باتیں گو میری سمجھ میں نہیں آئیں لیکن مجھے تم پر یقین ہے۔ کیا تم مجھے اپنے بارے میں کچھ اور بتانا پسند کرو گے؟"

"جو کچھ اس نے کہا۔ وہ اس کے حق میں بہتر تھا۔ لیکن ہم عدم تشدد کے قائل ہیں جو وقت نے اسے جھٹکا دیا ہے۔ کون ہے وہ؟" سمبوتورا نے کہا۔

"وہ وحشی قوموں کا امتزاج۔ اس کا باپ منگول تھا اور ماں ریڈ انڈین اس کی پرورش مایکری میں ہوئی اور وہ وہاں کے سب سے بڑے جرائم پیشہ گروہ "مکلا سونا" سے تعلق رکھتی ہے۔" چمکدار پتھروں اور پیل دھات کی تلاش میں بھٹکنے والی کو بتاؤ کہ موت اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ اپنے مقصد کے حصول میں سرگرداں رہے۔ ہم جگہوں سے اسے کھینچنا سمبوتورانے کہا اور اس کے ان الفاظ کا غنا خواہ مخواہ نتیجہ نکلا۔ ہینتھال کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"کیا کہا تم نے۔ چمکدار پتھر پہلی دھات ہے؟ اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"وہی جو تم نے جانا۔ وہی جس کے لیے تم تبت میں داخل ہوئے؟"

"تمہارے بارے میں کچھ جان سکتا ہوں مقدس راہجو؟"

"ہم اس دنیا کی چمک سے آگے ہوئے ہیں۔ ان دونوں نوجوانوں نے دنیا چھوڑ کر اس کے اقتدار کو جاننا چاہا، ہم سو گئے اس دن کے لیے جو اس نائناس کا آخری دن ہو۔ لیکن تم نے مداخلت کر کے ہمیں جگا دیا۔ نہ جانے کتنی صدیوں کی نینسدا اچاٹ کر دی تھیں؟"

"صدیاں۔ تو کیا تم صدیوں سے سوئے ہوئے تھے؟"

"اُس وقت یہاں سب کراہی کی حکومت تھی۔ اب کون حکمران ہے؟"

"سمبا کروں۔ یہ نام تو تاریخ میں بھی نہیں ہے۔ شاید اُس وقت کی تاریخ کبھی بھی نہیں گئی۔ ہینتھال نے کہا۔

"آہ۔ تم نے ہم پر ظلم کیا ہے؟"

"تم سونا چاہتے ہو۔ مجھے تناؤ میں تمہارے لیے کیا کرنا ہے؟"

"اب کیا ہو سکتا ہے۔ جھٹکنے پھر میں گے اسی زمین پر کچھ نہ کرو تمہارے لیے وقت کا یہی فیصلہ تھا۔ ہمبوتورا گردن جھکا کر بولا۔ پھر دفعتاً اس نے کہا۔

"اس کا نام کیا ہے۔ کیا وہ تم سب پر حکمران ہے؟"

"ہاں۔ ہم اس کے گرد کے لوگ جن اور وہ اہلین ساریا کے نام سے مشہور ہے۔"

"اس سے کچھ اور نام کام جاری رکھے۔ ہمیں پریشان نہ کرے ورنہ نقصان اٹھانے لگا؟"

"تم لوگ آرام کرو۔ نئی زندگی میں تمہیں وینادی چیزوں کی ضرورت پیش آئے تو مجھے بتاؤ؟"

"ہاں ہمیں انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والی وہ سب چیزیں درکار ہیں جو انسانی ضرورت ہوتی ہیں لیکن تم پر پلیمان نہ کرو اس احسان کا ہم کوئی صلہ نہ دے سکیں گے؟"

"مجھے تمہاری خدمت کر کے خوشی ہوگی؟ ہینتھال نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل گیا۔

"تسلیم بخش سمبوتورانے مسکرا کر کہا۔

"امر کی کے مٹلاؤ دنا گردہ کے بارے میں تم نے پہلے کچھ سنا ہے گا زانی؟" ندرت نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نہیں جانتا۔"

"اس کا نام اہلین ساریا ہے۔ بہر حال یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ بھی خزانہ تلاش کرنے والوں میں سے ہے۔ ہینتھال کے چہرے کے تاثرات یہی بتاتے تھے؟"

"ہم لوگ دیر تک آئندہ کے بارے میں فیصلے کرتے رہے اور ایک لاکھ ملے کر کے اس پر متفق ہو گئے۔ ہینتھال نے کھانے پینے کی اشیاء بھجوا دی تھیں۔

دوسری صبح ہماری طرف کسی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ دو لوگ ضروریات سے فارغ ہو کر سفر کے لیے تیار ہو گئے اور کچھ اسی طوفانی انداز میں سفر شروع کر دیا گیا۔ ہینتھال اہلین ساریا کے ساتھ تھا۔ صبح سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی ہماری نگاہیں

بڑھے بابا کی تلاش میں ہینک رہی تھیں میں ابھی تک اس کی شکل نہیں نظر آئی تھی۔

یہ سفر شام سورج چھپے تک جاری رہا۔ ایک پہاڑی عبور کرنے کے بعد جب ہم ایک گھٹے جنگل میں داخل ہوئے تو سمبوتورا نے اختیار لیا۔

"ہوشیار گا زالی۔ تشاؤں کی مرحد شروع ہو گئی ہے۔ اگر ہم بائیں سمت چل کر اس درے کا رخ اختیار کریں تو تشاؤں سے بچنے کی آخری شکل ہو سکتی ہے ورنہ؟"

"شاید یہ لوگ یہیں قیام کریں گے۔ میں نے سنا ہے کچھتے ہوئے کہا۔ آگے چلنے والے رگ گئے۔ ہمارا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ یا کوں پرستے سامان آتا جاگئے۔ لگان لوگوں نے اسی جگہ ڈیرہ ٹال دیا تھا۔ چھو لاریاں برق رفتاری سے نصب کی جانے لگیں۔ اور تاریکی چھانے سے قبل ہی وہ اس کام سے فارغ ہو گئے۔ سامی وقت ہینتھال ہمارے پاس آ گیا تھا۔

"مقدس راہ جو ملنے کے سفر نے تمہیں تھکا دیا ہو گا آرام کرو۔ لیکن ہے آج رات ساریا تم سے ملاقات کر لے؟"

"اس سفر میں ہمیں ساتھ رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم لوگ ہمیں ان پہاڑوں میں تنہا نہیں چھوڑ سکتے؟"

ہینتھال کے چہرے پر بلے بلی کے آثار نظر آئے۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ اچھی ممکن نہیں ہے ساریا خود تمہارے بارے میں فیصلہ کر لے گا۔ لیکن اگر تم یہ چاہتے ہو تو میں پوری پوری کوشش کروں گا۔ برادرم اس وقت تک تعاون کرو؟"

ہینتھال چلا گیا۔ سمبوتورا پر خیال انداز میں گال کھی رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "گا زالی۔ کیا ہم اسی قصبے تک محدود ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ کیا ہمیں یہاں سے باہر نکلنے کا اجازت ہے؟"

"پتا نہیں؟"

"معلوم کرو؟"

"ٹھیک ہے۔ میں بتا سکتا ہوں کہ کوشش کرتا ہوں۔ میں یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ندرت بھی میرے ساتھ کھڑی ہو گئی تھی۔

"میں بھی چلوں گی؟" ندرت نے پوچھا۔

"تم اگر چھبے ہی میں رہو تو بہتر ہے؟"

"دو۔" ندرت نے سمجھوتہ کیا۔

"اگر کوئی گروہ ہو گئی تو۔ تو صرف میں ہی اس کا نشانہ ہوں گا؟"

"میں بھی اسی وجہ سے تمہارے ساتھ چلنا چاہتی ہوں کہ اگر کوئی گروہ ہو تو تمہارا نشانہ ہو۔" ندرت کے انداز میں

کسی قدر شوخی پیدا ہو گئی۔

"میری بات مان لو ندرت؟"

"نہیں مانے گے؟ ندرت نے اردو میں کہا۔ اور میں گہری سانس لے کر اطراف کے ماحول پر نگاہ دوڑانے لگا۔ سب لوگ سب معمول اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ایک اور خاص بات

میں نے محسوس کی تھی یہ کہ ان لوگوں نے خیموں کو خاص انداز میں نصب کیا تھا۔ وہ دائرے کی شکل میں تھے اور سامنے کے حصے میں غالباً رات کو چھوٹا رہنے والے مستعین کیے گئے تھے۔ گویا ان کے درمیان سے نکل جانے کی گنجائش نہیں تھی۔

عورتیں چند خیموں میں تھیں جو اندر کی طرف تھے۔ اہلین ساریا کا بڑا فیصلہ بھی ایک سمت نظر آ رہا تھا۔

ہم دونوں آگے بڑھ گئے۔ خیموں کے درمیان سے گذرتے ہوئے کئی افراد ہمارے سامنے آئے وہ ٹھٹکیا کر رہیں دیکھتے ضرور تھے لیکن کسی نے کچھ نہیں کہا۔

"یہ سب لوگ امریکن ہائے۔ تم اس کا بات سنا گا زالی؟"

"وہ کس کا۔ میں نے اسی کے انداز میں کہا۔

"ندرت تمہارا نہیں ہے؟"

ندرت نے جواب دیا۔

"آج تم پھر اردو بول رہی ہو ندرت۔ میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

"تم میرا۔ مازا کیوں اڑاؤ؟"

"اس لیے کہ اردو میں تم تھپناک ہو جاؤ ہو؟"

"ہائیں نہیں سمجھا؟ ندرت نے کہا۔ اہلین میں کوئی جواب نہیں دے پایا تھا کہ اچانک ہمارے بائیں سمت کچھ بڑے لوگ جمع ہو گئے۔ ایک آدمی پھل کر ہم سے کچھ حاصل پر آمرا۔ اور اسے جھٹکا ہوا کوئی اور شخص ہمارے قریب آ گیا۔ اس کے پیچھے

یہی کچھ لوگ دوڑ رہے تھے۔ جھٹکا آنے والے نے دفعتاً میرا بازو پوری قوت سے پکڑ لیا وہ بہت خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ یہ سب کچھ اچانک ہوا تھا اس لیے میں کچھ سمجھ ہی نہ سکا لیکن ندرت کے حلق سے ٹپکی سی چیخ نکل گئی۔

"کوئی ہے؟"

معلوم ہوا کہ گوئین قافلے والوں کے قابو میں ہے۔ اس قافلے کی قیادت اہلین ساریا کر رہی تھی جس کا باپ منگول اور جس کی ماں ریڈ انڈین تھی۔ وہ انتہائی تشدد پسند خاتون تھی۔ وہ بھر بھر مائل ہو گئی۔ اسی دوران ہم نے اپنے گیان کے مطابق اسے نشانہ بنائے۔ اسے ڈر رہنے کا ستورہ دیا۔ اس نے بات کو مذاق میں اڑا دیا راستے میں تشابہ قافلے سے جوڑ پکڑ کر

معلوم ہوا کہ گوئین قافلے والوں کے قابو میں ہے۔ اس قافلے کی قیادت اہلین ساریا کر رہی تھی جس کا باپ منگول اور جس کی ماں ریڈ انڈین تھی۔ وہ انتہائی تشدد پسند خاتون تھی۔ وہ بھر بھر مائل ہو گئی۔ اسی دوران ہم نے اپنے گیان کے مطابق اسے نشانہ بنائے۔ اسے ڈر رہنے کا ستورہ دیا۔ اس نے بات کو مذاق میں اڑا دیا راستے میں تشابہ قافلے سے جوڑ پکڑ کر

اس جھوٹے کے بعد اس نے ہمارے مشوروں کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ راستے میں چند افراد نے قافلے کے اوپر فائرنگ کی۔ لیکن ساربا کی حکمت علی سے بیگروہ گرفتار ہو گیا یہ دیکھ کر میں حیران ہوا کہ اگر وہ بیکے براؤن کا تھا۔ ہمارے لیے مشکل پیدا ہو گئی لیکن سمبورتور نے راستہ نکال لیا۔ ایک بیچ میں ساربا کے معتد ہینتال کے ہمراہ قیدیوں کا بازو لے لیا تھا کہ میرے کانوں میں ایک ماسوں آدا آئی جو مجھ سے ٹکڑیاں ساگڑا طلب کر رہی تھی۔

دو کرنل اسٹن تھا۔ سوا فیصدی کرنل اسٹن۔ لیکن وہ وہاں اس حال میں۔ اگر وہ وہاں موجود ہے تو تعیناً ڈاکٹر ظاہر علی اور کوئٹہ پر بھارت بھی ہوں گے۔ یا صرف کرنل بیکے براؤن کے چکر میں پھنسا ہے۔ سمبورتور نے قافلے پر نظر میں انھیں تو ڈاکٹر ظاہر علی اور ان سے چند گز کے فاصلے پر کنویر پر بھارت منگوا اسی حال میں زمین پر سوتے دکھائی دیے۔ ان کے پیروں میں بھی دوسری ہی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔

ان تینوں کو اس حال میں دیکھ کر بہت دکھ ہوا تھا۔ لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ہینتال نے مجھے دوبارہ پکارا تو میں اس کے بڑھ گیا۔ کیا اسے سرگڑیا نہیں دو گے ہینتال؟ میں نے اس کے قریب جا کر کہا۔

"میں استعمال نہیں کرتا۔ اور پھر مناسب بھی نہیں ہے سرگڑیا سے دو گے تو جانے اور کافی بھی طلب کر لیں گے۔ ان سے پوچھو زندگی کے اس آخری دور میں یہ فرمانے کا کیا کریں گے؟ ہینتال نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ وہ آگے بڑھ گیا۔ دو دفعتاً میں نے دک کر کہا۔ تمہارے آدھوں نے ان دوسرے لوگوں کے بیروں میں زنجیریں نہیں ڈالیں۔ کیا یہ زنجیریں سے غفلت نہیں ہے؟"

"زنجیریں؟ ہینتال چونک کر بولا۔

"ہاں سرگڑیا ماننے والے قیدی کے پاؤں کی زنجیر تھی۔"

"ہمارے ہاں زنجیریں ہیں ہی نہیں۔ تم ان کے قائل نہیں آؤ گے۔ ہینتال کو دلچسپی پیدا ہو گئی۔ ہم دلیوں طرے اور دوبارہ کرنل اسٹن کے پاس آ گئے۔

"تمہارا شکر یا ماسٹر میں ایک سے کام چل جانے کا پلڑا؟ اسٹن نے آس بھری نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر تو وقت کو۔ تمہیں سگڑیا سرگڑیا بھجوا دی جائے گی۔ یہ تمہارے بیروں میں زنجیریں کسے ڈالی ہے؟ ہینتال نے پوچھا۔

"مہم برٹ براؤن نے۔ ہم ان کے قیدی ہیں؟"

"کون کون براؤن؟"

"بیکے براؤن۔ ٹنگ لڈر۔ وہ شہزادوں کے اس گروہ کا

لیڈ ہے۔ سنگل وحشی اسٹن کی کرنٹاگ ادا زابھری۔

"اس نے پہلی قیدی بنایا ہے؟"

"ہاں تین قیدیوں کے پیچھے میں جا چکے تھے ہم لوگ ہمارے سات آدمی مارے گئے۔ ہم لوگ جھازوں میں چھب گئے تھے تب یہ خوش نیکنے براؤن وہاں جا پہنچا۔ وہ جی انٹرن کوا شکار تھا۔ اس کا ٹیو بیویشن ختم ہو چکا تھا۔ دوسرا ساربا سامان بھی ان لوگوں نے چھین لیا تھا لیکن وہ کسی طرح اپنے ڈمپس کو بچا لایا۔ جھازوں میں گھسا تو ہم مل گئے اور اس نے ہمیں قیدی بنا لیا۔ اس کے پاس نہ کھانے کو ہے نہ پینے کو لیکن میں نہیں چھوڑتا۔ وہ ہماری زندگی کا خواباں ہے؟"

"تمہارا تعلق کس کے گروہ سے نہیں ہے؟"

"نہیں۔ ہم تو سیاح ہیں۔ تبت کے مہاراجہ معلوم کرنے نکلے تھے۔ ہماری مدد کو ماسٹر ہمیں ان کے چنگل سے آزاد کرانے کرنل اسٹن کو روکا کر بولا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ تم سے پھر بات ہوگی۔"

ہینتال نے کہا اور یہ اشارہ تمام کو ہاں سے بٹھا آیا تو پھر قافلے پر پہنچ کر اس نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا۔ دونوں دو دو قریب آ گئے تھے۔ قیدیوں میں تین افراد کے بیروں کی زنجیریں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کی زنجیریں اتار دو۔

"اوسے جیت ہاں میں سے ایک سے جواب دیا وہ دونوں مستعدی سے آگے بڑھ گئے۔ میں نے کہا ہاں ساربا۔ قیدی کسی دوسرے کو اپنا قیدی کیسے بنا سکتے ہیں۔ یہ ساربا تو ہیں ہے بلکہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کے ساتھ بہتر ساربا کیا جانا چاہیے؟"

"تم نے ٹھیک کہا تو جوان راہبہ چونکہ وہ ان سے تھا نہیں رکھتے اس لیے ان کے ساتھ بہتر سلوک ہوگا؟"

"یہ تین قیدی وہی ہو سکتے ہیں جن سے ہماری جگہ ہوئی؟ ہینتال نے کہا۔

"ہاں میں نے مختصر کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہینتال سے رخصت ہو کر مجھے کی طرف آ گیا۔ سمبورتور راہبہ موجود تھا۔ اس کے چہرے پر بھی تعجب پڑی ہوئی تھی۔

"بہتر ہے یہ سمبورتور کہ ہمارے عبادت کے لیے کوئی آئی تھا۔ جگہ جگہ منتخب کریں در تار میں ساربا آج فرصت میں سارا دن پور کرے گی؟"

"ہاں ساربا کو بلا لیں؟ سمبورتور نے پوچھا۔

"ہاں ضرور؟ میں نے جواب دیا۔ ہاں ضروری ہمارا آواز میں سن کر باہر نکل آئی تھی۔ میں نے اس سے بھی دوسرا کہے تو اس نے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ ہم تینوں

دور دراز گوشے میں جا بیٹھے، یہاں سے کسی کے مناظر صاف نظر آتے تھے، قیدیوں پر بھی نگاہ رکھی جا سکتی۔ سمبورتور نے اس طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ان کی حالت بہت خراب ہے۔"

"ہاں تھوڑی دیر تک میں ان کے درمیان گیا تھا۔ ایک اور مشکل پیش آ گئی ہے وہاں میں؟"

"ہاں۔ سمبورتور نے میرے لیے پوچھ کر کھبے دیکھا۔

"میری کہانی میں تم نے ڈاکٹر ظاہر علی، کنویر بھارت اور کرنل اسٹن کے نام سنے ہوں گے۔ جو تھا شخص اس کہانی سے نکل گیا تھا؟"

"مہم صاحب؟ سمبورتور نے من صاحب کے نام کا نام لگنا شروع کر دیا۔

"ہاں۔ وہ تینوں بھی بیکے براؤن کے ساتھ موجود ہیں؟"

"اوہ۔ ہاں تو ساربا کیا وہ بیکے براؤن سے مل گئے ہیں؟"

نذرت شدید صبر سے بولی۔

"نہیں وہ اس کے قیدی تھے۔ میں نے مختصر الفاظ میں کرنل اسٹن کی زبانی سنے ہوئے واقعات اور پھر اپنی کارروائی انہیں سنائی۔ سمبورتور نے فرمایا۔ "لیکن ہم تو خود کو ان پر بھی قابو نہیں کر سکتے۔ اس وقت کسی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا؟"

"بہت کچھ سوچنا پڑے گا سمبورتور۔ یہاں اگر پھریشن بہت خراب ہو گئی ہے۔ میں نے پر خیال انداز میں تھوڑی کہا تے ہوئے کہا۔

"تمہارا تعجب سرک رہا ہے راہبہ اس کا خیال رکھو؟"

نذرت نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ اور میں نے بے اختیار تھوڑی دیر سے ہاتھ پٹایا۔ نذرت کھنکھنی ہوئی آواز میں ہنسی پڑی تھی۔

"بات تشریح کا سبب نذرت۔ بیکے براؤن سے مجھے کوئی مدد دینی نہیں ہے لیکن ان لوگوں کو محفوظ رکھنا ہے۔ ساربا کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ان قیدیوں کے بارے میں کیا سوچا ہوگا۔ لیکن ہے وہ ہمارے کچھ کرنے سے قبل اس کو ہلک کر دے۔ اس طرح وہ لوگ بھی زخمی آ جائیں گے؟"

"لیکن تم ان کے لیے ہینتال سے کہہ چکے ہو گا زالی کیا ان کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کرے گا؟"

"لیکن ہے کرے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ساربا انہیں بہت نڈرے۔ میں ان کے لیے پریشان ہوں؟"

"مہم صاحب خیال میں اس میں بریشانی کی بات نہیں ہے۔"

تم یہ کام با آسانی کر سکتے ہو؟ سمبورتور بولا۔

"کیسے؟"

"ہم لوگ عبادت کر رہے ہیں۔ دو تے چاند کی راتوں میں ستارے ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور ستاروں کا کہنا ہے کہ تین قیدی ساربا کی مہم میں اس کے بہترین معاون ہو سکتے ہیں۔ پھر ان کی تشددی کردہ ان دونوں وہ ہم پر اعتبار کرتے ہے؟"

سمبورتور نے جواب دیا۔

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ میں نے سمبورتور کی تجویز سے اتفاق کر لیا۔ ہم دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے پھر چند لوگ ہماری طرف بڑھتے نظر آئے۔ ہمارے لیے ناشا لائے تھے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوا کہ ساربا کے گروہ کے افراد کسی سے غافل نہیں ہوتے۔ ہمیں اس طرف آتے دیکھ لیا گیا تھا۔ ساربا نے آج غلاف تو قلع قیام تھا۔ ایسے تو خوں پر اس کے ساتھی بہت خوش ہوتے ہیں اور خوشی کا اظہار کی طرف ہوتا تھا کہ وہ وحشت خیزی کریں۔ چنانچہ کھل ڈالیاں بچالے اور چھڑے لے کر نوجوانوں کی ٹولیاں جنگل میں نکل گئیں۔ جو جنگل نہیں گئے تھے وہ یہیں منگنا رہے تھے۔ رکھس و بسنی پوشیدہ رکھ جس میں ریڈاڈن قابل کے دھس کی جھلک پائی جاتی تھی۔

دو دفعتاً نذرت نے ساربا کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ہینتال کے ساتھ قیدیوں کی طرف جا رہی تھی۔ پھر نذرت بولی۔ "اس وقت نے تمہیں ہر طرح متاثر کرنے کی کوشش کی تھی گا زالی ہے؟"

"تھی نہیں اب بھی کر رہی ہے؟"

"کیا یہ تم پر قابو پالے گی؟"

"امکان تو نہیں ہے۔ میں نے الفاظ جیا کر کہا۔ اور نذرت چونک کر کھبے دیکھنے لگی۔ تمہارے لہجے میں بے یقینی کیوں ہے؟"

"آنے والے لحاظ کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟"

میں نے جواب دیا اور نذرت کھبے گورنے لگی۔ پھر بولی۔ "میری پیش گوئی سن لو۔ جس دن تم اس کی طرف ملتفت ہوئے وہ دن اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا؟"

"اوہ۔ کیا اسے کوئی حادثہ پیش آ جائے گا؟"

میں نے لطف لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں وہ قتل کر دی جائے گی؟"

"کون قتل کرے گا اسے؟"

"میں نے نذرت نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

"تم لوگ تو قتل و غارت گری پسند نہیں کرتے؟"

"بحالت مجبوری ایسا کیا جا سکتا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ ساریا کو تو ویسے بھی راستے سے ہٹانا ضروری ہے جب اس کی ضرورت پیش آئے گی تو میں اس سے لہجہ رحمت کروں گا" میرے الفاظ پر ندرت مسکرا دی تھی۔

آسمان برا لڑو تھا۔ آہستہ آہستہ بارہا دلوں کے غول نمودار ہونے لگے اور بظہر روشنی کان پھونگی۔ موٹی موٹی لوہیوں آسمان سے گرنے لگیں اور ہمیں یہ گورنر واقعیت چھڑنا پڑا۔ ہم میزوں تیزی سے غصوں کی طرف جلنے لگے۔ اسی وقت نوجوانوں کا ایک غول ایک شہر کی لاش لڑکوں میں ٹکلائے ہوئے آگیا۔ شہر کو کھپڑوں سے مارا گیا تھا۔ ساریا تیزی سے ان کی طرف بڑھی وہ انہیں دباؤ سے رہی تھی۔

"افسوس اس کے سر پر دار کرنا پڑا لیکن ہم نے اس کا لہجہ ملن چھوٹا کر رکھا ہے۔ اس کی خوبصورت کمال آپ کے لیے مخصوص کی گئی ہے میڈم"

"ایک منٹ! ساریا نے کہا اور پیش قدمی سے ایک لمبا خنجر نکال لیا۔ شہر کا ایک کان بک کر اس نے خنجر کا ایک خونخاک دار کیا اور شہر کی گردن علیحدہ کر دی۔ اس کے ہاتھ خون میں لہٹ لہٹ گئے تھے۔" اب احتیاط سے اس کی کھال تارو دو! اس نے خنجر قریب کھڑے ہونے ایک شخص کے لباس سے صاف کرتے ہوئے کہا اور اسے پوچھی میں اڑس لیا۔ اس کے چہرے پر شہر سے زیادہ زندگی نظر آ رہی تھی۔ نوجوان شہر کی گردن اسی طرح پڑی چھوڑ کر آگے بڑھ گئے ساریا گردن کو ٹھوکریں لگا رہی تھی۔ پھر اس کی نگاہ ہم پر پڑ گئی۔ اور اس نے ایک تہمت لگا یا نہ دیکھو وہ فرشتے آسمان کے تختے کو ٹھکرا کر جھگ رہے ہیں۔ اسے نصاب پوچش فرشتہ ادھر آؤ!"

"نعت ہے اس پر" میں نے غزنی ہوئی آواز میں کہا۔

جبور آں کے نزدیک جانا پڑا۔

"میں نے تو سنا تھا کہ تم لوگ آج دن بھر امی جگہ بیٹھ کر عبادت کرو گے یہ اس نے شہزادت بھری لگا ہوں سے نہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تہا سے قیام سے ہم نے ہی فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا ساریا یہ سمجھتے تھے کہ۔

"بھیر دہاں سے کیوں لٹھ جھگے" وہ کرکشی لہجے میں کہا۔

"بارشس کی وجہ سے"

"کیسی عبادت ہے تمہاری آسمان سے بھی غصے نہیں ہو۔ اور زمین سے بھی بھاگتے ہو۔ بارش تو آسمان کا تختہ ہے۔ پانی میں بیٹھی ہو اسی دن کو چھوٹی ہیں تو گنگائی ہے ایک ایک ہیں۔ ہر شے کو لپیٹ کر خود میں سمونے کو جی چاہتا ہے۔ اگر گم اپنے

خدا سے غصے ہو تو اس کی دنیا سے کیوں بھاگتے ہو ہمیں دیکھو ہم نے اس کی بانی کو بدن برد کا بے اور بدن سے گزار دیں گے۔ اگلی راہو۔ فلسفہ زندگی مجھ سے پوچھو۔ زندگی ناہم بیان لڑکوں سے بہرہ ور ہونے کا جو آسان ہے لیے ہیں اور ان سے منہ موڑنا خود کشی ہے کہ زندگی کے بعد موت یقین ہے اور موت کے بعد ہر خواہش کا فنا ہونا لازمی ہے۔ تم کو کسی زندگی گزارنا چاہتے ہو، جو موت کے مترادف ہو"

"انہیں لڑکوں سے کناہ کرکشی بہ بہانیت ہے۔ ساریا خود پر بھڑک رہے ہم..."

"اوہ جاؤ جاؤ وہیں اس وقت بوجھل باتیں نہیں سنا چاہتی۔ اپنے غصے میں جاؤ اور اگر ان جاؤں کی حقیقت کو جان لو بارشیں کی چمک چمک کا مفہوم سمجھ میں آجائے تو رات کو میں اپنے غصے کے عقوبت میں تمہارا انتظار کروں گی" اس نے منہ جھٹلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور میں پلٹ پڑا۔ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ نوجوانوں کے ایک غول کو وحشت زدہ انداز میں دوڑتے دیکھ کر کرکشی بڑا دوسرا بارہ جوان ایک سرکش گھوڑے کو رستوں سے باہر لے لائے تھے سیاہ رنگ کے تدار اور گھوڑے کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں اس کے تھمنوں سے آگ نکل رہی تھی لیکن رسیاں اس طرح اس آس گردن اور ٹانگوں میں کسی گئی تھیں کہ وہ انہیں روند ڈالنے چاہتا تھا میں ناکام تھا۔ چادر کا رخ کرتا دوسری طرف سے رسیاں تان ل جاتی ہیں اور اسے دیکھ کر پڑتا۔

"گھوڑا! ساریا پرسترت آواز میں چیخی۔ یہ نہیں کہل سے مل گیا۔"

"یہ وحشی تو وہی ہم پر حملہ آور ہوا تھا۔ اور دیکھو کسی میڈم اب یہ ہماری گرفت میں ہے" ایک نوجوان نے بیچ کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے ان اطراف میں گھوڑے ہیں کیا وہ لوگ بھی گھوڑے تو کش کر رہے ہیں۔ اس طرف لڑاؤ سے میں پر سواری کروں گی"

ماری گئی۔ میں نے بدل میں سوچا۔ جنگ گھوڑے پر بوزار آسان نہیں ہوتی اس نے تو کبھی سواری کا منہ نہیں دیکھا ہو میں رک کر ساریا کی سواری کا منظر دیکھنے لگا۔ چالاک تھی، ایسا چالاک تھی۔ اس نے گھوڑے کو چھوڑنے کے لیے نہیں کہا۔ جو اسی طرح اسے پکڑے رکھتے تھے۔ ساریا آہستہ آہستہ آگے بڑھ لگی۔ گھوڑا مسلسل پھل کو دھرا ہوا تھا، وہ بار بار پھل کر آگے بڑھ جاتا ساریا کو سب سے قریب پا کر اس نے آواز لگائی اور دونوں پا پر کھڑے ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ ساریا ایلیٹان سے اس کی زد نکل گئی اور دوسری طرف آ کر اس نے گھوڑے کی گردن میں:

ہوئی رہی پھر ہاتھ ڈال دیا۔ بڑی شاندار کرکشی تھی۔ وہ پھل کو گھوڑے پر چڑھ گئی لیکن توڑن نہیں تا تم ہو سکتا تھا پھر دوسری طرف آ کر گھوڑے سے فوراً گھوم کر دو تھی جھاری تھی۔ اس کا پانی ساریا کے شانے پر لگا اور ساریا اور جھاری، اگر رسیاں تانے، ہونے جوان دوسری سمت سے گھوڑے کو پوری قوت سے کھینچنے لیتے تو وہ دوبارہ ساریا پر پہنچ گیا تھا۔ ساریا خاموشی سے کھڑی ہو گئی لیکن اس نے شانے پر ہاتھ نہیں رکھا تھا۔ وہ جھوک لگا ہوں سے گھوڑے کو دیکھ رہی تھی اور اس کا یہ انداز لرزہ خیز تھا۔

دو وحشی اس نے سامنے تھے اور فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ دونوں میں سے کون زیادہ خوفناک ہے۔ ساریا پھر گھوڑے کے قریب آئی۔ وہ برق کی طرح کونڈ کونڈ کر اس کے وار جاری تھی۔ ایک بار پھر اس نے گھوڑے کی گردن کی رسی پر ہاتھ ڈال دیا اور پھر اتنی بھرتی سے اس کی پشت پر پہنچ گئی کہ لگا ہوں کو یقین نہ آئے۔ گھوڑا سیدھا کھڑا ہو گیا۔ نوجوانوں نے دستاویز نعرے لگانے شروع کر دیے۔ لیکن ساریا ایک لمحہ بھی اس کی پشت پر نہ رہ سکی۔

ندرت نے عقوبت سے کہا۔ "کاش اس وقت رہ گئے اس گھوڑے کی رسیاں چھوڑ دیں" میں نے تڑپ کر ندرت کو دیکھا۔ نہ جانے کب وہ میرے پاس آ کر لڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ساریا کو دوبارہ اٹھی اور گھوڑے کی پشت پر اپنی گئی لیکن وہ دوسرا وحشی بھی اسے ایسی ناکاموں کھینچتا تھا۔ وہ شدید مدافعت کر رہا تھا۔ یہ کیسی کوئی میں منٹ تک جاری رہا دونوں کے انداز میں ٹھکن نہیں تھی لیکن اب ساریا کا چہرہ بگڑتا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ ایک بار وہ گھوڑے سے گری تو اس نے خنجر نکال لیا۔ اب پھر سیدھی کھڑی ہو گئی چوٹی گھوڑا اس کے قریب پہنچا اس نے پوری قوت سے خنجر گھوڑے کے شانے میں پھوست کر دیا۔ گھوڑا سیدھا کھڑا ہوا اور دوسری سمت گھڑا ساریا نے خنجر کھینچ کر اس کی بارہا اس کی گردن میں گھونپ دیا چہرہ ایک دستاویز بیچ نادر اس کے پر گوشت شانے پر جھک گئی جس سے خون ابل رہا تھا۔ ندرت نے منہ بنا کر رخ بدل لیا ساریا گھوڑے کے خون کو منہ میں سے گراس کی کھال کر رہی تھی اس کے سفید چمکلا رونت ٹخن سے سرخ ہو رہے تھے۔ پورا چہرہ گھوڑے کے زخم میں دانت کا ڈھ کر اس نے فاس کا گوشت ذبح لیا اور اسے بھا جیا کر تھوڑے لگی۔

"ہر کرکشی کا یہی انجام ہے۔ مجھ سے کرکشی کر رہا تھا یا اس کی لڑا ہٹ سنا دی تھی اور میں کانپ گیا۔ ساریا کا چہرہ گھوم گیا اور اس کی نگاہ مجھ پر اٹھی۔ کیسی جیسا ایک آنکھیں تھیں اس کی۔ مجھے بس بارہ جھری گئی۔ ساریا مسکرا رہی تھی میں کی آنکھیں کبہر رہی

تھیں۔ یہی تمہارا انجام ہو سکتا ہے۔

"آؤ یہ سمجھو تو انے کہا اور میں گھوم کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ میرے قریب آ کر اٹھا۔ میں پلٹ کر اس کے ساتھ چل پڑا۔ ندرت ہم دونوں کے پیچھے آ رہی تھی، ہم غصے میں داخل ہوئے۔ بدن بڑی طرح جھجک گئے تھے۔ جیسا ندرت سے خواب ہو گیا تھا ان تبدیل کر کے ہے" سمجھو تو انے پوچھا۔

"میںیں بارش اسی جا رہی ہے"

"تم نے اس کا پھل اسی جا رہی ہے"

"ورنہ ہے بالکل"

"اس بات کا خیال رکھنا ہو گا یہ سمجھو تو آہستہ سے بولا۔ ندرت ایک گوشے میں جا بیٹھی تھی۔ دیر تک میری آنکھوں میں دبی منظر گھومتا رہا۔ باہر بارشیں رک گئی تھی لیکن جھول پڑیاں ٹپک رہی تھیں۔ وقفہ وقفہ سے دن بھر بارش جاری رہی اور باہر ہنسلگے ہوتے رہے جن کی آوازیں سنائی دیتی رہی تھیں۔

شام کو بیتھال سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا۔ "یہ سب کچھ تمہارے لیے تاخیر شکار ہو گا یا رہا ہے"

"ہاں ہم عدم تشدد کے بھاری ہیں یہ سمجھو تو انے کہا۔ بیتھال نے گردن جھکا لی تھی پھر وہ بولا۔ "بہتر ہے کہ زیادہ وقت چھینوں میں ہی گزارا کرو۔ یہ مناظر عیال عام ہیں"

"ٹھیک ہے قیلولہ کا خیال ہے"

"ان تین تبدیلیوں کے لیے میں نے ملاقات حاصل کر لی ہیں۔ انہیں ایک خیر دے دیا گیا ہے"

"کیا ساریا نے ان سے ملاقات کی ہے"

"ہاں وہ ان سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گئی تھی۔ آج شاید وہ ان کے لیڈر سے بھی ملے گی"

"کس وقت"

"جس وقت وہ چاہے گی" بیتھال بولا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ سمجھو تو انے مجھ سے کہا۔ "میکے براؤن کو ساریا کے درمیان ہونے والی گفتگو معلوم ہونی چاہیے"

"ہاں جی میں اس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ میکے براؤن ان کا قیدی ضرور ہیں چاہے لیکن وہ خطرناک انسان ہے۔ اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اس نے ساریا پر اعتماد قائم کر لیا تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں"

"میں آج رات اس سے ملاقات کروں گا" میں نے کہا اور ندرت چونک کر بچے دیکھنے لگی۔ مجھ سے ٹکا نہیں میں تو مسکرا دی۔ اسی وقت اس کی مسکراہٹ مجھ میں نہیں آئی تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس نے آرزو میں کہا۔ "منازلہ تم ہلا ڈاؤ گا یہی کی۔

ہاکی کت جان لیا
"کیا ہے میں نے منہ پھاڑ کر پوچھا۔"

"بارش کا چھوم چھوم۔ سمجھ لیا۔ وہ تہارا انتظار..."

"خدا کی پناہ۔ کیا ساری دنیا کی عورتوں کے گلن اتنے ہی لیے

ہوتے ہیں؟ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور ندرت ہنس

پڑی۔ "ہوتا یا نہیں؟" اس نے کہا۔

"ہاں میں نے بارش کی جھم جھم اور ہواؤں کی حقیقت سمجھ

لی ہے۔"

"تائیں کو بھی بتا دو۔ میں بھی جاننے مانگتا۔ یہ سب کیا لیتے؟"

ندرت نے کہا۔

"بارش کو بھی ہے کہ اب پیاز سرد ہو جائیں گے اور جو انہیں

ٹھنڈی ہو کر بدن میں سولاج کر دینا چاہئے تو ہمیں مناسب لباس

کا بندوبست کر لینا چاہیے ورنہ سردی سے لڑھکھائیں گے۔"

میں نے کہا۔

"تائیں ایسا ناپاؤں بولتے۔ وہ تم ناش میں ساریا کو تائیں گا؟"

ندرت نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔ "بھیر لولی۔" میں تہارا ہاتھ

کرے گی۔"

"ہنہیں ندرت ایسی حماقت نہ کرنا۔ یہ خطنگ ہو سکتا ہے؟"

میں کرے گا۔ جا دو اور گے گا؟ اس نے جیسے کے ایک

بانس سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں۔

"ساریا تے یکے براؤن کا اپنے خیمے میں طلب کیا ہے؟"

رات کو سمجھو تو رات نے مجھے بتایا۔ اور انہیں اب جالا کا سا

کے اور ساریا کے درمیان ہونے والی گفتگو کا پتہ چلا ہے۔"

"اس گفتگو کا چوتھا عمل ہو گا۔ اس کا اندازہ تو قیدیوں کے

ساتھ ہونے والے سلوک سے ہی ہو جائے گا۔ ندرت کہنے لگی۔

"ہیں ساریا پر اور زمین پر گرفت کرنا ہوگی؟ سمجھو تو رات نے کہا۔

اور ندرت خاموش رہی۔ بارہ بج کر میں منٹ ہوئے تھے جب

میں خیمے سے نکل کر ساریا کے خیمے کے پیچھے چل پڑا میری داخلی

طرز عملی تھی اور مائل میں ٹھہرنے پر جو کچھ بھی ساریا کے خیمے

کے عقب میں روشنی ہو رہی تھی۔ قریب پہنچا تو ایک لاڈلے

نظر آیا۔ اس کے قریب ساریا بیٹھی خاکوشی سے ششوں کو دیکھ

رہی تھی۔ میرے قدموں کی آواز پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور

پھر اس کے جوٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ آگ کے

شعلے اس کے رخساروں پر جھک سخی آنکھوں میں تیز چمک

پیدا ہو گئی۔

"میں تہارا انتظار کر رہی تھی؟"

"اب تک جاگ رہی ہو؟"

سے دوستی کی ہے۔ ستارے تمہارے راہنما ہیں۔ ان رہنا

ستاؤں سے پوچھ کر تو بتاؤ کہ میری منزل کتنی دور ہے یا اس

کے لیے میں کوٹ کوٹ کر طنز بھرا تھا۔ میں خاموشی سے اسے

دیکھتا رہا۔ وہ بھر پوری "صوت اپنی دھن میں مست ہو گیا کبھی ان

لمحات کے بارے میں بھی سوچتے ہو جو گذر رہے ہو؟"

"ہم تمہارے منگور ہیں ساریا۔"

"وہی سہی۔ دوستی قبول کرنے میں تمہیں صرف اس لیے

اعراض ہیں کہ میرا تعلق تمہاری قوم سے نہیں ہے؟"

"نہیں ساریا۔ یہ بات نہیں ہے۔ ہماری نگاہیں تمہاں

جو۔ ہم تمہارا احترام کرتے ہیں؟"

"کتنے آسمان میں تمہارے ہا ایک آسمان وہ ہے جس

میں کھو کر تم خود آسمان بننا چاہتے ہو۔ میں بھی تمہاری نگاہ میں

آسمان ہوں۔ تم کہاں بیٹھے ہو؟ اب کہاں جھوٹے، میں فیصلہ

کرنے سے قاصر ہوں۔ بتاؤ میری منزل کتنی دور ہے؟ اس

کے لیے میں غمزدہ ہٹا ہوا ہوں۔"

"زمین کی پیمائش پوچھ رہی ہو تو ابھی طویل سفر باقی ہے۔

کئی دن اور کئی راتیں اور اپنی چاہت کی منزل کے بارے میں

معلوم کرنا چاہتی ہو تو سو دو تم سے زیادہ دور نہیں ہے؟"

"میری چاہت کی منزل کیا ہے؟"

"زور ہوا ہر کے وہ اتنا رہیں کے لیے تم نے اتنا لمسافر

کیا ہے۔ ان دیرانوں میں تمہیں ان کی محبت لانی ہے اور تمہاری

وہ منزل تمہاری پہنچ میں ہے۔ ہاں ساریا جگتے پتھر دھکتا

سوا تمہاری راہ تک رہا ہے اور منو میرا کہا ہے کہ تم صرف

اس کی مالک ہوگی؟ میں نے ساریا پر نگاہ جمایا۔

دارکاری تھا اس کے چہرے کے تاثرات میں نمایاں

تبدیلی نظر آئی۔ اس کی آنکھوں سے وحشت غائب ہو گئی اور

ان میں چمک نظر آتے تھے۔ "یہ تمہارا علم کہتا ہے؟ اس نے

خوشی کے عالم میں کہا۔

"یہ ستاروں کا بیان ہے؟ میں نے کہا۔ وہ دیر تک

کچھ سوچتی رہی اس دوران اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

اس کی نشاندہی نہیں کر سکتا کوئی راکٹ کوئی سیارہ اس کے تمام

گوشوں میں نہیں جھانک سکتا۔ ہم اپنے وجود کی کاغذات سے

بے خبر ہیں۔ ہم اس کاغذات کو سمجھ نہیں سکتے تمہارا خیال

درست ہے۔ مونٹ سوراٹ کا خزانہ میرے لیے بہت دشمن

تھا۔ میں نے اس کے حصول کے لیے بڑی محنت کی ہے لیکن

میں نے اپنے وجود کی کاغذات میں جھانکا تو وہاں مجھے ایک

اور ستے نظر آئی اور اس کے ساتھ مونٹ سوراٹ کا خزانہ سجھے

ہے حقیقت محسوس ہوا۔ ہاں گا زانی ابھی مجھ پر انکشاف

ہو رہا ہے۔ سنو راجد دولت کا حصول میرے لیے کبھی مشکل نہیں

ہوا۔ میں انسانوں کو کبھی ملکوں کو بیٹھک میں کر سکتی ہوں۔ اس طرح کہ

وہ اپنے خزانوں کے منہ بھر پھول دیں۔ یہ خزانہ میری ہم جوئی ہے۔

میں صرف اپنی نظرت کے تحت اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جب

تک میں اپنی ذات کی غور سے روشناس نہیں تھی، اس

خزانے کے لیے سرگرداں تھی۔ لیکن اب وہ عورت میری ذات

پر مکران ہے۔ وہ کہتی ہے تم نے ساری زندگی جو چاہا تھا کیا۔

کچھ کمزور تھی جسے تم پر۔ اور میں اس کی بات سن رہی ہوں اس کا

کہا بیچ ہے۔ زندگی بھر میں پہلی بار اس نے مجھ سے کچھ کہا ہے

وہ مجھ سے تمہیں مانگ رہی ہے گا زانی میری مدد کرواں عورت

کی مانگ پوری کر دو۔ وہ نہیں کسی طرح چاہتی ہے جیسے میں نے

کہا۔ تمہاری کوئی ڈوسری شکل اسے ناپسند ہوگی۔ گا زانی تمہارے

خیال میں میری منزل دور نہیں ہے۔ وہ خزانہ میری دسترس میں

ہے۔ میں کہوں کہ میں اس جگہ سے اس وقت واپس ہو سکتی

ہوں یا اگر تم چاہو تو اسے تمہارے کسی پسندیدہ شخص کے لیے

حاصل بھی کر سکتی ہوں۔ اس سے اس کے حوالے کر سکتی ہوں۔ لیکن

میرے اندر کی غور تو اس کی خواہش کے مطابق زندگی دو تو کیا

تم۔ یہ کیا تم۔ اس کی آواز میں حسرت تھی۔

"مجھے اتنا بڑا کام زور دوساریا۔ آج شاید دو کم کے ذرا ترشید

تمہاری کشش سے مجبور ہو کر میرے قدم تجھے یہاں تک پہنچ

لائے۔ کل میرے اندر تہذیبی تڑپ پیدا ہو سکتی ہے۔ مجھے خود کو

آزما لینے دوساریا۔"

"میری طرف سے اجازت ہے؟ اس نے خوش ہو کر کہا۔

میں خاموش ہو گیا۔ بڑی مشکل سے اس کا موڈ بہتر ہوا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔ "جین نقد کے لیے تم نے اتنا

طویل سفر کیا ہے ساریا سے پورا کرنا ضروری ہے۔ یہ سب

تمہاری تقدیر ہے۔ اس میں تمہیں مناسب نہ ہوگی۔ میں تمہارے

ساتھ ہوں۔ قیدیوں کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"قیدی؟ ساریا نے کہا۔ یہ قیدی بڑے کام کے لوگ

ہیں۔ تمہارا علم مجھ ان کے بارے میں کچھ بتا سکتا ہے؟ وہ سکرانی۔
 "تمہاری ہی منزل کے رُسی ہیں؟ میں نے جواب دیا۔
 "یہ اتنا ظاہر ہے کہ ان کی منزل کا کوئی اصول یا کوئی نکتہ نہیں ہے۔ بہر حال ان کے بارے میں کچھ دلچسپ حقائق سنو۔ جیسے براؤن ان لوگوں میں سے ہے جو بوڑھے دیوانے کو جو جاپان سے اڑائے تھے۔ براؤن نے اس بوڑھے کو دامانی تو اوزن درست کرنے کی بہت سی کوششیں کی تھیں۔ لیکن پھر وہ کچھ دوسرے لوگوں کی سازشوں کا شکار ہو گیا اور بوڑھے کو ہندوستان میں کھو بیٹھا۔ بہت کچھ مارنے کے بعد بالآخر وہ ویلین کی راہ پر لگا اور اب وہ بوڑھا لکھہ ویلین کی طرف جا رہا تھا کہ میرے ہاتھ لگ گیا اچھی انگیزہ۔ ویلین سے خزانے کی بھینک مانگنے جا رہا تھا۔ اتنا ہی آسان سمجھ لیا تھا اس نے سب کچھ۔"
 "یہ کہانی تمہیں میکے براؤن نے سنائی ہے؟"
 "کچھ میکے براؤن نے کچھ دوسروں نے۔ یہ دوسرے کئی قیدی ہیں جن میں دو ہندوستانی اور ایک آلمین ہے۔ وہ میکے براؤن کے قیدی تھے اب انہیں میری طرف سے مراعات حاصل ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے دو کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔"
 "کیسے؟ ان میں سے بے اختیار چڑھا۔"
 "کرنل ہانی آسمن اعلیٰ کا باشندہ ہے۔ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ویلین کی تلاش میں نکلا تھا۔ بوڑھے کی کہانی اسے معلوم ہوئی۔ اس نے اپنے ایک ہندوستانی دوست کنور پر بھارت سنگھ کی مدد حاصل کی۔ کنور نے بوڑھے کو کسی طرح حاصل کر لیا اور اسے ایک عمارت میں پوشیدہ کر دیا۔ میں بھی بوڑھے کی تلاش میں تھی اور وہ معلومات حاصل کرتی ہوئی میں اس بوڑھے کی رہائش گاہ تک پہنچ گئی۔ یہاں اس شخص کے نوجوان ساتھی نے میرا دستہ روکنے کی کوشش کی تو میرے ہاتھوں مارا گیا۔ اسی وقت سے میں اس بوڑھے اور اس جاگیر دار کو چھپاتی ہوں۔ میرا ان کا ایک ہندوستانی ساتھی ہے جو شاید ڈاکٹر ہے۔ وہ لوگ ایسے ہی بہرہ ور پکارتے ہیں۔"
 "سارے بارہ ہی تھی اور میرے ذہن میں شدید حسرتی پیدا ہو رہی تھی۔ اگر کنور پر بھارت سنگھ کی اس رہائش گاہ میں روشنی ہوتی اور سارا جلدی میں نہ ہوتی تو اس وقت میں اور ڈاکٹر ظاہر علی بھی اس کے لیے اجنبی نہ ہوتے۔ ڈاکٹر ظاہر علی تو اس کا گھوسنہ بھی کہا جیسے تھے۔ میں تاریکی سے نہیں بچا لیا تھا۔"
 "کیا تم نے ان لوگوں کو بتا دیا کہ تمہارا ہمارے قبضے میں ہے؟ میں نے چند لوگوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔
 "نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ تاہم دونوں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ سب اب بے بس ہیں۔"

"ہاں ظاہر ہے" میں نے لاپرواہی سے کہا پھر بولا "لیکن ساری یا پگلی بوڑھے سے اب نہیں کیا لینا ہے؟"
 "یہ بات نہیں۔ وہ ہمارے پاس ایک اہم چہرہ ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اتالیک اور بوڑھا ویلین کے لیے کوئی اہم نیت رکھتا ہے کسی مرحلے پر اگر ہمیں کوئی ناکامی ہوئی تو بوڑھا ہمارے کام آئے گا۔ ہم اس کے ذریعہ ویلین کو جیکبیل کر سکتے ہیں۔ میں نے اسی تصور کے ساتھ اس کی حفاظت کی ہے۔ اس دوران یہ بھی خیال تھا کہ ممکن ہے وہ زبان کھول دے اور کچھ کام کی باتیں معلوم ہو جائیں۔"
 "ہاں اس کا امکان نہیں؟ میں نے رونا ہلاتے ہوئے کہا۔
 "ساری اچھوڑی دیر تک سوچ رہی پھر بے اختیار سکرانے لگی۔
 "تمہارا یہ تجسس تمہاری واپسی کی خبر دیتا ہے۔ تم اس سے بالکل نہیں ہوں۔ اس سے قبل تم نے کبھی ایسی غیر متعلقہ باتیں نہیں تھیں۔ لیکن زاہب تم خود سوچو۔ میرا علم سب کچھ بتا سکتا ہے تمہارا یہ معلومات کیسے حاصل کر سکتا تھا۔ میں کوئی بھی پڑا علم نہیں جانتا۔ میری دنیاوی زندگی میری معاون تھی۔ تم اپنے ستاروں سے ان بارے میں کچھ اور پوچھو۔ کوئی ایسی بات جو مجھے معلوم نہ ہو۔"
 "اسحاق لینا چاہتی ہو ساری؟" میں نے سکرانے کہا۔
 "یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ سارے علوم ہوشیاری کے ساتھ سفر کرتے ہیں۔ اسحاق اور لاہوشی صرف ذہنی طور پر پگلی پن کی کسی کو کچھ نہیں دیتا۔"
 "میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور ستاروں کو دیکھا۔ دیکھا کہ وہاں خوب مندرہ اور کاری کر رہا تھا۔ میں ساری نے اپنے تو فوراً نہیں کیا پھر جب محسوس کیا تو وہ بھی خاموش رہی۔ چند لمحوں کے بعد میں نے گردن جھکا لی۔
 "تمہیں غماز طلب کر سکتی ہوں آسمان کے باشندے؟" اس کی آواز ابھری۔
 "تم نے کہا تھا کہ میں ان ستاروں سے وہ بات پوچھوں تمہیں معلوم نہ ہو؟ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
 "کچھ کہتے ہیں ستارے؟"
 "ہاں وہ مجھے میری محنت کا ثمر دینا چاہتے ہیں؟"
 "کیا مطلب؟"
 "میکے براؤن کے پاس سو نے اور ہیرل کا ایک ذخیرہ جس کی مالیت کروڑوں روپے کی ہے۔ یہ سب کچھ اس کے پاس پوشیدہ ہے شاید ایک جیسے کی شکل میں۔ کیا اس نے اس کے بارے میں بتایا؟"
 "نہیں؟ ساری نے بے اختیار کہا۔"

"آسمان کا اشارہ سے محسوس ہے اس کا کچھ اور مفہوم ہو سکتا ہے یا تو اس کی تلاش ہی سکتی ہو؟"
 "آسمان کا اشارہ؟ ساری نے سرسائی آواز میں کہا۔ اس کا ہر کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرا کیا مفہوم ہو سکتا ہے ان کا؟ اب دوسرا سب دوسرا کیا مفہوم ہو سکتا ہے لیکن آسمان سے ان بات کی نشاندہی تو نہیں ہوئی ویلین کو فراڈ براؤن کے قبضے میں چلا جائے۔ اگر ایسی بات سے زاہب تو۔ میں آسمان کے ان ستاروں کا رخ دیکھ دوں گی۔ براؤن کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"
 "نہیں ساری! ان اشاروں کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو تمہاری کامیابی کی پیش گوئی کبھی نہ کی جاتی اور جو ایک باخبر ہے ہو جاتا ہے وہ نہیں ملتا۔ تم کوشش کر سکتی ہو ساری؟"
 "ساری خاموش رہی اس کے بعد شاید اس کی ذہنی روانگی کے لیے اس کی طرف ہلکے گئی تھی اور موقع غنیمت جان کر میں نے اس سے اجازت طلب کر لی۔
 "دوسرے دن سفر معمول کے مطابق شروع ہو گیا۔ ساری کی کسی کارروائی کی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ البتہ شام ہونے سے کچھ دیر قبل وہ میرے پاس آگئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "آج میں قیدیوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتی رہی ہوں۔"
 "کوئی خاص بات محسوس کی ساری...؟"
 "ان کے ساتھ ایک دراز ثابت تھی ہے شاید جانگ ہے اس کا نام۔ اپنے کندھے پر ایک بڑا سا ہونڈال اٹھانے رہتا ہے۔ کسی عام بسز کا اتنا ذہن نہیں ہو سکتا جو اس کے شانے پر محسوس ہوتا ہے۔ آج رات کو یہ دیکھیں گے کہ وہ اس بزرگ کا استعمال کرتے ہیں یا نہیں۔"
 "اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی اور ایسی چیز نہیں ہے؟"
 "نہیں۔ میں جائزہ لے چکی ہوں۔ ساری نے جواب دیا۔
 "رات کو قیدیوں کے علاقے میں کچھ بڑا گھر ہو گیا۔ لوگ شور مچا رہے تھے جس کی وجہ سے تم تینوں یا نہر اگلے آئے۔ پھر فوراً کو ابھی میں نے اس سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ کیا ہوا اس طرف۔؟" اس نے پوچھا۔
 "آؤ دیکھیں؟ میں نے کہا۔ اور ہم تینوں اس طرف چلے گئے۔
 "لیکن ہمیں راستے میں ہی رک جانا پڑا۔ ساری اپنے لوگوں کے ساتھ آ رہی تھی۔ اس کے قریب دو افراد چل رہے تھے جن کے ہاتھوں میں زنا نشیہ کا خمیر موجود تھا۔ اس میں جڑے پڑا ہر سے جک رہے تھے۔ عقب میں جانگ اور سارے براؤن بھی ساری کے ساتھ تھیں کے زرنے میں آ رہے تھے۔ جانگ کو کچھ رستیوں سے باز رکھا گیا تھا۔ البتہ میکے براؤن آزاد تھا۔ وہ کچھ کہتا ہوا

ساریا کے پیچھے چل رہا تھا۔
 "سمبو تو رازہ ہستہ سے بولا "خمیر ساریا کو مل گیا"
 "ہاں۔ میں نے اس کی نشاندہی کی تھی؟"
 "ادھ کب۔؟"
 "رات کی ملاقات میں۔ ایک اور جہت تک اطلاع ہے ندرت۔ ساریا کرنل آسمن اور کنور پر بھارت سنگھ کو بھیجتی ہے۔ ہم تو بھول ہی گئے تھے۔ میں نہیں بتا چکا ہوں کہ ساریا آدمی ڈرتا ہے جو ماں کو لہڑے سے گوہن کو نکال کر لائی تھی۔ ظاہر ہے اس دوران اس نے کنور کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں گی۔ اسی نے کرنل آسمن کے نوجوان ساتھی کو بھی ہلاک کیا تھا۔ وہ نوجوان ان دونوں کو بھیجتی ہے۔"
 "ادھ۔ واقعی یہ بات تو ذہن سے نکل ہی گئی تھی۔ پھر اس کا ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"
 "وہ جانتی ہے کہ وہ لوگ بھی ویلین کی تلاش میں نکلے ہیں۔ اس کے دل کا رازہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اب وہ ان لوگوں کے بارے میں کیا رازہ رکھتی ہے اور انہیں زندہ رکھنے کا کیا مقصد ہے۔"
 "بہر حال وہ خطرے میں ہیں؟ ندرت نے کہا۔
 "ہم سب ہی خطرے میں ہیں ندرت۔ میں نے مجھ پر آمدم کر لیا ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ حالات کیا ہوتے ہیں؟"
 "ساریا اپنے قبضے کی طرف جا رہی تھی۔ اور پھر وہ قبضے میں داخل ہو گئی۔ جانگ اور براؤن کو باہر ہی روک لیا گیا تھا۔ ساریا کے آدمی ان کے پاس کھڑے تھے۔ ہم لوگ دوسری سے یہ سب دیکھتے رہے۔ پھر واپس اپنے قبضے کی طرف چل پڑے۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ بینتھال ساریا کا پیغام لے کر میرے پاس پہنچ گیا۔ "میدم طلب کرتی ہیں۔"
 "مجھے اس بات کا فخر تھا۔ بہر حال انکا ذہن کیا جاسکتا تھا۔ میں نقاب درست کر کے بینتھال کے ساتھ چل پڑا۔ کچھ ہنگامہ سا جو رہا تھا قیدیوں کے کیسپ میں؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔
 "میکے براؤن کے قبضے سے ایک مفیم انسان خزانہ برآمد ہوا ہے۔ سو نے کے ایک بت کی شکل میں۔ اس نے اس بت کو ہونڈال میں لپیٹ رکھا تھا۔ اب وہ میدم کے قبضے میں ہے۔"
 "اس بت کے حصول میں کوئی کاوش ڈالی گئی تھی؟"
 "ہاں۔ وہ پہلوان نما تھی مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ لیکن اسے کالو میں کر لیا گیا۔ ہم لوگ بائیں کرتے ہوئے

ساریا کے غصے پر پہنچ گئے۔ جاگک نیسے کے سامنے زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ اندھا دلوں باندھ دیے گئے تھے۔ نیچے براؤن البیٹر نظر نہیں آ رہا تھا۔ بیٹھنا لے گئے غصے کے دروازے پر بکھڑو یا سادریل اندر داخل ہو گیا۔ غصے میں ساریا کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ اٹھی اور اگے بڑھ کر میرے دونوں ہاتھ تھام لے۔ "اوہ گا زالی، گا زالی! ادر دیکھو، دنیا کی سب سے قیمتی چیز۔ دیکھو وہ دیکھو! اس نے غصے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی اس کے تر تیب لے گئی۔ میں ہیرولن کا دیوانی ہوں۔ کوئی ماہر سے ماہر جوہری بھی ہیرولن کی مجھ سے ایسی شناخت نہیں کر سکتا۔ اس بت میں بڑا ہوا ایک ایسا اور دنیا کا قیمتی ترین پتھر ہے۔ بے باغ اور بڑا۔ کروٹوں ڈال کر ملکیت ہے۔ یہ مجھ سے بہت قیمتی ہے۔ بہت ہی۔ اور۔" اوہ رک رک مجھے دیکھنے لگی اس کی آنکھوں سے بے پناہ خوشی جھلک رہی تھی۔ "اور یہ مجھے تمہاری وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ تم۔ تم عظیم ہو رہا ہے۔ تمہاری بات سچ نکلی۔ بالکل سچ۔" اور اب۔ میں تم پر مکمل اعتماد کرتی ہوں تم مجھے ہو۔ میں خاموشی سے اس کی یہ حسرت دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "کاش تم مجھے مل جاؤ ہمیشہ کے لیے مل جاؤ تم اس قابل ہو کر دنیا تمہاری آرزو کر لے۔ تم سے کتنے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ بتاؤ تمہیں اس خوشی میں کیسے شریک کروں، کروں، بتاؤ؟" عالم حسرت میں اس کی باتیں بے باطل ہو گئی تھیں میں نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔ "یہ ایسی ہولناکی میں ملا۔"

"اسی کے علاوہ کسی چیز میں جوہری نہیں سکتا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا۔"

"میکے براؤن اس کے بارے میں کیا کہتا ہے؟"

"پانچ بے وقوف انگریز مسلسل مجھے دل بڑاسنے والی کہانیاں سنا رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ منجوسی مجھ سے کسی انٹرا جھون نامی جگہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے مجھ سے ایک شخص کو قتل کر کے حاصل کیا تھا اور جب سے یہ مجھ سے اس کے پاس آیا ہے اس پر ہستون کا نزل ہو گیا ہے۔ اس سے قبل وہ یہ سکوٹا انداز میں مسخر کر رہا تھا لیکن مجھ سے حصول کے بعد سے وہ پریشان ہے۔ غوراک کے ذخائر تم ہو گئے۔ ہتھیار چھین گئے اور وہ قیدی ہی ہو گئے۔"

"اوہ۔ پھر وہ کیوں اس خوشی سے کوئے کر سکر رہا تھا؟"

"اس نے امتزات کی کھرب لایا۔ میں۔ وہ اسے چھینا چاہتا تھا۔ بہر حال یہ اس کی اعتقاد بائیں تھیں اس کے تین ساتھی

نے مجھے کے حصول میں مداخلت کی تھی باہر بندھا جڑا ہے۔ اس شخص کے بارے میں سوچ رہی ہوں کہ اسے ہلاک کر دوں۔"

"تمہیں ساریا یا مجی نہیں۔ تم کسی کا خون بہانے سے اجتناب کرو۔" ایچی۔ سب بکھرنا سب نہیں ہے۔"

"لیکن وہ قیدی نظر ناک ہے۔"

"اس کے لیے انتظار کرو۔"

"ٹھیک ہے کیا سے رہا کر دوں؟"

"بہتر یہی ہو گا۔" میکے براؤن سے اس کی ضمانت لے لو۔ تم نے ان لوگوں سے میرا تذکرہ تو نہیں کیا۔؟"

"تمہیں اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

"مجھے خوشی ہے ساریا کو میرے ذریعہ تمہیں برقی چیز مل گئی۔"

مجھے اجازت دو۔"

"پکچر مصروف ہو۔"

"ہاں آج رات عبادت کی رات ہے۔ ہم کسی پرسکون گرنے میں عبادت کریں گے۔"

"یہ مجھ کو تھے تمہارے ذریعہ مل گیا گا زالی۔ تم مجھے کس کے ذریعہ ملو گے کیا آسمان سے ایسا کوئی اشارہ نہیں مل سکتا۔"

"اگر آواز میں تمہیں ضرورت بتاؤں گا۔ میں نے خوش طبعی سے کہا۔ اور ساریا ہنسنے لگی۔ وہ مجھے باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔ یہ خاموشی سے غصے میں وہ ایسے آگیا۔ سب تو رات اور ندرت مجھ سے غصے کے بارے میں پوچھنے لگے اور میں نے تفصیل بتادی۔ ندرت۔ ہنس کر کہا۔ "دیکھنا ہے سے کاب ساریا کا کاکاشتر جو تاج ہے کیا گا زالی کی قرباب بھی اس کی ہستون کے قابل نہیں ہو؟"

"مجھ سے یہ سوال مست کر ندرت۔"

"کیوں؟"

"اگر کبھی میرے دل میں اس کے حصول کی خواہش پیدا ہوئی آ میں اس کی ساری خوشیں ختم کر دوں گا۔ میں نے کہا اور سمجھو تو پتا چلا کہ مجھے دیکھنے لگا۔ پھر درجی سے بولا۔ "گا زالی، گا زالی! کتنا اعتنا ہے تمہارے لیے میں۔ ایک عجیب لہجہ سنا ہے میں نے۔ بہت عجیب لہجہ اس کی اعتنائی وجہ۔"

"تم نہیں سمجھ سکتے سمجھو تو رات۔ یہ تمہاری مجھ سے باہر ہے مجھے سمجھاؤ گے بھی نہیں۔"

"میرا مذہب سناں مارے تو ہمتا کو پاش پاش کرتا ہے۔ پھر چند کریں اس سے بہت وعدہ ہوں لیکن جب بھی اس کی طرف لوڑ تو مجھے نہ جانے کتنے سہارے حاصل ہو جائیں گے۔"

"کتنا اعتماد ہے تمہیں۔ بہت بڑی بات ہے میں بہت متاثر ہوا ہوں اس بات سے گا زالی۔" سمجھو تو رات نے کہا۔ اس کے

مداس نے خاموشی اختیار کر لی پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں۔؟" میں نے پوچھا۔

"گوٹین کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ مجھ سے مانوس ہو گیا ہے۔"

"انتظار کرتا ہے۔"

"ماکوئی تبدیلی پیدا ہوئی اس میں؟"

"تمہیں اس سلسلے میں ابھی تک مایوسی ہوئی ہے مجھے، لیکن ابھی گناہ نہیں ہے۔ ابھی کافی گناہ نہیں ہے۔ سمجھو تو رات چلا گیا تو ندرت مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ "آج تم بہت جلد چلے آئے ساریا کے پاس سے؟"

"ہاں وہ مجھ سے ملنی ہوئی ہے۔"

"گناہی ناپا بڑا ہے اس کی محبت۔ کوئی میرے طرف ایسے نہیں مجھ سے سب سے تو میں صرف تمہیں دیکھوں گا گا زالی! ندرت بے اختیار بولی اور پھر خود ہی گلاب کی گئی۔ "باہر نہیں چلو گے؟"

میں نے رخ بدل کر کہا۔

"میں نے نہیں کر اسے دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔" آؤ میں اس سے کہہ کر آیا ہوں کہ آج رات ہمیں عبادت کرنی ہے۔"

"کیوں کہا؟"

"ہم کو وہ دوبارہ نہ ملائے؟ میں نے جواب دیا۔ ہم ایک منگال سے گشتے میں جا کر اپنے مخصوص انداز میں بیٹھ گئے تھے۔ رات گہری تاریک تھی، آسمان پر مادل چھانے ہوئے تھے۔ لمبپ میں خاموشی تھی صرف پہرہ دینے والے ہوشیار تھے۔ نیلیوں کے علاقے میں کافی سخت پہرہ دہنا تھا اور وہاں موجود پہرے دار زیادہ متحذ ہوتے تھے۔ ہماری نگاہیں سنسار ساجول میں بھنگتی رہیں۔ ندرت خاموشی سے نہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔

ہوائیں بند ہو گئیں اور ساجول پر گھٹن سی طاری ہونے لگی۔ ندرت نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اس علاقے میں بارش بہت ہوتی ہے۔"

"تمہیں پتا نہیں ہے؟" میں نے سوال کیا اور ندرت گردن لوڑ کھجے دیکھنے لگی۔ پھر بھنگی دار جیسے میں بولی۔ "ہاں میں غلطی ہو گیا تھا میں جس بڑھتا جا رہا تھا۔ اس سے قبل بھی بارشیں ہوتی تھیں لیکن جس کا یہ عالم نہیں تھا۔ جب میں کچھ نہ بولا تو ندرت نے کہا۔ "تم نے پوچھا نہیں کیوں۔"

"پوچھنے کی کیا گناہ نہیں ہے کسی کو کسی وجہ سے کچھ پالیسند ہوتا ہے اور کسی میں نے جواب دیا۔"

"وہ پوچھی جا سکتی ہے؟"

"شرمندگی کا احساس رہتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"چتا نہیں کوئی بات پر تم کہہ دو کہ "سنسار"

"ہاں یہ درست ہے؟ ندرت نے افسردہ لہجے میں کہا۔

میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فضا میں ایک سنسارٹ سی پیل ہو گئی۔ ایک عجیب سی کوچ دور دور کے مہاڑوں میں بلند ہو رہی تھی۔ ندرت کی آنکھیں حسرت سے پھل نکلیں۔ میں بھی پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔ دھتارے سنسارٹ ایک خوشگوار گڑاڑاٹھ میں تبدیل ہو گئی جس جگہ ہم بیٹھے ہوئے تھے یہاں شدید بھنگی غمسی ہونے لگی۔ ندرت کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی اس کے ساتھ ہی کیسب سے شور بلند ہوا۔ "زلزلہ۔ یہ زلزلہ ہے ندرت۔"

"لے جاؤ۔" ندرت بے اختیار بولی۔ پھر ایک اور چیخ اس کے منہ سے بلند ہوئی اس کے ساتھ ہی میں نے فضا میں ستارے چھوٹے ہوئے دیکھے ندرت کے اس طرف اشارہ کیا تھا تقریباً چار پانچ ڈیڑھ لگ کے ناصبے پڑنا میں آتشازی چھوٹ رہی تھی۔ سرخ پھٹے ہوئے پتھر گیس کے دباؤ کے ساتھ آتشیں کی کرنیں پھٹتے ہوئے آسمان کی جانب جا رہے تھے۔ پھر ایک سمارت شکن دھماکہ ہوا اور آسمان پر سیاہ دھوئیں کے مخروطوں میں چلے ہوئے آتشیں پتھر بلند ہو گئے۔ زمین مسلسل ابل رہی تھی اور ہم ادھر ادھر لڑھک رہے تھے۔ اگر گھڑے ہونے کی کوئی شرت کرے تو زندہ بچنا مشکل ہو جاتا۔ کیسب میں ہولناک چیخیں سنائی دے رہی تھیں لیکن ان ہیولوں کے درمیان میں تے قبضے بھی سننے تھے۔ اس لرزہ خیز ساجول میں بھی وہ جنونی نہیں رہے تھے۔ اس سے لطف اٹھا رہے تھے۔ پتھروں کے فضا میں بلند ہو کر گرنے کی آواز میں آتی جا رہی تھیں گڑاڑاٹھ سے کان بٹھے جا رہے تھے۔ پتھر گرم سیاہ لادا خارج ہونے لگا اور درج حرارت بڑھنے لگا۔ کوئی خاموش آتش فشاں پھٹ پڑا تھا اور اس کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔ ہمارے آس پاس کئی جگہ سے زمین شق ہو گئی۔ یہاں بھی دھماکے سے پتھر فضا میں بلند ہو کر اڑوں کی طرح ہمارے آس پاس گرنے لگی۔

"ندرت۔ گھٹنوں کے بل آگے بڑھو۔ ہمیں سمجھو تو راک کے آس پاس رہنا چاہیے۔" میں نے کہا۔ لیکن ندرت خوف سے ہڈھال ہو رہی تھی۔ میری ہدایت پر اس نے ملل کرنے کی کوشش کی لیکن بار بار وہ منہ کے بل کچھ کر پڑتی تھی۔ آتش فشاں کا فتنہ بڑھتا جا رہا تھا اور جب آتشیں پتھر ہمارے کیسب پر پرواز کر رہے تھے کئی فیصے ان کی ہیٹ میں آگے تھے اب کسی کے لیے پناہ نہیں تھی۔ لوگوں نے ہانکا شروع کر دیا تھا۔ ساریا کی چیخیں آواز میں سنسی وہ کہہ رہی تھی "جیسے جہاں پناہ ملے چلا جائے۔"

بھتیا راتہ راتہ رکھو۔ ٹولیاں بنا کر منتشر ہونے کی کوشش کرو۔
 ایک بار پھر میں نے ندرت کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنا شروع کر دیا۔
 دو تین بار گریکین اسے سنبھالے رکھا۔ غیموں میں آگ بھڑکتی جا
 رہی تھی۔ آنا تو ازان سنبھالنا مشکل تھا۔ غیموں کو پچھلنے کی کوشش
 کیسے کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ بہت سے غیمے جل گئے لیکن تمام غیموں
 نے آگ نہیں پکڑی تھی کیونکہ وہ فاصلے فاصلے سے گئے ہوتے تھے۔
 نہ جانے کس طرح ہم گومیں کے غیمے تک پہنچے اندر کے خیر خالی
 تھا۔ سو تو رات بھی موجود نہیں تھا۔ ایک بڑا سا مالتا ہوا پتھر ہمارے
 غیمے پر گر کر اور ندرت ایک ہولناک چیخ مارا ایک سمت دوڑتے
 پڑی۔ میں نے خود بھی بمشکل جان بچائی تھی۔ ایک طرف دوڑتے
 ہونے میں بہت سے لوگوں نے لنگر یا اور نیچے کر پڑا۔ ہیشمار
 افراد میرے اوپر سے گذر گئے تھے۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی تو ندرت
 مجھ سے اٹھ کر لی۔ میں نے اس کی کلاں مضبوطی سے تھام لی اور
 بائیں سمت دوڑنے لگا۔ اب پھر سے کی نقاب شدید الجھنیں
 پیدا کر رہی تھی۔ میں نے اسے نوبت کر چینگ دیا۔ جتنی سمت میں
 ایک عظیم الشان چٹان مضبوطی سے زمین پکڑے ہوئے تھی۔ ہم
 دونوں نے اس کی اوٹ میں پناہ لے لو رہتے ہوئے پتھروں سے
 محفوظ ہو گئے۔

تاریک رات بھیاک ماحول میں صرٹ پتھروں سے
 بلند ہونے والی چٹکار یاں روشنی پیدا کر رہی تھیں ورنہ تاریکی گھور
 تاریکی۔ دل و دماغ نے تابو تھے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم
 ہو گئی تھیں۔ زبان خشک ہو کر تالو سے چبک گئی تھی۔ پھر نقصان
 میں روشنی جھیل گئی۔ جنگل کے خشک درختوں اور پتھروں نے
 آگ پکڑ لی تھی۔ جنگل میں آگ لگنے ہی ایک اور مصیبت شروع ہو
 گئی۔ جنگلی جانوروں نے میدانوں کی طرف دوڑنا لگا دی تھی۔ ان کے
 پیچھے چلانے کی آوازوں نے فضا کو ادھیڑ ہشتاک بنا دیا۔ حقیقت
 کی رات تھی نہ جانے کیا کیا ہونے والا تھا۔ زمین مسلسل گرفتیں
 بدل رہی تھی۔ کبھی خاموشی چھا جاتی اور کبھی دھماکوں کا مسلسل ہونٹان
 شروع ہو جاتا۔ فضا خدا کر کے دن کی روشنی بھولی۔ آتش فشاں کی
 آتش فشاں میں آتی جا رہی تھی۔ زمین کی جنبش بھی رک گئی تھی۔
 لیکن جنگل مسلسل سنگ رسبے تھے۔ آنکھوں میں شدید جلن تھی۔
 میں نے چٹان سے ٹکی ہوئی ندرت کو دیکھا اور وقتاً فوقتاً میرے پوسے
 بدل کر زبردست شاک لگا۔ وہ وہ ندرت نہیں تھی۔ ایک ہشتاک
 چہرہ تھا۔ بال بکھرے ہوئے ہونٹ خشک آنکھوں کے گرد
 سیاہ حلقے پڑے ہوئے۔ اس کی نگاہ بھی مری طرٹ اٹھ گئی۔ اور
 دفعتاً جیسے اس کے بدل میں بجلیاں سی پھر گئیں۔ اس کے حلقے سے
 ایک جگہ فرسٹ چیخ بلند ہوئی۔ "گازالی"

"گازالی میرے گازالی مجھے دیکھو اور رکھو مجھ پر میں وہی
 جوں ہوں جس کے لباس پر کوئی شکی نہیں ہوتی تھی جس کا وجود
 روزانہ تھا۔ فدا کی قسم گازالی میں صرف تمہاری تلاش میں جنگل
 رہی جو صرٹ تمہاری تلاش میں۔ ڈیڑی نے تو مجھے بائیں بھجانے
 کی بہت کوشش کی تھی لیکن میں نے۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ میں
 دائیں نہیں جاؤں گی۔ میں گازالی کو تلاش کروں گی وہ مجھے نہیں
 جنگل جوں ہوا مل جائے گا۔ وہ مزدور محلے جائے گا میرے تعین
 کو نہ تو رڈ گازالی۔ اعتراف کر لو تم گازالی ہو یا میرا سرد تھا اس کی
 آواز میں ایسی الجھا تھی کہ سب کچھ فراموش کرنا پڑا۔ ہر چند کدھ مجھے
 عجیب تھی لیکن انسان تھی۔ انسان کے ساتھ اس سے زیادہ حشیانہ
 سلوک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اپنی پوزیشن بھی سنبھالتی تھی میں
 نے دل میں ایک فیصلہ کیا اور پھر بولا۔ "یہ اعتراف میری موت
 بن جائے گا جوں کہ وہ اچھل پڑی۔ پھر دلوانہ دار مجھ سے لپٹ
 گئی ہاگوں کی طرح وہ بھڑ میں سمائی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے
 دل کا بخار نکل جانے دیا۔"

"کیوں چسپ رہے تھے مجھ سے۔ کیوں جھوٹ بول رہے
 تھے میری موت چاہتے ہو۔ اپنے منہ سے کہہ دو مہر جاؤں گی۔
 کہہ دو گازالی ابھی مہر جاؤں گی۔ اسی وقت کہہ دو"
 "نہیں جوں میری دعا ہے کہ تم زبرد ہو اس ہشتاک
 ماحول سے نکل کر اپنی دنیا میں پہنچ جاؤ۔ تم بظاہر ہو کر میں مہر
 جاؤں گا میرا زندہ رہنا اسے مشکل ہو گا"
 "کیوں۔ میں نہیں سمجھتی کیوں۔ کیوں مہر جاؤ گے تم؟" اس نے
 بچوں کی طرح میرے سینے سے گردن اٹھا کر لپچھا۔
 "جیسے براؤن دوسری بار مجھے ہلاک کرنے کے لیے جانے ل
 بازی لگا دے گا"
 "ڈیڑی۔" وہ شدید حیرت سے بولی۔ "کیوں۔ اور تم نے
 دوسری بار "کیوں کہا؟"
 "میں جانتا ہوں اس نے تمہیں حقیقت نہ بتائی ہوگی"
 "حقیقت۔ وہ کیا ہے؟"
 "جیسے براؤن نے ابینی دانست میں مجھے ہلاک کر دیا تھا۔
 جوں وہ جانگم کے ہاتھوں مجھے قتل کر چکا ہے؟" میں نے کہا
 اور جوں ایک دم مجھ سے الگ ہو گئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات
 بدل گئے تھے۔ میں نے اسے پوری کہانی سنائی۔ جوں کے چہرے
 کے رنگ بدلنے لگے تھے۔ "سو سمجھو اور ندرت نے میری جان
 بچائی اور ایک خاص طریقے سے میرا علاج کر کے مجھے نئی زندگی۔
 اس کے بعد میں نے تم لوگوں کو تلاش کیا تو تم لہا ہر جھوٹے تھے"
 "ندرت کون؟ جوں نے پوچھا۔"

میرے اور سان خطا ہو گئے۔ یہ جو لیا تھی۔ جیسے بڑا
 بیٹی جوں۔ اس نے مجھے چہان لیا تھا۔ دماغ ماؤفٹ ہو گیا
 رخصت ہو گئے۔ وہ ہو گیا جو نہ ہونا چاہیے تھا۔ جوں کی
 حالت میں تھی اس میں اس کے ساتھ بے اعتنائی نہیں برتا
 تھی۔ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ رات کی تاریکی میں ایک بار تو
 کا مزدور لے لیا ہوتا۔ وہ ایک نام مجھ سے اٹھ کر لی تھی اور اس
 نسوانی خطوط محسوس کر کے میں نے اسے ندرت سمجھ لیا تھا
 کے بعد یہ طور کرنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی تھی کہ فٹ
 کیوں ہے۔ اگر تاریکی میں ہی پتلا چل جاتا تو۔
 "گازالی؟" اس نے بچہ جانی انداز میں میرا گریبان پکڑا
 وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کی
 کانپ رہا تھا۔ میں نے بمشکل خود کو سنبھالا اور نرم لہجے
 "گو تم رات نہ جاؤ۔ آلو مائوسے؟"
 "گازالی۔ تم تو تمہیں۔ تم نے مجھے بچایا ہے۔ تم
 گرتی؟ جوں کی آواز ابھری۔

"آلو مائوسے؟" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
 "میں نہیں زمرہ نہیں چھوڑوں گی۔ کھڑے کروں گی کہہ
 کہاں چلے گئے تھے تم۔ بے ایمان کیسے؟" وہ بے اختیار
 دیوانگی کے عالم میں وہ میرا گریبان جھوڑ رہی تھی۔
 "یو گازالی تو۔ نو۔" میں نے سینے سے ہر ہاتھ رکھ کر گردن
 ہونے کہا۔
 "کیا۔" اس نے خوفزدہ ہو کر میرا گریبان جھوڑ دیا
 کی آنسو برسائی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔
 "یو کا بھٹو۔ قرن و تاری بھٹو؟" میں نے پھر سینے
 اٹکی رکھ کر کہا۔
 "تم؟ تم گازالی نہیں ہو؟" جوں کی سسکی ابھری۔
 "یو گازالی تو۔ نو۔" میں نے پھر زور زور سے گردن
 کام بگڑا گیا تھا پھر بھی اسے سنبھالنا تو تھا کسی طرح۔
 "جھوٹ بول رہے ہو۔ جھوٹ بول رہے ہو مجھ سے
 چاہتے ہو۔ جھوٹ مت بولو خدا کے لیے جھوٹ مت بولو
 میں مہر جاؤں گی گازالی میں مہر جاؤں گی تو وہ ہلک ہلک کر پڑے
 میں سخت پریشان تھا کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔
 کے رونے سے دل پھل رہا تھا۔ وہ اس طرح دوری تھی کہ
 نظار پڑتا تھا میں اس کے لیے دل میں بھی گلاز نہیں پیدا کر
 تھا۔ حالانکہ بار بار اس کا احساں ہو چکا تھا کہ وہ مجھے بگھوڑ
 طرح چاہتی ہے۔ مگر میں کیا کر سکتا تھا۔ عجیب مجھے میں؟
 گیا تھا۔

"حسی صاحب کی کوٹھی میں تم نے اسے دیکھا ہو گا؟"
 "اس سے تمہارا کیا واسطہ؟"
 "امیرا کوئی واسطہ نہیں۔ وہ بھی اسی خزانے کی تلاش میں
 مہر جاؤں گی جس کے لیے سب بائیں ہو رہے ہیں؟"
 "ڈیڑی۔" جوں کی عزتانی ہوئی آواز ابھری۔ "وہ اس قدر سنگدل
 ہیں اس قدر مکار ہیں مجھے علم نہیں تھا۔ فدا کی قسم گازالی۔ فدا کی قسم
 میں نے آج ان سے سارے رشتے توڑ لیے۔ اب وہ میرے کچھ
 نہیں ہیں۔ کچھ بھی نہیں اب وہ میرے۔ نفرت کرتی ہوں میں ان
 سے شدید نفرت۔ گازالی، میں اب دانش ہوں ان کی ہر اس
 شخص کا دشمن ہوں جو میرے گازالی کا دشمن ہے۔ تم حکمت کرو
 گازالی۔ میں تمہارے ایک ایک دشمن کو قتل کروں گی۔ جانگم کو
 میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گی۔ اگر وہی زندہ مل گیا تو اسے
 ہلاک کرنا میرا عہد ہے اور ڈیڑی میں تمہیں بھی نہیں چھوڑوں گی؟"
 جوں اٹھتے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔
 زخمی زور سے ابلا اور وہ پھر مجھ سے لپٹ گئی۔ "یہ سب
 یہ سب مر گئے کیا مر گئے ہوں گے۔ مجھے کسی سے فرق نہیں
 ہے کوئی نہیں ہے اب میرا۔ بس تم زبرد ہو گازالی۔ میں بیمار
 ہو گئی ہوں تمہارے لیے اب خشک ہو جاؤں گی۔ جانتے ہو انہوں
 نے مجھ سے کیا کہا تھا۔ ڈیڑی نے مجھ سے کیا کہا تھا جانتے ہو
 گازالی۔ انہوں نے کہا تھا کہ ایشیائی ہو۔ تم بھی ہمارا ساتھ نہیں
 سکتے۔ تم موت میں بے وقوف بنا رہے تھے اور پھر ڈیڑی سے
 معلومات حاصل کر کے تم نے ہمیں جھوڑ دیا اب تم ظاہر کے ساتھ
 ہو گئے۔ میں نے تسلیم نہیں کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ کوئی مجھ
 رہی نہیں روک سکتی ہے تم مکار نہیں ہو۔ ڈیڑی ناراض ہو گئے مجھ
 سے۔ بہت دن تک انہوں نے مجھ سے بات نہیں کی۔ وہ مجھے
 واپس بھیجا جاتے تھے لیکن میں نے انکار کر دیا۔ میں صرٹ تمہاری
 تلاش میں پہاڑوں میں آئی ہوں۔ پھر ڈیڑی کو ظاہر دینے کے لیے تم
 ان میں نہ تھے۔ میں نے ڈیڑی سے سوال کیا۔ ظاہر میں سے پوچھا لیکن
 کسی کو تمہارے ہاٹے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ لیکن اتنی بڑی سازش کا
 اندازہ نہیں تھا مجھے؟"
 "جیسے براؤن نے ظاہر میں وہی طرفہ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"
 "بہت بڑا۔ ڈیڑی میں نہیں بھولا رکھتے تھے۔ ان سے بار بار
 کا کام لیتے تھے۔ جانگم ان تیزوں کو رتی سے نازا تھا۔ وہ بہت
 ظالم ہیں گازالی۔ وہ بہت ظالم ہیں دیکھو۔ کو کسی سزا ملی نہیں۔
 یوں لگتا ہے جیسے سب مر گئے پتھر دن کے نیچے وہ سب مر گئے کسی
 کی آواز؟ جوں خاموش ہو گئی۔ وہ وہ نہیں پھر دھما کر سنائی دیا تھا۔
 ہمارے ہاٹل نزدیک زمین دور تک شق ہو گئی تھی۔ آتش فشاں

اب بھی پھر کارہا تھا اور دوسری طرف جنگل میں آگ لگی ہوئی تھی۔ جولیا بھر سے لگی بیٹھی رہی۔ سورج نکل آیا اور تاول کی دھند تیزی نماں ہونے لگی۔ منتہی بدل گیا تھا اس جگہ کا میدان میں پتھروں کے نیچے قبلی ہوئی بہت سی لاشیں پڑی تھیں۔ یہاں بیٹھے رہنا سب ناممکن ہو گیا تھا۔ میں نے جولیا کا ہاتھ پکڑا اور ذہن کے بیچے تھپتھپنے سے گھبرا کر میدان میں نکل آئے۔ سامان جگہ جگہ گھوم رہا تھا۔ اس میں اختیار بھی تھے۔ جتنی لاشیں دیکھی جاسکتی تھیں دیکھیں۔ ایک بستول اپنے قبضے میں لیا۔ پانی کے دو برتن اٹھائے اور پھر جولیا کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔

لاشیں صوفت ساریا کے ساتھ بول کی تھیں۔ ان میں زیادہ تر لوہی تھیں جو موت کی وجہ سے اپنا بیجا ذہن رکھی تھیں مردوں کی لاشیں بہت کم تھیں۔ ساریا یا ہمارے جانے بچانے لوگوں میں سے کوئی نہیں تھا۔ ہم نے انداز سے سے ایک جانب سفر شروع کر دیا۔ درختوں سے اٹھنے والے شیلے بہت بلند تھے۔ آگ کی حدت انہیں جھلسائے دے رہی تھی۔ زمین سخت گرم تھی۔ زمین سے آگے بڑھنے کے بس ہی صدمت محفوظ تھی۔ شام ہوتے ہوئے ہم کافی دور نکل آئے تھے۔ اور اب ایک پیش میدان شروع ہو گیا تھا۔ سوکھی ہوئی جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں نظر آتا تھا چاروں طرف دھند بکس رہی تھی۔ ایسا سا لگتا تھا جیسا کہ انسان پاگل ہو جائے ناسی علاقے میں بڑے بڑے گروٹ نظر آ رہے تھے۔ سورج رنگ کے سیاہی مائل۔ یہ وہ خوفناک نظارہ تھا۔ ہم رے کے بغیر آگے بڑھتے رہے۔ جولیا کی قوت اب جواب دہی جا رہی تھی۔ اس کے چلنے کی رفتار بھی سست ہو گئی تھی۔ جھوک بھی شہت سے گٹنے لگی تھی۔ پانی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اسے ہی گھونٹ گھونٹ کر کے پی رہے تھے۔ اسی سے کچھ تسلی ہوتی رہی تھی۔

دفعاً جولیا نے ایک طرف اشارہ کیا۔ گاڑی وہ وہ وہ جنگل میں نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ مائیں طرف ڈھلان کے اختتام پر جنگل نظر آ رہا تھا۔ میں تو اس سمت دیکھ ہی نہ سکا تھا لیکن جولیا کی نگاہ پڑ گئی تھی۔ میرے قدم بے اختیار اس طرف بڑھ گئے۔ رات ہونے سے قبل اگر ہم جنگل تک پہنچ جائیں تو شاید کچھ کام بنے۔ آتش فشاں کی آتش فشاں سے جان بچ گئی تھی۔ سب کم ہو گئے تھے۔ میں زندہ تھا۔ جولیا زندہ تھی۔ ادا کائنات کا یہ دران گوشہ تھا۔ آگے گیا تو کوسو چنانچہ جنگل تھا۔ مناظر بدلنے لگے جنگل وسیع اور گھنا نہیں تھا۔ درختوں کے سلسلے میں داخل ہوئے تو ایک آبشار کا آواز سنائی دی جس کے دائیں میں سڑووار جھپلا ہوا تھا۔ جنگل کے کچھ درختوں پر بیری کی شکل کے پھل لگے تھے۔ جیہاں ہم سوچے سمجھے بغیر ٹوٹ پڑے۔ جنگل بلکے سے ترش

کی طرف دیکھا وہ گہری نیند سو گئی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی صدمت کی ہواؤں میں اس کے بال اڑ رہے تھے، اور وہ اپنے وجود سے بے خبر تھی۔ میں نے خود پر وہ کیفیت طاری کی کہ میں کی شقی سموتوڑا نے لٹھے کر لی تھی، اور پھر میں اپنے ذہن میں سموتوڑا کا تصور کرنے لگا۔ جس ذہن طور پر اس تک پہنچنے کو کوشش کر رہا تھا، کافی دیر ان طرح گذر گئی، اور اس کے بعد دفعاً لٹھے اپنے ذہن کے کچھ خانے روشن ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ میں نے فوراً ہی سموتوڑا سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور چند لمحات کے بعد میرے ذہن میں کچھ آوازیں سنائی دہرتے لگیں۔ "گاڑی! گاڑی! تم کہاں ہو؟ کیا تم زندہ ہو؟"

"ہاں سموتوڑا میں زندہ ہوں تم اپنے باسے میں بتاؤ؟" "تم کہاں ہو؟ میرے ذہن میں سموتوڑا کی آواز جا رہی، اس کا صورت میری آنکھوں میں تھی۔" "میں ایک ایسے مغز میں ہوں جہاں ہبشار کرتے ہیں، اور اس کے دماغ میں تم کسی کے قتلے چیلے ہوئے ہیں اس سے کچھ پہلے میں نے درختوں کا ایک ایسا جنگل دیکھا ہے، جہاں بیرنا پھل لگے ہوئے تھے؟"

"اے گاڑی! تم جہاں سے تمہارے تعاقب میں ہو، انہیں راستوں سے گذر کر ترزرفاری سے ہم تک پہنچنے کی کوشش کرو گاڑی! ہم آگے کا سفر روک دیتے ہیں، تم تو نہیں مردہ تصور کر چکے تھے؟" سموتوڑا کی آواز سنائی دی اور پھر مہراں سے ذہنی رابطہ ٹوٹ گیا۔ میرے سر میں ایک عجیب سی دھن ہوتے لگی تھی۔ غالباً یہ اسی تجربے کا نتیجہ تھی۔ کیا یہ سب حقیقت ہے؟ کیا میں واقعی اس قوت کے حصول میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

جولیا کے حلق سے آواز نکلی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ سورج کے سلسلے ٹوٹ چکے تھے۔ میں ذہن کے ذریعے ہونے والی اس گفتگو پر غور نہیں کر سکا تھا۔ جولیا نے کرٹ بلی۔ وہ آہستہ آہستہ جاتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "میرے ہو گئی گاڑی!" "ہاں! اور اب ہمیں برقی رفتار سے آگے بڑھنا ہے؟" "کیا تم نے راستوں کا اندازہ لگا لیا ہے گاڑی! میرے خیال میں تو ہمیں واپسی کے راستے اختیار کرنے چاہئیں۔ آتش فشاں مردہ ہو گیا ہو گا وہ راستے آتش فشاں کے ہیں؟"

"تم دوبارہ اس جہنم میں جانے کی بات کرتی ہو جولیا؟" "میں ہر قیمت پر واپسی چاہتی ہوں گاڑی! خواہ اس کے لیے کتنے ہی جہنم میں سے نیوں نہ آئیں۔ میں نے ساری دنیا سے گزارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ اگر جنگل کے کسی گوشے میں پوری زندگی گزارنے تو اس سے زیادہ خوشی کی کوئی بات نہیں ہو گی میرے

لیکن لذت تھے۔ بیٹھ بھر کر پھیل گئے اور پھر آبشار کے کنارے ایک مسلح گھبر لگے بھر کر رہا تھا غالباً یہ ضرورت سے زیادہ پھل کھانے کا نتیجہ تھا۔

رات کو ہونے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں گہری نیند سو گیا تھا۔ پھر نہ جانے رات کا کون سا پھر تھا کہ آنکھ کھلی جولیا صبح کر بھر سے پلٹ گئی تھی۔ وہ درخت زندہ انداز میں ایک طرف اشارہ کر رہی تھی میری نگاہ بھی اس طرف اٹھ گئی سبک تھوڑا سا باہر تھا جو آبشار کے کنارے پانی پڑ رہا تھا اور ہم سے زیادہ دور نہیں تھا میں نے بھرتے سے بستول منبھال لیا۔ لیکن جانور کے ہتھوں سے ایک خاص آواز سن کر میں رک گیا وہ جنگلی گھوڑا تھا۔ نہ جانے کہا ذہن میں سنائی پائی اٹھ گیا۔ حالانکہ جنگلی گھوڑے کو تالوں میں کرنے کی کارروائی میں دیکھ چکا تھا لیکن پھر بھی میں گھوڑے کو پھلکارا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نراری کردہ جنگلی گھوڑا نہیں تھا۔ اس پر باقاعدہ ذہن میں تھی ساریا کے پاس گھوڑا نہیں تھا چنانچہ کسی اور گھوڑا ہی ہو سکتا تھا۔ جانور تھا ہوا تھا میرے قریب پہنچتے پر بھی اس نے حرکت نہ کی تو میں نے اسے پکڑ لیا۔ جولیا میرے پاس آگئی تھی۔ "میں تو ڈر گئی تھی؟ اس نے کہا۔"

"یہ گھوڑا ہمارے کام آسکتا ہے جولیا؟" "ہاں ہم اس پر سوار ہو کر بادی تلاش کریں گے گاڑی۔ تم تھکانے پر لغت سمجھو۔ ہم فرائض چلیں گے ایک نئی زندگی شروع کریں گے گاڑی۔ جلیوری نیند پوری جو چکی ہے کیا تم سوچ کر کرنے کے قابل ہو۔"

"میرے کا اختلاف کرو جولیا۔ دن کی مدد میں ہم راستوں کا صحیح تعین کر سکیں گے یا میں نے جواب دیا اور جولیا خاموش ہو گئی۔ میری ذہنی حالت تباہ تھی۔ جولیا امتی تھی۔ دیوانگی کا نشانہ تھی وہ۔ اس لیے ان فضول باتوں کے علاوہ کبھی کبھی تھی۔ وہ مضروبے بیماری تھی اور ان مضروبوں پر خوش تھی کیس حالات کی سنگینی کا احساس مجھے ضرور تھا، ان لوگوں کا ترش معلوم ہو جاتا تو کوئی فیصلہ بھی کیا جاسکتا تھا، لیکن یہ ان میں سے کچھ اس طرح زندہ بچ گئے ہوں، جیسے ہم دونوں ساگر وہ نسلے تو بہت کان ویران علاقوں سے واپسی کا سفر بھی ناقابل تصور تھا۔ میں تو کوئی راستہ نہیں جانتا تھا، جن راستوں سے گذر کر ہم یہاں تک پہنچے تھے۔ وہ بالکل ذہن سے کھو ہو چکے تھے، کوئی نقشہ میرے پاس موجود نہیں تھا بہت دیر تک ساری پریشانی کا شکار رہا۔

اس وقت میرے دل میں درشتی نمودار ہو رہی تھی۔ جب چاہا تک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اچھل پڑا، میں نے جولیا

ہے۔ تم سورج کو اور دنیا سے الگ ہو کر جنگلی انسانوں کو مانند زندگی گذارتے کے لیے تیار ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، اسی جگہ کو آخری آرام گاہ بنا لو!"

میں نے گہری سانس لی اور سموتوڑا سے غصے پر بندھے ہوئے گھوڑے کی طرف دیکھنے لگا جولیا پولوں سے زمین کر رہا تھی پھر میں اس کی طرف بڑھ گیا اور اس کی رسی کھول کر اسے جولیا کے پاس لے آیا۔

"کیا فیصلہ کیا تم نے؟" "تم جیاتی انداز میں سورج رہی ہو جولیا۔ ان بہانوں میں زندگی کہاں۔ زندگی کے قواعد اور مسائل ہیں، جولو گھوڑے پر بیٹھ جاؤ؟" "اور تم؟" "ہو، چلو لیانے پوچھا۔"

"میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔ ٹھک جاؤں گا تو میں بھی بیٹھ جاؤں گا۔ اپنے اس نئے ساتھی پر زمین زیادہ بار نہیں ڈالنا چاہیے تاکہ یہ ہمارا زیادہ سے زیادہ ساتھ دے سکے؟" "ٹھیک ہے؟ جولیا نے پھر سے اتفاق کر لیا اور میرا سہارا لے کر گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ سموتوڑا سے ذہنی رابطہ میرے لیے ایک حیرت انگیز تجربہ تھا۔ اس سے پہلے اپنی قوتوں کی آنتا پھن کا موقع نہیں ملا تھا لیکن آج۔ اگر یہ صرف میری سورج کا کھڑکیا تھا اور دماغ میں کوئی گٹھنے والی آواز حقیقت تھی تو میں ایک انوکھے تجربے سے دوچار ہوا تھا۔ میں گھوڑے کی نگاہ میں پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ جولیا خاموشی سے صبح کے مناظر دیکھ رہی تھی۔ اب کیا کروں۔ جولیا مجھے پہچان چکی ہے۔ تمام حقیقتوں سے واقف ہو چکی ہے۔ اگر وہ سب زندہ ہوئے اور دوبارہ ہمیں مل گئے تو کیا ہو گا۔ سارے راز کھل جائیں گے اور اب تک کی ساری کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔ کوئی حل سوچنا ہو گا اس کا۔ ایک ایسے میں گھوڑے پر سوار نہیں ہوا تھا کہ اس سفر کی رفتار سست ہو جائے۔" وہ وہ دیکھو گاڑی! وہ شاید بہر حال میں ہے دفعاً جولیا نے اشارہ کیا۔

"ہاں؟" "میں نے جواب دیا۔" "آؤ انہیں پکڑیں؟" وہ بچوں کے سے انداز میں بول رہا۔ میں مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"تمہارے انداز سے تو یوں محسوس ہوتا ہے جولیا جیسے میری صدمت کے لیے نکل ہو، میں نے سکتا ہے ہونے کو، جولیا مجھ سے سکرانے لگی۔ حقیقت یہی ہے گاڑی!۔ اب سے پہلے میں جس ذہنی بیماری کا شکار تھی وہ اچانک دور ہو گئی ہے۔ مجھ سے بہت کچھ سیکھ گیا ہے، میرے ذہنی گھڑے سے کچھ نکلے ہیں لیکن ان کے بارے میں مجھ سے ذہن میں خیال آتا ہے

کہ انہوں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ مجھے ان سے نفرت محسوس ہونے لگتی ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ گزال جیسے ساری دنیا میں تمہارے علاوہ میں کسی کو نہیں چاہتی اور اب مجھے کسی چیز کی فکر نہیں ہے، اگر تمہارے ساتھ سفر کرتے کرتے مجھے ان جنگلوں ہی میں موت آجائے تو یقین کر دے اس موت کا فدا بھی افسوس نہیں ہوگا، مگر تم بہت بے تحاشے تھے یہ۔ اس نے کہا۔

"ہاں، میں وہ کچھ سوچ رہا ہوں جو لیا تو تم نہیں سوچ رہی ہر مذہب دنیا کے لوگ ان جنگلوں میں کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ زندگی کے توتے میں خاموش ہو گیا۔ کچھ فاصلے پر لوہوں کی ایک خوفزدہ ڈاروونک نظر آئی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ میں رک گیا۔ جو لیا نے میری طرف دیکھا اور کچھ بولنے ہی والی تھی کہ دفعتاً ایک فائر ہوا اور دو گولی گھوڑے کی زین کو چھوئی جوئی گزر گئی۔ میں نے برق رفتاری سے جو لیا کو گھوڑے سے کھینچ لیا اور اسے بازوؤں میں سمیٹھا لیا کہ ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں ہو گیا۔ اس دور ان کی گولیاں چلی گئیں۔ جن سے مجھے ان کی سمت معلوم ہو گئی۔ یہ وہی عجیب جگہ تھی جہاں سے ہرنوں کی ڈار بھاگتی تھی۔ یقیناً وہاں کوئی موجود تھا جو لیا خاموشی سے پتھر کی آڑ میں چھپی ہوئی تھی۔

"کوئی حرکت نہ کرنا جو لیا۔ میں انہیں دیکھتا ہوں یہ نہیں گا زالی نہیں بلینے نہیں" جو لیا نے مرزا بڑو بولا۔ اس طرح تم نے میرے راستے روکنے کی کوشش کی جو لیا تو میں تم سے زیادہ جو جاؤں گا میں نے جھجھکائے ہوئے انداز میں کہا اور جو لیا سمجھ گئی۔ اس نے جلدی سے میرا بازو چھڑوایا۔ میں اس دوران اپنے لاکھ مل منتصب کر چکا تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک اور پتھر تھا۔ میں نے اس کی طرف جھلانگ لگا دی اور دو گولیاں میرے آس پاس سے نکل گئیں۔ بڑو کو بھی تھا بہترین نشانہ باز تھا پتھر کی آڑ میں پہنچ کر میں نے ان جھاروں کا جائزہ لیا جو قدر اچھے ہیں اور اس جگہ جلی کی تھیں جہاں حملہ آور چھپے ہوئے تھے۔ جھاروں میں داخل ہو کر میں آسانی سے گولیوں کی زد میں آسکتا تھا۔ لیکن ان لوگوں تک پہنچنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا۔ مجھے صرف جہارت سے کام لینا تھا اور وہ کوشش کہ تھی کہ انہیں ہلانی ہوئی جھاروں کا احساس نہ ہو، اسی طرح میں ان تک پہنچ سکتا تھا، البتہ ریکوہ اپنی جگہ تبدیل کر لیں، حملہ آوروں کے پاسے میں میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے، لیکن سہے یہ اس گھوڑے کے مالک ہوں، جو ہمارے ہاتھ لگ گیا تھا، یا پھر اس بات کے امکانات بھی تھے کہ یہ ساریا کے آدمی ہوں اور دور

اور میں نے۔ داؤد بھی کام بنا دیا اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے زور کی بجٹی دی لیکن جاگت پھرتی سے پلٹ کر بیرون کے بل کر اور اب شاید اس نے میری صورت دیکھی تھی۔ دفعتاً اس کے حلق سے ایک خوفزدہ سی آواز نکل اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اس سے مجھے نقصان ہو سکتا تھا۔ دوسرا آدمی بھڑکول چلا سکتا تھا۔ اس لیے میں نے ایک ٹوٹا خانے کے بغیر اس چٹان کی آڑ میں چھلانگ لگا دی جہاں جاگت موجود تھا، یہ دوسری بات تھی کہ اس کا ساتھی اتنا قیصر طور پر زور میں آ گیا اور اس کا منہ پتھر سے ٹکرا گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی پستول تھا جو اس ناگہانی ضرب سے اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں نے اس پستول پر قبضہ نہ کیا۔ دوسرا آدمی ہاتھ زہین پر لٹکا کر سیدھا ہوا تو میرے سینے سے گہری سانس نکل گئی۔ یہ مجھے بلوٹن تھا۔

مجھے بلوٹن نے میری شکل دیکھی تو اس کی کیفیت بھی جاگت سے مختلف نہ ہوئی۔ وہ دو بارہ منہ کے بل گڑا۔ "ٹانگن۔ خدا کی قسم ٹانگن" اس کے حلق سے آواز نکل۔ "سیدھے ہو جاؤ ایک بلوٹن۔ بعض اوقات بہت سے امکانات ممکن ہو جاتے ہیں۔ اس سے کہو کہ تمہارے قریب آجائے اور لوگ سے تمہارے ساتھ؟ میں نے پوچھا لیکن مجھے بلوٹن کی جیسے صلت ختم ہو گئی تھی۔ وہ پھیل پھیل گھولوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ زہنی پشیمانی سے خون بہہ رہا کہ اس کی گھولوں تک آ رہا تھا لیکن اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کا لار پکڑا اور اسے ایک جھٹکے سے کھڑا کر لیا۔ لیکن مجھے بلوٹن دوبارہ گڑا۔ اس کی ٹانگیں بے جاں ہو گئی تھیں۔ "جاگت اس کے قریب آ جاؤ۔ جلیو جلیو کرو" میں نے کہا اور جاگت کو جیسے ہوش آ گیا۔ وہ بے حد خوفزدہ تھا۔ وحشت اس کے چہرے پر منبجھ لیکن اس نے میری ہدایت پر عمل کیا اور مجھے بلوٹن کے پاس آ کھڑا ہوا۔ مجھے بلوٹن نے جاگت کا بازو پکڑ لیا اور بھڑکتے ہوئے لہجے میں بولا "جاگت یہ۔ یہ۔ گا زالی ہے؟"

"نہیں۔ اس کی روح؟" جاگت لرزتی آواز میں بولا۔ "روح؟" مجھے بلوٹن کی سرسراہٹ آزا زبھر۔ "سو فیصدی سر بلوٹن میں اس سے جنگ کر چکا ہوں۔ وہ زندہ نہیں ہے۔ زندگی وہ دنیا کا تصور نہیں تھا۔ آہ مسٹر بلوٹن۔ وہ۔ وہ روح ہے؟" جاگت کوئی ٹھوک منتر بڑبڑانے لگا جو متعاقب زراں میں تھا۔ "تم پر ہنسنے کو ہی چاہ رہا ہے مجھے بلوٹن تم یورپ کی جدید دنیا کے انسان جو لعنت سے تم پر۔" "گا زالی۔ کیا تم زندہ ہو؟"

"یہاں تمہارے ساتھ اور کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔ "اور۔ اور کوئی نہیں ہے؟" مجھے بلوٹن نے کہا۔ "تب ٹھوکانی جگہ سے آگے نہ بڑھو۔ ٹھوکانی کے بلوٹن ورنہ میرے اور تمہارے درمیان اب رعایت کا کوئی رشتہ نہیں ہے؟" میں نے پستول بلائے ہوئے کہا۔ میرا اچھا درد رہ سنا کہ ہو گیا تھا اس لیے مجھے بلوٹن کی جلدی سے سناٹے کی کوشش کی۔ وہ شاید دوبارہ گڑا لیکن جاگت نے اسے سمیٹھا لیا تھا۔ آواز اس طرف آؤ گی میں نے اشارہ کیا اور انہیں چٹانوں کی آڑ سے ایک کھلی جگہ لے آیا۔ لیکن سہے ان کے پاس ادا رسٹو بھی ہوا اس لیے انہیں اس جگہ سے رٹنا ضروری تھا۔ جب وہ کھلی جگہ آئے تو میں نے آگے بڑھ کر ان کی شکل مٹی کی لیکن کوئی اور ہتھیارا ان کے پاس سے برآمد نہیں ہوا تھا۔

"جاگت میں کوئی روح نہیں ہوں۔ وہ ہی خرابی ہوں جسے تم نے اپنی راست میں ہلاک کر دیا تھا۔ مجھے بلوٹن میں زندہ ہوں اور تم سے بہتر پوزیشن میں ہوں کیا خیال ہے تمہارا؟" "اگر تم زندہ ہو تو اب زندہ نہیں رہو گے۔ میں نہیں روح سمجھ کر خوفزدہ ہو گیا تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کسی کو زندہ نہ دیکھا چاہا ہو اور وہ زندہ ہو گیا جاگت کے غلام اسٹو امبری اور میں مسکرائی نگاہوں سے ملے دیکھنے لگا۔

"ہاں جاگت میرا اور تمہارا حساب صرف انہیں چیدلمات کا ہے۔ تمہا میں تم نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ تم اپنا ادمورالام پورا کر دو میں تم سے اپنا حساب وصول کرنے کی کوشش کرتا ہوں؟" میں نے مجھے بلوٹن کا پستول اپنے لباس میں رکھ لیا۔ جاگت دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ چونکہ اس کا ہوش ختم ہو گیا تھا۔ اس لیے اب وہ بے حد متوجہ نظر آ رہا تھا۔ میں بھی سمیٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جاگت نے دونوں ٹانگیں جوڑ کر مجھ پر پھیلا لگا لیکن میں اس کے لیے تیار تھا۔ میں نے جھکان دے کر وہ اس کی نڈ سے چھایا اور جو پٹی وہ تین پر گرا میری ٹھوکانی کے منہ پر پڑی۔ جاگت پوری تھکا ہوا لگا گیا۔

"جاگت۔ جاگت کے سو میری اجازت کے بغیر میری اجازت کے بغیر تو نے جنگ شروع کر دی؟" مجھے بلوٹن لرزتی آواز میں بولا اور جاگت کے سر پر جا کھڑا ہوا۔ "اے اجازت دے دو مسٹر بلوٹن" میں نے کہا۔ اور آگے بڑھنے لگا۔ "بلینے۔ گا زالی بلینے۔ بلینے" مجھے بلوٹن لجا جت سے بولا۔ جاگت مجھے بلوٹن کی مداخلت پر سست رہ گیا۔ پھر بھی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے پیٹھے ہونے ہوئے ہرنوں سے خولی پوچھنے لگا۔ اس کی

نگا میں مجھ پر تھیں۔ یہ مجھے بٹھیال سے دور چلا جا۔ براؤن بھر بولا۔

”کیوں مسٹر براؤن۔ یہ رعایت کیوں ہو رہی ہے میرے ساتھ؟“

”میں تم سے معافی نہیں مانگوں گا کا زالی۔ اب اس کی گنتی نہیں ہے لیکن مجھے امان دو میری جان بخشی کرو۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو مجھ پر متول تھا ہے یا اس ہے۔ میرے دل کا نشاہ لوار اور فاکرود۔ یہ تبارا اسان جو کا بھیر“

”مکارا رکھ۔ تمہاری شہزادہ نظر سے میں اچھی طرح وقت ہوں میں جانتا ہوں کہ اس وقت تم اپنی پوری زندگی کو دیکھو کسی کے کی چھٹی بدل رہے ہو۔ ٹھیک ہے زندہ رہو میرا کیا جانا ہے۔ بھٹکے رہو ان دنوں میں، موت خود تمہیں تلاش کرے گی“

”کازالی کازالی منو منو میری بات تو سن لو۔ چند بائیں سن دو میری کسی بھی حیثیت سے ہے میری کچھ باتیں سن لو ہمارا ہوا انسان ہوں، ٹھکا ہوا ہوں لیے کسی ہوں۔ بے بس دس بیس پردہ کھا۔ ابھی سر بلندی کے صدقے کے طور پر بلین کازالی بلین“

”کہو“۔ میں نے طنز پر انداز میں کہا۔ میرا ذہن تیزی سے کچھ فیصلے کر رہا تھا۔

”جولیا ان پہاڑوں میں تم ہو گئی ہے میری جولیا کھو گئی ہے۔ ہم ایک شدید آنکھ نشانی کا شکار ہو گئے تھے۔ مجھے مجھے بہت سی سزا سنائی جی جی میں۔ یہ وہ رک کر پانچنے لگا۔“ اس کا کام کر دو میرا۔ اس کی تلاش میں میرا ساتھ دو۔ ممکن ہے وہ بچا گئی ہو۔ بہت سے لوگ بچ گئے تھے۔ میں ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ تھا۔ وہ سب پہلے گئے میں چھپ گیا کیونکہ جولیا ان کے ساتھ نہیں تھی۔ بیکے براؤن بے ربطا ناز میں کہہ رہا تھا۔ اس کی حالت بہت خراب لگ رہی تھی۔ ٹیکسی میں تمام حالات سے واقف تھا، اس لیے اس کی بائیں میں مجھ میں آ رہی تھیں۔

”بڑی نفرت تھی اس شخص سے مجھے ابھی درست میں اس نے میری زندگی ختم ہی کر دی تھی۔ ہر طرح سے ایک بر انسان تھا وہ۔ شاید اس نے زندگی میں کسی سے معافی نہیں برنی تھی۔ حسن صاحب سے وہ میا نہیں تھا اور اس نے در پردہ فاکٹر فارملی کو اس کے لیے تیار کیا تھا کہ وہ بڑے کا ذہنی ٹولن دستہ جو ہونے سے۔ رانا شمشیر شکر کو اس نے بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا تھا۔ ٹیکسی اس وقت اس کی حالت قابل رحم تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

”جولیا کو تلاش کرنے میں میری مدد کرو کازالی۔ اس کے بعد جولیا کو تلاش کرنے میں ہر سزا قبول کروں گا میں۔ میں تمہاری دی

ہوئی ہر سزا قبول کروں گا جولیا۔ جولیا وہ رونے لگا۔

”اس شخص کے کوتاہیوں رکھو اور میرے ساتھ آؤ۔ اگر اسے جانگ کی طرف اشارہ کیا اور اگر بڑھ گیا۔ بیکے براؤن کرنا پڑتا میرے ساتھ چل رہا تھا۔ جانگ بھی اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ مغرور جانگ کو میں نے درست کر دیا تھا۔ دل میں خواہش تھی کہ اس سے بھر پور جنگ کروں اور اس کی پڑیاں بھی اسی طرح توڑ دوں جس طرح اس نے مجھے نیم مرده کر دیا تھا۔ لیکن ان کو زیادہ موقع نہیں ملا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم سب اس جگہ پہنچے جہاں تریزا موجود تھی۔ جولیا نے شاید یہیں دیکھ لیا تھا۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے تو وہ ایک چٹان سے نیک لگنے لگھڑی تھی۔ بیکے براؤن اس کے بالکل قریب پہنچ کر ہی اسے دیکھ سکا تھا۔ اس کے حمل سے دلدوز شیخ نکلی۔ اور وہ جولیا کی طرف دوڑا۔ ”جولیا میری بیٹی جولیا“ لیکن جولیا نے اس پر دستوں تان لیا۔ وہ بہت بول سیٹھانے لگی۔

”اپنی جگہ رکو بیکے براؤن۔ آگے بڑھے تو کوئی مار دوں گی“ اس نے بھینکارتے ہوئے بلبے میں کہا۔

”جو جولیا“ بیکے براؤن کے قدم رک گئے۔ اس کا مزہ تعجب سے کھل گیا۔ اس نے فوراً جولیا کو دیکھا پھر بلیٹ کرٹھے دیکھے لگا۔ ”آہ کازالی کیا۔ کیا اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے کیا یہ“

”ذہنی توازن پہلے بگڑ گیا تھا مسٹر براؤن۔ اس وقت یا تو تھی میں جب میں تمہاری چال میں آئی تھی۔ اب تو ہوش زیا ہے مجھے۔ اب میں ایک مکار شخص کی مکاری سے واقف ہوں ہوں۔ کازالی تم نے بیوں کیوں زندیاں دوںوں تاکوں کو، یہ زندہ کیوں ہیں۔ کیوں زندہ ہیں یہ۔ تم نے۔ تم نے کازالی کو قتل کر کے کی کوشش کی اور ایجنی دست میں۔ اسے اسے مجھ سے چھپا لیا تھا۔ میں تم سے تمہاری زندگی چھین لوں گی۔“ جولیا نے جانگ کو مخاطب کر کے کہا۔ اور جوش غضب میں اس پر گولی پلائی۔ ”جانگ کی بائیں“ کہہ میں گھس کر کھو پڑی توڑتی ہوں۔ جوں کئی دوسری گولی اس کے سینے کے عین درمیان لگی تھی۔

”جولیا“ میں چیخا۔ بیکے براؤن جلدی سے زمین پر پڑ گیا تھا۔ جانگ ما پٹی سے اب کی مانند ٹرپ رہا تھا۔ میں۔ آگے بڑھ کر جولیا سے پستول چھین لیا۔ ”کیا کر رہی ہو جولیا کیا کیا تھے۔“

”جو تم نے نہیں کیا کازالی۔ اس لیے کہ تم یوں نہیں بڑھنا۔ اس کے بائیں سے نہیں ہو۔ بیکے براؤن کی طرح۔“

تم کازالی کے شکار ہو۔ تمہیں اس کے ہاتھوں مرنا ہو گا۔ کیوں لڑو یہ ایشیائی غلام ہے نا یہ ہمارا نہیں ہو سکا تھا۔ یہی کہا تھا ہاتھ“

بیکے براؤن سے کوئی جواب نہ ہی پڑا۔ اب وہ اٹھ کو بیٹھ گیا۔ اسی کی حالت بہت خراب تھی۔ یہ سارے حالات اس کے حواس چھین لینے کے لیے کافی تھے۔ جانگ اب دم توڑ رہا تھا۔ اگر اس قدر جاندار نہ ہوتا تو کب کام خرکا ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مرد ہو گیا۔

”بس جولیا بلینز خاموشی ہو جاؤ۔ مسٹر براؤن ایک بھٹکے ہوئے انسان ہیں۔ نظر تا کر سے ہیں۔ اس کے لیے کسی پر اعتماد نہیں کرتے۔ کسی سے صحیح نہیں بول سکتے۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو“

”نہیں۔ مجھے معاف کر دو کازالی۔ بس ایک بار مجھے معاف کر دو۔ بہت نقصان اٹھا چکا ہوں میں۔ میں ایک بار اور۔ صرف ایک بار“

”اور اس بار کازالی اس بار ڈیڈی کوئی فطری نہیں کریں گے۔ اس بار شاید وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کریں گے۔ کسی اور سے بھر دوسر نہیں کریں گے۔ وہ اس لیے انہیں ایک موقع اور دو۔ ڈیڈی کازالی ایک بہتر انسان ہے۔ خدا کی قسم اب میں تم پر ایک ٹھوہور دوسر نہیں کر سکتی۔ تمہاری دنیا کے لیے کہاں ہو میرے لیے بھی۔ کازالی بھول جاؤ یہ شخص میرا پاپ ہے۔ اس کے فریب میں نہ آنا“

”کیا کہتے ہو مسٹر براؤن؟ میں نے پوچھا بیکے براؤن غائب ہوا۔ اب اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ بس ناچھی آنکھوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

”جولیا۔ میں مسٹر براؤن کو ایک موقع اور دے رہا ہوں۔ آخری بار۔ اس کے بعد ان کے خون کا پھاسا ہو جاؤں گا۔ اور یہ براؤن سے کچھ لو۔ تمہاری کوئی اور حرکت اب میرے لیے بل برداشت ہوگی۔ اس کے بعد میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”ہاں کازالی۔ ابھی آخری بار اس کے بعد“ مسٹر براؤن نے مسکای بھر کر کہا۔

جولیا دونوں ہاتھوں سے منر چھا کر رونے لگی۔ ”تم نے کی۔ تم نے مجھے اپنی لگا ہوں میں بھی ڈیل کر دیا ہے مجھے اسے۔ شاکم ہے کہ میری رنگوں میں تمہارا خون دھو رہا ہے۔ میں اسے نام سے پہچانی جاتی ہوں“

”مسٹر براؤن تمہارے لیے یا گل ہو رہے تھے جولیا۔ ان کی حالت تمہارے لیے خراب ہو رہی تھی۔ براہ کرم میرے

لیے ہی کسی ایک بار انہیں معاف کر دو۔ ان کی سزا ہو گئی ہے۔ بلینز میں سے کہا۔ جولیا نے مجھے دیکھا اور پھر اس چٹان سے لنگر بٹھ کر اسی کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہ رہے تھے۔ جانگ کی لاش کچھ فاصلے پر پڑی تھی۔ چنانچہ میں ان دونوں کو یہاں سے مڑا کر دوڑنے لگا۔ اور ایک جگہ مستحب کے بیٹھ گیا۔ جولیا نے ابھی تک بیکے براؤن سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ بیکے براؤن نے بار بار مجھے اسی لگا ہوں سے دیکھا تھا۔ جیسے وہ مجھے شکر کرنا چاہتا ہو لیکن شاید بہت نہیں کر پاتا تھا۔

رات ہو گئی۔ جولیا زمین پر لیٹ گئی تھی۔ براؤن مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اب بھی میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں مسکرتے لگا۔ ”تمہیں میری زندگی کا اب بھی نہیں تمہیں مسٹر براؤن؟“

”نہیں کازالی۔ تم زندہ بہتے کے لیے ہو۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کچھ سوالات بے چین کر رہے ہیں پوچھنے کی جرات نہیں ہو رہی“

”ابو چھو“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”کیا ڈاکٹر ظاہر ملی اور دوسرے لوگوں کے بارے میں تمہیں معلوم ہے؟“

”ہاں میں جانتا ہوں کہ تم نے کسی طرح ان پر زندگی ٹانگ کر دی۔ کتنی اوتیس دی ہیں تم نے انہیں؟“

”تم کیسے جانتے ہو؟“ بیکے براؤن ششدر رہ گیا۔ اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔ ”اوہ۔ جولیا نے تمہیں سب کچھ بتلایا ہو گا۔ سارا کیا ذکر بھی کیا ہے اس نے۔“

”مجھے سب کچھ معلوم ہے بیکے براؤن۔ تم مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ میں نے کہا۔

”تم ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھے میرا مطلب ہے کہ ان اسٹین وغیرہ کے ساتھ وہ لوگ تو تم سے مکمل لاپٹی کا ٹھکانا کرتے رہے تھے۔ میرا بھی خیال تھا کہ تم جھکے ہو۔ اگر تم ان کے ساتھ نہیں تھے تو پھر تمہارا گروہ کہاں ہے تم تہا تو یہاں نہیں آ سکتے؟“

”میرا گروہ صرف تہی افراد پر مشتمل ہے جن میں سے ایک میں ہوں دوسرا سمیو ٹورا اور تیسری ندرت“

”اوہ۔ اوہ سمیو ٹورا تمہارے ساتھ ہے۔ گویا جانگ کی وہ اطلاع درست تھی۔ آہ کازالی خوش نصیب ترین انسان ہو۔ بہت کچھ معلوم ہو چکا ہو کہ تمہیں بہت کچھ جان چکے ہو۔ گے کاش تم غلوں دل سے مجھے بھول کر لیتے۔ کاش تم میرے ساتھی

ہوتے، وہ حسرت سے بولا۔ بچہ چونک کر کہنے لگا۔ "یہ لوگ کہاں ہیں؟"

"لوگ۔" "ہاں میں نے پوچھا۔"

"سمبور اور اوروہ۔ بڑی ہے؟"

"ساربا کے پاس ہیں؟"

"کیا، بیکے براؤن بری طرح چونک کر بولا۔"

"میں بھی اس کے ساتھ تھا اس وقت، مجی جب تم ساربا پر ہتھیار تان کر کھڑے ہوئے اور گرفتار ہو گئے، ماس کے بعد جی میں تم سے دوڑ نہیں تھا۔ آتش فشانی کے بعد ہی میں بھی اس سے جدا ہوا ہوں۔"

"خدا کی پناہ۔ تو کیا تم اب اس کے ساتھی ہو اور سمبور تو؟" "میکے براؤن تم ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو۔ میں تم سے کچھ کہتے، ہونے خوفزدہ ہو جاتا ہوں اور کھا رہے میرا خوف ہے؟" "ہاں اب میں اس قابل نہیں ہوں، کیسے براؤن ایوسی سے بولا۔"

"اس کے باوجود میں پھر ایک جو اٹھیلنا چاہتا ہوں۔ ایک بار پھر تمہیں آزمانا چاہتا ہوں؟"

"میں کوئی جواب دیتے، ہونے خشنہ ہوں گا زالی؟"

"ساربا کے بارے میں تمہارا خیال ہے؟"

"خوشخبر اور مت ہے اس نے، ہمیں قید کر لیا تھا؟"

"اب بھی اس کے ہاتھ لگے تو وہ تمہیں آزاد نہ چھوڑے گا۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے تمہیں زندہ کیوں رکھا ہے؟"

"ہاں میں نہیں جانتا؟"

"آتش فشانی کے بعد تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"وہ زندہ ہے۔ اس کے بہت سے ساتھی زندہ بھی اور ہلاک ہو گئے، لیکن وہ زندہ ہے اور ٹھیک ہے میرے دو ساتھی ہلاک ہوئے باقی بدستور اس کے قیدی ہیں۔ وہ سب ہلاک کی جانب گئی ہے۔ چونکہ جولیا کم ہو گئی تھی اس لیے میں جاگنے کے ساتھ یہاں چھپ گیا۔ اگر اسے پتہ چل جاتا تو وہ مجھے نہ چھوڑتا، آتش فشانی کے بعد بیچ ہانے والوں پر اس نے فوراً کنٹرول کر لیا تھا۔ لیکن ان کی تنظیم صحیح طور پر نہ کر سکی۔ کیونکہ خود بھی مہارت تھی۔ اسی لیے ہمیں اس سے بیچ نکلنے کا موقع مل گیا۔ ورنہ اسے جولیا سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی تم اگر واقعی اس کے ساتھ تھے تو اس کے بارے میں جانتے ہو گے۔ مگر گا زالی۔ مگر سب؟"

"ہاں۔ کہو۔"

"میں نے کبھی تمہیں وہاں نہیں دیکھا۔"

"شاید، میں نے اسی سلسلے میں تفصیل جاننا ضروری نہ تھا۔"

کر سکتے ہیں؟" "کیا وہ تمہارے بارے میں یہ بات جانتے ہیں کہ تم ساربا کے ساتھ موجود ہو۔" براؤن نے سوال کیا۔

"نہیں کوئی نہیں جانتا؟"

"تو تمہارے سے کسی بھی طرح رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔ بہتر یہی ہو گا کہ برائے نام دوبارہ ترتیب دے لیں۔ یہ ہم دونوں ہی کے حق میں بہتر ہے گا زالی۔ ویسے میں اس وقت تمہارے قبضے میں ہوں۔ میں طرح جو لیا نے جاگنے کو کہنے کی موت مار دیا ہے۔ اگر تم چاہو تو تم بھی باآسانی مجھے ہلاک کر سکتے ہو۔ لیکن بہتر یہی ہو گا کہ تم دونوں ایک بار پھر ایک دوسرے سے تعادیل کریں اور اس طرح تمہاری معلومات اور ہماری افرادی قوت بچاؤ جو باقی۔ معاف کرنا گا زالی یہ صرف ایک تجویز ہے۔ ورنہ اس وقت تو میرے لیے تم میرے لیے تم ساربا سے بھی زیادہ ناخوش ہو جاتی رہی دوسری باتیں تو گا زالی جنگ اور محبت میں اس قسم کے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔"

بدرتین دشمنوں سے بھی بہتر نہیں مفاہمت کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کے اچھے نتائج نکل رہے ہوں۔ میں تمہارا جرم پہل قیدی بھی ہوں۔ جاگنے کو جو لیا نے ہلاک کر دیا۔ تم زور دے کر تو شاید مجھے بھی مارا جاتی، بہر حال اب میں تم دونوں کے درمیان نہیں ہوں وہ تمہارا مسئلہ ہے۔ مجھے زندہ رکھنا چاہو تو تمہارے کام ہی آؤں گا؟"

"سب کچھ ہو سکتا ہے، میکے براؤن۔ لیکن تم پر اٹھا دیکھے قائم ہو؟"

"میں کیا کر سکتا ہوں، میکے براؤن، تنکے تنکے لیے میں بولا۔ پھر ایک ایک طرف اٹھا کر کہتے لگا۔ "کیا ساربا کے پاس تمہیں ایک نایاب جہیز دیکھا ہے۔ انتہائی قیمتی انتہائی پرامن اور وہیری ملکیت تھا لیکن وہ اسے جہیز چکی ہے مجھ سے گا زالی کیا تم پرامن ساربا کیوں سے دلچسپی رکھتے ہو؟"

"سناؤ شاید وہ چسپ گئے، میں نے کہا۔"

"تبت کے اس مسقر میں ایک انتہائی نایاب جہیز میرے ہاتھ لگا۔ مجھ سے پہلے یہ رانا مشن نامی ایک شخص کے پاس تھا۔ بس اسے اور تو نے ایک کہاں نہیں سنا، اس نے سنا تھا۔ اس نے اس کے ایک مٹھی جہیز فرادیا۔ مجھ سے درخواست کی کہ کسی طرح اسے اس جہیز سے نجات دلا دوں چنانچہ میں نے وہ جہیز اس سے لے لیا۔ اور اب مجھے قید کرنے کے بعد ساربا نے مجھ سے وہ جہیز چھین لیا ہے۔ تم اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ

وہ کسی طرح بھی ہمارے لیے بہتر نہیں ثابت ہو سکتی ہم لوگ اگر ساربا سے نجات حاصل کریں بلکہ کوشش کر کے اسے ہلاک کریں تو آپس میں تو خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مزاحیہ کرنا بہت کر کے ہم ایک دوسرے سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں لیکن ساربا سے خزانہ بچانا ممکن نہ ہو گا؟"

"اگر تم خلوص دل سے یہ بات کہہ رہے ہو، میکے براؤن تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے، میں نے کہا۔"

"خلوص کو درمیان سے نکال دو۔ اسے ایک کاروباری گفتگو قرار دے دو اور جس طرح چاہو سمجھوتہ کر لو، میکے براؤن نے کہا۔"

"تمہارے آدمیوں میں سے کسی افراد آتش فشانی میں ہلاک ہوئے؟"

"جانتیں۔ لیکن میں نے بہت سوں کو زندہ دیکھا ہے اب بھی بیس چھبیس آدمی ضرور موجود ہیں؟"

"تمہارا ساتھ وہیں گے۔"

"صرف میرا ساتھ وہیں گے اس پر یقین رکھو؟"

"تب میکے براؤن تمہیں ان لوگوں کے ساتھ ساربا سے جنگ کرنی ہوگی۔ اسے ہلاک یا گرفتار کرنا ہوگا۔ اس کی قوت توڑنی ہوگی۔ میں اور میرے ساتھی اس جنگ میں تم سے پورا تعاون کریں گے اس کے بعد تم خزانہ حاصل کریں گے، ہمارے اس وقت تک کے پروگرام مشترک ہوں گے جب تک تم خزانہ نہ حاصل کریں۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہو گا کہ تمہارا خزانہ کا مکہ بننے کے لیے تم ہمارے خلاف کیا کر سکتے ہو۔ ہم بھی خود کو اس کے لیے تیار رکھیں گے، میں نے کہا اور میکے براؤن کی گردن جھک گئی۔ تھوڑی دیر بعد موش رہنے کے بعد اس نے کہا۔"

"ایک تجویز، جہیز کروں گا زالی؟"

"کہو۔"

"تم جو لیا سے شادی کرو۔ یہیں اسی جگہ یہاں سے روانہ ہونے سے قبل۔ اپنے مذہب کے مطابق۔ وہ تمہارے لیے پائل ہے۔ تمہارے ایک بار کہنے سے اپنا مذہب تبدیل کر لے گی۔ میں جو لیا کا باپ ہوں۔ میں خود تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ اپنے وہیں کے مطابق تم اس سے شادی کرو، شاید اس طرح تمہیں یہ یقین ہو جائے کہ میں تم سے فریب نہیں کروں گا۔ جو کر چکا ہوں اس کے لیے معافی مانگنا مجیب لگتا ہے لیکن اس طرح شاید تمہارے دل سے کچھ کج رویت دور ہو جائے؟"

"میں میکے براؤن کا چہرہ دیکھنے لگا۔ شاید اس بار وہ بیچ ہی بول رہا تھا۔ میں نے کہا۔"

"تمہیں میکے براؤن۔ یہاں میں ایسا نہیں کروں گا۔ اگر تم

میکے براؤن مجھے دیکھتا رہا تھا پھر بولا۔ "سمبور تو اسے تمہیں سب کچھ معلوم ہو گیا ہو گا گا زالی۔ کیا تم نے ساربا کو دلچسپی کی تحقیق بتا دیں کیا تم نے اس سے سمجھوتہ کر لیا ہے؟"

"یہ سب کچھ تمہیں بتاتے ہوئے میں خوفزدہ ہوں، میکے براؤن تم قطعاً ناقابل اعتبار انسان ہو، کسی کے بارے میں کچھ نہیں کر جاسکتا۔ مجھ سے معلومات حاصل کر کے تم ساربا کی آغوش میں جا کر بیٹھ سکتے ہو؟"

"تمہارے شہنشاہت بجا میں میرے پاس اپنی مصفاہ کے لیے کہنے کو کچھ نہیں ہے، میکے براؤن کی گردن ہلاک ہو گئی پھر تھوڑی دیر کا مشورہ کروہ بولا۔ "لیکن کچھ دلائل دے سکتا ہوں ساربا دشمنی صفت عورت ہے، کسی بھی طور اس کا قرب اور اعتماد حاصل کروں۔ کیا خزانے کے حصول کے بعد وہ مجھے زندہ چھوڑے گی۔ کیا اس میںیں عورت سے اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی سے کتنی ہی مفید معلومات حاصل کرنے کے باوجود خزانے میں اپنا شریک بنا لے گی۔ اگر وہ وعدہ بھی کرے گی گا زالی تو تمہارا کیا خیال ہے، کیا اس وعدے کو نبھانے کی؟"

"ہاں۔ امکانات تو نہیں ہیں، اس کے میکے براؤن، ایک اس کے باوجود کیا کہا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے آپ کے دل کوئی نیا شوق پیدا ہو جائے۔ اور آپ خواہ مخواہ اس کی محبت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے مجھے ہی اپنے راستے بڑھانا پسند کریں گے؟"

"گا زالی۔ تمہاری معیت بہر طور اس سے کہیں زیادہ بہتر کم از کم تمہارا بہت ربط تو ہے ہمارے درمیان، جبکہ وہ یہ اور تمہارے دونوں کے لیے اچھی ہے اور ہمارے اس سے بہتری کی توقع نہیں کر سکتے؟"

"کیا کہتا چاہتے ہو میکے براؤن؟"

"یہی کہ سمبور تو کہ تم نے خانے کی رو یا گا زالی۔ اسے اسے خول میں دے کر تمہیں کیا ملا۔ یقیناً آپ وہی اس خزانے کا مددہ حاصل کرے گی۔ لیکن یہ وہ مجھے قتل ہی کر دے گا تمہیں اس قتل سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ اس کے ہاتھ تمہارے بارے میں بھی اس طرح سوچے گی۔ خواہ تم کتنی کی مدد کرو؟"

میں نے پرخمال اغلاز میں گردن ہلائی۔ میکے براؤن کو میں لانے کے لیے مجھے ادا کاری کرنا ضروری تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "ڈاکٹر فلاہر، ہل، کنور پر بھارت سنگھ اور آسٹن بھی اس کی قید میں ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ تم نے وحشیانہ سلوک کیا ہے، میکے براؤن۔ کیا اب یہ لوگ ہمارا

میں نے پرخمال اغلاز میں گردن ہلائی۔ میکے براؤن کو میں لانے کے لیے مجھے ادا کاری کرنا ضروری تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "ڈاکٹر فلاہر، ہل، کنور پر بھارت سنگھ اور آسٹن بھی اس کی قید میں ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ تم نے وحشیانہ سلوک کیا ہے، میکے براؤن۔ کیا اب یہ لوگ ہمارا

میں نے پرخمال اغلاز میں گردن ہلائی۔ میکے براؤن کو میں لانے کے لیے مجھے ادا کاری کرنا ضروری تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "ڈاکٹر فلاہر، ہل، کنور پر بھارت سنگھ اور آسٹن بھی اس کی قید میں ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ تم نے وحشیانہ سلوک کیا ہے، میکے براؤن۔ کیا اب یہ لوگ ہمارا

میں نے پرخمال اغلاز میں گردن ہلائی۔ میکے براؤن کو میں لانے کے لیے مجھے ادا کاری کرنا ضروری تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "ڈاکٹر فلاہر، ہل، کنور پر بھارت سنگھ اور آسٹن بھی اس کی قید میں ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ تم نے وحشیانہ سلوک کیا ہے، میکے براؤن۔ کیا اب یہ لوگ ہمارا

میں نے پرخمال اغلاز میں گردن ہلائی۔ میکے براؤن کو میں لانے کے لیے مجھے ادا کاری کرنا ضروری تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "ڈاکٹر فلاہر، ہل، کنور پر بھارت سنگھ اور آسٹن بھی اس کی قید میں ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ تم نے وحشیانہ سلوک کیا ہے، میکے براؤن۔ کیا اب یہ لوگ ہمارا

خدا نے کے حصول کے بعد ایمان داری سے اس کی تقسیم کے لیے تیار ہو گئے تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہیں رہتا۔ جو لیا کا معاملہ بعد میں طے کر لیں گے۔

"تب تو پھر مجھ پر بھروسہ کر لو۔ آخری بار کسی اس تھا گیا۔"

"او کے، ہم صبح کو یہاں سے روانہ ہو جائیں گے مگر براؤن اس کے بعد میں نہیں آئندہ یہ دو کام کے بارے میں بتاؤں گا۔"

میکے براؤن خاموش ہو گیا۔ میں سوچ کے دھاروں پر بیٹھ گیا۔ میکے براؤن فی الحال مخلص ہو گیا تھا۔ جو لیا کے بارے میں اس نے جو پیشکش کی تھی وہ فریب دہن میں نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ خود پر اعتماد دلانے کا انتہائی کوشش تھی۔ میں اسے پہلاؤں میں بھٹکتے دیکھ چکا تھا۔ وہ جو لیا کے لیے سرگرداں تھا جتنا بچاؤ اس پیشکش میں کوئی کھوٹ نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ جو لیا ذہنی طور پر مجھ سے اس طرح منسلک ہے کہ میرے لیے اس کی پرہیز بھی نہیں کرتی، تو پھر اس نے سوچا ہو گا کہ اب مجھ سے فریب مناسب نہیں ہے۔ بہر حال یہ میکے براؤن کا معاملہ تھا۔ میری اپنی کیفیت تو قطعی مختلف تھی۔ صبح بات رہے کہ خزانہ نوآباد لاتے سے مرہٹ ہی گیا تھا۔ مجھے تو اس پر اسرارشمن کے لیے مخصوص کر لیا گیا تھا۔ جس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ یہاں تک کہ میں ذہنی طور پر سمجھتا تھا کہ وہ ندرت کے لیے اس حد تک آمادہ ہو گیا تھا۔ اصل مقصد تو میرا ہی تھا۔ جو باقی تمام لوگوں کا۔ لیکن شاید ان لوگوں نے مجھے سمجھ سورا لیا تھا۔ کچھ ایسے ذرا لے جنہیں میں سمجھ نہیں پایا تھا، اختیار کیسے کیسے گئے تھے، اور سب خزانے وغیرہ کو بھول کر ان کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اب میکے براؤن کو صرف اس حد تک استعمال کیا جا سکتا تھا کہ ساری کی قوت توڑ دی جائے۔ آتش فشانی سراسر کام میں آسانی پیدا کر دی تھی۔ ساری بلا بلکہ بہترین ساتھی کہتی تھی۔ لیکن اس وقت وہ سب بھی شکستہ حال تھے۔ اگر میکے براؤن اپنے آدمیوں کے ساتھ اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی کرنے میں کامیاب ہو جائے، تو اس طرح ساری کو مفلوج کیا جا سکتا ہے۔ بہت دیر تک مختلف خیالات کا شکار رہا۔ اور اس کے بعد سمجھتا ہوا آیا۔ چنانچہ میں نے اپنے تجربے کے مطابق ذہنی طور پر سمجھتا ہوا اسے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور دیر تک اس میں مصروف رہا۔ تب آہستہ آہستہ میرے ذہن میں آواز کی کچھ لہریں پیدا ہونے لگیں، اور پھر مجھے سمجھتا ہوا کسی آواز سنائی دی۔ "کہاں تم ہو گا زالی۔ کہاں ہو، اور ہم تک کیوں نہیں پہنچتے؟"

میں نے ذہنی طور پر اسے صورت حال سے آگاہ کیا،

یہ تجربہ بلا بلکہ میری زندگی کا سب سے اٹوٹا تجربہ ہوتا تھا۔ میں خود بھی عجیب سی کیفیات محسوس کرتا تھا۔ لیا لگتا تھا جیسے برسہا حقیقت نہ ہو صرف میرا تصور ہو۔ میری خوش نہی ہو، لیکن اسے کیا کرنا کہ سمجھتا ہوں کہ آواز مجھے اپنے ذہن میں گونجتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ میں نے اسے خیالات کی کہانی سنائی اور اس کے بعد سمجھتا ہوا کا جواب مجھے ملا۔ اس نے کہا۔

"ساری تمہارے لیے دیوانی ہو رہی ہے۔ اس کے آواز اطراف میں بھٹک رہے ہیں۔ اس نے پہلی پہلاؤں کے بعد حصے میں مسلسل پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ اور تمہارا انتظار کہہ رہی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ تمہارے بغیر وہ یہاں سے آگے نہیں بڑھے گا اور آج ہی اس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بھی زندہ ہوں۔ کیا میرے مل جانے کے امکان ہیں تو میں نے اسے برسہا اعتماد سے جواب دیا ہے کہ بہت مختصر وقت جا رہا ہے، جب تم ہم تک پہنچ جاؤ گے؟"

سمجھتا ہوا گفتگو کر رہا تھا کہ دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ٹیل فون کی لائن کٹ جاتی ہے۔ سمجھتا ہوا میرا ذہن را ایک دم منقطع ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد میں بار بار کی کوشش کے باوجود اس سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ بہر طور جو کچھ میرے ذہن تک پہنچا تھا اور ذہنی الفاظ میں پہنچا تھا وہی اس وقت میرے لیے رہا ہے۔ میں انتظار کرتا رہا کہ شاید دوبارہ اس سے رابطہ قائم ہو۔ رات بھر ہنسنے آئی تھی۔ یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔ جو لیا کی جگہ اٹھی اور میرے پاس آ بیٹھی۔ وہ میرے بالوں میں لگتی ہوئی اور میں اس کی انگلیوں کے لمس سے عجیب سی کیفیت کا شہد ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں غماز اور کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

"کیا رات کو سو نہیں سکتے؟" اس نے پوچھا۔

میں پوچھا۔

"ہاں جو لیا نیند نہیں آتی؟" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لیٹے رہو۔ پیلز مجھے بہت اچھا لگتا رہا ہے، اگر کہا لیکن میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سامی اس وقت میکے براؤن نے کڑی بدلی اور پھر کہناں تک کہ اوپر دھر دیکھنے لگا۔ جو لیا کے سگڑ گئے تھے۔

"اوہ۔ تم لوگ جاگ گئے۔ مجھے بھی اٹھ جانا چاہیے۔ جو لیا بیٹھ گیا۔ جو لیا نفرت سے ناک سگڑ کر ایک چٹان پیچھے چلی گئی تھی۔

میکے براؤن نے پھینکی ہی سگڑا ہٹ سے مجھے دیکھا اور کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے گا زالی۔؟"

"میں ساری تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے جس ندرت جلد ملے گی جو سکے؟" میں نے کہا۔

"کیا تم اس کی سمت کا تعین کر سکتے ہو؟"

"ہاں شاید۔ وہ اس طرف دیکھو، اوپر جو لیا پہاڑیوں نظر آتی ہیں۔ کیا ان کا رنگ پیلہ ہے؟"

"سو فیصدی۔ لیکن۔؟"

"ساری ان کے پیچھے ہے؟" میں نے جواب دیا اور میکے براؤن غیب سے مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم نے پہلی پہاڑیوں کی سمت سفر شروع کر دیا۔ راستے میں میکے براؤن نے کہا۔

"اگر ہم ساری کے پاس پہنچ گئے گا زالی تو پھر مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

پیلے تم ساری کی موجودہ کیفیت کا جائزہ لو گے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ اسے کتنا نقصان پہنچا ہے۔ اس کے بعد تم اپنے آدمیوں کو اس کے لیے تیار کر دو گے کہ وہ ساری کے خلاف جنگ کریں لیکن یہ سب کچھ بہت زلداری سے کرنا ہو گا اگر ساری کو اس کی جنگ مل گئی تو ہم میں سے کسی کی زندگی ممکن نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن میرے ساتھی نیتے ہیں۔ ساری کے آدمیوں سے جنگ کرنے کے لیے، ہتھیاروں کی ضرورت ہو گی؟"

"ساری کے ہتھیار ہمیں اپنے قبضے میں کرنا ہوں گے؟" میں نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"میں نہیں اس کے مواقع فراہم کروں گا۔ میں جو کچھ کروں ضرور براؤن اس کی چھان بین کی کوشش نہ کرنا۔ میں نہیں ساری کی قید سے رہائی دلا دوں گا اور اسے مجبور کر دوں گا کہ وہ تمہیں اپنے ساتھیوں میں شمار کرے اس کے بعد ہم مناسب موقع کی تلاش میں رہیں گے۔"

"جب تم کہو گے گا زالی میں ویسا ہی کروں گا میرے ساتھی تمہاری ہدایات کے منتظر رہیں گے؟"

پہلی پہاڑیوں تک کا سفر طے کر لیا اور میں نے چہرے پر ذہنی کپڑا ڈال لیا جو پیلے ڈالا ہوا تھا۔ اس کے بعد پہاڑیوں کی طرف گزرتے گئے۔ سمجھتا ہوا کے الفاظ کی تائید تقویٰ ویر کے بعد ہو گئی۔ میں نے چند لوگوں کو اس طرف آتے ہوئے دیکھا اور انہیں پہچان لیا ساری کے آدمی ہی تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ بری طرح شور مچانے لگے اور دوڑتے ہوئے ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ان کے بعد ساری کے کیپ تک پہنچنا مشکل نہیں ہوا تھا۔ مجھے زندہ سلامت دیکھ کر ساری خوشی سے دیوانی ہو گئی اور اس وقت کچھ عجیب سی کیفیات مجھ پر طاری ہو گئیں۔ یوں محسوس ہوا جیسے بہت بڑا

مناظر ہوں اور اپنے ان تمام ساتھیوں اور دوستوں کو دھوکا دے رہا ہوں جو مجھے جانتے ہیں۔ جو لیا جس کی دلوانی میں کوئی شک نہیں تھا جو میرے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ تھی لیکن میں اس سے غلط نہیں تھا اور اب ساری۔

میں زیادہ تر سوچ سکا۔ ساری میرے پاس پہنچ گئی۔ تم زندہ ہو گا زالی تم زندہ ہو۔ تو دودنے مجھے یہی بتایا تھا۔ اور تمہاری زندگی میرے لیے اس کا ثبات کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ ڈو۔ آؤ۔ آؤ۔ پیلز۔ میرے شے میں آؤ۔ اس نے بے تکلفی سے میرا بازو پکڑ لیا۔ میری نگاہ غیر ارادی طور پر جو لیا کی طرف اٹھی۔ جو لیا کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہیں دیکھ سکا۔ ساری مجھے اپنے قبضے میں گھسیٹ لے گئی تھی، اس کی آنکھوں میں بے پایاں حسرت و رقتاں تھی۔ "بیٹھو گا زالی۔ بیٹھو۔ کیا کہوں تم سے۔ اپنے جذبات کے اظہار کے لیے کون سی زبان استعمال کروں۔ میں تو اس زبان سے بھی ناواقف ہوں۔ تم زخمی تو نہیں ہوئے۔ یہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے تمہیں؟"

"نہیں ساری میں ٹھیک ہوں؟"

"آہ۔ کیا خون کا منظر تھے۔ کیا ہولناک تباہی ہو چکی تھی۔ میرے بہت سے آدمی ہلاک ہو گئے۔ ہمارا آؤ سے زیادہ اہم اہم تباہ ہو گیا۔ گا زالی صورت حال بہت بدل گئی۔ مجھے اس قدرتی آفت کی امید نہیں تھی۔ میں نے سب سے زیادہ توقع اسے پر رکھی تھی۔ میں نے سوچا تھا وہ زمین کے مقابلے پر ایسی آتش فشانی کردہ کی کوہ سوچ بھی نہ کے لیکن وہ سارا پروگرام ختم ہو گیا۔ وہ تمام اہم تباہ ہو گیا۔ مجھے تشویش ہو گئی ہے گا زالی۔ بہت پریشان ہوں میں اب۔ پچھو ڈوان ہاتھوں کو بان کے بارے میں سوچ لیں گے۔ غم مل گئے تو مجھے بہت سے خزانے مل گئے۔ تم کیسے بچنے کا زالی؟"

"زندگی ابھی باقی تھی ساری میں نے پھینکی ہی سگڑا ہٹ سے کہا اور اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر میرے چہرے سے کپڑا نوج لیا۔

"اب یہ ختم کر دو۔ میں تمہارا چہرہ سامنے چاہتی ہوں تمہارے ساتھی نے اپنے علم کے حساب سے بتایا تھا کہ تم زندہ ہو لو۔ میں نے یقین کر لیا تھا کہ وہ بھڑٹا نہیں ہے؟"

"قیدیوں کی کیا کیفیت ہے؟"

"آٹھ قیدی ہلاک ہو گئے۔ سترہ باقی ہیں۔ تین وہ ہیں جو ان قیدیوں کے قیدی ہیں۔ میکے براؤن اور اس کی بیٹی تمہیں کیسے اور کہاں ملے؟" ساری نے سوال کیا۔

"جنگوں میں بھٹتے ہوئے؟"

"انہوں نے دو بار میری قید میں آنا کیوں پسند کیا۔ وہ چاہتے تو ذرا بھی ہو سکتے تھے۔"

"تو بھابھا بیٹی کہاں جاتے۔ انہوں نے خود ہی مجھ سے درخواست کی تھی کہ انہیں بھی ساتھ لے لوں انجام جو بھی ہو۔"

"ان لوگوں کو اب کیا کیا جانے گا۔ زانیہ کوئی منتر وہ دو سالہ ساریا نے کہا اور میں نے چند لمحات کے لیے خاموشی اختیار کر لی، پھر میں اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"تم نے ان لوگوں کو بلاوہر ہی ساتھ رکھا ساریا، پہلے ہی ان سے جان پھرا لیتیں تو اچھا تھا میرے خیال میں اب یہ سوچنا تو بالکل بیکار ہے کہ یہ تمہارے خلاف کمر اٹھانے کی جرات کر سکیں گے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ انہیں اپنے اہتمام میں لے کر لیتے ان ساتھیوں کی کمی پوری کرو لو جو اس قدر قیامت آفت کا شکار ہو کر ہلک ہو گئے ہیں، میری اس تجویز پر ساریا ہنسی اور ایک مسکرتی رہی۔ پھر اس نے گردن ہٹا کر کہا۔

"ہاں۔ نہایت مناسب تجویز ہے۔ جیسے راڈن اور اس کے تمام ساتھی اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ وہ ویٹنی کے خزانے کی تلاش ہی کے لیے ان جنگلوں میں جھنگ رہے تھے۔ چنانچہ اگر ہم انہیں اس خزانے کا ایک حصار تسلیم کر لیں۔ اور جیسے راڈن نے اس موضوع پر سوچے باز کر لیں تو میرا خیال ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ خود بھی مالویں ہو گا۔ اور یہ سوچنا بہتر ہوگا کہ بلاؤہر میری قید میں اسے موت نصیب ہوگی۔ اس قدر آفت سے وہ بھی بچ گیا۔ احمق تو کھٹک جانا چاہیے تھا لیکن حالات شاید کوئی اور ہی رخ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ اور پھر گاڑی ویٹنی پہنچ کر وہیں انفرادی قوت کی ضرورت تو یقیناً پیش آئے گی، ہم نہیں کہہ سکتے کہ ویٹنی کے باشندے کس قسم کے ہیں۔ آباہ۔ جنگ و جدل کے ماہر ہیں، یا اس سلسلے میں کوئی تجربہ نہیں رکھتے میرا خیال ہے کہ دوسری جنگ عظیم کی جاسوسوں نے انہیں آتشیں ہتھیاروں کے استعمال سے تو روشناس کرا ہی دیا ہوگا، اسی حالت میں ہمیں ان سے خوفناک مقابلہ کرنا پڑے گا اور میرے اسنے سارے ساتھیوں کی ہلاکت۔ میرے لیے انتہائی تشویشناک ہے۔ دیکھو گا زانیہ یہاں تک پہنچی ہوں تو اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی فیصلہ ضرور چاہتی ہوں۔ کسی بھی طور یہاں سے ناکام واپس جانے کا تصور نہیں رکھتی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ خزانے کا حصول میرے لیے ممکن نہ ہوگی۔ آخری حد تک کوشش کروں گی بشرطیکہ تم اس کی اجازت دو۔"

میں نے اپنی نگاہ ساریا کے چہرے پر ڈالی۔ وہ چرخیاں نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ان لوگوں کو اپنے

اعتماد میں لینا تمہارے حق میں بہتر ہے۔ گا ساریا اور مجھے لگے بنے کہ خزانے کا کچھ حصہ اگر اسے دینے کا وعدہ کر لیا جائے تو وہ تم سے کبھی منحرف نہیں ہوگا۔"

"شک ہے یہاں سے لگے بڑھنے سے پہلے میں بہتر سے فیصلے کرنے بول گے اس میں ناک زلزلے اور آتش فشاں نے ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کیا ہے۔ میرے ساتھی شکار تلاش کر رہے ہیں تاکہ جانوروں کے گوشت کا ذخیرہ کر لیا جائے خوراک کی بڑی مقدار میں ضائع ہوئی ہے۔ بہر طور اگر غیر مناسب نہ ہوگا تو تھیکے براؤن سے تم ہی بات کرو۔ ممکن ہے میں اپنے زلزلے کے بارے میں اس کی کسی بات سے مرگشت ہو جاؤں۔ ویٹنی بھی میں اسے ایک زبردست نقصان پہنچا چکی ہوں لیکن اس قسمی مجھے کا حصول ناممکن ہے۔"

"میں محفوظ ہے۔"

"وہاں اتفاقاً طور پر۔"

"میں اپنے ساتھیوں سے مل لوں ساریا۔"

"اوہ۔ ضرور۔ تو اور اور اٹھاپنے غیمے میں ہیں۔ ساریا نے جواب دیا اور پھر وہ میرے ساتھ ہی ان کی طرف چل پڑی۔ سمبول کو لین کے پاس تھا۔ کو لین اس آتش فشاں میں ایک پتھر لگا کر سے زخمی ہو گیا تھا۔ اس کی پیشانی پر پتھی بندھی ہوئی تھی لیکن ان کی ذہنی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ سمبول نے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا، "گاڑی زانیہ، اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری پیش گوئی مقدس راہب، ساریا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کا شکر یہ میرے۔ یہ میرا بہت قیمتی ساتھی ہے۔ سمبول نے بھرتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ۔ ساریا نے ایک شہنشاہی سانس لے کر کہا۔ فیصلہ مشکل ہو گیا ہے کہ یہ کس کے لیے زیادہ قیمتی ہے۔ میری طرف اپنے اس قیمتی ساتھی کی زندگی کی سبکیا قبول کرو اور اگر سمبول مجھے بھی اس کی زندگی کی مہارکا دو۔ میں چلتی ہوں مجھے تمہاری ملاقات میں دخل انداز نہیں ہو نا چاہیے۔ وہ مجھے سے باہر نہ سمبول نے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگایا۔

زندگی گا زانیہ ہمارے لیے کامیابی کی خبر ہے۔ اس نے جھرا آواز میں کہا۔

"بخرا خوفناک زلزلہ تھا مجھے جرات ہے کہ ساریا کے ساتھی زندہ بچ گئے۔"

"وہے حد بلالے لوگ میں اور شاید دیوانے بھی۔ شا۔ مذکورہ وہ آتش فشاں کو دیکھ کر تھکے لگا رہے تھے اور

لگا ہوں۔ میں نے ندرت اور سمبول کو دیکھا، تو ندرت نے کہا۔ "جاؤ گا زانیہ مزدول لو اس سے بہت ضروری ہے، اس کے انداز میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جسے میں طنزیہ ناخوشگوار لہجہ قرار دیتا، میں نے گردن ہٹائی اور وہاں سے نکل آیا،

ساریا میرا انتظار کر رہی تھی، کہنے لگی "بڑی ذہنی کشمکش کا شکار رہی ہوں میں، تمہیں تمہارے ساتھیوں سے ملنا بھی ضروری تھا، لیکن اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی، گا زانیہ، چھو میرے پاس گذرے ہوئے لمحات ایسے ہونگے کہ تمہیں طبیعت پر شدید بوجھ پڑے، مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"میں حاضر ہوں ساریا، کہو کیا مسئلہ درپیش ہے؟ میں نے پوچھا۔

"وہ مسئلہ جو میری زندگی میں اب سب سے اہم کیفیت اختیار کر چکا ہے، ابھی طے ہوئے والا نہیں ہے اس کے لیے تو ایک طویل عرصہ درکار ہوگا، میں یہ بتا رہی تھی تمہیں کہ میرے ساتھی کس قدر بددل نظر آ رہے ہیں، یہ خیال کا کہنا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں، کہ ہم ویٹنی تک پہنچ بھی سکیں گے یا نہیں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ اگر ان میں یہ بددلی بڑھ گئی تو پھر میں انہیں کنٹرول نہیں کر سکتی گی، ان میں سے ہر شخص اپنی مرضی کا مالک ہے، کیا تم اپنے علم سے یہ بتا سکتے ہو کہ ویٹنی تک کے سفر میں اب ہمیں کیا کیا مشکلات درپیش ہوں گی۔"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی جواب مجھ سے لینا بہتر ہے جو گا ساریا تمہاری اس لیے آج کی رات انتظار کرو، مجھ سے زیادہ تجربہ کار میرا ساتھی ہے، اس سے بات کر کے میں ساریا کا حال دریافت کروں گا، کبھی کبھی ہم سے بھی غلطیاں ہو چکی ہوں، اگر نہ ہو تو شاید ہم تمہیں پہلے سے اس آتش فشاں کے بارے میں بتا سکتے۔"

"ہاں۔ یہ سوال میرے ذہن میں ابھرا تھا، تم نے اس کی پیش گوئی کیوں نہ کی۔"

"میں نے کہا نا کبھی کبھی ہم سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں، ہمارا سفر مشکلوں کا تھا اور بلظاہر اس میں کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہو رہی تھی، جس سے، یا اس خاص ہوتا کہ ہم اپنے طور پر کسی حادثے کا شکار ہو سکتے ہیں۔ پھر یہ اس طرف تو میری نہیں دی گئی، اگر ہم آنے والے وقت کی طرف دھیان دیتے، تو کم از کم یہ پیش گوئی کر سکتے تھے کہ ہم کسی خوفناک زلزلے سے دوچار ہونے والے ہیں۔"

"جو ہوا سو ہوگا۔ مجھے بدترین نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے، اس کی تلافی میں کبھی نہیں کر سکتی گی، لیکن حقیقت یہی ہے کہ ساریا مجھے بہت زیادہ طویل محسوس ہونے لگا ہے۔"

ندرت نے کوئی جواب نہ دیا، تھوڑی دیر کے بعد ہاتھوں سے اسے بائیں سینے لگا، اس نے کہا کہ ساریا مجھ سے ملنا چاہتی ہے، اور اس نے پیغام بھجوایا ہے کہ اگر میں اپنے ساتھیوں سے مل جاؤں، تو اس کے پاس پہنچ جاؤں، میں نے جھجکتی ہوئی

میں بنا رہے تھے میں آدمی کی کوشش میں موت کا شکار ہو گئے۔" اس نے وہ ایک روزنی پتھر کے نیچے دب کر ہلاک ہونے کے بارے میں کہا کیا حال ہے۔"

"شک ہے یہاں سے لگے بڑھنے سے پہلے میں بہتر سے فیصلے کرنے بول گے اس میں ناک زلزلے اور آتش فشاں نے ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کیا ہے۔ میرے ساتھی شکار تلاش کر رہے ہیں تاکہ جانوروں کے گوشت کا ذخیرہ کر لیا جائے خوراک کی بڑی مقدار میں ضائع ہوئی ہے۔ بہر طور اگر غیر مناسب نہ ہوگا تو تھیکے براؤن سے تم ہی بات کرو۔ ممکن ہے میں اپنے زلزلے کے بارے میں اس کی کسی بات سے مرگشت ہو جاؤں۔ ویٹنی بھی میں اسے ایک زبردست نقصان پہنچا چکی ہوں لیکن اس قسمی مجھے کا حصول ناممکن ہے۔"

"میں محفوظ ہے۔"

"وہاں اتفاقاً طور پر۔"

"میں اپنے ساتھیوں سے مل لوں ساریا۔"

"اوہ۔ ضرور۔ تو اور اور اٹھاپنے غیمے میں ہیں۔ ساریا نے جواب دیا اور پھر وہ میرے ساتھ ہی ان کی طرف چل پڑی۔ سمبول کو لین کے پاس تھا۔ کو لین اس آتش فشاں میں ایک پتھر لگا کر سے زخمی ہو گیا تھا۔ اس کی پیشانی پر پتھی بندھی ہوئی تھی لیکن ان کی ذہنی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ سمبول نے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا، "گاڑی زانیہ، اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری پیش گوئی مقدس راہب، ساریا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کا شکر یہ میرے۔ یہ میرا بہت قیمتی ساتھی ہے۔ سمبول نے بھرتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ۔ ساریا نے ایک شہنشاہی سانس لے کر کہا۔ فیصلہ مشکل ہو گیا ہے کہ یہ کس کے لیے زیادہ قیمتی ہے۔ میری طرف اپنے اس قیمتی ساتھی کی زندگی کی سبکیا قبول کرو اور اگر سمبول مجھے بھی اس کی زندگی کی مہارکا دو۔ میں چلتی ہوں مجھے تمہاری ملاقات میں دخل انداز نہیں ہو نا چاہیے۔ وہ مجھے سے باہر نہ سمبول نے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگایا۔

زندگی گا زانیہ ہمارے لیے کامیابی کی خبر ہے۔ اس نے جھرا آواز میں کہا۔

"بخرا خوفناک زلزلہ تھا مجھے جرات ہے کہ ساریا کے ساتھی زندہ بچ گئے۔"

"وہے حد بلالے لوگ میں اور شاید دیوانے بھی۔ شا۔ مذکورہ وہ آتش فشاں کو دیکھ کر تھکے لگا رہے تھے اور

سے دلچسپی کا تصور اس سے بھی زیادہ ہونا چاہیے اور اس وقت میں اپنے بدل ساتیوں کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکوں گی یہ تمہاری باتیں میرے ذہن کو پکڑ کر کاٹھنکارتی بنی ہیں، اگر اس سلسلے میں تمہارے اس ذہنی اور حیرت انگیز سامنے سے کوئی مدد مل سکے، تو اس وقت مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔

”میں وہ عدو رکھتا ہوں ساریا جس قدر جلد ممکن ہو سکا، ہم اس کی کوشش کریں گے، ساریا سے کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی ہے بلکہ ہانے کوئی خاص مقصد نہیں تھا، سوائے ان احقناہ باتوں کے جو خونخوار کرتی ہیں، خواہ وہ کبھی بھی شہیت کی ماماک ہوں، بہر طور فرصت مل گئی، ندرت اور سموتورا میرا انتظار کر رہے تھے، میں ان کے درمیان پہنچ گیا، مختلف رسمی باتوں کے بعد ہم اصل مقصد پر آ گئے، میں نے سموتورا کو ایک براؤن کی کہانی سنائی اور سموتورا چرت زدہ رہ گیا، اسکے براؤن اور جولیا کی دلچسپی کی مکمل تفصیل بتانے کے بعد میں نے سموتورا کو یہ بھی بتایا کہ پروگرام کے مطابق میں نے ساریا سے گفتگو کر لی ہے، تب سموتورا کہنے لگا کہ یہ تم نے جلد بازی نہیں کی ہے گا زالی۔“

”تمہیں اگر اس پر پروگرام میں کوئی ایسی بات محسوس ہو رہی ہے سموتورا جو ہمارے لیے نقصان رساں ہو سکتی ہے، تو تم مجھے بتاؤ۔“

”نہیں۔ خوب سوچا تم نے اور وہ حقیقت اگر سب کچھ اسی طرح ہو جائے۔ بیسیالک بڑے گلیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ایسی کوئی بات نہیں ہے، لیکن میں اسکے براؤن کی شخصیت سے خوفزدہ ہوں، یہ شخص اپنی عادت کے مطابق دوبارہ انداز میں نہ کر جائے، ساریا کو حقیقت بتا کر وہ اسی سے ملاقات حاصل کر سکتا ہے، اور تمہارا کیا خیال ہے گا زالی، ساریا یہ جاننے کے بعد کہ تم اور میں اب تک اس سے فریب کرتے رہے ہیں، ہم سے خوش ہوسکتا ہے، وہ جس قسم کی عورت ہے، اس کے تحت ایسی ہی طور پر یہ سب کچھ برواشر نہ کر پائے گی، اور میں شدید لکھنا سات سے دو چار ہونا پڑے گا، اگر اس سارے پروگرام کے بعد کہ تم اور میں اب تک اس سے فریب کرتے رہے ہیں، ہم سے خوش ہوسکتا ہے، وہ جس قسم کی عورت ہے، اس کے تحت ایسی ہی طور پر یہ سب کچھ برواشر نہ کر پائے گی، اور میں شدید لکھنا سات سے دو چار ہونا پڑے گا، اگر اس سارے پروگرام

میں لکھنے کی کوئی بات ہے، تو صرف یہی ہے۔“

”بہر طور تمہارا اپنا پروگرام بھی کبھی تمہارا سموتورا کو اس کی طرح ساریا کی قوت کو کمزور کر دیا جائے، مجھے اس سے بہتر اور کوئی ترکیب نہ سوجھی تو میں نے سب کچھ کر ڈالا، اور اب میں صرف تیار کا انتظار کرنا ہوگا، کیونکہ اس میں کوئی ترمیم ممکن نہیں رہی ہے۔“

”نہیں میں کسی ترمیم کی بات نہیں کرنا چاہوں، بلاشبہ ترمیم پروگرام ہے، صرف اتنا سا شدتہ تھا کہ اسکے براؤن عادت کے

مطابق کوئی گڑبڑ نہ کر سکے۔“

”اس وقت بھی ہم حالات سے نمٹنے کی کوشش میں نے جواب دیا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے، تم اپنے طور پر کارروائی کر لو، براؤن کو اگر ساریا کے ساتھیوں کی حمایت حاصل ہوگی، تو اس یا اس کے ساتھیوں بھی پہنچ جائیں گے، اور اس بات پر ضرور غور کرو گا زالی کہ تمہیں اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ ضرور ساریا کے خلاف ہی اقدامات کرے، ممکن ہے وہ ہمیں بھی اس میں شامل کر لے۔“

”و تمہارا خدشہ ہے بنا دو میں ہے سموتورا لیکن بہر طور رکھی جائے گی اور میں کسی بھی قیمت پر اسے نظر انداز نہیں کروں گا، میں نے کہا اور سموتورا نے براؤن کے انداز میں گردن ہلا دی، میں نے مجھ سے اتفاق کر لیا۔“

”یکے براؤن سے ملاقات کرنے سے پہلے مجھے ڈاکٹر طاہر علی کو بھیج دیا، وہ اس سے ملاقات کر لیں گی، تاکہ انہیں بھی یہ صورت حال اپنی طرف سے بتا جائے، اور اس کے لیے میں نے رات ہی کا وقت منتخب کیا، کی طرف سے مجھے جو مراعات ملی ہوئی تھیں، میں ان سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ ساریا کے پہرا دینے والوں نے دیکھا اور ان کے انداز میں کوئی تبدیلی رد فائدہ ہوتی، تو گوڈا بات جانتے تھے کہ میں اب کیا حیثیت رکھتا ہوں۔“

”ان کے انداز میں کوئی تبدیلی رد فائدہ ہوتی، تو گوڈا بات جانتے تھے کہ میں اب کیا حیثیت رکھتا ہوں۔“

”اس لیے کہ اس نقاب کے پیچھے بہت سی کہانیاں چھپی ہوئی ہیں، ڈاکٹر طاہر علی میں نے کہا، اور اس بار میرا لہجہ بھی اصل ہوا، اور انداز بھی، ڈاکٹر طاہر علی پاگلوں کی طرح آنکھ میرے قریب آگئے اور انہوں نے بڑے متنبی انداز میں کہا، مجھے اپنا اپنا دیکھنے کی اجازت دے دو، اور اب ایک شہید، ایک خیال رکھو، وہ میں میں ابھر رہے، انکو رکنور پیزو واڈو آڈیا تم نے کہا، میں نے اس سے اس وقت سے نقاب اپنے چہرے سے اٹک لیا، اس وقت میں نے اس کا خیال رکھا کہ میں یہاں پہنچتا تھا تاکہ وہ اس وقت میں پہنچے، اور بیٹھے ہوئے کچھ دیر سے بیٹھے، حالانکہ عام لوگوں کے سونے کا وقت تھا اور ساریا نے پہرا دینے والوں کے نیند کی آغوش میں پہنچنے کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے گردن اٹھا کر مجھ دیکھا، پہلے بارہ مجھے ساریا کے ساتھ دیکھ چکے تھے، اور وہاں میرے ساتھ نہیں تھے، چونکہ میں دھکے پڑے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کے سامنے آیا تھا، اس وقت بھی انہوں نے مجھے اس میں دیکھا اور میں ان کے سامنے بیٹھ گیا، وہ تینوں میرے انداز پر کسی قدر گھٹکے ہوئے تھے۔ تب میں نے جس ممکن ہو سکا، بجل بڈل کر ڈاکٹر طاہر علی کو متاثر کیا۔“

”لوگوں کو یہاں کوئی تکلیف کوئی پریشانی تو نہیں ہے،“

”نہیں، ہم بہت خوش و خرم و مسرور ہیں، ڈاکٹر طاہر علی چھوٹ چھوٹ بھوٹ کر رہنے لگے۔ وہ اپنا بہرے میرے سامنے کھڑے ہوئے، انہوں نے دونوں ہاتھوں سے میرے سینے کے گرد حلقہ بنا لیا تھا اور وہ نے جا رہے تھے۔“

”نہیں ڈاکٹر پیزو، اس قدر بے اختیار نہ ہوں، پیزو ڈاکٹر نے آپ کو سنبھالیں۔“

”غزالی، ڈاکٹر طاہر علی اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہہ سکے، وہ مسلسل روئے جا رہے تھے۔ کنور برصیحات سمجھ گچھ مجھے دیکھ رہا تھا، اس کی کیفیت بھی بہتر تھی۔ تب کرنل آشن نے کہا، ”مگر تم تو، تم تو اس خوشخوار عورت کے ساتھ، اودہ بات تھی، سن ڈاکٹر، گا زالی نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، گا زالی نے، گا زالی نے۔“

”کوئی فیصلہ کرنے یا میرے بارے میں رائے قائم کرنے میں جلد بازی مت کرو، کرنل جان آشن، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنیے، اپنے نظروں پر اعتماد فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، میں نے کسی قدر تعزیر لیجے، کیونکہ کرنل جان آشن کا لگنا یا ہوا الزام مجھے بہت ناگوار گذر رہا تھا، ڈاکٹر طاہر علی تنہا ہی دیر کے بعد اعتدال پر آگئے، تو میں نے ان تینوں کو دیکھتے ہوئے کہا، ”میں جن مصائب سے دوچار رہا ہوں، ان کی کہانی سننے بجز اگر آپ لوگ میرے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے، تو میری ذہنی کیفیت کا خراب ہونا، قدرتی امر ہے۔“ ڈاکٹر طاہر علی مختصر الفاظ میں، میں آپ کو ان لمبات کی کہانی سنانے دیتا ہوں، جن میں آپ سے دو، اور جن میں میرے ساتھ عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔“ آپ کو علم ہے کہ ندرت سموتورا اور اسکے براؤن وغیرہ کے حالات میں، میں کس طرح الجھ گیا تھا، ڈاکٹر طاہر علی آپ صورت حال کو بہت بہتر سمجھ سکتے ہیں، اسکے براؤن کا اعتماد حاصل کر، بھی میرے لیے ضروری تھا، اور وہ کوئی جانب میں اپنے طور پر آپ سب کے ساتھ مصنفہ بندی کرنے میں مصروف تھا۔ اسی اثنا میں اسکے براؤن میری طرف سے بڑھتی ہو گیا، اور اس نے دھوکے سے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں میں شدید زخمی ہو گیا۔ اس وقت سموتورا اور ندرت نے میری زندگی بچانے کے لیے جو کچھ کیا، خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے لیے درامت ثابت ہوا، یہ مشکل تمام میں اس قابل ہو سکا کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاؤں، ورنہ اسکے براؤن نے مجھے ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ صحت یاب ہونے کے بعد جس میں مجھے کافی دن تک گئے تھے، میں لہجہ سا واپس پہنچا اور وہاں میں نے آپ لوگوں کو تلاش کیا، لیکن آپ مجھ سے ملو، جو کہ وہاں سے نکل چکے تھے، غالباً اپنے طور پر آپ کچھ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، اس طرح اسکے براؤن بھی وہاں سے غائب تھا، بحال، مجبوری میں سموتورا کے ساتھ ان علاقوں کی سمت چل پڑا اور ہم تینوں سفر کرتے ہوئے کافی

”اس لیے کہ اس نقاب کے پیچھے بہت سی کہانیاں چھپی ہوئی ہیں، ڈاکٹر طاہر علی میں نے کہا، اور اس بار میرا لہجہ بھی اصل ہوا، اور انداز بھی، ڈاکٹر طاہر علی پاگلوں کی طرح آنکھ میرے قریب آگئے اور انہوں نے بڑے متنبی انداز میں کہا، مجھے اپنا اپنا دیکھنے کی اجازت دے دو، اور اب ایک شہید، ایک خیال رکھو، وہ میں میں ابھر رہے، انکو رکنور پیزو واڈو آڈیا تم نے کہا، میں نے اس سے اس وقت سے نقاب اپنے چہرے سے اٹک لیا، اس وقت میں نے اس کا خیال رکھا کہ میں یہاں پہنچتا تھا تاکہ وہ اس وقت میں پہنچے، اور بیٹھے ہوئے کچھ دیر سے بیٹھے، حالانکہ عام لوگوں کے سونے کا وقت تھا اور ساریا نے پہرا دینے والوں کے نیند کی آغوش میں پہنچنے کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے گردن اٹھا کر مجھ دیکھا، پہلے بارہ مجھے ساریا کے ساتھ دیکھ چکے تھے، اور وہاں میرے ساتھ نہیں تھے، چونکہ میں دھکے پڑے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کے سامنے آیا تھا، اس وقت بھی انہوں نے مجھے اس میں دیکھا اور میں ان کے سامنے بیٹھ گیا، وہ تینوں میرے انداز پر کسی قدر گھٹکے ہوئے تھے۔ تب میں نے جس ممکن ہو سکا، بجل بڈل کر ڈاکٹر طاہر علی کو متاثر کیا۔“

”لوگوں کو یہاں کوئی تکلیف کوئی پریشانی تو نہیں ہے،“

”نہیں، ہم بہت خوش و خرم و مسرور ہیں، ڈاکٹر طاہر علی چھوٹ چھوٹ بھوٹ کر رہنے لگے۔ وہ اپنا بہرے میرے سامنے کھڑے ہوئے، انہوں نے دونوں ہاتھوں سے میرے سینے کے گرد حلقہ بنا لیا تھا اور وہ نے جا رہے تھے۔“

دور نکل آئے۔ اس کے بعد ساریا سے ہماری مدد پھر ہو گئی۔ ساریا کے سامنے ہم تینوں مقدس راہوں کی فصل میں آئے جو تبت کے ویران علاقوں میں عبادت کر رہے تھے، اور آج تک اس کی نگاہوں میں ہماری وہی حیثیت ہے، جب ہم نے آپ کو اور یکے برائوں کو اس کی قدیم آئے دیکھا تو ہم انتہائی پریشان ہو گئے۔ ساریا پر ہم نے کبھی اس طرح اپنا اعتماد قائم کر رکھا ہے کہ وہ ہماری تمام بائیں منہ یعنی ہے، اس وقت صرف اتنا ہی کیا جا سکتا تھا کہ ہم آپ لوگوں کو عام قدیموں سے جاکر کچھ مراعات دلوا سکیں، چنانچہ آپ کو ہمارے ہو گیا کہ فوری طور پر آپ کے ساتھ بہتر سلوک شروع کر دیا گیا تھا، ہم اپنے طور پر پلاننگ کر رہے تھے کہ کس طرح یکے برائوں کو راستے سے ہٹا کر آپ کو اپنے ساتھ شامل کیا جائے کہ یہ خوفناک حادثہ پیش آ گیا، اور اس کے بعد حالات خاصے پریشان کن ہو گئے۔ ساریا کی فطرت کے بارے میں آپ لوگوں نے اتنا زہ لگایا ہوگا، ڈاکٹر طاہر علی کہ وہ بہت خوفناک عورت ہے، اور گورنر بھارت سنگھ آپ کو یہ سن کر انتہائی حیرت ہو گی کہ وہی عورت ہے، میں نے آپ کے وہی ہنگامے سے بڑھے بابا کو انوا لیا تھا، اور جس کا کھونسا ڈاکٹر طاہر علی کے جڑے پر پڑا تھا۔

”کیا ہے؟“ گورنر بھارت سنگھ اچھل پڑا اور ڈاکٹر طاہر علی نے اختیار اپنا جھڑپا سہلانا لگے۔

”ہاں۔ ساریا نے بوجھے بابا کو حاصل کر لیا، اور اس کے بعد وہ دہلی میں کی جانب چل پڑی۔ وہ بوجھے بابا کے دریلے بیٹے قبیلے میں پہنچ کر اس عورت کو ایک میل کرنا چاہتی ہے، جس کے پاس خزانہ متوقع ہے، میرا خیال ہے، آپ سمجھ گئے ہوں گے، بعد بھگتوں کی حیثیت سے ہم اگر اس پر یہ اعتماد قائم نہ کرتے، تو یقینی طور پر ہماری حیثیت بھی قیدوں جیسی ہی ہوتی، لیکن اب ہم اس کی نگاہوں میں متاثر نہیں، آتش فشانی میں، میں باقی لوگوں سے بھٹک گیا، اور میری ملاقات بالکل اتفاقاً طور پر یکے برائوں سے ہو گئی، جو خود بھی بھگتا پھر رہا تھا، اس ملاقات پر ہم دونوں کے درمیان بہت سی دلچسپ باتیں ہوئیں اور میں نے اپنے طور پر فوراً ایک پلاننگ کر لی، جس کے تحت یکے برائوں کو میں نے دوبارہ اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ میں آپ لوگوں کو بھی اس تمام پروگرام سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں، ڈاکٹر طاہر علی آپ حالات کی سنگینی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ساریا ہمارے لیے سب سے خطرناک شخصیت ہے، گو اس کے بہت سے ساتھی اس آتش فشانی میں ہلاک ہو چکے ہیں، لیکن اب بھی ان کی تعداد کافی ہے، ایکے برائوں کے

”تم آج بھی ہمارے لیڈ ہو غزال، اور تم پر بھروسہ کرتے ہیں“ پر بھارت نے کہا۔ ان الفاظ سے مجھ میں ساریا کے لیے دل میں پیدا ہو گیا۔ یہ لوگ مجھ پر اعتبار کر رہے تھے، یہ حقیقت یہ تھی کہ مجھے خود بھی اپنے آپ پر اعتبار نہیں ہوا تھا۔ میں خزانے کے راستے سے نکلنے کی تدبیر ٹھیک کیا تھا، اپنی کیفیت کا تجربہ کرنا بھی مشکل ہو گیا تھا، معلوم نہیں میں کیوں اداہ کس کے لیے کام کر رہا تھا۔ خزانے کے تصور سے تبت کا رخ لیا تھا، لیکن راستے ہمیں سے کہیں جا پہنچے تھے، میں خود فصل نہیں کر سکا تھا کہ میں جن صاحب سے متعلق ہوں، اپنے آپ سے متعلق ہوں یا عبادت اور سمبولوں سے تبت کا جس جیسے ہمدت اور سمبولوں سے تعاون کرنے پر مجبور کر رہا تھا اور میں جانتا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کا مشق کیا ہے۔ نکلا خزانے کی تلاش میں تھا میں اب اس سے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں رہ گئی تھی، ایکے برائوں چول، ساریا، ڈاکٹر طاہر علی، جن صاحب، اولین میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کیا کرنا چاہتا ہوں۔ بڑا الجھا لگا، لیکن ان لوگوں کے پاس واپس آیا تھا۔

ساریا کو یکے برائوں کے ہاتھوں نقصان پہنچانے کی سازش بے حد خطرناک تھی، ساریا جیسی وحشی عورت میرے لیے کسی طور باعث کشش نہیں ہو سکتی تھی، حالانکہ اس کا رویہ بہت ہی اچھا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی بھی ہماری رشتے سے میرے لیے قابل احترام تھے۔ جن صاحب بے چارے تو ان راستوں سے ہٹ ہی گئے تھے۔ کیا کرنا چاہتا ہوں میں، کیا خواہش ہے میرے دل میں؟

خجندے تک تک اس بارے میں سوچتا رہا، ایک تباہ اور زمانے کے گوشے میں بیٹھ کر میں اپنے آپ پر غور کرتا رہا اور پھر کوئی فیصلہ کرنے میں ناکام رہ کر وہاں سے اٹھ گیا، جو پھر ہوا ہے، اسی اناٹے میں ہونے دیا جائے۔ اور تجربہ جو کچھ بھی ہوگا، دیکھا جائے گا۔ انسان اپنے آپ میں الجھ جائے تو بڑے کرب سے گذرنا پڑتا ہے۔ خزانے سے دلچسپی ختم ہو جانے کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ میں ان تمام جھگڑوں کو چھوڑ کر فرار کی راہ اختیار کرنا چاہتا ہوں.....

دل اللہ لگا تھا ان تمام تصورات سے چنانچہ یکے برائوں کی طرف چل پڑا۔ یکے برائوں اپنے ساتھیوں کے درمیان تھا اور شاید ان لوگوں کو اپنے پروگرام کے بارے میں کچھ بتا چکا تھا۔ میں نے ان کی آنکھوں میں جستش دیکھا تھا۔

”تم لوگ اطراف پر نگاہ رکھو، ایکے برائوں نے اپنے ساتھیوں کے کہا، اور وہ وہاں سے اٹھ گئے۔ تب ایکے برائوں آہستہ سے

”تم آج بھی ہمارے لیڈ ہو غزال، اور تم پر بھروسہ کرتے ہیں“ میں نے اس سے بت کی ہے۔

”کچھ کامیابی ہوئی ہے؟“

”کافی حد تک۔ میں نے آسے پروگرام کے مطابق اس بات کے لیے تیار کر لیا ہے کہ وہ تمہیں اپنے ساتھیوں کی حیثیت سے قبول کر لے اب تمہیں اس کے سامنے پیش کیا جائے گا،“

”ویری گرو۔ مجھے اس سے کیا گفتگو کرنی ہوگی؟“

”یہ بات تم اسے بتا چکے ہو، مگر برائوں کو تم بھی دلیلی کے خزانے کی تلاش میں ہو۔ بات صاف یہ کرنی ہوگی کہ اس خزانے کا کتنا فیصد تمہیں ملنا چاہیے تم اس سے دوسرے باری نہیں کرو گے بلکہ لچلری کا اظہار کر کے کہو گے کہ اگر وہ تمہیں کچھ دے دے تو یہ اس کی مہربانی ہوگی۔“

”میں سمجھ گیا ہوں، ایکے برائوں نے بڑھاپا انداز میں گون بھارتے ہوئے کہا۔ پھر بولا، ”کب ملاقات کر رہے ہو اس سے؟“

”میرا خیال ہے اب یہ کام مکمل ہو گیا ہے، سب کچھ کو یقیناً ساریا یہاں سے روانہ ہو جائے گی۔ شام کے پڑاؤ میں اس سے یہ گفتگو ہو سکتی ہے۔“

”جیسا تم مناسب سمجھو، ایکے برائوں نے جواب دیا اور پھر دفعتاً مسکرا پڑا۔ ”ایک کہانی سنناؤں گا زلی؟“

”کون سی کہانی؟“

”میں تمہیں اس مجھے کے بارے میں بتا چکا ہوں جو بہت قیمتی تھا اور جسے ساریا نے مجھ سے چھینا کچھ شہیدانہ عزت کا نشانہ بنایا ہے۔ اور فیئر ٹائیٹھس اس مجھے کے بارے میں بڑی دل دہلا دینے والی کہانیاں سننا، ہر وقت مجھے دینے پر آمادہ تھا، اس سے قابو میں کیا تو وہ یہ مجھ پر خوشی مجھے دینے پر آمادہ تھا، اس نے کہا کہ میں تمہیں مجھ سے اور اس کی وجہ سے اس کی زندگی تباہ ہو گئی ہے، میں ان الفاظ کو اس کی کوئی جالی ہی سمجھا تھا، سوچو گا زالی جیلا کوئی مجھ منوس ہو سکتا ہے۔ وہ بھی اتنا قیمتی مجھ جو سونے اور ہیروں کی مدد سے بنایا گیا ہو، اگر ہم رانا شیر کی بات پر یقین کر لیتے ہیں تو بہت سے تو بہت ذہن میں ابھرتے ہیں، میں نے سوچا تھا اس بارے میں، اور حقیقت جب سے یہ مجھ میرے پاس پہنچا تھا، میں انتہائی پریشان کن حالات کا شکار ہو گیا تھا، یقیناً یہ اتفاقات ہی ہوں گے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم پر قبائلی حملہ آور ہوئے اور میں شہیدانہ ترین نقصانات سے دوچار ہونا پڑا اور اس کے بعد میں ساریا کے قبیلے میں آ گیا، ساریا کے قبیلے میں آئے کے بعد میں نے بار بار رانا شیر کی کہانیاں پڑھیں۔ لیکن دل یقین نہیں

کا احتیاط رہا جب تم خود میرے قدموں میں جھک گے میرے لیے دیوانے ہو کر میرے پاس آؤ گے۔ لیکن یوں لکھتے گا زالی کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ تم بے حد سنگدل ہو۔ تمھارے سینے میں پتھر ہے میں اس پتھر پر کون نشان نہیں ڈال سکی اور میں نے ہر ماں کی ہے۔ اب اس شکست خوردہ دوجو کو زندگی دے دو گا زالی پرست محبوب۔ میں تم سے محبت کی بیگ ماں تھی ہوں۔ میں تمھارے وجود میں سماتا چاہتی ہوں۔ ہاں کہہ کر شکست کھا کر گا زالی۔ آج کی رات میں اپنی زندگی کو ایک نئے راستے پر ڈال رہی ہوں۔ اس شکست خوردہ وجود کو اپنی محبت کی بیگ دے دو۔ وہ آگے بڑھی اور اسی وقت۔ اسی وقت ساری کی پشت پر موجود ایک چٹان کے عقب سے کوئی باہر نکل آیا اور ایک نسوانی آہٹ سنائی دی۔

”دور ہٹ بھکارن کیا۔ اپنی اوقات سے بہت اونچی چیز طلب کر رہی ہے تو۔ پیچھے ہٹا کر زندگی کے کچھ اور سامنے لینا چاہتی ہے تو۔ پیچھے ہٹ درشت پستول کی نال ساری کی گردن سے آگئی اور میرا سامنے بیٹے بند ہو گیا۔“

مستقال نے سد با کا پیغام دیا اور میں ایک بے بس انسان کی خدمت سے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک انگ تنگ گوشے میں برا انتظار کر رہی تھی۔ میں خراب ہوا تو مجھے دیکھی رہی بیگ سی خدمت خوردگی تھا اس کے انداز میں۔ پھر اس نے کہا ”مستقال زالی اور میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ساری بڑھتی دیکھتی رہی پھر بولی ”اگر اس نے لڑنا تھا تو اسے فحاشی سے میں ہلاک ہو جاتی تو کیا تمھارے ذہن کا کون گوشہ متاثر ہوتا۔ کیا تم میری دیوانگی پر غور کرتے کیا میرے تصور سے تمھاری آنکھوں میں بھی آئی گا زالی۔“

”میں آپ کی شخصیت کو اتنا کمزور نہیں سمجھتا کہ تم ساری۔ میں خود بھی زندہ ہوں کہ یہ سوچتا ہوں کہ تم آپ زندہ ہوں گی“

”خوبصورتی سے ہر سوال چل رہے ہیں۔ یوں کیا یہ ہونے دوں گی۔ آج کچھ اور ہی کرنا چاہتی ہوں میں گا زالی۔ نہ جانے کیا کیا کیا ہے میں نے زندگی میں ایک بات پر مجھ و سار کے ہاتھ نہیں مانگی تھی۔ یہ نقصانات اٹھانے کیلئے شکست نہیں تسلیم کی۔ مگر اب ہارنے کو ہی چاہتا ہے شکست کی لذت چیکھا چاہتی ہوں۔ ہاں گا زالی میں نے تم سے کہا تھا کہ میں اہتیار کروں گی۔ اس وقت

ہو رہا ہے۔ سطر راؤن دو بارہ یہ الفاظ بولنے کی جرأت نہ کرنا۔“

”وہ پھر مقدس راہب مجھے حکم دے سکتے ہیں کہ مجھے آپ کی خدمت گزار کی کے لیے کیا کرنا ہوگا۔“

”جس طرح ہمارے دوستوں سے ہماری ہمتی کے ساتھ ساتھ کر رہے ہیں کیے براؤن، اسی طرح تم بھی ہر کام میں اپنے آپ کے ساتھ اتنی ہی دلچسپی لو اور ہمارے وفادار بن جاؤ۔ ہاں اگر میں آپ کی وفاداری سے منحرف ہوں، تو یقیناً سے پہلے مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ کیے براؤن نے ساری سے کہا اور ساری مسکرائی مگر پھر بولی ”لیکن خزانے میں حصہ لکھا ہوگا کیے براؤن۔“

”اس کا فیصلہ میں نہیں کروں گا، الیٹ جو کچھ بھی مجھے ملے میں اُسے اپنی خوش بختی تصور کروں گا کیونکہ میں تو زندگی سے مایوس ہو گیا تھا۔“

”کیے براؤن ذہین آدمی معلوم ہو رہا ہے گا زالی۔ اس کہو کہ ساری فرخ دل ہے اور کھپائی کی قدر کرتی ہے۔ تم ایسا کو اس بات پر آمادہ کرو کیے براؤن کہ وہ ہماری وفادار دم بھری اور اب تم اپنے آپ کو ایک آزاد انسان تصور کرو وہ تمام مراعات دی جائیں گی جو ساری کے ساتھیوں کو حاصل ہیں۔“

کیے براؤن نے مستقال کے انداز میں گردن جھکا دی ساری نے اسے زخمیت کر دیا اور پھر میری طرف دیکھا ”کیا تم اس گفتگو سے مطمئن ہو گا زالی۔“

”ہاں بلکہ تم نے ساری۔ میرا خیال ہے یہ شخص دھوکا نہیں ثابت ہو گا۔“

ساری نے مستقال کو بلایا اور اسے ہدایت کی کہ براؤن کو اپنے ساتھیوں میں تصور کیا جائے اور اسے وہ ذمہ داریاں سنبھادی جائیں جو ان تمام لوگوں پر عائد تھے کہ وہ بھی اپنے طور پر مطمئن ہو جائیں اور ساریوں سے دیکھا کہ کیے براؤن اور ساتھیوں کو اپنے کچھ ساتھیوں میں سے ایک اچھا خاصا مہیا کر دیا گیا اور وہ ساری کے ساتھیوں کے ساتھ میں معروف ہو گیا۔ ساری تمام کاموں کی نگرانی کر رہی تھی اپنے لوگوں کو اطلاع دے دی تھی کہ کل صبح دو بار شروع کر دیا جائے گا اس لیے تمام کام جلد ختم کر لیا گیا شام ہو گئی۔ ندرت اور سبوتورا کو لین کی نگہباز کر رہے تھے کیونکہ سر کے زخم کی وجہ سے وہ شدید بخا ہو گیا تھا اور اس پر سرسری کیفیت طاری تھی۔

کرنا تھا۔ اب یہ مجھ ساری کے پاس پہنچا ہے تو ساری دوستوں کا شکار ہو رہی ہے، اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو کیا اسے مجھے کی خدمت تسلیم کیا جا سکتا ہے۔“

میں دلچسپ لگا ہوں سے کیے براؤن کو دیکھنے لگا اور پھر میں نے شائے بنا کر کہا۔ ”بہر طور تمہیں بہت زیادہ خوشیوں کا شکار نہیں ہونا چاہیے کیے براؤن الیٹ یہ بتاؤ کہ اگر ساری پر قابو پایا گیا تو کیا تم جو مجھ دو بارہ اپنی ملکیت بنانا پسند کرو گے۔“

کیے براؤن دبا دبا لگا لکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ ”آپنی قیمتی چیز ہے وہ کس اس کے لیے ہزاروں خوشیوں مول لیا جا سکتی ہیں۔“

”بہر حال یہ تمھارا مسئلہ ہے جس طرح مناسب سمجھو کرنا یہ میں نے کہا اور پھر تیری دوسرے بعد وہاں سے بھی اٹھ آیا۔“

میرا اندازہ درست نہیں نکلا۔ ساری کے اذیتوں نے تمھارے جانوروں کے ایشیا لگا دئے تھے اور اب گوشت کے پارچے بنائے جا رہے تھے تاکہ انھیں خشک کر کے محفوظ کر لیا جائے چنانچہ آج بھی آگے کا سفر شروع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سبوتورا اور ندرت کو میں ساری تفصیل بتا چکا تھا اور وہ لوگ ذہنی طور پر ایک نئے ہنگامے کے لیے تیار ہو گئے تھے لیکن اچھی وقت کا تین مشکل تھا۔

ساری نے دن کو دس بجے کے قریب مستقال کے ذریعہ مجھے طلب کر لیا اور کیے براؤن کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے حالات سے آگاہ کر دیا۔

”تب اسے میرے پاس بلاؤ تاکہ یہ بات طے ہو جائے“

کیے براؤن کو طلب کر لیا گیا اور ساری نے اس سے کہا ”مقدس راہب کی تجویز ہے کہ تمہیں اپنے ساتھیوں میں جگہ دوں۔ اس نے تم سے بات بھی کی ہے کہ کیا تم غلوں دل سے میری وفاداری قبول کر سکتے ہو۔“

”میرے ساری۔ میں آپ کا قیدی ہوں اور ہر طرح آپ کے رحم و کرم پر ہوں۔ آپ کسی بھی لمحے موت کے گھاٹ اتار سکتی ہیں۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ڈاؤن لوگ کے خزانے کی کوشش ہی مجھے یہاں تک لاتی ہے۔ مقدس راہب کا کہنا ہے کہ آپ کی وفاداری سے مجھے زندگی بھی ملے گی اور شاید فرزانے کا کچھ حصہ بھی۔ میں ایک فلام کی خدمت سے آپ کی ہر خدمت کروں گا اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے۔ مالا مال اگر آپ چاہیں تو صرف میں ہماری زندگی کے عموں اپنا غلام بنا سکتی ہیں۔ میں یہ الفاظ کہتے ہوئے معذرت خواہ ہوں کہ مجھے اس شوخجری کا یقین نہیں آیا۔“

”مقدس راہب کی زبان نکلا ہوا ہر لفظ ایک مستحق حقیقت

ایم۔ اے راحت کا ایک اور شاندار ناول

جبر نے

مکمل چار حصے۔ قیمت فی حصہ ۴۰/-

★ والدین اولاد کیلئے کبھی غلط فیصلے نہیں کرتے ★ نوجوانی کی نادانی کبھی کبھی عمر بھر کی سزا بن جاتی ہے ★ معاشرے کے المناک پہلوؤں کی عکاس تحریر

ماہنامہ آنچل میں کئی سال تہلکہ مچانے کے بعد کراچی ٹی وی کے ۱۹۹۴ء کی مقبول سیریل اعتراف کے نام سے پیش کی جانے والی داستان

اب کتابی شکل میں

علی میاں سیلی کیشنز

عزیز مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

فون: 7247414

فون: 7223853

نسبت روٹیوں کی میوہ ہسپتال لاہور

اطلاعت: علی بیگ سٹال

کان بری طرح چھینٹا اٹھے۔ سلامت مجروح ہو گئی لیکن بسارت کام کر رہی تھی۔ گولیا کالال مجھو کا چہرہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ وہ شعلہ جلا لینی ہاتھ میں پستول تھا۔ ساریا کے نزدیک کھڑی تھی۔

کسی کی آواز بھر یہ الفاظ ساریا کے تصور میں بھی نہیں تھے، اس لیے وہ بھی کچھ نہ سمجھ پائی۔ لیکن اس کا تعلق جرم کی زندگی سے تھا اور جولیا ایک بے وقوف لڑکی تھی۔ وہ شدت غضب اور جوش رقابت میں ساریا کے سر پر تو کھڑی ہوئی تھی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اتنے قریب آجانے کا مطلب کیا ہے۔

ساریا کو کھیلنے میں دیر نہ لگی۔ پستول کی نال اس کی گولن سے لگی ہوئی تھی اور جولیا کا بدن اس کے بالکل قریب تھا۔ جولیا کو اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ ساریا نے اپنی جگہ سے جینٹل کا اور کب جولیا اس کے سامنے پر سے ہوتی ہوئی ساریا کے سامنے آگئی۔ ساریا نے پھر قے سے اپنا ایک پاؤں جولیا کی کلائی پر رکھ دیا اور دوسرے پاؤں کی ٹھوکرنے پستول اس کے ہاتھ سے نکال دیا۔ جولیا کی کلائی اس بری طرح زخمی پر گر گئی تھی کہ گوشت نکل آیا اور بڑی جھجکتے لکھی تھی۔ جولیا کرب سے تڑپنے لگی، ساریا نے جھک کر اس کے بال پکڑے اور سیدھا کھڑک دیا۔ جولیا جیسی نازک انداز لڑکی سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ اس شدید چوٹ کے باوجود وہ جو اس کا دم رکھ سکے گی۔

”کون ہے۔ کون ہے تو؟ پاگل کیا۔ کیوں موت منڈل ہوئی ہے پھر یہ؟ ساریا عزم کن۔“
”تو جس سے پیار کی ٹھیک مانگ رہی ہے، گرگڑا رہی ہے جس کے سامنے، وہ میرا محبوب ہے۔ مجھ سے پیار کرتا ہے وہ۔ مجھے یہ جولیا نے کہا اور ساریا کے زہد اور ہتھڑے سے دور جاگری۔“

ساریا آگے بڑھی تو وہ اس کے راستے میں مزاحم ہو گیا۔
”نہیں ساریا۔ نہیں۔ اس وقت تمہارے ہاتھ خون سے لگیں نہیں ہوئے چاہئیں۔ ہرگز نہیں۔“
ساریا رک گئی۔ اس نے غنائی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر فریاد کیا۔ ”کیا ایک رہی ہے یہ؟“
”اسے تمہارا نام کھو ساریا۔ یہ ضروری ہے۔“ میں نے نرم لہجے میں کہا۔

”کیا ایک رہی ہے یہ؟“ ساریا چیخی۔
”تم ڈرنا یہاں سے چلی جاؤ۔ دفعتاً، ہو جاؤ یہاں سے۔ میں کہتا ہوں جاؤ۔“ میں جولیا پر پلٹ پڑا اور وہ پھینچتی آنکھوں سے مجھے غور سے دیکھی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اٹھ نہ سکی

سے کہا۔ لیکن اس طرح تو خطرناک حد تک باگھ بر لڑا کی اور ان سفر ہمارے لیے نذاب نہیں بن جائے گی۔“

”اس کا فیصلہ اس کا باپ کرے گا۔ اگر تمہیں اجازت دو میں خود کیسے براؤن سے بات کروں، ویسے اس لڑکی کا ہاتھ شدید زخمی ہو گیا ہے۔“

”چلو اگر ایسا ہے تو کوئی بات نہیں ہے اس نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی، میرا تو اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور وار تو صرف وہ ہے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو ساریا گردن جھٹک کر بولی۔ ”کبھی تم سارا موڈ جو پٹ کر دیا، میں تم سے جو گفتگو کر رہی تھی اس کے لیے میں نے بمشکل تمام خود کو تیار کیا تھا۔ کالانی ایک شکست خوردہ انسان کی اس درخواست کو اپنے سامنے رکھنا۔“

معلوم نہیں کون جو تم۔ کیا نذاب بن کر نازل ہوئے جو چہرہ پر، سب کچھ بھول گئی، سب کچھ تم ہو گیا۔ میرا سب اس جیسی چھوڑی اور بے وقت لڑکیاں مجھ پر پستول تان سکتی ہیں اور زندہ نہ سکتی ہیں، کالانی کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے صبر کی انتہا ہو جائے اس بات کو ذہن میں رکھنا، خود بھی مٹ جاؤں گی اور تمہیں بھی فنا کر جاؤں گی۔ یہ میرا آخری قدم ہو گا، اب تم جاؤ اور آرام کرو اور ہاں اس لڑکی کے باپ سے یہ کہتے جاؤ کہ اس کے بعد تم لڑکوں میں رکھے، اس کا علاج ضرور کرے، کیونکہ اب وہ میرے ساتھ بچوں میں شامل ہو چکا ہے اور وہ بھی تمہارے امیاد پر اس لڑکی کی دلوانا لگی ہے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے، لیکن مجھے براؤن کو چاہیے کہ اسے ہاتھ کر کے کہہ دو کہ اس وقت تک جب کہ اس کی ذہنی حالت اقبال پر نہ آجائے۔ اگر دوبارہ میں نے اس کے منہ سے یہ لفظ سنے کہ تمہارا کعبہ جو تو شاید ایک عورت کی حیثیت سے میں اس کا باگھ بن گئی ہوں برداشت نہ کر سکتی۔ ساریا کے پیچھے میں جو زندگی تھی اسے میں بخوبی محسوس کر رہا تھا، لیکن اس وقت بات بن گئی تھی۔

جولیا نے جو تباہی ہم پر نازل کرنے کی کوشش کی تھی، وقتی طور پر وہ ٹل گئی تھی اور دیکھتا یہ تھا کہ کب تک سنی رہتی ہے۔ ساریا نے مجھے جانے کی اجازت دے دی، تو میں اس کے پاس سے اٹھ کر اس کی چل پڑا۔ لیکن ایک ایک قدم پر ذہن میں ہزاروں تصویر پڑ رہے تھے۔ ساریا کے پاس سے ہی سیدھا مجھے براؤن کی طرف گیا۔ اس کے پیچھے میں کھلبلی بچی ہوئی تھی جولیا کی مرہم جی کا ہندوست ہوا تھا اور مجھے براؤن کی آنکھوں سے اس پر رہے تھے۔ وہ متوشش تھا اور یہ جانا چاہتا تھا کہ کب سے کچھ کیونکر ہوا ہے۔ مجھے کہہ دو دلوانہ وار میری طرف پبکا کالانی۔

ساریا میری اس بات سے متاثر ہو گئی آگے دھکی اور میرے دو ذہن مشاغل پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ”کوئی کچھ کہے گا تو اس کی زبان دوبارہ کچھ کہنے کے قابل نہ ہوگی کالانی۔ لیکن اس لڑکے کو جو کچھ کہا وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے، اسے یہ دعویٰ کیونکر ہو سکتا ہے اس کے محبوب ہو۔ اس کی رقابت کا یہ انداز مجھے پریشان کر رہا ہے آخر کیوں؟ ایسا کیوں ہوا۔“

”کیا اس سے قبل بھی ایسا ہوا تھا ساریا۔ وہ تو بہت دن سے تمہاری قیدی ہے، تمہیں کہہ کر مجھ پر اس طرح کا شک نہیں کرنا چاہیے تھا، سنو اس کی کہانی بہت مختصر ہے اور یہ کہانی بہت علم میں بھی کچھ وقت قبل ہی آئی ہے، آئینے حادثے نے اسے ذہنی طور پر معطل کر دیا ہے اور یہ بات اس کے باپ نے مجھے بتائی تھی۔ میرا مطلب ہے مجھے براؤن نے۔“

”یہ بھی بتانا کہ قیدیوں میں مجھے براؤن کے چاؤ افراد مارے گئے ہیں ان میں وہ شخص بھی تھا جس کا نام تھا رن تھا، اور تھارن کیسے براؤن کی بیٹی جولیا کا محبوب تھا اور نجانے کس طرح جولیا کو میرے چہرے کے نقوش میں تھا رن کی جھلکائیں مل سکیں۔“

”مجھے براؤن کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی بیٹی کو تھارن کے مرادہ بدن سے لپٹے ہوئے پایا تھا اور جب وہ اسے اٹھا کر لایا تو وہ بڑبڑا ہوا سی ہوئی تھی جیسا کہ تمہیں علم ہے ساریا کہ مجھے براؤن میں جھلکتا ہوا اٹھا تھا۔ یہ اور اس کی بیٹی جولیا میرے ساتھ ہی واپس تمہارے اسی کیمپ میں پہنچے تھے، جولیا پر دلوانا لگی کے دوسرے پڑنے لگے تھے اور وہ صرف اسی طرح ٹھیک ہو سکی کہ اسے میری شکل میں تھا رن مل گیا۔ اس دلوانا لڑکی نے میرا بازو پکڑ کر کہا کہ میں زندہ ہوں نا، وہ مجھے تھا رن سمجھتے تھے۔ ممکن ہے یہ اس کا خط ہو یا ممکن ہے میرے زہد و حال اس کے محبوب سے ملنے جلتے ہوں، صرف اتنی ہی بات تھی۔ قصور مجھے براؤن کا یہ ہے کہ اس نے جولیا کے ہاتھ میں پستول کیسے لپٹے دیے جو اس کے پاس محفوظ تھا، یہ باگل لڑکی ذہنی طور پر درست نہیں ہے ساریا، یہ مجھے براؤن کی حماقت ہے کہ اس نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ جب جولیا نے مجھے تھارن سمجھا تھا، تو مجھے براؤن نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس لڑکی کو زندہ رکھنے میں اس کی مدد کروں۔“

”مجھے براؤن کا کہنا ہے کہ اس نے اس کے علاوہ دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اور وہ میں صرف اس حد تک کر سکتا اس کی، کہ جولیا کی باتوں پر میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ مجھے یقین تھا کہ ذہنی توازن درست ہونے کے بعد وہ اس عقیدت سے آشنا ہو جائے گی کہ اس کا محبوب میرا ہے۔“

ساریا جرح سے مجھے دیکھنے لگی، پھر اس نے آہستہ

اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔
”کون ہے یہ؟ کیا ہوا تھا اسے۔ اور رادو یہ پستول؟“
ساریا کے آگے بڑھ کر پستول اٹھا لیا۔ یہ تو میرا ہی ہے۔“
”مجھے براؤن کی بیٹی ہے،“ میں نے کہا۔

”کیوں کیا کر رہی تھی یہ۔ کیا جنون طاری ہوا ہے اس پر؟“
”اپنے ذہنوں کو بلاؤ ساریا۔ اس کا مرنا بھی تمہیک نہ ہوا۔ اسے اس کے باپ کے پاس پہنچا دو۔“

ساریا نے چند لمحات توقف کیا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو آواز میں دی اور ان کے آنے پر جولیا کو اٹھا کر اس کے پاس کے پاس چھوڑنے کو کہا اور بولی۔ ”مجھے براؤن سے کہہ دو کہ آگے کے بارے میں کچھ پوچھنے کے لیے ابھی میرے پاس نہ آؤ۔ تین آدمی بے ہوش جولیا کو اٹھا کر لے گئے۔“

میرے سامنے بدن میں سستی ہو رہی تھی۔ سوس کو ہر نے کھیل بگاڑ دیا تھا۔ کبھی میری تاک میں لگ رہی تھی ہر وقت صورت حال میری سمجھ میں آتی تھی اور اب ساریا کو سمجھنا تھا کہ میں نے برقع رفتاری سے خود کو اس کے لیے تیار کر لیا۔“
”قصور! بے وقوف شخص! کہہ اور میرے خیال میں اسے مناسب سزا دینے میں زبردستی ہوئی ہو۔“

”کس بے وقوف کا۔ کچھ مجھے بھی سمجھاؤ گا کالانی۔“ ساریا اپنے میں طعنے تھا۔

”تمہارا لہجہ ساریا؟“ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
”تھوڑی سی بے وقوف میں بھی ہوں،“ وہ طعنے لگانا میں نہیں پڑی۔

”میں تمہارے اس حق کو جلیج نہیں کر سکتا۔ ساریا کہ تمہ چاہو میری نصیحت کرو، میری اپنی اوقات ہی کیا ہے، تمہارا اردو ایک، جنٹیل مجھے زندہ سے دور رکھتی ہے، میں خاموش رہوں تو بہتر ہے۔“

ساریا میرے ان الفاظ پر سنجیدہ ہو گئی اور پھر مجھے گور ہوئے بولی۔ ”مجھے بات برا اعتراض نہیں ہے، وہ میرا گردن پر پستول رکھنے کی بجائے اگر میرے بدن میں پستول لگا دیا آتا رہتی، تب میں سمجھتی کہ جو کچھ اس نے کیا، لیکن یہ اپنے آپ کے ایماء پر کیا ہو یا پھر اس بات پر کہ وہ میری قیدی بن گئی تھی صرف اس کے ایک کلمے پر رشوتی ہے، یہ کیا کہا اس۔“
”کہ تم اس کے محبوب ہو۔ وہ تمہیں چاہتی ہے اور تم اسے؟“
”اس کا مطلب ہے ساریا کہ یہاں ان لوگوں میں کوئی سے میرے بارے میں کچھ بے وقوف ذہن ہی شک و شبہ کا ہو سکتی ہو، اس کے باوجود کہ تم مجھے ایک حیثیت، ایک سزا

کا زالی۔ دیکھ ساربانے جو لیا کو شدید زخمی کر دیا، دیکھو اس کے ہاتھ کا لیا کھینکے اس نے۔ جو لیا میری بیٹی ہے وہ دو ڈر پھر جو لیا کے پاس پہنچ گیا جو دسترسے ہوش تھی۔ اس کے زخم پر چٹی کر دی گئی تھی سداوں وغیرہ کا کوئی معقول بندوبست نہیں تھا کیونکہ جو دائیں ساتھ تھیں ان میں سے بیشتر زلزلے اور آتش نشانی کی نند ہو چکی تھیں۔ بہت ہی سراسر مایا کی سادھ لایا جا سکا تھا۔ جن میں بہتیار زیادہ تھے۔ باقی چرچوں پر اتنی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ یہ دروہ ساریا کے مزاج کی گلای کرتا تھا۔

میں نے میکے براؤن کو بوردیکھا اور پھر جو لیا کی شکل دیکھنے لگا، اس کا چہرہ بیلا پڑ گیا تھا اور وہ خاصی مضمحل نظر آ رہی تھی مائیں بھی گہری گہری چل رہی تھیں تب میں نے ٹھنڈی سانس لے کر میکے براؤن کی طرف دیکھا اور بولا "تمہیں اس لڑکی کو کنٹرول میں رکھنا چاہیے تھا میکے براؤن یہ ہستولے کر ساریا کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اور اُسے قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہی تھی"

"جو لیا! لیکن کیوں۔" میکے براؤن نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"اس کا باگلی پن، مجھ سے محبت کا اظہار، شاید میں نے تمہیں یہ بات مختصر الفاظ میں بتانی تھی میکے براؤن کہ میں نے ساریا کو بمشکل قتل کر لوں کیا ہے اس جیسی وحشی عورت کو خالی کرنا انسان کام نہیں تھا۔ اس کے لیے جو طریقے بھی میں اختیار کر سکا، میں نے کیے۔ وہ مجھ سے اظہار الفت کرتی ہے اور میری محبت کا دم بھرنے لگی ہے اور میں نے اس کی محبت کا جواب نفرت سے محض اس لیے نہیں دیا ہے کہ میرا مقصد پورا ہو جائے"

میکے براؤن پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر وہ چھوٹ چھوٹ کر رونے لگا۔ "یہ لڑکی، یہ لڑکی باگل ہو گئی ہے کاش میں ان ہی ہنگاموں میں اُسے شریک نہ کرتا، بہت برا ہو گیا۔ میری تعمیر، میری بندھنیں، مجھے مجھے تباہی کے کون کون سے گوشوں کی جانب لے جا رہی ہے، یہ۔ یہ مجھے اتنا جانتی ہے گا زالی، اتنا جانتی ہے مجھے کہ میں باگل ہو رہا ہوں اس کی جاہت پر۔ آہ گا زالی ایک بات کا یقین کر لے، ایک بات کا یقین کر لے میرے دوست کہ جو کچھ میں کر سکا اُسے واپس نہیں لو سکا، لیکن اس کے بعد میرے وجود کو ایک ایک ٹکڑی ٹکڑی اجاڑ کر لیا میں صرف ہو گا۔ میری بیٹی کو بچانے کا زالی میری بیٹی کو بچالے۔ بچے میری بیٹی واپس دے دے میں سارے خزانوں پر ٹھونکا ہوں، لعنت بھجھتا ہوں، اگر تو یہاں سے واپس کا فیصلہ کرے گا تو وہ صرف میں ہوں گا جو تیرا ساتھ دوں گا۔ آج میں اپنے اس

جدیدے کو فون کرتا ہوں گا زالی، میں اعتراف کرتا ہوں تجھ سے کہ خزانے کے حصول نے مجھے پاگل کر دیا تھا، لیکن اب اس کی واپس چہر میں اپنی بیٹی کو بھینٹ نہیں چڑھا سکتا۔ ہاں گا زالی، اس مجھے دینی نے خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اس مصیبت سے نکل چلو۔ نکل چل گا زالی، میں تمہیں یہ اتنا خزانہ سے دوں گا کہ تمہاری بہتیں پیش کریں گی، جو لیا کو اپنی شریک زندگی بنا لو۔ اس کے لیے اور کچھ نہیں ہے میری دنیا میں، کب تک بھٹکتا رہوں گا کب تک اپنے اپنے کو دھوکے میں رکھوں گا۔ میرے لایع سنے بلاشبہ مجھے اپنی زندگی اپنی دنیا سے دور کر دیا ہے اور اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میرا یہ باگل پن میری تباہی سے صرف تباہی آہ شاہ، شاید رانا شمشیر نے درست ہی کہا تھا۔ مجھے کون کون کچھ نہ کہے کسی نہ کسی شکل میں تو نازل ہونا ہی تھا مجھ پر گا زالی خا کے لیے، فلا کے لیے یہاں سے واپس کا بندوبست کرو، اگر تم خزانے کی تلاش ہی ہو، میں تمہیں وہ خزانہ دے دوں گا اور خزانے ہے کہ میری آج تک کی جمع کی ہوئی دولت اس خزانے سے کہ طرح کم نہیں ہوگی"

میکے براؤن چھوٹ چھوٹ کر رہا اور میرے دل بٹانے کیسے کیسے شیشے ٹوٹنے رہے، جو کچھ وہ بدبخت کہہ رہا تھا بعد از وقت کہہ رہا تھا۔ کم از کم اس حد تک اس کی مدد ضرور کرنا تھی کہ جو لیا کو اس کی دیوا اسی سے باز رکھ کر اُسے اس کی دنیا لے جاؤں۔ وہ حقیقت باقی سب کچھ ہے کار تھا، لیکن وہ اتنا تھا، اتنا برطیت تھا کہ اُس کے بارے میں کچھ سوچتے ہو۔ ہمیشہ اُس کے ماضی کا خیال آجاتا تھا اور دل کا وہ گراڈ ختم ہوا تھا۔ بہر طور میں نے اُسے تسلیاں دیں اور کہا کہ جو لیا کو تمہیں مدد قابو میں رکھ سکے رکھے۔ ورنہ یہ بات اس کے لیے خطرناک سکتی ہے۔

"تم نے ساربا کو اس کے ساتھ دروندگی کر سے کیوں نہ روکا گا زالی، کیا شدید زخمی کر دیا ہے اُس نے؟ بچی کو؟"

"اگر یقین کر سکتے ہو میکے براؤن تو یقین کرو کہ اگر میں موجود نہ ہوتا تو اس وقت زندہ جو لیا کی بجائے اُس کی لاش تمہارے سامنے پہنچتی، یہ صرف میں ہی تھا جس نے نیا، جو خاندی سے ساریا کو اُس کی دیوا لگی سے باز رکھا۔ آؤ آؤ میں آؤ، میں تمہیں تباہوں کہ حقیقت حال کیا تھی اور کس طرح نے ساریا کو جو لیا کے قتل سے باز رکھا۔ میں نے ساریا سے کہا ہے اگر تم نے اس بیان سے سر موٹو بھی انحراف کیا تو یہ طرح سمجھ لو میکے براؤن کہ باقی معاملات کے ذمہ دار تم خود

میکے براؤن کو اس کے غیبے سے نکال کر میں تنہا ایک گوشے میں لے آیا، پھر میں نے اُسے وہ قدم صورت حال بتائی۔ میں نے اُسے بتایا کہ کس طرح میں نے ساریا کو اس بات کا یقین دلایا کہ جو لیا کا محبوب تھا ان آتش نشانی کا شکار ہو گیا ہے اور وہ بی نظیر طور پر مضمحل ہو گئی ہے۔ صرف یہی وہ حقیقت ہے کہ ساریا نے اُسے چھوڑ دیا۔ ورنہ ساریا میری باگل کورت اپنی توہین کا انتقام لیے بغیر بھلا کسی کو چھوڑ سکتی ہے۔

میکے براؤن سانسے میں رہ گیا تھا، وہ پچھلی پچھلی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ "آہ جو کچھ بھی ہو میرے لیے بہتر نہیں ہوا، فلا کے لیے جلدی کرو، فلا کے لیے گا زالی جلدی کرو، مجھے فوراً حکم دو کہ میں ساریا کو قتل کر دوں، اس کے گھر پر آگ برسا دوں۔ ہمارے پاس اتنے ہتھیار جمع ہو چکے ہیں کہ ہم یہ کام آسانی سے انجام دے سکیں۔ میں موقع کی نزاکت کو گتھی ذہنی میں رکھتا ہوں، اس دوران بھی کئی بار ایسے مواقع مل چکے ہیں جب میں اور میرے ساتھی اگر جانتے تو ان پر فائر کھول کر انہیں فنا کے گھاٹے آد کر سکتے تھے۔ لیکن صرف تمہاری اجازت کا انتظار کر رہا ہوں"

"میرا خیال ہے وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے میکے براؤن لیکن تمہیں میرے کام لینا ہو گا۔ میں چلتا ہوں، تمہارے پاس زیادہ ویرنگ رکنا میرے لیے خطرناک ہو گا۔ یہ کہہ کر میں میکے براؤن کے پاس چلا آیا۔ نندت اور میرے پورا، کوئین کے پاس تھے۔ ان کے پاس جادوں کو بھی اس صورت حال کا علم نہیں تھا میں میرے ذہن میں مسلسل تئوش کی لہروں اٹھ رہی تھیں، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بات ضرور ہے۔ ساریا بظاہر تو میری کہانی سے مطمئن نظر آ رہی تھی، لیکن ممکن ہے وہ مطمئن نہ ہو اور وہ تھی طور پر اس بات کو نال گئی ہو، ایسی صورت میں اگر میں نے تحقیقات شروع کر دیں تو کام خراب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہاں میں میکے براؤن سے مشفق تھا کہ جو کچھ ہونا ہے جلد از جلد ہو جانا ہے۔

سمبو تورا اور نندت مجھے دیکھ کر مسکراتے گئے۔ سمبو تورا نے کہا "تمہارے چہرے پر گہری تئوش نظر آ رہی ہے گا زالی کیا کوئی خاص بات ہوئی ہے؟"

"ہاں۔ بہت ہی خاص ہی میں نے جواب دیا اور دونوں میری طرف سنجیدگی سے متوجہ ہو گئے۔ میں نے انہیں پوری کہانی سنائی۔

نندت اور سمبو تورا پھر خیال انداز میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ پھر سمبو تورا نے کہا "تمہارے خیال میں کیا ساریا مطمئن ہو چکی ہوگی؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا سمبو تورا!"

"مسئلہ بہت زیادہ گہمیر ہو گیا ہے گا زالی، کچھ نہ کچھ کر گزرنے چاہیے، ورنہ حالات خطرناک ہو جائیں گے، تمہیں ہماری ساری پلاننگ میں نہ ہو جانے"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ بہر طور ہمیں اس کی مناسب جگہ کا انتخاب کر لینا چاہیے، جہاں آؤ خونی ڈراما خیل لیا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔

سمبو تورا درمیک خاموش کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ "میرے خیال میں کئی دن مزید گزر جانے دو، ممکن ہے یہ کسادانی رات میں زیادہ مناسب طور پر ہو سکے۔ ہمیں اپنے ذہن میں چرچیں کھینچنے رکھنے چاہیں، ان چرچیں گھنٹوں میں کچھ نہ کچھ کر ڈالا جائے گا، ساریا کا زور دیکھ لو۔ اگر اس کے رویے میں کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے تو دوسری بات ہے تو پھر کوئی بھی فیصلے سے براہِ دم اٹھایا جا سکتا ہے اور اگر وہ نارمل ہو گئی ہے اور تمہاری باتوں سے مطمئن ہے تو پھر اس مسئلے میں اچھی کڑی مدت صرف کر لیتے ہیں، میں صرف ایک مناسب جگہ کا انتظار کر رہا ہوں"

میں نے پھر خیال انداز میں گردن ہلا دی تو سمبو تورا نے کہا "میں گوئیں کے پاس ہی رہوں گا، تم لوگ آرام کرو"

میں اور نندت اٹھ کر اس جگہ آ گئے جہاں ہماری تیا گاہ تھی۔ جو غیبے سے گئے تھے وہ خاص خاص لوگوں کو دے دیے گئے تھے۔ ان خاص لوگوں میں تمہیں بھی تھے۔ ان حالات میں یہ ایک بہت بڑا امتیاز تھا۔ نندت شیشے میں داخل ہو کر بے اختیار نہیں پڑی اور اس کی دلکش ہنسی کی آواز کانوں میں رس گھولنے لگی۔ کچھ انوکھی خوبیاں تھیں اس معمولی سے ضد و خال والی، بلکہ کسی قدر بھدے ضد و خال والی لڑکی میں جن میں ایک تو اس کی آنکھیں تھیں اور دوسری ہنسی۔ میں اس کی ہنسی کے ترم میں کو لگا۔ نندت اپنی دلکش آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔ "غیر متا، یہ آج آنکھوں میں تیرے خوں کے کوندے کیسے بیکار رہے ہیں؟"

"واٹ کون ڈی اے؟" (کوئین) اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"میرا مطلب ہے چرلے"

"اوہ چارلے آج؟" اس نے اپنے مخصوص لہجے میں اردو بولنے کی کوشش کی اور پھر کہنے لگی "میں جانتا تم بارے خان (پڑھان) ہائے، بٹ کا معلوم کیا کرتے ہائے، آئی میں تم کو دوزخ کے درمیان پھینک گیا ہائے"

"صرف دو یا تین سے کراہتے ہوئے لیجے میں پوچھا اور
عذرت تو رک کر مجھے دیکھتے گی چند لحاظ ناموش رہی پھر ابتر
سے بولی۔ "مانے تم کو پریشان کیا۔"

"اودہ نہیں عذرت، یہ مقصد نہیں ہے اور میں نہیں ان
لوگوں کی نصحت میں شامل کرتا ہوں۔"
"ناہیں۔ میں شامل (شامل) ہائے عذرت نے کہا اور
پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔

"بہر حال جو لیا نے اس وقت جو کچھ کیا ہے وہ اس کی
زندگی کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔ اگر سارا اڈومٹ کے
جھلے میں نہ ہوتی تو اس وقت جو لیا کی زندگی بچی مشکل تھی۔ پھر
بھی اس کا ایک ہاتھ تو بری طرح لگا۔"

"مجھے افسوس ہائے، مجھ کو وہ لڑکی پاگل ہوتا۔ تھوڑا عقل
تو رہتے۔ اب سوچو، سارا کو گھاسنے بیٹا وہ تائیں ملتے۔"
عذرت اپنا مفہوم ادا کر رہی تھی اور میں اس کا مقصد بخوبی سمجھ
رہا تھا۔

میں نے پڑھنا انڈاز میں گروں ہلاتے ہوئے کہا "ہاں
جو لیا پاگل بن کر حدود میں داخل ہو گئی ہے اور میری سمجھ میں نہیں
آتا عذرت کراہ کرنا چاہیے، فرض کرو اگر سارا یا کا حال ٹھٹ
جاتا ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا کیا جائے گا؟"

"مانے کیا جانتا تم بولو عذرت نے کہا۔
"اگر تم کچھ نہیں جانتا تو پھر آرام سے سو جاؤ۔ میں نے
اسی کے انداز میں کہا اور عذرت ہنستی ہوئی ایک سمت لیٹ
گئی۔ بڑی پر اعتمادی اور دل تھی اور ان حالات سے ذرا بھی پریشان
نظر نہیں آتی تھی، بلکہ اس دوران تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس
نے مجھے سارا اور جو لیا کے لیے مجھ کو دیا جو اور اسے اک بات

پرستیوں ہو کر ان دونوں میں سے کوئی بھی میرے دل میں کسی قسم
کی جگہ نہ حاصل کر سکے گی۔ لیکن بے وقوف لڑکی یہ نہیں جانتی تھی کہ
خود اس کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہے، پتا نہیں کسی
کسی مصیبتوں کا شکار ہو گیا تھا میں۔

رات بھر میرے خوابوں کی ہی کیفیت طاری رہی، کبھی نیندا
چالی اور کبھی جاگ اٹھا، سارا کی طرف سے دل نہیں مان رہا تھا
کہ وہ میری باتوں سے مطمئن ہو گئی ہوگی۔ میں صبح ہوتے ہی باہر
نکل آیا۔ سارا کے ادنی جاگ کچھ تھے۔ آج سفر شروع ہو رہا تھا
چنانچہ سامیہ جلدی اٹھ گئی تھی، اور پھر ضروریات سے فائدہ
ہونے کے بعد ہم نے سفر شروع کر دیا۔

بیکے براؤن کی طرف میں سننے جان تو پھر کر رہ نہیں گیا تھا،
جو لیا کی خبر سے بھی نہیں معلوم ہو سکی تھی، لیکن تھوڑی ہی دیر کے

یکن اپنے ذہن کی گہرائیوں تک کسی کو نہیں پہنچتے۔ دیکھ لیتا
مدیا ہے جو کچھ کیا ہے اسی بنا پر کیا ہے کہ وہ بھی گا زالی کو
چاہئے گی ہے۔"

"بھریہ" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔
"کچھ نہیں۔ تم سے بڑی ہے وہ اس وقت۔ کبر رہی تھی
رہا کرتا ہے دل میں اس کے لیے جگہ ہوتی اور تم اس کی فبتوں
کو قبول کر لیتے اور خود بھی سچے دل سے اس کی جانب متوجہ ہوتے
تو ایک لمحے کے لیے بھی اُسے فراموش نہ کرتے اور اس وقت
جب سارا نے اُسے نقصان پہنچایا تھا اور اُسے زخمی کر رہا تھا
تو نہیں اس کے لیے دلوانہ ہو جانا چاہیے تھا، یہ دلوانی اگر تم
پر طاری نہیں ہوتی تو اس کا مطلب ہے کہ تم جو لیا کے ساتھ
مبیدہ نہیں ہو بلکہ صرف اُسے بے وقوف بنانے کی کوشش
کر رہے ہو۔ عذرت نے بتایا۔

"اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے، وہ بے وقوف لڑکی
خود مجھ پر مسلط ہوئی ہے، میں نے کبھی اُسے اتنا متوجہ نہیں دیا
کہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائے، کہاں کہاں سنانے کا وقت
نہیں ہے عذرت، اور میں نہیں بتاتا کہ کس طرح میں نے اُسے
بے وقوف بنایا اور کہاں کہاں جھٹکتی پھری وہ میرے لیے۔ ایسا
تم خود پر عذرت، یہ تو انسان کے بس کی بات نہیں ہے کسی
کو ہمارا دل قبول نہیں کرتا تو کیا مزدوری ہے کہ وہ ہم پر مسلط ہو
جاتے، اس کا تعلق نہ میرے کلر سے ہے اور نہ میری زندگی کے
انراستوں سے، جو میں نے اپنے لیے منتخب کر لیے ہیں، تو پھر
بیکے مکس ہے کہ میں اس کی خواہش کے مطابق اسی کی تحویل
میں پہنچ جاؤں۔"

عذرت عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، اس
وقت ان نگاہوں میں ایک ناہم سا پو شیدہ تھا، دوسرے
ٹلے اس نے سمجھ لیا کہ یہاں یہ حقیقت ہے، ہر انسان کو
اپنی خواہش کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ہے اور پھر محبتوں
کا صحیح انداز تو یہی ہے کہ زالی کے ساتھ جاملے اس کی الجھنوں کو بھی
ذہنی میں رکھا جائے، اگر صرف اپنی ہی کیفیات اس پر مسلط کرتے
کی کوشش کی جاتی رہے تو یہ تو ظلم کی بات نہ ہوتی۔"

"جو لیا ہمارے لیے خطرناک بھی ہو سکتی ہے عذرت،
ان کا کوئی بھی قدم خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ اگر وہ
ہوگی مجھے تب ہے بیکے براؤن نے اُسے تم تک پہنچنے کی
ابازت کیسے دے دی؟"

"کبر کرائی تھی اس نے باپ سے کہ اب وہ اپنے آپ کو
نالا میں لے گی، خدایا کہ اب سے اور اپنے باپ کی جیبتی بھی اس
کا انسان ہے ہر شخص کو جو محبت کے دھوکے میں رکھتا ہے،

ہلے بیکے براؤن کو مجھ کو اُسے اجازت دینا پڑی؟
میں نے ہونٹ سکڑا لیے اور پھر میرے منہ سے جھلے
ہوئے لیجے میں نکلا۔ ٹھیک ہے بیکے براؤن وقت سے پہلے
ہی مصیبتوں کا فائدہ چاہتا ہے تو مجھے کیا عرض پڑی ہے کہ اسے
روکوں میرے سامنے جھکے میں نے بلاوجہ ہی کولنے لیے ہیں؟

عذرت نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی سے میری صورت
دیکھتی رہی، پھر ظور اس کے بعد میں مسلسل الجھنوں کا شکار رہا تھا۔
میں نے ایک دو بار جو لیا سے قریب ہونے کی کوشش کی، لیکن
جو لیا میری طرف متوجہ نہیں ہونے، میں نے اُس کے چہرے پر
ایک سنگین کی خاموشی دیکھی تھی اور جملے کیوں مراد لگتے
لگتا تھا۔ پھر ایک بار جو لیا سے نکلا میں ٹلے تو مجھے اس کی الجھنوں
میں شدید جنون کے آثار محسوس ہوئے اور میں نے سمجھو تو
اسے ملاقات کر لینا ضروری سمجھا۔ سمجھو تو اس کا حال بتاتے ہوئے
میں نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ کوئی بڑا حادثہ ہو جائے
سے پہلے ہی ہمیں کچھ کر لینا چاہیے۔

سمجھو تو را بھی پڑھنا انڈاز میں گردن ہلانے لگا پھر اس نے
کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ آج ہی کی رات ہے۔
جس رفتار سے سفر ہو رہا ہے اس سے سفر کرتے ہوئے نہیں
ایک ایسی پیالہ نما وادی میں پہنچ جانا چاہیے جس کے چاروں
طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور صرف سرنگوں ہی کے ذریعے
ہمیں دوسری طرف جاننے کا راستہ مل سکتا ہے۔ اگر سارا اس
پیالہ نما وادی میں داخل ہو جائے تو یہ اُس کے لیے بہتر بن جگہ
ثابت ہو سکتی ہے، یہاں جو کچھ ہو گا اتنے سامنے ہی ہو گا۔
اور فیصلہ ہوتے ہیں وقت نہیں ہوگی۔"

"عجب ہے سمجھو تو را، میں واقعی سخت تعجب ہوں، تم
ان راستوں کے بارے میں اتنے احمدا دے گنگو کرتے ہو
جیسے یہاں کے چپے چپے سے واقعہ ہو۔ حالانکہ بہت سی
تبدیلیاں ہو چکی ہیں ہمارے اسی سفر میں۔"

"میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، میں اندازے لگا کر جاننا
ہوں ان راستوں کے بارے میں، ہر بالآخر اپنی منزل ہی کی طرف
قدم بٹھارے ہیں، خواہ اس کے لیے کتنا ہی گھماؤ پھراؤ کیوں
ذرا اختیار کر لیا گیا ہو۔ سمجھو تو را نے جواب دیا میں سننا سکتے
میں اس سے مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

شام کا پڑاؤ اس پہلے نما وادی سے تھوڑا سا پہلے ہی
ہو گیا تھا، چونکہ جب پہاڑوں نے راستہ روک لیا تو سارا کو کچھ
بے چینی سی ہونے لگی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ رنگ و دیانت
کلی گئی جس سے گڈر کر دوسری سمت جایا جاسکتا تھا، لیکن یہ

اندازہ نہیں تھا کہ اس خامی میں مرگ کو عمود کرتے کے بعد کوئی
 جگر سانس نہ گئے۔ اس لیے مرگ کے ذریعے دوسری طرف
 جانے کا ارادہ رات کی تاریکی میں ملٹوی کر دیا اور طے کر گیا
 کہ صبح کی روشنی میں اس سے داخل ہو کر دوسری طرف پہنچا جائے گا۔
 پڑاؤ ڈال جایا کہ اور ساریا کے آدمی اپنے معمولات میں مشغول
 ہو گئے، ساریا کی کیفیت آج کے دن میری سمجھ میں نہیں آسکی
 تھیں، کیونکہ اس سے بہت زیادہ قریب ہونے کا موقع ہی
 نہیں ملا تھا اور میں اس کی زیادہ قربت حاصل کر کے اسے کسی
 مزیدہ شک کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ رات کی ضروریات سے
 فارغ ہونے کے بعد میں باہر نکل آیا، خیال یہی تھا کہ جو لیا سے
 ملاقات کی جائے اور اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے ایک
 آفری کرکشن اور کر لیا جائے، تاکہ دوسرے دن کا موقع مل جائے۔
 لیکن جب میں جو لیا کی طرف پہنچا تو وہ مجھے اپنے خیمے سے باہر
 نکلتی ہوئی نظر آئی، خیمے کا موقعی حسہ باہر نکلنے کے لیے استعمال
 کیا گیا تھا۔ اسے اس طرح پردہ ہٹا کر خیمے سے نکلتے ہوئے
 دیکھ کر ساریا ہلکا ہلکا اٹھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا چاہتی
 ہے اور کہاں جا رہی ہے، میں نے اسے ٹوکنا مناسب نہیں
 سمجھا، جنون سوار ہے اس پر، حلقہ نہیں کیا تو دم اٹھا بیٹھے،
 الرتہ میں اس کا بیچا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے دیکھ کر جو لیا
 ٹھنکت راستوں سے گذرتی ہوئی بالآخر اس سمت مرا گئی جس سمت
 ساریا کا خیمہ تھا اور میری رگ دہلے میں شدید سنسنی دور ہوئی۔
 اگر حالات موافق ہوتے تو میں جو لیا کو ہر قیمت پر
 راستے میں ہی روک دیتا، کیوں اس طرح نکل جانے کا مطلب
 کسی حد تک میری سمجھ میں آ رہا تھا، لیکن اطراف میں اتنے لوگ
 موجود تھے کہ مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا، یوں لگا تھا جیسے
 کوئی خوفناک صورت حال پیش ہی آئے والی ہے۔ چنانچہ پوری
 احتیاط کے ساتھ صرف جو لیا کا تعاقب کب سے کر اکتھا گیا اور
 میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ جو لیا ساریا کے خیمے میں داخل ہو گئی
 تھی، ساریا کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس وقت وہ
 اندر ہے یا خیمے سے باہر ہے۔ میں ادھر ادھر دیکھ کر ایک
 اونچی سی چٹان تک پہنچ گیا۔ اس چٹان میں ایک درخت تھا اور
 اس چٹان کے قریب ہی ساریا کا خیمہ لگا ہوا تھا، گویا اگر میں اس
 چٹان کے رشتے میں لیٹ جاتا تو ساریا کے خیمے میں ہونے
 والی گفتگو سنی سکتا تھا۔ چنانچہ جیسے آواز میں چٹان کے نیچے
 ریگ گیا۔ خیمے کے دوسری طرف سے آوازیں ابھرنی لگیں،
 لیکن انہیں مزید صاف کرنے کے لیے میں نے اپنی جیب سے
 چاقو نکالا اور خیمے کا تھوڑا سا حصار احتیاط کے ساتھ کاٹ دیا،

تنت کے ان پر اسرار علاقوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے،
 وہ مجھے محبت کا بھانا سادے چکامے۔ وہ بہت عرصے سے
 بیات کبوتر ہا ہے کہ وہ مجھے چاہتا ہے لیکن میں نے محسوس
 کیا ہے کہ نہ تو وہ مجھے چاہتا ہے نہ آپ کو، وہ میری لڑکی تو
 نہیں اس کبوتر میں ہے ہی نہیں، لیکن آپ کے بارے میں مجھے
 یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ بھی گزالی کا کوئی حیثیت دیتی
 ہیں۔
 اس دوست کے باب کا کیا نام بتایا تھا تم نے جس کے
 بیان کا زلی موجود تھا؟ ساریا نے ظاہرہ طور پر بڑا غیر تعلق ماسوا لیا۔
 ”حسن“
 ”یہ حسن وہی شخص تو نہیں ہے جو کنور بھات سنگھ
 کے ہاں اس کے دوست کی حیثیت سے گیا تھا؟“
 ”بالکل وہی ہے، میں تفصیل نہیں جانتی، لیکن جو باتیں
 ان لوگوں کے درمیان ہوئی ہیں، وہ میں سن چکی ہوں اور اس سے
 یہ اندازہ انداز کیا ہے میں نے۔“
 ”مگر تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ گزالی بدھ بھاشتو نہیں ہے اور
 اس کا تعلق بہت سے تہوں سے ہے؟“
 ”اگر آپ نیتی لوگوں کے چہروں کو پہچانتی ہیں تو آپ اس
 کا اندازہ خود لگا سکتی ہیں، ذرا اس کا چہرہ صاف کر کے اسے
 جدید دنیا کا لباس پہنا کر دیکھیے، آپ کے سامنے ایک جدید
 انسان کھڑا ہو گا، میں نہیں جانتی کہ اس طرح اس نے آپ کو
 بے وقوف بنایا ہے۔ لیکن آپ یہ سمجھ لیں کہ وہ مکمل طور پر آپ
 کو بے وقوف بنا رہا ہے۔“
 ”اگر یہ حقیقت ہے لڑکی، تو مجھے اس بات کا جواب دے
 کہ وہ تجھے کب سے چاہتا ہے؟“
 ”میں نہیں جانتی، لیکن میں اسے بے پناہ چاہتی ہوں وہ
 صرف میری ملکیت ہے، میں آپ سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں
 کہ اس کے ساتھ تھیں کہ کوشم کر دیجیے اور گا زالی کے ہاتھ پاؤں کاٹ
 کر میرے حوالے کر دیجیے، خزانہ آپ کی اپنی ملکیت ہو گا، مجھے
 اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، بس اسے میرے لیے چھوڑ دیجیے،
 اور مجھے اس کی عازت دیجیے کہ میں اسے اپنے ساتھ لو رہا،
 لے جاؤں، جس شکل میں بھی ہو گا، میرے لیے قابل قبول ہو گا،
 لیکن اس وقت تک اس وقت تک میرا نہیں ہو سکتا، جب
 تک کہ اسے آپ کے درمیان ملاقات حاصل نہیں۔“
 ساریا کو دیر ہو چکی تھی، پھر اترتے ہوئے بولی۔ ”تم اسے
 حاصل کرنا چاہتی ہو اور اس کے حصول کے لیے تم ہر قدم اٹھا
 سکتی ہو؟“

”ہاں میں اس پوری کائنات کو ختم کر سکتی ہوں اس کے لیے
 میں اسے اتنا چاہتی ہوں کہ ساری دنیا میں کسی نے کسی کو اتنا
 نہ چاہا ہو گا، محبت کی جتنی داستانیں ہیں وہ صرف اتنا نہ لڑائی
 ہیں، جبکہ میں اسے حقیقی طور پر چاہتی ہوں میری زندگی میں وہ بھی
 کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔“
 ”میرا بھی نہیں، ساریا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
 ”کیا۔ اس کے باوجود بھی جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے
 کہ وہ سب کو بے وقوف بنا رہا ہے، آپ، آپ اس کا حصول
 پسند کریں گی میں ساریا؟“
 ”ہاں لڑکی میں بھی اس کے لیے اتنی ہی یا گل ہو گئی ہوں،
 کسی بھی ایسی شخصیت کا وہ دوسرے لیے ناقابل برداشت ہے
 جو کا زالی پر اپنا دلوں کرے۔ تو لڑکی ہر حصے سے اس سے محبت
 کرتی ہے، نا، میری محبت کی ابتدا بھی تھوڑے سے ہی دن پہلے ہوئی
 ہے، ہو سکتے اس کے دل میں تیرے لیے کوئی گناہ نہیں ہو سکتا
 لیکن آج ہو گیا، کیونکہ جس طرح اس نے مجھے جاننے کی کوشش کی تھی
 اس سے مجھے شک ہوتا ہے اور میں ہر شک کو اپنے درمیان
 سے ختم کر دیتے کی قائل ہوں تیرا بہت بہت شکر ہے لڑکی، تیرا
 بہت بہت شکر ہے کہ تو نے مجھے ان حالات سے آگاہ کر دیا،
 میں بھی اس کے لیے وہ ہر قدم اٹھا سکتی ہوں، جو میرے اور
 اس کے درمیان کی رکاوٹیں ہٹا دے۔“ ساریا نے کہا اور دفعاً
 وہ ہو گیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔
 ساریا نے اپنے بچے میں سے ایک تھوڑا اور بڑا ہوا خنجر
 نکال لیا اور اسے ہاتھ میں تول کر جو لیا کی طرف بڑھی دوسرے
 لٹے خنجر جو لیا کے پہلو میں پار ہو گیا، جو لیا کی دھڑکن سنیں پیچ
 بلند ہوئی، میرے حواس کم ہو گئے، ایک لمحے کے لیے میرا ذہن
 میرا ساتھ چھوڑ گیا پھر جو لیا کہ بے درجے کی جھین بند ہوئی اور
 اس کے بعد میں نے ایک انتہائی ہولناک منظر دیکھا، ساریا نے
 جو لیا کو نئی زخمی لگانے کے بعد نیچے کر لیا اور اس کے بعد اس کے
 بال پکڑ کر خنجر اس کی گردن پر بھر دیا۔ ساریا کے وحشی ہاتھوں نے
 جو لیا کی گردن اس کے دھڑکنے صدارتی پھروہ اسے بالوں سے
 پکڑ کر کھڑی ہو گئی اور اس نے نفرت زدہ انداز میں جو لیا کے
 سر کو کھینک کر دھڑکنے پھینک دیا، اس پر بس نہیں کیا تھا اس نے،
 بلکہ نیچے پھینک کر اس نے جو لیا کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹ ڈالے۔
 پھر برزخہ طاری ہو گیا۔ جو لیا کی کبانی اگانک بھی ختم ہو
 گئی تھی، ساریا پر جنونی سوار تھا، اور اب یہاں لڑکی موت کو
 دعوت دینا تھا میرے خیال میں اب سیکرے لڑکی کا تکمیل شروع
 ہو جانا چاہیے تھا۔ چنانچہ میں دوڑتا ہوا دیکھنے لڑکی کے خیمے

میں بیٹھا، میکے براؤن اپنے آدمیوں سے گفتگو کرنے میں مصروف تھا۔ مجھے اس طرح دودھ لگنے سے دیکھ کر اس کے چہرے پر دہشت کے آثار پھیل گئے اور وہ خوفزدہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ پھر حیرت-گازالی خیریت!

"نہیں میکے براؤن جلدی کرو اس نے جو لیا کو قتل کر دیا مارا ہے جو لیا کو قتل کر دیا ہے۔ کھڑے کھڑے کو دیے ہیں اس کے بدن کے"

"کیا یہ میکے براؤن کے ملن سے دہراٹھکی اودھ یا گلوں کی طرح دودھ پڑا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا کیا راجا ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اس کے براؤن کے ساتھیوں کو تباہ کر کے میکے براؤن کی زندگی خطرے میں ہے اور اسے بچانے کی کوئی ترکیب کی جاسکتی ہے تو کئی جائے۔ میکے براؤن نے اس وقت بھی پاگل بن دیا تھا، کلمت ایسے ہی دودھ پڑا تھا لیکن اس کے ساتھی میری بات پر تیار ہو گئے اور انہوں نے ہتھیار سمجھا کر ان کا نام شروع کر دیا۔ اس پاس ساریا کے آدمی اپنی ہتھیار کی مصروفیات میں مشغول تھے۔ انہیں اس آنے والی آفت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر اچھا بچا ہے کاموں میں مصروف تھے کہ وقتاً آن پر گولیوں کی بارش ہوگی اور پہلے ہی ٹکے میں بے شمار آدمی ڈھیر ہو گئے۔ وہ مصروف تھا کہ سمجھ ہی نہیں پائے تھے۔ بردنی حملہ آوردوں سے نشینے کے لیے وہی حصار بندی کر لی تھی جو ساریا کا معمول تھا لیکن اندر ہی اندر پر یہ سب کچھ شروع ہو جائے گا۔ اس کا انہیں تصور بھی نہیں تھا جس کے نتیجے میں وہ شدید نقصانات کے شکار ہو گئے اور ان کی تعداد تیزی سے کم ہونے لگی۔ میکے براؤن کے تمام ساتھی پہلے سے مستعد تھے اور وہ لوگ حالات سے لاعلم اس لیے ان کو ان میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ میں برق رفتاری سے دودھ پڑا تھا ڈاکٹر ظاہر علی، کنوڑ پر جاتے اور کرنل آسن کے پاس پہنچا اور انہیں ساتھ لے کر سمبوتورا کے قصبے کی جانب دودھ پڑا ڈاکٹر ظاہر علی نے بدحواسی کے عالم میں مجھ سے پوچھنے کی کوشش کی کہ اس وقت انہیں کیا کرنا چاہیے تو میں نے انہیں جواب دیا کہ وہ صرف میری تاکید کریں، اس کے علاوہ کچھ نہ کریں۔ ہتھیاران کے پاس بھی موجود تھے لیکن انہیں استعمال کرنا حماقت تھی کیونکہ اس کے بعد میکے براؤن جاتا تھا۔ بشرطیکہ وہ اور اس کے آدمی ساریا پر قابو پالیں۔ جو لیا کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ آئزبر تھا۔ وہ اپنی حماقت سے کوئی ایسا ہی کھیل کھیلنے والی تھی جس کو مجھے سنجوئی اندازہ ہو گیا تھا۔ اور میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اب میں نے تمام تصورات ذہن سے نکال دیے تھے، مجھے تو صرف اپنے مقصد کی فکر تھی، سمبوتورا اور ندرت بھی مورخاں سے پوری طرح واقف ہو گئے تھے اور انہوں نے گو میں کو زمین پر ٹاڑا تھا تاکہ جینگی ہوئی گولیاں اسے نقصان نہ پہنچاویں، ہم لوگ جھکے دوڑتے ہوئے باآزاد ہال پہنچ گئے اور سمبوتوراسے متوضیٰ لینے میں کہا: "سب بچا چکا ہے۔ محراب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"فوری طور پر ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے کسی ایسی جگہ جہاں محفوظ رہ کر ہم ان لوگوں کا انجام دیکھ سکیں، میرے اشارے پر سمبوتوراسے گولیاں کا ہاتھ پکڑا اور اسے آگے گھسیٹے گا ندرت، سمبوتورا، ڈاکٹر ظاہر علی اور کنوڑ پر جاتے ہوئے اسے بھی اس طرح جھکے جھکے ہمارے ساتھ لگے۔ گو میں بھی تعاون کر رہا تھا آخر ہم اس حصار سے باہر نکل آئے جو ساریا نے قائم کیا تھا، حصار تو خود بخود ٹوٹ گیا تھا ہر جگہ ٹارگٹ ہو رہی تھی اور ساریا کے آدمی بری طرح ہلکے ہو رہے تھے۔ چنانچہ چھوڑی دوڑنے کے بعد ہم نے اس سرنگ کا رخ کیا جو بیالے نما دادی کی جانب سے جاتی تھی، اس وقت سرنگ ہی بہتر بنی پناہ گاہ ہو سکتی تھی، دن کی روشنی میں مورخاں کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد آندھ کے لیے فیصلہ کرنا مناسب تھا چنانچہ چھوڑی دور دوڑنے کے بعد ہم سرنگ کے دہانے کے قریب پہنچ گئے اور یہاں ہمیں ان لوگوں سے پناہ مل گئی جو دس علاقے کو اپنی لیٹ میں لے چکی تھیں۔

فارنگس تین شت سے ہاری تھی کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے دونوں آپس میں لڑ رہی ہوں، غالباً ساریا کے آڈیوں نے بھی اب پوزیشن سمجھا لی تھی۔ اس جنگ کا انجام کیا ہو گا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، لیکن ڈاکٹر ظاہر علی وغیرہ کے پاس پھانچا ایکویشن موجود تھا۔ میں نے بھی برسے وقت کے لیے اپنے پاس انتظام کر لیا تھا میرے لباس میں بیٹولن چھپا ہوا تھا، سمبوتورا، ندرت بھی غیر مسلح نہیں تھے، لیکن ہم اپنے اسلحے کو اس وقت استعمال کر سکتے تھے جب ہمیں اس کا مشورہ پیش آجائے باہر کہ صورت حال مسلسل اسی انداز میں چل رہی تھی کسی میں اتنی جرات نہیں تھی کہ حالات معلوم کرنے کے لیے اس طرف کا رخ کرے آپس میں تبادلہ خیال بھی نہیں کیا جانا تھا سب سب کے سب خاموشی سے انتظار کر رہے تھے۔ کانڈرکٹر کی خاموشی کے بد ڈاکٹر ظاہر علی نے کہا: "اس بات کے امکانات ہیں غزالی کر بیچے کچھ لوگ اس طرف آنے کی کوشش کریں کیا، اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم سرنگ کے دہانے پر بیٹھ کر ان کا انتظار کریں۔" اور اگر ان میں سے کچھ لوگ بیچ کر یہاں پہنچ گئے تو۔

نور پر جمات سنگھ کے سوال کیا۔
 "تو پھر اس وقت تمام تکفیات کو بالائے طاقت رکھ کر اس رخ آنے والے شخص کو بھول کر رکھ دیا جائے اس میں ہماری ماہے۔ میں یہ الفاظ انتہائی مجبوری کے عالم میں کہہ رہا ہوں کیونکہ بد دونوں پادریوں میں سے کوئی ہمارا دوست نہیں ہو سکتا، ڈاکٹر ظاہر علی نے کہا۔

"ہاں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا، ان میں سے بھی ایسا نہیں ہے جسے ہم اپنا دوست تصور کر سکیں۔ بیانی رجبی نے اے ہمدردی کی بات تو اس وقت یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ پہلے اپنا بیجا دیا جائے اس کے بعد دوسروں کے بارے میں سوچا جائے۔" سمبوتوراسے ان الفاظ سے میں نے بھی اتفاق کیا چنانچہ میں خود بھی ڈاکٹر ظاہر علی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ کرنل آسن نے اپنی برہن گن تھکے دے دی تھی، کیونکہ وہ اسے صحیح طور پر استعمال کرنے کے قابل نہیں تھا۔ ہم سرنگ کے دہانے پر اپنی جگہ چھپ گئے جہاں سے باہر بھی ننگا دکھی جاسکے اور ہم گولیوں کا شکار بھی نہ ہوں۔ یہاں سے اس جگہ کا منظر صاف نظر آ رہا تھا جہاں یہ خوفناک خورخوری ہو رہی تھی، میرے ذہن میں متعدد خیالات تھے کوئی فیصلہ کرنا ممکن نہیں تھا اس بات کے امکانات زیادہ تھے کہ میکے براؤن بھی ساریا کا شکار ہو جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ساریا بھی نہ بچ سکے۔ بہر طور یہ سب کچھ کسی نہ کسی وقت تو ہونا ہی تھا۔ دو فحشا بچ گئے جو نے ہم ہماری طرف آنے لگے لیکن انہوں نے سرنگ کا رخ نہیں کیا تھا اس لیے ہم نے ان سے حفر نہیں نہیں کیا اور انہیں جھانگنے دیا لیکن یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھے۔ آیا میکے براؤن کے نام بھی ساریا کے ساتھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا خیر یا کج ہو گا۔

وہ وقت بالآخر آ ہی گیا تھا جس کے لیے طول منسوب بندی گئی تھی۔ اور ہم انتظار کرتے رہے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے تک خوفناک کارروائی جاری رہی اور اس کے بعد گولیوں کی آوازیں آواز کاؤرہ گئیں۔ معلوم نہیں کیا صورت حال تھی۔ بہر حال پڑا جسے ماؤرہ میں اوردی چاہ رہا تھا کسی نہ کسی طرح معلوم کیا جائے لیکن یہ دانشمندی کے خلاف تھا، چنانچہ اس کے لیے بیچ ہونے اور انتظار کرنا پڑا۔

جب اجالے نے سرنگ کے دہانے کو منور کیا تو ہم سب نظر انداز میں باہر نکل آئے، باہر کی صورت حال دور ہی سے نہایت غرا رہی تھی، لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں فحشا میں بلند ہو رہی تھیں، ہم نے اپنے طور پر فیصلہ کیا

کہ وہ آدمی باہر جا کر صورت حال معلوم کریں باقی لوگ وہیں مستعد رہ کر اس کے لیے تیار رہیں کہ کسی لمحہ دشمن کی طرف سے کارروائی کا جواب دینے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ ایک برہن گن میں نے سمجھا لی ہوئی تھی، ڈاکٹر ظاہر علی کے پاس بیٹولن تھا اس طرح ہم لوگ پوزیشن لینے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچ گئے جہاں یہ ہونا کہ خورخوری ہوئی تھی۔ ساریا کا خیر زین بوس ہو چکا تھا۔ دوسرے قصبے بھی گرسے ہوئے تھے، اطراف میں خون ہی خون تھا اور زمین سرخ کچھوڑے پھر گئی تھی۔ ساریا کے آدمیوں کی لاشیں جگہ جگہ پھیلی ہوئی تھیں انہیں میکے براؤن کے آدمی بھی شامل تھے۔

میں اور ڈاکٹر ظاہر علی اور دھرا کا جائزہ لیتے رہے جو زخمی کراہ رہے تھے وہ جانگنی کے عالم میں تھے۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کے بدن میں گولی کئی گولیاں بیوست نہ ہو گئی ہوں۔ ہم ان میں سے کسی کی مدد نہیں کر سکتے تھے اور بیچنی بات یہ تھی کہ اس وقت کسی کی مدد کرنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ آتش فشانی کے بعد یہ دوسرا ہونا کہ حادثہ تھا جو میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ ایسی ہونا کہ خورخوری میں سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اور میرا دل لرز رہا تھا۔ ڈاکٹر ظاہر علی کی کیفیت بھی اس کا اندازہ اس وقت لگانا مشکل تھا، اور ہم تک بکراتے رہے اور اندازہ یہ ہوا کہ میکے براؤن کے تقریباً تمام آدمی کام آگے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ اندازہ بھی ہوا تھا کہ ساریا کے ساتھیوں میں سے بھی شاید یہ کوئی بیچ سکا ہو۔ میں کسی خیال کے تحت اس قصبے کے قریب پہنچ گیا جو ساریا کا خیمہ تھا اور پھر زمین بوس قصبے کو ہم نے بمشکل تمام اپنی جگہ سے اٹھا لیا اور اس کے نیچے کی صورت حال کا جائزہ لینے لگے۔ میکے براؤن کی لاش قصبے کے نیچے نظر آگئی جو لیا کے گٹے ہوئے اعضا بھی وہیں پڑے ہوئے ان کی گردن بھی اسی جگہ موجود تھی جہاں ساریا نے اسے پھینکا تھا۔ ڈاکٹر ظاہر علی کو بری طرح پکڑ لیا اور ان کے ملن سے دہشت زدہ آوازیں نکل گئیں میں نے انہیں سمجھائے ہوئے کہا: ڈاکٹر ظاہر علی ساریا کی لاش تلاش کیجیے۔

"م۔ میں۔ میں اس باتے اصحاب پر قابو نہیں پاسکتا گا زالی۔ براہ کرم میری مدد کرو۔"

"تب پھر وہاں چلے میں ابھی آتا ہوں، میں نے کہا اور ڈاکٹر ظاہر علی دیکھ لڑتے ہوئے قدموں سے سرنگ کے دہانے کی جانب واپس چلے گئے۔ میں ایک ایک گوشے میں ساریا کی لاش تلاش کرنا رہا لیکن اس بات پر مجھے انتہائی حیرت ہوئی کہ ایک ایک لاش کو دیکھنے کے باوجود ساریا کی لاش مجھے

نہیں ملی تھی۔ میں نے اطراف میں دور دور تک نگاہیں دوڑائیں ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھا، تاحندنگاہ دیرانی اور سائے کا راج تھا، نہ تو یہاں سے کچھ فاصلے پر کوئی لاش یا زخمی پڑا ہوا تھا اور کسی زندہ انسان کا وجود نظر نہ آتا تھا۔

ساریا کہاں گئی اس کی لاش آسمان پر چوڑا زنبق کی طرح تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ نکل گیا ہے۔ ایک براؤن جیسے بیوقوف آدمی کا ہلک ہونا یقین تھا، جو لیا کی قبر میں کہ وہ جوش کے عالم میں تنہا ہی جھاگ نکلا تھا اور یقیناً ساریا کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں تھا، ساریا نے اسے قتل کیا اور گورا فرمایا یہ کارروائی نہ ہو جاتی تو شاید وہ ایک براؤن کے آدمیوں کو بھی آسانی سے چھیڑ چھا کر ختم کر دیتا لیکن بہر طور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جاسکتا تھا کہ وہ نکل گئی ہے۔ اس کے ساتھیوں کے بارے میں بھی مجھے شبہ تھا اور یہی گمان گذرتا تھا کہ ان میں سے بھی کچھ فرار نکل بھاگے ہیں اب یہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ ساریا کے ساتھ ہیں یا پھر جہر جس کا مٹا اٹھا ہے بھاگ نکلا ہے۔ بہر طور ساریا کی طاقت ٹوٹ چکی تھی اور یہی کڑے براؤن فرار ہو گیا تھا، جو لیا کے لیے بھی میرے لیے دل میں کوئی شدید احساس نہیں تھا، سوائے اس کے کہ وہ بہت بری طرح ماری گئی تھی۔

ہتھیار جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے اور خاموشی اتنا دہشت مچا رہی تھی۔ معلوم نہیں بیچ کر نکل بھاگنے والے ہتھیاروں کی میت فرار ہونے میں یا نیتے۔ چند لمحوں تک یہاں کا جائزہ لینے کے بعد میں نے بھی واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے اور تھوڑی دیر بعد ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا جو سرنگ کے دہانے پر جمع تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی جی ان کے نزدیک پہنچ چکا تھا اور اس نے انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا تھا، سب کے چہرے سستے، ہونٹے تھے، مدرت کی آنکھوں میں افسوس کے آثار تھے۔ سمبوتورا بھی اتنے انسانوں کی ہلاکت پر غمگین نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا، یہ ضروری تھا کہ لازمی یہ ضروری تھا۔ ورنہ وہ یعنی کے مصوص باشندے اس سے کہیں زیادہ تعداد میں ہلاک ہوتے، اور ان کا تحفظ تو قیامت رکھتا تھا۔ اب کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟

”یہ سب کچھ ہو چکا ہے سمبوتورا لیکن ساریا کی لاش نہیں ملی، مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ بیچ کر نکل گئی ہے، اور ممکن ہے اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ جو لوگ بھی اس کے ساتھ تھے میں وہ نیتے، میں یا ہتھیار کے فرار ہونے میں لیکن اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ وہاں لاشوں کے درمیان بہت سے ہتھیار بکھرے ہوئے ہیں اور دوسرا سامان بھی۔ یہ یہ خیال ہے ہمیں اب اس سانحے کا ماتم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اترہ کے واقعات

کے لیے خود کو تیار کرنا چاہیے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اس سامان میں سے اتنا سامان ضرور حاصل کریں جو ہمارے لیے ضروری حیثیت رکھتا ہو۔ آپ سب لوگوں کو تیار ہو کر یہاں کرنا ہو گا میری اس بات سے کسی کو اخلافت تو نہیں ہے؟“

”نہیں، ڈاکٹر طاہر علی سب سے پہلے بولے سمبوتورا، قدرت اور کئی آسٹن وغیرہ نے بھی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ منظور پر بھارت سنگھ کی گردن جھکی ہوئی تھی لیکن جب ہم لوگ آگے بڑھے تو وہ بھی ہمارے ساتھ تھا۔ کھانے پینے کی حدود و اشیا جنہیں ساتھ لیا جاسکتا تھا اٹھی کی گئیں، ہتھیاروں کی طرف کو تو بڑھ نہیں دی گئی۔ ان ذرائع ہتھیاروں کا اتنا رنگ سے کو فائدہ بھی نہیں تھا چنانچہ انہیں چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد ہم سرنگ کے دہانے کی طرف چل پڑے۔ اتنی جلدی یہ سب کچھ ہو گیا تھا کہ یقین نہیں آتا تھا۔ پلاننگ تو بھی تھی لیکن اندازہ تو کے غلط تھا۔ ایک ایک واقعہ وحشت خیز تھا جس کے بارے میں سوچ کر گزرتا ہی جوتا تھا۔

ہم سرنگ میں چل چل آگے بڑھ رہے تھے تاہم یہاں جا رہی تھی اس تاریکی میں ہمارے قدموں کی آوازوں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی۔ سب گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بالآخر ہم دوسری سمت پہنچ گئے۔ اس پیلے نما واوی کو دیکھ کر انہیں تعجب سے جھیل گئی تھیں۔ پہاڑوں کی ناقابل فریب دیواروں نے اس وسیع و برفیلے میدان کو گھیر رکھا تھا باہر جا کے لیے صرف یہی سرنگ تھی جس کا دور دراز میدان ہو کر سرگے دوسرے سرے پر تھا۔

ذہنی حالت خراب ہو رہی تھی کہ کوئی بات کرتے کوئی نہ بولتا تھا اور سب کی کساں کیفیت تھی۔ ساپٹ میدان میں کہتے ہوئے کوئی وقت نہ ہونے اور ہم سرنگ کے دوسرے دہانے پہنچ گئے۔ جی چاہ رہا تھا کہ اس وقت اس دہانے عبور نہ کیا جائے اور یہیں بڑے، زمین، میری یہ کیفیت تھی آ دھردن کی کیفیت بھی یقیناً اس سے مختلف نہ ہوتی۔ لیکن اس واوی دہشت میں رکٹے ہوئے نہ جانے کیوں یہ محسوس ہوتا کہ یہ پہاڑی دیواریں ہمارے غلط کوئی سازش کروا رہی تگی کچھ ہو جائے گا۔

دہانے کے قریب ہم رسکے اور حواس جمیے کیے پھرتے نے سرگوشی کے انداز میں سمبوتورا سے پوچھا، ”اس سرنگ دوسری طرف کیا ہے؟“

میرے پاس سے اس کے سوال پر سمبوتورا چند لمحات کے حیران رہ گیا پھر سنبھل کر بولا، ”مرد حقیقت میں نہیں جانتا“

میں سمبوتورا کو دیکھتا رہا پھر میں نے دن جھٹک کر آگے قدم بڑھا دیے۔ سمبوتورا کو میری اس ناخوشگوار کیفیت کا احساس ہو گیا تھا وہ میرے قریب قریب چلتے دکھارنگہ کے قریب کے مطالعے آگے چل کر تاک رہا، ہوتی جا رہی تھی تب سمبوتورا کی سرگوشی اجری۔ لیکن اب جہاں تھی منزل سے زیادہ دور نہیں ہیں۔“

مجھے ان باتوں سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے، میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

”تاریکی کا اظہار تجھ پر زیادتی ہے لیکن تمہیں اس کا حق ہے، سمبوتورا نے آہستہ سے کہا اور خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک تو وہ بہر حال ہٹ سوار رہی لیکن پھر آہستہ آہستہ زمین پر اتار پڑا۔ سمبوتورا کو میرے الفاظ سے دکھ پہنچا تھا اور میرا نہیں تھا۔ لیکن جھلاہٹ بھی ختم ہو گئی تھی۔ اس کی باتیں اتنی اچھی ہوئی تھیں کہ بعض اوقات مجھے آہسی جا آتا تھا۔ نہ رنگ اور موت دونوں بے وقعت ہو کر رہ گئی تھیں اس قسم میں زندگی کا کوئی محفوظ تھا نہ موت آتی تھی۔ رہیں اب اپنے مستقبل کا کوئی ٹھوس تصور ذہن میں رہ گیا تھا۔ نکلنے کی تلاش میں جلا تھا اور کہاں پہنچ گیا تھا۔ یہ تین احمق شاہد اچھی تک خزانے کے خزاں تھے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری آئندہ زندگی میں کیا کچھ ہے لیکن اب جلا تھا وقت گذر چکا تھا کچھ دنوں کے لیے صبر کا ضروری تھا۔

سرنگ کا دور دراز ہونا آگے دوسری طرف کے ہونے کے مناظر دیکھ کر ایک بار دل میں پھر وحشت کا شکار ہو گیا۔ جب ہونکے علاوہ تھا چٹائیں اور درخت تاحندنگاہ بکھرے ہوئے تھے لیکن انوکھے درخت تھے یہ رنگ بڑھتا تھا لیکن زمین سے لے کر پوئی تک وہ گولہ کی جگہ میں بیٹھے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ بدلتا اور ہونٹا۔

”وہ جگہ ہمارے قیام کے لیے مناسب ہے سمبوتورا نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

”اس جھنگل میں آواز نہ ہو رہوں گے، طاہر علی بولے۔

”ہاں اہمکات ہیں۔ یہ علاقہ سیاری کی پہلا ٹاپ ہے۔ دندنے ہوں یا نہ ہوں لیکن ہمیں انسان نما مادہوں سے جو شیار بنا ہو گا؟“

سمبوتورا نے کہا۔

”کی مطلب ہے کارنل اسٹین چونک پڑا۔

”تم قوی آدمی ہو کر نکل، اس نام سے واقف ہو گے؟“

”میرے خدا۔ مگر قرآن کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟“

کرل نے سنجیدہ انداز میں پوچھا۔

”جاپان میں اس کی کہاں کہاں عام ہیں۔ لوگوں کی سبک دہانی نے ان پر ایک مضمون لکھا تھا جو بہت مقبول ہوا تھا۔ میں بھی کچھ عرصہ

جاپان میں رہا ہوں، سمبوتورا نے جس سمت اشارہ کیا تھا وہ ایک مسطح جگہ تھی۔ درختوں کے جھنڈے یہاں سے کچھ دور تھے اس لیے اس نے وہ جگہ منتخب کی تھی۔ ہم سب وہاں پہنچ گئے۔ گو میں مشینی انداز میں ہمارا ساتھ دے رہا تھا۔ وہ ان تمام حالات سے بے نیاز تھا اس دوران اس کی وحشت بھی تقریباً ختم ہو گئی تھی اور وہ ہم پر کام خاموشی سے کرنے لگا تھا۔ یہ غالباً اس وقت سے ہوا تھا جب سے سمبوتورا نے اسے سنبھالا تھا۔

اس مسطح جگہ پہنچ کر سب پہلے لمبے زمیں پر لیٹ گئے۔ جسمانی ٹھکن کے ساتھ ساتھ شدید ذہنی ٹھکن نے ٹھکانا دیا تھا۔ بدن کو جنبش دینے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔ طاہر علی نے رخ بدل کر کہا۔ ”یہ سیاری کیا تم دونوں ہی کے ذہن میں محفوظ رہے گی، اگر مناسب سمجھو تو ہمیں بھی زندگی میں شمار کر لو اور اس سے آگاہ کر دو تاکہ ضرورت پڑنے پر ہم بھی ان سے اپنا دفاع کر سکیں؟“

”میں آپ لوگوں کو ان کے بارے میں بتانا ہی چاہ رہا تھا، سمبوتورا نے کہا۔ ”سیاری جاپان کا ایک یونٹ کا نام تھا جو دوسری جنگ عظیم میں ان اٹالیوں سے لڑ رہی تھی اور ان کے گھیرے میں آکر نہ جانے کون سے راستوں سے اس طرف آنکلی تھی۔ اس کے پاس اس دور کا اسلحہ موجود ہے۔ پھر نہ جانے کیوں شاید ان اٹالیوں کے خوف سے یہ لوگ یہیں رہ بڑے یا پھر انہیں نکلنے کا راستہ نہیں ملا تھا جانے کیا راستہ ہے لیکن اس وقت سے یہ لوگ یہیں آباد ہیں۔ لوگوں نے انہیں ہندسہ و دستوں کا نام دیا ہے۔ یہ درندہ صفت لیکن موٹی قسم کے لوگ ہیں۔ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ انہیں یہاں سے نکال لے جائے لیکن یہ اس جگہ سے جانے کو تیار نہیں ہوتے۔ انہوں نے لوگوں کو شاید اس لیے زندہ چھوڑ دیا کہ اس کے خدو خال جاپانی تھے ورنہ ہر سے تک اسے اتحادی جاسوس سمجھ کر قید کیے رہتے تھے۔“

”اور تم نے ہمیں یہاں لایا ہے کیا؟ کیا ہمارے خدو خال جاپانی ہیں؟ ڈاکٹر طاہر نے اسے کھڑے ہونے لہجے میں کہا۔

”دوستو، بہتر ہے کہ مجھ سے بدظن نہ ہو۔ آتش نشانی اور زلزلے علاقوں کے نقشے تبدیل کر دیتے ہیں اور پھر ہمارے سفر ہماری مرضی کے تابع نہیں تھا۔ اس بار نامادادی کے بارے میں، میں نے صرف سنا تھا یہ نہیں معلوم تھا مجھے کہ اس کے دوسری طرف سیاری آباد ہے۔

”پھر تم نے اتنے اعتماد سے اس بارے میں کیسے کہا؟“

”ان درختوں کو دیکھ کر مجھے لوگوں کا مضمون یاد آ گیا تھا۔ لیکن وہ اس دلدلی سے نہیں گذر رہا اس نے دوسرے راستے

انتظار کیے تھے۔ ہمیں اس پر سمجھنا پڑا اور میری دیر غاموش رہا پھر بولا۔ ہمیں اب شمال کا رخ اختیار کرنا ہو گا۔
طاہر علی چند لمحات سوچتے رہے، پھر گردی بلا کر بولے۔
"غزالی اس سلسلے میں بہتر جانتا ہے، ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کہاں پر و گرام کیا ہے؟"

میں خاموشی سے ان لوگوں کی گفتگو سنا رہا تھا بہت سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ طاہر علی کی بات پر بھی میں نے کچھ نہیں کہا۔ کافی دیر تک ہم لوگ پو پڑے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ یہاں سے فی الحال آگے بڑھنے کا ارادہ نہیں تھا تاؤ فیکر اصرار باطل دست نہ ہو جائیں بیچوک ناک رہی تھی چنانچہ مشفقہ طور پر کھانے کا پروگرام بنا دیا ساتھ لائے ہوئے قبیلے کھول لیے گئے۔ کھانے سے فارغ ہو کر پھر سب اونچے سے چڑھے۔ ڈاکٹر طاہر علی میرے قریب ہی لیٹے ہوئے تھے۔ دفعتاً انہوں نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "کچھ باتیں کرنا پسند کرو گے غزالی؟"
"مردود ڈاکٹر؟"

"سمبو تورا کا نام تم سب کے لیے بے حد پرکشش تھا اور خیالی تھا کہ اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو وہ یقیناً ہم سب کے لیے وقت نہ ہوگی تم نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کے بھائیوں کی قوت سے اس کی تلاش میں ہے۔ لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس کے ساتھ ہونے کے باوجود تم بھی ابھی کوئی اچھی بات نہیں کہہ سکتے۔ مجھے اس بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"سمبو تورا وہ یقیناً گامخاں آدنی سے ڈاکٹر۔ آپ لوگوں کو اس سلسلے میں تو معلومات ہوں گی کہ وہ یقیناً تبت کے ایک دو دروازے کوشنے میں ایک قبیلے میں جا رہی ہے؟"

"ہاں اور اس قبیلے کو بھی اب وہ یقیناً کے نام سے پکارا جاتا ہے؟ ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔
"آپ کی بات کاٹ کر میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ نے ایسے کیا انتظام کیے تھے جن کے تحت آپ اس طرف چل پڑے۔ کیا آپ کو یقین تھا کہ ان حالات میں بھی آپ وہ یقیناً سے وہ قزاق حاصل کر سکتے ہیں؟"

"میں تمہارے سوال کا جواب پورے غلو سے دے رہا ہوں غزالی۔ خدا کی قسم جب جان حالات پر غور کرتا ہوں تو ایک ناقابل یقین حقیقت سامنے آتی ہے۔ وہ ڈاکٹر و اسکاٹ اور نوٹس سولاٹ کے خزانے کی حقیقت وہ تاریخی حقیقت رکھتی ہے جس سے انکار ناممکن ہے۔ لیکن جن کے ذہنوں میں اس

خزانے کے حصول کا مواد سما یا ہے وہ محرز وہ ہیں اس خزانے کے تذکرے میں ایک تنہا ہی قوت ہے جو ذہن کو بکھڑاتی اور اس پر بھول جاتا ہے کہ اس کا حصول کیسے ممکن ہو گا لیکن تم ان لوگوں میں وہ کیفیت نہیں پاتے جس کا تذکرہ میں نے کیا ہے۔ چند ہمارے سامنے ہیں، ایسے بڑے، ساری اور ہم خود اگر وہ یقیناً باہمی لیا جائے تو کیا وہ خزانے کی دکان سمجھنے میں ہوگی کہ کرا بھی آئے اور اس سے خزانہ چھین لے؟"

"اس میں سمبو تورا کا کوئی قصور ہے؟"
"میں نہیں سمجھا۔"
"آپ نے ابھی اس سے سخت کلامی کی تھی میرے خیال۔ یہ مناسب نہیں ہے ڈاکٹر؟"

"آج وہ احتیاط رکھوں گا غزالی۔ لیکن کیا سمبو تورا تم سے غلط ہے کہیں وہ ہمیں مصیبت میں نہ پھنساوے؟"
"نہیں ڈاکٹر ہم میں لعل نہیں جڑے ہرے کہیں وہ دسے کہ وہ ہماری دولت چرانے کا وہ بھی انسان ہے۔ وہ بھٹک سکتا ہے۔ میں نے کہا اور طاہر علی خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے دیر تک کچھ نہیں کہا تو میں اس کے پاس اٹھ گیا اور کچھ قائلے پر جا کر تہلیل کر گیا۔ تمام لوگ ایسے پڑے تھے کہ کسی مخالفت کا تصور تھا نہ کسی خطرے کا خیال اور عجیب بیزار سی فحاشی تھی۔ سمبو تورا کو میں نے کڑھ کر دیکھ لیا رہا تھا۔ ندرت چند لمحوں کے بعد مجھ سے کچھ خائے پر آکر بیٹھ وہ خاموش تھی جب وہ دیر تک کچھ نہ بولی تو میں نے ہی نرم

میں اسے مخاطب کیا۔ "کوئی بات ہے ندرت؟"
"ہاں؟ اس نے اہستہ سے جواب دیا۔
"کیو۔ خاموشی کیوں ہو؟"
"کچھ بدخبر ہو گئے ہو تم سے؟"
"نہیں ندرت قطعی نہیں میں نہ جانتا کیوں ذہن کیچھ؟"

سوار ہو گئی ہے؟"
"تم نے اس سے ناخوشگوار لہجے میں گفتگو کی ہے؟"
"اوہ۔ میں اس سے مدافعتی مانگ لوں گا یہ ناخوشگوار حالت نے پیدا کر دی ہے اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"تہنیں خود کو کنٹرول میں رکھنا چاہیے گا نزال۔ اب تو لمحات رہ گئے ہیں۔ یہ سب کچھ تو جو تھا۔ ساری باتیں پہنچ گئی تھی، وہ یقیناً کے ساتھ لوح باشندوں سے اس کی ہوتی تو وہ مارے جاتے تو قطعی بے گناہ ہوتے۔ ساری اور

ناب تو نہیں پاسکتی تھی لیکن ان کا نقصان زیادہ ہوتا۔ یہ لازمی تھا گا نزال؟"
"ٹھیک ہے ندرت۔ لیکن میں ذہن کچھ الجھ سا گیا ہے۔"
"جو ان کی موت کا قسوس ہے یا ساری کی موت۔ مگر ساری کی

لوش تو نہیں ملی۔"
"مجھے ان دونوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ندرت۔ چوں کہ مجھے چاہتی تھی اور باہمی جو کئی تھی میرے لیے۔ اس کی موت کا ایک بوجھ تو ہے ذہن پر لیکن میرے دل میں اس کی چاہت کبھی نہیں ابھری اور اس بوجھ کو تخلیق خاطر کا نام ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔ رہی ساری۔ تو اس وحشی عورت پر نہ جانے کیوں دلوانا تھی سوار ہو گئی تھی۔ ندرت محبت ایک فطری جذبہ ہے لیکن اگر تم محسوس کریں کہ جسے جا یا جا رہا ہے یا جس کے لیے یہ جذبہ پیدا ہو رہا ہے وہ اس سے متاثر نہیں ہے تو پھر یہ کیوں ختم نہیں کر دیا جاتا؟"

"اس لیے کہ یہ کیوں شروع نہیں کیا جاتا؟ ندرت نے کہا۔
"اوہ نہیں ندرت۔ میں نہیں جانتا۔ یہ سب اشتراکات ہیں، میں ان کباتیوں کو نہیں مانتا۔"

"تورا آ رہا ہے؟ ندرت نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہو گئے۔
"میں غفل تو نہیں ہوا؟ اس نے پوچھا۔
"نہیں، قطعاً نہیں۔ اور مدعا کرتا میں کچھ نہ ہو گیا تھا۔ لیکن بس بعض اوقات حالات سے عدم واقفیت الجھا دیتی ہے اپنی اس کمزوری پر میں آج تک قابو نہیں پاسکتا۔"

"پالو کے گناہ۔ تمہاری مشق تھی تو ختم ہو گئی ہے اور اگر مشق درمیان میں ختم ہو جائے تو خطرناک ہوتی ہے۔ نامکمل انسان سب سے خطرناک ہوتا ہے اور تم ابھی نامکمل ہو۔ تم نے جسمانی قوت حاصل کر لی۔ لیکن ذہنی قوت ابھی تم میں نہیں ہے۔ یہی حالت میں تم کہیں بھی جسمانی قوتوں کا استعمال کر سکتے ہو جو عام انسانوں کے لیے بے حد خطرناک ہوگا، اس لیے میری خواہش ہے کہ نزال کی کم مشق پر شروع کر دو میری بات سمجھ رہے ہو نہ مدعا جان بٹن کا خطرناک ہے۔ مگر ان تحمل مزاج نہ ہو تو چیگ، فان، بلا کو خال، تیر و پور ہلکے میں جا رہے۔ بدن کی قوتیں دماغ کی قوتوں سے زیادہ ہوجاتی ہیں اور انسانیت کے لیے خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ ایک طاقتور بدن کے لیے ایک اس سے زیادہ طاقتور دماغ ضروری ہے جو ان قوتوں کو کنٹرول کرے۔ میں ڈاکٹر طاہر علی جیسے لوگوں کی کامیوں کی بھی پروا نہیں کرتا۔ وہ ہر لحاظ سے کمزور انسان ہیں لیکن تمہارا تلخ لہجہ بھی میرے لیے پریشان کن ہے۔"

"سوری سمبو تورا۔ مجھے افسوس ہے۔"
"میں تمہارا استاد ہوں گا نزال۔"

"ہاں مجھے اعزاز ہے؟"
"مجھے مدد کر۔ یہ تم نے میری توشیح ختم کر دی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کافی وقتیں منتشر ہو گئی تھیں ضائع نہیں ہوئی تھیں۔"
"یہ سپاری کیسا ہے؟"

"خونخاک علاقہ۔ شاید نشاؤں سے بھی زیادہ خونخاک کیونکہ وہ جنگل کے باشندے تھے اور یہ تربیت یافتہ تھی؟"
"لیکن ہم اس طرف کیسے نکل آئے سمبو تورا؟"

"اس آتش فشاں نے ہمیں پھینکا دیا۔ نقشے بدل گئے بنیاد کچھ پہاڑوں نے جنبش کر کے جگہ تبدیل کر لی ہے۔ ایسی پہاڑوں کا وادیاں یہاں لٹی ہیں۔ جس سے اسی ہی سرنگیں گزرتی ہیں پہاڑوں کی بدلی ہوئی شکل نے مجھے بھٹکا دیا ورنہ میں یہ راستہ نہ اختیار کرتا۔"

"اوہ۔ بالکل ایسی ہی وادیاں اور ہیں؟"
"ہاں بالکل ایسی ہی۔ سپاریوں کے علاقے کی شناخت صرف یہ درست ہیں؟"
"تو ہم واپسی کا سفر کیوں نہ اختیار کریں؟"

"بہت طویل سفر ہوگا اور مسرتوں کا تعین بے حد مشکل ہوگا آتش فشاں اور نزل نے حالات کیسے تبدیل کر دیے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ اس سے صرف انسانوں کو ہی نقصان پہنچتا ہے کون کون اس سے متاثر ہو سکتا ہے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن سمبو تورا خاموش ہو گیا۔"

"ہاں لیکن کیا۔"
"اگر غلطی تقدیر سے ہم یہ وادی عبور کر گئے تو میلوں کا سفر طے ہو جائے گا۔ وہ یقیناً اس وادی کے دوسرے کنارے پر ہے۔ جیکر ہم اگر اپنی طاقتور سمت سے سفر کرتے تو ابھی طویل راستے طے کرنا ہوتے؟"

"گو یا اب یہ خطرہ محول لیے بغیر چارہ نہیں ہے؟"
"ہاں، ویسے اگر یہ خبر بھی ہو تا کہ ہم اس طرف اُنکلے ہیں تو لازماً یہ پروگرام میں کچھ تبدیلی کرنی جاتی۔ اس وقت یہ خیال ذہن میں نہیں آیا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں؟ میں نے اہستہ سے کہا۔
"کیا سمجھ رہے ہو؟"
"تم ساری باتوں کو ذمہ رکھتے میرا مطلب ہے اسے بیکے براؤن سے نہ بھڑکتے تاکہ وہ یہاں سپاریوں سے فٹنی؟"

"بالکل۔ اور تم خاموشی سے یہ علاقہ عبور کر جاتے؟"
"بہر حال یہ سب کچھ ہو چکا ہے سمبو تورا۔ آگے بڑھنے کے لیے کیا خیال ہے؟"

"آگے بڑھیں گے لیکن ہوشیار رہو۔ سمبو تورا نے جواب

دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ بھگن نے نہ جانے کس وقت ذرا کونیند کی آغوش میں پہنچا دیا۔ سو جانے سے بہت سکون ہوا میں جاگا تو راتوں خاموشی ہوا جیسے لکھا ہو گیا ہوں، ایک لمحے کے لیے گھبرا گیا، وحشت زدہ انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور دو توں اٹھوں سے آنکھوں ملنے لگا۔ تبھی ندرت کی آواز سنائی دی، کیا بات ہے گاؤں؟

"ندرت۔ کیا گہرا اندر تیرا ہے؟" میں نے گہرائے ہونے لیکھ میں پوچھا۔

"بہت گہرا۔ ہمارے اطراف میں پھیلے درخت روشنی توڑ ہیں۔" ندرت نے جواب دیا۔

"آہ۔ میں نے تو سوچا تھا جیسے میری مرنائی صنایع ہو گئی ہو؟" سو کر جاگے ہو۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ درخت روشنی توڑ ہیں۔"

"کی مطلب؟"

"وادی میں نے مجھے ان کے بارے میں بتایا تھا سورج چھپتے ہی ان میں زندگی دھڑکتی ہے۔ ان پر نکلے ہوئے گلزاروں جیسے جالے پھیل جاتے ہیں اور چاند چھب کر لیتے ہیں یہ چاندنی ہی ان کی غذا ہے۔"

"میں تجھ پر انداز میں اپنے اطراف دیکھنے لگا، دکھے درخت تھے، آسمان پر ستارے نکلے ہوئے تھے لیکن زمین پر ان کی پھاڑوں نہیں تھی جس کی وجہ سے گھرا اندر تیرا جھپلا ہوا تھا۔"

"کیا یہ انسانی زندگی کے لیے بھی خطرناک نہیں؟"

"نہیں۔ جانداروں کو کوئی نقصان پہنچتا ان سے یہ سڑکی جیسے جالے جو نظر رہے ہیں ان میں ایسی نہیں ہے۔ بس یہ مادہ ان کے پتوں سے خارج ہوتا ہے۔"

"سب لوگ سوز رہے ہیں؟"

"ہاں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہوش ہوں۔" ندرت نے جواب دیا۔ حالانکہ نامی میں آنکھیں کھولے ہوئے دیر ہو چکی تھی۔ لیکن کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

"میری کونیند پوری ہو چکی ہے ندرت۔ اب کیا کروں؟"

"میں بھی سوچتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ہم پہرا دیتے ہیں۔" میں اور ندرت جاگتے رہے۔ گہری رات پڑا سرد ماحول۔ اور ندرت کا اٹھنا وجود نہیں میں سننا سنا رہے ہوئے گی تھی۔ مارا یا یاد آئی اس کے ساتھ گذارے ہوئے لمبی یاد آئے اور وہ وقت بھی یاد آ گیا جب وہ پانی میں میرے بالکل نزدیک آئی تھی۔ تنفس تیز ہو گیا تھا۔ ندرت بھی خاموش تھی۔ کافی دیر اس طرح گذر گئی پھر ندرت کی آواز سنائی دی۔ "تم تو پھر سو گئے گاؤں؟"

"تمہیں ندرت؟"

"پھر خاموش کیوں ہو؟"

"تم بھی تو خاموش ہو؟"

"ہاں۔" ندرت نے گہری سانس لی۔ "تم لوگو گاؤں میں جو کچھ کہنا جاتی ہو، وہ وہ وہ۔"

"ہاں کہو ندرت؟"

"وہ صرف مجھے ترشہ کرے گا۔ میں بہت دکھ محسوس کرنے لگتی ہوں خود کو، میری سوانحیت کی شکستل بھی مجھے کچھ نہیں ہے۔" میں جاتی ہوں، ندرت، ایک سسکی سسکی سے کہہ لی۔ گویا اس کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔

"چلو اب تمہارے پاس ان کی بھی گاؤں، تو میں نے تم پر گہری نگاہ رکھی تھی، میں تمہیں اس کی طرف بھی متوجہ نہیں تھی۔"

"تمہیں بتا چکا ہوں ندرت، میرے ذہن میں ان کے لیے کوئی ایسی جگہ نہیں تھی۔ میں نے جواب دیا۔ اس سے قبل ندرت کچھ بولتی ایک عجیب سی سرسراہٹ میں تھی اور چونک پڑا۔ سرسراہٹ معدوم ہو گئی تھی۔ ندرت کے اچانک خاموش ہوجانے سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ آواز اس نے بھی سنی ہے۔ کافی دیر گذر گئی تو میں نے کہا "شاید کسی نے کوٹ بدل تھی۔"

"نہیں؟" ندرت آہستہ سے بولی۔

"کیا مطلب؟"

"ان درختوں میں کچھ سامنے نظر آئے ہیں؟"

"نظر آئے ہیں، کیا تم دیکھ سکتی ہو؟"

"ہاں۔"

"مگر مجھے تو تم بھی نہیں نظر آ رہی ندرت؟"

"مجھے تم نظر آ رہے ہو۔ خاموشی، ندرت نے کہا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ اس بار اس کی آواز میں صاف محسوس ہونے لگیں۔ ہم نے دم سا دھ لیا۔ پراسرار آواز میں دیر تک گونجی رہی۔ ہم ان آوازوں کو بخوبی سن رہے تھے اور اپنی طرف سے ہم نے جینٹلی بھی نہیں کی تھی۔ ہندسہ رفتہ آواز میں معدوم ہو گئیں تو ندرت نے سرگوشی سے انداز میں کہا۔ "وہ جا چکے ہیں۔"

"تم نے انہیں دیکھا ندرت؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں صرف ان کے بیوے، وہ کون ہیں اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔"

"وہ سپاری ہیں؟ سمبوتوڑ کی آواز ابھی اور ہم دونوں چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگے۔" سپاریوں کو ہماری یہاں موجودگی کا ہوا گیا ہے اور یقیناً اس بات ہمارے لیے خطرناک ہے۔ وہ درختوں میں حضور ہمارے خلاف کارروائی کرنے کی کوشش

رہی گے۔"

"تم پھر سمبوتوڑ کیوں نہم واپس اس سرنگ سے وادی میں پہنچ جائیں۔ میرا خیال ہے اگر ہم نے ان کے قدم بڑھانے کی کوشش کی تو ان کے زرنے میں بیٹس جائیں گے۔"

"نہیں گاؤں، آگے بڑھنا ہی ہمارے حق میں مفید ہے۔ یہ ساری باتیں تقدیر پر چھوڑ دو، اب ہمارے پاس کوئی طویل سفر اختیار کرنے کا وقت نہیں ہے جو لوگ دیکھا جائے گا؟"

"ٹھیک ہے، جیسا تم مناسب سمجھو، میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہم سوئیں گے۔ پھر صبح کی روشنی نمودار ہوئی، تو نینوں اڑا جاگ گئے، وہ چند ہی دن ہوئی نگاہوں سے ماحول کو دیکھ رہے تھے۔ کرنل اسٹین نے تجھ پر انداز میں کہا، "میرا خیال ہے کہ تم ہمیں نہیں کھٹے سوسے ہیں دینے بڑی فرحت محسوس ہو رہی ہے، یوں لگتا ہے جیسے جسموں میں نئی زندگی دوڑ گئی ہو۔"

"کھانے پینے سے فارغ ہو کر ہمیں آگے کا سفر شروع کرنا چاہیے۔" سمبوتوڑ نے کہا اور بھوکے افراد خشک گوشت کے پارچوں پر لاد کر کچھ بھی ساتھ لے کر چلا گیا۔ پہلے بڑے شدید بھوک لگ رہی تھی، انے والے وقت سے بے نیاز ہو کر کھا لیا گیا اور اس کے بعد سب سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ دفعتاً سمبوتوڑ نے کہا، "ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں میں آپ لوگوں سے اور یہ آپ سب کے حق میں بہتر ہو گا۔"

"میں سمبوتوڑ کی ڈاکٹر ٹی اے پر ملنے پوچھا۔"

"آتشیں ہتھیار جن میں پستول تک ہو، ہمیں کسی کھڑکیں پھینک دیکھیے ورنہ وہ آپ کے لیے غلاب بن جائیں گے؟"

سمبوتوڑ کے الفاظ پر میں بھی چونک پڑا تھا لیکن ڈاکٹر ٹی اے نے لگا ہوں میں طنز کے اشارے پڑا ہو گئے پھر انہوں نے کہا۔

"گویا تم ہمیں ہتھا کر کے کسی جال میں جھنسا نا چاہتے ہو؟"

"سرمگ کا ہا زہہ سامنے موجود ہے، آپ لوگ اگر چاہیں تو وادی ہی کے لیے تدم اٹھا سکتے ہیں۔ ہم آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کریں گے۔" سمبوتوڑ اس رویے میں بولا اور ڈاکٹر ٹی اے اس پر چونک کر کھٹے دیکھنے لگا۔

"سمبوتوڑ نے کسی وجہ سے ہی یہ بات کہی ہوگی ڈاکٹر ٹی اے لیکن سمبوتوڑ کیا رہا بہتر نہیں ہوگا کہ اس سلسلے میں ڈاکٹر کو بتایا جائے؟"

میں نے کہا۔

سمبوتوڑ نے رات کو ایسی کوئی بات نہیں کی تھی اس لیے اس وقت مجھے بھی کچھ تعجب ہوا تھا۔

"سپاریوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ اور آپ لوگ ان کی ذہنی کیفیت سے واقف ہیں، دوسری جنگ عظیم میں انکا دیوں

سے رٹے ہوئے رہا یا اپنی سپاہی آج تک یہ مجھے یوں کہہ سکتا جا رہا ہے اور وہ ہتھیاروں کو اپنی زندگی سمجھتے ہیں، اگر آپ لوگوں کے پاس انہوں نے ہتھیار دیکھ لیے تو وہ آنکھیں بند کر کے آپ کو جیوں ڈالیں گے، اگر ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہوں گے تو ہم انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کر سکتے ہیں کہ ہم دشمن کے سپاہی نہیں ہیں بلکہ سپاہی ہیں۔"

"لوگوں مشفق ہے، مجھے تو اس میں سازش کی بو آتی ہے، یہ کرنل اسٹین نے کہا۔"

"اسی لیے میں نے آپ لوگوں سے کہا ہے کہ سرنگ کے راستے اچھی دو نہیں ہونے، آپ واپس جا سکتے ہیں۔"

"لیڈر کیا کہتا ہے، انکو پر بھات سنگھ نے جھلمائے ہوئے لہجے میں کہا۔"

"میں سمبوتوڑ سے ہر طرح کا تعاون کرنا چاہتا ہوں، میں نے جواب دیا۔ میرا جواب سن کر کپور بھات سنگھ ان لوگوں کی طرف رخ کر کے بولا۔ "کمال کی بات ہے۔ اگر غزال کہتے ہیں تو پھر اس میں ترہ تو کیوں کیا جا رہا ہے، ما تو کسی شخص کو لیڈر تسلیم نہ کرادو خود آگے بڑھ کر ہتھیار کرو، تسلیم کرتے ہو تو پھر وہ ہتھیار باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں، انکو پر بھات سنگھ نے اپنی اسٹیشن کن اور پیٹی میں اڈا مہا پو پستول نکال کر ایک سمت اچھال دیا۔ دوسری کارروائی میں نے کی تھی، اور اس کے بعد آپ لوگوں نے بھی اس پر عمل کیا۔ ڈاکٹر ٹی اے پر ملنے کے پھرے پھرنے ہوئے تھے۔ شاید انہیں یقین تھا کہ سمبوتوڑ کوئی خوفناک سازش کر رہا ہے۔ لیکن میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی۔

ہم لوگ وہاں سے آگے بڑھ گئے، درختوں کے جالے جو رات کی تاریکی میں پھیل کر گھڑی نما بن گئے تھے، اب پھر نیچے ٹلک گئے تھے۔ یہ بد فادہ درخت دنیا کے عجیب و غریب وحشت تھے، جن میں ہم آگے بڑھتے گئے، جنگل گھنا ہوتا گیا اور پھر اس وقت دن کے تقریباً ساڑھے گیارہ یا پونے بارہ بجے تھے کہ دفعتاً کاروں کی آواز سے گہرا سا ٹاٹ ٹاٹ کیا، گولیاں ادا ہوں کی طرح برستی ہوئیں ہمارے سروں پر سے گذر کر درختوں کی شاخوں اور تنوں میں پیوست ہوئے گئیں، یوں لگتا تھا جیسے کسی پوری فوج نے حملہ کر دیا ہو۔ ہم سب منہ کے بل زمین پر گر پڑے، اگر کسی کے کا خیر ہو جائے تو سیکڑوں گولیاں ہمارے جسموں میں سوراخ کھولتی ہوئی نکل جاتیں، درخت سے روکنے کھڑے ہو گئے تھے، دشمنوں کو ہمارا پور نہیں اچھی طرح معلوم تھی اور وہ یقیناً اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ ہم ان کے مطلوبہ مقام تک پہنچ جائیں تو وہ ہم پر فائرنگ کریں۔

گولیاں مسلسل چل رہی تھیں، اور ہمارے اوروں میں بھی
 مستحق ہوں گے۔ درشتوں کی شانیں اور پستان گولوں
 سے ٹوٹ ٹوٹ کر بیٹھے کر رہے تھے، چند لوگوں کے اندر اندر کوئی
 ہونی شاخوں اور تپوں کا ایک ٹھیکہ بنا ہمارے سامنے سج چکا۔
 ہمارے بدن بھی اس میں ڈھسک گئے تھے۔ میں نے اسی ڈھیر میں
 سے گردن اٹھائی اور حملہ آوروں کا سرخ لٹکنے کی کوشش زیادہ
 کامیاب نہیں ہو سکی، البتہ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ نازنگ کرنے
 والے نازنگ کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔

ظاہر علی نے طنز پر لہجے میں کہا: "مبارک ہو، عزائی، تمہو تو را
 کی کاوشیں کامیاب ہو گئیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سمہو تو را بھی ڈاکٹر ظاہر علی کے
 ان الفاظ سے متعلق نہیں ہوا تھا، البتہ چند لمحات کے بعد اس
 نے ایک حرکت کی، سفید رنگ کا ایک کپڑا اس نے لیا اور اسے
 درخت کی ایک ٹہنی کی ٹوک میں جھسا کر پٹی فضا میں بند کر دی۔
 ٹہنی بلند ہی ہوئی تھی کہ ایک گولی اسے درمیان سے دو ٹکڑے
 کرتی ہوئی شاخیں سے نکل گئی، ایک بار پھر سمہو تو را نے کامیابی
 ہاتھوں سے درخت کی ایک مضبوط سی شاخ میں یہ سفید کپڑا
 لٹکانا اور آہستہ آہستہ اسے اٹھا کر پلانا شروع کر دیا۔ اس بار
 کسی گولی نے اسے شاخ کو نہیں چاٹا بلکہ حیرت انگیز طور پر نازنگ
 کی شدت میں کمی پیدا ہوئی، ہوئی محسوس ہونے لگی۔ گولیوں کی بارش
 ہلکی پڑ گئی، لیکن اتنا ڈاکٹر ظاہر علی ہوتے رہے اور اس کے بعد ہم نے
 ان لوگوں کو دیکھا جو ایک دائرے کی شکل میں آگے بڑھ رہے تھے۔
 ان کی تعداد کافی تھی اور ان کے عقب میں بھی کچھ لوگ آ رہے تھے۔
 ان کے لباس چیتھروں کی شکل میں ان کے جسموں پر چھل رہے
 تھے لیکن انہوں نے یہ لباس اپنے بدن سے علیحدہ نہیں کیے
 تھے۔ انہوں نے نہیں دیکھ لیا تھا۔

"اس وقت اگر ہمارے پاس ہتھیارے ہوتے تو انہیں
 با آسانی مارا جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر ظاہر علی بڑے بے خبریہ رہ سکے۔
 "اور اگر اس وقت انہیں ہمارے پاس کسی ہتھیار یا شہ
 بھی ہو جاتا تو پھر ہم کسی قیمت پر بہترین بیج سکتے تھے یا سمہو تو را
 سے جواب دیا۔

ڈاکٹر ظاہر علی خاموش ہو گیا، آنے والے اب ہمارے
 بالکل قریب پہنچ گئے تھے، ان کی بند دوتوں کی نالیں ہماری جانب
 اٹھی ہوئی تھیں اور ان کی تعداد ہمارے اندازے سے کہیں زیادہ
 تھی، اے شمارا فراوت تھے، جو چوٹیوں کی طرح چاروں طرف بکھرے
 ہوئے تھے، سب کے سب چوکے اور مستحق تھے۔ سب سے
 آگے آنے والے شخص کا چہرہ انتہائی خوشخوار تھا، وہ مضبوط بلن
 کا ایک جزیل معلوم ہوتا تھا، کیونکہ اس کے شانے پر گئے ہوسے
 نشانات وقت کی چیرہ دستیوں کا شکار نہیں ہوسے تھے اور اس
 نے انہیں اپنے سینے پر اکڑا کر رکھا تھا۔
 ہم سے کوئی بیچاس فٹ کے فاصلے پر آ کر کے اور پھر
 جزیل نے ہمیں ہاتھ کے اشارے سے اٹھنے کا حکم دیا، ایک ایک
 کر کے ہم شاخوں اور تپوں میں سے باہر نکل آئے، ہم نے اپنے
 ہاتھ بندھے ہوئے تھے، سب کے بدن پینے سے تر تھے۔
 چاہتی جزیل نے ہر ٹکڑے آدمیوں سے کچھ کہا اور در
 بندہ فریجی دور تھے، ہم نے ہمارے نزدیک آگے اور انہوں
 نے ہمیں گھیر لیا۔ ان کی آنکھوں اور گنوں کے رخ ہمارے سینا
 کی جانب تھے، فریجی کی بلیٹ کے ساتھ ہونے سے کا کچھ
 بھی بڑھا ہوا تھا، جو غالباً کسی درخت کی پھال سے بنا کر تیار
 کیا گیا تھا۔ آئے فاولوں نے سب سے پہلے ہماری تلاش کی اور
 کچھ ہمارے پاس تھا، آٹا فنا، جھین کر ایک طرف ڈھیر کر دیا،
 اس ڈھیر میں ہمارے تھیلے اور تھیلوں میں بند کھانے بیٹے کاٹا
 سامان موجود تھا۔ میری جیبوں کی بھی تلاش کی گئی اور انہوں نے
 رومال اور گھڑی، ناک، نکال کر اس ڈھیر تک پھینک دیے۔ پچ
 جزیل ہمارے قریب پہنچ گیا، اس کے ہوشوں پر طنز پر مبنی کراہ
 تھی اور آنکھوں میں شرارت سی محسوس ہوتی تھی۔ اس نے چاہی نا
 میں کچھ کہا جسے ہم میں سے کوئی نہیں سمجھ سکا تھا۔ شاید سمہو تو
 بھی نہیں۔ میں نے اور سمہو تو را نے مختلف زبانوں میں آہ
 اپنے بارے میں بتانا چاہا جسے وہ نہ سمجھ سکا اور سکرنا ہا۔
 نے بھی جواب سکرانے کی کوشش کی، لیکن جگہ سے اس سکرانے
 سے اس نے کیا نتیجہ اخذ کیا۔ اس نے ایک دم راضی میری ڈو
 تان لی، اس کی انگلی لمبی بر تھی۔!

ہی نہیں سمجھ رہے تھے یا پھر ان جنگلوں میں وہ کران کی فطرت
 جانوروں جیسی برقی تھی، مادروہ اکہین زیادہ سے زیادہ جسمانی
 اذیت پہنچا کر تکلیف حاصل کر رہے تھے۔

مجھے بھی بڑی طرح بھلا دیا گیا تھا اور اس کے بعد انہوں نے
 ہمیں آگے ہانکنا شروع کر دیا۔ رسیوں کے سرے ان میں سے
 چند کے ہاتھوں میں تھے اور وہ بے دردی سے ہمیں کھینچ رہے
 تھے۔ ایسی بری حالت تھی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، ڈاکٹر ظاہر علی
 اور کرنل اسٹین کی حالت سب سے زیادہ خراب محسوس ہوتی
 تھی، اور وہ بڑبڑانے کے انداز میں کچھ کہہ رہے تھے، جب کہ
 کمزور بھارتی سنگھ حالات سے سمجھو تریے ہوئے تھا۔

ہم آگے کی طرف بڑھتے رہے، کھر دوسے ریسے ہماری
 ہڈیوں اور پسیوں میں بری طرح چبھ رہے تھے، ہاتھوں اور
 بازوؤں اور کمر کے علاوہ انہوں نے ہماری گردنوں میں بھی
 پھندے ڈال دیے تھے، ہاتھ بھانگے گا کوئی امکان نہ رہے،
 جوڑی ہمارے قدم سست پڑتے سیاہی بری طرح لاتی تھی اور
 گھونٹے مارنے لگتے۔ جزیل پرستو رحایانی زبان میں انہیں یہ
 باتیں دے رہا تھا۔ بد قسمتی اور سوسنی کی بات یہ تھی کہ عدالت کو
 بھی نہیں بخشا گیا تھا اور اس کی کیفیت بھی دوسروں سے الگ
 نہیں تھی۔ ہم یہ ناقابل برداشت مصیبت جھیلے ہوئے آگے
 رھتے رہے اور گھٹے جنگلوں میں سے گذر کر مالو آ کر ایک دریا
 کے قریب پہنچ گئے، یہاں ٹھنڈی ہوا کے فرحت بخشی جھریوں
 درشتوں کے خوشگوار سایوں نے ہمارا استقبال کیا اور کچھ جان
 ہی جان آئی۔

دریا کے پار دوسرے کنارے پر ایک عجیب سی آبادی نظر
 رہی تھی، کچھ کچھ مخصوص طرز سے مکانات یہاں بکھرے ہوئے
 تھے۔ ہمارے دوستی گھبانوں نے دریا پر پانی پینے اور مندر چھونے
 اس لیے اجازت دے دی کہ دریا پر پانی کھی گری سے برا حال
 نا، لیکن انہوں نے ہماری گردنوں تک کے پھندے کھولنے کی
 زبرد محسوس نہیں کی تھی اور ہم سب نے ٹھنڈوں کے بل چمک
 رچ پالوں کی طرح دریا میں منڈ ڈال کر پانی پیا اور اس کے بعد
 وہیں دیر پاسے چلے۔

اس انوکھی بستی کے مکانات، جن کا طرز تعمیر بھی انوکھا ہی
 ما، کافی تعداد میں تھے۔ ہمیں ایک مکان کے برآمدے میں
 مارا گیا، وہ لوگ سٹھ گئے اور ہماری طرف اشارے کر کے
 گھنٹوں کرنے لگے، کرنل اسٹین نے گھنٹوں میں سر دوسے
 اٹھا ڈاکٹر ظاہر علی کڑخت نگاہوں سے انہیں گھور رہے تھے،
 اور بھارت سنگھ نے میری طرف رخ کر کے ہاتھ سے کہا۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیڑاں کے ہم اپنی زندگی کے سب سے بدترین
 وقت سے دوچار ہو گئے۔ یہ بہ نسبت اول تو ہماری زبان میں
 سمجھتے دوسرے ان کی کیفیت نیم یا گولوں کی نظر آتی ہے،
 حیرت کی بات یہ ہے کہ جزیل تک انگریزی زبان میں سمجھ پارہا،
 لیکن ہے اس نے ہلاک خوارہ جزیل کے پینے اپنے سینے پر سجھا
 لیے ہوں۔ اور اپنی قوت کے بل پر جزیل میں گیا ہو۔ ایسا ہی محسوس
 ہوتا ہے، لیکن اس صورت حال سے فٹنے کا نظارہ تو کوئی ذریعہ
 سمجھ میں نہیں آتا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ لوگ آپس میں صلح مشورے
 کرنے کے بعد ہماری طرف آئے اور چار آدمیوں نے ہمیں اشارے
 سے مکان کے اندر داخل ہونے کی ہدایت کی۔ ہم براہ کد سے
 سے اٹھ کر مکان کے اندر وئی تھے میں داخل ہو گئے، ایک بڑا سا
 ہال تھا جس کا فرش کھڑی کا بنا ہوا تھا اور بسوہ تختے ہمارے
 پیروں کے نیچے چیر رہے تھے، اس ہال میں تاریکی اور سنگین
 کی وجہ سے ایک نگار بوٹیوں کی ہوئی تھی ایک گوشے میں کھان پکوں
 کا فرش لگایا گیا تھا، ہمارے بدن کی رسیوں کو وہیں دیواروں میں
 ابھرے ہوئے کھونٹوں سے باندھ دیا گیا اور چوڑا زلو ہمیں اندر
 لے آئے تھے وہ دکھاں کے بستر پر جا کر بیٹھ گئے۔ گوید ہمارے
 مستقل نگران تھے۔

ہم بھی اس اولوں اور کھلیت وہ سفر کے بعد میری حالت کا
 شکار تھے، اس لیے ہم سے بیٹھانے گیا اور سب ہی کسی کسی طرح
 زمین پر لیٹ گئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بندھے ہوئے رہنے
 مسلسل ہماری پسیوں، کہنیوں اور کمر میں زخموں کی طرح چبھ رہے
 تھے۔ نجانے ہماری نگہانی کرنے والے ایک شخص کو کیا خیال آیا
 کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے
 لوگوں کو جی طلب کر کے کچھ کہا۔ وہ سب آگے بڑھے اور انہوں
 نے ہمارے جسموں سے یہ رستے دھیلے کر دیے۔

میں نے شکر گزارانہ لہجے سے ہدایت دینے والے کو
 دیکھا اور مسکرایا۔ اب ہماری آنکھیں کمرے کے نیم تاریک ہاتوں
 سے مانوس ہو چکی تھیں۔ ہم نے نگاہیں کھما کر ادھر ادھر دیکھا
 اس ہال نما کمرے میں کئی دیواروں اور فرش کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔
 نجاست کتنی بڑی گندمی، اس کے بعد چند آدمی باہر سے اندر آئے
 ان کے ہاتھوں میں لکڑی کے بیٹے ہوئے پیالے تھے، جس میں
 شاید چاول کا شورہ اور کسی جانور کے گوشت کی بوٹیاں تری تھیں۔
 یہ پیالے ہمیں نڈا کے طور پر پیش کیے گئے۔
 ڈاکٹر ظاہر علی اور کمزور بھارت سنگھ نے تو پیالوں میں سے
 کچھ نکال لیا لیکن میں نے، ندرت سے، سمہو تو را اور کرنل اسٹین نے،

سہ

اس میں جو کچھ بھی تھا، کھایا، کھانے کتنا وقت گزر گیا، ہمارے
گھرانے سپاہیوں نے گھنٹوں میں کمرے کے کھانے لینا شروع
کر دیے تھے، اور گہری نیند میں بیچ گئے تھے۔

کبھی کبھی وہ کوشش بھی بدل گئی تھی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ
منہ چلاتے ہوئے بڑھتے جاتے تھے، نجانے کتنی دیر گزر گئی،
تب ڈاکٹر ظاہر علی نے آہستہ سے کھک کمرے کے کان میں
سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ کیا ہم کوشش کر کے یہاں سے بھاگ
نہیں سکتے، اگر کوئی ایسی چیز مل جائے جس کے ذریعے رستوں
کو کاٹا جاسکے تو شاید اس میں مشکل نہ ہو؟

خدا کے لیے ڈاکٹر صاحب ایسی کوئی بات مت سوچیے
فرض کریں، اگر ہم ان کے بچھنے سے نکل بھی گئے تو جانیں گے
کیا۔ ان کی تعداد کا اندازہ لگا پایے آپ نے۔ چاروں طرف
پھیلے ہوئے ہیں اور فروزی نہیں ہے کہ سب سو رہے ہوں۔
یہ ہمیں پھر کیڑوں کے اور فرار کی اس کوشش کے نتیجے میں دوبارہ
ہماری جان بخشی نہیں کی جائے گی؟

ڈاکٹر ظاہر علی خاموش ہو گئے تھے۔ رات بچھنے لگا ہوا دن بھر
کی تھکن نے رنگ دکھایا اور سب کی گہری نیند میں مدد نہیں ہو گئی۔
اگرچہ ہمارے بدن کا پوز جو لوٹ کر رہا تھا، لیکن نیند کی صداقت پر
ایمان لانا پڑا اور پھر اسی وقت جاگے جب صبح ہو چکی تھی۔
ہمارے محافظ ہم سے پہلے جاگ چکے تھے اور سب تھول
ہماری نگرانی کر رہے تھے۔ صبح کو ہمیں اس مکان کی قید سے نکالا
گیا اور درختوں میں ضروریات زندگی سے فارغ ہونے کے لیے
چھوڑ دیا گیا، لیکن انہوں نے ہمارے رستے مضبوطی سے تمام
رکھے تھے۔

ڈاکٹر ظاہر علی کی سب سے بری حالت تھی، بھوک اور تھکتا ہوا
سے ان کے قدم ڈھکھڑا رہے تھے۔ میں نے انہیں جوش سے
کام لینے کی تلقین کی اور کہا کہ کسی نہ کسی طرح اسی مصیبت کا
محل نکال لیا جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو قابو میں
رکھیں!

ڈاکٹر ظاہر علی طنز پر انداز میں بولے۔ "جب ہمارے
ساتھ جان بوجھ کر یہ سب کچھ کیا گیا، تو پھر حل کی نکالا جاسکتا
ہے؟"

"آپ انحراف کر رہے ہیں، ڈاکٹر اور یہ بہتر نہیں ہو گا،
نہ ہمارے اور نہ آپ کے حق میں، ڈاکٹر ظاہر علی خاموش
ہو گئے۔ سمبوتورا اور ندرت کے چہروں پر گہرا سا ٹھٹھکا ہوا تھا۔
اس دوران انہوں نے کسی سے بھی گفتگو نہیں کی تھی۔ ضروریات
زندگی سے فراغت کے بعد میں واپس اسی مکان کے برآمدے

میں پہنچا دیا گیا اور ہمارے گھرانے ہمیں تاک کر بیٹھ گئے۔
تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامان میں سے گوشت کے
پارے اور پکڑی چیزیں ہمیں پیش کی گئیں، جن کا استعمال
ہمارے لیے ناگوار نہیں تھا۔ اس وقت میں نے مجبور کر کے
ڈاکٹر ظاہر علی کو شکر بھی کیا، تاکہ قہر سے کہیں وہ لہجے
ہی نہ ہو جائیں۔ میں نے آہستہ سے ان سے کہا "سمبوتورانے
فطرتاً ہی کہا تھا ڈاکٹر ظاہر علی، اگر ہمارے پاس ہتھیار ہوتے
تو شاید ان کا رویہ ہمارے ساتھ اتنا بہتر نہ ہوتا بلکہ ممکن ہے کہ ہم
میں سے شاید کوئی زندہ ہی نہیں ہوتا۔"

ڈاکٹر ظاہر علی نے گھور کر دیکھا، لیکن منہ سے کچھ
نہیں کہا تھا، سمبوتور کے سلسلے میں وہ مجھ سے شدید اختلاف
رکھتے تھے۔ لیکن میں اس بات پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ ظاہر ہے
سمبوتورا کو ان لوگوں سے زیادہ میں پہچانتا تھا۔

دو پہر کے تقریباً ڈیڑھ بجے کا وقت، جو گا جب میں سا
ایک الٹا منظر دیکھا۔ سمبوتورا اور ندرت دو نکلوانوں کو گھور رہے
تھے اور نکلوانوں کی تھکنیں اس طرح ساکت تھیں کہ وہ چلنا تاک
نہیں جھپک رہے تھے۔ وہ سموری لگا ہوں سے ان دونوں کو
دیکھ رہے تھے، یہ کھیل تقریباً آدھے گھنٹے تک جاری رہا اور
اس کے بعد ندرت کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
سمبوتورانے اب دوسرے آدمی کو نشانہ بنالیا تھا، کوئی اور ان
دونوں کی ان حرکات کی طرف متوجہ نہیں تھا، لیکن ان کا یہ کھیل
نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکا۔

وہ آگے اڑا دیتے، جو ہمارے گھرانے تھے اور انہوں ہی کی
کیفیت میں کچھ عجیب سی تبدیلی محسوس ہو رہی تھی، پورا دن اس
طرح گزر گیا میں سمجھ نہیں پایا تھا کچھ ندرت اور سمبوتورا اس ط
کیا مثل کر رہے ہیں۔ لیکن یہ ضرور اندازہ لگایا تھا کہ وہ اپنے
کارروائیوں میں ضرورت ہیں۔ رات کو ہمیں پھر اسی حال میں
میں دیا گیا۔ غدا بھی وہی گئی۔ نجانے وہ ہمارے بارے میں
سوج رہے تھے چلے گئے تھے۔ دن کو وہ آٹھوں گھرانے کو جمع
لے کر وہ پہر تک ہمارے ساتھ رہے تھے چلے گئے تھے۔
رات کو ان میں سے دو افراد باقی چھ افراد کے ساتھ ہماری گھرا
کے لیے اسی بال میں موجود تھے۔ اس وقت رات کے تقریباً
ساتھ گیارہ بجے تھے۔ ہم سب خاموشی اور بڑبڑائی کے
میں تختوں کی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے کہ دو دفعاً ایک عجیب
لگا ہوں کے ساتھ آیا اور افراد جو نکلوانے کرنے والوں میں تھا
شنا سنا تھے، دو دفعاً آجینا جگ سے اٹھے انہوں نے اپنے لباس
خیز کر لے اور پھر اپنے ہی ساتھیوں پر لوٹ پڑے۔ دو آدمی

ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ باقی چار سے دو ہشت زدہ ہو کر اٹھنے کی
کوشش کی لیکن ان پر حملہ دوران کے اپنے ہی ساتھی تھے، اس
لیے لوٹ کر رہ گئے اور اسی لوٹ کر ہٹ میں وہ بھی ان دونوں کا
خدار ہو گئے۔ ہم سب دہشت زدہ انداز میں چونک کر اٹھ بیٹھے
تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن میرا ذہن اب اس حقیقت
کو جان چکا تھا، پھر آدی اپنے ہی خون میں نہانے زمین پر پڑے
ہوئے تھے۔ باقی دونوں گھرانے برق رفتاری سے ہماری طرف
اٹے اور انہوں نے خون آلود ہاتھوں سے وہ درختیاں کاٹ دیں
جنہوں نے ہمارے جسموں پر زخم ڈال دیے تھے۔

یہ ڈاکٹر ظاہر علی کنویر پر جماتے ہوئے اور کرنل آسٹن کی
انہیں شدت حیرت سے بھی ہوئی تھیں لیکن سمبوتورا اور ندرت
جاتے تھے کہ وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں، تب انہوں نے
ہتھیاروں کی طرف اشارہ کیا اور سمبوتورانے بھرتی سے آگے بڑھ
کر رہے ہوئے افراد کے ہتھیار اٹھائے پھر دو دفعاً باہر ہونا ان
نازک شروع ہو گئی بری طرح شور مچنے لگا۔ لوگ بھاگنے دوڑنے
اور حلق پھاڑ پھاڑ کر نکل جاتے تھے، ادھر سے ادھر بھاگ
رہے تھے۔ خدا ہی بہتر جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا تھا، لیکن
ایادہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔

سمبوتورانے آہستہ سے کہا۔ "اساتے سے نہیں ہمیں بچلی
ست سے باہر نکلنا ہو گا؟"

ہم ہال سے باہر آگئے، وہ دونوں جاپانی بہتوں نے
ری ملا کی تھی دوڑتے ہوئے باہر نکل گئے تھے اور پھر شہ
ہول نے احاطے میں موجود تمام لوگوں کو فائرنگ کر کے ہلاک
دیا۔ ہم برق رفتاری سے بھاگتے ہوئے باہر نکل آئے تھے
پھر مشقی سمت کا چھوٹا سا احاطہ کو دکر ہم جنگل کی سمت بھاگے،
ماں بچوں اور سوکھے پھولوں کے ڈھیر میں آگ لگ گئی تھی، نکلے
ہی کر رہے تھے اور سپاریاں ان کے درمیان بھاگتے دوڑتے
راڑ رہے تھے۔ وہ جان بچانے کے لیے بری طرح بیچ رہے
نہ مشکل تمام ہم اس مقام سے دوڑ نکلے اور پھر سمبوتورا کی
مانا میں ایک سمت دوڑتے گئے کسی کو کسی سے کچھ پوچھنے
ہمت نہیں ہو رہی تھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا
اسے سب کے سب متحیرانہ انداز میں انہیں پھاڑے، سب
دکھش میں ضرورت تھی کہ یہاں سے دوڑ نکل جائیں، عقب
لگایاں چلنے کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں اور یہ خوف بھی تھا کہ
ہاں ان میں سے کسی کوئی کاٹھ ہماری سمت نہ ہو جائے،
انہیں دھمکیوں اور بارود کی پوری بھتی ہوئی اور ہتھیاروں کا
اڑ رہے تھے۔ نجانے کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم اس

آبادی کی سرحد کی طرف پہنچ گئے، یہاں ایک گہرا لیکن خشک نالہ
نظر آتا تھا۔ یہ جگہ چھینے اور ستانے کے لیے مناسب نظر
آتی تھی، پانچ پانچ ہم برق رفتاری سے اس میں کود گئے، ہماری زبانیں
باہر نکل ہوئی تھیں، سینہ دھوکہ مانی کا منہ چل رہا تھا، جب ذرا جان
میں جان آئی تو ہم نے ایک دوسرے کا جائزہ لیا۔ بدن جا بجا
فراخوں سے بھر گیا تھا، کرنل آسٹن کی ناک سے خون بہ رہا تھا،
ندرت کے رخسار پر ایک گہری گہر کھینچ گئی تھی جس سے ٹوٹی رہی
ہا تھا۔ جس کھالی میں ہم کودے تھے وہاں دہلی زلزلہ تھی جس کا
ہمیں کوئی نہ بھلا حساس ہوا تھا، لیکن دو دفعاً کرنل آسٹن کے
منہ سے ایک کرناک بیچ نکل گئی۔ اور وہ اچھل کر کنویر پر جمات
سنگے کے اوپر جا پڑا۔ ابھی اس کے چھینے کی وجہ سمجھ میں نہیں
آتی تھی کہ ڈاکٹر ظاہر علی کے حلق سے ایک کریمہ آواز نکل اور پھر
انگے ٹپے ٹپے بھجے، بھجے، بھجے، بھجے، بھجے، بھجے، بھجے، بھجے،
سی جھپٹن محسوس ہوئی۔ میں نے ایک دم اندازہ لگانے کے لیے
کر یہ کچھ کیسی ہے، اتنے ہیچے ڈالا تو اپنی بیچ نہیں روک سکا
تھا، وہ دو دو تین تین ایچ لگی بری مڑی لنگ کی جو تھکنیں جو ہمارے
بدن کے کھلے ہوئے ہتھوں اور گردن سے چوٹ گئی تھیں، ہم
دیوانوں کی طرح ان ہونٹوں کو اپنے بدن سے جدا کرنے کی کوشش
کرنے لگے لیکن وہ ہمارے جسموں میں اس طرح پیوست ہو
گئی تھیں کہ بیان سے باہر ہے۔ جب ہم نہیں چھینتے تو وہ بڑ
کی طرح لگی ہو جاتی ہیں، لیکن ہماری کھال سے الگ نہ ہو جاتا تھا
انہوں نے نجانے ہمارے جسموں سے کتنا خون چوس لیا اور کھول
کر مٹی ہو گئیں۔ اس کے بعد خود بخود انہوں نے ہمارا گوشہ
چھو ڈیا اور نجانے کس طرح ہم کرتے پڑے، اس خط ناک نالے
سے باہر نکلنے کے مشرقی اقب پر صبح کا زب کا حذر کا صبح صادق
میں تبدیل ہو رہا تھا۔ ہم گھنٹی بھاریوں میں راستہ بناتے ہوئے
آگے بڑھتے رہے۔ جنگل کی زندگی آہستہ آہستہ بیلار ہو رہی تھی۔
تھوڑی دیر کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ درختوں پر بے شمار بندر
ہمارے ساتھ سفر کر رہے ہیں، دو دفعاً انہوں نے بیچ بیچ کر
جنگل سر پر اٹھالیا، کتا ہرے ہم اس بات سے لاعلم تھے کہ ادھر
کے جنگل بندروں سے بھرے پڑے ہیں۔ اگرچہ یہ بندر دو دفعہ ہمت
میں ختم اور کسی قدر سرمنی ماہل تھے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے
خاصے تو خوار ہیں، جب انہوں نے دیکھا کہ ہم کس طرح جواب
نہیں دے رہے تو وہ شاخوں پر اچھل پھل کر اوتار نکلے، نالے اور
ہمیں دھمکانے کی کوشش کرنے لگے اور اسی وقت جنگل ایک باقی
کی جنگل ڈھسے اڑ رہا گیا۔ ہمارے دائیں جانب ایک اونچا پھاڑی
ٹیل تھا، باقی کی آواز ہمیں اپنی بائیں سمت سے سنائی دی تھی۔

چنانچہ دوست زدہ ہو کر ہم نے تماشا دوائیں جانیں اس لیے کی طرف بھاگے سا بھی ہم اس لیے سے ہی اس کو زدہ رہی تھے کہ ایک بندرہ سولہ فٹ اونچا ہاتھی درختوں کی شاخیں توڑا اور بھاریوں کو چیرا پھاڑا اور نودار ہوا، اس کی سوز ہوا میں لہری تھی اور اس کے کان بٹھکے کی مانند حرکت کر رہے تھے۔ ہاتھی نے میں دیکھ لیا اور اپنی رفتار تیز کر دی میرا خیال تھا کہ کوئی پانگ ہاتھی ہے کیونکہ وہ بڑی طرح چٹکھا مڑا تھا اور اس کے پیروں کی دھمک سے بچی زمین بری طرح ہل رہی تھی۔

دو فٹا سمبو توڑنے سے چٹخ کر گیا۔ ٹیلے پر پہنچنے کی کوشش کو وہ نہ دیکھا ہاتھی ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ٹیلے اب اگلے سلسلے نظر آ رہا تھا لیکن ہم نے فاصلے کا اندازہ غلط لگا لیا تھا۔ ٹیلے تک پہنچنے جوئے میں کافی وقت صرف ہو گیا۔ ہر طور اس تک پہنچنا ضروری تھا کیونکہ اسی طرح ہاتھی سے جان بچ سکتی تھی۔ پیچھے مڑ کر دیکھتے تو ہاتھی برابر فضا میں سوڑا ٹھکانے چٹکھا مڑا ہوا ہمارے تاقب میں دوڑتا نظر آتا۔ خلا خدا کر کے وہ سختی طیلہ قریب آیا اور جتنے مشکل تمام اس پر بڑھ کر نہا لیا، ہاتھی ٹیلے پر نہیں بڑھ سکتا تھا۔ وہ اپنا اونچی سوڑا ٹھکانے میں لیٹ میں لینے کی کوشش کرتا رہا لیکن ہم اس کی پہنچ سے ہا ہر تھک چھوڑنا کرن ل آسن ہی کو خیال آیا وہ پھتار کر ہمیں دیے گئے تھے

ہمارے ہاتھوں میں ہی تھے لیکن ان کے استعمال کا خیال ہی نہیں آیا تھا کرن آسن نے ٹیلے کے لوہ کھڑے ہو کر ہاتھیں پکڑی ہوئی داخل سینچا اور یکے بعد دیگرے تین غار کر دیے تینوں کو لیاں ہاتھی کے سر میں بھی تھیں اور وہ بلند بالا خونخاک ہاتھی زمین پر ٹھہر ہو گیا۔ نیچے گرنے کے بعد اس کے بدن میں ذرا بھی جنبش نہیں ہوئی تھی کرن آسن کے اس کارنامے پر سب نے تحسین آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا تھا لیکن ہر حالت

جو کوئی تھی اسے خرابی جانتا تھا۔ اس جھاک دوڑ میں کافی ایلا چیل گیا تھا لیکن جنگل کے اندر ہی تھے میں ابھی آدھی رات کا سماں تھا۔ ہمیں اپنے جسموں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ جو کون نے اس خند خون چوسا تھا کہ لوں محسوس ہوتا تھا جیسے ساڑھن خون سے خالی ہو گیا ہے۔ جس جگہ جو تھک چلی تھیں وہاں ابھی تک انگارے دیک رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے گرم گرم سوئیاں بدن میں گھسی ہوئی ہوں۔ ڈاکٹر ٹھا بریل کا چہرہ بالکل سفید ہو گیا تھا۔

ہم ٹیلے پر نکلے اور ڈاکٹر ایسی جگہ تلاش کرنے لگے جہاں اس نعمت سے پہنچنے کے لیے لیٹ جائیں اور اس کے بعد ہم مزدوروں کی طرح جیلے جیلے لیٹ گئے۔ بندروں کی آواز سنیں

جنگل کے اندر کوئی بڑی نہیں تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس سمت سے آمد وقت نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم نکلے اور ڈاڑھے ہونے آگے بڑھنے لگے۔ کجھت بندروں نے ہمیں بلکہ کجھ غل غلی ہاتھی شروع کر دیا تھا۔ چھاڑوں کے درمیان ایک قدرتی سرنگ نظر آئی اور ہم لوگ فیصلہ کر کے سرنگ میں داخل ہو گئے۔ چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ دفعتاً کونور پر بھات سنگھ نے دونوں ہاتھ پھیلا کر ہمیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔ "ایسا بات ہے کونور؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے یہاں کسی شہر کی کچا رہا ہے، وہ دیکھو نرم زمیں پر دوڑنے کے پتھروں کے تازہ نشان نے ہونے ہیں۔" لٹا ہے وہ ۱۵۰ فٹ دوری دیر پہلے یہاں سے گذرا ہے۔ کونور پر بھات سنگھ شکاری آدمی تھا اور یہ بات ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔ یہ چیز اس کی نگاہ میں ہی دیکھ سکتی تھیں۔ سب نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہتھیار سنبھال لیے لیکن ہم پر دو ہشت ظاری ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں شاید سمبو توڑا بھی کچھ نہیں کر سکا تھا کونور پر بھات سنگھ نے سفید لہجے میں کہا۔ "ہمیں اس راستے سے نہیں جانا چاہیے لہذا ایسا نہ ہو کسی نئی نصیحت میں پھنس جائیں"

دو فٹ آسن کی بھاریاں ہمیں اور ہمارے قدم رک گئے۔ ان کے سر سے سبز رنگا ہوں سے دور سے کی گئی ہی جھلک دکھائی تھی۔ ہمارے ہاتھوں میں دیکھا ہوا تھا کونور پر بھات سنگھ اپنی جارحانہ جملہ سے دیکھتا رہا اور پھر سرگوشی کے انداز میں بولا۔ "غالباً اس کا پتہ ہزار ہا ہے، اور اب یہ اپنے ممکن میں آرام کر رہا ہے۔ ہر شہر ہے اگر ہم نے اسے چھڑا تو بہت خطرناک ثابت ہو گا، بہتر ہے کہ وہ پاؤں آگے بڑھو" "اور اگر یہ تھلا اور ہوا تو؟"

"فکر نہ کرو میں داخل سینچا لے ہونے ہوں میرا رخ ہی کی سمت لگاؤ قدرت کو ہم نے درمیان میں لے لیا تھا۔ یہاں سمبو توڑا کی ابھی شاید چھاب سے گئی تھیں چونکہ وہ بھی بہت زیادہ تھا۔ فیدہ نظر آتا تھا۔ بسیت نامک خاموشی بھائی ہوئی تھی۔ ہم لوگ دل کی دھڑکنیں کالوں میں محسوس کر رہے تھے۔ ایک ایک قدم سب چوک کر ٹھکا جا رہا تھا۔ غل چھانے والے خونخاک بندرہ فتن یہاں سے دو چکر ہو گئے تھے۔ ہم آگے بڑھتے رہے پر بھات سنگھ کے کہنے کے مطابق تیز تر نہ ہونے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ کے بادشاہ کے بارے میں بے شمار کہانیاں سنیں تھیں پھلا تو ختھار کیں نے اس کا طوط دیکھا تھا۔ اس کے حلق کی ہلکی ٹھہریں میں مزدور کی ہی تھیں لیکن اس نے سنا تھا کہ جملہ نکی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر ہم اس سے کافی دور نکل آئے۔

تب کونور پر بھات سنگھ نے سکون کی گہری سانس لی اور سرگوشیوں سے ہماری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہ بر شہر ہی کی کھوسیت ہے۔ وہ جنگل کے چھوڑے جانوروں کی طرح ہر وقت کسی تاک میں نہیں رہتا، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا جو حالت ہم سب کی تھی وہ کہنے کے قابل نہیں تھی ایک لفظ بولتے تو ان محسوس ہوتا جیسے دوسرے پراسان کر رہے ہوں۔ آگے جا جنگل گذرے ہوئے علاقے سے بھی کہیں زیادہ گھنا تھا۔ درخت ایک دوسرے میں پیوست تھے اور ان کی شاخیں آپس میں اتنی جڑی ہوئی تھیں کہ روئی کی دوڑتی بہت مشکل سے جنگل کے اندر پہنچ پانی تھی۔ ہم ان کے نیچے پہنچے تو خاصا انداز محسوس ہوا بڑھے رہے تھے۔ یوں لگا تھا جیسے حدیوں سے پھٹتی ہوئی دو میں ہوں جو سکون کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ راستے میں جگہ جگہ پتھروں کی لید بڑی ہوئی تھی اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ جنگل کے اس حصے میں ہاتھیوں کی کثرت ہے۔ مختلف مقامات پر جانور کی گلی مڑی ڈھان اور تین بھی بڑی نظر آئی تھیں۔ وہی کا وقت تھا لیکن پتھروں کی اتنی بہت تھی کہ خدا کی تانہ، مغلوب آب و ہوا کے باعث ان کے بادل ایک جگہ سے اٹھتے اور دوسری طرف جاتے دکھائی دے رہے تھے۔

نجانے کتنا فاصلہ اسی طرح طے ہوا۔ اس کے بعد فضا میں تبدیلی رونما ہونے لگی، ہم جنگل کے اس انتہائی دشوار گزار اور گھنے حصے سے بچ کر دو عاقبت نکل آئے تھے۔ ہوا میں نمی تھی جس سے ہر اندازہ لگنے میں دشواری نہ ہوئی کہ کوئی دریا جنگل کے بالکل قریب ہے۔ ابھی ہم بہتر روی سے آگے ہی بڑھے رہے تھے کہ ایک کھلا میدان دکھائی دیا اور اس طرف سرسبز پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جو شمال سے جنوب کی طرف تاحندہ پھیلا ہوا تھا۔ سرسبز پہاڑوں کے کس طویل سلسلے کو دیکھ کر میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اس کے دوری طرف دیکھتی آیا ہو۔ میں نے تحسین نگاہوں سے سمجھوڑا کی طرف دیکھا کہ شاید وہ اس کا انکشاف کرے۔ لیکن سمبو توڑا اب چہرہ ہٹا تھا اور پھر اس کی پر اسرار آواز نا جھری۔ گولانی ہم پتھروں کے زونے میں آچکے ہیں۔ بڑے سنسنی خیز الفاظ تھے۔ میں نے تیراں نگاہوں سے سمبو توڑا کو دیکھا پھر دو دور تک بٹھک دوڑا۔ لیکن ہمیں ہمارے علاوہ اور کسی ڈھاروں کا نام و نشان نہ تھا۔ "یہ تم کس بنیاد پر پتھا میں ہی سنا تھی کہ پاپا یا تھا کہ ایک گولی سنائی ہوئی آدمی کو میرے بالوں کو چھوئی گئی تھی۔ کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پاپا یا تھا کہ دوسری اور تیسری گولی بھی جلد ہی سب زمیں

پراوند سے منتر پڑھے۔

میدان میں کہیں سے بھی کوئی حرکت نہیں محسوس ہوئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ گولیاں کہاں سے چل رہی ہیں، میں ہتھیار پھیلے ہی پھینک چکے تھے۔ اس لیے معانے کا کوئی سوال نہیں پتلا ہوتا تھا۔ پہلے تو یہی پتا چل جانے کا گولیاں چلانے والے کون ہیں۔ پتا چل گیا۔ وہ لوگ زمین سے برآمد ہونے تھے۔ مہارت زمین سے ساجھ سے تھے ناقابل یقین بات تھی لیکن آنکھوں کے سامنے ایسا ہوا تھا۔ ان کی تعداد ساٹھ ستر کے قریب تھی اور وہی کجمنت سپاری تھے۔ ان کا زمین سے نکلنا سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

ان کی ان میں وہ ہمارے سروں پر پہنچ گئے اور پھر انہوں نے ٹھوکروں سے ہماری تواضع شروع کر دی۔ ایک زوردار ٹھوکہ میری پسلی پر پڑی اور میں الٹ کر سیدھا ہو گیا۔ سب ہی کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ انہوں نے ہمیں گریبان سے پکڑ کر کھرا کر دیا۔ اجنبی جیسے تھے لیکن سب کی آنکھوں میں شیطیت نمایاں تھی۔

دوسرا کہتا ہے۔

"خدا فارت کرے میری پسلیاں تو لوگوں نے نرگزل آسنن رو پاسی آوا زمین بولا اور انگریزی میں انہیں مسلل کہا گیا دینے لگا۔ انہوں نے ہمیں ایک لائی میں کھڑا کیا اور پھر ہاتھوں میں کڑی ہوئی گنتوں سے بڑھ کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ لیکن یہ سرفرواہی کا نہیں تھا بلکہ وہ ہمیں داسن کوہ کی طرف لے جا رہے تھے۔ انہوں نے ہمارے ہاتھ پکڑ کر سروں پر رکھ دیے تھے اور اب سب اسی طرح آگے کا سفر کر رہے تھے۔ کسی کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا اور سب خاموشی سے آگے بڑھتے رہے۔ خودی دور چل کر ان کے زمین سے برآمد ہونے کا ہنجر بھی صل۔ وگیا۔ انہوں نے نہایت صفائی سے زمین میں گڑھے کھودے ہوئے تھے اور وہ سب ہمارے اس میدان میں داخل ہونے سے قبل ہی اپنے پورے بدن حال کر بیٹھ گئے تھے۔ غالباً انہیں ہمارے اس طرف آنے کی اطلاع ملی چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان آنکھوں میں ہم انہیں نزدیک سے کھرا چانک ہی انہوں نے ہم پر فائرنگ کر دی۔ بہر طور اب یہ ساری باتیں سوچنا بے مقصد تھا۔ ہم ایک بار پھر جنسن چکے تھے۔ ایک ٹھنڈے کے جان لیوا سفر کے بعد ہم میدان کے اتھری سر سے پر پہنچے اور ان پہاڑوں کے داسی میں ہمیں چھوٹے رنگ کی چھوڑیوں کا ایک شہر نظر آیا۔ ساریوں کے باسے میں اب تک جواطلاعات تھیں وہ بھی تھیں کہ وہ جاپان کے جھٹکے ہوئے فوجی ہیں لیکن اس آبادی کو دیکھ کر شدید حیرت ہوئی تھی۔

کیونکہ یہاں خودی اور پیچھے ہی موجود تھے۔ ہم ان کے درمیان پہنچے تو وہ سب اپنی اپنی ہتھیاریوں سے نکل سٹے۔ اور انہوں نے ہمیں دیکھ کر عجیب سے اعزاز میں اچھل کرنا شروع کر دیا جیسے پہلی بار انہوں نے اس قسم کے انسانوں کو دیکھا ہو۔ ہمیں گرفتار کر کے لانے والے بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ وہ ہمیں ایک وسیع بچہ دہری میں لے گئے اعزاز باطن دلایا ہی تھا جس سے ہم ایک بار غصٹ چکے تھے۔

چھوڑنے کے اندھکاس جھوس کا فریض تھا۔ انہوں نے ہمیں اس فریض پر حکیل دیا لیکن شکر ہے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں باندھنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ راستے میں ان کیمتوں بنا بار بار انفلوں کے بیٹ ہمارے جسموں پر باسے تھے۔ ٹھنڈے سب سے زیادہ فکر ندرت اور کرل آسنن کی تھی۔ ان کیمتوں نے اس سے پہلے بھی ندرت کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا تو اور اب بھی ان کی یہی کیفیت تھی۔ ہمیں چھوڑنے میں چھوڑ کر دیا ہر چلنے کے تو ڈاکڑا ہر چلے آہستہ سے بولا۔

"ان کیمتوں نے اور جو کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو، لیکن دوسرا جنگ عظیم میں استعمال ہونے والے ہتھیار ہی اصطلاح سے رکھے ہیں، کیا خیال ہے کرل انہیں اس کے بعد تو ہتھیار منسلک ہوں گے۔ آنا بڑا ذخیرہ ہے کہ وہ آج تک یہاں موجود ہیں اگر وہ چاہتے تو اپنے وطن کی طرف روانہ ہو سکتے تھے، ہرگز آہستہ تو پسلیوں کے درد ہی سے پریشان تھا۔ ڈاکڑا ہر چلے بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شام کے سلسلے گہرے ہوتے جا رہے تھے، ندرت اور سمبوتورا مسلسل خاموشی تھے۔ گوئین ان کے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا۔ ان تمام حالات میں وہ قطع طور پر بے تعلق تھا اور کسی بھی طرح اس بات اظہار نہیں ہوتا تھا کہ ان واقعات کا ذرا بھی اس کے ذہن کوئی اثر ہے۔ گو یا اس کی ذہنی حالت جوں کی توں تھی۔ کونو بڑھ سکتے چند لمحات کے بعد کہا۔

"یہ تصور تو کیا جا سکتا ہے کہ سب سے کسی جاپانی ٹورٹ فوجی ہیں۔ لیکن یہ تو میں میرا خیال ہے پہلی آبادی میں ہم کسی صورت کی شکل نہیں دیکھی تھی، کونو بڑھتے کیونکہ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اسی لیے سمبوتورا کو اس کی بات جواب دینا پڑا۔

"یہ تو میں معافی میں ہے"

"کیا مطلب ہے"

"مطلب یہ کہ ان لوگوں نے آس پاس کے قبائل ان ٹورٹوں کو حاصل کیا ہو گا"

"اگر یہ بات ہے تو پھر ان لوگوں کو ان کی ضرورت کیوں نہیں محسوس ہوئی جن کی قید میں ہم پہلے تھے"

"یہ میں نہیں جانتا۔ ممکن ہے کہ عورتوں کی نرگزل کیمت ہوں اور انہوں نے انہیں اس انتہائی ہتھرت میں رکھا ہو، سمبوتورا نے جواب دیا۔ یہ بات سمجھ میں آتی تھی۔ بہر طور ان کی قید میں دوبارہ آنے کے بعد صورت حال کافی تکلیف دہ ہو گئی تھی۔ کیونکہ اب جسموں میں آہستہ آہستہ نہیں تھی کہ کوئی شدید درد جہاں جا سکے۔ رات ہو گئی، باہر سے ہلکی ہلکی روشنیاں چھین رہی تھیں، ہمیں کا مطلب تھا کہ انہوں نے ہستی میں درخشی کا کوئی انتظام لکھا تھا۔ کتوں کے چھوٹے اور گڈیروں کے چلانے کی آواز میں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں ان جانوروں کی بہتات ہے۔ رات بھلا سونے کے لیے کہاں تھی۔ ہم کو کبھی بائیں کرنے لگتے، کبھی اونگھ جاتے۔ پھر سے داروں کے چلنے سے قدموں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ایک لمحے کے لیے ہماری طرف سے غافل نہیں ہوتے ہیں۔ کافی دیر سے کل خاموشی بھائی ہوئی تھی۔ میں نے سمبوتورا کو مخاطب کیا۔

"کوئی نہیں جانتا سمبوتورا، لیکن مجھے یہ بات معلوم ہے کہ تم نے کسی طرح ان آٹھ آدمیوں کو اپنی مدد پر آمادہ کیا کیونکہ سمبوتورا نے نگاہیں گھما رکھے دیکھا اور پھر میری گوشی کے اعزاز میں بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھ چکے ہو گے۔ لیکن بہتر ہے کہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرو"

"یقیناً سمبوتورا سب کیا پروگرام ہے؟"

"بار بار اس قسم کی سمبوتورائیں جہاں نہیں ہوئیں۔ ہاں اگر موقع ملا تو شاید میں اس سلسلے میں کچھ کر سکوں، سمبوتورا نے جواب دیا۔ جنگی فریضوں کے چلانے کی آوازیں کانوں میں آئی گئیں۔ اور ہمیں علم ہو گیا کہ صبح جو کئی ہے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھوکے تیز ہو گئے اور انہوں نے ہمیں تھک تھک کر سنانا شروع کر دیا۔ تعلقت نیندا رہی تھی، لیکن ہم جانتے تھے کہ ہمیں سونے کا وقت نہیں ملے گا۔ یہ حماقت کی بات تھی اور چند لمحات کے بعد اس کا اعزاز بھی ہو گیا۔

یہ لوگ انفلوں سے مسلح وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اپنی زبان میں ہمیں دہاں سے باہر نکلنے کے لیے کہا اور ہم ایک ایک کر کے باہر نکل آئے۔ ہمارے بدن بالکل ہی بے تحمل تھے، اور پیروں سے وحشت ناپک رہی تھی۔ وہ لوگ ہمیں لیے ہوئے ایک اور چھوڑنے کے سامنے آئے اور پھر ہمیں شافوں پر نذر نالی ڈال کر زمین پر بٹھا دیا گیا۔ اس کے بعد کیلوں کے پتوں پر ایک عجیب قسم کی تکراری کاسان اور ڈونوئی روٹیاں

ہمیں پیش کی گئیں، کوئی ایسی چیز تھیں جس کے کھانے میں کوئی عار ہو۔ چنانچہ ہم نے بیٹھ کا ذرخ بھر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں ایک ایک پیالہ پانی دیا اور ہماری حالت کوئی قدر بہتر ہو گئی۔

اس کے بعد تقریباً پندرہ آدمی انفلوں سے مسلح ہمیں لے کر چل پڑے۔ چھوڑنے کے اس شہر سے نکلنے کے بعد پانی پینے کی ہلکی ہلکی آواز صاف سنائی دینے لگی تھی اور جب ایک چھوٹے سے پیالہ کیلوں کے سلسلے کے دوسرے جانب گھومے تو ہمیں ایک دریا نظر آیا۔ پھر شور و مہارت رفاہی سے رہا تھا اور اس کے کناروں پر تقریباً ایک درجن کشتیاں کھڑی ہو گئے۔ کھانے کی دہری تھیں۔ یہ درختوں کے تنے گھونکنے کے لیے بنائی گئی تھیں، ہر کشتی کوئی پندرہ فٹ لمبی اور تین فٹ چوڑی ہوگی۔ ہمیں ایک کشتی میں بیٹھا دیا گیا اور کئی کشتیاں ہمارے پیچھے سفر کرنے لگیں۔

غالباً وہ ہمیں یہاں سے کہیں دور لے جا رہے تھے۔ اس جگہ دریا کا پانی کوئی پچاس گز چوڑا ہو گا اور دیالی کا پندرہ فٹ زیادہ تیز بھی نہیں تھا۔ چنانچہ چوڑوں کی مدد سے کشتیاں چلائی جا رہی تھیں، اور گوروا کے کناروں پر گھنٹا بھنگل تھا جس کی دہر سے سمت کا اندازہ لگانے میں بھی دشواری پیش آرہی تھی۔ پھر ہر سمت کا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، ہم تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہماری نئی منزل کون سی ہوگی؟

سورج نکل آیا تھا اور جنگل پر چھائی ہوئی گہر چھٹنے لگی تھی، فضا میں گری بڑھتی جا رہی تھی۔ اس وقت تقریباً صبح کے ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے کہ کشتیاں کنارے کی طرف رخ کرنے لگیں اور خودی کے بعد ہمیں کنارے پر آنا دیا گیا۔ بظاہر یہاں جنگل ہی نظر آتا تھا۔ وہ لوگ ہمیں لے ہوئے جنگل کے اندر وہی حصے کی جانب چل پڑے اور تقریباً چار یا پانچ میل کا ایک اور پڑھت سمر کار پڑا۔ اور اس کے بعد ہم چند چھوڑیوں کی ایک اور چھوٹی سی ہستی میں داخل ہو گئے۔

لیکن ان چھوڑیوں کے درمیان ایک مکان بھی نظر آ رہا تھا جو یہی تھی سے ہی بنا یا گیا تھا۔ مکان کے سامنے ایک وسیع و عریض احاطہ تھا جس میں شاہ دریا کے کنارے سے ہموار پتھر لاکھائے گئے تھے۔ ماس احاطے میں ہمیں کھرا کر دیا گیا اور ہمیں لانے والے پندرہ افراد احاطے کے مختلف حصوں میں ہم سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر کھڑے ہو گئے، ان میں سے ایک شخص اندھ جلا گیا تھا۔ خودی کے بعد وہ جس آدمی کے ساتھ برآمد ہوا، وہ ایک ٹھنڈے ہوئے بدن کا طویل القامت آدمی تھا۔ اور دلچسپ بات یہ تھی کہ اس کے جسم پر پوری فوج وردی تھی۔

جو تھی تو اس کے بدن پر شگ یکن کہیں سے چھٹی ہوئی نہیں تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سیاروں میں یہ شخص سب سے نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اس کی چھوٹی چھوٹی جھلکدار آنکھیں ہم پر بھی ہوتی تھیں۔ چند لمحات کے بعد وہ ہمارے قریب پہنچ گیا اور نہایت جارحانہ انداز میں اس نے ہم میں سے ایک ایک کی شکل اپنی طرف موڑ کر دیکھی۔ ندرت کے قریب پہنچ کر وہ رکا اور اس کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک رکھ کر کہنے لگی۔ اس نے چند لمحات ندرت پر نگاہیں جمائے رکھی اور پھر جب اس کی آواز ابھری تو ہم سب متحیر ہو گئے۔ وہ انگریزی بول رہا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم لوگوں کو تعلق نہ تو اتنی ہی فوجوں سے ہے اور نہ ہی تم جاسوس وغیرہ معلوم ہوتے ہو، کیونکہ تم سننے ہو پنا سے، انگریزی بولتے دیکھ کر کرنل آسٹن ایک دم آگے بڑھا۔ یقیناً فیسر یقیناً ہم لوگ صرف سیاح ہیں جو تبت کے ان پراسرار علاقوں کی سیاحت کے لیے نکلے تھے۔ ہم انتہائی معذرت خواہ ہیں کہ ہم تمہارے علاقے کی طرف آئے، ہمکے ہاتھوں تمہارے ایک بھی آدمی کو نقصان نہیں پہنچا اور نہ ہی ہم اس کا ارادہ رکھتے تھے۔ ہمیں یقین ہے آفسیئر تم ہمارے ساتھ بہتر سلوک کرو گے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں کیوں نہیں،" اس نے کہا اور تقہر لگا کر ہنس پڑا۔ پھر اس نے جاپانی زبان میں اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا اور وہ لوگ آگے بڑھ آئے۔ یہ دیکھ کر میرے رگ و پے میں جھلیاں مچ دیں اور کئی تھیں کہ آئے والوں نے ندرت کو حلقے میں لے لیا تھا اور پھر اُسے بازوؤں سے پکڑ کر اس کے مکان کی طرف لے جانے لگے تھے۔ میرے بدن میں تشنج سا پیدا ہوا تو سمبوتورا آہستہ سے بولا۔

"میں گوزالی، خود کو تالو میں رکھو، میں ایک دم سنبھل گیا۔ جاپانی آفسیئر نے ایک طرف رخ کر کے کہا۔ مسیحاں تم آرام سے یہاں قیام کرو، کہو نہیں ہر سہولت جیسا کی جائے گی، ہم ہمارے جہان ہو۔"

"لیکن ہماری اس ساتھی لڑکی کو لے ڈاکٹر طاہر علی بولے بغیر نہیں رہ سکے۔"

"نہیں اب وہ تمہاری ساتھی نہیں بلکہ میری ساتھی ہے۔ اس کی طرف سے مطمئن رہو، ایک بار پھر پھر جینوں سلامتی ہوا تھا لیکن سمبوتورا کی آنکھیں جھج جھج ہوئی تھیں، ہمیں اس جگے مکان کے حلقے حصے میں ایک چھوٹی سی مشین لگا دیا گیا۔ میں نے بے چینی سے سمبوتورا سے کہا۔

"ندرت ان لوگوں کے چکر میں پھنس گئی ہے۔ مجھے اس

شخص کی آنکھوں میں۔"

"گوزالی، ندرت کو عمومی شخصیت سمجھنا چھوڑ دو، تم پہلے بھی اس کا تجربہ کر چکے ہو، ہاں میں مجھے یہ نظر ہے کہ کہیں اس کا جاپانی افسر کا قتل ہمارے لیے انھیں کا باعث نہیں بنے۔ سمبوتورا نے ان الفاظ میں اتنا اعتماد دیا کہ میری زبان بند ہو گئی۔ واقعی ندرت عمومی شخصیت نہیں تھی اور یقیناً اس جاپانی افسر کو سنبھال سکتی تھی۔

وقت پھر گزرنے لگا۔ یہ یقینی کی کیفیت تھامنے کے بعد وہاں پر مسلط تھی اور یوں محسوس ہوتے لگے تھا جیسے یہی ہنگامے زندگی ہی گئے ہوں اور اس جلد جہد کی انتہا بھی موت ہو۔ طاہر علی نے اس کا اظہار کر ہی دیا۔

"مسیحاں تم کبھی وہ طبعی نہ پہنچ پائیں گی۔"

"آپ لوگ تو خود بخود دینی کے نقشے ترتیب دے کر بیٹھے تھے، ڈاکٹر کی آپ کا خیال تھا کہ کہا سرتے نکلیں گے تو سیدھے دینی میں داخل ہو جائیں گے۔ راستے کی ان سمبوتورا کے بارے میں آپ کو کچھ نہیں معلوم تھا۔ آپ ہماری رہنمائی کیوں نہیں کرتے؟ سمبوتورا نے کہا۔ اس کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا اس لیے طاہر علی خاموش ہو گئے۔

"مجھے تو عجیب ہے کہ یہ ایسے خاصے لوگ جانور کیسے آگے آکر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتے تو کامیاب ہو سکتے تھے یا کرنل آسٹن نے کہا۔

"آپ بھی تو خود ہی میں کرنل آسٹن سے دریافت کر لیں کہ اجاری فوجی سے مل کر اسے واقعی خوشی ہو گی، سمبوتورا پر حیرت سے نے طنز سے انداز میں کہا۔ اور کرنل آسٹن کا رنگ فق ہو گیا۔

"اودہ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ اس سے بہتر سے کہا کافی وقت گذر گیا۔ میں ندرت کے لیے سخت پریشان لیکن اس وقت بائبل بے بسی تھا۔ وقتاً سمبوتورا اپنی فکر سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ ہم نے چونک کر اسے دیکھ لیکن کوئی کچھ نہ سمبوتورا تقریباً بندہ منٹ کے بعد واپس آکر اپنی جگہ بیٹھا۔ اس نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ سب بڑا دلچسپی سے غار کی تھوڑی دیر کے بعد سمبوتورا نے میرے سامنے سر گونگی کی۔

"ندرت بائبل خیریت سے ہے۔ اور اس نے کہا افسر کے لیے بالکل فکر مند نہ ہوا جلے گا۔

میں نے چونک کر سمبوتورا کو دیکھا تو وہ جلدی سے بولے۔

"ہاں ہمارے درمیان مسلسل ذہنی رابطہ ہے۔"

"خدا کا شاہ ہے میں اس کے لیے واقعی پریشان تھی۔ یہ سمبوتورا کی کیا کیا جانے گی۔"

"یہ رات اس طرف گزارنی ہوگی۔ تم آرام کرو۔"

"مطلب؟"

"کل صبح ہمیں کچھ جدوجہد کرنا ہوگی۔ میں نے بہت فور کیا ہے اس مسئلے کا کوئی اور حل نہیں ہمارے پاس۔"

"ہاں سمبوتورا۔ اب ذہن پرکاش سوار ہو گئی ہے تمہارا یا خیال ہے یہ لوگ ہمارا چاروازیں گے۔ بالآخر یہ ہمیں قتل دیں گے اور اس بے بسی کی موت؟"

"اس کا تصور بھی دل میں نہ لانا گوزالی۔ ہم اتنے بے بس ہی نہیں ہیں۔"

"کیا ہے ہمارے بس میں؟"

"بہت کچھ گوزالی۔ بہت کچھ۔ حالات خود ہی کوئی بہتر رخ بننا رہتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ۔"

"وہ کیا؟"

"میں نے سوال کیا۔ اور سمبوتورا تو صبح میں دب گیا چر بولا۔

"آؤ ذری فیصلہ نہیں کر سکا۔ اس لیے نہیں نہیں بتا سکتا سمبوتورا نے کہا۔ اور میں دل ہی دل میں جہنم میں جاؤں گا کہہ کر تین پر دروازہ دگیا۔

دوسری صبح جاگتو ندرت چھوٹی سی مٹی میں موجود تھی۔ اسے دیکھ کر میں تیرا رہ گیا۔ ندرت مجھے دیکھ کر مسکرائی میری ہوالہ گاہوں سے۔ اب میں اس نے کہا۔

"کچھ نہیں گوزالی۔ وہ مصحوم بجزرات کو مسکوں سے سوتا رہا۔ اور صبح کو مجھے اپنے ساتھ لاکر یہاں چھوڑ گیا۔"

"اودہ میں تمہارے لیے پریشان تھا ندرت۔"

"میں تمہارے لیے پریشان رہی کہ کہیں تم جہنم بانی نہ ہو جاؤ۔ ندرت نے پیار سے بیٹھے میں کہا اور میں چونک کر ان لوگوں کی طرف دیکھنے لگا جو ہم سے بے نیاز اور اس اوزوں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی سے میری اور ندرت کی باتوں پر توجہ نہیں دی تھی۔ سمبوتورا خاموش تھا۔

وقت گذرنا بار بار پھر چند آدمی اندر آئے اور انہوں نے ہمیں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہمیں باہر دھکیلنے لگے۔ گوزالی سمبوتورا کی پاٹ دار آواز ابھری۔ اس آواز میں کوئی خاص بات تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

"چھوٹی سی بیرونی احاطے میں ہوشیار رہنا۔ ان لوگوں پر احاطے ہی میں قابو پالینا مناسب ہو گا تاکہ باہر نکلنے کی کوشش نہ فرما کر دیا جائے۔"

"میں نہیں سمجھا سمبوتورا، میں نے کہا لیکن ہمیں یہیں رہنے دیا گیا۔ ان میں سے ایک نے زور سے مجھے دھکا دیا اور میں کرتے

کرتے۔ سچا۔ ہمیں باہر لے جانے والوں کی تعداد پانچ تھی۔ وہ سب گزروں سے مسلح تھے۔ اس دوران سمبوتورا بھی باہر نکل آیا۔ اس نے پھر کہا۔

"احاطے میں نکلے ہی تم لوگ اودہ سے متر زمین پر گر گئے ہو شیار، میں نے اسے گلانی میں پڑے ہوئے لڑکے کو ہاتھوں سے دیکھا۔ اور میرے رگ و پے میں شش در شش۔

ہم احاطے میں نکل آئے۔ سمبوتورا کی دل دوسرے ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔ دفعتاً وہ زور سے چیخا۔ ہراسا ہوا بنا۔ میں نے ڈاکٹر طاہر علی کی پوری قوت سے دھکا دیا اور وہ کنورز بھارت اور کرنل آسٹن کو پیٹھ میں لیے بیچے جا پڑے۔ شاہین شاہین کی پراسرار آواز ہوا کہ کاشی چوٹی ابھری اور یہ سب ایک بل میں ہو گیا۔ میں سنبھل کر ان کی طرف متوجہ ہوا تو ہمارے پانچ گھمراہ حیران کھڑے نظر آئے۔

"یہ کیا ہے تیری؟ ڈاکٹر طاہر علی کے منہ سے نکلا لیکن پھر اس حیرت انگیز منظر نے انہیں گنگ کر دیا۔ اچانک پانچوں گھمراہوں کے بدن سے خون کی چھوڑاں اچھوٹنے لگیں۔ ان میں سے ایک دوسرے پر گرا تو دوسرے کی گردن اس کے شانوں سے لڑھک کر دوڑ جا رہی۔ ایک کا جسم ورمیاں سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک کا بازو اڑنے سے سینے کے ساتھ اٹک ہو گیا۔ باقی بدن اسی طرح کھنڈا رہ گیا۔

وہ لوگ تو کچھ نہیں سمجھ سکے لیکن میں نے اور ندرت نے گئے والوں میں سے دو کی گھنٹیں اٹھائیں اور پھر میں چھینی چھینی آواز میں فرمایا۔

"ڈاکٹر طاہر علی۔ گھنٹیں سنبھالیں۔ ہری اپنا انوہ لوگ جیسے ہوش میں آگئے۔ ندرت نے ایک گنگ کرنل آسٹن کے ہاتھوں میں ٹھونس دی تھی۔

"انہیں استعمال کرنا ہے۔ اس وقت اپنی جان بچانے کی ذمہ داری ہر شخص کی اپنی ہے۔ ہمیں دیکھا کی سمت جانا ہے۔" سمبوتورا نے کہا۔

احاطے کے باہر بہت سے لوگ موجود تھے لیکن انڈر مرنے والے خود بھی پران تھے کہ چانک کون سی نشان کے جسموں کے پار ہو گئی۔ اس حیرانی میں وہ بیچ بھی نہیں سکے تھے۔ اس لیے باہر والوں کو اندر کی واردات کا کوئی علم نہیں ہو سکا۔

سمبوتورا تیزی سے باہر چل پڑا۔ تقریباً آدھی گھنٹہ تک پانچ کھڑے کچھ گفتگو کر رہے تھے کہ سمبوتورا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ پندرہ ہر ق کی طرح تڑپا اور میں نے کئی کی حلقے کو نقصان میں گردش کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ لوگ سمبوتورا کی اسی اچھل کود

کا مطلب بھی نہیں سمجھے تھے کہ موت تے انہیں آ لیا۔ کمال کی گروش سے مثال تھی۔ ان میں سے ایک بھی اپنی مگر سے جہنم نہیں کر سکا تھا۔ میں اور مدت کو دکرا حاطے سے باہر نکل آئے۔ اور سب سے پہلی گولیاں ہم دونوں نے چلائیں اور دو کھڑے دو مسل چایا نیوں کو بلاک کر دیا۔ تیسری گولی کنور پر جات سنگھ نے چلائی تھی۔ کرنل آسن اور ڈاکٹر گلاسر ملی اس موقع پر بالکل ناکارہ ثابت ہوئے تھے۔ میری نگاہ لیدر کے جھونپڑے پر تھی اور میری توقع غلط نہیں نکلی۔ وہ آستین لگی لیے دروازے پر نمودار ہوا تھا۔ لیکن اس کے پچھتھنے سے پہلے ہی میں نے اس پر نارنگی لٹا اور وہ دروازے پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے دریا کی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ گولیوں کی آواز اس پوری آبادی میں سن لی گئی تھی لیکن تو بھی ہمارے سامنے آیا مارا گیا۔ کرنل آسن اور ڈاکٹر گلاسر ملی بھی اس جوش میں آگئے تھے۔ دو جابے تکے خار انہوں نے بھی کیے جنہوں نے کسی کو کول نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ جیسے لوگوں کو سمجھو تو رائے پہلے ہی مرحلے پر بلاک کر دیا تھا، وہ اگر اس طرف نہ اسے جاتے تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ لیکن بڑی تعداد میں ہم بھی تھے۔ اس لیے زیادہ وقت نہ ہوئی۔ آزادانہ طور پر پہلے سے باہر کر دیا گیا۔ پھر محدود آگ سے پہنچ گئے۔ شیشے سے اس میں دو تین چالیاں موجود تھے جنہیں کچھ سمجھنا کا موقع دینے بغیر بلاک کر دیا گیا۔ اور پھر ہم نے ایک بڑی کشتی کی رسیاں کھولیں اور اس میں سوار ہو گئے۔ دوسری کچھ کشتیوں سے چند چوہا اور اٹھائے گئے تھے تاکہ تیز رفتاری سے سفر کیا جاسکے اور پھر سب ہی اس کشتی کو دریا کے دھاسے پر آگے بڑھانے لگے۔ بالائی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ اس لیے کشتی سنبھالنے میں کوئی وقت نہیں ہو رہی تھی۔ ہم آگے ان میں بہت دور نکل آئے۔ سب لوگ شیشی انڈاز میں ہاتھ چلائے تھے اور چالیس منٹ تک کسی نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی تھی۔

آگے چل کر دریا ایک بہاڑ کے ساتھ دائیں سمت گھوم گیا تھا۔ یہاں بہاڑ بھی تیز تھا اور پاٹ کافی چوڑا ہو گیا تھا۔ چنانچہ سمبوتواری ہلاکت پر چھوڑ پائی سے نکال لیے گئے اور رفتار کم ہونے کی وجہ سے کشتی کا لوہاں رہی۔ پھر اس دریا کی سفر میں پہلی بار سمبوتواری کی پراسرار آواز ابھری۔

”دوستو۔ ویٹینی کی سرزمین تمہیں خوش آمدید کہتی ہے۔ اب ہم ویٹینی میں ہیں۔“

سمبوتواری کے الفاظ ایک دھماکے کی حیثیت رکھتے

تھے۔ اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا اور ہم سب ہی احمقانہ انداز میں اسے دیکھ رہے تھے۔ اندازہ لگا رہے تھے کہ ہم نے واقعی یہ الفاظ سنے ہیں۔ یا یہ محض ہمارا تامل اور دھوکا ہے۔

”تم نے کچھ کہنا ہے سمبوتواری۔“ ڈاکٹر گلاسر علی نے گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔

”ہاں ہم ویٹینی پہنچ گئے ہیں، سمبوتواری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سب کی گوشی شیشی انداز میں اودھر اودھر گھومتے گھلیں ہم ویٹینی کی سرزمین کو خوشی اور حیرت کے طے جلتے جذبات سے دیکھ رہے تھے۔

”یہ کہہ کر آٹھ سہال او اور کشتی کو دراپنے کنارے پہلے چلو۔“ سمبوتواری نے کہا اور خود بھی چھو اٹھا لیا۔ اس کے بعد تو سب کی مستعدی قابل دید تھی۔ آگ کی آں میں درخت کا ٹکڑا کھٹا کر اسے سے جا لگا۔ میں خود بھی عجیب سے احساسات کا شکار تھا۔ ویٹینی کی سرزمین ہمارے سامنے تھی۔ مناظر دوسرے علاقوں سے مختلف نہیں تھے۔ وہی پہاڑ، جنگ سمبوتواری وہی کلیں بھرتے ہوئے جانور۔ لیکن یہ پراسرار سرزمین انوکھی روایات کی حامل تھی۔

سمبوتواری کے ساتھ سب کنارے پہنچ گئے۔ درخت کے کھوکھلے تنے کو شمشیر کھینچ لیا گیا تھا۔ میں نے کہا ”اس علاقے کے بارے میں کچھ ہدایات سمبوتواری۔“

”نہیں۔ یہ دوستوں کی سرزمین ہے۔ مجھے یقین ہے تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ لیکن دور کرو اس کے بعد آگے سفر کریں گے۔“

”میرے خیال میں ہم میں سے کوئی بھی تھکا ہوا نہیں ہے ڈاکٹر گلاسر علی نے کہا۔

”میں تو بالکل چاق و چوبند ہوں۔“ کرنل آسن بولا اور مجھے ہنسی لگتی۔ وہ جتنا چاق و چوبند تھا مجھے نظر آ رہا تھا۔

پر جہات سنگھ خاموش تھا۔ کنارے سے کچھ دور ہٹ کر سب لوگ زمین پر بیٹھ گئے۔ سمبوتواری کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اس نے کچھ دیر کے لیے معدت کی اور درختوں کے ایک قبضہ کی طرف چل پڑا۔ مدت میرے ساتھ دوسرے لوگوں سے کچھ فاصلے پر آ ڈھکی تھی۔

”کیا محسوس کر رہے ہو گا زالی۔“

”سن۔ میں نے جواب دیا۔

”او۔ وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی، ”وقت نہیں

جیسے وہ یہاں موجود ہی نہیں ہے۔“

”مکان سے وہ نہیں جلی گئی ہو نہ وہاں میں نے دوسرے لوگوں سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میرا ذہنی پیغام وصول کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میری کچھ نہیں آ رہا ہے کیسے مکان پر سکتا ہے۔ ویٹینی کے ساتھ تو ہمارے دوسرے بہت سے ساتھی تھے۔ نہ جانے کیا ہوا ہے۔ سمبوتواری کی نشوونما بتاتی تھی کہ واقعات میں کوئی پریشانی کن تبدیلی واقع ہوئی ہے ورنہ بہت سی باتیں سوچی جاسکتی تھیں۔

”اس بات کے امکانات تو ہوسکتے ہیں تو را کہ ویٹینی عارضی طور پر یہاں سے کہیں دور گئی ہو اور بعد میں واپس آجائے۔“

”ہم لوگ کافی تعداد میں ہیں گا زالی۔ اور ہم میں سے ہر ایک دوسرے کا ذہنی پیغام وصول کر لیتا ہے۔ ویٹینی سے رابطے کے بعد میں نے ہر اس شخص سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جو ہم میں سے ہے۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملتا۔ اور پھر ایسا۔ کیا تم یہ کوشش نہیں کر سکتیں۔“

”تم نے ہواؤں میں انہیں تلاش نہیں کیا والی تین۔“

مدت نے ہمارا لہرے میں کہا۔

”کرینکا ہوں۔ براہ کرم تم مجھے سمبوتواری نے کہا اور پھر ہونک کر خاموش ہو گیا۔ اس بار تو یوں کی چاب اور ہونک کی سرسراہٹ بہت قریب محسوس ہوتی تھی۔

اور پھر وہ ہمارے سامنے آئے۔ سات آٹھ تہی وحشی باشندے تھے جو نفسوں ساخت کے ہتھیار سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے بھیا نک تھے۔ وحشت و درد کی ان کے خدو خال سے عیاں تھی۔ جانوروں کی کھالوں سے انہوں نے اپنے جسم ڈھک رکھے تھے۔ موٹی موٹی کھالوں کو وہ آسموں کی مدد سے اپنے پردوں سے باندھے ہوئے تھے۔ ان کی حرکت نگاہ میں نہیں سمجھ رہی تھیں اور ان کے چہروں کے تاثرات اچھے نہ تھے۔

ظاہر علی وغیرہ نے بھی انہیں دیکھ لیا اور بوکھلا کھڑے ہو گئے۔ ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔

وہ لوگ اپنی جگہ کھڑے ہیں گھومتے رہے۔ پھر ہماری طرف سے کوئی تحریک نہ پا کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔

”یہ ویٹینی باشندے ہیں۔“ ہمیں نے آہستگی سے پوچھا۔

”ہاں۔“ سمبوتواری نے دھیرے سے کہا۔

”لیکن ان کا انداز۔“

”اچھا نہیں ہے۔ سمبوتواری نے آہستہ سے کہا۔ وہ خاموشی

مذہ کے گا کہ یہ سنس شپ ختم ہو جائے گی۔

”بس اسی وقت کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“

”کوئی افسوس تو نہیں ہے۔“

”ہر کس بات پر۔“

”کچھ لوگ اب ہمارے درمیان موجود نہیں رہے۔“

”سار یا کے لیے افسردہ ہوں۔“

”جولیا کے لیے نہیں۔“

”وہ لیدر کا پروگرام ہے۔ ویٹینی وہ بھی لیدر پر ہے۔

میں نے کہا اور مدت نے اے اختیار نہیں پڑی۔ ابھی آپس بیٹھے

ہوئے تو زاہد و میرزا کی گدڑی تھی کہ کچھ سرسراہٹیں سنائی دیں

اور ہم چونک بیٹھے۔

”تم نے یہ آواز میں نہیں سنی۔“ میں نے پوچھا

”ہاں۔“

”کیا یہ انسانی قدموں کی آواز نہیں تھیں۔“

”شاید لیکن میرے خیال میں ان سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت

نہیں اگر یہ ویٹینی کے باشندے ہیں تو ہمیں ان کے ہاتھوں کوئی

نقصان نہیں پہنچے گا۔“ مدت نے جواب دیا۔

سرسراہٹیں معدوم ہو گئیں۔ ڈاکٹر گلاسر علی کنور پر جہات

سنگھ اور کرنل آسن جوش و خروش سے بیٹھے آپس میں باتیں

کر رہے تھے جو موٹو ویٹینی کے علاوہ اندکھ نہ ہوگا اس

کا کچھ یقین تھا۔

سمبوتواری گئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ سرسراہٹ

سننے کے بعد ہم لوگ بھی خاموش ہو گئے تھے اور کسی نجی

صورت حال کے منتظر تھے۔

دفعتاً سمبوتواری قدموں سے اس طرف آنا نظر آیا۔

اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے وہ ہم دونوں کے

پاس پہنچ گیا۔ ”گا زالی۔ ایک پریشان کن صورت حال پیش آ

گئی ہے۔“ اس نے مجھے مخاطب کیا۔

”کیا۔“

”ویٹینی کی طرف سے جواب نہیں مل رہا۔“

”کیا مطلب۔“

”یہاں اس سرزمین پر آنے کے بعد میں بہت مطمئن تھا

کہ وہ ویٹینی یہاں تھی اور۔“ اور۔“ سمبوتواری نے حلق تڑکنے

لیے جھٹک لنگلا

”تھی سے کیا مراد ہے سمبوتواری۔“

”پتا نہیں کیا ہوا۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں

مل رہا کسی قسم کا کوئی اشارہ نہیں مل رہا۔ یوں لگتا ہے

اور میں سمجھتا ہوں کہ " لیکن بات پوری ہونے سے پہلے عجب میں چلنے والے ایک وحشی نے کڑی کا گڑ اس کے شانے پر مارا۔ اور کرنل ایک دلدرد مزاج کے ساتھ زمین پر گر پڑا۔ دو وحشیوں نے اس کے بدن میں نیزے چبھو کر اسے کھڑے ہونے پر مجبور کر دیا لیکن وہ مسلسل گر رہا تھا۔ وحشی نے اسے رکنے نہ دیا اور اس زور سے اس کی پشت میں نیزے چبھوئے کہ قیصے سے خون چھٹکا آیا۔ وہ تیز تر چلنے لگا۔

" تم میں سے ہر ایک اس وقت اپنی زندگی کی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ دوسرا کوئی مدد نہیں کر سکتا، سمبوتورا نے کہا، کرنل آسٹن کی کیفیت کو دیکھ کر سب ہی سنبھل گئے۔ اور اس کے بعد خاموشی سے یہ سفر جاری رہا۔ گھنٹے جنگل شروع ہو گئے تھے بعض جگہوں پر راستہ دشوار گزار تھا لیکن یہ جنگل زیادہ وسیع نہیں تھے درختوں کے بعد ہی ایک عظیم الشان میدان نظر آیا جہاں لاتعداد جھوپڑے بکھرے ہوئے تھے لیکن ان جھوپڑوں میں ایک ترتیب تھی ان کے درمیان وسیع راستے چھوڑے گئے تھے بعض جھوپڑوں کے اطراف احاطے بنے ہوئے تھے۔ وہیں کے لوگ نیزوں اور گھاتوں سے مسلح ان کے درمیان چل بکھر رہے تھے۔ یہی ٹوڑ میں ادب سے نظر نہیں آرہے تھے۔ ان راستوں سے گذر کر نہیں ایک جھوپڑی کے سامنے لے جایا گیا جس کے اطراف احاطہ بنا ہوا تھا اور پھر ہم سب کو اس احاطے میں دھکیل دیا گیا۔ احاطے کی دیواروں کا بنیاد نہیں انہیں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا۔ درمیان بنی ہوئی جھوپڑی کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ہمیں اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ کرنل آسٹن تو پتھر کر دوڑے کھینچنے لگا۔ اس کا شانہ مسون گیا تھا اور وہ کافی تکلیف کا شکار نظر آتا تھا۔ باقی لوگ احاطے میں منتشر ہو گئے۔ میں بھی ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ جھوپڑی آبی کا شادہ تھی کہ ضرورت کے وقت ہم سب اس میں سما سکتے تھے۔ احاطے کے دروازے کے باہر وحشیوں کی آوازیں ابھری تھیں، کافی لوگ وہاں موجود تھے۔

ڈاکٹر طاہر علی جھوپڑی میں داخل ہوئے کیونکہ پریکٹس سیکھ کر کرنل آسٹن کے شانے کا زخم دیکھنے لگا۔ مدد اور سمبوتورا میرے نزدیک آ گئے۔

" کوئی بہت بڑی تبدیلی ہوئی ہے گا زالی۔ براہ کرم تم ان دوسرے لوگوں کی طرح بدول نہ ہونا "

میں نے عجیب سی نگاہوں سے سمبوتورا کو دیکھا پھر زہریلے لہجے میں جواب دیا۔

" تمہارے اس حکم کی سبھی تعبیر ہوگی سمبوتورا۔ " " اوہ میں تمہیں حکم دینے کی جرات نہیں کر سکتا۔ یعنی کرو تو مدد میری کچھ نہیں آ رہا۔ یہ وہیلینی ہے۔ سو فیصدی وہیلینی لیکن یہ سب کچھ۔ آہ کچھ تو سچھ میں آئے۔ "

" جب تم جیسا واقف کار نہیں سمجھ پا رہا تو میں کیسا سمجھ لوں گا۔ تجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔ " " ان لوگوں میں سے کس سے بھی ذہنی رابطہ قائم نہیں ہو پا رہا، کوئی آواز نہیں ہے دوسری طرف۔ وہ سب کہاں چلے گئے۔ ایک سچی تو نہیں رہا میں نے فضاؤں میں ان کی خوشبو بھی تلاش کی۔ "

" تب تم کس غلط جگہ آ گئے؟ میں نے منس کر کہا۔ " گا زالی۔ ہینز۔ تم دوسروں کی مانند گفتگو مت کرو میں تمہارا رہ جاؤں گا۔ " " ٹھیک ہے۔ میں خاموشی اختیار کیے لیتا ہوں۔ میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں بھی کرنل آسٹن ہی کے پاس جا بیٹھا۔ مدد اور سمبوتورا ایک اور کونے میں چلے گئے۔

کئی گھنٹے گزر چکے تھے میں جھوپڑی میں اکیلا لیٹا ہوا تھا کہ مدد ایک برتن اٹھائے اندر داخل ہوئی برتن میں پھل اور گڑت رکھا ہوا تھا۔ میرے قریب بیٹھ کر اس نے مجھے کھانے کا اشارہ کیا۔

" یہ سب۔؟ " " انھوں نے کافی مقدار میں یہ سامان ہمیں دیا ہے۔ اٹھو بیٹھ کھاؤ۔ " میں نے صرف چند پھل ہی کھائے۔ مدد تو دو بجھی میرے ساتھ کھاتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

" ہاں گھنٹا ہے جیسے وہیلینی کو یہاں کھانا دینا چاہئے تھا۔ " حالانکہ وہ اتنی کمزور نہیں تھی۔ وائی مین اپنی قوتوں کو بڑے کار لاکر حالات چلنے کی کوشش کر رہا ہے کچھ وقت ضرور لگے گا۔ لیکن وہ اس میں کامیاب ہو جائے گا۔

" حادثہ کیا ہو سکتا ہے مدد۔ " " یہی تو سچھ میں نہیں آ رہا گا زالی یعنی کرو وائی مین خود بھی بدحواس ہو گیا ہے۔ ہمیں ایسی کسی بات کی توقع نہیں تھی۔ " " بہر حال مدد۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ "

" یہ لوگ ٹنگ والی مین کو پریشان کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اہل، وائی مین سے کافی سخت گفتگو کر چکے ہیں۔ " میں ان لوگوں سے بات کروں گا۔ "

" حالات کو سنبھالو گا زالی۔ ہمیں خود کو محفوظ رکھنا ہے اور باہر چلو۔ " میں مدد کے ساتھ باہر گیا۔ شام چھک آئی تھی۔ طاہر علی وغیرہ احاطے کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے میں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسری طرف مسلسل پھر اگا ہوا تھا۔ پھر میں سمبوتورا کے پاس آ گیا۔ سمبوتورا ٹوڑ سے مجھے دیکھنے لگا۔

" خیال یہ تھا سمبوتورا کہ وہیلینی پہنچ کر صورتحال بہتر ہو جائے گی لیکن اب جو کیفیت ہے اس کے بعد کیا کرو گے۔ " " میں بہت پریشان ہوں گا زالی۔ "

" تجھے اندازہ ہے لیکن پتا تو چلے کہ یہ سب کچھ۔؟ " " پتا چل سکتا ہے میں انتظار کر رہا ہوں۔ " " کس بات کا۔؟ " " آج رات گزر جائے دو۔ صبح سورج نکلنے سے قبل کچھ نہ کچھ کروں گا۔ "

" تمہاری سمبوتورا۔ ان دوسرے لوگوں کی بات میں نہیں کرتا لیکن میں تم سے پوری طرح تعاون کروں گا۔ " " تمہارا بے حد شکریہ گا زالی، سمبوتورا نے منوں لہجے میں کہا۔

" رات کی تاریکی فضا پر مسلط ہوئی جا رہی تھی پھر چاروں طرف گہرا اندھیرا چھا گیا طاہر علی وغیرہ جھوپڑی میں چلے گئے تھے کیونکہ تاریکی چھانے ہی گہرا اترا آئی تھی اور ماحول پر دھند چھا گئی تھی۔ مدد ایک جگہ بیٹھ کر آدھ گھنٹے کی میں کھردری زمین پر لیٹ گیا۔ دماغ اور بدن اس قدر ٹھکے ہوئے تھے کہ فوراً ہی نیند آگئی۔ پھر اسی وقت جاگا جب مدد نے مجھے جھنجھوڑا۔

غالباً صبح ہونے والی تھی۔ چاروں طرف ہوکا عالم طاری تھا۔ کچھ فاصلے پر کچھ پور ہوا تھا۔ مدد نے جگا کر اسی جگہ گئی اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سمبوتورا زمین پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بالکل سامنے دو وحشی بدولانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ مدد نے خاموشی سے مجھے وہاں بیٹھے کے لیے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ سمبوتورا کے منہ سے کچھ الفاظ نکلے۔ اور اس کے جواب میں وحشیوں نے بھی کچھ کہا۔ تب مدد بولی۔ وائی مین نے ان دونوں کے ذہن اپنے

کنٹرول میں کیے ہیں اودان سے پوچھا ہے کہ یہ کونسی جگہ ہے جواب میں انھوں نے کہا ہے کہ ویٹینیٹی

وائیٹن ان سے پھر پوچھنے لگا۔ اور ندرت اس کا ترجمہ کرنے لگی۔ "وہ کہتے ہیں کہ وہ آسمانی دیوی کے بجاری ہیں۔ اس نے ان کی تقدیر بدلی ہے اب یہاں کی زمین وافر غلہ اگاتی ہے وہاں یہاں سے دور جلی گئی ہیں دیوی ان پر رحم کرتی ہے۔ آسمانی مخلوق سب پہاڑوں پر رہتی ہے۔ اس کے ماتحت ہے ان کے لیے نجات کے راستے تلاش کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک یہاں قید رہیں جب تک "ویٹینیٹی" ہمارے لیے کوئی حکم نہ دے اگے ہمارے اسے ہمارے بارے میں اطلاع دے دے گا۔ ہمیں ندرت نے ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ بتائی رہی۔ پھر وہیں وحشی باشندے اٹھ کر باہر چلا گئے۔ اور سمبوتور نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔ "گازالی میری ذہنی قوتیں اب مفلوج ہوتی جا رہی ہیں"

"کیوں سمبوتور۔"

"یہ لوگ جو کچھ مجھے بتا رہے ہیں سب کچھ وہی ہے جو میں جانتا ہوں۔ یہ ویٹینیٹی کو آسمانی مخلوق کہتے ہیں ویٹینیٹی نے یہاں اصلاحات کر کے ان کی حالت بہتر بنائی ہے یہاں ایک نظام قائم کیا ہے جو سب کچھ جوں کا توں ہے یہ ساری باتیں ویٹینیٹی کرتے ہیں لیکن ویٹینیٹی میرا اس سے ذہنی رابطہ کیوں نہیں ہوتا۔ ہمیں یہ لوگ ویٹینیٹی کا ماتحتہ کہتے ہیں وہ سب بھی ہمارے ساتھی ہیں۔ لیکن؟

"ممکن ہے سمبوتور کوئی معمولی سی بات ہو۔ ویٹینیٹی کسی کام میں مصروف ہو"

"یہ لائق ہی غیر فطری ہے باقی سب کچھ ٹھیک ہے۔"

"انتظار کرو۔ حالات کا تجربہ کرو اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رکھو کہ ہیں اپنا تحفظ بھی کرتا ہے۔"

"گوین کے لیے سخت پریشان ہوں ہیں۔ اگر اس کی حفاظت کا خیال نہ ہوتا تو اب تک کچھ کر چکا ہوتا۔"

"بہتر ہے کہ ویٹینیٹی کی طرف سے کچھ ہونے کا انتظار کرو"

سوچ بڑھنے پر باقی لوگ بھی جاگ گئے کرنل آسٹن کے شانے میں شدید تکلیف تھی۔ اور جاگنے کے بعد وہ کراہنے لگا تھا، طاہر علی نے اشارے سے مجھے قریب بلایا اور پھر کہنے لگا۔ "تم مانویا نہ مانو غزالی یہ

شخص ہم سے فراخ کرد رہا ہے"

"آپ سمجھا رہے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ وہ تو بھی ہمارے ساتھ ان کا قیدی ہے اور پھر میرے خیال میں وہ ہم سب کو دعوت دے کر نہیں لایا ہے، براہ کرم ان حالات میں اسے پریشان کرنے کے بجائے حالات کا تجربہ کریں اور مستعد رہیں"

"مگر ویٹینیٹی کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا تھا۔؟"

"حالات میں غیر متوقع تبدیلی پائی جا رہی ہے۔ جو بھی ناقابل فہم ہے"

"تم جو کچھ بھی ہوغزالی میں ایک پیش گوئی کیے دیتا ہوں، سمبوتور کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح بوٹھے کو لیکر یہاں تک آجائے اس کے لیے اس نے ہم لوگوں کو اپنا آلہ کار بنایا اور اب کسی بھی وقت وہ بوٹھے اور لڑکی کو لے کر نکل جائے گا اور ہم۔"

"اگر یہ صورتحال ہے بھی ڈاکٹر تو بہر حال ہم چھس چکے ہیں"

"میں تو دو کہ اتنا بے بس نہیں سمجھتا"

"ٹھیک ہے آپ کو اختیار ہے اور کچھ کر سکتے ہیں تو ضرور کریں۔ اچھا ہے وہ وقت جلد آجائے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ میں نے شک لایا ہے میں کہا اور پھر وہاں سے چلا آیا۔"

"وہ بہر ہو گئی۔ ہمیں دوبارہ کھانا دیا گیا، دن میں ایک بار آج بھی خوراک دی گئی تھی لیکن مقدار اتنی تھی کہ اگر ہم رات کے لیے بھی بچا کر رکھتے تو پوری ہو جاتی۔"

پورا دن گزرا۔ اب پھر وہی پریشان اور بیزار سی طاہر علی۔ رات کو میں پھر سوئیٹ گیا بے بسی کا احساس گہرا ہوتا جا رہا تھا نہ جانے کب گہری نیند سو گیا۔ دوسری صبح صبح لوگوں کے ساتھ ہی جاگا۔ خلاف معمول سمبوتور گہری نیند سو رہا تھا۔ ندرت کی تلاش میں لگا ہوا وڈرائی کو وہ نظر نہیں آئی۔ وہ شاید جھوٹی بڑی کے اندر تھی۔ میں نے سمبوتور کو جگا یا توڑ نہیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔ آج میں لمبا سو گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے اندازہ ہے تم پچھلی راتوں میں نہیں سوئے ہو"

نے کہا سمبوتور اچھا تھا میرے رہا تھا پھر اس نے طاہر علی وغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ لوگ بے حد عجیب ہیں۔ سسٹن ہٹنر یہ گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ میں نے ان کی باتیں سننا چھوڑ دی ہے۔"

کی باتیں سننا چھوڑ دی ہے۔"

"سچی لوگ ہیں تم محسوس نہ کیا کرو۔"

"مجھے صرف یہ خوف ہے کہ اپنی زندگی کے لیے کوئی خطہ نہ بولے بیٹھیں"

"جھوٹی ہے۔ انھیں سمجھا دیا گیا ہے اس کے باوجود اگر ندرت کہاں ہے۔ میں نے جھوٹی بڑی کی طرف دیکھ کر کہا اور پھر سمبوتور کے پاس سے اٹھ کر جھوٹی بڑی کی طرف چل پڑا گوین راستے میں موجود تھا اور اس وقت زمین سے پتھر چن چن کر کچھ ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب اس کی حرکتیں اجنبی نہیں تھیں اس لیے میں نے اسے نظر انداز کیا اور جھوٹی بڑی میں داخل ہو گیا۔"

لیکن جھوٹی بڑی خالی تھی۔ میں نے متبرازہ انداز میں ندرت کو آواز دی اور جھوٹی بڑی میں وہیں اندازہ ہو گیا کہ ندرت غائب ہے۔ سمبوتور اس اطلاع پر کافی مضطرب ہو گیا تھا۔ کرنل آسٹن نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ کوئی تعجب چیز بات نہیں ہے۔ پہلے لڑکی غائب ہوئی ہے اس کے بعد یہ دونوں بھی بیک وقت غائب ہو جائیں گے اور۔۔۔ وہ ہڈیاں اندازہ میں ہنس پڑا۔ ہم

دہ جائیں گے جناب ہم۔۔۔ سمجھے گا زالی۔ صرف ہم۔"

سمبوتور نے گھور کر لے دیکھا۔ اور پھر مجھ سے بولا۔

"اس کی گمشدگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن آؤ وہ جملہ احوال چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔"

"ابھی کچھ اور انتظار کرنا ہو گا۔"

"لیکن ندرت۔؟" میں نے کہا۔ سمبوتور نے اس بات کا جواب نہیں دیا اور گردن جھکا کر سوچنے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم جانتے ہو۔ اس کے بارے میں معلوم ہو جائے گا"

کرنل آسٹن سمبوتور اور بوٹھے بابا کے پاس میں سسٹن زہر اٹھا رہا اس نے کہا کہ یہ پر اسرار لوگ کوئی عجیب ناکم جھلنے ہوئے ہیں ان کی سرگرمیاں نامعلوم ہیں لیکن نہ تو پوڑھا ہوا ہاگ گل سے نہ سمبوتور خلاص ہے یہ سب کچھ کسی پروردگار کے تحت ہو رہا ہے۔

میں سمبوتور کو لے کر وہاں سے ہٹ آیا۔ سمبوتور نے کہا کہ اگر تم مجھے جھوٹی بڑی کے اندر تنہا چھوڑ دو تو شاید میں نہیں ندرت کے بارے میں کچھ بتا سکوں۔

"میں کوشش کرتا ہوں" میں نے کہا۔ مشکل تمام میں

ان لوگوں کو جھوٹی بڑی سے دور بٹانے میں کامیاب ہو سکا۔ ان سب کے منہ بڑھے ہوئے تھے حالات نے انھیں بڑھ چڑھا کر دیا تھا اب ڈاکٹر طاہر علی بھی پوری طرح آسٹن کا ہمنوا بن گیا تھا۔ "فرخ کرنل اگر ایسا ہے بھی ڈاکٹر طاہر علی تو اس شکل میں ہم کہا کریں گے۔؟"

"اب کیا کر سکتے ہیں۔ اگر پہلے موقع ملتا تو۔؟"

"آپ کو موقع ملتا تھا ڈاکٹر صاحب" میں نے کہا۔ اور طاہر علی مجھے گھورنے لگا پھر ہللا۔

"میرے خیال میں غزالی تمھارے اندر بھی تبدیلی پیدا ہوتی جا رہی ہے" ایک بار پھر فرخ خواست کرتا ہوں طاہر علی صاحب۔ حالات بے حد پریشان کن ہیں لہذا خود کو قابو میں رکھیں۔"

"خاک قابو میں رکھوں۔ مرمر کے جینا بڑھ رہا ہے اب زندہ واپس جانے کی کوئی امید بھی نہیں ہے زندگی سے لٹے دور آہستہ ہی ہم کہہ کر۔"

"جو صلہ رکھیں۔ خدا پر بھروسہ کریں۔ کوئی سبیل نکلے گی، مرمر کے جینا کوئی قیمت دکتا ہے۔"

بڑی مشکل پیش آ رہی تھی۔ وقت گذرتا رہا۔ پھر سمبوتور باہر نکل آیا ان لوگوں کو میں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اس لیے ان کے سامنے سمبوتور سے کچھ پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھا لگ بھٹ کر میں نے فوراً سمبوتور سے اس بارے میں سوال کر ڈالا۔

"ہم بڑی مشکل میں چھس گئے ہیں گا زالی۔ ندرت یا تو قہر میں ہے یا پھر یہاں سے بہت دور لے جاتی جا چکی ہے جہاں تک میری ذہنی پہنچ نہیں ہے اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملتا۔"

"اب سمبوتور اور بوٹھے۔ جس طرح تم نے ان لوگوں کو قابو میں کر کے اپنے اشاروں پر چلا دیا تھا اسی طرح میرے خیال میں ان لوگوں سے بھی کام لو۔"

"مجھے مشورہ دو گا زالی۔ کیا کام لو ان لوگوں سے۔؟"

"کیا ہم ان کی قید سے نکل نہیں سکتے۔؟"

"نکل سکتے ہیں۔"

"پھر۔؟"

"نکل کر کہاں جائیں گے۔؟"

"مطلب۔؟" میں نے گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بول مشقت ہم نے ویٹینیٹی کسے پہنچنے کے لیے کی تھی۔ ہم یہاں آگئے ہیں، حالات بے حد حیران کن ہیں

لیکن فرار ہونے کے بعد ہم والیبی کا ستر تہ نہیں کر سکتے کچھ کچھ تو معلومات ہوتی ہی چاہئیں سارا کھیل بگاڑ گیا ہے، آخر ویلینی۔ اور پھر یہ لوگ، کچھ کچھ میں جیسا آتا ہے سب تو راپیشانی مسلما ہوا ہوا۔

میں صور حال سمجھ رہا تھا۔ واقعی ان لوگوں کو قابو میں کر کے ہم لوگ نکل تو سکتے تھے لیکن جاتے کہاں یہ صلوات حاصل کیے بغیر تو وہاں سے واپسی بھی حاققت تھی۔ سمبوتورڈ کی کیفیت کا مجھے احساس تھا۔ میں نے کہا۔

”سمبا جہاڑیاں کہاں ہیں۔“
”میں نہیں جانتا۔ یہ سب کچھ میرے لیے اجنبی ہے“ سمبوتورڈ نے سالیسی سے کہا۔ پھر لولاہر انتفاذ کر لو اس وقت کا جب ویلینی ہمیں طلب کرے۔ لیکن اس کی ذہنیت نہ آئی دوسری صبح ایک سب سے خوفناک لہجہ میرا منہ تھا ڈاکٹر طاہر علی نے بتایا کہ سمبوتورڈ کو بڑھا بابا بھی اب احاطے یا جھوپڑی میں موجود نہیں ہیں۔

”یہ دماغ نہ یہ دماغ لولاہر طاہر منظور ہو چکا ہے لیکن ابھی اسکی صلاحیتیں سرودہ نہیں ہوئیں، کہاں گئے تھارے دوست کہاں ہیں۔ آؤ زور رکھیں تو تمہیں چھوڑ گئے ہیں سو کون پر بھجات سن لو ڈاکٹر۔ اگر کال کو اب بھی ان پر پھر دیا ہے تو پھر تیرے سر سے میں وہ غائب ہو جائے گا اور ان دیشیوں کے لیے صرف ہم لوگ رہ جائیں گے۔ اور اصولاً یہی ہونا چاہیے۔ خزانے کے جتنے حقدار کم ہو جائیں گے اتنا ہی بہتر ہوگا۔ تم سمجھ رہے ہو نا۔“ کرنل آسٹن نے پھر سے ہونے لیسے میں کہا۔

مجھے غصہ آ گیا۔ حق نہ تو کرنل آسٹن کیا تم لوگ مجھے اپنے شاؤں پر بھٹا کر یہاں لائے تھے کیا ضرورت تھی مجھے تمہاری جان بچانے کی۔ کونسی اعلیٰ کارکردگی کا اظہار کرنے آئے ہو تم لوگ، بتاؤ مجھے کون سے فائدے پہنچے ہیں تم سے۔ کوئی جواب دینا پسند کرو گے، مجھے آپ پر حیرت ہے ڈاکٹر۔ آپ بھی کرنل آسٹن کے سہموا ہیں اتنا خود غرض ثابت ہوا ہوں میں۔“

ڈاکٹر طاہر علی جھٹکا بڑھ گیا۔ کنور پر بھجات نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”دوسری راتے ان لوگوں میں شامل نہ سمجھو مزالی۔ پلیز۔“ ان لوگوں کو سمجھا ہے تو صاحب میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ سبھی اپنے قدموں سے چل کر نہیں گئے۔“
”ایک بات بتاؤ مزالی، کیا ہم لوگ بھی اسی طرح یہاں

سے غائب ہو جائیں گے۔“ بہکنور پر بھجات نے کہا۔ ”ہو سکتا ہے۔ میں کیسے بتاؤں؟ میں نے جواب دیا حسب معمول جب چند دیشی ہمارے لیے کھانا لائے تو کرنل آسٹن ان پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے شاید پہلے سے وہ نوکیلی کٹری چھپا کر رکھ لی تھی جسے لے کر وہ ایک دیشی پر حملہ آور ہو گیا۔ پہلے ہی حملے میں اس نے کٹری دیشی کے پیٹ میں بھونک دی۔ کھانے کے برتن دوسرے دیشیوں کے ہاتھوں سے گر پڑے اور وہ چیخنے ہوئے باہر بھاگے کرنل آسٹن جانوروں کی طرح زخمی و دیشی کو بھونچوڑنے لگا وہ اس کے پیٹ سے کٹری نکل کر اس پر دوبارہ حملہ کرنا چاہتا تھا ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پر بھجات اس سے چمٹ گئے اور اسے دیشی سے علیحدہ کرنے لگے لیکن نہ جانے کہاں سے اس میں اتنی طاقت آگئی کہ وہ ان کے پس میں نہ آیا۔ مجھ پر بھی جنون سوار ہو گیا۔ ہانگی کرنل نے سب کی ہوت کا بندوبست کر لیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر کرنل کی کمر میں دووں ہاتھ ڈالے اور اسے اٹھا کر دو در بھونک دیا۔

اسی وقت بارہ دیشی اندر داخل ہو گئے۔ سیاہ بچہ کی کھال میں ملبوس ایک لمبا ترنگ آدی ان کی راستہ پائی گرا ہوا تھا۔ کرنل زمین پر گرا اور پھر دوبارہ اٹھ کر مجھ پر حملہ آور ہوا لیکن میرے ایک گھونٹے سے اسے زمین چٹا دی۔ اور چاروں شانے چت گرا۔ اسی وقت سیاہ بچہ کی کھال پر ملبوس دیشی نے آگے بڑھ کر اپنا تیز داسکے حلق پر رکھ دیا۔ کرنل بے تحاشا گالیاں بک رہا تھا۔

ڈاسا دی میں دیشیوں نے اسے جکڑ لیا۔ دو در چند لوگ اس دوسرے دیشی کو اٹھا کر لے گئے جو زخمی ہوا گیا تھا۔ پھر وہ مسبار کرنل کو کھینچتے ہوئے باہر لے گئے سے کچھ نہیں کہا گیا۔ باہر سے دیشیوں کے شور بچانے کی آواز دل لرزائے دے رہی تھیں وہ جیسا تک آوازوں میں جڑ رہے تھے۔

”کرنل کے ہانگیوں نے موت آسان کر دی، ڈاکٹر پیچھے لیسے میں کہا۔ میں اور کنور خاموش رہے ہیں آنے والے برسے وقت کا انتظار تھا اور وہ بہت جلد آ گیا۔ دیشیوں ایک اور ٹول اندر آیا اور انھوں نے تیرے چھوڑے ہوئے باہر چلنے کا اشارہ کیا یہی غنیمت تھا۔ ہم خاموشی سے باہر آئے۔ احاطے سے کچھ دور وہ ہیں ایک میدان میں ہے جہاں بہت سے تہمتی دیشی موجود تھے۔ ہمارے سامنے ہی آگے سے درخت کے تنے سے کرنل آسٹن بندھا ہوا

اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے درخت کے تنے سے بانہ دیے گئے تھے اس طرح بہر بھی بندھے ہوئے تھے وہ واقعی ہانگی ہو گیا تھا کہ اس وقت بھی وہ گالیاں بک رہا تھا اور اس کے چہرے پر درخت چھائی ہوئی تھی۔ دفعتاً کنور پر بھجات سرسرائی آواز میں بولا۔

”وہ۔ وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ اور میری نگاہاں مت اٹھائی۔ چند دیشی ایک انسانی بدن کو ہاتھوں پر اٹھا لے اس طرف آ رہے تھے۔ قریب آنے پر ہم نے دیکھا وہ اسی دیشی کی لاش تھی جو کرنل آسٹن کے ہاتھوں مارا گیا تھا وہ وہ مرجھا تھا اور اس کے بعد۔“
لاش کرنل آسٹن سے کچھ فاصلے پر رکھ دی گئی۔ ہم لڑکی کے سٹھوں پر بٹھا دیا گیا، جو اس وقت وہاں لاکر کھ دیے گئے تھے بہت سے دیشی ہمارے نگراں تھے اور اس وقت ہماری جنبش بھی ہمارے لیے موت کا سامان بن سکتی تھی چنانچہ ہم خاموشی سے پیٹھ کر آنے والے وقت انتظار کرنے لگے۔

دھوپ سر سے گذرتی رہی، دیشی خاموش تھے تقریباً دو گھنٹے تک ہم اسی طرح بیٹھے رہے پھر اچانک دیشیوں کی غلیبی رخ کی کچھ عجیب سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اس کے بعد وہاں سیاہ بچہ کی کھال والا اندر آیا اس وقت لانے ایک ٹوٹی اور ڈھر رکھی تھی جس میں دو سونگ لگے ہوئے تھے۔ اس کے عقب میں ایک عورت تھی جو تین آڑھی تھی۔ پیچھے دو بچے بھی تھے۔ روتی ہوئی عورت لاش کے کپڑے کھی اور پھر وہ اچانک خاموش ہو گئی۔ اس کے ہرے پر درد مند ابھرے مگر تھی وہ لاش کو دیکھتی رہی تیرے انگیز ت تھی کہ مردوں کی نسبت عورت بہت خوبصورت تھی اس انگ رکا تھا لیکن نقوش بہت جاذب تھے اس کی مناسبت سے بدن کی قراش بھی حسین تھی ویلینی قبیلے کی یہ پہلی عورت ہونے دیکھی تھی۔

دفعتاً سیاہ بچہ کی کھال دالا نود سے جینا اور اس نے انگلی سے کرنل آسٹن کی طرف اشارہ کیا۔ عورت چوکمکرائی کو دیکھنے لگی پھر اس نے گروں میں پہنچی ہوئی مالا مال لاش کے سینے پر رکھی اور پیچھے ہٹ گئی۔ فوراً ہی ہانگی آگے بڑھے اور انھوں نے ایک منہنوا تیز عورت کو ہاتھ میں دیدیا۔ کنور پر بھجات آہستہ سے بولا۔
”بیچارہ کرنل۔ اس نے موت اپنا لی؟ میں جھٹکا تھا۔ سال لاکر خاموش ہو گیا عورت حال میری سمجھ میں بھی آ رہی

بازار اصل سلسلہ کی طرح لکیر ۱۴۰/-
عصمت جغتالی
بہترین افسانے ۳۵/-

علی میاں بکسیلرز - اردو بازار لاہور

تھی یعنی اس عورت کو کہیں دور سے لایا گیا تھا اور شاید وہ اس مرنے والے کی کوئی عزیز تھی شاید بوی۔
عورت نے تیز لے کر اسے لاش کے خون میں ڈبوایا اور تن کر کھڑی ہو گئی کرنل اس دوران فضول باتیں کرتا رہا تھا لیکن اس کے باوجود ہم اس کی موت کے خواہاں نہ تھے۔ میں اضطراب کے عالم میں کھڑا ہو گیا تو بہت سے تیز سے میرے بدن سے آنکے سیاہ کھال والے نے چوبک کر بٹھے دیکھا اور جھٹکا بولا۔ اس کی آواز کے جواب میں تیز سے میرے بدن سے ہٹ گئے۔ تب وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ زبان تو سمجھ میں نہیں آسکی لیکن اشارے میں سمجھ لیے تھے وہ مجھے کسی حرکت کے لیے منع کر رہا تھا۔ میں کربھی کیا سکتا تھا، میں نے اس سے پڑ پڑا لہجے میں کرنل کی جاں بخشی کی اپیل کی لیکن وہ نہ سمجھ سکا اور پھر کرنل کی دلدوز بیخ سے ہمارے جسموں پر لڑنے طاری کر دیا۔ عورت نے تیز اس کے دل کے مقام پر پیوست کر دیا تھا۔ کرنل کا بدن پھڑکنے لگا بندشوں کے باوجود وہ بری طرح اچھل رہا تھا۔ چھوٹے بچوں نے بھی دو تیز سے خون میں ڈبوئے اور بڑی تہارت سے کرنل کے بدن میں پیوست کر دیے۔ ایک تیز کرنل کی گردن میں ترازو ہوا تھا اور سراپاٹ میں لیکن پہلا وار ہی کاری تھا۔ اس نے کرنل کا کام تمام کر دیا۔

عورت اور بچے پھر لاش کے قریب بیٹھ گئے اور تین کرنے لگے۔ ہمارے قریب کھڑے دیشی تو انہوں نے ہمیں رکنے کا اشارہ کیا لیکن اس بار وہ ہمیں اس چھو پڑے میں نہ لائے بلکہ درخت کے مشرقی سرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا ان کی ہدایت پر عمل کرنے کے سوا کیا چارہ کار تھا۔ چنانچہ ہم گرتے پڑتے آگے بڑھنے لگے۔ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ویلینی تک پہنچنے کے لیے بڑی جدوجہد کی تھی میں نے لیکن سب پر تار ہو گیا تھا۔ سمبوتورڈ اور ندرت بھی کچھ گئے تھے ان سے کسی سازش کی مجھے توقع نہیں تھی

لیکن اب تو ہمیں بہت سے ان خوفناک علاقوں میں ہی موت
مقرر معلوم ہوتی تھی نگاہ تو گھور خلاصی کی کوئی امید نہیں تھی
میری یہ کیفیت تھی تو ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پر بھارت سنگھ کی
کیفیت کوئی شخص سے مختلف ہوگی۔ وہ دونوں بھی زندگی
کے بوجھ کو دیکھیں رہے تھے۔ بہت کچھ ہو گیا تھا اب صرف
تین افراد رہ گئے تھے بے بس اور بے دست دہا۔ اور دور
بمک روشنی کی کوئی کرن نہیں تھی کوئی امید نہیں تھی کچھ
نہیں کہا جاسکتا تھا کہ آئندہ کیا ہوگا۔ اس بات کے
امکانات سمجھتے کہ کچھ عرصہ کے بعد ڈاکٹر طاہر علی اور
کنور پر بھارت سنگھ بھی صبر و ضبط کا دامن چھوڑ بیٹھیں ان
کا ذہنی توازن بھی خراب ہو جائے اور وہ بھی کرنل آسٹن
کی طرح موت کو گھنے لگا لیں بہتر ہی کی کوئی صورت نہیں
رہی تھی نہ جانے سمجھو تو را کا کھیل کیسے خراب ہو گیا۔
ولینٹی کہاں گئی سمجھو تو را کا اس سے رابطہ کیوں نہیں
قائم ہو سکا۔ کیا اسرار ہے۔ میں ان حالات میں کیا کر
سکتا ہوں۔

راستے کو بخود دیکھا تک نہیں تھا میں نے بس مددوشی
کے عالم میں آگے بڑھ رہا تھا۔ طاہر علی کے قدم لاکھڑا
رہے تھے ان لوگوں میں کنور پر بھارت ہی سب سے
طاقت ور آدمی ثابت ہو رہا تھا۔ وہ اب تک نارمل رہا
تھا ایک پہاڑی سلسلہ عبور کر کے ہم دوسری طرف پہنچ
گئے۔ اور یہاں پہلے سے بہتر جھوپڑوں کا شہر دیکھ کر
میں خیالات کی دنیا سے نکل آیا۔

یہ ولینٹی کے باشندوں کی اندرونی آبادی تھی
یہاں ان کی کورتیں اور بچے سمجھتے تھے جو جھوپڑوں کے
درمیان چل پھر رہے تھے۔ بچے ہماری دنیا کے بچوں
سے مختلف نہ تھے۔ ہمیں کاشا سمجھ کر وہ ہمارے پیچھے
گئے ہمیں لانے والے انھیں ڈانٹ ڈانٹ کر جھکا رہے
تھے لیکن کچھ دور ہٹ کر وہ پھر ہمارے پیچھے لگ جلتے
ٹوڑتے اور دور سے ہمیں دیکھ رہی تھیں ان کے قد
چھوٹے تھے لیکن چہرے مردوں کی نسبت دکھتے تھے عمر
وہ لہنے مردوں میں چھوٹ لگاتے ہوئے تھیں یہ چھوٹ
ان کے زبور تھے اور ان میں وہ سچ رہی تھیں بعض لڑکیوں
کو حسین کہا جاسکتا تھا۔ یہ مناظر دیر تک سامنے نہ رہے
کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں ایک جھوپڑے میں دیکھیں
دیا گیا۔ وہ جگہ ان کی سرحدی پڑ کی کی حیثیت رکھتی تھی اور
یہ جگہ ان کی اندرونی آبادی تھی نہ جانے انھوں نے

ہیں یہاں لانے کا خواہہ کیوں مول لیا تھا۔
یہ جھوپڑی بھی اس پہلی جگہ سے مختلف نہ تھی بس
اس کا کوئی بیرونی احاطہ نہیں تھا ویسے یہ اس پہلے تو خراب
سے زیادہ کشادہ جگہ تھی۔ یہاں گھاس کے ڈھیر لگے ہوئے
تھے اور اس کا تھلا سامنے تھا۔ یہ بہتر کے طور پر استعمال
کیے جاسکتے تھے۔

طاہر علی اور پر بھارت اب خاموش تھے۔ وہ جھوپڑی
کے فرش پر لیے لیٹ گئے تھے اور ان کی آنکھیں بند
تھیں۔ میں بھی انھیں کی مانند زمین پر لیٹ گیا۔ ذہن کی
سکون کا احساس ہوا تھا۔ دیر تک اسی طرح خالی الذہن
لیٹا رہا۔ جب کیفیت کافی بہتر ہو گئی تو میں نے ان حالات
میں لیٹنے دہا میں نکالنے کے بارے میں سوچا اس
طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے پڑے رہنا تو بے معنی تھا۔ کچھ
کرنا چاہیے۔ کچھ تو ہو۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پر بھارت
سنگھ کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا اب وہ صرف اہ
تقدیر پر زندہ تھے۔ کوئی غلط قدم اٹھانے کے وقت
برداشت کرنا ہوگا۔ یہ ہزاروں کیفیت ناقابل بروا
تھی میرے لیے۔ میں لیٹنے بے حشرنے کا فیصلہ کر سکتا
ان کے لیے نہیں۔

ذہن دوسرے راستوں پر سفر کرنے لگا۔ بھارت
نکل جھانکنے کی کوشش کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں اگر یہ
سے فرار ہو جاؤں تو کہاں تک جاسکتا ہوں کیا کر سکتا؟
سما پہاڑوں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔
اگر انھیں تلاش کر کے ولینٹی تک پہنچنے کی کوشش کروا
لیکن کیا ولینٹی مجھے قبول کرے گی۔ حیرت تھی کہ اس
سمجھو تو را کا ذہنی پیغام کیوں نہیں وصول کیا۔ یہ انو
بات تھی کیا اس کے اور سمجھو تو را کے درمیان بھی
چھوڑے۔ اگر ایسی بات تھی تو سمجھو تو را کو اس سلسلے
جانا چاہیے تھا یہ اس کا قصور ہے۔ اب تک صرف
پر بھارت و سما گیا تھا۔ وہ خود بھی بہت بڑا امید خیز
تھا کہ گو میں کو لے کر جا رہا ہے پھر یہ سب کیوں
ہو چکا ہے تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اب تو میں تنہا
ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پر بھارت بائبل بیکار لوگ
نے تو انھیں اس مشن پر آمادہ نہیں کیا تھا ان کے ذہن
خود خزانے کے حصول کا سو دا سما یا تھا اس میں سیر
تھا لیکن اب وہ مجھ پر غصہ اتار رہے تھے میں ان
کو نہیں سمجھا جاسکتا تھا مجھے خود ہی فیصلہ کر۔

وفاقی ایک خیال ذہن میں آیا اور میں چونک پڑا کہ اب
اب اس بارے میں کہوں نہیں سوجا تھا۔ مجھے پہلے ہی یہ بات
پہنچ چاہیے تھی، آنکھیں کھول کر ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پر بھارت
سنگھ کی طرف دیکھا وہ اسی طرح بے ٹھہرے ہوئے تھے میں
بے ہوش بند کر لیں اور ذہنی طور پر سمجھو تو را سے رابطہ قائم کرنے
کی کوشش کرنے لگا۔

اس سلسلے میں سمجھو تو را نے مجھے جس طرح شوق کرائی تھی اسی
پر مذاق میں مل کر رہا۔ پہلے ہی پہاڑوں میں سمجھو تو را سے ذہنی
رابطہ قائم کر چکا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک سب سلسلے کوششیں
رتا رہا۔ لیکن ذہن میں سمجھو تو را کی آواز نہیں گونجی میرا ذہن سائیں
بائیں کر رہا تھا، کانوں میں سواوں کا شور گونج رہا تھا میرے دماغ
کی لہریں اطراف میں سمجھو تو را کے ذہن کو تلاش کر رہی تھیں لیکن
وہ سوس بوتھا تھا مجھے سمجھو تو را کا ذہن سو رہا ہے پھر مردہ ہو چکا
ہو کوئی آواز مجھے محسوس نہیں ہوتی تھی اور دماغ کی لہریں نہیں جا کر
میں ٹکی تھیں، یہاں تک کہ میرا سر ڈھکنے لگا۔ مجھے احساس ہو گیا کہ
میں طرح سمجھو تو را ولینٹی یا آئندہ ندرت سے رابطہ قائم کرنے میں
اکام رابا اسی طرح اب میں بھی اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔
یہ بہت تشویش کی بات تھی۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ سمجھو تو
را کے بعد میں نے ندرت کو اپنے ذہن میں تلاش کیا اور مزید کچھ دیر
اب اس کی تلاش میں ذہن دوڑاتا رہا لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا تھی
مائلے کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس سے زیادہ میری ذہنی
زمن کام نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ دونوں ہی میرے لیے اسی طرح خلا کی
مستویں میں گم ہو گئے تھے جس طرح سمجھو تو را کے لیے ولینٹی۔
لیکن اس کی وجہ کیا ہیں۔ یہ لوگ انہیں کہاں لے جاتے ہیں؟ کیا
پڑی بھی کسی سازش کا شکار ہو گئی ہے؟

یہ تصور میرے ذہن میں ابھرا اور مجھے انہیں کیوں طبیعت اس
کچھ تھینے لگی، میں بھول کر اٹھ گیا۔ ہو سکتا ہے یہی بات
ہو جب اس مجھے زیادہ غور کیا تو مجھے ان کیوں دل میں سمجھو تو را
کے لیے ہماری آمد آئی۔ اس شخص نے میری زندگی بچائی تھی۔
ان وقت جب جاگتے تھے تقریباً موت کی آغوش میں پہنچا
ہاتھ اور سمجھو تو را اندر نہ جوتے تو شاید میں انہی گھنڈرات
ملاؤں اور بچتا ہوتا لیکن ان دونوں نے اس طرح میری تیار داری کی
کہ مجھے نئی زندگی نصیب ہو گئی ان کے لیے دل میں شک رکھتے
نامست نہیں ہے۔ اب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ میں
ناجتنی تئیں کی فیکر سے آزادی حاصل کروں اور جس طرح سب
لے ولینٹی سمجھو تو را۔ ندرت کو تلاش کروں۔

کنور پر بھارت سنگھ اور ڈاکٹر طاہر علی سے مجھے ہمہ دلی تھی

لیکن ان حالات میں میری ہمدردی ان کے کسی کام نہیں آسکتی
تھی۔ ہاں یہ لیکن سے کہ میں اپنی کسی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں
تو شاید ان کی زندگی بھی بچ سکوں طبیعت اس بات پر کافی کمزوری
تھی چنانچہ میں نے آخری فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی بن بڑے جاننے
درمیان سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ حالانکہ اگر اس فیصلے کی
گولڈن رولڈر کرتا تو یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ یہ ایک احمقانہ کوشش
تھی۔ ان کے درمیان رہ کر میں چھپ کیسے سکوں گا، کوئی تو ترکیب
ہوتی۔ لیکن کوئی بات ذہن میں نہیں آ رہی تھی، سوائے اس کے کہ
میں ان کے بچے سے نکل جاؤں اور آزادی حاصل کروں خواہ وہ
کتنی ہی دیر کے لیے کیوں نہ ہو۔ وقت گذرتا رہا۔ باہر بچوں کے
شور کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، ان میں بے شمار آوازیں شامل
تھیں لیکن جوں جوں شام ہوتی گئی آوازیں معدوم ہوتی گئیں اور
اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی، گہری رات زمین پر آرائی تھی۔
ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پر بھارت سنگھ کے انداز سے یوں
محسوس ہوتا تھا، جیسے ان کے جسموں میں زندگی ہی نہ ہو اس وقت
نجانے کیا کیا تھا جب میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کے قریب
پہنچ گیا، وہ گہری نیند سو رہے تھے اور سانسوں کی آواز سنا نواز
ہوتا تھا کہ وہ آسانی سے نہیں جاگیں گے۔

میں نے دھڑکنے دل کو قابو میں کیا اور جھوپڑی کے
دروازے پر پہنچ گیا، باہر گرہنا سناٹا طاری تھا۔ جنگی جانوروں اور
جھینگلوں کی آوازوں کے سوا کوئی آواز اس ویرانے میں نہیں
سنائی دے رہی تھی میں نے جھوپڑی کے دروازے سے کان لگا کر
پہاڑے والوں کی نقل و حرکت کے بارے میں اندازہ لگانے کی
کوشش کی لیکن کچھ چٹانیں چل سکا۔ باہر بہت گہرا اندھیرا پھیلا
ہوا تھا اور اس اندھیرے میں ان کے قدموں کی چابک چمکے جو
گئی تھی

تھوڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد میں نے آہستہ آہستہ
جھوپڑی کا دروازہ کھسکا، باہر اب بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی،
زرا سا دروازہ کھول کر میں نے تباہی میں نگاہیں دوڑائیں تو دروازہ
کو زمین پر دراز پایا۔ ان کے تیزے ان کے برابر ہی رکھے ہوئے
تھے۔ اب انتظار کرنا حاکم تھا چنانچہ میں دروازہ کھول کر تری
کے ساتھ باہر نکل آیا مگر جیسے ہی میں نے باہر قدم رکھا پسینہ
نے میری آنکھوں میں لگا لگا۔ ان میں سے ایک نے متنبہ کرنا
کی کوشش کی لیکن میری طاقت و دلالت اس کے سینے پر ٹپی
اور اس کے بعد میں اس کی گردن پر سوار ہو گیا، میری انتہائی کوشش
تھی کہ اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکے میں نے ایسا دیا بل بوتے
اس کے گلے پر زور سے چلایا اور بایاں ہاتھ اس کے گلے پر رکھ کر

پوری قوت سے دبا دیا۔

وہ شدید درد و جھک رہا تھا، لیکن اس کا بدن میرے گھٹنوں کے نیچے دبا ہوا تھا، میں نے اسے جھکنے نہیں دیا اور پھر میں نے پوری قوت سے ایک ضرب اس کے سینے پر لگائی۔ اس بار اس کے ہاتھ کا ایک جھتہ برابر ہوتے ہوئے پیرے دار کے جسم سے ٹھکرا گیا اور وہ ہلکا ہوا اور اٹھ بیٹھا، اب اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ اسے اپنے شکار کا نیزہ ہاتھ میں سنبھال لوں اور اس سے منٹ لوں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

دوسرے پیرے دار کو شاید ضرورت حال کا اندازہ تو نہیں ہو سکا تھا، لیکن اس نے فریاد ہی ایسا نہ تو سنبھالا اور سمجھیں پھانٹنے لگا اتنی دیر میں میں نے اپنے شکار کا نیزہ اس کے سینے میں جھونک دیا تھا اس کے مقلق سے بیچ نکل گئی۔ وہ تڑپا، چلا، اور بالآخر بے سادھ ہو گیا، دوسری طرف میرا اولین شکار بیٹھے ہی بے سادھ ہو چکا تھا، میں نے اس کے اوپر سے کھڑے ہو کر اطراف میں دیکھا یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اس دوسرے مرنے والے کی پیچھے کس کس کو بیدار کیا ہے، لیکن اطراف میں مکمل خاموشی تھی میں نے نیزہ اس کے سینے سے نکلنے کی کوشش کی مگر وہ شاید بیلیوں کی بڑوں میں پھنس گیا تھا، البتہ دوسرا نیزہ موجود تھا، چنانچہ میں نے اسے ہتھیار کے طور پر سنبھالا اور بدن کی تمام قوتوں کے ساتھ ہتھکڑی کی سمت دوڑنا شروع کر دیا۔

مجھے ہوش نہیں تھا کہ میں کتنی دیر تک دوڑتا رہا، ایک بار بھی میں نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہتھکڑی کے قریب میں نے چند لمحات تک بے کس کس میں میری آنکھیں پالگوں کی طرح ادھر ادھر دھکیں رہی تھیں تاہم نگاہ اونچے نیچے درخت پھیلے ہوئے تھے، ان لوگوں کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ لوگ میرے فرار سے کب واقف ہوں گے۔ تاہم میں جانتا تھا کہ کبھی کا اٹھا اچھوٹے ہی انہیں اس بات کا علم ہو جائے گا کہ جو میری سے کوئی فرار ہو گیا ہے اور یہ علم انہیں باہر پڑی ہوئی پیرے داروں کی لاٹھوں سے ہوگا۔

وہ خطرناک بریلی اور کونور پھجھات منگھ کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا، اگر کہیں بھی اپنے ساتھ فرار کی دعوت دیتا تو ان کی فائدہ دار یہاں بھی قبول کرنا پڑتیں اور اس وقت میں خود غرض سمجھتا ہوں، میرے داروں کے لاٹھوں سے ہوگا۔

خاتمہ نہ ہونے کی خبر میں دوڑتا رہا، میری انتہائی کوشش یہی تھی کہ اتنی دور جا نکلوں کہ سورج نکلنے کے بعد وہ مجھ تک نہ پہنچ سکیں، بعد میں جو کچھ ہوگا، وہ بعد میں ہی دیکھا جائے گا۔ میں کھٹے جنگوں میں سڑکرتا رہا اور اس وقت روشنی

چھوٹ رہی تھی جب میں نے اپنے آپ کو جنگلوں سے نکل کر ایک چٹائی میدان میں پایا، ایک ٹھیک کی آواز فضا میں ابھر رہی تھی جس کے بارے میں مجھے اندازہ ہوا کہ غالباً اطراف میں کہیں پانی یا کوئی پھرنا موجود ہے۔ میں اس کے بغیر آگے بڑھتا رہا چنانچہ میں چھوٹے چھوٹے پتھر نہرے ہوتے تھے اور ان پتھروں پر دوڑتے ہوئے بار بار پتھر کو گئی تھیں لیکن میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا، جب یہ کوشش شروع کر دی تھی تو پھر اسے مکمل تک پہنچانا ضروری تھا۔

کھٹٹی ہوا چل رہی تھی میں تھکن سے بڑی طرح جوڑ ہوا تھا اور اب دوڑنے کی رفتار بھی وہ نہیں رہی تھی، جس رفتار سے میں اب تک دوڑتا رہا تھا، مجھے اتنا لمبا سفر طے کر لیا تھا میں نے اور اس وقت سورج پوری طرح فضاؤں میں بلند ہو چکا تھا، جب دفعتاً مجھے نقادوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

یہ یقیناً کھال منڈھے ہونے نقارے ہی تھے جن کی آوازوں میں اتنی گونج تھی کہ وہ تیروں کی طرح میرے کانوں میں آکر لگ رہی تھی۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے یہ آوازیں چاروں طرف سے ابھر رہی ہوں، ایک طرف ایک مخصوص انداز میں نقارہ جیتا اور پھر خاموش ہو جاتا تو دوسری طرف سے اس کا جواب ملتا، اتنا ناواقف بھی نہیں تھا میں کہ اس کی وجہ نہ سمجھ سکتا، سو فیصدی اطراف کے علاقوں کو کسی کے فرار کی اطلاع دی جا رہی تھی۔ چند لمحوں کے لیے میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ میرے فرار کا علم ان لوگوں کو ہو چکا ہے اور اب اپنے تمدنی فرار کی اطلاع چاروں طرف نشر کی جا رہی ہے۔ جنگل میں رہتے والوں کا یہ طریقہ کار میں نے بہت بار سنا اور پڑھا تھا، اب اس بات میں شک اور شبہ بے کار تھا کہ وہ لوگ میری تلاش میں نکل پڑے ہیں، میں جس علاقے میں موجود تھا یہ سب سب رشتادار ہوا اور یہی طور پر میں اس کے درمیان پناہ لے سکتا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک کھڑا سوچتا رہا اور اس کے بعد آگے بڑھنے لگا، چٹانوں کے درمیان طرح طرح کے حشرات الارض نظر آتے تھے، لمبی لمبی گھاس پھری ہوئی تھی کہیں کہیں جھدرے جھدرے درخت بھی موجود تھے، کوئی بھی چٹان نہرے سے خالی نہیں تھی، انجھی میں ایک بلند چٹان سے نیچے اتر کر آگے بڑھ رہا تھا کہ دفعتاً میرے کانوں میں انسانی آوازیں گونجنے لگیں وہ پیچ بکار کر رہے تھے میں سمجھ گیا کہ وہ میرے نزدیک آگے ہیں اور یقیناً وہ پہلے ہی تھے۔ میری تلاش میں سرگرداں لوگوں کو مجھے تک پہنچانے کی یقیناً اب کوئی وقت نہیں ہوگی۔

آہ مجھے پناہ چاہیے، کہیں، کسی بھی جگہ، اگر وہ میرے نزدیک پہنچ گئے تو مجھے اپنے دوساتھیوں کے قتل کے الزام میں ہی طرح ہلاک کر دیں گے جس طرح انہوں نے کرنل آسٹن کو ہلاک کر دیا تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں اس کا مقصد بے کر دہلیٹی کے مختلف حصے ہیں اور ہر جگہ ان کی آبادیاں موجود ہیں، ہر طرف میں نے ایک سمت کا رخ اختیار کیا، اب کوئی ایسی چیز تو سامنے نہیں تھی جس پر میں مکمل اعتبار کر سکتا، صرف یہی تھا کہ جس حد تک آگے بڑھ سکوں بڑھتا رہوں، چنانچہ میں جھاڑو جھکے کو دوڑتا ہوا کسی ایسی جگہ کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا اور پھر قدرت کو مجھے پرہیز آگیا، درختوں کے درمیان گھرا ہوا ایک چٹان میرا نظر آئی جس کے دائرے میں ایک بڑا سا سورخ موجود تھا، بہت حسین عکاسی، لیکن اس جگہ سے لطف لینے کا وقت نہیں تھا، مجھے بس ان کی نگاہوں سے روپوش ہونا تھا، وہ چنانچہ یہ اندازہ لگائے بغیر کہ اس غار میں کیا ہو سکتا ہے میں اس میں داخل ہو گیا۔

غار کی سطح ہوا رفتی، وہ بالکل تاریک تھا، لیکن اس میں آگے بڑھنے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوا، میرا تو اندازہ یہی تھا کہ وہ صرف ایک چھوٹا سا غار ہے، لیکن اندر داخل ہو کر پتلا چلا کہ وہ کوئی غار نہیں بلکہ شاید کوئی سرنگ تھی، ممکن ہے کہ یہ درندوں کی بناہ گاہ ہو، ایسی حالت میں ایک چھوٹا سا نیزہ جھلا میری کیا مدد کر سکتا تھا، لیکن کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔

اندر آ کر درندے ہیں تو باہر اس سے بھی زیادہ وحشی درندے موجود تھے، ان کے دوڑنے کی آوازیں مجھے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں، ایک لمحے کے لیے یوں محسوس ہوا جیسے ان میں سے کچھ غار کے قریب پہنچ گئے ہیں، شاید مجھے دیکھ لیا گیا تھا، میں اس کے بغیر اس سرنگ میں آگے بڑھتا رہا، اگر کم اس کے آخری حصے تک ہی پہنچ جاؤں تاکہ ان لوگوں کو مجھے تلاش کرنے میں ہی کچھ وقت ہو، سینہ دھونکی بنا جاتا تھا، نیزہ ہاتھ میں سنبھالے میں ایک دیوار سے ٹک کر کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب وہ غار میں داخل ہوں۔ آوازیں مجھے سر کے اوپر بھی محسوس ہوتی تھیں اور غار کے دہانے کے پاس ہی، غایا وہ لوگ اس چٹان پر چڑھ گئے تھے اور اوپر سے مجھے تلاش کر رہے تھے۔

سانسوں کو تقابلاً میں کرتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سوچا کہ تڑپ کی موت مرنے کی بجائے بہتر ہے کہ ان سے جنگ کرتے ہوئے مروں، چنانچہ دیر تک میں ان کا انتظار کرتا رہا، ان کی آوازیں اب بھی قریب نہیں لیکن یوں محسوس

ہوتا تھا جیسے ان میں سے کوئی بھی غار کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ رفتہ رفتہ انھیں تاریکی سے شناسا ہوتی جا رہی تھیں، میرے ذہن میں سیاہ ناہوار پھاڑی دیواریں تھیں جن میں بعض جگہوں پر ایسے پتھر اٹھنے ہوئے تھے کہ اگر میں ان سے ٹکراتا تو شاید زخمی ہو سکتا تھا، میں چند لمحات کھرا انتظار کرتا رہا اور پھر اس سرنگ کے دوسرے حصے کی جانب بڑھنے لگا، میں نہیں جانتا تھا کہ یہ سرنگ کہاں تک گئی ہے، لیکن کچھ دور چل کر مجھے محسوس ہوا جیسے وہاں پر محسوس نہیں ہے جب کہ کسی غار کے سورخ میں اتنی دور نکل آئے گا مقصد یہ ہو سکتا تھا کہ وہاں ہوا کا گزرنے ہو اور اس ٹھٹھٹ جلنے، لیکن ایسا نہیں ہوا تھا، میں نیزے سے اپنے ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنے آپ کو ایک وسیع درمیان ہال میں پایا، چاروں طرف خوفناک دیواریں تھیں کھوڑی تھیں، اگر اندھیرا اچھا ہوا تھا لیکن اب میں اس اندھیرے میں بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

ہال نما غار بالکل صاف تھی، میرے سانسوں کی آوازیں مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس جگہ کیا کرنا چاہیے، ویسے یہ غار میرے لیے فی الحال تو بہتر سرگ پناہ گاہ ثابت ہوا تھا، میں چند لمحات سوچتا رہا اور پھر میں نے ہال میں ایک جگہ منتخب کرنی، یہ جگہ تقریباً پانچ فٹ کی بلندی پر ابھری ہوئی ایک ٹکڑی تھی جس پر چڑھنے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوا، میں نے سوچا کہ اگر غار کے دہانے سے اندر داخل ہو کر وہ اس ہال میں مجھے تلاش کریں اور ان کی توجہ اس طرف نہ جائے تو وہ شاید مایوس ہو کر واپس لوٹ جائیں چنانچہ میں اس پر لمبا لمبا لیٹ گیا، نیزہ میں نے اپنے سینے پر رکھ لیا تھا اس وقت اس ہتھیار کے علاوہ اور کوئی چیز میرے پاس نہیں تھی۔

دل جیسے کپٹیوں میں دھڑک رہا تھا، ہر لمحوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی دہلے دہلے قدموں چلا آ رہا ہو اور پھر ایک ہی لمحے جھلا کر ہونے کا ارادہ رکھتا ہو، اس چھوٹی سی چٹان پر لیٹے ہوئے مجھے تقریباً دس بارہ منٹ گذر گئے اور جب ذہن نے سنبھالا لیا تو یوں محسوس ہوا جیسے اب تمام آوازیں معدوم ہو گئی ہوں میں نے سہارا لیا اور اٹھ کر چٹان پر بیٹھا گیا، دونوں پاؤں میں لے نیچے لٹکا لے تھے۔

دیر تک اس طرح بیٹھا رہا، عجیب کیفیت ہو رہی تھی دل دماغ کی، اب اس کا تذکرہ کرنا اس کے بارے میں سوچنا بے سود ہی تھا، اگر وہ لوگ میری تلاش میں ناکام ہو کر یہاں سے آگے بڑھ گئے ہیں تو یہ میری خوش ہمتی ہے اور اس خوش ہمتی سے میں پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا، چنانچہ میرے حق میں

بہتر ہی تھا کہ ابھی میں اس غار سے باہر نکلے گی کوشش نہ کروں۔

پھر میں نے غار کا جائزہ لینا شروع کر دیا، بظاہر یہ سب کچھ قدرتی ہی معلوم ہوتا تھا، دیواروں کی تراشیں لسانی پانچوں کے کارنامے کہیں نظر نہیں آتے تھے، میری نگاہ ایک سیاہے دھبے پر پڑی، جو غار کے آخری حصے میں ایک اور بھری ہوئی چٹان کے نیچے نظر آ رہا تھا۔

دیر تک میں اس دھبے کو دیکھتا رہا، ایسا محسوس ہوا جیسا کہ میں نے کچھ سامان رکھا ہوا جو..... میں چٹان سے نیچے کودا اور داخل دروازے سے دوڑ نکل دیکھنے لگا، اب یہاں پرستون اور روبرہول سناٹا پھیلا ہوا تھا، ادھر کی سمت سے جو آوازیں ابھرنی تھیں اب ان کا بھی وجوہ نہیں تھا، یقیناً طور پر مجھے تلاش کرنے والے لوگ اب اس جگہ پر نہیں گئے تھے اس غار کی جانب ان کی توجہ نہیں گئی تھی۔

میں نے سوچا کہ اس چیز کو دیکھوں کہ وہ کیا ہے جو مجھے ایک دھبے کی شکل میں نظر آ رہی تھی، قریب پہنچا تو مجھ پر ایک اور انکشاف ہوا، چٹان کا ایک بڑا سا ٹکڑا اب پھرا ہوا تھا۔ اس کے نیچے ایک بڑا سا سوراخ نظر آ رہا تھا، اس سوراخ کا قطر تین یا ساڑھے تین فٹ ہوگا، لیکن دوسری طرف کہری تانگی جھانکی ہوئی تھی..... اس سوراخ میں کیا ہے؟ میں نے سوچا۔

بروزنی راستے کی طرف قدم ڈھاتے ہوئے تو خوف محسوس ہوتا تھا کہ کہیں جنگلیوں کے پتھے نہ پڑھ جاؤں، کرل اسٹن کی سی موت میں نہیں مرنا چاہتا تھا، بڑا بے نصیب تھا وہ کہ اے اس عورت کے انتقام کا شکار ہونا پڑا۔ میں موت کو اپنے قریب تر محسوس کر رہا تھا اور جانتا تھا کہ کوئی بھی لمحہ زندگی سے رشتہ ختم کر سکتا ہے، لیکن بہر طور انسان کے دل میں لالچ اور خواہشیں ہوتی ہیں، کم از کم اپنی پسند کی موت ہی مر لیا جائے۔

چنانچہ میرے حشرات سے بے نیاز ہو کر میں اس حشرات سے نیچے جھکتا ہوا آگے بڑھنے لگا، ہنرے کو سناٹا رکھنا ممکن نہیں تھا، تقریباً چار یا ساڑھے چار فٹ تک مجھے سیدھا ہی گھسنا پڑا اور اس کے بعد ہانکی کی ایک ایسی دھولان جگہ آگئی جہاں میں اپنے آپ کو کھڑول میں بیٹھ رکھ سکا اور اڑھنے منہ نیچے جا کر۔ یہی خوش بختی تھی کہ نیچے جو جگہ تھی اس کی گہرائی جا یا تاریخ فٹ سے زیادہ نہیں تھی تاہم پتھر سے فرش پر گرنے سے خاصے چوٹ لگی۔

میں گھبرا گیا تھا، اپنے آپ کو سنبھال کر میں اٹھا تو مجھے

محسوس ہوا کہ گرنے کے بعد جس جگہ پہنچا ہوں وہ تنگ نہیں ہے اور میں یہاں آسانی سے اٹھ سکتا ہوں، یہی ایک نرننگ تھی جو تقریباً تیس فٹ تک گئی تھی، میں اس میں آگے بڑھنے لگا اور جب اس کے آخری سرے تک پہنچا تو مجھے محسوس ہوا کہ یہاں انسانی ہاتھوں کی تراش تراش موجود ہے۔ یہ میٹر یہاں نہیں ہوئے گہرائی میں اتنی لمبی گئی تھیں مجھے حیرت ہوئی تھی، یہاں کیا ہے؟ میں نے سوچا۔ یقیناً کچھ نہ کچھ جنر و جوگا اور نہ یہ میٹر یہاں یہاں نہ بنائی جاتی تھیں..... اگر عام حالات ہوتے تو ایسی خوشگوار جگہ رکھ کر پھٹ بھی سکتا تھا، خوف و دہشت کے مارے ہر انسان کو بخیر ہو سکتا تھا لیکن اب جن حالات میں زندگی گذر رہی تھی ان میں خوف بے حقیقت مکرر ہوا کرتا تھا۔

چنانچہ میں میٹر یہاں لے کر تا ہوا ایک بار پھر ایک چوڑے اور بڑے سے بال میں پہنچ گیا، عجیب و غریب کیفیت تھی اس بال کی، تاریکی چھائی ہوئی تھی، لیکن دیواروں میں نصب مشعلیں صاف نظر آ رہی تھیں جو بھی ہوئی تھیں میں متیزانہ انداز میں دیواروں کو ٹھونکا ہوا آگے بڑھنے لگا، روشنی اب اتنی بھی نہیں تھی کہ مجھے بہتر مزاج نظر آجاتی، مشعلوں کا اندازہ بھی ملتا تھا۔ اسے ہی سو گیا تھا، ایک مشعل کے نزدیک پہنچ کر میں لگا اور اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اس کی کیا کیفیت ہے، مجھے ایک اچھرے ہوئے پتھر پر مجھے ایک ایسی چیز نظر آ رہی تھی جسے دیکھ کر سنا چونک پڑا۔

یہ ایک رنگ و رنگ لائٹ تھا، اس لائٹ کی یہاں موجودگی میرے عقبتی عجیب خیز ہو سکتی تھی اس کا اندازہ لگانا جا سکتا ہے ہاتھ میں اٹھا کر میں نے اس کا بڑن دیا تو ایک چھوٹا سا شعلہ اس سے بلند ہوگا، میں نے اس شعلے کو مشعل سے لگا تو شعلہ فوراً ہی روشن ہوئی، مشعل کی گلی اور دھندلی روشنی میں غامحوں نمایاں ہو گیا تھا، دیواروں پر سائے رنگ رہے۔ نچلنے مجھے کیا سوچھی کر میں نے مشعل اس کی جگہ سے ہٹا کر اسے لیے ہوئے دوسری مشعلیں روشن کرنے لگا، علمی غار ہو گیا تھا، میں متیزانہ انداز میں اس کی سپاٹ دیواروں کو رہا تھا، غار کے ایک حصے میں ایک اور جو کو دروازہ نظر آ رہا تھا، چنانچہ اب جب میں یہاں پہنچ ہی گیا تھا تو اس۔ اسرار جاننے کی خواہش میرے دل میں بیدار ہوئی۔

میں نے ایک مشعل ہاتھ میں سنبھالی اور اس چوک دروازے کی طرف بڑھ گیا، دروازے کا کوئی ٹ نہیں تھا، بس یہی دیوار میں تراش دیا گیا تھا، آگے چل کر وہ بائیں گھوم گیا تھا اور یہاں پھر میٹر یہاں نظر آ رہی تھیں، تقریباً

میٹر یہاں لے کر کے جس جگہ پہنچا وہ میرے لئے دنیا کی سب سے حیرتناک جگہ تھی، یہاں مخصوص قسم کے چوٹی صندوق رکھے ہوئے تھے جن میں تالے پڑے ہوئے تھے، دفعتاً میرے ذہن میں ایک تصور ابھرا اور میرے ذہن کے تمام رنگے کھڑے ہو گئے، دماغ تھوڑی دیر کے لئے جگر کارہ گیا، چوٹی صندوقوں کا یہ انداز عجیب و غریب تھا اور اس میں بڑے ہوئے تالے کسی خاص بات کی نمائندگی کرتے تھے، میں اپنے تجسس کو نہ روک سکا اور ایک چوٹی صندوق کے پاس پہنچ گیا۔

یہاں لکھے ہوئے چوٹی صندوقوں کی تعداد..... سترہ تھی یہ کافی بڑے تھے اور اتنے ذہنی تھے کہ ان میں سے ایک صندوق کو بھی دو یا تین آدمی اٹھا کر نہیں لے جا سکتے تھے۔

صندوقوں کے آس پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے نالے توڑے جا سکتے، لیکن نجانے کیوں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ پراسرار خزانہ وہی صندوقوں میں موجود ہے جس کے لئے ایک دنیا سرگرداں ہے اور جس کے لئے ولاڈی و اسکاٹ نے نجانے کتنے لوگوں کو اپنی کمانی ٹسنا کر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اور یہی خزانہ میری طلب بھی تھا، لیکن جن حالات میں، میں اس تک پہنچا تھا وہ اتنے دلزدہ تھے کہ خزانے کے قریب آ کر مجھے اور دیکھ بھی پورا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا رہنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر دفعتاً میرے منوں پر سکر ایٹ پھیل گئی، خزانوں سے متعلق بے شمار افسانے، کہانیاں اور ناول پڑھے تھے ایسے ہی تذکرے جو کرتے تھے کہ کوئی نیم جو یا کوئی رسیا ان تک پہنچا تو اس حالت میں، کہ وہ ان کے حصول کے قابل نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت میں بھی ابھی کہا نہیں کا ایک کردار تھا، لیکن خزانہ دیکھنے کا شوق نہ ب سکا، میں مشعل ہاتھ میں لے کر ہونے ادھر ادھر بھرتا رہا اور پھر مجھے ایک ایسا ابھرا ہوا پتھر نظر آ گیا جس کے لیے اس میں کوشش کرتا، تو اسے اس کی جگہ سے اٹھا کر سکتا تھا، مشعل رکھنے کے لئے میں نے ایک جگہ منتخب کر لی اور اسے سیدھا کھڑے کر کے اسے پتھر پر زور زماں کرنے لگا، پتھر کو مختلف سمتوں میں ہلانے جلانے کے بعد میں نے باہر نکال لیا، اور پھر مشعل لے کر صندوقوں کے پاس پہنچ گیا، میں نے ان میں سے ایک صندوق کے تالے پر پتھر آزمائش شروع کر دیا، تقریباً دس بارہ مرتبہ لگانے کے بعد تالہ کھل گیا۔ میں نے اسے صندوق کے کندھے سے باہر نکالا اور پھر صندوق کا ڈھکن کھول دیا۔

غاریں ایک دم دھندلی دھندلی پراسرار روشنی پھیل گئی، صندوق میں اعلیٰ تراش کے بے شمار ہنرے جگہ کارہے تھے، اس

کے ساتھ ہی سونے کے بے شمار زیورات بھی اس میں موجود تھے جن کی ساخت بتاتی تھی کہ وہ اعلیٰ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

ماؤنٹ سوراٹ کا عظیم الشان خزانہ اب میری تحویل میں تھا، میں اس خزانے کا مالک تھا، دل کو ایک فرخ کا احساس ہوا وہ خزانہ جس کے لئے نجانے کتنے ہنر مند اور جہاز نامہ پیشہ افراد سرگرداں ہیں، میری تحویل میں ہے، میرے قدموں کی خاک ہے۔ زمین پر ایک عجیب سا جنوں طاری ہو گیا، میں نے چند میرے ہاتھ پر انہیں قریب سے دیکھا، سونے کے زیورات کو مٹیوں میں چھوڑ کر اٹھا، اور انہیں مجھے گرا لگا، وہی جنوں کیفیت مجھ پر طاری ہوئی تھی جو اس قسم کے متعوتوں پر ہو سکتی ہے۔

دیر تک میں اس خزانے سے کھیلتا رہا، اور پھر میرے ذہن میں سناٹے سے کوچ اٹھے، مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میں بے عرش ہو رہا ہوں، میں نے آنکھیں بند کیں اور زمین پر پڑن پھیلا کر صندوق سے ٹک کر بیٹھ گیا، میں جو شعل اپنے ساتھ لایا تھا وہ اب بھی روشن تھی اور اس کی دھندلی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ہی جگہ گاتے بیروں کی روشنی بھی شامل تھی، میں اپنے چکر لٹے ہوئے ذہن کو قابو میں کرنے کی کوشش کرنے لگا، بہت سے حقائق میری آنکھوں کے سامنے آ گئے، خزانہ بے شک میری دسترس میں تھا، میں بے تمام صندوق کھول سکتا تھا، ان تمام چیزوں کو اپنے قبضے میں کر سکتا تھا، میں کس لیے..... کیا انہیں یہاں سے لے جا کر منہ ہو سکتے گا؛ کیا اس خزانے کو یہاں سے لے جایا جا سکتا ہے..... کیا میں اس خزانے کو حاصل کر کے دنیا کا امیر ترین آدمی بن سکتا ہوں، لیکن دنیا تک پہنچنے کے ذرائع کیا ہوں گے..... جن راستوں سے گذر کر یہاں تک پہنچا تھا، ان راستوں سے خزانے کے ان ذہنی صندوقوں کو نکال کر آیا آسان کام ہوگا..... نہیں میرے کچھ میرے لئے نہیں ہے، میں تو صرف دیکھنے والا ہوں۔ دیکھ سکتا ہوں ان سب کو، انہیں اٹھا اٹھا کر ان سے کھین سکتا ہوں اپنے بدن پر جو کچھ سکتا ہوں لیکن ان تمام چیزوں سے ذہن فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

بے بسی کے یہ لمحات جن کیفیات کے حامل ہو سکتے ہیں..... الفاظ میں بیان نہیں کئے جا سکتے، نجانے کتنی دیر تک یہ دیکھوں گی طرح اس عظیم الشان خزانے کو کھولتا رہا..... پھر پتھرے، ایک اور صندوق پر چل پڑا، اس کی کیفیت بھی مختلف نہیں تھی، اندر اتحاد کے پتھرے ہوئے تھے، سونے کے بڑے بڑے تھے، صندوق کے اوپری سرے تک موجود تھے اور اس صندوق کا وزن اتنا تھا کہ اسے اپنی جگت بدلنا بھی ممکن نہیں تھا، میں جانتا تھا

کہ ہمارے صندوق اسی کی چیزوں سے بھرے ہوئے ہیں بڑھانے کے اتنے وسیع ہونے کی گنجائش تو نہیں تھی اس عظیم انسان نے اپنے لئے تو سلطنتیں تیار ہو سکتی تھیں۔

میں بڑھ چھٹی آنکھوں سے دیر تک کھلے ہوئے صندوقوں کو دیکھتا رہا، پھر گہری سانس لے کر میں نے صندوق بند کر دیے۔ اگر دل و دماغ کو قاپو میں نہ رکھا گیا تو میں جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا، صرف یہی کہ میں ان دیواروں سے ٹکرا کر مر جاؤں۔ بنائے کی کوشش کروں اور بالآخر میرا سر ان دیواروں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ موت اور صرف موت، اس لئے خزانے کا تصور بے مقصد ہے، بلکہ اگر حماقت، نجابت، سستی و دیر تک میں اسی انداز میں سوچتا رہا اور پھر زمین مستدل ہو گیا، کسی خیال کے تحت میں نے وہ صندوق دوبارہ کھولا جس میں کچھ بھرے ہوئے تھے اور پھر اس میں سے چند سونے کے ٹکے نکال کر اپنے لباس میں چھپا لیے۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پلٹ پڑا اور واپس کے راستوں کی طرف چل دیا۔

اس غارت میں پہنچا جہاں شعلیں جل رہی تھیں اور پھر بدن لے آگے بڑھنے سے انکار دیا، بہتر ہے کہ یہاں بدن کو کچھ آرام لینا چاہئے۔ اس خیال کے تحت میں زمین پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ جاتی ہوئی شعل میں نے اسی جگہ نگاہ کی تھی جہاں سے اسے نکالا تھا، میرے ذہن پر عجیب سا عالم طاری تھا، دماغ گھوما گھوما محسوس ہو رہا تھا، لوں لگ رہا تھا جیسے درودیاور مل ہے ہوں اور ہر چیز بیکرا رہی ہو۔ زور سے آنکھیں کھینچ کر میں نے دماغ کو پر سکون کرنے کی کوشش کی اور دیر تک اسی طرح بڑا رہا تب اب تک پیٹ میں ایک بیس کی آہنی اور مجھے احساس سوا کہ میں شہو کا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ہونٹوں پر شہد بدیش محسوس ہو رہی تھی، پیاس بھی تھی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ غام میں تھا چیزیں موجود تھیں، لیکن بدن کا دوزخ بھرنے کا کوئی انتظام نہیں تھا، سارے خزانے تھوڑی سی خوراک کے آگے بڑھ چکے تھے، پانی کی چند قطرے اور دماغ کا تھوڑا سا جھتہ اس خزانے سے کہیں زیادہ قیمتی ہو سکتا ہے۔ یہ تمام تجربات مجھے ذاتی طور پر رو رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے ان غاروں سے نکل جانا بہتر ہوگا ورنہ یہیں پر پھوکا پیاس کی شدت سے دم توڑنا پڑے گا۔ اس روح فرسا تصور نے مجھے پہلے سے کہیں زیادہ مستعد اور جتنا کر دیا۔ واپس کے راستے بڑی مہارت اور ذمہ داری کے ساتھ طے کرتا ہوا بالآخر میں غار کے اس حصے میں آ گیا، جہاں سے باہر نکلنے کے بعد

کئی فضا میں سانس لی جا سکتی تھی۔ میں نے وہاں سے پھڑپھڑے ہو کر اٹھیں پس اور اس کے بعد وہاں سے باہر نکل آیا۔ دل میں یہی خیال تھا کہ پیٹ بھرنے کے لئے غذا تلاش کروں اور واپس آئی جگہ آ جاؤں۔ فی الحال یہ جگہ میرے لئے محفوظ ترین تھی کیونکہ وہ لوگ اس جگہ سے میری تلاش میں مایوس ہو کر واپس جا چکے تھے لیکن تاہم تنگ کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جسے خوراک کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہو۔ گھاس تھی یا پھر درخت جن میں پتوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ اس وقت تو کوئی بھی چیز میرے لئے قابل قبول ہو سکتی تھی بشرطیکہ وہ فائدہ کے طور پر استعمال کی جا سکے۔ کوئی ایسا درخت جس میں اور کچھ نہ ہو، کم از کم جنگلی پھل ہی لگے ہوں خواہ ان کی نوعیت کچھ بھی ہو۔

میں کسی ایسی ہی درخت کی تلاش میں غار سے کافی دور نکل آیا، بھوک اور پیاس اب انتہائی شدت اختیار کر چکے تھے، نجانے کب سے میں نے کھانا نہیں کھا یا پھر تھکانا پانی پیا تھا۔ دماغ ساتھ چھوڑتا رہا تھا، ہمیشہ تمام جو قوتیں جمع کی تھیں وہ اب بحال میں رہی تھیں، پاؤں لڑکھڑاہے تھے، زبان خشک گھونٹی تھی اور ہونٹوں پر پھریٹاں مگ گئی تھیں۔ میں دیوانوں کے سے انداز میں آگے بڑھتا رہا، میری آنکھوں کی ایسی چیز کو تلاش کر رہی تھیں جسے کبھی بھی طور کھا یا سکا، لیکن کوئی جانور تک نظر نہ آیا، یوں لگتا تھا جیسے قدرت کو میرا پیٹ بھرنا منظور نہ ہو۔

اسی جگہ دو دو میں کافی دیر گزر گئی، اب آنکھوں کے سامنے ترہرے سے بٹانے لگے تھے اور پیاس کی شدت ناقابل برداشت ہوئی تھی۔ میرے صحن سے لڑا بن چکے تھیں، وہ نیزہ جو اوپچی میں میں نے اپنے ساتھ لے لیا تھا، زمین پر ٹکرا کر میں چند گز مزید آگے بڑھا اور جب پیر در میں آگے بڑھنے کی سکت نہ رہی تو وہیں ٹھہر گیا، مینالی ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی، اس پاس کی چیزیں دھندلی نظر آ رہی تھیں، اوپر سونچ جگ رہا تھا، اور دھوپ کی شدت ایسی تھی کہ بدن میں گوا آگ لگی جا رہی تھی لیکن اب میں کچھ نہیں کر سکتا تھا، سوچنے سمجھنے کی قوتیں آہستہ آہستہ مفلوج ہوئی جا رہی تھیں، پھر میں زمین پر سر بیٹ گیا اور اس کے بعد میں رفتہ رفتہ حواس ساتھ چھوڑ گئے۔

نجانے کتنی دیر کی عالم میں گزری اور پھر ہوش آ گیا وہی کیفیت تھی، کوئی فرق نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ سوچنے سمجھنے کی قوتیں بحال ہوئیں تو میں نے اس طرف کا جائزہ لیا اور یہ دیکھ کر کبھی طرح اچھل پڑا کہ یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں میں زمین

بیٹھا تھا، بلکہ اس با پھر میں کسی غار میں موجود تھا۔ دن کے نیچے پتھر ملی زمین تھی، اسی طرف میں دیواریں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے تھوڑا انداز میں چاروں طرف دیکھا اور پھر زمین پر ہاتھ لگا کر اٹھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا۔

غار سنان تھا اس میں نہ مہاری کی کی کیفیت تھی اور اس کے بارے میں اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ کون کی جگہ ہے۔ میں نے اپنی جہاں تو میں بحال کر کے ایک زوردار اور ذمہ سے نکالی، اس آواز کو الفاظ نہیں مل سکتے تھے، بس ایک جھج تھی جو غار میں جگرا کر رہ گئی تھی۔ لیکن اس کے جواب میں فوراً ہی تحریک ہوئی، کوئی تیز تیز چلنا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے دھندلائی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

ایک خوب صورت سی لڑکی تھی، جسم برفیلا پیسے کی کھال کا لباس تھا، گئے بال بکھرے ہوئے تھے اور خدو خال انتہائی دلکش تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی میرے پاس پہنچی اور مجھے ہوش میں دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ہنسی چھوٹنے لگی۔ میں نے اسے سبھی کی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر نجانے کس طرح منہ سے آواز نکال کر اس سے پانی مانگا، صرف یہی الفاظ میرے منہ سے ادا ہو سکے تھے۔ پانی، پانی۔

وہ متعجبانہ انداز میں کھڑکی مجھے دیکھتی رہی پھر شاید میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی، وہ وہاں سے واپس پلٹ گئی، اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک برتن میں پانی لے کر آئی، اس وقت یہ پانی گویا میرے لئے آجیبات تھا، میں نے اس کے ہاتھ سے پانی چھینٹ کر ہونٹوں سے لگایا، تھوڑا سا پانی میرے سینے پہنچ چکا تھا، میں نے اسے ایک ہی سانس میں خالی کر گیا، پھر میں نے پالہ اس کی طرف بڑھاتا ہے جو نے کہا "اور دو۔ اور دو۔ مجھے اور پانی دو۔"

وہ میری بات سمجھتی تھی، چنانچہ پالہ لے کر واپس ہو گئی، اور تھوڑی دیر کے بعد اسے دوبارہ پھر اندر لے آئی، پانی کا دوڑا پالہ اپنے کے بعد میں دو ٹوں ہاتھوں سے سر پر رکھ بیٹھ گیا، لڑکی تھوڑی دیر تک کھڑکی مجھے دیکھتی رہی تھی، اس وقت سوچنے سمجھنے کی قوتیں ساتھ نہیں رہی تھیں، میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا، ذہن پر زور دیتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے دماغ ایک پکا پکا پتھر ہے جو ذرا بھی توجہ دینے سے ٹکٹے لگتا ہے۔

لڑکی تھوڑی دیر تک کھڑکی مجھے دیکھتی رہی پھر واپس پلٹ گئی اور اب کے جب وہ واپس آئی تو اس کے پاس جنگلی سپوں کی اچھی خاصی تعداد تھی میں نے یہ سبب بھی اس سے اس

انداز میں چھپٹ لیے، پانی پینے سے جو قناعت بڑھ گئی تھی سپوں کے کھانے سے رفتہ رفتہ دور ہونے لگی، پیٹ میں غذا پختی ہو پونے بھاری ہونے لگے ایک عجیب سی مدد کی طاری ہونے لگی تھی، اس میں میند کا کوئی تصور نہیں تھا، بس یوں پالہ ایک عجیب سی سنسانٹ کا ٹکڑا تھا، میں اب سونچ سچہ سکتا تھا برتن چھین نہیں کھولی جا رہی تھیں۔

اس غارت میں اپنے قدموں سے چل کر نہیں پہنچا تھا کوئی مجھے اٹھا کر سماں تک لایا تھا، کمون ہو سکتا ہے وہ کیا یہ لڑکی؟ کیا یہ غار کی آبادی میں ہے، بہت سے سوالات میرے ذہن میں گردش کرنے لگے، لڑکی کے بارے میں ایک نگاہ دیکھ کر ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ایسی تہی و شبوبوں سے تعلق رکھتی ہے اس کا لباس، اس کا انداز ہی سب کچھ بتاتا تھا۔ اگر اس نے مجھے نیم بے ہوشی کے عالم میں پایا اور کسی طرح مجھے یہاں تک لے آئی تو اس کا مقصد ہے کہ اس کے دل میں میرے لئے بھلائی کے جذبات جاگے ہیں، اس کیفیت سے کوئی فائدہ کمزوروں نہ حاصل کیا جاسکے، لیکن کس طرح؟ کیا؟ کیسے؟ میں سوچتا رہا، آنکھیں بند تھیں اس لئے یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا، لڑکی میرے پاس ہی موجود ہے یہاں سے کوئی بھی نہیں معلوم تھا کہ دوسرے لوگوں کو اس نے میرے بارے میں بتا دیا یا

صرف اتنی تک خودی میری یہاں موجودگی سے واقف ہے بات کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، وہ میری زبان نہیں کچھ سکتی تھی اور نہ میں اس کی زبان بول سکتا تھا۔ آہستہ آہستہ ذہن ٹھنکن بھی دور ہوئی گئی اور میرا ذہن پوری طرح بیدار ہو گیا۔

آنکھیں کھول کر دیکھا، لڑکی مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی، میں نے ملکی کی گراہ کے ساتھ ہاتھ زمین پر لگائے اور اڑتے کر بیٹھ گیا۔ "میں تم سے کس طرح گفتگو کروں لڑکی، میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی البتہ مجھے بولتے دیکھ کر وہ مجھے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

میں نے اشاروں کی زبان میں اس سے اپنے بارے میں سوال کیا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، بس مسکیتی مسکیتی لگا ہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی، میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کی آنکھوں میں ایک خاص کیفیت ہے وہی کیفیت جو کسی نوجوان لڑکی کی اپنے پسندیدہ مرد کو دیکھ کر ہوتی ہے۔ اپنے میں ان کیفیتوں سے ناواقف نہیں رہا تھا، قدرت نے میری تقدیر میں اس طرح کے بہت سے خیال گھود دیے تھے جب کہ میں خود اس قسم کا انسان نہیں تھا، ول بول میں دل خود پر نہیں آنے

گئی، چوچا تباہوں وہ نہیں ملتا اور جو نہیں چاہتا وہ قدم قدم پہ
موجود ہے۔

رنگی سے گفتگو کرنے کی بہت کوشش کی، بار بار محسوس کیا
کہ اسکی آنکھوں میں شرارت سی نمودار ہوئی ہے لیکن اس نے تو میری
کسی بات کا کوئی جواب دیا اور نہ ہی اس کے اندر کوئی اور
تحریک پیدا ہوئی۔ وہ پتھر کے بت کی مانند بیٹھی مسکراتی
لگا ہوں ہے مجھے دیکھتی رہی تھی۔ کافی دیر اس طرح گذر
گئی، تب میں نے آہستہ سے کہا۔ ”مجھے کھانے کو کچھ اور
نہیں مل سکتا۔“

وہ میرے الفاظ کو سنبھالنے لگا اور کہا کہ باہر نکل گئی۔
”خدا کرے تمہاری سمجھ میں کچھ آجی جائے، میں نے
گہری سانس لے کر کہا، آخر یاد اس منٹ کے بعد وہ وہاں
آئی تو میری بائیں خوشی سے کھل اٹھیں، اس کے
ہاتھ میں ایک ٹھٹھا ہوا ہر اندر موجود تھا، خاصا بڑا پر ہونٹھا
یہ نہیں معلوم کہ کونسا تھا، لیکن بہر طور میرے لیے بہت
کچھ تھا اس نے ہر بندے کا گوشت مجھے پیش کیا تو میں نے
شکر گزار لگا ہوں اسے لے دیکھ کر اسے اس کے ہاتھوں
سے لے لیا، لڑکی میرے سامنے ہی بیٹھ گئی تھی وہ مجھے
دیکھتی رہی اور میں گوشت فوج فوج کر کھا تا رہا۔
حالا کہ ٹھٹھا تھا، ذرا شہ دیر سے ٹھٹھا ہوا رکھا تھا لیکن
بھی کیا کھا تھا کہ لڑکی میرا مطلب سمجھ گئی تھی اس کے بعد
اس نے دوبارہ مجھے اسی مٹی کے پیالے میں پانی پیش
کیا اور اب میں شکم سیر ہو چکا تھا۔

لڑکی کے بارے میں میری ذہن میں شدید تجسس
تھا، یہ بھی جانتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور وہ کس طرح مجھے
اٹھا کر لائی، لیکن یہ سب کچھ ممکن نظر نہیں آ رہا تھا تب
میں اپنی جگہ سے اٹھا اور غار کے دروازے کی طرف بڑھا
لڑکی نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا، لیکن جب میں غار کے
دروازے سے باہر نکلنے لگا، تو اس نے جلدی سے
آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا اور گردن نفی میں ہلانے
لگی۔ یہ واضح اشارہ تھا کہ وہ مجھے باہر نہیں نکلنے دینا
چاہتی تھی، لیکن اس کے انداز میں سختی نہیں بلکہ نرمی
اور التجا تھی۔ میں اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے
اس کا بازو آہستہ سے دبا یا اور صرف غار سے باہر نکلتے
پر اکتفا کیا۔ کچھ نظر نہیں آیا تھا سوائے اس کے کہ باہر
روشنی پھیلی ہوئی تھی، غالباً شام جھک آئی تھی، کیونکہ
اس روشنی میں دھوپ کی تیزی نہیں تھی۔ میں ایک گہرا

سانس لے کر غار میں واپس ہٹا تو لڑکی کے چہرے پر اطمینان
کے آثار نظر آئے۔

”میری اجنبی ہمدردی مجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح
مخاطب کروں، تم سے ان حالات کے بارے میں کیسے
معلوم کروں۔ بہر طور میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تمہارے
کسی بھی جذبہ کے تحت سہی، اس وقت میری مدد کی
ہے جب کہ میں بے بس ہو چکا تھا“ میں نے کہا۔ لڑکی
کو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے بٹھا

اس کے انداز میں کوئی بے چینی یا کوئی ایسی بات
نہیں تھی جس سے یہ اظہار ہوتا کہ وہ یہاں سے چلی جانا
چاہتی ہو پتا نہیں کس طرح اسے اتنی خدمت مل گئی
تھی، مجھے خود بھی یہ خیال گذرا کہ کہیں لڑکی کی یہ ہمدردی
میرے لیے مصیبت نہ بن جائے۔ لیکن اس کے پکھار
بھی کوا تعین آس پاس موجود ہوں گے، جو اس کی طویل
گمشدی سے پریشان ہو کر اسے تلاش کرنے نکل پڑیں
گے اور کہیں اس طرح میری نشاندہی نہ ہو جائے۔

میں نے اشاروں کی زبان میں اسے یہ بات سمجھانے
کی کوشش کی۔ ”اردو اور انگریزی زبان میں بھی بہت
کچھ کہا، لیکن وہ صرف مسکراتا جانتی تھی یا پھر ایک آدھ
بات سمجھ جاتی تو صرف اشاروں میں ہی اس کا جواب
دیتی تھی۔

اس نے یہاں سے جانے پر آمادگی نہیں ظاہر کی
تھی یہاں تک کہ رات ہو گئی اور پھر تاریکی پھیل گئی۔ میں
بے چینی سے کئی بار غار کے دروازے تک جا چکا تھا،
لیکن ان اطراف میں انسانوں کی آمدورفت نہیں ہوتی تھی
اور یہ تو سوچنا ہی غلط تھا کہ وہ انسانوں سے دور کوئی
جگہ ہوگی، آس پاس نہ سہی کچھ فاصلے پر یہاں کوئی نہ
کوئی بستی ضرور موجود ہوگی، بہر طور تقدیر پر شکر کرنا
تھا، حالات کا اندازہ لگائے بغیر یہاں سے نکلنے کی کوشش
حماقت ہو سکتی تھی، چنانچہ میں رات گہری ہونے کا منتظر
کرنے لگا۔ اور پھر جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ رات کافی
گہری ہو چکی ہے تو میں لڑکی کا بازو پکڑ کر باہر آ گیا۔

اس بار اس نے غار سے نکلنے پر کوئی اعتراض نہیں
کیا تھا بلکہ اس نے غار سے نکلنے کے بعد میرا بازو پکڑا
اور ایک سمت چلنے لگی۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ
لگے بڑھنے لگا چنانچہ آہستہ آہستہ پہاڑوں کی اوٹ سے
نمودار جو رہا تھا اور ماحول پرستہری چادر جھیلتی جا رہی تھی

وہ مجھے ایک ٹیلے کے قریب لے گئی اور اس پر چڑھنے
کا اشارہ کیا۔ میں نے اس کی اس ہدایت عمل کیا تھا۔ ٹیلے
کے اوپر پہنچ کر میں نے دوسری سمت دیکھا تو میرے خیال
کی تصدیق ہو گئی۔

یہاں ایک باقاعدہ آبادی پھیلی ہوئی تھی یہ لڑکی لہجہ
ایسی بستی سے تعلق رکھتی تھی۔ میں نے اس کے شانے پر
ہاتھ رکھ کر آبادی کی طرف اشارہ کیا اور اس نے اثبات میں گردن
ہلادی، جس سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ اسی آبادی
کی رہنے والی ہے۔ تب میں نے مختلف طریقوں سے اسے
یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ واپس چلی جائے، کہیں اس
کے گھر والے اس کی تلاش میں یہاں نہ پہنچ جائیں، اس
بات کے جواب میں اس نے نفی میں گردن ہلاتی اور وہیں
ایک چٹان پر بیٹھ گئی۔

چاندنی میں وہ پہلے سے کہیں زیادہ حسین معلوم
ہو رہی تھی، ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور اس کے بال
ہوا میں اڑ رہے تھے، اس کی آنکھوں میں ایک اذکی جگ
تھی اور وہ پچھلی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پتلے پتلے
گلابی ہونٹوں پر حسین مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی میں نے
آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتی اور کہنے لگا۔

”بد قسمتی ہے میری کہ تمہاری اس عنایت کا جواب
تمہاری حسب فضا نہیں دے سکتا، جو اب بھلا کیا عمل
سکتا تھا۔ وہ تو بس دیکھتا اور مسکراتا جانتی تھی، چاند
پوری طرح ابھرا تھا اور چاندنی اور تیز ہو گئی، اس چاندنی
میں بستی صاف نظر آ رہی تھی، لیکن اب اس کے درمیان
چہل پہل ختم ہو گئی تھی، تقریباً آدھی رات تک میں لڑکی
کے ساتھ اسی طرح بیٹھا رہا۔

اشاروں، اشاروں اگر کچھ باتیں ہو جائیں اور وہ
سمجھ لیتی تو اشاروں میں ہی جواب دے لیتی۔ ورنہ خاموش
اس دوران وہ مصطح جگ اطمینان سے لیٹ گئی تھی، میرے
ذہن میں کئی بار عجیب سی کیفیات بیدار ہوئیں، ماحضتی
کے بہت سے قصے یاد آئے۔ ہما، تنویر، زولیا اور سب
سے زیادہ خوف ناک شخصیت ساریا، جس نے میرے ذہن
کو پہلی بار چند لمحوں کے لیے جھک دیا تھا۔ عدت جو ایک
پر سکون اور پر وقار زندگی کی مانند تھی اس کے ہونٹوں سے
بھی گنگناہٹ ابھرتی تھی، لیکن اس گنگناہٹ میں بھی سکون
تھا، اس نے کبھی کوئی پچھوڑی یا ہلکی بات نہیں کی تھی۔
اور اس کے بعد یہ نئی خاتون جن کا تعلق بت کے ایک قبائلی

علاقے سے تھا۔ بلاشبہ اس لڑکی کو خوبصورت کہا جاسکتا
تھا اور کوئی بھی نوجوان ہوا اس کی قربت کی خواہش کر
سکتا تھا اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میری جگہ کوئی
بھی بلکہ کردار کا پاک ہوتا تو لڑکی کی اس خود پیردگی
سے فائدہ اٹھا سکتا تھا، لیکن ابھی تک ضمیر پر یہ واضح
لگانے کی نوبت نہیں آئی تھی، چنانچہ میں یہاں بھی
خود کو سنبھالے رکھنا چاہتا تھا۔ البتہ اتنی نچک باب
میرے اندر پیدا ہو گئی تھی کہ اگر صورت حال ناگزیر ہی ہو
جاتی اور لڑکی کو اس انداز میں خوش آمدید کہنا پڑتا تو
شاہد اب اتنی سختی باقی نہ رہتی، بہر طور وقت گذرنا
چاہتا تھا۔ پھر ہم وہاں سے اٹھ گئے، لڑکی بڑا اطمینان
قدروں سے چلتی ہوئی میرے ساتھ غار میں آئی اور میں
نے آہستہ سے اس سے کہا۔

”خیزوہ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ اب تم بھی سو جاؤ
یا پھر اپنی بستی میں واپس لوٹ جاؤ کہ کہیں تمہاری بد چینی
میرے لیے غلاب نہ بن جائے، بھلا وہ کیا بھتی یادہ
کیا جواب دیتی۔ میں خود ہی فرش پر آنکھیں بند کر کے
لیٹ گیا اور وہ مجھ سے سختی سے ہی فاصلے پر میرے
پیروں کے نزدیک لیٹ گئی تھی۔

میں دیر تک کر ڈھیں بدلنا رہا۔ لڑکی کے بکنے
اٹھنے والی ہلکی ہلکی خوشبو مجھے پریشان کر رہی تھی اور
میں اس کیفیت سے چپنا چپنا تھا۔ مندر نے بالآخر میری
یہ ذہنی کشمکش ختم کر دی، کسی نہ کسی طرح آہی گئی تھی
اور پھر اس وقت بیدار ہوا جب گوشت جھونٹنے کی خوشبو
ہناک کے ٹخنوں سے مگرائی میں نے تجب سے ادھر
ادھر دیکھا، وہی غار تھا جہاں میں سویا تھا، خوشبو باہر
سے آ رہی تھی، میں اٹھ کر باہر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ
لڑکی لنگریاں جلانے ایک بڑے سے بومرے کے ٹخنوں
رہی ہے، میرے قدروں کی آہٹ پر اس نے مسکرا کر
مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے ہنس بڑی۔ پھر اس نے
انگلی سے ہر بندے کی طرف اشارہ کیا اور میری طرف۔
”درست فرمایا آپ نے خاتون۔ آپ میری بڑا عزت
کر رہی ہیں اس کے لیے میں تہ دل سے آپ کا ممنون ہوں
لیکن انیسویں اس ممنونیت کا کوئی صلہ نہیں دے سکوں گا
آپ کو۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک بڑے سے مٹی کے
جار کے پاس بیٹھ گئی جس میں پانی بھرا ہوا تھا اس جار کے

جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔

”جی فرمائیے۔ فرمائیے۔“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔ اور وہ سنجیدہ ہو گئی۔ میری طرف دیکھتی رہی پھر اس نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر باہر کی سمت اشارہ کیا اور مجھ سے کہنے کے لیے کہا۔ اس کے انداز کی گہری سنجیدگی بتا رہی تھی جیسے وہ کہنا چاہتی ہو کہ یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش خطرناک ہو سکتی ہے میں نے سوالیہ انداز میں اس سے پوچھا کہ وہ کب واپس آئے گی تو اس نے آسمان کی طرف رخ کر کے انگلی اٹھائی اور پھر چاند کی شکل بنانے لگی، میں اُن کے ان اشاروں کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔ ”میں انتظار کروں گا“

یوں محسوس ہوا جیسے اس نے میری بات سمجھ لی ہوا وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور پھر وہاں سے واپس چلی گئی لڑکی مجھے یہاں رکھنے کا اشارہ کر گئی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ میرا یہاں رکنا مناسب ہو گا بھی یا نہیں، اگر نہیں تو پھر کیا کروں، کس طرف جاؤں۔؟ لیکن ہے یہاں کچھ وقت گزارنے کے بعد کوئی بہتر بات سمجھ میں آسکے۔ جتنی صعوبتیں اٹھانا چکا تھا اس کے بعد بدن میں ایسی کیفیات محسوس کر رہا تھا جیسے مجھ میں اب بہت زیادہ جدوجہد کرنے کی سکت باقی نہ رہی ہو اگر نہیں کچھ وقت گزر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اب میرے سامنے کوئی خاص مقصد تو تھا نہیں جس کی فوری تکمیل ضروری ہوئی۔ چنانچہ میں نے ہمیں رکنے کا فیصلہ کیا۔

لڑکی چلی گئی اور میں غار میں داخل ہو کر اپنے لباس کو دیکھنے لگا۔ لباس گندہ اور کوسیدہ ہو چکا تھا اسے دھونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں پیدا ہوتا تھا، کیونکہ پانی کا یہاں کوئی انتظام نہیں تھا، لیکن تھوڑی دیر کے لیے اُسے اتارا جا سکتا تھا اور اس وقت غار میں میرے علاوہ اور یوں تھا چنانچہ میں نے اپنے اوپری جہم کو لباس سے آزا کر لیا۔

دفعاً مجھے سونے کے اُن کون کا خیال آیا جو میں نے غار سے نکلنے والے جہم میں رکھ لیے تھے۔ جہمیں ٹولیس تو ایک دم احساس ہوا کہ سونے کا ایک بھی سکری میٹروں میں موجود نہیں ہے میرا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ سونے کو نکال سکتا ہے، اس لڑکی کے علاوہ کسی اور لڑکی کے بارے میں نہیں سوچا جا سکتا تھا۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سونے کو وہیں کہیں جب سے



کراس غار کا انتخاب اس نے کیسے کیا۔ یہ غار محفوظ ہے یا نہیں لیکن جواب میں ایک ہلکی سی سکراہٹ کے سوا اور کچھ مل سکتا تھا۔ پھر اس نے خود ہی مجھ سے باہر چلنے کی فرمائش کی اور میں نے آداگی کا اظہار کر دیا۔

ہم دونوں غار سے نکل کر ایک سمت بڑھ گئے۔ کچھ دیر لڑکی نے ایک دوسرا رخ اختیار کیا تھا۔ ایک چھوٹا سا مادہ تھا۔ جو غار سے تقریباً دو فٹ لگ کے غاصل رہتا۔ اس کا اقسام ایک بہت حسین رنگ ہوتا تھا جہاں چاندنی کا آئینہ برہا تھا۔ چھوٹی سی ہندی تھی جہاں سے پانی گر رہا تھا۔ غالباً اوپر کوئی چشمہ تھا اور یہ گر رہا ہوا پانی بہتا ہوا دور تک چلا جاتا تھا۔ یہ جگہ بہت حسین معلوم ہو رہی تھی، جس جگہ پانی گر رہا تھا وہاں تقریباً بارہ تیرہ گز کی چوڑائی میں تالاب سا بن گیا تھا اور یہ تالاب دیکھ کر میری طبیعت چلی اٹھی۔ میں نے فوراً ہی اپنا اوپری لباس اتارا اور پھینک لیا اس سمیت پانی میں داخل ہو گیا۔ لڑکی تالاب کے کنارے بیٹھ گئی۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

تھوڑے پانی کے اس تالاب نے گویا بدن میں نئی زندگی دوڑادی۔ تمام گرد مٹی حیات ہو گئی تھی، پھر میں نے اوپری لباس کو بھی گرگرا کر رکھ دیا، لڑکی خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی تھی، کئی بار میری حرکتوں پر اس کی کھٹکتی ہوئی ہنسی گونجی تھی، وہ ہنستی تھی تو اس کے ہونٹوں کا زاویہ سے حد دلکش ہو جاتا تھا اور ایسے بہتوں پر مجھے لگا ہی چڑا لیتا پرتی تھیں، کیونکہ یہاں میرا ایمان ڈگمگا جاتا تھا۔

پھر جب خوب اچھی طرح میں ہنہار پانی سے باہر نکلتا تو وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے دونوں نرم نازک ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیے اور عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

ان آنکھوں میں پلاس تھی، تڑپ تھی، طلب تھی، میری کنہیاں سلگنے لگیں۔ میں نے سکتی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھا وہ پرشکوہ انداز میں وہ قدم اُگے رکھی اور میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ دفعاً ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور میرے ہونٹوں پر کچھ ہی سکراہٹ پھیل گئی، میں نے اس کا بازو پکڑا اور

زنگل گئے ہوں۔ لڑکی نے اگر نہ کے نکالے ہیں۔ تو۔ تو میں اس بارے میں کچھ فیصلہ نہ کر سکا۔ تاہم میں نے یہ ضرور سوچا تھا کہ اگر وہ دوبارہ آئی تو اس سے اس کے بارے میں پوچھوں گا۔

میں غار سے باہر نکلنے کی بہت نہیں کر سکا۔ کیونکہ لڑکی نے اشاروں ہی سے باہر نکلنے کے بارے میں سنجیدگی سے ہدایت کر گئی تھی۔ اور پھر جو کچھ میں خود اس اداقت وہاں گزارنے کا ہوا ہنہار تھا اس لیے اور بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ میں بے چینی سے اس کا منتظر رہا تھا۔ جب میں نے محسوس کیا کہ قرب و جوار کی کام آوازیں محدود ہو گئی ہیں، تو میں غار کے دہانے پر نکل آیا۔ پھر چاند کی چمک رات کی مانند پہاڑوں کی اوٹ سے نکلتی تو میں نے لڑکی کا ہیو لالہ اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔

وہ آ رہی تھی، نجانے کیوں میرے دل کو ایک خوشی کا سا احساس ہوا، وہ مسکراتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی، اس نے میرے دونوں بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے اور پھر میرے چہرے کے بالکل قریب لاکر میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ اس کے انداز میں مجھ میں جلد پائی کیفیت تھی اور مجھے اس کے بدن سے اٹھتی ہوئی خوشبو محسوس کیے سے رہی تھی، مجھے نے کیوں میرے ہاتھ مجھے بے اختیار اُگے رکھے اور میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ لڑکی نے اپنا سر میرے سینے سے لگا دیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اور اُسے اپنے ایک بازو کی گرفت میں لیے غار میں داخل ہو گیا۔ لڑکی اپنے ساتھ کچھ سامان بھی لائی تھی، جو ایک جانور کی کھال میں لپیٹا ہوا تھا اس نے اندر کو پھینک کر میرے سامنے کھول دی۔ اس میں ایسی طرح کے جنگلی سیب، بھنے ہوئے پرندے اور دودھ سے بنی ہوئی پنیر نما کوئی چیز تھی۔ اس نے یہ تمام سامان میرے سامنے رکھ کر مجھے کھانے کا اشارہ کیا اور میں اطمینان سے کھانے بیٹھ گیا۔ جو کچھ واقعی لگ رہی تھی اور میں اس کا انتظار ہی کر رہا تھا۔

میں نے اسے کھانے کی دعوت دی، لیکن وہ دونوں ہاتھ سامنے کر کے اشارہ کرنے لگی کہ وہ کھا چکی ہے اور یہ سب کچھ میرے لیے ہے۔ کافی سامان تھا، خاص طور پر سیب تو کافی تعداد میں تھے۔ میں نے ان میں سے کچھ کھائے، پھر کھایا اور گشت پورا چٹ کر گیا۔ سیب دُفیرہ میں نے ایک طرف سرکا دیے۔ وہ میرے لیے کسی ہر باریکی شخصیت کا مانند پانی کا پیلا بھر کے لے آئی تھی جس میں نے اطمینان سے پی لیا۔ بہت سے سوالات تھے میرے ذہن میں۔ پوچھنا چاہتا تھا

اوپر بیالہ رکھا ہوا تھا، ایک پتھر سے پیالے سے اُس نے جھ سے پیلے میں پانی نکال کر یہ نفاست دیکھ کر مجھے تعجب ہوا تھا وہ ان بڑھاپے سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہ پانی تھوڑا سا اس نے میرے سامنے پیش کیا اور دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے لگی مقصد یہی تھا کہ میں منہ ہاتھ دھو لوں۔

”جڑی باقاعدہ ہیں آپ!“ میں نے کہا اور پانی اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ وہ اپنے مخصوص انداز سے میری ہر حرکت کو دیکھ رہی تھی۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد میں نے پیالہ واپس جا کر جا رہا رکھ دیا اور پھر اس کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا۔

”یہ پرندہ تم کہاں سے لائیں۔؟“ میں نے بے اعتدال اس سے سوال کیا اور لڑکی مجھے دیکھنے لگی۔ لیکن اب بھی خاموش ہی رہی تھی۔

”بھلی آدمی کچھ تو بولو، کم از کم اپنی زبان کے کچھ الفاظ بولنے سکھا دو۔“ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اپنے سینے پر انگلی رکھ کر بولا۔ ”غزالی، غزالی، لڑکی نے خود کرنے کے سے انداز میں جھنجھوڑیں سکھائیں، لیکن اس کے بعد بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس کے کاندر پر انگلی رکھ کر سوالیہ انداز سے اُسے دیکھا، وہ کتر بکرتی ہوئی لگا ہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی اور پھر خاموشی سے جھٹتے ہوئے پرندے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”کیا تم گونگی ہو؟“ میں نے تعجب سے کہا، اگر گونگی نہیں ہو تو اپنی زبان کا کوئی تو لفظ بول سکتی ہو، کوئی بھی۔“ میں نے کہا اور وہ مجھے خاموش لگا ہوں سے دیکھتی رہی۔ تب مجھ پر جھجھکاہٹ سوار ہو گئی، لعنت ہے مجھ پر۔ تم اشاروں کی زبان کا جواب بھی نہیں دے سکتیں، نہ دو جھانکی، کھلا پلا رہی ہو، یہی کافی ہے۔“ جھٹتا ہوا پرندہ اس نے میرے سامنے رکھ دیا۔ تب میں نے اس کی طرف اشارہ کیا اور اس نے پرندے کی ایک داہمگ توڑ کر اپنے ہاتھ میں لے لی۔

”خوب نوب۔“ چیلے یہی سہی، لیکن آپ کی ان لڑائش سے مجھے خطرہ ہی محسوس ہو رہا ہے، میں نے کہا اور پرندے کو اِدھر اُدھر رکھا، پانی یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ یہ پرندہ کہاں سے لائی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور مجھے یوں محسوس ہوا

اسے ساتھ لیے ہوئے ایک چٹان پر بیٹھا۔ وہ خود مردگی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ حواس رخصت ہوئے جیسے تھے۔ دفعتاً آغا رہنے لگیں کہ آواز آغضا میں گونجی اٹھی اور ہر مردوں کی چونک پڑے۔ لڑکی جو کے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگی اور پھر درشت سے کھڑی ہو گئی۔ اس نے میرا بازو پکڑا اور غار کی طرف دوڑنے لگی۔ دوڑتے ہوئے میں نے اپنا دوپری لیا اس سے میں نے خشک ہونے کے لیے ایک چٹان پر ڈالا ہوا ٹکھا اٹھایا۔ نفا سے کہ آواز میں پہلے بھی جھکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل دھک سے ہو گیا تھا، گویا ان لوگوں کو میرے اطراف میں موجود ہونے کی اطلاع مل گئی ہے۔ یہم دوڑتے ہوئے غار میں داخل ہوئے۔ لڑکی نے مجھے غار کے انتہائی اندون حصے میں پوشیدہ ہونے کے لیے کہا اور پھر خود برق رفتاری سے باہر نکل گئی۔

میں اس کے باہر نکلنے کے بعد خود بھی غار کے دروازے تک گیا، اور غاروں کی آواز کو سونے لگا، جو چند لمحات تک فضا میں گونجی رہیں اور اس کے بعد ایک ہیبت ناک سکوت چھا گیا۔ اس میں انتظار کر رہا تھا اس بات کا کہ میری تلاش کے سنے کیا کارروائی ہوتی ہے۔ ایک چوکیوں کو میری اس غار میں موجودگی کا علم ہو گیا ہے، یا پھر اس نفا سے کہ کچھ اور ہے؟

وقت تیزی سے گزر رہا تھا، دماغ میں دھماکے جوردہ تھے، کان آہٹوں پر گئے ہوئے تھے لیکن نفا سے کہ آواز ملنے نہ ہونے کے بعد بھیر کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ چھوڑی دیر کے بعد لڑکی واپس آئی، اس کی آنکھوں سے سکون کا اظہار ہو رہا تھا جیسے وہ کبہ رہی ہو۔ سب ٹھیک ہے، فکر کی بات نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ جانے پر آمادہ تھی۔ اس نے میری طرف ہاتھ ملایا اور مجھے تیار کیا کہ پھر آئے گی۔ میں انتظار کروں۔ مجھ پر چلانی ٹیکن میں سر ہل کر بچھڑ گیا۔ سارا کھیل بگڑ گیا تھا۔ حالات ایک عجیب شکل اختیار کر گئے تھے۔ میں اپنی اس مجدد و مزین کے پاس کتنا وقت گزار سکتا تھا۔ ایک ہفت کی طاری ہونے لگی تھی اور اب میں بار بار سوچتے پر مجبور ہو گیا تھا کہ جس زندگی کی طرف میں نے قدم بڑھا یا وہ میرے لیے مناسب نہیں تھی۔ حالانکہ اپنے گھر سے نکلنے ہوئے میرے ذہن میں قطعی یہ تصور نہیں تھا کہ میں کسی دینے کے حصول کے لیے سرگرداں ہو جاؤں گا اور اس طرح اپنا مستقبل تعمیر کروں گا۔ گھر سے نکلنے وقت تو میرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا، بس وہ جلد باقی حالت تھے جن میں میں نے گھر چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا، لیکن اب بار بار اس میں ہوتا رہتا تھا کہ میں نے جلد بازی کر ڈالی تھی۔ ان لوگوں سے

خواہش تھی کہ دینی کے باشندوں کو آغوشی آغوشی ہمارے سے نقصان پہنچنے کی بجائے قابل کے یہ وحشی کسی طور کہ تو نہیں تھے ان کے تھنقا کا تصور بے معنی تھا۔ اگر کیے براؤں ہی زندہ رہا تو کم از کم ہم اس طرح چور ہوں گی ماخذ ان کے قبضے میں تو نہ آجاتے، سارا ٹیل ہی بھوت الٹا ہو گیا تھا۔

انکے بہت ذہن پر اس قدر سوار ہوئی کہ میں غار سے باہر نکل آیا اور ایک کھلی جگہ آکر اٹھان سے لیٹ گیا۔ دل الٹ رہا تھا، کوئی فیصلہ نہیں کر رہا تھا۔ اپنی زندگی کے بارے میں، تمام خدشات کو نظر انداز کر دیا تھا میں نے، اب میں زندگی کی کوئی دوسری شکل چاہتا تھا، جو آزادی تھی جو تو مجھ پر تھی، چاہتے کب آنکھ لگتی اور چاہتے کب میرے اطراف روشنی پھیل گئی۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ بلائے لے رہا تھا میرے نزدیک موجود تھی۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی تشریف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر میں نے گہری سانس لی، مقررہ آنے لگا تھا۔ اس حسین صورت پر خواہ غماہ یہ عذاب میری گردن پر ہر جگہ نازل رہتا ہے۔ اب ان محترمہ کی روٹی کس طرح برداشت کی جائے میری اپنی جان پر یعنی تھی اور جان کو کشت سوچا تھا۔ مجھے جانے تو دیکھ کر وہ میرے قریب آگئیں، سکڑا لٹا اور قریب بیٹھ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا وہ دلجوئی کا اظہار تھا۔ میں ایک تھکی تھکی سانس لے کر اٹھ بیٹھا اس نے پیار سے میرا بازو پکڑا اور غار کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔

"تیرے مختلف شکلوں میں ہوتی ہے۔ اسے میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ بھوت، بیٹھ کی مشین مسلسل مصروف نکل تھی۔ نظام ہنرم پر بھی اثر نہیں پڑا تھا حالانکہ ان حالات میں سنا رہ گیا ہے کہ جو کچھ یہاں مٹ جاتی ہے، لیکن میری بھوک اور پیاس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ اس امید پر حسین محترمہ کے ساتھ غار میں بیٹھا کہ وہ یقیناً میرے لیے میں سولٹی لے کر آئی ہوں گی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ مجھے ہونے لگی پر بندے، پتھر اور دو دھ موجود تھا۔ قیمت تھی کہ زندگی کے اس نازک دور میں خداوند کریم یہ چیزیں ہی میرے لیے بھیج رہا تھا۔ منہ ہاتھ دھوئے گا یا دانت صاف کرنے کا اور راز چکا تھا۔ میں وہ بیٹھی تھی جہاں کی دستک زندگی ان تکلفات کی تحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ پیٹ پوجا کرنے بیٹھ گیا اور خوب پیٹ بھر لیا۔ کم از کم کھانے کی کمرے میں یہ تو سکون تھا کہ تیرہیں جا کر جو کچھ نہیں لے گی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اس کی طرف دیکھا وہ سکڑا رہی تھی۔ چھوڑی دیر بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور غار کے ایک حصے سے ایک بڑی سی پوٹلی اٹھا لائی۔ یہ پوٹلی بھی شاید چھینے کی کھال

کی تھی۔ اس میں کچھ سامان بندھا ہوا تھا۔ اس نے یہ کھال میرے سامنے کھول دی اور پھر مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اوپر لہاس خشک ہونے کے بعد میں نے دوبارہ بدن پر پہن لیا تھا اس کے ہاتھ میرے اوپر لہاس کے جانب بڑھ گئے تھے خاموشی سے اس کا یہ عمل دیکھتا رہا۔ اس نے میرا اوپر لہاس اٹار کر ایک طرف ڈال دیا اور پھر جب اس کے ہاتھ میرے زیر لہاس کی طرف بڑھے تو میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

"اسے۔ اسے۔ خاتون، اپنے اوپر میرے درمیان کم از کم اتنا فرق تو رہتے ہی دو دو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ سب کھال لہاسی لگا تھا جیسے اس نے میری بات سمجھ لی ہو۔ پھر اس نے چھینے کی وہ کھال اٹھائی جسے میں اب تک بیکار رکھتا رہا تھا اور اپنے بدن کے نچلے حصے پر اس طرح بیٹھی جیسے مجھے اس کے استعمال کا طریقہ سمجھا رہی ہو۔

میں نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا اور اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسرے لمحے میری آنکھیں ہیرت سے پھیل گئیں۔ مجھے واقعی شدید تعجب ہوا تھا۔ لڑکی جن منصوبے پر عمل کر رہی تھی، وہ جنگل میں رہنے والی کسی اہل بس و شہزادہ کے لیے میں نہیں سوچ سکتا تھا، وہ مجھے چھینے کی یہ کھال اپنے نچلے بدن پر لیٹھ لینے کے لیے کہہ رہی تھی۔

"لیکن اس سے فائدہ میں نے بے اختیار پوچھا۔ وہ خاموشی سے کھڑی مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے پوٹلی میں سے لایا ہوا دھرا سامان نکالا جو عجیب سی چیز ہے کہ بونٹوں میں بندھا۔ اور میرے سامنے کر دیا۔ میں ان بونٹوں کو دیکھنے لگا۔ بڑے بڑے جانوروں کی آنتیں کسی طرح پھلا کر انہیں بونٹوں کی شکل دے دی گئی تھی اور غالباً کھوپ میں خشک کر لیا گیا تھا۔ ان بونٹوں میں مختلف قسم کے سیال بھرے ہوئے تھے۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ چند لمحات میں سوچا کہ اور پھر میں نے اس سے تعاون کیا۔ اس سے رخ بدل لینے کی درخواست کر کے میں اپنا زور میں لہاس اتارنے لگا۔ لیکن وہ اس درخواست کو بھی نہیں سمجھ سکی تھی۔ تب میں نے فوراً آگے بڑھ کر اس کے دونوں بازو پکڑے اور اس کا رخ بدل دیا۔ ایک باہر پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ کاش میں اس بیٹھی ہنس سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت رکھتا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر میں نے اپنے بدن پر وہ منہ کھینچنے کھال پہن لی۔ جس نے میری سر پر پوشی تو کر دی تھی، لیکن خود میں اپنی نگاہوں میں مجبور ہی گیا تھا۔ میں اس وقت ٹمازند کی آخری نسل کا نذر معلوم ہو رہا تھا۔ لڑکی نے بڑے اہتمام سے مختلف بونٹوں سے سیال

نکال کر کڑھائی کے ایک برتن پر ڈال کر نہیں ملانا شروع کر دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ سال میں لٹھڑ گئے تھے۔ پھر اس نے وہ سال میرے بدن پر ملنا شروع کر دیا۔ اب میری حیرت بھی ختم ہو گئی تھی۔ لڑکی مجھے ان وحشیوں کا روپ دوسرے رہی تھی، مذہب دنیا کی باشتند ہوتی تو یہ کوئی خوب خیر بات نہ ہوتی، بلکہ ایک کاذب کیشی عام ہو گیا ہے اور بہت کچھ بھید کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بہت سے ان غیر مذہب علاقوں میں جنگلی کی ایک لڑکی ایک بچے کے فتنے سے واقف تھی تو یقیناً یہ حیرت کی بات تھی۔ میں اس کی فنکاری دیکھتا رہا۔ بارہ زوں، انگلیوں، پتیلیوں پر لکھ کر اس نے وہ سیال مل دیا جس کا رنگ کافی بکھلم بکھلا تھا اور بڑی بات یہ تھی کہ وہ بدن پر لگ کر سوکتا بھی نہیں تھا۔ نہ ہی اس میں ایسی چکن ہٹ باقی تھی کہ اگر اسے صاف کیا جائے تو وہ بدن سے اتر جائے۔ آخر یہ سیال کس نے دریافت کیا اور لڑکی کو کس کے ہاں سے میں کیسے معلومات حاصل ہوئیں۔ میں سوچتا رہا اور وہ مجھے لنگور بناتی رہی۔ جسم کے تمام کھلے ہونے چھٹے گئے۔ کے بعد اس نے ان پر اس طرح ہاتھ پھیرا کہ کہیں بھی رنگ بچا گیا میری زبوں ہو۔ اس کے بعد چہرے پر نوبت آگئی اور میں خاموشی سے اس کی حرکات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے دوسری شیشیاں اٹھائیں اور انگلی دبو کر میرے چہرے پر نقش و نگار بنانے لگی۔

"بس اسی کی کسر تھی؟ میں نے آہستہ سے کہا۔ مگر اس ہٹ کو اس کے ہونٹوں سے چپکی ہی رہتی تھی۔ آنکھیں شرمی کا اظہار کرتی تھیں، میری بات سمجھنے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا۔ بس یہ دائمی مسکراہٹ تھی جو ہر بار یوں محسوس ہوتی تھی جیسے میری کسی بات کے جواب میں ہو، اس کے بعد اس نے مجھے نانا نانا کہوں ہوں سے دیکھا، میرے گرد کوئی پکر گائے اور آخری کام کر دیا۔ میرے سر پر چھڑے کی بیٹی چڑھا کر اس میں سرسرخ رنگ کے دو پرائز دیے۔

"بسم اللہ۔ اب ایک نیرہ بھی میرے ہاتھ میں ہے دیکھئے گا۔" اور وہ واپس مرا گئی۔ اس نے غامریں رکھا ہوا نیرہ اٹھا لیا اور میرے ہاتھ میں تھا دیا۔

"واللہ! آپ تو اب زبانی ہو گئیں، میں نے متیرا انداز میں کہا۔ لڑکی نے سامان میں شروع کر دیا تھا پھر اس نے غدا کے پتھر سے دگر دگر کر اپنے ہاتھ صاف کیے اور جو کچھ گنگا کی باقی رہ گئی تھی، وہ اطمینان سے اپنے لباس سے دگر دگر صاف کر لی، پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے غامری سے باہر لے آئی، ہاں اب دھوپ پھیل چکی تھی۔ اس دھوپ میں میرے بدن اور چہرے پر لڑکھو سیال خشک ہونے لگا۔ میں نے اپنی گلابیوں کو دیکھا اور یہ دیکھ کر

حیران رہ گیا کہ دھوپ گنے کے بعد وہ بالکل ان جگہیوں کے رنگ کی ہو گئی تھیں۔ یہی کیفیت تعمیر بدن کی بھی تھی۔ لباس غامری پڑا رہ گیا تھا۔ جس کے بارے میں اس نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ غامری تو نہیں سوچ سکیں، میں خود ہی اس سے خجانت پالوں۔ ویسے لڑکی کی اس کوشش سے میں خود بھی متعلق ہو گیا تھا۔ حیرت منور اس بات کی تھی کہ تصورات اس کے ذہن میں کیسے آیا اور یہ ایشیا اس نے کہاں سے حاصل کیے۔ مجھے احساس ہوا تھا کہ اس کے بلاشبہ اس وقت ایک شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس طرح کارواں مجھے ان جنگلیوں کے درمیان نعل و حرکت کی آزادی حاصل ہو گئی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں ان کی زبان نہیں بول سکتا تھا۔ لیکن کہیں سے گذرتے ہوئے اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو مجھ پر شہ پڑ کر کر سکتے تھے اور اپنی ہی نسل کا کوئی انسان سمجھ کر انہیں میری طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ لڑکی بھی اس بات سے مطمئن نظر آ رہی تھی۔

میں دیکھ رہا تھا کہ سامان کا بیٹل بنا کر غار کے ایک ایسے گڑے میں چھپا دیا جہاں اسے آسانی سے نہ دیکھا جاسکے اور اس کے بعد باہر نکل آیا۔ تب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس سمت چل دی۔ چار چار بج چکی رات گئے تھے۔ پانی کے چھوٹے سے چشمے میں جھانک کر میں نے اپنا حلقہ دیکھا اور لڑکی کی فنکاری پر شرمش کر اٹھا۔ آہستہ سے واقعی میری صورت تبدیل کر دی تھی اور اب کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں دلیلی کا دشتی نہیں ہوں۔ میں نے متیرا رنگ کپڑے سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم اگر اس قدر نکلا رہنا صلاہتیوں کی ماہک ہو، تو پھر میرے اشاروں کی زبان کیوں نہیں جانتیں؟ اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ جس پر مجھے ایک دم فخر ہو گیا۔ کجمنٹ اپنی بات سمجھا دیتی ہے، اور میری ایک نہیں سنتی۔

نیرہ ہاتھ میں تھا۔ میں لڑکی کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ کلندرز سے انداز میں میری رہنمائی کر رہی تھی تاہم چٹائیں، درخت اور جھاڑیاں بھرے ہوئے تھے۔ دلیلی کی آواز کا یہ دوسرا حصہ دن کی روشنی میں میں نے اب اچھی طرح دیکھ کر تھا لیکن اسے دیکھنے کے بعد بھی کوئی صحیح فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ اب میرے ذہن میں ضرور ابھرا اور وہ یہ کہ اگر میں ان لوگوں میں گھل مل جاؤں تو ممکن ہے، غزا کر کوئی راستہ مل سکے۔ میں ہنسی تھا، چھپ کر ان کے درمیان سے نکلنا مشکل نہیں تھا لیکن موجودہ طریقہ اس سلسلے میں میری مدد کر سکتا تھا۔ لڑکی مسلسل آگے بڑھ رہی تھی، اب محسوس ہوتا تھا جیسے

اب وہ اس غامریں واپس آنے کا ارادہ نہ رکھتی، ہو کہیں یہ احمق لڑکی مجھے لہنی رہا، شگاہ بہ تو نہیں ہے جا رہی ہے، بے شک طریقہ تبدیل ہو گیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کی ہی حرکات و سکنات ہاں کی زبان بولنا تو میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں دو دو سے تو غصہ ظاہر کر سکتا تھا لیکن لڑکی کے علاوہ اگر کوئی اور شخص مجھے ٹکرا گیا تو پھر میری بول کھل جانا یقیناً تھا۔ میں رکاوٹ وہ ٹھٹھک کر بچنے دیکھنے لگی، اس کے انکھوں میں سوال کی کیفیت تھی۔

"معزز خانوں، کیا آپ میری رزاق سے آگاہ ہو گئی ہیں؟ کہاں لیے جا رہی ہیں مجھے، کیا موت کی طرف ہے؟" وہ پریشان لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس کے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"چلے چلیے، آپ سے تعاون نہ کرنے کا مقصد بھی میں جانتا ہوں۔ لیکن خدا کے لیے صرف ایک حد تک یہ تعاون طلب کیجئے گا، کیونکہ اس سے آگے کچھ میرے بس میں نہیں ہے۔ دیوار سے بائیں کرنا کہی معنی رکھتا ہے؟"

دیوار میرے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ اب کم ایک پستلے سے سے گذر رہے تھے۔ جس کے دونوں سمت پہاڑوں کی بلندیاں تھیں۔ دوسرے سمت وہی سمت گھوم کر کم ایک چٹانی علاقے میں پہنچ گئے، یہاں چٹانوں میں متعدد خار بکھرے ہوئے تھے، انہیں میں سے ایک خار کی طرف اس نے رخ کیا اور میں گھبرا کر بولا۔ "کیا غاروں کے علاوہ آپ کو کوئی اور جگہ نہیں مل سکتی، مجھے آپ سے خوف محسوس ہوتا ہے، آخر آپ ان غاروں کی طرف کیوں چل رہی ہیں۔"

اس نے مجھے دیکھا اور سکہراتے ہوئے ایک غار کی طرف لے جانے لگی۔

"یہ پناہ گاہ کہاں وہاں سے زیادہ محفوظ ہے؟" میں نے سوال کیا، اس حشر تو وہ کہ سنی اور کسی تلبے چین لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "اگر آپ سے جا سکتی ہیں تو مجھے زندگی کی سمت لے جائیں، میں اب ان دیواروں میں بہت زیادہ محسوس زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"میں تمہیں زندگی کی طرف ہی لے جا رہی ہوں، چلنے نہو؟" میرے کانوں نے سنا اور میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کوئی آواز تھی، انگڑی زبان تھی اور یہ آواز اسی لڑکی کے ہونٹوں سے نکلی تھی۔ لیکن کیا یہ میری سماعت کا دھوکہ ہے، کیا میرے دماغ میں فعل پیدا ہو چکا ہے۔ کیا میں دیوانگی کی مدد میں داخل ہوا گیا ہوں۔

لڑکی مسکراتی ہوئی لگا۔ ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی رشید

حیرت سے چند لمحوں تک میری آواز نہ نکل سکی، ورنہ میں اسے دیکھتا رہا، پھر میں نے بھولی ہونے سانسوں کے ساتھ پوچھا۔ "تم نے۔ تم نے کچھ کہا؟"

"ہاں مجبور ہی ہے، اب تمہاری بات کا جواب دینا پڑ گیا؟" اس بار میں نے اس کے ہونٹ ہلکتے ہوئے دیکھے تھے۔ آواز بھی اسی کے ہونٹوں سے نکلی تھی، دماغ ٹھک سے اڑ گیا۔ لیکن تھا کہ کھرا کہ نیچے گڑ بڑا۔ بیشکل تمام غار کی نزدیک دیوار کا سہارا لیا میری چپٹی چپٹی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اور اس وقت اس کی مسکراہٹ کو باقاعدہ محسوس دینے جاسکتے تھے۔ وہ شرات آئینہ لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحوں تک میں آنکھیں کھلا کر اسے گھورتا رہا۔ دو تین بار آنکھیں بھیج کر ذہن کو بچھٹکا اور پھر اس کے ترسب پہنچ گیا۔ "خدا کی قسم کیا یہ تم ہی بولی تھیں کیا یہ تمہاری ہی زبان تھی۔ یہ تمہارے ہی الفاظ تھے؟"

"اندرونیو، باہر کی دنیا بھی تمہارے لیے اتنی محفوظ نہیں ہے؟ اس بار اس نے تبسیدگی سے کہا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ "خدا کی پناہ، خدا کی پناہ، میں پاگل ہو گیا ہوں یا پھر۔ یا پھر۔"

"بہتر ہے کہ اس کا فیصلہ اندر چل کر ہی کیا جائے" لڑکی نے کہا اور اس کا بیڑہ چوٹی سے میرا بازو تھام کر مجھے غار کے اندر لے گئی لیکن میری جو کیفیت تھی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک ناقابل یقین بات ہوئی تھی تو میں اس پر کیسے یقین کر لیتا۔ دہم کا دھوا اتنا طویل نہیں ہوتا۔ یہ میری سماعت کا دھوکا نہیں تھا۔ لڑکی اب میرے ہر سوال کا جواب نہایت شہرت لگاری میں دے رہی تھی۔ درختا میں نے اسے عقب سے پکڑا اور اسنو لڑکی سنا۔ انسان کی قوت برداشت کے بارے میں جانتی ہو کچھ؟

"زیادہ نہیں جانتی؟ اس نے جواب دیا۔

"میتنا بھی جانتی ہو اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ لیکن ہے میں دیوانگی کے عالم میں تمہارے رخ تو بصورت بال نوح ڈالوں یا نہیں محسوس نہ لوں گے۔ بتاؤ کہ کیا جاننا تک تمہارا گلگان کیسے ختم ہو گیا اور جانک تم نے انگڑی کیسے بولنا شروع کر دی، کیا دلیلی میں کوئی درنگ بھی قائم ہو گئی ہے یا پھر۔ یا پھر۔"

"کے ذرا تم۔ ایک مذہب انسان ہو۔ میں جانتی ہوں نہ تم میرے بال کوچہ کے اندر نہ مجھے جھجھکو لگاؤ، آؤ بس چند لمحوں کے بعد تمہرے تمام باتوں کا انکشاف ہو جائے گا۔" اس نے میرا بازو پکڑ کر کہا۔ میں جل تو رہا تھا اس کے ساتھ لیکن دل و دماغ کی جو کیفیت تھی وہ میں جانتا تھا یا میرا خدا۔

فارنگ نام تھا۔ اس کا اختتام ایک بہت بڑے سے بال میں ہوا تھا جو کسی قدر پتال پر تھا، بال میں سوختی پھیلی ہوئی تھی اور یہ سوختی میری لیمپ کی تھی۔ روشنی کے قریب ہی کوئی اور موجود تھا جسے دیکھ کر میں نے سختی اڑانا نواز میں اٹھیں پھاڑیں سڑول بدن کا مالک ایک ویٹینی وحشی جو بارہ منٹھے کی کھال پر بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔

آج غالباً وہ طبیعت میں جادو کا دن تھا۔ ہر بات اذوقی ہر چیز اذوقی۔ وہ طبیعت کے یہ وحشی تعلیم یافتہ بھی ہیں، میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ذہنوں کی آہٹ پر چونک کر اس شخص نے مجھے دیکھا اور پھر کتاب کو درمیان میں سے کھلا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ "سوئیٹا جیجے جی بتا رہے ہیں کہ تمہارا نام کے زالی ہے" اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کا دہانہ اٹھ مٹھانے کے لیے پھیلا ہوا تھا۔ میں پکڑنے ہوئے ذہن کے ساتھ اسے دیکھتا رہا۔ اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ کو نچانے کی طرح میرے ہاتھ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ تب وہ لڑکی کی طرف رخ کر کے بولا۔ "سوئیٹا باہر کا مال جو تو پرنسوں سے ہے"

"ہاں پاپا بائیں یہ لڑکی ہے جو اب یاد ادا ایک ابھرے ہوئے پتھر پر بیٹھ گئی۔ اس کے ہونٹوں سے ہنسی جھونکی پڑ رہی تھی اور اس کی شہر پر آنکھیں کھول کر دیکھنا زیادہ مسکراتے لگے تھیں۔ "وہ طبیعت کا نوٹے انسان کیا عالم حیرت میں کوکت قلب بند ہو سکتی ہے" میں نے اس سے سوال کیا۔

"تہیں، آدمی صرف بے ہوش ہو سکتا ہے" اس نے جواب دیا۔

"تو کیا تم پر ہند کر دو گے کہ میں ہمیشہ کے لیے بے ہوش ہو جاؤں؟"

"وہ کلی نہیں قطعی نہیں، بہتر ہے کہ تم اپنی حیرت رافع کر لو" اس نے جواب دیا۔

"تمہارے دن پر کھال کا یہ لباس، تمہارا یہ مثیلا رنگ اور اس پر یہ شستہ انگریزی اور یہ کتاب۔ کیا یہ باتیں انسان کو پاگل کر دیتے کے لیے کافی نہیں ہیں؟ میں نے کہا۔

"یقیناً نہیں۔ لیکن ایک جلد یہ تمام حیرتیں ختم کر سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ تم مجھے زریال کے نام سے پکارتے ہو، پر وہ فیئر زریال اور یہ میری بیٹی سوئیٹا ہے۔ وہ طبیعت کے وحشی نے جواب دیا۔

میں پھرتا ہوا آنکھوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "بیٹھو زالی بیٹھو، بہت سی باتیں کرنی ہیں تم سے اور سوئیٹا تم ذرا غار کے دہانے پر لگا رکھو، ہمیں بہر حال محتاط رہنا چاہیے"

"ادہ پاپا باہر کی نگر نہ کرو، میں نے یہاں داخل ہونے سے پہلے دور تک کا جائزہ لے لیا ہے اس طرف کوئی تیر ہے"

"گو یا ساری باتیں تمہاری ہو چوگی میں ہی ہوتی چاہیں" پر وہ فیئر زریال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں پاپا، مسٹر کے زالی میری دریافت ہیں، میں اس کا حق رکھتی ہوں" لڑکی مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے لیکن حقوق کے ساتھ زندگی کی حفاظت بھی کرو، جاؤ ایک نگاہ باہر دیکھ کر آؤ، دور دور تک کا جائزہ لیتا" پر وہ فیئر زریال نے کہا اور لڑکی اگتے ہوئے انداز میں باہر نکل گئی۔

میں اب بھی شاد حیرت کا شکار تھا۔ لڑکی سے ملاقات اور اس کے بعد اس کی ادا کاری یاد آ رہی تھی۔ میری ہر بات کے جواب میں اس کی آنکھیں صرت سا لگی سے مسکراتی رہتی تھیں۔ ایک بار بھی اس کے چہرے سے یہ اظہار نہیں ہوا کہ وہ میری بات سمجھ چکی ہے۔ بس ایک سادہ سی دیوار کی مانند ہی وہ۔ لیکن وہ حقیقت جو کچھ میں کہہ رہا تھا وہ سب جانتی تھی۔ میں نے اپنی حیرت پر تھکاؤ پایا کم از کم میرے حالات میں کوئی تو تبدیلی تو رہی ہوتی تھی۔ پھر میں نے پہلی بار پر وہ فیئر زریال سے سوال کیا۔ "سرا زریال آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"سوئیٹا کے ذریعے" پر وہ فیئر زریال نے جواب دیا اور اس وقت سوئیٹا واپس آ گئی۔

"میں کہہ چکی ہوں پاپا یا ہر سب ٹھیک ٹھاک ہے، ہاں میرا نام کس سلسلے میں لیا گیا تھا؟ سوئیٹا نے سوال کیا۔

"کہ میں بتا رہا تھا کہ زالی کا نام مجھے تمہارے ذریعے معلوم ہوا"

"ہاں مسٹر کے زالی میں نے ہی تمہیں دریافت کیا تھا کچھ پچا کہ مدد سے ہم تمہیں اٹھا کر لائے تھے"

"ٹھیک ہے، لیکن کیا اب میں تم لوگوں کے بارے میں بھی کچھ جان سکتا ہوں؟ میں نے سوال کیا۔

"یہ سوال تم پاپا سے کرو" سوئیٹا شرات جھرس انداز میں بولی۔

پر وہ فیئر زریال کہنے لگا۔ "مسٹر کے زالی بہتر یہ ہو گا کہ ہم دونوں اپنے ہمارے میں خودی خودی خودی تفصیلات بتا دیں اس کی ابتدا میں ان الفاظ سے کرتا ہوں کہ وہ طبیعت کے ملامتے میں میری آمد ایک متعقد کے تحت ہوئی ہے۔ سب تم سے کیا چاہا یوں سمجھ لو کہ وہ لڑکی و اسکا ٹک کی ڈائری کے کچھ الفاظ میری دلچسپی

کا باعث بنے اور اس کے بعد ایک طویل سفر طے کر کے میں یہاں تک پہنچ گیا"

"تمہارا میں نے بے ساختہ پوچھا اور اس بات پر پھر فیئر زریال کے چہرے پر ایک ٹکے کے لیے الجھن کے آثار نمایاں ہو گئے۔ پھر اس نے اُستر سے کہا۔ "نہیں تمہا نہیں۔ لیکن میں جواب کے ساتھ ہی اب میں تمہارے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں"

"میرا نام تو آپ کو معلوم ہو ہی گیا مسٹر زریال، باقی یوں سمجھ لو کہ وہ لڑکی و اسکا ٹک کی ڈائری تھی مجھے بھی یہاں سرگرداں کیے دئے ہے"

"تمہارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں؟"

"ہاں نہیں تھے۔ ہم کل پانچ افراد تھے جن میں ایک بی بی تھی اور تین میرے دوسرے ساتھی۔ دو پڑھار لڑکی غائب ہو گئے۔ دو ابھی ان لوگوں کی قید میں ہیں۔ میں بھی وہی قید میں کیے شندوں کی قید میں تھا۔ لیکن میں وہاں سے نکل بھاگا ہوں"

"مجھے معلوم ہے" زریال نے جواب دیا

"اس طرح آپ کو اب یہ معلوم ہو گیا کہ میری یہاں اگلا کا خد کیا ہے؟"

"ہاں سو فیصدی۔ لیکن ڈیر کے زالی تمہاری پہنچ مجھ سے ہیں آگے ہے، صحت کرنا میں بہت زیادہ گھماؤ پھراؤ کا شکار ہوں، صحت گفتگو کرتا ہوں اور یہ کہتے ہوئے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا کہ تم میرے لیے ایک اہم سمیت بن گئے ہو، چلنے ہو کہ یوں؟"

"نہیں جانتا تو نہیں لیکن جانتا چاہتا ہوں؟"

"تمہارے لباس سے سونے کے چند ٹکے برآمد ہوئے، جن کا تعلق ماڈرن سولڈ کے اس خزانے سے ہے"

"میں نے بے شمار افراد کو پاگل بنا رکھا ہے"

"میں چونک پڑا۔ مجھے وہ سٹے یاد آئے تھے جو میں نے باظہر انسان خزانے سے حاصل کیے تھے اور جو فاضل ہوش کے بعد مجھے نہیں ملے تھے۔ سکون کی گمشدگی کا راز اب معلوم تھا۔"

میرا ذہن برق رفتاری سے کچھ فیصلے کرنے لگا، پر وہ فیئر ال اور سوئیٹا کی خود سے دلچسپی کو میں اچھی طرح محسوس کر چکا تھا۔ سب مجھے اس روشنی میں ان لوگوں سے گفتگو کرنی تھی۔ ہاں سٹے میرے پاس موجود تھے اور بے ہوشی کے دوران غائب ہو گئے"

"میرے پاس موجود ہیں وہ، تمہاری امانت کے طور پر"

"ٹھیک ہے ان دورانوں میں اس امانت کا کیا کیا جا سکتا ہے مسٹر زریال، بے کاری چیز ہے اب وہ خزانہ ہمارے لیے"

"نہیں دوست ایسی بات نہیں۔ میں ابھی تمہیں ساری تفصیلات نہیں بتاؤں گا، لیکن اُستر، اُستر چند باتیں تمہیں بتا دی جائیں گی۔ میری طرف سے ایک پیش کش قبول کرو۔ وہ یہ کہ میں یہاں تمہیں مکمل طور پر پناہ دے سکتا ہوں، تمہارے ساتھ قید کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میں ان کی بازیابی میں کامیاب ہو سکوں گا یا نہیں۔ اور اگر ان سے تمہارا کوئی ذہنی ٹکڑا نہیں ہے تو پھر یوں سمجھو کہ تمہارے قہمیں تمہا یہ موقع دیا ہے۔

ہمارے تمہارے درمیان سوڈے بازی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ تم اسے پسند کرو اور اس سلسلے میں اپنی شرائط مجھے پیش کر دو۔"

"سوڈے بازی؟ میں نے گہری نگاہوں سے پر وہ فیئر زریال کو دیکھا۔

"ہاں سوڈے بازی؟"

"کس قسم کی؟"

"سوڈے کے وہ سٹے تمہارے پاس کہاں سے آئے؟"

پر وہ فیئر زریال نے مجھے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"خزین کر پر وہ فیئر زریال میں اس خزانے کا راز معلوم کر چکا ہوں، ایسی حالت میں؟ میں نے اپنا جملہ مکمل پتھر دیا اور پر وہ فیئر زریال کی نگاہوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہوئی۔

اب میں اسے جو ٹکڑو دوسری نگاہ سے دیکھ رہا تھا اس لیے مجھے یہ جذب وحشی اکتا حیرت انگیز نہیں لگ رہا تھا اور میں اس کی کیفیات کو محسوس کر سکتا تھا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ تم کسی طرح اس خزانے تک پہنچ چکے ہو۔ بہر حال دل تو میرا یہ چاہتا ہے کہ فوراً ہی تم سے اسی بارے میں تفصیلات معلوم کروں، لیکن کیا ہے تمہیں بتاؤ گے کہ یہ کوئی اور پر تمہاری زندگی کا بھی انحصار ہے۔ میں صحت کوئی سے بات کرنا پسند کرتا ہوں۔ کیا میں نے غلط کہا؟"

"نہیں پر وہ فیئر زریال، تم ٹھیک کہتے ہو" میں نے جواب دیا۔

"تو دوست کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم خزانے کے اس راز میں مجھے بھی شریک کر لو۔ میں وہ طبیعت کے ان ہشتادوں سے تمہارا تحفظ کروں گا۔ تمہیں ہر طرح کی آسانیاں فراہم کروں گا اور اس کے بعد خزانہ حاصل کروں گے اور پھر یہاں سے نکل جائیں گے۔ اگر تمہیں پس پڑتا ہو تو"

"کیا یہاں سے نکلنا اتنا ہی آسان ہو گا۔؟"

ہو چکے ہیں۔ دنیا کی درجنوں زبانیں جانتے ہیں خاص طور سے مشرق کی تہذیب و تمدن پر زبانی ہے

”جب تو وہ چینی زبان بھی جانتے ہوں گے“
”نہ صرف چینی بلکہ تبت کے ان پوشیدہ قبائل کی زبان بھی جانتے ہیں وہ“
”اور تم۔“

”میں ہر زبان اور لہجہ کی ماہر ہوں“
”اور وہاں کی زبان“

”اچھی طرح سیکھ چکی ہوں ورنہ ان کے درمیان کیسے بسر کر سکتی“

”وہ چینی کے باشندوں کو تم پر کیسی شک نہیں ہوا؟“
”کبھی نہیں“

”کتنا عرصہ گزار چکے ہو تم لوگ یہاں؟“
”سو فیصد سوچ میں ڈوب گئی پھر کوئی میرا خیال ہے

اس سوال کا جواب پناہی پالیسی کے خلاف ہے۔
”اوہ! میں نے جتنی نیند ان دنوں گون بلانے سونی سائی

معلومات کی پول پہلے ہی کھل چکی تھی۔ اچھا تھا کہ اس نے اس وقت خود کو نمائیاں کر دیا۔

”تم سے مل کر میں بہت خوش ہوں۔ تم نے بتایا تھا کہ تم نے ساتھ کوئی عورت بھی سہی جو تم ہو گئی ہے؟“

”ہاں“

”وہ کون تھی۔“

”عورت“

”میرا مطلب ہے تمہاری کون تھی؟“
”دوست۔ ساتھی“

”مجبور تو نہیں تھی؟“
”نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے جواب دیا اور

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی پھر اس نے کہا۔ ”عورت کے معاملے میں ایشیا کے باشندے بہت سنگدل اور تنگ ہوتے ہیں،

کیا یہ سچ ہے۔ تم لوگ نکل کر مشرق کرتے ہو اور نہ کسی اپنا تیت قبول کرتے ہو جن کا مجھے عملی تجربہ ہو چکا ہے۔“

”تمہاری یہاں موجودگی میرے لیے شدید حیرت کا باعث ہے سو فیصد سوچنا گنتا اعتماد سے تم لوگ ان کے درمیان آسے ہو اگر انہیں کبھی تمہارے بارے میں شہ ہو گیا تو؟ میں نے سوچنا بدلتا چاہا۔“

”ہاں ہو سکتا ہے لیکن پناہ خاؤں کے عاشق ہیں یہ نظر

میں خاموشی سے پروفیسر زیدال کو دیکھا رہا وہ میری آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ ”تم نے جواب نہیں دیا گے زالی۔ کیا تم ساموں ہو؟“

”ہیلے مجھے۔ یہ یاد رکھو ساموں کیا ہوتا ہے؟“
”گو یا جو کیا تم ان میں سے نہیں ہو؟ پروفیسر کے چہرے

پر مسرت کے آثار عیاں گئے۔ میں بکرتوڑ بوجھ لگا ہوں سے پروفیسر کو دیکھا رہا اس نے کہا۔ ”مجھے خواہ ہو گیا تھا۔ اگر تم ساموں ہوتے تو ہماری ساری پلاننگ دھری رہ جاتی“

”میں نے بھی تم سے ایک سوال کیا ہے پروفیسر۔ کیا میرے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے؟“

”اوہ۔ ہاں دراصل میں اپنی ہی ترنگ میں ڈوبا جا رہا تھا۔ سوچ گیا پوچھا تھا تم نے؟“

”ساموں کیا چیز ہے؟“
”کچھ پراسرار لوگ ساموں کہلاتے ہیں یا انہیں ساموں

کا نام دے دیا گیا ہے۔ میں اس بارے میں تفصیل نہیں جانتا۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ ساموں کی شناخت کر لیتی ہے اور ان کا کھوج نکالیتی ہے۔ پچھرا لیسے ذرا بچے ہیں اس کے پاس کہ

ساموں اس سے پوشیدہ نہیں رہتے اور وہ ان تک پہنچ جاتی ہے۔ نتیجے پر بات معلوم ہوئی تو میں ڈر گیا۔ میں نے سوچا کہ اگر تم بھی ساموں ہوئے تو تم کبھی پناہ خاؤں کے لیے مشکل نہ ہو گا“

”کون ہے وہ؟“ میں نے پروفیسر کو فور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”لو۔ ویٹینی۔ اس علاقے کی حکمران جس کے نام سے یہ قبیل آباد ہے۔ پروفیسر نے جواب دیا اور میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ جواب دیتے ہوئے پروفیسر کی زبان لو لکھتا گئی تھی۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ کچھ اور کہنا چاہتا

ہو اور اس نے ایک دم بات بٹھو کی ہو۔ لیکن میں نے اس سے وضاحت نہ طلب کی۔

”یہ پراسرار لوگ کون ہیں جو ساموں کہلاتے ہیں؟“
”اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ بس میں نے ان

کا چرچا سنا ہے، ویٹینی ان کا دشمن ہے۔ ان کی شناخت کے لیے کوئی ایسا ذریعہ ہے اس کے پاس کہ وہ کہیں بھی چھے ہوں وہ انہیں تلاش کر لیتی ہے۔“

”اس کے بعد وہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے؟“
”یہ کوئی نہیں جانتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس کے قریب تر تن

لوگ بھی نہیں

”وہ انہیں گرفتار کر لیتی ہے؟“
”ہاں“

”کیا بہت سے ساموں اس کے قبضے میں ہیں؟“
”اس بارے میں مجھے زیادہ معلوم نہیں میں ٹیٹون محسوس

ہوا جیسے پروفیسر اس تذکرے سے جان چھڑانا چاہتا ہو۔ میں نے بھی مزید بائیں جاتے کے لیے زیادہ اصرار نہیں کیا۔

”میرے ساتھیوں کے بارے میں کچھ بتا چلا پروفیسر؟“
”ہاں۔ وہ ابھی تک قید ہیں۔ جیسے تم اطمینان رکھو

تے ان کے لیے ایک بندوبست کر دیا ہے۔“
”وہ کیا؟“

”ایک دو دن کے اندر انہیں ایک اور قید خانے میں منتقل کر دیا جائے گا اور وہ قید خانہ ان کے لیے محفوظ ہو گا

کیونکہ ان کے محافظ میرے اپنے لوگ ہیں۔“
”اوہ۔ کیا انہیں رہائی نہیں مل سکتی؟“

”مل سکتی ہے۔ مگر وہ ان کے حق میں بہتر نہ ہوگی۔“
”کیوں؟“

”وہ آڑی اتنے سارے لوگوں کی آنکھوں میں وصلی جھونک کر نہیں نکل سکتے۔ کہیں نہ کہیں وہ مغرور قیدیوں کی حیرت سے موت کا شکار ہو جائیں گے انہیں قید رہنے دو۔ میرے وعدہ کرتا ہوں کہ انہیں تمام سہولتیں جو تیار کر دیں گا اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی کسی مناسب موقع پر انہیں یہاں سے نکال دیا

جائے گا۔“
”تب پروفیسر تم اپنی تمام گوششوں کو بروئے کار لا کر

انہیں اس نئے قید خانے میں منتقل کر دو۔“
”ٹوینر گے زالی میری طرف سے مطمئن رہا اب تو تم میری

اسلام کار مرکز ہو۔ میں تمہاری خوشحودگی حاصل کرنے کے لیے ہر وہ کام کروں گا، جو میرے بس میں ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں

کو میں رہائی نہیں دلا سکتا کیونکہ یہ انہیں کے حق میں بہتر نہیں ہو گا، لیکن مطمئن رہو کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ باقی

گے زالی ایک کمروہ انسان کی حیثیت سے میں اپنا کمر بھرنے کا امتزاج کرتے ہوئے مشرف نہ نہیں ہوں کہ تمہارے مل

جانے کے بعد اور یہ معلوم ہوجاتے کے بعد کہ تم ان خزانے کی جگہ سے واقف ہو، میرے لیے تم سے بڑھ کر اور کوئی نہیں

رہے اور میں اسی وقت سے اب تک شدید ذہنی محران کا شکار رہا ہوں اور میری سوچا ہوں کہ خزانہ کس طرح یہاں سے

منتقل کیا جاسکتا ہے۔“
”کوئی فیصلہ کر لیا آپ نے پروفیسر۔“

”میں نے سوال

کیا اور پروفیسر کے ہونے پر ایک بھیکچی ہی کا لٹ بھیل گئی۔
 وہ میرے دوست پر کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم
 نے تصور کر لیا ہے، جاننے لگتے لوگ اس خزانے کے حصول
 میں مرگرواں ہیں۔ جنانے یہ کسی کس کی امیدوں کا مرکز ہے
 اور پھر یہاں سے ایک عظیم الشان خزانے کو مستقل کرنا آسان
 کام نہیں ہے۔ یہ بات الفاظ میں آسانی سے کہی جاسکتی ہے۔
 لیکن اس پر عمل، یوں سمجھو کہ شاید دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔
 "تو پھر یہ مشکل کام تم کس طرح انجام دو گے پروفیسر زیڈال؟"
 "میں تم سے مکمل تعارف چاہتا ہوں گے زلال، جلد بازی
 نہ کرنا اور یہ نہ سوچنا کہ جلد از جلد ہم اپنا کام کر کے یہاں سے
 نکل سکتے ہیں۔ صبر اور ہمت سے کام لینا، آدمی ہمیں کھائی سے
 بھنگ کر سکتا ہے، ورنہ خزانوں کی تلاش کے مطابق ہم لوگ بھی
 اس کے حصول کی کوشش میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"
 "مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے پروفیسر زیڈال لیکن
 انوس اس بات کا ہے کہ ابھی ہمارے درمیان اعتماد کے
 وہ مکمل رشتے قائم نہیں ہوئے، جو ہونے چاہئیں۔ اور جو
 کامیابی سے بھنگ کر لیتے ہیں۔"
 "میں نہیں سمجھا گے زلال، پروفیسر زیڈال نے نگاہیں
 چراتے ہوئے کہا۔

"وہ بہت سہمی باتیں جو تمہارے ذہن میں محفوظ ہیں تم
 مجھ سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔ بہر طور میں تمہیں اس کے
 کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ ہم اپنے درمیان یہ طے کر لیتے
 ہیں کہ جو بات نہ بتانے کی ہوا ہے بوجھنے پر عبور نہ کی جائے۔"
 پروفیسر زیڈال گردن خم کر کے کچھ سوچنے لگا۔ پھر انوس
 نے کہا۔ "لیکن بہت جلد وہ وقت آجائے گا کہ زلال، جب
 ہم ایک دوسرے کو اپنی زندگی کے تمام راز بتا دیں گے۔ میں
 اب چلتا ہوں۔ اپنے ساتھیوں کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ،
 میں کوئی ایسی ترکیب بھی سوچ نہا ہوں جس کے ذریعے تمہارا
 ان سے رابطہ قائم ہو سکے۔"
 "اس کی مجھے جلدی نہیں ہے۔ بس میں اس کی زندگی کا
 تحفظ چاہتا ہوں۔"
 "تو اس کے لیے تو میں تمہیں مطمئن کر ہی چکا ہوں۔"
 "بہتر ہے پروفیسر اور ایسے ایک بات بتاؤ، جو مشکل ہو
 سونیتا سے مجھے دسویں صدی ہے اس کے بعد پھر پاپندیاں
 کی معنی رکھتی ہیں، مجھے آزادی سے یہاں گھومنے میں کیسا
 وقت بیٹھیں سکتی ہے۔"
 "اور جو اس کا فیصلہ تم خود کر سکتے ہو گے زالی تمہاری لوگوں

تھا اور اپنے حال پر افسوس کرنا میرے خیال میں ہیال تھا۔
 کیونکہ جس چیز سے کچھ حاصل نہ ہو جائے وہ ذہن پر مسلط رکھنے
 کا مقصد یہی ہے کہ انسان محرومیوں کا شکار ہوتا چلا جائے
 اور کچھ کرنے کی تمام صلاحیتیں کھو بیٹھے۔
 سمجھو تو رائے مجھے جو کچھ سکھایا تھا، اگر اس پر فورا کرتا تو
 دنیا میں اپنے آپ کو عام انسانوں سے خاصا بہتر بنا لیتا۔ اگر
 میں ہنڈب دنیا میں پہنچ جاؤں تو ایک اذکھی شخصیت کی حیثیت
 سے دنیا میں روشناس ہو سکتا ہوں۔ خزانہ میرے علم میں
 تھا۔ وہ عظیم الشان خزانہ جسے حاصل کرنے کے بعد انسان زمین
 پر یازوں رکھنا پسند نہ کرے۔ لیکن کیسی دلچسپ بات تھی کہ میں
 اس خزانے کا لا حدت ناما ہونے کے باوجود اُسے اپنے لیے
 حاصل نہیں کر سکتا تھا جبکہ مجھے اپنے کتنی عظیم طاقتیں اُس
 کے حصول میں سرگرداں تھیں۔

اس کے خیال کے آتے ہی میں چونک پڑا۔ یہ واقعی میری
 انفرادیت تھی، جو تقریر کا مظہر تھی۔ پروفیسر زیڈال کی شخصیت
 کے بارے میں بہت سے اندازے قائم تھے کہ میں نے۔
 میں یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کی طاقت کیا ہے اور یہاں وہ
 کتنے آدمیوں کے ساتھ مصروف عمل ہے۔ لیکن تاہم جاننا
 تھا کہ وہ جلا جلا آدمی ہے اور یہاں اپنے لیے فاسی مینیوٹ
 جگہ بنا چکا ہے اور وہ یونین کا وقت ہے۔ لیکن کس طرح؟
 یہ وہی جانتا تھا۔ اور اب وہ ویلینی کو دھوکا دے کر یہاں
 سے خزانہ نکالنے جانے کی فکر میں سرگرداں تھا۔
 دل تو نہیں چاہتا تھا کہ ندرت، سمجھو تو اور لوگوں کو
 چھوڑ دیا جائے۔ لیکن جب حالات ایسی گرفت میں نہ ہوں تو
 پھر مجبوراً یہی راستے منتخب کرتی ہیں۔ اگر پروفیسر زیڈال کے
 ساتھ یہاں سے نکلنا نصیب ہو جائے اور خزانے کا کچھ حصہ
 بھی مل جائے تو بہر طور اُسے ہی غنیمت سمجھوں گا کہ وہ یہاں
 شگہ اور ظاہر علی کی زندگی کے امکانات بھی پیدا ہو گئے تھے۔
 پروفیسر زیڈال سے ان کی ذمہ داری لے لی تھی۔ میں اپنے
 ان مشرم دوستوں کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔
 زندگی کے کچھ اصول بھی ہوتے ہیں اور دولت ان اصولوں پر
 فوقیت نہیں رکھتی۔
 نجانے کیا تک اسی سلسلے میں محقق باتیں ہو چکی تھیں۔
 اس تنہائی سے کسی تدارک کا لٹ بھی طاری ہو رہی تھی لیکن ابھی
 صبر کرنا تھا کہ کہیں اور کوئی اطمین نہ پیش آجائے۔



دوسرے دن سونیتا میرے پاس آگئی وہ میرے لیے

کچھ تحائف لائی تھی۔ سونیتا کو دیکھ کر ایک گونا گونا اطمینان ہوا کہ
 عارضی طور پر یہی ہی تنہائی تو دور ہو گئی۔ اس نے مسکراتے
 ہوئے مجھ سے میری خبر پر یوں پوچھی تو میں نے گہری سانس
 لے کر کہا۔ "اب تو تم لوگوں کا قیدی ہوں سونیتا۔ کیا ایک
 قیدی سے اس کی خبر پر پوچھی جاسکتی ہے۔"
 "ہمیں شرمندہ کر رہے ہو غازی، ایسی تو کوئی بات
 نہیں ہے ویسے مجھے تمہارے پاس بہنے کی اجازت مل
 گئی ہے۔"
 "۔۔۔ اوہ۔ کیا پروفیسر زیڈال نے؟"
 "ہاں۔ ویڈی نے ایک ذمہ داری میرے سپرد کی ہے
 اور وہ ذمہ داری یہ ہے کہ تمہیں مقامی زبان سکھائوں۔ کم از کم
 اس حد تک کہ اس کے کچھ الفاظ تم بول لو اور اُسے پوری طرح
 سمجھ لو۔"

میں نے سونیتا کی اس تجویز سے دلچسپی کا اظہار کیا۔ میں
 خود بھی یہ سمجھتا تھا تا کہ اب جب اس ماحول میں موجود ہوں تو
 کم از کم اس کے درمیان نکل کر باہر آسکوں۔ سونیتا نے اسی دن
 سے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ یہ لے باک بڑی بہت ہی مشکل
 چیز تھی اور مجھے اس کی چالاکیاں کچھ نہ ہو چکا تھا چنانچہ اُس
 سے عطا طر بہنا بھی ضروری تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ سونیتا
 مجھے کھولنا چاہتی ہے۔ پہلے بھی وہ خزانے کے بارے میں
 مجھ سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر چکی تھی لیکن ظاہر
 ہے میں احمق نہیں تھا۔ زیڈال جن لوگوں کے خلاف کارروائی
 کر کے یہ خزانہ یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے
 اپنے آدمی تھے اور اس قسم کا آدمی کسی کے ساتھ بھی دھوکا کر
 سکتا ہے میری شخصیت اس کے لیے بس اسی وقت تک
 اہمیت رکھتی تھی جب تک خزانے تک پہنچنے کا راستہ میرے
 ذہن میں موجود تھا۔
 سونیتا کی تمام کاوشوں کو میں بڑی ذہانت سے ناکام
 بناتا رہا اور اس سے مقامی زبان سیکھتا رہا۔ اسے اس زبان
 پر کافی عبور حاصل ہو گیا تھا اور میں بھی پوری ذہانت سے
 اس پر کاروبار وقت میں یہ کام انجام دے رہا تھا۔
 سات دن اس طرح گذر گئے۔ ان سات دنوں میں زیڈال
 ایک بار بھی یہاں نہیں آیا تھا سونیتا کے ساتھ گذرنے والے
 لمحات بعض اوقات بے حد پریشان کن ہو جاتے تھے اور
 مجھے اچھی خاصی ذہنی گرفت برداشت کرنا پڑتی تھی۔ لیکن بہر طور
 میں اس کے لیے اس قدر سہل اطمینان نہیں تھا۔ وہ مجھ نجلانی
 ناراض ہو جاتی اور جھینگ سے صرف اپنا کام کرتی لیکن میں

اس وقت کو بھی برداشت کر لیتا تھا۔ بعض اوقات وہ مجھ پر طنز بے فخر سے بھی کھتی، ایشیائی ہونے کا طعنہ دیتی لیکن یہ سب کچھ مجھے گوارا تھا۔

سات آٹھ دن میں، میں نے کافی حد تک مقامی زبان سیکھ لی تھی اور اس کو اس لیے میں بولنے کی شوق بھی کرنے لگا تھا۔ انھوں دن پروفیسر زینال نے صبح کو مجھ سے ملاقات کی۔ وہ مطمئن نظر آتا تھا۔ آتے ہی اس نے مقامی زبان میں مجھ سے میری تشریح پوچھی اور جب میں نے اسی زبان میں اسے جواب دیا تو وہ تھوڑے سا غصے سے کہتا ہوا چلا گیا۔

”واہ۔ شاگرد کو کتنا ہی ذہنی ہونا چاہیے کہ استاد کو لطف آجائے۔ کمال ہے۔ ویسے تم کہاں تک یہ زبان بول سکتے ہو؟“

”جہاں تک سونینا نے سکھائی ہے“ میں نے مقامی زبان میں جواب دیا۔

”مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم سا لہا سال سے اس سلسلے میں کوشش کر رہے ہو اور تم نے ہم پر اس بات کا اظہار نہ کیا ہو؟“

”میں اسے اپنی کامیابی کی دلیل سمجھتا ہوں“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”بہت خوب ہے واقعی سرت پروری ہے مزید کچھ وقت اس سلسلے میں صرف کرو اور میرا خیال ہے کوئی بھی شخص تمہیں دوپٹین کے باشندے کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھ سکتا“ پھر پروفیسر زینال اپنی کارروائیوں کے بارے میں بتانے لگا اس نے کہا۔ اس تمام عرصے میں، میں بھی شدید مصروف رہا ہوں میں نے ہر اس امکان کا جائزہ لے لیا کہ زالی جس کے ذریعے ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں لیکن افسوس بس ایک مشکل نہ ہوتی تو شاید میں اس وقت ہمیں کامیابی کی غیر دیتا۔

”کیا مشکل پروفیسر؟“ میں نے سوال کیا۔

”جگہ کا تعین اگر ہو جاتا۔ تم مجھے اس جگہ کے بارے میں نہیں بتاؤ جہاں خزانہ محفوظ ہے لیکن اس علاقے کے بارے میں بتا دو تو میں یہ تعین کر سکتا ہوں کہ ہم وہاں سے خزانہ کس طرح منتقل کر سکتے ہیں؟“

”اور یہ کام میں اس وقت تک نہیں کروں گا پروفیسر جب تک کہ مجھے تمہاری تمام کارروائیوں کا علم نہ ہو جائے“ میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

”میں تمہیں اس کے لیے مجبور بھی نہیں کروں گا میں جانتا ہوں کہ تمہاری اپنی سوچ کیا ہوگی۔ یقیناً تم یہی سمجھتے

ہو گے کہ خزانے کا علم ہو جانے کے بعد میں تمہیں بھی راستے سے نہ ہٹا دوں۔ اپنے تحفظ کے لیے یہ سوچ کچھ غلط نہیں ہے۔ میں تم سے متفق ہوں اگر تمہاری جگہ میں بھی ہوتا یقیناً یہی کرتا لیکن ایک بات اور اس کو فانی زالی، خزانے کو یہاں سے لے جانا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ہم وہیں لوگوں کو روک نہ کریں۔ اس سے جس طرح یہاں اپنے مجال پھیلانے ہوتے ہیں۔ اس سے ابلازہ ہو چکا ہے مجھے کہ اگر اس کا کوئی بھی ساتھی اس سے بددینائی کی کوشش کرے تو اس کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ تم نہیں جانتے کہ زالی کہہ کر کس قدر خطرناک ہوتی ہے۔ جسے بڑے مورما سے زیر نہیں کر سکتے وہ ذہانت کا عندیہ ہے اور ہزاروں آنکھیں رکھتی ہے۔ مجھے تو کبھی کبھی اس کے وجود پر حیرت ہونے لگتی ہے۔ ویسے کی بات ہلنے سے بڑھ کر ہزاروں قوتوں کی مالک محسوس ہے۔“

”نہیں۔ میں اس کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا۔“ میں نے جواب دیا۔

”دوپٹین ایک عجیب و غریب عورت ہے۔ اس کے ماضی کے بارے میں تو دلادھی واسکاف کی ڈائری سے تمہیں بھی معلومات حاصل ہو چکی ہوں گی لیکن بے شمار باتیں ایسی ہیں جن کا دلادھی واسکاف کی ڈائری میں کوئی اشارہ بھی نہیں ہے۔ دوپٹین بلاشبہ ہزاروں قوتوں کی مالک ہے اور انہیں ہزاروں قوتوں کے زیر اثر اس نے یہاں کے باشندوں کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے درخان لوگوں پر قابو حاصل کر لیتا اس قدر آسان کام نہیں تھا۔ وہ سانس لینے کے لیے لگا۔“

”گڈ ویری گڈ۔ ہر طور پر میری معلومات میں اضافہ ہے۔“

”مزید میری تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ دوپٹین اپنے علاقے کی حکمران ہے لیکن اس پاس میں بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جو اس کی برتری قبول نہیں کرتے۔ شاید یہ بات تمہیں معلوم ہو کہ اس کے یہاں آنے سے پہلے یہ قبیلہ دوپٹین نہیں کہلاتا تھا بلکہ دوپٹین نے یہاں آنے کے بعد اسے اپنے قبیلے کا نام کیا اور ان لوگوں کو اپنا فرمانروا بنا لیا تھا۔ یہی اس قبیلے کا نام بدل کر دوپٹین رکھ دیا اور یہ معمولی بات نہیں تھی۔ یہاں سے پچھ فاصلے پر ایک عجیب و غریب قبیلہ آباد ہے جس کا تعلق جاپان کی ان فوجوں سے ہے جو دوسری جنگ عظیم میں اٹھادیوں کے خلاف برسرِ پیکار تھیں اور جھٹکتی ہوئی یہاں تک آ گئی تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے یہاں سے واپسی مناسب نہیں سمجھی اور اس جگہ کو اپنا مینیم بنا لیا۔ یہ سیاری کہلاتے ہیں اور انتہائی خونخوار اور وحشی قسم کے لوگ ہیں دوپٹین نے

انہیں کبھی چھوڑنے کی کوشش نہیں کی یہ اس چالاک عورت کی نہایت ذہانت ہے۔ سیاری اس کے لیے ہر اول دستے کی حیثیت رکھتے ہیں تاکہ بیرونی دنیا کے لوگوں کو اس سمت کارخیز کرے تو اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکیں اور سیاریوں ہی کا نشانہ ہو جائیں۔ مشرق کی سمت میں ایک اور قبیلہ ہوگا کے نام سے آباد ہے۔ یہ ہوگا بہت خطرناک لوگ ہوتے ہیں۔ انتہائی جنگجو اور وحشی۔ ان کا سردار ایک لامب ہے جو یا شوئی کے نام سے مشہور ہے۔ یا شوئی دوپٹین کا بدترین دشمن ہے اور اس کی تباہی کے منصوبے بنا رہا ہے۔ یہ شخص بھی انتہائی پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ میں نے جو اہم کام کیا ہے زالی بلاشبہ تم اسے سزا ہو گے۔“

میں نے دوپٹین سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا: ”وہ کیا ہے۔“

”میں تمہیں شاید پہلے بھی یہ بات کہہ چکا ہوں کہ یہاں میں تمہارا ہوں مگر میرے بہت سے ایسے ساتھی موجود ہیں جو صرف میرے لیے کام کرتے ہیں۔ انہیں دوپٹین سے ہانسی اور سے دوپٹین نہیں ہے اور وہ میرے انتہائی وفادار اور قابل اعتماد دوست ہیں۔ میں اس دوران میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ میں نے صرف اس بنیاد پر کیا ہے کہ تم خزانے کے بارے میں جانتے ہو اور ہم دوپٹین سے انکار کر کے یہ خزانے جاسکتے ہیں۔ کچھ رسبہ ہو نامیری بات۔“

”ہاں۔“

”میرے آدمیوں نے مجھے ایک عجیب و غریب اطلاع دی ہے اور میں ان لوگوں کو ایک اہم کام کے لیے متعین کرنا چاہتا ہوں قبیلوں میں جادو ٹوٹنے وغیرہ بری اہمیت رکھتے ہیں اور یہ لوگ ان پر شدید اعتماد رکھتے ہیں۔ نہ صرف اعتماد بلکہ یہ حقیقت ہے کہ ان جادوئی قوتوں کے سہارے وہ بڑے سے بڑا کام لے لیتے ہیں۔ ہوگا قبیلے میں بارہ سال کے بعد ایک رسم ہوتی ہے اور اس رسم کے بارہ سال پورے ہو چکے ہیں۔ قبیلے کی سرحد پر ایک انسانی شکل کی پہاڑی موجود ہے اور اس قبیلے کی روایات ہیں کہ بارہ سال کے بعد اس پہاڑی کو چوٹی پر قبیلے کا نیا سردار نمودار ہوتا ہے، پرانے سردار کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اس نئے سردار کو سرداری دے دی جاتی ہے۔ اور پھر وہ نیا سردار ہوگا جو ان پر حکمران کرنا ہے۔ گے زالی میں نے ایک منصوبہ تیار کیا ہے۔“

بیشرطیکہ تم مجھ سے اتفاق کرو؟

”کیا منصوبہ ہے؟“

”وعدہ کرو کہ تم اسے اجماعاً قرار دے دو گے بعد اہل تم

ان حالات کا اندازہ نہیں کر سکتے گے زالی جن سے ہم لوگ اس وقت گذر رہے ہیں ساتتے ہزار اور جہاں ان حالات ہیں کہ غور کرنے میں جو کوئی بڑی چیز جانیے۔ اگر تم ان حالات سے آگاہ جاؤ تو تمہیں ایک ہی فیصلہ کرنا پڑے گا یعنی خودکشی، صرف خودکشی اور یہ بات میں زبانی نہیں کہہ رہا گے زالی۔ میں تم سے ایک سمجھوتہ کر سکتا ہوں۔“

”کیسا سمجھوتہ۔“

”خندانہ زالی کو قتل کر کے اس کے جھوٹے سے نکلنا اور دوسری بات سے لیکن تم یہاں سے فرار نہیں ہو سکتے۔ میں تمہیں ہتھیار دے سکتا ہوں جو کچھ تم طلب کر دو سکتا ہوں۔ نکل سکتے ہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔ میں تمہیں نہیں کروں گا لیکن تم اس بات پر یقین کر لو گے زالی کہ اب کس کام یہاں سے نکلنا نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوپٹین اس بات پر شدید حیران ہے کہ کچھ لوگ یہاں داخل کیسے ہو گئے۔ اس نے اپنی دانست میں آہ کے تمام راستے بند کر دیے تھے لیکن اب اس نے اس زالی ان کا جائزہ لیا ہے اور وہاں اس قدر مضبوطیاں کر دی ہیں کہ اب اس کا اندر داخل ہونا ممکن ہے اور نہ یہاں سے باہر جانا۔ اس سلسلے میں ضرورت پیمانے پر کارروائیاں کی گئی ہیں اور میں ان کا جائزہ لے چکا ہوں۔ تم اگر اپنے آپ پر تجربہ کرنا چاہو تو خدا کی قسم میں تجھے دل سے تمہیں اس کام کو فتح دلوں گا خواہ مجھے اس سے کچھ حاصل ہو یا نہ ہو۔ اور اگر تم اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا پسند نہ کرو تو پھر میرے منصوبے پر عمل کرو۔“

”نہیں سرت زینال آپ نے جو کچھ کہا ہے غلط نہیں کہا ہوگا۔ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میں ممکن تعادل کروں گا، لیکن خزانے کے بارے میں آپ کو بتا کر میں اپنے ہاتھ نہیں کاٹ سکتا۔“

”یہ موضوع تو ختم ہی ہو گیا گے زالی۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اگر تمہاری جگہ میں بھی ہوتا تو خزانے کے بارے میں تمہیں کیا اپنے آپ کو ختم نہ کر لیتا۔ جگہ کے تعین کے بارے میں، میں نے صرف اس لیے بات کی تھی کہ میں یہ اندازہ لگاؤں کہ خزانہ منتقل کرنے کے لیے مجھے کیا کیا کارروائیاں کرنا ہوں گی پہلے یہ اب ضروری نہیں ہے۔ تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہوگا قبائل کی سرداری ہمارے اپنے کسی آدمی کے ہاتھ آجاتی ہے آہمیں ایک بہت بڑی آسانی حاصل ہو جائے گی۔ یعنی ہم اس قبیلے کو کمزور کر سکتے ہیں اور دوپٹین کے خلاف اس سے کام لے سکتے ہیں۔ دوپٹین کو کسی ایسے چکر میں الجھانے کے بعد ہم اپنے لیے راستہ نکالیں گے کہ ہم خزانہ یہاں سے منتقل کر سکیں۔“

انہیں کبھی چھوڑنے کی کوشش نہیں کی یہ اس چالاک عورت کی نہایت ذہانت ہے۔ سیاری اس کے لیے ہر اول دستے کی حیثیت رکھتے ہیں تاکہ بیرونی دنیا کے لوگوں کو اس سمت کارخیز کرے تو اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکیں اور سیاریوں ہی کا نشانہ ہو جائیں۔ مشرق کی سمت میں ایک اور قبیلہ ہوگا کے نام سے آباد ہے۔ یہ ہوگا بہت خطرناک لوگ ہوتے ہیں۔ انتہائی جنگجو اور وحشی۔ ان کا سردار ایک لامب ہے جو یا شوئی کے نام سے مشہور ہے۔ یا شوئی دوپٹین کا بدترین دشمن ہے اور اس کی تباہی کے منصوبے بنا رہا ہے۔ یہ شخص بھی انتہائی پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ میں نے جو اہم کام کیا ہے زالی بلاشبہ تم اسے سزا ہو گے۔“

میں نے دوپٹین سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا: ”وہ کیا ہے۔“

”میں تمہیں شاید پہلے بھی یہ بات کہہ چکا ہوں کہ یہاں میں تمہارا ہوں مگر میرے بہت سے ایسے ساتھی موجود ہیں جو صرف میرے لیے کام کرتے ہیں۔ انہیں دوپٹین سے ہانسی اور سے دوپٹین نہیں ہے اور وہ میرے انتہائی وفادار اور قابل اعتماد دوست ہیں۔ میں اس دوران میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ میں نے صرف اس بنیاد پر کیا ہے کہ تم خزانے کے بارے میں جانتے ہو اور ہم دوپٹین سے انکار کر کے یہ خزانے جاسکتے ہیں۔ کچھ رسبہ ہو نامیری بات۔“

”ہاں۔“

”میرے آدمیوں نے مجھے ایک عجیب و غریب اطلاع دی ہے اور میں ان لوگوں کو ایک اہم کام کے لیے متعین کرنا چاہتا ہوں قبیلوں میں جادو ٹوٹنے وغیرہ بری اہمیت رکھتے ہیں اور یہ لوگ ان پر شدید اعتماد رکھتے ہیں۔ نہ صرف اعتماد بلکہ یہ حقیقت ہے کہ ان جادوئی قوتوں کے سہارے وہ بڑے سے بڑا کام لے لیتے ہیں۔ ہوگا قبیلے میں بارہ سال کے بعد ایک رسم ہوتی ہے اور اس رسم کے بارہ سال پورے ہو چکے ہیں۔ قبیلے کی سرحد پر ایک انسانی شکل کی پہاڑی موجود ہے اور اس قبیلے کی روایات ہیں کہ بارہ سال کے بعد اس پہاڑی کو چوٹی پر قبیلے کا نیا سردار نمودار ہوتا ہے، پرانے سردار کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اس نئے سردار کو سرداری دے دی جاتی ہے۔ اور پھر وہ نیا سردار ہوگا جو ان پر حکمران کرنا ہے۔ گے زالی میں نے ایک منصوبہ تیار کیا ہے۔“

بیشرطیکہ تم مجھ سے اتفاق کرو؟

”کیا منصوبہ ہے؟“

”وعدہ کرو کہ تم اسے اجماعاً قرار دے دو گے بعد اہل تم

میں سیرانی سے تریڈال کی صورت دیکھنے لگا۔ واقعی بڑا شاندار منصوبہ تھا اس کا پتہ چلتا تھا سحرانہ انداز میں سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "لیکن تریڈال جو کجا قبیلے کی سرکاری حاصل کر لینا کیا اتنا ہی آسان کام ہو گا؟"

"میں اسے آسان بنانے کے لیے اپنی کارروائیوں کا آغاز کر چکا ہوں۔ صرف اس امید پر کہ تم ذہین آدمی ہو اور حالات کو سمجھ کر ضرور مجھ سے تعاون کرو گے۔"

"مگر کرنا کیا ہو گا۔"

"سنو کے زالی اب جیکو تم اس بات پر آمادہ ہو تو میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں، انسانی شکل کے پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہونے والا جوان جو بارہ سال کے بعد سرداری کے حصول کے لیے آتا ہے، جو کجا قبیلے سے نہیں ہوتا۔ وہ کہاں سے آتا ہے اور کس کام میں کردہ ہوتا ہے۔ یہ بات ابھی تک سنو زالی میں ہے۔ لیکن ایک بات کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ شخص لامتناہی خوش کام استعین کردہ ہوتا ہے۔ یا شوٹن کی کوشش کر کے قبیلے سے دور کہیں اس کی پرورش کر لیتا ہے۔ چونکہ اس کا مدد پڑا سردار طر سے ہوتا ہے اس لیے پورا قبیلے اسے اپنا سردار مان لیتا ہے۔"

"تم نے تو کہا تھا سنو زالی کی یا شوٹن اس قبیلے کا سردار ہے۔" میں نے پروفیسر کو یاد دلایا۔

"ہاں۔ وہ روحانی پیشواؤں کا سردار ہے قبیلے کے لیے دو سردار ہوتا ہے جو یا شوٹن کی ہدایات پر عمل کرتا ہے اور اسی کا اشاروں پر چلتا ہے۔"

"ٹھیک ہے بھیر؟"

"اس بار یا شوٹن کے منتخب کردہ سردار تم ہو گے اور وہ جسے سردار کی حیثیت سے پیش کیا جائے والا ہے ہمارے قبیلے میں آ جائے گا۔"

"کیا یہ اتنا آسان ہو گا؟ میں نے پوچھا۔"

"سہرا گز نہیں۔ لیکن یہ کیا جانے لگا۔ یہ سب کچھ تم مجھ پر چھوڑ دو لیکن اس کی حیثیت اختیار کرنے کے بعد جو کچھ کرنا ہے وہ تمہیں کرنا ہو گا۔"

"یا شوٹن روحانی پیشوا ہے اور جیسا کہ تم نے کہا کہ پڑا سردار تو توں کا مالک ہے تو کیا اس کی انجمنوں میں وصول بھی ممکن آتا آسان ہو گا؟"

"یہی تو تمہاری ذہانت ہو گی گئے ذالی۔ یا شوٹن کی شہزادہ نہیں ہو گا کہ تم اس کے پرورش کردہ انسان نہیں ہو۔ ہم اس کی طرف دیکھتے ہیں کہ اسے کون کان خیر نہیں ہوگی، حالات کو ذہانت سے سمجھنا تھا ہوا کام ہو گا۔ بالآخر اگر تم اس میں ناکام بھی رہے تو اطمینان رکھو وہاں تمہاری جان بچانے کے انتظامات بھی ہوں گے ہم تمہیں وہاں سے صحت نکال لیں گے۔"

"گو کیا وہاں تمہارا عمل دخل ہو گا؟"

"صرف اس حد تک کہ تمہاری جان بچائی جائے۔"

"ہوں میں نے گردن ہلائی اور اس عجیب و غریب نتیجے کے بارے میں سوچنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بقیہ زندگی ان پہاڑوں پر گزار جانے کی جو منصوبہ تریڈال نے تیار کیا تھا وہ بہت طویل تھا۔ چند روز میں تو یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے دل میں سوچا مگر سنو زالی قدر پر اپنے ہاتھوں نہیں گھسی جاتی اسے گلے والو کوئی اور ہی ہے اور جب اس کا حکم چل گیا تو اسے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ لوگ پیدا ہوتے ہیں مختلف انداز میں زندگی گزارتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ تمہاری زندگی اگر ان سے مختلف انداز میں گزارنا چاہتی ہے تو اس کے راستے ضرور دکھائی دیے۔ ضروری ہے کہ سب کچھ اپنی مرضی کے مطابق ہی ہو۔ وقت جو فیصلے کر رہا ہے انہیں قبول کرے جاؤ ان سے ساختہ نہ کرو۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔ "ٹھیک ہے پروفیسر میں تیار ہوں۔"

"مجھے منت رت ہوئی کہ زالی میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ تم بے شک ذہین انسان ہو۔ جو کجا کے بارے میں تفصیل سن لو۔"

"ایک منٹ پروفیسر۔ ابھی تم نے کہا کہ وہ یونانی نے ان تمام سرداروں کو ہلاک کر دیا ہے جہاں سے کسی کے اندر نے یا باہر جانے کا راستہ ہو سکتا ہے۔ پھر ہم جو کجا کی سرداروں کو کیسے عبور کر سکیں گے؟"

"جو کجا کے بارے میں تفصیل سے اس سوال کا جواب مل جائے گا تمہیں۔ جو کجا کی سردار وہ یونانی سے ملتی ہے ان سرداروں پر بھی پیر ہے۔ لیکن ہم ایک قدرتی سرنگ کے ذریعہ اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ پانی کی سرنگ ہے اور اس سے داخل ہونا کسی عام انسان کے لیے کی بات نہیں ہے۔ پانی کی سرنگ میں ہونے کے بعد جو کجا کی حدود کے اندر پہنچا دے گی۔ جو کجا میں داخل ہو کر لوں سمجھو کہ تم ہماری یہ قیدی بن جاؤ گے۔ دراصل جو کجا کے چاروں طرف ہماری کشتہ جو میاں کھڑی ہیں جنہیں عبور کرنا ممکن نہیں قبیلے جو کجا ہماری ایک داوی میں آباد ہے اور یہاں پیدا ہونے والا ہر انسان ہماری کاشتہ ہے۔ یہاں کے لوگ زندگی بھر باہر نہیں نکلے اور اپنے جینے کا سامان کرتے ہیں۔ بالآخر ان کو اگر کوئی نصیب ہو جائے چوٹیوں کو عبور کر کے دوسری طرف پہنچ جائے تو اسے

ذہنی زندگی کے بدترین لمحے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"کیوں؟ میں نے حیرت سے کہا۔"

"اس لیے کہ ان پہاڑوں کے دامن میں بھی ایک اور بڑا کون دلدل میں پھیلی ہوئی ہیں جو ہمیشہ شکار کی تلاش میں آسمان پر لگا جاتے رہتی ہیں۔ یہ پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"خدا کا پناہ۔" میں نے دہشت سے کہا۔

"بے شک ان دلدلوں سے خلا ہی پناہ نہ رکھے۔ پروفیسر بڑے سوز سگرا رہا تھا۔"

دیر تک خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔ "بہر حال پروفیسر میں تمہاری تجویز پر عمل کرتے کے لیے تیار ہوں۔"

"گڈ۔ کوئی اور سوال؟"

"یہ کام کب تک شروع ہو گا؟"

"اس کا تعین ابھی نہیں کیا جا سکتا لیکن بہت زیادہ دقت بھی نہیں لگے گی۔ میں تمہیں اس کے بارے میں اطلاع دیتا رہوں گا۔"

"میرے ان دلدلوں ساتھیوں کے بارے میں کچھ نہیں جتاؤ گے پروفیسر؟"

"کیوں نہیں۔ حسب وعدہ میں نے انہیں اس نئے قید خانے میں منتقل کر دیا ہے۔ وہاں انہیں تمام آسائشیں مہیا کر دی گئی ہیں۔ چند روز تک جاؤ اس کے بعد میں ان کو اسٹیٹ پر لے آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے یوں سمجھ لو کہ وہ لوگ تمہارے پاس میری امانت رہیں گے میں ہر حالت میں ان کی زندگی چاہتا ہوں۔"

"ان کی طرف سے مطمئن رہو۔ اب میں چلتا ہوں۔ پروفیسر چلا گیا۔ سوئیٹا نے اس دوران بولنے کی ایک بار بھی کوشش نہیں کی تھی لیکن پروفیسر کے جانے کے بعد وہ محسوس پڑی اور کچھ چوک کر اسے دیکھنے لگا۔"

"کیوں گے زالی طلعت آ رہا ہے اس زندگی میں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال یہ ہے کہ میں تو ہاں ہی مختلف خیالات رکھتی ہوں۔ میرے خیال میں انسان کو زندگی اتنی مختصر ملتی ہے کہ اسے اس کا ایک لمحہ بھی نہیں گنونا چاہیے۔ اسے عام لوگوں سے مختلف ہونے کے جتنوں ہونا ہے اور اس کے لیے وہ زندگی کے قیمتی لمحات گنوا رہا ہے۔ تم بھی ان جونیوں سے مختلف نہیں ہو گے زالی تم بھی خزانے کی تلاش میں آئے تھے اب اگر خزانہ تمہاری گردن میں اکٹھا کیا ہے تو اس میں اس کا کیا تصور؟"

"بڑی سچی بات کہی ہے تم نے سوئیٹا۔ لیکن ان خیالات

کی حاصل ہونے کے باوجود تم کیسے اس حال میں آ پھینس۔"

"یقین کر خزانے کے لیے نہیں، بس اپنے ڈیوٹی کے لیے جنہیں میں اس کائنات میں سب سے زیادہ چاہتی ہوں۔"

"میں تمہاری عزت کرتا ہوں سوئیٹا۔"

"جو کجا تک رہی ہے کھانے کا بندوبست کر لوں؟"

"ضرور۔" میں نے کہا اور وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں پروفیسر کے منصوبے کے بارے میں سوچنے لگا۔ سوچ تو زندگی سے چھٹ ہی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اور وہ یہ کیا گیا تھا میرے پاس۔ زری یونیورسٹی کا ایک طالب علم جس کے ذہن میں منصوبہ تھا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک کسان کی حیثیت سے اپنی زمینوں پر بروناس کا۔ ایک مثال قائم کر کے کاسٹرن بھیجا یوں نے زمین کے ان ٹکڑوں پر قبضہ کر کے اس کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ اسے دولت مند بننے کا فیصلہ ہو چوں کے احسانات نے اسے ایک نئی زندگی دی۔ اس کی زندگی میں ایک سن تھا۔ جولیا ہما اور پھر نومبر اس کے بعد ندرت۔ کوئی بھی لڑائی میری زندگی میں شامل ہو سکتی تھی۔"

پروفیسر تریڈال ذہن میں آیا۔ یہ شخص جو کچھ نظر آتا ہے اس سے ہزار گنا آگے ہے۔ بظاہر وہ معمولی بننے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ یونانی۔ میں اس کے نیچے اتنے مضبوط ہوں کہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کون ہے اس بارے میں جان لینا ناممکن تھا۔ ذہن بلا وہ کھیلنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے ان تمام خیالات سے خود کو آزاد کر کے حالات کے سیر دو کیا۔ میں خود کو زندگی کے اس لیے مشن کے لیے تیار کرنا چاہتا تھا جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ میں مذہب دنیا کا وہ پہلا انسان ہوں گا جو کسی دشمنی قبیلے کا سردار بنے گا۔ خود پر کتر منس چکا تھا۔ لیکن ابھی اور ہنسنا تھا۔"

سوئیٹا کھانا تیار کر کے آئی۔ یہ لڑکی بہت پرکشش تھی اور میری ایک جنبش اور اسے میرے تڑپوں میں لاسکتی تھی۔ بعض اوقات تو جی چاہتا کہ میرے بت تو لوگوں جب لمحات پر میرا بس نہیں ہے تو خود پر یونانی کا غلٹ کیوں پڑھائے رکھوں لیکن پھر خود کو سنبھال لیتا۔ لیکن سب سے وقت کا کوئی فیصلہ تھے ایک بار پھر کسی جذبہ ماحول میں پہنچا دے اور مجھے بھی زندگی کے وہ لمحات مہیا ہوں جب ان میں ایک دوسرے کے سیرو کی جاتی ہیں۔ اس وقت میرے ضمیر میں کنگ ہو گی۔ میں اس کنگ سے بچنا چاہتا تھا۔ سوئیٹا مجھے معافی زبان سکھائی رہی۔ ہم فاروں سے دور تک نکل جاتے تھے ہر طرح کی تفریحات میں حصہ لیتے تھے اور زندگی بظاہر ہر سکون گذر رہی تھی۔ اس طرح کا ذہنی گذر

پھر ایک دن پروفیسر نذیر مال آگیا۔ آج اس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ سب کے سب مقامی لوگوں کے دوپٹے تھے لیکن میں جان گیا کہ وہ سب ہند بھاد آبادیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک بے ہوش قیدی بھی تھا۔

ماتوے ساتھ لڑکے کا ماک ایک قوی میکل تو ان جیسے دیکھ کر میرے بدن میں مستی دوڑ گئی۔ نشا تو قبیلہ جوگا کا ہونے والا نامہ سردار تھا۔ بے ہوش قیدی کو غار کے ایک گوشے میں لٹا دیا گیا۔ نذیر مال سے آنے والے غار سے باہر چلے گئے اور نذیر مال سڑیتا کے ساتھ میرے پاس آگیا۔

”ڈنگے زالی! اسے دیکھ لو تھوڑی دیر کے بعد اسے ہوش آجائے گا۔ شازادہ جوان تھا جس تمام میں مجھ سے کچھ نکلتا ہی ہوا تھا میں سڑیتا کے نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ”تہیں اس کے چہرے کو چاہتا ہوں گا۔“

”کیا یہ آسان ہو گا؟“
”اسی طرح جس طرح تم اس وقت ایک دلچسپ نظر آ رہے ہو، نذیر مال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے یہ سب کچھ تہیں کرنا ہو گا پروفیسر میں تو بس تمہارے اشاروں پر کام کروں گا۔“

نذیر مال جو کچھ کرتا ہے پورے اعتماد سے کرتا ہے ہم صرف عمل کرو باقی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم اسے ہوش میں لا کر اس سے اس کے بارے میں پوچھیں گے تہیں اس کی نقل کرنی ہے۔ میں نے گردن ہادی۔ پھر اس کا اچھی طرح جائزہ لے کر میں وہاں سے بھٹ گیا۔ نذیر مال نے ایسے ہی کمزوروں کو لاکر نوجوان کو رسیوں سے جکڑا لیا پھر وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد نوجوان کے آنکھیں کھول دیں۔

وہ موحش لگا ہوں سے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر جب اس کے حواس جاگے تو اس نے کسی وحشی گھولے کی طرح اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ وہ بے حد طاقتور تھا۔ کئی کئی فٹ اونچا پھیل اچھل کر وہ زمین پر گر رہا تھا۔ پروفیسر دلچسپ لگا ہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ نوجوان اس اچھل کود سے کافی زخمی ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہمدردی سے ہو گیا۔ تب نذیر مال نے اس کے سامنے آ کر کہا۔

”اگر تمہاری قوت ختم ہو گئی ہو تو اب پر سکون ہو جاؤ۔“
دہرہ ساری زندگی اسی طرح پچھلے رات جو تب بھی آزاد نہ ہو سکا۔ نوجوان کی آنکھوں میں خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔
”تم کون ہو؟“ اس نے پوچھا۔
”ساہو نیا۔ تم سے جو کچھ پوچھا جائے اس کا جواب دو۔“

ساتھ آیا تھا۔ اس کا کوئی صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔ میں بہت محتاط ہو کر اپنا کام کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں جو کچھ تھا اس کی میں ان لوگوں کو زبوا لگنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ دونوں آدمی غار کے اس حصے میں موجود تھے مقامی شکل وصورت ہی میں تھے لیکن ان کے ہاتھوں کی چاکلہ ترقی قابل دید تھی۔ انہوں نے میرے چہرے کی مرمت کرنا شروع کر دی غالباً ان کی نگاہوں میں سامنگ جو کی صورت محفوظ تھی چنانچہ وہ تقریباً ایک گھنٹے تک اپنا کام کرتے رہے۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد تین سامان استعمال کر رہے تھے۔ وہ پلاسٹک کے ٹکڑے، خشکوں، نم کے ٹکڑوں سے میرے چہرے پر چسکے جارہے تھے اور ایک گھنٹے کے بعد جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے ان کے پاس موجود آئینہ اٹھا کر اپنا چہرہ دیکھا۔ میں مکمل طور پر سامنگ جو کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ وہی جیسے خدا تعالیٰ نے یہاں تک کرنا چاہا تھا۔

کانڈاز بھی تبدیل کر دیا گیا تھا بعد میں انہوں نے میری آنکھوں کنٹیکٹ لینس بھی لگائے اور اب کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں تپتی یا شادہ سامنگ جو نہیں ہوں۔

سامنگ جو کے انعکاشات میرے ذہن میں محفوظ تھے اور میں جانتا تھا کہ اچھی بقا کے لیے بھی ان الفاظ کو پوری طرح رٹ لینا ہے کیونکہ حالات کے مطابق مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ جوگا قبیلہ میں میرا واسطہ انتہائی خطرناک لوگوں سے پڑے گا ہر چند کہ میں زندگی سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا لیکن زمانہ طالب علمی میں پڑھی ہوئی کچھ نثری کتابیں آج بھی میرے ذہن میں محفوظ تھیں۔ کچھ غلیں بھی اس انداز کی کچھ تھیں اور کم از کم اتنی بات جانتا تھا کہ جوگا قبیلہ کو کمزوروں کرنے والا ہونا شروع کوئی معمول انسان نہیں ہو گا۔ اس کی آنکھوں میں جھل جھلکنے کے لیے سخت محنت کرتی تھی۔ بعد میں مجھے سامنگ جو کا وہ مخصوص لباس بھی پتہ چل گیا جس وقت اس کے جسم پر موجود تھا اور پھر ان دونوں آدمیوں نے اپنا کام مکمل ہونے کی اطلاع دی۔ پروفیسر نذیر مال نے انہوں سے کچھ دیکھ لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی پھر اس نے گرجوشتی سے میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”ہمیں جس مقصد کے لیے تم کو دیکھ رہی ہے۔“
”لڑگے زالی! اس کی تکمیل ضروری ہے اور تم نے ولادت پانے سے پہلے ایک سنی زندگی کا پیمانہ کر لیا۔ میں یہ الفاظ کہہ کر تمہارا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ لڑگے زالی میں تمہارا تاشورہ کہوں گا۔ آج کی دنیا میں جیسے کاپی ایک ہی راستہ ہے۔ دولت لائبرنگ جاؤ اور اس پر چل پڑو۔ اگر تم بے یار و مددگار لڑائی

”میں یہاں کیسے آگیا؟“
”کیا تم ساہو نیا کے علم سے مخوف ہو؟“
”تہیں لیکن میں۔ اس طرح مجھے کیوں ہاتھ لگایا ہے؟“
”یہ سچی تمہاری سزا ہے۔ اسے پورا کرو۔“
نذیر مال مقامی زبان بول رہا تھا جسے اب میں اچھی طرح سمجھ اور بول لیتا تھا۔
”اوہ! نوجوان نے گردن خم کر دی۔ نذیر مال نے کہا۔
”تمہارا نام کیا ہے؟“
”سامنگ جو۔“
”تمہارا قبیلہ کونسا ہے؟“
”میں نہیں جانتا۔“
”کسی نے ہوش کیسے تمہاری؟“
”تمی تو لاؤ نے۔“
”تمی تو لاؤ اب کہاں ہے؟“
”اسے سامنگ نے کاٹ لیا۔ وہ میرا ہے۔“
”تہیں کہاں لے جایا جا رہا تھا؟“
”جوگا۔“
”کیوں؟“

”مجھے جوگا کا نام یاد رہنا یا جانے کا۔ تمی تو لاؤ ہی جانتا تھا۔“
”تم جانتے ہو تمہارے ماں باپ کون ہیں؟“
”میں نہیں جانتا۔“
”جو یا شوئی کون ہے؟“
”مقدس لامر جس کی اطاعت ہر انسان پر فرض ہے۔“
”ساہو نیا کون ہے؟“
”جو یا شوئی کے ہر کارے جو مقدس ہر بھاری ہوتے ہیں۔“

سامنگ نے جواب دیا اور پروفیسر نذیر مال میری طرف دیکھنے لگا اور پھڑپھڑا۔
”تم اگر اس سے کوئی اور سوال کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔“
”نہیں اتنا ہی کافی ہے۔ میں نے جواب دیا اس کے بعد ہم اسی نوجوان کے پاس سے بھٹ آئے۔
”میں فوراً کام شروع کر دیتا چاہتا ہوں گے نال تہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ پروفیسر نذیر مال نے سوال کیا۔

”نہیں میں آہستہ سے لولا پھر مجھے غار کے دوسرے حصے میں لے آیا گیا جہاں پروفیسر نذیر مال کے وہ آدمی شاید میرا انتظار کر رہے تھے۔ پروفیسر نذیر مال کے بارے میں اس سے پہلے ہی میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اس کی شخصیت معمول نہیں ہے۔ سان پھاڑوں میں وہ نہ جاسے یعنی ایسی تیاریوں کے

طور پر نا آسودہ حیثیت کے حامل ہو تو یوں سمجھ لو کہ اس دنیا میں تمہارا کوئی مقام نہیں ہے بہتر ہے کہ ہم اچھی زندگی کے لیے جلد چھوڑ کر اور اگر نا کام بھی ہو جائیں تو کم از کم پر سکون تو ہو کہ ہم نے اس دنیا میں اپنا مقام حاصل کرنے کی کوشش کوئی۔

اب نہیں ایک اور خطرناک مرحلے سے گزرنا ہو گا اور اس کے بعد جوگا قبیلہ میں پہنچ جاؤ گے۔ یہ سڑ سوچنے کے زالی کریں گے تہیں تمہارا سہم میں چہرہ میں چھوٹ کر دیا اور خود یہاں چین کی بانسری بجا رہا ہوں یقین کر دیر سے دوست جب تک تم اپنے مشق میں کامیاب ہو کر واپس نہیں آؤ گے۔ میرا ایک لکھ کانٹوں کے بستر پر بستر ہو گا اور یہی نہیں جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ میرے انتہائی خاص آدمی وہاں تمہارے ساتھ ہوں گے اور ضرورت پڑنے پر تمہاری مدد بھی کریں گے تہیں وہاں جو کچھ کرنا ہے اس کے سلسلے میں تہیں مسلسل ہدایات ملتی رہیں گی۔“

”تم لوگوں سے رابطہ کا کیا ذریعہ ہو گا میرے پاس؟“
”نہیں سڑگے زالی! ان سے رابطہ کا تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہو گا۔ تہیں حالات پر خود قابو یا بنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں تہیں اپنے آپ پر مکمل اعتماد کرنا ہو گا۔ میں ان لوگوں سے رابطہ کا اشارہ دے کر تمہاری خود اعتمادی کو ختم کرنا نہیں چاہتا یوں سمجھ لو کہ وہ لوگ خود ہی تم سے رابطہ رکھیں گے۔“

پروفیسر نذیر مال کی گفتگو نظر آسودہ اور دوستانہ ہوتی تھی لیکن میں بے وقوف انسان نہیں تھا۔ میں اس شخص کی عظمت کا اچھی طرح تجزیہ کر چکا تھا۔ بے شک وہ حلقہ سادہ طور پر کام کر رہا تھا اور اس نے جو منصوبہ بنا یا تھا وہ بھی بڑا عجیب و غریب تھا۔ جوگا قبائل کو وطنی کے خلاف کھڑا کرنے کے وہ ان دونوں کو آپس میں الجھا دینا چاہتا تھا اور ایسا ماحول پیدا کر دینے کا خواہش مند جس سے وطنی لکھ کر جوگا قبائل میں شہرت ہو جائے اور نذیر مال کو خزانہ نکال کرنے کے کامو تھل مل جائے۔ بلاشبہ یہ ایک زبردست منصوبہ تھا لیکن جہاں اس کے اپنے مقادات تجروح ہوتے تھے وہاں سے وہ بڑی احتیاط سے موڑ کاٹ جاتا تھا جن لوگوں کی اس کی شادہی کی تھی کہ وہ جوگا میں میرے مددگار ہوں گے۔ ان کے بارے میں نذیر مال سے اسے وہ واقف ہے ہونے لگے۔ یہ خیال بھی اس کے ذہن میں ہو گا کہ کسی مرحلے پر میں اس سے مخوف بھی ہو سکتا ہوں اور کسی دوسرے کے اپنے ساتھ شامل کر کے

اُسے ڈانچ دے سکتا ہوں چنانچہ اس نے مجھے یہ بھی بتا دیا کہ
 ہوگا کب قیل میں مجھ پر نگاہ رکھی جائے گی اور اگر میں نے زبڈال
 کے مفادات پر ضرب لگائی تو وہاں میرے خلاف بھی کارروائی
 کی جاسکتی ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں دیتا کہ اس نے
 نہ صرف ان کا تحفظ کیا تھا بلکہ مجھے بے دست و پا کر دیا تھا کہ میں
 کسی اور کی مدد سے اپنی کوئی نقصان نہ پہنچا سکوں لیکن خود
 میرے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں تھی چنانچہ میں نے اس پر
 کوئی تعرض نہیں کیا اب اگر میں کوئی تعرض کرتا تو کس پرستے پر
 سموتورا اور ندرت اپنے مشن میں ناکام ہو گئے تھے۔ گوئین
 ہمارے ہاتھ سے نکل چکا تھا کوئی بھی چیز تو نہیں تھی میرے
 پاس جس کو میں بنیاد بنا کر اپنے طور پر بیکھرنے کی ہمت کر سکتا۔
 چنانچہ اگر بروڈیئر تریڈل واقعی اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتا
 ہے اور یہاں سے خزانہ نکال لیتا ہے تو بہتر ہو کہ نہ بچہ حصہ
 تو مجھے بھی مل جائے گا اور جتنا بچہ بھی مجھے مل جائے گا میں
 اسی پر انحصار کروں گا اور سوچوں گا کہ زندگی بھی کوئی بے آنا
 بہت بڑا کام نامہ ممکن ہے ڈاکٹر ظاہر علی اور کنور بھجات سنگھ
 کی خواہش بھی پوری ہو جائے۔ دفعہ آئیں نے جو تک کہا۔
 "اپنے مشن پر جانے سے پہلے بروڈیئر میں تمہیں اپنا
 وعدہ یاد دلانا چاہتا ہوں"

ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ کر تم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وقت
 پڑنے پر کسی پر مجھ سے نہیں کیا جا سکتا ڈاکٹر ظاہر علی نے شکایتی
 انداز میں کہا۔
 "مجھے اس بات کا افسوس ہے ڈاکٹر درحقیقت آپ نے
 اپنی فطرت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ آپ اسی طرح متلون مزاج
 ہیں۔ آپ گہرا غم میں نہیں سوچتے ڈاکٹر۔ مجھے یہ بتانے کے
 سموتورا ندرت، ندرت یا میں اس ماحول پر قادر تھے کیا ہم اس
 کچھ کر سکتے تھے ہم صرف جدوجہد کر رہے تھے۔ ڈاکٹر اور اس
 جدوجہد میں ہم نے آپ کو برابر شریک رکھا۔ میں نے آپ
 سے پہلے بھی عرض کیا تھا ڈاکٹر ظاہر علی کہ نسبت کے ان علاقوں
 آپ اپنی مرضی سے آئے تھے۔ میں اگر آپ کو ساتھ لانا تو دوسرا
 معاملات کا ذمہ دار بھی ہوتا لیکن آپ نے اپنی باتوں سے اور
 جگہ جگہ سموتورا پر شہ کر کے اُسے بدل کر دیا۔ اس کے باوجود ظاہر
 علی وہ جہاں بھی مدد پوچھتا ہے وہاں اپنی مرضی سے نہیں ہوتا۔ آپ
 اس بات پر یقین کریں یا نہ کریں"
 "ٹھیک ہے مغزالی ان لوگوں پر ہمارا کوئی بس نہیں تو
 انہوں نے جو کچھ بھی کیا۔ ان پر بھروسے لیکن کیا ان حالات
 میں ہم دو بے یار و مددگار انسانوں کو تنہا چھوڑ دینا ایک مناسب
 اقدام ہے۔ تم نے بھی تو اس سے مخالفت نہیں کیا۔"
 "جن حالات میں، میں نے یہ سب کچھ کیا ہے ڈاکٹر ظاہر
 اس کی تفصیل آپ کو اس نراسمیر پر بتانی نہیں جاسکتی میں آپ
 سے صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں مسلسل زندگی کی جدوجہد
 میں مصروف ہوں اور اس کام میں بھی جس کے لیے ہم نے کیا
 تک کا سفر کیا ہے۔ میں نے اپنی ہار نہیں مانی ہے۔ آپ دونوں
 اگر پسند کریں تو مجھ سے اتنا تعاون ضرور کریں کہ آپ جہاں موجود
 ہیں وہاں سکون سے رہ کر وقت گزاریں اور کوئی ایسی حرکت
 کریں جو آپ کے لیے مفاد میں نہ ہو۔ میں تفصیل میں نہیں
 جاؤں گا کیونکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں ہے جس۔
 میری وجہ سے آپ کو یہ سہولتیں فراہم کی ہیں اس اتنا ہی کہ
 چاہتا تھا آپ سے"
 "مگر سموتورا مغزالی ہمیں کب تک یہاں رہنا ہوگا؟"
 "اُس وقت تک جب تک آپ تک اس کو موت نہ آجائے"
 آپ یہاں سے نکلنے میں کامیاب نہ ہو جائیں"
 "ادھ ٹھیک ہے۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ کیا
 چاروں طرف صرف موت کی آواز گونج رہی ہے زندگی کا کوئی
 نام و نشان نہیں۔ ان غاروں ہی میں اگر ہم موت کا انتظار کر
 تو کیا حرج ہے۔ کیوں کنور بھجاتا کیا خیال ہے ڈاکٹر ظاہر علی

شاید کنور بھجات سنگھ سے سوال کیا اور کنور بھجات سنگھ
 نے نراسمیر ان کے ہاتھ سے لے لیا۔
 "مغزالی میں پر بھجات بول رہا ہوں تم نے جو کچھ کہا ہے
 میں اس سے متفق ہوں تم اطمینان رکھو۔ ہم ان ہی غاروں میں
 وقت سکون سے گزاریں گے اور موت کا انتظار کریں گے"
 "صرف موت نہیں کنور صاحب ہمیں زندگی بھی مل سکتی
 ہے خدا حافظ! میں نے اس سے زیادہ فکرنے کا پابند نہیں
 کیا۔ بروڈیئر تریڈل پر اطمینان لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔
 اس نے نراسمیر میرے ہاتھ سے لے کر اُسے آت کر دیا اور
 پھر بولا۔
 "تمہاری گفتگو نہایت مناسب تھی بہر طور تمہاری درخواست
 بھی پوری ہو سکتی ہے بناؤ کہ تم کیا فوری طور پر یہاں سے روانہ
 ہونے کے لیے تیار ہو؟"
 "ہاں بروڈیئر آپ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے"
 "تو پھر وقت متنازع کرنا مناسب نہیں ہوگا میرے ساتھ
 آؤ تمہارے ساتھ سفر کریں گے ان سے تعاون کرنا"
 "ٹھیک ہے ہمیں پہاڑوں کے درمیان یہ سفر پیدل
 ہی طے کرنا پڑا ظاہر ہے یہاں سواری وغیرہ کا کوئی بندوبست
 نہیں تھا وہ پانچول آؤی انتہائی محتاط انداز میں پہلے پہلے تڑوں
 میں سفر کر رہے تھے۔ بعض جگہ یہ سفر کرنے میں کافی مشکلات
 بھی پیش آئیں۔ ایک دورہ آنا سیکھا تھا کہ جس اُسے دو چٹانوں کے
 درمیان ایک دراز لپکا جا سکتا تھا اور وہاں سے ہم اس طرح سے
 گزرے کہ بلین پر بلین کئی خڑائیں بھی بڑھ گئیں لیکن بہر طور ہم اپنی
 منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ انتہائی تیزی پر تیز و تیز
 ساخت کی چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس سے ہمیں زیادہ بندی پر
 ایک آبشار گر رہا تھا جو یہاں تک کے ایک بڑے حصے کو سیراب
 کرتا تھا ایک ایسی دراز میں آجاتا تھا جو نالے کی شکل میں نیچے کی
 جانب چلی جاتی تھی وہاں پر میرے ساتھ ایک گھڑا بھی تھا جس سے
 ایک نئے چٹان کی آڑ میں رکھے ہوئے ایک چمڑی سوٹ گیس
 بے خوف خوری کے لباس لگائے اور ان میں سے ایک لباس
 رستے جو اسے کر دیا۔
 "اسے پہن لیجیے مڑنے کے زالی، میں نے خاموشی سے
 ہاں برداریات پر عمل کیا وہ سب بھی خوف خوری کا لباس پہن
 بہت تھے پھر ان میں سے ایک سے مسور تھا بتاتے ہوئے کہا۔
 "یہ رسی یہاں باندھ دی جائے گی بہت مشہور طریقہ ہے۔
 اس میں جگہ جگہ لٹو لگے ہوئے ہیں جو ہاتھوں کو گرفت رکھنے
 امداد میں گئے۔ ہم میں سے چار افراد آپ کے ساتھ پانی اس

اس سرنگ کی دوسری جانب جائیں گے آپ جو یہ خوفناک آواز
 سن رہے تھے وہی جگہ ہے جہاں سے ہمیں ہوگا کہ سرنگ داخل
 ہونا پڑے گا آپ میرے اشارہ کی طرف دیکھیے آبشار کا پانی
 جگہ گرا رہا ہے اور اس سواری میں داخل ہو رہا ہے وہی سواری
 ہمارا راستہ ہے۔ میں نے دست ڈھونڈ لگا ہوں سے اس ہولناک
 منظر کو دیکھا۔ آبشار کا پانی پانی خوفناک آواز میں گناہا ہوا ایک
 چوٹ سے سواری میں داخل ہوا تھا۔ یہ تصور بھی وہاں ہی کے
 مترادف تھا کہ اس سواری میں داخل ہو کر اس ہولناک پانی میں
 سفر کرنا جیسے لیکن میرے ساتھ میں نے مجھے ہی بتایا تھا۔ وہ
 شخص بولا۔
 "ہم میں سے ایک آدمی آپ کو اس سفر کا عملی طریقہ بتائے
 گا۔ آپ کی اجازت سے میں شروع کر رہا ہوں۔ جسے ایک ایک
 موٹی موٹی کیل چٹان کے ایک رستے میں گاڑی گئی افرادی کار ایک
 سر اسٹروٹی سے اُس سے باندھ دیا گیا کیل کے ایک حصے میں
 پتیل کی ایک چھوٹی سی گھنٹی لٹائی گئی جس کے بارے میں میرے
 رہنمائے تیار کیا جب یہ شخص اپنی منزل پر پہنچ جائے گا تو میری
 بلاک گھنٹی بجے گی جس سے ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ وہ غیر
 کسی وقت کے اپنے سر پر پہنچ گیا ہے۔ پھر میں نے اس
 ہولناک سفر کا عملی مظاہرہ دیکھا۔ خوف خوری کے لباس میں طوبی
 شخص رسی کی گرہیں پکڑا ہوا ہولناک گہرائیوں میں نیچے اترنے
 لگا۔ وہ بڑی ہمت سے پانوں لگتا ہوا پانی میں نیچے جا رہا تھا۔
 ان کی ان میں دو سواری کے قریب پہنچ گیا جو کہ آبشار کا پانی
 اس سواری سے دوسری طرف جا رہا تھا اس لیے پانی کے بہاؤ
 کے ساتھ اُسے داخل کرنے میں وقت نہیں ہوئی۔ پان اگر
 یہ پانی دوسری سمت سے آ رہا ہوتا تو پھر پانی کی اس سرنگ میں سفر
 ناممکن تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سرنگ نے اس شخص کو نگل لیا۔ میں
 دھڑکتے دل کے ساتھ اس ہولناک سفر کے بارے میں سوچ رہا
 تھا کہ کوئی تین منٹ سا رستے تین منٹ گزرے ہوں گے کہ گھنٹی
 کی زود زود سے بجنے کی آواز سنائی دی اور میرے ساتھ میرے گئے۔
 پھر ان میں سے دوسرا آدمی اسی انداز میں سفر کے ٹپک
 کو دوسری جانب پہنچ گیا اس کے بعد میرا سفر تھا۔ میں نے دل
 ہی دل میں گلہ پڑھا اور ان دونوں کے آگے جاتے والے انداز
 میں رسی پکڑنے کی کوشش کرتے لگا۔ چند لمحات تو ابھرنے لگیں اس
 کے بعد میں نے بے جا مری سے آگے کا سفر شروع کر دیا سواری
 کے قریب پانی کی خوفناک جھلکاؤں کو بچ رہی تھی ہزاروں
 ٹن پانی اس سواری سے دھڑ دھڑاتا ہوا دوسری سمت جا رہا
 تھا۔ میں نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑا اور رسی پکڑنے کے

کون سا وعدہ کے زالی؟"
 "تم نے کہا تھا کہ تم نراسمیر پر میری ملاقات میرے دونوں
 ساتھیوں سے کرواؤ گے جہاں تم نے تحفظ دیا ہے"
 "ہاں میں اس کا بندوبست کر کے آیا ہوں۔ اگر تم یہ بات
 نہ بھی کہتے تو میرا دوسرا قدم بھی ہوتا۔ بروڈیئر تریڈل نے اپنے
 لباس سے ایک چھوٹا سا نراسمیر نکالا۔ اس کا اسٹریٹ باہر پہنچ کر
 اُس نے یکے بعد دیگرے ہمیں دو باندے اور نراسمیر میرے ہاتھ
 میں تھا دیا۔ نراسمیر سے سٹی کی آواز بھر رہی تھی اور پھر ایک
 مجزائی ہوئی آواز سنائی دی۔
 "ہاں کون سے کون ہے؟" آواز میں اضطراب تھا جس کا
 مطلب یہ تھا کہ بروڈیئر تریڈل نے ان لوگوں کو بھی اطلاع دے
 دی تھی۔ میں نے نراسمیر پر بابت کی۔ ظاہر علی کی آواز میں نے
 پہچان لی تھی۔
 "ہیلو ہیلو ڈاکٹر ظاہر علی"
 "مغزالی مغزالی کیا یہ تم ہی بول رہے ہو مغزالی۔ کیا یہ تم ہو؟"
 ڈاکٹر ظاہر نے شدید اضطراب کے عالم میں پوچھا۔
 "ہاں ڈاکٹر میں ہی بول رہا ہوں"
 "بہت بڑا سلوک کیا ہے تم نے ہمارے ساتھ مغزالی۔"

میں نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا کہ وہ کھڑکے سے نکل رہے تھے
 "مگر سموتورا مغزالی ہمیں کب تک یہاں رہنا ہوگا؟"
 "اُس وقت تک جب تک آپ تک اس کو موت نہ آجائے"
 آپ یہاں سے نکلنے میں کامیاب نہ ہو جائیں"
 "ادھ ٹھیک ہے۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ کیا
 چاروں طرف صرف موت کی آواز گونج رہی ہے زندگی کا کوئی
 نام و نشان نہیں۔ ان غاروں ہی میں اگر ہم موت کا انتظار کر
 تو کیا حرج ہے۔ کیوں کنور بھجاتا کیا خیال ہے ڈاکٹر ظاہر علی

میں نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا کہ وہ کھڑکے سے نکل رہے تھے
 "مگر سموتورا مغزالی ہمیں کب تک یہاں رہنا ہوگا؟"
 "اُس وقت تک جب تک آپ تک اس کو موت نہ آجائے"
 آپ یہاں سے نکلنے میں کامیاب نہ ہو جائیں"
 "ادھ ٹھیک ہے۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ کیا
 چاروں طرف صرف موت کی آواز گونج رہی ہے زندگی کا کوئی
 نام و نشان نہیں۔ ان غاروں ہی میں اگر ہم موت کا انتظار کر
 تو کیا حرج ہے۔ کیوں کنور بھجاتا کیا خیال ہے ڈاکٹر ظاہر علی

اسواری میں گھس گیا۔ سامنے سے یہ سواری بہت زیادہ تیز تھی۔ انہیں سختیوں اندر پہنچ کر اس کا قطر بڑھ گیا تھا۔ ہونا تک پانی گونج پڑا۔ گویا ہوا کا ٹوکے پر دے پھاڑا ہے ہوا برقی کی ہی صورت کے ساتھ دوسری جانب جا رہا تھا اور میرے ہوش دھوا سس رخصت ہونے جا رہے تھے۔ اس وقت زندگی کی ضاقت صرف یہ رہتی تھی جس کے ذریعے میں نے اپنی رفتار کو کم کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر یہ رستی نہ ہوتی اور اسے مغربی سے گرفت میں نہ لگایا جاتا تو یہیت ناک پانی مجھے اس غامض دیواروں پر دے مارا اور میرا تمام جسم پاش پاش ہو جاتا۔ یہ اوتھکا سفر درحقیقت دو ڈھال مندر سے زیادہ کا نہیں تھا۔ ذرا کے سہارے میں دوسری طرف پہنچ گیا اور پھر مجھے تقریباً چار فٹ نیچے اتار دیا۔ اس کے بعد پانی کی شدت ایک دم کم ہوئی کیونکہ اسے حل کر کے ایک نڈی کی شکل میں پھیل گیا تھا اور یہی آبی گھٹنے پھٹنے پانی بان موجود تھا بات صرف اور صرف دھار کے نیچے سے نکلنے کی تھی جو غار کے سواری سے گزرتی تھی۔ دھار کی زد سے نکل جائیں تو اس کے بعد کچھ نہیں رہتا تھا۔ میرے دو تون سا تھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے چروں سے غوطہ خوری کے ماسک اتار دیے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائے اور پھر ان میں سے ایک نے کہا: ”رستی کو گھرا اطلاع دے دیکھئے مڑنے کے زالی“ میں نے ان کی بڑی بات پر عمل کیا اور اس کے بعد رستی دھار کے طرف سے کھینچ لی گئی تھوڑی دیر کے بعد مزید دوسرا تھی بھی یہاں آئے اور رستی واپس کھینچ لی گئی۔

”آئے مڑنے کے زالی“ میرے رہنمائے کہا اور میں تعجب سے اُسے دیکھنے لگا۔

”اور وہ پانچواں آدمی“ میں نے سوال کیا۔

”وہ تمام سامان لے کر واپس چلا جانے کا تا کہ کسی کو ہمارے اس مشن کا سرخ نہ مل سکے“ اس شخص نے جواب دیا۔

اس میں اس کا سرخ نہ مل سکے“ اس شخص نے جواب دیا۔

میں اس کے ساتھ تک بڑھ گیا۔ اس نے راستے میں بتایا کہ اب ہر جگہ کا قبائل کی سرحد میں ہیں اور بہت جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ ہم چٹانوں کی آبل میں سفر کرتے رہے۔ اس طرف کا منظر خاصا خوبصورت تھا اور جیسا کہ پروفیسر ڈیڈل نے مجھے بتایا تھا کہ ہر جگہ قبائل کی چوٹیوں کے درمیان ایک بیانیہ واوی میں آیا ہوا ہے اور درحقیقت وہ ہمایر کے قدیمی ٹیپو ہاں آنے کے بعد مجھے اس کی بات کا بخارہ ہو گیا تھا۔ اچھی تک مجھے کوئی انسان نظر نہیں آیا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ یہاں ہر پڑیوں اور تھوڑیوں کے گھنٹے پھیلے ہوئے ہیں۔ اناج بھی اگایا جا رہا تھا اور بھولوں کے بانا ت بھی تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ یہاں

مجھے دے ضروریات زندگی سے مالا مال ہیں اور انہیں اس علاقوں میں زندگی گزارنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ہم ان مقام کو دیکھتے ہوئے بالآخر ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں میں نے دور ہی سے ایک عظیم الشان پتھر کے انسان کو دیکھا جو غالباً گھنٹوں پر سر رکھے دو درو تک نگاہیں دوڑاتا تھا۔ بہت بلند و بالا درختوں کی پہاڑی تھی اور اس میں حیرت انگیز انسانی نقوش ترشے ہوئے تھے جو انسانی ہاتھوں کا زمانہ نہیں تھے بلکہ ہڈوں کی تراش نے انہیں یہ شکل دی تھی۔

میرے رہنمائے جس کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا اور اس کی ضرورت پیش آئی تھی مجھے بتایا۔ ”جو کچھ قابل سے عقائد کے مطابق یہ دیکھنے والا دیتا ہے اور یہی ان کی پوجا کا مرکز ہے۔ اس کے واس میں تمہیں بے شمار قیمتی چیزیں مل سکتی گی۔ وہ اس کے پہلو میں قربانیاں دیتے ہیں اور بہت سو رسوات ادا کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر بارہ سال کے بعد جو کھا گیا مزار دیتا کا بیٹا ہوتا ہے اور یہی پتھر ملا دیتا ہے۔ جنم دیتا ہے تب ہی وہ اس کے سر کی چوٹی پر نوکوار ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر سال اکیلے جو یا شوٹن لارہ کا ہے اور یہ تقریباً ہجاری نسل و نسل ان علاقے میں چلا رہا ہے۔ اس کی عمر تقریباً طور پر طویل ہے اور وہ نہ جانے کیسی کسی حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔ یہ سب کچھ اسی کا لیا ہوا ہے اور پانچا نے اس پس پر وہ کیا ہے۔ ہمیں ان تمام چیزوں کو ذہن نشین کرنا ہوگا مڑنے کے زالی کیونکہ یہی ہمارا مشن ہے“

”لیکن جو کچھ پروفیسر نے مجھ سے کہا اس کے لیے اپنا آمادہ کرتے کا لیا ذریعہ ہو گا“

”یہ بات مجھے بھی نہیں معلوم لیکن آپ کو اس سلسلے کا آگاہ رکھا جائے گا“

”یہ رقمہ کتنا بڑا ہے؟“

”بہت وسیع و عریض، آپ وضد میں لٹی ہوئی ان بیابان کو دیکھو ہے ہوں گے جو یہاں سے سرحدی بادلوں کی مانند آ رہی ہیں۔ یہاں سب جگہ قبائل ہی آباد ہیں اور یہ سب ہی کا علاقہ کہلاتا ہے“

”اس طرح تو میری رقم بہت وسیع و عریض ہے؟“

”سو فیصدی اس کا رتبہ دینی کے علاقے سے فرمایا ہے“ میرے رہنمائے جواب دیا۔

اس کے بعد ہم اتنی شکل کے اس پہاڑی کے با میں پہنچ گئے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے غار تھوڑے چھوٹے کیوں تو چھوٹا اور لوں میں چھپے ہوئے تھے لیکن نرمی سے

دیکھا وہاں اور میں غار کے گوشے میں گئے ہوئے کھاس کے لستر پر بیٹھ گیا اور وہ چاروں ان لاشوں کو کا ندھوں پر لادے نئے غار سے باہر نکل گئے۔

میں نے سنجیدہ نگاہوں سے غار کا جائزہ لیا۔ ایک مشعل پورے غار کو روشن کرنے میں ناکافی تھی صرف وہی مشعل نظر آ رہا تھا جہاں مشعل کی ہوئی تھی۔ میں نے مشعل ہاتھ میں تھامی اور آگے بڑھ کر غار کو دوسرے حصوں کو بھی دیکھنے لگا۔ ایک جگہ ایک سواری بنا ہوا تھا جس میں اوپر جلتے لیے چھوٹی چھوٹی پٹھیاں تھیں۔ غالباً یہی پٹھیاں پہاڑی چوٹی تک تھیں۔ اوپر کھتے میں پہنچ کر میں نے تعجب کی نگاہ سے دیکھا یہاں غار کی چھت پر ایک جگہ دو دروازے بنا ہوا تھا۔ غالباً یہ اس انسان سر میں تھا جس کے ذریعے نئے دیوتا کا ظہور ہوتا ہے۔ میں متوجہ انداز میں یہ سب کچھ دیکھا رہا پھر مجھے نیچے سے میرے رہنما کی آواز سنائی دی جو مجھے پکار رہا تھا چنانچہ میں پہلے پٹھیاں اتار کر غار میں واپس آ گیا اور مشعل اس سواری میں رکھنے کے بعد میں اس پیلان کے لستر پر جا بیٹھا۔

وہ چاروں میری خدمت کرنے لگے۔ کھانے پینے کا محتول بندوبست تھا۔ تمام تیاریاں مکمل کر کے انہوں نے مجھے کھانا کھلایا۔ غوطہ خوری کا لباس ضائع کر دیا گیا تھا اور اب میں ساگنے کی حیثیت سے اس پہاڑی غار میں تھا۔ غوطہ خوری کے بعد ان میں سے ایک آدمی غار سے باہر نکل گیا۔ جب وہ واپس آیا تو میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو میرے رہنمائے جواب دیا۔ ”وہ شخص بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کرنے ہوئے ہے، ہمیں وہ حالات سے آگاہ کرے گا۔ اس کی ڈیوٹی باہر رہی ہے۔ ایک ایک دن کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ دوسرا شخص باہر چلا جائے گا“

”مجھے اس غار میں قید رہنا ہو گا یا میں اس پال کے علاقے کو دیکھ سکتا ہوں؟“

”نہیں مڑنے کے زالی بہتر ہے۔ سب کے تم میرے ساتھ مقامی زبان کی مشق کرنا کہ تمہیں کبھی کوئی دقت نہ ہو۔ غار کے یا باہر تمہارا دیکھا جانا خطرناک ہو سکتا ہے“

میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس دن سے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ زیادہ سے زیادہ کبھی تازہ ہوا کی ضرورت محسوس کرنا تو غار کے قہقی حصے سے باہر نکل آنا اس وقت میرے تینوں محافظ میرے ساتھ ہوتے تھے اور پھر میں واپس آئی غار میں چلا جاتا تھا۔ یہاں آئے ہوئے غالباً چوتھوں تھا۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا کہ اس دن

نظر اچھلتے تھے۔ ان ہی میں سے ایک غار میں ہم لوگ داخل ہو گئے، میرے رہنمائے غار میں داخل ہوتے ہی مجھے رک جانے کے لیے کہا اور چند لمحوں کے بعد وہ دیوار سے ایک مشعل نکال کر روشن کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مشعل کی زبردستی تاریک رات کو منور کرنے کی تھی۔ میں نے اس عجیب و غریب جگہ کو دیکھا۔ اس کی بندی ناک قابل تھیں تھی بہت وسیع اور کشادہ غار جس میں جگہ جگہ مختلف چیزوں کے انبار بڑے ہوئے تھے۔ کھانے پینے کی اشیاء، گھاس کے لستر، وزنوں کی کھلیاں۔ یہ تمام چیزیں یہاں موجود تھیں لیکن جو کوئی چیز میں نے یہاں دیکھی اسے بھڑک کر ایک لمحے کے لیے میری نگاہیں ساکت ہو گئیں۔ یہ چار انسان لاشیں تھیں۔ ہجور سے ملنے رنگوں کے ناک چار قبائلی نہیں غار میں ان کو دیکھا گیا تھا اور پرتے کوٹنے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے پریشان نگاہوں سے رہنما کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا۔ ”انہیں ختم کیے بغیر ساگنہ جو کچھ یہاں سے اٹھا کرنا ممکن نہیں تھا۔ پروفیسر ڈیڈل نے ہمیں ساگنہ جو کچھ لیا یہاں لاشیں بنا دی ہوگی۔ وہ ایک اور قبیلے میں پروان چڑھا، یہ باروں اس کے محافظ تھے اور اب چونکہ بارہ سال پورے ہو چکے ہیں اور کسی بھی دن بیات نئے سر وار کی آمد کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اس لیے جو لاشوں نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ ساگنہ جو کچھ یہاں لے آیا جائے چونکہ سر ڈیڈل کی نگاہ تمام حالات پر تھا اس لیے ہم نے ساگنہ کو یہاں سے اٹھا کر کے وہاں پہنچا دیا اور ان لوگوں کو بلا کر دیا تاکہ ہم تمہارے محافظوں کی حیثیت اختیار کر سکیں۔“

”اور اگر تمہاری اس غیر موجودگی کے دوران جو لاشوں کے آدمی یہاں پہنچ جاتے تو کیا وہ صورتحال سے آگاہ نہ ہوجاتے؟“

”نہیں ہمارے کچھ بڑے بڑے کارکن ہمیں صورتحال سے آگاہ کیے ہوئے تھے۔ اگر کوئی کوئی شکل پیش آجاتی تو ہمیں اس کا اطلاع مل جاتی۔ اور وہ جو یہاں کی صورتحال سے آگاہ ہوجاتے وہ اپنے بھگتوں پر نہ پہنچ جاتے تاکہ دوسروں کو اس کی اطلاع ہو سکے“

میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ ڈیڈل کے لیے ہاتھوں کی وضاحت برصغیر ہی جاری تھی وہ واقعی خطرناک آدمی تھا۔ ماننے رہنمائے کہا۔ ”تو ان لاشوں کو کم از کم کھانے تو کھا دو پھر غار ہی میں ہمارے ساتھ رہیں گی“

”نہیں اس وقت کیونکہ ہمیں بہت جلدی تھی چنانچہ ہمیں اپنی جھوڑو لایا تھا۔ ہم مظہر نے مڑنے کے زالی ابھی غوطہ خوری دیر مان کا نام و نشان ملنا دیا جائے گا۔ آؤ میں تمہیں تہا کی آگاہ

کا محاذ نظر دوڑتا ہوا اندر آگیا اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔
"تین تباہی اس سمت آ رہے ہیں ان میں سے دو ایک
ڈولن سی کاندر سے پر اٹھائے ہوئے ہیں اور اس ڈولن میں کوئی
بیٹھا ہوا ہے"

"یقیناً وہ جو ہاتھوں میں ہوگا ہوشیار مرگے زالی اب یہاں
سے تھما رہے تھے آغا زہو تباہے ۷ وہ جا رہا ہے غاری میں
خلفت کا ہوں میں مصروف ہو گئے۔ میں شرت سے امتکا کرتا
رہا اور پھر خود ہی دیر کے بعد ہمیں آہٹیں سنائی دیں پھر باہر
سے ایک آواز ابھری۔ "مقدس سا پولیا مقدس سردار روحانی
پیشوا تجھے سے ملانے کے لیے آئی ہیں پچھتاہے۔ تجھے سے مل کر
میں جو ہاتھوں ہوں اور مستقبل میں تیرے سر کا منہ راج میرے
سامنے میں چلے گا۔ میں نے ایک عجیب اخلقت پڑھنے کو
دیکھا۔ اس کا پوری بدن بھاری تھا اور چلی ٹانگیں بتلی کچھیر کی
ماند تھیں مجھے حیرت ہی تھی کہ ان ٹانگوں پر وہ بھاری پوجے کیسے
سنبھالے ہوئے تھے۔ بلا شبران پتل پتلی ٹانگوں پر اتنا وزن
برداشت کرنا اور اس برق رفتاری سے چلنا ممکن نہیں تھا۔ میں
سے پیر سمجھنے پائی کہ انیاں سنی تھیں کہ وہ طرح طرح انسان کی
زندگیوں کے لیے جھجال بن جاتے ہیں۔ یہ شخص سمہ لہی نظر
آ رہا تھا۔

وہ میرے سامنے پہنچ گیا اور اس نے دونوں ہاتھ
میں پر رکھے اور گردن خم کرتے ہوئے لولا۔ "سانگ جو میں
وہ ہوں جس کی کہانیاں تجھے سنائی جاتی رہی ہیں اور اب وقت
آ گیا ہے کہ ان کہانیوں کی حقیقت بھی دیکھ لے۔ آج کی رات
آسمان پر پورا چاند چمکے گا اور جب چاند طلوع ہوگا تو دیوتا جوڑگا
کانیا سردار قبیلے کو پیش کر دیں گے اور یہاں سے تیری نئی زندگی
کا آغاز ہو جائے گا۔ سانگ جو اور تو کسی قسم کا ترو نہ کرنا کہہ کر
جو ہاتھوں تیری سر پرستی کا دعویٰ کرتا ہے اور تجھے تھلا دلا ہے
کہ تجھے اپنی مراد ہی کے دور میں کسی بھی وقت کا سامنا نہیں
کرنا پڑے گا۔ سو میں تجھے یہ اطلاع دیتے آیا ہوں آج کی
رات آج کی رات"

میں خاموشی سے کھڑا ہوا اس عجیب اخلقت انسان کو
دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں خاک تاریکی میں روشنیان بھیر رہی
تھیں۔ یہ میری نظر کا دبا ہوا ہر نہیں تھا بلکہ میں نے ہوش و حواس
دیکھی تھی کہ اس کی آنکھوں سے نہایت مدھر ملی چنگاریاں جھوٹ
رہی تھیں۔ دیوتا اور دیوتاؤں کی کیفیت کے بارے میں مجھے
پتہ نہیں سمجھتا تھا۔ ہنر و دنیا کا ایک انسان جس نے دیوتاؤں
اور انہوں کی سنائی ہوئی کہانیوں کے علاوہ جن جھوٹوں یا پزیر

شہ نہیں ہونے دیا کہ میں وہ نہیں ہوں جو وہ سمجھ رہا ہے۔ اس
کے بعد اس نے مجھے آئندہ کا کردار ان بتاتے ہوئے کہا کہ رات
لو اس وقت جب آسمان پر چاند طلوع ہوگا کہ انہیں ان پر طبعوں
کے ذریعے اوپر ہی جتنے میں بھیج دیا جائے گا اور وہاں تیز روشنی
لی جائے گی تاکہ جوتو قبیلے کے لوگ دیوتاؤں کے بیٹے کو دیکھ
ہیں اور اسے اپنا نیا سردار مان لیں"

اس نے مجھے تمام تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ گردن
کے بعد ان کی ذمہ داریاں ختم ہو جائیں گی اور مجھے خود ہی بعد
کے حالات سے نمٹنا ہوگا۔ میں نے کسی قسم کی پریشانی یا
شویش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وقت گذرتا رہا اور جوں جوں شام
بھٹنے لگی میرے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوتا رہا میں سوچ
باتھا کر دیکھیں میں اپنا یہ کردار خوبی سے نبھایا جا سکتا ہوں یا نہیں
ہمراہ گہری تکیا ہو گئی۔ غار میں شعل مسلسل روشنی میرے
ہمنا سے دو تین متعل اور جلا دیں اور پھر ان کی روشنی میں مجھے
مردار کے لباس میں ملوس کیا جائے گا۔ سیاہ چھتے کی کھال

برسے زیریں بدن پر بچا دی گئی اور جھورے نشانات والے
بب چھتے والی کھال میرے اوپر ہی جسم پر اس کے ساتھ ہی میرے
ہرے اور کھلے ہوئے بازوؤں پر چھلنے والی مٹی سے نقش و نگار
ادیلے گئے اور اس کے بعد ایک انتہائی بد مزیت کھا رہا میرے
تھ میں دیا گیا۔ سر پر غالباً جھینٹے کے سینکوں والا ایک تاج
بنا دیا گیا جو بہت بد مزیت اور بد نما لگتا تھا اور اب میں دیوتا
ایسا اور اس پتھر کی اولاد بن گیا تھا۔ وہ لوگ مجھے ٹر پھیلوں
سے اوپر لے چلے، اوپر کی جانب کھلنے والا دروازہ بدستور بند تھا۔
راہی اس کے کھلنے کا وقت نہیں ہوا تھا۔ چاند کے بارے
ن ابھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کتنی دریں لگنے کا پھر
ماویری پتھر کے طحکن جو تھوڑا سا بگرا آسمان کا جائزہ لیا
یا چاند کھلنے والا تھا۔ ستاروں کی دھند روشنی پھیلی ہوئی تھی، سب
سے اوپر والی ٹر پھی پر کھڑے ہو کر میرا پورا بدن اس سورج سے

ہر نکل سکتا تھا لیکن ابھی مجھے نمایاں نہیں ہونا تھا پھر ہر ہتر
ہتر چاندنی چھتے لگی جسم ہم ہی دھڑکنے والوں کے ساتھ
بھرتے ہوئے چاند کو دیکھ رہے تھے۔ یہ کھات بڑے صبر آزما
تھے یہاں تک کہ چاند نکل آیا اور تیز روشنی نے فضا کو منور کر دیا
ما کے ساتھ ہی دفعتاً بجائے کیا ہوا کہ انسانی شکل کی پہاڑی
کے اوپر ہی جتنے سے روشنی کا طوفان امداد پڑا۔ روشنی کسی خاص
لم کی رجحان یا پھر انتہائی قیمتی اور پگھلا کر میروں سے جھوٹ
کا تھی جنہیں اس خاص منصوبے کی تکمیل کے لیے اپنا پہاڑی
طر پر نصب کیا گیا تھا۔ تیز روشنی غما غالباً ابھرے ہوئے

چاند کی پوری کرنوں سے منعکس ہوئی تھی اور اس کا مقصد تھا کہ اب
مجھے اوپر ہی میری پر آجاتا چاہیے چنانچہ میں نے آہستہ آہستہ
بقایا ٹر پھیالے گئے کیں اور سب سے آخری میری پر پہنچ گیا۔
جون ہی میں نے آخری میری پر قدم رکھا دفعتاً آوازی میں طوفان
سا آگیا، پہاڑیاں لرزنے لگیں، چاروں طرف سے ایسا خوفناک
انسانی شور بلند ہوا کہ میری سماعت زخمی ہوئے لگی۔ زور زور سے

نقدار سے بچ اٹھے تھے جبکہ اس سے پہلے واوی پر مکمل سکوت
چھا ہوا تھا۔ غالباً انسانی چٹان کے سامنے ہوتے ہوئے قبائل
امتدائے تھے اپنے نئے سردار کا استقبال کرنے کے لیے
کھڑے تھے۔ میں نے اپنے عقب میں کھڑے ہوئے خائظوں
کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے لولا اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟
"مجھے نہیں اس کے بعد تھا یا کردار ان ہی لوگوں کی ہوتی
تھیں ملن رہتا ہوگا"

"کیا تم سے کوئی ایسا نہیں ہے جو میرے آس پاس
یا نزدیک موجود ہو؟"

"نہیں ہے ہمارے لیے ممکن نہیں ہے، انہوں نے جواب
دیا اور میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ کان پھاڑ دینے
والا انسانی شور تقریباً ڈرامٹ تک جاری رہا۔ نقدار سے بچ رہے
تھے، جگہ جگہ متعلین روشن ہوئی جاری تھیں جبکہ اس سے
پہلے واوی میں کوئی روشنی نہیں تھی سوائے چاندنی کے نئے سردار
کا ظہور ہو گیا تھا۔ میں نے نکلے جانے والے نعروں کو سن رہا
تھا اور ان کا مقہوم بخوبی میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ سب ایک
ہی گت گارے تھے، ایک ہی گردن کر رہے تھے کہ ہنوکا کی توتڑ
یادنے والے جمہری آمد پر خوش ہو رہے۔ ہم تیرا استقبال کرتے ہیں۔
پھر چند اسی پہاڑی کی جانب بڑھے اور اس کی بلندیوں سے
کرتے گئے وہ سب ہاتھوں میں شعلیں اٹھائے ہوئے تھے۔
میرے چاروں محاذ پر ٹھیلوں سے لگے نیچے چلے گئے اور میں
اب تمہا کھرا د گیا تھا۔

دیوتا کی ناک پر کھڑے ہو کر آنے والوں نے مجھ سے
استدعا کی کہ میں ان کے ساتھ جوتو کا گہرا تینوں میں آتیوں اور
تھیلے والوں کو اپنا مددگاروں چنانچہ میں نے ان سے ناخوہر
بڑھا دیے۔ اس خوفناک پہاڑی کو عبور کرتے ہوئے ہا۔ اٹھنے
ایسا محسوس ہوا جیسے میرا پاؤں جھلس جائے گا اور میں اس کی
گہرا تینوں میں جا بڑوں گا۔ نہ جانے کس طرح اپنے آپ کو بچانے
ہوئے تھا بلا فرق میں نے پیچھے پہنچ گیا۔ انسانوں کا تخمینہ آج
تھا۔ مجھے راستہ دینے کے لیے وہ سب پیچھے ہٹ گئے تھے
اور میں ان کے درمیان سے گذرتا ہوا۔ فر و با پہنچ گیا جہاں

میں نے جو باتوں دیکھا جو عجیب شان سے ایک مرصع تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ تخت چوبلی تختوں سے جوڑ کر بنا گیا تھا اور اس میں اس قسم کے بستے لگے ہوئے تھے کہ لوگ اسے کراہتوں پر اٹھا لیں۔ یہ ایک وسیع و عریض تخت تھا اور بے شمار بچے اس میں نصب تھے تین بڑھیاں اس سے لگا دی گئی تھیں اور ان پر بیٹھوں کے دونوں سمت نوخیز جوان لڑکیاں سر جھکانے بیٹھی ہوں تھیں۔ ان کے لمبے لمبے بال تخت کی سر پڑھیوں پر پھینچے ہوئے تھے اور بچے ان ہی پر سے گذر کر اوپر پہنچنا تھا۔

مجھے لائے والوں نے تخت پر پہنچنے کے لیے کہا اور میں ان سر پڑھیوں کو عبور کر کے تخت پر پہنچ گیا۔ جو باتوں سب سے آگے والے تخت پر تھا۔ اس کے پیچھے ایک اور چھوٹی سی زنگار کرسی رکھی ہوئی تھی جس پر ایک درویش بزرگ کا ڈیڑھ آوی کروں نم کیے ہوئے بیٹھا تھا۔ جو باتوں نے سٹوٹے ہو کر میرا استقبال کیا اور اپنی کرسی ایک سمت سرکاری، دوسرا آوی سر جھکانے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کوع کے انداز میں جھک کر مجھے تعظیم دی اور پیچھے ہٹ کر اس تخت کے عقب میں پہنچ گیا جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ تب جو باتوں نے سٹوٹے ہوئے نا معلوم الفاظ اپنے منہ سے ادا کیے پھر اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک چھڑی کو بلند کیا اور یہ بات میں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ کیا ایک ہی اس چھڑی سے شعلے بلند ہوتے تھے۔ جو باتوں میں اس چھڑی کو گول دائرے کی شکل میں گھمانے لگا اور میرے سر پر شعلوں کی چھڑی ہی میں گئی چنڈ لچوں تک یہ عمل جاری رہا اور ایک بار پھر اس نے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا اور ایک بار چھڑی کی آوازیں بلند ہونے لگیں، یہ کرسی سرداری تھی اور اس سے آگے والی کرسی روحانی پیشوا کی۔ پہلا سردار معزول ہو گیا تھا اور اب میں اس قبیلے کا سردار تھا۔

ایک اور بڑے بزرگ شخص نے تخت پر کھڑے ہو کر جو قبیلے کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "جو لوگوں کے مقدس سردار کا نام سامگ ہے۔ اور آج سے ہم اس کے اطاعت گزار ہیں اور وہ جو باتوں کی دعاؤں کے سامنے میں ہماری رہنمائی کرے گا، پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "سامگ جو بیٹا ہے اپنے توجہ سے ہمارا کھران سے اور ہو گا کہ رہنے والے آنکھیں بند کر کے وہی عمل کریں گے جو تیری خواہش ہوگی۔ ہم سب تیری ونداداری کا اعلان کرتے ہیں"۔ چاروں طرف سے یہی آوازیں بلند ہونے لگیں کہ ہم تجھ سے ونداداری کا اعلان کرتے ہیں، میں خاموشی سے

ان سب کو دیکھتا ہوا پھر جو باتوں نے پرانے سردار سے کہا اور تو جو بارہ سال تک اس قبیلے پر حکمرانی کرتا رہا ہے اس قدر کے مطابق اپنا فرض پورا کر"۔

"مجھے یاد تھا کہ یہ زمانے نے مجھے بتایا تھا کہ پرانے سردار کو نئے سردار کے آنے کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں اس شخص کے لیے جھڑپا اٹھ آیا، کاش میں اس کی زندگی بچا سکتا لیکن مجھے اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔ پرانا سردار ہمتہ از ہمتہ تخت کی وہ عینوں سر پڑھیاں اتر گئی جن کے ارد گرد سے اب نوخیز جوان لڑکیاں اپنے بالوں کو مسٹ کر اٹھ رہی تھیں۔ نیچے پہنچ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور اپنے لیے موت طلب کی، چھوٹے چھوٹے دستوں والے چھ تیزے فریادی زمین پر نصب کر دیے گئے، میں جھڑپا نہ لگا ہوں سے اس قوی ہیکل شخص کو دیکھا ہوا تھا۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹا اور میرا اس نے ایک زوردار وارہ مار حلق سے نکالی اور فضا میں اچھل کر ان نیزوں کی انیول پر گر گیا۔ چھ تیزے اس کے پورے بدن میں بیہوش ہو گئے اور اس کی گردن پر باہر نکل آئے۔ لوگوں نے پھر نعرے لگانے شروع کر دیے تھے۔

میرا بدن ہولے ہولے کانپنے لگا، خود کشی کا یہ خوفناک طریقہ اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ بد مذہب کے بارے میں یہ بات البتہ میرے علم میں تھی کہ ان کے ہاں آلاؤ کی جاتی ہے۔ مختلف طریقوں سے اپنے آپ کو اذیتیں دے کر ختم کیا جاتا ہے اور یہ موت ان کے لیے ایک مقدس موت ہوتی ہے چنانچہ سردار نے اپنے لیے ایک مقدس موت منتخب کر لی تھی۔ اس کا بدن ان نیزوں میں پھراک بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ تیزے اس کے دل کے مقام پر بھی بیہوش ہوئے تھے اور اس طرح اس کی گردن کی گردن توڑ کر باہر نکل آئے تھے۔ جھلان حالات میں تڑپنے یا پھرتے کا کیا سوال پیدا ہوا تھا میں کرسی پر بیٹھا ہوا میرے نزدیک ہی دوسری کرسی پر چوہانہ بھی بیٹھ گیا تھا اور پھر اس عظیم الشان تخت کو لوٹنے کے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ وہ تخت کندھوں پر اٹھا کر سفر کرنے کے ان کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ لوگوں کا ہم جعفر ہمارے دائرہ بائیں آگے پیچھے چل رہا تھا لیکن وہ ہم سے اتنے فاصلے پر تھے کہ تخت لے کر چلنے والوں کو آگے بڑھنے میں ڈرا نہیں رکھتا۔ نہ تو ایک اور بات میں نے یہ دیکھی کہ تخت اٹھانے والے اپنے ساتھ بدل لیتے تھے۔ تمام لوگ آگے بڑھ کر تخت اٹھانے کو کوئی مقدس فریضہ سمجھ کر یہ رسم انجام دے

رہے تھے۔ چاند سروں سے گذر گیا اور ہم ایک عظیم الشان گہرائی میں پہنچ گئے جہاں بڑا گہرا سستی قائم تھی۔ یہ سرداری کئی تھی۔ اور سردار کی بھونپڑی ہستی میں پھیلی ہوئی بھونپڑیوں سے نہیں زیادہ بڑی اور عظیم الشان تھی۔ اس بھونپڑی کے دواڑے پر ایک قطار کی شکل میں پچھ عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاں کھلے ہوئے تھے اور چہرے سے سوگاری نمایاں تھی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب پرانے سردار کی بیویاں تھیں۔ بھونپڑی اور سے بہت ہی نفیست سے آراستہ تھا۔ میں اس میں پہنچنے کے بعد ایک جگہ بیٹھ گیا، میں نہیں جانتا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ مجھے سمجھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ دو لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں اور میں نے انہیں پہچان لیا۔ ان میں سے ہی پچھ بیویوں میں سے تھیں جنہیں میں نے باہر دیکھا تھا۔ دونوں ہی خوش شکل اور اچھے تعویذ کی مالک تھیں ان میں سے ایک کی آنکھوں میں شزارت بھری ہوئی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر وہ دونوں بیٹھ گئی اور آہستہ سے بولی "عظیم سامگ جو اگر قبول کرے تو میں اس کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

اور میں دودھ کرتی ہوں کہ اُسے وہی تعظیم و مکرم دونوں کی جو سردار کی شانیں شان ہوتی ہے وہ آہستہ سے بولی اور پیچھے ہٹ گئی پھر وہی الفاظ اسی انداز میں اس دوسری عورت نے ادا کیے۔

میں دلچسپ لگا ہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ دوسری لڑکی بھی یہ الفاظ ادا کر کے پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے دلچسپی سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم قدیم سردار کی بیویاں ہو؟" "ہاں ہم پچھ اس کی بیویاں تھیں قبیلے کی رسم کے مطابق سب سے پہلے تم پر ہمارا حق بنتا ہے۔ اگر ہم اپنی وقت داریاں مستقل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں اور تم انہیں قبول کرو تو سب سے پہلے تمہاری خدمت گزار کی کاشت ہوں ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد قبیلے کی دوسری لڑکیوں کو یہ حق حاصل ہوتا ہے۔"

"مگر باقی چار کہاں گئیں؟" میں نے سوال کیا۔ "ان چاروں نے مرنے والے کے ساتھ اپنی دلچسپی کا اظہار کیا اور اس کے عویذ انہیں بھی قربان گاہ میں قربان کر دیا جائے گا تاکہ ان کی روحیں اس پرانے سردار کی روح سے جا ملیں مگر ہم مرنا نہیں چاہتیں ہم نے اس رسم سے فائدہ اٹھایا اور تمہاری خدمت میں جاں بخشی کے لیے حاضر ہو گئے۔" "تو اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟" "تم آج کی رات ہمیں اپنے بھونپڑے میں جا کر دو لو"

مجھ کو جب تم سے پوچھا جائے کہ کیا تم نے ہمیں قبول کر لیا تو تم اس بات کا اقرار کر لینا تمہارے اقرار سے ہمیں زندگی مل جائے گی اور ہم اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم نے ہمیں اس قابل نہ سمجھا تو ہم دونوں میں سے کوئی بھی نہیں اس کے لیے مجبور نہیں کریں گے کہ تم ہمیں اپنی بیوی کی حیثیت دینا میں نے سنا کر انکا ہونے سے ان لڑکیوں کو دیکھا اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ اگر میرے ذریعے ان کی جان بچ سکتی ہے تو میں اس سے کوئی بھی نہیں کروں گا میں نے ان سے سوال کیا۔ "اور اگر میں تمہیں قبول کرنے سے انکار کروں تو؟" "تو پھر ہمیں بھی قربان گاہ پر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تم اطمینان رکھو میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔" ان کی خوبصورت آنکھوں میں زندگی کی روشنی چمکنے لگی۔ ان میں سے ایک نے اپنا نام مسیتو بتایا تھا اور دوسری نے شایا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھونپڑی سے باہر نکل گئیں۔ میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ شایا نے رات گزار دی تھی۔ رات کے آخری پہر میری پکیس جھپک گئیں لیکن صبح کو بہت جلد اٹھ کھل گئی۔ نئے سردار کی سرداری کی خوشی میں جگہ جگہ جشن منایا جا رہا تھا۔ صبح کو چار قوی ہیکل آوی بھونپڑی کے دروازے پر پہنچے اور انہوں نے مژدب بچے میں کہا۔ "مقدس سردار سامگ جو صبح کی روشنی چھوٹ آئی ہے اور عبادت گاہ کے دواڑے پر عظیم جو باتوں تمہارا منتظر ہے کیا صبح کی عبادت میں حصہ نہیں لوگے؟"

میں نے فوراً تیار کیا اور باہر نکل آیا۔ یہ چاروں آدمی مجھے لے کر عبادت گاہ کی جانب چل پڑے، یہ سفر مجھے بدلتی ہی لگتا تھا۔ راستے میں تھکان کی شکل میں کھڑے ہوئے لوگ دونوں سمت سے میرے اوپر بھونپڑے چھوٹے چھوٹے پتھار اور بے تھے جو کسی اناج سے بنائے گئے تھے اور پھر میں بھڑک کر اس مخصوص عبادت گاہ کے سامنے پہنچ گیا جو ایک پہاڑی کے درمیان واقع تھی۔ اسٹوپا اور چنڈے سے وہاں نظر آ رہے تھے۔ عبادت گاہ کے دروازے میں وہی تل لٹاؤں والا بجاگاری چمکیلی نیلی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ دن کی روشنی میں بھی ان آنکھوں میں وہی پر اسرار کیفیت طاری تھی۔ اس کے ہونٹ لیٹھے لیٹھے، وہ مسکرایا ہوا اس کے ہاتھ میں عبادت کا پتھر محوم رہا تھا۔ میں بدھوں کی عبادت کا طریقہ دیکھ چکا تھا چنانچہ میں نے بھی عبادت کے پیسے کو گھمایا اور مقدس

اشکوک پڑنے لگا جن کا میرے ذہن و دل سے کوئی تعلق نہیں تھا پھر جو یا شوئن نے میرے کان دھے پر ہاتھ دکھا اور مجھے اس عبادت گاہ کے اندر دعویٰ حصے میں لے گیا۔ ایک سیٹل می ہونگ سے گذرنے کے بعد ہم ایک کشادہ جگہ پر پہنچ گئے جو پتھروں کو چن کر بنائی گئی تھی۔ یہاں پر عجیب و غریب اشیاء بکھری ہوئی تھیں۔ جو یا شوئن نے تنہا مجھے ایک چٹرا منڈے ہونے پتھر پر بیٹھنے کے لیے کہا اور خود میرے سامنے گھنٹوں پر دو تلوں ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔

اس کی پڑا سر اڑانگاہیں مجھ پر بھی ہونی تھیں اور اس کے ہونٹوں پر شیطانی ترسکراٹھ پھیلی ہوئی تھی تودہ ابتر سے بولا۔ "میری طرف سے جو لوگا کی سرداری تجھے مبارک ہو سا لگ جو کیا تو یہ بات جانتا ہے کہ تو میرے سب سے دانا و فطرت نام شئی کا بیٹا ہے۔ جب تو چھوٹا سا بچہ تھا تو اس وقت میں نے تکی شئی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس کا بیٹا ایک دن جو لوگا کا سردار بنے گا۔ یقیناً تجھے اپنا بیٹا بنا دینا نہیں ہو گا۔ سا لگ جو سین میں تجھے تمام تفصیل بتا رہا ہوں نہ میرا دانا و فطرت نام شئی میرے ایک اشک سے ہر موت کی نیند جاسو نہو یا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ آج میں اپنا وعدہ پورا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کسی آج سے تو جو لوگا کا سردار ہے اور تمام جو لوگا قابل تیرے مندر سے پڑنے جان دیتے ہیں مگر نہ یہیں کریں گے لیکن یہ بھی میں نے سا لگ جو کہ سب بچے اسی وقت ممکن ہے جب تو دل و جان سے جو یا شوئن کا دانا وار بن جائے اور یہ بھی میں نے سا لگ جو کہ مجھ سے کسی طرح کا اخراج تیرے حق میں کبھی بہتر نہیں ہو گا میری ایک انگلی کی جنبش ہو گا کی تقدیر بدل دیتی ہے اور میں جس نے تجھے آج اس سردار کے منصب پر فائز کیا ایک طرح میں تجھے جو لوگا کا سب سے بدتر ہوئی انسان بنا سکتا ہوں میری طرف سے یہ وہم کی نہیں ہے بلکہ تیرے لیے ایک اشارہ ہے اور تو جانتا ہے کہ جو تقدیر میں بنائے ہیں وہ نکلنا بھی جانتے ہیں۔"

"عظیم لامرہ میں ہر بات بخوبی جانتا ہوں مگر میں سوچتا ہوں کہ کیا میں سرداری کے قابل ہوں میں نے تو ایک مختصر سی زندگی دیکھی ہے جس میں میرے لئے کچھ نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا کہ سردار کا کیا فرض ہوتا ہے وہ کس طرح زندگی گزارتا ہے مجھے کچھ بھی تو نہیں معلوم ہے میں نے کہا۔"

"تجھ ان تمام رموز سے آگاہ کیا جائے گا لیتے ذہن کو ان پریشان کن خیالات میں نہ ڈال میں نے تجھے اس قبیلے کا سردار بنا یا ہے۔ تو تیری سرداری کو تمام کچھ میری ہی شئی داری ہوگی۔ تجھے جو کہنا تھا سو کہہ دیا اور میں جانتا ہوں کہ تیرے

قرابت کشدہ نے تجھے یہ ضرور بتا دیا ہو گا کہ میری اطاعت تجھے سرخ رو کرے گی؟"

"مقدس لامرہ میں تیرا اطاعت گزار ہوں ہے میں نے عقیدت جو میرے انداز میں کہا اور جو یا شوئن کے ہونٹوں پر دلی کوہ مہر اٹھ چھل گئی جو اس کے چہرے کو کرمیہ بنا دیتی تھی۔ وہ چند لمحات مکمل رہا اور چہرہ کسی قدر شوخ انداز میں بولا "تو جوان ہو چکا ہے سا لگ جو بے شمار ہو گا اگر کیا تیرا التفات حاصل کرنے کے لیے کڑواں ہوں گی اور کون ہے جو ایک سین مستقبل کا خواہاں نہیں ہوتا سو میری طرف سے تجھے اجازت ہے کہ مجھے چاہے اپنی زندگی میں شامل کر لے لیسا اب تو جا سکتا ہے۔"

میں نے سمجھ لیا کہ جو یا شوئن کی طرف دیکھا اور جب میں واپس پر مڑا تو اس نے کہا۔ "بچہ کہنا چاہتا ہے سو بے لگان کہہ تجھے جو بچہ کہنا تھا اس کے سوا میرے پاس کہنے کے لیے اور کچھ نہیں ہے باقی تمام ہاتھوں سے میں نے تجھے آزاد کیا۔" میں نہیں چاہتا مقدس لامرہ کو کوئی بھی ایسا کام جو جو تیری مرضی کے خلاف ہو۔ پرانے سردار کی پھر جو یوں میں سے وہ تو جوان لڑکیاں مجھ سے التفات کی خواہاں ہیں اور مجھ سے قربت چاہتی ہیں کیا میں انہیں یہ اعزاز بخش سکتا ہوں؟"

"اگر وہ زندہ رہنے کی خواہاں ہیں تو تجھے کسی کی زندگی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔" جو یا شوئن نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ گویا سیت اور شایا کی زندگی میری نگاہ التفات سے بچ سکتی تھی۔ میں دل ہی دل میں جست ہوا واپس چل پڑا اس کیل کا تو میں مادی ہو گیا تھا جھلا زہ کھیل کھیلنے میں بیٹھے گیا وقت ہو سکتی تھی چند لمحات کے بعد مجھے واپس میرے جھوپڑے میں بیٹھا دیا گیا۔ لوگوں کا جی زخمی تھا مجھے دیکھتے ہوئے، واپس میں بھی میں نے وہی جم وغیرہ دیکھا جو اس سے پہلے مجھے نظر آ رہا تھا اور اس کے بعد میری کونگ سرداری کا بخش منانے میں مصروف ہو گئے چاروں طرف سے شولہ ہنگامے کی آواز میں صبح سے شام اور شام سے رات اور رات سے صبح تک تو بچتی رہی تھیں۔ نفا سے بچ رہے تھے سو فائز تدر کی جا رہی تھیں ہر وقت کوئی نہ کوئی ٹولی میرے پاس پہنچتی رہتی تھی بعض اوقات جو یا شوئن بھی میرے پاس آ جاتا تھا۔

ایسی ہی ایک صبح کا ذکر ہے۔ میرے جھوپڑے کے سامنے میں قبیلے کے بہت سے معزز لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ایک دیوتا مت شخص کو دیکھا جو بے حد تیرناک شخصیت کا مالک تھا میں نے دیکھا کہ وہ پھر آدمیوں کے ساتھ میری ہی جانب چلا رہا ہے۔ اس کے سہم پر بن ماس کی کمال

جی ہونی تھی۔ اگر چہ میرے ہی ماس کا نول ہونا تو اسے بہت کم کا کوئی رات کوئی ماس کہا جاسکتا تھا۔ تدقیقاًست کے ڈسے وہ وہاں ہی تھا جو یا شوئن جو میرے قریب ہی بیٹھا ہوا میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولا "وہ سن بات ہے۔ جو لوگا قبیلوں سے ایک قبیلے کا شور ہے سردار اپنے ساتھ بے پناہ خوشی ہے۔ اس شخص سے کمال ہم پائی ہے پیش آنا اور نہیں شاید بت جو اس بات پر کہ اس سے قبل یہ کسی سردار کو اپنی دغا بازی پیش نے نہیں آیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ اس نے اس طرف کا رخ اور اس کا جائزہ لینا ہو گا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟"

سن بات میرے سامنے پہنچا اور اس کے چہرے آنے لے نے ہونٹوں کے منکے اور بالائیں میرے قدوں میں ڈھیر ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا ادا تھ جھلا کر سن بات کی طرف متھے ہونے کہا۔ "جو لوگا کے معزز ترین شخص تجھے اسس نزاری کی مہر دت نہیں تھی کیونکہ تیری شخصیت اس سے بالاتر ہے اور میں تجھے اپنے تری دوستی میں دیکھنا سب سے بہتر سمجھتا ہوں گا۔"

سن بات اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر نے بھاری آواز میں کہا۔ "سن بات کی دوستی کا حصول دنیا کا سب سے مشکل کام ہے لیکن معزز سردار سدا اس خواہش کا ارکاب ہے تو سن بات سے نظار نماز نہیں کرے گا البتہ وہ ناقابل ہے کہ دوستی مضبوط بنیادوں پر ہونی چاہیے تاکہ اوقات کا ہر نشان مٹ جائے۔"

"سن بات کی دوستی کے حصول کے لیے اگاہ خواہش کا ہم کیا جانے کا نہیں ہے جواب دیا۔

"تب خیک ہے۔ میں خلوص دل سے تیرے پاس بیٹھنا لروں گا۔ ہاں تیرے میں اپنی اس خواہش کا اظہار کروں گا جو میرے میں ہے اور تو اسے قبول کر لے گا تو اس کے بعد ہمارے ان صرف پائی ہوگی۔"

میں نے جو یا شوئن کی طرف ڈر ویدہ لگا ہوں سے دیکھا وہ ان تھا جسے میرے الفاظ اس کے لیے نکل گئے ہوں سن بات ب نشست پر بیٹھ گیا اور وہ بیٹھ گیا اس کے ساتھ ایک ت کوٹھے سے جوگئے تھے میں اس سے جوگائے کے بارے میں لوگوں کا رہا۔ سن بات نے کہا۔ "جو لوگا کی سرحدیں قابل اطمینان کسی کی مجال نہیں ہو سکتی کہ ان کی طرف میری نگاہ سے دیکھ لیں سن بات ان کی پشتوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔"

سن بات تھوڑی دیر تک میرے ساتھ رہا اور پھر میرے ہاتھ

پر لبرو سے کر واپس چلا گیا جاتے وقت اس نے کہا کہ وہ بہت جلد اپنی اس خواہش کا اظہار کرے گا جو اس کے دل میں ہے۔ جب وہ چلا گیا تو جو یا شوئن نے بے نشست برخواست کر دی۔ معزز بن چلے کے اور جو یا شوئن اپنی بیٹی ناگوں سے ملتا ہوا میرے جھوپڑے میں آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں انھیں کے قہقہے تھے اس نے کہا۔ "سن بات جو لوگا کا سب سے بڑا سرکش ہے اور یوں سمجھ کر جو لوگا کی سرحدی قوت اس کے مقابلوں میں سب گروہ چاہے تو ہونگا کہ اندر اندر اس کا سب سے بڑا گروہ چاہے تو کسی بھی سردار کا تختہ الٹ سکتا ہے۔ میں اس کی طرف سے ہر وقت پریشان رہتا ہوں لیکن اس بار یہ بہت ہی عجیب بات ہوئی ہے۔ آفر وہ کیا چاہتا ہے؟"

"میں نے اس سے جو گفتگو کی معزز لامرہ کہیں ماس میں کوئی ایسا لفظ تو نہیں تھا جو تباہی لہند کے خلاف ہو؟ میں نے پوچھا۔ "نہیں بلکہ تیری نرم گفتگو نے اس کے اندر جو نرمی پیدا کی وہ میرے لیے نئی چیز ہے۔ میں میں اس کا خواہش سے پریشان ہوں جو وہ تیرے سامنے کرنا چاہتا ہے۔ تاہم میں جو خواہش وہ تیرے سامنے لائے بہتر ہے کہ تیرے قبول کر لینا اور اس کو تسلیم سے دینا اگر تم اس پر عمل کرو گے بعد میں ہم لوگ مشورہ کر لیں گے کہ نہیں کیا کرنا چاہیے؟"

جو یا شوئن کے جانے کے بعد میں نے سن بات کے بارے میں سوچا کہ یہ پہلا شخص ہے جس کے بارے میں جو یا شوئن پریشان ہے درنظر سے جو لوگا پر اس کی کھراپی تھی۔ سن بات کی شخصیت میرے لیے اس وجہ سے دلچسپ تھی کہ اگر وہ میرا دوست بن جائے تو میں اپنی مرضی سے بھی کچھ کر سکتا ہوں اور جیسا کہ جو یا شوئن نے کہا کہ وہ جو لوگا کا سب سے سرکش انسان ہے تو اس سے بھی یہ اظہار جو ہوتا تھا کہ سن بات، جو یا شوئن کی وہ برتری قبول نہیں کرتا جو بظاہر مجھے پورے جو لوگا پر حاوی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ اس شخص کی دوستی حاصل کرنے کے لیے اس کی ہر خواہش کو دل سے ملان لوں گا اس عجیب و غریب دنیا کی عجیب و غریب باتیں میرے لیے جس قدر حیرت انگیز ہو سکتی تھیں اس کا اندازہ بخوبی لگا جاسکتا ہے۔ الف لیلہ کے ابو اسن کو ہارون الرشید کی بادشاہت کا ایک دن ملا تھا اور وہ تیر توں میں گم ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے اس عجیب و غریب دنیا کی بادشاہت ملے ہوئے گئی وہی گزر چکے تھے اور یہ سب کچھ عام انسانی زندگی سے مطابقت بھی نہیں رکھتا تھا لیکن ہر طور سے مجھے یہ سب کچھ برداشت کرنا تھا، اس امر پر کہ کسی بھی شکل میں تیرت لیان ہونا کہ دستاویز سے تیرچھا پھر نے اور میں

اپنی دنیا کا رخ کروں۔ اپنی دنیا میرے لیے ایک خواب بن گئی تھی، ہلکی ہلکی طبیعت مائیں، پر مزاج زندگی، مصروف دن اور رات بلا مشہوری زندگی میں بڑی حیثیت رکھتے تھے جب کچھ چھین جاتا ہے تو اس کی کمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ورنہ عام حالات میں انسان غریب ہی نہیں کرتا۔

مجھ پڑے میں اس وقت میں تنہا تھا اور بہت سے خیالات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے کہ باہر آہٹ ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد سنیو اور شایا جھوٹے میں داخل ہو گئیں۔ اس وقت ان کے بال کھلے ہوئے نہیں تھے اور ہر شکل و صورت سے موگرا نظر..... آ رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر کسی قدر سکون کا احساس ہوا مگر عام لوگوں سے مرٹ کر تھیں اور مجھے ان کے منٹے میں دلچسپی تھی، انہوں نے مرٹیں لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور بھر سیتوئے لگی۔ ہمیں اس طرح نہیں اٹا چاہیے تھا مگر ساتھ ساتھ جو اس اب ہم سے یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ ہمارے زندہ رہنے کا مقصد کیا ہے۔ سوہم تے ہی جواب دیا کہ نیا سردار ہمیں قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ اب نہیں اس کا اعلان کرنا ہو گا ساتھ ساتھ کہ ہمیں ہی زندگی مل سکے گی

میں نے دلچسپ لگا ہوں سے انہیں دیکھا دونوں ہی لڑکیاں دکھتی تھیں۔ نوجوانی کی اس عمر میں بھی جس میں شوخیاں بکن کے ہر حصے میں سرایت کر جاتی ہیں اور انکے ہنستا ہے۔ انہیں واقعی مرنا نہیں چاہیے۔ جو یا شوخ مجھے اجازت دے چکا ہے کہ باقی تمام کام میں اپنی مرضی سے کر سکتا ہوں تو کیوں نہ پہلا کام ہی کروں۔ میں نے مگر لڑکیاں دیکھتے ہوئے کہا۔ لڑکیوں کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ میری زندگی میں ہو گا کی حسین ترین لڑکیاں شامل ہو سکتی ہیں اور تم باقی سردار کی بیویاں ہو تو میں تمہیں کیوں قبول کروں!

میرے ان الفاظ پر دونوں کے چہرے اسے اس کے کچھ نہیں سمجھتے انہیں اور انہیں سمجھتی اور انہیں آواز نہیں کیا۔ مگر ہمیں قبول نہیں کر کے تو ہماری زندگی ختم ہو جائے گی۔ ہمارے گھر والے اور مزین رفقا قاریب تو ہمیں مردہ قرار دے چکے تھے لیکن ہم نے انہیں اپنی زندگی کا یقین دلایا ہے اور کیا اس یقین کے بعد تم ہمیں دوبارہ مایوس کرو گے معزز سردار!

"میں تمہاری خواہشات کا احترام کر سکتا ہوں لیکن تمہیں وہ منصب نہیں بخش سکتا جو یوں کو حاصل ہو سکے گا میں نے ان کے چہروں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا شایا اور سیتو نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور سیتو سے بولی۔ "تو کیا کیا تم ہمیں زندہ رہنے کا موقع دو گے؟"

"ہاں دوسروں کے سامنے میں اس بات کا اقرار کروں گا کہ میں نے تمہیں قبول کر لیا ہے۔ اس طرح تمہاری صرف زندگی کے گی"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں معزز سردار اس سے زیادہ ہم بھی کچھ نہیں چاہتے"

"تو پھر اب یہ بھی تبادد کر کے کیا کرنا ہو گا؟" میں نے سوال کیا اور دونوں لڑکیاں مجھے شوہر بننے کے کڑکھانے لگیں۔ دوسرے دن میں نے صبح کو معزز لڑکیوں کے سامنے دونوں لڑکیوں کو اپنی بیوی بنانے کا اعلان کیا۔ لوگوں نے اس اعلان کا پڑھ کر حیرت مندی نہیں کیا تھا لیکن کسی نے اعتراض بھی نہیں کیا۔ مگر اس شام ایک اجتماع رسم کے بعد دونوں لڑکیاں بیوی بن گئیں اور وہ رات انہوں نے میری خوب پڑی میں ہی گزار دی۔ وہ دونوں بہت ہی خوش تھیں اور نئے سردار کی باریک بینی کے بعد ان کی سزوں کا ٹھکانہ نہیں تھا جو یا شوخ یا کہ اور شخص نے اس بات پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ دیر تک دوسرے جھوپڑے میں رہیں اور پھر سے انکھلیاں لگ کر رہیں۔ جب رات خوب ریت گئی تو ان سے کہا کہ میں اب سو جاؤں گا

ہوں تم اپنی جھوپڑی میں چلی جاؤ۔ شایا نے مجھے دیکھا اور کہنے لگی۔ "متم سو جاؤ معزز سردار یہ رات تمہارے ساتھ بسر کریں گے۔ اس رات کا تمہارے ساتھ بسر کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد اگر تم چاہو تو ہمیں طلب نہ کر لو گی تم سے سوال نہیں کرے گا لیکن اگر اس رات کی صبح ہم تمہارے جھوپڑے سے برآمد نہیں ہوئے تو ہمیں اس قبیلے میں قبول نہیں کیا جائے گا یہ قبیلے کی رسم ہے"

"تو پھر جاؤ دونوں اس گوشے میں جا کر سو جاؤ" میں نے اپنے آواز وہ بہتر برہٹ گیا۔ دونوں لڑکیاں دیر تک کھڑی رہ کر رہی تھیں لو اس کے بعد میں سو گیا۔ وہی صبح وہی شام۔ یہ تو توئی کی وہی رسمیں، ہنگامے اور پھل کو دوست۔ اس - عداوت یہاں کچھ نہیں تھا۔ سردار کی حیثیت سے ابھی میں - کوئی کام نہیں کیا تھا۔ غالباً اس کے لیے وقت کا انتظار جاری تھا اور میرا اندازہ درست ہی نکلا۔

جو یا شوخ نے ایک روز مجھے اپنی آرام گاہ میں طلب کر لیا۔ اور اُسے یہ حق حاصل تھا کہ جب بھی چاہے سردار خانقاہ میں بلائے۔ میں نے مؤدبانہ اس کے سامنے جا دی اور جو یا شوخ نے مسکرائی لگا ہوں سے مجھے دیکھتے لگا پھر نے کہا اپنی سرداری کے ان چند دنوں میں تمہیں کسی باہن کاہ تو نہیں کرنا پڑا ساتھ جو؟"

"نہیں مقدس لامیری عنایتوں کے سہارے میں بہت سکون ہوں" میں نے جواب دیا۔

"کیا تمہاری دونوں بیویاں تمہاری وفادار ہیں؟"

"مقدس لامیر سے جھوٹ بولنا میں گناہ سمجھتا ہوں وہ حقیقت ہے انہیں جو یا شوخ تسلیم ہی نہیں کیا۔ انہوں نے مجھ سے فریاد کی تھی کہ وہ زندہ رہنا چاہتی ہیں اور میں نے صرف ان کی زندگیوں کے لیے انہیں اپنی بیویاں بنا کر قبول کر لیا ہے۔ باقی بات میں نے ان سے پہلے ہی کہہ دی تھی کہ مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"

جو یا شوخ نے اُس کے بڑھ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور پھر حرا چھینے میں بولا۔ "میں تم سے اسی وفاداری کا منتہی ہوں۔ ساتھ ساتھ جو یا شوخ کو یہ الفاظ میرے اور تمہارے درمیان تھا کہ وہ شرمناک کرتے ہیں۔ یہ بات میرے دل میں آچکی ہے اور بلاشبہ یہ کوئی قابل ذکر بات نہیں تھی لیکن تم نے یہ سب کچھ بڑے نہ چھپا کر مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ تم نے جو کچھ بھی کیا مجھ سے یہ خواہش نہیں ہے، ان لڑکیوں کو اگر تم نے زندگیاں ہی میں تو ٹھیک ہے انہیں زندہ رہنے دو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں اس کا اجازت بھی دینی چاہتی ہے کہ تم اپنی پسند کی بیوی لڑکیوں کو چاہو اپنی بیویاں بنا لو اس کے علاوہ ساتھ جواب میں نہیں اور روز سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ سرداری کا خاص نظام ہے اور جو کچھ کے سردار کچھ عرصے کے بعد قبول ہاتے ہیں کہ انہیں سردار بنانے والا کوں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کا روزہ موت سے بچنا کرنا ہوتا ہے۔ میں تمہارے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ جو یا شوخ اپنا اقتدار چاہتا ہے ورنہ قبیلے میں روحانی پیشوا بننے کے لیے بہت سے لوگ سرگرم رہتے ہیں اور ان کو نشان میں مرفوع رہنے میں کسی بھی طرح نئے سردار کو اپنے خالق میں کر کے اپنی برتری مناسکتیں۔ میں نے یہ نظام خاتم کے بنیاد و دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ میں اگر جانوں زیادہ سال کی اس رسم کو بند بھی کر سکتا ہوں۔ اور چونکہ سرداری ہمیں آسمانی مشاوری کے تحت ہوتی ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری زندگی کے یا تمہاری سرداری کے بارہ سال پورے ہونے کے بعد آسمان سے دو نشان چکیں اور گرج کے الفاظ قبیلے والوں کو سنائی دیں کہ سردار ساتھ جو مزید بارہ سال کے لیے ہو گا اور سردار سے گارنٹی تمام میری بات سمجھ رہے ہو گے۔ جو یا شوخ کو جب سرداری کے چار یا پانچ سال گذر جائے تو سوتے جیتے اسلئے سردار کو یہ اعتماد ہو جاتا ہے کہ اب وہ ناقابل سخر ہے اور اپنی بقا کی کوششوں میں مصروف ہو جاتا ہے حالانکہ اس کی

بقا جو یا شوخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس سردار کے ساتھ بھی یہی ہوا سات سال تک اس نے جو یا شوخ کے خلاف سر نہیں اٹھایا لیکن اس کے بعد اس نے میرے ایک قبیلے سے اعتراف کر کے اپنی پیشانی پر عموں کے ہر گناہ کی اور تم دیکھ لو کہ وہ موت کے دامن میں جو یا شوخ اس دوران میرے اپنے ہر کارے جو یا شوخ کی کھلا ہے نہیں قبیلے میں اس کا کھٹا اٹھا جائے تو ان میں سے ایک میری بیوی ہو جو اس کا طرفدار ہو سو اس وقت بھی یہی حالات ہیں۔ قبیلے میں خود سال ہے، فصلیں پوری طرح نہیں پروان چڑھ رہیں۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس سلسلے میں کیا کیا ہے۔ چنانچہ اب تم اپنی سرداری کی ابتدا کرو، برستی والوں کو ملنا کہ ان سے ان کی پریشانی پوچھو اور پھر ان پریشانیوں کو دھکے دینے کا وعدہ کرو اور اس پر کلمہ شروع کرو میں تمہارا مددگار ہوں"

دوسرے دن جو یا شوخ کے کہنے کے مطابق میں نے برستی والوں کو جمع کر لیا اور ان سے ان کی ضروریات معلوم کیں۔ قبیلے میں غذائی صورتحال، پریشان حال لوگوں کی پریشانی اور دوسری تمام اہمیتیں معلوم کیں اور وہیں لوگوں کو دیکھا اور قبیلے والوں کو آسائش فراہم کرنے کے لیے کیا کریں گے۔ میں نے علم دیا کہ اس کام کا آغاز ذی صبح کے سورج کے ساتھ ہو جانا چاہیے اور یہی ۱۰:۰۰ کا مہم جاری ہو گیا اور قبیلے کے لوگ نئی خوشیوں میں ڈوب گئے مصحوم انسان چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوش ہو جاتا کرتے تھے لیکن میں جب بھی غور کرتا کہ اصل مقصد کیا ہے تو ایک طرح کے کرب کا احساس ہوتا تھا، یہ سب میری وجہ سے اپنی زندگی کے بدترین مصائب سے دوچار ہونے کے برابر تھا میرے لیے تکلیف وہ تھا۔ دیکھتے تھے تعجب تھا کہ پروڈیوسر ڈیٹال نے ابھی تک مجھ سے کسی طرح کا رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ وہ غالباً وقت کا منتظر تھا اور بہتر اس وقت کا انتظار میرے لیے بھی پریشان کن تھا۔

واقعات میں تبدیل رونما نہ ہوتے کہنے کے لیے کچھ نہیں رہتا۔ یہ تبدیلی رونما ہوئی اور عجیب و غریب شکل میں ہوئی۔ شہروں کا شہر و شہت ناک اس بات نے مجھ سے میرے جھوپڑے پر آکر ظلال اور اس کی آمد کو ہمیشہ خوت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا میں نے سن بات کا استقبال اس کا نام سننے کے بعد جھوپڑے کے باہر کیا اور سن بات میرے ساتھ آند آگیا۔ "مجھے جو کچھ تم نے دی ہے، ساتھ ساتھ جو اس نے دوسری بار مجھے متاثر کیا ہے اور یہ بات مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں تجھ سے دو ٹوک انداز میں

بقا جو یا شوخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس سردار کے ساتھ بھی یہی ہوا سات سال تک اس نے جو یا شوخ کے خلاف سر نہیں اٹھایا لیکن اس کے بعد اس نے میرے ایک قبیلے سے اعتراف کر کے اپنی پیشانی پر عموں کے ہر گناہ کی اور تم دیکھ لو کہ وہ موت کے دامن میں جو یا شوخ اس دوران میرے اپنے ہر کارے جو یا شوخ کی کھلا ہے نہیں قبیلے میں اس کا کھٹا اٹھا جائے تو ان میں سے ایک میری بیوی ہو جو جو اس کا طرفدار ہو سو اس وقت بھی یہی حالات ہیں۔ قبیلے میں خود سال ہے، فصلیں پوری طرح نہیں پروان چڑھ رہیں۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس سلسلے میں کیا کیا ہے۔ چنانچہ اب تم اپنی سرداری کی ابتدا کرو، برستی والوں کو ملنا کہ ان سے ان کی پریشانی پوچھو اور پھر ان پریشانیوں کو دھکے دینے کا وعدہ کرو اور اس پر کلمہ شروع کرو میں تمہارا مددگار ہوں"

"سن بات کی دوستی میرے لیے قابل فخر ہے!!
میں تجھ سے وہ کہنے آیا ہوں جس کا اثر تو نے مجھ
سے لگا تھا کیا تجھے اپنا اقرار ہے؟"
"کیوں نہیں سن بات سے کیا ہوا وعدہ میں کبھی نہیں
بھول سکتا؟"

"تو پھر سن معزز سردار میں دوستی کے اس رشتے کو منہ بول
سے منہ بول کر کے آیا ہوں اور اس امید کے ساتھ کہ تو اپنے
وعدہ سے منحرف نہ ہوگا؟"

"ہاں سن بات میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اس سے
کبھی منحرف نہیں ہو سکتا تم اس بات پر یقین رکھو؟
تو کل رات میں اپنی قیام گاہ پر تیار استقبال کرتے ہوئے
فخر محسوس کر رہا تھا اس وقت کو قبول کر معزز سردار؟
"اپنے آدمیوں کو میرے پاس بھیج دینا میں تمہاری قیام گاہ
پر پہنچ جانوں گا۔ میں نے خواب دیا اور سن بات اٹھ کر اڑھا۔
اس نے کبھی تک مجھ سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد باہر نکل گیا۔
میرے لیے لازم تھا کہ میں جو یا شوخی کو اس بارے میں
اطلاع دوں اور جو یا شوخی نے وہی الفاظ پھر سے کہے تھے سن بات
کی دوستی حاصل کرنے کے لیے اس سے مکمل تعاون حاصل کرو
سانگ جا، اگر وہ کوئی ایسی بات بھی کر دے جو ہمارے لیے
ناخوشگوار ہو تو ہم اسے قبول کریں گے اور بعد میں اس کا
سیدباب کر لیا جائے گا؟"

چنانچہ میں مطمئن ہو گیا دوسرے دن کی صبح وہاں تک کوئی
ایسی بات نہیں تھی جو مجھے ذہنی طور پر دکھلاوے اس وقت شام
ہو چکی تھی اور معمولات زندگی بند کر دینے گئے تھے جب سن بات
کے چار آدمی مجھے لینے کے لیے پہنچ گئے۔ میں ان کے ساتھ
چل پڑا۔ سن بات کی رہائش گاہ کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں
تھا لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے ایک طویل سفر اختیار کرنا پڑا۔
ایک چھوٹے سے پتلے دنگے سے گذر کر ہم ایک ایسی جگہ پہنچے
جہاں ایک سانگ آیا دی بنالی تھی۔ درمیان راستہ منساف
تھا لیکن یہاں بہت سے جھونپڑے بنے ہوئے تھے جن میں قیامی
ترتیب نظر آنی تھی اور ہر ایک بڑے جھونپڑے کے سامنے مجھے
لانے والے رک گئے اور انہوں نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔
مجھو پڑے کے دروازے سے اندر داخل ہوا تو ایک
عجیب منظر نظر آیا۔ جھونپڑا بالکل خالی تھا لیکن اس کے ایک طرف
سے تیز روشنی چھوٹ رہی تھی اور تیز روشنی ایک دروازے سے
اُبھر رہی تھی۔ گویا مجھے اس دروازے سے اندر داخل ہونا تھا۔
میں ہستہ ہستہ آگے بڑھ گیا اور روشنی دروازے سے دوسری

طرف پہنچ گیا۔ یہاں بے شمار مشعلیں دیواروں میں نصب تھیں
اور ان مشعلوں کی روشنی میں سامنے ہی ایک تخت پر ایک مزید
بڑی شان سے بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس کے انداز میں
جاہ و جلال تھا اور اس کی آنکھوں میں بحرِ سیاہ زلفوں میں لگا کر
چہرہ دمک ہاتھ اور دو کسبھی اور اس قبیلے سے نظر نہیں آتی تھی
ایسے حسین نقش کر دل پر محمد جو جاسم، ایسا حسین وجد و کلام
باز نگاہ ٹکنے کے بعد دوبارہ نہ بنے۔ مختلف قسم کے میزوں اور
زورات اس کے دیان پر جگہ رکھے تھے جس سے چھوٹے والے
روشنیوں نے اسے اپنے ہالے میں لایا ہوا تھا اور اس کے بازو
کی ایک ایک دکھتی کو نمایاں کر رہی تھیں۔ اس کے ہال ایک
خاص انداز سے بے شمار چٹوٹیوں میں بندھے ہوئے تھانوں
بکھرے ہوئے تھے۔ میں چند لمحات کے لیے ساکت ہو گیا لیکن
پھر میں نے خود کو سنبھال لیا، وہ اپنی جگہ سے اٹھی دونوں بازو
سامنے کیے اور انہیں سیدھا کیے کیے کوٹ کی شان میں جگہ
گئی پھر سیدھی ہو کر اس سے تفرقہ آواز میں کہا مقدمہ سردار
میں اپنے اس چہرے سے گھر میں خوش آمدید کہتے ہوئے فر
محسوس کر رہی، ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ میں شرمندہ بھی ہوا
رہ گیا اس کے قابل نہیں سے؟

میرے ہونٹوں پر سکرٹ پھیل گئی اور میں نے آہ
سے کہا۔ یہ یہ الفاظ میرے لیے دل خوش کن حیثیت رکھتے تھے
لیکن میں نے تو سنا تھا کہ میں جو جگہ کے معزز سن بات کا کہنا
"بلا شکر یہ سن بات ہی کا مکان ہے اور معزز سردار؟"
کوئی سن کے نام سے یاد رکھتا ہے۔ میں سن بات کی بیٹی مول
معزز سردار اس جگہ بیٹھنا پسند کرے گا؟ اس نے تخت کی جانب
اشارہ کر دیا اور میں بڑھتا ہوا انداز میں چلتا ہوا تخت تک پہنچ
قرا، ہی ایک حسین خادمہ ایک چھوٹی سی کرسی فاشنے نے کراہ
آگئی جو تخت سے بیٹھی تھی لڑکی ہاتھ بیٹھ گئی۔ مقدمہ سانگ
کو جگہ کا قبیلہ کہا گیا؟
"میرے یہی منگلت ہے اور اپنی منگلت کے پسند نہیں
لیکن سن بات کہاں ہے؟"

"میں حاضر ہوں معزز سردار اور معذرت خواہ ہوں
گستاخی کے لیے کہ تیرا استقبال میرے بجائے میری بیٹی نے
دروازے سے سن بات کی آواز سنا لی وہی اور وہ اندر گیا۔
نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور سن بات وہاں بیٹھ گیا۔ اب تم
ہو لوئی سن میں معزز سردار سے کچھ گفتگو کروں گا؟
میں نے لڑکی کو جاتے ہوئے دیکھا اس کی چال میں
ناگن لہریں نے رہی تھی، ایک ایک عضو فوراً زمین تھا اور

میں اپنا پرو چھوڑ گیا تھا۔ سن بات میری کیفیت کا جائزہ لے
رہا تھا میری نگاہ میں اس سے ملیں تو مجھے کسی درد غامت کا
احساس ہوا تب سن بات نے میرے کان سے پر ہاتھ رکھتے
ہوئے کہا۔ "نہیں تم کسی قسم کی شرمناک محسوس نہیں کرو گے یہ
بات میرے لیے باعث فخر ہے کہ تمہاری نگاہوں میں میری بیٹی
کے لیے پسندیدگی کے آثار ہیں اور درحقیقت معزز سردار میں
چاہتا ہوں یہی تھا اور یہی میری خواہش اور طلب ہے کہ کوئی سن
کو میں تمہاری زوجیت میں دسے دوں اور وہ تمہاری پسندیدہ
ملکہ بنے۔ سنو سانگ یہ میرا گھر ہے اور ان اطراف پر پرواز
کرنے والے پرندے بھی میری اجازت کے بغیر پرواز نہیں
کرتے چنانچہ جو کچھ گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہو رہی ہے
اس سے میرے اور تمہارے علاوہ کوئی اور واقف نہیں ہو گا۔
جو یا شوخی، جو جگہ کا درحالی بیٹھو ہے۔ اس نے اپنی قوتوں سے
طویل رنگ حاصل کر لی ہے اور اس کی نگاہیں بے شمار ریزہ ریزہ
کو دیکھ چکی ہیں اور اس کے اشارے سے بے شمار نگہبروں کو موت
سے بھٹکارا کر چکے ہیں سو تم بھی وہی ہو جسے بارہ سال کے لیے
سرداری تو میں دے دی تھی ہاں اور اس کے بعد میں جوانی کے
عالم میں نہیں یہ دنیا چھوڑ دینا چاہیے گی۔ میں جو یا شوخی کے
خلاف تمہیں استعمال کرنا نہیں چاہتا سانگ لیکن میرے دل
کے گوشوں میں یہ تصور موجود ہے کہ جو یا شوخی کی پسند جو جگہ کے
رہنے والوں پر مسلط نہیں رہتی چاہیے۔ کوئی ایسا شخص جو قبیلے
کے سردار کی حیثیت سے قبیلے کے لیے بہت اچھا ہو صرف اس
لیے کیوں موت کے گھاٹ اتر جائے کہ جو یا شوخی نے سانگ دم
بناد کی ہے قبیلے کے اہم دستہ دستہ روحانی بیٹھو آگے بیٹھے
یہ نہیں سوچتے کہ انسانی پہاڑ سے برآمد ہونے والا قبیلے کا نیا سردار
کہاں سے آئے۔ جو یا شوخی اسے پہاڑ کا بیٹا کہتا ہے مجھ سے
سانگ جو کہ نہیں کسی کی بیٹی کی ماں نے جانا تھا؟ کیا تم کسی بیٹائی
کے زخموں سے پیدا ہوئے تھے؟ ہرگز نہیں گویا یہ بات میری
اس بات کا ثبوت ہے کہ ہوتا ہی ہے جو بعد والی پیشوا چاہتا ہے۔
میری خواہش ہے کہ تم اس کے طلسم کو توڑ دو اور یہی طور تم
سے جب تم مجھ سے تعاون کرو میں وعدہ کرتا ہوں کہ بارہ سال
کے بعد وہ سب کچھ نہیں ہوگا جو دروسے لوگوں کے ساتھ ہوتا
آیا ہے اور اس کے لیے میری خواہش ہے کہ تم کوئی سن کوئی سن کو
اپنی بیوی بنا لو اس طرح میرے اور تمہارے درمیان اعتماد کے
رشتے قائم ہو جائیں گے اور تم مجھ پر زیادہ بھروسہ کرنے لگو گے۔
سنو سانگ جو میں وہ باتیں کہہ رہا ہوں تم سے جو یا شوخی کو حلوم
ہو جائیں تو بلا شکر وہ میرے لیے مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔

بلا شکر جو جگہ میں قتل وغارتگری ہو سکتی ہے، خون کی ندیاں بہ رہی تھیں
ہیں لیکن اس کے باوجود میں تم سے اپنے دل کی تاثرات نہیں چھپا
رہا۔ میں جو یا شوخی کا طلسم توڑنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے مجھے
تمہاری مدد کی ضرورت ہے میں اس پہاڑی کو تباہ کر دوں گا
جس سے قبیلے کا تیار سردار برآمد ہوتا ہے، ماہِ ماراطھم کے
دول کا جو جو جگہ لگے لوگوں کو اپنے جال میں جکڑے ہوئے ہے
بشرطیکہ تم میرا ساتھ دو۔ میں اس بارے میں ابھی تم سے کوئی طویل
گفتگو نہیں کروں گا نہ اپنے منصوبوں کو طشت از باہم کروں گا۔
پہلا قدم ہم یہی ہے کہ کوئی سن تمہاری بیوی بن جائے اگر
تم نے جو یا شوخی کے وفادار رہتے ہوئے میری یہ تمام گفتگو اس
تک پہنچائی تو اس کے نتائج بھی اس کو سانگ جو، جو یا شوخی
براہ راست مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ ہاں وہ جو جگہ کا باشندوں
کو اس بات پر آمادہ کر سکتا ہے کہ وہ میرے خلاف آٹھ گھڑے
ہوں لیکن اس کے نتائج مجھے نہیں ہوں گے۔ تمہارے دور
سرداری میں خون کی ندیاں بہیں گی تو جو جگہ کے لوگ تمہیں محسوس
سردارہ قرار دیں گے اور یوں تمہاری منزلتی کے اسباب بیلہ بوجال
کے چنانچہ یہ نہ صرف تمہارے لیے بلکہ جو جگہ کے باشندوں
کے حق میں بہتر ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان ہونے والی
گفتگو میں میں رہے اور تم میری بات مان لو؟
میں تمہاری دیر تک سوچتا رہا پھر میں نے منکرانی لگا ہوں
سے سن بات کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "مجھے تمہاری تجویز دل
سے منظور ہے سن بات؟"
سن بات اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا
ہوا میرے قریب پہنچا اور کہنے لگا۔ "جو کچھ مجھ سے کہو مجھے دل
سے کہنا سانگ جو اور نہیں اس بیٹائی کا بھروسہ لانا عام ہے گا؟"
میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "جو کچھ میں کہہ
رہا ہوں پوری بیٹائی سے کہہ رہا ہوں سن بات تم اطمینان رکھو
میرے اور تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو صرف ہمارے
ہی درمیان رہے گی۔ لیکن جو یا شوخی مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے
مجھ سے کس خواہش کا اظہار کیا تو میں اس سے کہہ دوں گا کہ
تم کوئی سن کو میری بیوی بنانا چاہتے ہو۔ بس اس کے علاوہ کوئی
اور بات اس کے علم میں نہیں آسکے گی؟"
سن بات نے گرم چوٹی سے میرا اشارہ تھپتھپایا اور خوشی
کے انداز میں بولا۔ "تو پھر ذرا میرے ساتھ چلنا ناگھا؟"
کہا ہے پر کوئی سن کبھی شریک تھی اور سن بات کی کوئی زبان
بھی جن میں کوئی سن کی مائل موجود تھی۔ کہانے کے بعد جو جگہ
مجھے میرے جھونپڑے تک چھوڑنے آیا اور اس کے بعد واپس

چلا گیا لیکن اسے گم ہونے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ جو یا شوئی خود میرے پاس پہنچ گیا اور میں احتراماً کھڑا ہو گیا۔
 "سن یاات سے ہونے والی گفتگو میرے لیے انتہائی اہمیت کشش ہے اور یقیناً سامگ جو مجھے کچھ چھپا پانسند نہیں کرے گا۔"
 میرے شک مقدس لامر میری یہ مجال نہیں کہ میں تم سے کچھ چھپاؤں اور نہ یہ چھپانے والی بات ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خود تم نے مجھے اس کا اعجاز دی تھی کہ سن یاات جس خواہش کا اظہار کرے میں اُسے تسلیم کروں۔ لیکن یہ کہنے میں بھی مجھے عار نہیں ہے اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ انسانی مدعا بھی بیان کر دوں۔ بلاشبہ اس کی بیٹی لونی اس ایسی ہی دلکش کی حامل ہے کہ میں اُسے اپنی قربت دینے کا تو اہل ہوں۔
 "گو یا سن یاات نے اپنی بیٹی کو تمہاری بیوی بنانے کی پیشکش کی ہے؟"
 "ہاں مقدس لامر میری اس کی خواہش ہے۔"
 "یہ خواہش تو تمہارے لیے بہت دلچسپ ہے بلکہ یوں سمجھو کہ تم بہت عرصہ کے بعد پہلے سردار ہو جو سن یاات کی نازوں سے محظوظ ہو گے ورنہ سرداروں کے خلاف سازشیں کرتے رہنا اس کا عجب مشغلہ ہے۔ کیا تم نے اس بات پر اتفاق کیا اظہار کر دیا؟"
 "جو یا شوئی کے حکم کی پابندی کرتے ہوئے" میں نے جواب دیا۔
 "بہت اچھا کیا تم نے اور کل ہی اس بات کا اعلان قبیلے میں کروا دیا جس قدر جلد ممکن ہو سکے اس کام کی تکمیل کرو کر کہیں سن یاات کا فیصلہ بدل نہ جائے۔ وہ اپنی زندگی میں پہلی بار ایک مجال میں پھنسا ہے۔ ہم اُسے بے دست و پا کر دینا چاہتے ہیں۔ جو یا شوئی نے کہا۔
 پھر بھلا اس کے بعد کیا گنتی شہ رہ جاتی تھی کہ میں اعلان نہ کرتا۔ البتہ میرے لیے کچھ اور مشکلات پیدا ہو گئیں۔ مجنت نڈال کے آدمیوں نے ابھی تک مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ معلوم نہیں وہ اس کو کشش میں ناکام ہو گئے تھے یا شاید وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک وحشی قبیلے کی حسین لڑکی کو اپنی رضا مندی سے بیوی بنانے کے بعد کیا میرے لیے انجینس پیدا نہیں ہو جائیں گی، طبیعت پر کچھ بھجھلاہٹ سی سوار ہونے لگی تھی۔ ان انجینسوں سے مننے کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے یہ تو واقعی پریشان کن مرحلہ تھا لیکن اپنی زندگی بھی مننے کا خواہش مند نہیں تھا جو کچھ میری ہوا گھٹوں کا۔ دوسرے دن میں نے جو یا شوئی کی

موجودگی میں سن یاات کی بیٹی لونی سن کو اپنی بیوی بنانے کا اعلان کر دیا اور ایک لمحہ بھی ایسا نہیں تھا جس نے اس اعلان کی مخالفت کی ہو۔ اس کے بعد کی کارروائیاں دوسرے لوگوں نے کیں اور میری نام نہاد شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔
 اس گفتگو کے تیسرے دن ایک عظیم الشان جشن کا انتظام کیا گیا اور لونی کو میری شریک حیات بنا دیا گیا۔ وہی مختار زرمیں وہی فضول حرکتیں کی گئیں۔ لونی سن کو دیکھ کر میرے دل میں پندہنگ کے جذبات بھی ابھرے تھے۔ اس بد نعت لڑکی کو کیا معلوم تھا کہ اس کی زندگی کیسے اچھے سے دوچار ہونے وال ہے۔ ظاہر ہے پر دوسرے نڈال کا منصوبہ زیادہ طویل نہیں ہو گا اور اسے میری قربت میں چند ہی لمحات مل سکیں گے لیکن یہ ظہور یہ اس کی تقدیر تھی اور شاید میری بھی۔ اُسے میری بیوی بنا کر میرے جو تڑپے میں پہنچا دیا گیا۔ رسومات اب بھی جاری تھیں لیکن باہر کے لوگوں سے بے نیاز ہو کر جب میں اپنے تڑپے میں پہنچا تو میرے ذہن میں پریشانیاں گھبرنے ہوئے تھیں۔ لونی سن میرا انتظار کر رہی تھی۔ جب میں تڑپے کے دروازے سے اندر داخل ہوا تو میروں کے زیورات کی چمک سے میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ لونی سن نے اپنے گلے سے ایک مالاکار کر میرے گلے میں ڈالی اور اپنی سین آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ ان آنکھوں میں متوجہ تھی اور اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ بھی ایک عجیب سی کیفیت کی حامل تھی۔ اسی نے دونوں ہاتھ ساتھ رکھے، گھٹنوں کے بل بیٹھی اور میرے تڑپوں کی انگلیاں میرے پاؤں کے انگوٹھوں پر رکھ دیں اور اسی طرح جھکے جھکے لونی۔ جو گاکا کے سردار میری تمام زندگی تیری ندر ہے۔ تیری دغا داریوں کے مدعاں سانس لوں کی اور تیری عیبوں کے مدعیان جیوں گی۔ مجھے اپنی غلامیوں میں قبول کر۔
 "اچھا جاؤ لونی سن بیٹھو۔ میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ لونی سن تم میری بیوی ہو اور اس وقت میری وادہ اور تمہارا زور۔ اپنی زندگی میں میں نے ایک ٹھنڈا تھا جو تمہارے گوش گزار کرونا ضروری سمجھتا ہوں وہ عہدہ تھا کہ اپنی سرداری کا ایک سال پورا کیے بغیر کسی بھی عورت کو اپنی قربت نہیں بخشوں گا۔ ایک دغا دار بیوی ہونے کی حیثیت سے تم اس کی دہجی کی۔ وہ ایک مقدس لامر نے مجھے بتایا تھا کہ اگر سرداری کی زندگی کا ایک سال پورا کروں گا تو اس کے بعد میری زندگی کو نڈال نہیں ہو گا اور اگر اس سے قبل میں نے کسی عورت کو اپنی خلوت میں قبول کر لیا تو زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکوں گا چنانچہ لونی سن تمہیں میرے اس راز کو اپنے سینے میں ہی اس طرح پوشیدہ رکھنا ہو گا کہ کسی کو کون کان خبر نہ لگے۔ ہاں اگر تمہیں میری زندگی سے

کوئی دلچسپی نہیں ہے تو پھر میں تمہاری برخواستہ کا احترام کرنے کے لیے تیار ہوں۔
 میں نے اپنے ان الفاظ کا رد عمل لونی سن کے ہرے پر دیکھنے کو کشش کی لیکن وقتاً اس کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا اور پھر وہ بے حاشا ہنستی رہی میں متوجہ انداز میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا تب لونی سن کو آواز بخری۔ "مہذب دنیا کے مہذب عورتوں پر نہیں تم کیا چیز ہو یہ نہیں دیکھیں۔ انہماکی شہسرا انگریزی میں ادا کیا تھا۔ مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا اور میں سمجھتی تھی کہ انکھوں سے لونی سن کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن اب تم مجھیں جکے ہو۔"
 "لونی سن؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔
 "معاذ سردار کی بیوی؟" لونی سن گردن خم کر کے بولی لیکن یہ الفاظ بھی اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔
 "تم تم پر کون سی زبان بول رہی ہو؟"
 "وہی جو تم جانتے ہو؟"
 "انگریزی میں کچھ نہیں سمجھتا؟"
 "تم جا جو تو میں فریخ ہجر سن، شوخ یا کسی اور زبان میں تم سے گفتگو کروں؟"
 "تم یہ تمام زبانیں جانتی ہو؟"
 "ہاں؟"
 "اور سن یاات؟"
 "وہ بے وقوف تھی صرف اپنی زبان جانتا ہے۔" لونی سن نے بدستور بیٹھے ہوئے کہا۔ میری تیر میں عروج پر پہنچ گئیں دماغ ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔ ایک بات جو کچھ میں آ رہی جو میرے ہونٹوں پر لونی سن مسلسل قہقہہ لگا رہی تھی۔ "کمال کی بات ہے، اتنے بڑے قبیلے کے اتنے عظیم مردوں ہونے کے باوجود تم ایک آتی سن بات پر اس قدر حیران ہوؤ لونی سن نے ہنستے ہوئے کہا۔
 "اب میری قوت برداشت جواب دیتی جا رہی ہے لونی سن ممکن ہے میں پاگل ہو جاؤں؟"
 "ارے نہیں نہیں اس طرح تو تیری بے عزتی ہو جائے گی۔ لوگ کو جس کے گم میں تمہاری مٹوس بیوی ہوں۔ پہلی ہی رات گزرنے کے بعد تم کو اپنی تواریں کھو بیٹھے، ایسا ہرگز نہ کرنا میرے مجازی خلاء ورنہ میں دیا نام ہو جاؤں گی؟"
 لونی سن بہترین انگلیش بول رہی تھی اور میری قتل میرا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ میں دونوں آنکھوں سے سر پر کر لیا۔ تب لونی سن نے کہا۔ "لیکن ایک بات تو تیار ہو کر شوہر تم چاہو لونی سن

پیدا ہوئے، ایک پتھر کی کوکھ سے جنم لیا تم نے اس کے بعد تم انگریزی کیسے سمجھ رہے ہو؟"
 میں ایک دم چونک پڑا۔ اس کا یہ سوال اس کی ذہانت کی دلیل تھا۔ میں نے سہی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور لونی سن پھر میرے اختیار نہیں بری۔ "تمہاری حالت اب قابلِ رحم ہوتی جا رہی ہے گالی اس لیے میرا بیٹی نہیں چاہتا کہ تمہیں مزید پریشان کر دوں۔"
 "تگ تگ، گے، زالی، لی، نی، میں نے کہا اور وقتاً میرے ذہن میں ایک کھڑکی بن گئی۔ میں نے آنکھوں کو بھیجنے کر ڈر سے کھولا اور پھر ہستے بولا۔ "اس کا مقصد ہے کہ تم لونی سن نہیں ہو؟"
 "بالکل، اس کا یہی مقصد ہے؟"
 "تو پھر تم سویتا کے علاوہ اور کون نہیں ہو سکتیں؟"
 "چلو خدا کا شکر ہے کہ تم جنوں کی منزلوں سے تو واپس آگئے۔ میں بے اختیار آگے بڑھا اور میں نے سویتا کے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیے۔
 "یہ تم ہی ہو سویتا، قسم کھاؤ یہ تم ہی ہو؟"
 "کمال ہے کیا اب یہ تم کھانے کی گنجائش نہ رہ جاتی ہے؟"
 سویتا نے ہنستے ہوئے کہا۔
 "مگر تم یہاں، لونی سن کے رقب میں کیا لونی سن کا کوئی جیرو نہیں ہے؟"
 "تھا۔ مگر اب نہیں ہے۔ سویتا نے جواب دیا اور میرا دل دھک سے ہو گیا۔
 "مطلب؟" مطلب یہ کہ تم لوگوں نے تم نے؟"
 "ہاں بخوری تھی۔ بہت خوب صورت لڑکی تھی، بہت ہی پیاری۔ یقین کرو اسے نقل کرتے ہوئے مجھے تو بہت ہی دکھ ہوا تھا۔ ہم نے اُسے آئی گہریوں میں دبا دیا ہے کہ اس کی لاش بھی کبھی قبیلے والوں کو دستیاب نہیں ہو سکے گی؟"
 "اوہ۔ اودہ۔ میں نے چلا کرتے ہوئے ذہن کے ساتھ کہا۔
 "لیکن تعجب ہے گے زالی۔ میں اب بھی حیرت کا شکار ہوں، آخر تم کس قسم کے انسان ہو۔ ایسا نیوں کے بارے میں۔ میں نے یہ سنا تھا کہ وہ بہت پاکیزہ فطرت کے مالک ہوتے ہیں اور عام طور سے ان کے احساسات کسی بھی لڑکی کو دیکھ کر نہیں بھڑکتے۔ البتہ ان کی نسلیں بڑھتی ہیں۔ ان کے ہاں محبتوں کے واقعات بھی ہوتے ہیں، تم ان میں سے کون سے انسان ہو، کیا تمہارے دل میں کسی حسین سے حسین لڑکی کو دیکھ کر محبت

کے جذبات نہیں جاگتے۔ لوہی سن کی صورت اختیار کرنے کے لیے میں نے اور میرے ساتھیوں نے جس قدر محنت کی ہے اس کی وجہ سے لوہی سمجھ لو کہ اس کا باپ بااس کی ماں بھی یہ شرافت نہیں کر سکی کہ میں ان کی بیٹی نہیں ہوں۔ میں نے خود بھی اس بڑی کو دکھایا تھا اور یقین کرو کہ عورت ہونے کے باوجود میں نے سوچا تھا کہ وہ کسی بھی مرد کو پاگل بنانے کے لیے کافی ہے، لیکن یقین کر دو کہ مجھ سے اجتناب کا اظہار کر کے اور یہ ایک سال کا لڑکہ کر کے مجھے واقعی حیرت میں ڈال دیا ہے۔ کیا تم اس سہری واقع سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے تھے۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ جو کہاں تم مجھے سناؤ وہ صرف اس لیے قہی کہ تم کوئی سن کی قربت سے بچ سکو؟

"فضول باتیں مت کرو سونیتا، تم نے مجھے واقعی جو قوت بنا دیا ہے۔ اپنی زندگی کے اس عجیب و غریب واقعے کو کبھی کبھی نہیں بھول سکوں گا؟"

"اور مجھے بھول جاؤ گے کیوں؟" سونیتا نے شکایتی انداز میں کہا۔

"تمہیں؟ تم تو شیطان کی استاد ہو تمہیں بھلائی کیسے بھول سکتا ہوں؟"

"بہر طور مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو تم میرے شوہر ہو اور میں تمہاری بیوی۔ بعد کے معاملات ہم بعد میں دیکھیں گے، پہلے تم مجھے اپنی آغوش میں جگر دو؟"

"سونیتا بھئی کبھی بڑی ہو تم، ظاہر ہے یہ سارے ڈرامے ایک مقصد کے تحت کیے جا رہے ہیں۔ یہاں ہم اس تم کا کیل کیلہ کیسے نہیں آئے؟"

"ارے واہ ابھی مجھے کافی وقت ملگ جائے گا یہاں کے معاملات طے کرتے ہوئے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری اتنی قربت میں ہونے کے باوجود تمہاری بیوی کی حیثیت نہ اختیار کر سکوں۔ سن لیجئے میرے زالی میرا مطلب سے مظہر ساگ جو، اگر تم نے مجھے اپنی بیوی کی حیثیت سے قبول نہ کیا تو میں قبیلے والوں کے سامنے اس کا اعلان کروں گی؟"

"نہیں سونیتا اس وقت مجھ سے مذاق بھی نہ کرو۔ میں اس مذاق کا تحمل نہیں ہو سکتا، تم میری ذہنی کیفیت کے بارے میں سمجھ نہیں رہی ہو، میرا در حقیقت بے حد پریشان ہوں؟"

"اس پریشانی کی وجہ؟" سونیتا نے سوال کیا۔

"جنجائتے ہوئے تک تم لوگ مجھ سے مسلسل دور رہے اور میں عجیب و غریب پکڑوں میں پھنسا رہا اور یہ سوچتا رہا کہ اب کون خلاصی کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے میں جس دنیا کا

انسان ہوں اس میں تو سر رہ سکتا ہوں، یہاں اس قبیلے میں اگر میرے بیروں میں زنجیریں پڑ جائیں تو میں کیا خوش ہو سکتا ہوں میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ تم لوگ کسی طور اپنے منصوبے میں ناکام ہو گے۔" جس کا نام پر فیروز زمال ہے، وہ کبھی اپنے منصوبوں میں ناکام نہیں ہوتا شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اس وقت ویلین میں وہ ایک بہت بڑی قوت ہے، ایک قوت اور بھی ہے یہاں جو بہر طور ان تمام قوتوں سے بڑی ہے۔ لیکن زمال اپنی کاروائیوں میں اس سے خالص نہیں ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہ اسے بھی شکست دے گا؟"

"وہ قوت کون کی ہے؟"

"وقت آنے پر تمہیں خود خود معلوم ہو جائے گا۔ بعض چیزوں کو بتانے کی مجھے اجازت نہیں ہے اب چھوڑ دو، جنون باتوں میں پڑ گئے۔ مجھے میرا مقام دو؟"

"سونیتا پلے پچو کی گفتگو مت کرو۔ تم جانتی ہو کہ میرا مقام باتیں صرف ڈرامائی حیثیت رکھتی ہیں؟"

"پھر بھی تم اس ڈرامے کو حقیقت میں کیوں نہ تبدیل کر دو؟"

"کیسے تبدیل کر سکتے ہیں؟"

"بس اس طرح کہ جب تک میں لوئی سن ہوں اور تم ساگ جو ہو، ہم دونوں کو اپنا ہی کردار نبھانا چاہیے۔ آخر اس قبیلے کے ایلیج پر بھی تو اپنا پارٹ پلے کرنا ہے؟"

"ہوگا اس مت کرو۔ تم یہ سمجھنا کہ تم اس طرح مجھ پر قابو پاؤ گی۔ میں بھی قبیلے والوں کو یہ بتا سکتا ہوں کہ تم اس لوئی سن نہیں ہو؟ میں نے ہنسنے ہوئے کہا اور سونیتا بھی ہنسنے لگی۔

"تم بہت عجیب انسان ہو گے زالی، در حقیقت تم پر بعض اوقات بہت پیار آئے لگتے۔ آخر تم عورتوں سے اتنا اجتناب کیوں کرتے ہو۔ میں تو اس کا ایک ہی مطلب نکال سکی ہوں؟"

"کیا ہے؟"

"یہ کہ تم کسی اور کو چاہتے ہو؟"

میں خاموش ہو گیا۔ سونیتا کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے خود ہی کہا، "بہر حال اگر ایسا ہے تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔ چند لمحات کی رفاقت بھی بڑی نہیں ہوتی، ویسے گے زالی میں تم سے متاثر ہوں بہت متاثر ہوں، اور ایک دوست کی حیثیت سے شاید میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں؟"

"شکریہ بہت بہت شکریہ۔ تم نے بیٹھے کہ از کم ایک

ذہنی عذاب سے نجات ملا دی ہے، ورنہ میں اب تک یہی سوچتا رہتا تھا کہ کوئی سن کو کس طرح اپنے قابو میں لاسکوں گا۔ مگر اب یہ بتاؤ تمہارا پروگرام کیا ہے اور اسے دن تک تم لوگ کیوں پوشیدہ رہے۔ تم یہاں تنہا ہو یا تمہارے ساتھ یہاں اور بھی لوگ ہیں؟"

"یہ شمار لوگ تمہارے اطراف میں موجود ہیں میرے زمال نے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اور انہوں نے اپنے اس وعدے کی مکمل طور پر پابندی کی ہے؟"

"اچھا یہ بتاؤ سن بیات اپنی، سن خواہش میں مخلص تھا، میرا مطلب ہے کہ وہ غلطیوں سے اپنی بیٹی کو میری بیوی بنانا چاہتا تھا۔"

"ہاں۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا وہی اس نے کیا ہے اور ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک جال بچھایا جا رہا ہے ان لوگوں کے لیے اور یہاں کے حالات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، ظاہر ہے ہم یہ کام اتنی آسانی سے تو انجام نہیں دے سکتے۔ اس کے لیے ہمیں طویل راستے اختیار کرنے پڑے ہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار ہی نہیں تھا؟"

میں گردن جھکا کر سونیتا کی باتوں پر سوچنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا، "میں یہاں بڑی طرح ہیرا ہو گیا ہوں سونیتا، جس قدر جلد ممکن ہو سکے ان اچھوتوں سے نکلنا کہ ہر عمل زندگی اختیار کر سکیں؟"

"تو یہاں کون چاہتا ہے کہ ان بیاروں میں بھگتا رہے، یہ تمہاری طرف سے قبول کرو ظاہر ہے بیوی کی حیثیت سے مجھے بھی تمہیں پکڑ دینا چاہیے؟ اس نے کہا اذ ایک خوبصورت گول موٹی جو کافی بڑا تھا میرے حوالے کر دیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے مورتی اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لیکن دفعتاً مورتی کا اوپری ہتھکڑی ہونیکا اور اس میں سے ایک بار کیسی مورتی باہر نکل آئی، میں نے گھبرا کر مورتی نیچے رکھ دیا اور سونیتا ہنس پڑی۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ ٹرانسمیر ہے جو پر فیروز زمال نے تمہارے لیے دیا ہے؟"

"ٹرانسمیر؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ پر فیروز زمال اب اس پر تم سے گفتگو کر سکے گا؟"

"اوہ۔" تعجب سے بے حد خوبصورت ہے۔ کوئی مروج بھی نہیں سکتا؟"

"یقیناً؟"

"مگر پر فیروز زمال نے پہلے یہ ٹرانسمیر مجھے کیوں نہیں دیا تھا؟"

"اس لیے کہ پہلے انہیں دستیاب نہیں ہو سکا تھا، وہ اس کے حصول کے لیے کوشاں تھے؟"

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ میں اب پر فیروز زمال سے بھی گفتگو کر سکتا ہوں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ پر فیروز زمال تم سے گفتگو کرنے کے خواہش مند ہیں؟"

"میں نے سونیتا سے اس ٹرانسمیر کے استعمال کا طریقہ پوچھا اور تھوڑی دیر کے بعد پر فیروز زمال سے میرا رابطہ قائم ہو گیا، مجھے پر فیروز زمال کی آواز سنائی دی۔"

"ہیلو گے زالی۔ تم یہاں تک تمہیں توئی سے انجام دے رہے ہو۔ اس کی اطلاع پورا نہیں ہے، لیکن جو معمول ہو رہی ہیں۔ لیکن یہ نہ سوچنا کہ تم تمہاری طرف سے غافل تھے۔ جب بھی تمہیں کوئی وقت پیش آتی، تمہارے آدمی تمہارے نزدیک ہوتے، کوئی خاص الجھن تو نہیں ہے؟"

"اس سے بڑی الجھن کیا ہو سکتی ہے پر فیروز کے میں ایک جنگلی قبیلے کا مرد اور بنا بیٹھا ہوں؟"

"اس زندگی سے بھی لطف اٹھاؤ، میں نے میرے خیال میں تمہیں زیادہ دیر تک اس مصیبت کا شکار نہیں رہنا پڑے گا۔ ہم برق و آتشی سے اپنی کارروائیوں کر رہے ہیں؟"

"آپ سے بہت سے سوالات کرتے ہیں پر فیروز؟"

"ہاں۔ ہاں۔ نیز خیال ہے اس وقت تم مجھ سے مل سکتے ہو اور یہاں تمہیں ڈر نہیں ہے۔ کوئی نہیں، تم کا پر فیروز زمال نے جواب دیا۔ اس کے رائے نے مجھے بے حد حیرت سے لگے تھے چند نمونے کے بعد وہ پھر بند۔ سونیتا نے زالی دوں جو کچھ ہوا ہے اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف کسی بات کی اپنی خواہش تھی کہ اس نے اپنی بیوی کے حوالے کر دی۔ ہم صرف سونیتا کو تمہارے پاس بچانا چاہتے تھے تاکہ تم دونوں اس پروگرام کے بارے میں گفتگو نہ کرنا بھی تمہارا رابطہ قائم ہو جائے، اس کے لیے ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ہمیں سن بیات یا جو یا شوئی کی آپس کی چیخاٹ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں سے بے مقصد ہے۔ ہمارے کام کا آغاز اس انداز میں ہوا کہ آج سے ٹھیک میرے دل میں تھوڑی سی ہنسکھم آرائی ہوگی۔ چند ویلین جو ان ماں سے جاہلیں گے۔ امدادی فخر ہو جائیں گے، میرے مدد کے محافظ ہوں گے۔ جب یہ قرار ہو جائیں گے اور اپنی کیفیت قبیلے والوں کو سنائیں گے تو انہیں خوشی ہوگی اور جب وہ یہاں پہنچیں گے تو انہیں دو دو ہو گا جہاں مردہ ملیں گے، اس طرح یہ بات ثابت ہو جائے

صادق حسین صدیقی عمر کا چاند کا تاریخی ناول علی بابا بیکیلوڈ اوردو بازار لاہور

”پہلے بھی تھا۔ تم لوگوں کو دوستی میرے لیے قابلِ خیر ہے“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن جس طرح ہنسا تھا میرا دل ہی جانتا تھا۔

سو فیاض مسکراتے ہوئے کہا ”اب چھوڑو ان فضول باتوں کو میرے بارے میں تم نے کیا سوچا“
”اس سے قبل میں دو لڑکیوں سے شادی کر چکا ہوں کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے؟“
”ہاں یہ سن کر میں بہت تملانی تھی۔ وہ دامت بیسیں کر لیں۔“

”ان دونوں کو صرف اپنی زندگی بچانے سے دو لڑچی تھی۔ انہوں نے ساری رات اس کو گھنٹے میں گزار دی تھی“

”لیکن مسٹر ٹانگ جو میں رات اس کو گھنٹے میں نہیں گزار سکتی تھی کیونکہ میں بہت بڑے باپ کی بیٹی ہوں“
”تو پھر میں اس کو گھنٹے میں چاروں گانوں میں مسمیٰ ہی نقل بنا کر لولا۔ رات کے گئے تک سو فیاض خراشیں کرتی رہی پھر اسے غنڈ آنے لگی اور وہ کوسوئی۔ لیکن میری آنکھوں سے غنڈ غائب تھی۔ دل ایک شدیدے جینے میں مبتلا تھا۔ کس مصیبت میں نہیں گیا میں کیسی کیسی سازشوں کا شکار ہونا پڑ رہا ہے۔ کیا کروں، عجیب بے بسی طاری تھی، اگر یہ سب کچھ ہو بھی جائے تو کیا زوال جیسے خطرناک آگہی سے نمٹ سکتا ہوں۔ وہ کون سے حقائق تھے جن کی نشاندہی زوال سے کی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر ذہن کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس وقت ایک آواز میرے کانوں میں ابھری۔ ”گا زالی، اور میری آنکھیں کھل گئیں۔“

میں نے حیرتاً کھنگھنگا ہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ لیکن جھوپڑے میں سوئی ہوئی سو فیاض کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

”گا زالی؟ آواز ابھری اور اس بار ایک عجیب و غریب آواز آئی۔ ہوا بے آواز میرے کانوں سے نہیں میرے ذہن سے تھی۔“
”آواز میرے ذہن میں ابھری تھی۔“

”میں سمجھتا ہوں گا زالی میں دانی ہوں۔ ہوں نا؟“
”میں سمجھتا ہوں کہ تم نے پورے بدن کی رنگیں کھینچ لیں۔ ایک ناقابلِ برداشت تناؤ پیدا ہو گیا، وہ یقیناً سمجھتا ہوں کہ تم نے جو کچھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔“

میں اس اعلیٰ تناؤ سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ سمجھتا ہوں کہ آواز مسلسل میرے ذہن میں گونج رہی تھی۔ میں بے پروا ہوں گا زالی، میں دانی میں ہوں۔ گا زالی اپنے ذہن کو بیدار کرو۔ مجھ سے گفتگو کرو۔
مشکل تمام میں نے خود کو سمجھا لیا اور پھینسی پھینسی آواز میں بولا۔

”کیا یہ حقیقت ہے۔ کیا یہ تم ہی ہو سمجھتا ہوں؟“
”آہ یہ میں ہی ہوں گا زالی، اور تم سے رابطہ قائم کرنے کے لیے مجھے کتنی شدید محنت کرنا پڑی ہے یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔“

”یقیناً کہہ لینے دو سمجھتا ہوں۔ بہت مشکل پیش آرہی ہے اس بات پر یقین کرنے میں۔ تم جس قدر ذہنی جوش کا شکار ہوئے ہو میں بھی کسی طور اس سے کم نہیں ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مجھ پر کیا بیعت ہے اور میں اس وقت کہاں ہوں؟“

”قطعی نہیں۔ میں تو خود اپنے مصائب کا شکار تھا کچھ بھی نہیں معلوم مجھے تھا اسے بارے میں۔ بس پہلا موقع ملے ہی میں نے سب سے پہلے تم سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ نہ جانے کہاں کہاں جھنگنا رہا ہوں؟“

”اس کا مطلب ہے سمجھتا ہوں کہ تم اس وقت آزاد ہو؟“
”ہاں۔ میں آزاد ہوں۔ اور ابھی اس آزادی کو کب تک برقرار رکھ سکتا ہوں اس بارے میں مجھ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سمجھتا ہوں۔“

”تم اس وقت کہاں ہو سمجھتا ہوں؟“
”یہ جگہ ویلینی ہی کا ایک حصہ ہے۔ میرے بائیں سمت ایک بلند و بالا بھاڑی سے آگیا رہا رہا ہے۔ اور میں اس آگیا رہا کے ایک عقبی غار میں موجود ہوں۔“

”تنبہ ہوں؟“
”ہاں بالکل تنبہ ہوں۔“

”گویا میں تم سے ابھی کچھ دیر گفتگو کر سکتا ہوں۔“
”کیا تم ایسی پوریشن میں ہو؟“ سمجھتا ہوں کہ پوچھا۔
”ہاں۔ فی الحال میرے لیے کوئی خاص مشکل نہیں ہے۔“
”تو پھر مجھے بتاؤ گا زالی کہ تمہیں کس طرح پاسکتا ہوں۔“

میں فوراً تمہارے پاس پہنچ جانا چاہتا ہوں۔“
”یوں تو میں بہت سی گفتگو کرنی ہے سمجھتا ہوں۔ لیکن میں جن حالات میں ہوں اس کے تحت یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم سے ملاقات ممکن ہے یا نہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم کہاں کھو گئے

تھے“
”مجھے گرتا کر لیا گیا تھا۔ ہائیسما وہیں ان لوگوں کے پاس قید ہے۔ صرف میں ہوں جو اتنا مشکل سے وہاں سے نکل بھاگا ہوں۔ اور ابھی تک میرے خیال میں میرے فرار کا کسی کو علم نہیں ہے۔“

”تم کس کے قیدی ہو سمجھتا ہوں؟“
”بہت ہی خوفناک سازش ہوئی ہے گا زالی، بہت ہی خوفناک سازش ہوئی ہے ویلینی بھی ان لوگوں کی قید میں ہی کئی ہے اور بے شمار ساموں کو قتل کر لیے گئے ہیں۔“

”بدحواسی کے عالم میں تم ایک ایسا لفظ استعمال کرتے ہو سمجھتا ہوں آج تک تم نے مجھ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔“

”تم ساموں کی بات کر رہے ہو۔ یوں سمجھ لو کہ ہم ساموں ہیں۔ ویلینی بھی ساموں سے بڑھا کھینا اور ایسا بھی ساموں ہیں۔ ساموں ایک قبیلے کا نام ہے اور ہم لوگ اسی قبیلے کے فرد ہیں۔ میں اس وقت تمہارا کوئی طنز برداشت نہیں کر سکتا گا زالی۔ میری کیفیت کو سمجھو۔“

”سوری سمجھتا ہوں۔ واقعی مجھے اس وقت یہ الفاظ نہیں کہنے چاہیے تھے۔ ہاں تو تم کہہ رہے تھے کہ ویلینی بھی قید ہو گئی ہے۔“

”ہاں۔ کچھ بیرونی لوگوں نے ویلینی آنے کے بعد ایک عظیم الشان سازش کی ہے۔ اور اس سازش کے تحت سب سے پہلے ان تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے جو ساموں قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ ایسے ذرائع اختیار کیے ہیں انہوں نے جن کے تحت وہ ہمارے ذہنی کیفیتوں کو جانچ لیتے ہیں اور انہیں کے تحت معلوم کر لیتے ہیں کہ ہم میں سے کون کون سا لوہا فیٹلے سے تعلق رکھتا ہے۔“

”تم جو تمہیں اس قبیلے کے فرد نہیں ہو اس لیے شاید ان کی دسترس سے محفوظ رہے ہو۔ ویسے کیا تم آزاد ہو؟“
”ایک طرح سے آزاد ہی ہوں۔ یہ میں نے جواب دیا۔“
”یہ بہت اچھی بات ہے، ہم طوران بیرونی لوگوں نے ویلینی کو گرفتار کر لیا اور میں دوسرے سے کہہ سکتا ہوں کہ ویلینی کی جگہ انہوں نے کسی دوسری عورت کو متعین کیا ہے۔ اب وہی عورت ان کی سربراہ ہے اور ویلینی کی حیثیت سے وہ اس قبیلے کو اس طرح کنٹرول کر رہی ہے جس طرح ویلینی کرتی تھی۔ ان لوگوں کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ویلینی پر قابو پا

یسا اور اسے قید رکھنے میں آج تک کامیاب ہیں۔
 ”کیا تم ویٹینی تک پہنچ چکے ہو سمبوتورا؟“
 ”ہنہیں، ہم لوگوں کو الگ الگ مقام پر قید رکھا گیا ہے
 اب میں دوسری کوشش میں کرنا چاہتا تھا کہ ویٹینی تک
 ذہنی رسائی حاصل کروں۔ میرا خیال ہے مجھے اس میں بہت
 زیادہ وقت نہیں ہوگی لیکن اس بات کا خدشہ بھی ہے مجھے
 کہ میرے دماغ سے جرم میں خارج ہو رہی ہیں اور جن کے
 تحت میں اپنے خیالات بہم تک پہنچا رہا ہوں ان لوگوں
 سے میری سمیت کا اندازہ لگا لیا جائے گا۔ اس سے پہلے
 بھی یہی ہوا ہے۔ ان لوگوں نے درحقیقت جہادے ذہنوں
 کو پڑھنے کے بعد ہی ہم تک رسائی حاصل کی ہے۔ ان کے
 پاس کوئی ایسا سائنسی ذریعہ موجود ہے جس سے وہ ہم سلفوں
 کا پتلا لگا لیتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں تم تک یا ویٹینی
 تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں یا نہیں۔ لیکن ویٹینی سے
 ذہنی رابطہ قائم کرنے سے قبل میں نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے میں
 تم تک پہنچنے کی کوشش کروں۔ کیونکہ تم بھر طوراً ہی دور
 کے ایک ذہین انسان ہو۔“

”ویٹینی سے تو تم نے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی پیدہ بھی
 کوشش کی تھی سمبوتورا۔ کیا تمہارا خیال ہے اب تم اس کوشش
 میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ ہم میں نے سوال کیا۔
 ”میں کوشش کروں گا۔ دراصل ان لوگوں نے میں ذہنی
 طور پر بھی قیدی بنا دیا ہے۔ یہ بات میں اپنی آنکھوں سے
 نہیں دیکھ سکا۔ لیکن مجھے کچھ لوگوں سے اس کا علم ہوا ہے کہ
 وہ ایک ایسا حصار ہمارے ذہنوں کے گرد قائم کر دیتے ہیں
 جس سے ہم اپنے خیالات ایک دوسرے تک منتقل نہ کر
 سکیں۔ اگر میں ان لوگوں کی قید سے فرار نہ ہوتا تو شاید میں تم
 سے رابطہ قائم نہ کر سکتا۔ اسی لیے میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا
 کہ ویٹینی سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا،
 چونکہ ممکن ہے ویٹینی ہامی حصار کے تحت ہو جو ذہنوں کو
 مدخل کر دیتا ہے یا ہمارے خیالات کو تک دوسرے تک
 منتقل نہیں ہونے دیتا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ میری باہر
 کوششیں اس سلسلے میں نام کام رہی تھیں اور میں ویٹینی سے
 رابطہ قائم نہیں کر سکا تھا۔“

”ہم گویا اس بات کے امکانات ہیں سمبوتورا کہ اب بھی تم
 اگر کوشش کرو تو ویٹینی سے رابطہ قائم نہ کر سکو۔
 ”بہت زیادہ امکانات اس کے ہیں۔ اگر تم آزاد ہو رہے
 یا تم بھی ساموں ہو تو شاید میں تم سے بھی رابطہ قائم
 کرنے میں کامیاب نہ ہو پاتا۔“
 ”گویا سمبوتورا، تمہارا کہنا ہے کہ ویٹینی کی جگہ کوشش
 کرنے لی ہے۔“
 ”سو فیصدی یہی بات ہے۔“
 ”تو پھر اب ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟“
 ”گانالی مجھے اپنے پاس آنے کا موقع دو۔ میری رہنمائی
 کرو کہ میں کن راستوں سے گذر کر تم تک پہنچ سکتا ہوں۔“
 ”مجھ پر جو کچھ بہتی ہے دوست وہ سونے کے توجیران رہ
 جاؤ گے۔“

”تاؤ جلدی تاؤ۔ میں پریشان ہوں۔ ہر لمحہ میرے
 لیے خوف کا لمحہ ہے۔ تم سے گفتگو مکمل کرنے کے بعد میں
 اپنی یہ جگہ تبدیل کروں گا تا کہ وہ لوگ میرے خیالات کی
 ذہنوں کا تعلق کر کے مجھ تک نہ پہنچ جائیں۔ میں جگہیں تبدیل
 کرتا ہوں گا اور وقتاً فوقتاً تم سے رابطہ بھی قائم کرتا رہوں
 گا۔ تا وقتیکہ مجھے تمہارے پاس پہنچنے کا موقع نہ مل جائے۔“
 ”کیا ہمارے درمیان ذہنی طور پر ہونے والی یہ گفتگو ہی
 دوسری جگہ تک پہنچ سکتی ہے؟“
 ”میں نہیں جانتا اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ سمبوتورا
 کے پیچھے سے بے بسی پک رہی تھی۔
 ”تو پھر تمہیں اپنی موجودہ جگہ بتانا کیا میرے لیے خطرناک
 نہیں ہوگا اور تمہارے لیے بھی؟“
 ”آہ۔ پھر تو کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی۔ کچھ دیکھ
 سوچو۔ سمبوتورا نے کہا اور میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔
 چند لمحوں کے بعد میں نے کہا: ”سمبوتورا جو کچھ
 میں کہہ رہا ہوں غور سے سنو۔“

کی کوشش کروں گا۔
 ”کہا تمہیں یہ معلوم ہے کہ ویٹینی کے اس پار قبیلہ ہوگا
 آباد ہے۔“
 ”ہاں میں جانتا ہوں۔ ہوگا قبیلہ کے بارے میں کچھ
 داستانیں میں نے سنی ہیں۔“
 ”تو پھر لوگوں سمجھ لو میں اس وقت ہوگا قبیلہ میں ہوں۔“
 ”تم؟“
 ”ہاں۔ میں یہاں پہنچ چکا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ
 میں ان لوگوں سے محفوظ ہوں۔“

”آہ تب تو میرے حقیقی بھی بہتر ہے گا۔ میں باقی
 لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ان پر کیا بہت رہی
 ہے۔ لیکن اگر میں تم سے مل بیٹھا تو شاید بہتر ہی کا کوئی راستہ
 مل سکے۔“
 ”تو پھر اس راستے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو یہ تمہیں ایک
 انتہائی دشوار گزار سفر کر کے یہاں تک پہنچانا ہوگا۔“
 میں نے سمبوتورا کو راستے کی تمام تفصیلات بتائیں اور
 بتایا کہ کس طرح وہ یہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ میں نے اس
 سے یہ بھی کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے وہ یہاں پہنچ جائے
 کیونکہ اس کے بعد ایک ایسی سازش عمل میں آکر رہی ہے جو
 ویٹینی اور ہوگا اور دونوں قبیلوں کے لیے انتہائی وحشت ناک
 ہوگی۔“

”ہاں اپنی انتہائی کوشش کروں گا کہ جلد از جلد تم تک پہنچ
 سکوں۔“ سمبوتورا نے یقین دلایا۔
 راستے کی تمام تفصیلات بتانے کے بعد میں نے اس سے
 کہا کہ وہ معد میں ایک بھاری کیشیت سے داخل ہوا اور وہاں
 بہت کم بھی ممکن ہو سکے دوسروں کی ننگا ہوں سے پوشیدہ رہنے
 کی کوشش کرے۔ میں اپنی پہلی فرصت میں اس سے ذہنی
 رابطہ کر کے اس سے ملاقات کی بات کروں گا۔ سمبوتورالے
 مجھ سے وعدہ کر لیا کہ وہ شاید صبح تک اس جگہ منتقل ہو
 جائے۔ حالانکہ یہ سفر آسان نہیں تھا لیکن سمبوتورا بہت سی
 ایسی صلاحیتوں کا مالک تھا جو ابھی میرے علم میں بھی نہیں
 آسکیں تھیں۔ اور جن کے ذریعے اس کا اتنی جلد وہاں پہنچنا
 ممکن تھا۔

اس گفتگو کے بعد ہم دونوں نے اپنے دوپانوں اور ذہنی رابطہ
 قائم کر دیا۔ میں یہاں ہوگا قبیلہ میں ایک معزز زبرداری حیثیت
 سے موجود تھا لیکن اس کے باوجود مجھے خطرہ تھا کہ کہیں وہ
 ظان لوگ میری اور سمبوتورا کی باتیں نہ سنیں اور مجھے تک
 پہنچ جائیں۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ سوزینا مجھ سے زیادہ فاصلے
 پر نہیں ہے اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ زینال کے بے شمار افراد
 ہوگا قبیلہ میں مصروف عمل ہیں۔ اور اگر انھیں اس بات کا علم
 ہو جائے کہ میں کسی بھی طور ان کے خلاف کوئی اور سازش
 کر رہا ہوں تو پھر ان کے لیے یہ مشکل نہیں ہوگا کہ میرا کچھ چھپا
 کھول کر مجھے ہوگا قبیلہ ہی کے ہاتھوں موت کی نیند سوا دی۔
 چنانچہ مجھے خود محتاط رہنا ہوگا۔

ان تمام خیالات کے بعد میں نے کیا کیا سوال کیا۔ نیند
 تو آنکھوں سے یا نکل ہی غائب ہو گئی تھی۔ اپنی پریشانیوں
 میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ نیند تو ویٹینی سے بھی کم آتی تھی۔ سوزینا
 میرے پاس آگئی تھی حالانکہ اس وقت سوزینا کی پوزیشن بھی
 مشکوک تھی۔ میرا اشارہ اب وہ بھی اسے خطرناک حالات
 سے دور کر کے رکھتا تھا۔ یہ خیال میرے ذہن میں اچانک
 ہی آیا تھا اور فغتا ہی میں نے اس خیال پر دوسرے انداز
 میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔
 صبح ہو گئی اور میرا ذہن خیالات کی آماجگاہ بنا رہا
 اور میں انتہائی سستی محسوس کرتا رہا۔ سوزینا کی حسین مسکراہٹ
 نے میرا استقبال کیا وہ اپنی جگہ دار آنکھوں سے مجھے دیکھ
 رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں وہی شہرت لہرا رہی تھی جو
 ہر وقت اس کی آنکھوں میں رقصا رہتی تھی۔
 ”معزز زبرداری خدمت میں لوئی سن کا سلام۔“
 ”میزم لوئی سن۔ اپنے آپ کو پوری طرح قابو میں رکھیں
 آپ۔ کہیں ہم دونوں ہی کا راز فاش نہ ہو جائے۔“
 ”قابو میں نہ رکھتی تو راستے کو اتنے سکون کے ساتھ کیسے
 سوجاتی۔ ویٹینی میرے ساتھ زیادتی ہے۔“
 ”احتمالاً نہ بائیں مت کہو۔ اب تم ہوگا کی ملکہ ہو۔ چنانچہ
 تمہیں اسی انداز میں اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہوگا۔“
 ”مجھے ہوگا کی ملکہ ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں معزز زبرداری
 مجھے تمہارے دل پر حکمرانی کرنے کی خواہش ہے۔“
 ”وہ بھی ہو جائے گا۔ لیکن اس کے لیے جلد بازی تو نہ
 کرو۔ پہلے ہم اپنے معاملات سے نمٹ لیں سوزینا اس کے
 بعد پھر آگے کی زندگی کے بارے میں سوچیں گے۔“
 ”ہاں کیا تم یہ وعدہ کرتے ہو کہ اگر ہمیں وہ واقعی اپنے
 مقصد میں کامیابی ہو گئی تو تمہاری آگے بھی کوئی زندگی ہوگی۔“
 ”اچھا۔ اس سلسلے میں کچھ کہنا قابل از وقت نہیں ہوگا
 سوزینا؟“
 ”بس ایک بار وہ دہرا کر لہ۔ ہم اس وعدے کے سہارے

جی میں گے یا سزیتانے کہا اور میں ہنسنے لگا۔
 باہر سے کنیزوں کے بولنے پلانے کی آوازیں سنائی دے
 رہی تھیں چنانچہ ہم دونوں محتاط ہو گئے۔ اس کے بعد دونوں
 کے معمولات جاری ہو گئے۔ میں اس بات سے خوفزدہ تھا
 کہ اسی دوران سمبوتورا مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی
 کوشش نہ کرے۔ بھلا لوگوں کے اس جھگڑ میں اسے کیا
 جواب دے سکوں گا۔ لیکن خدا کا کام ہے کہ سمبوتورا نے
 نہ لای کی کوئی کوشش نہیں کی۔

دوپہر ہو گئی۔ کھانے پر میرے ساتھ چار بھائیوں اور
 دوسرے چند معززین بھی شریک تھے۔ کھانے سے فارغ
 ہونے کے بعد وہ چلے گئے لیکن اب سوزنا جو تھی وہی اس
 کی پر لطف باتیں مزہ تو دے رہی تھیں لیکن ذہن بھٹکا ہوا
 تھا۔ بہت سے خیالات پار بار ذہن کو پریشان کرنے
 لگے تھے۔ اگر سمبوتورا یہاں تک پہنچ بھی گیا تو میری اس
 سے ملاقات کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ میں تو یہاں بیٹھنا
 لوگوں کی نگاہوں میں ہوں۔ کوئی حل نظر نظر نہیں آتا تھا۔
 اسی ادھیڑ پن میں رات ہو گئی۔ اس وقت میرے اندازے
 کے مطابق غالباً رات کے ساڑھے آٹھ بجے تھے جب
 میرے ذہن میں سمبوتورا کی آواز ابھری۔ سوزنا کنیزوں کی تحویل
 میں تھی اور وہاں سے آراستہ کر رہی تھیں۔ چنانچہ سمبوتورا
 سے ذہنی طور پر گفتگو کرنے میں بہت زیادہ مشکل پیش
 نہیں آئی۔

”گازالی تم تعزیرت سے تو ہو“

”تم اپنے بارے میں بتاؤ یہ میں نے جو سوال کیا۔
 ”تمھاری بتائی ہوئی جگہ تک پہنچ چکا ہوں۔ آہ واقعی
 بڑا ہیبت ناک سفر تھا۔ لیکن تم یہاں کس طرح پہنچے؟“
 ”کسی رسمی طرح پہنچ ہی گیا سمبوتورا وہاں آسمان نما بازار
 میں تم کس حیثیت سے مقیم ہو؟“

”واہ ابھی میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اپنی اصل شکل ہی
 میں ہوں لیکن پوشیدہ ہونے کے لیے میں نے ایک بہترین
 مقام تلاش کر لیا ہے۔ اس بازار کے سر میں ایک سوراخ
 ہے اور اس سوراخ سے میں جو کچھ قہیلے کا آبادی دیکھ سکتا
 ہوں میں اس وقت وہیں اس سوراخ کے قریب موجود ہوں۔“

”تو کم تر تفصیل گفتگو کر سکتے ہیں۔ میں اپنی طرف سے تمہیں بتا چکا ہوں
 کہ ہڈیا کی گندگی کے بعد میں بھی پریشان ہو گیا تھا۔ لیکن پھر مجھے
 بھی اسی طرح وہاں سے غائب کر دیا گیا۔ ادا اس کے بعد جب میری

آکھ کھلی تو میں بیٹائی قادیوں میں قہر تھا۔ ان عماروں میں خاص قسم
 کے قہر خانے بنائے گئے ہیں۔ ادا ان میں ہم ساموں قبیلے کے
 افراد کو رکھا جاتا ہے۔ مجھ سے میرے بارے میں بے شمار سوالات
 کیے گئے۔ اور میں سے میں نے ان لوگوں کے بارے میں تمام تفصیلات
 معلوم کیں۔ مختصراً میں تمہیں ان کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ یہ سراسر
 لوگ بیرونی دنیا سے آئے ہیں اور یہاں آنے کے بعد انہوں نے سب
 سے بھلا کا ایک بے کوشش کو گرفتار کر کے اس کی جگہ کسی اور شخصیت
 کو دیر کر ہے۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ جو شخصیت وہیں کی جگہ کا گری
 ہے وہی ان بیرونی لوگوں کو کنٹرول کرتی ہے یا کوئی اور بھی ہے۔ میں
 نے سارا کے بارے میں بھی اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ میرا خیال
 اس طرف گیا تھا۔ اور میں نے سوچا تھا کہ ممکن ہے ساریا نے اپنے طور
 پر پہلے سے کچھ کارروائیاں کر رکھی ہوں اور میں اس کا علم نہ ہونے دیا ہو۔
 لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ سب کچھ سارا یا کا کیا جو انہیں ہے۔ کیونکہ
 سدا یا اس کے پس پشت ہوتی تو کسی رسمی طرح یہ بات منظر عام پر آسکتی
 تھی۔ میں ایسے ہی میرا ذہن اس طرف گیا تھا جس کی میں نے تصدیق کر
 لی ہے۔“

”گویا سارا اکیلے سارا کا نہیں ہے بلکہ کوئی اور بھی شخصیت ہے
 جو یہاں عمل کر رہی ہے۔ لیکن وہ کون ہے اس کے بارے میں مجھے ابھی
 تک کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ یہ لوگ سانسٹی چیزوں سے آراستہ
 اور انہوں نے خاص طور سے سامونوں کی شخصیت کو منظر عام پر لانے
 کے لیے سانسٹی کارروائیاں کی ہیں یعنی خود پر یہ تم سے واقف لوگ
 ہیں اور ہمارے بارے میں بہت کچھ معلوم کر کے یہاں تک پہنچے ہیں۔
 بظاہر ان کا مقصد صرف خزانے کا حصول ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی
 بات ابھی تک میرے علم میں نہیں آسکی۔ یا پھر اگر اس کے پس پردہ کوئی
 اور گہری سازش ہے تو وہ صرف تمہاری دنیا سے متعلق ہو سکتی ہے۔ ہم
 سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ ابھی تک اس سلسلے میں جو کچھ بھی
 کارروائی ہوئی ہے، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ خزانے کی
 تلاش میں ناکام رہے ہیں۔ اور اس خزانے کو پانے کے لیے کوششیں
 کر رہے ہیں۔ تو گازالی یہ بھی میری ذہنی میں ان لوگوں کی قیاسے آزاد
 ہو گیا ہوں۔ اور آزاد ہونے کے لیے میں نے جو کچھ کیا ہے، اس کا نتیجہ
 تمہارے لیے یہ مقصد ہوگا۔ بس یوں سمجھ لو ایک جہد و جدت کی جو
 کامیاب ہو گئی، لیکن میں تمہاری ان کے جنگل سے آزاد ہو سکا ہوں۔
 ”مدت کے بارے میں بتائیں چلا کہ وہ کہاں ہے؟“ میں
 نے سوال کیا۔

مجھے ہنسی آئی۔ میں بھی اس سوراخ کا شکار رہ چکا تھا۔ بار
 تو سمبوتورا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے

سے کس طرح ملاقات کریں؟

”ہاں۔ اس کے لیے تمہیں خود ہی بتانا ہوگا۔ میرا تو خیال تھا
 گازالی کہ تمہاری مجھ سے ملاقات میں اس عمل جو ہوا ہے۔“
 ”میرے بارے میں تم سوچ ہی نہیں سکتے سمبوتورا کہ میں
 اس وقت یہاں کس حیثیت سے مقیم ہوں؟“

”یہاں تک پہنچنے میں مشکلات تو بلاشبہ پیش آئی ہیں گازالی
 لیکن یہاں آنے کے بعد میں پورے اطمینان سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم
 ان لوگوں سے فی الحال محفوظ ہو گئے ہیں۔ اگر مداحی لہروں کو کنٹرول
 کرنے کا کوئی طریقہ انہوں نے دریافت کر لیا ہے تو اس کی کچھ حدود
 مزہ دہر ہوں گی، اور میرا خیال ہے یہ حدود ہوگا کہ تک پہنچ سکتی ہیں
 ان راستوں سے گندہ یہاں تک پہنچنا عام لوگوں کے بس کی بات نہیں
 ہے۔ چنانچہ ہم یہاں پر کم از کم ذہنی طور پر گفتگو کرنے کے لیے آزاد ہیں۔“
 ”تو پھر بہتر یہی ہوگا کہ ابھی ہم آپس میں ملاقات نہ کریں بلکہ
 کسی مناسب موقع کے منتظر رہیں۔ ہاں ذہنی طور پر تمام تفصیلات ہم
 ایک دوسرے کو بتا سکتے ہیں۔ ہم یہاں اپنے طور پر کوئی مستقل جھگانہ
 تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن ایسی حیثیت اختیار کر لو کہ یہاں کے لوگوں کو ہم پر شبہ نہ
 ہو۔ ویسے بھی میرا خیال ہے کہ وہاں زیادہ لوگ نہیں ہیں۔ اور نہ عام
 طور سے لوگ اس سمت جاتے ہیں۔ وہ مقدس بازار ہوگا والوں کے
 لیے بہت بڑی حیثیت کا حامل ہے، چنانچہ عام طور پر وہاں لوگوں
 کی آمد و رفت نہیں رہتی۔“

”میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جو کچھ تم اس سلسلے
 میں مزوری سمجھتے ہو مجھے بتا دو۔ لیکن اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہاں
 کس حیثیت سے مقیم ہو؟“

”میں اس وقت ہوگا کامروا ہوں۔ میں نے کہا، لیکن میرے
 بچے کے جواب میں دوسری طرف سے سمبوتورا کی کوئی آواز سنائی نہیں
 دی۔“

”کس سوچ میں ڈوب گئے سمبوتورا؟“

”تمہارے اس مذاق پر غور کرنا ہوں؟“

”ہاں۔ یہ مذاق میرے ساتھ حالات نے کیا ہے۔ اور میں نے
 تم سے جو کچھ کہا ہے، وہ ایک محسوس حقیقت ہے؟“

”انتہائی تعجب خیز بات ہے گازالی۔ کہا اس پر اسانی سے یقین
 لیا جا سکتا ہے۔“

”نہیں۔ لیکن اس کا ایک پس منظر ہے۔ منوگے تو حیران رہ
 جاؤ گے۔“

”بہر طور اگر ہم ابھی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کر سکتے

ہینانا کے نام

قیمت

۸۰/- روپے

انتقام

جسے پیسا چاہے

درد آشنا

دل اک کھلونا

تربت

شب بخیر

پکار

سینے میرے اپنے

آپ کی قسم

میرے حضور

وہی زندگی وہی راستے

اور اُس کے بعد

بولے دونخ

علی ہیکسٹریز
 عزیز مارکیٹ، اردو بازار
 لاہور فون: ۷۲۴۷۹۱۴

”میں جانتا ہوں کہ وہ انہی کی قید میں ہے۔ لیکن میں سناس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ یہ خطرناک ہے۔ میں نے سب سے پہلے تمہیں ہی تلاش کیا۔ اور یہ سوچا کہ تم سے ملاقات ہو جائے تو اس کے بعد ہمیں ہماری مشکلات کا حل مل جائے میرا خیال ہے میں نے اس سلسلے میں غلطی نہیں کی تھی کہ ان کو ہماری درجہ سے میں تھوڑی سی آزادی محسوس کر دیا ہوں۔ لیکن تم نے جو کچھ مجھے بتایا وہ وہ میرے لیے ناقابل تین ہے۔ آخر تم جو گا کے مراد کیسے بن گئے کس طرح ہو گا تک پہنچے یہ ساری باتیں کیا حیرت ناک نہیں ہیں؟“

”میں چاہتا تو یہی تھا سمجھو تو کہ تمہارے سامنے بیٹھ کر تم سے گفتگو کروں۔ لیکن حالات نے اس کی اجازت نہیں دی۔ سو فی الحال یہ سب وقت گذرنے کا انتظار کرو۔ میں جن حالات کا شکار ہوں اس کے تحت ابھی زیادہ دیر تم سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ ہاں رات کو گیارہ بجے گیارہ بجے کے بعد تم مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنا میں اس وقت تمہیں تنگ تفصیلات بتا دوں گا۔“

”اوہ۔ اگر کوئی مجبوری ہے تو کیا کیا جا سکتا ہے؟“ سو تو رات نے کہا۔

”ہاں سمجھو تو۔ مجبوری ہی ہے۔ میرا خیال ہے اب ہمارے درمیان یہ سلسلہ ختم ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ میں کچھ لوگوں کی آواز میں سن رہا ہوں یہ سمجھو تو میرے ذہن میں خاموش ہو گیا۔“

”میرا کتنا غلط نہیں تھا۔ کھینچو تو نے سوچنا کہ میری ذہن کی حیثیت سے اسے آگے کر دیا تھا۔ اور وہ میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ اسے دیکھ کر دل و دماغ پر ایک عجیب سا اثر قائم ہو جاتا تھا۔ بعض اوقات تو میری ذہنی کیفیت مجھ سے نفاذ کرنے لگتی تھی۔ اور میری چاہتا تھا کہ اخلاقیات کے اس طہم کو توڑ کر زندگی کی ان ضروریات کو اپنالوں جو انسان کے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن میں ایک اخلاقی دباؤ ذہن پر تھا جو مجھے ان راتوں پر قدم بڑھانے سے روک دیتا تھا سوچتا میرے سامنے آگئی اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے دیکھنے لگی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ”خیریت“

”بس کیا ہوں تم سے۔ کیا ہوں؟“

”بیٹھو۔ کچھ اچھی ہوئی نظر آ رہی ہو؟“

”بالکل نہیں اچھی ہوئی نہیں۔ بلکہ شدید غصہ میں ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے آئینہ دکھایا تھا؟“

”اوہ۔ جو۔ جہر؟“ میں نے جب کبھی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

”میں ہر سوچنے لگی ہوں کہ میں مرد کیوں نہ ہوں۔ کیمینٹوں نے اتنا خوبصورت بنا دیا ہے مجھے کہ اب میں اپنے آپ کو اچھی لگنے لگی

ہوں۔ اور یہ سوچنے لگی ہوں کہ میں ایسی ہی کیوں نہیں تھی؟“

”نہیں سوچتا یہ موت تھلا دو تم ہے تم اپنی اصل حیثیت میں بھی اس سے کم نہیں۔“

”مت بگواس کرو مجھ سے۔ مت بگواس کرو۔ مجھے سچ غصہ آجائے گا۔ سوچنا ہے جھکا کر انا اور میں مگرانی ہوئی تھا میں سے اُسے دیکھتا تھا۔ میرے ذہن میں عجیب و غریب احساسات جن سے بے تحاشہ ایک بات بتاؤ سوچنا۔ کیا یہ وہی سوز بڈال کو یہ بات معلوم ہے کہ تمہیں مجبوری ہوئی کی حیثیت سے میرے ساتھ تمہاری میں وقت گزارنا پڑتا ہے؟“

”تمہیں اس کا علم نہیں۔ ڈیڈی نے تم سے گفتگو کی تھی تو کیا کچھ نہیں کہا تھا؟“

”عجب ہے۔ کیا وہ تمہیں ایک یو پی کی حیثیت سے میرے تصرف میں دینے کے لیے تیار ہیں سوچنا؟“

”تمہارے سوچنے کا انداز مختلف ہے۔ تمہارا ذہن بہت جاندارہ لوگوں کا ذہن ہے۔ روز زندگی کی حقیقتوں سے منور نہیں ہو کر ا جا سکتا۔ اور پھر پہلی ہفتوں میں حاصل کرنے کے لیے بالآخر یہ قدم اٹھا لیتے ہیں کسی کو قتل تک کر دیتے ہیں تو یہ چیزیں کیا حیثیت رکھتی ہیں؟“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کے بعد؟“

”کچھ نہیں، ہر گز اہمیت نہیں خود تار ہے۔ ہم لمحات کے محتاج ہیں۔ اپنی مرضی سے جب کچھ نہیں کر سکتے تو جو کر سکتے ہیں وہ کیوں نہ کریں؟ سوچنا لولی، میں گدن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔“

سوچنا کی دعوت بہت ہی عجیب و غریب تھی۔ وہ جو کچھ بھی چاہتی تھی وہ کسی بھی انسان کی ذاتی خواہش پرستی تھی۔ میں اپنے آپ پر غور کرنے لگا۔ آخر میں کیوں اس سے احتیاج برت رہا ہوں۔ اخلاقیات بے شک ایک حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن ان حالات میں کیا میں اپنی اس شخصیت کو برقرار رکھ سکتا ہوں جس کے تحت میں نے اب تک وقت گزارا ہے۔ کون تھا جس نے مجھ سے تعاون کیا۔ کون تھا جس نے مجھے انسانوں کی طرح جینے دیا۔ کوئی بھی تو نہیں تھی ایسا۔ بس اپنے اپنے مقصد کے لیے ہر طرف سے تھے۔ سب اپنی اپنی خواہشوں کے غلام تھے۔ مجھ میں کیوں اپنے آپ کو قتل کر کے دوسروں کے لیے جی رہا ہوں۔ بڑی احمقانہ بات ہے۔ وہ حقیقت بڑی ہی احمقانہ بات ہے۔ کوئی بھی ضرورت کو ملحوظ نہ کر کے جو حاصل ہو رہا ہے اسے گواہی کیوں جلتے۔ ذہن پر ایک کام کو جھسا گیا تھا۔ سوچنا کا سلسلہ ہوا پھر وہ لگا ہوں کے سامنے تھا۔ ایک بے اختیار اس کی کیفیت وجود میں لے لی تھی۔ میں آگے بڑھا اور میرے دونوں

ہاتھ سوچنا کے بازوؤں پر جا گئے۔ موت ایک لمحے کے لیے، پھر میں سنبھل گیا، اور جب میں نے ہوش و جاوہ کے عالم میں سوچنا کو دیکھا تو اس کا چہرہ تو دُورست سے لگا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خود سب کوئی کیفیت تھی اور وہ ہوش سہی ہوئی جا رہی تھی۔ میں نے لڑتی ہوئی آنکھوں سے اس کے رخسار کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

”سوچنا میں زندگی کے جس سفر پر ہوں اس میں ابھی ان لمحات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میرے سفر کا اہتمام ہو جائے۔ دو۔ خود کو بھی قابو میں رکھو اور مجھے بھی اپنے آپ میں رہنے دو۔ میں بھی انسان ہوں۔“

”انسان ہو تو پھر انسانوں کی ضرورت کا خیال رکھو۔ احمق مت بنو۔ سوچنا یہاں کے تجربے میں لولی۔“

”مجھے کچھ وقت دو سوچنا کچھ وقت سوچنے کے لیے دو؟“

”میں نے کہا اور اس نے رخ بدل لیا۔“

اس کا بدن ہلکی ہلکی لڑکتوں کا شکار تھا۔ میں نے بھی اپنے جذبات پر قابو پانے کے لیے اتنا ہی جدوجہد کی۔ اور کسی حد تک نادل ہو گیا۔ تب میں نے عقب سے اس کے دونوں بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی سمت کر لیا۔ وہ مجھے دیکھ کر سستے سے مسکرائی۔

”سوچی۔ واقعی تمہارا اہتمام درست ہے۔ میں نے خود کیا تو مجھے احساس ہوا کہ تم صحیح ہو۔“

”سوچنا؟“

”اپنے ذہن کو بہت زیادہ پرانگہ نہ کرو گا زالی۔ سوچی دیری سوچی! اس نے کہا اور مجھ پر بڑی کدروانے سے ہنس نکلی۔ میں ایک نشست گاہ پر ٹک گیا۔ اور اپنے پاسوں کو اتھال پر لانے کی کوشش کرنے لگا۔“

ذہن میں چنگاریاں ہی چنگاریاں بھری ہوئی تھیں مآکھوں کے سامنے ایک تصویر قہمان تھا۔ ایک حسین تصویر قہمان تھا۔ ایک قابل ستائش پیکر جو پائی کی لہروں سے برآمد ہو رہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ یہ پیکر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا، وہ ساہیا تھی۔ وہی لمحات جب زندگی میں بلی ماہ میں نے اپنے انداز میں لہرائی تھی۔ جب زندگی میں پہلی بار میرا ذہن مل اٹھا تھا۔ اور آج یہ دوسرا موقع تھا۔ یہ دوسرا موقع تھا جو کسی بھی لمحہ پہلے سے کم نہیں تھا۔ مجھے اچھی اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے۔ سوچنا میرے جذبات کی منزل نہیں بن سکتی۔ وہ ایک ایسے باپ کی بیٹی ہے جو اپنے مقصد کے لیے مجھے استعمال کر رہا ہے۔ اور اگر میں اس سے میل پر پورا اترا جاؤں تو میں اسے کدو میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اس نے سوچنا کو بھی میرے تصرف میں اس لیے دے دیا ہے کہ اس کے سامنے میں خزانے کی جگہ کا راز لگا دوں۔ مجھے آکار انکار بنا کر وہ اپنے مقصد کا حصول چاہتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سوچنا مجھ

سے محبت نہ کر دے جو بھوک موت اپنے باپ کے مقصد کے حصول کے لیے کام کر رہی ہو۔ ہاں قہمان کی تو ہے۔ سوچنا نے کہا تھا کہ میرا ذہن بہت جاندارہ لوگوں کا ذہن ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ زندگی کے ان لمحات کو اس قدر یادہ اہمیت نہیں دیتی کہ ان کے لیے کوئی منزل منتخب کرے۔ میں تو اس کے راستے میں آجاتا تھا۔ ولایا ایک سایہ دار درخت ہوں۔ وہ چند لمحوں تک اس درخت کی چھائوں میں آرام کرے گی اداس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جائے گی۔ نہیں اسے زندگی کا سنگ میل بنانا مناسب نہیں ہے۔ اُس سے اتہنا نہیں ہونی چاہیے۔ یقیناً اس سے اتہنا نہیں ہونی چاہیے۔ یا پھر اپنے آپ کو اتنا مضبوط کرنا ہو گا کہ اگر اس سے اہم ہوا تو وہ اتہنا نہ بن جائے۔ کیونکہ وہ اس قابل نہیں۔“

میرے ذہن میں تو کچھ اور ہی لوگ تھے۔ وہ لوگ جن کا اب میں تصویر ہی کر سکتا تھا۔ اور جن کے بارے میں دھوسے سے نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کیا بھی ان کی صورت دیکھ کر بھی سکون گیا نہیں۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مجھے اخلاقیات کی ان زنجیروں میں جکڑے نہیں رہنا چاہیے، جواب تک میرے رستے روکے ہوئے ہیں۔ کچھ بھی نہیں رہا ہے۔ میرے بس میں جب ہر کام حالات کے تحت ہو رہا ہے۔ تو پھر حالات کو اس کی اجازت بھی کیوں نہ دے دوں۔“

مطلام جذبات مجھے شانوں سے دھکیلنے کو بہت بہت درد تک لے گئے۔ بہت سے نئے احساسات ذہن میں جا گئے اور میرا وجود ان احساسات میں پتھلا ہوا زندگی کے اس درد کو ان لمحات کو اس وقت میں اپنی زندگی کا بڑا درد کر سکتا ہوں۔ بلاشبہ اس بڑے دور میں شامل ہو گیا تھا۔ میں اپنی آواز دیکھ کر نہ جانے کب تک سگڑا رہا۔ بے چارہ سوچنا نے دجانے کس طرح حالات سے سمجھو تا کر لیا تھا۔ اس کی اپنی کیا کیفیت تھی مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ لیکن وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی سوچی تھی۔ اور اس کا تھمیں پیکر میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ خواہ شہرت بھی رہی تھیں ضرورتاً بے قابو ہو رہے تھے۔ کئی ماہ پہلے میں جگے سے اٹھا ہری لگا ہوں اس پر بھی ہوئی تھیں اندر میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس کے نزدیک پہنچ جاؤں۔ جذبات کی آواز نے میرے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ میں نے اس تھم سے بچنے کے لیے اپنی جگے اٹھ کر متعلقین بچھاؤں۔ تاکہ مجھ پر بڑی میں اندر لڑا ہو جائے اور سوچنا بے نظر نہ آئے۔ لیکن وہ تو میری نگاہوں میں روشن تھی۔ مجھے تھم کی میں بھی مدد سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ جو درحقیقت میرے ذہن میں بسا ہوا تھا۔ اور اگر اس وقت سمجھو تو آری آواز میرے اس کھوسے ہوئے ذہن کی تو چونکہ نہایت ہی توجہ نہ جانے کیا ہو جاتا۔ سوچنا مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ میں اس کی قوت آزادی کے کوشش گزار کر ہوتا جا رہا تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد مجھ سے اس کی آواز سنائی دی۔

گھڑالی، نمنا سے اور گردو لگ تو موجود نہیں، تمہیں کوئی الجھن تو نہیں؟
 "ہاں۔ ہاں۔ سمجھو تو اس میں ٹھیک ہوں میرا مطلب ہے میں تنہا
 ہوں، میں نے ذہنی طور پر اسے جواب دیا۔
 "میں بے چین ہے اس وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے تباہ و گلاب
 مجھے بتاؤ، تم اس منصب تک کیسے پہنچے۔ دیئے تمہیں اس بات پر حیرت
 نہیں ہوئی یا سچا یہ کہیں یہاں کی ٹھوڑی بہت صورت حال منظر کشی میں
 کامیاب ہو گیا ہوں، کیا تم ہی ہو گئے وہ نے سردار ہوجو گو کا کی روایات
 کے مطابق اس دن میں آئے تھے؟
 "ہاں سمجھو تو آدھ میرے ہی ہوں، اور میرا موجود مقام سانگ جو ہے۔"
 "میں نے سن لیا ہے، لیکن جو سب کچھ؟
 "اس کے لیے تمہیں پوری کمانڈ سنانی ہوگی۔ سمجھو تو، میں نے
 اپنے اس قید خانے سے نجات حاصل کرنی اور خود کو پوشیدہ رکھنے کے
 لیے سرگرداں ہو گیا، میں اپنی اسی خوش قسمت میں اس خزانے تک پہنچ گیا
 جس کا تعلق ماؤنٹ سولٹ سے ہے، میں نے پورا خزانہ دیکھ لیا ہے اور
 وہ ہر گھنٹی میرے ذہن میں محفوظ ہے، جمل خزانہ موجود ہے، میں نے اس
 خزانے سے چند سکہ یوں ہی اٹھا کر اپنے ساتھ رکھے تھے۔ لیکن یہ سکہ
 ایک طرح سے میری جان بچانے کا سبب بن گئے۔ وہاں سے چھٹتا ہوا
 میں ایک اور جگہ پہنچ گیا، جہاں میری ملاقات گہرے اور لوگوں سے ہونگی،
 پھر میں نے سوویتا اور دیگر فیئر نیٹ ال وغیرہ کے بارے میں سمجھو تو راکو پڑی
 تفصیل بتائی اور اس کے بعد سے بتایا کہ کسی طرح پروفیسر زیڈل نے
 مجھے ہو گا ہیجا ہے تاکہ میں جھگڑا کر کے ہو گا لوگوں کو ڈیلے میں کے
 خلاف گھڑا کروں اور جب وہ دونوں جنگ میں آجھ جائیں تو میں زیڈل
 کی مدد سے خزانہ نکال لے جاؤں گا، میں کامیاب ہوجاؤں۔ سمجھو تو راکو آواز
 گویا بندھی ہو گئی تھی وہ بالکل خاموشی سے میری کمانڈ سن رہا تھا۔
 جب میں نے اپنی تمام تفصیل اسے بتادی اور یہ بھی بتلویا کہ پروفیسر
 زیڈل کی بیٹی سوویتا میرے پاس یہاں ایک اور حقیقت سے موجود ہے
 اور ان لوگوں نے بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر سازش تیار کر کے اپنے لیے
 یہ راستے تیار کیے ہیں، تب بھی سمجھو لو کہ ایک اور ناچھری۔
 "کیا بات ہے تم مکمل طور پر خاموش کروں گے؟ میں نے
 ذہنی طور پر اسے آواز دی۔
 "نہیں، نہیں، میں سب کچھ سن رہا ہوں، کیا یہ سب کچھ قابل
 لیتے ہیں، کیا یہ انتہائی خوفناک، انتہائی حیرت ناک نہیں ہے؟
 "تم نے یہ کمانڈ صرف تم ہی سمجھو تو راکو اور پروفیسر کی ہیجیت
 نہ رہا ہے، کیا تمہیں معلوم ہے کہ سانگ جو کی حیثیت سے مجھے کیسے لیے
 عذاب برداشت کرنے پڑے ہیں، وہ جو جس کا مجھ سے وعدہ بھی حاصل
 نہیں رہا ہے اب مجھ پر مسلط ہے اور ہمیں ہر گھنٹا اس خوف کا شکار ہیں
 "نہیں، نہ اسے تسلیاں دیتے ہوئے کما کر وہ ان پہاڑوں میں رہ کر
 یہ خاموشی درہم رک جاری رہی، پھر سمجھو تو راکو نے کہا۔
 "اؤہ، تمہاری دنیا کے لوگ کتنے خطرناک ہیں، کتنے ہولناک ہیں
 ہر لوگ، وہ نہ جانے کہاں سے آئے انہوں نے دینے تک کامیاب کر کے ایک
 عظیم سازش کے ذریعے دینی کو اپنے تابوت میں کر لیا، اور اسے بعد ادو-
 اس کے بعد، اؤہ، سمجھو تو راکو بہت زیادہ حیرت زدہ محسوس ہو رہا تھا۔
 "میں نے اسے تسلیاں دیتے ہوئے کما کر وہ ان پہاڑوں میں رہ کر

کہ نہیں معلوم آؤہ کیا ہو گا؟

"و حقیقت بہت ہی خطرناک ہے سب کچھ میں باہل ہولناک رہا
 ہوں گھڑالی۔ شاید تم میری اس وقت کی حیرت برقیق نہ کر سکو؟
 "مجھے یقین ہے سمجھو تو راکو، لیکن میرے بارے میں مجھے خود کو رو
 "گھڑالی تم کمال آؤ رہی لیکن ان معاملات سے بہت کچھ سوچنا
 سمجھو، پڑے گا، تمہیں اکل وقت ہماری مدد کرنا پڑے گی۔ میں نے بہت
 ہی اچھا کیا جو سب سے پہلے تم سے رابطہ قائم کیا، اسے میرے استغلا کی انتہا
 سمجھو۔ در نہ مجھے تم سے پہلے دینی سے مل گیا، اس موقع تک کے بارے میں
 معلوم کرنا چاہیے تھا، اور اب میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ایسا کر لیتا اور کسی طرح
 انہیں ہماری ذہنی گفتگو معلوم ہوجاتی تو میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی
 ہوتی، گھڑالی تمہیں سوچنا ہو گا کہ تمہیں یہی کہنا ہے، میں تم پر مکمل اعتماد
 کرتا ہوں۔ سمجھو گھڑالی، کسی بھی قیمت پر ان دونوں قبیلوں میں تعامل نہیں
 ہونا چاہیے۔ دینی کسی بھی طرح سے نہیں چاہے گی کہ وہ دونوں قبیلے کسی سازش
 کا شکار ہوں، یقین کر کے گھڑالی، اگر ایسا ہو گیا تو ہم اپنی منزل سے بہت دور
 چلے جائیں گے۔ آہ کاش میں نہیں اس بارے میں ساری باتیں جانتا سکتا
 یہ کسی طور پر نہیں ہو نا چاہیے، اس کی طوری نہیں ہونا چاہیے؟ سمجھو تو...
 مسلسل کے جا رہا تھا۔
 "تم اپنی امانت کو سمجھو تو راکو۔ مجھے خود بھی اس بات کا احساس ہے
 کہ اس سازش سے بہت سے بے گناہ انسانوں کا خون نہیں بہنا چاہیے
 میں اپنی زندگی ہی کسی طور اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا
 "گھڑالی کسی قیمت پر نہیں، میں اس صورت دینی کی یا ہماری بھلائی
 نہیں ہے، بلکہ میرے شمار ان انسانوں کی زندگیوں کا مسئلہ ہے، اور انسانی
 زندگیوں کے ہر گھر کے، اپنا مقصد پورا کیا تو گھڑالی یا چھانے ہو گا ایسا تو
 ہم خود ہی کر سکتے ہیں، لیکن کرو، ہم ایسا کر سکتے ہیں، ہم کسی بھی طرح سے شمار
 انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنا مقصد حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن ہم
 نے ایسا نہیں کیا، ہم نے ان لوگوں کو بھی قتل نہیں کیا، جن سے مسلسل
 ہمیں تکلیفیں پہنچ رہی ہیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے؟

"میں نے کہا، تم ان کو میرے ذریعے نہیں ہو گا، خواہ اس کے
 لیے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دی پڑے؟ میں نے کہا اور سمجھو تو راکو اس
 ہو گیا۔

صرف اپنا اختلاف کرے۔ مجھے جس وقت بھی اس کی ضرورت ہو گی میں خود
 اس سے ذہنی رابطہ قائم کروں گا، یا پھر بات طے کرنی جائے کہ ایک
 دن میں دو دفعہ مجھ سے رابطہ ضرور قائم کرے۔
 "اس وقت میں اس سب کو چھوڑ کر چلا گیا ہوں۔ وہاں سب ہی
 تو ہیں، دینی، پاشیا، گوہن، اور باقی اہل عقلم جن کا تعلق میرے قبیلے سے
 ہے، میں سکون سے کیسے رہ سکتا ہوں، لیکن میرا سکون اب تم ہو گا گھڑالی
 اس بات کو ذہن میں رکھنا:
 "آہا کہہ دو سمجھو تو راکو مجھے سوچنے دو، اور اس کے بعد سمجھو تو راکو سے
 میرا ذہنی رابطہ قائم ہو گیا۔
 "ٹھوڑی دیر قبل جو خیالات میرے ذہن کو خراب کر رہے تھے
 اب وہ خود بخود ختم ہو گئے تھے، زندگی میں بے شمار حالات ہیں جن میں ایسا
 ہی تو نہیں کہ انسان اپنی خواہشات کی تکمیل کرے۔ اپنے جیسے لوگوں کی
 ذمہ داریاں بھی اس پر ہوتی ہیں، اور اگر ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے
 بجائے صرف اپنے آپ کو مطمئن کر لیا جائے تو انسان ادجالویش کوئی
 فرق نہیں، وہ جاتا۔ مجھے اس کا احساس ہو گیا تھا اور اس احساس نے
 مجھے ذہنی طور پر کافی مستقل کر دیا تھا۔

میں بدل جی سے اس بات کو سوچنے لگا تھا کہ ذیڈل کی سازش
 کو کیسے ناکام بنایا جائے۔ میں تو سازش کے دروازے میں الجھ گیا تھا، نہ ڈال
 اگر اپنی خوش قسمتوں میں کامیاب ہو گیا تو پھر ان دونوں قبیلوں کے تعلیم
 کو کوئی نہیں روک سکے گا، جس کے نتیجے میں بے شمار افراد مارتے جاویں
 گے۔ مجھے یہ طریقہ کار استعمال کرنا چاہیے۔ ورنہ میں سوچتا رہا اور
 آہستہ آہستہ میرے ذہن کی گڑبگڑیں کھلنے لگیں۔ میں نے ایک منصوبہ
 ترتیب دیا، اس منصوبے میں بھی کوئی جانوں کو خطرہ نہ تھا، لیکن بڑے
 خطرے کو ٹٹلنے کے لیے ایک چھوٹا خطرہ کو مول لینا ہی پڑتا خود میری
 اپنی زندگی اگر خطرے میں پڑ جاتی تو کیا میں اپنے آپ کو آسانی سے موت
 کے حوالے کر دیتا، اس سے قبل بھی تو اپنے ہاتھوں سے قتل کر چکا تھا، چاہے
 ٹھوڑے سے بھنگے کے بعد یہ جیسا مسئلہ قائم ہو جائے، تو اس سے بہتر
 اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔

اس وقت رات کا آخری پہر ختم ہوا تھا، جب میں اپنی جگہ سے
 اٹھا اور صبحو بیٹھے کے باہر گیا، باہر کی ہفتا خاموش تھی۔ وہ پہر زیادہ
 سوکھے تھے جو سردی کے محاسنوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن اگر میں
 اس طرح یہاں سے آگے بڑھا تو گھڑالی ہو جائے گی، بہتر یہ ہے
 کہ لڑنے کی روشنی کا انتظار کروں، یا شوشن سے اپنے بیٹھی سے
 ٹلائی کرنے کی اجازت مقرر اس لیے دی تھی کہ اس طرح وہ امن بات
 کو اپنے گھروں میں رکھنا چاہتا تھا۔ میں محسوس کر چکا تھا کہ اس بات
 کو ایک قبیلے کی دوسری بڑی قوت سے، اب یہ میں نہیں کر سکتا تھا کہ

دوسری بڑی قوت یعنی بڑی قوت پر ہوا دی اس میں ہے، ہاں نہیں۔
 "پہلی بڑی قوت تو یا شوشن تھا، جو دروغمانی چنٹوا ہونے کی
 وجہ سے بہت بڑی طاقت رکھتا تھا۔ سن بات اور یا شوشن دونوں
 ہی ایک دوسرے کے لیے دل میں کینڑ رکھتے تھے۔ اور دونوں ہی
 ایک دوسرے کو میرے ذریعے نقصان پہنچانا چاہتے تھے اور اس ان
 دونوں ہی سے اپنا کام لگانے کا پروگرام ترتیب دے چکا تھا۔ دوسرے
 دن صبح کے ساڑھے گیارہ بجے تھے جب بنیادی ذمہ داریوں سے فارغ
 ہونے کے بعد مجھے قدمے سکون کا وقت ملا، سکون کا یہ وقت اصولاً
 مجھے اپنی بیوی یعنی سوویتا کے ساتھ گزارنا چاہیے تھا، لیکن ایک سوار
 کے بہت سے فرائض ہوتے ہیں، چنانچہ میں نے سن بات سے ملاقات
 کی خواہش کا اظہار کیا اور ٹھوڑی دیر کے بعد اس کے پاس پہنچ گیا۔
 سن بات نے پرتاک انداز میں میرا استقبال کیا، جو تکرام میں اس کا
 اپنا تھا، لیکن میں نے جسے پرتاک ایسی کیفیت طاری کر لی تھی جسے
 دیکھ کر سن بات چونکے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔
 "کیا بات سامجھو، جو کیا بات ہے میرے عظیم دوست، کیا بات
 ہے میرے اپنے؟" اس نے میرے چہرے کے اثرات کو چرچستے ہوئے
 پوچھا۔

انہوں نے تمہارے لیے اچھی خبر نہیں سن بات، لیکن تمہارے سامنے
 اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے میرا دل لرز رہا ہے کہ تمہارے ہم پر اس
 کے کیا اثرات مرتب ہوں، اور جو کچھ تمہیں تمہیں ہی سن بات میں
 اسے سمجھتا ہوں، اچھی طرح سمجھتا ہوں؟
 "تمہاری سنجیدگی مجھے پریشان کر رہی ہے، کیا کوئی اس ہولناک
 بات ہے جو میرے لیے بہت زیادہ تکلیف دہ ہو یا اس کا تعلق صرف
 تمہاری ذات سے ہے۔"

"اب اس کا تعلق میری اور تمہاری دونوں ہی کی ذات سے
 ہے سن بات؟
 "جو کچھ کہیں برداشت نہیں کر سکتا؟
 "عظیم سن بات، تمہارے خلاف ایک بدترین سازش کی گئی
 ہے، ایک اتنا کٹھنا نا اقدار کیا گیا ہے جس نے میرے دل و دماغ کو بلا
 کر دکھ دیا ہے، میں تو ڈیڑھ گھنٹے ہی فوج اور زنجیر ہوں سن بات، میں اس
 تفصیل کو سننے کے بعد تم ہو سکے ہو سو سن بات میں تمہیں یا شوشن
 کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ تم سے خفا نہیں ہے، وہ بہت
 خوفناک انسان ہے اور اس کا اظہار بھی مجھے سے کچھ ہو تم مجھے یہ
 بتانے کے ہرگز سردار یا شوشن کا غلام ہوتا ہے، اور اس غلامی سے
 مجھے بچانے کے لیے تمہیں میرے ساتھ ایک احسان کیا تھا، اور وہ
 احسان میری زندگی میں کیا تھا سن بات، اس میں کوئی شک نہیں کہ

لوئی سن اب میرے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو دنیا کے کسی بھی مرد کے لیے اس کا خاندان یا اس کی بیوی، لیکن آہ لوئی سن کو میرے ساتھ ایک طرحی عین گزارنے دیا گیا، ایک ایسی بولناک سازش کی گئی جس نے لوئی سن کو تم سے اور مجھ سے دونوں سے عین لیا وہ کمال گئی کیا ہوا، میں اس بار سے میں کچھ نہیں جانتا لیکن جو یا شوٹوں نے ہم دونوں کے سینے میں خیر گھونپ دیا ہے۔

”کیا ایک دہے ہو، کیا کہہ رہے ہو سوائے جو کہاں، کہاں ہے میری لوئی سن، کیا ہوا ہے اسے؟ کیا کیا اس نے؟“ سن یات کی آواز طیش سے لڑ رہی تھی۔

”عظیم سن یات، میری شانوں پر تم نے جو گنا کی سرداری کے ذمہ داری رکھ دی ہے۔ میں پہلے ہی ہر مسئلے میں محسوس کدہا ہوں کہ میں اس ذمہ داری کو اٹھانے کا اہل نہیں ہوں جہاں ہم یا شوٹوں جیسے سازشی موجود ہوں وہاں میری کیا حیثیت ہو سکتی ہے اس نے مجھ پر ہی نہیں تم پر بھی وار کیا ہے سن یات، اور میں جانتا ہوں کہ اس نے تمہارے وجود پر ایک گامی ضرب لگائی ہے۔“

”لوئی سن کہاں ہے مجھے صرف اس بات کا جواب دو، سن یات نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔

”آہ، شاید اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ میں نے کہا، اور سن یات کی آنکھیں خون برسائے نکلیں، اس کی پلگمان آنکھوں کو دیکھ کر مجھے ایک لمحے کے لیے خوف کا احساس ہوا۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک ٹھنڈی لہر سلاکت گئی، وہ چند لمحوں تک اسی طرح مجھے گھورتا رہا پھر اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

”کس نے قتل کیا اسے؟“

”یقیناً یا شوٹوں نے اپنے ہاتھوں سے۔“

”پوری بات بتاؤ؟“ سن یات کے انداز میں ایک دم ٹھہراؤ سا

آگیا۔

”عزز سن یات، یہ بات تم جانتے ہو کہ جو لڑکی بیوی کی حیثیت سے زندگی میں آتی ہے، اس سے پہلے ہی مسئلے میں ذہنی گناہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ احساسات کی گزرتوں میں آتی رہتی ہے، جس لڑکی کو میں نے اپنی بیوی کی حیثیت سے اپنی ذات کے لیے قبول کیا وہ دوسری تھی، لیکن اس کے بعد جو لڑکی لوئی سن کی حیثیت سے میرے پاس لائی گئی، اس نے انتہائی کوشش کی کہ وہ خود کو لوئی سن ثابت کر سکے، لیکن میری نگاہوں نے اسے پہچان لیا کہ وہ لوئی سن نہیں ہے بلکہ اسے لوئی سن بنا کر میرے پاس بھیج دیا گیا ہے۔ تاکہ یا شوٹوں میری سازشوں سے باخبر نہ سکے۔ میں نے جب یہ محسوس کیا تو اپنی انتہائی کوششوں سے یہ بات معلوم کر لی کہ یا شوٹوں نے ایک ادب ہی لڑکی کو

ہے تم نے وہ بہت کچھ کر کے رہے گا۔ جاذب تم واپس پہلے جاؤ اور مجھے ان انگڑوں پر ملاتے گزارنے دو جو میرے وجود کو گمراہ کھینچے رہے ہیں۔ جاذب ساگ جو جاؤ، واپس جاؤ، یس یات نے کہا اسکی آواز میں بھیڑوں جیسی غارت تھی۔

میں واپس پلٹ پڑا، لیکن میرا دل بول رہا تھا۔ جو کہروانی میں نے کی تھی بہت زیادہ پیچیدہ نہیں تھی، لوئی سن کو اپنے پاس بلانے کے بعد سن یات نے اس کے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی تو لوئی سن کی جواب دہی، یہ میں نہیں جانتا تھا تاہم یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا، اب اس کا نتیجہ جو کچھ بھی ہو، سمیٹو اور اچھی اپنی اس کارروائی سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، وہ بے جاہد اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا کہ ان کم وہ خود محفوظ خدائی اللہ اتنا ہی کافی تھا۔

میں اس انداز میں وہاں سے واپس آ گیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو، فوڈا ہی میں نے سونیتا سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، دل کے ایک گوشے میں سونیتا کے لیے یہ احساس سرخروا بھجار رہا تھا کہ وہ یقیناً سن یات کے ہاتھوں ماری جائے گی، لیکن میں اس سلسلے میں جھپٹا کر سکتا تھا بے شمار افرادی زندگیاں بچانے کے لیے بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں، اور مجھ سونیتا کو ایک سازش کے تحت مجھ تک پہنچی تھی، میرے دل میں اس کے لیے بھدودی کے جذبات صرف انسانی رشتوں کے تحت تو جاگ سکتے تھے، اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں تھی۔

میں انتظار کرتا رہا، اور وقت بہت زیادہ نہیں گزرا۔ میں جانتا تھا کہ بہت زیادہ وقت نہیں گزرے گا، چلاؤ ہی لوئی سن کو سن یات کا پیغام دینے کے لیے آئے، انہوں نے چند دوسرے لوگوں کے سامنے سن یات کا پیغام دیا کہ وہ اپنی بیٹی لوئی سن سے ملنا چاہتا ہے، اور اگر سردار کی اجازت ہو تو وہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں نے فرار خدائی سے انہیں اجازت دے دی کہ اگر لوئی سن ان کے ساتھ جانے کے لیے آمادہ ہو تو میں اسے روکنا پسند نہیں کروں گا، اور وہ لوئی سن کے جھوپٹے کے ساتھ چل پڑے۔

فٹوئی دیر بعد، اوئی سن اس سڑک آئی جہاں میں موجود تھا۔ میں نے پھان بوجھ کر ان لوگوں کو اپنے ساتھ گھاتا تھا کہ میرے لیے وہ لوہوں کی حیثیت رکھیں، لوئی سن نے ایک لمحے کے لیے مجھ سے خدائی میں ہنسنے کی اجازت مانگی اور میں ان لوگوں سے ہٹ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

”سن یات نے مجھے طلب کیا ہے۔ تم مجھے روک لو گاڑالی بچے روک لو، اس شخص کے سامنے جلتے ہوئے مجھے شدید خوف

کا احساس ہوتا ہے۔“

”سونیتا سوچو تو وہ لوئی سن کا باپ ہے، اور ایک باپ کسی بھی وقت اپنی بیٹی سے ملنے کی خواہش کا اظہار کر سکتا ہے، میرا دل کسی طور مناسب نہیں ہوگا۔ بہتر ہے کہ تم بہت سے کام لو اور اس سے اسی انداز میں بات کرو جس طرح اس کے پاس رہتی رہی رہتی ہو۔“ اور چنانچہ میں کیوں میرا دل ڈر رہا ہے، بہر طور میں جانتی ہوں، لیکن بہتر ہوگا کہ ٹھوڑی دیر کے بعد تم مجھے واپس طلب کر لو گے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا، اور سونیتا ان لوگوں کے ساتھ چلی گئی، میں اسے جلتے دیکھتا رہا۔

یہ عین دلکش لڑکی اپنے باپ کی سازشوں کا شکار ہو رہی تھی، جہلا میں اس کی زندگی کے لیے کیا کر سکتا تھا چنانچہ میں نے اسے اسی لمحے مہر کر لیا، لیکن بعد کے حالات کے بارے میں جانتا تھا کہ کیا نوعیت اختیار کر لیں گے، یقیناً طویل رنگہ مارانی ہوگی اور میں اس میں براہ راست ملوث رہوں گا۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا، نہایت ہوشیاری سے کرنا تھا، اس وقت تو سمیٹو تو اسے ذہنی رابطہ قائم کرنے کا موقعہ گزرتا رہا، سونیتا کے واپس آنے کا کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں تھا، نہ کسی نے مجھ سے اس کے بارے میں کہا، یہاں تک کہ مدت ہو گئی۔

رات کو میں اپنی آگہا گاہ میں تنہا ہی رہا۔ میری نگاہیں بار بار اس گوشے کی طرف اٹھ جاتی تھیں جہاں سونیتا، پچھلی بات موجود تھی، پچھلی رات کے سبب ان خیر واقعات میرے ذہن کو اس وقت بھی خراب کر رہے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا احساس بھی میرے ذہن میں جاگ رہا تھا، جب چاروں طرف مکمل خاموشی طاری ہو گئی تھی تب بے چینی سے سمیٹو تو اسے ذہنی رابطہ قائم ہونے کا انتظار کرنے لگا، اور جب اس کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو میں نے اس کے بتانے ہوئے اسموںوں کے مطابق خود ہی اس سے رابطے کی کوششیں شروع کر دیں، اور ٹھوڑی دیر کے بعد اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

سمیٹو تو اسے فوڈا میرے ذہن میں کہا، آہ مجھے تمہارا اس انتظار تھا کیا کہہ رہے ہو، میں تو سوچ سوچ کہہ رہی ہوں گویا بھول گاڑالی کہ اگر صورت حال بڑھ جائے تو کیا ہوگا۔؟“

”سمیٹو تو اس نے وہ کیا ہے جو اپنی زندگی میں اس سے قبل کبھی نہیں کیا، اور اب اس کے تنا میں بہت جلد ظاہر ہو جائیں گے۔“

”یعنی جو کچھ ہوا ہے ہمارے حق میں ہے؟“ سمیٹو تو اسے

سوال کیا۔

ہاں میری کاوشوں کا نتیجہ ہتھری نکلنا چاہیے۔ حالانکہ اس کے مجھے ایک ایسی شکل کی جان لینی پڑی ہے جسے ہر غلطی سے آسانانہ کارکن نہیں سمجھتا تھا۔

”میں تو کچھ بھی نہیں سمجھا گاڑالی، سمیو تو رائے کہا۔
”سمیو تو رائے خیال ہے کہ میری کاوشوں کے نتائج آج رات کو یا کل دن میں سامنے آجائیں گے۔ میں نے دونوں قبیلوں کے اہل کاروں کو اسے کی ایک کوشش کی ہے۔ دیکھیں اس کا کیا نتیجہ جاتا ہے۔“

”کچھ تو مجھے بتاؤ؟“ سمیو تو رائے کہا۔

”اور میں نے اسے اپنی کاوشوں کے بارے میں بتا دیا۔ سمیو تو رائے اسے رہ گیا اور پھر اس نے کہا: ”یہ سب کچھ تم ہی کر سکتے ہو گاڑالی، ہمارے ذہن اس سلسلے میں ناکارہ ہیں۔ تاہم اتنا ضرور کہیں کہ اس قتل عام کو کرنے میں تمہاری یہ کوشش انتہائی سود مند ہو سکتی ہے۔ باقی تمام باتیں اس کے بعد کچھ عمارتیں کی۔ پلے تو ہم اس نئے سلسلے سے نمٹ لیں۔ ویسے میں اپنے غلوہ پر بیان با نکل مطمئن ہوں۔ میں نے اپنے لیے جگہ بنالی ہے۔ اور کسی کچھ میرے اوپر شک نہیں ہو سکا ہے۔ کتاب تم سے بلور کا کا تراشہ بند ہوں۔“

”یہ ابھی مشکل ہے سمیو تو رائے ہو سکتا ہے یہاں ہوگا میں تباری ملاقات ہی نہ ہو، میں نے کسی خیال کے تحت کہا۔

”بہن نہیں سمجھا۔“

”ابھی میں تمہیں سمجھا بھی نہیں سکا سمیو تو رائے بس تمہیں یہ اطمینان دلانا ضروری تھا، اور اس لیے میں تم سے ذہنی رابطے کی کوشش کر رہا تھا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں انتظار کروں گا۔ ویسے صورت حال سے میں خود بھی باخبر ہوں گا۔ سمیو تو رائے میں نے ذہنی رابطہ قائم کر دیا، اس وقت اس سے زیادہ تشکو کا نام سب نہیں تھا اور میں خود بھی الجھا ہوا تھا۔

بجرات کا جانے کو نہا پھر تھا جب ہستی میں ہنگامہ آرائی کی آواز سنائی دی، چیخ، پکار، شور و غل کی آوازوں نے ہستی کے لوگوں کو جگانا شروع کر دیا تھا میں خود بھی باہر گیا میرے محافظ جو بیڑے کے گرد گھوم رہے تھے۔ میں نے ان سے اس شور و غل کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے معذوری کا اظہار کر دیا تب میں نے دو محافظوں کو صورت حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا اور محافظ دوڑ گئے۔ میں انتظار کرنا رہا۔ ویسے تو رات بہت اذنانہ مجھے مزہ تھا کہ

یہ شور و غل کس سلسلے میں ہے، لیکن سن بات نے کیا کاروائی کی ہے اس کا مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ محافظ کا ذہن میرے بعد واپس آئے ان کے چہرے اترے ہوئے تھے۔

”ہاتیاں کیا ہوا ہے سردار کوئی بات سمجھیں نہیں آتی لوگ مختلف قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ سن بات نے آدمی قتل و غارت گری کیسے چھوڑے ہیں۔ لیکن واضح طور پر کسی نے کچھ نہیں بتایا میں اب صبح ہونے والی ہے، ہمارے بہت سے ساتھی اور اصرار صورت حال معلوم کرنے کے لیے دوڑ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر سردار کو کوئی خاص علم ہو تو ہمیں دے دیا جائے۔“

”میں خود صورت حال کا جائزہ لوں گا، میں نے کہا۔

سردار کی حیثیت سے اپنے چھو بیڑے میں چھپے رہنا مناسب بات نہیں تھی۔ کیونکہ ہر طور پر میرے شلنے پر اس قبیلے میں امن و امان کی دھڑائی تھی۔ میں تیار ہو کر باہر نکل گیا، مشرق میں بے بیٹ رہی تھی۔ باہر نکل کر میں نے اپنے محافظوں کو جمع کیا اور پھر صورت حال معلوم کرنے کے لیے نکل گیا۔

شور و غل کی آواز میں ہوگا قاتل کے جوبنی حصے سے آرہی تھیں اور میری حصے یا خونوں کی رہا باش گاہ کا تھا۔ میری وہ خانقاہ تھی جہاں یا خونوں فرسٹ تھا۔ میر نے اسے خانقاہ کی طرف رخ کیا یہ حقیقت تھی کہ متعدد پرہت اور کاہن خانقاہ کے سامنے مردہ پڑے ہوئے تھے۔ سن بات نظر نہیں آ رہا تھا ادا اب کو دور سر لوگ بھی غالباً یہاں سے چلے گئے۔ سگامہ آرائی کی آوازیں اب بند ہو گئی تھیں۔ گاہنوں اور بیڑوں کی لاشیں دیکھ کر محافظوں کے چہرے خوف سے سڑک گئے۔ میں نے خود بھی حیرت سے ایک ایک کاہن کی لاش دیکھی اور پھر خانقاہ میں داخل ہو گیا۔ خانقاہ میں خون ہی خون کھرا ہوا تھا۔ غالباً سن بات نے اس خانقاہ میں رہنے والے ہر شخص کو قتل کر دیا تھا۔ یا خونوں کی لاش ان لوگوں میں نظر نہیں آ رہی تھی، لیکن اس کے قریبی لوگوں کو میں دیکھ چکا تھا۔

اداب اس بات میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ سن بات نے دلوائی کے عالم میں خود ہی شروع کر دی ہے۔ میں تمام قبیلے کا پیکر لگانے کے بعد واپس اپنے چھو بیڑے پر پہنچ گیا۔ پورے قبیلے میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ اور لوگ صورت حال جاننے کے لیے بے چین تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کے چہروں پر سوالیہ تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔ لیکن کسی نے آگے بڑھ کر مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔

میں اپنے چھو بیڑے پر پہنچا تو وہاں ہر جہی بہت سے لوگ موجود تھے۔ یہ سب قبیلے کے معززین اور بزرگ تھے وہ مجھ سے

اس صورت حال کے بارے میں استفسار کرنے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ شاید خانقاہ پر کوئی تباہی نازل ہوئی ہے۔ متعدد کاہن اور پرہت مردہ پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا قاتل کون ہے، یہ ابھی تک علم میں نہیں آ سکا۔ قتل و غارت گری کرنے والے دوپوش ہو گئے ہیں۔

”کیا خانقاہ پر حملہ نیک شگون ہے، وہ کون بد بخت ہے، جس نے خانقاہ پر حملہ کر کے قتل و غارت گری کی ہے؟“

اسی وقت ایک غلط سا اٹھا اور اس نے دیکھا کہ سن بات اپنے لیے شاد سار تھاہوں کے ساتھ ہاتھوں میں خون آلود کھلاڑے اٹھا ہلے لیے ہوئے اسی طرف آ رہا تھا، اس کے عقب میں شاید سوویتا بھی تھی۔ سوویتا کو زندہ دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں پریشانی کے تاثرات ابھرے، لیکن پھر میں نے صورت حال کو سمجھا

کی اپنے طور پر تیاریاں کر لیں۔ سن بات میرے سامنے پہنچا اس نے اپنا خون آلود کھلاڑا میرے پیروں کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔

”معزز سردار، معظّم سانگ جو میں نے تیرے خلاف بناوٹ نہیں کی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میرا خون آلود کھلاڑا تیرے قدموں میں موجود ہے۔ اور یہی نہیں۔ میرے ساتھ جتنے بھی لوگ ہیں یہ سب تیرے اطاعت گزار ہیں۔ لیکن میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، میں نے اس کا عھان خود ہی کر لیا ہے۔ اگر اسے حرم تصور کیا جا سکتا ہے تو میں اس کی سزا جھکنے کے لیے تیار ہوں، اسے دیکھ اس لڑکی کو دیکھ جسے سن تیری بیوی کی حیثیت سے تیری زندگی میں شامل کر دیا تھا، میری لکونی بیوی میری زندگی بھر کا شوق یا خونوں کی سازش کا شکار ہو گئی۔ یا خونوں نے اسے ہلاک کر دیا، ادا ایک نقلی لڑکی کو میری بیوی کی حیثیت سے تیرے پاس پہنچا دیا۔ اسے دیکھ تیری یہ بیوی، میری بیوی لونی سن نہیں ہے بلکہ کوئی اور لڑکی ہے جسے یا خونوں نے اپنے مذموم مقصد کے لیے استعمال کیا۔ مجھے بہت پہلے سے علم تھا، معزز سردار، کو طول عمر سے ہوگا قبیلہ یا خونوں کی سازشوں کا شکار رہا ہے۔ میں نے بار بار ہواگا کے لوگوں کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی، لیکن ہونٹ سے بد بخت نے اس طرح ان پر اپنا اثر قائم کر رکھا تھا کہ کوئی میری بات سننے کے لیے تیار نہیں تھا اور جب یا خونوں کا خون با تھ میرے گریبان تک پہنچ گیا تو میں نے لوگوں کا تصور ذہن سے ختم کر دیا۔ میں نے خود اپنا فیصلہ کر لیا اور اس وقت جو گا میں ایک بھی پرہت مذموم نہیں ہے۔ ہاں یہ بہت ضروری تھا معزز سردار، یہ بہت ضروری تھا۔ یا خونوں اپنی دستہ خیز لوگوں میں اتنا ذمہ بن گیا تھا کہ اس کی نقیض کر میں بتاؤں تو کو یقین نہیں کرے گا۔ آج میں نے اس کی تمام باتوں کا اٹھا اس

سے لے لیا ہے۔ اور اب میں تیرے سامنے ایک مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں۔ یہ دیکھ اس لڑکی کا اصل چہرہ دیکھو، سن بات نے سوویتا کے سر کے بالوں کو بڑھ کر پوری قوت سے انہیں کھینچ لیا اور سوویتا کے حلق سے ایک بیج نکل گئی اب اس کا اصل چہرہ سب کے سامنے تھا۔ لوگ حیرت زدہ گئے۔

سن بات نے کہا: ”میں نے غلط نہیں کہا تھا اور اس کا ثبوت میں نے پیش کر دیا میں مجرم نہیں ہوں سانگ جو، میں تیرا دوست تیرا مدد دہن، لیکن آہ میرے دل کو دنیا اجاڑ دی گئی، مجھے اٹھا کے لیے مجبور کیا گیا۔ اور میں نے اپنا انتقام لے لیا۔ آج یا خونوں اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں نے اس کی لاش کے ٹکڑے کے ٹکڑے کے باہر بیازوں میں پھینک دیا ہے اور میں ہر اس شخص کو قتل کر دینا چاہتا ہوں جو کہ یا خونوں کے حق میں آواز اٹھائے۔ یہ لڑکی جس نے میری بیوی کی جگہ لی ہے، میں نے موت اس لیے اب تک زندہ رکھی ہے کہ اس کی نقل تیرے سامنے پیش کروں۔“

سوویتا کے حلق سے ایک دلزدہ چیخ نکل۔ مجھے بچاؤ گاڑالی مجھے بچاؤ، وہ بے اختیار میری طرف دوڑی، لیکن اسی وقت سن بات نے اپنے قریب کھڑے ہوئے شخص کے ہاتھ سے کھلاڑا لے کر پوری قوت سے سوویتا کی طرف پھینک کر مارا، کھلاڑا سوویتا کی گردن میں پھنٹ کی طرف سے پیوست ہو گیا، ادا اس نے سوویتا کے نازک بدن میں پوری طرح گھر کر لیا۔ سوویتا کے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھے ادا اس کے بعد ایک اسیخ اس کے منہ سے برآمد ہوئی اور پھر وہ اوندھے منہ بیٹے آرہی، میں نے آنکھیں بند کر کے ایک گری سٹن ل۔ میرا دل خیاں تھا کہ سوویتا کی اصلیت معلوم ہوتے ہی سن بات اسے قتل کر دے گا، لیکن وہ اسے زندہ یہاں تک لایا تھا میں سنا کہ داجہ زکا ہوں سے سوویتا کو دم توڑتے ہوئے دیکھا تھا اس حادثے نے ادا اس کی شدید نوعیت سے مجھے ذہنی اور جسمانی طور پر شل کر کے رکھ دیا۔

سن بات آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔ میں ظالم یا خونوں کی درندگی کا شکار ہوا ہوں۔ مجھے انصاف چاہیے معزز سردار مجھے انصاف چاہیے۔“

”ہم اس کا فیصلہ معززین سے مشورے کے بعد کریں گے۔ تم واپس جاؤ سن بات، ہم بہت جلد تم سے ملاقات کریں گے۔ میں نے تجھے کس طرح خود پر کا تو پا تے ہوئے کہا۔

میں نے اندازہ لگایا تھا کہ سوویتا سرکچی ہے۔ انہوں کو میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ یا خونوں سن بات کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ سن بات کے سامنے قبیلے والوں کو خود فیصلہ کرنا تھا کہ وہ کیا کریں گے

میرا کہتا ہوں ہی مختلف تھا۔ لوگوں میں جنگا م آرائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اس وقت کوئی نہیں تھا جو نجات کے اس فعل کی مذمت کرے۔ سب جانتے تھے کہ سن یات بھی سخی خونریزی سے گزر رہی تھی۔ اس میں واپس اپنے جموں پڑے میں آ گیا۔ میرے بدن میں ہلکی سی لپکھا ہٹ تھی۔ اب اس پر وگرا م کے دوسرے مرحلے پر عمل کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ ٹرانسپیرینٹ لیا، جسے استعمال کرنے سے مجھے منع کر دیا گیا تھا کہ میں اس پر پروفیسر زیٹال سے رابطہ قائم نہ کروں سوائے کسی شدید ضرورت کے۔ لیکن اب صورتحال بالکل مختلف تھی۔ میں جانتا تھا کہ میرا موجود لوگوں میں سے کسی لائقیت کی طور پر زیٹال کے آدمی ہوں گے۔ جو کلاس کے ساتھی میرا خاصیت تھے۔ فوراً اپنی زیٹال کو اس بار سے میں اطلاع پہنچ جانے کی چنانچہ اس سے قبل کیوں نہیں خود ہی اس بات کا اظہار اس سے کر دوں۔ چنانچہ صورتحال کے پیش نظر میں نے پروفیسر زیٹال سے رابطہ قائم کیا۔ اور چند لمحات کے بعد اس کی آواز ابھری: "ہیلو زیٹال"

"ہیلو زیٹال، میں گناہی لیل رہا ہوں"

"ادہ مسٹر گناہی شہریت، مجھ سے گفتگو کی ضرورت کیوں پیش آنی چکے ہیں نے"

"مغضب ہو گیا ہے مسٹر زیٹال۔ اتنا خوفناک واقعہ ہو گیا ہے کہ آپ تصور نہیں کر سکتے"

"دیکھا ہوا براہ کرم جلدی بناؤ"

"مسٹر زیٹال مجھے آپ کو بلا اطلاع دیتے ہوئے انتہائی انصاف سے یونٹیا کو قتل کر دیا گیا ہے" دوسری طرف سے ہلکی سی آواز آئی جس سے یہ اندازہ ہوا تھا کہ ٹرانسپیر پروفیسر زیٹال کے ہاتھ سے گر گیا ہے۔ پھر اس کی بھرائی ہوئی آواز سنا دی۔

"کیا کہہ رہے ہو، پچھلے کبھی میری سماعت میرا ساتھ نہیں دے رہی، کیا کہہ رہے ہو، کیا کہہ رہے ہو۔ کیا بکواس ہے یہ؟"

"ہاں۔ پروفیسر زیٹال وحشیوں کی اس بیٹی میں تم نے اپنی بیٹی کے مختلف کسے کوئی متعلق بندہ دست نہیں کیا تھا تم نے ایک پر وگرا م پر عمل تو کر ڈالا تھا۔ لیکن اس کے لیے ایسی کارروائیاں نہیں کی تھیں، جس سے میری اور سونیٹا کی حفاظت ہو سکتی۔ میں اس تمام حادثے کا ذمہ دار نہیں قرار دیتا ہوں"

"ہو گیا، کیا ہوا، جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا بالکل درست ہے کیا سونیٹا مر چکی ہے، یا زخمی ہے، کیا ہوا ہے اسے براہ کرم جلدی سے بتاؤ"

"کیا بہتر نہیں ہوگا سمبولورا کہ اب کسی بھی شکل میں میری قربت میں بیخ جاوے گا میں نہیں جانتا کہ مجھے کسے وقت ان راستوں کی طرف نکل جانا پڑے۔ تم مجھے پر نگاہ رکھو"

"لیکن تم سروا کے جموں پڑے میں ہو"

"ہاں"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ جب تم باہر نکلو گے تو میں تم سے اتفاق میں رہوں گا"

"لیکن سمبولورا تمہیں اپنی حفاظت بھی کرنا ہوتی؟"

"ہوا میں میری حفاظت کرتی ہے میری نگرانی کرو۔ سمبولورا نے جواب دیا اور میں نے اس سے ذہنی رابطہ قائم کر دیا۔

وقت کا ایک ایک لمحہ سستی خیز تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ جو یا شوٹن کے قتل کے بعد میرا کیا حالات پیدا ہوں گے۔ لیکن یہ محسوس ہوتا تھا کہ سن یات ہوگا قبیلے میں بہت زیادہ قوت رکھتا ہے۔ اور اس کا اظہار ریشاٹوں میں مجھ سے کر رہا تھا بہر طور ہوگا کی تاریخ تبدیل ہوتی تھی۔ اور اس کے نکلنے کا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ دیکھ رہی تھی کہ ہوگا قبیلے کے بہت سے معززین میرے جموں پڑے کے قریب بیخ گئے اور انہوں نے مجھ سے گفتگو کی اجازت مانگی۔ میں ان کے درمیان بیخ گیا تھا۔ یہ گویا سروا کا اظہار تھا۔ تمام جس سے خوف سے ششے سکتے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"معزز سانگ جو جو کچھ بولا ہے اس سے پہلے قبیلے کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ روحانی پیشوا اور جلدی جیٹیا کو دودھ کرنے والے یا شوٹن کے قتل کے بعد اب ہم بے سہارا رہ گئے ہیں۔ کیا سن یات کے بارے میں تو نے کوئی فیصلہ کیا۔ معزز سروا۔ کیا سن یات قبیلے وحشی جنگجو کو اس کی کارروائیوں کے لیے ایسے ہی چھوڑ دینا مناسب ہوگا۔ اس سے الزام لگایا ہے کہ جو یا شوٹن نے اس کی بیٹی کو قتل کر کے ایک اور لڑکی کو اس کا ہمشکل بنایا اور تیری غلطی میں بیخ دیا اور کیا تو نہیں بتا سکتا ہے معزز سروا کہ با شوٹن نے ایسا کیوں کیا"

"سن یات ہی اس سلسلے میں ہماری بہتر بھائی کر سکتا ہے۔ جہاں تک میرے ذہن کی رسائی کا سوال ہے تو اس کی طرف ایک ہی وجہ نظر آتی ہے وہ یہ کہ جو یا شوٹن اس لڑکی کے ذہیلے میرے اور سن یات کے درمیان قائم ہونے والے تعلقات کا اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ لیکن یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس لڑکی کو با شوٹن ہی نے میرے پاس بھیجا تھا۔ ممکن ہے کسی اور کے ذہیلے یہ حیثیت اختیار کر کے وہ لڑکی بھجوا دے۔ یا یہ

"مجھے انصاف ہے پروفیسر زیٹال کہ اس کی لاش بھی میری تامل میں نہیں ہے۔ میں ذہنی طور پر اس قدر ریشاٹا ہوں کہ میں بتا ہی نہیں سکتا۔ مجھے مشورہ دے پروفیسر زیٹال کہ مجھے کیا کرنا چاہیے میرا تو سروا کا بھلی بیٹی ہو گیا۔ جو کارروائی تم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بالکل ہی سخی صورت حال اختیار کر گئی"

"سنیٹا کے قاتلوں کو معاف نہیں کیا جا بیگا میں ان جنگیوں کو اس کا قاتل نہیں سمجھتا۔ اصل قاتل وہ ہیں جنہوں نے سونیٹا کے خلاف جوائی سازش کی۔ نہیں گا زالی نہیں۔ میں اپنی بیٹی کے تم کو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا۔ تم فوراً واپس آ جاؤ گا زالی۔ اب تمہاری دہاں ضرورت نہیں ہے۔ پر وگرا م اب وہ نہیں ہوگا جو تھا۔ واپس آ جاؤ گا زالی۔ واپس آ جاؤ۔ مجھے اب ان لوگوں کی قتل و غارت گری سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم واپس آ جاؤ جب تم اس راستے سے دوسری سمت پہنچو گے تو تمہارا انتظار کروں گا۔ کہ صحیح صورت حال سے واقفیت ہو سکے جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اُس کے لیے انہیں اتنی بدترین سزا چھلکانا ہوتی کہ وہ ساری زندگی یاد رکھیں گے۔ تم واپس آ جاؤ گا زالی۔ پروفیسر زیٹال بھوٹ بھوٹ کر دوڑا اور اس کے بعد اس نے اپنی ہی طرف سے ٹرانسپیر کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

صورتحال کسی حد تک بہتر نہ ہو سکی۔ باہر جنگا م آرائیاں ہو رہی تھیں۔ مجھ سے واپس آنے کے لیے کہا گیا تھا چنانچہ مجھے اس سلسلے میں کافی محنت کرنی تھی۔ لیکن اس سے پہلے سمبولورا سے ذہنی رابطہ قائم کرنا ضروری تھا۔ میں نے اس کی کوششیں شروع کر دیں۔ حالانکہ باہر انتہائی تھا۔ لیکن کسی نہ کسی طرح میں اپنے ذہن کو مجتمع کر کے سمبولورا کے ذہن تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور سمبولورا کی آواز ابھری۔

"ہاں میں سن چکا ہوں، ہاؤس حد تک دیکھ چکا ہوں، اور مجھے تمہارا انتظار تھا"

"سمبولورا پروفیسر زیٹال کا تعارف میں تم سے کیا چکا ہوں۔ اسی کی سازش کے تحت میں اس سمت آیا تھا۔ اب واپس جا رہا ہوں اور میرا خیال ہے آج رات میں واپس واپس ہی کے سروا میں ہوں گا نہیں بھی، اس راستے سے واپس بیخ جانا چاہیے۔ اپنے لیے پھر کسی ایسی رہائش گاہ کا بندوبست کرو۔ جہاں میں تم سے رابطہ قائم کر لوں"

"سنو گا زالی، سنو، اب تم مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش مت کرنا۔ بلکہ یہ خود ہی تم پر نگاہ رکھوں گا۔ بس مجھے اتنا بتا دو کہ تم کس وقت اس راستے سے برصورت ہو جاؤ گے؟"

"تو سونیٹا ماری گئی۔ میری زندگی ختم ہو گئی۔ بہت بڑا نقصان ہوا ہے مجھے۔ ناقابل تلافی نقصان۔ اور اس نقصان نے میری زندگی کا رخ ہی بدل دیا ہے۔ گا زالی سونیٹا کی لاش کہاں ہے؟"

بھی ممکن ہے۔ سن بیات نے خود ہی اپنی لڑکی کو کہیں پوشیدہ کر دیا ہو۔ اور یا شوخوں سے لبتی کسی بیانی دشمنی کا بدلہ لینے کے لیے اس پر لڑاؤ لگایا ہو؟

”ہم بھی یہ ہی گمانا چاہتے ہیں۔ معزز سائیک جو فیصلہ کرتا تیرے ہاتھوں سے ہے۔ لیکن فیصلہ کرنے سے پہلے ہتھیار ہوگا کہ اصل صورتحال کو جاننے کے لیے“

”میں یہ ہی کوشش کر رہا ہوں۔ اور اس لیے میں اپنے جھوٹے پڑے میں بند بیٹھا ہوا تھا۔ میں اب کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔ تم لوگ آگے ہو میں تمہیں محض آمدید کہتا ہوں اور تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی مناسب کارروائی ہو کر رہے گی۔ چنانچہ تم انتظار کرو“

”ہم ہر بات تھے۔ ہم ہر پریشان تھے۔ معزز سردار! ہم روحانی پیٹنٹ کے قتل کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ خواہ اس کے لیے قبیلے میں خون کی ندیاں کیوں نہ بہ جائیں۔ ہماری رہنمائی کو معزز سردار ہماری رہنمائی کرو“

”سنو میرے قبیلے کے لوگو۔ میرے دوستو، میرے معززو، ایک بات غور سے سنو۔ برائی کے جواب میں برائی کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ تم سن بیات کو قتل کرنے کی کوشش کرو گے۔ وہ اپنے آڈیوں کے ذریعے تم سے جنگ کرے گا۔ جو کتا قبائل کے بے شمار لوگ مارے جائیں گے۔ میں یہ نہیں چاہتا۔ میں کسی قیمت پر یہ نہیں چاہتا۔ مجھے تحقیقات کرنے دو۔ اگر سن بیات مجرم نکلا اور جو یا شوخوں کو اس نے اپنی کسی وحشت کی نظر کیا ہے تو پھر سن بیات کو اس کی جواب دہی کرنا ہوگی اور اس لیے اگر تمہیں اس سے جنگ کرنا پڑی تو ہم مشترکہ طور پر ایک میچ بات کے لیے جنگ کریں گے۔ لیکن وقت سے پہلے جو کچھ اس نے کر ڈالا اس کے جواب میں وہی سب کچھ تمہیں کرنا زیب نہیں دیتا۔ اور میں اس کی اجازت کسی کو نہیں دوں گا“

”ہم تجھے نغادوں کریں گے معزز سردار۔ لیکن ہماری رہنمائی ضروری ہے۔ ہمارے دلوں میں انتقام کا جوش موجزن ہے اور ہم سن بیات کو اس وحشت کے لیے کھلا نہیں چھوڑ سکتے۔ اسے جواب دہی کرنا ہوگی کہ اس نے قبیلے کا قانون اپنے ہاتھوں میں کیوں لیا؟“

”ہاں اسے جواب دہی کرنا ہوگی۔ لیکن اس کے لئے تمہیں بھی وقت کا استیلا کرنا چاہیے۔ میں کل دن کی مدد میں تم سے اس موضوع پر کوئی بات کر دوں گا“

”تم آؤ گے ضامن ہو کر گئے تھے۔ میں نے انہیں اس رات کے لیے نال دیا تھا اور حقیقتاً یہ رات میرے لیے جڑے ہی استیمان

کی مدت تھی۔ یہاں سے خیریت کے ساتھ نکل کر دینی کی سرحدوں میں پہنچ جاؤں۔ اس کے بعد کم از کم یہ تو ہوگا کہ قبیلے کے لوگوں کو بے وقوف نہیں بنا پڑے گا۔ اور اس طرح میں کب تک امنیں احمق بنا سکتا تھا۔ ان فسادات کی لپیٹ میں مجھے خود بھی آنا تھا۔ کیونکہ میرا فیصلہ کسی نہ کسی شخصیت کے خلاف تو ہوتا ہی۔ اور سن بیات کی شخصیت کے بارے میں تو مجھے اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ بہر طور ہوگا کہ بے بے شمار مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن مجھے یہی بات ہے۔ صرف اپنے مسئلے کی فکر تھی۔ ذہن پر زور دے کر کوئی فیصلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ کسی چیز کو ذہن کا جاسکا ہے۔ وہ تو اب میری جھوٹی کے حلقوں میں لگڑوں کی شکل میں جی ہوئی تھی۔

اسے عجیب و غریب واقعات سے گزرتا رہا تھا کہ اب جیڑنہ بھی نہیں ہو جاتا تھا۔ شروع ہی سے اس وقت سے جب سے پورے بابائی صورت دکھائی تھی۔ مجھ پر صیبتوں کا نزل ہو گیا تھا۔ ایک کے بعد ایک اچھی ہوئی بات، اچھے ہوئے واقعات، اچھے ہوئے حادثے، اور ان حادثوں کے نتیجے میں مجھے کہاں سے کہاں پہنچنا پڑا تھا۔ اور اب سمبوتورا کتا تھا کہ وہ ساموں سے کسی قبیلے کا باشندہ ہے۔ یہ ساموں کو سن سے قبیلے کا نام ہے۔ اور یہ قبیلہ کہاں آباد ہے اس کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں تھا۔ لیکن یہ بد بخت قبیلہ اس طرح دنیا گردی کرتا کیوں پھر رہا ہے۔ لوہے یا باکا مسلیا ہے۔ گوئین کی حیثیت کیا ہے، یہ لوگ کیا جانتے ہیں، دینی کا مقصد کیا ہے، یہ ساری باتیں اچھی تک سمجھنا نہیں تھیں۔ جبکہ موت باپا میرے قریب سے گزر جاتی تھی، اور کوئی بھی لمحہ میری زندگی کا حاتمہ کر سکتا تھا۔ ہر بار یہی محسوس ہوتا تھا کہ اب چنانچہ مشکل ہوگا لیکن زندگی مسلسل جدوجہد کر رہی تھی۔ اور یہ زندگی کسی کی زندگی نہیں تھی۔ بس تقدیر ہی مجھے بھی لیتی تھی۔ شام ہوئی، یا اس کے حالات کا کوئی اندازہ نہیں ہو پاتا تھا۔ بہر طور جب فضا میں دھندلا نہیں

اچھرائیں تو میں نے اپنی گالچھوڑی میں باہر نکل آیا اس وقت میں نے اپنے جان پر سرداری کا لباس نہیں پہنا ہوا تھا بلکہ جوگا قبیلے کے عام لوگوں کے لباس میں تھا۔ باہر موجود ممالکوں نے مجھے تعظیم دی اور میرے ساتھ چلنے لگے۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ وہ اپنی جگہ قیام کریں۔ میں اپنے غور پر کسی کام جا رہا ہوں۔ عام لوگوں میں شامل ہونا فاضل کا تھا۔ لیکن بہر طور میں نے ایسے راستے اختیار کیے جن کی وجہ سے میں لوگوں کی نگاہوں میں نہ رہ سکوں۔ میری نظروں میں اطراف میں بھی جھٹک رہی تھی۔ میں اندازہ لگا رہا تھا کہ کوئی میرا تعاقب تو نہیں کر رہا۔ کم از کم سمبوتورا کی موجودگی

ذہنی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے سمبوتورا کو اس پورے سفر کے دوران نہیں دیکھا۔ میں رفتہ رفتہ اسی سمت بڑھ رہا تھا۔ جس سمت سے یہاں تک پہنچا تھا۔ وہ رات بچے آج بھی اچھی طرح یاد تھے اور میں انہیں ذہن میں دہرائتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جھوٹی دہرے کے بعد ہی مجھے احساس ہو گیا کہ کسی کو میرے اس سمت آنے کا اندازہ نہیں ہو سکا ہے۔ نہ ہی سمبوتورا نظر آ رہا تھا۔ سمبوتورا کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ تھا۔ لیکن اس پریشانی کا کوئی حل نہیں تھا اس وقت میرے پاس۔ اگر کسی رک کر اس سے ذہنی رابطہ قائم کرتا تو اس میں کافی وقت لگ سکتا تھا۔ اس وقت میرے لئے ضروری تھا کہ ہوگا قبیلے کی سرحدوں سے کسی نہ کسی طرح دھڑنکل جاؤں۔ وہ سفر خاصا دشوار گزار تھا اور جس انداز میں کیا گیا تھا اس انداز میں اب نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اب مجھے اپنی ہی قوتوں سے کام لینا تھا۔ چنانچہ میں طویل مسافت سے لڑنے کے آخر کار اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں سے پانی کے ذریعے مجھے دوسری طرف پہنچنا تھا۔ آہ میری زندگی کا مشکل ترین مرحلہ تھا۔ اور اس مرحلے کو نہ جانے کس طرح میں سے عبور کیا۔ میرا دل ہی جانتا ہے۔ ذہنی قوتیں بار بار ساتھ چھوڑ گئیں تھیں۔ جسمانی قوتوں سے بھی ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن زندگی تھی، ایک جدوجہد تھی۔ ہنوز تک اعصاب کو متحرک کئے ہوئے تھی۔ اور اس جدوجہد نے ہلا کر مجھے کامیابی سے بھنگا کر دیا اور میں دوسری سمت پہنچ گیا۔ گویا اب میں ہوگا کی سرحد سے باہر تھا۔ دوسری سمت پہنچ کر جب میں اپنی جگہ سے برآمد ہوا تو میرے جسم پر ایک عجیب سی روشنی پڑی، پہلے رنگ کی اس روشنی میں شاید مجھے دیکھا جاتا تھا اور پھر جو شخصیت میرے قریب پہنچی وہ پروفیسر زیڈل کی تھی۔ زیڈل میرے سامنے آٹھل ہوا تاریکی کی وجہ سے ان کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن میں اس کی گہری گہری سانسوں کو دہاتھا۔ جیڑل اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”آؤ میرے ساتھ آؤ، میں نے پروفیسر زیڈل سے گفتگو کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا اور پوری طرح محتاط رہنا چاہتا تھا۔“

چراغیہ میں اس کے ہاتھ تھکے تھے۔ ہمیں سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے اپنے اطراف میں کچھ اور جس قدموں کی آواز میں کئی سنیں نہیں۔ ایک مرتبہ تھکے پروفیسر زیڈل کے لئے گئے۔

”میں وہ میرے ہی آدمی ہیں۔ میں نے ہوگا سے اپنے ناکاسا تھیوں کو میناں بلا لیا ہے۔ اندوہ دن میں یہاں پہنچ گئے ہیں“

میں خاموشی سے پروفیسر زیڈل کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ خاصا طویل سفر ہے۔ گزرا ہوا تھا۔ اور جھوٹی دہرے کے بعد ہم دونوں ایک غار میں پہنچ گئے۔ یہ غار میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اچھی طرح تھی۔ پروفیسر زیڈل نے یہاں اپنے لیے بے شمار ٹھکانے بنا رکھے تھے۔ غار میں داخل ہونے کے بعد اس نے روشنی کی۔ یہاں نشستیں موجود تھیں وہ میرے سامنے ہی ایک نشست پر بیٹھ گیا اور مزوہ انداز میں مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اب میں اس کی صورت دیکھ سکتا تھا۔ میں نے بھی اپنے جیسے پریشانی مندوانڈ کے آثار پیدا کر لیے تھے۔ چند لمحات کا مدد دینے کے بعد پروفیسر زیڈل نے کہا۔

”جب وہ غمناک تحویل میں پہنچ گئی تھی تو کیا تم پر لازم نہیں تھا کہ اس کا تحفظ بھی کرتے؟“

”مجھے اس کا اندیشہ نہیں تھا۔ پروفیسر زیڈل کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کیا جائے گا کہ وہ بالکل میری اہل علمی میں سن بیات کے پاس سے میرے پاس آئی تھی۔ اور پھر اس نے مجھ پر اپنا اٹھارہ کر دیا تھا۔ اس لیے میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ سن بیات آئے اپنی بیٹی ہی سمجھتا ہے۔ سن بیات کے طلب کرنے پر وہ اس کے پاس گئی تھی۔ حالانکہ وہ خوفزدہ تھی۔ اس نے کہا تھا مجھ سے کہ سن بیات کے سامنے جاتے ہوئے اسے عجیب سے احساسات سے گزرتا رہتا ہے۔ لیکن بہر طور یہ ضروری تھا۔ چونکہ اچھی ہم سن بیات کے لیے کچھ بھی نہیں کر پاتے تھے۔ اگر مجھے اس کا شبہ ہو جاتا پروفیسر زیڈل کہ سن بیات کسی بھی وقت اس کی طرف سے مشکوک ہو سکتا ہے۔ تو میں سن بیات ہی کو ٹھکانے لگا دیتا۔ آہ آپ نہیں جانتے پروفیسر آپ نہیں جانتے۔ ان چند لمحات میں سوئیاں میرے دل میں ایک مقام حاصل کر لیا تھا۔ پروفیسر میں آپ کے سامنے یہ بات کہتے ہوئے شرمندہ ہوں کہ میں درحقیقت اسے چاہتے لگا تھا“

پروفیسر کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ یہ آنسو اس کے رخساروں کو ترس گئے۔ جھوٹی دہرے کا وہ دو چہرہ باہر دفن اس کی سسکیاں جاری ہوئیں۔ میں اپنی جگہ اٹھا اور اس کے قریب پہنچا۔ میں نے اسے دل لاسا دیتے ہوئے کہا۔

”کاش میں آپ کو اپنی کیفیت کے بارے میں بھی بتا سکتا پروفیسر وہ آپ کی بیٹی تھی۔ لیکن، میری آواز زرد ہو گئی اور پروفیسر چھوٹ چھوٹ کر رونے لگا۔“

میں اس وقت بہترین اداکاری کر رہا تھا اور یہ بلا کا ہی

میری زندگی کی عنایت تھی۔ ظالم کو نیٹا سے لے کر یاد بھی ہو سکتی تھی اور مجھے پروفیسر بڑیا ل سے کوئی ہمدردی بھی رہی تھی۔ اس وقت میں دنیا میں اس کا سب سے بڑا حامد بنا ہوا تھا۔ پروفیسر بڑیا ل دل کی بھڑاس نکالتا رہا اور پھر دفعتاً خاموش ہو گیا۔ میں نے اس کے پھرے کی طرف دلچسپی لیا۔ اس کی آنکھوں میں آہستہ آہستہ آگ سلگتی جا رہی تھی جہز لہمات کے بعد اس نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں۔ اور پھر سیدھا ہو کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔

”تو اس کا مطلب ہے بونا دینا اب قاعدہ میرے مقابلے پر آیا ہے۔ یہ نام اپنی میں نے پروفیسر بڑیا ل کی زبان سے سنا تھا۔ میں نہ سمجھنے والے انداز میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ لیکن دفعتاً میرے ذہن کا ایک خاردار سن ہو گیا تھا۔

جب پہلی ملاقات میں پروفیسر بڑیا ل مجھے دہلی کے بارے میں بتا رہا تھا تو اس کے منہ سے اچانک لفظ ”بونا“ نکلا تھا۔ اور اس کے بعد وہ دہلی کا نام لے دیا تھا۔ تو یہ، بونا دراصل بونا دینا تھا۔ لیکن بونا دینا کون تھا۔ اس کا جواب پروفیسر بڑیا ل ہی دے سکتا تھا۔ لیکن میرے نامزدوری تھا۔ کوئی بھی جلد باز سے نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ میں بدستور سوالیہ لگا ہوں سے لے کر دیکھتا رہا۔ تب پروفیسر نے کہا۔

”لیکن یہ اس نے اچھا نہیں کیا۔“

”بونا دینا کون ہے پروفیسر؟“ بلا آخر میں نے سوال کیا۔ پروفیسر خاموشی سے غامبی دلوار کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”بونا دینا کو اپنے زندگی کے سب سے بدترین وقت سے گزرنا ہو گا۔ میں اُسے صاف نہیں کر دلا گا۔ وہ بلاشبہ بہتر ہی شخصیت ہے۔ بہت زیادہ طاقتور ہے۔ وہ اس کے پاس، اس کے پاس نہ جانا ہے کسی کیسے بھی۔ عورتی قوتیں ہیں۔ لیکن اس نے سونیتا کے خلاف کارروائی کر کے اپنی بدستوری پر ہر گز گالی نہیں ہے۔“

پروفیسر تم سے ایک اجازت چاہتا ہوں۔ مجھے اس کا موقع دین پروفیسر کو سونیتا کے قاتلوں سے خود بدلے سکوں۔ میں بہت معمولی سا انسان ہوں۔ زندگی میں کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوا۔ میں نے اپنے خود پر اپنا ایک مقصد بنایا تھا۔ لیکن وہ سن بات کی بیٹی کی حیثیت سے میرے پاس آئی اور.....

دہا میں نے اسے پیشکش کی کہ وہ تمام خزانہ جو میرے علم میں ہے اس کے قدموں پر گنچا اور رکھتا ہوں۔ مجھے اب اس خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ابھی اس سلسلے میں دلچسپی باقی رہے گی، کیونکہ خزانے کو یہاں سے منتقل کرنے کے لیے دہلی کو شکست دینا ضروری ہے۔ یہ لوگ آپس میں الجھ مچا رہے ہیں۔ سب سے پہلا کام یہی کرنا ہے کہ خزانہ حاصل کر کے یہاں سے نکل جائیں گے۔ یہاں خونریزی ہوتی رہے گی اور ہم ان کو دھڑکے سے بہت دور نکل جائیں گے۔

”میں نے سونیتا سے یہ بھی کہا تھا کہ پروفیسر کو بتیہ پر ہر گز میری پروفیسر سے ملاقات ہو جائے اور میں خزانہ ان کی تحویل میں دے دوں اور ان سے کہوں کہ اب وہ میرے لیے بھی مناسب نہیں۔ لیکن پروفیسر جب مجھے اپنی زندگی کے سب سے قیمتی خزانہ پر دسترس حاصل ہوتی تو اسے مجھ سے چھین لیا گیا۔ ہاں پروفیسر اٹھو، میرے ساتھ چلو۔ میں نہیں وہ میرا تادوں جہاں وہ خزانہ مدفون ہے۔ راجا جہاں اُسے دہلی نے چھپا یا ہے۔ لیکن اس کے ڈر مجھے صرف ایک موقع تھا۔ صرف ایک موقع وہ مجھے پروفیسر کے میں اپنی سونیتا کے قاتلوں سے انتقام لے سکوں۔“

میرے پیچھے سے جوش و خروش ظاہر ہوا۔ پروفیسر نے میری شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے کہا۔

”یقیناً میں تمہیں ہی اس کا موقع دے دوں گا۔ بونا دینا کو بونا دینا کو بھی میں اس دکھ سے آشنا کروں گا۔ گا زالی جس کا خیال اس نے مجھے کیا ہے اور اس کے بعد اس کے بعد میں اس سے نمٹ لوں گا۔ ہاں یقیناً تمہیں اس کا حق حاصل ہے، کیونکہ سونیتا میں نے ملے طور پر تمہارے سپرد کر دیا تھا۔ آہ اس وقت میرے دل میں اس سے زیادہ خزانے کی وقت تھی مگر آج میرے دل کا خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ اب مجھے احساس ہوا ہے کہ اپنی بیٹی کو کھونٹے کے بعد مجھے کتنے ڈرے خسارے سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ سونیا کالالی میں تمہیں نام انقبضیل بتا دیتا ہوں۔ بونا دینا جنونی امریکہ کا باشندہ ہے۔ جنونی امریکہ میں وہ نزلے کی حیثیت رکھتا تھا۔ بہت ہی ہونٹا ک قسم کا دہشت گرد اور خوفناک مجرم۔ میرا اور اس کا تعلق پیرس کی تقریب میں ہوا جو میرے سر کے جرائم پیشہ افراد نے منعقد کی تھی۔ میرے ہاتھ بھی مختصر نہیں ہیں۔ فرانس اور اطالیہ، بیڑی لینڈ، مغربی برٹنی، یوگوسلاویہ میں پروفیسر بڑیا ل کو بہت اچھی طریق سے جانا بچانا چاہا ہے۔ بونا دینا کے گروہ سے ایک بلوگر کو بھی میں میری چھپکاش ہوئی تھی اور بونا دینا اپنے اٹھارہ ساتھیوں

سے محروم ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دل میں میرے لیے کیڑ رکھتا تھا لیکن پیرس میں میری یاد اس کی ملاقات ہمارے دوستی کا باعث بن گئی۔ بونا دینا نے میرے ساتھ اپنے مشترکہ مفادات کا سلسلہ شروع کیا اور چند معاملات میں ہم دونوں نے مل کر کام کیا۔ جس کے تحت ہمیں لاکھوں ڈالر کی آمدنی ہوئی اور ہم دونوں کا کافی قریب آ گئے۔ ان ہی دنوں دلڈی واسکاٹ کا کیس منظر عام پر آیا۔ بونا دینا نے حقیقت بہت بڑا مجرم ہے۔ اس نے ترم و سانس راستوں پر استوار کیا ہے اور اس کی تحویل میں چند ایسے سائنس دان موجود ہیں جہاں تہائی جہز ترمین لہزادات کرتے رہتے ہیں اس کے لیے۔ اس بنیاد پر وہ مجھ سے طاقتور تھا۔ لیکن میرے گروہ کی کارکردگی بھی معمولی نہیں تھی بونا دینا نے دلڈی واسکاٹ کا کیس کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس کی آگے نکل گیا۔ دوسری سمت میں بھی اس سے اپنے طویلہ واقفیت حاصل کر رہا تھا اور یہ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا کہ موٹ سوراٹ کا خزانہ دہلی کی تحویل میں ہے اور دہلی میں اس وقت بہت میں آباد ہے۔ چنانچہ جب ہم دونوں کی ملاقات ہوئی تو خود بونا دینا نے یہ پیشکش کر دی کہ میں اس کے ساتھ اس خزانے کے حصول میں شامل ہو سکتا ہوں۔ اس طرح ہمارے درمیان ایک مشترکہ معاہدہ ہوا اور ہم دونوں تمام ضروری اقدامات کے بعد اس سمت چلے۔ بہت سے طویل ترین فاصلے طے کر کے ہم بہت کے اس علاقے میں داخل ہوئے اور یہاں پہنچ کر بونا دینا نے اپنی سائنسی قوتوں سے یہ معلومات حاصل کیں کہ دہلی میں درحقیقت مقامی باشندہ نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق کسی ایسے گروہ سے ہے جسے ہم اس علاقے کا باشندہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ کسی پراسرار قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے ذہنوں میں ایک عجیب قوت پائی جاتی ہے۔ یہ تمام معلومات بونا دینا نے اپنے ساتھیوں کے ذریعے حاصل کی تھیں اس کے بعد اس نے دہلی کے ایک ایسے شخص کو بچا کر اور حقیقت دہلی کا خاص ساتھی تھا اور اس سے ملوٹا حاصل کرنے پر اسے تیار کیا کہ لوگ سامان کھلتے ہیں جب اس شخص کو سائنسی بنیادوں پر اس کے لیے مجبور کیا گیا کہ سامان کون ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے اور دہلی کا خزانہ کہاں پوشیدہ ہے تو اس کے دماغ کی تھیں بھٹ گئیں اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ لیکن بونا دینا کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وہ کسی سامان نامی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے اندر جو خاص قوتیں ہیں ہیں۔ وہ انہیں عام انسانوں سے ممتاز کرتی ہیں چنانچہ بونا دینا نے ایک جگہ کو اپنا مرکز بنا کر اپنی کارروائیوں کا آغاز کیا اور اس کے

ساتھیوں نے اس کے لیے ایسے ضائع میا کر دیے جن کی قیمت وہ سامان کو بچان سکتا تھا۔ اور پھر اپنا مینوبو لیکر باآ آخر وہ دہلی میں داخل ہو گیا۔ دہلی میں داخل ہونے کے لیے اس نے سائنسی قوتوں سے کام لیا تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد اس نے غاروں کو اپنا مسکن بنا لیا اور اس کے بعد سب سے پہلے اس نے یہاں ملکہ دہلی ہاؤس بنا کر ڈال دیا جو درحقیقت سامان ہے۔ دہلی کے بارے میں جو کئی منظر عام پر آئی تھی اس کے تحت یہ بات صاف تھی کہ دہلی میں اس خزانے کے بارے میں جانتی ہے جو موٹ سوراٹ میں موجود ہے پھر بہت میں منتقل ہو چکا ہے۔ لیکن اس عودت نے زبان میں کھولی اور اپنے آپ کا رشہ دیکھنے لپٹیں کر دیا۔ بونا دینا نے اسے ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے ہلاک کرنے کے بعد خزانے کے بارے میں اسے پتہ نہیں چل سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے دہلی کو تیار کر دیا اور اس کی جگہ اپنی بیٹی کو دہلی بنا کر منظر عام پر پیش کر دیا۔ یعنی دہلی قبیلے کو آج تک یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اصل دہلی قبیلہ کون ہے اور دہلی قبیلہ ان پر عمل کرتی رہی ہے۔ اس کے لیے بونا دینا نے انتہائی ہوشیاری سے کام کیا تھا اور میں ہر قدم پر اس کا ساتھ دیتا رہا تھا۔ میرے سپرد یہاں کچھ حفاظتی ذمہ داریاں ہیں۔ میرا پورا گروہ بھی دہلی کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ ہم لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ کسی بھی طرح موٹ سوراٹ کے خزانے کا ہمیں علم ہو جائے جس کے بارے میں کم از کم اندازہ ہم دونوں ہی کو ہو چکا ہے کہ وہ خزانہ اب موٹ سوراٹ میں نہیں ہے بلکہ بہت میں موجود ہے اور دہلی اس کے بارے میں جانتی ہے دہلی بہت سخت جان ہے اس نے وہ تمام اذیتیں باآسانی برداشت کر لی ہیں جو بونا دینا سے دے سکتا تھا۔ اور اس نے اپنی زبان نہیں کھولی لیکن بونا دینا کا یقین ہے کہ آخر کار کوئی نہ کوئی شخص ایسا ضرور مل جائے گا جسے جو خزانے تک اس کی رہنمائی کر دے گا۔ اور اسی امید پر وہ یہاں اپنی کلید داریاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس نے سامانوں پر ہر قسم کی باتیں تنگ کر دیا ہے۔ میں بھی اس کا شریک رہا تھا لیکن بونا دینا کی شخصیت میں حکمرانی ہے وہ اپنے آپ کو بہتر سمجھنے کا شوق ہے۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے اثرات پھر پھر بھی ظاہر کرنا شروع کر دیئے اور بالآخر مجھے یہ محسوس ہو گیا کہ خزانہ اس کو ملتا تو مل جاتا ہے تو وہ مجھے ایک غلطی قرار دے دے گا۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ میرے خلاف ہی سرگرم عمل ہو جائے۔ میرے کانوں میں کچھ ایسی باتیں بھی پہنچی تھیں کہ اگر خزانہ بونا دینا کے ہاتھ لگ گیا تو اس کے بعد

وہ دینی کے باشندوں کو میرے خلاف کھڑا کر دے گا۔ اور مجھے بلا خسران کے حال میں بھینسا کر خود یہاں سے نکل جائے گا۔ جب اس کی یہ سائنس میرے علم میں آئی تو میں نے اس سے اس سلسلے میں کوئی معلومات نہیں حاصل کیں بلکہ اپنے گھوڑے پر بٹے بچاؤ کی تیاریاں کرنے لگا اور اس نے اسے میں نے اپنی بیٹی سونیتا کو اپنا آکر کار بنایا۔ مجھے اس وقت تک کسی کامیابی کی امید نہیں تھی جب تک اپنا کام نہ مکمل کئے تھارے پاس سونے کے وہ سیکے پارکھے حیرت ہوئی اور اس کے بعد اس اور سونیتا میں کرم تھارے ذہن کو کھولنے کی کوشش کرنے سے۔ یہ حقیقت سے سرگرمی کر رہا اس وقت تم سے مختلف نہیں تھے لیکن بعد میں تم نے سوچا ہنسا کر گزرا نہ تھارے وہ پیرے پہنک پہنچ جائے تو ہمیں اس میں برا بھلا حصہ دار بنائیں گے اور اس کے بعد سونیتا کی سفارش پر ہمیں اسے ساتھ فرانس لے جاؤں گا جہاں میں سونیتا کو تمام زندگی کے لئے تھارے حوالے کر دوں گا اور تم خود سوچ سکتے ہو گا کہ اس کے بعد فرخا نہ صرف میری ملکیت نہ ہوتا بلکہ سارا کام سارا بخاری خول میں چلا جاتا کیونکہ میری زندگی میں میری بیٹی کے سوا اور کوئی نہیں تھا لیکن ایسا شانس کام کام میں انسان اپنی سب سے قیمتی شے کو کھو بیٹھے۔ اور میں اس نقصان سے دوچار ہو چکا ہوں۔ ہونا ونا اس قسم کا انسان ہے وہ بلاشبہ خطرناک آدمی ہے اور اس نے مجھے اپنے دست راست کی حیثیت سے استعمال کیا ہے لیکن وہ دنیا میں کسی بھی شخص کو اپنا چہرہ نہیں سمجھتا اس نے یہ بات بار بار کہی کہ اگر کسی نے اس سے ہمداری کرنے کی کوشش کی تو اسے اس ہمداری کے جواب میں ایسی بدترین سزا ملے گی کہ وہ نشوونما ہی نہیں کر سکتا اور اس قسم کی سزا میں وہ اکثر بچوں کو دے چکا ہے۔ وہ ان کے خلاف کھلے کھلا کوئی کلام ہی نہیں کر سکتا بلکہ ان کی کسی برائی کے جواب میں ایک ایسی برائی کو تخلیق کرتا ہے جو انہیں زندگی بھر کے لئے تھوڑے کے آس پاس لادے ایسے ہی افراد اس کے شکار ہو چکے ہیں لیکن اس نے مجھے بھی اس قسم میں لاکھڑا کیا۔ آہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔

یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ میں اس کے لیے کام ضرور کر رہا تھا۔ اور بلاشبہ میں نے اپنے طور پر ایک پروگرام ترتیب دیا تھا لیکن اس کے جواب میں اس کی یہ کارروائی انجام دے گا اور مجھ سے استفسار کر سکتا تھا۔ آہ میں تباہ ہو گیا ہوں

گازالی میں تباہ ہو گیا ہوں اور اُسے تباہ کیے بغیر میں چھوڑا گا۔ اور تم یہ بات جان چکے ہو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس کی بھی ایک بیٹی ہے اور اسی لڑکی کو اس نے وہ بیٹی کی حیثیت سے منظر عام پر پیش کیا ہے وہ لڑکی نہایت سادہ اور نہایت معصوم ہے۔ اس کی ذہنی قوتوں کو ایک خاص طرح پروردہ دیا گیا ہے اور جب وہ وہ بیٹی کی حیثیت سے منظر عام پر آئی ہے تو مشینی انداز میں وہی عمل دہرائی ہے جو بونا ونا نے سائنس دانوں سے اس کے ذہن میں محفوظ کر دیا ہے اور عام حالات میں وہ ایک سیدھی سادھی لڑکی ہے اور گزالی تم ایک پرکشش نوجوان ہو۔ اگر تم اپنی سائیرا نہ کوششوں سے اسے اپنے جال میں پھاس سکو تو میں بونا ونا کا وہ ہی جواب دے سکتا ہوں جو اس کے لیے مناسب ہے۔ میں اسے بھی اسی دکھ سے دوچار کرنا چاہتا ہوں کہ گزالی جو میرے سینے میں آسکا ہے۔ میں اس کو اسی کے انداز میں اس کی اس حرکت کی سزا دینا چاہتا ہوں۔ لیکن تم کو کیا تم اپنی سونیتا کے لیے یہ سب کرنا چاہتے ہو۔ کیا تم بونا ونا کو بونا ونا سے میری سونیتا کا انتقام لو گے۔ بونا ونا گزالی جواب دو۔

زیرا دل جذباتی ہو گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ جذبات میں کھو کر انسان اپنی سادھو بن کر کھو بیٹھتا ہے۔ وہ ایک اجنبی شخص پر اتنا بڑا اعتماد کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا تھا۔ میں نے بھی جذباتی لیجے میں کہا۔

میرا روال روال انتقام پکار رہا ہے پروفیسر زیرال میں ایک لمحے کے لیے بھی سونیتا کی صورت کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں کر سکا وہ اس طرح کس طرح اسے قتل کر دیا گیا۔ کاش میں تمہیں ان لمحات کی کیفیت بتا سکتا۔ "اب مجھے کچھ موت بتا دو۔ اب میں سراپا انتقام ہوں۔ میں صرف انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میں بونا ونا کو کوئی اس آگ میں جھلسانے کا خواہش مند ہوں۔ جس میں میں مل رہا ہوں۔"

"تو پھر وہ کچھ لو پروفیسر کہیں دل کی گرائیوں سے اس عمل کے لئے تھارے ساتھ ہوں لیکن میرے راستے کی رکاوٹوں کو دور کرنا تھا کام ہو گا۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ بونا ونا نے وہ بیٹی کو کہاں قید کر رکھا ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خود کہاں موجود ہے۔ اور وہ لڑکی۔" "یہ سب کچھ تھارے معلوم کرنے کی باتیں نہیں ہیں

آپ کی پسند

شوق آوارگی - ۵۰/-
مہر - ۵۰/-
داستان میرے جنوں کی - ۲۰/-
میری بیوی میری قاتل - ۲۰/-
میرا نام

اس کے لئے میں بھی تمام راستے مہیا کروں گا۔ پروفیسر زیرال کو بونا ونا نے اپنی سطح کا انسان نہیں سمجھا اور یہ بات اس نے بہت بعد میں واضح کی۔ ورنہ میں اسے بتاتا کہ میں کس سطح کا انسان ہوں۔ آج ہی وہ غلط فہمی کا شکار ہے اسے نہیں معلوم کہ میں نے اس کے ارد گرد کچھ کیا تیاریاں کر رکھی ہیں۔ غلط فہمیوں کے سرخس بونا ونا کو شاید اس بات کا گمان بھی نہیں ہو گا کہ نبت کا یہ ویرانہ ہی اس کا تیرستان ہے اور وہ وہاں سے اپنے ایک نئی آدمی کو زندہ دیکھا کہ وہ نہیں لے جا سکتا۔ پروفیسر زیرال کا عزم ہے۔ اور تم میرے شریک کار تھارے سینے کی آگ کا مجھے اندازہ ہے۔ لیکن اس آگ کو کبھی مدد ہم مت پورے دینا۔ دنیا کی کوئی کوشش کوئی شے اب نہیں سونیتا کے انتقام سے باز نہ رکھ سکے گی۔ "مجھ سے یہ سب کچھ مت کہو پروفیسر تم میری ذہنی کیفیتوں کا اندازہ صحیح طور پر نہیں کر پاؤ۔"

"تھیک ہے گزالی تھیک ہے تمام کرو۔ اس وقت تک آرام کرو جب تک میں تمہیں تمہاری منزل نہ دے دوں یہ ساری تیاریاں کرنے کے لیے مجھے وقت دے کر رہے ہونا چاہیے میری طرف سے غافل نہیں ہو گا۔ میرے لیے یہ سب کچھ کرنے کے بعد اسے کہ از کہ اس بات کا یقین تو ہو گا کہ اس نے بھڑوں کے جھٹے میں ہاتھ ڈال دیا ہے کوئی شکایت نہیں کروں گا اس سے۔ صرف اپنا کام کروں گا۔ صرف اپنا کام پروفیسر زیرال نے کہا۔ اور اس کے بعد وہ اٹھتا ہوا ہوا۔ "تمہیں کچھ وقت مہیا کرنا ہو گا۔ اس کے بعد میں تمہیں ان ہی غاروں میں پہنچا دوں گا جہاں میں نے ایک محفوظ جگہ بنا لی جوئی ہے وہ غار ہر طرح کے خدشے سے محفوظ ہے۔ اس وقت تک تم ان غاروں میں رہنا جب تک میں تمہیں بونا ونا کی بیٹی تک پہنچانے کے انتظامات نہ کر دوں۔"

"تھیک ہے پروفیسر میں یہاں مطمئن ہوں۔" میں نے کہا اور پروفیسر زیرال میرے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ میں سرسری نگاہ سے اس غار کا جائزہ لیتے گا لہذا ہر ماہ میں آرام کے لئے کوئی خاص جگہ نہیں تھی۔ اس چھوٹے سے جگہ میں جاسکتا تھا اور باقی یہاں کوئی آسائش نہیں تھی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ آدمی میرے پاس پہنچ گئے۔ اور انہوں نے مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ اس غار سے نکلنا یہاں اس کو کے قاتل پر ایک اور غار موجود تھی اور

اس کے دوسرے غار میں جسی وہ تمام آسائشیں فراہم کر دی تھی جنہیں جو تھوڑی دیر وقت گزارنے کے لیے ضروری ہو سکتی تھیں ایک خاص قسم کا بڑا کبوتر، چڑھا مڑھے ہوتے چند اسٹول، اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں جن میں سے ایک شخص نے مؤذب لیجے میں کہا۔

"ہم دونوں غار کے باہر موجود ہیں جناب۔ جس شے کی ضرورت ہو طلب فرمایا جیے۔ کیا آپ کے لئے کافی وغیرہ کا بندوبست کیا جائے۔"

"دوستو یہاں کیا کیا انتظامات ہیں۔"

"عاشق رہائش گاہ کے طور پر جو چیزیں ضروری ہو سکتی ہیں وہ سب یہاں موجود ہیں۔ آپ نفس نہیں کر سکتے لیکن منہ ہاتھ دھونے کے لئے پانی مل جائے گا۔ آب کو اس کے علاوہ کھانے پینے کی تمام اشیاء فرمائیے کس شے کی ضرورت ہے۔"

"اگر کافی بلاؤ تو تمہاری مہربانی ہوگی۔" میں نے کہا اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔ میں شدید اعصابی فغان محسوس کر رہا تھا ان تمام واقعات نے ان سے لطف کی کوششوں نے مجھے ذہنی اور جسمانی طور پر بڑی طرح تکسا دیا تھا۔ رہنے پر لیٹ کر تڑپنے سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

دماغ میں لاتعداد خیالات ابھر رہے تھے اور اسی لمحے دماغ میں سرسراہٹ سی محسوس ہوتی یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ کوئی میرے ذہن پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہا ہے اور یہ سمجھتا ہوں کہ علامہ اور گولڈ ہو سکتا تھا۔ میں نے کہیں کوئی آزاد قبضہ توڑا اور چند ہی لمحات کے بعد سمجھتا ہوں کہ آواز میرے ذہن میں ابھری۔ "کیا تم اپنے اطراف سے محفوظ ہو جاؤ اس وقت تم سے گفتگو نہیں کرنا چاہیے گزالی۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ یہاں سب ضرورت ہے تم اپنی سناؤ کہاں ہو۔"

یوں سمجھ لو اس سلسلے میں جذبات کا دخل زیادہ ہے نہ جانے کیوں دل کی گڑبگڑ سے یہ آواز ابھرتی ہے کہ تم بالآخر ہمارے نجات دہندہ بن جاؤ گے؟

”میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں سمبوتورا، ہر طور پر تمہیں مطمئن کرنے کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ مجھے ان ہی میں سے ایک کا سہارا حاصل ہے۔ جبکہ اس سے زیادہ تشویش مجھے تمہارے سلسلے میں ہے۔ تم نے جو آزادی حاصل کی ہے سمبوتورا۔ اسے برقرار رکھنے کے تمہیں بہت محنت کرنا ہوگی، کیونکہ وہ بہت کسی نہ کسی ذریعے سے تمہارے بارے میں معلوم کر لیں گے، اگر تم اس تشویش کا شکار ہو جاؤ گے، تو پھر میری طرف سے مطمئن ہو جاؤ۔ میں اس وقت اپنی زندگی کے سب سے بدترین دور سے گذر رہا ہوں اور اس کے لیے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر مجھے کتنے ہی لوگوں کو قتل کرنا پڑا تو اس سے دریغ نہیں کروں گا کیونکہ ہمارا سارا مستقبل خطرے میں پڑ چکا ہے اور اب ہم اپنے ان افکار کو قائم نہیں رکھ سکتے جن کی بنا پر ہم بہت سے معاملات میں نقصانات اٹھاتے رہے ہیں۔“

میں متحالا ہوں اور ایک ایسی جگہ پر شیدہ ہوں جہاں وہ آسانی سے مجھے نہیں پاسکیں گے۔ پہلی مرتبہ تو تفریحاً ہی میں اُن کے چیکل میں آئی گیا تھا لیکن مجھے ان کے دو آدمی ہلاک کرنا پڑے اور اس کے بعد میں اُن کے زینے سے نکل بھاگا۔ تاہم وہ مسلسل میری تلاش میں ہیں۔“

”اس وقت تم کہاں ہو؟“

”بہتر ہے کہ اس بارے میں مجھ سے نہ پوچھو سمبوتورا نے کہا اور میں پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر میں نے کہا۔“

”میں نے اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا سمبوتورا اور اس بات کے امکانات ہیں کہ میں حقیقت تک پہنچ جاؤں۔ جو انکشافات مجھ پر ہوئے ہیں۔ وہ بہت خوفناک ہیں شاید تم خود بھی ابھی اُن سے پوری طرح واقف نہ ہو۔“

”مشتاق؟ سمبوتورا نے سوال کیا۔
”دیس جگہ تم موجود ہو سمبوتورا کیا وہ وہاں سے ڈو ہے جہاں سے تم میرا تعاقب کرتے ہوئے پہنچے تھے؟“
”ہاں۔ اُن کارروائیوں کے نتیجے میں مجھے وہاں سے فرار ہونا پڑا لیکن تم اگر چاہو تو اپنی سمت بنا دو۔ میں نے سمبوتورا کو اُن راستوں کے بارے میں بتایا۔ جہاں سے گورکر ان غاروں میں آیا تھا۔ تو سمبوتورا نے چونک کر کہا۔“

”میں یہ ہی چاہتا ہوں سمبوتورا کہ تم اپنے آپ کو محفوظ نہ کر لو۔ میری دل خواہش تو یہ تھی کہ کسی بھی طرح تم میرے پاس نہ جاتے۔ لیکن جو شخص مجھے زہر ڈال کی طرف سے سوچا جائے اس میں کسی اور کی گنجائش بالکل نظر نہیں آتی۔ چنانچہ میں اس سلسلے میں بالکل مجبور ہوں۔ ہاں اُس وقت تک تم سے اپنی رابطہ ضرور رہے گا جب تک میں بالکل ہی مجبور نہیں رہا۔ چنانچہ اب سب سے اہم بات یہ ہے کہ تم اپنا نظروں اور کسی طرح خود کو بچائے رکھو۔ تاکہ ہم ایک سے دو ہو جائیں۔“

”ٹھیک ہے سمبوتورا نے کہا۔ اور پھر کسی قدموں کی اپیل کریں گے اُس سے وہ اپنی رابطہ ختم کر دیا۔“

آنے والے میرے خادم تھے جو مجھ سے میری ضروریات بچنے آئے تھے سمبوتورا سے ہونے والی گفتگو نے مجھے مطمئن بھی کیا تھا لیکن وہ اضطراب جو دل کی گڑبگڑ میں ہاں تھا تو کہاں کہاں ساتھ چھوڑتا۔ تنہائی میں اب خیالات کے علاوہ اور وہ ہی کیا کیا تھا۔ کتنے کراہتے جو میری زندگی سے وابستہ ہو گئے تھے۔ کتنے لوگ تھے جن کے لئے میں سوچنا پڑتا تھا۔ اُن میں سے سب ہی تقریباً اُپڑے تھے۔ دو شخصیتیں ایسی تھیں جن سے مجھے اب بھی

دردی اور دُرگ ڈنٹا حالانکہ بعض اوقات ایسے مرحلے بھی لائے تھے جب میں نے اُن سے بھی انحراف کے بارے میں پوچھا تھا یعنی ڈاکٹر ظاہری اور گورکر ریجٹ سنگھ۔ یہ دونوں بد وقت انسان عمر کی اس منزل میں بھی دولت کے خولوں

تھے اور اس کے لیے اپنے آپ کو مھوڑوں اور ڈرانوں میں لہرا لائے ہوئے تھے زندگی کی مہوڑوں اُٹھارے تھے

ڈاکٹر دونوں ہی مالی طور پر مطمئن تھے لیکن کسی کے سے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیا حسن صاحب خوشحال ماننے کر لیں بھی بے چارہ بھیک خٹاک زندگی گزارا ہوگا لیکن دولت کی تلاش میں ہیں۔ اتنا جبکہ اُس کے اعصاب اُس کے قابو میں نہیں ہیں۔ کیسی انوکھی ہے

دولت کتنا تخریب کیا جائے اس کے بارے میں ساری دنیا بے کچھ بھول کر اسی کے گرد چکر اُٹانے لگی ہے۔ انسان کو لکھا ہو گیا ہے۔ بہت دیر تک خیالات میں غلطیاں رہا اس کے بعد جھکے ہوئے ذہن کو مینڈی کی آغوش میں آیا۔ دن اور رات، دن اور رات، بس زندگی کی شکر کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ پروفیسر زیال

سے ملاقات ہوئے آج مجھے جو تھا دن تھا۔ اور اس دوران اُس نے مجھ سے دوسرے غار میں بھی مستقل نہیں کیا تھا۔ حالانکہ جلتے ہوئے اس نے یہ ہی کہا تھا کہ میرا ہاں ہونا زیادہ محفوظ نہیں ہے۔ چونکہ دن کی رات تھی۔ آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا اور میں غار سے باہر نکل کر ایک چٹان پر بیٹھ گیا تھا۔ کہیں نہ پروفیسر زیال کو دیکھا۔ وہ میری ہی سمت آ رہا تھا چونکہ چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے پروفیسر زیال کو پہچاننے میں مجھے کوئی وقت پیش نہیں آئی۔ اس کے مدد خال بھی واضح تھے اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اُس کے چہرے کی رنگت دھشت ہو گئی ہے۔ آنکھوں کے گرد حلقے نظر آ رہے تھے۔ حالت تباہ تھی۔ میں نے کھڑے ہو کر اُس کا استقبال کیا پروفیسر نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور میرے قریب چلے ہوئے پتھر پر بیٹھ گیا۔

”مجھے تمہارے پاس پہنچنے میں خاصا وقت لگ گیا۔ لیکن درحقیقت میں اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا۔“
”آپ جیسی اہم شخصیت کو اس طرح دیکھ کر مجھے دلی دکھ ہوا ہے پروفیسر۔ آپ نے اپنی حالت بہت خراب کر لی ہے۔ کیا یہ حالت دھروں کی بنا ہے؟ میں میں مشکوک نہیں ہو جاؤں گی۔“

”کیا رکھا ہے اب میری زندگی میں۔ کس کے لئے میں اپنی حالت کو بہتر بناؤں۔ مجھے تو اب زندگی کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔ میں اب زندہ رہ بھی نہیں سکتا۔ درحقیقت ہی مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ اپنی اس خواہش میں اتنا آگے بڑھ کر میں نے بہت کچھ ہوا ہے۔ کیا نہیں تھا میرے پاس ایک بہترین زندگی گزار رہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں ذہن میں یہ سودا سامایا اور میں اپنی سب سے عزیز اور سب سے قیمتی شے کو کھو بیٹھا۔“

”مجھے احساس ہے پروفیسر واقعی آپ دلی دکھ کا شکار ہوں گے۔“

”ہر طور مجھے گور سے ہونے لگات کی قیمت وصول کرنی ہے۔ جو کھو چکا ہوں اُسے دوسروں کے لیے بھی قائم نہیں رہنے دے سکتا۔ چنانچہ میں اُن ٹھوس دنیا دوں پر غور کر رہا تھا جو میرے مقصد میں معاون بن سکتی ہیں۔ میں اگر چاہتا تو تمہیں کسی ایسی حیثیت سے وہاں تک پہنچا سکتا تھا جو بہت زیادہ پائیدار نہیں ہوتی اور جس میں تمہیں اپنا کام کرنے میں دشواریاں پیش آئیں۔ چنانچہ میں کوئی ایسی تدبیر ایسی

ترکیب چاہتا تھا جو انتہائی موثر ہو جو کچھ میں نے سوچا ہے
 بلاشبہ وہ بھی خطرناک ہے لیکن میرے دوست اس کے
 لغیر چارہ کار نہیں ہے۔ میں خطرہ مول لینا ہوگا۔ میں بونا دینا
 کو اسی کرب سے دوچار کرنا چاہتا ہوں جو میرے سینے میں
 ہے۔ آمیری سونیتا، میری سونیتا، پرو فیسیر کی آواز گلو گیر
 ہو گئی۔ اور ایک لمبے کے لیے مجھے چھیننا دے گا احساس ہوا۔
 میں نے سونیتا کو قتل کرا کے زیادہ اچھا نہیں کیا۔ لیکن
 میرے حالات ایسے ہی ہو گئے تھے کیا کرسا۔ سونیتا قتل نہ
 ہوتی تو دوسرے بہت سے لوگ قتل ہو جاتے۔ سمبوتورا
 نے اس بات پر بہت اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ کہ ویٹنی اور
 ہونگا کے درمیان تصادم ہوگا کیا اس کے خیال میں یہ بہت
 ہی خوفناک بات ہو جاتی اور میں بھی جانتا تھا کہ اگر یہ
 تصادم ہو گیا تو اس کے بعد پرو فیسیر بڑے ال مجھ سے یہ خزانہ
 جہاں سے نکال لے جانے کی فرمائش کرے گا۔ اور اس
 کے بعد میں اس کے اسی طرح مالوں کا۔ بہر طور پرو فیسیر بڑے ال
 کی سسکیاں چند لمبات جاری رہیں اور اس کے بعد وہ پھر
 نارمل ہو گیا۔ اس نے کہا۔

”سنو کے زالی۔ میں نے اس دو دن بونا دینا کے
 بہت قریب رہ کر ذقت گزارا ہے۔ تمہیں اس کیسے انسان کی
 فطرت کے بارے میں یہ بتا دوں کہ وہ اپنے آپ پر بہت
 نازاں ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ ناقابل تخریب ہے۔ وہ خود کو
 پراسرار قوتوں کا مالک جانتا ہے۔ تاہم اس کی یہ پراسرار
 قوتیں اُن سانسدانوں کی مرہون منت ہیں جنہیں اس
 نے انوار کے اپنے قبضہ میں کیا ہوا ہے اور جو اس
 کے لیے سب کچھ کرتے ہیں اور وہ ہی اسے پراسرار قوت
 بناتے رہتے ہیں۔ لیکن بونا دینا سمجھتا ہے کہ اسے آسمانی
 قوتیں حاصل ہیں۔ وہ بہت شخص پر فوقیت لے جانے کی باتیں
 کرتا ہے۔ بہر طور اس نے مجھ سے اس بات کا قطعی اظہار
 نہیں کیا کہ وہ مجھے اپنے طور پر کوئی سزا دے چکا ہے بلکہ
 اس نے تو اس بارے میں پوچھا بھی نہیں۔ میں اس کی فطرت
 سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اپنے دشمنوں کو شکست دینے
 کے بعد وہ انھیں اس طرح چھوڑ دیتا ہے کہ وہ زندگی بھر
 سمجھتے ہیں۔ اور اس کے بعد وہ اُن کی طرف رخ بھی
 نہیں کرتا۔ یاد رکھنا ہے تو ہمدردی کی نگاہ سے۔ اور جب
 وہ اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ جو ان کے اس حال ناز
 کا باعث ہے ان سے ہمدردی کیوں کر رہا ہے۔ تو وہ

کہتا ہے کہ اس کا انتقام اصول تھا اور جو ہمدردی اس کے
 دل میں سرایت کر رہی ہے وہ ایک انسانی مسئلہ ہے۔
 سمجھ رہے ہو گے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔“
 ”ہاں پرو فیسیر کافی حد تک سمجھ رہا ہوں۔
 ”میں اس مفروضہ پر اسناد کو بھی میں ملا دینا چاہتا ہوں
 بہر طور وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اپنی بیٹی کو اپنے
 چاہتا ہے۔ لیکن اپنے مقصد کو ہمیں لے لے اسے سزا
 بھی دینی طور پر معذور کر رکھا ہے۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”مطلب یہ کہ وہ بھی بونا دینا کی سزا ختموں کا شکار
 بونا دینا کو اس سے یہاں ویٹنی کی حیثیت سے کام لینا
 چنانچہ اس نے اس معصوم لڑکی کے ذہن کو ایک ایسا پتلا
 پہنچایا کہ وہ کرب کا شکار ہو گئی۔ اور اس کے بعد اس کی
 کیفیت کو اپنے قبضہ میں کر کے بونا دینا نے اس سے اپنے
 لینا شروع کر دیا۔ لڑکی پاگل نہیں ہے لیکن نیم دیوانی
 ہے۔ وہ ایک نوجوان کو چار کرتی ہے۔ نوجوان سمبوتورا
 واصل بونا دینا کا ایک ادنیٰ خادم تھا اور اس کے لئے اس
 قسم کے کام کرتا تھا۔ لیکن وہ ایضاً کی محبت میں گرفتار
 گیا۔ ایضاً دینا بونا دینا کی بیٹی ہے۔ دونوں کی محبت
 پر دان چڑھتی۔ چنانچہ اور جب بونا دینا کو یہ بات معلوم
 تو وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گیا۔ بات صرف اتنی ہی تھی
 ایک ادنیٰ سے غلام کو آنا دہی کی طرف نگاہ پھر کر دینے
 کی جرأت کیے ہوئی چنانچہ اس نے بروئے اطمینان سے پھر
 کو موت کی نیند سلا دیا۔ لیکن بیٹی پر اسے شدید دکھ
 اسے توقع نہیں تھی۔ ایضاً پاگل ہو گئی۔ اس نے وحشت
 اپنے آپ کو لہوان کر لیا تو بونا دینا کو جس کا
 سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔ سمبوتورا کی لاش تباہ ہوئی۔
 کر دینا دئی گئی تھی۔ بونا دینا نے ایک ترکیب کی اور اس
 لاش کو نکال لیا۔ اور اس کے بعد اسے مصری طریقے
 حشو کر لیا۔ سمبوتورا کی لاش کو محفوظ کر کے اس نے اُن
 تابوت میں رکھا۔ اور یہ تابوت اپنے پاس رکھ لیا۔ اس
 اپنی بیٹی کو یہی تسلیاں دیں کہ وہ ایک ایسا نیک
 ہے، جس کی بنا پر بالآخر سمبوتورا کی جگہ میں زندگی
 آجائے گی معصوم لڑکی کو نہ جانے کس طرح ہلا گیا
 بونا دینا نے اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ وہ اس کا
 بن جائے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تبت کے ان

مطلب یہ ہے کہ تم سمبوتورا کی صورت میں تابوت
 کی بیٹی جاؤ گے۔ میں تمہیں سمبوتورا کی پوری کہانی سنائے
 رکھا ہوں۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ جب ایضاً تمہارے
 آئے گی تو تم جاگ جاؤ گے۔ تم اس سے کہو گے۔ کہ بالآخر
 تم کو لپورا ہو گیا جس کا آغاز بونا دینا نے کیا تھا۔ اور تم

اپنی نئی زندگی میں واپس آ گئے ہو۔ اور اس کے ساتھ سا;
 ہی تمہیں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ تمہارا راز صرف ایضاً تک
 اور ایضاً کسی کو نہ بتائے کہ تم جاگ گئے ہو ورنہ سارا
 کھیل بگڑ جائے گا۔ اور پھر تم ایضاً کی مدد سے وہ سب کچھ
 کر سکتے ہو جو میری خواہش ہے؟
 پرو فیسیر بڑے ال نے اپنا مقصود بڑی تفصیل سے
 مجھے بتایا اور میں اسے بغور سنتا رہا۔ میں نے پرو فیسیر بڑے ال
 کی طرف دیکھا اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔
 انتقام میں ڈوبا ہوا شخص تمام انسانی اصولوں کو بھول گیا
 تھا۔ اور پھر وہ اس قسم کا آدمی بھی نہیں تھا۔ کیونکہ جو
 سازشیں وہ کرتا تھا۔ وہ بہر طور انسانی زندگی کے لئے
 ضرر رساں ہی ہوتی تھیں۔ تمام تفصیل سننے کے بعد میں
 نے پرجیال انداز میں گردن ہلائی اور پیش آہن سے بولا۔
 ”ٹھیک ہے پرو فیسیر میں تمہاری اسکیم پر عمل کرنے
 کے لئے تیار ہوں، لیکن وہاں میرے تحفظ کا کیا بندوبست ہو
 گا۔“

”تمہیں اپنے طور پر محتاط رہنا ہوگا تاہم اگر کوئی ایسی
 ہی خطرناک صورت حال پیش آئی تو بہر طور میں تم سے زیادہ
 دور نہیں رہوں گا اور تم پر نگاہ رکھوں گا۔ اپنے اس کام کو
 جس حد تک جلد ممکن ہو سکل تک پہنچاؤ۔ اور اس کے بعد
 میں جو کچھ کروں گا وہ تمہاری توقع سے آگے کی چیز ہوگی۔“
 ”مشاورہ؟“
 ”انفوس میں اپنے پروگرام پہلے سے کسی کو نہیں بتانا۔
 تمہیں اس سلسلے میں اتنی مدد کرنا ہی ہوگی گے نالی۔ میں
 تم سے انسانی بنیادوں پر سوال کرتا ہوں۔“
 ”میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ پرو فیسیر کہ سونیتا
 کی محبت کا مجھے بھی اتنا ہی سچے سچے متناہیں۔ کیونکہ وہ
 میری زندگی کی گراہیوں میں اتنی تھی اور اس کے بنا
 اب مجھے یہ دینا ہے نور نظر کرتے ہیں؟“
 پرو فیسیر کو میری اس بات پر یقین آ گیا تھا۔ چوتھایا
 ہوا انسان تھا۔ اور چوتھایا نے ہرے انسان کی کیفیت ایسی
 ہی ہو جاتی ہے۔ خواہ اپنی عملی زندگی میں کتنا ہی بزرگ،
 کتنا ہی ذہین کیوں نہ رہا ہو۔ پرو فیسیر مجھ پر عمل اعتبار کر رہا
 تھا اور میری تمام باتوں کو سچ تسلیم کر چکا تھا۔ میں نے اس
 سے کہا۔
 پرو فیسیر اگر حالات کسی وجہ سے سنگین نوعیت

سنے سے رگڑ رہی تھی اور میں عجیب سے احساسات کا شکار ہو گیا تھا۔ میری بے بسی نے یہ سب کچھ میری تقدیر میں لکھ دیا تھا ایسے ایسے لوگوں کو دھوکہ دینا پڑا تھا جنہیں دھوکہ نہیں دیا جانا چاہئے تھا۔ میں اس فطرت کا انسان نہیں تھا جس کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا۔ میں دل پر جبر کرنا تھا آہستہ آہستہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ بندھ لئے اور اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کی گزرتے رہنے لیا۔

”اشیلا میری آواز ابھی اور وہ ایک بار پھر مجھ سے بیٹھتی۔“

”سمیوں میں تمہارا انتظار کر رہی تھی آخر تم نے میری آواز سن لی۔ آخر تمہیں مجھ پر رحم آجی گیا سمیوں اٹھو اس تابوت سے نکل آؤ مجھے وحشت ہوتی ہے۔ تم نہیں جانتے سمیوں کہیں تمہیں کس دل سے اس تابوت میں دبیچی تھی۔ نکل آؤ۔“

”اشیلا میں تمہیں آہستہ سے کہا۔“

”ہاں سمیوں۔ میں اشیلا ہی ہوں۔ مجھے پچانو۔ میں تمہاری اشیلا ہی ہوں۔“

”میں جانتا ہوں اشیلا میں جانتا ہوں۔“

”اٹھو سمیوں اٹھو۔ تابوت سے باہر نکل آؤ۔“

میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ فرط مسرت سے دیوانی ہوئی جا رہی تھی۔

”پاگوں کی طرح نثار ہو رہی تھی مجھ پر۔ اور پھر شدت جذبات میں وہ ہمت آگے بڑھ گئی۔ مجھے اس کی یہ دیوانگی برداشت کرنی پڑی تھی

لیکن خود میرے ذہن میں پھر وہ ہی چنگاریاں ہی سنگ

اٹتی تھیں۔ آخر انسان تھا۔ متاثر ہونا تو فطری امر تھا۔ ہر طرف

میں تابوت سے باہر نکل آیا اور چوتھرے پر کھڑا ہو گیا۔ وہ

ایک بار پھر مجھ سے لپٹ نہی تھی۔

”سمیوں! سمیوں! میری زندگی، میری روح، آہ

تم نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ تم اس دنیا میں واپس

میں آئے سمیوں۔ گویا میں واپس آئی ہوں۔ سمیوں! میرے

سمیوں!۔“

وہ جو کچھ کہتی تھی کرتی رہی۔ میں خاموش ہی رہا

تھا اس کے بعد ہم دونوں چوتھرے سے بیچے اتر آئے۔

اب اس رسمت کا دورہ پڑا تھا اور وہ نہ جانتے کیسی اٹنی

سیدھی باتیں کر رہی تھیں۔ تب میں نے آہستہ سے اس

کا بازو ختم کیا۔

”اشیلا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

”کہو سمیوں! کہو۔ جو دل چاہتا ہے کہو۔ آذیہاں سے

چلیں۔ آؤ سمیوں میں اس سے نکلو۔ یہ جسکے مجھے یہ حدیث لگ

گئی ہے لیکن میں تمہارے لئے آئی تھی۔ صرف تمہارے

لئے۔ آہ میرے احساسات کہا گیا ہوتے تھے میں اپنے آپ

کو کتنا کتنا محسوس کرتی تھی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ ایک دن

تم اسی طرح جس طرح اس وقت ہو۔ میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں

سے باہر نکل جاؤ گے ہم دونوں گفتگو کریں گے۔ دنیا بھر کی

باتیں کریں گے ہم دونوں۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ کس طرح

میں تمہارے لئے توجی رہی ہوں۔ آؤ سمیوں! یہاں سے

باہر چلیں۔“

”میں اشیلا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور جو

کچھ میں کہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔“

”کیا بات ہے سمیوں! کیا بات ہے۔ کیا کوئی پریشانی

ہے۔ کیا اب بھی تمہیں واپسی کا کوئی خطرہ ہے۔“

”ہاں اشیلا۔“

”تمہیں خدا کے لیے یہ الفاظ کہہ کر مجھے زندہ درگور

میت کر واں اگر جاؤ سمیوں تو تمہا مت جانا۔ مجھے بھی

ساتھ لے کر جانا۔ تم نہیں جانتے تمہارے بغیر یہ دنیا مجھے

کتنی بڑی لگتی تھی۔“

”میں جانتا ہوں اشیلا میں سب کچھ جانتا ہوں۔

لیکن جو کچھ میں کہ رہا ہوں اسے بھی تم غور سے سن لو۔“

”تو کہو۔ جلدی کہو۔ تم نہیں جانتے کہ میرے دل و

دماغ کی کیا کیفیت ہو رہی ہے۔“

”اشیلا تمہاری بے پناہ محبت نے مجھے رُوحوں

کی دنیا سے واپس آنے کی اجازت نو دلا دی ہے۔ لیکن ابھی

میں کسی اور کے سامنے نہیں جا سکتا۔ مجھ پر یہ باندھی جانے

کر دی گئی ہے کہ میں تمہارے جسم میں بوجھ کر رہتا ہوں

کوئی اور مجھے جیتی جاگتی حالت میں نہ دیکھ سکے۔ اشیلا

کسی اور کی نگاہ اگر مجھ پر پڑے گی تو اس کے بعد میں چلا

جاؤں گا جیشہ کے لیے ہمیشہ کے لئے اور پھر میری واپسی

ممکن نہیں ہوگی۔“ اشیلا کا چہرہ ایک لمحے کے لئے تاریک

ہو گیا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی پھر ستمہ بچے

لجھتی ہوئی۔

”میں نہیں کون دیکھ گیا، کون دیکھے گا تمہیں

میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی۔ کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی

بارے ہاں میں کہ تم جاگ گئے ہو۔ تم گمراہ وہ خوف

سے رونے لگی اور میں نے آگے بڑھ کر اسے دلاسا دیا۔

”میں اشیلا رونے کی ضرورت نہیں اگر تم دنیا کی

ہاں میں سے محفوظ رہیں۔ اگر میں ایسے اوقات میں تمہارے

ہاتھ یہاں نہ لگتا۔ مجھے کوئی دیکھ نہ سکے۔ تو پھر مجھے

پہنیں ہو سکتا۔ میں تمہارے پاس ہی رہوں گا۔“

”ایسا ہی کروں گی میں۔ ایسا ہی کروں گی۔ مجال

ہے کسی کی جو کوئی دیکھ جائے۔ یا تمہارے ہاں میں

جان جائے۔ لیکن سمیوں! اس طرح کیا تم اسی تابوت میں

ہو گے۔“

”کیا فرج ہے۔ ہماری راتیں ہمارے لئے ہوں گی

اشیلا ہم دونوں ہر رات ملاقات کریں گے۔ لیکن اس

کے لئے بھی ایک شرط ہے۔“

”کیا؟ اشیلا نے پوچھا۔“

”تم اپنی کیفیت سے اچھی طرح واقف ہو۔ تم میرے

بغیر زندہ رہتی نہیں۔ آؤ اس رہتی نہیں۔ اور دوسرے نوٹ

تھیں اسی شکل میں دیکھتے تھے اگر تم خوشی کا اظہار کرو

کی ان کے سامنے تو لوگ یہ سمجھ جائیں گے کہ میں واپس آ

گیا ہوں۔ پھر وہ مجھ دیکھنے کی کوشش کریں گے اور اشیلا

میں تم سے ہمیشہ کے لئے متاثر ہو جاؤں گا۔“

”میں نہیں، میں غم زدہ رہنے کی اداکاری کروں

گی۔ کسی پر ظاہر ہی نہیں ہونے دوں گی کہ میری تم سے۔

ملاقات ہوتی ہے اگر تم یہی بہتر سمجھتے ہو تو تھیک ہے

میں تو میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں۔ کتنا عرصہ ہو گیا مجھے

تم سے جدا ہونے سمیوں! یوں لگتا ہے جیسے صدیاں بیت

گئیں۔ اور ان صدیوں کا ایک ایک لمحہ ایک ایک کہانی ہے

نہ جانے کیا کیا سوچا ہے تمہارے بغیر میں نے! اشیلا جذباتی

بننے لگی ہوئی۔

”میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے تمہاری کیفیت کا

ایک ایک لمحہ ہاں میں نہیں سکتا تھا۔ تمہیں دیکھ

نہیں سکتا تھا لیکن دل کی آنکھیں تمہیں دیکھ رہی تھیں

اشیلا۔ آؤ اس طرف تمہیں نے میں نے ایک سمت اشارہ

کیا اور اشیلا میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

میں اپنے اس مقصد کو کامیابی سے سرانجام دے

چکا تھا اور اس کے بعد مجھے دوسری کاہراناٹیاں کرنی تھیں

اشیلا صبح تک میرے ساتھ رہی۔ وہ بے حد جذباتی لڑکی

تھی۔ اُس نے اپنی تمام کہانی مجھے سنائی تھی۔ اور میں بہت

سے ایسے واقعات سے واقف ہو گیا تھا جن کا نہ ہی خود

زیڈاں بھی نہیں کرسکتا تھا۔ صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو میں

نے خود ہی اشیلا سے کہا۔

”میری واپسی ضروری ہے اشیلا۔ کیونکہ دن کی

روشنی میں مجھے رُوحوں کی عدالت میں حاضری دینی ہوتی

ہے اور اپنے معمولات کی اطلاع یہیانی ہوتی ہے۔ چنانچہ

اب تم جاؤ۔ رات کو جوں ہی تاریکی پھیل جائے۔ اور تم

محسوس کرو کہ اب کوئی ہم تک پہنچنے والا نہیں ہے۔ تو

میرے پاس آجانا۔“

”آہ پورے بارہ گھنٹے۔ بارہ گھنٹے مجھے تمہارے بغیر

گزارنے ہوں گے؟ اشیلا نے وردھ سے لہجے میں کہا۔

”اشیلا میرے لیے تمہیں خود پر قابو رکھنا ہو گا ورنہ

تم مجھ پر بارہ بارہ کھو بھی سکتی ہو۔“

”میں قطعاً نہیں۔ تم اطمینان رکھو۔ جو کچھ میں کہہ

رہی ہوں وہ بس زبان ہی سے کہہ رہی ہوں۔ اپنے آپ

کو میں پوری طرح محتاط رکھوں گی۔ اب اتنی بے وقوف

بھی نہیں ہوں میں! اشیلا واپس چلی گئی اور میں اسی

تابوت میں جا گیا۔

رات بھر جاگتا رہا تھا اس لئے فوراً ہی نیند آگئی۔

لیکن دوپہر کا وقت تھا جب آنگھہ دوبارہ کھل گئی۔ بھوک

لگ رہی تھی پاس بھی محسوس کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں

میں نے سوچا یہی نہیں تھا نہ ہی اشیلا سے اس سلسلے میں

گفتگو ہوتی۔ میں نے بڑی عجیب سی کیفیت محسوس کی اس

طرح میں زندہ کیسے رہ سکوں گا۔ ہر طرف اب تو اشیلا

کے آنے پر یہی اس مسئلے کا حل ہو سکتا ہے۔ لیکن اس

منستے کا حل زیڈاں کے ذہن میں ضرور تھا۔ کیونکہ اُس وقت

دوپہر کا تقریباً ڈیڑھ بج چکا ہوگا۔ یہ میں صرف اندازے کی

بنیاد پر کہہ سکتا تھا۔ جب مجھے ذہنوں کی جابجائی دی

اور میں نے سانس رُوک لیا۔ تابوت کی قریب کسی کی آواز

ابھری۔

”مترے زالی۔ مترے زالی! مجھے میرے اصل نام

سے بکارا گیا تھا اور وہ نام استعمال کیا گیا تھا جو پرو نسیر

زیڈاں استعمال کرتا تھا۔“

چنانچہ ایک لمحے کے مجھے سکون سا محسوس ہوا لیکن

میں نے خود اپنی طرف سے کوئی تحریک نہ ہونے دی۔ او۔

چند لمحات کے بعد تابوت کا دھکن کھل گیا۔ آنکھوں کی چھری سے میں نے اس شخص کو دیکھا اجنبی چہرہ تھا۔ جنگلیوں ہی کی مشکل اختیار کیے ہوئے تھا لیکن اس کے نقوش سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کم از کم ویٹینی کا باشندہ نہیں ہو سکتا۔

”سٹرگانی میں پروفیسر زیدال کا آدمی ہوں“ اس نے کہا۔ اور اب اس سے زیادہ محتاط رہنا مناسب نہیں تھا۔

”کیا بات ہے؟ میں نے سوال کیا۔“

”پروفیسر زیدال نے آپ کے لئے یہ کھانے پینے کی چیزیں بھیجی ہیں براہ کرم ان سے اپنی وقتی ضرورت پوری کر لیں۔ اور میرا خیال ہے وہ لڑکی ہی اس سلسلے میں آپ کی معاون ہو سکتی ہے۔“

”کیا نام ہے تمھارا؟“

”بس آپ مجھے حافظ کہہ سکتے ہیں۔“

”شکر ہے حافظ۔ کھانے کی واقعی شدہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ لاؤ مجھے دس دو اور سو آگرمیں تمھارے ذریعے پروفیسر زیدال تک کوئی پیغام پہنچانا چاہوں تو؟“ مجھے اسی لئے مقرر کیا گیا ہے۔ کسی قبیلے کی ضرورت ہو آپ مجھ سے کہہ سکتے ہیں۔ روزانہ دن کو میں اسی وقت آپ سے ملاقات کروں گا۔ دراصل اس وقت میری ڈیوٹی یہاں پر ہوتی ہے۔“

”معاذ حافظ ایک بات بتاؤ کیا ان غاروں کے تمام طسم سے تم واقف ہو۔“

”جی نہیں۔ میری مدد و مقرر ہیں۔ میں اس جگہ تعینت کیا گیا ہوں۔ چنانچہ میں یہیں رہتا ہوں۔ اس کے آگے اگر مجھے دیکھ لیا جائے تو میرے حق میں نقصان وہ ہو سکتا ہے اس کی اطلاع مجھے دے دی اچھی تھی۔“

”ٹھیک ہے۔ تو پھر پروفیسر زیدال کو میرا یہ پیغام دے دینا کہ اب تک میں نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے لڑکی کے سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ اس کی اطلاع بھی اگر پروفیسر زیدال کو اگر مجھے تمھارے ذریعے پہنچا دے تو بہتر ہے۔“

”کلی تک انتظار کرنا ہو گا آپ کو۔ اچھا میں اب چلتا ہوں اس نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ کم از کم کچھ نہ کچھ تو کھانے پینے کو ملا۔ میں تابوت میں لیٹے ہی لیٹے

میں سے کچھ چیزیں لے لیں۔ کھانے سے خارج ہو کر میں نے اشیاء کی طرف دیکھا وہ مسرور نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

”دن میں تم کب کوئی رہی۔“

”زیادہ تر رات ہی آرام گاہ میں رہی۔ میں کسی کے سامنے نہیں جانا چاہتی تھی۔ ویسے بھی ڈیڑی نے کچھ پابندیاں مجھ پر عائد کر رکھی ہیں عام لوگوں کے سامنے جانا میرے لئے ممنوع ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے اپنے آدمیوں میں سے بھی صرف چند افراد ایسے ہیں جو مجھ تک آتے ہیں۔“

”اور میں خود دہرتی ہوں۔“

”اس کی وجہ؟“

”کیا تم نہیں جانتے۔“

”میں کہاں جان سکتا ہوں؟ تمھیں خود اندازہ ہے۔“

”اوہ ہاں، واقعی۔ دراصل ڈیڑی یہاں کسی خاص کام سے آئے ہوئے ہیں۔ کچھ عرصے تم یہاں رہیں گے اور اس کے بعد واپس چلے جائیں گے۔“

”وہ خاص کام کیا ہے۔“

”وہ میں نہیں جانتی۔ ڈیڑی نے مجھے بتایا ہی نہیں اور میں ایسی باتوں کا تجسس بھی نہیں رکھتی تین سے میرا کوئی تعلق بھی نہ ہو۔“

”تمھیں یہاں کیا کرنا ہوتا ہے۔“ میں نے سوال کیا اور اشیاء ہنس پڑی۔

”ڈرامہ، ایک انوکھا ڈرامہ، دراصل یہ جنگلیوں کی آبادی ہے۔ یہاں رہنے والے سب وحشی لوگ ہیں جو عام طور سے بس لہاس رہتے ہیں۔ غور میں مڑ سب اور وہ سب میری پوجا کرتے ہیں۔“

”تمھاری۔“

”ہاں، ویٹینی کی حیثیت سے اشیاء نے بتایا۔“

”ویٹینی کی جیڑی ہے۔“

”یہاں کی حکمران۔ جو اب ہمارے قبضہ میں ہے ڈیڑی نے اس عورت کو اپنے قبضہ میں کرنے کے بعد قید کر لیا ہے وہ ہی نہیں اس کے بہت سے ساتھی بھی ہیں جو اب ہمارے قیدی ہیں۔ مجھے اس عورت کی حیثیت دے کر یہاں ہر ماہ چاند کی چودھویں رات کو ایک پہاڑی پر لے جایا جاتا ہے اور یہاں بے شمار افراد ہوتے ہیں جو اسی قبیلے کے باشندے ہیں وہ میرے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ ویٹینی سمجھ

زیدال کی بھیجی ہوئی کھانے کی چیزیں کھانے لگا لیکن اس طرح اپنے آپ کو محدود رکھنا تو میں عرصے تک ممکن نہیں تھا۔ تقریباً شام کے چار بجے میں نے تابوت کے دھکن کو باہر جگہ سے کھٹوٹا سا پٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں اب براہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس جگہ میری عمر کی کیا انتظامات ہو سکتے ہیں حالانکہ جو واقعات میرے علم میں آئے تھے ان کے تحت یہ تابوت اور اس میں بیڑی ہوتی عموماً مشدہ لاش صرف اشیاء کو مطمئن کرنے کے لئے یہاں محفوظ کی گئی تھی۔

اس سے زیادہ بونا وینا کی نگاہ میں اس کی کیا حیثیت ہو سکتی تھی لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اطراف کی کیا پوزیشن ہے یہ خطرہ مول لینے پر تیار ہے نہیں تھا۔ سب سے پہلے میں نے اوپر کی سمت نگاہ دوڑائی غاروں میں ایک کالک کٹاؤ تھا جس میں یہ جگہ بکھلی ہوئی تھی۔ اوپر بیٹھنے کے لئے یہاں کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس کے لئے کم از کم دیں کیا گیا، فٹ اونچی سیٹ ڈبوا اور عورت کرنا ہوتی۔ جو تقریباً پانچ فٹ ہی تھا جس راستے سے گزر کر اشیاء آتی تھی۔ وہ بھی ایک گول سوراخ کی شکل میں تھا اور اسی راستے سے اشیاء یہاں تک لایا گیا تھا۔ تقریباً فٹ لمبی سرنگ تھی اور اس سرنگ کے اطراف میں کیا تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں نے سرنگ کے دائیں بائیں کچھ سوراخوں سے روشنی سی آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس سے آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی کچھ فاصلے پر انسانی قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان میں بائیں کرنے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ گویا وہ باہر خاصی تعداد میں لوگ موجود تھے اور میں اس سے زیادہ کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا چنانچہ وہاں سے واپس پلٹ آیا۔ رات ہوئی تو اشیاء پھر میرے پاس پہنچ گئی اور میرے اندازے کے مطابق وہ میرے لئے کھانے پینے کی اشیاء بھی ساتھ لائی تھی۔

”اب تو تمھیں ان کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی تھی سمیٹو، دن بھر بھوکے رہے ہو گے تم۔“

”میں اشیاء کے لشکریہ شک زندگی میں واپس لوٹنے کے بعد کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت پیش آتی تھی لیکن دن کی روشنی میں تم پر کوششیں کبھی مت کرنا،“

”تو اٹھو پھر یہ کھاؤ۔ میں بھی تمھارے ساتھ کھاؤ گا۔“ اشیاء نے کہا اور میں نے اس کی لائی ہوئی اسٹ

کی بیٹی کو توڑا تو بیا کر لہے تاکہ بونا و بنا کو یہ احساس ہو کہ سونیتا کے قتل کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں۔ ابھی تک تو یہ ہی ظاہر ہوتا تھا کہ زینڈال کے ذہن میں صرف انتقام کا جذبہ پروان چڑھ رہا ہے۔ حالانکہ میں نے اسے پیشکش کی تھی کہ اگر وہ چاہے تو میں کسی بھی شکل میں خزانہ اس کی تحویل میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اس نے اب اس کے لئے جلد بازی نہیں کی تھی جبکہ پہلے وہ اس کے لئے مضطرب تھا اور یہ ہی چاہتا تھا کہ کسی طرح اس خزانے کو یہاں سے نکال لے جائے لیکن اب صورت حال ذرا مختلف نظر آ رہی تھی۔ البتہ یہ بات میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ اشیشا کو قتل کرنے کے بعد زینڈال کا کیا پروگرام ہوگا۔ ہر طور پر مجھے میرے مقصد کی تکمیل کے لیے کافی موقع مل گیا تھا۔ اور زینڈال کی خواہشات کے مطابق عمل کرتے ہوئے مجھے اپنے مقصد کی تکمیل بھی کرنی تھی۔

یہاں رہ کر تو میں کسی بھی قیمت پر سمبوتورا سے ذہنی رابطہ نہیں قائم کرنا چاہتا تھا۔ سمبوتورا کے کہنے کے مطابق کافی خطرہ تھا۔ اشیشا مجھے میرے سوالات کے جوابات دیتی رہی اور میں نے چالانی سے اس سے اس عکے کے بارے میں بھی خاصی معلومات حاصل کر لیں جہاں وہ اپنی قید پوسٹ کی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ وحشی حکمران کے ساتھ مختلف غاروں میں قید میں اور انہیں انکل ویٹی نے بالکل بے دست دیا کر رکھا ہے۔ ہر چیز کہ اشیشا ایک معصوم صفت لڑکی تھی اور اس سے باتیں کرتے ہوئے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ مجھ پر انکھیں بند کر کے اعتقاد کرتی ہے اور میری زندگی پر اسے ذرا بھی جبر نہیں ہوتی ہے۔ اسی سے اس کی معصومیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ تاہم میں ہر طرح سے ہوشیار رہنا چاہتا تھا۔ اور کسی سلسلے میں کوئی جلد بازی کرنے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میرے خیال میں یہ آخری موقع تھا جو مجھے جدوجہد کے لئے ملا تھا اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میں اس سازش کا خاتمہ کر کے وطن کو آزاد کروں۔ اپنے طور پر میرے ذہن میں یہ ہی منصوبہ تھا کہ کسی بھی طرح وہیں کو ان لوگوں کی قید سے نجات دلاؤں۔ یہاں سے فرار یا خزانے کے حصول میں اب میرے لیے کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ زینڈال کے منصوبے سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ظاہر ہے وہ بھی جرم پیشہ آدمی تھا۔ سونیتا میرے ہی ذریعے قتل ہوئی تھی۔

تھا اور انا فقط کون ہے؟“
میرا خصوصی می فلظ لوس ہے۔ لوس شراب کا سیاہ ہے اور اگر اسے ضرورت سے زیادہ شراب دے دی جائے تو وہ انتہائی مہلک ہو سکتا ہے۔ ہم اگر چاہتے ہیں تو اس کا لباس اتار کر تھارے پاس لے آؤں اور اسے شراب پلا کر اپنی رہائش گاہ میں بند کر دوں۔“

”اگر آسمان ہو تو کل رات کو تم ایسا ہی کرنا۔“
اور دوسری رات اشیشا نے ایسا ہی کیا۔ جو لباس وہ میرے لئے لائی تھی وہ میرے بدن پر بالکل ہی فٹ نہیں تھا۔ تاہم کل میں مل سکتا تھا۔ لوس کے بارے میں اس نے بتایا کہ اسے وہ پوری طرح بے ہوش کر کے اپنی سہری کے بیچہ دھکیل آئی ہے۔ اس بات پر وہ بہت ہنس رہی تھی اور اپنی جلائی پر بہت خوش تھی ہر طور پر وہ مجھے لئے ہوئے باہر نکل آئی اور میں نے پہلی بار سرنگ کے دوسرے حصوں کو دیکھا۔ اشیشا مجھے ان کے بارے میں بتاتی جا رہی تھی۔

رات کے اس پھر سرنگ میں کوئی بھی نہیں جاگ رہا تھا رات کے محافظ بھی اپنی اپنی جگہ سونے کے لیے چلے گئے تھے۔ یہاں اندرونی طور پر کوئی خاص پہرہ نہیں رہتا تھا۔ صرف باہر کی عمرانی کی جاتی تھی۔ یہ تمام مجھے اشیشا ہی سے معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ قیدی کہاں ہیں۔ جو مقامی ہیں؟“

میں نے اشیشا سے سوال کیا۔
اور وہ مجھے ایک اور ہمت اشارہ کر کے پل بڑی۔ ایک بار پھر میرے بدن میں ایجنٹس ہونے لگی تھی وہیں کی سمت جا رہا تھا۔ جبکہ خود سمبوتورا کو بھی یہ بات نہیں معلوم تھی کہ وہیں کہاں قید ہے۔ اشیشا مجھے لے آئے برصغیر کی مختلف بیچ و بیچ سرنگوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک جگہ رگ لگی۔ میں نے اس راستے کو پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ یہاں ایک کشادہ غار تھا اس میں ایک جنگل لگا ہوا تھا۔ جس میں باہر کی سمت سے ایک تالا لگا ہوا تھا۔ غار کے باہر کوئی محافظ نہیں تھا۔ یہاں انہیں قید کرنے کے بعد وہ لوگ بالکل مطمئن تھے۔ اور درحقیقت ان کا اطمینان بے مقصد نہیں تھا۔ کیونکہ یہ جگہ ہی ایسی تھی کہ یہاں سے نکلنا ہی تقریباً ناممکن تھا۔ جنگل کے دوسری طرف تقریباً دس گیارہ افراد زینڈال پر لے لیے سو رہے تھے۔ دیواروں میں شعلیں نصب تھیں۔ لیکن ان کی دھندلی دھندلی روشنی ان لوگوں کے قدموں والے واضح نہیں کرتی تھی۔ تاہم میں انہیں پھاڑ پھاڑ کر

”اٹھیں دیکھتا رہا۔ ان میں کوئی عورت نہیں تھی۔ یہ ساموں تھے ندرت اور وائی میں کے قبیلے کے لوگ میں انہیں دیکھتا رہا پھر اشیشا نے مجھے ایک اور غار دکھایا۔ میرے غار میں نے پچھوڑوں کو بھی دیکھا۔ اور جنگل کے قریب بڑی ہوئی ایک عورت کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا وہ ندرت ہی تھی کہاں وہ ندرت ہی تھی وہ بھی ان لوگوں کی قیدی بن گئی تھی میں نے اس کا غار خاص طور سے ذہن میں رکھا۔ اور پھر اشیشا نے پوچھے کہ اگر تم ان میں سے کسی قیدی کو جاننا چاہیں تو اس کا طریقہ کیا ہوگا۔“

”چاہیں حاصل کی جا سکتی ہیں مگر تم ان میں سے کسی قیدی کو کیوں لگانا چاہتے ہو۔“
”بالکل نہیں میں تو اسے ہی پوچھ رہا تھا۔ میرے دل میں نہ جانے کیوں یہ خواہش ابھرنی ہے کہ میں ان میں سے کسی سے اس کے تاثرات پوچھوں۔“
”اوہ تقریباً۔“

”بالکل۔ دراصل اشیشا اتنے عرصے تک انسانوں سے دور رہا ہوں کہ مجھ پر کسی بھی کیفیت میرے دل و دماغ پر طاری ہو گئی ہے۔“

”اگر تم چاہو تو میں خاموشی سے یہاں کی چابیاں حاصل کر سکتی ہوں۔“
”اگر کرو تو اچھا ہے۔ میں نے کہا۔“
”تو ٹھیک ہے۔ میں چابیاں حاصل کر لوں گی۔“
”لیکن اگر کسی کو یہ سب مل گیا تو۔“

”پتہ چل ہی کیسے سکتا ہے۔ میں کوئی بے وقوف تھوڑی ہوں۔ اشیشا نے جواب دیا۔“
”تو ٹھیک ہے۔ اشیشا۔ تم ان تمام قید خانوں کی چابیاں حاصل کر لو۔ ہمارا جب بھی دل چاہے گا۔ ان میں سے کسی قیدی کو نکالیں گے۔ اس سے اس کے تاثرات معلوم کریں گے اور پھر اسے اس کی جگہ واپس بند کریں گے۔ اس طرح کافی لطف رہے گا۔ میں نے کہا اور اشیشا مسکرائی۔ بالکل ہی معصوم تھی سوچتی ہی نہیں تھی۔

اس معصوم لڑکی کے ساتھ جو کچھ میں کرنے والا تھا۔ اس پر بہر حال دل تو بہت دکھے گا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔ دوسری رات اشیشا نے چابوں کا ایک چمچا میرے حوالے کرتے ہوئے ہنس کر کہا کہ اس نے آسانی

”میرا خصوصی می فلظ لوس ہے۔ لوس شراب کا سیاہ ہے اور اگر اسے ضرورت سے زیادہ شراب دے دی جائے تو وہ انتہائی مہلک ہو سکتا ہے۔ ہم اگر چاہتے ہیں تو اس کا لباس اتار کر تھارے پاس لے آؤں اور اسے شراب پلا کر اپنی رہائش گاہ میں بند کر دوں۔“

”اگر آسمان ہو تو کل رات کو تم ایسا ہی کرنا۔“
اور دوسری رات اشیشا نے ایسا ہی کیا۔ جو لباس وہ میرے لئے لائی تھی وہ میرے بدن پر بالکل ہی فٹ نہیں تھا۔ تاہم کل میں مل سکتا تھا۔ لوس کے بارے میں اس نے بتایا کہ اسے وہ پوری طرح بے ہوش کر کے اپنی سہری کے بیچہ دھکیل آئی ہے۔ اس بات پر وہ بہت ہنس رہی تھی اور اپنی جلائی پر بہت خوش تھی ہر طور پر وہ مجھے لئے ہوئے باہر نکل آئی اور میں نے پہلی بار سرنگ کے دوسرے حصوں کو دیکھا۔ اشیشا مجھے ان کے بارے میں بتاتی جا رہی تھی۔

رات کے اس پھر سرنگ میں کوئی بھی نہیں جاگ رہا تھا رات کے محافظ بھی اپنی اپنی جگہ سونے کے لیے چلے گئے تھے۔ یہاں اندرونی طور پر کوئی خاص پہرہ نہیں رہتا تھا۔ صرف باہر کی عمرانی کی جاتی تھی۔ یہ تمام مجھے اشیشا ہی سے معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ قیدی کہاں ہیں۔ جو مقامی ہیں؟“

میں نے اشیشا سے سوال کیا۔
اور وہ مجھے ایک اور ہمت اشارہ کر کے پل بڑی۔ ایک بار پھر میرے بدن میں ایجنٹس ہونے لگی تھی وہیں کی سمت جا رہا تھا۔ جبکہ خود سمبوتورا کو بھی یہ بات نہیں معلوم تھی کہ وہیں کہاں قید ہے۔ اشیشا مجھے لے آئے برصغیر کی مختلف بیچ و بیچ سرنگوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک جگہ رگ لگی۔ میں نے اس راستے کو پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ یہاں ایک کشادہ غار تھا اس میں ایک جنگل لگا ہوا تھا۔ جس میں باہر کی سمت سے ایک تالا لگا ہوا تھا۔ غار کے باہر کوئی محافظ نہیں تھا۔ یہاں انہیں قید کرنے کے بعد وہ لوگ بالکل مطمئن تھے۔ اور درحقیقت ان کا اطمینان بے مقصد نہیں تھا۔ کیونکہ یہ جگہ ہی ایسی تھی کہ یہاں سے نکلنا ہی تقریباً ناممکن تھا۔ جنگل کے دوسری طرف تقریباً دس گیارہ افراد زینڈال پر لے لیے سو رہے تھے۔ دیواروں میں شعلیں نصب تھیں۔ لیکن ان کی دھندلی دھندلی روشنی ان لوگوں کے قدموں والے واضح نہیں کرتی تھی۔ تاہم میں انہیں پھاڑ پھاڑ کر

”اٹھیں دیکھتا رہا۔ ان میں کوئی عورت نہیں تھی۔ یہ ساموں تھے ندرت اور وائی میں کے قبیلے کے لوگ میں انہیں دیکھتا رہا پھر اشیشا نے مجھے ایک اور غار دکھایا۔ میرے غار میں نے پچھوڑوں کو بھی دیکھا۔ اور جنگل کے قریب بڑی ہوئی ایک عورت کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا وہ ندرت ہی تھی کہاں وہ ندرت ہی تھی وہ بھی ان لوگوں کی قیدی بن گئی تھی میں نے اس کا غار خاص طور سے ذہن میں رکھا۔ اور پھر اشیشا نے پوچھے کہ اگر تم ان میں سے کسی قیدی کو جاننا چاہیں تو اس کا طریقہ کیا ہوگا۔“

”چاہیں حاصل کی جا سکتی ہیں مگر تم ان میں سے کسی قیدی کو کیوں لگانا چاہتے ہو۔“
”بالکل نہیں میں تو اسے ہی پوچھ رہا تھا۔ میرے دل میں نہ جانے کیوں یہ خواہش ابھرنی ہے کہ میں ان میں سے کسی سے اس کے تاثرات پوچھوں۔“
”اوہ تقریباً۔“

”بالکل۔ دراصل اشیشا اتنے عرصے تک انسانوں سے دور رہا ہوں کہ مجھ پر کسی بھی کیفیت میرے دل و دماغ پر طاری ہو گئی ہے۔“
”اگر تم چاہو تو میں خاموشی سے یہاں کی چابیاں حاصل کر سکتی ہوں۔“
”اگر کرو تو اچھا ہے۔ میں نے کہا۔“
”تو ٹھیک ہے۔ میں چابیاں حاصل کر لوں گی۔“
”لیکن اگر کسی کو یہ سب مل گیا تو۔“

”پتہ چل ہی کیسے سکتا ہے۔ میں کوئی بے وقوف تھوڑی ہوں۔ اشیشا نے جواب دیا۔“
”تو ٹھیک ہے۔ اشیشا۔ تم ان تمام قید خانوں کی چابیاں حاصل کر لو۔ ہمارا جب بھی دل چاہے گا۔ ان میں سے کسی قیدی کو نکالیں گے۔ اس سے اس کے تاثرات معلوم کریں گے اور پھر اسے اس کی جگہ واپس بند کریں گے۔ اس طرح کافی لطف رہے گا۔ میں نے کہا اور اشیشا مسکرائی۔ بالکل ہی معصوم تھی سوچتی ہی نہیں تھی۔

اس معصوم لڑکی کے ساتھ جو کچھ میں کرنے والا تھا۔ اس پر بہر حال دل تو بہت دکھے گا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔ دوسری رات اشیشا نے چابوں کا ایک چمچا میرے حوالے کرتے ہوئے ہنس کر کہا کہ اس نے آسانی

سے محافظوں کو سنبھالنے اور اب وہ بے چارے ریشیاں پھرتے ہیں۔
 "کہیں وہ تاملے تبدیل نہ کریں۔"
 "میں تاملے تبدیل نہیں کریں گے۔ بلکہ مگر چاہیں
 حاصل کر لیں گے، ایشیا نے کہا اور میں نے مطمئن امانت میں
 گردن بلا دی۔

پھر میں ایشیا سے انکل ویٹی کے بارے میں پوچھنے
 لگا جنہوں نے ان قیدیوں کو ذہنی گرفت میں رکھا تھا۔ تو
 ایشیا نے بتایا کہ انکل ویٹی عجیب سے آدمی ہیں۔ کبھی
 مسکراتے ہیں۔ کبھی سے بات کرتے ہیں۔ انھوں نے باقاعدہ
 ایک تجربہ گاہ بنائی ہوئی ہے یہاں جہاں وہ دن رات
 مصروف رہتے ہیں۔ میں نے اس تجربہ گاہ کے بارے میں
 بھی معلومات حاصل کر لی تھیں۔

صبح ہونے والی تھی معمول کے مطابق ایشیا علی گئی
 چابیوں کا بیچا میرے پاس تھا اور میں یہ اندازہ لگا چکا تھا
 کہ ان ہی قید خانوں میں سے کسی ایک قید خانے میں ویٹی
 بھی قید ہے مجھے زبردست ذہنی محنت کرنی پڑ رہی تھی۔

حالانکہ میں ہم کی دنیا کا انسان نہیں تھا اور ایسے واقعات
 سے میرا کبھی ساٹھ نہیں رہتا۔ لیکن انسان جس سامنے پر
 قدم اٹھایا کرتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس میں اسے ہمارے
 ہی جاتی ہے اور ان دنوں میں جو کچھ سوچ سکتا تھا وہ میری
 بساط سے کہیں باہر کی چیز تھی۔ اب دل میں صرف یہی آرزو
 تھی کہ کسی طرح ان واقعات پر قابو پاؤں۔ اور ویٹی کو
 آزاد کرانوں۔ لیکن یہ آتا آسمان کام نہیں تھا اور سوچ سوچ
 کر ہی کلیہ منہ کو آتا تھا۔ سامنے میں مشکلات تھیں۔ دن کی

روشنی میں قاروں میں نکل میں سکتا تھا رات کو ایشیا اسٹل
 رہتی تھی پھر یہ کام کس طرح ہوگا۔ زیدال کے دل کو تنگی
 ہوئی تھی۔ میں دونوں صورتوں میں اس کے لیے اہمیت
 رکھتا تھا اگر وہ صرف سوچنا کا انتقام نہیں چاہتا تھا تب
 بھی اس نے مجھ پر بہت بڑا اعتماد کیا تھا اور اگر خدا نے اس
 کے ذہن میں تھا تب بھی میں ہی اس کی رہنمائی کر سکتا تھا
 پتا چڑھا اس کا کوئی نہ کوئی ساتھی یہ دوپہر مجھے سے ضرور ملاقات
 کرتا تھا۔ اس دوپہر بھی ایک بائبل سے شخص نے مجھ سے
 ملاقات کی اور میں نے زیدال کو کسی پیغام بھیجا کہ میں مسلسل
 مصروف ہوں اور بہت جلد خاطر خواہ پیغام برآمد ہوگا۔ یا رہا
 میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ زیدال کے محافظ اگر

یہاں تک رسائی رکھتے ہیں تو پھر ان کے ذریعہ ایشیا کو
 اغوا کرنے کا منصوبہ کیوں نہیں بنایا گیا۔

کئی دن گزر گئے تھے لیکن کوئی منصوبہ ذہن میں نہیں
 آیا تھا۔ چاہیں میرے پاس محفوظ تھیں لیکن سامنے جتنے
 دن میں ایک دو بار کوشش بھی کی تھی لیکن چاروں طرف
 خطرات ہی خطرات تھے۔ پھر خدا نے یہ مشکل بھی حل کر ہی رکھی
 اسی وقت ایشیا نے بتایا کہ کل وہ میرے پاس نہ آسکے گی کیونکہ
 کل چاند کی چوہ ہوں رات ہے۔ میرے رنگ ویسے میں سنسنی
 دوڑ گئی تھی، اس رات میں ایشیا سے کوئی گفتگو بھی نہیں
 کر سکا تھا۔ دن بھی شدید تیریاں کے عالم میں گذرا اور پھر
 رات ہوئی۔ میری آج کی کامیابی پر ہی آئینہ کے حالات
 کا دار و مدار تھا۔ بہر حال جو وقت میں نے مقرر کیا تھا وہ آ
 گیا اور میں مختصر انداز میں تاہوت سے نکل کر قید خانے کی
 طرف چل پڑا۔ سامنے میرے ذہن میں محفوظ تھے اور میں پھونک
 پھونک کر قدم رکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ سر نہیں سستان
 تھیں میرے قدم اس قید خانے کی طرف اٹھ رہے تھے جہاں
 ندرت قید تھی۔ پھر ایک راہداری سے دوسری طرف گھومنا
 ہی تھا کہ عقب سے ایک آواز اٹھری۔

"رنگ جاؤ، اس رنگ جاؤ، تمہارا گھین ختم ہو گیا ہے
 سہم کر پلٹا اور۔"

میری آنکھوں نے اس دراز قامت شخص کو دیکھا تو ایک
 ڈھیلے ڈھالے مغزلی لباس میں طبوی میرے سامنے کھڑا تھا۔
 خشک چہرہ، بکھرے ہوئے بال، پھینکی آنکھیں جو شاید بے خوابی
 کی برہنہ تھیں۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رخ میری
 جانب تھا۔

"میں کئی دن سے تمہاری تلاش میں تھا، اس کا واڈو باری
 سنائی دی۔"

"میری میری تلاش میں؟ میری بھی ہونی آواز اٹھ رہی۔
 "سوفی فیصدی تمہاری تلاش میں، اور آج؟ اس نے
 جملہ ادھر اچھوٹو دیا۔"

"مکن سے تمہیں غلط بھی ہوئی ہو؟
 "آہ۔ ہاں۔ لیکن ہے، اس نے پستول کو جنبش دینے
 ہوئے کہا۔ لیکن اس کا چہرہ سہاٹ ہی رہا تھا۔ "کون جو تم؟"
 "سینوئل، میرا نام سینوئل ہے"
 "نہیں تمہارا نام سینوئل نہیں ہے؟"
 "کیا مطلب ہے؟"

شاعری

خرابات	عبدالحکیم عدم	۶۵/-
چارہ درد	"	۴۵/-
چاک پیراھن	"	۴۵/-
دھان زخم	"	۴۵/-
آؤ کہ کوئی خواب نہیں	ساحر لہستانی	۱۵/-
کلیات اصغر	اسغر گوندوی	۴۰/-
دیکھیناں	شکیل بڑویونی	۵۰/-
خوبصورت غن لیں	کمال احمد ضوی	۵۰/-
انتخاب کلام داغ	نواب مرزا داغ	۵۰/-

علی میاں بکسیلرز اردو بازار لاہور

شخص کے اس اعتماد کی وجہ کا بھی سبب میں نے اس اعتماد کو دھول
 بھی نہیں دیا تھا، ایک طرف ایک دلیانے غصے بڑی ہوئی تھی
 اس نے مجھے اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔
 "میرا نام دیکھو ویٹی ہے۔ اس نے کہا اور اس کے
 ان الفاظ سے میرے اندازے کے تصدیق ہو گئی۔

"منٹرو ویٹی آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟"
 "میں تمہاری اس جگہ موجودگی کے بارے میں سوال کر سکتا
 ہوں جہاں میری تم سے ملاقات ہوئی، اس کے علاوہ یہ سوال
 بھی زیر غور ہے کہ درحقیقت تم کون ہے؟ جس شخص کا نام
 نام لیا ہے وہ مرجحاً ہے اور اس کی حنوط شدہ لاش ایک
 تابوت میں موجود ہے، بے شک تم نے اس کی صورت اختیار
 کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ لیکن کم از کم ویٹی کی آنکھوں
 میں دھول چھوٹی نہیں جاسکتی!"

"تھیک ہے منٹرو ویٹی میں آپ کی آنکھوں میں دھول
 جھونکنا بھی نہیں چاہتا، میرا نام غزالی ہے۔"
 "مشکر ہے۔ میں تمہیں اپنے آپ سے متعارف کرا
 ہی چکا ہوں ویسے تمہاری شخصیت میرے لیے انتہائی پر اثر
 ہے، تم ساموں تو نہیں ہو؟ ویٹی نے کہا۔

"ہاں میں ساموں تو نہیں ہوں بلکہ اس جیتی جاگتی دنیا
 کا ایک انسان ہوں، مجھے اس بات کا علم ہے منٹرو ویٹی کہ
 ساموں کو ذہنی طور پر مہل کرنے کی ذمہ داری آپ ہی کی

ذمہ داری ہے، لیکن کئی ہوشیاری دکھانے کی
 دت نہیں ہے تمہارے پاس کون سا ہتھیار ہے؟ اگر
 ہتھیار استعمال کرنے کی کوشش مت کرنا میں تمہارے
 ہتھیار نہیں ہوں۔ میں نے یہ پستول تم پر اس لیے مانا
 کہ تم کوئی ذہنی حرکت نہ کرو۔ آؤ میرے ساتھ تم اس جگہ
 دظاہر نہیں ہو؟

میں کوشش کا شکار تھا لیکن اس کی ہدایت پر عمل کرنے
 لے بجز بھی تھا چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا یہ وہ حال
 ہے کہ انتہائی پریشان کن تھی، اس شخص کے بارے میں
 اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا، اس نے کہا تھا کہ میں تمہارے
 بہار سال نہیں ہوں اس بات کا کہی مطلب تھا، لیکن اس
 بات کو لے کر دعوائی نہیں تھی، میں تو کسی قسم کے ہنگامے
 سے بچنا چاہتا تھا، اندر میری خواہش تھی کہ میں کسی بھی طرح
 رت وغیرہ تک پہنچ جاؤں۔ اگر ندرت میرے ہاتھ تک
 آئے تو یقینی طور پر یہاں کے معاملات آگ بڑھ سکتے تھے،
 درمیان ہی میں ہنگامہ آرائی ہوئی تو اسے منہ بے چوہٹ
 اہلیں گے۔

دراز قامت آدمی میرے آگے آگے چل رہا تھا لیکن میں
 نے کوشش کی تھی کہ وہ میری طرف سے غافل نہیں ہے، ٹھونکا
 کے بعد وہ ایک قدم سوراخ میں اندھا نکل ہو گیا۔ میں
 نا اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا، سوراخ کا اختتام چند لمحوں
 ہوا اور اس کے بعد ایک گول دروازہ نظر آیا جو درخت کی
 لڑی سے ہی بنا ہوا تھا لیکن اس پر رنگ دروغی نہیں تھا۔
 از قامت نے دروازہ کھلا اور مجھے ساتھ آئے کا اشارہ
 رکے اندھا نکل ہو گیا۔ اندر تیز روشنی چھلی ہوئی تھی اور اس
 روشنی میں میں نے اس غار کے حوالہ کو دیکھا اور دفعتاً میرے
 ہاتھ میں ایک نام گوج اٹھا۔

"ویٹی۔ آہ ایشیا نے ہی نام میرے سامنے لیا تھا اور
 دل اس کے انکل ویٹی نہ بیٹھے تھے نہ مسکراتے تھے، بے شک
 دریاٹ چہرے والا شخص ممکن ہے ویٹی ہی ہو اس کا
 لڑھ قار میں چھلی ہوئی عجیب و غریب قسم کی مینٹوں سے جو
 اٹھا، جو انتہائی پر اثر اور اہمیت تھیں۔

دراز قامت کے بغیر گے بھٹا رہا، پستول اس کے
 تھیں ضرور موجود تھا، لیکن مجھے ہدایت کرنے کے بعد وہ اس
 بیٹھے ہی اس نے پستول نیچے کر لیا تھا اور اس طرح مطمئن ہو گیا
 تھا جیسے میں کسی بھی طور اس کے ساتھ وفا نہیں کروں گا لاکھ
 لاکھ سے میں چاہتا تو اس پر عمل کر سکتا تھا، پتا نہیں اس

ہے لیکن آپ کو تھوڑے پریشانی کیسے ہوا؟
 اگر تم ساموں نہیں ہو تو یقیناً میلی پتھری کے ماہر ہو میرا
 خیال ہے تمہیں تمام تفصیلات بتا دی جائیں تاکہ تم زیادہ ممکن
 ہو کر مجھ سے گفتگو کر سکو کسی اچھی اور غیر متعلقہ شخص کا ان
 غاروں میں داخل ہونا بالکل ناممکن ہے، لیکن اگر کوئی شخص
 کسی بھی طرح یہاں تک پہنچ جائے تو وہ معمولی انسان نہیں
 ہو سکتا۔ ساموں کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ یہ بات مجھے
 نہیں معلوم، اپنے اندازے کے بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اس سمت
 کا رخ کرنے والے، صرف ولاڈی واسکاٹ کے بیان کردہ خزانے
 کی تلاش میں آنے ہیں، لیکن ہے تمہارا تعلق بھی انہی سے ہو
 مرسز غزالہ۔ کیا میرا اندازہ غلط ہے؟
 ”نہیں۔ آپ کسی مددگار درست سوچ رہے ہیں مرسز ڈبلیو“

لیکن آپ تو بوناوینا کے ساتھی ہیں۔
 میرے ان الفاظ پر ڈبلیو کے چہرے کے عضلات میں
 ایک لمحے کے لیے کشیدگی پیدا ہوئی، پھر اس نے اپنے آپ
 کو سنبھال لیا اور بولا۔

”اس کا مقصد ہے کہ تم ان تمام لوگوں سے بہت آگے
 بڑھ چکے ہو جو اب تک اس جگہ میں پہنچے ہیں۔ اتنی معلومات
 تمہارے لیے خطرناک بھی ہو سکتی ہیں بلکہ بہت خطرناک لیکن
 تم اسے اپنی خوش نصیبی سمجھو کہ اس دور کے ہاتھ گئے کی بجائے
 تمہاری اطلاعات مجھ سے ہو گئی۔ تمہارا اندازہ درست ہی ہے کہ
 میں بوناوینا کا ساتھی اور اس کے تمام سائنسی امور کا نگران، پتا
 نہیں تمہاری معلومات کہاں تک ہیں، مختصر میں نہیں بوناوینا
 کے بارے میں بھی بتا دوں۔ وہ بھی خزانے ہی کی تلاش میں
 یہاں آیا ہے۔ ڈبلیو کی اصل میں کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ قبیلہ
 ایک ساموں عورت نے اپنے نام پر لایا گیا ہے بلکہ اس قبیلے
 کو اپنا نام دے دیا ہے اور کچھ اس قسم کی اصلاحات میں اس نے
 اور اس طرح ذہنی طور پر قبیلے کے لوگوں کو اپنا مصلح کیا کہ وہ
 اسے دیوی کی حیثیت دینے لگے۔ بوناوینا نے ساموں
 کے لیے بڑی محنت کی ہے اور بالآخر اس نے ڈبلیو میں وجود
 ایک ایک ساموں کو قید کر لیا ہے اور ان کے ذہنی رابطے
 سائنسی ذرائع سے منقطع کر دیے ہیں اور ان کی جگہ اپنی بیٹی
 کو دیوینی بنا کر وہ قبیلوں کو کنٹرول کر رہا ہے۔ اس کو قیام قبیلوں
 میں صرف اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ دیوینی اپنی زبان
 نہیں کھول دیتی لیکن وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود دیوینی
 کی زبان نہیں کھلوا سکا ہے اور اسی وجہ سے ابھی تک یہاں
 مقیم ہے۔ یہ تو رہی بوناوینا کی کہانی۔ میرے بارے میں سنو“

دوست تمہیں اس لیے رازدار بنا رہا ہوں کہ تم لوں جاہل
 میں اس دیرانے میں بالکل تنہا ہوں۔ میری بیوی اور دو بچے
 بوناوینا کی قید میں ہیں اور میری سائنسی صلاحیتیں میرے ہاتھ
 غائب ہیں، گئی ہیں، اپنی صلاحیتوں کی بنا پر بوناوینا نے آپ
 قید کر رکھا ہے۔ درجے مجھے بل کر کے اپنے مقاصد کے
 استعمال کر رہا ہے۔ اس طرح تم انکم میری پوزیشن تمہاری نظر
 میں واضح ہو گئی کہ میں بذات خود تمہارے مخالفوں میں سے
 ہو سکتا، کیونکہ میں تو خود مصیبتوں کا شکار ہوں“

ڈبلیو کی گفتگو سن کر میرے ذہن میں مسرت کی ایک
 اظہار آئی تھی۔ اگر یہ شخص بھی بوناوینا کے مخالفوں میں سے ہے۔
 تو یہ میرے لیے اندازہ نہیں تھی، اس طرح اس شخص کو اپنے نام
 شامل کر کے مجھے کافی آسانیاں ہو سکتی تھیں۔ میں خاموشی
 اس کی صورت دیکھتا رہا تھا۔ ڈبلیو کی آنکھوں میں کرب کے آ
 نظر آ رہے تھے اس نے کہا۔

”ایک سائنسدان کی حیثیت سے میری زندگی مطمئن
 میں گذر رہی تھی کہ تم پر تباہی نازل ہوئی میری بہت اچھی
 اور میرے مدعوں بیٹے تمہارا کر لے گئے اور میں ان کی تلاش
 سرگرداں بھر رہا ہوں، اس وقت وہ کوشش کر رہے ہیں جو ان کے ہم
 کے لیے ممکن ہو سکتی تھی۔ پولیس بھی اس سلسلے میں میری کوئی
 نہیں کر سکتی تھی،
 اور جب میں ان کے حصول کے سلسلے میں مایوس ہو گیا
 میری آنکھوں میں تاریک ہو گئی، اپنی بیوی اور بچوں کے
 دنیا میں میرے لیے کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ
 خود کئی کر لوں اور جب میں خود کئی کرنا چاہتا تھا تو میں وہ
 پر بوناوینا میرے پاس پہنچ گیا، اس نے مجھ سے ملاقات
 کر کے مجھے تمام صورت حال بتائی اور کہا کہ میری بیوی
 دونوں بیٹے اس کی قید میں ہیں، انہیں نہایت حفاظت
 رکھا گیا ہے اور اگر میں اس کے مقصد کی تکمیل کروں تو
 خزانے میں سے ایک چھوٹا سا حصہ اور اپنے بیوی اور
 والدین مل سکتے ہیں۔ میں نے بحالت بجزوری اس کے لیے
 کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے
 کے ساتھ تبت کی جانب چل پڑا۔
 ”اس سے قبل میں نے وہ تمام سائنسی مشین تیار
 تھیں جو اس کی فراہم کی تکمیل کر سکتی تھیں، اس مشین کے
 میں ایک عجیب منصوبہ تھا، جس کی تفصیل تمہیں بتانا ہے
 ہوگی۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اس سے
 کے ساتھ نہیں ہوں، اور یہ بھی محسوس کرنا ہوں کہ وہ“

”سوچ سے مراد ڈبلیو ہے۔“
 ”ہاں۔ میں جس تھوڑی بہ کام کر رہا تھا اس کے تحت یہی
 بات سب سے افضلیت رکھتی تھی کہ میں نے بیٹی کو ایک
 منفی شکل دے چکا تھا اور اس اعلان نے مجھے اس عذاب میں
 گرفتار کیا۔ میں ہر شخص کے ذہن سے وہ حقیقتیں مٹاتی
 سے اگلوں کو اس کے ذہن کی گہرائیوں میں پوشیدہ
 ہوں، ساموں کے ذہنوں کے لیے خاص طور سے یہ کام کیا
 گیا۔ ساموں کی ذہن ایک خاص ترسب کے حامل ہوتے ہیں۔
 ان میں قدرتی طور پر شیل پیٹھی اور پیناٹرم کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔
 جو ان کے شعور میں موجود ہیں۔ بہت ہی چیزیں انسانی لاشعور
 میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور انہیں اجاگر کرنے کے لیے شدید مشینیں
 اور تختیں کرنا ہوتی ہیں، لیکن دراصل ساموں کا تحت لاشعور ہی
 لاشعور ہے اور لاشعور ان کے دماغ کی مدد سے منزل میں ہے۔
 اس کی وجہ سے وہ آسانی سے پہچانے جاسکتے ہیں، بوناوینا
 نے بہت سے ساموں کو یہاں میری کاوشوں ہی کے ذریعہ
 کیا اور اب تقریباً تمام ساموں اس کے قبضے میں ہیں، مجھ پر
 یہ ذمہ داری ہے کہ میں ساموں کی جانب سے جو کس رہوں،
 مایوں کو قید کر کے ان سے ان کی ذہنی قوتیں چھین لی گئی ہیں،
 یا ان کو کہو کہ ان کے ذہنوں کو وقتی طور پر مہلک کر دیا گیا ہے اور
 اب وہ کم از کم بینکام رسانی نہیں کر سکتے، یا ایک دوسرے کو
 اپنے حالات سے آگاہ نہیں کر سکتے، اس کے علاوہ اگر ان کے
 ذہن میں کوئی تحریک پیدا ہوتی ہے تو میرے مشینی ذرائع اسے
 سمجھ لیتے ہیں اور میں بوناوینا کو اس سے آگاہ کر دیتا ہوں۔
 ”ڈبلیو کا راز کھینچنے کے لیے ہر کوشش کر لی گئی لیکن اس
 سہ خزانے کے راز کو اپنے ذہن کے پتھر ایسے گوشوں میں مخفی
 کر رکھا ہے کہ وہ مشینی ذرائع سے سامنے نہیں آسکا اور تم لوگ
 ابھی تک انہی کوششوں میں مصروف ہیں اور اس کی وجہ سے
 لہذا دنیا یہاں مقیم ہے افسوس کہ وجہ سے یہ سارا گواگھ دھندا
 بچھلا گیا ہے، صرف ایک ساموں ہماری قید سے فرار ہو گیا
 ہے اسدہ بھی بالکل اتفاقی طور پر کہ ہم اس کے تحت لاشعور کو
 لہدی نہیں بنا سکے تھے اور یہ صرف لاپرواہی کی بنیاد پر ہوا

تھا۔ میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں، اس کے ذہنی نشانات
 مجھے ملتے جا رہے ہیں، لیکن وہ مجھیں تبدیل کر دیتا ہے جس کی
 اور سے ابھی تک ہم اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکے، اور پھر جب
 میرے مشینی ذرائع نے مجھے بتایا کہ ایک ایسا شخص جس کی ذہنی
 سطح ساموں سے ملتی جلتی ہے، جو کبھی قریب ہی موجود ہے
 تو میں حیران رہ گیا، میں نے ان نشانات کو اجاگر کیا تو مجھ پر
 یہ عجیب انکشاف ہوا کہ وہ شخص ساموں تو ہی نہیں رکھتا لیکن
 اس کی ذہنی نشانات میں خیالات منتقل کرنے کی قوت پیدا
 ہو چکی ہے اور یہ کوئی ایسا ہی شخص ہو سکتا تھا جو ٹیلی پیٹھی اور
 پیناٹرم کا ماہر ہو۔

”میرے مشینی ذرائع بتاتے تھے کہ وہ ہم سے قریب تر
 ہے، بجائے کیوں میں نے بوناوینا کو اس بات سے آگاہ نہیں
 کیا میرے ذہن میں یہ تصور پیدا ہوا تھا کہ اگر وہ شخص اس
 دنیا کا کوئی انسان ہے تو یقیناً طور پر بے پناہ صلاحیتوں کا مالک
 ہو گا اور اگر وہ مجھے مل جائے، تو میں اسے اپنے ساتھ شامل
 کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کروں، میں خود غور پر تمہاری تلاش
 میں سرگرداں تھا اور اس وقت یہ صرف اتفاق ہے کہ جبکہ تمام
 لوگ دیشی کے حکامات کا ماترہ دیکھنے کے لیے پہاڑوں کی
 چوٹیوں پر جمع ہیں تم ان غاروں میں بیٹھ رہے ہو، چنانچہ میرے
 ذہن نے انکشاف کیا کہ تم ہی وہ شخص ہو سکتے ہو، مرسز غزالہ یہ
 یقیناً تمہارے ذہن میں میرے لیے شکوک و شبہات
 پیدا ہوں۔“

”وہ دیکھو اس مشین پر نظر آنے والی نئی روشنی جہاں آہستہ
 اسرارک کردی ہے اس بات کا احساس دلانے ہی ہے کہ تم میرے
 جانب سے امیدوار ہیں، کثیفت میں مبتلا ہوا دوسرا ہم نے
 میرے اوپر مکمل بھروسہ نہیں کیا۔ یہ بات غیر انسانی نہیں ہے،
 لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا مقصد کچھ بھی ہو، میں تم سے
 بھرپور تعاون کروں گا۔ میں ایسے ایسے ایک لاکھ خزانوں پر
 لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے ان خزانوں میں سے پتھر کا ایک ٹکڑا
 بھی مددگار نہیں ہے، میں بس یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تمہارا اثر
 بوناوینا کو تباہ کر دے اور کسی طرح مجھے میری بیوی اور بچے مل
 جائیں۔ میں صرف ایک سائنسدان ہوں۔ جو علم کی دنیا سے میرا
 کوئی تعلق نہیں ہے، اور میری ذہنی رسانی بھی اس قدر نہیں ہے
 کہ میں اپنے طور پر کوئی قدرتی سوچ سکوں لیکن جو شخص ان غاروں
 میں داخل ہو سکتا ہے، وہ ان تمام صلاحیتوں کا مالک ہے
 اس کے بعد اگر وہ کوئی ایسا ہے تو مجھ پر افسوسناک اور سستو،
 میں تمہیں بوناوینا سے محفوظ رکھ سکتا ہوں اور یہ واحد میں

ہوں جو ایسا کر سکتا ہوں میرے پاس ہے شمار ذرائع ہیں کوئی تمہارے بارے میں کچھ نہیں جان سکے گا اور تم یہاں اپنا کام کر سکتے ہو؟

میں ویلی کی شکل دیکھا رہا اس کے الفاظ کی صداقت پر کھتا رہا، بظاہر ہر سچائی نظر آ رہی تھی اور میری تو بے حد محالمت خدا پر مجبور دینے کا عادی تھا، میں جانتا تھا کہ انسانی سوچ انہماک مد تک پہنچ کر بے اثر ہو جاتی ہے اور اس کے بعد وہ توین ملنے آتی ہیں جن کے بارے میں انسان کچھ نہیں جانتا اور انہیں مختلف نام دے دیا کرتا ہے چنانچہ حالات نے جب یہ نئی شکل اختیار کی تھی تو اس پر بہت زیادہ سوچ بچا بسے تھی۔ میں نے گرون ہلا کر کہا۔

”ٹھیک ہے مشرڈ ویلی، حالانکہ ہماری اور آپ کی بات کو چند لمحات ہونے ہیں، لیکن انسانی اصول اس سے زیادہ نہیں ہوتے بہت خورد خوص کر کے صورت انجنس پالی جاسکتی ہیں اور میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں سوچتا چنانچہ انہماک خواہش کے مطابق تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ ویلی نے گرون ہلائی اور پھر اہمتر سے بولا۔ اس اعتماد کے لیے تمہارا شکر گزار ہوں۔“

”اور اب اہم دوستی کی ان حدود میں داخل ہو گئے ہیں۔ مشرڈ ویلی، جو زیادہ قدیم نہیں ہیں۔ لیکن زیادہ مضبوط ہیں، شک و شبہات کے دور سے نکل کر جب ہم اعتماد کے دور میں داخل ہو چکے ہیں تو چنانچہ میں نہیں اپنے بارے میں بھی تفصیلات بتا دوں۔“

”ہاں۔ میرے دل میں یہی خواہش ہے کہ تم اپنا مکمل تعارف مجھی مجھے سے کرادو۔“

”مشرڈ ویلی۔ اس رات ہمیں کتنا وقت مل سکتا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور ویلی کلائی پر بندھی ہونے لگی دیکھا رہا۔ پھر بولا۔

”جب تک چاند آسمان پر چمکتا رہے گا جتنی زاریات جاری رہے گا اور کوئی اس طرف نہیں آئے گا، چنانچہ تم مطمئن رہو یہ لمحات تمہارے لیے پریشان کنی نہیں ہیں اس کے علاوہ اگر اتفاق سے ایسی کوئی بات ہو جیسی کوئی تمہیں محفوظ کردوں گا میرے پاس پہلے ایسی جگہیں موجود ہیں جہاں تمہیں پوشیدہ کیا جاسکتا ہے۔“

بے شمار مصائب و آلام سے گذرنے کے بعد میں یہاں پہنچا تو میرے بیشتر ساتھی باور سے گئے یا بچھڑ گئے۔ دو افراد باقی ہیں، جو قیدی ہیں۔ وہ میری طرح ذہنی طور پر مل نہیں ہیں اور بس خزانے کے حصول کے چکر میں میرے ساتھ چل رہے ہیں، جہاں تک میری ذہنی قوتوں کا تعلق ہے تو ان یوں سمجھ کر میرا رابطہ چند ساتھیوں سے جو گیا تھا اور انہوں نے مجھے ذہنی کیسوئی کا یہ عمل سکھایا یا اور اسی کے ذریعے میں سمجھ گیا کہ وہ فرار ہو چکا ہے وہ میرا ساتھی اور ادا تو ہے، چنانچہ تم سے پہلی درخواست یہی کرتا ہوں کہ تم کسی بھی طور پر لوٹنا نہ کرو اس کے بارے میں حقیقت نہ بتاؤ۔“

”ٹھیک ہے یہ میرا تم سے پہلا تعاون اور پہلا قدم ہے کہ وہ اگر اپنے آپ کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہو گیا تو میری مشینیں ذرائع اس کا نمکناشت نہیں کریں گے، ویلی نے توجہ دیا۔“

”ادہ۔ پرو فیئر زیڈال۔ دوسرا شیفان، ویلی نے گرون ہلاتے ہوئے کہا۔“

”اس شیطان کو میں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اگر کوئی تفصیل میں جاؤں گا مشرڈ ویلی تمہاں ٹول بول جو جائے گی۔ لوں کہ لو کہ میں نے انہماں چالاک ہے پرو فیئر زیڈال کا تعاون حاصل کر لیا۔ وہ خود بھی بونا دینا سے نباوت کرنا چاہتا ہے۔ اس ایک چال چلی تھی جس میں اُسے مکمل ناکامی ہوئی۔ اور وہ بونا دینا سے شدید بدظن ہو گیا، چنانچہ خفیہ طور پر اس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ اور یہاں بھی اس نے مجھ سے رابطہ قائم کر رکھا ہے، اس کا مقصد یہی ہے کہ بونا دینا کی بیٹی ایشلا کو اپنے جال میں پھانس لوں اور اس کے بعد خود بھی بونا دینا بیک ہل کر کے یہ خزانہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔“

”اے۔ خزانوں کے چکر ایسے ہی ہوتے ہیں کوئی کسی غلط نہیں رہتا۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ پرو فیئر زیڈال بونا دینا کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہے، بونا دینا اُسے اپنا دشمن نمبر ایک سمجھتا ہے اور جب خزانہ حاصل ہو جائے گا تو سب سے پہلا شخص پرو فیئر زیڈال ہو گا۔ جسے بونا دینا اپنے راتے بلانے کا چاہتا ہے کہ پرو فیئر زیڈال نے اس ملازم کو سچا ہے تو ا

ذہانت ہے۔“

”پرو فیئر زیڈال ہی کے ذریعے مجھے سمویل کی کہانی مل گئی، اور اسی کے تعاون سے میں یہ ایک آپ کے کے سمویل اہمیت سے یہاں پہنچا ہوں، ایشلا مجھے سمویل سمجھتی ہے جیسا کہ بونا دینا نے اس سے کہا تھا کہ ایک دن سمویل اپنے کم میں واپس آجائے گا۔ سو میں نے ذہنی انہماک کیا ہے کہ میں سے سمجھا دیکھوں کہ جس دن اس نے کسی پر میرا نمکناشت کیا میں واپس چلا جاؤں گا۔ لڑکی بہت مضموم ہے۔ بونا دینا نے سے اپنی شیفت کا شکار بنا کر ایک برسے انسان ہی کا نہیں کیا ہے بارے باپ ہونے کا ثبوت بھی دیا ہے بہر طور مشرڈ ویلی اس طرح میں مختلف ذرائع سے یہاں تک پہنچا ہوں۔“

”کیا تمہارے ذہن میں اس سلسلے میں کوئی منصوبہ بھی ہے؟“

”ہاں۔ پرو فیئر زیڈال کا سہارا لے کر میں یہاں تک آیا ہوں، لیکن جس ماموں کا میں نے تم سے تذکرہ کیا ہے مشرڈ ویلی۔ وہ میرا درست راستہ بھی ہے، میرے ذہن میں یہ پروگرام ہے کہ درحقیقت زیڈال کی اس کارروائی سے ذاتی طور پر فائدہ اٹھاؤں گا، اور کسی طرح ویلی کو آزاد کرالوں اور اسی مقصد کے تحت اس وقت میں اپنا عمل کر رہا تھا۔ میں نے ان قید خانوں کی چابیاں حاصل کر لی ہیں۔ جن میں وہ لوگ قید ہیں، ویلی کو کسی بھی طرح آزاد کر کے میں انہماک کر کے بونا دینا کی سائرسٹس ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ جی ہیرا منصوبہ تھا، ویلی مشرڈ ویلی اگر تم۔ اب میں صرف میں نہیں کہوں گا بلکہ تم کہوں گا، اگر تم اپنے اس منصوبے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ تمہارے دونوں ہی کام ہو سکتے ہیں۔“

”ہوں۔ لیکن ڈیرنگ زالی تمہاں میں اس کامیاب نہیں ہو سکتے، تمہیں میری مدد ضرور دکر ہوگی۔“

”کیا تمہارے بارے میں کچھ خامیاں نظر آئیں، تو آپ اپنے طور پر اس سلسلے میں سوچ سکتے ہیں۔“

”یقیناً۔ لیکن منصوبہ کیا ہے؟“

”وہی کو آزاد کرالیا جائے اور اُسے خفیہ طور پر ایشلا کی صورت دے دی جائے، یہاں جتنے ساموں ہیں ظاہر ہے سب ویلی کے غلام ہیں، ہم ان فاروں میں ایک دم کارروائی کریں گے اور جس طرح بھی ممکن ہو سکا بونا دینا کے ساتھیوں کو اپنے قبضے میں کر لیں گے، ویلی کے بارے میں، چونکہ مقامی باستانفوں کو تفصیلات معلوم نہیں ہیں، اس لیے ویلی انہیں ہدایت دے گا کہ ہر اس شخص کو پکڑ لیا جائے یا ہلاک کر دیا جو باہر سے آنے والا ہے، ویلی کے باشندے کمزور نہیں ہیں۔ بے شک اس سلسلے میں سخت مداخلت ہوگی اور بہت سے لوگ ہلاک ہوں گے، لیکن اسی طرح بونا دینا کے منصوبے کو ناکام کیا جاسکتا ہے۔“

”وہی نے کلائی پر بندھی ہونے لگی دیکھا رہا۔ پھر بولا۔“

”تہہاری تجویز نہایت شاندار ہے، لیکن کیا تم مجھ ایک رات اس کے لیے سوچنے کا موقع نہیں دو گے، اسنو دوست اپنے تمام پروگرام ترک کر کے واپس اپنے تاپوت میں چلے جاؤ، یہ میں اس خیال کے تحت کہہ رہا ہوں کہ اگر ایشلا تم سے اپنی سائرسٹس کے لیے کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ تمہارے پاس پہنچے گی، اور اب بہت زیادہ وقت نہیں ہے۔ ایشلا کو صرف اس بات کے لیے مجبور کر دو کہ وہ تمہاری زندگی کا تذکرہ اپنے آپ سے بھی نہ کرے میں تم سے خود ہی ملاقات کا راستہ نکال لوں گا اور دن کی روشنی میں تم سے ملوں گا۔“

اپنی پشانی پر رکھ لوگے، اور میرے اور تمہارے درمیان ذہنی رابطہ قائم ہو جائے گا، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میری تمام تر ماضی صلاحتیں ذہن سے ذہن تک محدود رہی ہیں اور میں نے ان ہی پر کام کیا ہے۔ اسی طرح مجھے تم سے ملاقات کی ضرورت نہیں پیش آنے گی۔ بلکہ ہمارے درمیان ذہنی گفتگو ہو سکے گی، میں تمہیں کل گیارہ بجے کا وقت دیتا ہوں، گیارہ بجے تم اپنی کارروائی کرنا اور مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کر لینا۔"

"مجھے اس کے لیے کیا کرنا ہو گا؟"

"کچھ نہیں۔ یہ دو سفید ٹیٹیں ہیں، جس میں ایک پر نمبر ایک اور دوسرے پر دو دکھا ہوا ہے، نمبر ایک ٹیٹیں دیا کرتا ہوں اسے لو کہ ان کر سکتے ہو اور نمبر دو دیکر بند کر سکتے ہو، تمہیں اس کی حفاظت کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے مہر ٹوٹی، اب مجھے اجازت دیجیے۔"

وٹیٹی مجھے باہر تک چھوڑنے آیا، چابیاں میرے پاس ہی رہنے دی گئی تھیں، آج کا منصوبہ ہر چند کہ اس شکل میں ناکام رہا تھا تو شکل میں جانتا تھا، لیکن میرے اپنے خیال میں وہ انتہائی کامیاب رہا تھا۔ وٹیٹی اچانک دریاخت ہوا تھا لیکن مجھے احساس نہ ہو گیا تھا کہ اس کے سہارے کے بغیر میں سامونوں کو ذہنی آزادی نہیں دلا سکتا تھا۔ وٹیٹی سے ہاتھ ملا کر میں واپس اپنے تابوت کی جانب چل پڑا اور مہر ٹوٹی دیر کے بعد اس میں لیٹ کر ڈھکی بند کر لیا۔

اس کے بعد میں ٹھیکیں بند کر کے گہری سوچ میں ڈوب گیا، وٹیٹی کے سامنے میں نے جو منصوبہ پیش کیا تھا میرے خیال میں اس کے ذریعے جیسا خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو سکتی تھی، لیکن اس میں میرے لیے بہت سی الجھنیں پوشیدہ تھیں۔ کیونکہ پر دینر زیڈال پر دستور مجھ سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا اور وہ اپنے منصوبے کے مطابق عمل کر رہا تھا، دیکھیں اس کے نتائج کیا ہوتے ہیں، میں سامونوں کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا، یہ بات تو اچھل کر سامنے آ چکی تھی کہ وٹیٹی نیندنا سمیو تو امد کو تین دفتر سامون کھلاتے تھے، لیکن یہ سامون کیا ہے اس کے بارے میں ابھی تک کوئی انکشاف نہیں ہوا تھا۔ سمیو تو رانے بھی اپنے آپ کو سامون تسلیم کر لیا تھا۔

میری ذہنی کیفیت تو اب ایسی ہو چکی تھی کہ میں بغیر معاملات بھول گیا، یہی تھا جس یوں لگتا تھا جیسے اپنی مسائل کے حل کے لیے میری زندگی وقف ہو گئی ہے۔ تمام پرانے کردار تار کیوں میں جا سوتے تھے۔ اس حسین زندگی کو بھول گیا تھا، جس سے میں سنا بٹلا گیا تھی، ماضی کے واقعات یاد آتے

تو ذہن مجھ کی کیفیات کا شکار ہو جاتا تھا، بعض اوقات مجھے خود پر ہی بھجھلاہٹ ہونے لگتی تھی۔ جان بوجھ کر زمانے ہنگامے سے بچنے کے لیے تھے، انوکھی فطرت میری بھی تھی۔ اگر ابتدائی میں اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جاتا تو میرے بھائیوں کی کیا مجال تھی کہ وہ میرا حقصر غصب کر سکتے۔ ان چلچلا سے مدد لیتا جو اپنے آدمیوں کے ذریعے وہ کاغذات حاصل کرنے کا باعث بنے تھے جو پہلے طور پر بنائے گئے تھے زیادہ سے زیادہ ان کی پہن کو بیوی کی حیثیت سے برداشت کرنا پڑتا، یا پھر اگر ریب کچھ بھی نہ کرنا تو زندگی میں دوسرے بہت سے مواقع ملے تھے۔ بے شمار لوگ یورپ جا کر یورپین خواتین سے شادی کر لیتے ہیں اور اپنے وطن اگر فرخستہ سینہ تانے ہوئے پھرے ہیں کہ انہوں نے ایک غیر ملکی جن کو پوتل میں بند کر لیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ جن انہیں خود پوتل میں بند کر لیتا ہے۔ میں بھی اگر جولی پوتل میں بند ہو جاتا تو کم از کم جولی کا شوہر ہی کہلاتا اور اس کے براڈن کی دولت پر پیش کرتا۔ بہت سے ایسے کردار میری زندگی میں بکھرے ہوئے تھے، بہتوں نے میرا مستقبل بنانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن بہر طور تقدیر میری کھلی چیز ہوتی ہے۔

خیالات کی گدھو جملے کہاں سے کہاں بھٹک گئی تھی، ماضی کے واقعات ذہن میں جھجھلاہٹیں پیدا کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ کوشش کر کے میں نے انہیں ذہن سے جھٹک دیا اور پھر اپنے پروگرام پر غور کرنے لگا، اور پھر مجھ زندہ در تابوت کو نیند آ گئی اور شکر ہے کہ محبت کا مایہ ایشلا نے وٹیٹی کے کردار کو ختم کرنے کے بعد مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چنانچہ اطمینان سے سو تارا اور مہر سورج کی خوب تیز روشنی چاروں طرف بچھل گئی تھی۔ جب آگے کھل گیا گا تو پر دینر زیڈال کا ذہنی تابوت کے قریب کھڑا مجھے بیکار رہا تھا، غالباً اسی کی آواز سے میری آنکھ بھی کھلی تھی۔

"ہاں۔ کیا بات ہے؟"

"پر دینر زیڈال ایک نیا منصوبہ تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں، فی الحال ابھی تمام کارروائیاں ترک کر دو۔ شاید کچھ ایسے واقعات ہو گئے ہیں، جن سے پر دینر زیڈال کو کسی قدر تشویش ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس وقت وہ اپنا منصوبہ تم تک نہ پہنچا دیں اس وقت تک تم اپنے کردار کو احتیاط سے نبھاتے رہو۔ اگر تمہارے لیے کوئی خطرہ درپیش ہوا تو تمہیں اطلاع دے دی جائے گی۔ اور تم اپنا تحفظ کر سکو گے۔ اس وقت تک کے لیے کسی بھی قسم کی کارروائی

سے گریز کرنا۔ میں چلتا ہوں، حالات بہتر نہیں ہیں۔"

وہ چلا گیا اور میں ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا، بہتوں نے پر دینر زیڈال کو تشویش کا شکار کر دیا تھا۔ ہنگامہ فوری کوئی بات میرے علم میں نہیں تھی۔ لیکن ایک طرح سے ان الفاظ سے مجھے خود سراسا سکون بھی ہوا تھا کہ کم از کم پر دینر زیڈال فوری طور پر مجھ سے کوئی کام لینے کی کوشش نہیں کرے گا، اور اس طرح مجھے اپنے منصوبے کو آگے بڑھانے میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اس کے بعد نظر ہے کہ ایشلا کا نزول ہونا تھا۔ چنانچہ وہ نازل ہو گئیں میری کچھ ضروریات ان کے ذریعے پوری ہو جا گی اور کئی تھیں۔ چنانچہ اس وقت بھی وہی کیفیت رہی۔ مس ایشلا اظہار محبت کرتی ہیں۔ لیکن ان کے قیام کا وقت طویل نہیں تھا۔ رات کو آنے کی دھمکی دے کر چل گئیں۔ گو با دونوں معاملات سے فراغت حاصل ہو گئی تھی۔ دن کی روشنی میں مس ایشلا میرے نزدیک زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی تھیں۔ لیکن رات باقی تھی صاب مجھے وٹیٹی کی جانب توجہ ہونا تھا۔ چنانچہ میں نے وٹیٹی کو دیا ہوا آلہ اپنی پشانی پر رکھا اور ذہنی طور پر اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس حیرت انگیز آواز کے کمالات فورا ہی مجھ پر ظاہر ہو گئے۔ چند ہی لمحات کے بعد مجھے اپنے ذہن میں وٹیٹی کی آواز کو ذہنی ہونی محسوس ہوئی تھی۔

"میں تمہارے رابطے کا انتظار کر رہا تھا مہر ٹوٹی۔"

"کیسے ہیں آپ مہر ٹوٹی، میں نے دل میں سوچا۔"

"بالکل ٹھیک ہوں، ساری رات نہیں سو سکا، تمہارے

منصوبے پر غور کرنا تھا ہوں۔"

"یہ غور فیصلہ کن مرحلے میں بھی داخل ہوا، یا ابھی تک

غور کی منزل میں ہے؟"

"نہیں۔ میں سمجھتا ہوں تمہارا منصوبہ انتہائی مکمل ہے اور خاص طور سے ان حالات میں جبکہ لوہا دینا چھوڑنا کاروائیوں پر غور کر رہا ہے۔ لیکن ڈیر مغزانی اصلی مسئلہ میری بیوی اور ذہنوں کا ہے، یہی تم اپنے طریقے کار کو نوٹ سمجھتے ہو، کیا تم واقعی لوہا دینا کو اس بات پر مجبور کر سکتے ہو، کہ وہ مجھے میرے بیوی اور بچے واپس لوٹا دے؟"

"ہاں۔ مہر ٹوٹی میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ میری

اسے مجبور کر لوں گا۔"

"تو پھر مجھے تمہارے منصوبے سے مکمل اتفاق ہے۔"

لیکن وہ طریق کار کیا ہو گا جس کے تحت ہم اپنی کارروائیوں کا

آغاز کریں گے؟"

"ایشلا کے سلسلے میں الجھی ہے کیونکہ رات کو وہ میرے

پاس آ جاہے گی؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ آج رات میں اسے سنبھال لوں گا۔"

وٹیٹی نے کہا۔

"اوہ۔ وہ کیسے مہر ٹوٹی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا آج رات وہ تمہارے پاس نہیں

آئے گی میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں، وٹیٹی نے جواب دیا۔

"اگر آپ مطمئن ہیں مہر ٹوٹی تو ٹھیک ہے۔ میں رات

کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک آپ کے پاس پہنچ جاؤں

گا۔" میں نے کہا۔

"راستوں کو تمہیں کرنے میں وقت تو نہیں ہوگی؟"

"نہیں، آپ اطمینان رکھیے، میں نے جواب دیا۔

"تو سبھی بقیہ گفتگو تم سے رات کو ہوگی۔ میں خود بھی

اطراف کی نگرانی رکھوں گا، اور اگر کوئی خطرہ ہونی تو تمہیں اطلاع

دے دوں گا مطمئن رہو؟ وٹیٹی کی آواز بلند ہو گئی اور میں

نے آلہ پشانی سے اٹھا کر اپنے لباس میں پوشیدہ کر لیا۔ اس

کے بعد انتظار کے سوا اور کیا کر سکتا تھا، البتہ بار بار یہ خیال

ذہن میں آیا کہ وٹیٹی ایشلا کو روکنے کے لیے کیا کوشش کرے

گا، وہ لوہا دینا کا ذہنی ہونے کے باوجود بہر طور یہاں خصوصی

اختیارات رکھتا تھا اور لوہا دینا کو اطمینان تھا کہ وٹیٹی اس کے

خلافت کوئی کارروائی کرے گا۔ کیونکہ اس کا خاندان لوہا دینا

کے قبضے میں تھا۔

رات ہو گئی اور میں ایشلا کا انتظار کرتا رہا اور پھر اندازے

کے مطابق وہ وقت ہو گیا جس کے بارے میں، میں نے

وٹیٹی سے کہا تھا۔ وٹیٹی ایشلا کو روکنے کی کوششوں میں کامیاب

ہو گیا تھا۔ میں نے آلہ پشانی پر رکھ کر وٹیٹی سے رابطہ قائم کیا

تو دوسرے ہی لمحے اس کی آواز سنائی دی۔

"ہاں، سب ٹھیک ہے، آ جاؤ۔"

میں تابوت سے باہر نکل آیا اور پھر تھا طائرانہ میں

غاروں سے گذرنا، وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں وٹیٹی سے میری

پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ وٹیٹی وہیں میرا منتظر تھا۔ چاروں طرف

خاموشی اور سناٹے کا راج تھا، میں وٹیٹی کے ساتھ اس کے

تجرے گاہ میں پہنچ گیا۔ آج وٹیٹی نے میرے لیے خصوصی

انتظام کیا تھا، کیونکہ ہمیں اہم موضوع پر گفتگو کرنی اور آج

کا دن یوں تشویشناک تھا کہ تمام لوگ چودھویں رات کے

اہتمام میں مصروف نہیں تھے۔

وٹیٹی مجھے اپنی تجربہ گاہ کے ایک ایسے پوشیدہ حصے

میں لے گیا جہاں اگر اتفاق سے کوئی آجاتا تو ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہاں پہنچ کر وہیں نے کچھ شیشی بوتلیاں امتحاناً کیے اور ایک ایسا لامنگا دیکھا کہ کوئی تجربے کا وہاں طرف رخ کرنے کی کوشش کرے تو اسے اطلاع ہو جائے اور وہ اس جگہ کو چھوڑ دے۔ اس نے خود بھی اپنی اتاریوں کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ کر میں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو وہ بولی پولا۔

”تمہاری تجویز میں نے فوراً کر لی اور وہ ہر لحاظ سے مجھے قابلِ عمل نظر آئی۔ سوئے اس کے میرے دوست کو اس میں میرے اہل خانہ کی رہائی کی ضمانت نہیں ملتی ہے۔“
”مسٹر ویلی یہ سو دسے بازی نہیں ہے اگر مراد کوئی گہرا مقصد بھی اس سے پوشیدہ نہ ہو تو اور ذمہ داری صرف یہ ہوتی کہ آپ کے اہل خانہ کو رہا کر دیا جائے تو میں اس میں اسی دلچسپی سے کام کرتا جس دلچسپی سے میں یہ دوسرے کام کر رہا ہوں۔“

”میں جانتا ہوں۔ اندازہ ہو چکا ہے مجھے، لیکن میرے بچوں کی رہائی کے لیے تم کیا کرو گے؟“
”مسٹر ویلی تم ایٹلا کو اپنی گرفت میں رکھیں گے، بوناژنا کو گرفتار کریں گے اور اس کے بعد ایٹلا کی زندگی کی قیمت پر اس سے مطالبہ کریں گے کہ وہ آپ کے اہل خانہ کو چھوڑ دے۔ لیکن وہ یہاں اس کے ساتھ تو نہیں ہیں، اس کے انہیں یورپ ہی میں کہیں قید کر لیا ہے۔“

”تو تم اس سے ان کا پتہ معلوم کریں گے اور اس کے بعد اس وقت تک اسے اپنی قید میں کریں گے جب تک تمہارے اہل خانہ نرمل جائیں۔“

”اس کے لیے بوناژنا کو زندہ رکھنا ہو گا؟“
”اس کی مجموعی قوت یہاں ٹوٹ جائے گی مسٹر ویلی، اگر آپ چاہیں تو اسے اپنے ساتھ بھی لے جاسکتے ہیں اور اسے کسی نئی طرح چھوڑ کر سکتے ہیں۔“

”دیکھیے پڑ خیاں! انداز میں گردن ہلانے لگا، پھر پولا ٹھیک ہے، میں اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کروں گا باقی معاملات تقدیر پر چھوڑ دیتا ہوں۔“

”اس کے علاوہ اور کیا باتیں آپ کے ذہن میں ہیں؟“
”نہیں کچھ نہیں، اب مجھے اپنا پورا پروگرام بتاؤ۔“

”مسٹر ویلی میں نے مختصراً آپ سے کل بھی عرض کر دیا تھا کہ ویلی کی رہائی اس سلسلے میں پہلا قدم ہے آپ اسے

ذہنی طور پر آزاد کر دیں، میں اس سے ملاقات کر کے اس کی تکمیل کروں گا۔“

”ٹھیک ہے، میں یہ کام کروں گا اور اس کے علاوہ پھر تم ویلی کو ایٹلا کی حیثیت دے دیں گے اور اس کے لیے جہاں ایک کام آسان اور کارآمد ہوگا۔“
”میرے پاس موجود ہے، میں ویلی کو باآسانی ایٹلا کی شکل دے سکتا ہوں۔“

”کیا واقعی آپ یہ کام باآسانی کر سکتے ہیں مسٹر ویلی؟“
”ہاں مجھے ایک ایک کرنا آتا ہے، یہ تمہاری دلچسپی کی طرح، ایک بے مقصد بات ہوگی۔“

”نہیں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میرا خیال ہے ہمارے راستے کی مشکلات خود بخود دور ہوتی جا رہی ہیں۔ بہر طور ویلی کو ایٹلا کی شکل دے کر ہم ایک دو دن محفوظ رکھیں گے۔ اس سے قبل ہی اس سے گفتگو کر لی جائے گی اور پھر چاند کی چودھویں راست کو ہمارا شروع ہو جائے گا۔ اور ویلی سے اس سلسلے میں مکمل مشورہ کر لینا مزید بہتر ہوگا۔“
”کیا واقعی تم سے انتہائی تعاون کر کے کیا جتنا تمہارا ذہن میں ہے؟“

”سو فیصدی۔ میں آپ کو ایک بات بتاؤں مسٹر ویلی وہ ساموں جو آپ کی قید سے فرار ہو گیا ہے۔ مجھے یہاں لالہ کا باعث بنا ہے، وہ دراصل وہی ہے میرا رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن درمیان میں حالات تبدیل ہو گئے۔“

”ہوں؟“ ویلی پڑ خیاں انداز میں گردن ہلانے لگا پھر پولا۔
”لیکن مسٹر غزالی وہ شخص کسی بھی لمحے خطرات سے دوچار ہو سکتا ہے۔ میں اس کی نشاندہی نہیں کروں لیکن اگر بوناژنا کے آدمی اس تک پہنچ گئے تو وہ غلاب میں گرفتار ہو جائے گا اور ممکن ہے اس کی زندگی کو کوئی نقصان بھی پہنچ جائے۔“

”وہ؟“ میں نے ویلی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”پھر اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے مسٹر ویلی؟“
”میرا خیال ہے اسے گرفتار کر دو۔“

”میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات۔ لیکن اس فرار کے بدلے میں گرفتاری کے بعد اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا جائے گا۔“

”ابھی تک بوناژنا نے کسی ساموں کو آزاد نہیں دی۔ وہ مسلسل اس چکر میں ہے کہ کوئی ایک شخص اس کے ہاتھ ایسا لگ جائے، جسے ویلی کے علاوہ خزانے کا علم ہو، اس

ہوں اور اس بات کو زیادہ بہتر سمجھتا کہ سمجھتا تو رہتی وہ شخص یہاں آجائے، جو میرے اور ویلی کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے۔“

”تو ٹھیک ہے، تم اسے ذہنی طور پر بلا تیا دو، وہ اس کی نشاندہی کیے دیتا ہوں۔“

”ہمارے مذاکرات مکمل ہو گئے اور اس کے بعد مزید کوئی خطرہ نہیں رہتا۔ ہونے میں اپنے تاہوت میں واپس آ گیا۔ جو پروگرام میں نے ویلی کے ساتھ مل کر بنایا تھا وہ سے حد خودوش تھا۔ زیادہ کم از کم اتنا اطمینان تو نہ تھا کہ اس سے میرا رابطہ چل رہا تھا۔ ہر چند کہ میرے ذہن میں یہی منصوبہ ویلی کی مدد حاصل کیے بغیر بھی تھا۔ لیکن ویلی کی امداد سے بہت سی آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اب جو سب سے اہم مسئلہ تھا وہ ایک ماہ گزارنے کا تھا جو معمولی بات نہیں تھی۔ ایک ایک دن ہدیٰ محسوس ہوتا تھا۔ تاہوت میں ایک ماہ تک زندگی گزارنا جتنا مشکل ہو سکتا ہے اس کا تصور کیا جاسکتا ہے، اور پھر اپنے آپ کو مسلسل چھپانے رکھنا۔ کوئی بھی اتفاقی حادثہ پیش آسکتا ہے۔ ایٹلا کا معاملہ تھا، واپس آنے کے بعد اس بات کا احساس ہونے لگا کہ میں نے مسٹر ویلی سے ایٹلا کی آج رات میرے پاس نہ پہنچنے کی وجہ نہیں معلوم کی۔ بہر طور ویلی نے مناسب ہی ہندوست کیا ہو گا۔ وہ خود بھی بھلا آدمی تھا۔“

”بہت خور و خوم کیا، لیکن کوئی ایسی صورت نظر نہ آئی جو وقت سے پہلے مجھے کھرا لیا سے بھٹکانا کر سکتی، لیکن جو کچھ بھی ہونا ہوتا ہے، وہ وقت پر ہی ہوتا ہے۔ اور اس سلسلے میں، میں کسی بھی طور چلنا پڑا ہوا ہوا نہیں کر سکتا تھا۔ اب مجھے سمجھتا ہوں کہ ذہنی رابطہ قائم کرنا تھا اور اس کے لیے میں نے فوراً ہی کوششیں شروع کر دیں۔“

”بہت دیر تک سمجھتا ہوں کہ آواز نہیں سنائی دی۔ غالباً وہ سو رہا تھا، لیکن مسلسل کوشش کرنے کے بعد میں اس سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور میرے ذہن میں سمجھتا ہوا کی آواز ابھی۔“

”گھڑائی کیا ہے تم ہی جو۔ جو میرے ذہن کو ٹوٹا رہے ہو یا کوئی اور ہے؟“
”میں گاڑائی ہی ہوں سمجھتا ہوں۔“

”ہاں گاڑائی کیسے ہو؟“
”بارے میں بتاؤ۔“
”میں بالکل ٹھیک ہوں سمجھتا ہوں کہ تمہاری کیا کیفیت ہے۔“

”یہ بھی اس نے میری ہی خدمات حاصل کی ہیں اور میں ان کے ذہنوں کو ٹوٹا ہوں، لیکن جن افراد کو میں نے بھی تک ذہنی طور پر ٹوٹا ہے ان میں سے کوئی بھی ویلی کے خالقِ حیات سے واقف نہیں معلوم ہوتا، یا پھر ان کے ذہنوں میں اپنے آپ کو چھپانے کی صلاحیتیں بھی موجود ہیں۔“
”تو میں تو اس ذمہ داری کے ساتھ کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ خود ہی اس کی گرفتاری کے لیے کوشش کریں اور اس بات کا اظہار کریں کہ ممکن ہے وہ کام کا آدمی ثابت ہوں۔ میں نے تجویز پیش کی اور وہیں گردن ہلانے لگا پھر پولا۔“
”ٹھیک ہے، میں یہ کام کروں گا، تم اطمینان رکھو، لیکن اس شخص کو مدافعت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ مدافعت اسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔“

”اگر میں اس سے ذہنی رابطہ قائم کرتے میں کامیاب ہو سکتا ہوں اسے یہ بات دے دوں گا۔“
”تم ضرور اس سلسلے میں کوشش کرو، بلکہ فوراً کوشش کرو، تاکہ یہ کارروائی بھی کر لی جائے۔ وہ واپس آجائے تو تمہارے اور ویلی کے درمیان رابطے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ اس وقت صورت حال مختلف ہے۔“ ویلی نے کہا۔

”اس سلسلے میں کوئی اور خاص بات مسٹر ویلی؟“
”نہیں تمہاری تجویز سے میں پوری طرح متفق ہوں، بس اس دوران کوئی خاص وقت پیش نہ آئے۔ ہاں یہ تاڑ ایٹلا کو تم کب قید کرو گے اور ویلی کو کب اس کی جگہ دو گے؟“

”میرا خیال ہے مسٹر ویلی، اس کے لیے ہمیں جلدی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ممکن ہے ایٹلا کو رابطہ بوناژنا سے رہتا ہو۔ اگر ویلی کو قبل از وقت اس کی جگہ دے دی گئی اور ایٹلا کو ہم نے اپنے قبضے میں کر لیا تو ویلی کا راز فاش ہی ہو سکتا ہے، کیونکہ بوناژنا کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔“

”بالکل، میں بھی تم سے یہی کہنے والا تھا کہ ویلی کو کب اس وقت ایٹلا کی جگہ دی جائے، جب چاند رات آنے والی ہو، ہم اس سلسلے میں دوبارہ گفتگو کریں گے۔“

”ٹھیک ہے، یہی تمہارے ذہنی طور پر اس کے لیے تیار کر لینا اور اس سے تمام تر گفتگو کر لینا ضروری ہے۔“
”وہ ویلی سے؟“
”ہاں۔“

”ٹھیک ہے تم ویلی سے ملاقاتیں کر سکتے ہو، بلکہ اگر چاہو تو آج ہی رات۔“
”نہیں آپ کی اس نئی تجویز سے میں پوری طرح متفق ہوں۔“

”انتہا پریشان کن وقت گذار رہا ہوں، وہ لوگ میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کئی بار میرے قریب سے گزرتے ہیں۔ لیکن ابھی تک میں ان کے اچھے نہیں لگ سکا“

”اگر کوئی خاص تکلیف یا ایسی کوئی خاص بات جو قابل بیان ہو۔“

”نہیں۔ لیکن اس سے بڑی تکلیف کیا ہو سکتی ہے گا زالی کہ ہم بالواسطہ اور نامرادوں کے درمیان ہیں۔ کوئی ایسی صورت نظر نہیں آتی، کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی کہ تم اپنے ان مصائب سے نکل سکیں۔ میں بہت دلچسپی ہوں گا زالی بہت ہی افسردہ ہوں۔ تم میری افسردگی کا تصور نہیں کر سکتے“

”سمبو تورا گا زالی تمہارے ہی لیے ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے تمام بہتر اوقات تمہاری طرف منسوب دیے ہیں تم اس بات سے انکار نہیں کرو گے۔ میرا اپنا نظریہ کیا تھا اس کے بارے میں تم ابھی طرح سے جا بھرتے ہو۔ اور میں نے اُسے ترک کر کے اپنے آپ کو کون سے راستوں پر لا ڈالا ہے یہ بھی تمہارے علم میں ہے“

”اس کے جواب میں۔ میں کچھ نہیں کہوں گا گا زالی۔ اب میں کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں ہوں۔ کا کش کہہ سکتا گا زالی، کھٹ کہہ سکتا“

”نہیں سمبو تورا مالوکس ہونے کی ضرورت نہیں، ہر شخص کا اصل نکل آتا ہے۔ جو بلایات میں نہیں دے رہا ہوں۔ انہیں بغور سوچو۔ جس جگہ بھی ہو، جہاں کہیں بھی ہو، اسی جگہ مقیم رہو۔ اب جگہ بدلنے کی کوشش مت کرنا۔ تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ خود کو بغیر کسی جدوجہد کے، اے کے حوالے کر دو“

”میں نہیں سمجھا گا زالی۔ سمبو تورا نے تھرازا انداز میں کہا۔“

”ہاں۔ وہی الفاظ ہیں میرے جو تمہارے کانوں نے سنے یا تمہارے ذہن نے تم سے کہے۔ سنا ہے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کردار و تدبیر ہو کہ قید خانوں میں پہنچ جاؤ“

”اوہ اس سے کوئی خاص مقصد ملے ہو سکتا“

”ہاں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے، وہی کرو“

”اگر تمہاری بلا یہ ہے تو میں انھیں بند کر کے تمہاری بلا سے پر عمل کرنے پر تیار ہوں“

”اس بات کا خیال رکھنا کہ تم کوئی خاص جلد بھد نہیں کرو گے۔ اور کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے“

”ٹھیک ہے گا زالی، دل چاہتا ہے کہ تم سے اس کا مطلب پوچھوں۔ کیونکہ بات اتنی ہی سیرت انگیز ہے لیکن تم

پر عمل اعتماد کرنا ہوں۔ چنانچہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہی کروں گا

”بس اس لیے تمہیں اس وقت تکلیف دی تھی سمبو تورا ٹھیک ہے گا زالی اطمینان رکھو، تمہاری مرضی کے مطابق ہی کام کیا جائے گا“

سمبو تورا نے جواب دیا اور اس کے درمیان فزنی رابطہ منقطع ہو گیا۔

وقت گذرتا گیا، ایٹلا سے ملاقات ہوئی وہی وہی گونا گونا چاہت کا دہری انداز، صبح کی روشنی چھوٹی تو وہ چلی گئی۔ اور یہ لیے اب دن بھر سونے کے علاوہ اور کون سا مشغلہ نہیں تھا ہاں سونے سے قبل میں نے وہیلی سے اس ذریعے سے ملافا، کی جو وہیلی نے اپنے اور میرے درمیان تھیں کر رکھا تھا، تو وہ نے بتایا کہ وہ سمبو تورا کی نشاندہی کر چکا ہے اور کسی بھی وقت وہ گرفتار ہو کر آجائے گا۔ اس نے کہا۔ ”دوسری بار جب تم مجھ سے رابطہ قائم کر کے تو میں تمہیں سمبو تورا کے بارے میں بتا دوں گا“

”بس تمہاری یہ ضروری ہے مسٹر وہیلی کہ تم اُسے کو نقصان نہ پہنچتے دو“

”اطمینان رکھو، میں اپنی تمام تر ذمہ داریاں بخوبی پوری کروں گا“

مغفل کے مطابق ایک اور رات گذر گئی اور پھر وہیلی۔ مجھے سمبو تورا کی گرفتاری کی اطلاع دی اور کہا۔

”اگر تم چاہو تو آج رات پھر میں ایٹلا کو اسی ذریعے سے سلادوں اور تم یہاں آ جاؤ“

”میرے بارے میں بہت زیادہ مشغلہ تو نہیں ہوتا“

”نہیں کوئی خاص نہیں بس ایٹلا کو ایک مخصوص ذریعے سے بے ہوش کر دینا ہوتا ہے۔ غالباً اس نے تم سے اپنی اس گہری نیند کا تذکرہ کیا ہو گا۔ جو چاہنا ہی اُس پر طاری ہو گئی تھی۔“

”ہاں وہ حیران کن تھی کہ اتنی گہری نیند کیوں ہو گئی۔“

”آج رات پھر وہ گہری نیند سو جائے گا اور تمہارے ساتھ سمبو تورا سے ملاقات کروں گا“ وہیلی نے کہا۔ ملاز میں اپنے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ خوشحس کے بغیر نہ رہ سکا۔

وہیلی اپنا کام بہت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ چنانچہ رات کو اس وقت، جو ایٹلا کے آنے کا وقت ہوتا تھا، جب ایٹلا میرے پاس نہ پہنچی تو میں نے جان لیا کہ وہیلی اپنا کام کر چکا ہے۔ اور اُس کے بعد میں وہیلی کی جانب چل پڑا۔ وہیلی آج پچھلے دنوں کی نسبت زیادہ مستعد نظر آ رہا تھا۔ مجھے ساتھ ساتھ لے کر وہ قید خانوں کے سلسلے کی جانب چل پڑا۔

قید خانے کی چابیاں میرے پاس محفوظ تھیں میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں، کافی دنوں کی کوششوں کے بعد میں اپنے مقصد میں کامیابی کی پہلی منزل کی جانب جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک قید خانے کے قریب پہنچ گئے۔ محافظوں کے بارے میں، میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ یہاں موجود نہیں ہو سکتے تھے۔ ساتوں کو پورے اعتماد کے ساتھ قید کیا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کے ذہن مغفل ہو چکے ہوتے تھے۔ وہیلی ایک قید خانے کے سامنے پہنچ گیا اور وہاں نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے قید خانے کے تالے کی چابی تلاش کرنا شروع کر دی اور تمام چابیاں لگا لگا کر دیکھنے لگا پھر ایک چابی سے اس قید خانے کے تالے کا دروازہ کھل گیا اور ہم چنگا ہٹا کر اندر داخل ہو گئے۔ وہیلی میرے ساتھ تھا۔

بہت سے ساتوں یہاں موجود تھے، ان کی شکلیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ انتہی میں۔ میں نے سمبو تورا کو دیکھا جو کھوٹے کھوٹے انداز میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وہیلی نے اپنی جیب سے ریوٹ جیسا ایک آکر نکالا اور اُسے سمبو تورا کی جانب کر کے اس کا کلکیشن دیا۔ وہ تالے کی شکل میں جن کا رنگ بنفشی تھا، سمبو تورا کے چہرے پر پڑنے لگیں اور اُس کی آنکھوں کی کھوپڑی کھوپڑی کیفیت واپس آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر پھر ہی ای اور جو تک کہ وہیلی کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ بے اختیار انداز میں ہلکا ہلکا اُس کے ہاتھوں کی مٹھالیاں سمجھتی تھیں۔ وہیلی نے دو قدم پیچھے ہٹ کر مجھ سے کہا۔

”اس کی فزنی تو میں واپس آگئی ہیں، تم اس سے گفتگو کرو۔“

سمبو تورا نے غراتے ہوئے لہجے میں پوچھا: ”کون ہو تم؟“ وہ غالباً مشتعل ہو گیا تھا۔

”میں ہوں سمبو تورا۔ میں گا زالی ہوں۔ میں نے کہا اور سمبو تورا جو تک کہ میری صورت دیکھنے لگا۔ پھر گردن ہلکا ہلکا بولا۔

”گا زالی۔ تمہارے چہرے میں یہ تبدیلیاں“

”یہ تبدیلیاں کئی گئی ہیں سمبو تورا۔ میک آپ کیا ہے میں سے؟“

”اوہ اور یہ۔۔۔ یہ اُس نے وہیلی کی طرف دیکھا۔

”تم گرجا ہو تو ہمارے ساتھ آ سکتے ہو سمبو تورا۔ وہیلی نے کہا اور ہم لوگ سمبو تورا کو اُس قید خانے سے نکال لائے سمبو تورا کی چال میں سمجھا لیا تھا۔ لیکن پھر وہ وہیلی اُسے لے لے رہی تھیں کہ وہ پہنچ گیا۔ قید خانے کا دروازہ بند کر

دیا گیا تھا۔ تجربے کاغہ کے اُس پر شدید گوشے میں پہنچ کر میں نے سمبو تورا سے بیٹھنے کے لیے کہا اور وہ تھرازا انداز میں بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں بار بار میرے چہرے کی جانب اٹھ جاتی تھیں۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

”میں تمہیں اپنی اصلی صورت نہیں دکھا سکتا سمبو تورا لیکن حوالے کے لیے نمدت، ہاٹیا یا گو مین، جس صاحب صاحب جیٹھی وغیرہ کافی ہیں اور اب تم اس بات پر یقین کر لو کہ تمہیں دھوکہ نہیں دیا جا رہا۔ اس کے علاوہ کم میری آواز تو پہچانتے ہی ہو گے“

”معافی چاہتا ہوں گا زالی۔ وہ حقیقت میں اس سلسلے میں پریشان تھا کہ یہ شخص، یہ شخص تو ہمارے دشمنوں کا ہی ساتھی ہے“

”ہاں۔ گراب دوست ہے۔ یہ مسٹر وہیلی ہیں جی سے میں نے ایک معاہدہ کر لیا ہے اور مسٹر وہیلی اب یوں ہو چکے ہمارے سلسلے میں ہمارے بھرا پور معاون ہیں“

”میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں مسٹر وہیلی سمبو تورا نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

”اور سمبو تورا مزید وقت ضائع کیے بغیر تمہیں اس پر تمام پروگرام سے آگاہ کر دوں جس کے لیے میں نے پہل کرنا کر لیا ہے۔ تمہارا یہاں پہنچ جانا تمہارے حق میں بھی بہتر تھا ورنہ تم کب تک مسفر دونوں کے انداز میں دو بند بھوکھوں کی حالت میں پھرتے، ہمیں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اس سے بہتر وقت اور کوئی نصیب نہیں ہو سکتا تھا جو اس وقت ہمیں مل گیا ہے“

سمبو تورا کے چہرے پر بے چینی نظر آ رہی تھی وہ سب کچھ جان لینا چاہتا تھا۔ میں نے بھی اسے پریشان نہیں کیا اور بولا ”مسٹر وہیلی یوں سمجھو ان لوگوں کی قیدی ہیں جنہوں نے اس وقت وہیلی کو قیدی بنا رکھا ہے۔ اس تمام کارروائی کا درجہ دواں بوناوینا نامی ایک شخص ہے۔ میں نے سمبو تورا کو پوری تفصیل بتا دی۔ اپنے بارے میں پروفیسر نڈرٹال کے بارے میں ایٹلا وغیرہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا پھر کہا میرے اور مسٹر وہیلی کے درمیان کچھ معاہدے ہوئے ہیں۔ ان کی شخصیت بوناوینا کی نگاہ میں محفوظ ہے۔ اس طرح ہمیں ان کی مدد سے کام کرنے کی آسانی ہو گی“

”آہ گا زالی۔ ہمیں ایسی سازشوں کے بارے میں کچھ نہیں آتا۔ کا کش وہیلی اس خزانے کے چکر میں نہ پڑتی ہو تو۔“

اب کیا ہو گا۔“

”ایک پروگرام ہے ہمارے ذہن میں اس پر عمل کرنا ہے۔ میں نے کہا اور پھر سمبو تورا کو اپنے پروگرام کی تفصیل

بتانے لگا۔ سمیو تو رات بچھے سے مجھے دیکھ رہا تھا بھر اس کی آنکھوں سے جو شمس کے اتار چیلنے لگے۔ اس نے پکپاتی آواز میں کہا۔

”یہ بہت بڑا کام ہے گا زالی کیا تم اسے کر سکیں گے؟“

”اسی پر ہماری بقا کا دار و مدار ہے۔“

”مجھے میری ذمہ داریاں بتاؤ گا زالی۔ اور مشروطی میں آپ بھی شرکت نہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہم پر اتنا اعتماد کیا؟“

”اعتماد؟ وہی چھیکے انداز میں بولا۔ اسی نے زیادہ اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ لیکن اس کچھ نہ کہنے میں بھی بہت کچھ چھپا ہوا تھا۔

”مشروطی میں نہیں وہی شرطیں سے ملادیں گے۔ اس کے بعد نہایت ہوشیاری سے ہمیں اس پر گرام پر غلدار آکر بنا ہوا کا یہ بہت مناسب خیال ہے مشروطی آپ یہ کام کیا کریں گے؟“ سمیو تو رات نے کہا۔

”میری ایک تجویز ہے مشروطی زالی مشروطی تو رات اپنے مشروطی سے ملاقات کر لیں اور اسے صورت حال سے آگاہ کر دیں اور تمام امور پر مشورہ کر لیں۔ ہم فوری طور پر یہ کر سکتے ہیں کہ مشروطی سمیو تو رات کو اس قید خانے میں پہنچادیں جہاں وہی قید ہے۔ اور وہاں سے ایک ساموں کو نکال کر اس جگہ پہنچا دیا جائے۔ جہاں مشروطی قید تھے۔ محافظ صرف گنتی پر توجہ دیتے ہیں یہ غور نہیں کرتے کہ کیا وہ بدل ہو گئی ہے۔ میں وہی کو ذہنی قید سلطنت سے اس کیفیت کا اظہار کرتا ہے کہ جیسے وہ مسلسل ذہنی قید میں ہو۔ آپ کی اپنی کیفیت بھی ایسی ہی رہنا چاہیے۔ اسی عالم میں آپ وہی سے بات کر لیں اور اسے صورت حال سمجھا دیں۔ پھر کسی مناسب وقت پر آپ کی ملاقات بھی اس سے کرادی جائے گی۔“

میں نے فوراً وہی سے اتفاق کر لیا۔ سمیو تو رات بھی تیار ہو گیا تھا۔ تو مشروطی زالی اب آپ اپنی جگہ واپس جائیں۔ آج کے لیے ہمارا اتنا کام کافی ہے۔ وہی نے کہا۔

”اور کوئی سوال تو نہیں سمیو تو رات؟“

”ہاں ایک سوال ہے۔“

”کیا؟“

”کیا اس دوران میں تم سے ذہنی رابطہ قائم کر سکتا ہوں؟“

”یقیناً کر سکتے ہیں مشروطی تو رات کیونکہ ذہنی رابطوں کو راج کرنے کا کام میرے ہی ہوش ہے۔ اور کوئی اور اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ اس لیے آپ مطمئن رہیں۔ آپ کے

ذہنی رابطے محفوظ رہیں گے یہ مشروطی نے جواب دیا۔

”واہ۔ یہ تو بہت عمدہ ہے۔ ٹھیک ہے سمیو تو رات۔ میں جلتا ہوں۔ اور تمہیں تمہاری طویل کاوشوں کا انعام لینے پر مبارکباد پیش کر رہا ہوں۔ کم از کم وہی سے تمہاری ملاقات تو ہو جائے گی؟“

سمیو تو رات نے امید و بیم کے انداز میں گردن ہلا دی۔ جیسے اسے یقین نہ ہو کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو سکے گا۔

اس کی یہ کیفیت غیر فطری نہیں تھی۔ جو حالات ہمیشہ آپکے تھے ان کے بعد وہی ایک خواب بن گئی تھی۔ طویل عرصے تک تو یہ ہی رہی نہیں مل سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ میرے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ کسی کو شے کا موقع دے بغیر اپنے ناپوت میں پہنچ جاؤں۔ اسی میں میری کامیابی کا دار و مدار تھا۔ چنانچہ میں ان سے اجازت لے کر چل پڑا۔ اور بغیر کسی واقعہ کے اپنی جگہ پہنچ گیا۔ مجھے ایک گونہ سکون تھا کہ میری کارروائی آگے بڑھی ہے۔ خاص طور سے سمیو تو رات کی باہوش و حواس ان حالات میں شرکت باعث اطمینان تھی۔ اب وہی سے اس کی ملاقات ہو جائے گی۔ اور وہ میرے منصوبے کو وہی تک پہنچائے گا۔ یہ پر اہم کام نہ جانے کتنے عرصے سے ہمارے ذہن میں سسختی رہا ہوا تھا۔

خیال یہ تھا کہ سمیو تو رات ساتھ وہی پہنچنے کے بعد بہت سے مسئلے خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اہل ساریا نے اس کام کو مشکل ترین بنا دیا تھا۔ پھر کیے براؤن اور دوسرے بہت سے کردار راستے میں آئے۔ اور یہ بات ناکمل محسوس ہونے لگی کہ ہم وہی تک پہنچ سکیں۔ لیکن انتہائی سخت اور کاوشوں کے بعد ہم نے جب وہی سے سہمی ملانے میں قدم رکھا تو سمیو تو رات نے اعلان کیا کہ ہم وہی میں ہیں۔ کافی دیر تک یقین نہیں آیا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا۔ جیسے میرے اندر ایک اور وجود پرشیدہ ہے جو مجھے آنے والے حالات سے باخبر رکھتا ہے۔ اور اس وقت میری ذہنی کیفیت یہ ہے، تھی میرے بدل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ تمام مراحل طے کر کے وہی تک پہنچ چکا ہوں۔ اور میری چھٹی حس نے مجھے جو احساس دلایا تھا وہی درست تھا۔ وہی نہیں ملی تھی۔ نہ صرف یہ کہ ہم سب ایک مسلسل مذاہب کا شکار ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد ہر گاہ کے سردار کی کیفیت سے جو زندگی میں نے بسر کی تھی۔ اس کے بارے میں سوچتا تو شاید حیرتوں کا شکار ہو جاتا۔ ہنسی بھی آنے لگی تھی اپنے آپ۔ جدید دنیا کے لوگوں کو اگر میں یہ بات بتاؤں گا کہ میں کس کیفیت سے ایک وحشی قبیلے میں زندگی گزار چکا ہوں تو وہ اسے افسانہ طرازی ہی سمجھ سکے گا۔

زندگی ایسے ہی واقعات سے عبارت ہوتی ہے اور ایک طویل دور گزارنے کے بعد یہ حاشیہ ہی سب کچھ رہ جاتا ہے۔ لوگ یقین کر لیں یا نہ کر لیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

دن کی روشنی اور پھر رات کی تاریکی۔ ایٹلا کا پیرا میرے ساتھ گذرے ہوئے لمحات میں اس کی سرد اور گہرے کیفیات میری اس سے دلچسپی اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا احساس کہ وہ بھی بالآخر سو فیئٹ کی طرح اپنی جماعتوں کا شکار ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ بھی میری تقدیر میں تھا۔ ہمارے مجھ سے انہماز رفت کیا تھا۔ اور نتیجہ میں اس کی شخصیت بالکل تبدیل ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جو میری زندگی میں آئی اور اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ غمزدگی جس کے ہر عمل سے بتا دیتا تھا کہ وہ بھی اپنی شخصیت کو اور اپنی پر اہم کیفیت کو بھول کر مجھ سے متاثر ہو گئی ہے۔ اہل ساریا بھی میرا شکار ہو گئی تھی۔ اس کے بعد سو فیئٹ جس نے مجھ سے محبت کی تھی اور وہ صحیح معنی میں مجھ سے غمزدگی ہو گئی تھی۔ میری ہی وجہ سے موت کے گھاٹ اتری۔ اور اب یہ پتھاری ایٹلا تھی۔ ہاں اگر ان میں کوئی نام باقی رہ جاتا تھا۔ تو وہ نفس کی ہی تصویر کا نام تھا۔ جس نے صرف چند اشارے میری جانب کیے تھے۔ اور میرے دل میں ایک مٹی مٹی کھینک بن کر رہ گئی تھی۔ وہ بھی ہوتی تھی۔ مجھے تو اب یوں خوف محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بھی لڑائی اگر مجھ سے متاثر ہوئی تو یقیناً موت کا شکار ہو جائے گی۔ یہ ہی تاریخ تھی۔ لیکن خود میری اپنی زندگی کیا تھی۔ ذہن بہت زیادہ اچھٹوں کا شکار ہو گیا۔ پھر میں نے ہر خیالات اپنے ذہن سے جھٹک دیے۔ اور سمیو تو رات کے ارے میں سوچنے لگتا بھی تک وہ سمیو تو رات نے مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ سڑی میں نے وہی کے اس لے کو استعمال کیا تھا۔ میں خود ان کی طرف سے ہی کارروائی اپناتا تھا۔ اور بالآخر شدید اتنا قرار کے بعد ایک شام جب کھوج سہارا تھا۔ مجھے اپنے ذہن میں تحریک محسوس ہوئی اور ساتھ ساتھ ہو گیا۔ ذہن میں آہستہ آہستہ ابھرنے والی آوازیں بگڑ رہی کی تھیں۔

”گا زالی، گا زالی، سمیو تو رات تم سے مخاطب ہے۔“

”کہو سمیو تو رات۔ کیا بات ہے؟“

”تم خیر مت سے تو ہو تو گا زالی؟“

”ہاں بالکل۔ میری خیریت لو پوچھنے کے بجائے اپنی رحمت بناؤ۔“

”اؤہ۔ میں وہی تک پہنچ چکا ہوں میری اس سے آگاہ ہوئی ہے۔ طویل ملاقات۔ اور اس وقت بھی وہ میرے

ساتھ موجود ہے۔“

”میری طرف سے مبارکباد قبول کر دو سمیو تو رات۔“

”نہیں۔ وہی بھی طرح جانتی ہے کہ میرا احساس تک پہنچنے کا ذریعہ صرف تم تک ہو گا زالی۔ صرف تم۔ میں نے وہی کو تمہاری شخصیت کے بارے میں شروع سے لے کر توڑتک سب کچھ بتا دیا ہے۔ اور بہتر یہ ہے گا زالی کہ اب تم خود ہی وہی سے بات کرو۔“

”اؤہ۔ میں نے آہستہ سے کہا اور میرے دماغ میں ایک جگہ می آواز آئی۔ جیسے ٹرانسمیٹرف کر دیا گیا ہو۔ اور پھر آہستہ آہستہ ایک اجنبی آواز میرے ذہن میں ابھری۔

”گا زالی، بظنیر گا زالی، وہی تم سے مخاطب ہے۔ بظنیر گوئی دار و درازی، اونکی آواز تھی۔ میں چند لمحات اپنے ذہن میں سسختی محسوس کرتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

”میں گا زالی آپ سے مخاطب ہوں وہی۔“

”گا زالی۔ سمیو تو رات تمہارے بارے میں جو کچھ بتایا ہے۔ اور میری اس وہی آواز میں تم سے جو کام کیا ہے۔ اس کے لیے شکر ہے کہ الفاظ کافی نہیں محسوس ہوئے۔ یہ صرف میرا ہی نہیں بلکہ پوری ساموں قوم کا اعتراض ہے کہ تم ہمارے لیے بہت بڑی شخصیت رکھتے ہو۔ گا زالی تفصیل اور مشکو ہم اس وقت کریں گے جب ہمیں اس کے مواقع حاصل ہوں گے۔ یوں مجھ کو سمیو تو رات نے مجھ سے تمام تفصیلات بتادی ہیں۔ جو تمہارے ذہن سے اس تک پہنچیں ہیں۔ تمہارا مستعد اور تمہارا کام میرے علم میں آچکا ہے۔ میں تم سے مکمل تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

”جب پھر میں مشروطی سے مل کر اس بات کا یقین کروں گا کہ وہ میری اور آپ کی ملاقات کیا کرانے میں ہے؟“

”میں تم سے ملنے کے لیے بے چین ہوں گا زالی۔“

”میری کیفیت آپ سے مختلف نہیں ہے۔ میرا مشروطی اور میں اپنے آپ کو ایک خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں کہ وہ نام جو لوگوں کے ذہنوں میں ایک پر اہم حیثیت رکھتا ہے۔ آج میں اس سے مخاطب ہوں۔“

”ایسے الفاظ نہ کہو گا زالی۔ تم اس وقت ہماری مدد کا ذریعہ بن رہے ہو۔ جب ہم مکمل طور پر مخلوق ہو چکے ہیں۔ اور میں یہ بات جانتی ہوں کہ گذرے والے وقت نہ جانا ہے اور اس اس شیطان کے خلاف کچھ نہ کر سکتی جو ہم پر مسلط ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے شاید زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے۔“

”ہاں بہت سی ہیں مشروطی۔ لیکن میں آپ سے

بتانے لگا، کنگو کونوں کا۔ جب میر اور آپ کا سامنا ہوگا
 "اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہے؟"
 "ابھی آپ اطمینان رکھیں۔ میں مشروطی سے رابطہ قائم
 کر کے یہ گفتگو کروں گا اور پھر آپ کو جواب دوں گا"
 "اتنا ہی کافی ہے گا زالی۔ بہر طور تمہارا بڑا احسان ہے ہم
 لوگوں پر"
 "وہ طبعی کی آواز بند ہو گئی۔ اور اس کے بعد میر اُن دونوں
 سے ذہنی رابطہ بھی قائم کیا۔ لیکن میں اپنے ذہن میں کافی دیر
 تک سستی محسوس کرتا رہا تھا۔ ادواب مجھے بھی بڑی بے چینی
 ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں نے فوراً ہی وہی سے رابطہ قائم کیا۔
 اور اُس آکر کے ذریعے اسے بتا دیا کہ میری وہی سے ذہنی ملاقات
 ہو گئی ہے"
 "ہاں میرے مشینی آلات بتا رہے ہیں کہ تم وہی سے
 رابطہ قائم کر چکے ہو"
 "مشروطی۔ ابھی چند لمحات قبل وہی سے پہلے بار میری
 بات سمجھت ہوئی ہے"
 "مجھے علم ہے"
 "کیا یہ بھی علم ہے کہ میرے اور اس کے درمیان کیا گفتگو
 ہوئی ہے؟"
 "نہیں"
 "تو پھر مشروطی۔ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں"
 "ٹھیک ہے۔ پہلے مجھے ایشلا کے بارے میں معلومات
 حاصل کر لینے دو۔ یہ اندازہ لگانا ہوگا کہ آج میں اس پر قابو
 پاسکتا ہوں یا نہیں۔ دراصل ایشلا بہت ہی معصوم اور سادہ
 سی لڑکی ہے جس جگہ وہ رہتی ہے وہاں عام لوگوں کی پہنچ ممکن
 نہیں ہے۔ لیکن میرا معاملہ دوسرا ہے۔ میں اُسے وہیں سلا
 دیتا ہوں اور اس کے لیے مجھے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اس سے
 ملنا پڑتا ہے۔ آج بھی میں یہی کوششیں کروں گا۔ اور اگر اس
 میں کامیاب ہو گیا تو تمہیں اطلاع دوں گا۔ ویسے ایشلا نے
 ملاقات کے دوران اس رات کی بات تو تم سے کی ہوگی جب
 وہ گہری نیند سو گئی تھی۔"
 "ہاں پر وفیور وہی۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ اپنے سوجانے
 کے واقعہ پر شرمندگی اور سخت حیرت محسوس کرتی ہے۔ اور
 متعجب نظر آتی ہے"
 "بہر طور وہ دن کی روشنی میں بھی تو تم سے کبھی گفتگو
 ملاقات کر رہی ہے؟"
 "ہاں۔ اب کر رہی ہے۔ اور اس سلسلے میں بعض اوقات

سخت بیزاری کا اظہار کرتی ہے کہ مجھے اس تابوت میں زندگی
 بسر کرنی پڑ رہی ہے"
 "کہیں اس نے تمہیں تابوت سے نکالنے کے لیے کسی
 کارروائی کا آغاز تو نہیں کر دیا؟"
 "ابھی نہیں۔ میں بمشکل تمام اُسے قابو میں رکھے ہوئے
 ہوں"
 "بہر طور۔ ابھی اُس ہے چاری کو مسلل دھوکہ دینے
 رہنا مناسب ہے۔ اسی میں ہماری بقا ہے"
 "میں جانتا ہوں مشروطی"
 "میں ابھی پھر کوشش کرتا ہوں۔ تمہیں رات کو اطلاع دوں
 گا۔ تقریباً آٹھ بجے صبح کا تعین تو کر لیتے ہونا"
 "ہاں۔ میں نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد وہی سے رابطہ
 منقطع ہو گیا۔"
 میں نے بڑی بے چینی اور تحسّس کے عالم میں وقت گزارا
 تھا۔ آٹھ بجے کے بعد وہی نے مجھ پھر سے رابطہ قائم کیا اور
 بتایا کہ ایشلا ابی خواب گاہ میں گہری نیند سو جا گئی۔ انہوں
 نے بندوبست کر لیا ہے لیکن صبح وقت کا تعین وہی تھا۔ یعنی
 رات کو ساڑھے گیارہ بجے کے بعد مجھے وہی کے پاس پہنچنا
 تھا۔ اور رات کو ساڑھے گیارہ بجے میں وہی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ
 میرا انتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے۔
 "اب تو تمہاری کارروائی سے میرا اتنا گہرا تعلق قائم ہو گیا
 ہے کہ میں خود بھی وقت نہیں گذار پارہا۔ میرے دل میں
 طرح طرح کے دوسرے آتے ہیں۔ ایک بات میں تمہیں ذرا
 دوسری باتوں سے پہلے بتا دوں کہ میں نے اپنے بیوی اور بچوں
 کے بارے میں انتہائی خیال آسے کام لیتے ہوئے ہونا دانا سے
 معلوم کر لیا ہے۔ ہونا دانا کو قطعی شہر نہیں ہو سکا کہ میں کیوں
 یہ بات دریافت کر رہا ہوں۔ میں نے اسی قسم کا اندازہ
 کیا تھا کہ میں بچوں کی حیرت سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔
 ہونا دانا نے بتایا ہے۔ میرے بیٹے اور بیوی یہیں موجود ہیں۔
 بد محنت ہونا دانا انہیں اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔ اور اس فرض
 محنت کہ انہیں ہمیں اس سے اجازت کروں یا اجازت کا اظہار
 کروں۔ تو ان کے ذریعے وہ مجھے قابو میں رکھے۔ اس نے
 بات نہیں بتائی کہ ان لوگوں کو کہاں محفوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن
 شاید تم اس بات پر یقین نہ کر دوغزالی کہ اب میں تمناؤں میں
 اپنے بیوی اور بچوں کی بوسو گتو رہا ہوں۔ میرے دل کی حالت
 اتنی خراب ہو گئی ہے کہ میں بتا نہیں سکتا"
 "میں جانتا ہوں مشروطی۔ آپ کے جذبات کا بچہ

پوری طرح احساس ہے۔ لیکن کیا آپ ہماری اس خوش معنی کو
 نہیں سمجھیں کریں گے کہ ہماری مشکلات خود بخود حل ہو رہی ہیں۔
 اگر یہ فطرت اور شیطان ہونا دانا ان لوگوں کو یہاں نہ لانا تو میں
 اسے ایک طویل عرصے تک زندہ لکھا پڑتا۔ اور وہ ضرورت
 دل بنا پڑتے تو اُسے زندہ رکھنے کے سلسلے میں ہوتے۔ اب
 لم انکم یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے پر
 سودا ہو جائے۔ یعنی اگر وہ ایشلا کی زندگی چاہے تو آپ کے
 بیوی اور بچوں کو ای جگہ آپ کے پر دو کر دے"
 "بالکل، بالکل، اسی انداز میں۔ میں نے سوچا تھا غزالی"
 "ی انداز میں، میں نے سوچا تھا۔"
 "مشروطی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے انہیں
 بہت سی تسلیاں دیں اور کہا کہ اب تو صرف بچوں کی نونیاں رہ
 تی ہیں۔ ہم آخری مراحل سے گزر جائیں تو ہماری زندگی کے لیے
 بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد سلسلہ گفتگو سمبوتورا اور وہی
 رابطہ مٹ گیا۔ مشروطی نے کہا کہ سمبوتورا کو اسی وقت وہی سے
 لے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ اور اب وہ اسی کے پاس موجود ہے"
 "میرا اُس سے ذہنی رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ آپ کو اس
 علم ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اُس سے مل لوں تو بڑی ہے۔"
 "ہاں۔ حالات پر سکون ہیں، کوئی ایسی بات نہیں ہے۔
 باہوش تشویش ہو سکتی تم اطمینان رکھو۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ
 واقعہ تو میں اُسے سنبھالنے کی پوری پوری صلاحیتیں رکھتا
 ہوں۔ چلو میں تمہیں اس جگہ پہنچا دوں جہاں وہی تھیں ہے"
 وہی سے کا یہ قید خانہ علم قیدوں سے ہٹ کر تھا۔ اور اس
 لیے میں غامد غار سے سفر کرنا پڑا تھا۔ بالآخر کچھ عرصے کے بعد
 مائریں اور ہم اس غار میں داخل ہو گئے جہاں وہی کا قید خانہ
 بچا بیوں کا وہ جگہ تھی ایشلا نے جہاں کہا تھا اب مشروطی
 لے پاس تھا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ وہی سے کہا جاتا تھا۔
 لانے تاکہ لکھو لا اور اندھا نل جو نے کے لیے کہا پھر لو لہ
 ملین جا رہا ہوں۔ تم ٹھیک دو گھنٹے کے بعد یہاں سے
 مانا۔ میں اس غار کے آخری سرے پر تمہارا انتظار کروں گا۔
 سے بے بہر طور میں رہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس سے
 وہ وقت صرف کہنا خطرناک ہو سکتا ہے"
 "ٹھیک ہے مشروطی۔ میں ٹھیک دو گھنٹے کے بعد
 پہنچ جاؤں گا۔ جہاں کا آپ نے کہا ہے۔ میں نے
 سہارا۔"
 جگہ کے دوسری طرف تقریباً تیرہ افراد موجود تھے۔
 ان سے دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ابھی تک سمبوتورا اور وہی

کو یہ پتہ نہیں چلا تھا کہ میں اس کے غار میں آیا ہوں۔ بیٹھے ہوئے
 افرام میں سے ایک عورت صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ دوسرا یعنی
 طور پر سمبوتورا تھا۔ وہ دونوں میری طرف دیکھنے لگے تھے۔ اور پھر
 جب سمبوتورا نے مجھے بیجا نا تو کھلا ہوگا۔ اس کے اس طرح
 کھڑے ہونے سے وہی نے بھی چونک کر گھڑی ہو گئی۔ تب
 سمبوتورا کے منہ سے یہی آواز نکلی۔
 "میرا دوست، میرا ساتھی، گا زالی"
 میں حیرت زدہ نگاہوں سے وہی کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ
 ندرت کا دور اور آپ تھا۔ انتہائی بڑو دار، بڑو گلوہ شخصیت
 کی حامل، بہر صورت اپنی بڑی بڑی باہمی آنکھوں سے مجھے دیکھ
 رہی تھی۔ آنکھیں ندرت کی جی بے انتہا حسین تھیں۔ اور یہی
 حسن وہی کی آنکھوں میں بھی تھا۔ ان میں ایک عجیب متعاطفیت
 تھی۔ گو اس کی ظرافتی خامی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن آنکھوں کی اس
 کشش کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جس میں ایک
 پوری کامنات ایسی ہوتی محسوس ہوتی تھی۔ اور میں یوں محسوس
 کر رہا تھا کہ جیسے میں ان آنکھوں کی دلاوی میں اتر چکا ہوں۔ اور
 اپنا وجود بھول چکا ہوں۔ تب آہستہ آہستہ وہی میرے قریب
 پہنچی۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ چھیل گئی۔ پھر اُس
 نے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا۔
 "اؤ گا زالی، اؤ گا میرے شمس، میں تمہیں اپنے اس قید خانے
 میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ میں جو تک بڑا۔ اور پھر مجھے یوں
 محسوس ہوا جیسے میں داپسی کا مسافر کر رہا ہوں۔
 چند لمحوں کے بعد میں نے اپنے آپ کو وہی کے سامنے
 کھڑے ہوئے۔ پاپا۔ میری نگاہیں ابھی اس کے چہرے سے
 نہیں ہٹ رہی تھیں۔ اور میں اس حیرت منم تھا۔ مجھے وہی نے
 محبت سے میرا نام میں میرا ہاتھ پکڑا اور آگے لے جا کر اس جگہ
 بٹھا دیا جہاں چند لمحات قبل وہ خود بیٹھی ہوئی تھی"
 "اگر تم میرے دو در زلای میں آتے گا زالی تو میں تمہیں
 تمہاری شخصیت کے پیش نگاہ وہ نشست پیش کرتی۔ جو میں
 اپنے بیٹھنے کے لیے استعمال کرتی تھی۔ لیکن اس وقت بھی میں
 نے وہی جگہ نہیں دی ہے۔ جہاں قید کے دوران میری نشست
 رہی ہے۔ اسے میرا احترام سمجھو۔ میں نے فوراً اپنی جگہ تبدیل
 کر دی اور جرات سے کام لیتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور اسے
 اُس جگہ بٹھا دیا۔ جو میرے لیے تھا۔
 وہی میں اس جگہ پھر آپ کی جگہ نہیں لے سکتا۔ خواہ وہ
 قید خانہ ہو یا آپ کی اپنی نشست گاہ۔ میری دلی خواہش ہے کہ
 آپ کو آپ کے مقام پر برقرار رہنے دیا جائے۔ وہی بیٹھنے

تبانے لگا۔ پھر سمجھو تو راکھ کی طرف رخ کر کے بولی۔
 "اسمبورا۔ معزز جہان کو میری خوشیوں سے آگاہ کرو گی؟
 میں مسلسل اس کا چہرہ دیکھنے جا رہا تھا۔
 وہ یعنی انتہائی پریشان حال حالت سے گذری تھی۔ لیکن
 چہرے کے وقار و شگفتگی اور باکین میں کوئی کمی نہیں آئی
 تھی۔ وہ ان حالات سے بہت زیادہ خوفزدہ نہیں محسوس ہوئی تھی۔
 چند لمحات کی خاموشی کے بعد میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اور
 آہستہ سے بولا۔

"واقعات آپ کو دانی میں کی زبانی معلوم ہو چکے ہوں گے
 مریڈم وہ یعنی۔ میں جس طرح آپ کے راستے پر آرا۔ اس کی
 تفصیل بھی سمجھو تو لے۔ میرا مطلب ہے دانی میں نے آپ کو
 بتادی ہو گی خزانے کا مسئلہ بلاشبہ اس دنیا میں رہنے
 والوں کی مانند میرے ذہن میں بھی تھا۔ لیکن اس حیثیت سے نہیں
 جس حیثیت سے دوسرے لوگ اس کا حصول چاہتے تھے اور
 اس میں اس کا تذکرہ بھی حقیقت چھتتا ہوں۔ بلکہ شاید دانی میں
 نے آپ کو یہ بات بتادی ہو کہ میں اس خزانے تک پہنچ چکا
 ہوں اور اس کی نشاندہی آپ سے کر سکتا ہوں۔ بہر طور میں
 اچھی کسی طرح کی برائی نہیں کر رہا بلکہ اس بات کا آپ کو یقین دلانا
 چاہتا ہوں کہ میرے پیش نگاہ خزانے کا حصول نہیں بلکہ آپ
 کا منصب ہے۔"

"براہ کرم کسی خزانے کا تذکرہ مت کرو۔ وہ خزانہ میرے
 لیے بہت زیادہ اہم نہیں ہے۔ میں تم سے ملاقات کی خوشی
 کا اظہار کر چکی ہوں۔ اب ہمیں اس موضوع پر بات کرنی چاہیے۔
 جس کے تحت ہم اس بدبخت بونا دینا کو کھیر کر ڈانک پہنچا
 سکتے ہیں اس کی دسترس سے نجات حاصل کیے بغیر ہماری
 زندگی ممکن نہیں ہے۔"

"ہاں نے آپ کو جہان آذیتیں بھی پہنچائی ہیں مریڈم؟"
 میں نے کہا۔ اور وہ یعنی ہنسنے لگی۔
 "ہاں۔ اس نے اپنے طور پر وہ کام کوششیں کی ہیں۔ جن
 کی بنیاد پر میں اسے خزانے کا بتا دیتی۔ لیکن وہ مجھ پر بے اثر
 رہیں۔ اور وہ ان کے ذریعے کامیابی نہیں حاصل کر سکا۔ میں
 یہ بات خود اس سے بھی کہہ چکی ہوں کہ وہ ایسی ایسی کوششوں
 میں عمر بھر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی
 میں وہ یعنی کے ان معصوم باشندوں کے لیے بھی میری پریشان
 ہوں۔ جو مجھ سے تعاون کر کے ایک ایسے عذاب میں گرفتار
 ہو گئے ہیں۔ جن کا شاید ابھی انہیں احساس نہ ہوا ہو۔ لیکن
 رفتہ رفتہ انہیں اس کا احساس ہو جائے گا۔ کیونکہ بونا دینا اپنے

سے زحمت کی اجازت مانگنے لگا۔

اس نے میری پیشانی کو بوسہ دیا اور اس بات کا پھر شکر یہ
 ادا کیا کہ میں اس کے لیے اتنا کام کر رہا ہوں۔ میں نے دائیں
 دہلی سے کہا کہ ایک شخصیت کو دیکھنی کے پاس پہنچایا جائے
 اس کا نام ہانی ملے۔ وہ بیٹے نے کہا کہ چونکہ اب سمبورا اور
 دینی ذہنی طور پر آرا ہو چکے ہیں چنانچہ وہ ان سے ملاقات کرنا
 رہے گا۔ اور ان کی خواہشات کے مطابق عمل کرے گا۔ اندوئی
 طور پر یہ معاملہ اس کے سپرد ہونے دیا جائے۔ ان تمام کاہلوں
 سے فارغ ہونے کے بعد پھر میں اپنی تالوٹی رہائش گاہ میں
 آگیا۔ برقی سنسنی تھی۔ ایک ایک کھڑکی میں آنکھیں بند رہا تھا۔
 لیکن اس کیفیت کو برداشت کرنا تھا۔ اچھی تو کافی وقت گئے
 اس سلسلے میں صرف کرنا پڑے گا۔ مگر اچھا سا کی۔ یہی کیفیت
 رہی تو میں تو پاگل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ پھر میں خود کو پھر سکون کرنے
 کی کوششوں میں مصروف رہا۔

دوسرے دن ایک اور حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔
 حیرت انگیز وہی اور سنسنی خیز بھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی
 میرے لیے سکون کے بہت سے لمحے مہیا کر گیا تھا۔ وہی وقت
 تھا جب زیدال کو کوئی نہ کوئی آدمی مجھ سے ملاقات کرتا تھا۔
 اور اس دن بھی تالوت میں لیٹے لیٹے میں نے توہوں کی چاب
 نسی اور کوئی میرے نزدیک آگیا۔ پھر تالوت کا ڈھکن اٹھایا
 گیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن اسی وقت پروفیسر زیدال
 کی آواز میرے کانوں میں ابھری۔

"یہ میں ہوں مگر زالی ہے میں ہوں۔ زیدال کا آواز
 پہچان کر میں نے بول کھلائے ہوئے انداز میں آنکھیں کھولیں
 پروفیسر زیدال سنجیدہ چہرہ بنائے ہوئے میرے سامنے کھڑا
 ہوا تھا۔"

"آپ پروفیسر زیدال آپ؟"
 "ہاں۔ تم سے ملاقات اتنی ہی ضروری تھی کہ مجھے ہر قسم
 کے خطرات کو نظر انداز کر کے تم تک آنا ہی پڑا۔ نہیں۔ نہیں
 لیٹے رہو۔ اپنے تالوت سے اسٹے کی کوششیں مت کرو۔
 ہرے پاس ایسے اتفاقات ہیں کہ اگر باہر سے کوئی خطہ محسوس
 نہ ہو تو میں یہاں سے ان لوگوں کو اطلاع ہونے بغیر نکل جاؤں۔
 لہذا تالوت سے باہر نکلنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"
 "اوہ۔ پروفیسر زیدال۔ آپ کی آمد نے مجھے سنسنی کا
 شکار کر دیا ہے۔"
 "بجوری تھی جو منصورہ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ اس
 کے لیے میرا تم تک پہنچنا ضروری تھا۔ اور تمہیں یہاں سے

پٹانے کی ہمت میں نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تمہارا مسئلہ بہت مشکل
 ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ڈیڑھ گھنٹے زالی تمہیں میرے مقصد تک
 تکمیل کے لیے کہیں شدید آذیتوں سے گذرنا پڑا ہے۔ اس
 تالوت میں لیٹے رہنا اور زندگی گزارنا آسان کام نہیں ہے۔
 تاہم میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم میرے مقصد تک تکمیل کے لیے
 وہ سب بچ کر رہے ہو جو میں چاہتا ہوں۔"
 "مجھے اطلاع ملی تھی پروفیسر کہ آپ نے اپنے کسی منصوبے
 کو ترک کر دیا ہے اور میرے لیے مزید مہارتیں فراہم کرنا چاہتے
 ہیں۔"

"ہاں۔ میں ان دنوں مسلسل مصروف رہا ہوں گے زالی۔
 ایک طرف تو میں اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے کی تیاریاں کر
 رہا تھا۔ دوسری طرف مجھے احساس تھا کہ اس طرح کچھ ایسے ستم
 رہ جاتے ہیں۔ جو ہمارے اس پروگرام میں مشکلات پیدا کر
 سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنا پروگرام اچانک ہی تبدیل کر
 دیا ہے۔"

"مقصد میں نے حیرت زدہ نگاہوں سے زیدال
 کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 "میں اب ایک نئی اسکیم پر عمل دیا ہے چاہتا ہوں۔ تم
 نے یہاں غاروں میں رہ کر غاروں کی دنیا کو دیکھنے کی کوشش
 کی ہے۔"

"میرے لیے اس کے مواقع کہاں تھے پروفیسر زیدال۔
 میں یہ خطرات کہاں مول لے سکتا تھا؟
 "منزلے کو تم نے اچھا کیا۔ کسی لمحے ہمارا رازناخشاں ہو
 سکتا تھا۔ اور بلاشبہ یہ میری کہانت ہے۔ تاہم اب میں تمہیں
 اس کی اجازت دیتا ہوں کہ تم ان غاروں کی دنیا کو اپنی نگاہوں
 سے دیکھو۔"

"مگر پروفیسر؟"
 "ہاں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ میں نے تمہارے تحفظ کے لیے
 ان غاروں میں معقول بندوبست کر دیا ہے۔ لیکن بونا دینا
 یہاں اپنے خاص آدمیوں کے علاوہ کسی اور کو دیکھنا پسند نہیں
 کرتا۔ اگر میں خود بھی اس سے درخواست کروں کہ میں ان غاروں
 میں آنا چاہتا ہوں۔ تو وہ مجھے اس کی اجازت نہیں دے گا۔
 کیونکہ وہ اپنے اصولوں اور بائبل چالاکوں میں اتنا ہی سخت آدمی
 ہے۔ یہاں اپنے آدمیوں کو بھیجنے کے لیے مجھے چند وقتوں کا
 سامنا کرنا پڑا ہے۔ یا اس وقت یہاں پہنچنے کے لیے مجھے
 جن جن مشکلات سے گذرنا پڑا ہے۔ ان کا تذکرہ تم سے کرنا
 حماقت ہے۔ تاہم یہ سمجھ لو کہ میں نے اپنی زندگی کا انتہائی خطرہ

مول لیا ہے اور اگر لوٹنا دینا مجھے یہاں بائے تو وہ پھر یقینی طور پر میرے قتل سے کم پر وہ کسی بھی شکل میں تیار نہیں ہوا۔ بہ طور پر غیر ضروری باتیں ہیں گے زالی سے سو یہاں ایک شخص مسرور ویلی کے نام سے رہتا ہے۔ فاروں کی اس دنیا کا نقشہ میں نے ترتیب دے لیا ہے۔ اسے اپنے پاس محفوظ رکھو۔ زبیر نے کاغذ کا ایک بڑا سا ٹکڑا چوتھہ کیا ہوا تھا نکال کر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

” اہم نقشے میں مکمل ترتیب ہے ان فاروں کی۔ ابھی اسے کھول کر دیکھو کیونکہ میرے پاس بہت زیادہ وقت نہیں ہے۔ بعد میں اس نقشے پر اپنی طرح نوکر لیتا رہیں ان فاروں کی نشاندہی کرے گا۔ یہ شخص ویلی کا ہے۔ جسے لوٹا دینا ہے بلکہ میل کر کے اپنے قبضے میں کیا ہوا ہے اور اس شخص کی سائنسی ہماروں سے لوٹا دینا خاطر خواہ قائمہ اٹھا رہا ہے۔ یہ شخص ذہنوں کو کمزور کرنے کا ماہر ہے اور اس کا تمام تر سائنسی مشغلہ یہی رہا ہے۔ لوٹا دینا نے اسی کے ذریعے سامانوں کا ذہنی کمزور حاصل کیا ہے۔ اور یہ شخص اپنے مشینی ذرائع سے ان کے ذہنوں کو قابو میں کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ گو یا جو سامان اس کے قیدی ہیں میرا مطلب ہے لوٹا دینا کے قیدی ہیں۔ ان کی باگ ڈور ویلی کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اس شخص پر قبضہ کرو۔ اور اسے یا تو قتل کر دو یا کچھ طرح اس بات کے لیے مجبور کرو کہ وہ تمہارے احکامات پھیل گئے۔ اس کا فیصلہ تمہیں خود کرنا ہے۔ گے زالی کو کس طرح اس پر قابو پاؤ گے۔ اس کی رہائش گاہ کے بارے میں بھی اس نقشے میں تمام تر تفصیلات ہیں۔ ویلی کو قابو کرنے کے بعد تم اسے مجبور کرو کہ وہ سامانوں کو اوپر اپنا مشینی کمزور ختم کر دے۔

سامانوں نے بھی طور پر آزاد ہو جائیں تو تم ان کے نجات دہندہ کی حیثیت سے ان سے ملاقات کرو۔ اور انہیں بتاؤ کہ تم نے پرو فیئر زبیر کی مدد سے یہ کام کیا ہے۔ اس طرح تم سامانوں کی ہمدردیوں حاصل کر سکتے ہیں۔ سامانوں خوشی سے لوٹا دینا کے قیدی نہیں بنے ہوں گے۔ اور انہیں احساس ہو گا۔ خاص طور سے ویلی کو احساس ہو گا کہ لوٹا دینا نے کس طرح اس کی حیثیت حاصل کر کے اس کے تمام منصوبوں کو ناکام کر دیا ہے۔

میرا مطلب ہے جس مقصد کے تحت ویلی نہیں رہنا چاہتی تھی اسے بتاؤ کہ اس کا نوازہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نوازہ جو اس نے نہ چاہنے کتنی وقتوں کے بعد ماؤنٹ سولاٹ سے حاصل کیا ہے۔ ویلی کو لوٹا دینا کی دشمنی پر پوری طرح کاہر کر دو اور تمام سامانوں کو ان کی قید سے آزاد کرو۔ لیکن اس

یاد دہی کے الفاظ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور وہ تمھیں بند کر کے ان الفاظ پر عمل کرتے ہیں۔ اس طرح لوٹا دینا کے تمام آدمی قتل ہو جائیں گے۔

” لیکن لوٹا دینا کو زندہ ہی گرفتار کرنا ہے۔ زالی میں تمہارا پرو ایتنا ہم کام کر رہا ہوں کہ خود بھی خوفزدہ ہوں اور میں یہ جانتا ہوں کہ تمہاری بہترین صلاحیتوں سے جس طرح آج تک عمل کرتے رہے ہو۔ اس سلسلے میں بھی کام کرو گے۔ ” پرو فیئر زبیر ڈال کا منصوبہ بریفنگ میں منصوبہ سے مطابقت رکھتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے لیے کام کر رہا تھا اور میں اپنے مقصد کے لیے۔

میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ پرو فیئر زبیر ڈال تم جس جگہ محفوظ رہو گے۔ یا تم جس جگہ محفوظ رہنے کی کوشش کرو گے۔ وہاں تم بھی محفوظ نہیں ہو گے۔ اور اس کے لیے میں نے اس سے سوال کر ہی لیا۔

” آپ اپنے آدمیوں کو سمیٹ کر کہاں محفوظ کریں گے پرو فیئر زبیر ڈال تاکہ جب میں ویلی کو ہدایت دوں تو تمہیں وہ جگہ اس سمت کا رخ نہ کرے۔ وہ سمت خطرناک ہو سکتی ہے۔ ” نہیں وہ جگہ یاد ہے۔ یہاں، جہاں... ” پرو فیئر ڈال کا جواب گئی۔ میں اسے دیکھتا رہا چند جگہ کے بعد پرو فیئر زبیر نے کہا: ” جہاں سوئیٹا نے پہلی بار تم سے ملاقات کی تھی۔ یوں سمجھو کہ وہ میرا علاقہ ہے اور میرے آدمی وہی ہوں گے۔ میں بھی ان ہی فاروں میں رہوں گا اور وہیں تمہارا کامیابی کی اطلاع کا انتظار کروں گا۔ ” میں نے تمھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

لاٹھیک ہے پرو فیئر زبیر ڈال۔ میں آپ کی مرضی کے مطابق کام کروں گا۔

اور اس کے بعد ممکن ہے میں اپنے آدمی کو تمہارے پاس بھیجے گا خطہ مول نہ لے سکوں کیونکہ اس منصوبے میں رازداری اور احتیاط کا شرط ہے۔

” آپ نے جو بدایات مجھے دی ہیں۔ پرو فیئر ڈال ان

ہی کے مطابق کام کروں گا۔ اس لیے اب اپنے آدمی کو

بھیجنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ایٹھلا میرے لیے ضروریات

کی چیزیں فراہم کر دیجیے گا اور ابھی تک اس کے ساتھ میری

ملاقاتیں باڈ میں ہیں۔

” لیکن تجھے یہ اطلاع کیسے ملے گی کہ تم نے ویلی کو قابو

میں کر لیا ہے۔ ”

” اس کا فیصلہ آپ کر لیں پرو فیئر۔ لیکن میں آپ

کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنی ذمہ داریوں کو آسانی سے پورا کر لوں گا۔ ” پرو فیئر زبیر ڈال چند لمحات سوچتا رہا پھر اس کے

تے کہا۔ ” میں کسی قسم کا بیخود رہائی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ ورنہ میں تمہیں بلا سزا بھی فراہم کر سکتا ہوں۔ لوٹا دینا انتہائی چالاک ہے اگر تم کو سزا دینا چاہتا ہوں۔ اسے اطلاع ہی مل سکتی ہے۔ تاہم میں مناسب وقت دیکھ کر اس بارہ دن کے اندر اپنے کسی آدمی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ اور تم اسے یہ اطلاع دے دینا کہ تمہارا منصوبہ کامیابی سے عمل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ”

وہ دیکھا آپ مناسب سمجھیں پرو فیئر ڈال میں نے جواب دیا اور پرو فیئر زبیر ڈال نے مجھے کامیابی کی دعا دے کر رخصت کی اجازت مانگی اور پھر وہ چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں دیر تک غور کرتا رہا۔ میں

اسے تاملی ہی سمجھتا تھا۔ وہی منصوبہ پرو فیئر زبیر ڈال نے

اپنی طرف سے پیش کر دیا تھا جو میرے اپنے ذہن میں تھا۔

لیکن اس سے مجھے مزید آسانیاں فراہم ہو گئیں۔ یعنی ایک تو

پرو فیئر زبیر ڈال کی بدخلیت کا خطرہ کم ہو گیا۔ دوسرے اس

بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ ویلی کے ہاتھ سے نہ اپنے

دلوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ جبکہ خود ویلی نے بھی اس

بات کا تذکرہ نہیں کیا تھا اور نظر ہر سے۔ وہ جانتی تھی

تھی اس بارے میں کہ اسے قید کرنے کے بعد کیا کیا کارروائیاں

کی گئی ہیں۔ انتظار شدید انتظار تاہم پرو فیئر ویلی سے

ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔

کچھ دن کے بعد میں ایک بار پھر پرو فیئر ویلی کی مدد سے

ایٹھلا سے جان چھڑا کر ویلی سے ملاقات کے لیے پہنچا۔ ویلی

اب بہت زیادہ پرسکون نظر آتی تھی اور دلچسپ بات یہ

تھی کہ ندرت یعنی ہائیساجی اسی کے پاس موجود تھی۔ میں

وہاں پہنچا تو ندرت نے سب سے پہلے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے تھے اور

انداز میں میرا استقبال کیا اور وہ بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے

ہوئے بولی۔

” اس دوران تقریباً ستر بج کر تیر بج رہے ہو گا۔ زالی۔

اور میں نے ملیم ویلی کو تمہارے بارے میں تمام تفصیلات

بتائی ہیں۔ میں ویلی کے پاس ہوں سے ندرت اور ویلی

کا مقابلہ کر رہا تھا۔ دونوں کے چہرہ میں اتنی یکساہت تھی

کہ یقین نہیں آتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ویلی کی سرسیدہ

اور پختہ کار نظر آتی تھی اس کی نسبت ندرت انتہائی مہموم۔

بہر طور ان لوگوں کے ساتھ کافی وقت گزارا اور جب رات کا تیسرا پہر بھی طویل کیا تو میں نے ان سے واپسی کی اجازت مانگی۔ بس منظم تھے۔ ابھی تک دوسرے ساموئوں کی ذہنی آزادی نہیں دی گئی تھی اور احتیاطی ایسا کیا گیا تھا۔ اس رات میری کافی گفتگو ہوئی تھی وہ دینی سے۔ میں نے اسے اپنی تمام منصوبہ بندی سے آگاہ کر دیا تھا۔ پہلے بھی میں اسے تھوڑی ہمت تفصیلات بتا چکا تھا۔ میں اب پر دینسز ٹیل کے منصوبے کی مدد دینی میں، میں نے دینی کو مزید تفصیلات بتا دی تھیں۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ اسے کس انداز میں کام کرنا ہے۔ ایٹلا دوسری صبح برداشت نہیں کر سکی اور میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

”سیموئیل۔ ان دنوں مجھے نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ بعض راتیں اس طرح بے ہوشی کی راتیں ہوجاتی ہیں کہ مجھے بوجھس ہی نہیں رہتا۔ میں گہری نیند سوچا ہوں اور جب صبح کو جاگتی ہوں تو عموماً ہوتا ہے کہ جیسے میرے بدن میں کسی ایک حصے کی کمی ہو گئی ہے۔ میں اذیت سے تڑپتی رہتی ہوں۔ تمہارے ساتھ گزارنے والی راتیں کس قدر حسین ہوتی ہیں اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن سیموئیل اب مجھے اجازت دو۔ میں اپنے پاپا کو تادوٹ کر سیموئیل اپنی زندگی میں واپس لایا ہے۔ مجھے اس کی قربت کا آزادانہ موقع دیا جائے۔“

”ابھی وقت نہیں آیا ایٹلا۔ اور میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اگر وقت سے پہلے تم نے میرے بارے میں اپنے پاپا کو تادوٹ کر لیا ہے وہ ہماری آسری ملاقات ہو گئی۔“

”نہیں، نہیں۔ ایٹلا کے پیروں پر شدید خوف کے آثار پھیل گئے۔ میں تمہاری جلائی کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی سیموئیل۔ آخر آخر ہو گیا۔ ایسا کسی طرح ہم لوگ راتوں کو ملتے رہیں گے۔ دنیا سے بچنے کا ہے۔“

”اس کے لیے ایک وقت نہیں ہے ایٹلا جس وقت بھی ہماری یہ معیاد پورے ہو جائے گی۔ میں اس ناپوت سے نکل آؤں گا۔ بس کے بعد ہم آزادانہ طور پر لوٹاؤں گے۔ سارے پہنچ جائیں گے۔ تمہیں کچھ وقت اور انتظار کرنا پڑے گا۔ غالباً اس چاند کی چودھویں رات تک۔“

”کیا واقعی؟ ایٹلا سمجھ رہی تھی۔“
 ”ہاں ایٹلا۔ میں نے انہیں بند کر کے کہا۔ کجنت ضمیر کو کی کرتا جو کچھ کے گناہ کرتا تھا۔“

وہی تصور وہی احساس ابھر آیا تھا۔ ایٹلا حسین اور منظم رنگی میری وجہ سے مصیبت کا شکار ہو جائے گا۔ اور یہ یقین امر ہے کہ ہونا دنیا کے بعد اس کی زندگی ممکن نہیں ہوگی۔ بہر طور خود کو منہ لٹاؤ۔ یہ سب تو کرنا ہی تھا۔ اب تقدیر میں یہی سب کچھ لکھا۔ تو میں کس کس کا تحفظ کرنا چاہوں گا۔ ایٹلا کافی دیر تک میرے ساتھ رہی اور پھر موقع کی نزاکت کا خیال کر کے وہاں سے چلی گئی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ آج رات وہ پوری طرح بوجھس و حواس میں رہے گا۔ اور کسی بھی قیمت پر اپنے آپ کو نیند کی آغوش میں جانے نہیں دے گا۔ اور اس کے لیے وہ لوں کرے گا کہ بستر تک جائے گی ہی نہیں۔ میں نے مسکرا کر اسے خلا حفظ کہا اور وہ چلی گئی۔

اس کے بعد میں دیر تک عجیب سے احساسات کا شکار رہا۔ ایک ہفتہ ایک سال سے بھی زیادہ طویل محسوس ہوا تھا۔ اس دوران صرف تین بار دینی سے ملاقات ہوئی۔ وہ دینی بھی ساتھ تھا۔ بالآخر چاندنی رات صرف ایک دن کے فاصلے پر رہ گئی۔ دوسری رات چاندنی رات تھی۔ دینی میرا انتظار کر رہا تھا۔ حسب معمول اس نے ایٹلا کو گہری نیند سلا دیا تھا۔ اور یہ اس واقعہ کے بعد سے پہلی رات تھی جب ایٹلا میرے پاس نہیں آئی تھی اور اپنی کوششوں میں ناکام ہو گئی تھی۔ میں نے دینی سے ملاقات کی اور سمجھو تو اس کو اس کے ساتھ دیکھ کر کافی مسرور ہوا۔“

”آج کی رات نکل کی رات ہے۔“
 ”ایٹلا کو محفوظ رکھنے کے لیے آپ نے کیا بندوبست کی ہے مسٹر ویلی؟“

”یہ ذمہ داری میری ہے کیونکہ یہ مگن میرے دل کو ہے۔ چنانچہ آؤ میں تمہیں دکھا دوں کہ میں نے اسے کہاں محفوظ کیا ہے۔“

”اوہ۔ کیا ایٹلا کو آپ نے اس کی خواب گاہ سے غائب کر دیا ہے۔“

”ہاں۔ یہ ضروری تھا۔ کیونکہ آج رات دینی برس کی خواب گاہ میں جگڑے لے گی۔ پر دینسز نے جواب دیا۔ اس نے اپنی لیبارٹری ہی کے ایک حصے میں ایٹلا کے تحفظ کو بندوبست کیا تھا۔ اور اسے اطمینان تھا کہ وہ یہاں ایٹلا کو باآسانی قید رکھ سکے گا۔ ندرت اور دینی کو بھی ان کے قید خانے سے نکال کر باہر لے آیا گیا تھا۔ پر دینسز دینی نے اپنی آخری جگہ یہی میں دیا تو ڈھائی گھنٹے صرف کر کے دینی کو ایٹلا کی صورت دی تھی۔ ہر چند کہ دینی کی جسمانی

ت ایٹلا سے قطعی مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ ایٹلا سب سے بدن کی مالک تھی۔ جگر دینی کے بدن کی جگہ اپنی غائبی اس بات کو نظر انداز کرنا تھا۔ چنانچہ دینی کو خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ اور اس کے بعد ہم اس میں بقیہ کار و دایموں پر توجہ کرتے رہے۔ ساری رات معاملات کے لیے گفتگو کرنے میں گذر گئی۔ وقت کا ان کا تو میں برقی رفتار سے اپنے تاہوت کی جانب بلا خطہ یہ تھا کہ کہیں دن میں مجھ سے ملاقات کرنے کی شش نہ کی جائے اور میرا یہ خطہ بالکل درست تھا۔ آج اتنے دن کے بعد پر دینسز ٹیل کا ایک آدمی مجھ سے ملاقات کرنے آیا اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ پر دینسز لکھنؤ تک پہنچ گیا ہے۔ مجھے آج اپنا کام کرنا ہے۔ اور اس لیے تمام تر تریاں کر رہی ہیں۔ مجھ سے یہ بھی پوچھا گیا کہ میں دینی پر تادوٹ پالیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ ان کے لیے پروگرام مکمل ہے۔ پر دینسز ٹیل کو اطلاع دے دی گئی۔ وقت کا ایک ایک لمحہ بیجا نہیں گزارنا تھا۔ پھر اس وقت رات کے تقریباً آٹھ بجے تھے۔ جب پر دینسز لکھنؤ تک پہنچ گیا اور اس نے کہا۔

”ویلیج ہے گے زانی باہر نکل آؤ۔ ہماری کارروائیاں یوں تک پہنچنے کو تیار ہیں۔“
 میں تاہوت سے باہر نکل آیا۔ پر دینسز ویلیج مجھے قید خانے کا نام لے گیا۔ تمام قید خانوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ سمجھو تو اس ساموئوں سے گفتگو کر رہا تھا تمام ساموئوں کو ارد گرد لایا تھا۔ وہ سب پر جوش اور باعمل نظر آتے تھے۔ ان کے ساموئوں کے ہاتھوں میں وہی مخصوص گلیاں دیکھیں۔ ہر کوئی رات کی گلابی برائے بار دیکھ چکا تھا اور جس کا کمال انہیں یقین تھا پھر ساموئوں یہ گلیاں استعمال کرنے کا صحیح طریقہ بتا رہے تھے اور اس وقت سمجھو تو اسے انہیں ہدایت دی گئی کہ غاروں میں موجود لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع ہے۔ سمجھو تو اس نے مجھ سے کہا۔

”ہر چند کہ ہم قتل و غارتگری سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن بروقت اس پرہیز کا نہیں ہے۔ یہ میں نے پر دینسز ویلیج کو پوچھا کہ ایٹلا کی حیثیت سے دینی پہاڑوں کی سمت لے جائے تو اس نے کہا کہ نہیں بلکہ اس کو لے جانے کی جگہ ہر دو ہیں۔“

”کیا اس کی جگہ ہر دو ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ وہ لڑاؤ ایٹلا کو پہاڑوں کی طرف لے جائیں گے۔ کوئی اس سے

بچاؤ نہیں ہے۔“

جسمانی طور پر شرافت نہ کر لیں۔“
 ”اُسے لے جانے والے سب ساموئوں ہوں گے۔ کیونکہ وہ لوگ جو اس کے کمرے میں پہنچے تھے ملک کے چاچے میں ہو گئے۔ اس نے اسٹیشن خیر انکشاف کیا اور اس آئینے پہاڑ کر رہا گیا۔ کچھ نہیں لے گیا۔“
 ”کیا اس کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر جانے والوں میں، میں شامل نہیں ہو سکتا؟“
 ”تمہیں اس کے ساتھ ہی شامل ہونا ہے اور دینی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ وقت قریب آ رہا ہے۔ جب اسے درکشن دینے کے لیے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنا ہے۔“

میرے اندر شدید ہرجیمان برپا تھا۔ بہر طور اپنے آپ کو قابو میں کر کے میں دینی کے قریب پہنچ گیا جو اس وقت وہ دینی کی شکل میں موجود تھی۔

”ہجڑا دینی مسرگھوں سے گذرتے رہے۔ ان سرگھوں میں ڈیڑھ گھنٹے کی ہونے لگی تھیں جو پہاڑ کی چوٹی کی جانب جاتی تھیں۔ چونکہ تمام کام معمولات کے مطابق ہو رہے تھے۔ اس لیے لوٹاؤں کے جو آدمی ایک زندہ تھے وہ کوئی تبدیلی محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ بالآخر ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ دوسری جانب بے شمار آزادانہ مجمع نظر آ رہا تھا۔ دینی کے تمام باشندے زیارت کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ ویلیج ہی زیارت گاہ یہاں پر موجود تھی۔ جیسی ہر جگہ دیکھی گئی تھی۔“

”چنانچہ تراش کر ایک پلیٹ خام بنایا گیا تھا یہاں دینی کو کھڑا ہونا تھا۔ یہاں پر اس قسم کے مشینی آلات نصب کر دیے گئے تھے جن کی مدد سے دینی کی آواز ان تمام لوگوں تک پہنچ سکتی تھی جو اس کی زیارت کے لیے آئے تھے۔“

”ہر دو تھے۔ چاند آہستہ آہستہ بلند ہوتا جا رہا تھا اور چاندنی کی چاندنیاں جھلکتی جا رہی تھی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تمام ماحول منور ہو گیا اور دینی کے باشندوں نے عجیب عجیب طرح کی آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ زیارت کر کے وہ اپنی تخیلوں کا اظہار کر رہے تھے۔ دینی نے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ ایٹلا سے زیادہ وہ جانتی تھی کہ اس طرح زیارت کرنے والوں کو مطمئن کیا جاتا ہے۔“

”اب وہ وقت آ گیا تھا کہ دینی اپنے کام کا آغاز کرے۔ میں لوٹاؤں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس جگہ لوٹاؤں کو دینا چاہتا تھا۔ اس جگہ پانچ باہر افراد اور بھی تھے۔ اس شخص کو میں نہیں پہچانتا تھا۔ آج تک اسے دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ساموئوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ لوٹاؤں کو قابو میں کرنے کے لیے انہیں لکھنا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ

یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ بونا وینا کو زندہ رکھنا ہے۔

پھر ٹھوڑی ہی دیر دینی کی آواز ابھری جو معافی زبان میں اپنے استقبال کے لیے آنے والوں کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ یہ الفاظ اس نے رسمی انداز میں کہے تھے۔ لیکن اس کے بعد اس کے انداز میں دفعتاً ایک تناؤ پیدا ہو گیا اور اس نے کہا۔
"دینی کے عظیم ہاشندہ جو مجھے قبل ہمارے درمیان کچھ جہان آئے تھے، انہوں نے تم سے کہا تھا کہ یہ لوگ ہمارے ہی خواہ اور نجاست و ہندہ ہیں۔
لیکن اتنا عرصہ

گزارنے کے بعد مجھ پر انکشاف ہوا ہے اور آسمان سے مجھے ہدایات دی گئی ہیں کہ یہ لوگ ہمارے ہی خواہ نہیں ہیں، بلکہ ہمارے دشمن ہیں اور ان کے دشمنوں میں دینی کو تاہ و بر باد کرنے کا منصوبہ ہے۔ دینی کے لوگوں میں ہمارے دشمن جو دوست کا لباس پہن کر ہم میں شامل ہوئے تھے۔ دیوتاؤں کی مدد سے ہم پر عیاں ہو گئے تھے۔ اور دیوتاؤں کی ہدایت ہے کہ ہم ان دشمنوں میں سے ایک ایک کو ناک کردوں۔ آج کی رات ہمارے لیے اپنے دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کی رات ہے۔ اور سنو صبح ہونے تک وہ دشمن زندہ نہ بچنے پائیں جو ہمارے درمیان آہٹے تھے۔ تجھاری دینی تمھاری دیوی تھیں حکم دینی ہے کہ انہیں زمین پورا کرو اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آج کی رات میں نہیں اس کام کے لیے مخصوص کرتی ہوں۔ اور اس کے بعد یہ جو ہنگامہ آرائی ہوئی اس کا میں قصور بھی نہیں رکھتا۔ تنک و فہارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ وہ لوگ جانتے

تھے کہ نئے آنے والے اجنبی کون ہیں اور ان کی تلاش میں انھیں کسی وقت کا سامنا نہیں پڑ رہا ہے۔ کیوں کہ نئے آنے والے بھی زیارت کے مجمع میں شامل ہوتے تھے۔ بونا وینا کے آدمی بری طرح موت کا شکار ہو رہے تھے لیکن وہ اہم حق نہیں تھے ٹھوڑی دیر کے بعد انھوں نے بھی ہتھیار سمجھا لیا۔ اسی وقت انہیں ہتھیاروں کا استعمال شروع ہو گیا۔ لیکن دیوی کا حکم قبیلے والوں کے لیے موت کا حکم تھا۔ وہ زندگی کھو رہے تھے لیکن ان میں سے بیشتر آدمی بونا وینا کے ایک ایک آدمی پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ دینی کے اس اعلان کے ساتھ ہی میں اس طرف چھپتا تھا جب بونا وینا موجود تھا اور یہاں بھی میری توقع کے مطابق ہی عمل ہو رہا تھا۔ لیکن ساموں یہاں ان کے مقابلے پر تھے اور یہیں وہ بھی کہہ چکا تھا کہ سمور تو راجا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے مجھ کو یہ عالم میں کلاری سمجھا لیا۔ بونا وینا کے عمائد اس کے تحفظ کے لیے دوڑتے وہ ان کشایوں کا شکار ہو گئے اور بونا وینا کے لیے ساموں کو پہلے ہی ہدایت کر دی

گئی تھی کہ اسے زندہ ہی گزرتا رکھا جائے لیکن سامع نہیں تھا۔ اس کے پاس اسٹین گن موجود تھی اس نے فوراً ہی استعمال کرنا شروع کر دیا اور اس نے ساموں اس کی گولیوں کا شکار ہوتے ہی میں نے اسی سے ہٹا دیا۔ اور میری ہدایت پر تقریباً تمام ہی لوگ گولیاں تیار ہو گئے تھے۔ بونا وینا مسلسل گولیاں برسار رہا ایک گولی کی کیفیت کا جائزہ لیا۔ جس جگہ وہ ٹھوڑا سا گولی پڑی ایک غار کی حیثیت رکھتی تھی۔ دوسری ہاز سوراخ سے مہیج کو دیکھا جا سکتا تھا۔ لیکن اس سے

ہی ایک راستہ تھا۔ اگر بونا وینا دوسری طرف سے سے نکلنے کی کوششیں کرتا تو دینی طور پر انتہائی گہری کرکھ پناہ ہوجاتا۔ چنانچہ وہ وحشیوں اور پاکوں کی کر رہا تھا۔ ساموں کو گراس کی خاطر مجھے معلوم تھا لیکن میں جانتا تھا کہ بونا وینا ایک خطرناک اور وہ آسانی سے ہار ماننے پر تیار نہیں ہوگا۔ نے ایک ترکیب سوچی اور پھر ایک ایسی مخلوق بنا گیا جس بونا وینا کی طرف سے جلد ہی ہوتی گویا۔ کئی تھی۔ پھر میں نے انگریزی زبان میں کہا۔
"بونا وینا تم جو کارروائی کر رہے ہو وہ تم میں مضرب ہے۔ تمھارا پھیلن ختم ہو گیا ہے۔ ساموں گئے ہیں۔ دینی کے انکشاف سے تمہارے مجمع آ نکلیا۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمھاری بیوی ایشیلا میرے ان الفاظ پر غار سے ہونے والی خاتون اور پھر بونا وینا نے جج کر کہا۔ ایشیلا کہاں۔ ہمارے قبضہ میں ہے بونا وینا۔ اور اسٹین گن سے نکل ہوئی ایک بھی گولی کسی سا کرنے کا باعث بنی تو اس کے عزم ایشیلا کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔"

دوسرے لمحے دوڑتے ہوئے قدموں آ سنائی دین اور بونا وینا باہر نکل آیا۔ یہ شخص ہ خوفناک مدموم ہونا تھا۔ بہت بڑا چہرہ بھونڈ خدو خال۔ آنکھیں جتنی دردوں کی طرح چمکنے کے ہاتھ میں اسٹین گن اب بھی دہی ہوئی تھی ایک دوسرے سے چھینے ہوئے تھے۔

"کون بول رہا تھا۔ کون بات کر رہا تھا اس کے نسانے آگیا۔ اور بونا وینا کو بولہ تم۔"

"کوئی بھی ہوں بونا وینا لیکن جو اطلاع میں نے تمہیں وہ ایک محسوس حقیقت ہے۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ دینی ایشیلا، دینی کی حیثیت سے یہاں کے باشندوں کے حکم کیوں دے رہی ہے۔ اس کا مقصد سات طاہر ہے ایشیلا نہیں بلکہ اصل دینی ہے جو اب تمھاری سے آنا دہو گئی ہے۔"

"اوہ۔ کیا دینی کشتیا نے غدار کی۔ کیا، کیا، کیا، اور بادشت نامک آقا زمین بولا۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اس کی حقیقت تمہیں معلوم ہو گی لی اور اپنی اسٹین گن مجھے دے دو میں نے کہا۔ بونا وینا چند لمحات میں چوٹا رہا۔ اس کے انداز میں بنیلا پٹ پائی جاتی تھی۔ وہ کسی بیٹھے کی طرح وانت نکال کال کر غرار رہا تھا۔ چند لمحات میں اسے بعد اس نے اسٹین گری کی طرف بڑھا دی اور احتیاط شکست کر لیا میں نے ساموں کی ہدایت کی اور انھوں نے فوراً ہی اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر دیئے۔

"کتو، کتو، میرے ساتھ بوسلوک کرنا چاہو کہ لینا لیکن ایشیلا کو، ایشیلا کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ایشیلا، ایشیلا بونا وینا کی آواز بند ہو گئی اور اس کے خدو خال آناؤ اور پڑنے لگا۔ اب وہ ایک نگر بند باب نظر آتا تھا میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ یہ منظر میرے لیے کرناک تھا۔

بہر طور میرا تعلق ان معاملات سے مرمت آتا ہی تھا کہ میں نے خواہ مخواہ ہی اس چکر میں آن بھنسا تھا۔ لیکن بونا وینا خود بھی آنا خطرناک آدمی تھا کہ اس پر رحم نہیں کیا جا سکتا تھا میں نے ساموں کو ہدایت کی کہ وہ بونا وینا کو غاروں کی طرف لے چلیں اور خود دینی کا انتظار کرنے لگا۔ جو وہاں سے سے آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر حسرت کے آثار تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور منوں لیجے میں بولی۔ گا زالی تم نے جو کہہ کیا۔ اس کا صلہ مجھ پر باقی ہے۔ گواں کا ہلکی بھی مشکل میں نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن میں وہ شاید مجھ پورا کرنے کے لیے الفاظ دہی باری تھی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پھر جوش انداز میں چھیننے ہوئے کہا۔

اور مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کے کسی کام آ سکتا میڈم"

دینی میرے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی اور ٹھوڑی دیر کے بعد ہم غاروں میں پناہ پانچ گئے۔ جگہ جگہ بونا وینا کے آدمیوں

کی لاشیں نظر آ رہی تھیں لیکن ان کی کیفیت اتنی بھیانک تھی کہ ان کی طرف دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ کشایوں کے ان کے جسموں کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ اور اب شاید غاروں میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں تھا جو بونا وینا کا ساتھی ہو۔ باہر سے ہانڈ کی آواز میں مسلسل ابھر رہی تھیں اور میں یہ اندازہ نہیں تھا کہ کتنے آدمی ہلاک ہو چکے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ بہر طور بونا وینا کے آدمی آخری وقت تک مدافعت کر رہے۔ وہ ہلاک ہو جائیں یا بھاگ جائیں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن بونا وینا کا جسم ٹوٹ گیا تھا۔ تمام ساموں آنا دہو گئے تھے اور اب غاروں میں دن دانستہ پھر رہے تھے۔ دینی اس جگہ پہنچ گئی۔ جہاں بڑھتے دینی کی جبر بکا تھی۔ اور ٹھوڑی دیر کے بعد بونا وینا کو دینی کے سامنے پیش کر دیا۔ بونا وینا بری طرح دانستہ ہوا تھا عزا رہا تھا اس نے ہتھیار چھینے میں کہا۔

"دیلی، دیلی، تو نے مجھ سے غدار کی کٹے تیری مدد کے بغیر یہ سب نہیں ہو سکتا تھا۔ تو نے، تو نے، آہ مجھے پھر پر مجزائی رکھنی چاہیے تھی، غلطی ہو گئی، آہ غلطی ہو گئی۔"

بونا وینا تیرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے۔ خدا کی قسم میری توقع سے کہیں کم ہے۔ میں تو تجھے اس بری حالت میں دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ دیکھنے والے آنکھیں بند کر لیں۔ تو میرے لیے لفظ غدار استعمال کر رہا ہے۔ لیکن میں تیرا دانا دار کب تھا۔ بونا وینا میں تو ایک مجبور انسان تھا۔ ایک ایسا مجبور انسان جو تیرے ہاتھوں عذاب کا شکار ہو گیا تھا۔ لیکن بونا وینا وقت بدلنا ہے اور آج بدل چکا ہے۔ آج تو مجھ سے بدل کر میری ہی مانند تو غدار کی بات کرتا ہے۔ ہاں میں نے عمل کیا۔ میں نے سچائی کے وہ راستے استعمال کئے جن کا میں منتظر تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ ایک دن وہ ضرور آئے گا۔ جب تو پناہ ہوگا۔ اور میں نزع۔ ہاں بونا وینا، آج میری باری ہے۔ تجا میرے بیٹے اور پناہ بیوی کہاں ہے؟

"کئے، کئے، اس دن بھی تو نے مجھ سے پوچھا تھا اور دل آس لیے پوچھا تھا کہ تیرے ذہن میں ایک سازش پر واں بڑھ رہی تھی۔

"یہ درست ہے بونا وینا۔ اور تو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تیرے پاس موجود ہے۔"

"ہاں لیکن تیری تمام تر کوششیں بھی انھیں نہیں پاس کیں گی۔ وہ جھوک پیاس سے اڑیاں رگڑا رگڑ کر مر جائیں گے۔ جو لوگ ان کے عفاظ تھے، انکران تھے۔ ممکن ہے وہ مارے گئے

ہوں۔ لیکن وہ جس جگہ قید ہیں وہاں سے خود کسی طرح نہیں نکل سکتے۔ انھیں خوراک اور دوسری چیزیں ہمیا کی جاتی ہیں اور جب انھیں خوراک ہمیا کرنے والے نہیں ہوں گے تو وہ جھوک پیاس سے اڑیاں رگڑا رگڑا کر دم توڑ دیں گے۔ تجھ سے اتنا خوفناک انتقام لوں گا میں کہ تو مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا۔"

"نہیں بونا وہاں بیٹا تو نے یہ نہیں سوچا کہ ایشیلا ہماری قید میں سے ٹھیک ہے تو نے میرے بیٹوں اور بیوی کو جھوک سے تڑپا تو باجوہ مار دے۔ لیکن کیا تو اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنا پسند کرے گا کہ پیٹے میں چاقو کی نوک سے ایشیلا کی دونوں آنکھیں نکال لوں، اس کے بعد اس کے دونوں ہونٹ کاٹ دوں، اور پھر اس کے زخموں کو گوشت کاٹ دوں، اس کی ناک کاٹ دوں، اس کے سر کے بال کاٹ دوں۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کے جسم کے اوپر سے گوشت کے ٹھوڑے ٹھوڑے ٹھوڑے اتارنا ہوں۔ اور یہ سب کچھ تیری نگاہوں کے سامنے تیری نگاہوں کے سامنے!"

"نہیں، بونا وہاں تو خوفزدہ ہی میں دھاڑا۔"

اس نے آگے بڑھ کر ویلیبی کے سینے پر ہلکا مارنے کی کوشش کی۔ لیکن ویلیبی اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔ ملاحظہ فرمائیے! ایک ہی جگہ تھا اس لیے ساموں یا میں بھی اسے نہ روک سکے اور بونا دینا ایک شین سے لگا گیا۔ اس کے سر میں شدید چوٹ لگی تھی۔ وہ جھک کر کھانے کے پیڑے پر پڑا۔ ویلیبین نے آگے بڑھ کر بونا دینا کو اٹھانے کی کوشش کی جو بونا دینا کے قریب ہی کھڑی تھی اور ویلیبین کا میک اپ اتار کر ایشیلا کی شکل تھی اسے دیکھ کر بونا دینا بیٹھا پڑا۔

"ایشیلا"

"انہیں۔ بونا وہاں نہیں ایشیلا نہیں ویلیبین ہیں۔ ایک دن تو نے ایشیلا کو ویلیبین بتایا تھا۔ آج ویلیبین ایشیلا کی شکل میں تمہارے سامنے موجود ہے۔ وہ گانا میرے چہرے سے میک اپ اتار دو میں اس کے ہارے میں نہیں جانتی!"

میرے بچائے ویلیبین نے آگے بڑھ کر ویلیبین کا چہرہ صاف کر دیا۔ اور بونا دینا بھی وہی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ سر میں چوٹ لگنے کی وجہ سے غالباً ابھی تک اس کی آنکھوں میں چٹکیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ بار بار آنکھیں میچ میچ کر کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور ایک بار پھر اس پر خون کا قطرہ پڑا ہو گیا۔ غالباً آئینے کے احساس نے اسے پھر فرس کر دیا تھا۔

"ایشیلا، ایشیلا، تمہارے قبضے میں ہے تو"

ہاں بونا دینا۔ ایشیلا ہمارے قبضے میں ہے۔
"اے آنا دگرود۔ بونو مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"
"میری بیوی اور میرے بیٹے"
"میں نہیں ان کا پتہ بتائے دیتا ہوں۔ وہاں سے"

حاصل کر لو۔ لیکن دیکھو ایشیلا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا۔ تم چاہو گے میا وہ ہی کروں گا۔ میں سب کچھ ہوں، میں ہوں۔ میں دشن ہوں میں انسانی زندگی کی کوئی وقت نہیں سمجھتا۔ ایشیلا، الٹا کو میں کوئی نقصان پہنچانے نہیں ہوں۔ تم اسے میرے سامنے لے آؤ۔ اور جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں۔ اپنے بیوی اور بچوں کو اس جگہ سے حاصل کر لو۔ ایشیلا بہتا ہے۔ سبتے ہوئے ایشیلا کی چادر کے گوشے میں غار موجود ہے۔ اس غار پر ایک گول چٹان ڈھکی ہوئی ہے اور غار کا دروازہ بند ہے۔ لیکن اگر محافظ ہاں موجود ہیں انھیں میرا پیغام ددو کہ میں انھیں طلب کرتا ہوں اور ان کو کو بھی جو میرے قیدی ہیں۔ لیکن اگر وہ ہاں موجود ہیں تو تم اس گول چٹان کو ہٹا کر اس کے پیچھے سے اپنی بیوی اور بچوں کو برآمد کر سکتے ہو۔

"ٹھیک ہے بونا دینا۔ ان لوگوں کو برآمد کر لیا جائے۔"

تب ایشیلا کو تیرے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔
"نہیں، نہیں، مجھے اس کی صورت تو دکھا دو۔ مجھے پتہ چل جائے کہ تم نے اسے کہاں نقصان پہنچا بونا دینا وہ ایک جرم کی بجائے ایک باپ ہیں۔ ویلیبین کے مشورے سے میں نے ایشیلا کو وہاں طلب کر لیا لیکن ایشیلا کے آنے سے پہلے ہی میں نے میوٹل کا میک اپ لیا تھا۔ کیوں کہ میں جانتا تھا کہ ایشیلا مجھے اس میک اپ دیکھ کر کس قسم کے جذبات کا اظہار کرے گی۔ میں اس زیادہ دردناک لمحات برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس بونا دینا نے شاید میرے چہرے پر تو جہمی نہیں دی تھی۔ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ میوٹل وہاں آ سکتا کیوں کہ اسے تو وہ اپنے ہاتھ ہلاک کر چکا تھا۔ میرے بہتے اتارنے کے بعد بھی اس نے میرے چہرے پر غور نہیں کیا بالآخر ایشیلا وہاں پہنچ گئی۔ وہ حیران نظر آ رہی تھی۔ اسے کچھ بھی آنکھوں سے ان تمام مناظر کو دیکھا۔ اور پھر بونا کے ہاتھ بندھے ہوئے دیکھ کر وہ حیرت سے اچھل پڑی۔
"ڈیڈی، یہ، یہ، یہ سب... ہاں میں نے تمہارا نکالنا اپنے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ اور پھر ویلیبی طرف مڑی۔"

"انکل ویلیبی۔ یہ سب کیا ہے۔ مجھے میرا مطلب ہے ڈیڈی اب بھی مجھے نہیں بتا رہے۔ آپ کے ہاتھ۔ انکل آپ ڈیڈی کے ہاتھ کیوں نہیں کھول دیتے۔ ویلیبی نے جواب نہیں دیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ بونا دینا کچھ بھی نہیں آنکھوں سے ایشیلا کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے پروفیسر ویلیبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ویلیبی میرے ساتھ تمہارا سلوک کچھ بھی ہو۔ لیکن میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ایشیلا کو زندہ رکھنا۔ ویلیبی کوئی تم سے ایسا ذرا نہیں ہے میرے پاس۔ نہ اخلاق، نہ مادی کسب، تم سے اس درخواست کو منوانا سکوں۔ لیکن اگر تمہیں تمہارے بیٹے مل جائیں تو ان کی خوشی میں ایک زندگی پیش دینا ویلیبی بونا دینا کی آواز بھر گئی۔ ویلیبی سر ہلکا ہوں سے لے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے سر لپیچے میں کہا۔
"ٹھیک ہے بونا دینا۔ ٹھیک ہے"

اس کے بعد اس کا رخ دوسری طرف ہو گیا ایشیلا اپنے باپ سے لپٹ گئی تھی۔

"ڈیڈی لاؤ میں تمہارے ہاتھ کھول دوں۔ میں، میں، میں، لیکن دو مہینوں نے آگے بڑھ کر ایشیلا کو بازوؤں سے پکڑ لیا اور پھر میرے اشارے پر اسے کھینچے ہوئے واہس اس کے قید خانے میں لے گئے۔ ویلیبی نے آنکھیں بند کر کے رخ بدل لیا تھا۔ ویلیبین سرزدنگا ہوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سرزدنگا ہوں سے سبوتوڑنے کہا۔

"اپنی کارروائی کا جائزہ لے سبوتوڑا۔ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور مجھے رپورٹ ددو کہ ویلیبین کے باشندے کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"گناہاں۔ باقی سا کو میں نے گومین کی مگرانی کے لیے مضمون کر دیا ہے۔ اب اگر تمہارے ذہن میں کوئی اور منصوبہ ہو تو مجھے بتاؤ، سبوتوڑا فوراً ہی چلا گیا تھا میں نے ویلیبین کو اشارے سے اپنے قریب بلا لیا۔ پھر اسے ایک طرف لے لیا گیا اور بولا۔
"ابھی بونا دینا کو زندہ رکھنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک شخصیت اور بھی ہے۔ جوزیڈال کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ ایک مضمون علاقے میں چھپا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ بھی بہت سے لڑکے موجود ہیں۔ میں راجا خال ہے اگر یہاں کے معاملات آپ کے کنٹرول میں ہوں تو مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں وہاں کارروائی کر سکوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے کچھ لوگ بھی درکار ہوں گے۔ کیوں کہ وہاں ہمیں ایک خوفناک جنگ

لڑنا پڑے گی۔"

"ہوں۔ اس کے لیے ابھی رگ جاؤ۔ رات گزر جائے دو۔ دن کی روشنی میں یہ کام مناسب رہے گا۔ مجھے ابھی غاروں میں تمہاری ضرورت ہے۔"

میں نے چند لمحات سوچ کر گردن ہلا دی۔ میں جانتا تھا کہ پروفیسر زیڈال اپنے آکمیون کو سیٹ کروا کر وہاں فرس ہو گیا ہو گا اور اپنی ان کوششوں میں مصروف ہو گا کہ ان لوگوں کو محفوظ رکھے۔ تیار کا جائزہ لے۔ جو کچھ ہوا تھا۔ وہ پروفیسر زیڈال کی مرضی کے مطابق ہی تھا۔ چنانچہ اسے یقیناً اطمینان ہو گا کہ میں نے اس کی مرضی کے مطابق ہی کام کیا ہے۔ دلے بھی میں ویلیبین کے باشندوں کو دلہا چڑھا کر نہیں لے جا سکتا تھا۔ کیوں کہ اس طرح دوسری طرف سے مداخلت کی جاتی۔ زیڈال پر سمیت کشید ویلیبین کے باشندے کسی طرح اس کا سرخ لگا کر یہاں تک آگئے ہیں۔ اور اب انھیں ہلاک کر دیں گے۔ نتیجے میں وہ بھی جوانی کا رروائی کرتا اور وہاں زیادہ خونریزی ہوتی۔ اس کے بجائے میں جالا کی سے کام لے کر زیڈال کو اس خونریزی سے باز رکھ سکتا تھا۔

ساموئیل نے غاروں میں موجود بونا دینا کے ایک ایک ساتھی کو چھن چھن کر ہلاک کر دیا تھا۔ بونا دینا کو ایک غار میں قید کر دیا گیا تھا۔ لیکن اسے ایشیلا کے پاس نہیں رکھا گیا تھا۔ اس غار پر کئی ساموئیل کا پہرہ لگا رہا تھا۔ تمام کنٹرول اب ساموئیل کے ہاتھ میں تھا کیوں کہ باقی سامنے منبھالا ہوا تھا ویلیبین میرے ساتھ غار کے اس پیٹ نامہ کی جانب بڑھ گئی جہاں سے وہ اپنے قبیلہ کو دشمن دیکھتی تھی۔ یہاں کھڑے ہو کر ہم دیر تک پورے قبیلے میں ہونے والی خونریزی کا جائزہ لینے رہے۔ مزید بگڑ گویاں جننے کی آوازیں ابھر رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی دردناک آوازیں آئیں۔ یہ رات قیامت کی طوٹ رہی تھی اور پورے قبیلے میں خونریزی ہو رہی تھی۔ سبوتوڑا حالات کا جائزہ لینے گیا تھا۔ اور وہ اپنے ذہن میں سوچ رہا تھا کہ اب آخری مرحلہ پروفیسر زیڈال کا رہ گیا ہے۔ مجھے حالات کے تحت وہ ہی سب کچھ کرنا تھا جو اس وقت کی اہم ضرورت تھی۔ ظاہر ہے اپنے طور پر ارمان میں سے کسی شخص کی زندگی کی درخواست بھی ویلیبین سے کرنا نواس سے کیا فائدہ ہوتا۔ میں اس شخص کے لیے کیا کر سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ اسے جنگوں میں جھینکنے کے لیے جھوٹے دواں اور پھر یہ درخواست مناسب بھی نہیں تھی۔ کیوں کہ ویلیبین کو ان لوگوں کے ہاتھوں جو نقصانات پہنچتے تھے۔ یقیناً ان کے بیش نگاہ وہ اختیار

معاف نہیں کر سکتی تھی۔ اور نہ ہی وہ یہ پسند کرتی کہ اس کا ناز بیرونی دنیا تک پہنچے۔ اور باقاعدہ ذالغ اس کی جانب توجہ ہو جائیں۔ چنانچہ ان سب کی موت ان سب کی تقدیر بن چکی تھی اور میں اس تقدیر میں رد و بدل کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ دیر تک ویلینٹی خاموش کھڑی ان حالات کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔

”نہیں گا نالی، کسی کے لیے کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ آؤ ہمارے چلیں یہ“

وہ منعمول تدموں سے بیڑھیاں ملے کرتی ہوئی غار میں آگئی اور پھر مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک ایسی جگہ پر لے گئی جہاں اس سے پہلے میں کبھی نہیں گیا تھا۔ یہ بیڑج دریچہ راستوں سے گزرتی ہوئی ایک سرنگ تھی جو بالآخر ایک وسیع اور کشادہ غار پر جا کر ختم ہوتی تھی۔ اس غار کی شان و شوکت قابل دید تھی یہاں بہترین آرائش کا سامان آراستہ کیا گیا تھا۔ ویلینٹی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ وہ جگہ ہے جو اس کی آرام گاہ تھی۔ تم نے ایک اجنبی ہونے کے باوجود جس طرح ہمارا ساتھ دیا ہے گا نالی۔ اس کے لیے میں اپنے دل میں ایک بہت بڑا مقام پاتی ہوں گا میں تمہیں اس کا صلہ دے سکوں۔“

”ان الفاظ کے لیے میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں میڈم کہ ان کی ضرورت نہیں۔ بس حالات اور واقعات شکلیں تبدیل کرتے رہے۔ اور میں وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گیا جن کے

سوچ کر یہاں نہیں آیا تھا۔ اس کے باوجود تمہاری محبت کو بے فائدہ انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہم تفصیل سے بیٹھیں گے تو بہت سی باتیں کر سکتے۔ ابھی اس وقت ہمارے لیے بڑی الجھنوں کا وقت ہے۔ تم چاہو تو یہاں آرام کرو۔ میں کسی ایک جگہ قرار نہیں پائی سوچا تھا کہ یہاں آکر ذہن کو پُر سکون کروں۔ لیکن دل وہاں اٹکا ہوا ہے۔ اور ہاں یہ تو تیار۔ یہ شخص ویلینٹی قابل اعتماد ہے میں سامانوں کو حکم دیتی ہوں کہ اس کی تجربہ گاہ تباہ کر دی جائے کیا تم اس سے متفق ہوتی؟“

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ظاہر ہے اب ویلینٹی کو ذہنی کنٹرول کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لیے وہ تجربہ گاہ کو پھانے کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔ وہ بھی ایک منظم آدمی ہے اور دل سے بونا دینا کا ساتھی نہیں ہے۔“

”مجھے ان لوگوں کی گفتگو سے اندازہ ہو چکا ہے۔“ ویلینٹی نے جواب دیا۔

سرزمین پر بھروسے ہوئے ایک ایک شخص کو چن چن کر ختم کر کرنا لیں گے۔ اور کسی کا ان کی نگاہوں میں محفوظ نہ رہا ممکن نہیں ہوگا۔ پروفیسر ڈیٹائل نے گو اپنے لیے بہتر نسبت کیا تھا اور ایک ایسے علاقے میں اپنے ساتھیوں کو لے کر قحب کیا تھا جہاں تک پہنچنا ناممکن تھی۔ لیکن ویلینٹی نے باشندوں نے زمین کے ایک ایک سوراخ پر نگاہ ڈالی تھی اور بالآخر انہوں نے اسے بھی پایا۔ بے شمارا فراڈ وہاں بھی ہلاک ہوئے ہیں۔ جن میں زیادہ تعداد ویلینٹی کے باشندوں کی ہے۔ کیونکہ پروفیسر ڈیٹائل اور اس کے ساتھیوں نے انتہائی اہمک ہتھیاروں سے مقابلہ کیا تھا۔ بالآخر ویلینٹی کے باشندوں کی بیخاگر کے آگے دم توڑ گئے۔“

”پروفیسر ڈیٹائل بھی؟“

”ہاں وہ بھی مارا گیا۔ میں نے اب لاشیں اکٹھی کرانے کا کام شروع کر دیا ہے۔ اور وہ تمام لاشیں الگ الگ رکھی جا رہی ہیں۔ جو باہر والوں اور اندرونیوں کی تھیں۔ یہ اطلاع ویلینٹی کو بھی دی گئی تھی اس وقت اندک کسی کام میں مصروف تھی۔ اس نے غمزہ پھیر میں پوچھا۔

”وائی مین تمہارے خیال میں ویلینٹی کے کتنے آدمی ملنے گئے ہوں گے؟“

”اس کا ابھی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ پُر جوش نوجوانوں نے ہر باہر سے آئے والے اجنبی کو قتل کر دیا۔ لیکن وہ آئینہ اسلمو استعمال کر رہے تھے جس کی وجہ سے ہمارے لوگوں کو شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ لیکن اب ایک بھی باہر کا ایسا شخص زندہ جس کا قتل ویلینٹی سے نہیں تھا۔ سمجھو تو رائے جواب دیا۔

”آہ، اس قتل و غارتگری کا انتقام لینے کو میں چاہتا ہے لیکن کس سے لوں میں ان کے لیے ہمیشہ دیکھی رہوں گی۔ ویلینٹی نے غمزہ دلے میں کہا۔

اور اس کے بعد لوہاؤں ان ہی جہنگلی حالات میں گزرا۔ پھر روکنی پابندی عاید نہیں تھی چند سامانوں کو خاص طور سے بھر چھین کر دیا گیا تھا اور میں جہاں بھی جاتا وہ میرے ساتھ ہوتے اور ویلینٹی کے ماتحت سے اٹھیں اچھی طرح پہچانتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ لوگ اجنبی نہیں ہیں۔ پروفیسر ڈیٹائل کی لاش میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ ایک عجیب سی کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی تھی یہ شخص لالچ میں آیا تھا اور اپنی بیٹی سے ہاتھ دھو بیٹھا جب اسے ہوش آیا تو وقت بہت آگے نکل چکا تھا کہ تہری ہوا کہ اسے موت آگئی۔ وہ ظاہر ہے اسے زندہ رہ کر کیا ملتا۔ پورا ان ویلینٹی کے باشندوں کی لاشیں اکٹھا کی گئیں اور ان لاشوں کے

حالات غمزدگی سے تھے۔ ویلینٹی خود بھی مضطرب تھی کسی بھی جگہ قیام نہیں کر سکتی تھی۔ لہذا وہ اسے باہر کی خبروں کا خیال آنا تھا۔ میں خود بھی معطل ہو کر نہیں بیٹھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے نکل آئے۔ بونا دینا کے آدمیوں سے یہ غار پاک ہو چکا تھا اور اب صرف سامان وہاں بھجاک دوڑ کر رہے تھے۔ وقت گزرتا گیا۔ صبح ہو گئی اور

اس وقت سورج نکلا ہی تھا جب سیموٹورا ہمارے پاس واپس آگیا۔ وہ باہر کے حالات کا مکمل جائزہ لینے گیا تھا۔ سموٹورا کے ساتھ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پر بھات سنگھ کو دیکھ کر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ اس دوران کئی بار ان کا خیال آیا تھا لیکن یہ بات بھی میرے ذہن میں تھی کہ ڈیٹائل کی مدد کے بغیر ان کی رہائی ممکن نہیں ہے۔ ان دونوں کو دیکھ کر میں پُر مسرت انداز میں ان کی طرف بڑھا۔ دونوں ہی شکل و صورت سے نڈھال نظر آ رہے تھے اور ان کی صحت کا قریب ہو چکی تھی ڈاکٹر طاہر علی بیٹھی بیٹھی آنکھوں سے مجھے دیکھتے رہ گئے۔ کنور پر بھات سنگھ کے ہنٹول پر بھی ایسی مشکابہٹ آگئی پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

”تو تم نے وہ سب کچھ کر رکھا۔ جس کی توقع ان لوگوں نے تم سے کی تھی۔ اور خود میں کے ہاسے میں بیٹھنا بھی اسی

انداز سے سوچا تھا گا

”آپ دونوں میریت سے تو ہیں۔“

”ہاں بس یوں سمجھو کہ خدانے بر وقت ہماری مدد کی ورنہ شاید یہ ہماری زندگی کے آخری لمحات ہوتے۔“ ڈاکٹر

ظاہر علی نے جواب دیا۔ اور پھر سموٹورا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”سموٹورا تمہاری زندگیاں میں اس وقت کیا پیشی تیر ہم بھی موت سے ہنگامہ ہونے جا رہے تھے۔ ویلینٹی کے

باشندے ہر اس شخص کو قتل کرتے پھر رہے تھے جس کا تعلق ویلینٹی قبیلے سے نہیں تھا اور ہم بھی ان کی زندگیوں آگے تھے لیکن سموٹورا نے انہیں روک دیا۔ اور ہمارا تحفظ کیا۔“

”اوہ سموٹورا، تم میرے اس چھوٹے سے احسان کا بہت بڑا بدلہ چکا ہے مجھے۔“

”نہیں گا نالی، اس کا تو ذکر ہی نہ کرو۔ ویلے یہ لوگ واقعی بال بال ہی کیے ہیں۔ ہاں میں تمہیں یہ بتاؤں کہ پروفیسر ڈیٹائل اور اس کے ساتھی بھی ختم ہو گئے۔“

”ارے کیسے؟“

”ویلینٹی کے باشندے ویلینٹی کی ہلاکت پر چہرے پیچھے ہٹنے کی تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ مجھے تو یقین تھا کہ وہ اس

انہارنگ گئے۔ بہت سے لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ بہر طور اس کے بعد مسلسل کارروائی جاری رہی اور وہ ساری رات اسی ناز میں گزری۔ پچھلی رات ہی جاگنا پڑا تھا۔ اور سارا دن بھی اسی جدوجہد میں گزارا تھا۔ اس لیے شدید تھکن ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں سارا دن گورنر کے بعد سورج ڈھلنے ہی سونے کے بارے میں سوچنے لگا اور غار ہی کے ایک آرام دہ گوشے میں لیٹ کر سو گیا۔ یہیں پر کنور پر تباہ سنگھ اور طاہر علی بھی تھے اس دوران ان سے گفتگو کرنے کا کوئی خاص موقع نہیں مل سکا تھا دوسری صبح جب جاگا تو وہ دونوں بیٹھے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے جانتے دیکھ کر ڈاکٹر طاہر علی میری طرف توجہ ہو گئے اور بولے۔

”ٹھیک فرائی اب تو تمہاری نیند پوری ہو گئی۔ یہ پانی رکھا ہے۔ منہ ہاتھ وغیرہ دھو لو۔ ناشتہ آہا ہوا رکھا ہے۔“

میں نے چند لمحات توقف کیا اور اس کے بعد منہ ہاتھ وغیرہ دھو لیا۔ ایک طرف کڑوی کا ایک بڑی سی ٹرے میں

پھل وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ یہ ہی صبح کا ناشتہ تھا۔ پھلوں کے ساتھ دودھ بھی تھا۔ جو ہر طور کہیں سے بھی حاصل کیا گیا ہو

میں نے ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پر بھات سنگھ کے ساتھ ناشتہ کیا دونوں بار بار میری صورت دیکھتے گئے تھے لیکن انہوں نے ناشتہ

کے دوران مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

”تم جانتے ہو گے عزانی کہ ہماری کیا کیفیت ہے ویلینٹی دوران بار بار اس طرح موت کے قریب گزرے ہیں کہ اب زندگی

ایک عجیب سی چیز معلوم ہوتی ہے۔ میں نے سکا کر ان دونوں کو دیکھا اور پھر پوچھا۔

”خزانے کے بارے میں کیا خیال ہے آپ لوگوں کا؟“

پھر بھات سنگھ آہستہ سے ہنس پڑا تھا پھر اس نے کہا۔

”ڈاکٹر طاہر علی نے اب بھی امیر کا حامن نہیں چھوڑا۔“

”گو یا آپ اب بھی خزانے کا حصول چاہتے ہیں؟“ میں نے ڈاکٹر طاہر علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بھئی بات سنو۔ زندگی بہت سکون سے گزر رہی ہے اتنا مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن سڑق بہر طور شوٹ ہے۔ خزانہ

میرا اپنے مانی و مسائل درست کرنے کے لیے نہیں چاہتا تھا اس ایک خواہش تھی دل میں جو اب بھی ہے اور غالباً اس وقت تک رہتی جب تک موت مجھے اپنی آنکھوں میں نہ لے لیتی۔ تم یقیناً مجھے نازل انسان نہیں سمجھو گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے ساتھ ساتھ کچھ اور جدوجہد خزانے کے حصول

کے لیے کرنا پڑے تو میں اس سے دریغ نہیں کروں گا میں ڈاکٹر
ہا ہر ملکی کی بات سن کر مسکرا دیا۔

”بہر حال میں اسے مستقل مزاجی کہتا ہوں ڈاکٹر صاحب۔
”تم جو کچھ بھی کہو۔ مذاق اٹانا چاہو تو اٹانے ہو میں
ندراض نہیں ہوں گا۔ عام نقطہ نگاہ سے میں اپنا جائزہ لیتا ہوں
تو یقیناً میری کیفیت نادر انسانوں کی نہیں ہے۔ لیکن بس غور کی
خزانہ اگر نہیں ہے گا تو زندگی ہی یہاں سے لے کر چلا جاؤں گا
اور سوچوں گا کہ یہ بھی ایک خزانہ ہی ہے۔ جو مل گیا“

”ہاں یہ انداز فکر تو غلط نہیں ہے۔ میں نے گمان ہلاتے
ہوئے کہا۔ یہ ساری باتیں تو ہو گئیں۔ لیکن تم نے یہ عظیم انتخاب
کس طرح پر پار کر دیا ہے۔ یہ تصور تو ہمارے ذہنوں میں اب
بھی موجود ہے اور ہم تم سے اس کی تفصیل مشتاقاں پہتے ہیں۔“

”بہت طویل کہانی ہے ڈاکٹر مختصر فرمائیے۔ کیا لوگوں
کے ساتھ جب تک قید تھا اس وقت تک کے واقعات آپ کے
علم میں ہیں۔ وہاں سے فرار ہوا تو پرویسر زبیراں سے ملاقات
ہو گئی۔ مختصر ترین الفاظ میں میں نے جو گا کہ سرداری پرویسر
زبیراں کا منصوبہ اور اس کے بعد لائی کارروائی اور دہلی کے قحان
کے بارے میں سب باتیں بتائیں۔ لیکن یہ بات میں نے ان لوگوں سے
بھی چھپائی تھی کہ مجھے خزانہ کیسے۔ یا میں اس کی جگہ سے واقف
ہوں۔ میں جانتا تھا کہ اس کے بعد ڈاکٹر طاہر علی اور نور پور بھارت

سنگھ کے انداز میں سوچیں گے۔ ان کی خواہش ہو گی کہ میری مدد
سے اس خزانے کو حاصل کر کے وہاں سے فرار ہو جائیں جب کہ
یہ سب لے یہ ممکن نہیں تھا۔ اور میں جانتا تھا کیا ایک ہو گئے
انسان کی حیثیت سے سوچتا تھا کہ اس عظیم الشان خزانے کو لے
جانا بھی آسان کام نہیں ہوگا۔ اور دہلی میں پرویسر زبیراں سے لے
ملاقات کرے گی اور میرا تمام کیا دھڑائی میں مل جائے گا چنانچہ
خزانے کے تذکرے کو میں بھی گول کر گیا تھا۔ میری تمام سہولتوں
سننے کے بعد ڈاکٹر طاہر علی اور نور پور بھارت سنگھ کا فی ورننگ
خاموش رہے تھے۔ اس دوران ندرت میرے پاس پہنچ گئی
”سوری مسٹر گانا۔ اگر مصروف نہ ہوں تو۔“

”نہیں۔ چلو۔ میں نے ان لوگوں سے مفصلت کی اور ندرت
کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ندرت کے چہرے پر بے پناہ خوشی پائی
جاتی تھی۔ اس نے راتیں ہی کہا۔
”تم نے وہ دلچسپی کی تقدیر بدل دی گانا۔“
”اور وہ نہیں بول رہی ندرت۔ میں نے سہرا تے ہوئے کہا
اور وہ بھی آہستہ سے مسکرا دی۔“

”نہیں۔ چلو۔ میں نے ان لوگوں سے مفصلت کی اور ندرت
کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ندرت کے چہرے پر بے پناہ خوشی پائی
جاتی تھی۔ اس نے راتیں ہی کہا۔
”تم نے وہ دلچسپی کی تقدیر بدل دی گانا۔“
”اور وہ نہیں بول رہی ندرت۔ میں نے سہرا تے ہوئے کہا
اور وہ بھی آہستہ سے مسکرا دی۔“

”ابھی سیکھے گئے پھر بولے گئے“

”ہوں۔ ٹھیک ہے۔ میں نے اس کے جواب کی پہلی
پر غور کرتے ہوئے کہا۔ ندرت نے یہ الفاظ معنی خیز انداز میں
سنے اور اس کی سیاہ حسین آنکھیں بڑے شرمیلیں انداز میں مجھے
دیکھتی رہی تھیں۔“

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچے جہاں سب توڑا
دہلی، دہلی، دہلی کے کچھ اور خاص ساتھی موجود تھے سب نے بڑی
بات یہ تھی کہ گو میں بھی وہاں موجود تھا۔ لیکن تمام لوگوں سے ملاقات
وہ ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ دہلی نے بدستور بلے سے تیراکی
انداز میں میرا ہیرا مقدم کیا اور پھر مجھے بیٹھے کے لیے ایک نشست
پیش کر دی۔

”تمام تر رپڑ میں اٹھی ہو گئی ہیں۔ یوں جمو گانا کی ہمارا
ابتدائی کام ختم ہو گیا ہے انداز کے بعد میں نے سر سے سٹھرن
کی تنظیم کرنی ہے۔ اس ملاقات کے بعد میں کچھ وقت مصروفیت
میں گزار دی۔ اور پھر اطمینان سے بیٹھ کر جا رہا تھا
درمیان تفصیل بات چیت ہوئی“

”ٹھیک ہے میریلم۔ میں آپ کی ذمہ داریاں ابھی طرح سمجھتا
ہوں۔ بلکہ ان ذمہ داریوں میں گریمر لہ بھی کوئی حصہ ہو تو وہ گرم
مجھے بھی تپائے۔“

”نہیں۔ بہت بہت شکریہ۔ تم اپنے حصے کی بہت ذمہ داری
پوری کر چکے ہو۔ دہلی میں منگواتے ہوئے کہا۔“

”ان لوگوں کے بارے میں کوئی مزید رپورٹ۔ میرا مقصد
ہے کہ کیا وہ تمام افراد جن کا تعلق ہونا دینا سے تھا ہلاک ہو گئے؟
”نہیں تفصیل رپورٹ مجھے مل چکی ہے۔ ان میں سے یوں
سمجھو کہ تقریباً چھائی فیصد افراد ہلاک ہو گئے۔ پندرہ فیصد وہ
تھے جو محکوموں میں نکل بھاگنے کا میاں ہو گئے۔ لیکن میں نے
ان کے تعاقب کا حکم نہیں دیا۔ فرار ہونے والے بھی زندہ واپس
نہیں جا سکیں گے۔ کیوں کہ یہ ہستی سے انھوں نے جس راستے کا
انتخاب کیا ہے وہ ہر طرف سے موت کا راستہ ہے۔ وہ سپارٹوں
کی طرف نکل گئے ہیں اور سپارٹی انھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

”اوہ۔ یونا دینا کے بارے میں میں نے کیا فیصلہ کیا ہے
نے سوال کیا۔ اور دہلی کے چہرے پر ایک متاثرہ پلچا ہو گیا۔
”ہاں ایک ہی انداز فکر رہا ہے گانا۔ کہ اپنی ذات
سے کسی کو نقصان مت پہنچاؤ۔ اور اپنا نام خاموشی سے جاری
رکھو۔ ہاں اگر ملاقات بالکل ہی ناگزیر ہو جائے تو مجھے مجبوراً ہی
حالت میں ہم سب کچھ کرتے ہیں۔ اور اس وقت تمہیں اندازہ ہے
گانا۔ یونا دینا نے اپنے طور پر کس نہیں چھوڑی تھی میں نے اپنے

جسم کے زخموں کو دکھانے کی کاردار نہیں ہوں۔ لیکن مجھ سے
معلومات حاصل کرتے وقت ہر انسانی احساس کو نظر انداز کر دینا
اس کے علاوہ اگر میں اپنی ذات پر یا سامونوں پر ہونے والے
مظالم کو نظر انداز کر بھی دوں۔ تو دہلی جیسے افراد ہلاک ہونے میں
ان کا فرض مجھے ادا کرنا ہے اور میں اس کے لیے مجبور ہوں۔“

مختصر الفاظ میں تمہیں بتاؤں کہ دہلی کو میں نے اپنا نام دیا ہے
اس سے قبل یہ قبیلہ کسی اور نام سے یہاں رہتا تھا۔ لیکن اپنا
نام دینے کے بعد میں نے اس کی تمام تر ذمہ داری قبول کی ہیں انھیں
زندگی کا وہ تمام ہولناکیاں مہیا کیں۔ جوان بہاؤں اور محکوموں میں
مکمل نہیں ہو سکتی تھیں اور تمہیں وہ اپنے طور پر نہیں حاصل کر
سکتے تھے۔ فرنگز کو گانا۔ کہ میں نے اپنا کام کر کے یہاں سے لاپتہ
ہی ہو جاؤں تب ہی میں ان کے حاطے ایسے راستے چھوڑ
جاؤں گی۔ جن پر چلنے ہوئے وہ ایک مضبوط قوم کی حیثیت سے
یہاں رہیں گے۔ میں نے انھیں زندہ رہنے کا سلیقہ سکھا یا ہے اور
اس کے عوض میں نے یہاں صرف وہ عہدہ حاصل کی ہے جہاں
میں اپنے کام کی تکمیل کر سکوں۔ ان لوگوں کا جو تعلق عام کیا گیا
ہے۔ اس کے بعد میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہونا دینا کو
میں اپنی خواہش کے مطابق زندگی اور آزادی بخش سکوں۔

چنانچہ یونا دینا کو ہر حال میں موت کی سزا دی جائے گی
”اور اس کی بیٹی ایشلا کو؟ میں نے سوال کیا۔ دہلی میں
تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

”ایشلا میرا کردار ادا کرتی رہی ہے۔ لیکن اس کے بارے
میں معنی سلواتا مجھے فراہم ہوئی ہیں۔ ان کے وقت یہ پتہ
چلنے کہ ہونا دینا نے اپنی ہوس کے زیر اثر اسے استعمال
کیا ہے اور باپ بیٹی کا رشتہ ختم کر دیا ہے۔ میرے نزدیک
ایشلا جرم نہیں ہے لیکن یونا دینا کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے
کیا وہ اپنے باپ کی موت پسند کرے گی؟
”ظاہر ہے نہیں میریلم۔ میں نے کہا۔
”تو پھر اس کے بعد ہی بتاؤ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے“

میں اسے یہاں سے زندہ نکال سکتی ہوں۔ لیکن اس کی شناخت
کسی کو دینا پڑے گی۔ کہ وہ بعد میں میرے خلاف کوئی ایسا کارروائی
نہیں کرے گی جو میرے مقصد کی تکمیل تک میرے لیے نقصان
دہ نہ ہو۔ کسی بھی ایسے شخص کو میں زندہ نہیں چھوڑ سکتی گانا
تو میرے مقصد کی راہ میں حاصل ہو جائے۔ اس کو تم میری
بہوری تصور کرو۔“

میں دہلی کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ اس کا کہنا درست
نا۔ یقیناً اس کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے
جسم کے زخموں کو دکھانے کی کاردار نہیں ہوں۔ لیکن مجھ سے
معلومات حاصل کرتے وقت ہر انسانی احساس کو نظر انداز کر دینا
اس کے علاوہ اگر میں اپنی ذات پر یا سامونوں پر ہونے والے
مظالم کو نظر انداز کر بھی دوں۔ تو دہلی جیسے افراد ہلاک ہونے میں
ان کا فرض مجھے ادا کرنا ہے اور میں اس کے لیے مجبور ہوں۔“

مختصر الفاظ میں تمہیں بتاؤں کہ دہلی کو میں نے اپنا نام دیا ہے
اس سے قبل یہ قبیلہ کسی اور نام سے یہاں رہتا تھا۔ لیکن اپنا
نام دینے کے بعد میں نے اس کی تمام تر ذمہ داری قبول کی ہیں انھیں
زندگی کا وہ تمام ہولناکیاں مہیا کیں۔ جوان بہاؤں اور محکوموں میں
مکمل نہیں ہو سکتی تھیں اور تمہیں وہ اپنے طور پر نہیں حاصل کر
سکتے تھے۔ فرنگز کو گانا۔ کہ میں نے اپنا کام کر کے یہاں سے لاپتہ
ہی ہو جاؤں تب ہی میں ان کے حاطے ایسے راستے چھوڑ
جاؤں گی۔ جن پر چلنے ہوئے وہ ایک مضبوط قوم کی حیثیت سے
یہاں رہیں گے۔ میں نے انھیں زندہ رہنے کا سلیقہ سکھا یا ہے اور
اس کے عوض میں نے یہاں صرف وہ عہدہ حاصل کی ہے جہاں
میں اپنے کام کی تکمیل کر سکوں۔ ان لوگوں کا جو تعلق عام کیا گیا
ہے۔ اس کے بعد میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہونا دینا کو
میں اپنی خواہش کے مطابق زندگی اور آزادی بخش سکوں۔

ہند الوی غریب نواز (مکمل سوانح عمری)
مرتبه منتشی خیدرا کھیدر بیاری ۱/۲
خورشید صداقت از خواجہ جراح علی غفران ۱۵
علی میاں لکھیلرز۔ اردو بازار۔ لاہور

ایک گھنٹہ سانس لے کر کہا۔
”یونا دینا کی زندگی کی سفارش تو قطعاً نہیں کی جا سکتی
ظاہر ہے وہ ایک بالکل مختلف مشہد ہے۔ لیکن پرویسر ویلیو
کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔“

”دہلی کو ہم اپنا ضمن تصور کرتے ہیں۔ چہرہ پر کہ وہ یونا
دینا کا ساتھی تھا اور یہ بات ہم سب کے علم میں آچکی ہے کہ یونا
دینا سے بیک میل کر رہا تھا۔ اور وہ اپنی بیوی اور بچوں
کی دہر سے اس کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا تھا۔ لیکن جہاں لے
موت ملا اس نے تصاویر کر کے یونا دینا کو کیفر کردار تک پہنچا
دیا۔ چنانچہ پرویسر ویلیو کی مدد کو ہم فراموش نہیں کر سکتے
اسے بھی اس سلسلے میں ایک اہم کردار کہا جا سکتا ہے۔ ہاں
تصویریں یہ تباہوں گانا۔ کہ اس کی بیوی اور بیٹے اس کے پاس
پہنچ چکے ہیں۔“

”اوہ گڈ۔ کیا ان کا حصول آسان ہوگا؟“
”نہیں جو کہ تم نے ان کا ذکر کیا تھا۔ اور یہ بات دال میں
کو معلوم تھی۔ چنانچہ ہم نے انھیں تلاش کیا اور یونا دینا کی بتائی
ہوئی جگہ سے انھیں حاصل کر لیا۔ اور اب وہ بیٹی کے پاس
ہیں اور ویلیو اپنی تجربہ گاہ کے آخری گوشے کے ایک غار میں
فردوس ہے۔“

”یہ بڑی خوشی کی خبر سنائی آپ نے میریلم۔ ہاں ایک بات
تو تپانے کی پرویسر ویلیو پر آپ اعتماد کر سکتی ہیں؟ یعنی اسے
یہاں سے جانے دیں گی؟“

یہ اس پر منحصر ہے۔ اگر وہ ایک مخصوص عرصہ پہاڑوں میں
گزارے پر آمادہ ہو جائے تو ہم اسے وہ تمام سہولتیں فراہم
کریں گے جن کی انسان کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ
ساتھ ہی اگر وہ یہاں سے جانا چاہے۔ جب بھی ہم اسے نہیں روکیں
گے۔ بلکہ اس کی کاوشوں کا خاطر خواہ منا و معنہ دیا جائے
گا۔ میرا مطلب ہے اسے خزانے میں سے ایک حصہ جس کے لیے ایک
عالم جاگ ہو رہا ہے۔ دہلی آخری الفاظ کے بعد مسکرا دی۔
اور میں اس کی طرف بخور دیکھنے لگا۔ غالباً اس کے ذہن میں
یہ ہی تصور ابھرتا تھا کہ میں بھی خزانے ہی کے پیکر کی ہمت کے
ان علاقوں تک پہنچتا تھا۔

" میں آپ کی اس سکراہٹ کا مطلب سمجھتا ہوں میلیم۔
 بہر طور میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"
 "بہنیں پلیز گاڑاں۔ پلیز کسی غلط انداز میں نہیں سوچنا
 ابھی تو میرے اور تمہارے درمیان بہت سی گنگلو ہوئی ہیں!"
 "گویا مجھے یہیں قیام کرنا ہے۔"
 "کیا مطلب ویلیٹی چوکنگ کر بولی؟"
 "مجھے اجازت نہیں ملے گی یہاں سے جانے کی۔ یا میرے
 بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کیا جائے گا؟"
 "نہیں۔ ابھی تقاضا نہیں۔ تم اپنے ان دونوں ساتھیوں کے
 ساتھ اور ان کے ساتھ تبھی تم لینڈ کرتے ہو۔ ہمارے جہان
 رہو گے، کم از کم اس وقت تک جب تک میں صورت حال کو کنٹرول
 نہ کروں۔ ویلیٹی نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ اور اس کا اپنا لیا
 تھا کہ میرے پاس کچھ کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ ندرت گہری
 نکلا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ جب میری اداس کی نظری
 ملیں تو اس کی آنکھوں میں شکایت کے تاثرات پیدا ہو گئے
 میں خاموش ہو گیا تھا۔ پھر ویلیٹی نے کہا۔

"والتی میں اب مسٹر گاٹا کی خاطر مدارت اور دوسری
 آسانگوں کی ذمہ داری تم پر ہے۔"
 "میں تمہیں کروں گا سمبوتورا نے گردن خم کر کے کہا۔
 "تو میں اجازت چاہتی ہو گا گاٹا۔ اس کے بعد تم نے تفصیل
 گفتگو اس وقت ہو گی جب ہم تمام معاملات کی تکمیل کر لیتے ہیں"
 "ٹھیک ہے گاٹا نے جواب دیا۔ اور ویلیٹی اپنی جگہ سے
 اٹھ کر باہر نکل گئی۔

سمبوتورا اور ندرت میرے ساتھ باہر نکل آئے تھے۔
 سمبوتورا نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر ایک ٹرنگ
 میں جو اوپر کی جانب جلتی تھی کچھ سیلےریاں لٹ کر کے وہ ایک
 کشادہ فارم میں داخل ہو گیا۔ اس غار کو دیواروں کی تمام سہولتیں
 دی گئی تھیں۔ عمدہ قسم کا بستہ یہاں موجود تھا۔ پھر کی چٹانوں میں
 ایسے ایسے سوراخ تھے ہوتے تھے جن سے باہر کا نظارہ کیا جاسکتا
 تھا۔ روشن اور ہوادار جگہ تھی۔ سمبوتورا نے مسکراتے ہوئے
 میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ جگہ تمہاری قیام گاہ کے لیے منتخب کی گئی ہے۔"
 "کیا ضرورت تھی کسی بھی غار کا کوئی بھی گوشہ میرے لیے
 کافی تھا۔ ویسے ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پریمیاں سنگھ کیا اسی
 جگہ رہیں گے؟"
 ان کے لیے جو جگہ منتخب کی گئی ہے۔ وہ تمہارے اس
 غار کا ایشٹ حصہ ہے۔ یہاں سے ہر ایک جھوٹا سا راستہ وہاں

"ای شوک۔ ای شوک۔ ندرت نے آگے بڑھ
 کر بہا لٹھ تمام لیا اس عالم میں وہ بہت حسین لگتی تھی پھر
 وہ دو قدم آگے بڑھی اور زور سے سٹو کر کھائی۔ میں نے نہ
 سنبھال لیتا تو بڑی طرح گرتی۔ لیکن اس سٹو کر سے حصہ
 جاگ گئی تھی۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور
 پھر پھرتے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ "سوری
 گاڑاں سوری"

"کیا بات ہے ندرت۔ کیا ہو گیا ہے؟"

"کاؤچر ٹائیں۔ میں کیوں بولے۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"پاتا ٹائیں۔ اوہ سوری گاڑاں۔ ٹائیں بولے۔ ٹائیں کیا
 بولے۔؟" وہ اب بھی پھرتی ہوئی تھی اور خود پر قابو پانے
 کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا چنانچہ
 میں نے اسے کچھ احساس نہ ہونے دیا اور بولا۔ "میں کہہ رہا
 تھا کہ ندرت اب میری یہاں کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔"

"گوں۔ گونگھائی میں گون۔ یہی ہے۔ ندرت کے منہ
 سے نندھ کر تائیں نہیں نکل سکا تھا۔ اس نے پھر نگاہوں
 سے مجھے دیکھا۔ اور جب مجھے اپنی جانب دیکھتے ہوئے پایا
 تو کسی قدر جھنجھٹا گئی اور پھر وہی سی سکراہٹ کے ساتھ
 بولی۔ "ابھی ویلیٹی تم کو لولا کہ وہ کام کرے گا اور پھر وہ کرے
 گا اور میرا مطلب ہائے ملاقات۔"

"ہوں، ٹھیک ہے اس وقت تک تو میں یہاں موجود
 ہی ہوں۔"

"ٹائیں، اس وقت تک ٹائیں، دیکھو بعد کو تم ادھر ہو گا؟
 "نجانے تمہارے ذہن میں کیا ہے، بہر طور میں نے

کہی یہ جاننے کی مڈ ٹائیں کی، اب بھی نہیں کروں گا؟"

"جٹ اب زیادہ قائم ٹائیں ہائے، آؤ اس طرف چلیں؟
 ندرت نے کہا اور میں نے شانے ہلا دیے اور ندرت کے

ساتھ اپنی اس آرام گاہ سے نکل آیا۔ وہ ان غاروں سے وقف
 معلوم ہوتی تھی۔ پتا نہیں کس طرح، یہ بات میری سمجھ میں نہ آ

سکی، بہر طور وہ ایک غار کے ہانے سے باہر نکل گئی اور
 پھر پھرتی ہی ڈھلان اترنے کے بعد ہم ایک بڑے فضا مقام پر

پہنچ گئے۔ چادوں طرف کے مناظر خوب صورت تھے دیکھے
 بھی میں اس جگہ کا جائزہ لے چکا تھا، بہت خوب صورت

علاقہ تھا، ایک جگہ پڑے ہوئے دو پتھر اور پر ہم بیٹھ گئے
 بڑے مڈ کی خوبصورت آواز میں بلند ہو رہی تھیں اظرف

میں پڑ سکون سا سا چھپا ہوا تھا۔

ندرت خاموشی سے پاؤں کے انگوٹھے سے زمین
 کر دیتی رہی اور میں اپنے طور پر خود رکتا رہا آئندہ کیا ہو گا۔
 ہم دونوں میں سے کوئی بھی ملنے کی کوشش نہیں کر
 رہا تھا، لیکن ندرت کی خاموشی میں زبان بنی ہوئی تھی لیکن تمام
 ہنٹاموں سے فٹنے کے بعد اور اپنا وہ مقصد حاصل کرنے
 کے بعد تو فی الحال صرف ویلیٹی تک پہنچنے کا تھا، ندرت
 کافی پرسکون اور نکھری نکھری نظر آرہی تھی حالانکہ گزشتہ دنوں
 وہ قید میں رہ چکی تھی۔

"ندرتا میں نے اسے مخاطب کیا۔ ندرت تم ان کی قیدی
 کیسے بن گئیں؟"

"وہ ندرت شاید اپنی اس بات کو وضاحت سے
 بتانا چاہتی تھی، اس لیے اردو نہ بول سکی اور انگریزی میں کہنے

لگی۔ انہوں نے مجھے پتا نہیں کس طرح خاموشی سے گرفتار
 کر لیا غالباً مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا اور جب مجھے ہوش

آیا تو میں ایک غار میں تھی، یہاں بہت سے سامان موجود
 تھے۔ لیکن عجیب کیفیت تھی سب کی۔ ہم سب کی آنکھوں

میں نیم غنود کی کیفیت تھی، سب نہانے کیوں سوئے
 سوئے گئے تھے۔ پھر جاننے کیا ہوا کچھ بھی زندگی آنے

گئی اور اس کے بعد سے میں مسلسل نندرت کے عالم میں پھرتی
 کرو گاڑاں، یہ بھی نہیں بتا سکتی کہ اس عالم میں روزمرہ کے

معمولات زندگی کیسے طے ہوا کرتے تھے لیکن اب معلوم ہوا
 کہ ہمارے ذہنوں کو ان لوگوں نے اپنی گرفت میں لیا ہوا

تھا اور مسٹر ویلیٹی ابھی ندرت اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ ہمیں
 قدموں کی آٹھوں محسوس ہوئیں۔ میں نے گردن اٹھا کر دیکھا

تو پندرہ اواسی طرف آہستہ تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پریمیاں
 کو میں نے پہچان لیا، لیکن ان کے پیچھے آنے والے مجھے میرے

پیسے اجنبی نہ تھے، مسٹر ویلیٹی کے ساتھ ایک خوب صورت
 خاتون تھیں جن کے چہرے سے بے اندازہ ہوتا تھا کہ زندگی

کے بے شمار مصائب سے گزر چکی ہیں، اور وہ بچتے تھے
 یقیناً یہ مسٹر ویلیٹی کے بیوی بچتے تھے۔ میں نے کھڑے ہو

کر ان کا استقبال کیا اور مسٹر ویلیٹی میرے نزدیک آگئے ان
 کی آنکھوں میں مسرت کی چمک تھی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔

تب مجھے ایک لڑکی یاد آئی اس کا نام ایڈیلا تھا، اس نے
 کہا تھا کہ انکل ویلیٹی نہ مسکرتے ہیں، نہ ہنستے ہیں، وہ بس

خشک رہتے ہیں لیکن اس وقت وہ مسکرا رہے تھے، انھوں
 نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پر جوش انداز میں اپنے ہاتھ میں

لے لیا اور پھر عورت کی ظرف رُخ کر کے بولے۔ "یہ مسٹر گاڑاں

یوں — اور سزا گزالی یہ میری بیوی ہیں انہی ویلیں“
اپنی سنے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پلینے ہاتھوں میں لے
لیا اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو پھینکنے لگے۔ ”میرا گزالی
آپ! آپ! اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکی، پھر اس نے
پلینے پھونکے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”انکل کا شکر یہ
اداکر۔ جوئی ہا اسکل۔“ وہوں کچھ میرے نزدیک پہنچ
گئے اور موصوم پیچھے میں بولے۔ ”تھینک یو انکل۔ آپ نے
ہماری زندگی بچائی ہے۔“

”دارے نہیں نہیں بیٹھے ہیں۔ میں بھلا کیا کر سکتا
تھا تم لوگوں کو بہر طور آزاد ہونا تھا، کس کی مجال تھی کہ مجھے
پیارے بچوں کو کوئی نقصان پہنچا سکتا۔“ میں نے
دونوں بچوں کو پیار کیا، مسٹر ویلیں متاثر ننگا ہوں سے مجھے
دیکھ رہے تھے، پھر انہوں نے کہا۔ ”میں آپ کو تراسی کر
رہا تھا سزا گزالی کہ آپ کے دونوں ساتھیوں سے ملاقات
نہوئی۔ کنوہر بھجات سنگھ اور ڈاکٹر طاہر علی ان لوگوں سے میرا
مکمل تعارف ہو چکا ہے۔“

”ہاں یہ میرے عزیز ساتھی ہیں اور ان کی زندگی بھی میرے
جیسے اتنی ہی قیمتی تھی مسٹر ویلیں، جتنی آپ لوگوں کے لیے پلینے
بیوی اور بچوں کی۔ میں نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی ادھر ادھر
دیکھنے لگے اور پھر ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ مسٹر ویلیں مجھ
سے متناہی حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرتے
سے اور پھر انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”بہر طور ہر
کیفر کردار کو پہنچ گیا، لیکن یو ناوینا کی بیٹی ایشلا کے بارے
میں آپ نے کیا سوچا ہے کیا ہے۔“

”میں کسی کی بھی زندگی کو نقصان پہنچانے کا خواہش مند نہیں
ہوں، لیکن یو ناوینا کو زندہ رکھا نہیں جا سکتا ویلیں خود بھی
اس کے لیے مجبور ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔ اور اب یو ناوینا سے میری
کوئی دشمنی نہیں رہی ہے کیونکہ وہ خود میرے حالات میں ہے
لیکن میں ایک بات بتا دوں مسٹر گزالی کہ اگر یو ناوینا کو رقم
کا کھار زندگی دے دی تو وہ ان پساڑوں کو جہنم بنا دے
گا، میں اس کی انتہائی فطرت سے بخوبی واقف ہوں حالانکہ
میں یہ بات نہیں کہہ رہا کہ اسے ہلاک کیا جائے لیکن ویلیں
کے لیے شاید یہی ہے ضروری ہے۔“

”میں یہ سمجھ رہا ہوں مسٹر ویلیں اور ویلیں کی قیمت
پر سے زندگی نہیں دے سکتی، ہاں ایشلا کے لیے وہ بھی
سخت نہیں ہے۔“

”میں پیش کش کرتا ہوں کہ اگر آپ ایشلا کو میرے ہاتھ
کروں تو میں پلینے دشمن کی بیٹی کو اپنی بیٹی بھی کی مانند
زندگی دوں گا، جو کہ میں اس حقیقت سے اچھی طرح واقف
ہوں کہ کس طرح یو ناوینا نے اپنی بیوی کی کھیل کے لیے
اپنی بیٹی کو بے بہر طور وہ حد سے زیادہ چاہتا ہے اس
عذاب میں گرفتار کروا دیا تھا۔“

ڈاکٹر طاہر علی اور پرجھات سنگھ بھی اس گفتگو کو بغور
سن رہے تھے، ویلیں ایشلا کے بارے میں تفصیلات بتاتا تھا
میں نے بھی پلینے جذبات کا اظہار کیا اور کہا کہ ایشلا کو دھوکا
دیتے ہوئے مجھے کتنے ذہنی کرب سے گزارنا پڑتا تھا۔
لیکن بہر طور وہ ہمارا ہی بہت بڑی معاون بنی اور اس
کے ذریعے بڑا کام ہو گیا۔

کافی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے، ندرت بھی
اس گفتگو میں حصہ لیتی رہی اور اس کے بعد ہم واپس غار
کی طرف چل پڑے۔

ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔ ”تمہاری رہائش گاہ ہمارے
قریب ہی ہے لیکن کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم تینوں ہیہنہ کی
طرح ساتھ رہیں۔“

”یہ عارضی رہائش گاہ ہے ڈاکٹر۔ میرا خیال ہے ویلیں
کی مرضی کے مطابق عمل کرتے رہیں، کوئی زیادہ فاصلہ نہیں
ہے، آپ چاہیں تو دن میں میرے ساتھ رہ سکتے ہیں۔“
میں نے کہا۔

ندرت نے گھورتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا
تھا۔ پھر جب وہ میرے ساتھ میرے غار میں واپس آئی تو
کہنے لگی۔ ”کوئی تمہارے ساتھ وقت نہیں گزارے گا صرف
میں ادھر تمہارے پاس۔“ اس کا جملہ احوال ہی رہ گیا۔ اور
وہ اتنی پڑی۔

ندرت کی ذہنی کیفیت کو میں ابھی طرح سمجھ رہا تھا،
اور میرے دل میں دوسرے جاگ رہے تھے، دل ہی دل
میں سوچ رہا تھا کہ ندرت میری طرف قدم نہ بڑھاؤ ورنہ
زندگی کھو بیٹھتی، اب تک یہی تجربہ تھا۔

رات کو ندرت چلی گئی اور میرے لیے ہر طرح کی
سہولتیں فراہم ہو گئیں، ڈاکٹر طاہر علی اور کنوہر پرجھات
رات کو تقریباً ایک بجے تک میرے ساتھ بیٹھے رہے۔
وہ آئندہ ہر روز کم کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے
تھے اور کافی متشکر تھے۔

کنوہر پرجھات سنگھ کہنے لگا۔ ”ویلیں تم سے کیا

چاہتی ہے گا زالی۔ میرا خیال ہے اب تم اس سے خدمت
کرو، میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی خزانہ ہماری منزل ہے۔
اب ہماری منزل ہمارے گھر میں، بشرطیکہ وہیں وہاں پہنچنے
کا موقع مل جائے۔“

”ہم لوگوں نے بہت وقت یہاں گزار لیا ہے کنوہر۔
پرجھات، میرا خیال ہے یہ چند دن اور گزار لیں جائیں اس
کے بعد ویلیں سے گفتگو کر کے صحیح فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔“
”ہاں جلدی کیا ہے۔ بہر طور اب اس بات کی امید
پیدا ہو چکی ہے کہ ہم زندگی بچا کر لے جانے میں کامیاب
ہو جائیں گے تو عورتوں کا وقت اور سہی؟ ڈاکٹر طاہر علی
نے کہا لیکن میں ان کے الفاظ کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا، اور
پہنچا کنوہر پرجھات بھی۔ ڈاکٹر صاحب امجد کا دامن ہاتھ سے
چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔

یہ لوگ چلے گئے اس کے بعد میں بستر پر لیٹ کر
سنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن خیالات بہت تک بے چین
رتے رہے، اذ جانے کیا باتیں ذہن میں آ رہی تھیں۔

صبح کو سب معمول ندرت پھر پرسلط ہو گئی اور صبح ہی
صبح وہاں سے نکالے گئے، اس نے کہا کہ ناشتہ کا انتظام
اپنی باہری کیا جائے گا اس نے یہ بھی کہا کہ آج کہیں دو ر
تک جلیں گے تاکہ ڈاکٹر علی اور کنوہر پرجھات سنگھ ہالا پہنچا کر
اونے وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

ندرت کی لگاؤ اور محبت کی دھجھی دھجھی آج مجھے پلینے
کرب دکھار میں محسوس ہو رہی تھی۔ میں اب تک اسے سہارا
دیتا رہا تھا، حالانکہ اپنی طرف سے میں نے اس کی ذمہ داری
نہیں لی تھی، بس اچھی دوستی اور اچھے ماحول کا طلب گزار
تھیں، اسے دلی نہیں کرنا چاہتا تھا، ندرت بھی کافی بیانی
لانی تھی حالانکہ وہ ساموں تھی۔ میں نے دفعتاً اس سے کہا
”تم تم ساموں ہو۔“

”ہاں یہ بات تو اب تمہیں معلوم ہو چکی ہے۔“
”ہاں دو سروں کے ذریعے۔“

”بس اب اس سلسلے میں کوئی اور بات مت کرنا ندرت
نے کہا۔

”ٹھیک ہے نہیں کروں گا، بس یہی پوچھ رہا تھا کہ تم
ساموں ہوں۔“ ”اب مجھے یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ساموں
لانی قبیلہ ہے، لیکن یہ قبیلہ کہاں آباد ہے اس کے بارے
میں ابھی معلومات حاصل کرنا باقی ہیں۔“

ندرت نے گردن جھکا لی۔ میں نے اذنانہ لگایا تھا

کہ ندرت اس موضوع سے کتراتا ہی تھا ہے۔ اس کے بعد
اس موضوع پر میں نے اس سے گفتگو نہ کی۔ ہذا دن گذر
گیا اس کے بعد رات اور پھر تین یا چار دن ایسی انداز میں
گذر گئے کہ ندرت زیادہ تر میرے قریب رہتی تھی، کنوہر
پرجھات سنگھ اور ڈاکٹر طاہر علی سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی۔
تقریباً چھ دن مجھے ویلیں نے طلب کر لیا۔ میں سمیو تورا
کے ساتھ ویلیں کے پاس پہنچا تو اس وقت اس کی شخصیت
ابھی بدلی ہوئی تھی۔ ایک انتہائی قیمتی لباس میں ملیوں وہ
بہت ہر وقت نظر آ رہی تھی۔ اس نے سمیو تورا کو دیکھتے ہی
کہا۔ ”ہاں کیا کہاں ہے۔“

”کیا میں سے بلاؤں۔“

”ہاں میں سے بھی بلاؤ۔ دو تین افراد اس کے علاوہ اور
بھی یہاں ہونے چاہئیں۔ گوین بھارے کو ابھی رہنے دیا
جائے۔ وہ ہماری گفتگو میں مزیک ہونے کی حیثیت نہیں
رکھتا۔ ہاں گا زالی تم اگر چاہو تو اپنے ان دونوں ساتھیوں کو بھی
بلاؤ، جو ہمیں غادوں میں تنہم ہیں میرے لیے ان کی بھی بڑی
حیثیت ہے اس لیے کہ وہ تمہارے ساتھی ہیں۔“

”کوئی حرج نہیں ہے میرا، بشرطیکہ آپ کو اعتراض نہ
ہو۔“

”نہیں گا زالی۔ کسی باتیں کرتے ہو، مجھے تمہارے کسی ساتھی
پر اعتراض ہو سکتا ہے۔“ ویلیں نے محبت سے میرے لیے میں کہا

پہنچا پھر تھوڑی دیر کے بعد ویلیں کی اس نشستگاہ میں کئی افراد
جمع ہو گئے۔ سمیو تورا تھا، ندرت تھی، تین ساموں اور تھے
جو عمر رسیدہ نظر آ رہے تھے اس کے علاوہ کنوہر پرجھات سنگھ
اور ڈاکٹر طاہر علی بھی موجود تھے۔

ویلیں نے چند لمحات توقف کیا پھر بولی۔ ”گا زالی۔
تمہارے بارے میں سمیو تورا اور ہاں سے ذریعے مجھے پوری
کہاں کی معلوم ہو چکی ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ کچھ لوگ
گوین کو جاپان سے آوا کر کے لے گئے تھے اور اس کے بعد
انہوں نے گوین کو اپنے ساتھ رکھا، پھر واقعات جس جس طرح
تبدیل ہوئے گئے سمیو تورا اس کے بارے میں مجھے پوری
حقیقت بتا چکا ہے جس میں تینوں افراد کا دلی طور پر شکریہ
ادا کرتی ہوں کہ تمہاری آمد نے مجھے ایسی نصیبت سے آزادی
دلائی جس میں مجھے نہ جانے کتنے دنوں تک گرفتار رہنا پڑتا
مسٹر گا زالی ان تمام احسانات کا کوئی مولا بھی تک میرے ذہن
میں نہیں آیا، سمیو تورا اور ہاں سے تمہاری ذہنی صلاحیتوں
کی تفصیل پیش کی ہے اس کے تحت گا زالی میں ذاتی طور پر

بھی تم سے درخواست کرتی ہوں کہ ہماری مدد کرو۔ میں کسی اور وقت تمہیں اپنے بارے میں پوری تفصیلی کہانی سنائوں گی، ختم آتا بتاتی ہوں کہ ہم لوگ مصیبت زدہ ہیں، اپنے گھر اپنے قبیلے سے بچھڑے ہوئے ایسے برے حالات کا شکار کہ تم تصور نہ کر سکو، ہم اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور ہماری تمام تر کاوشیں اس کے لیے وقف ہیں، گاڑائی ہم نے گھوڑی ہم اپنی دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں، لیکن ہمارے راستے بند ہیں، ایسے ساتھیوں اور مددگاروں کی ضرورت ہے جو ہمیں ہماری منزل کا راستہ دکھادیں، ہم اپنے طور پر تو کچھ کر سکتے تھے، طویل عرصے سے کہہ رہے ہیں، لیکن ہماری کوششیں کسی طور بار آور نہیں ہوئیں اور اب ہمیں کسی ایسے ساتھی کی تلاش سے جو بچنے والے کے ساتھ ہماری مدد کرے اور اس کے لیے گاڑائی میری نگاہ و انتخاب اور میرے ساتھیوں کی نظر میں تمہاری طرف اٹھی ہوئی ہیں، اس کے عوض تو چاہو لے لو، تمہیں دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں ہمارا گھر سے دو گاڑائی ہمیں ہمدی منزل پر پہنچا دو، ہم تم سے درخواست کرتے ہیں، ہم کہہ چکے ہیں کہ ہم تمہیں اس کا صلہ نہیں دے سکیں گے، بس تو بھی رشتہ، جذبات کا کوئی بھی رشتہ تصور کرو، ہم اس رشتے کے تحت تم سے اپنی منزل کی جھیک مانگتے ہیں۔" وہیلینی کی آواز آنسوؤں سے رندھ گئی مٹی میں گہری نگاہوں سے لے دیکھ رہا تھا، توبہ بھجات اور ڈاکٹر طاہر علی بچے ہوئے سے انداز میں وہیلینی کو دیکھ رہے تھے۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر وہیلینی نے بھرا کہا۔ "ہمارے بہت سے ساتھی ہم سے بچھڑے ہوئے ہیں وہ لوگ جو ہمیں منزل کی طرف گھمزن کر سکتے ہیں، ہمارے درمیان نہیں ہیں گوہن ذہنی طور پر مطمئن ہو چکا ہے اور اسے مطمئن کیا گیا ہے، گوہن ہمارے درمیان ایک بہت اہم شخصیت کا مالک ہے، یہ ہیں ان راستوں کے بارے میں بتا سکتا ہے جہاں سے گذر کر ہم اپنے گھر پہنچ جائیں گے، لیکن اس کے بدلے اس کی ذہنی واپسی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمیں چار افراد کی ضرورت ہے جو ہماری منزل کے راہروں، یہ پانچ افراد ہیں ہمارے گھر پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارا مشن بہت طویل ہے لیکن اس میں کوئی برائی نہیں ہے گاڑائی، ہم حادثات کے تحت اپنے گھر سے بچھڑ گئے ہیں اور ہماری تمام تر جہد صرف اسی لیے ہے کہ ہمیں ہمارا گھر واپس مل جائے، گاڑائی تم ہماری مدد کرو، تم ہماری مدد کرو۔

گاڑائی۔ "میں اس سے منحرف نہیں ہوں میڈم، لیکن پوری تفصیل کا تو پتہ چلے۔"

"وہ میں تمہیں بتا دوں گی، میں تکرر کرنا چاہتی ہوں مونٹ سوراٹ کے اس خزانے کا، جس کے لیے اس وقت ایک عالم سرگرداں ہے، تمہاری زہن پر یہ قیمتی شے سب کے لیے باعث کشش ہے، جب کہ شاید تم یقین نہ کرو کہ میں اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی، مجھے جیسا یہ معلوم ہوا کہ یہ شے یہاں زندگی کی اتنی بڑی ضرورت پوری کر رہی ہے اور اس کے ذریعے ہمیں ہر شے حاصل ہو سکتی ہے تو اس نے اسے محفوظ کر لیا، صرف اس لیے کہ اس کے ذریعے کوئی نہیں ہمارے راستے پر لگا دے، خزانہ ہمارے لیے بالکل بے کشش ہے، تم میں سے کوئی اسے حاصل کرنا ہے جس جیسے میرا راستہ تبادو، صرف مجھے میرا راستہ دیکھا ہے۔"

وہیلینی کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے گرتے گئے اور میں متاثر ہو گیا، سب ہی متاثر نظر آ رہے تھے، سامان کی گردیں جھکی ہوئی تھیں۔ سمبوتورا اور ندرت بھی گردنیا خم کیے ہوئے بیٹھے تھے۔ تب میں نے ایک سوال کیا۔

"میڈم یوں تو میرے ذہن میں آپ کے متعلق بے شمار باتیں موجود ہیں، بہت کچھ پوچھ لینا چاہتا ہوں آپ سے، لیکن وقت فی الحال صرف ایک سوال کا جواب دے دیجیے۔"

"آپ نے اتحادیوں کے لیے ضرورت کارنامے انجام دیے اور کوئی اتحادی جاسوسہ معمولی حیثیت کی مالک نہیں ہو سکتی، آپ کے بارے میں تو کہانیاں میں نے سنی ہیں یقیناً وہ حقیقت پر مبنی ہوں گی۔ ماؤنٹ سوراٹ کے خزانے کا حصول معمولی بات نہیں ہے جب کہ اس کے لیے جانے کون کون سرگرداں تھا۔ اٹلی کی حکومت جرن اور شاید دنیا کے بے شمار افراد لیکن آپ نے اس کے درمیان سے وہ خزانہ حاصل کر لیا، اتحادی جاسوسہ کی حیثیت سے کیا آپ اپنی ذہنی کوششوں کو اس سلسلے استعمال نہیں کر سکتی تھیں؟"

میرے اس سوال پر وہیلینی چند لمحوں خاموش رہی؟ اس نے گردن اٹھا کر کہا۔ "گاڑائی میں وہیلینی نہیں ہوا میرا نام گوشائی ہے۔"

"کیا؟" میں نے متیرانہ انداز میں کہا۔ "ڈاکٹر طاہر"

اور کنور پر بھجات سنگھ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔

"ہاں۔ وہیلینی کوئی اور تھی۔ وہ مر چکی ہے۔ وہ ولاؤٹی واسکاٹ کی بیوی تھ چکی تھی اور دو بچوں کی ماں بھی، دو جڑواں بچوں کی ماں، مونٹ سوراٹ کا خزانہ اسی کی دریافت تھا وہ بڑی حد تک میری ہشک بھرتی کے لیے ایک حد تک ایسا ہی ہشک بھرتی سمجھ سکتے ہو۔ جب وہ مجھے ملی تو شدید زخمی تھی۔ موت کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی، اس نے مجھے مرتے ہوئے اپنے بارے میں بتایا اور اپنے دونوں بچوں کو میرے سپرد کر دیا میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں اس کے دونوں بچوں کی پرورش کر کے انہیں اس دنیا میں رہنے کے قابل بنا دوں گی۔ اس کے بعد بے شمار واقعات پیش آئے میں نے خزانہ نکال لیا اور گوہن کو ساتھ لے کر جاپان آگئی۔ گوہن اس وقت میرے قبضے میں تھا۔ پھر حالات میں تبدیلیاں ہوئیں بہت سے لوگ میرے پیچھے لگ گئے اور میں نے تہمت کے یہ پھاڑی مٹانے آباد کر لیے اور یہاں بنا لے کر اپنا کام کرنے لگی۔ گوہن میرے ہاتھ سے نکل گیا وہ بہت اہم شخصیت ہے۔ ہم آوارہ منزل ہیں اپنے گھر کی تلاش میں سرگرداں، گوہن ہماری امیدوں کا مرکز ہے۔ اگر اس کی ذہنی حالت درست ہو جائے تو یہ جو ساسا لگائی یا، لیوس اور وی من کو تلاش کر سکتا ہے اور اگر یہ پانچوں بچا ہو جائیں تو ہماری منزل ہمیں دوبارہ مل سکتی ہے۔"

یہ اپنے وقت کی سب سے اونچی داستان تھی، ناقابل یقین، سمجھ میں نہ آنے والی لیکن ہم دنیا کی سب سے بڑھ کر عورت کی زبانی خوش و خواس کے عالم میں یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ بہت سے سوالات تھے ذہن میں بہت سے خیالات تھے دل میں، زبان چل رہی تھی ڈاکٹر طاہر بے باک آدمی تھے مجھ سے پہلے لول پڑے۔ گوہن آپ کو گوشائی کے نام سے پکارا جائے؟"

وہیلینی نے انہیں خشک کیوں اور پھر آہستہ سے بولی پکارنا ہی تو ہے کچھ بھی کہہ کر پکار لو۔ گوشائی ایک فردی کا نام ہے۔"

"کچھ باتیں سمجھ میں نہیں آ رہیں میڈم۔"

"پوچھ لیں ڈاکٹر میں نے انکار تو نہیں کیا ہے؟"

"آپ لوگ اپنی دنیا سے بچھڑے ہوئے ہیں۔"

"ہاں؟"

"کوشی دنیا ہے آپ کی؟"

وہ جہاں زندگی سب سے حسین لوگ ہیں موجود ہے وہ جہاں سب ہمارے اپنے ہیں۔"

"کوئی نام نہیں اس دنیا کا؟"

"تم نے حسن کا کوئی نام بھی نام دے سکتے ہو؟"

"اس کا اپنا کوئی نام تو ہوگا۔"

"ہم سے بیوقوفین کہتے ہیں تمہاری دنیا کے مفہم ہم اسکاٹی ہوں یا آسمان کا سوراخ کہا جا سکتا ہے۔"

"مخزنہ اس کی جغرافیائی پوزیشن کیا ہے کہاں واقع ہوئی ہے وہ؟"

"ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔"

"کاش یہی معلوم ہوتا۔ اگر ایسا ہو جاتا اور ہم اس کا یقین کر سکتے تو یہاں کیوں ہوتے؟"

"تمہارا مقصد صرف وہاں واپس جانا ہے۔؟"

"ہاں صرف یہی آرزو ہے ہماری۔" وہیلینی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"جب اس کی جغرافیائی پوزیشن کا یقین نہیں ہے تو تم لوگ وہاں واپس کیسے جاؤ گے؟"

"پانچ راہتا ہیں وہاں تک لے جا سکتے ہیں۔"

"جن میں ایک گوہن ہے۔"

"ہاں۔"

"کمال ہے۔ بات گھوم پھر کر پھر دو ہیں آگئی۔ یہ سامان کیا ہیں۔؟"

"سامونیکا کے ہاسی"

"سامونیکا۔؟"

"بینوئین کے بھاؤ کا نام جس کا مطلب ہے بہتی چھت کے نیچے، وہیلینی نے جواب دیا۔

"اس بہتی چھت کے نیچے سے نکلے ہوئے آپ لوگوں کو کتنا عرصہ ہو گیا۔"

"آپ لوگوں کے حساب سے تقریباً ایک سو اسی سال۔" وہیلینی نے جواب دیا۔ اور ڈاکٹر طاہر علی نے کنور بھجات کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، اب میری ذہنی حالت خراب ہونا شروع ہو گئی ہے، برائے کم تو لوگ خود کو بینا لے رکھنا۔"

وہیلینی نے کہا، آپ لوگوں کی عمریں بہت کم ہوتی ہیں مجھے معلوم ہے بہت کچھ دیکھ چکی ہوں یہاں رہ کر لیکن سامونیکا میں عمریں طویل ہوتی ہیں۔ تمہاری دنیا کے لحاظ سے میری عمر اس وقت چار سو سی سال ہے، ایسا دوسو ساٹھ سالہ ہے، وائی بین سات سو سالہ اور گوہن کی عمر

آٹھ سو سال ہے۔ ہمارے ہاں جوانی دو سو سال کے بعد آتی ہے اور عمر کی آخری حد ایک ہزار اور پندرہ سو سال کے قریب ہوتی ہے۔

کوئی کچھ نہیں بول سکا تھا۔ چند دستک تک مکمل خاموشی چھائی رہی پھر ویٹینی نے کہا۔ ”مجھ سے اور کوئی سوال؟“

”اب ہمت نہیں ہے، ڈاکٹر ظاہر علی نے جواب دیا۔

کنور پر بھات سنگھ نے پوچھا۔ ہم تمھاری کیا مدد کر سکتے ہیں ویٹینی۔“

”تمام صورتحال میں نے آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دی ہے۔ میں چاہتی ہوں پہلے گوئین کی ذہنی حالت درست ہو جائے۔ وہ ہوش وواس میں آجائے تاکہ وہ بقیہ لوگوں کو تلاش کر لے اس کے بعد آپ لوگ گوئین کی مدد کریں اور ہمیں وہ سہولتیں فراہم کریں جن کے ذریعے ہم اپنی منزل پالیں۔ اس کے لیے میں آپ کو ایک پیش کش کرتی ہوں۔“

”کیا۔؟“ ظاہر علی جلدی سے بول پڑے۔

”جس خزانے کی تلاش میں آپ لوگوں نے یہ سفر طے کیا ہے وہ بہت زیادہ ہے آپ کی پسندیدہ اشیاء اتنی بڑی مقدار میں موجود ہیں کہ آپ لوگ تصور نہیں کر سکتے۔ میں آپ لوگوں کو اجازت دیتی ہوں کہ اس میں سے اتنا خزانہ لے لیں جتنا آپ اٹھا سکتے ہیں۔ اے اپنے ساتھ لے جائیں اور میری مدد کریں۔“

”ہم تیار ہیں۔“ ظاہر علی نے جلدی سے کہا۔

”اور آپ کنور؟“

”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہوں ویٹینی۔“

”اپنی اس دنیا میں آپ میرے دن رات سنبھال لیں اور جہاں بھی مجھے آپ کی ضرورت ہو وہاں آپ اپنے وسائل استعمال کریں۔ کوئی ایسا کام میں آپ کے سپرد نہیں کروں گی جو آپ کی پہنچ سے باہر ہو۔“

”اس کے لیے میں خوشی سے تیار ہوں۔“

”اور تم گا زالی۔“ ویٹینی نے پوچھا اور میں مسکرایا۔

سب کی نگاہیں میری طرف تھیں۔ اس گفتگو کے دوران میں خاموش بیٹھا ویٹینی کی کیفیات کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ میرے دل میں عجیب سے خیالات آتے رہے تھے اور میں فیصلہ کرتا رہا تھا۔ دولت حاصل ہو جائے تو طلبہ تم ہو جاتی ہے۔ آدمی چمک رہا ہے یا پھر اگر اس کی جدوجہد کسی حد تک

رہ جاتی ہے تو وہ اس وقت کی بقا کے لیے یا اس کے منافع ہو جانے کے خوف کے لیے۔ وہ غیر انسانی کیفیت کا فکار ہو جاتا ہے۔ ہر شخص سے خوفزدہ رہتا ہے کہ کہیں وہ اس کی دولت کی ناک میں تو نہیں ہے، وہ کوئی لہو سے اس کی دولت تک پہنچنا چاہتا ہے۔ محبت اور لقبین اس کی زندگی سے رخصت ہو جاتے ہیں کیا کوئی ایسی شے منزل ہو سکتی ہے۔ دولت کے یہ انبار لے کر میں بھی اپنی دنیا میں جا سکتا ہوں۔ اپنے بھائیوں اور بھائیوں کے سامنے سر بلند ہو سکتا ہوں۔ اس کے بعد کیا کروں گا کیا کچھ اور پریشانیوں میری زندگی میں شامل نہ ہو جائیں گی اس کے برعکس یہ دواں زندگی جس میں تجسس ہے، تحریک ہے، یہ اس پتھری ہوئی زندگی سے کہیں زیادہ خوب صورت ہے ہاں اس زندگی میں حسن زیادہ ہے۔ سوال مجھ سے کیا کیا گیا تھا اس لیے میرا بولنا ضروری تھا۔

”میں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تمہارا اس پیش کش کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟“

”مجھے یہ پیش کش قبول نہیں؛ میں نے کہا اور سب لوگ بو تونک پڑے۔

”کیوں۔؟“ ویٹینی نے کہا۔

”اس لیے کہ وہ عظیم خزانہ میری تحویل میں ہے۔ میں اس پر وہ خزانے کا مالک بن چکا ہوں۔“

”پہیلیاں نہ بچھاؤ غزالی۔“ ڈاکٹر ظاہر علی نے پریشانی سے کہا اور میں نے جب سے سونے کے دو سگے نکال کر ویٹینی کے سامنے ڈال دیے۔ یہ سگے وہی تھے جو پرفیسر زبیراں نے مجھ سے حاصل کیے تھے اور جنہیں میں نے اس خزانے سے نکالا تھا۔ یہ دو سگے مجھے نونانی سے حاصل ہوئے اور اتفاق سے میرے پاس ہی بڑے رہ گئے تھے۔

”کیا آپ انہیں پہچان سکتی ہیں میڈم گوشائی۔؟“ میں نے کہا اور ویٹینی جھک کر انہیں دیکھنے لگی۔ سب میری طرح تجسّس کا شکار ہو گئے تھے۔ تب ویٹینی نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں ان کا تعلق اسی خزانے سے ہے لیکن بہت پہلے میں وہ خزانہ تلاش کر چکا ہوں۔ ان غلغلہ میں اس سرنگوں میں اسی بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ سارا خزانہ میری تحویل میں تھا۔ پچھتے ہیروں کے انبار سنہری سکوں کے ڈھیر تھے اس پر آمادہ نہ کر کے کہیں خود فرغ ہو جاؤں۔ خزانے کے لیے ساجھیوں کو چھوڑ کر انہیں جنہوں نے مجھ سے کچھ امیدیں وابستہ کی ہیں نظر انداز کر کے اپنے لیے

زینبیاں اکٹھی کر لوں میں نے ان سکوں سے ان ہیروں سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا دیکھ لو ہم کس قدر بے حقیقت ہیں۔ دو سو سال کی زندگی بھٹے ہیں، خوشیاں دینے میں لیکن فدا ان غاروں سے آزاد نہیں ہوتے، ہمیں اس کی قدرت حاصل نہیں ہے۔ تم اور تم جیسے ہم سے کہیں زیادہ قیمتی ہیں شریک تم ہمارے سحر کا شکار نہ ہو جاؤ، ہمیں پانچ اٹھیں بیوں ہاؤ۔ کسی تاریک دل کو روشنی کی ایک کرن دے کر دیکھو اس کی جھگڑا ہٹ تمہاری روح کو کس طرح منور کر دے گی۔ ہاری جھک خود ہے اور تمہارا عمل اچھو۔ وہ ہم اپنے طرف کو چند گز تک روشن کر سکتے ہیں اور تمہارا عمل بہت کچھ روشن کر دیتا ہے۔ تم ہم سے کہیں زیادہ قیمتی ہو شریک زد کو پہچان لو۔ اور میں نے خود کو ان ہیروں کی روشنی میں پہچان لیا میں حیات کا قرض چکانا چاہتا ہوں قرض ہو کر سماؤں پر جانا مجھے پسند نہیں۔ یہ خزانہ تم جس طرح چاہو ان لوگوں کو دیدار گوشائی۔ مجھے اس کی چاہت نہیں ہیں حتیٰ کہ خود تمہارے دشمن کی تکمیل کے لیے خود کو وقف کرنا ہوں۔“

ویٹینی پر سرخڑی ہو گیا تھا۔ سمجھو تو رانی آنکھوں میں فخر تھا مدت شمار ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ نور پر بھات اٹھا ہوا تھا، ڈاکٹر ظاہر علی کے چہرے پر تلخی نمایاں تھی باقی لوگ بے توجہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ظاہر علی نے کہا۔

”تم اس خزانے تک اس طرح پہنچنے غزالی۔؟“

”وہ اپنے الفاظ کی صداقت کا ثبوت دے چکا ہے۔“

ویٹینی نے جلدی سے کہا۔

”وہ ہم میں سے ہے۔ وہ تم سے جدا ہو چکا ہے ظاہر علی۔“

”سمجھو تو رانی کہا۔

”بہر حال وہ اپنے عمل کے لیے آرزو ہے۔“ ظاہر علی نے اتر ٹھوکر رہے میں کہا۔

”آپ لوگ آرام کریں۔ مجھے نشان منزل مل چکا ہے۔“

ویٹینی نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ”آؤ گا زالی، اس کے لیے میں ضرور تھا جیسے وہ مجھ پر نازاں ہو۔ میں خاموشی سے اٹھ لڑا ہوا تھا۔ مدت اور سمجھو تو رانی بھی ہمارے ساتھ تھے باقی سامانوں کے سپرد ظاہر علی وغیرہ کی خاطر مدت تھی۔ ویٹینی مجھ سے ملنے ایک دور دراز جگہ میں پہنچ گئی۔ پھر اس نے کہا۔

”میں اب تم ہم میں سے ہو گا زالی۔ وانی میں نے غلط نہیں کہا۔ اور اب یہ نہ سوچنا کہ تم سے کچھ چھپایا جائے۔ اور یہ سب جو یہاں موجود ہیں ان کے بارے میں فیصلہ راجحی تمہارا کام ہے۔“

”میں میڈم گوشائی۔ یہ میں نہیں کر سکتا گا۔“

”تمہاری رہنمائی میرے لیے بہت قیمتی ہے۔ میں نے تم پر انحصار کر لیا ہے گا زالی۔ وہی ہو گا اب جو تم کہو گے۔“

”تب پھر فیصلہ کرنے کے لیے مجھے وقت دے کر رہا ہو گا۔“

”مجھے اعتراض نہیں ہے۔“ ویٹینی نے کہا۔ پھر مدت اور سمجھو تو رانی۔ گا زالی کا احترام تمہاری ذمہ داری ہے تم دونوں کی طرف ہی ڈیوٹی ہے۔ دونوں نے گردن ہلا دی تھی۔

میری قیام گاہ بدل گئی۔ یہاں کچھ اور تعشیات موجود تھے لیکن میری ضرورتیں محدود ہو گئی تھیں طبیعت میں ایک عجیب سا سحر ڈھونڈا گیا تھا۔ تنہائی ملی تو میرا ذہن ان لوگوں میں الجھ گیا جو یہاں موجود تھے۔ ظاہر علی اب بھی خزانے سے دلچسپی رکھتے تھے کنور پر بھات سنگھ نارمل آدمی تھا۔ اصل مسئلہ لوٹا دینا اور اس کی بیٹی ایشیلا تھا۔ ان دونوں کا کیا کیا جائے۔ لوٹا دینا ایک خطرناک جرم ہمیشہ انسان تھا اگر ملے آزادی مل گئی تو۔ کم از کم ویٹینی کو وہ کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑے گا۔ لیکن اس کی موت کے بعد ایشیلا کا کیا ہو گا۔ لوٹا دینا بیٹی کو بہت چاہتا تھا۔ دماغ بہت زیادہ الجھا تو میں نے اس بارے ویٹینی سے مشورہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

”میرا ویٹینی ابھی آرام گاہ میں موجود تھے اور اپنے بیوی اور بچوں سے باتیں کر رہے تھے۔“ اور وہ۔ میرا غزالی۔ کوئی کام تھا تو مجھے طلب کر لیا ہوتا۔ میرا ویٹینی نے کہا۔

”ویٹینی مجھے طلب کر لیا ہوتا۔ میرا ویٹینی ہوں۔“

”غیریت۔ کیا بات ہے؟“

”ویٹینی نے لوٹا دینا کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیا ہے اب بتائیے میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ آپ نے دیکھا میرا ویٹینی کہ وہ اپنی بیٹی کو کتنا چاہتا ہے اس کی وجہ سے ہم سے تالو کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ دونوں باپ بیٹی کو جدا کرتے ہوئے کچھ عجیب سا لگتا ہے کیا ان دونوں ہی کو قتل کر دیا جائے۔؟“

”نہیں۔ ایشیلا کا کیا تصور ہے۔ وہ تو بہت معصوم لڑکی ہے اور چھوٹا دینا ویٹینی نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ ایشیلا کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ویٹینی غزالی اس لڑکی کو۔“

”کہاؤ لوٹا دینا کے بغیر زندہ رہ گئی۔؟“ میں نے

سوال کیا اور ویلی نے گردن جھک گئی۔ پھر اس نے گردن ٹٹھا کر مضبوط پچھے میں کہا۔

”اگر تم ویلیٹی سے کہو کہ یونا وینا کو چھوڑ دے تو کیا وہ لسا کر دے گی۔“

”شاید“

”تو پھر اسے اس کی بیٹی کے ساتھ آزاد کر دو“

”تمہیں بھی یہاں سے آزادی مل جائے گی ویلیٹی“

”میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن بس اتنا کرنا ہے اس سے کچھ فیصلے نکل جائے دینا۔ میں کسی ایسے گناہ گشتے میں چلا جاؤں گا۔ جہاں یونا وینا سے ٹکراؤ نہ ہو۔ میں اپنی حفاظت کروں گا۔“

”اوکے ویلیٹی مجھے اجازت دو۔ میں نے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔“

”سنئے تو سہی مسٹر نڈالی۔ کیا فیصلہ کیا آپ نے۔“

”فیصلہ کرنا ہے مسٹر ویلیٹی۔ میں نے کہا وہاں سے باہر آ گیا۔ بہت بڑی ذمے داری ڈال دی تھی ویلیٹی نے مجھ پر۔ لیکن بہر حال میں نے ان ذمے داریوں کو فوراً کوئی کا بیڑا اٹھایا تھا۔“

ویلیٹی کے باشندوں نے ایک ایک شخص کو چن چن کر قتل کر دیا تھا۔ یونا وینا کے قائم کیے ہوئے نظام کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا تھا اور اب مکمل سکون تھا۔ ویلیٹی نے دوسرے دن پھر سے ملاقات کی اس دوران ندرت اور سمبو تورا سے برابر میری ملاقات ہوتی رہی تھی، ندرت جتنی بار میرے سامنے آئی میں پریشان ہوتے بغیر نہ رہ سکا۔ اس ڈھائی سو سالہ حیدر کے ناز و انداز بالکل معصوم لورا ہلٹر لڑکیوں جیسے تھے۔ اصولاً تو یہ میری پرانی سے بڑی تھی لیکن اپنی دنیا کی یہ فوجیر حیدر مجھ سے عشق کرتی تھی میں اس کے عشق کا اب کیا جواب دوں۔؟

ویلیٹی نے کہا ”میں چاہتی ہوں گا زالی کر تم ان لوگوں کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ تاکہ ہم دوسرے پروگرام پر عمل کرنے میں مصروف ہو جائیں کیا تم کوئی فیصلہ کر چکے ہو۔“

”آپ کو میرا فیصلہ بتوں ہو گا۔ میرا پروگرام گوٹالی۔“

”اب تمہیں یہ سوال نہیں کرنا چاہیے گا زالی۔“

”تو پھر یونا وینا کو اس کی بیٹی کے ساتھ آزاد کر دیا جائے۔“

”یونا وینا کو اس کی بیٹی کے ساتھ آزادی دیدی جائے“

ویلیٹی نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

”اشیلا کہاں ہے۔؟“

”میں نے سوال کیا مطلب نکلا کہ اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اور پھر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ نائیں اس نے باہر جاتے جاتے رک کر کہا اور غائب ہو گئی۔

”شکر ہے۔ ڈاکٹر ظاہر علی اور کنور بہجیات سنگھ کو خزانے کا کچھ حصہ دے کر یہاں سے روانہ کر دیا جائے میں ان کے سفر کے لیے کچھ آسانیاں بھی چاہتا ہوں۔“

”اس کے لیے میں انہیں ایک منظورہ دوں گی جو ان کے لیے کماؤ ہو گا۔“

”خزانے کا ایک حصہ اور بھی انہیں امانت کے طور پر دیا جائے گا جو صن صاحب کے لیے ہو گا۔“

”ٹھیک ہے۔“

”ویلیٹی کے لیے بھی میں نے بھی سوچا ہے۔“

”میں خود بھی اس بارے میں کہہ چکی ہوں۔ اس شخص کے بھی اہم پر احساسات ہیں۔ ہم اسے اعزاز کے ساتھ روانہ کریں گے۔“

”بس اس کے علاوہ میری اور کوئی خواہش نہیں ہے۔“

”تمہارے ہر حکم کی تعمیل ہوگی گا زالی۔ میں احکامات جاری کیے دیتی ہوں۔ ویلیٹی نے کہا۔ اور پھر فخر سے رخصت ہو گئی۔ اس نے مجھ پر بہت زیادہ اعتماد کر لیا تھا اور میرے کسی بھی فیصلے پر کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ویلیٹی کے جانے کے بعد ندرت میرے پاس رہ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا ”تو میرے بارے کوئی فیصلہ نہیں کیا گا زالی۔؟“

”تمہارے لیے میں کیا فیصلہ کروں ندرت۔“

”میرے کو کیا کرنا۔“

”تمہارے کو۔“ میں نے پچھکی سی مسکراہٹ سے لے دیکھا ندرت کو اب بے وقوف بنانا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا جی چاہا کہ اس وقت ندرت کو اپنی ذہنی کیفیت سے آگاہ کر دوں لیکن نہ جانے کیوں زبان نہیں کھل سکی۔ وہ نہ کہہ سکا جو کہنا چاہتا تھا۔

”یونا نائیں۔“

”ابھی میں نے تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ندرت۔“ بالآخر میں نے کہا۔

”دکب کار نے گا۔“

”تمہیں جلدی ہے۔؟“ میں نے سوال کیا اور نہ جانے ندرت نے اس سوال کا کیا مطلب نکلا کہ اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اور پھر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ نائیں اس نے باہر جاتے جاتے رک کر کہا اور غائب ہو گئی۔

”شکر ہے۔ ڈاکٹر ظاہر علی اور کنور بہجیات سنگھ کو خزانے کا کچھ حصہ دے کر یہاں سے روانہ کر دیا جائے میں ان کے سفر کے لیے کچھ آسانیاں بھی چاہتا ہوں۔“

”اس کے لیے میں انہیں ایک منظورہ دوں گی جو ان کے لیے کماؤ ہو گا۔“

”خزانے کا ایک حصہ اور بھی انہیں امانت کے طور پر دیا جائے گا جو صن صاحب کے لیے ہو گا۔“

”ٹھیک ہے۔“

”ویلیٹی کے لیے بھی میں نے بھی سوچا ہے۔“

”میں خود بھی اس بارے میں کہہ چکی ہوں۔ اس شخص کے بھی اہم پر احساسات ہیں۔ ہم اسے اعزاز کے ساتھ روانہ کریں گے۔“

”بس اس کے علاوہ میری اور کوئی خواہش نہیں ہے۔“

”تمہارے ہر حکم کی تعمیل ہوگی گا زالی۔ میں احکامات جاری کیے دیتی ہوں۔ ویلیٹی نے کہا۔ اور پھر فخر سے رخصت ہو گئی۔ اس نے مجھ پر بہت زیادہ اعتماد کر لیا تھا اور میرے کسی بھی فیصلے پر کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ویلیٹی کے جانے کے بعد ندرت میرے پاس رہ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا ”تو میرے بارے کوئی فیصلہ نہیں کیا گا زالی۔؟“

”تمہارے لیے میں کیا فیصلہ کروں ندرت۔“

”میرے کو کیا کرنا۔“

”تمہارے کو۔“ میں نے پچھکی سی مسکراہٹ سے لے دیکھا ندرت کو اب بے وقوف بنانا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا جی چاہا کہ اس وقت ندرت کو اپنی ذہنی کیفیت سے آگاہ کر دوں لیکن نہ جانے کیوں زبان نہیں کھل سکی۔ وہ نہ کہہ سکا جو کہنا چاہتا تھا۔

”یونا نائیں۔“

”ابھی میں نے تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ندرت۔“ بالآخر میں نے کہا۔

”دکب کار نے گا۔“

”تمہیں جلدی ہے۔؟“ میں نے سوال کیا اور نہ جانے ندرت نے اس سوال کا کیا مطلب نکلا کہ اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اور پھر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ نائیں اس نے باہر جاتے جاتے رک کر کہا اور غائب ہو گئی۔

”شکر ہے۔ ڈاکٹر ظاہر علی اور کنور بہجیات سنگھ کو خزانے کا کچھ حصہ دے کر یہاں سے روانہ کر دیا جائے میں ان کے سفر کے لیے کچھ آسانیاں بھی چاہتا ہوں۔“

”اس کے لیے میں انہیں ایک منظورہ دوں گی جو ان کے لیے کماؤ ہو گا۔“

قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش محفوظ کر کے رکھ دی وہ اشیلا کو یہ کہہ کر بے وقوف بنا رہا تھا کہ ایک دن سمیٹوں واپس آ جائے گا۔ وہ زندہ ہو جائے گا۔ اس قید خانے میں اشیلا مسلسل یونا وینا سے کہہ رہی تھی کہ سمیٹوں اس کا انتظار کریں ہو گا وہ واپس آ چکا ہے۔ جہلا کہ یونا وینا نے اس سے کہہ دیا کہ سمیٹوں مر چکا ہے اور اس نے اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کیا ہے یہ سن کر۔ یہ سن کر اشیلا کو ایک چکی آئی اور اس کی حرکت قلب بند ہو گئی۔ یونا وینا بیٹی کی موت کا صدمہ بروقت نہیں کر سکا اور اس نے میرا چہا کر تو گنتی کر لی۔“

میرے حلق میں ایک گولا سا ٹھک گیا تھا۔ آنکھوں میں آسو بھر آئے تھے۔ اشیلا کی معصومیت اس کی سادگی اور اس کی بے پناہ محبت کا ٹھہرے بڑا راز دار اور کون جتنا بخنڈی دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا میرے خیال میں یہ بہتر ہی ہوا مسٹر ویلیٹی۔ نہ جانے کس کس کے حق میں۔“

مسٹر ویلیٹی بھی کھوٹے کھوٹے کھڑے تھے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے بولے۔

”ہاں۔ شاید۔“

”میں نے تمہاری ہدایت کے مطابق فیصلہ کر لیا تھا گا زالی۔ ویلیٹی نے کہا۔

”ان دونوں کی ایشوں کو مسٹر ویلیٹی کے سپرد کر دیں میرا گوٹالی۔ کیا آپ نے دوسرے لوگوں کو اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔؟“

”آج ہر پروگرام تھا۔ لیکن یہ۔“

”یہ سب کچھ تو ہوتا رہتا ہے ہمارے کام جاری رہنے چاہئیں۔ میں نے کہا اور ویلیٹی نے گردن ہلا دی۔ مسٹر ویلیٹی نے یونا وینا اور اس کی بیٹی کی تدفین کی رسومات ادا کیں اور اس کے بعد ہم سب لے ذہن جنگ دیے تو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔

رات کو ویلیٹی نے مسٹر ویلیٹی اور ان کے اہل خاندان کنور بہجیات اور ڈاکٹر ظاہر علی کو ڈر پر مدعو کیا۔ اور نہایت بڑے تکلف اہتمام کیا۔ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ ہم تہمت کے ایک وحشی قبیلے میں غاروں میں موجود ہیں گورشت کی مختلف ڈشیں بنائی گئی تھیں دوسری بہت سی چیزیں بھی موجود تھیں۔ اس بڑے تکلف ڈنر سے فارغ ہونے کے بعد ویلیٹی نے کہا۔ ”مسٹر ویلیٹی۔ کنور بہجیات

”آؤ۔“ میں نے کہا۔ اور ندرت کے ساتھ اس جگہ پہنچ گیا جہاں یونا وینا کو رکھا گیا تھا۔ ویلیٹی سمبو تورا اور ویلیٹی یہاں موجود تھے۔ اشیلا کی لاش قید خانے کے ایک گوشے میں رکھی ہوئی تھی۔ اور سمبو تورا کی مڑی مڑی لاش دوسرے گوشے میں تھی۔

”جس وقت یہ مرد ہاتھ میں اس کے پاس موجود تھا۔“ سمبو تورا نے کہا۔

”اس نے خود کشی کی ہے۔“

”ہاں!“

”کیسے۔؟“

”میرا چہا بیا ہے۔ اس کی انگلی میں برسرے کی انگوٹھی بڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کی لاش کے پاس موجود ہے۔“

”اوہ اور اشیلا۔ کیا اس نے بھی۔“

”نہیں۔ اس کے دل کی حرکت بند ہوئی ہے۔“

”لیکن یہ سب کچھ۔؟“

”مرتے ہوئے یونا وینا نے مجھے بتایا تھا۔“ سمبو تورا نے کہا۔

”کیا بتایا تھا۔؟“

”اس کی بیٹی کسی سمیٹوں نامی نوجوان سے محبت کرتی تھی۔ بہت چاہتی تھی اسے لیکن یونا وینا نے اس نوجوان کو

و ملین کے معاملات اب پڑ سکون تھے۔ گوشائی نے ان سرحدوں کو از سر نو دست کیا جو ایک طرف سپاریوں سے ملتی تھیں اور دوسری طرف ہوگا سے اس کے علاوہ اس نے ایسے اختلافات بھی کیے کہ اب بیرونی دنیا کے باشندے نے ذمہ و ملین تک نہ پہنچ سکیں وہ بہت بڑی جوت کھا چکی تھی۔ اس دوران مجھے مکمل آزادی حاصل رہی تھی۔ عدوت کے ناز و انداز جاری تھے اور میری اس سے روزانہ ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ گوٹین میں کوئی تہذیب نہیں ہوئی تھی اس کی ذہنی حالت جوں کی توں تھی پھر ایک دن وہ ملین سے کہا: گا زانی، وہاں میں نے بتایا ہے کہ تم نے کچھ مشقیں کی ہیں جو وہاں سفردا صوری رہ گئی تھیں؟

”ہاں۔ میں ان کی مشق دوبارہ شروع کرنا چاہتا ہوں“

”کل سے شروع کرو۔ میں تمہارے لئے بہتر رہنما مقرر کروں گا۔“

یہ سب کچھ ضروری ہے۔ اب جب تم ہمارے مشق کے لیے بیرونی دنیا میں لگوئے تو میں تمہیں ایک ناقابل تفریح انسان بنا کر بھیجوں گی۔ یوٹیلٹی نے دوسرے دن ہی مجھے چند لوگوں سے ملایا۔

”یہ سستاؤن ہے جس میں کاما ہر یہ تمہیں بتائے گا کہ جس دم کس طرح کیا جاتا ہے کہ سب پائیوں میں زندہ رہنے کے لڑکیا ہیں۔ اور یہ ان تمہیں ہے کئی کاما ہر اور دوسرے بہت سے بیجا چلا نا جاتا ہے۔ یہ سب تمہیں اپنا اپنا ہنڈا دیں گے“

”میں ان بہت سے استادوں کی شاگردی قبول کرتا ہوں۔“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: ”بلاشبہ زندگی میں صرف سنہری حصا اور چمکدار پتھر یا کوشی ٹولوں کے اجا ہر پرکشش نہیں ہوتے۔ بہترین صحت اپنی ذات پر قدرت ماحول سے آشنا، دلوں کی تسخیر، محبتوں کا حصول ان دنیاوی فزائلوں سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتے ہیں اور یہی چیزیں انسان کی ذات کے لئے سب سے زیادہ دلکش ہوتی ہیں، خاص طور سے مجھ جیسے انسانوں کے لئے جن کی زندگیوں دوسروں سے وابستہ نہیں ہوتیں۔ ہم اگر اپنے رشتوں میں، اپنے ماحول میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں تو ہماری ذات ان رشتوں میں گم ہو جاتی ہے۔ ہم وہ نہیں کر پاتے، جو سوچتے ہیں، اور ہمیں میں دلکشی محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں وہ کرنا پڑتا ہے جس کا ہماری اپنی پسند سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لیکن وہ جو ہم سے وابستہ ہوتے ہیں، ہمیں مجبور کر دیتے ہیں کہ ہم ان کے لئے جنیں۔ میں اپنی ذات کے لیے زندہ تھا، میرے بھائی بھائیوں، ان کے بیٹے، اپنے طور پر ان مالی وسائل سے ملین تھے، جو میرے والد نے ہم سب کے لئے چھوڑے تھے چنانچہ مجھے یہ فکر بھی نہیں تھی کہ میرا کوئی قدم ان کے لیے منفعیت بخش ثابت ہو۔ بس وہ اپنے طور پر زندگی گزار رہے تھے اور

میری مشقیں جاری تھیں۔ عدوت سے ملاقاتیں ہوتی ہیں لیکن اس کے اندر اب ایک ٹھنڈا سا آگیا تھا۔ ایل مسوس پرتا تھا جیسے وہ مجھے ذہنی طور پر مکمل آزادی بخشا جاتی ہو یا کہ میں مشقیں مکمل کر لوں، یہ تمام مشقیں درحقیقت روحانی فزائلوں کے حصول پر مشتمل تھیں اور میری پوری توجہ ان پر مرکوز تھی۔ ذہنی تربیت ہو رہی تھی جسمانی تربیت ہو رہی تھی، حضرت میں پاکیزگی پہلا ہوتی جا رہی تھی۔ زمین پر لیٹنے والے کھڑے بھی قابل احترام تھے ان کے تحفظ کی ذمہ داری بھی انسانوں پر عائد ہوتی تھی۔ موزی کی موت لازمی تھی جو عادتاً موز پر پلچا تھا ہے، لیکن ذہن کے رشتوں سے مسکراتی جھاگتی کونپلوں کو پاؤں کی ہوا میں نہیں لگی جا سکتی تھی کہ مریض جانیں یہ سب کچھ دل میں گھر کر تاجدار تھا۔ انسانی اقسام کی خوشبو الگ الگ محسوس ہو جاتی تھی، فضا میں ہواؤں کا شور وقت سے پہلے محسوس ہو جاتا تھا۔ پانی میں جو مین بائیں کرتی تھیں کہ کب بارش پھرنے والی ہے، انسانی ذہن پر خود محسوس ہو جاتے تھے کون کیا سوچ رہا ہے کیا کرنا چاہتا ہے، اب کوئی بات پویشیہ نہیں تھی۔ اس کے بعد جسمانی مشقت تھی، پیچروں کا سوپ مسلسل مل رہا تھا، کئی کا استعمال سکھا یا جا رہا تھا۔ لوہے کے دو سطلے اور ان کے درمیان محسوس فتح کا مادہ گھسانے کی مشق کرانی جا رہی تھی اور ان تمام علوم کے حصول میں وقت کا کوئی احساس نہیں رہ گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وقت کا مصروف ہونا ہی ہے۔

”لیکن دیکھنا، وہ ملین نے چونکا دیا۔“ تمہاری تربیت مکمل ہو چکی ہے؟

میں چونک پڑا: ”تربیت؟“

”ہاں تم خود میں مکمل ہوئے ہو؟“

”مکمل کا کوئی وجود ہے گوشائی؟“ میں نے سوال کیا اور وہ مسکرایا

”نہیں؟“

”تو پھر میں خود میں مکمل کیسے ہو گیا؟“

”یہ تمہاری عظمت ہے۔ ویسے ہم سب ایک بات کا امتزاج کر چکے ہیں؟“

”وہ کیا؟“

”پانی سے اوپر لوگ زیادہ صلاحیتیں ادا تو ہیں کرتے ہیں بشرطیکہ حصول کی کوشش کریں؟“

”اور پانی کے سطح کے لوگ؟“ میں نے شکر کر کہا۔

”زبان بند رکھو، گوشائی نے شکر تے ہوئے کہا۔“

•••••

تجزیہ و تفسیر اس کتاب ہے۔ پہلے امتحان لیتے اور اس کے بعد تیار کیا ہے۔

”میرے لیے کیا حکم ہے۔؟“

”پہلا کام شروع کرو۔“

”میں تیار ہوں؟“ میں نے کہا۔

”ہم پویشیہ رہ کر تمہارا جائزہ لیتے رہے ہیں گا زانی تمہیں اپنے مشقوں کی تکمیل کرتے دیکھتے رہے ہیں اور اب تمہیں اپنے کام کے لیے پورے اعتماد کے ساتھ بھیج سکتے ہیں۔ سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ گوٹین کی دماغی حالت درست کرنے کے لیے کبھی بہتر معالج کا بندوبست کرو اس کا تحفظ کرو۔ جب وہ ہوش میں آئے گا تو دوسرے قدم کا فیصلہ کر دے گا۔“

”ٹھیک ہے مجھے کب روانہ ہونا ہے؟“

”اس دن کا فیصلہ اب تم خود کرو۔ میں تم سے دوسرے اور ہر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

”وہ کیا۔؟“

”گوٹین کو کہاں لے جاؤ گے۔؟“

”میں خود ہی اس بارے میں سوچتا رہا ہوں؟“

”کوئی فیصلہ کیا۔؟“

”ہاں۔ میں یہاں سے پہلے اپنے وطن جاؤں گا وہاں لوگوں سے مشورہ کروں گا اس کے بعد اگر اسے کسی اور ملک لے جانے کی ضرورت پیش آئی تو پھر وہاں لے جاؤں گا۔“

”ٹھیک۔ سامانوں میں سے کسے اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔؟“

”اگر صرف سمیو تو رہا میرا مطلب ہے وہاں تین ہی میرے ساتھ رہے تو بہتر ہوگا زیادہ لوگ الجھن کا باعث بن سکتے ہیں۔“

”ہمیشہ کی ضرورت تو نہیں؟“

”بہتر ہے وہ ساتھ نہ جائے؟“

”گو یا تم اور وائی تین۔؟“

”وہاں کافی رہیں گے۔“

”وہاں ہی تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے؟“

”میں اسے اپنے وطن تک ساتھ لے جاؤں گا۔ وہاں سے وہ اپنے طور پر جہاں چاہے گا چلا جائے گا۔“

”ٹھیک ہے اس مسئلے میں اور کوئی خاص بات؟“
میرے خیال میں نہیں اس کام کی تکمیل کے لیے مجھ کو
معاملات دیکھیں گے، میں نے جواب دیا۔ اور وہ بیٹی مطمئن
ہو گئی۔

میرے ذہن میں بھی کوئی تردید نہیں تھا حساب کو معمول
کے مطابق ہی محسوس ہوتا تھا۔ البتہ اس رات میں دیر تک اپنے
پر وگرام کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ گوئین کے مسئلے میں ڈاکٹر
ظاہر علی بھی کوئی مشورہ دے سکتے تھے بشرطیکہ ان لوگوں کو زندہ
پہنچانا نصیب ہوا ہو۔ اگر وہ لوگ سنلے تو پھر دوسرے ذرائع اختیار
کرنے ہوں گے۔ باقی لوگوں سے بھی ملاقات ہوگی۔ خود رٹی سے
خوشی بھی پور ہی تھی سب سے ملنے کی۔ عدوت کو میں نے
جان بوجھ کر نظر انداز کیا تھا ورنہ وہ الجھن بن جاتی۔

دفعاً مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ جب سے مجھے
عدوت کی عمر کے بارے میں معلوم ہوا تھا میری اس سے تمام
دیکھی ختم ہو گئی تھی۔ میں نے اس کا تجربہ کیا تو حقیقت منکشف
ہو گئی۔ ذہنی طور پر میں پوچھا نہیں ہوا تھا میں نے زندگی کا کچھ چھوڑ
سے منہ موڑا تھا۔ لہذا دریا پسند کے تمام جذبے موجود تھے۔ ہر چیز
ذہن میں زندہ ہی جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتی ہے اور یہ
کوئی غیر فطری بات نہیں تھی۔

وہیلی کو یہ خوشخبری سنائی گئی تو وہ دوڑا دوڑا پہنچ گیا۔
کیا یہ حقیقت ہے غمزلی؟“

”جن لوگوں نے ہمیں یہ خبر دی کیا وہ غیر معتبر تھے؟“
”تمہیں بھی خوشی برداشت نہیں ہو رہی؟“

”ہم روانہ ہو رہے ہیں تمہارا کیا پروگرام ہے وہیلی؟“
”تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ تمہاری مدد سے کچھ ایشیا فرسٹ
کے کے کسی حاصل کروں گا اور پھر بائیں بائیں جاؤں گا۔ میں وہاں زندگی
گذرانا چاہتا ہوں۔“

”میں تمہاری خواہشات پوری ہونے کو دعا کرتا ہوں۔“
”شکر ہے غمزلی۔ بے حد شکر ہے۔“

وہیلی نے اپنے کاموں میں مصروف تھی۔ اس نے اطلاع دی
کہ دوسرے دن مجھے اپنے اس کام میں پھر روانہ ہونا ہے اور
میں نے خود کو ذہنی طور پر تیار کر لیا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح
عدوت میرے پاس آگئی۔ اس کی حسین آنکھیں سوچی ہوئی تھیں۔

”تو تم جا رہے ہو۔؟“
”ہاں عدوت۔“

”مجھ سے اس مشن میں کیوں شریک نہیں کیا۔؟“

”مناسب نہ تھا۔“

”اپنی مخالفت کرنا۔“

”خیال رکھوں گا۔“ میں نے سپاٹ لیپ میں کہا۔ اس کے
بعد عدوت خاموش ہو گئی اور خود رٹی دیر کے بعد چلی گئی۔ وہیلی
وغیرہ بیٹھے ہی دریا کے کنارے پہنچ گئے تھے۔ ریکٹی بہت
بڑی اور بڑے ڈھیر مٹی جی سے ہے، یہیں سڑک کا تھا ضرورتاً زندگی
کی سدا کی چیز لہا اس میں رکھ لی گئی تھیں۔ موٹے موٹے
رسوں کی مدد سے اسے دریا میں اتار لیا ہم لوگ اس پر سوار
ہوئے اور پھر رتنے کھول دیے گئے۔ دریا کے طوفانی دھارے
رکشی خوفناک رفتار سے بہنے لگی۔ ہمارے لیے خود کو سنبھالنا
مشکل ہو رہا تھا لیکن کشتی میں تمام حفاظتی انتظامات موجود تھے
”سب تو رات کے کہا۔ تین گھنٹے کے سفر کے بعد اس کی
رفتار متدل ہو جائے گی۔ یہ تین گھنٹے سخت ہیں۔“

”مجھے صرف وہیلی کا خیال ہے۔“

”وہ محفوظ ہیں سب تو رات کے کہا۔ اور میں تیزی سے

دوڑنے ہونے پانی کو دھکے لگا۔ پاٹ کاٹی جوڑا اٹھا کنارے
کی کسی شے پر نظر جما نامکن نہیں تھا۔ مسز وہیلی کو اٹھانے
مگنی لیکن ایک مخصوص گھاس کی پتیوں جہان سے اس کی

کیفیت بہتر ہو گئی۔ ویلے ابتدائی تین گھنٹے واقعی خوفناک
تھے اگر اس رفتار سے دوڑتی ہوئی کشتی کسی شے سے ٹکرائی
تو جھوموں کے ٹکڑے بھی دستیاب نہ ہوتے۔ معلوم نہیں ڈاکٹر

ظاہر علی اور پربھات سنگھ زندہ سلامت اپنی منزل تک پہنچ
سکے تھے یا نہیں۔ تبت کا خوفناک سفر اس دوران پیش آنے

والے واقعات، ساربا، میکے براؤن اور زجانے کیا کیا یاد
رہا تھا ویلے بہت سے لوگ خزانے کا شکار ہو گئے جبکہ چند

منزل پا گئے تھے۔ لیکن میں، میں نوشا بارا بھی سفر کے آغاز میں
ہی تھا بلکہ میں نوپانے کی آرزو بھی کھو بیٹھا تھا۔ میرے دماغ

میں تو ایک عجیب سا طہر لڑ پیدا ہو گیا تھا۔ ایسا طہر لڑ جو سب
کچھ پالنے کے بعد پیدا ہو جاتا ہے۔

دریا کی تیز رفتاری آہستہ آہستہ کم ہونے لگی یہاں اس
کے کنارے اور چوڑے ہو گئے تھے۔ اور اب کنارے پر آگے

ہوئے جنگلات صرف بسز و حد نہ لاپٹوں کی شکل میں نظر آتے
تھے۔

وہیلی نے گہری سانس لے کر کہا اب کچھ زندگی کی امید
پیدا ہو گئی ہے۔“

”ہاں زندہ رہنا ہے مسز وہیلی۔“

”اس سے زیادہ تیز بہاؤ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا
لیکن میں اس کشتی کی بناوٹ پر غور کرتا رہا ہوں۔ یوں لگتا

ہے جیسے اسے اس تیز رفتار دریا ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔“
”حقیقت ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”تمہاری تو اس بارے میں وہیلی سے گفتگو ہوئی ہو
گی۔ اس دریا کے ٹکڑے کدیم کہاں پہنچیں گے۔؟“ وہیلی نے

پوچھا۔
”یہ بات تو آپ کو بھی بتا دی گئی تھی مسز وہیلی۔ ہم کھنڈوں

کے ایک غیر آباد علاقے سے گزریں گے۔ دریا کے بڑے بڑے
ہے لیکن یہیں کھنڈوں ہی میں اتر جاتا ہے وہاں سے سفر کے

دوسرے انتظامات میں گئے۔“
”کیا کھنڈوں کا تین کیا جا سکتا ہے۔“

”ہاں۔ تین کر لیا جائے گا۔ میں نے پرسکون لیپ میں
کہا۔ کشتی کی رفتار اب اتنی متدل ہو گئی تھی کہ ہم اطمینان سے

بیٹھ سکتے تھے۔ مٹی اور گھاس کو سنبھالنے ہونے تھا ویلے
بھی اتنا عمر گذر گیا تھا اور گوئین کے انداز میں اب وہ شورش

نہیں تھی ان دنوں وہ نیم خودگی کی کیفیت کا شکار رہتا تھا
مسز وہیلی اپنے بچوں کو سینے سے پٹانے چھٹی تھی۔ میں نے

ماحول کو بدلنے کی غرض سے کہا۔ ”اتنے دلچسپ ایڈوینچر کو
اس طرح منانے کیا جا رہا ہے۔ آپ تو سکرانا بھی بھول گئی

ہیں مسز وہیلی۔“
”کیا ہم لوگ زندہ سلامت اپنی منزل تک پہنچ جائیں

گے؟“ وہیلی نے سوال کیا۔
”ہم لوگ زندہ سلامت ہی اپنی منزل پر پہنچیں گے

آپ اطمینان رکھیں۔“ میں نے اسے ولا دیتے ہوئے کہا۔
”بچو ہم لوگ فرور زندہ رہیں گے مجھے اس شخص پر افسوس

ہے۔“ ابھی وہیلی نے اپنے بچوں سے کہا۔ وہیلی مسکرانے لگا
تھا۔ دریا کی سفر ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ مناظر بدل رہے

تھے رات کو چاروں طرف ہونٹا تاریکی چھٹی تھی شورش
کے شور کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی۔ صبح کے پانچ بجے تھے

جب لا تعدد دریا کی پھڑوں کے شور کی آواز بھری دھنوں سے
اجالے میں سیکڑوں کی تعدد میں یہ پچھڑے دریا میں کودنے

بھلا گتے نظر آتے یہاں دریا زیادہ گہرا اور کم چوڑے پاٹ
والا تھا کناروں پر پائس کے جنگل آگے ہوتے تھے کشتی کسی

مادے کے بغیر ان کے درمیان سے نکل گئی۔ اور صبح کی روشنی
چھوٹا اٹلی سورج نکلا دھوپ پہلی گئی۔ ناشتا پڑے اہتمام

سے کیا گیا۔ اس وقت پوڑھا بابا میرے پاس آ بیٹھا تھا۔

”مجھے پہچانتے ہو۔؟“ میں نے اس سے پوچھا اور وہ فخر
سے مجھ کو دیکھنے لگا۔ میں مسکرایا تو اس نے دونوں ہاتھ میرے

بالوں پر رکھ دیے۔ اسے اظہار شکر سمانی سمجھا جا سکتا تھا اس
اس سے زیادہ کچھ نہ ہوا۔ دو پیر کے بعد وہیں ایک بار دریا کے

تیز بہاؤ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں خوفناک پھوڑ پڑ رہے تھے
اس لیے کشتی کے پتھر سنبھالنے پڑے۔ مسز وہیلی نے بھی یہاں

مدد کی تھی۔ ہم کشتی کو ان بندوں سے بچانے میں کوشاں تھے لیکن
تیز رفتاری کی وجہ سے کچھ کر نہیں پا رہے تھے۔ ایک بار کشتی

ایک بہت سیڑیوں کے بالکل نزدیک ہو کر گذر گئی۔ یہ تیز رفتاری
رات تک برقرار رہی اور چاند نکلا تو ہواؤ مدد ہم پر آگیا۔

مسز وہیلی بھی ہوتی بیٹھی تھی۔
”کب ختم ہوگا یہ سفر...؟“ اس نے سہمے ہوئے لیپ

میں پوچھا اور وہیلی اسے تسلی دینے لگا۔
”آدھی رات کے وقت مخالف سمت سے آتے ہوئے

دریا میں یہ دریا بھی شامل ہو گیا۔ میں نے کہا۔ ”اب ہم دو
تھا کہ جن میں سفر کر رہے ہیں۔ یہی دریا میں کھنڈوں پہنچانے

کا۔“
وہیلی ہماری بات سن رہا تھا بولا۔ ”ہمیں یہ خزانہ

مغفول کر کے لیے کیا کرنا چاہیے؟“
”یہ جس طرح بوشیدہ ہے اس میں کوئی تبدیلی مناسب

نہیں ہے۔ ویلے کھنڈوں میں ہمیں آوارہ گردوں کا روپ
دھارنا پڑے گا۔“

”یہاں سے نکلنے کے لیے تو ہمارے پاس کاغذات
بھی نہیں ہیں۔“

”ان کا بندوبست بھی ہو جائے گا تم بریٹش ان سپروائٹ
میں نے کہا۔“

”نہ جانے دل پر کچھ گھبراہٹ کیوں ہے۔“
”خود کو دوسروں سے آزاد کر لو۔ سب کچھ ٹھیک پھرے

گا۔“ میں نے کہا اور وہیلی خاموشی ہو گئی۔ اس کے بعد کشتی
میں خاموشی چھا گئی گوئین بھی ادھکتے تھا۔ گھاس میرے ذہن

میں دفعاً ایک خیال آیا اور میں گوئین کے بارے میں سوچنے
لگا۔ میں نے اس کے ذہن کو اپنے خیالات سے متاثر کرنے کی

کوشش کی اور دفعاً گوئین کے بدن کو ایک جھٹکا لگا، وہ
چوڑک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔

”گوئین میں تم سے محبت ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔
مجھے بتاؤ کہ تمہاری ذہنی حالت کس طرح خراب ہوئی؟“

”گوئین مجھے دیکھتا رہا میرے ذہن میں بے ربطی

آوازیں ابھر رہی تھیں ان آوازوں کا کوئی مفہوم نہیں تھا کوئی ایسی بات نہیں تھی جو سمجھ میں آسکے۔ میں بار بار کوشش کرنے لگا اور پھر دفعتاً گوین جیج پڑا کافی بلند اور بھیاک آواز تھی اس کی۔

سب چونک پڑے۔ سمبوتورا نے آگے بڑھ کر گوئین کو سنبھالا لیکن ایک بار چیخنے کے بعد گوئین پھر نہیں چینی تھا۔ سمبوتورا اسے چمکانا رہا اور پھر خاموشی ماری پھر کئی سی خاموش بیٹھا خلافت میں گھور رہا تھا۔ اور صبح ہو گئی پھر شام رات کی تاریکی میں ہم نے تبت کی سرد سردیوں کی دیا پر کچھ روشنیاں تیری مورتی نظر آرہی تھیں جو تینا سردی محافظوں کی ٹارچوں یا سرچ لائٹوں کی تھیں لیکن ہم کسی رکاوٹ کے بغیر سردیوں کو گئے۔ دریا اب بہت سست ہو گیا تھا اور اس بات کی ضرورت پیش آگئی تھی کہ ہم تیار استعمال کریں اس رات کی صبح ہوئی تو ہم کھنڈوں کی مرزبیں پر تھے۔ دریا پہاں چوڑے پاٹ میں سست رفتار سے بہ رہا تھا۔

”یہ کھنڈوں ہے؟“ وہیلی نے پرسرت لہجے میں کہا۔

”ہاں“

”میرا اتنا طویل ٹونہ رہا جتنا ہم نے تصور کیا تھا؟“

”بعض جگہ دریا کی تیز رفتاری نے ہمیں سس ہوائی جہاز کی رفتار سے ہی سفر کرنا پڑا ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کشتی چھوڑ دی جائے اور وہ دکھو وہ یقیناً ہمیں دالے کی دفعتاً سمبوتورا نے کہا اور سب کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔ آٹھ ماوردی افراد آٹھ وحشی کتوں کے ہمراہ اسی طرف آ رہے تھے۔ میں نے سمبوتورا کو اشارہ کیا اور پھر ہم نے کشتی کنارے کی طرف بڑھانا شروع کر دی۔ فوجیوں نے تہجد تانے ہوئے تھے وہ کنارے پر آکر اس جگہ کھڑے ہو گئے۔ جہاں ہماری کشتی پہنچنے والی تھی۔ ان کی کڑی نگاہیں ہمیں گھور رہی تھیں۔ میں نے ان میں سے ایک شخص کو ٹاٹ لیا، یہ نمایاں حیثیت رکھتا تھا اور غالباً بقیہ لوگوں کا افسر تھا میں نے اس کے ذہن کو ٹٹولا۔

وہ سوچ رہا تھا ”منشیات کے اسمگلر عورت اور بچے بھی ہیں یقیناً کوئی بڑا ذخیرہ اسمگل کر رہے ہیں“

کشتی کنارے سے جا لگی اور فوجی قریب آگئے یہ لوگ ہوتے لوگ اور کہیں سے آ رہے ہو۔؟ ان میں سے ایک نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

”دیکھتے نہیں ہو جھانکی ہم بکشتوں میں اون رات کے آ

نہا ہر رنگ اور ہر نسل کے لوگ نظر آ رہے تھے۔ نیپالی، ہندو اور بکھوں کی بیسات تھی مقامی لوگ الگ نظر آ جاتے تھے قدیم عمارتوں کے وسیع دہلیزوں پر لافانی کی سیڑھیوں پر آوارہ گردوں نے ڈیرے جمار کے تھے۔ گے دم غم کا دور دورہ تھا۔ کچھ ایسے غریب سیاح بھی تھے جو آوارہ گردوں میں شامل نہیں تھے لیکن مالی حالت بہتر نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے بھی ان کے ساتھ ہی ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ وہیلی نے بھی ایسی ہی ایک جگہ منتخب کرنی اور ہم دونوں یعنی میں اور سمبوتورا اس سے کچھ فاصلے پر فرار کوشش ہو گئے۔ گوئین بھی ہمارے ساتھ ہی تھا اور حسب معمول خاموش اور مطمئن تھا۔

”وہیلی کو اپنے خزانے کی حفاظت کرنی ہوگی کہیں وہ اس سے ہاتھ نہ دو بیٹھے۔“

”ہمارے پاس اپنا بھی کافی وزن ہے۔ میں نے کہا۔“

”تم کم از کم اپنے وطن پہنچنے تک اس کا خیال رکھو لاجد میں وہ خود موت حال سنبھال لے گا۔“ سمبوتورا نے کہا۔

”اسے ایک بالکل غریب سیاح کی حیثیت سے یہ چند روز بسر کرنے ہوں گے۔ کہیں خزانے کی موجودگی میں وہ فرار دل نہ ہو جائے۔“

”میرے خیال میں یہاں سب اپنی حالت میں مست ہیں کوئی ہماری طرف توجہ نہیں ہے اس لیے وہیلی سے مل کر الگو بلایت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سمبوتورا نے کہا۔

”تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ لیکن سیدھا وہیلی کی طرف جانے کی بجائے وہ دوڑ چلا گیا تھا یہاں تک کہ میری نگاہوں سے گم ہو گیا۔ مرٹ سڑاٹھ کے قہمی تزلزلے کا بہت بڑا حصہ ہمارے پاس بھی موجود تھا جو اس لیے ساتھ لیا گیا کہ میں اور سمبوتورا اسے گوئین کی صحت اور اپنے مشن کے لیے استعمال کر سکیں، وہ اس وقت میرے پاس محفوظ تھا۔

بہر حال تھوڑی دیر کے بعد میں نے سمبوتورا کو وہیلی کے پاس بیٹھے دیکھا۔ اسے سمجھا تھا کہ وہ میرے پاس آ گیا۔ ہمارے پاس مقامی کرنسی نہیں تھی اور اخراجات کے لیے اس کی ضرورت تھی۔“

”اوہ۔ سمجھ گیا کیا۔؟“

”کچھ کام بن گیا ہے۔ میرے پاس چند چیزیں تھیں جنہیں میں نے فروخت کر دیا۔ کچھ رقم وہیلی کو بھی دے دی ہے۔“

وہ سوچ رہا تھا ”منشیات کے اسمگلر عورت اور بچے بھی ہیں یقیناً کوئی بڑا ذخیرہ اسمگل کر رہے ہیں“

کشتی کنارے سے جا لگی اور فوجی قریب آگئے یہ لوگ ہوتے لوگ اور کہیں سے آ رہے ہو۔؟ ان میں سے ایک نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

”دیکھتے نہیں ہو جھانکی ہم بکشتوں میں اون رات کے آ

”اتنی جلدی تم نے وہ چیزیں بھی فروخت کر دیں۔“

”بس خریدار کا انتخاب کرنے میں کچھ وقت لگ گیا۔“

باقی اس نے وہی سب کچھ کیا جو میں نے کہا۔ دراصل ہم درویش یا تارک الدنیا نہیں ہیں ہمیں اسی دنیا کے لوگوں کی طرح زندگی گزارنی ہے اس کے بغیر ہمارے مقصد کی تکمیل نہیں ہوگی۔ ہر وہی انسان کے لیے دل میں ہمدردی رکھو لیکن جو لوگ اپنے نہ ہوں ان کے ساتھ ہمدردی کے ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے۔“

میں نے سمبوتورا کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

”نئے ہاڑا آوارہ گردوں کے درمیان زندگی وہی تھی جس کا مشاہدہ مجھے پہلے ہی ہو چکا تھا لیکن مجھے اس سے کیلینا تھا۔ وہیلی سے ٹھوڑے فاصلے پر ہم لوگ بھی فرار کوشش تھے اور اپنے آپ کو مشتربنڈ بنانے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ ہم غیر قانونی طور پر یہاں داخل ہوئے تھے، اعلیٰ درجے کی زندگی اختیار کرنے میں بھی کوئی قباحت نہ ہوتی، لیکن اس طرح ہم دوسروں کی توجہ کا مرکز بن جانے کا دردوں طرف غم کے دور دورہ تھا، نقص و موسیقی کے پروگرام پیش کیے جا رہے تھے، مسٹر وہیلی، ایمنی وہیلی اور دونوں بچے سبھی بیٹھے تھے اور ان ہنگاموں سے پریشان ہو رہے تھے، جبکہ دوسرے سیاح بدست آوارہ گردوں کی ان رنگ رلیوں میں گم ہو گئے تھے کہ وہاں ذوق نگاہ کے لیے بہت کچھ تھا۔

سمبوتورا دونوں ہاتھوں کی نشانیوں بنا کر سر کے نیچے رکھے ہوئے زمین پر دراز تھا اور میں بیٹھا ہوا یہ سوچ رہا تھا کہ اب کھنڈوں سے باہر نکلنے کے کیا انتظامات کیے جاسکتے ہیں شاید سمبوتورا کے ذہن میں بھی یہی خیال موجود تھا، ان نے کہا ”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ جس طرح ہم کھنڈوں میں داخل ہوئے ہیں اور مقامی محافظوں نے ہم سے تعرض نہیں کیا ہے اسی طرح آگے کا سفر کیا جائے۔“

”ہاں میرے ذہن میں خود بھی یہی خیال تھا۔“

”تو پھر اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے تجربہ کیا جائے، اچھا ہے اس طرح اپنے آپ پر اعتماد بھی بڑھے گا۔“ سمبوتورا نے کہا اور میں گہرا سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔

مات گنگوئی اور صبح ہم نے روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اب اس بات کا اطمینان ہو چکا تھا کہ ہماری طرف

کوئی بھی شخص متوجہ نہیں ہے اور کسی نے بھی ہمیں شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا، معاملہ آسانی حل ہو گیا ہے چنانچہ مسر و دلیبی کو اپنے پاس بلانے میں کوئی الجھن پیش نہ آئی اور ہم آگے کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

ایمانی پراسرار قوتوں پر مجھے خود بھی یقینی نہیں آتا تھا، ذہنی کیفیت میں کچھ نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی روح میں پاکیزگی بھی بڑھی تھی۔ یہ احساس دل میں جاگزیں ہو گیا تھا کہ اگر کچھ پایا جائے تو ذمہ دار باطن بڑھ جاتی ہیں اور انسانیت کا فرض ادا کرنے کا جذبہ شدید ہو جاتا ہے۔ جو خود تلاش ہو، وہ دوسروں کو کیا دے سکتا ہے، ہاں جیسے کچھ مل جائے اس پر لام ہے کہ اپنی ذات کے کسی اور کچھ نہ دے، تو کوئی دکھ بھی نہ دے۔ بہر طور سمبورٹورا نے کہا تھا کہ ہم درویش نہیں بنیں اپنے مقصد کے غلام ہیں، چنانچہ ہمیں درویشوں کی ہی سنت نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے لیکن اپنی ذات کی لقا اور بھی ضروری تھی۔ چنانچہ تمام مراحل سے نمٹنے کے لیے خود کو تیار کر لیا گیا۔

کھنڈو سے باہر نکلنے کے لیے ہم نے کچھ لوگوں کو اپنا شمار بنایا اور وہ ہمارے سحر میں گرفتار ہو گئے اور ہی سحر میں سمیٹے ہوئے انہوں نے ہمارے لیے بڑی آسانیاں فراہم کر دیں۔ اب ذہنی ذرا مطمئن ہونا چاہا تھا، کھنڈو سے باہر نکلے تو دل میں مسرت کی کرنیں جگمگا اٹھیں، ہم اپنی سر زمین پر پہنچ گئے تھے، گو یہ سر زمین سمبورٹورا کی نہیں تھی، لیکن وہ بھی میری طرح مسر و نظر آ رہا تھا، اس نے میرے ساتھ چلنے ہوئے کہا۔ "عزلیانی اپنی ذہن کی خوشبو کیسی ہوتی ہے؟"

"زمانے سحر کی خوشبوؤں سے زیادہ حسین ترین ہیں۔"

میں نے برسرِ تلے میں جواب دیا۔
"کیسا سکون محسوس ہو رہا ہوگا تمہیں؟ تبت کے اس ہونک سفر سے واپسی پر، اور یہ محسوس کر کے کہ اب تم اپنی سر زمین پر گھر کر رہے ہو، جہاں تمہیں اپنی شناخت کرنے کے لیے کوئی الجھن پیش نہیں آئے گی جہاں کے لوگ تمہیں ایک نگاہ دیکھ کر اپنا تسلیم کریں گے۔"

"ہاں سمبورٹورا کیوں نہیں؟ میں نے جواب دیا۔
"ہمارے دل میں ہی اپنی زمین کے لیے ایسی ہی

وہ بے چارے کافی کمزور ہو چکے تھے، حالانکہ بہت زیادہ رت نہیں گزرا تھا، لیکن ان کی حالت پہلے سے نہیں زیادہ زراب ہو گئی تھی۔

عز کریم بابا میں آگیا ہوں۔ میں آگیا ہوں۔"

"میاں میاں! کوہم بابا نے میرے سینے سے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔

"حوصلہ رکھے کریم بابا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں واپس آؤں گا۔"

"خدا تمہیں ہزاروں سال کی عمر دے۔ خدا تمہیں۔"

"کریم بابا میرے ساتھ کچھ مہان آئے ہیں، ان کو نبھال لیجئے۔ میں لے کر آؤں گا۔"

ایسی ہی کئی کئی کرے تھے، اس لیے مہانوں کے لیے کوئی وقت نہیں تھی۔ ان سب کو کریم بابا کے سپرد کر کے میں نے احتیازاً انداز میں اپنے کمرے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ جہاں میرا قیام تھا، اس وقت اس عمارت کے ایک ایک چبھے سے محبت محسوس ہو رہی تھی۔ دروازہ کھولا اور ٹھٹھک کر رہ گیا۔

ایک عجیب سا منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا، تو میرے کمرے میں میری مہری پر پاؤں رکھتے ہوئے تھی، اس کے دونوں ہاتھ سہری کے گیسے پر لگے ہوئے تھے اور آنکھیں جیسے غلام میں گھور رہی تھیں، تنہا کرنے میں تو میرا اس طرح موجود ہونا تعجب خیز تھا، اس نے دروازے پر ہونے والی آہٹ پر رنگاؤں اٹھا کر تجھے دیکھا،

دیکھتی رہی، لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی اس کے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہوتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیم خواب کی سی کیفیت تھی، بس وہ تجھے دیکھنے جا رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی کیفیت تھی، ذمہ سکرانی تھی، نہ رو رہی تھی، ایک حسرت ایک یاں کی کیفیت ان کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔

تو میرا اس کیفیت میں دیکھ کر دل کو ایک عجیب سا احساس ہوا، میں بھی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر مل جہند قدم آگے بڑھا اور میں نے اسے پکارا "تو میرا،"

میری اس پکار پر بھی اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ دہا نہ ہوئی اور میں نشوونما کا شمار ہو گیا۔ ضبط کے بندھن ٹوٹنے بارے تھے، تو میری یہ کیفیت میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

مجھے حقیقت نہیں سمجھ رہی تھی، بلکہ اس کی آنکھوں میں،

میں اسی خواب کی مانند تھا۔ شاید وہ کتنی ہی تھی میں نے اپنے آپ کو سمجھا لایا اور آگے بڑھ کر اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

"تو میرا آپ یہاں۔" میں نے اسے مخاطب کیا اور اب وہ بڑی طرح چونکی تھی، بالکل اسی طرح محسوس ہوا کہ جیسے زلزلہ سا آگیا ہو، وہ ہاتھوں کی طرح اٹوٹے کھڑکی ہو گئی اس کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سینے گچھ گئے۔ میں ایک قدم آگے بڑھا اور اب میں اس کے قریب تھا۔

"تو میرا،" میں نے اسے پکارا۔

"آپ۔ آپ واپس آگے عزلیانی۔ اس نے تعجباً انداز میں کہا۔

"ہاں تو میرا واپس آگیا۔ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" اوہ۔ اوہ۔ تو میر نے دونوں سمت کی دیواروں کو دیکھا۔ اس کے انداز میں کئی کئی چبھے سے محبت محسوس ہو رہی تھی۔ دروازہ کھولا اور ٹھٹھک کر رہ گیا۔

ایک عجیب سا منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا، تو میرے کمرے میں میری مہری پر پاؤں رکھتے ہوئے تھی، اس کے دونوں ہاتھ سہری کے گیسے پر لگے ہوئے تھے اور آنکھیں جیسے غلام میں گھور رہی تھیں، تنہا کرنے میں تو میرا اس طرح موجود ہونا تعجب خیز تھا، اس نے دروازے پر ہونے والی آہٹ پر رنگاؤں اٹھا کر تجھے دیکھا،

دیکھتی رہی، لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی اس کے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہوتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیم خواب کی سی کیفیت تھی، بس وہ تجھے دیکھنے جا رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی کیفیت تھی، ذمہ سکرانی تھی، نہ رو رہی تھی، ایک حسرت ایک یاں کی کیفیت ان کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔

تو میرا اس کیفیت میں دیکھ کر دل کو ایک عجیب سا احساس ہوا، میں بھی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر مل جہند قدم آگے بڑھا اور میں نے اسے پکارا "تو میرا،"

میری اس پکار پر بھی اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ دہا نہ ہوئی اور میں نشوونما کا شمار ہو گیا۔ ضبط کے بندھن ٹوٹنے بارے تھے، تو میری یہ کیفیت میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

مجھے حقیقت نہیں سمجھ رہی تھی، بلکہ اس کی آنکھوں میں،

میں اسی خواب کی مانند تھا۔ شاید وہ کتنی ہی تھی میں نے اپنے آپ کو سمجھا لایا اور آگے بڑھ کر اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

"تو میرا آپ یہاں۔" میں نے اسے مخاطب کیا اور اب وہ بڑی طرح چونکی تھی، بالکل اسی طرح محسوس ہوا کہ جیسے زلزلہ سا آگیا ہو، وہ ہاتھوں کی طرح اٹوٹے کھڑکی ہو گئی اس کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سینے گچھ گئے۔ میں ایک قدم آگے بڑھا اور اب میں اس کے قریب تھا۔

"تو میرا،" میں نے اسے پکارا۔

"آپ۔ آپ واپس آگے عزلیانی۔ اس نے تعجباً انداز میں کہا۔

"ہاں تو میرا واپس آگیا۔ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" اوہ۔ اوہ۔ تو میر نے دونوں سمت کی دیواروں کو دیکھا۔ اس کے انداز میں کئی کئی چبھے سے محبت محسوس ہو رہی تھی۔ دروازہ کھولا اور ٹھٹھک کر رہ گیا۔

ایک عجیب سا منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا، تو میرے کمرے میں میری مہری پر پاؤں رکھتے ہوئے تھی، اس کے دونوں ہاتھ سہری کے گیسے پر لگے ہوئے تھے اور آنکھیں جیسے غلام میں گھور رہی تھیں، تنہا کرنے میں تو میرا اس طرح موجود ہونا تعجب خیز تھا، اس نے دروازے پر ہونے والی آہٹ پر رنگاؤں اٹھا کر تجھے دیکھا،

دیکھتی رہی، لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی اس کے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہوتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیم خواب کی سی کیفیت تھی، بس وہ تجھے دیکھنے جا رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی کیفیت تھی، ذمہ سکرانی تھی، نہ رو رہی تھی، ایک حسرت ایک یاں کی کیفیت ان کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔

تو میرا اس کیفیت میں دیکھ کر دل کو ایک عجیب سا احساس ہوا، میں بھی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر مل جہند قدم آگے بڑھا اور میں نے اسے پکارا "تو میرا،"

میری اس پکار پر بھی اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ دہا نہ ہوئی اور میں نشوونما کا شمار ہو گیا۔ ضبط کے بندھن ٹوٹنے بارے تھے، تو میری یہ کیفیت میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

مجھے حقیقت نہیں سمجھ رہی تھی، بلکہ اس کی آنکھوں میں،

میں اسی خواب کی مانند تھا۔ شاید وہ کتنی ہی تھی میں نے اپنے آپ کو سمجھا لایا اور آگے بڑھ کر اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

"تو میرا آپ یہاں۔" میں نے اسے مخاطب کیا اور اب وہ بڑی طرح چونکی تھی، بالکل اسی طرح محسوس ہوا کہ جیسے زلزلہ سا آگیا ہو، وہ ہاتھوں کی طرح اٹوٹے کھڑکی ہو گئی اس کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سینے گچھ گئے۔ میں ایک قدم آگے بڑھا اور اب میں اس کے قریب تھا۔

"تو میرا،" میں نے اسے پکارا۔

"آپ۔ آپ واپس آگے عزلیانی۔ اس نے تعجباً انداز میں کہا۔

"ہاں تو میرا واپس آگیا۔ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" اوہ۔ اوہ۔ تو میر نے دونوں سمت کی دیواروں کو دیکھا۔ اس کے انداز میں کئی کئی چبھے سے محبت محسوس ہو رہی تھی۔ دروازہ کھولا اور ٹھٹھک کر رہ گیا۔

ایک عجیب سا منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا، تو میرے کمرے میں میری مہری پر پاؤں رکھتے ہوئے تھی، اس کے دونوں ہاتھ سہری کے گیسے پر لگے ہوئے تھے اور آنکھیں جیسے غلام میں گھور رہی تھیں، تنہا کرنے میں تو میرا اس طرح موجود ہونا تعجب خیز تھا، اس نے دروازے پر ہونے والی آہٹ پر رنگاؤں اٹھا کر تجھے دیکھا،

دیکھتی رہی، لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی اس کے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہوتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیم خواب کی سی کیفیت تھی، بس وہ تجھے دیکھنے جا رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی کیفیت تھی، ذمہ سکرانی تھی، نہ رو رہی تھی، ایک حسرت ایک یاں کی کیفیت ان کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔

تو میرا اس کیفیت میں دیکھ کر دل کو ایک عجیب سا احساس ہوا، میں بھی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر مل جہند قدم آگے بڑھا اور میں نے اسے پکارا "تو میرا،"

میری اس پکار پر بھی اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ دہا نہ ہوئی اور میں نشوونما کا شمار ہو گیا۔ ضبط کے بندھن ٹوٹنے بارے تھے، تو میری یہ کیفیت میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

مجھے حقیقت نہیں سمجھ رہی تھی، بلکہ اس کی آنکھوں میں،

دیا۔ اور چھپاک سے کر کے دروازے کے باہر نکل گئی۔
 میں خاموشی سے دروازے کو دیکھتا رہا تھا میرے ہونٹوں
 پر سکوہٹ پھیل گئی تھی۔ تو میری تمام کیفیات میرے ذہن میں
 تھیں اور مجھے لگتا تھا کہ میری فرحت کا احساس ہو رہا
 تھا، مجھے لگتا تھا کہ میں یوں لگ رہا تھا جیسے تہمت کی پٹریوں کو داؤدوں
 میں جو کو دار گھر سے مچکا لے گئے، جنہوں نے میری قربت محال
 کرنے کی کوشش کی تھی جنہوں نے میرے ذہن اور دل میں
 عارضی طور پر آگ لگا دی تھی۔ انہیں وہ مقام نہ دے کر میں
 نے تو میرے ساتھ انصاف کیا تھا۔ میرے دل میں اس کا جو
 مقام تھا وہ برقرار رہنے دیا تھا۔ اپنی اندر آتی تو میں نے
 اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

”اوہ مسٹر غزالی، سوری، دراصل میں آپ سے یہ
 پوچھنے آئی تھی کہ کیا بچوں کو شل کرا دوں، ان کے لباس
 جیسے ہو رہے ہیں، آپ کو بھی اندازہ ہے، میں جانتی تھی
 کہ تم کو بھی یہی شائبہ لگ کر لوں، اس کے لیے کچھ آسانیاں
 فراہم ہو سکتی ہیں۔“
 بالکل بالکل مسز ویلی۔ آپ بس تھوڑا سا وقت
 کر لیں میرا خیال ہے بس زیادہ سے زیادہ مزید ایک گھنٹہ
 برداشت کر لیں، بچوں کو تھلا دھلا دیں، میں خوری طور پر
 تمام انتظامات کیے دیتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ اپنی نے کہا اور باہر نکل گئی۔ میں بھی
 آہستہ آہستہ باہر نکل آیا تھا۔
 کریم بابا باوری خانے میں جانے وغیرہ بتائے میں مشور
 ہو گئے تھے۔ میری آہٹ پاکر باہر نکل آئے اور میرے نزدیک
 آکر ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئے۔ بیٹے، غزالی بیٹے، انہوں
 نے شدت جذبات سے لڑتی ہوئی آواز میں کہا اور میں ان کا
 شانہ ٹھیکے لگا۔ جہوں نے ان سے کہا کہ کریم بابا بہت سے
 کام کرتے ہیں، میرے ساتھ جو مہمان آتے ہیں ان میں جو
 خاتون ہیں ان کو کچھ خریداری کرنی ہے، آپ اس کا کچھ انتظام
 کیے ہیں؟“
 بیٹے آپ کہیں تو میں ان کے ساتھ چلا جاؤں۔ ڈرائیور کو
 بلا لیتا ہوں گاڑی مل جائے گی، جو یہ لوگ جاہیں گے خرید
 لیں گے۔“

”اچھا چند منٹ تو وقت کیجیے، میں باہر ہواؤں میں
 نے کہا اور انیکسی سے باہر نکلا۔ انیکسی کے دروازے سے
 نکل کر میں کوٹھی کی جانب چند قدم ہی بڑھا تھا کہ اندر سے بیگم

عین سے کہا۔
 ”عین اگر کوئی گاڑی ہو تو ڈرائیور کے ساتھ ذرا انیکسی
 بیچ دو، میرے ساتھ آیا ہوا خاندان لباس وغیرہ کی خریداری
 کرنا چاہتا ہے، جس جیلے میں ہم لوگ پہاں پہنچے ہیں اس
 کا اندازہ تم میرا حلیہ دیکھ کر لگا سکتے ہو، باقی لوگ کچھ اسی
 حلال میں ہیں۔“

”ابھی ایک منٹ میں انتظام کیے دیتا ہوں، خود جائیں
 گے وہ لوگ یا اگر کسی اور کی ضرورت ہو تو میں کسی کو بیچ کر منگوا
 دیتا ہوں، عین نے کہا۔“

”میں میرا خیال ہے، مسز اور مسز ویلی کو ڈرائیور کے
 ساتھ بھجوادو، اور ہاں مجھے ٹھوڑے سے پیسے بھی چاہئیں۔“
 ”ابھی لو،“ عین نے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ سو سو کے
 نوٹوں کی تین گڈیاں نکال لایا اور ان میں میرے حوالے کرتے
 ہوئے کہا: ”کافی ہوں گے یا اور کچھ۔“
 ”نہیں بھائی مجھے برائی جہاز نہیں خریدنا، بس یہ ایک
 گڈی ہی کافی ہے۔“ میں نے عین سے کہا اور میرا سے باہر
 روانہ کر دیا، عین تمام انتظامات کرنے کے بعد دس منٹ کے
 اندر اندر واپس پہنچ گیا تھا۔

”وہ لوگ روانہ ہو گئے ہیں، میں نے تمہاری طرف سے
 نوٹوں کی گڈی مسز ویلی کو دے دی ہے اور اپنا تعارف
 بھی کر دیا ہے، لیکن وہاں بوڑھا بابا اور ایک اور شخص بھی
 موجود ہے۔ یہ بوڑھا بابا تو جوں کا توں ہے کوئی تبدیلی نہیں
 ہوتی ہے۔ لیکن یہ دوسرے صاحب کون ہیں؟“
 ”بیٹھو۔“ اتنی ہی جلدی اچھی نہیں ہوتی ہے اس کا تعارف
 بھی ہو جائے گا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کنوڑ پر جمات سنگھ اور ڈاکٹر
 طاہر مل واپس پہنچ چکے ہیں۔“

”دونوں واپس آئے ہیں عین نے جواب دیا۔ میں نے
 گہری سانس لے کر انکھیں بند کر لیں، یہ پہلی خوبصورتی تھی جو
 مجھے ملی تھی، بیگم صاحبہ سے میری خیریت دریافت کرتی رہی
 تھی اور میں نے انہیں بتایا تھا کہ جس مقدمے کے تحت میں گیا
 تھا اس کی تکمیل ہو چکی ہے، اور میں خدا کے فضل و کرم سے
 خیریت سے ہوں۔“

”زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ حسن صاحب آندھی طوفان
 کی طرح پہنچ گئے، وہ آتے ہی آگے بڑھے اور مجھ سے لپٹ
 گئے اب میرے اور ان کے درمیان کوئی اجنبیت نہیں رہی
 تھی، حسن صاحب نے مجھے بالکل اسی طرح سینے سے لگا لیا تھا

جیسے عین کو لگا سکتے تھے، انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا
 ”تمہیں زندہ سلامت اس کوٹھی میں دیکھ کر جس مسرت کا احساس
 ہو رہا ہے اس کا اظہار میرے لیے ممکن نہیں ہے۔“
 ”آپ اظہار کے مجھے شرمندہ بھی کر دیں حسن صاحب
 میں جانتا ہوں کہ یہاں اس گھر میں میری کیا حیثیت ہے۔“
 میں نے جواب دیا۔

”اور سنو۔“ بالکل خیریت سے تو ہونا، کوئی فانی الجھن
 پریشانی یا تکلیف؟“

”جی نہیں، خدا کا فضل ہے۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”کنوڑ اور ڈاکٹر طاہر مل آگئے ہیں، اور میں پوری کہانی
 سن چکا ہوں، وہ تمہیں جو تم نے مجھے بھیجا تھا اس کے لیے
 میں تمہارا شکریہ گزار نہیں ہوں گا۔ کیونکہ یہ سب عین صاحب
 نے شدت جذبات کی وجہ سے خاموشی اختیار کر لی، غالباً
 ان کی آواز بھرا گئی تھی، چند لمحوں خاموشی رہنے کے بعد انہوں
 نے کہا: ”تمہارا حلیہ بہت خراب ہو رہا ہے، تھوہناؤ غسل
 وغیرہ کرو اس کے بعد المینا سے ملاقات ہوگی، یہ کہیں
 ان دونوں کو تمہاری آمد کی اطلاع دے دوں۔“
 ”کچھ وقت گدما جانے میں تو بہتر ہے، میں آپ لوگوں
 کے ساتھ رہ کر ان لمحات کی تلافی کرنا چاہتا ہوں جو آپ کے
 بغیر گزرے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ ابھی کسی کو اطلاع نہیں دی جائے
 گی زرا اس عین احمق سے بھی کہہ دو، وہ شدت جذبات
 میں دیوانہ ہو جائے۔“ حسن صاحب نے کہا دیکھنے گردن
 ہلا دی عین صاحب کے ساتھ جاتے پیسے کے بعد میں نے
 ان لوگوں سے اجازت مانگ لی، انیکسی میں آیا تو ویلی
 اور اس کے ساتھ اس کے بوی تھے موجود نہیں تھے۔ وہ
 خریداری کرنے گئے ہوئے تھے۔ کریم بابا جاتے دم کیے
 میرا انتظار کر رہے تھے۔

”بیٹے آپ نے چائے نہیں پئی۔ میں نے لپچہ لوگوں کو
 بلا دیا ہے۔“
 ”لائیے کریم بابا، بس ذرا وہاں چلا گیا تھا کہ کریم بابا
 جلدی سے چائے لے آئے، میں نے ان سے دوسری پہاٹی
 بھی منگوائی اور وہ مسکراتے ہوئے اپنے لیے چائے لے کر میرے
 سامنے آ بیٹھے۔“ بیٹے تم بالکل ٹھیک تو ہونا۔“
 ”ہاں کریم بابا۔ آپ کی دعاؤں کی وجہ سے میں بالکل
 خیریت سے ہوں۔“

”کریم بابا لرزتے ہاتھوں سے مجھے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگے۔ پھر انہوں نے کہا: کپڑے نکال کر استری کر دیے ہیں میں نے، غسل کر کے کپڑے پہن کر شیونما سے کاساماں بھی سب ٹھیک کر دیا ہے۔“

”شکر ہے کریم بابا۔“ میں نے کہا۔ غسل خانے میں جا کر شیونمایا، صورت ہی بدل کر رہ گئی تھی، آئینے میں، میں نے اس طرح اپنے آپ کو دیکھا، جیسے اس تمام وقت کے دوران پہلی بار اپنی صورت دیکھ رہا ہوں۔ درحقیقت بالکل ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ عجیب و غریب شکل ہو کر رہ گئی تھی، لیکن تھوڑی دیر بعد یہ شکل اصل حالت میں آگئی۔ میں نے دل میں سوچا کہ تنویر نے مجھے اس شکل میں دیکھ کر کیا سوچا ہوگا۔ لیکن اس نے جو کچھ سوچا تھا وہ میری نگاہوں کے سامنے تھا تنویر کے اس انداز، اس کیفیت نے ہم دونوں کے درمیان صدیوں کے فاصلے کو مٹا کر دیا ہے۔

مزید کچھ کہنے یا سننے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی ہاں وہ لمحات باریادہ ذہن میں آجاتے تھے جنہوں نے مجھے کچھ وقت کے لیے جھٹکا تھا۔ ابن ساریا، اندرت، جولیا۔ یہ تمام کردار مسلسل میرے ذہن اور دل کو جرجرے لگاتے رہے تھے، لیکن یہاں آنے کے بعد احساس ہوا تھا کہ ان کی محبت، ان کے پیار اور تنویر کے انداز میں کیا فرق ہے، سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا یہ بات اس وقت بھی ذہن میں آتی تھی کہ تنویر بہر طور مجھ سے کہیں بلند حیثیت کی مالک ہے، گوارا اپنے طور پر ایک عظیم خزانے کو چھوڑ آیا ہوں جس کا حصول میرے لیے ناممکن نہیں تھا اور اس خزانے کے حصول کے بعد اگر مالی طور پر شخصیتوں کو پرکھا جائے تو میں ان سب سے کہیں زیادہ بلند ہو سکتا تھا، لیکن اس کی کیفیت پر ہی نظر رکھنی تھی، اس کی نڈ سے میں اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا تھا کہ تنویر حسن صاحب کی بیٹی اور حسن کی بہن ہے، اور میں وہ ہوں جسے ان لوگوں نے سہارا دیا ہے۔ لیکن محبت کی راہ میں رکاوٹیں بعض اوقات نظر انداز ہونی پڑتی ہیں، میں ان خیالات سے اپنے ذہن کو پرانگہ نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ طویل عرصے کے بعد تنویر کی زیارت نصیب ہوئی تھی، اس احساس سے میں اپنے جذبات کا سفر ترک نہیں کر سکتا تھا، جتنا بوجھ میں نے ان تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ تنویر اور حسن پھر ایک ہی بیچ لگے۔ حسن نے کہا: ”بھئی صاف کرنا نہیں اب اتنا زیادہ

وقت بھی نہیں دیا جا سکتا کہ تم ایک ہی میں روپوش ہو کر رہی رہ جاؤ غسل وغیرہ کو کرنا تھا تو کوئی ہی نہیں آجاتے۔“

”آجاؤ۔ ایسا کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے، مجھے غسل کرنا تھا سو کر چکا۔“

کمال ہے، بالکل جھگی بند رہیں کر آتے تھے، لیکن پھر لوہار سے شہر کو کہیں ایک ماہ بھر سے انسان بنا دیا ہے۔ ”بہت بہت مسکریہ۔ تمہارا اور تمہارے شہر کا یہ بناؤ ہماری فرسوخ بھائی کے کیا حال ہیں۔“

”آہ۔ اے غلط انسان تیری وجہ سے بڑے خساروں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔“

”کیوں خیریت۔“ میں نے گھبراتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

”کچھ نہیں غزالی صاحب، اور اصل فرسوخ بھائی کے والدین یہ شادی کرنا چاہتے تھے، جب الوتبت سے واپس آئے تو انہوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ شادی کر دی جائے، کیونکہ انکل کو کوئی ضروری کام تھا اور انہیں چند ماہ کے لیے ملک سے باہر جانا تھا، لیکن بیٹا نے انکار کر دیا، انہوں نے کہا کہ جب تک غزالی واپس نہیں آجاتا میں گئے وہ شادی نہیں کریں گے۔“

”ارے حسن یہ کیا حماقت تھی، مگر میں اتنا فرسوخ بھائی سے ملاقات بھائی کی حیثیت سے ہوتی تو کتنا لطف آتا۔“

”میں نے محسن اور تنویر سے ان کا تعارف کرایا۔ مسز ویلی ہی بہت تباہ کن سے تنویر سے ملیں۔“ ان کی ایک ہولناکی تو دیکھ چکی ہوں اب تعارف بھی ہو گیا۔“

”آپ نے نکلتی سے بچوں کو غسل وغیرہ کرائیں۔ ہم لوگ بیچ ساتھ کریں گے۔“

”ہاں میں تھوڑی دیر کیلئے اجازت چاہتی ہوں۔ مسز ویلی نے کہا اور چلی گئی۔“

”ان لوگوں سے تبت میں ملاقات ہوتی تھی غزالی۔“

”ہاں طویل ساتھ رہا ہے ہوں سمجھو کم نے ایک دوسرے کی مدد سے ہی زندگی پائی ہے مسز ویلی بہت بڑے سائنس دان ہیں اور اپنے فن میں کمال رکھتے ہیں۔“ میں نے کہا۔

”میرے خیال میں ان لوگوں کو کوئی میں ٹھہرایا جائے یہاں انہیں تکلیف ہوگی، تنویر نے کہا۔“

”غزالی اب ہماری ملازمت ترک کر چکے ہیں اس لیے میرے دوست کی حیثیت سے اب ان کا قیام ہی کوئی ہی میں ہوگا،“ حسن نے کہا۔

”میرا مقصود صاف ہے۔ مجھے نوکری سے کیوں نکالا جا رہا ہے۔“

”میں نے مصیبت سے پوچھا۔“

”انہی طویل طعیر حاضری کے بعد تم نے دوسرے آدمی کا انتظام کر لیا ہے اس لیے آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔“

”حسن نے سنجیدگی سے کہا۔“

”یہ ظلم ہے میں چھٹی پر تھا۔“ میں نے فریادی انداز میں کہا۔

”اب اس اپیل پر کوئی غور نہیں ہو سکتا۔“

”آپ ہی کوئی سفارش کریں تنویر میں نے کہا۔“

”بڑے بھائی کے سامنے میں کچھ نہیں بول سکتی۔“

”تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”یہ مناسب نہیں ہوگا، میرے ساتھ سمبھو تو راور اور پوروا بابا بھی ہے۔ ان لوگوں کو میں کوئی سے دور ہی رکھنا چاہتا ہوں۔“

”مسز ویلی اور مسز ویلی کے لیے ضرور انتظام کر لو۔“

”اگر کوئی مجھ سے تو دوسری بات ہے،“ حسن نے کہا۔

”لوڑے بابا کی کیفیت کچھ بہتر ہوتی ہے غزالی صاحب کو تنویر نے پوچھا۔“

”نہیں۔ کوئی فرق نہیں ہے، ساسی لیے کہہ رہا ہوں کچھ ایک ہی میں رہنے دیا جائے۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

"ٹھیک ہے بیٹا۔ اگر مجھ کوئی ہے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"اوکے۔ چلیں تو میرا اب اپنے پر تو ملاقات ہو رہی رہی ہے۔"

"جی چلیے۔" تو میر نے کہا اور دونوں اٹھ کھڑے ہوئے

انھیں رخصت کر کے میں اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں سمبوتورا اور گوین موجود تھے۔ گوین کو غسل کرادیا گیا تھا۔ پڑھشت سفر سے تھک کر وہ گہری نیند سو گیا تھا۔ سمبوتور نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا توجیل ہی بدل گیا غزالی۔"

"ہاں سمبوتورا میں تو اپنی اصل شکل ہی بھول گیا تھا۔"

"تم یہاں اگر بہت خوش معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں میں بہت خوش ہوں۔"

"ہیں فوراً ہی کام شروع کرنے کی جلدی نہیں ہے غزالی۔ میں پورے طلوع سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ تم اطمینان سے یہاں کچھ وقت گزارو، سفر کی تھکن بھی دور ہو جائے گی اور ہم نئے سفر کے لیے خود کو مستعد کر لیں گے۔ البتہ ایک درخواست میں مزور کروں گا۔"

"وہ کیا۔؟"

"مجھے اسی پرسکون جگہ رہنے دینا۔ گوین کی گھڑانی بھی ہوتی رہے گی اور میں بھی پرسکون رہوں گا۔ تم جانتے ہو میں گھر کیلوا محل سے ذرا بھی واقفیت نہیں رکھتا ان لوگوں کے درمیان تمہارا شاہن جاؤں گا۔"

"تمہاری خواہش کے احترام کے طور پر یہ کیا جاسکتا ہے سمبوتورا جبکہ تمہیں وغیرہ سب کے لیے اندر کوٹھی میں بندوبست کر رہے ہیں۔"

"مجھے اگر نہیں رہنے کی اجازت دیدو تو میں زیادہ مطمئن رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انہیں کسی نہ کسی طرح مطمئن کر دوں گا۔"

"بس ان سے کہہ دو تاکہ میں گوین کا خادم ہوں۔"

"نہیں سمبوتورا یہ مناسب نہیں ہو گا تم شاید ظاہری اور کونو کو بھول گئے ہو۔ وہ تمہارا تذکرہ کرے گا کہ وہ تمہارے بارے میں ضرور پوچھیں گے لیکن میں ان سے کہہ دوں گا کہ تم گوین کی گھڑانی کرتے ہو۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ سمبوتور نے کہا۔ مسٹر اور مسز ویلی تیار ہو گئے۔ وہ لوگ خوش نظر آ رہے تھے پھر پانچ

کے لیے بلاوا دیا گیا اور میں ویلی خاندان کے ساتھ کوٹھی کے اندر دلی شہتے میں چل پڑا۔ ویلی نے سمبوتورا کے بارے میں پوچھا تو میں نے انھیں بھی گوین کے حملے سے مطمئن کر دیا ہم لوگ اندر پہنچ گئے۔ تمام لوگوں کا پُر جوش خیر مقدم کیا گیا۔ حسن صاحب نے دوسرے مہمانوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا۔ سمبوتورا گوین کے ساتھ ہے۔ ان دونوں کے لیے وہیں انتظام کر لیا جائے گا بیگم صاحب نے ملازموں کو ہدایت کر دی تھی۔"

"کھانے کے بعد حسن صاحب مسز ویلی سے گفتگو کرنے لگے۔ مسز ویلی بیگم صاحب سے گفتگو کرنے میں مصروف ہو گئیں، حسن ویلی کے دونوں بچوں سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ تو میر کرنے سے چلی گئی تھی۔"

"میں ذرا ان لوگوں کی خبر لے لوں۔" میں نے کہا۔

"چلو میں بھی چل رہا ہوں۔" حسن نے کہا اور میرے ساتھ ایکسی کی طرف چل پڑا۔ بس اتنا بتا دو غزالی۔ اب تو تم ان جھگڑوں سے آزاد ہو گئے ہو۔" دانتے میں حسن نے مجھ سے پوچھا۔

"گوں پوچھ رہے ہو۔"

"یار تمہارے بارے میں بھی کچھ سوچنا ہے۔ کیا تم ایسے ہی زندگی گزار دو گے۔ میری تو ڈیڑھی سے بھی اس بارے میں بات ہو چکی ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ انھوں نے غزالی کو اس کے مشن سے دور کر دیا ہے۔ کیا بیگم صاحبہ اور اس سچک میں پڑ گئے۔"

"ایسے ہی زندگی نہیں گزاروں گا حسن۔ کچھ کچھ ضرور کرنا گا۔"

"بوڑھے بابا کی والہی میرے لیے تشویش ناک ہے سارا کھیل اسی کی وجہ سے خراب ہوا۔ تھا اور وہ اب تک تم سے چپکا ہوا ہے۔"

"فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اسی ہم کیا کیا تیبو نکلا خزانے کا پتہ پتہ چلا نہیں؟"

"حسن صاحب سے نہیں پوچھا اس بارے میں۔"

"یاد رہا اصل ہمارا انداز فکر مختلف ہے۔ ہمارے نزدیک وہ خزانے سب سے زیادہ قیمتی ہے جو دلوں کو مسترت بخشنے والی خزانے آتے جاتے رہتے ہیں۔"

"مجھے تمہارے اس انداز فکر سے اختلاف نہیں ہے۔"

"تو پھر کڑا کوئی کیا اگر عشق، حصولِ محبوب کی ہم سرگرداوار کامنات کے اس عظیم خزانے کو حاصل کر کے اللہ

"جاؤ۔"

"غور کروں گا۔ میں نے سکتا ہے کہ اسے کہنا۔ ایکسی میں خل ہوا تو کرم بابا سمبوتورا کے سامنے سے رتن اٹھا رہے۔ سمبوتورا نے کہا۔ ہم لوگوں کو اتنا عمدہ کھانا کھلا کر تم ہم پر فکر کر رہے ہو غزالی۔ آئندہ بھی اس کی طلب ہوگی۔"

"اس سے بھی عمدہ کھانا پیش کیا جائے گا مسٹر سمبوتورا۔"

"اب اطمینان رکھیں۔ حسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر بوڑھے بابا کا جائزہ لینے لگا۔ بوڑھے بابا نے اس کو ٹھی لڑ پھانسا یا نہیں۔؟"

"اوہ۔ اس کا اندازہ نہیں ہو سکا آپ کا کیا خیال ہے مسٹر سمبوتورا؟ میں نے سمبوتورا سے پوچھا۔"

"وہ حسبِ معمول ہے۔ کوئی خاص اظہار نہیں ہو سکا۔ سمبوتورا نے جواب دیا۔ حسن تو بڑی دیر تک سمبوتور سے بات کرتا رہا اور اس کے بعد وہ مجھ سے اجازت کے کہنے لگا۔ ابھی تک کلام کا موقع نہیں ملا تھا اس لیے میں آرام کرنے لیٹ لیگا۔ ذہن پر خیالات کی بیخار ہو رہی تھی لیکن میں نے قوت ادا دی سے کام لے کر خیال کی کھڑکی بند کر دی اور خود پر نیند لاری کر لی۔ جس کا وقت دو گھنٹے معین کر لیا گیا تھا۔ ان دو گھنٹوں میں کیا ہوا کون کیا کون آیا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ جاگا تو باہر آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ دو گھنٹوں کی پڑ نیند اس طویل تھکن کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی جو میرے دل و دماغ پر طاری تھی لیکن بہر حال طبیعت پرسکون ہو گئی تھی۔ مجھے چاہنے والے باہر موجود تھے۔ جس کی آواز سنائی دی۔ جاگ جائیں تو اندر بیچ دین کریم بابا۔ جی جھوٹے میاں۔ کہہ کر بابا کی آواز سن کر میں مسکرا رہا سمیر میں نے ماہر لنگ کر کہا۔ میں جاگ گیا ہوں حسن۔"

"اوہ۔ بڑی گہری نیند سو گئے تھے جلدی سے تیل ہو گا۔ سب لوگ انتظار کر رہے ہیں۔"

"بس چند منٹ میں آتا ہوں تم چلو۔"

"نہیں میں بیٹھا ہوا ہوں۔" حسن نے کہا۔ تیاریاں لیا کرتی تھیں، چہرے پر بانی کے چھینٹے مارے بال وغیرہ بھی سنوارے اور باہر نکل آیا۔

"کپڑے نہیں تبدیل کرو گے۔؟ حسن نے پوچھا۔"

"کیا ضرورت ہے۔؟"

"بدل لو بار گڑ گڑ ہو گئی ہے۔" حسن نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا۔؟"

"اب تم سے کیا چھوڑا۔ رخت جوش میں فریج کو فون کر بیٹھا تھا۔" حسن نے جھینپے پورے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"یار فون کا مطلب فون یعنی ٹیلی فون ہی ہوتا ہے۔"

"خوب تو پوچھ کر کہا ہوا۔؟"

"میں نے اسے بتا دیا تھا کہ تم آگئے ہو۔"

"خا ہر ہے تم ملاقات کے کسی موقع کو کیسے خالی کر سکتے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"مگر یہ عورتیں بھی کال ہوتی ہیں یار۔"

"بگھ اور بھی ہو گیا۔۔؟"

"ہاں۔ اس نے ہمارا فون کر دیا۔ بیلا یہ بات بیٹھ میں کہاں رہ سکتی تھی۔ ہمارے ساتھ بلا کر ظاہر کیوں نہ لے اور انہوں نے اطلاع دی ہے وہ کنو صاحب کو فون کرنے آئے ہیں اور کنو صاحب نے کہا ہے کہ وہ فوراً بیلڈیز کا رینجیج رہے ہیں۔" حسن نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میرا مقہہ چھوٹ گیا۔

"سنس رہے ہو یار۔ ڈیڑھی مسل خوارنگا ہوں سے مجھے گھور رہے ہیں۔ وہ لوگ تقریباً بولنے دو گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ مہلا تم سے بے نظیر گیرے جاسکتے ہیں۔"

"چلو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"فرق پڑتا ہے یار۔ اصل مسئلہ کنو صاحب کا ہے جو یہاں آئیں گے اور قیام بھی کریں گے۔"

"میرا کیا قصور ہے اس میں۔؟"

"اب میری مدد کر دو۔" باس بہن لو خدا کے واسطے کسی بیزارگی کا اظہار مت کرنا مجھ پر برا وقت آ پڑا ہے۔"

"حسن کی بد خواہی پر میں ہنستا رہا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ جانے سے پہلے سمبوتورا کے کمرے میں جانا کونین سو رہا تھا۔"

"تم توجید ہو گئے سمبوتورا۔ میں نے کہا۔"

"نہیں غزالی۔ مجھے تو یہ قید تمام ہنگاموں سے زیادہ پسند ہے۔ جب تک کہ اس کے پوچھنے سے نہ رہو۔ میں بالکل خوش اور پرسکون ہوں۔ سمبوتورا نے جواب دیا۔

"چلو اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور حسن کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لان پر کرسیاں نظر آ رہی تھیں ظاہری حسن صاحب، فریج، ہما اور تو میر موجود تھیں بیگم صاحبہ بھی تھیں اور ویلی خاندان بھی، سب ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔ مجھے دیکھ کر سب ہی کھڑے ہو گئے۔

"یقین نہیں آتا غزال! ڈاکٹر طاہر علی مجھ سے بھگتے پرتے ہوتے ہوئے۔ ہاں مجھ کو نیکوئی سمجھ کے مجھ سے بٹ گئی تھی۔ کیسی ہو رہا؟" میں نے برا دروازہ محبت سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں جیسا تمہیں دن رات یاد کرتی رہی ہوں" ہمارے لہجے میں بھی پورا پورا خلوص تھا۔ طاہر علی بہت بڑے جوش نظر آ رہے تھے۔ سنبھلے سمبھولے اور گونگے بھی تھکے ساتھ آئے ہیں؟ انہوں نے کہا۔

"جی ہاں وہ دونوں بھی ہیں؟"

"یقیناً کسی پروگرام سے آئے ہوں گے؟"

"ہاں نکل؟"

"کیا پروگرام ہے؟"

"اس سلسلے میں مناسب وقت پر آپ سے گفتگو ہوگی بہت سے مشورے بھی دیکھ رہے ہیں گے۔ آپ اپنی تو سنبھلے؟"

"تاحیات کسی خزانے کا تصور نہیں کروں گا۔ واپس آ کر خدا سے توبہ کی ہے۔" طاہر علی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ لاتے تھے آپ وہ سلامت پہنچ گیا؟"

"ہاں لیکن جس طرح پہنچا ہے، خدا کی پناہ۔ کیا تم نے بھی اسی دبا سے سفر کیا تھا؟"

"جی ہاں۔ آپ کو کیسا لگا وہ سفر؟"

"میں تو راستے میں ہوس چتا رہا تھا کہ وہیں نے خوب سزا دی۔ کس طرح بیچ نکلے اللہ ہی جانتا ہے، ہماری بھونچکی کچھ نہیں آیا۔"

"طاہر علی صاحب۔ دوسرے راستے سے آپ شاید زندگی بھر یہاں رہنے پانچے پاتے؟"

"واپس آئے کے بعد اس حقیقت کا بھی احساس ہو گیا تھا۔"

"مہر حال مجھے خوشی ہے کہ ہم سب ایک بار بچے زندہ و سلامت اپنے شہر پہنچ کر ایک دوسرے سے مل رہے ہیں؟"

"ہاں لیکن تمہاری طرف سے افسردہ ہوں؟"

"کیوں؟"

"کاش غزال تم بھی ہمارے ساتھ اسی شہر میں پر سکون زندگی گزارتے لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ تم ابھی ہوش میں نہیں آتے ہو؟"

"ہاں ڈاکٹر صاحب یہ حقیقت ہے کہ میں ابھی تک ہوش میں نہیں آیا۔ میں نے سکاٹے ہوئے کہا۔"

ڈاکٹر ڈیڑی آپ کے مذاکرات مکمل ہو گئے ہوں تو اب انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ میں جانتی ہوں آپ انہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے؟" سہانے کہا۔ اور ڈاکٹر طاہر علی نے مسکراتے ہوئے شانے ہلا دیے۔

"آؤ جیتا؟" ہمانے کہا اور میں ہنستا ہوا ان لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ عمن بھی ساتھ تھا۔

"آپ کی محبت تو اور شاندار ہو گئی ہے غزال! بھائی فریکو نے کہا۔

"لیکن آپ لوگ مجھے کچھ نئے نئے نظرات آتے ہیں؟ میں نے فریکو اور عمن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" فریکو نے کہا۔

"میں اس صفائی سے صدمہ نہیں لوں سکتا۔"

عمن آہستہ سے بولا اور سب ہنس پڑے۔

"تبت کی پراسرار زندگی کے بارے میں تو آپ اب بہت کچھ بتا سکتے ہیں لہذا اور انکشافوں کے اس انوکھے دلیں میں آپ نے بہت سی چیزیں دیکھی ہوں گی؟"

"اس کے لیے میں نہیں تبت کی تاریخ اور جزئیات اور دل کا۔ کوئی کام کی بات کرو؟" عمن ناک چڑھا کر بولا۔

"پراسرار تبت مجھوں کی سرزمین ہے۔ مجھ میں تمہیں اپنا پورا سفر نامہ سناتا ہوں۔ میں نے شہرارت سے سکاٹے ہوئے کہا۔

"میرے بھائی۔ میرے بھائی رجم نہیں ہو سکتا۔ میں رجم کی اپیل کرتا ہوں؟" عمن نے رو دینے والے انداز میں کہا۔

"بات کرنے میں عمن؟" فریکو نے کہا۔

"بات کرنے کے لیے کس کا فریضہ منس کیلے ہے لیکن کوئی بات تو ہو؟" عمن وادیا کرنے والے انداز میں بولا۔

"وہاں کی ہواؤں میں سحر ہے۔ یہ سحر انسان کو بہت کچھ سکھاتا ہے۔ اس کی شخصیت کچھ انوکھے روز سے متا ہوتی ہے؟"

"مجھ میں اس نے کچھ نہیں سکھایا۔ یہ تک نہیں کس وقت؟"

انسان کے دل میں کیا احساسات ہوتے ہیں۔ کون کس وقت کیا سوچتا ہے کیا چاہتا ہے؟"

"مجھے سکھایا ہے عمن کہ تم سوچو جس بتادوں گا کہ تم کیا سوچ رہے ہو؟ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا تو اس وقت میں جو سوچ رہا ہوں پروردگار بتادیں؟ عمن نے کہا اور انہیں بند کر لیں میں نے سکاٹے ہوئے گہری نگاہوں سے عمن کو دیکھا اور اس کے دماغ میں

بھاگنے لگا۔ عمن میں نے کہا۔" ہاں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تمہاری خواہش کے مطابق میں عمن صاحب سے بات کروں گا؟"

"تک کیا بکواس ہے کیسی بات۔؟" عمن نے پوچھا اور انہیں چھوڑ کر عمن نے مجھ سے بہت کم گنتی کی تھی اس نے جو خاک کے بارے میں پوچھا ان لوگوں کو نیلے برادران اور جو لیا کی موت کا کلمہ ہو چکا تھا۔

"ہاں جو لیا کی موت کا کلمہ ہو چکا تھا۔"

"میں نے گہری سانس لے کر کہا۔"

"مسٹر برادران کو اسے تبت نہیں لے جانا چاہیے تھا؟"

انہیں ہنگاموں میں رات ہو گئی۔ ڈرنگ کے لیے سویر بھا اپنی بیٹی اور شا کے ساتھ پہنچے گئے ڈاکٹر طاہر علی بھی آگئے تھے۔ اور شا کی نگاہوں میں میرے لیے اجنبیت تھی اسے دیکھ کر میں نے تنہا سے اس کے بارے میں پوچھا تو تنہا سے کہا۔

"اس کی حالت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کبھی تو رائل سنجہ اور ملٹن ہوتی ہے اور کبھی راستے سے بھٹک جاتی ہے؟"

"آپ کے کیسے مزاج ہیں اور شا دیوی۔؟"

"ٹھیک ہوں آپ کہاں سے آئے ہیں۔؟"

"آپ مجھے پہچانتی ہیں۔؟"

"کیا ہم پہلے کبھی مل چکے ہیں۔؟"

"آپ کو یاد نہیں تو جانے دیں؟ میں نے کہا۔"

شکلا نے اس دنیا کو یاد رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ یادیں کسی انسان کو کیا دے سکتی ہیں، دکھ کے سوا؟" اوشانے کہا۔

"ہاں آپ کا خیال درست ہے؟"

"بس کچھ سوچیں لگا ہوں میں پوشیدہ رہ جاتی ہیں اور اگر ذہن پر زور ڈالا جائے تو کچھ یاد بھی آجاتا ہے، دیکھنے والے گتے ہیں آپ۔ کیا نام ہے آپ کا۔؟"

"غزال؟"

"کچھ یاد نہیں آتا لیکن کیا فرق پڑتا ہے، انسان جب بھی مل جائے اشتناسائی ہو جاتی ہے؟" اوشانے کہا اور میں گردن ہلا دی۔

گنڈ پر بھات سنگھ مجھ سے میرے سفر کی داستان پوچھ رہے تھے، وہیں کے حالات پوچھ رہے تھے، جس صاحب بھی شامل تھے، کافی دیر تک یہ گفتگو رہی، پھر نور پر بھات سنگھ نے پوچھا۔

"غزال! کیا تم نے اپنے فیصلے میں کوئی تبدیلی پیدا کی ہے؟"

"کیسی تبدیلی نور صاحب۔؟"

"بھئی وہاں جو باتیں ہوتی تھیں، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ سب خواب ہو، یقین کر، رازوں کو کبھی وہاں کے

منافز خواب میں دیکھتا ہوں تو جاگ جاتا ہوں اور جاگ کر سوجتا ہوں کہ یہ خواب ہی ہو تو اچھا ہے، وہاں سے تو زندہ واپسی کا تصور ہی ذہن سے نکل گیا تھا، لیکن تقدیر بھی کہ ہم زندہ نکل گئے، وہ دریا جس میں تم نے نہیں ڈال دیا تھا، موت کا دریا ہی تھا، جب تک اس میں سفر کرتے رہے یہ سوچتے رہے کہ خزانے کے ساتھ ہمارے جسم کے ٹکڑے اس دریا کی تہ میں بیٹھ جائیں گے، جھیلیاں گوشت چٹا کر جائیں گی اور بڑیاں کبھی کسی ایسے شخص کو دستیاب ہو جائیں گی، جو اس دریا میں موتی تلاش کرنے کے لیے اترے۔ لیکن جب کھٹنڈو پہنچے، تو یہ احساس ہوا کہ اس کے علاوہ یہاں تک مخلوق طریقے سے آنے کا کوئی راستہ ہی نہیں تھا کھٹنڈو میں البتہ ہمیں خاصی مشکلات سے گذرنا پڑا۔ میرے مدعو کرنے کے لیے ایک باہر چرمان تھیلی پر رکھنا پڑی کیونکہ سرحد کی حفاظت اسمگلروں کی تلاش میں سرگراں رہتے ہیں، ہمیں ان سے چھپنے کے لیے گندے نالے میں سفر کرنا پڑا تھا۔

”بہر طور آپ یقین کیجیے کہ مجھے آپ کی خیریت سے دلچسپی پرولی مسترت ہوتی تھی، وہاں پر بھی یہی سوچتا رہا تھا کہ جس محنت اور لگن سے میں نے اس ہولناک دیر لانے سے آپ کو آزادی دلائی ہے اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟“

”وہی ہے میں نے اپنا فرض پوری دیانت داری سے پورا کیا ہے، جس میں موجود ہیں اور تم بھی ڈاکٹر طاہر علی اس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ جو کچھ تم نے سن کے لیے دیا تھا وہ میں نے کسی بھی شے میں دہرایا کیونکہ لیکچر سن کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے امانت میں کوئی خیانت نہیں کی۔“

”کنور صاحب میں آپ کی ذات سے ایسی امید بھی نہیں رکھتا۔“

”کیا ہو گیا تھا طاہر علی بہم کو، کیا ہو گیا تھا، کچھ اندازہ ہے ہم وہی لوگ ہیں نا جو تبت کے دس افراد میں جانوروں کی طرح پھینکے پھر رہے تھے اور کسی لمحے ہمیں زندگی کی امید نہیں تھی۔ لیکن آج ہم زندہ سلامت اپنی سرزمین پر موجود ہیں۔ یہاں بیٹھے ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے پوچھا تھا غزالی کہ اگر ہم ایک مہمہ کے کردہ یعنی کی جانب سفر کریں تو کیا اس خزانے میں سے مزید کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو ڈاکٹر طاہر علی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا کہ خزانے ایک انوکھا فلسفہ ہوتے ہیں اور اگر اس فلسفہ میں پھنس کر کوئی زندہ واپس نکل آئے تو پھر اسے دوسرا سحر کہنا چاہیے۔ ہم لوگوں کو واقعی زندگی کا کوئی

امید نہیں تھی۔“

”چھوڑ لے ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ بہر طور میرا ہی یہی تجربہ ہے کہ خزانے زندگی کے احساسات کے قائل ہوتے ہیں، دولت کے انبار لے کر ہیں، کچھ نہیں ملتا ان پر بیٹھ کر بس انسان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے یہی اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”بالکل ٹھیک کہتے ہو غزالی، واقعی انسان اپنی شخصیت کو بیٹھتا ہے۔“

”مجھ سے بوجھو۔ میں نے اس سلسلے میں کیا کچھ کیا ہے جو کچھ کر چکا ہوں، اس پر اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکتا دیکھو وہ تمام چیزیں بہت بڑی حیثیت کی حامل ہیں، یقین کرو غزالی ان میں سے ایک ایک میرا بہت بڑی قیمت رکھتا ہے۔ میں ان میں سے کچھ ایشیا کو بیرونی ممالک کا فروخت کرنا چاہتا ہوں، یہاں ان کی صحیح قیمت نہیں ملے گی۔ مجھے واقعی خزانے کی ضرورت تھی، میرے حالات سدھ جائیں گے اور ایک بد پھر میں اپنی ساکھ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ویسے اس شخص سے غرض میں جی میں نے بہت کچھ کر لیا ہے اور غزالی یہ سب کچھ کرتے ہوئے دل میں بار بار تمہارا خیال آتا ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمہاری ہی ذات تھی جس نے مجھے ایک باہر میرے اپنے وجود میں سفر کر دیا ہے، اپنے آپ کو قائم رکھنے کے لیے قرضے کے بوجھ اس قدر بڑھ گئے تھے کہ بعض اوقات میں بے مدد رساں ہوجاتا تھا۔ اور سوچتا تھا کہ بالآخر وہ دن آنے والا ہے جب دھول کا بول لعل جائے گا لیکن اب میں نے وہ تمام قرضے ادا کر دیے ہیں، اور بہت ہی مختصر وقت میں میرے پاس اب اتنا موجود ہے کہ میں اپنی حیثیت برقرار رکھ سکوں۔ بس اوشا کی ذہنی کیفیت اور درست ہو جائے۔“

میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے اوشا کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا ”اوشا مکمل طور پر محبت یاب ہو چکی ہے غزالی، اگر اس کے اندر تو بڑی بہت ذہنی کمی باقی رہ گئی ہے، تو وہ اس کی مشاوری کے بعد بالکل دور ہو جائے گی۔ دراصل کنور پر بھارت سنگھ نے بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم اوشا کی تمام تر ذہنی کیفیت سے واقف ہو اس لیے میں نہیں یہ تفصیل بتا رہا ہوں۔ اوشا کے ذہن پر ایک بوجھ ہے اور یہ بوجھ اسی وقت دور ہو سکتا ہے جب وہ اپنے لیے کسی کو پسند کرنے کنور پر بھارت سنگھ اب میرے مشورہ پر عمل کر رہے ہیں، اوشا کو مختلف پائپوں

میں لے جایا جاتا ہے، اور ایسے لوگوں کے سامنے لایا جاتا ہے جو کنور پر بھارت سنگھ کی حیثیت کے مطابق ہوں انتظار صرف یہی ہے کہ اوشا ان میں سے کسی کو جوان کو پسند کر لے کنور پر بھارت سنگھ نے بھی اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کر لی ہے۔“

”ہاں غزالی یہ حقیقت ہے کہ میں اپنی بیٹی کو زندگی کی خوشیوں سے کب تک دور رکھ سکتا ہوں۔“

”میری دعا ہے کنور صاحب کہ آپ کو وہ تمام خوشیاں مل جائیں، جن کے آپ طالب ہیں۔ میں نے کہا۔“

”اچھا اب اپنے بارے میں بات گول مت کرو، ہمیں علم ہو چکا ہے کہ سمبھوٹا اور گوتم میں یہاں موجود ہیں اور تمہارے ساتھ آتے ہیں، تمہارا اپنا کیا پروگرام ہے۔“

”ڈاکٹر طاہر علی، میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا تھا میں ذہنی طور پر دیکھنے کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں اور اس

سلسلے میں سب سے پہلا کام یہی ہے کہ گوتم کی ذہنی حالت درست ہو، میرا خیال ہے ڈاکٹر صاحب بیرون ملک

آپ یقیناً کسی ایسے ذہنی امراض کے ماہر ہو جاتے ہوں گے جو گوتم کے لیے بہتر ثابت ہو سکے۔“

”میں نہیں ایسے پتے کئی دوں گا، اور ان میں سے انتخاب تم خود کر لینا، بلاشبہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں

ایسے بہت سے ممالع موجود ہیں جو ذہنی امراض کو درست کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ میں نے جس حد تک معلومات

حاصل کی ہیں گوتم کے بارے میں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے ذہن کو کسی خاص ذریعے سے ڈسٹرب کیا گیا

ہے البتہ اس سے پہلے مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ اس کی ذہنی ساخت بھی مختلف ہے۔“

”اس کی ذہنی ساخت مختلف ہے۔“

”سو فیصدی۔ بس یہی ایک مشکل پیش آسکتی ہے یہیں اس کے علاج کے سلسلے میں ڈاکٹر طاہر علی وضاحت کرتے

رہے اور میں غور سے ان کی باتیں سنتا رہا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا ”بہر حال اس سلسلے میں مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔“

”یہ کام تم ہی کرو گے؟“

”ہاں۔“

”عجب انسان ہو۔ بہر حال میں نہیں روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں رکھتا۔ کاش تم خود ہی فیصلہ کرتے تمہارے بارے میں میری ایک رائے ہے۔“

”کیا ڈاکٹر صاحب۔“

”تم انتہائی پر اسرار قسم کے ایک نارمل شخص ہو۔ وہ جو ذہنی عدم توازن کی بنیاد پر جنس ہو جاتے ہیں اگر غلط راستوں پر نکل جائیں تو جہنم بن جاتے ہیں اور نیکیوں کی طرف مائل نہیں تو دل اور دردور لیش۔“

”خمن ہے ایسا ہو۔ لیکن جو فیصلہ میں کر چکا ہوں پورا کر دوں گا۔“

”ذمہ کے بعد بھی رات گئے تک مغل جاری رہی اور پھر میں ان کو گولہ سے رخصت ہو کر انیسویں میں آگیا۔ سمبھوٹا

کے کمرے میں اندر بھاگا چکا تھا۔ میں اسے لہستہ پرا گیا۔ بیٹے ہوئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ خون کی گھٹنی بچ اٹھی میں نے چونک کر سمبھوٹا اٹھایا۔ بیٹو۔“

”شب بخیر۔“ جواب ملا اور خون بند ہو گیا۔ آواز تو میر

کے علاوہ کسی کی نہیں تھی۔ میں مسکرائی نگاہوں سے سمبھوٹا دیکھا

رہا۔ اور پھر گہری سانس لے کر اسے والیں کر ڈیل کر رکھ دیا۔ دوسری صبح حسب معمول تھی جس باہر بیٹھا ہوا تھا نیشنل

کر کے باہر نکلا تو اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ ارے کب سے بیٹھے ہوئے ہو۔“

”میرے درشد کے آرتھ نے پر آدھے گئے۔“

”ہوں۔“

”یار جگہ کیوں نہ لیا؟“

”ہرگز نہیں۔ اس رنگ لگتے کا مظاہرہ اس وقت تک قبول نہیں کیا جا سکتا جب تک میری بات کا جواب نہ دو گے۔“

”ارشاد عالی۔“

”کل کیوں بکواس کر رہے تھے۔“

”کب۔“

”اس وقت جب تم نے میرے دل کی بات بتائی تھی۔“

”کوئی غلطی ہو گئی یاد۔“

”نہیں لیکن وہ سب کچھ کیا تھا۔ میں اس کا علم کیے ہوا۔ کیا کچھ سیکھ کر آئے ہو۔“

”اس کا مطلب ہے تمکا ٹھیک لگا۔“

”اومت بناؤ وہ تاکا تھا۔؟“

”یار تمہارے بارے میں اور کیا سوچا جا سکتا ہے اس کے علاوہ تم خود بتاؤ۔“ میں نے سنتے ہوئے کہا۔

”لفظ بلفظ۔“ خمن نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”بس اب مرید ہو جاؤ ہمارے۔“

”اور فریکر کو کیا بتایا تھا۔؟“

”کیا وہ نکلتا بھی درست نکلا؟“
 ”وہ بھی نکلتا تھا، فریڈ کو تم سے خوفزدہ ہو گئی ہے کہ وہ ہی تمہاری جو اس کے ذہن میں تھا تم نے اسی انداز میں بتایا؟“
 ”اس نے کئی بار میرے سوٹ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور چونکہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور کے بارے میں نہیں سوچ سکتی اس لیے میں نے وہی وہ ہرا دیا۔ اب یہ تم دونوں کی خوشنختی ہے کہ بات سچ نکلی۔“

”لا حول ولا قوۃ۔ انہی سی بات کے لیے ساری رات جاگتا رہا، جلد چلو نہ تارکے جلد سب انتظار کر رہے ہوں گے، یمن نے کہا اور میں ہنستا ہوا اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ناشائستے پر سب موجود تھے سوائے طاہر علی کے۔ ہمارے جانے کے لیے نہیں آئی تھی۔ کنوڑ پر بھارت سنگھ نے تھتے کے بعد اجازت لے لی اور بولے کہ ایک آدھ دن میں دوبارہ آئیں گے فریڈ رات ہی کو چل گئی تھی۔“

کنوڑ پر بھارت کو رخصت کرنے کے بعد حسن صاحب نے کہا ”بھئی انیسویں چلو اور اپنے ان مداحوں سے کہہ دو کہ تمہیں تعویذی دیر کے لیے معاف کر دیں میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

میں حسن صاحب کے ساتھ انیسویں میں گیا، ان لوگوں نے بے وقت آکر تمام منصوبے جو بیٹ کر دیے۔ چار تیس سب کو کیے معلوم ہو گیا اب تم مجھے اپنے سفر کی پوری تفصیل بتاؤ۔“

میں نے حسن صاحب کے صبر کی تعمیل کی اور تمام حالات سنا دیے سوائے اپنی تربیت کی تفصیل کے جس میں صاحب گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا ”یہ بے وقوف لوگ تمہاری ذات کی بلذباں کہاں لے کر سکتے ہیں غزالی۔ ان کی سوچ محدود ہے منزل کو منزل کچھ کھٹکانے والے ان کی سوچ کی حد سے باہر ہیں۔ میں تمہاری اس عظمت کو سمجھ رہا ہوں، ایک خاص بات بتانا چاہتا ہوں تمہیں۔“

”جی فرمائیے۔“

”اس دوران تم نے کسی مارٹن ایسٹروٹائی شخص کا نام سنا ہے۔“

”مارٹن ایسٹروٹائی کی واقعات سے اس کا تعلق ہے؟“

”ہاں۔“

”میں نے کبھی نہیں سنا۔“

”قریباً ایک ماہ قبل مارٹن ایسٹروٹائی نے مجھ سے ملاقات

کی تھی وہ گوین کی تلاش میں تھا اس نے غزالی کی منگولیا بھی دیا اور ہائیمیا کا بھی۔ اس نے کہا کہ اسے ٹھوکنے کے لیے حاصل ہوتی ہیں کہ میں ان لوگوں سے متعلق رہ چکا ہوں۔ میں نے اعتراف کیا کہ میں ان سب کو جانتا ہوں لیکن وہ کہاں ہیں اس بارے میں مجھے نہیں معلوم۔ تب اس نے بوجھا کر کہا کبھی ان میں سے کسی کے دوبارہ ملنے کا امکان نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے تب اس نے مجھے ایک تعویذی دہی جو اس کی اپنی ہے۔ اور ایک پتا بھی دیا جو لندن کا ہے۔ اس نے درخواست کی کہ اگر مجھے۔ ان میں سے کبھی کسی کا پتال مل جائے تو میں اسے اطلاع دے دوں یا بذات خود ان میں کوئی مل جائے تو یہ تعویذ اور پتہ دے کر اس سے کہوں کہ یہ شخص تم سے ملنا چاہتا ہے۔“

”تعویذ موجود ہے آپ کے پاس؟“ میں نے پوچھا
 ”ہاں یہ ہے۔“ حسن صاحب نے کہا۔ اسی کے پیچھے پتا بھی درج ہے، انہوں نے تعویذ نکال کر مجھے دے دی۔ ادھیڑ عمر کے ایک بڑے قاری شخص کی تعویذ تھی جو جدید تلاش کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

”میں سمجھتا ہوں کہ اس سے حقیقت معلوم ہو سکے گی۔“

بابا کو سمجھتا ہوں کہ بلا لائے۔ میں نے کچھ کچھ بغیر اس تعویذ کو اس کی طرف بڑھا دیا ہے کہ ”کیا تم اس شکل کو پہچان سکتے ہو سمجھو تو اور۔“ اور سمجھو تو اور میرے ہاتھ سے نہ کر دیکھنے لگا۔ دقتاً اس کے چہرے کی کیفیت بدل گئی۔ اور اس کے حلق سے بے اختیار نکلا۔

”بانی تو راسا، لیوس۔“

”سمجھو تو اس کی انہیں حیرت سے سمجھ گئی تھی چند لمحوں کے لیے تو اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے لیکن پھر میں ان کے بارے میں جان گیا۔ سمجھو تو اور نے پہلے تو اپنے زبان میں ایک لفظ کہا تھا اور اس کے بعد لیوس کا نام لیا تھا اور وہاں تک میرا اندازہ تھا۔ نام اس سے پہلے ہی میں نے سنا تھا گوشائی کی زبان۔ گوشائی نے اپنے ساتھ لیوس کا نام لیتے ہوئے لیوس کے بارے میں بھی کہا تھا۔ میں تعجب سے سمجھو تو اور کی صورت دیکھنے لگا تب سمجھو تو اور نے کہا: ”ہاں گزالی یہ لیوس ہی ہے۔ تمہارے ساتھیوں میں سے ایک۔“ میں نے سوال کیا ”ہاں سو فیصدی، سو فیصدی، سمجھو تو اور کی آواز جو شخص

مسترت سے کانپ رہی تو

میں چند لمحوں پر خیال نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے گہرا سانس لے کر کہا، اس کا مقصد ہے سمجھو تو اور کو تقدیر ہمارے لیے آسان بنی پید کر رہی ہے۔“

جیسا کہ مسٹر حسن نے بتایا گا زالی، اگر لیوس یہاں ہم سے ملے، آیا تھا تو یقیناً اس کے پاس بہت سی معلومات ہوں گی، اور میں وقت ضائع کیے بغیر اس پتے پر لیوس سے مل لینا چاہیے۔“

میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ حسن صاحب ہم دونوں کی صوٹ دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے کہا ”گویا یہ شخص تمہارا شاہناہ ہے۔“

”ہاں حسن صاحب، میں اس کی تلاش ہے۔“
 ”کیا تمہیں بھی غزالی؟ حسن صاحب نے پوچھا اور میں مسکراتے لگا، جی ہاں حسن صاحب مجھے ان لوگوں کے لیے کافی کام کرنا ہے۔“
 ”گو تو یہ ان کے ساتھ ہی اس شخص سے ملنے جاؤ گے۔“
 ”جی،“ میں نے آہستہ سے جواب دیا، حسن صاحب شاید اس بات کے خلاف تھے لیکن سمجھو تو اور کے سامنے انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا، ٹھوڑی دیر تک سمجھو تو اور میرے پاس رہا، پھر اس نے کہا ”کیا یہ تعویذ مجھے لے جائیگی اجازت ہے۔“

”ہاں بھئی تمہاری امانت ہے تم لے لو، حسن صاحب بولے اور سمجھو تو اور مجھے دیکھتا ہوا واپس چلا گیا۔
 جب وہ مجھے دیکھ رہا تھا تو میرے ذہن میں اس کی آواز آئی تھی۔ ”مسٹر گا زالی میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں، اس کے جانے کے بعد حسن صاحب عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگے پھر بولے، غزالی، کیا واقعی تم ان لوگوں کے ساتھ جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟“ میں نے تمہارا بڑے گرجا، تمہارے دوست کا باپ اور اس سے کہیں زیادہ تمہارا احسان مند درحقیقت تمہاری شخصیت نے میرے سب کو اتنا متاثر کیا ہے کہ اب اس کے بارے میں متذکرہ کرنا بھی عجیب سا لگتا ہے میری خواہش ہے غزالی کہ اب تم کہیں نہ جاؤ جو ہنگامہ خیز زبان ہو چکی ہیں بلکہ میری حقاقت کی وجہ سے ہو چکی ہیں میں ان ہی پر شرمندہ ہوں۔ آج بھی تم سے کہتا ہوں غزالی کہ خدا کی قسم خزاں میری منزل نہیں تھا، طاہر علی اور کنوڑ پر بھارت سنگھ کو تم نے جو کچھ زیادہ تمہاری مرضی تھی میں میرے پاس جو کچھ تم لے چکے ہو وہ یوں کچھ تمہاری امانت ہے، تم میرے خلوص پر یقین کر دو میں وہ سب کچھ تمہارے حوالے کرتا ہوں۔

یہاں اپنی زندگی کا آغاز کر رہے تھے تین اشیا ہیں وہ۔ انہیں

فروخت کرنے کے بعد تم کم از کم دو کروڑ روپیہ حاصل کر سکتے ہو اور اتنی بڑی رقم ہے کہ اس سے کوئی بھی کاروبار کھانا کیا جاسکتا ہے، میری رائے تو یہی ہے غزالی کہ اپنا کاروبار شروع کر دو اور مجھے یقین ہے کہ تم جیسا ذہین انسان جس کا روپا میں ہاتھ ڈالے گا اسے چار چاند لگا دے گا۔ اپنی زندگی کو اسی مخصوص راستے پر لے آؤ، خواہ ان کی زندگی کا راستہ ہے، کیا نامہ ان فضول باتوں میں الجھنے کا یہ لوگ جو کوئی بھی ہے ان کا مقصد یہ کچھ بھی ہے ظاہر ہے وہ تم سے مطابقت نہیں رکھتا ہو گا پھر تم کیوں ان الجھنوں میں پڑے ہوئے ہو۔“

”حسن صاحب، میں ان سے وعدہ کر چکا ہوں اور میرا خیال ہے یہ الفاظ کافی ہیں۔“

حسن صاحب میرے لہجے کی مضبوطی کو محسوس کر چکے تھے۔ چند لمحوں کے بعد سکھوٹے بیٹھے رہے پھر شانے ہلا کر بولے، ”اگر تمہارے بجائے میں ہوتا تو میں جبری طور پر اسے روک سکتا تھا، لیکن میرے اور تمہارے درمیان خون کے رشتوں کے پردے حائل ہیں، ظاہر ہے میرا تمہارا کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے، آپ محسوس نہیں کرتے حسن صاحب، میں میرا اول کتابے اور میری زندگی کا یہی ہے جو کچھ ہے کہ اب میں اس کی ایک جگہ قرار نہیں پاسکتا، چنانچہ مجھے آپ کی اجازت دے کر کہے۔“

”میں تمہیں روک نہیں رہا، میں ایک بزرگ کی حیثیت سے تجھ پریشانی کا قہر طور پر تمہارا ان سے وعدہ کر چکے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔“

میں تھوڑی دیر تک حسن صاحب کے پاس رہا پھر سمجھو تو اور کے پاس پہنچ گیا، وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ لیوس کا مل جانا ہمارے لیے واقعی ایک نیک فال ہے گا زالی، کیا تم یہاں زیادہ عرصہ قیام کرو گے؟

”میں سمجھو تو اور میں بہت جلد یہاں سے لندن روانہ ہونے کی تیاریاں کر رہا ہوں، میرا خیال ہے کل سے اس کام کا آغاز کروں گے ویسے یہ شخص لیوس، مارٹن ایسٹروٹائی کے نام سے اپنے آپ کو لندن میں روشناس کرنے کے لئے ہے، اس کا مطلب ہے کہ اسے خاصی آسانیاں حاصل ہیں۔“

لیوس بھی ان سب باتوں میں سے لیک ہے جو ہمارے لیے واپسی کے راستے تلاش کر سکتے ہیں۔ ہاں گا زالی اسکے مل جانے سے شاید میں دوسروں کا پتا بھی مل جائے، بہت ہی اچھا ہو گا یہ لیوس کو کہ ایک کی تمام تر کوششوں میں سب سے شاندار کوشش اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ لیوس، گوین کے ذہن کو درست کرانے میں ہماری مدد کر سکے۔“

ٹھیک ہے ہم اطمینان رکھو لیکن کچھ روز تو ضرور لگ جائیں گے۔ ظاہر ہے ہمیں تیاریاں کرنا ہوں گی؟ میں جانتا ہوں گا نالی تم پرے پر جوش ہوجائے کو ایک فطری رد عمل کا نام دے سکتے ہو؟

میں سمجھتا ہوں سمجھو تو! میں نے جذب دیا۔ چند لمحات تک خاموشی رہی پھر میں نے سمجھو تو! پوچھا۔ سمجھو تو! ان چل ناموں کے علاوہ کیا کچھ اور لوگ بھی تم سے جھنگے ہوئے ہیں؟ میرا مقصد ہے کیا مزید ایسے افراد موجود ہیں جو منتشر ہو گئے ہوں۔ ہاں بہت سے۔ تمام لوگ دلیلی میں نہیں تھے۔ بے شمار افراد ایسے ہیں جن کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہے۔ اب تم بائیسابھی کا نام لے لو۔ بائیسابھی ان لوگوں میں سے تھی جو بیٹک گئے تھے۔ اور جن کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن جتنے بھی سامون ہیں وہ سب کے سب ایک ہی شہن میں مصروف ہیں۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ وہ اپنا منزل پائیں۔ کون کہاں ہے ہاں بارے میں کچھ نہیں جانتے اور جب ہم واپسی کا سفر کریں گے تو یقیناً ان تمام لوگوں کو نہیں سمیٹ سکیں گے جتنے بھی ممکن ہوجائیں باقی لوگوں کو ان کی تقدیر پر چھوڑ دینا جائے گا۔

میں سمجھو تو! کے چہرے کی جانب دیکھنے لگا واپسی کے اس سفر کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں معلوم تھی لیکن اب تو ذہن ان تمام حالات سے پرٹ گیا تھا۔ اب تو میں کبھی یہ نہیں سوچتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں۔ سامون کیا ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے؟ میرے دل و دماغ میں یہ احساس پیڑ گیا تھا کہ مجھے ان کی ہر طرح کی مدد کرنی ہے باقی سب کچھ ان کا اپنا معاملہ ہے اور اسے وہی جائیں۔ سمجھو تو! اور تسلیاں دینے کے بعد میں نے گوسین کا ہاتھ لیا۔ وہ بے چارہ حسب معمول اپنی محاکات میں مصروف تھا اپنے آپ میں کچھ فطری طور پر بھٹکا ہوا یہیوں کے

اس پٹام کی وجہ سے میں نے یہاں آنے کے بعد بہت سے پروگرام شروع کر دیے تھے۔ پہلے نیل تھا کہ اس سلسلے میں ڈاکٹر طاہر علی کی مدد لوں گا۔ اور ان سے یہ ریلے مانگوں گا میں گوسین کی دفائی درستگی کے لیے اسے کہاں لے جاؤں اور کون سا ایاز ہیں سرخ ہوسکتا ہے جو گوسین کا صحیح و باقی جو زیر کر سکے۔ اب چونکہ لندن کا معاملہ سامنے آیا تھا چنانچہ میں نے سوچا کہ ابتدا وہیں سے کی جائے۔ اب تک تو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ گوسین کی دفائی حالت درست کرنے کے لیے کوئی کام نہیں کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی ایک سائز کے تحت گوسین کو مزید دفائی طور پر میٹور رکھنے کی کارروائی کرتے رہے تھے۔ ممکن ہے اگر گوسین کا صحیح

طور دفائی علاج ہوجائے تو وہ اپنی اصل حالت میں واپس آ جائے اور یقیناً اگر گوسین اپنی صحیح دفائی کیفیت میں واپس آ گیا تو یہ میرا بہت بڑا کام نام ہوگا۔

میری اپنی دفائی حالت بھی عجیب تھی یہاں آنے کے بعد تئیر کو دیکھ کر دل کچھ ڈالواں ڈول ہو گیا تھا اور بار بار یہ احساس دل میں آتا تھا کہ اس حسین زندگی کو چھوڑ کر خط ناک راستوں پر سفر کرنے سے کیا فائدہ لیکن جب مجھے یہ احساس دل میں پیدا ہوتا کچھ لوگوں کی لٹی لٹی نگاہیں میری طرف اٹھ جاتیں اور چشم تقصود سے میں ان الجھا ہرے چہروں کو دیکھتا اور توڑا ہی مزہ دینا صاف ہوجاتا۔ اور یہ بات دل میں جڑ پکڑنے لگتی کہ کچھ بھی ہوجائے مجھے ان لوگوں کے لیے کام کرنا ہے۔ بار بار یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے یہ احساس میرے دماغ میں پیدا کیا گیا ہو لیکن اسے کسی بھی طور نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

حسن صاحب نے شاید محسن اور تئیر سے اس بات کا تذکرہ کر دیا تھا کہ چند دنوں بعد میں چلا جاؤں گا۔ کوٹھی کے معمولات جن کے توں تھے میرے وہاں آنے کی خوشحالی میں کوئی نہ کوئی تقریب ہوجاتی تھی۔ ایک شام تئیر نے باغ کے ایک گوشے میں میرے قریب بیٹھ کر کہا، سوری غلامی رہتا ہے آپ کس خیال میں مصروف ہوں گے لیکن ملاقات کا تھوڑا بہت حق میرے پاس بھی ہے۔ بتائیے ہے یا نہیں؟ گویں نہیں تئیر آپ کے پاس تو بہت سے حقوق ہیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا،

تئیر عیب ہی لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی، شاید مجھے ان کا کیا بھی نہیں چل سکا۔ آپ نے بھی غور نہیں کیا ہوگا تئیر ورنہ آپ کو بہت کچھ معلوم ہوجاتا۔ میں ہستور مسکرا رہا تھا۔

تئیر اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ چند لمحات خاموشی گئی پھر بولی، سنا ہے آپ چارے ہیں؟

محسن بھائی نے بتایا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ پھر چارے ہیں اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تھے غرض کیلئے۔

ہی ہاں تئیر میرا چنانچہ فری ہے۔ تئیر ان الفاظ پر چند لمحات خاموشی رہی پھر بولی، اس کے بعد کچھ کہنا ہے مقصد ہی ہوجاتا ہے۔ لیکن کجا جلد چاہئے؟ بہت جلد ہی نہیں تاہم اگر آپ کوئی حکم دے تو اس کی تعمیل کی جائے گی؟ میں کوئی حکم نہیں دے سکتی۔ دراصل کچھ عرصہ قبل میں بھائی

لی شادی کا سلسلہ شروع ہوا تھا لیکن محسن بھائی نے یہ کہہ کر سے ملتوی کر دیا کہ جب تک غلامی نہیں آئیں گے وہ شادی نہیں کریں گے۔ اب آپ آگئے ہیں، اگر آپ کے جانے کا کوئی سلسلہ بتا تو میرا خیال ہے سکون سے اس موضوع پر بات دیت لی جاسکتی تھی لیکن اب اس کے لیے کچھ جلد ہی کرنا ہوگا۔ ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک محسن کی شادی نہ ہوجائے۔

ایسا نہ کہیے اگر یہ بات کچھ لوگوں کو معلوم ہوگی تو پھر محسن بھائی کی شادی کھٹائی میں ہوجائے گی۔ بھلا کون چاہے گا کہ آپ جائیں۔ تئیر محنتا انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔ میں ہنسنے لگا اور پھر میں نے کہا، تئیر میرا اپنا وطن ہے اور شاید یہ میرا اپنا ہی گھر ہے۔ میرے اپنے جذبات ہیں۔ یہاں کچھ میرے اپنے ہیں جو سونے سے قبل مجھے شب بخیر کہتے ہیں۔ میں رکا، تئیر کی جانب دیکھا۔ تئیر کے چہرے پر بے نتیجہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور اس نے لگا ہی ہنسی پالی تھی۔

تب میں نے جلدی سے کہا، ان تمام لوگوں کو چھوڑ کر چلا کہاں جاؤں گا لیکن کچھ لوگوں نے پھر چند دنہہ ذمہ داریاں عائد کر دی ہیں اور یہ ذمہ داریاں میں نے قبول کر لی ہیں کیا میرے دوست اور وہ جو مجھے چاہتے ہیں یہ بات پسند نہیں کریں گے کہ جس کسی سے میں نے کوئی وعدہ کیا ہے اسے پورا کروں؟

لیکن واپسی کا کوئی وقت تو ہوگا نا؟ تئیر نے سوال کیا۔ ہاں تئیر میں یوں سمجھ لیجئے کہ جو حالت یہاں سے دو روزین کے ذہن پر گراں ہوں گے۔ اور یہی تھوڑے دنوں میں رہے گا جلد از جلد اپنی رشتیاں نوٹ جاؤں۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اسے اپنی دنیا تسلیم کی ہے۔ ہم تو یوں سمجھتے گے تھے کہ شاید آپ اپنی دنیا نہیں اور اپنا چاہتے ہیں۔

میری دنیا تو بس گئی ہے تئیر اور ہر انسان کی دنیا ایک بار ہی جاتی ہے۔

اب میں چلتی ہوں۔ تئیر نے کہا۔ سنئے تو سمجھے میری دنیا میں تنہا چھوڑ کر جا رہا ہیں پلے پلے تئیر شرمگین کیجئے میں بولی۔

تو پھر تئیر صاحب میرا خیال ہے آج ڈنر میں حسن صاحب سے محسن کی شادی کے موضوع پر بات ہوجائے۔ وہی ہاں ضرور کہ لیجئے گا۔ اس سلسلے میں دیر نہ کیجئے۔ ورنہ آپ ہی کو دیر ہوگی۔ تئیر نے کہا اور تئیر تو دوسوں سے چلی گئی۔ میں اس کے الفاظ کی بازگشت محسوس کرتا رہا۔ تئیر

واقعی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اور مجھے اس سب کچھ پر اعتبار کر لینا چاہیے تھا۔ اسے دل میں لانا اور جذبات چھپائے ہوئے میں واپس آئی کسی میں، اگلی یہاں مختلف موضوعات پر بہت گورا سے گفتگو رہی۔

رات کو ڈنر میں نے محسن کی شادی کا تذکرہ بطور خاص چھوڑ دیا۔ حسن صاحب محسن کی شادی کے بارے میں اپنی باتوں نے کیا سوچا ہے؟

حسن صاحب چونکہ مجھے دیکھنے لگے اور پھر بولے، تبھی جیسا تم پر کر رہے ہیں، سب کچھ سلسلہ شروع ہوا تھا۔ ذریعہ کے والدین نے اس کا تذکرہ کیا تھا لیکن محسن کے علاوہ خود میں بھی یہی چاہتا تھا کہ کم از کم تم اپنے من سے واپس آ جاؤ۔ میری خواہش ہے حسن صاحب کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ تقریب کر لی جائے؟

تو ٹھیک ہے کل ان لوگوں کے پاس چلتے ہیں۔ جیسا تم لوگ طے کر لو گے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

دوسرے دن سے حسن صاحب کی کوٹھی میں بنگلے بکھر گئے محسن میرا ممنون کر رہا تھا۔ شادی کی تیاریاں زور شور سے ہونے لگیں۔ بھلا کرنا ہی کیا تھا دعوت نامے تقسیم کرنے تھے۔ اور کھانے کے انتظامات۔ باقی سارے انتظامات تو پہلے ہی ہو چکے تھے۔ میں اس سلسلے میں سرگرم ہو گیا۔ تئیر کا اکثر فریاد سنا سنا رہتا تھا، ہاں کنوڑ پر بھات ٹاگھ، اوٹا اور جتنے شناسا تھے ان تمام بنگاموں میں مصروف ہو گئے۔ حسن صاحب کی کوٹھی

بھرتی۔ ہمارے بھی بہت سے مہمان آنے تھے۔ مسٹر ٹیپانی نے جانے کی اجازت مانگی تھی لیکن انہیں اصرار کر کے اس شادی میں شریک ہونے کے لیے روک لیا گیا تھا۔ اوشا دلوئی کی حرکتیں جن کی توں تھیں وہ جب اپنے آپ کو کنوڑ پر بھات ٹاگھ کی پٹی چھتیں تو مغز و ہوجاتیں اور جب کبھی انہیں اس نوحہ سے نکل کر آدی بننے کا موقع ملتا تو ٹھیک ٹھاک نظر آتی تھیں لیکن ان کے انداز میں وہی کیفیت قائم تھی یعنی ایک کشمکش ایک طلب کبھی کبھی مجھے اس لڑکی پر شدید رحم کرنے لگتا۔ میری ولی خواہش تھی کہ وہ اپنی صحیح ذہنی کیفیت میں واپس آ جائے کنوڑ پر بھات ٹاگھ سے بھی اس سلسلے میں گفتگو ہوتی تھی اور کنوڑ صاحب نے کہا تھا کہ ان کے ایک دوست کا بیٹا یورپ سے واپس آ رہا ہے اور وہ لوگ ہمیں قیام کریں گے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ بہت خوبصورت اور مہذب لڑکیاں ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں ان لوگوں سے بات کر لی ہے۔ شاید اوشا کی شادی اس خبر اور اس کے ردی جانے، جس کا نام وڈو ہے۔ میں نے اس خبر پر خوشی

کا انظار کیا تھا۔

ہنگامے جاری رہے اور بالآخر وہ دن آگیا جب فریجہ فریحہ بھائی بن کر حن صاحب کی کوٹھی میں آگئیں۔ حن اتر آیا اور پھر باہر گیا۔ سمبوتو کو کوٹھی اس تقریب میں شریک کیا گیا تھا۔ گورمین نے چارہ کے ٹکرائی کر رہا تھا کہ سپرد کردی گئی تھی۔ ہنگامے کئی دن سے جاری تھے اور کئی دن تک جاری رہے۔ میں نے بھی ایک بوزل میں ڈونڈا دیا اور اس میں تمام لوگوں کو شریک کیا تھا۔

تقریباً تیرہ دن ان مصروفیات میں گذر گئے۔ دن اور رات مصروف رہنا پڑا تھا اور دلچسپیاں بھی اتنی ہی رہی تھیں۔ تنویر نے بار بار ٹکرائی دہنار باہر جاتا تھا اور بار بار محبت کا ایک نیا پھول میرے دل میں کھل جاتا تھا۔ اس کے انداز میں بھی خود سپرد کی کیفیت باقی جاتی تھیں۔ ایک شام تو ہم دونوں کے درمیان بڑی حد تک تعلق کر گئے۔ ہوں۔ جس سے کم از کم میرے ذہن کو وہ سکون ملا جس کا میں طالب تھا۔

تنویر باغ کے ایک گوشے میں تنہا کھڑی تھی۔ میں نے اسے دور سے دیکھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ خیریت۔ ایہ تنہا کیا کیوں پاشانی ہیں؟

”اس لیے کہ آپ جا رہے ہیں۔ تنویر نے کہا اور میں چونک کر اتر دیکھنے لگا۔ تنویر بالکل سنجیدہ تھی۔

”میں سمجھا نہیں تنویر؟“

”تنہا میںوں کا مطلب سمجھا رہی ہوں آپ کو؟ وہ بھاری لہجے میں بولی اور میں تعجب سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔

”ہاں اس بھری پری کوٹھی میں ہیں تنویر۔ یہاں سب لوگ ہیں آپ کے ساتھ ایک میرے چلے جانے سے کیا ہو جائے گا؟

”اگر آپ مجھے نہیں کہ آپ کے چلے جانے سے کچھ نہیں ہوگا تو ٹھیک ہے میں آپ کی سوچ کو نہیں بدل سکتی۔

”کچھ ناراض ہو۔ میں نے سوال کیا۔“

”ہاں“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ آپ جا رہے ہیں ایک نامعلوم وقت کے لیے اس سے پہلے میں یہی سوچتی تھی کہ تربت سے واپسی کے بعد آپ یہیں رہیں گے۔ لیکن... لیکن... وہ خاموش ہو گئی۔

”تنویر آپ میری ہی محسوس کرتی ہیں؟ میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔ میں آپ کی ہی محسوس کرتی ہوں۔“

”تو پھر تنویر ہم کچھ دن کے لیے ایک دوسرے سے کچھ تباہی لیتے ہیں۔ میں واپس آؤں گا اور آپ کے یہ الفاظ مجھے جلد واپس

ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا اور اپنا لازماً اپنی امانت مجھے سونپ دی۔ تنویر آپ یقین کیجئے کہ زندگی بے شمار مراحل سے گزرتی ہے لیکن آپ تربت کے سفر کے دوران میرے دل میں کسکتی رہیں۔ اور میں بہت بار ایسے نازک مرحلوں سے گزر رہا ہوں اگر آپ کی گسب میرے دل میں نہ ہوتی تو زندگی گزرا اور میں اختیار کر لیتی۔ آپ بول بھو لے کر میرے دل سے میرے نہیں رہا۔ کہہ دتے کہ میں آپ کو دیکھا تھا اور اپنے جذبات کو یہی ان نہیں سکا تھا اس کے بعد میرے دل سے میں جو کچھ یاد آ رہا وہ آپ کی ٹھکانوں کی زد میں رہا سہی کو اس مقام تک پہنچنے کا موقع نہیں مل سکا جہاں وہ پہنچنا چاہتا تھا۔

”میں جانتی ہوں غزالی یہ بات مجھے معلوم ہے۔ تنویر نے کہا اور پھر بے بسی سے ہنستی ہوئی بولی۔ خدا کے لیے اس موضوع پر اس نے زیادہ گفتگو نہیں کر سکتی۔ جو کچھ کہہ چکی ہوں اس پر مجھے کب تک شرم آتی رہے گی۔

”ٹھیک ہے تنویر۔ میں اس سے زیادہ آپ سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کروں گا۔ آئیے چلیں ہمیں نے کہا اور وہ پڑا اعتماد قدموں سے میرے ساتھ کوٹھی کی جانب چل پڑی۔

”حن مرحلوں میں ڈوبا ہوا تھا، فریحہ میرے سامنے آتی تو بری طرح شرما جاتی تھی، ہانکی کیفیت نارمل تھی۔ ہنگامے مسلسل جاری تھے۔ مشورہ ملیسی کو اس کے بعد جانے کی اجازت دے دی گئی اور وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رخصت ہو گئے جاتے ہوئے انھوں نے بڑے خلوص سے ہمارا شکریہ ادا کیا تھا۔

”ایک ملت سمبوتو نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا: بوری گا زالی، مجھے تم سے یہ بات نہیں کہنی چاہیے تھی، لیکن بس ذہن میں سوال اٹھ رہا ہے، اور تم سے پوچھنے میں کوئی قیادت بھی محسوس نہیں کرتا کہ کیا پارو گرام ہے۔“

”میں جانتا ہوں سمبوتو اتم جذبات، انجمنوں میں یہ وقت گزار رہے ہیں لیکن اس بات سے مطمئن رہو کہ میں بھی اپنے طور پر غافل نہیں ہوں، اور نہ بہ کار وقت گزار رہا ہوں، جو تیاریاں ہمیں کرنی تھیں، میں نے اس کی ذمہ داریاں چند افراد کو سونپ دی ہیں، اور جارا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے، بس وہ دن دن کے بعد میں ان لوگوں سے اجازت لے لوں گا لیکن اب سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم پہلے سے لیوس کو اپنی آمد کی اطلاع دے دیں۔“

”مزوری نہیں ہے، جو پتا اس نے بتایا ہے اس پر پتہ پہنچ کر ہم اس سے اجاں تک یہ ملاقات کریں گے۔ سمبوتو نے کہا۔

”میں خود بھی یہی چاہتا ہوں، میں نے جواب دیا اور اس کے بعد سمبوتو خاموش ہو گیا۔

دوسرے دن میں نے اس سلسلے میں حن صاحب سے بات کی حن نے شدید مخالفت کی تھی، اس کی ہنواہب سے زیادہ ہاتھی، لیکن حن صاحب نے اس سلسلے میں دوسرا دور اختیار کیا تھا، بلکہ انہوں نے حن کو سمجھانے سے کہا کہ جب غزالی کو جانا ہی ہے تو پھر بلاوجہ رلستے ہیں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

تیاری تقریباً مکمل ہو گئی اور دن کی ایک فلاٹ سے ہمارے لیے سیٹیں بک کر دی گئیں، مکمل تیاریوں کے بعد میں نے ان سب کو خلافاظ کا اور پھر لندن جانے کے لیے روانہ ہو گیا، ایر پورٹ پر تنویر خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔ میں نے پوری خود اعتمادی کے ساتھ اس کے قریب پہنچ کر اسے خلافاظ کا اور کہا کہ تنویر اپنے الفاظ یاد رکھنا۔ تنویر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی پائی جاتی تھی۔ بہر حال اس کا احساس میرے لیے ایک مٹی مٹی تھا۔ میں جہاز میں سفر کرتے ہوئے بھی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا، سمبوتو اور گورمین ساتھ ساتھ تھے، سمبوتو اور گورمین کو سمجھانے ہوئے تھا۔ میں برادر والی سیٹ پر تھا، میرے برابر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی، جس کا تعلق شاید یورپ ہی سے تھا۔ معنی نشست پر ایک اور جوڑا تھا جسے میں نے دوران سفر ایک بار دیکھا تھا، اور پھر روتو تار شخص اور شاید اسکی بوی میرے نزدیک بیٹھی ہوئی لڑکی کے بدن سے سینک کے ساتھ بیٹھی سی خوشبو اٹھ رہی تھی، ایوں تک میرے اور اس کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی، لیکن جب سفر کا تقریباً ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زیادہ گذر گیا، اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا دوزخ سفر مکمل خاموشی سفر کو خوشگوار رکھ سکتی ہے؟“ میں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا، شروع و شگفت سی خوبصورت لڑکی تھی، سنہری گھنٹھہ ہالے بال بڑی نفاست سے ترانے گئے تھے، میں نے سکا کر اسے ہیلو کہا۔

”ہیلو۔ میں کہہ رہی تھی کہ دوران سفر اجنبیت کا انظار بہت زیادہ خوشگوار نہیں ہوتا، کم از کم خود بھی بہت گفتگو سے وقت کٹ جاتا ہے۔“

”سوری۔ دراصل میں کچھ خیالات میں گم تھا۔“

”میں کی بار آپ کی طرف متوجہ ہو چکی ہوں، کیا نام ہے آپ کا۔“

”غزالی۔“

نہیں ہوتا تھا۔

اس نے کہا: اگر آپ پسند کریں تو لندن کی کمرہ میں ہی آپ کو کرائوں گی۔ یہ ایک طرح سے بدلا ہو گا، ان دوستوں کی نوازشات کا بیڑوں نے آپ کے ملک میں مجھے اپنا وقت دیا اور یہاں کی تامل چیزوں سے روشناس کرایا:

• کاش میں بھی ان میں شامل ہوتا، تاہم میں آپ کی اس پیشکش کو غلوص دل سے قبول کرتا ہوں۔

بہت سی گفتگو ہوتی رہی مس مورگرے سے پھر اس نے اپنے ڈیڑی سے میرا تعارف کرایا۔ ان کا نام ڈاکٹر جے مورگرے تھا اور ایلیٹا مورگرے کی بیگم تھیں، کافی دلچسپ سفر باہر اور اس کے بعد ہر لندن پر پورٹ پراٹر گئے۔ مسٹر جے مورگرے نے مجھ سے اخلاقاً پوچھا کہ کیا وہ یہاں میری کچھ مدد کر سکتے ہیں میں نے ان کا شکریہ ادا کر دیا۔ ہر حال رخصت ہوتے ہوئے انہوں نے مجھے اپنا وزیٹنگ کارڈ دیا اور انکی مڑکی پہن کر

نے مجھ سے سوال کیا کہ میں کون سے ہوٹل میں قیام کروں گا؟ میں نے اس کے جواب میں اس سے یہی کہا کہ میں ہوٹل میں بھی میں قیام کروں گا۔ اس کے بارے میں اسے ٹیلیفون پر اطلاع دے دوں گا۔ اچھی بات تھی کسی مخلص شخص سے شناسائی ہو جائے، مسٹر جے مورگرے سے بھی میں کافی متاثر ہوا تھا، بڑا کلم شخصیت کے مالک تھے۔

بہر طور یہاں اترنے کے بعد ہی ہوٹل کا انتخاب کیا گیا اور ہم نے ہوٹل ویلنٹائن منتخب کر لیا، ویلنٹائن فائنا اسٹار ہوٹل تھا، تعیشات کی تمام سہولتوں سے آراستہ، سمبولوٹا اور گومین کے لیے ایک کمرہ حاصل کیا گیا تھا، میں نے دوسرا کمرہ منتخب کیا، کافی دیر تک آرام کرنے کے بعد ہم نے اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں فیصلہ کرنے کیلئے میٹنگ کی۔ سمبولوٹا اور میں اس سلسلے میں سر جوڈرک بیٹھ گئے۔

• ہاں سمبولوٹا اور میں ان ارٹھرو یعنی لیوس سے بلاقات کے لیے یہیں کیا پروگرام ترتیب دینا چاہیے؟

مکتوبات
ایکے نوجوان کو زندگی کے راستان
تازہ سے بے خبر مگر تازہ سے باخ
نئے راستہ اور نئے چہ کار

میرا نام ہیلن مورگرے ہے، پچھلی ریٹ پر میرے ڈیڑی اور مجھے بیٹھے ہوئے ہیں، ہم لوگ تمہارے وطن کی سیر کے واپس جا رہے ہیں، اور میرے ذہن پر اس سیاحت کے ذمٹنے والے نقوش ثبت ہو گئے ہیں۔

• شکریہ لیکن آپ نے یہ بات کیسے جان لی کہ میرا تعلق اس ملک سے ہے؟

میں پورے چار ماہ یہاں رہی ہوں، آپ لوگوں کو دیکھنے اور سمجھنے کا کافی وقت ملا ہے، مجھے، اب کیا اتنا بھی نہیں پہچان سکتی۔ ہیلن مورگرے کہنے لگی۔

• کیسا لگا آپ کو میرا وطن؟

• بہت دلکش۔ بہت ہی پراسرار روایات کا حامل، آپ لوگ عجیب ہیں، خاموش خاموش سے، اشرائے اشرائے سے۔ آپ کو لوگوں کی آنکھوں میں ایک ازلی شرافت ہے، اور میں اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئی ہوں۔

• آپ کے ان الفاظ کا شکریہ مس مورگرے میں نے کبلا کہاں جا رہے ہیں آپ؟

• لندن۔

• میرا تعلق بھی لندن ہی سے ہے، میرے ٹیٹھی وہاں رہتے ہیں، اور میں تعلیم مکمل کر چکی ہوں، آج کل بیکار کا وقت گزار رہی ہوں، ہندوستان کے بارے میں ہمیشہ ہی پڑھتی رہی ہوں، اور بہت زیادہ شوق تھا اسے دیکھنے کا، ڈیڑی نے

مجھ سے وعدہ کیا تھا اور اب اس وعدے کی تکمیل کے بعد ہم اپنی دنیا میں واپس جا رہے ہیں۔

• بہت سہرت ہوئی ہے آپ سے مل کر مس مورگرے۔ لندن میں آپ کہاں قیام کریں گے مسٹرزالی؟ اس نے سوال کیا۔

• دراصل ذہاں کچھ ایسی مصروفیات کے تحت جا رہا ہوں، جن کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہے، تاہم کسی ہوٹل ہی میں قیام کیا جائے گا۔

• اچھے دوست اگر کہیں بھی مل جائیں تو ان سے ملاہ ویرم رکھنا ضروری ہے، لندن میں اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے ایک دو بار ملاقات کروں۔

• ضرور مجھے خوش ہوگی، مس مورگرے صاف سٹھری لڑکی تھی، اس سے گفتگو کرتے ہوئے کسی قسم کے ذہنی بوجھ کا احساس

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات تمہارے (آخری) حصہ میں ملاحظہ فرمائیں

ایک بلند حوصلہ نوجوان کی ایسی داستان جس کا ہر موڑ نئی حیرتیں اور نئے اسرار لیکر آئے گا جو اپنے
ماضی سے منہ موڑ کر مستقبل کو فتح کرنے کے ارادے سے نکلا تھا اور اس سلسلہ میں
آتش و آہن سے کھیلتا چلا گیا

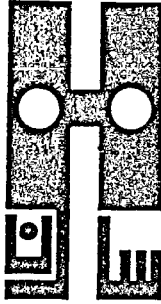
سامون

تیسرا حصہ -

ایم۔ اے راحت

علی میاں پبلیکیشنز
سیلکمیٹری

۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور فون ۷۲۴۷۴۱۴



”مستر گزالی“

پہلے اس پتے کے بارے میں معلومات کیوں نہ حاصل کر لی جائے، یہ پتا چل جائے کہ لیوس طاقتی وہیں رہتا ہے تو پھر اس سلسلے میں کوئی قدم مناسب ہوگا، اور میرا خیال ہے یہ معلومات تمہیں تنہا کرنی ہوں گی، کیونکہ ہڈی کے اس کمرے میں گوشت کو اکیلا نہیں چھوڑا جاسکتا۔ میں جانتا ہوں۔ ویسے میں تمہاری اس تجویز سے متفق ہوں، پہلے میں اس پتے پر معلومات حاصل کیے لیتا ہوں اور اگر ممکن ہو سکے تو مسٹر مارٹن ایٹرو سے ملاقات بھی کر لیتا ہوں تاکہ ان کی کیفیت کا پتا چل جائے بعد میں ہم سب ان سے ملاقات کریں گے۔ باپھر جیسا بھی پروگرام رہا۔

”میں اس بات سے پوری طرح متفق ہوں، سمجھو تو رولنے کہا، اس وقت تو اس کا موقع نہیں تھا، لیکن دوسرے دن کے لیے میں نے پروگرام ترتیب دے لیا۔

دوسرے دن صبح کے ناشتے کے بعد میں نے ضروری تیاریاں کیں، وہ پتا اور تصویر ساتھ رکھی اور اس کے بعد نیچے اتر کر میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا، ٹیکسی میرے نزدیک پہنچ کر روک گئی تو میں نے اسے کلارک وڈو چلنے کے لیے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

کلارک وڈو پر سکون رہائشی علاقہ تھا، لندن کی بے مثال خوبصورتی کے بارے میں اب تک صرف کہانیاں ہی تھیں اس سے پہلے کبھی لندن کا تصور بھی نہیں کیا تھا، لیکن میں اب بنیاد اعتماد سے اس کی سڑکوں گلیوں اور کوچہ و بازار کو دیکھتا ہوا جا رہا تھا۔ حسین مناظر نگاہوں کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ شہر بے مثال اپنی تمام تر روایات کے ساتھ جاگ اٹھا تھا۔ ٹیکسی بالآخر کلارک وڈو میں داخل ہو گئی اور میں کرایہ ادا کر کے نیچے اتر گیا۔ اب مجھے اپنی مطلوبہ عمارت کی تلاش تھی اس کے لیے معلومات حاصل کرنا پڑیں، اور میں ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت کے گیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ جہاں مارٹن ایٹرو کے نام کی پتیلی کی تختی لگی ہوئی تھی۔ میں نے اطلاع چھٹی کا بٹن دیا اور چند لمحات کے بعد بھرے بھرے بدن کی ایک پر وقار عورت نے دروازہ کھول کر مجھے سولو کہا۔

”خاتون میرا نام غزالی ہے اور میں مسٹر مارٹن ایٹرو سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔“

”اندر رُخ لائے، اس نے کہا اور مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی: آپ یہاں چند لمحات انتظار کیجیے! میں مسٹر مارٹن ایٹرو کی سکرٹری

کو اطلاع دینی ہوں! میں انتظار کرنے لگا، ذہن میں ایک سسٹی سی پوری تھی، دل چاہ رہا تھا کہ لیڈوس سے ذہنی رابطہ قائم کر سکی کوشش کروں، لیکن ابھی جلد بائیں نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں عود میں اندر داخل ہو گئیں، دوسری بھی اس کی ہم سفر تھی اس نے رسی گفتگو کے بعد مجھ سے میرے بارے میں پوچھا۔

میرا نام غزالی ہے اور سٹارٹن ایسٹریٹ مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے میرے ملک گئے تھے، میں اس وقت وہاں موجود نہیں تھا وہ میرے لیے اپنی ایک تصویر اور اپنا پیغام دے گئے تھے، کہا وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں، جی ہاں۔ وہ کسی ضروری کام کے سلسلے میں گئے ہوتے ہیں اور میں آپ کو یہ نہیں بتا سکتی کہ کہاں گئے ہیں لیکن ان کی واپسی بہت جلد متوقع ہے، بلا کہ آپ مجھے اپنا ایڈریس نہ دے دیکھیں اور یہ بتا دیجئے کہ آپ ان سے ملاقات کیوں کرنا چاہتے ہیں، تاکہ جیسے ہی وہ آئیں میں انہیں آپ کے بارے میں اطلاع دے دوں۔

اکیارہ لیکن نہیں ہے میڈم کہ آپ فوری طور پر وہ جہاں بھی ہوں وہاں انہیں میرے بارے میں اطلاع دے دیں میرا خیال ہے وہ بھی مجھ سے ملاقات کے لیے آتے ہی بے چین ہوں گے جتنا کہ میں ہوں!

انتہائی معذرت چاہتی ہوں سٹارٹن، دراصل سٹریٹ کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہوں گے۔ ہاں یہ وعدہ کرتی ہوں کہ اگر انہوں نے اس دوران مجھ سے رابطہ قائم کیا تو میں فوراً انہیں آپ کے بارے میں اطلاع دے دوں گی!

میں نے مایوسی سے ہونٹ سکڑ لیے یہ تو ذرا الجھن کی بات تھی، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ ہم لوگ اچانک ہی پہنچے تھے اور ہم نے سٹارٹن ایسٹریٹ کو اطلاع بھی نہیں دی تھی، ویسے بھی کافی دن پہلے سٹریٹ اور حسن صاحب کو ملے تھے اور کسی کے ہنسنے کا کوئی یقین بھی نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ان کا پہلے جاننا غلطی بات نہیں تھی۔ میں نے سٹریٹ اور سٹریٹ ڈینی پاسکل کو ہونٹوں ویلنٹائن میں اپنے کون کا نمبر وغیرہ بتایا اور اس سے کہا کہ اس دوران میں قدر جلد سٹریٹ سے ملاقات ہو سکے تو انہیں ہمارے کدکے بارے میں اطلاع دے دی جائے اور ان سے کہہ دیا جائے کہ گومین اور سٹارٹن میں وغیرہ یہاں آچکے ہیں اور ان سے فوراً ملنا چاہتے ہیں۔

بہت بہتر، لیکن آپ نے تو اپنا نام غزالی بتایا تھا، جی ہاں میں ان کے دو دوستوں کے ساتھ یہاں آیا ہوں، کہا وہ بھی آپ کے ساتھ ویلنٹائن ہی میں مقیم ہیں۔ جی ہاں۔

بہت بہتر آپ کے لیے چائے، اس نے دروازہ کی طرف رخ کر کے کہا اور اسی وقت ایک اور عورت ٹرائی ڈھلکی ہوئی اندر داخل ہوئی، یہ بھی عمر رسیدہ عورت تھی۔ تین عورتوں کو ایک ہی عکاسی گھنٹے تھوڑی سی حیرت ہوئی تھی، لیکن بہر طور اس سلسلے میں کوئی تجسس ضروری نہیں تھا۔ چائے کی گئی میں نے تھوڑا سا تکلف کیا، لیکن ان لوگوں کے اصرار پر سکرٹری کے ساتھ چائے پی۔ چائے لانے والی عورت تو اسی وقت واپس چلی گئی تھی، لیکن باقی دونوں عورتیں وہیں موجود ہی تھیں، انہوں نے مکمل خاموشی اختیار کر رکھی تھی اس کے بعد انہوں نے مجھ سے رسی گفتگو نہیں کی، چائے پینے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا، اور وہ عورتوں نے برونی دروازے تک چھوڑنے آئیں، کچھ عجیب سی کیفیت کا اظہار ہوا تھا۔ اس عورت نے من گھڑت مجھے رسیوں کا ہاتھ دیا وہ وہیں میں گھٹ پر مجھے یہ بتا سکتی تھی کہ سٹریٹ موجود نہیں ہیں لیکن وہ مجھے باقاعدہ اندازے لگائی، البتہ ایک بات ضروری اس نے ڈراماٹک روم سے نکلتے ہوئے کہا تھا کہ وہ سکرٹری کو اطلاع دینے جا رہی ہے۔ ہوسکتا ہے یہ میرا شک ہی ہو، مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے مارٹن ایسٹریٹ موجود ہے، لیکن اس نے سکرٹری کے ذریعے مجھے یہ پیغام بھجو دیا ہے۔ یہاں سے ہونٹوں پر ہونٹوں کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ سمبوتو میرا انتظار کر رہا تھا۔ اسے صورتحال بتائی تو اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا: مجھے خود بھی یقین نہیں تھا کہ لیڈوس سے اتنی جلدی ملاقات ہو جائے گی۔ اس کا پتا تو ہمیں ملا ہے، لیکن بس جگانے کیوں میری چھٹی جس کب رہی تھی کہ اس سلسلے میں کچھ رکاوٹیں ضرور پیش آئیں گی۔ ویسے میں اس دوران لیڈوس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوششیں بھی کرتا رہا ہوں، لیکن مجھے اس کی طرف سے جواب موصول نہیں ہوا۔ میرا خیال ہے میں نے یہ ذہنی رابطہ طویل دائرہ عمل میں کیا تھا۔ ان خواہشیں کا کہنا درست ہے کہ لیڈوس یہاں موجود نہیں ہے۔

گڈ۔ اس کے باوجود سمبوتو میرا خیال ہے کہ تم یہ کوششیں کرتے رہو، تم میں سے یہ بھی مشورہ چاہتا ہوں کہ پہلے لیڈوس سے ملاقات کرنا ضروری ہے یا اپنے طور پر گومین کے لیے

میں کسی ذہنی معالج کو بھی تلاش کروں؟ سمبوتو اس سے اس سوال پر سوچ میں ڈوب گیا تھوڑی دیر تک سوچتے رہتے کے بعد اس نے کہا: لیڈوس کی واپسی کا کوئی یقین نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس کام کو بھی حیا زری کیوں نہ رکھا جائے۔ لیکن گاڑی تم اس سلسلے میں کیا روگے؟ جو کچھ بھی ممکن ہو سکا، میں اپنے طور پر کم از کم اور کچھ نہیں تو چند ڈاکٹروں سے گومین کے بارے میں مشورے ہی کر کے دوں گا، لیکن ہے کوئی کام کیا بات ہو جائے اور اس دوران اگر یوں واپس آجائے تو میرا اس سے ملاقات کریں گے اور اس سے مشورہ بھی طلب کریں گے، مجھے یقین ہے کہ لیڈوس یہاں کے ماحول میں رہ کر یہاں کے بارے میں بہت کچھ جان چکا ہوگا اس نے گومین کے لیے میرے ملک تک کافی ملاوٹ ہی نہیں کیا... ہوگا، اب مجبوری سے سمبوتو۔ انتظار تو کرنا ہی پڑے گا، ویسے کیا تم اب بھی گوشہ نشینی ہی اختیار کرو گے، میرا مطلب یہ ہے کہ اگر لندن کی کسی فنڈ میں کچھ دیر کے لیے سانس لینا چاہو تو میں اس وقت تک گومین کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔

نہیں نہیں۔ تم جانتے ہو گا زانی، مجھے یہ کون گوشت پسند ہیں، حالانکہ یہ ہونٹوں پر کون نہیں ہے، لیکن لندن جیسی ہنگامہ خیز جگہ پر ہونٹوں سے سکون کی جگہ تلاش بھی نہیں کر سکتے ہیں گومین کے پاس رہنا ہی پسند کروں گا، تم اپنے طور پر جو بھی مفروضات مناسب سمجھو اختیار کرو!

ٹھیک ہے، میں نے کہا۔

دوسرا کھانا میں نے سمبوتو کے ساتھ ہی کھایا تھا اور اس کے بعد میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ لندن کی بہت سی مشہور جگہیں دیکھنے کی خواہش دل میں تھی اس کے لیے تنہا ہی سفر کرنا پڑا، لیکن ہونٹوں سے باہر نکلنے کے بعد وقتاً بوقتے یہاں موٹر گاڑیاں آتی، لڑکی یقینی طور پر تکلیف دہ نہیں تھی۔ چنانچہ اگر اس سے کیا ہوا وعدہ بھی پورا کر دیا جائے تو کیا نتائج ایک ہلکے کال بوتھ سے میں نے یہاں موٹر کے لیے ہونے نجزوں پر فون کیا کسی مرد نے فون اٹھایا تھا۔ یہاں موٹر کے بارے میں پوچھا تو اس نے انتظار کرنے کے لیے کہا۔ اور چند لمحات کے بعد یہاں کی آواز سنائی دی۔ سیلو۔

میں غزالی ہوں رہا ہوں اس موٹر۔ آپ کا جہاں رہنے والا گاڑی کب دینا یا کافی تھا۔ میں تمہارا انتظار کرتے کرتے باؤس ہو گیا تھی۔ میں نے سوچا کہ شاید لندن میں اپنی طرف تعلق کے درمیان تم میری مداخلت پر متکرم ہو۔

ایم اے راحت

سدا بہار قلم سے

ایک شاہکار ناول

پاکستانی

مکمل دو حصے

فی حصہ ۲۵/-

ڈاک ٹیج ۲۵%

معاشرے کی سنگلاخ چٹانوں پر سفر کرنے والے بیٹے کی داستان جس نے ماہ کیلئے زمین کی پستیار سمیٹ لیں

قبہ مولو کے درمیان چھپے ہوئے آنسوؤں کی داستان طنز و مزاح کا پیکر ناول

خصوصیت سرورق، دیدہ زیب گیت اپ

علی میاں پیلی کیشنز

2۵- عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون 7247414

اسٹاٹسٹ

علی بیگ سٹال، نسبت روڈ چوک میونسپال لاہور

”نہیں مس موگر کچھ مہر و نیتیں ضرور تھیں لیکن فی الحال چند گھنٹوں کے لیے غالی ہوں۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کو شبلی فون کروں گا، چنانچہ آپ کو شبلی فون کر دیا۔ کہاں قیام کیا ہے تم نے۔؟“

”ہیٹل ویلٹائن کمرہ نمبر پانچ ووس، پانچویں گیارہ۔“

”دو گھرے۔؟“

”ہاں۔ میرے ساتھ دوسرا تھی اور یہی ہیں۔“

”اچھا۔ لیکن دیبا زین تو تم نے تعارف نہیں کرایا۔“

”اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔ بہر طور کسی وقت تعارف کروا دوں گا۔“

”تو میں ویلٹائن آ رہی ہوں۔“

”نہیں۔ میں ویلٹائن سے نکل چکا ہوں اور ایک پبلک کال بوتھ سے تمہیں فون کر رہا ہوں۔“

”تب پھر یہاں سے تم ریزنٹ پارک پہنچ جاؤ۔ میں وہیں آ رہی ہوں۔“

”ایک ٹیکسی نے مجھے ریجنٹ پارک آنا دیا۔ بہن موگر کا زیادہ انتظار کرنا پڑا۔ وہ چند منٹ بعد ایک خوبصورت کار میں میرے پاس پہنچی اور مجھے اندر بٹھا کر آگے بٹھا دی۔ بہن موگر بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ ڈیڑھ گھنٹے ہوئے اس نے کہا: تمہارے ساتھی تمہارے ساتھ نہیں ہیں مگر غلطی ہوئی۔ وہ کوٹھن ٹین لوگ ہیں۔ اور ان میں سے ایک مصیبت کا شکار ہے۔“

”کیا مطلب۔؟“

”وہ ذہنی طور پر مبتلا ہے اور یہاں میں اسی کے علاج کے سلسلے میں آیا ہوں۔ بلکہ میں تم سے بھی درخواست کروں گا کہ بہن کو ذہنی امراض کے ماہر کسی بہت اچھے ڈاکٹر کے بارے میں معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکتی ہو۔“

”بہن نے چونک کر گردن گھمائی مجھے دیکھا اور پھر مسکادی: کیوں نہیں میں تمہیں ایک ایسے ڈاکٹر سے ملا سکتی ہوں جسے پورے یورپ میں برین اسپیشلسٹ کی حیثیت سے کیا سمجھا جاتا ہے۔“

”کیا واقعی؟“

”سو فیصدی۔ تم اس کے بارے میں تحقیقات کر سکتے ہو۔ تم نے تو میری بہت بڑی مشکل حل کر دی۔ میرے اخیال ہے تم فوراً اس سے اپائنٹمنٹ لے لو۔ یہ کام سبک ہو سکے گا۔ کل ہوجائے گا۔ کل ٹھیک گیارہ بجے۔“

”اپائنٹمنٹ آجی آسانی سے مل جائے گا۔؟“

”میں نے ان کی میرے اس سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔“

”میری گڈ بھد شکریہ۔ اب میں مٹھن ہوں۔“

”لندن پہلی بار آئے ہو۔؟“

”ہاں بالکل پہلی بار۔“

”کیسا لگ رہا ہے میرا شہر۔؟“

”ابھی تو میں نے لندن کی پراخلاق لڑکی بہن موگر کو ہی دیکھا ہے اور اس کی شخصیت سے بہت متاثر ہو رہا ہوں۔ میرے خیال میں لندن کے سخن میں اس کے اچھے اخلاق کے کچھ گوشے ضرور ہوں گے۔ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی: ”شکریہ تمہارے ملک میں میری جس طرح بدلی ہوئی اس کا تعجب ادا کرنا چاہتی ہوں۔“

”یہ عرض بری طرح آپ کے ذہن پر سوار ہے مس موگر۔ کیا میں بھی آپ کے دوست کا مقام نہیں حاصل کر سکتا۔؟“

”نہ کہا۔“

”بہن چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ سوچتی رہی پھر مسکرا کر بولی: ”سوری۔ واقعی میں نے غلط الفاظ ادا کیے ہیں لیکن کھ مہرا بھی نہیں ہے۔ تمہارے ملک میں میری ملاقات اتنے اچھے اور محبت کرنے والے لوگوں سے ہوئی ہے کہ نہ جالے کب تک میں اپنے ذہن کو ان کے سحر سے آزاد کر سکیں۔“

”میں مسکرایا۔ پروگرام بھی تھا کسی اچھے اسپیشلسٹ سے گومین کے لیے وقت لوں، یہ کام بہن موگر کے ذہن پر سوار تھا۔ اس لیے اب فرصت تھی، بہن موگر میری مہربان بن گئی۔ مشہور زمانہ ٹرانگلر اسکوائر کے کوچ میں ساتھ بیٹھ کر بالاسٹون کی چوٹی پر کھڑے ہوئے لارڈ ٹین کو دیکھا جس کی ترھی ٹوپی پر کئی کبوتر بٹھے غط غط کر رہے تھے۔ نیشنل گیلری کے یونانی ستون اور پینٹ پال کے گرجا گھر ان کبوتروں سے بھرے ہوئے تھے۔ ایک ایک شے روایتی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ وہاں دیکھ رہا تھا۔ ایک دور ان ایک خوبصورت ریسٹوران میں بہن نے مجھے شام کی چائے پلائی اور پھر مختلف علاقے گما تھی وہاں تک کہ شام اور پھر رات ہوئی۔ لندن خوش نگاہوں سے بھر رہا تھا۔ ایکسپورٹ ڈسٹریٹ کے سامنے شانہ زیبی الینو کے درمیان کافٹی مرس کی لاکھوں روشنیوں جگمگا اٹھی تھیں۔ یکاڈلی کے درمیان ایرور کے میسے کے قریب تھی آلودہ گارڈرہ ڈاے ہوئے تھے۔ بریلی گھنٹیوں اور ڈھونڈیوں کی کتاب کے ساتھ ہرے لاماہرے کٹن کا بچن جاری تھا اور نشانی کی سڑک میں ڈوبے ہوئے پستوں کے گروٹھ لگا ہوا تھا۔ کچھ گے سوہو کو نکلنے والی سڑک پر سچ، سکوں کی مالا میں گھنٹیاں اور کتے

وغیرہ فروخت ہو رہے تھے۔ ہر شے ایک ندرت کی حامل۔ پارک لائٹس نامی رستوں میں رات کے کھانے کے بعد میں نے بہن سے درخواست کی کہ اب مجھے ویلٹائن چھوڑ دے۔“

”کل کے پروگرام کے تعین کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”کل تو ہم دن میں ملاقات کر رہے ہیں، اس کے بعد بقیہ پروگرام طے کر لیں گے۔ میں نے جواب دیا۔“

”میں لیک جینے کے پروگرام کی فہرست بنا لوں گی اور وہ تمہیں پیش کر دی جائے گی۔ تم نے جو مقصد بتایا ہے وہ توکل پورا ہوجائے گا اور ظاہر ہے کسی ذہنی مریض کے ساتھ تم خود اسپتال میں داخل نہیں ہونگے۔ اس کا علاج تمہاری پسند کے مطابق ہوتا رہے گا اور میں تمہیں لندن گھمائی گی۔ میں نے مسکرا کر گردن بلادی تھی۔ بہر طور اسے خلوص کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا تھا۔ بعد میں اپنے پروگرام کی تفصیلات سے میں اسے اس حد تک آگاہ کر دوں گا جس حد تک ممکن ہو۔“

”چنانچہ بہن موگر مجھے ویلٹائن چھوڑ گئی، میں نے اسے اپنے ساتھ آنے کی دعوت نہیں دی تھی اور یوں بھی وقت کافی ہو چکا تھا۔“

”اس کے جانے کے بعد میں لفٹ کے ذریعے اپنی منزل پر گیا۔ سمبوتورا کے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی، دستک دی تو سمبوتورا نے دروازہ کھولا، وہ واقعی گوشہ نشین سے مطمئن رہتا تھا، مجھے دیکھ کر استقبالیہ انداز میں مسکرایا اور اندر آنے کی دعوت دی۔“

”یقیناً تم لوگ رات کا کھانا کھا چکے ہو گے۔؟“

”ہاں۔ لیکن یقین کرنے کے بعد کہ تم ڈنر سے قبل واپس

”تکلفات میں پڑنا بھی نہیں سمبوتورا، میں اپنے کام میں مصروف ہوں۔“

”میں جانتا ہوں گا زالی، اور ویسے ہی حقیقت یہی ہے کہ طویل عرصہ تمہاری اس دنیا میں گزارنے کے بعد بھی مجھے اس دنیا سے خوف سا محسوس ہوتا ہے اور میں ان دنوں لوگوں کے درمیان خود کو اجنبی محسوس کرتا ہوں بلکہ شاید میں سے ہر سامان کی یہی کیفیت ہوتی ہے اور وہ جو ہنگاموں سے گھبراتے ہیں، گوشہ نشین کی جو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں، چنانچہ تم میری فکر مت کیا کرو۔“

”میں نے سمبوتورا کو بتایا کہ کل دن میں گومین کے معاشنے

کا بندوبست کر لیا گیا ہے اور ہر لوگ ساڑھے دس بجے یہاں سے نکل چلیں گے۔ سمبوتورا نے معاشن انداز میں گردن بلانی تھی اور اس سلسلے میں مجھے مزید سوالات نہیں کیے تھے وہ ایسی ہی فطرت کا مالک تھا۔“

”تھوڑی دیر اس کے ساتھ گزارنے کے بعد میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ بہن موگر کے ساتھ لندن کے مختلف حصے دیکھے تھے اور اس کے خلوص کا اعتراف کرنا پڑا تھا۔ وہ ضرورت سے زیادہ مہمان نوازی کر رہی تھی لیکن میں اس پر زیادہ بوجھ نہیں بن سکتا تھا۔ میں نے دل میں سوچ لیا تھا کہ خوبصورتی سے اسے اس کی اس مہمان نوازی سے روک دوں گا، میرے لیے تو بے شمار مسئلہ یہاں تیار کھڑے تھے، جب بھی کام شروع ہو جائے۔ کل دن میں گومین کا معائنہ کر لیا جلتے اور واقعی کوئی فحش ڈاکٹر ہوا، جیسا کہ بہن موگر نے کہا تھا، تو پھر گومین کو دائمی اسپتال میں داخل کر دیا جائے گا۔ لیون جس بھی جگہ واپس آ جائے۔ اگر اس نے کوئی خاص ہی مشورہ دیا تو پھر دوسری بات ہے۔“

”رات کو نجانے کس وقت آنکھ کھل گئی اور میری نگاہوں میں پھولوں کے کچے کے پاس کھڑا ہوا ایک سین چہرہ ابھرا یا پھر نے ان تمام شخصیتوں کو شکست دے دی تھی، جنہوں نے عجیب عجیب انداز میں میری جانب بڑھنے کی کوشش کی تھی اور جن سے میں

”کرتا کرتا رہتا تھا۔ جولیا، اور نجانے کون کون۔ لیکن تو میرا ناک ہی ایک طوفان بن کر مجھ پر چھا تھی اور میں اپنے دل میں ایک سکون سا محسوس کرتا تھا کہ میں بالکل ہی شہنا نہیں ہوں، بیچاری ندرت تو جیسے میرے ذہن سے اتر ہی چکی تھی، ندرت کے باہر میں بھی جب سوچتا تو عجیب سے تاثرات ذہن پر چھا جاتے۔“

”عجیب بھی ہوتا اور سنی بھی آئی۔ بلاشبہ اس کی اپنی عمر کے لحاظ سے اس کے جذبات جہاں تھے لیکن میری عمر۔ شہنشاہ کی بات تھی دو بارہ سو یا تو دوسے آنکھ کھلی، کسی نے چگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شبلی فون پر سمبوتورا سے رابطہ قائم کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ناشتا کر چکا ہے، میں اپنے طور پر ناشتا کروں۔“

”ناشتے کے بعد گھڑی میں وقت دیکھا تو پونے دس بجے ہوئے تھے۔ میں نے ایک بار پھر شبلی فون پر سمبوتورا کو گومین کے ساتھ تیار ہوجانے کی ہدایت کی اور خود تیار ہوں، صرف ہو گیا۔ سوا دس بجے میرے کمرے کے شبلی فون کی گھنٹی بجی اور کپڑے نے بڑیا کہ اس سوگر مشر کو زینے سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ مس موگر کی آواز سنائی دی۔“

”سیلو غزلی۔“

”ہیلو“
 ”تیار ہونا غزالی نے ہیلو مورگر کی آواز سنا لی۔“
 ”ہاں تمہارے پاس ہیلو مورگر کی آواز سنا لی۔“
 ”میرا اثر ہے اور جو کچھ میں کہوں اس پر تمہیں سمجھیں
 بند کر کے یقین کر لینا چاہئے۔“
 ”تو پھر تمہیں بند کر کے میں کہاں پہنچ جاؤں؟“
 نے سوال کیا:

”میں تمہیں بند کر کے بیٹھے رہوں خود تمہارے پاس آ رہی
 ہوں۔ ڈاکٹر سے گیارہ بج کر میں منٹ کا وقت ملا ہے۔“
 ”شکر ہے ہیلو، واقعی تم نے میری ایک بہت بڑی مشکل حل
 کر دی ہے۔ میں نے کہا اور تیار کیا کرنے کے بعد گورن کے
 کمرے میں پہنچ گیا، سمجھو تو رائے گورن کو بھی تیار کر لیا تھا، ویسے گورن
 اب پرسکون ہی نظر آتا تھا، طویل عرصے سے اس پر وہ بنیانی
 کیفیت طاری نہیں ہوئی تھی بلکہ بعض اوقات تو اس کے چہرے
 سے یوں عرصوں ہوتا تھا جیسے وہ جینگی سے کسی سٹے پر سوچ رہا
 ہو جیسا اس سے پہلے بھی اس کے چہرے پر سوچ کے آثار نہیں
 ہوتے تھے بلکہ اس ایک اٹھ اٹھ انداز پایا جاتا تھا، جیسے وہ
 ماحول سے غور مطلق ہو۔“

میں نے سمجھو تو رائے کو بتلایا کہ تھوڑی دیر کے بعد میری دورت
 ہیلو مورگر یہاں پہنچ رہی ہے، اور میں اس کے ساتھ جانا ہوگا
 بے جا ہے سمجھو تو رائے نے ہیلو مورگر کے بارے میں ایک سوال بھی
 نہیں کیا تھا۔ ”ٹری قناعت پسند آدمی تھا۔“
 ”ہیلو مورگر کو میں نے اپنے کمرے کے دروازے پر ہی
 خوش آمدید کہا، اور اسے ساتھ لیے ہوئے سمجھو تو رائے کے کمرے میں
 آ گیا۔ میں نے اس سے سمجھو تو رائے کا تعارف کر لیا تو وہ مسکرا کر اسے
 دیکھنے لگی، ”سامبو تو رائے عجیب نام نہیں ہے؟“
 ”ہاں۔“

”مٹھو تو رائے کا تعلق کہاں سے ہے۔ شکل و صورت سے
 تو ایشیائی باشندے ہی لگتے ہیں؟“
 ”ہاں، مٹھو سمبو تو رائے ایشیائی کے علاقے سے تعلق رکھتے
 ہیں،“ میں نے کہا اور میں نے مٹھو انداز میں گورن بلا دی۔
 اس سے زیادہ اس نے سمجھو تو رائے کے بارے میں کوئی سوال نہیں
 کیا تھا۔
 ہم تینوں ہیلو کے ساتھ نیچے اتراے اور ہیلو کی کار
 میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں ہیلو کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا
 ہوا تھا، تھوڑی دیر کے بعد ایک استہیائی شاندار عمارت کے
 سامنے کار رکی اور ہیلو مورگر دروازہ کھول کر نیچے اترا آئی کار

لاک کر کے وہ ہمیں اندر لے گئی، جین عمارت کے استہیائی انھیں
 ویٹنگ روم میں گیارہ بج کر میں منٹ کا انتظار کر گیا جیسے
 ایک باورچی شخص نے باہر کمرے غزالی کا نام پکارا اور ہیلو مورگر
 کھڑی ہو گئی، ہم سب ایک دلداری سے لنگر لیک کمرے کے
 دروازے کے سامنے پہنچ گئے، دروازے پر ڈاکٹر نے مورگر کے
 نام کی سختی لگی ہوئی تھی۔

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ جے مورگر تو ہیلو کا
 باپ تھا۔ باورچی شخص نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا اور میں
 حیرت زدہ سا اندر داخل ہو گیا۔ کشادہ کمرے میں ایک غلط نشان
 سیاہ مینے کے پیچھے ڈاکٹر مورگر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے کوئی
 شبہ دربار اور پھر مجھے وہ کلمات یاد آئے جب میں نے ہیلو سے
 کہا تھا کہ میں ایک دائمی مریض کو علاج کی غرض سے لندن لایا
 ہوں اور یہاں کے کسی بہتر ترین جرن کاپٹا جا پاتا ہوں، تو اس
 نے چونک کر مجھے دیکھا تھا، مسکرائی تھی اور پھر اپنی خدمات پیش
 کر دی تھیں، تو اس کا مقصد یہ تھا کہ جے مورگر اس کا باپ ہی
 ایک معروف جرن مریض تھا۔

جے مورگر نے مجھے دیکھا، مسکرا کر مجھ سے ہاتھ ملایا اور
 پھر گورن اور سمبو تو رائے کو دیکھنے لگا۔ اور میں اس نے گورن کے
 اشارے سے ان لوگوں کو بیٹھنے کی پیشکش کی۔
 ”جہاں میں تم سے تعارف ہوا تھا مسٹر غزالی، اور اس
 کے بعد ہیلو نے تمہارا پر اہم مجھے بتایا تھا، پھر وہ جہاں قابل
 ہوں، حاضر ہوں، میرا خیال ہے میرا مریض وہ شخص ہے جس کا
 نام جے اس کا۔“
 ”جے اس کے گورن کے نام سے پکارتے ہیں۔“
 ”گڈ، آپ مجھے اس کے بارے میں کچھ تفصیلات بتائیے،
 اس کے بعد میں اس شخص کا معائنہ کروں گا۔ آج کا ڈیوٹی گھنٹہ میں
 نے اس کے لیے وقف کر دیا ہے۔ مٹھو سمبو تو رائے آپ بھی براہ کرم
 یہاں آجائیے۔“

ہیلو مسکرائی ہوئی ایک طرف بیٹھ گئی تھی ڈاکٹر نے مورگر
 نے مجھ سے سوالات کرنے شروع کر دیے تھے۔ مٹھو گورن کی
 دائمی حالت کتنے عرصے سے عکرب ہے اور اس کے سوال کیا تھے
 میں نے اپنی معلومات کے تحت مختصر تفصیل ڈاکٹر مورگر
 کو بتادی جو اس کے لیے کافی تھا وہ مجھ سے سطح طرح کے
 سوالات کرتا رہا۔ اور میں اسے جواب دیتا رہا۔ ایک دہرے سمبو تو رائے
 کو بھی دھیان میں ہونا پڑا تھا۔ ”آگاہوں نے ڈاکٹر جے مورگر سے کہا
 ”ڈاکٹر مورگر کو گیارہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ اپنے طور پر اس شخص
 کا دائمی تجزیہ کریں، اور ان حالات کا جائزہ لیں کیونکہ آپ

کے سوالات کے جواب میں جو کچھ ہم کہیں گے وہ آپ کے لیے کافی
 نہیں ہوگا۔“
 تمام باتیں لہجی ہوئی ہیں اور درحقیقت میں سب تک کچھ
 نہیں سمجھ سکا، تاہم میں تمہاری مرضی کے مطابق اس کے ابتدائی
 ٹیسٹ لیتا ہوں۔ ہیلو تمہارے مہمانوں کو ایڈمٹ کرو، میں
 فریض کو لیے جا رہا ہوں۔

ڈاکٹر مورگر کو میں کا بازو چمکا کر کمرے کے اندر ہی بنے
 ہوئے ایک دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ گورن نے عرض نہیں
 کیا تھا۔ ہیلو مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگی تو میں بھی مسکرا دیا۔
 واقعی تمہارے تعلقات تو مٹھو مورگر سے بہت ہی گہرے ہیں
 تو پھر اپنا شیٹ کیسے نہ ملتا۔

”یقین کرو غزالی چونکہ ڈیوٹی بہت عرصے کے بعد کھلی
 آتے ہیں اور اس دوران ان کے پاس کوئی اپنا شیٹ نہیں تھا
 اس لیے یہ وقت مل گیا، اور میں تم سے فخر ہے کہ تمہاری ہون کر میرے
 ڈیوٹی کے پاس بالکل وقت نہیں ہے۔ تم اگر چاہو تو ڈاکٹر
 جے مورگر کے بارے میں کہیں سے بھی معلومات حاصل کر سکتے
 ہو، ڈیوٹی کے پاس خاص ہی خاص کیس آتے ہیں بہت زیادہ
 لکھے ہوئے۔“

”مجھے تم پر یقین ہے ہیلو، میں نے جواب دیا۔
 ہیلو نے میرے لیے کافی مشکوئی، لیکن مٹھو کے
 تحت اسے ایک لمحے کمرے میں جانا پڑا تھا، جو مہمانوں کی توہین
 کے لیے مخصوص تھا۔ وہاں بیٹھ کر ہم کافی بیٹھے گئے۔ ہیلو نے
 ایک بین ڈاکٹر دروازے کے باہر ٹپ روٹھ کر دیا۔ تاکہ اگر
 ڈاکٹر مورگر کو ہماری تلاش ہو تو اسے علم ہو جائے کہ یہاں
 موجود ہیں۔

پینٹس فنٹ گذر چکے تھے۔ چھتیسویں منٹ پر ڈاکٹر مورگر
 کی آواز ایک انٹر کام پرسنالی ڈی۔ مٹھو غزالی، براہ کرم یہاں
 ٹیسٹ روم میں آجائیے۔“

میں کھڑا ہوا گیا، کافی لمبی جا چکی تھی، ہیلو خود مجھے ٹیسٹ
 روم کے دروازے تک چھوڑنے آئی اس نے مجھے اندر جانے
 کے لیے کہا اور خود پاس لوٹ گئی۔ اندر کا ماحول میری توقع سے
 کہیں زیادہ گہرے تھا۔
 ایک وسیع دوسری ہال تھا جس میں متعدد شیٹیں لگی
 ہوئی تھیں، مدیجہ روٹھنیاں چاروں طرف جھل رہی تھیں، ایک
 میز پر گورن بیٹھا ہوا نظر آ رہا تھا، اور اس کے سر پر ایک بہت بڑی
 شیٹ سے مختلف قسم کی شعاعیں نکل کر اس کے سر اور چہرے
 کو اپنے دائرے میں لیے ہوئے تھیں، تھوڑے ہی وقفے پر

ایک شیٹ روشن اسکرین روشن تھا جس پر مختلف قسم کے نشانات
 نمودار ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر مورگر اس اسکرین کے سامنے موجود تھا
 اس نے گورن کو گھما کر مجھے دیکھا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔
 جے مورگر کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اس نے اشارے سے مجھے
 اپنے سامنے ہٹ کر کسی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور پھر وہ روشن اسکرین
 کا بین آف کر دیا اس کے بعد اس نے ایک بین ڈاکٹر اور پھر
 کر دی، لیکن یہ روشنی بھی محدود تھی، اور صرف مجھے اور ڈاکٹر
 مورگر کو اپنے دائرے میں لیے ہوئے تھی، ڈاکٹر مورگر کی نگاہیں
 عجیب سے انداز میں چمک رہی تھیں اور وہ خاموشی سے
 میری صورت دیکھ رہا تھا۔

ڈاکٹر مورگر کا یہ انداز مجھے بہت عجیب سا لگ رہا تھا،
 شیٹوں کے درمیان ویسے ہی ماحول کافی پرلار اور ہو گیا تھا، میں
 ڈاکٹر مورگر کی صورت دیکھتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا،
 ”غالبا آپ کچھ عرصے پہلے ہی اس مریض کو یہاں لائے ہیں،
 مٹھو غزالی۔“

”نہیں ڈاکٹر اس کی کوئی بات نہیں ہے۔“

”تب پھر یہ دوسرا انوکھا مریض ہے جو میرے پاس آیا
 ہے، میں بہت اچھی یادداشت کا مالک نہیں ہوں، لیکن وہ
 انوکھا کس مجھے اچھی طرح یاد ہے، اور پھر زیادہ وقت بھی
 نہیں گذرا غالباً سچ سات ماہ قبل کی بات ہے، کوئی ایک
 ایسے ہی مریض کو میرے پاس لایا تھا۔ میں نے اس کا معائنہ
 کیا تھا اور پھر وہ بالکل اٹھ گیا تھا، لیکن اس کے بعد وہ مریض
 میرے پاس نہیں آیا۔“

”میں تو پہلی بار لندن آیا ہوں ڈاکٹر، بلکہ یوں سمجھیے
 آپ کے ساتھ ہی میں نے پہلی بار اس جہاز سے لندن کا سفر
 کیا ہے، میں نے متعجباً انداز میں کہا۔“

”ہو سکتا ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا، ظاہر ہے تم چھوٹے کیوں
 بولو گے؟“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں ڈاکٹر کہ آپ برین اسپیشلسٹ
 ہیں تو آپ کو اس مریض کے معائنے پر منتخب کیوں ہوا؟“
 ”جو بھی میں تمہیں ذرا تفصیل سے سمجھاؤں، ڈاکٹر مورگر
 نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر شیٹوں پر کچھ کارڈ لٹائی کی،
 گورن کے سر پر چلتی ہوئی روشنیوں میں مجھے بھی تھیں، ڈاکٹر
 مورگر نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے ہٹ کر ایک اور نشست
 پر آ بیٹھا مجھے بھی اس نے اپنے ساتھ بیٹھنے کی پیشکش کر دی تھی،
 پھر وہ کہنے لگا، ”یہ سب کچھ میرے لیے اتنا دلچسپ ہے کہ میں
 دوسرے تمام کام چھوڑ سکتا ہوں، ویسے بھی میرا آج کوئی اور اپنا شیٹ

نہیں ہے تمہیں تو جلدی نہیں ہے
نہیں ڈاکٹر قطعی نہیں ہے

تھرو میں بہن کو اطلاع کروں کہ وہ اس دوسرے شخص کو بچائے رکھے جو تمہارے ساتھ آیا ہے۔ ہم ذرا نفسیاتی گفتگو کریں گے
بہتر ڈاکٹر ہے

ڈاکٹر مورگر نے انٹرکام پر بہن کو مخاطب کیا اور اس سے کہا کہ معائنے کا وقت دوڑھائی گئے ہیں اس لیے اس دوران مسٹر سمبولو کو روکنا ہوتا ہے۔ یہ ہدایت دینے کے بعد ڈاکٹر مورگر میرے سامنے بیٹھا۔ وہ پرخیاں انداز میں ٹھوڑی ٹھیلے ہوئے ٹولا میں اس شخص کے ذہن کا بہت لانی معائنہ کر کے ہی حیران ہوا تھا، دراصل انسانی دماغ کی ایک مخصوص بناوٹ ہوتی ہے مختلف دماغوں میں یہاں مولی مولی فرق ہوتا ہے۔ بالکل نامی طرح جیسے انسانی اجسام، اعضا، انوش ایک جیسے ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے ٹوٹے ٹوٹے مختلف ہوتے ہیں، کچھ تمدست، کچھ ٹوٹے کچھ کے زادیے بدلے ہوئے، لیکن ان کی ہیئت ایک ہی ہوتی ہے، ہاتھوں میں پانچ انگلیاں، پردوں کی بناوٹ، ناک، آنکھ، کان وغیرہ یہی کیفیت انسانی دماغ کی ہے، اس کے خلیے چھوٹے بڑے اور ساخت میں ایک دوسرے سے ذرا مختلف ہوتے ہیں، لیکن ان کی بناوٹ اور ان کا فنکشن ایک ہی ہوتا ہے، اگر ہمیں کسی دماغ کے خلیوں کی بناوٹ ہی میں فرق نظر آئے اور لاکھ دو لاکھ، دس لاکھ دماغوں میں ایک دماغ منفرد ہو تو کیا ہمیں حیرت نہ ہوگی۔ جس شخص کو میرے سامنے لایا گیا تھا، وہ بھی ایسی ہی دماغی بناوٹ رکھتا تھا، اس کے خلیوں میں کچھ ایسی انوکھی صفات تھیں کہ میں حیران رہ گیا تھا، میں نے اس دماغ کی فوٹو پلٹ بھی حاصل کی تھی جو وقتاً فوقتاً میرے دیکار ڈو میں ہوگی میں بعد میں اس مریض کا اچھی طرح تجزیہ کرنا چاہتا تھا، لیکن وہ دوبارہ میرے پاس آیا ہی نہیں، اور اس وقت بھی وہ مجھے بہت زیادہ وقت نہیں دے سکا تھا۔

”اگر وہ تمہیں تھے تو پھر یہ ایک حیرت انگیز بات ہے مسٹر غزالی کہ ایک ہی بناوٹ کے دو دماغ میرے سامنے آئے، اس کا مقصد ہے کہ یہ دونوں آپس میں کوئی تعلق رکھتے ہیں، بہت آگے نہیں بڑھنا چاہتا، لیکن اگر میں یہ کہوں تو حق یہ ثابت ہوں گا کہ یہ دونوں انسانی بناوٹ رکھنے کے باوجود کچھ غیر انسانی خصوصیات کے مالک ہیں، مگر یہ کون ہیں اور ان کے دماغوں کی بناوٹ میں اتنا نمایاں فرق کیوں ہے یہ بات قابل غور

ہے، اور اس سلسلے میں غزالی میں اپنی تسلی کے لیے تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔

”ہی مسٹر مورگر۔ میں اپنے بدن میں ہونے والی ایٹمن کو شکل تمام برداشت کرتے ہوئے ٹولا، ڈاکٹر مورگر کو چمکے کہہ رہا تھا، بلاشبہ حقیقت پرستی تھا، لیکن ایک ایسی حقیقت جس کی تفصیل میں خود بھی نہیں جانتا تھا۔

مورگر ٹھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا ”سہیلی بات تو مجھے یہ بتاؤ کہ اس شخص کا تعلق کہاں سے ہے؟

میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا کہ ڈاکٹر مورگر کو مکمل حقیقت بتانا مناسب نہیں ہوگا، بلکہ اس کی کسی بھی انداز میں تسلی کر دینا تو بہتر ہے چنانچہ میں نے فوراً ہی جواب دیا، ”ان لوگوں سے ڈاکٹر مورگر میری ملاقات تبت کے ایک دشمن قبیلے میں ہوئی تھی میں سیات کارسیا ہوں، گوہت زیادہ وسائل نہیں رکھتا لیکن پھر بھی بہت کچھ ہے خدا کے فضل سے میرے پاس۔ تبت کے ان علاقوں میں بھی میں سیات ہی کی غرض سے گیا تھا اور ایک دشمن قبیلے کے درمیان پیش کرانتی کریشان کن حالات کا شکار ہو چکا تھا کہ ان میں سے اس شخص نے میری مدد کی جو ابہر بہن کے ساتھ موجود ہے۔ یہ مدد اس نوعیت کی تھی کہ آپ لوں کچھ مجھے بھی نئی زندگی ملی۔ مجھے بچانے کے لیے اس شخص نے اپنی زندگی واڑ پر لگا دی تھی، میں اس کا ممنون ہو گیا تب اس نے اس دوسرے شخص سے ملاقات کرائی جو آپ کے پاس مریض کی حیثیت سے موجود ہے، اور مجھے دکھ ہے کہ ہرے انداز میں بتایا کہ اس کا یہ عزیز ذہنی فنکار کا کارہ ہے جس کی وجہ سے وہ سخت پریشان ہے، اس احسان کے جواب میں ڈاکٹر مورگر میں بھی اس کے ساتھ کچھ کرنا چاہتا تھا، چنانچہ میں اسے دماغی علاج کے لیے اپنے وسائل سے یہاں لندن لے آیا، اس سے زیادہ میں ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، میرے دوست سمبولو راسنے مجھے یہی بتایا کہ وہ تبت کا باشندہ ہے۔

”توجہ ہے، بے حد توجہ، لیکن میرے دوست میری ایک مدد واؤ کرو۔

”کیا مسٹر مورگر؟
”کیا میں اس شخص میں سمبولو کا ذہنی جائزہ بھی لے سکتا ہوں؟
”بڑا بڑا حاسول تھا، چند لمحوں تک ڈاکٹر مورگر کو دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا، اس کے لیے آپ کو مجھے کچھ وقت دینا چاہیگا ڈاکٹر میں اس شخص کو ذرا کرب سے اس بات پر تادمہ کروں گا یہ میرا وعدہ ہے۔“
”شک ہے، ظاہر ہے فوری طور پر یہ کام کیا ہی نہیں جا سکتا

لیکن ڈاکٹر گوین کے ذہنی انتشار کے بارے میں آپ کیا کہیں گے، دماغ کی بناوٹ اپنی جگہ لیکن وہ نیم پگھل کیوں ہے۔

”اس کا تجزیہ ہم ابھی ٹھوڑی دیر کے اندر کریں گے، لیکن غزالی کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اپنے اس دوست کو اجازت دے دو اور اس سے سمبولو کو تم کی سبھی وقت اس شخص کو بین کرنے کر دو اور اسے بھول بیچ جاؤ گے۔

”نہیں ڈاکٹر یہ مناسب نہیں ہوگا لیکن ایک درخواست ہے آپ سے بہن کو اگر کوئی مصروفیت نہ ہو تو براہ کرم اسے اجازت دے دین کہ وہ سمبولو کو بھول چھوڑ آئے کیونکہ یہاں توجہ انہی وقتیں اور گئے۔“

”تو پھر آؤ اس سے بات کیے لیتے ہیں، میں کچھ اور ہدایات بھی دوسرے لوگوں کو دے دوں، ڈاکٹر مورگر نے کہا اور ہم دونوں گوین کو اس طرح میں بڑھا چھوڑ کر باہر نکل آئے، بہن سمبولو کے گفتگوں میں مصروف تھی اور سمبولو نامکمل نظر آ رہا تھا، بہن نے سکرٹے ہوئے مجھے دیکھا۔

”کیوں۔ کام ہو گیا؟“
”نہیں بے بی ابھی نہیں، بلکہ ممکن ہے آج کا تمام دن میں اس مریض کے دماغی معائنے میں لگ جائے، چنانچہ ڈاکٹر سمبولو راسنے کریں تو تم مریضوں میں ان کے بھول چھوڑ دو اور تم بھی آرام کرو، مسٹر غزالی میرے ساتھ رہیں گے۔“
”اوہو! کیا بہت لمبا کام ہے؟“ بہن نے ہونٹ سکود کر پوچھا۔

”ہاں بے بی خاصا وقت صرف ہو جائے گا۔“
”میں مسٹر سمبولو کو ان کے بھول بیچ جائے دیتی ہوں اور غزالی آپ سے پھر اس وقت ملاقات ہوگی جب آپ کو فرصت ہو جائے گی۔“

”میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر، اگر اس ویٹنگ روم میں میری موجودگی کسی پریشانی کا سبب نہ ہو تو مجھے یہاں رہنے دیا جائے، میں نہایت اطمینان سے یہاں دن گزاروں گا۔ سمبولو نے کہا، میں نے ڈاکٹر کی طرف دیکھا اور ڈاکٹر گردن ہلا کر بولا، ”نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر سمبولو، اور میں تم کو تم تک چاہوں مسٹر سمبولو کے ساتھ رہو اور جب چاہو بولنا چلیا جانا۔“
”اگر وہ فیڈی آپ کے کام میں مصروف رہیں، پھر سمبولو بڑی سادہ کی شخصیت ہے، تاکہ جن میں ان سے باتیں کر رہی ہوں، پھر سمبولو کی تو چھٹی جھاڑوں کی گئی۔“
ڈاکٹر مورگر نے اطمینان سے گردن ہلائی اور پھر متعلقہ محلے

کو مزید ہدایات دے کر میرے ساتھ واپس اپنی لیبارٹری میں آ گیا۔ اس نے میرے تعاون سے کچھ اور شیڈ کو اشارت کیا اور پھر اس طرح پانچ ماہ تک بڑی صندوق نامائین کے اندر داخل کر دی گئی اور شیڈ کے دروازے بند ہو گئے، ڈاکٹر ایک باہر پاس وژن مسکر کے سامنے آ گیا تھا، اس نے اسکرین سے ایک کیوہ نامائین کی ایڈنٹسک کی اور پھر اس صندوق نامائین کے پاس جا کر اس کے کچھ بین ان کر دیے۔ وژن اسکرین پر کچھ ایسی ہیچنا نے لگیں اور پھر آہستہ آہستہ ایک خاکہ نمودار ہونے لگا، میں ڈاکٹر کی کارروائی دیکھ رہا تھا، ٹھوڑی دیر کے بعد یہ خاکہ ایک انسانی دماغ کی شکل اختیار کر گیا، میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، چنانچہ میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکا، ڈاکٹر پوراسر خاکے کو دیکھ رہا تھا، تقریباً دس منٹ تک یہ کارروائی جاری رہی اس کے بعد ڈاکٹر اپنی جگہ سٹا تھا، تمام شیڈ بند کیں اور گوین کو اس صندوق نامائین سے نکال رکھی، ہوا میں ملا گیا۔

گوین کو شاید بے ہوش کر دیا گیا تھا کیونکہ اس کی آنکھیں بند تھیں اور سلسلے سے تھکا پھرا ڈاکٹر نے اس کی بے ہوش نامائین کو کھول کر اس میں سے ایک فلم نکالی اور اس فلم کو لے کر ایک پوڈیکٹر کے پاس بیٹھ گیا جو چند منٹ کے فاصلے پر رکھا ہوا تھا۔ جدید ترین شیڈوں سے یہ فلم تیار کی گئی تھی اس لیے اس میں مزید کسی کام کا جملہ نہیں تھا۔ پوڈیکٹر نے ڈاکٹر، ایک اسکرین پر ان تصویروں کو دیکھنے لگا، وہ ایک ایک تصویر کو اسٹیل کر کے سرخ پتل سے نشانات لگاتا تھا اور اس کے بارے میں سامنے رکھے ہوئے ایک کاغذ پر بریکس لکھتا جاتا تھا، میں اس دوران بڑے صبر کے ساتھ اس کی یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا، ڈاکٹر نے خود بھی ایک بار مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، وقت کا کوئی اندازہ ہی نہ ہو سکا۔

کام کو میرے لیے قطعی فریڈیپ تھا لیکن معاملہ چونکہ مجھ سے متعلق تھا اس لیے میں اس میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا پھر ڈاکٹر اپنے کام سے فارغ ہو گیا اور مختلف چارٹ لیکر میرے نزدیک بیٹھ گیا۔
اس نے ایک برسی میز پر رکھے ہوئے اسکرین پر بیٹھے کی سمت وہ فلم لگائی اور میرے پاس بیٹھ کر مجھ سے کہنے لگا ”اب تم ان تمام تصویروں کو دیکھو، اس نے ایک بن دیا اور اسکرین پر گوین کے دماغ کی ایک تصویر نمایاں ہو گئی۔ ڈاکٹر نے ایک چھوٹا سا چارٹ نکال کر میرے سامنے رکھا جس پر دماغ کی ایک تصویر تھی، وہی تھی اور پھر وہ بھی تفصیل سے دماغی خلیوں کے بارے میں بتانے لگا، اس نے کہا، یہ ایک مکمل انسانی

پر جانے نہیں لے سکا چنانچہ چند دنوں کے انتظامات کے بعد میں تمہارے اس مریض کو اپنے کلینک میں داخل کر لوں گا۔ ڈاکٹر جے مورگرنے کہا اور میں نے کر دیا ملازمت۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے غرضی کہ ہر اس سلسلے میں کیا کریں یعنی ہمیں کیسے یہ معلوم ہو کہ اس شخص کی دماغی ساخت مختلف کیوں ہے۔ ہم اس دوران سمبوتورا کو بھی اپنے دماغی سامنے کے لیے تیار کر لوں۔ اس مسئلے میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ سمبوتورا کا دماغی جائزہ لے کے بعد مجھے اس شخص کے علاج میں بھی سہا سہائی ہو جائے گی۔ سمبوتورا کا پہلے ذہنی تجربہ کر لیا جائے اس کے بعد ہم اس سے یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ اس کا دماغ عام دماغوں سے مختلف کیوں ہے۔

ٹھیک ہے ڈاکٹر یہ کام آپ کریں، لیکن وہ شخص میرے لیے باعث دلچسپی ہے جس کا تذکرہ آپ نے کیا ہے۔ وہ؟ تھا؟ وہ سمبوتورا نہیں تھا۔ لیکن کیا ایک ایسا دوسرا آدمی آپ کے لیے تعجب خیز نہیں ہے۔ ہمیں نے پوچھا۔

”بالکل ہے، میں اپنا ریکارڈ دکھاؤں گا اور اسکے ذریعے تمہیں اس شخص کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہو جائیں گی، لیکن یہ وہ اپنی ہی شکل کا کوئی آدمی ہو۔ سمبوتورا تمہیں اس کے بارے میں یقیناً تفصیلات بتا سکے گا۔“

ٹھیک ہے ڈاکٹر، آپ یہ کام کیجئے۔

ڈاکٹر لیبارٹری میں بار نکال کر اپنے فرائض میں پھنس گیا۔

سمبوتورا کو ابھی اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ ہر اپنے کام سے فارغ ہو گئے ہیں۔ مجھے اس کی طرف سے کوئی کشش بھی نہیں تھی۔

ڈاکٹر نے متعلقہ افراد کو بلایا اور پھر اس سال کا پورا ریکارڈ دیکھانے کے لیے کہا گیا، میں خود بھی چونکہ اس معاملے میں اتنی ہی دلچسپی لے رہا تھا چنانچہ مجھے وقت کے ضائع ہونے کا کوئی احساس نہیں تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کی کوشش کے بعد ڈاکٹر نے

ایک بڑا سافاز مختلف رپورٹوں کے ساتھ جو ایک فائل میں لگی ہوئی تھیں نکلا لیا اور اسے سامنے رکھ لیا۔

”آج سے ٹھیک سات ماہ پہلے اس شخص کو لایا گیا تھا۔ اسے لانے والے ایک صاحب، ”مارٹن ایئرٹو“ تھے جن کا پتا بھی

میرے پاس موجود ہے۔“

”مارٹن ایئرٹو“ اس شخص کو لانے والے تھے یا خود اس شخص کا نام ”مارٹن ایئرٹو“ تھا۔ میں نے چونکہ کر پوچھا۔

ڈاکٹر نے مزید کچھ کاغذات دیکھے پھر ان میں سے کچھ کاغذات کو میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا، ”میں، مریض کے

سرپرست کا نام مارٹن ایئرٹو تھا اور مریض کا نام لیوس۔ اس شخص کی تصویر بھی موجود ہے۔“

یہ انکشاف میرے لیے چونکا دینے والا تھا کیوں کہ میں صاحب سے جس شخص نے ملاقات کی تھی وہ لیوس تھا لیکن اس نے اپنا نام ”مارٹن ایئرٹو“ بتایا تھا اور اسی نام

اور پتے کے ساتھ اس نے میں صاحب کے پاس پریشام بھجوا دیا تھا اور کہا تھا کہ لوگ اس سے مل لیں، پھر یہ لوگ

انگ شخصیتیں کیسے ہو گئیں۔ لیوس کی تصویر بھی نیکارڈ میں موجود تھی اور اس کے دماغ کے تجربے کی تمام تفصیلات بھی

میں نے ایک بار پھر ڈاکٹر مورگرنے سے کہا، ”مارٹن مورگرنے کو غور کر کے بتائیے کہ یہ شخص جس کے دماغ کی تفصیلات آپ

کے پاس موجود ہیں بذات خود مارٹن ایئرٹو کی حیثیت سے آیا تھا یا کوئی اور اسے لے کر آیا تھا۔“

”نہیں بھائی، مارٹن ایئرٹو اس شخص کو لے کر آیا تھا۔ جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے اب مجھے یاد رہا ہے

کہ وہ ایک بھاری بدن والے قد کا آدمی تھا، شاندار شخصیت کا مالک اور جس شخص کو وہ لے کر آیا تھا وہ بھی ٹھیک ٹھاک آدمی

معلوم ہوتا تھا، مارٹن ایئرٹو نے اس کا تعارف لیوس کی حیثیت سے کر لیا تھا اور شاید اس نام پر میں نے یہ بھی سوال کیا تھا کہ کیوں

سے خط کا نام ہے۔“

”اس کا کوئی جواب دیا گیا تھا۔“

”شاید میں یا شاید میں نے غور نہیں کیا تھا تم۔ کیا انیس

سے کسی کو پہچانتے ہو۔“

”نہیں قطعی نہیں، میں مجھے حیرت ہوئی اس بات پر۔“

”بہر طور، یہ اس کے دماغی تجربے کی رپورٹ ہے اس کے دماغ کی زیارت کو سو فیصدی ذہنی تجربے میں ہمارے اس ساتھی

گو میں کی ہے، لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اس کے خلیے مستحکم تھے اور اپنا کام کر رہے تھے، لیکن گو میں کے دماغ کی یہ

کیفیت نہیں ہے، اور بہر طور اس کی ظاہری حالت بھی یہی بتاتی ہے۔“

میں نے مارٹن ایئرٹو کا پتا دیکھا۔ یہ پتا بھی وہی تھا جس پر میں اس کے گھر پہنچا تھا۔ بہر حال یہ چونکا دینے اور حکم دینے والی بات تھی لیکن ڈاکٹر جے مورگرنے نے اس کا اظہار نہیں

کیا میں نے ڈاکٹر مورگرنے سے کہا، ”ڈاکٹر صاحب یہ بات طے رہی کہ آپ سے رابطہ رہنے کا اور میں دن آپ مجھ سے کہیں

گئے ہیں اپنے مریض کو آپ کے کلینک میں داخل کرادو گا۔“

”اس شخص کا اعلان میرے لیے بھی کافی دلچسپی کا باعث

سے لیکر شاید میں دماغی بناوٹ کے انوکھے انکشاف کو دوسرے ڈاکٹروں کے سامنے پیش کر کے ان سے اس سلسلے میں معلومات

بھی حاصل کروں۔ یہ میرے لیے ایک دلچسپ تجربہ ہو گا۔ وہ شخص دوبارہ میرے کلینک میں آجائے تو شاید اس وقت بھی

میں یہی کہتا لیکن چونکہ وہ نہیں آیا اور میں اپنی دوسری مصروفیات میں لگ گیا اس لیے یہ بات ذہن سے فراموش ہو گئی۔“

”اد کے ڈاکٹر اب ہمیں اجازت دی جائے۔“

”اس منٹ انتظار کرنا پڑے گا تمہیں، گو میں کو ایک انجکشن دے کر ہوش میں لایا جائے گا اور اس کے بعد ہم اسے

لے کر جا سکتے ہو۔“

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ڈاکٹر مجھے سمبوتورا اور گو میں کو خطا حفظ نگاہ رہا تھا۔ پہلے سمبوتورا کے بیان کے مطابق کافی دیر پہلے وہاں سے جا چکی تھی چنانچہ میں ایک

ٹیکسی کے ذریعے ہوٹل ویلٹائن آنا پڑا۔ راستے میں سمبوتورا نے مجھ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کہی، میں بھی خاموش

رہا بالآخر ہم ویلٹائن میں سمبوتورا کے کمرے میں پہنچ گئے، گو میں کسی قدر تھکا ہوا نظر آ رہا تھا چنانچہ وہ بہتر بہتر کر لٹ گیا

اور سمبوتورا سوالیہ لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

”ڈاکٹر جے مورگرنے بلاشبہ ایک اچھا ڈاکٹر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے جس طرح گو میں کا جائزہ لیا ہے اس سے

یہ اندازہ ہوتا ہے سمبوتورا کو وہ اپنے ذہن میں ماہر ہے۔ اس نے اس بات کا اظہار بھی کیا ہے کہ گو میں قابل علاج ہے۔ گو میں

کے ذہنی مرض کی تھوڑکی بہت تشخیص اس نے کر لی ہے۔ بہر طور ہم گو میں کا علاج بہت جلد شروع کرادیں گے اس

کے لیے ڈاکٹر جے مورگرنے صبح وقت کا تعین کر کے گا لیکن سمبوتورا ایک نئی الجھن میرے ذہن میں پیدا ہو گئی ہے۔“

”کیسا؟“ سمبوتورا نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اب سے تقریباً سات ماہ قبل لیوس کا ذہنی تجربہ بھی ڈاکٹر جے مورگرنے نے کیا تھا اور لیوس کو جو شخص ڈاکٹر جے مورگرنے

کے پاس لے کر آیا تھا اس کا نام مارٹن ایئرٹو تھا۔“

”کیا مطلب؟“ سمبوتورا نے تعجب سے کہا۔

”ہوں، لیوس خود مارٹن ایئرٹو نہیں ہے۔ اسے تم نے شناخت کیا تھا سمبوتورا، اور وہ میں صاحب کو اپنا نام

مارٹن ایئرٹو ہی بتا کر آیا تھا۔“

”میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئی گا زالی، سمبوتورا نے کہا۔“

دماغ سے تمہارے غور سے دیکھو اور پھر اس میں رہتے ہوئے اس دماغ کو دیکھو تب ہی تمہیں صاف محسوس ہو جائے گی، اس کے علاوہ جیسے کہ تم نے کہا کہ یہ ایک منتشر دماغ ہے یعنی

اجنبی ہونے کے علاوہ اس میں کچھ ایسی خرابیاں ہیں جیسا کہ وجہ سے وہ شخص ذہنی طور کا شکار ہے۔ تو ان خرابیوں کا اندازہ ان

سایہ لکروں سے ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شدید جھٹکے پہنچے ہوں اس دماغ کو جس کی وجہ سے غلیوں کے درمیان

کچھ خلا پیدا ہو گیا ہے۔ سامنے کے حصوں میں ان چند غلیوں میں یہ خلا نظر آتا ہے لیکن جو اندرونی حصے ہیں یقیناً

وہ بھی اس سے متاثر ہوں گے اس دماغ کو یا تو کوئی بہت بڑی چوٹ پہنچی ہے یا پھر خاص قسم کے جھٹکوں کے ذریعے اسے منتشر

کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں اور میرا خیال ہے یہی اس شخص کے ذہنی فنقو کا سبب ہے۔“

”مگر ڈاکٹر کیا اس کا علاج کیا جا سکتا ہے۔“

”ہاں لیکن بہت ہی مشکل چیز ہے وہ رطوبت جو ان غلیوں کی کپڑوں میں جمع ہو کر ان کے خلا کو پر کرتی ہے اور انہیں متحرک

بھی رکھتی ہے بہت ہی تیاراب چیز ہے، اس رطوبت کو ان غلیوں میں صحیح جگہ داخل کرنا اور پھر اسے وہاں ٹھہرانا ہی اس شخص کا

علاج ہے۔ یہ خلا پھر جو جگہیں گے تو دماغ صحیح کیفیت میں کام کرنے لگے گا لیکن یہ علاج بے پناہ مشکل ہے لیے پناہ

مشکل۔“

”ڈاکٹر میں اس شخص کا علاج چاہتا ہوں۔“

”بہت ہی لمبا کام ہو گا مارٹن غرضی، لیکن میرے لیے غیر دلچسپ نہیں ہے۔ آپ اپنے طور پر فیصلہ کر لیجئے کہ کتنا وقت اس

کے لیے دے سکیں گے۔ بہر چند کہ میں کوشش کروں گا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کام کر لیا جائے، لیکن میرے دوست اس

کے لیے مجھے کچھ اور ڈاکٹروں کے مشورے بھی درکار ہوں گے میں یہ کام اپنے طور پر بھی کر سکتا ہوں لیکن اخراجات بے پناہ

ہو جائیں گے اور پھر اس کے علاوہ وقت بھی۔“

”ڈاکٹر یہ کام میں کرنا ہے، گو میں کو ہم آپ کی کلینک میں داخل کریں گے اور اخراجات کا مسئلہ بھی طے کریں گے، آپ

اس کے لیے تیار رہیں کیجئے۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”تو پھر اگر آپ چاہیں تو گو میں کو آج ہی سے آپ کے پاس چھوڑ دیا جائے۔“

”دو تین دن رک جاؤں، طویل عرصے کے بعد واپس لوٹا ہوں۔ بہر چند کہ میں کلام ہو رہا ہے لیکن میں اس کا مکمل طور

”ہاں بات واقعی اتنی اچھی ہوئی ہے۔ لیکن..... لیکن ڈاکٹر نے مورگہ کہتا ہے کہ سات ماہ قبل جو شخص ایسوس کو لیکر ذہنی تجربے کے لیے پہنچا تھا وہ خود بخود نہیں بلکہ مارٹن ایئرٹو تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حسن صاحب کے پاس جو شخص کیا تھا وہ مارٹن ایئرٹو تھا یا ایسوس۔ حسن صاحب نے جو تصویر میں وہی تھی ظاہر ہے یہ اس شخص کی ہو سکتی تھی، جو ان کے ملاقاتی تھا اگر اس نے ہوتا تو حسن صاحب یہ بات ضرور بتاتے کہ ملنے والا کوئی اور تھا اور تصویر کسی اور کی ہے لیکن اگر ایسوس ہی حسن صاحب سے ملا تھا۔ اور اسے ہی تمہاری تلاش تھی تو پھر اس نے اپنا نام مارٹن ایئرٹو کیوں بتایا جبکہ اس نام کا ایک ایسا شخص اس کے ساتھ موجود ہے جس کا اپنا نام مارٹن ایئرٹو ہے۔ سمجھو تو رائے نکھیں بند کر کے صورتوں کی پشت سے گردن نکادی اور پھر اس طرح آنکھیں بند کیے کیے سر کر لیا۔ وہ گاڑی، وہ ایرومنج ہی یہ تمام باتیں سن کر چمکا گیا ہے۔ یہی صلاحیت تو نہیں ہے ہمارے اندر کہ ہم ان پیچیدہ مسائل کو سلجھا سکیں۔ تم کہہ کرنا چاہتے ہو اور تمہیں اس میں کیا الجھن نظر آ رہی ہے۔ بلکہ تم خود ہی اس کا تجربہ کرو۔“

کوئی خاص بات نہیں ہے اس بات نے مجھے الجھا دیا ہے کہ اگر ایسوس کا واقعی کسی طرح مارٹن ایئرٹو تھا تو اس نے اپنا نام مارٹن ایئرٹو کیوں بتایا۔ وہ کہہ سکتا تھا حسن صاحب سے کہ مجھے فلاں فلاں شخص کی تلاش ہے۔ بہ طور احوال اس بات کو ہم تفریق تک نہیں سمجھتے جب تک کہ مارٹن ایئرٹو سے ملاقات نہ ہو جائے۔“

سمجھو تو رائے نکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا پھر اس نے کہا۔ ”واقعی بڑے پیچیدہ معاملات ہیں معلوم نہیں ہیں کون کون سے مراحل سے گذرنا پڑے گا لیکن گاڑی، ایسوس سے اگر ملاقات ہو جائے تو ہمیں بڑی آسائش ہو سکتی ہے۔ وہ ذہنی طور پر بہت طاقتور ہے اور یقیناً اس کے ذریعے بہت سے انکشافات ہو سکتے ہیں۔ کاش! ایسوس ہمیں صحیح حالت میں مل جائے۔“

”اگر تم جاہلو کو ایک بار پھر میں کلارک دو ڈاکٹر ایسوس کے بارے میں بلکہ مارٹن ایئرٹو کے بارے میں معلومات حاصل کروں دے تو میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ جس وقت بھی مارٹن ایئرٹو واپس آئیں فوری طور پر انہیں ہمارے بارے میں اطلاع دے دی جائے۔ اگر وہ ایسوس ہی ہے تو ظاہر ہے کہ تفصیلات سن کر بے چین ہو جائے گا۔“

”سو فیصدی ہم سب کو ایک دوسرے کی تلاش ہے۔“

سمجھو تو رائے آہستہ سے کہا اور اس کی سوج میں گم ہو گیا۔ اپنے آپ کو کہیں کے بھی ذہنی طور پر بہت طاقتور نہیں سمجھتا تھا اور نہ اپنی چھٹی حس کے بارے میں کوئی دوا کرنا تھا لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس معاملے میں کوئی نہ کوئی بڑا ہتھیار ہے۔ اور وہ گڑ بگڑیا ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ سمجھو تو رائے جارحانہ صاف صاف کہہ چکا تھا کہ اس قسم کی الجھنوں سے نمٹنے کی اس میں صلاحیت نہیں ہے۔ نہ وہ کوئی فیصلہ کر پاتا ہے۔ چنانچہ یہ ذمہ داری مجھے ہی قبول کرنی تھی۔ کلارک وڈو اسٹریٹ جانا، نہ جانے کیوں مجھے خود بھی پسند نہیں آیا تھا۔ اگر ایسوس گوہرین اور سمجھو تو رائے کی تلاش میں ہندوستان تک پہنچ سکتا ہے تو پھر ہمارے بارے میں اطلاع ملنے پر اسے بے چین ہوجانا چاہیے معلوم نہیں کیا چکر تھا۔ کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں اپنے طور پر ویر تک الجھن کا شکار رہا۔ شام کی جاؤں میں نے سمجھو تو رائے کو گویا کے ساتھ ہی پی۔ گوہرین کی تلاش اب غالباً دور ہو چکی تھی لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

اس وقت شام کے تقریباً ساڑھے سات بجے تھے جب دروازے پر دستک ہوئی۔ میرے کمرے کا دروازہ تھا میں نے دروازہ کھولا تو اپنے سامنے بلین کو کھڑے ہوئے پایا میں نے اسے پر تپاک انداز میں خوش آمدید کہا۔ بلین مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔

”آج کے تو مارے پروگرام چوٹ ہو گئے غزالی۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ ریاحت کے لیے نکلیں گے۔ اور میں تمہارے کام سے غصے کے بعد ہمیں ساتھ لے کر چلی جاؤں گی۔ لیکن بہ طور تمہارا اپنا کلام بھی ضروری تھا۔ یہ بتاؤ ڈیڑی سے مطمئن ہوئے یا نہیں۔“

”کیوں نہیں بلین۔ ظاہر ہے طرح طرح مورگہ ایک بہترین دفاعی معالجہ ہیں۔ لیکن لطف دلچسپ رہا۔ تم نے مجھے ان کے بارے میں نہ بتا کر اچھا خاصا بھڑک پڑا۔“

”مجھے بھی بہت مزہ آیا۔ بہ حال ایک بات کا اطمینان رکھو کہ ڈیڑی اس سلسلے میں چشمہ دہن گے وہ تمہارے لیے نہایت کارآمد ہوگا۔“

”مجھے یقین ہے۔“

”اچھا اب یہ بتاؤ کہ ہٹل ہی میں گھسے رہے گا اور وہ ہے یا کہیں نکلے گا۔“

”جیسا تم کہو بلین۔“

”واقعی! بلین نے شرات امیز لہجے میں پوچھا۔“

ہاں مجھے دوست بہت مشکل سے ملے ہیں اور میں تم جیسی اچھی دوست کو کسی طور ناراض کرنا نہیں چاہتا۔ میں تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ہم رات کا کھانا کسی مدد سے جگہ کھا لیں گے۔ بلین نے کہا۔

ہٹل سے نکلے ہوئے میں نے سمجھو تو رائے کو اطلاع دے دی تھی اور اس سے کہا تھا کہ وہ رات کا کھانا اور وغیرہ کھا کر فارغ ہو جائے۔ میں کھانا کھا کر آؤں گا۔ بلین کی کارہی نہ تھی موجود تھی ہم اس میں بیٹھ کر چل پڑے۔ ایک بار پھر لندن کی سڑکیں ناہن شروع کر دی گئیں۔ لندن کی اس میں بلاشبہ بہت ہی لطف تھا اور وہ بھی بلین جیسی خوبصورت لڑکی کی ساتھ لیکن پہلے میرا کام ہونا ضروری تھا۔ نہ جانے کیوں ذہن بار بار مارٹن ایئرٹو اور ایسوس کی شخصیت کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ رات گئے تک ہم لوگ تقریحات میں مشغول رہے پھر بلین نے کہا۔

رات کا کھانا ہم لوگ گرین شپ میں کھا لیں گے۔ گرین شپ میں ایک خصوصی شو ہے۔ آج کل کوئی بڑی ملکی لڑکی ڈوٹن کاربو آئی ہوئی ہے جو عجیب و غریب شو بھی دکھاتی ہے۔ وہ رقص اور بے یکن رقص کے دوران وہ لوگوں کو ان کے خاصی حال اور مستقبل کے بارے میں بتاتی ہے۔ یہی ایک دوست بڑی تعریف کر رہی تھی اس کے فن کی۔“

”جہاں تم چن کر دو، میں نے یہاں سے کہا۔

”گرین شپ واقعی ایک حسین رستوران تھا اور اپنے نام کی مناسبت سے پورے کارپوریشن۔ وہ ذہن سے چند فن کی بلندی پر بنا گیا تھا اور اس کی برونٹی شکل بالکل جواز کے مانند تھی۔ چننا اور کبھی دیگر مہربان نظر پیش کرتے تھے۔ لیکن درمیانی حصے میں بہت بڑا ہال تھا جس میں لہجی سبز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ روشنی کہاں سے آتی ہے۔ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ داخل بے حد حسین اور زندگی سے بھر پور تھا۔ ہم لوگ بے حد اندر داخل ہو گئے نشستیں تقریباً پورے گئی تھیں اور تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سب نشستیں پُر ہو گئیں۔

بلین نے ہنستے ہوئے کہا۔ اتفاق ہے کہ ہم وقت سے کچھ پہلے پہنچ گئے، اس کا مطلب ہے کہ ڈوٹن کاربو کا شو بہت مقبول ہے۔“

مجھے ان تمل چہروں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ایک حسین ایسا بنا ہوا تھا جس پرمازہ سے شیخے لہجی آواز میں موسیقی نشر کر رہے تھے۔ موسیقی کی دھنیں فضا میں اڑ رہی تھیں۔ ہونے لگے تھیں ہم آہنگ تھیں۔ دیر طرے ہمارے سامنے منظر دکھ دیا

اور بلین نے اسے آکر ڈرک کر دیا۔ تو ملکی دیر کے بعد ہمارے سامنے سفید رنگ کا ایک مشروب پہنچا۔ جس کے بارے میں میں نے یہاں سے معلوم کر لیا تھا کہ اس میں کوئی نشہ اور چیز تو نہیں ہے۔ بلین نے بتایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مشروب واقعی خوش ذائقہ تھا۔ ہم اس کی چسکیاں لیتے رہے تھوڑی دیر کے بعد سب پر ایک رقصہ نمودار ہوئی اور رقص کرنے لگی پھر ایک گلوکارہ آئی اس کے بعد کچھ مزاحیہ پروگرام پیش کیے گئے۔ اسی دوران ڈوٹن کا وقت ہو گیا تھا چنانچہ دیر طرے ہمارا آکر ڈرک ہوا۔ ہمارا نام میز پر لکھا اور ہم کٹکھٹ ڈن میں مصروف ہو گئے۔ اس کے پروگرام جاری تھے۔ ڈرے فارغ ہوئے ہی تھے اور میرے ایما پر کافی پی جا رہی تھی کہ ڈوٹن کاربو کا نام بکا گیا۔ بلین اس رقصہ میں بہت دلچسپی لے رہی تھی چنانچہ مجھے بھی اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔

لیکھ دلاز قامت اور ملاطبت حسین ترین نقوش کی تقریباً ساڑھے ساتھائیں سال حسین ایسی نمودار ہوئی اور سب پر آکر ڈرک کی دھنیں تبدیل ہو گئیں۔ وہ عاشقی قسم کے لباس میں ملیوں تھی لیکن عجیب و غریب شخصیت کی مالک تھی۔ ایسے لمبے بال اس کے دراز قامت کے باوجود گھٹنوں سے نیچے تک آ رہے تھے۔ اس نے رقص کا شروع کر دیا وہ لہجے بکھولے سے لے رہی تھی اور موسیقی کی دھنوں پر یوں محو ہوتا تھا جیسے اس کے تمام اعضا فضا میں تیر رہے ہوں۔ ایک عجیب سا ٹھہراؤ تھا یا پھر نظریہ دھوکہ کھا رہی تھیں کیونکہ جب اس کے لہراتے ہوئے بازو فضا میں اٹھتے تو ایک لہجی ہتی چلی جاتی جس میں لاتعداد آوازوں نظر آتے۔ یہی کیفیت اس کے پورے بدن کی تھی۔ اپنی جگہ سے ہٹتے تو بے شمار بے چھوٹ جاتی یا پھر یہ روشنیوں کا کمال تھا۔ کوشش کے باوجود بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دفعتاً باجول ریک گہری خاموشی طاری ہوئی۔ روشنیوں کا تھیل بدل ہوئی تھیں اور اب روشنی کا دائرہ اس لڑکی کو دائرے میں لے ہوئے تھا۔ دھرم روشنیوں میں تیر روشنی کے اس دائرے کے اندر وہ جگہ نمایاں نظر آ رہی تھی تب اس کے ہنٹوں سے ایک بلکی سی آواز نکلی، ایک مرکز میں میں ڈھلے ہوئے لہجے کی صورت میں جس کے بول پر اسرار اور الجھے ہوئے تھے۔ لیکن جس کا مفہوم یہی تھا کہ وہ دلوں میں رہنے والی ہے۔ وہ آواز بے گڑبھی ہے، ہوا ہے جو سینوں کو چھوئی ہوئی گذرتی ہے اور آواز نکل جاتے ہیں۔ اس لہجے کے ساتھ آہستہ بہت رقص کرتی ہوئی وہ ایسا

نیچے آرائی ایک میز کے سامنے رک کر تھکن کرتی رہی اور پھر میز پر بٹھاکر جوڑے سے سرگوشیاں کرنے لگی پھر ایک قبضہ لگا کر آگے بڑھی لیکن جوڑے کو اتنے انداز میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ غالباً اس نے جو کچھ کہا تھا وہ حقیقت پر مبنی تھا، اس طرح وہ میزوں کے درمیان بٹھرتی رہی لوگ ہاتھ اٹھا اٹھا کر اسے اپنی جانب متوجہ کرنے لگے۔ اور وہ رک رک کر ان کے دواؤں کے جواب دیتی رہی۔ میرے نزدیک بیٹھی ہوئی، سیلن نے کہا: کیا تو بھی اسے بلاؤ گے غزلی؟

"کیا مطلب؟"

"اس سے اپنے دل کا حال پوچھو۔ اس سے معلوم کرو کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟ تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"گویا تم اس کا امتحان لینا چاہتا ہو۔"

"ہاں۔"

"تو پھر تم اسے جو پوچھنا چاہتا ہو پوچھ لو۔"

ہاں نے سر اٹھاتے ہوئے میری جانب دیکھا ہاتھ اٹھایا اور چند لمحات کے بعد وہ تھکنے والے جھلم جھلم ہارنے کے نزدیک پہنچ گئی۔ سیلن نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور وہ تھکنے کی طرف دیکھا اور گانے ہی کے انداز میں بولی: جو کچھ تم پوچھنا چاہتی ہو وہ اس کے ذہن میں ہے تمہارے ذہن میں نہیں۔ اپنی بات کرو اپنی بات کہو یہ میں نے مسکا کر اس سے پوچھا کہ یہ لڑکی کیا پوچھنا چاہتی ہے تو وہ بولی۔

"یہ جانتا چاہتی ہے کہ کوئی تمہارے دل میں ہے کوئی تمہارے ذہن میں ہے کیا تم کسی کو چاہتے ہو؟ کیا تم کسی سے محبت کرتے ہو؟"

"ہوں، تو تم میرے ذہن سے یہ سب کچھ معلوم کر لو۔"

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور فوراً ہی اپنی قوت راوی سے کام لیتے ہوئے خود اس کے ذہن سے رابطہ قائم کر لیا۔ اس پر اپنی ذہنی قوتوں کے اثرات والے اور میں نے اس سے سوال کیا کہ پہلے تم یہ بات کرو کہ کون ہو؟ دوسروں کے دلوں کا لڑا کیسے جان لیتی ہو؟ لڑکی کے بدن کو جیسے جھٹکا سا لگا۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ چہرے پر بکھلا ہٹ کے آثار تھے پھر اس نے آکر شرکی موشی کے سہارے پورے بدن سے لہریں اڑا دیں کھڑی ہو گئی۔ میں تمہارے سوال کا جواب دوں گی۔ لیکن ابھی نہیں۔ اور وہ ایک لمبی لہر لہر کر دوسری میز کے پاس پہنچ گئی لیکن

طرف دیکھنے لگا ایک جگہ خون کے چھینٹے تھے ہوئے تھے، اس سے چند ہی فٹ کے فاصلے خونوں کی خاصی مقدار فرش پر وجود تھا۔ میرے ہوش و حواس گم ہوئے لگے۔ انکا مقصد بے اس کر کے میں کچھ ہوا ہے۔ خون کس کا ہے؟ کیا سمجھتا ہوں یا کو میں زخمی ہونے میں، لیکن کیسے؟ کیا قصہ ہے؟ میں چلائے ہونے ذہن سے جا رہی طرف دیکھا تھا۔ خون کے ان چھینٹوں کے علاوہ اور کوئی نشان ایسا نہیں تھا جو کسی جلد و جہد کی خبر دیتا۔ تمام سلمان اپنی جگہ موجود تھا۔ فریج وغیرہ بھی مٹا نہیں ہوئے لیکن یہ سب... یہ سب... میں چند لمحات سوچتا رہا۔ خون کے یہ دھبے دیکھ لے جا بیٹھے اور پھر سمجھتا ہوں کہ کسی کی وجہ سے خاصی اچھٹیں پیدا ہو جائیں گی۔ چنانچہ میں نے جلدی سے جب سے زوال نکالا غسل خانے میں جا کر صابو پھر واپس آ کر جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا اس خون کو صاف کر دیا۔ قالین پر سے دھبے لوری طرح نہیں مٹتے تھے لیکن اتنے مدھر ہو گئے تھے کہ اچھٹیں فوراً ہی نہیں دیکھا جاسکتا تھا، اس کے علاوہ قالین پر سرخ رنگ کے پھول بھی بنے ہوئے تھے جن میں دھبے مدغم ہو گئے تھے۔ تمام نشانات وغیرہ صاف کرنے کے بعد میں اس کمرے سے باہر نکل آیا۔ ذہن ٹانگ ہوا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، سمجھتا ہوں کہ کسی کی بلا وجہ نہیں تھی۔ اس دھبے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے لیکن وہ حالات پر قابو پانے کے بعد یہاں سے نکل بھاگا ہے۔ وہ طاقت کیا تھا؟ وہ کون لوگ تھے؟ جنہوں نے سمجھتا ہوں کہ ڈسٹر کیا تھا۔

میں اسے کمرے میں پہنچ کر شدید ذہنی پریشانی کے عالم میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ کچھ خیال آیا اور میں آنکھیں بند کر کے سمجھتا ہوں کہ ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میرے دماغ میں سنسنائیں کوئی تھی لیکن سمجھتا ہوں کہ طرف سے کوئی جواب نہیں ملایا تو وہ اتنے فاصلے پر نکل گیا تھا کہ میری ذہنی گرفت میں نہیں آ رہا تھا۔ اس لیے کسی خوف کے پیش نظر خواب دینا پسند نہیں کیا۔ کیا پھر ویسٹی جیسے حالات پیش آ رہے تھے؟ کیا یہاں بھی پورے ایسی شخصیتیں پوشیدہ تھیں جو سامنے کو بھیجنا چاہتی تھیں۔ کیا بات ہے؟ کیا واقعہ ہے؟ کوئی معمولی بات ہوئی تو سمجھتا ہوں کہ فرار ہونا چاہتا لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سمجھتا ہوں کہ ذہنی رابطے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں اور اس کے بعد میں نے یہ سلسلہ ترک کر دیا تھا۔ اگر واقعی کوئی ایسی بات تھی تو خود

میرے لیے بھی نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ سارا کھیل ہی بگڑ کر گیا تھا۔ گو میں نے ذہنی دوستی کے کچھ آثار یاد ہوئے تھے تو یہ واقعہ پیش آیا۔ شدید پریشانی میں وقت گزرتا رہا پھر ایک ہی خیال میرے ذہن میں آیا کہ مجھے خود بھی یہ کچھ چھوڑ دینا چاہیے کہ میں اس کے بعد وہ لوگ میری جانب رجوع نہ کریں۔ ان لوگوں کا صرف تصور ہی کیا جاسکتا تھا، کسی کا تعین شکل تھا۔ اس کے اس شخص سے یہ کچھ چھوڑنا دلیسے بھی مشکل تھا کیا کرنا کیا نہ کرنا۔ بہ طور فیصلہ کیا کہ رات میں گلداری جائے۔ آدھی رات کے وقت میں سمجھتا ہوں کہ کمرے میں دوبارہ داخل ہو کر وہ مختصر سا انام سمیٹ لایا جسے سمجھتا ہوں کہ چھوڑ گیا تھا۔ اب یہ سوچنا تو حماقت تھی کہ سمجھتا ہوں اس میں ہول نہیں آئے گا۔ اگر اسے موقع ملا تو وہ خود مجھ سے جزو ذہنی رابطہ قائم کرے گا۔ اس امید میں نے بھی اس ہول کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ البتہ رات کو میں ہی نہ تھا اور اتنے پریشانی رات جاگتا رہا، اس دوران بہت سے خیالات دل میں آنے لگے۔ کیا اپنی اس الجھن سے نجات پانے کے لیے میں موروں کا سہارا لوں لیکن ان لوگوں کو پریشان کرنا مناسب نہیں تھا اور پھر مجھ پر رسالت کی پوجا رہ جاتی۔ مرطوب کمرے سے بارے میں سمجھتا بہت جان چکے تھے۔ جہاں وہ کس ٹائپ کے آدمی ہوں اور میرے لیے کیا سوچیں۔ سیلن موروں کے کسی وقت بھی ملاقات کی جاسکتی تھی۔ اگر موقع ملا تو مناسب ہوا تو اسے اپنا راز دہانے کی کوشش کروں گی۔ فی الحال یہی مناسب ہے کہ کسی اور ایسے ہونٹ میں بنالوں جہاں کوئی مجھ تک نہ پہنچ سکے۔ ناشتے کے بعد میں نے باقاعدہ ہونٹ کے کاؤنٹر پر جا کر وہ دفعہ ادا کیا اور دونوں کمرے چھوڑ دیئے۔ مجھ سے میرے ساتھیوں کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا گیا لیکن بل دیر کی پوری ادائیگی میں لے کر دی تھی۔

میں باہر آنے کے بعد بھی اس خوف کا شکار رہا کہ ممکن ہے میرا تعاقب کیا جا رہا ہو۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر چلا تو رنگاں ہیں پیچھے بھی آ رہی ہیں لیکن گاڑیوں کے اس جم غفیر میں پھلاہے کیسے اندازہ ہو سکتا تھا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے۔ شدید پریشانی کے عالم میں تھا۔ بہ طور ٹیکسی ڈرائیور ہی کے شور سے ایک سستے سے ہونٹ کا انتخاب کیا جو پرانے لندن کے علاقے میں تھا۔

میں نے ایک اور فیصلہ کیا تھا۔ اب مختار اور نازدکی ہے کسی ایک جگہ تک کر لوگوں کو محدود تک پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہیے کہ ان کم از کم اس وقت تک جب تک سمجھتا ہوں کہ

یہ اس کا آخری میز تھی۔ وہاں رکنے کے بعد وہ واپس آئی کی جانب چلی گئی جبکہ ہاتھ اٹھے ہوئے تھے لوگ اس سے اپنے مستقبل کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے پوچھ کر تھکن کرنے لگی اور پھر اس کے گردن خم کر دی۔ گویا اس نے اپنا رومگرام ختم کر دیا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس بات پر احتجاج کیا لیکن وہ اپنے چھوڑ کر چلی گئی اور فوراً ہی دوسری رفا صافوں نے اس کی جگہ لے لی۔ سیلن کی کچھ میں کچھ نہیں کیا تھا لیکن وہ رفا صاف کے اس انداز پر تعجب بھی نہیں ہوئی۔ کچھ منظر بہ طور یہ ایک تفسیری پروگرام تھا میں نے مسکراتے ہوئے سیلن کی جانب دیکھا تو وہ بھی مسکراتے لگی۔

"وہ وہ واقعی حیرت انگیز ہے میرا خیال ہے وہ لوگوں کو ان کے بارے میں بہت کچھ بتاتی رہی ہے۔ خاصی مشہور ہو رہی ہے ان دنوں۔"

میں نے رفا صاف میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی تھی، چنانچہ چند لمحات کے بعد یہ موضوع ختم ہو گیا۔ وقت کافی ہو گیا تھا میں نے سیلن سے اٹھنے کے لیے کہا تو وہ فوراً اٹھ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد سیلن نے مجھے ویلن ٹائمن کے گیٹ کے پاس چھوڑ دیا اور دوسرے دن ملاقات کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ خاصا خوش گوار وقت گذرا تھا انکا دن بھر کافی مصروف رہی تھی لیکن میرا جسم اب ان مشقتوں کا عادی ہو گیا تھا اور تھکن جیسی چیز میرے قریب سے بھی نہیں گذرتی تھی۔ میں ہونٹ کی لالہ میں بہت بہت چلتا ہوا لفٹ کی جانب بڑھ گیا لفٹ نے مجھے میری منزل پر چھوڑا۔ سمجھتا ہوں کہ کمرے پر نگاہ ڈالی تو اندہ تار کی پھیلی ہوئی تھی۔ مدھر روشنی بھی نہیں تھی شاید سمجھتا ہوں کہ وہاں میں اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔

اس واقعہ پر تبدیل کیا وقت میری نگاہ دروازے میں پڑی ہوئی ایک سفید چیز پر پڑی، کوئی کاغذ کا تہہ تھا۔ میں نے چونک کر اسے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ آگے کھلا تو اس پر ایک تحریر نظر آ رہی تھی جو بگڑی ہوئی انگریزی زبان میں تھی۔ تحریر کا منہم لوں تھا۔ ہنگاماً ہی میں کو میں کو لے کر جا رہا ہوں۔ حالات اچانک خراب ہو گئے ہیں۔ تفصیل اس وقت بتاؤں گا جب اپنے لیے کوئی جگہ منتخب کروں گا۔ جہاں کہاں بٹھسکا پھر دنگا۔ اس سے زیادہ اونہ نہیں لکھ سکتا۔ وقت کہ ہے۔

میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ کیا سمجھتا ہوں کہ کمرے میں نہیں ہے۔ میں برق رفتاری سے باہر نکل۔ سمجھتا ہوں کہ کمرے کے دروازے کو دھکیل کر دیکھا اور دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندھ پنچ کر میں نے تیز روشنی کر دی اور چاروں

بارے میں تفصیل معلوم نہ ہو جائے۔ چنانچہ ہوٹل کے اس کمرے میں آنے کے تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میں ہوٹل کے لنگھی دروازے سے باہر نکلا تاکہ اگر تعاقب کیا جا رہا ہو تو اس کا خیال رکھا جائے۔ کافی فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد میں دوبارہ ایک شامی میں بیٹھ کر چل پڑا اور ایک تیسرے ہوٹل میں کمرہ حاصل کر کے اس میں داخل ہو گیا۔ تعاقب اگر کیا گیا ہو گا اور لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ میں کون سے ہوٹل میں مقیم ہوں تو زیادہ سے زیادہ وہ یہی سوچیں گے کہ میں اسی میں قیام پذیر ہوں اور اس ہوٹل تک پہنچنا ممکن نہیں ہوگا۔ اپنی دانت میں میں نے یہ سہانہ کاروائی نہایت ذہانت سے کی تھی، ہوٹل میں داخل ہو کر بدن کو ایک عجیب سی تنگن کا احساس ہونے لگا۔ چنانچہ میں غٹھانے میں داخل ہو گیا۔ غسل وغیرہ کر کے میں سہری پر دروازہ ہو گیا۔ دماغ طوفانی خیالات میں گھرا ہوا تھا۔ صورتحال بہت ہی پریشان کن ہو چکی تھی۔ میں ایک بار پھر سمجھو تو اسے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا۔ لیکن نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر ذہن کو تھوڑا سا کراہ ان حالتوں میں پرانا بے کار ہے۔ سمجھو تو اسے خود ہی توجیہ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ یقیناً وہ ایسے ہی حالات کا شکار ہے کہ اسے اس کا موقع نہیں مل سکا۔ چنانچہ خود کو پرسکون کر کے ہی کوئی کام کیا جا سکتا ہے۔ پہلے مورگے ملاقات کا وقت بھی نکل چکا تھا۔ بے جا رہی کوجب یہ علم ہوا تو گہرا کہ میں کمرہ چھوڑ کر چلا گیا ہوں تو نہ جانے کیا کیا ہوئے گی۔ بہ طور ذمہ داری سے کام کرنا تھا۔ جوشن میرے سپرد کیا گیا تھا اس کے سلسلے میں یہ ابھنیں تو بہر حال موقع کے برعکس نہیں تھیں۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔

سوچنا صرف یہ تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا ہے۔ اور اس کا پس منظر کیا ہے۔ لے دے کر ذہن ایک ہی سمت جاتا تھا یعنی مارٹن ایسٹرو۔ یہ شخص دوسری شخصیت کا مالک تھا جبکہ اس نے اپنے آپ کو ایک فنکار کے لڑکے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ ایک بار سوچا کہ میں نہ دوبارہ کالا رک دو ڈاؤن اسٹریٹ جا کر پھر مارٹن ایسٹرو کو روٹی کیا جائے لیکن اس کی ہمت نہیں چڑی۔ میرے خیال میں یہ جلد بازی ہو جاتی۔ بہتر یہ تھا کہ کچھ وقت خاموشی سے گزار کر سمجھو تو اس کی طرف سے انتظار کیا جائے۔ اور جب تک وہ مجھ سے ذہنی رابطہ قائم

کر کے مجھے اپنے موجودہ حالات سے آگاہ نہ کر دے اس وقت تک میں خاموش ہی رہوں۔ یہ فیصلہ مجھ پر زیادہ ہی مناسب معلوم ہوا اور میں اپنے ذہن کو آزاد کرنا کوشش کرنے لگا۔ خود پریشانی ہی آپری تھی۔ تبت کی ہتھیاروں سے نجات پانے کے بعد اپنے ذہن میں سکون کے کچھ ماسٹریٹرز ہوئے تھے۔ پھر دو دن لے کر کہا تھا کہ اب یہاں سے کہیں نہ جاؤ۔ اگر ان کی بات مان لیتا تو کیا بہتر نہ ہوتا۔ لیکن پھر ان لوگوں کا کیا کرنا جو مجھ سے اس لگا بیٹھے تھے، شاید میں ہی احمق تھا واقعی میں احمق ہی تھا۔ جن صاحب نے خزانے کا جگر شروٹ کیا تھا اس کی ہمت تھی کہ ویلیٹی کی زندگی میں اس کی گہری پیچھا چاہتا۔ صرف میری وجہ سے ان لوگوں کو خزانہ حاصل ہو گیا تھا اور اب میں ہوں کہ احمقوں کی طرح اس ہوٹل میں بیٹھا ہوا ہوں۔

پورا دن اسی طرح الجھنوں میں گزر گیا۔ ذہن شدید پریشانیوں کا شکار تھا۔ سامان اس دوسرے ہوٹل کے کمرے میں چھوڑ دیا تھا اور اس میں بہت سی اہم خبریں بھی تھیں۔ لیکن اگر کسی نے وہاں تک تعاقب کیا ہوگا، تو رات کو وہاں قیام خطرناک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ رات اسی ہوٹل میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ ذہن کو مزوررت سے زیادہ پریشانیوں میں الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ جو کچھ بھی ہو گیا تھا اسے برداشت کرنا تھا۔ اس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔

میری طبیعت کچھ تو بوجھل تھی۔ دیر تک بستر میں پڑا بند تاربا۔ پھر ناشتے کے لیے فون کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس لے کر روٹے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھل دیا۔ لیکن دروازے پر ویر نہیں تھا بلکہ ایک دروازہ قامت لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔

ہیتو۔ داؤسا نے کوئی تارے۔ اس نے کہا۔
ہیتو۔؟ میں حیران سے بلا۔
"آگواںی مارو نے۔ مارو نے اس نے پراسرار انداز میں میری صورت دیکھتے ہوئے کہا۔
"تشریف لائے کس سے ملنا ہے آپ کو۔؟ میری بھیج میں کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ اندر آئی۔
"آپ نے مجھے پہچانا نہیں، اس نے کہا۔
"کیا ہمارے درمیان تعارف ہو چکا ہے۔؟"
"تعارف تو نہیں، بس ایک ملاقات۔ میرے شو میں آپ ایک لڑکی کے ساتھ آئے تھے۔ میرا نام ڈوئن کارلو ہے۔"
"ڈوئن کارلو۔ وہ سوری میڈم کارلو۔ واقعی میں آپ کو

نہیں پہچان سکا اس وقت آپ ایک آپ کیے ہوئے تھیں۔ میں نے کہا۔

"ہاں۔ یقیناً آپ مجھے نہیں پہچان سکے ہوں گے۔ میں بڑی مشکل سے آپ کو تلاش کر سکی ہوں۔"

"میرے لائق کوئی خدمت میڈم کارلو۔؟"
"ہاں۔ آپ نے مجھے حیران کر دیا تھا اس رات میں دسویں کے دنوں کا حال بتا رہی تھی اور آپ نے۔ آپ نے یہ سن کہاں سے کیا۔؟"

"فن میں نے حیران ہونے کی اداکاری کی۔"
"آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں۔"
"غزالی۔"

"آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟ اس نے کہا اور میری آنکھوں میں دیکھنے لگی، میں نے اپنے ذہن کے پردوں پر کچھ انگلیاں سی سکتی ہوئی محسوس کیں۔ میں چونک پڑا۔ میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ یہ ساموں کا انداز تھا۔ میں اس کا لہرے سے واقف تھا۔

"سامون۔؟ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ اور ذمہ دارہ مرت سے کھل اٹھی۔ اس نے بے اختیار راٹھ کر میرے دونوں بازو بکڑ لیے۔

"ساگو تیرے کو کوئی تارے دو تارے۔ ساگو تیرے۔"
"تم سامون ہو ڈوئن کارلو۔؟"
"ہیتو۔ بڑا نے۔ ہانی تورا سا۔ ای تو بڑا نے، اس نے پوجش لہجے میں کہا۔

"لیکن میں سامون نہیں ہوں۔ میں نے کہا۔ اور اس کا جوش سرد پڑ گیا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"پھر تم کون ہو؟ اس نے کہا۔"
"اطمینان سے بیٹھو ڈوئن۔ میں سامونوں کا دوست ہوں گوشالی کا خاندان۔"

"گوشالی؟ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔
"میں گومین اور لائی مین کے ساتھ یہاں آیا ہوں۔"
"گومین، والی مین؟ وہ بیچ پڑی؟ وہ کیا وہ بھی یہاں ہیں؟"
"ہاں ڈوئن کارلو۔ یہ طویل کہانی ہے۔ مجھے تمہارے اس طرح مل جانے پر بے حد خوشی ہے حالات کچھ اس قسم کے ہو گئے تھے کہ میں بالکل تباہ ہو گیا تھا اور پریشانی کا شکار تھا۔ میرا خیال ہے پہلے میں تمہیں اپنے بارے میں حقیقتیں بتا دوں، اس کے بعد تمہیں مجھ پر پھر سنا کرے میں آسانی ہوگی اور شاید اس وقت تم مجھے سے کھل کر گفتگو کر سکو۔"

ڈوئن کارلو نے شکر گزار نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے لولی۔ جو حوالے تم نے دیے ہیں وہ کوئی عام آدمی نہیں دے سکتا لیکن یہ سبست اچھا ہوگا کہ پہلے میں تمہارے بارے میں جان لوں اور اس کے بعد تمہارے درمیان خلوص کے سوا اور کچھ نہ ہو۔

"میرا نام غزالی ہے ڈوئن کارلو میں ہندوستان سے تعلق رکھتا ہوں اور سب سے پہلے میری ملاقات گومین سے ہوئی تھی جو ذہنی طور پر منتر تھا اور میں اس کی مدد کے لیے صرف انسانی رشتوں کی بنیاد پر کام نہ ہو گیا تھا۔"

اس کے بعد میں نے انحصار کے ساتھ ڈوئن کارلو کو اپنی داستان حیات سنائی۔ دسویں یا گوشالی اور سمجھو تو اسے اپنی داستان کے بارے میں بتا اور اس کے بعد کہانی لندن تک پہنچ گئی۔ میں نے لیڈوں کا تذکرہ اس سے کیا تو ڈوئن کارلو نے آنکھیں بند کر کے گردن صوفے کی پشت سے لگا دی۔ وہ گہری گہری سانس لے رہی تھی۔

جب میں خاموش ہوا تو اس نے آنکھیں کھولی کر مجھے بغور دیکھا پھر کہنے لگی "اس طرح تو تم ہمارے لیے بہت بڑی حیثیت کے مالک ہو مگر غزالی۔ میں بہت حیران ہوں لیکن اب مجھے اس بات پر بھی شبہ نہیں رہا کیونکہ تم بہر حال ان لوگوں کے تربیت یافتہ ہو لیکن یہ بات کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ ہماری خصوصیات کو اپنانے سے تامل مجھے اتنا تم پر بالکل اعتماد ہے۔ بل میں غزالی وہ دی ہوس کی شخصیت تھی جس نے مجھے لندن کی جانب متوجہ کیا۔ میری کہانی اس کہانی سے الگ نہیں ہے جو ہمیں سامونوں کی بنیاد معلوم ہوئی۔ ہم میں اپنے دہس سے بیٹھے ہوئے، کچھ لوگوں کی سازشوں کا شکار ہوا میری بد شہبلی نے میں منتر کر دیا اور اب ہم کچھ ہو کر اپنی دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں چونکہ تمہاری یہ دنیا سب سے تین ہونے کے باوجود ہماری زندگی سے میل نہیں کھاتی، جہاں ہم رہتے ہیں وہاں ہمارے خاندان صدیوں سے آباد ہیں اور ہم انہی کے درمیان سرد زمیں کی گزار سکتے ہیں۔ منتر غزالی میری کہانی بہت طویل نہیں ہے بس یوں کچھ لو کہ سٹکنے والوں میں سے میں بھی ہوں، جس لڑکی ہائیساکا تم نے ڈر کیا وہ میری گہری دوست سے گوشالی کے بارے میں ہیں اس بات کا علم ہوا تھا کہ وہ ایشیا کے ایک علاقے میں ہے لیکن انیسویں میں اس علاقے کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم کر سکی تھی وہ شاید گوشالی کے پاس ہی پہنچ جاتی۔ بے شمار سامون تمہاری اس دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور

ہم اس کوشش میں مصروف ہیں کہ ہم بچنا ہو جائیں۔ میں بھی
نجلے کہاں کہاں کون کون سی آبادیوں کی خاک چھانتی
رہی ہوں۔ میں نے تم لوگوں کے درمیان رہ کر نہیں جانا ہے
اور میری انداز میں زندگی گزارنی شروع کر دی ہے۔ قصہ و
موتی انسان کی ذات میں شامل ہیں جو شمایاں ملتی ہیں تو بدن
تھکے ہیں لیکن یہاں اس تمہارے کسی نمائش بھی ہوتی ہے اور
لوگ اسے پسند کرتے ہیں۔ میرے پاس جو کچھ تھا اسی کے
ذریعے میں اپنی زندگی گزار سکتی تھی چنانچہ میں نے یہ طریقہ زندگی
اپنا لیا۔ اسی طرح مختلف ہڈیوں اور کھوپڑیوں میں شوگر کی ہوں۔
میں اپنی ذہنی قوتوں سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کے
ذہنوں کو ٹھکرتی ہوں اور ان کے دل کی بات ان کے سامنے
بیان کر دیتی ہوں اور میری اسی قوت کو وہ لوگ نہ جانے
کیا کیا نام دیتے ہیں لیکن بہر طور یہ میرے لیے زندگی گزارنے
کا ذریعہ ہے۔

”تجربہ عرصہ قبل لی بوس سے میرا ذہنی رابطہ اتفاقاً یہ طوطہ
پر قائم ہو گیا تھا اور اس نے ایک سامون ہونے کی حیثیت
سے مجھے اپنے پاس آنے کی پیشکش کی تھی۔ میں اسے تلاطم
نہیں کر سکی لیکن طویل عرصہ ہو گیا کہ مجھے کسی سامون سے
ملنے کی خوشی نصیب نہیں ہوئی چنانچہ میں آج بھی لی بوس کی
تلاش میں سرگرداں ہوں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ ایک سے دو
ہو جائیں تو ہمارے لیے کچھ آسانیاں پیدا ہوں اور پھر
لی بوس تو ہم میں بڑی شخصیت کا مالک ہے وہ جو سربراہوں
کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لی بوس کی پناہ میں اگر شاید ہم کچھ کام
کی بات کر سکتے ہیں لیکن میری تقدیر میں تو ابھی یہ بھی نہیں ہے۔
ڈون کاربو کا بوجھ ادا ہو گیا۔“

”میں دلچسپی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اب مجھے اس بات
پر کوئی شک نہیں تھا کہ وہ سامون ہی ہے۔ وطنی اور بائیا
کے بعد یہ دوسری سامون عورت تھی مجھے۔ دلری دل میں
میں نے یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے اس کی عمر ایک ہزار سال ہو یا
پانچ سو سال یا پھر سو سال، بہر طور ہماری دنیا میں اسے اٹھائیس
انتیس سال سے زیادہ کا نہیں کہا جاسکتا تھا۔ تاہم مجھے
ان تمام چیزوں سے غرض نہیں تھی میں نے ڈون کاربو سے کہا
”تم تجھ تک کیسے پہنچیں؟“
”ہں یوں سمجھ لو کہ انسانی اجسام کی بکھری ہوئی خوشبوؤں
میں سے تمہاری ہلکی بوی میرے پاس رہ گئی تھی اور وہ بھی
صرف اس تصور کے ساتھ کہ تم نے انوکھے انداز میں میرے
ذہن کی گہرائیوں میں جھانک لیا تھا۔ میں اب ہی کسی خوشبو

کو سمجھتی ہوئی تمہیں تلاش کر رہی تھی اور بالآخر میں نے تمہیں
پالیا۔“
”ہاں۔ میں تمہاری اس قوت سے آگاہ ہوں لیکن کیا
فضا میں لی بوس کی خوشبو نہیں ملتی؟“
”نہیں۔ میں نے اس سے ذہنی رابطے کی تمام کوششیں
کی ہیں لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ بہت دور ہے۔“
”تم سامون بوڈون کا روبرو جبکہ میں اسی دنیا کا آدمی ہوں۔
میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ والی مین جسے میں سمجھتا ہوں
ہو ایک گومین کے ساتھ کہیں غائب ہو گیا ہے اور اپنی مرضی سے
کہیں گیا ہے۔ لیکن میری کوششوں سے کام نہیں بنا اور میں اس
سے رابطہ نہیں قائم کر سکا۔ تم اس سلسلے میں کوشش کرو گومین
سے تو ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش بالکل بے مقصد رہیگی
کیونکہ وہ ابھی تک ذہنی طور پر منتقل ہے لیکن اگر والی مین
تمہیں ذہنی راستوں میں چلا جائے تو اس سے بہر طور غلطی تمہارے
پاس موجود ہے کوشش کرو ڈون کاربو کوشش کرو۔“
ڈون کاربو میری طرف دیکھتی رہی اور پھر اس نے گردن
ہلاتے ہوئے کہا ”تھک ہے۔ سمجھتا ہوں کہ تم لوگ ہر طرف تلاش
کریں گے۔ اس نے انکھیں بند کیں۔ لوگا کے آس کے
مخصوص انداز میں بیٹھ گئی اور پھر شاید ذہنی طور پر لندن کی
فضاؤں میں والی مین کو تلاش کرے لگی۔“
”دو منٹ، پانچ منٹ، دس منٹ گذر گئے لیکن وہ اپنی
اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ تب اس نے انکھیں
کھول دیں اور گہری سانس لے کر بولی ”نہیں۔ میرا اس سے ذہنی
رابطہ نہیں قائم ہو سکا۔“
”میں خود بھی بہت کوشش کر چکا ہوں ڈون مین
اس میں ناکام رہا۔“
”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو تفصیلات تم نے مجھے بتائی
ہیں ان کے تحت بظاہر والی مین کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا
اور خاص طور سے اس پرچے کے مضمون سے یہ ظاہر ہوتا
ہے کہ وہ جہاں بھی گیا ہے اپنی مرضی سے گیا ہے لیکن جن حالات
کا اس نے تذکرہ کیا ہے وہ کیا ہو سکتے ہیں۔؟“
”میں خود بھی اس کے لیے پریشان ہوں ڈون۔ ویسے
مارٹن ایٹور میری نگاہوں میں مشکوک ہو گیا ہے۔“
میں چپ ہوا تو ڈون بول پڑی ”ایک اور شخصیت بھی
مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے غزالہ۔“
”کون۔؟“
”ڈاکٹر جے مورگ۔ مارٹن ایٹور کے بارے میں تم نے جو

کچھ بتایا ہے بلاشبہ اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ
شاید لی بوس اس کے قبضے میں ہو اور مارٹن ایٹور کسی خاص
بناؤ پر ہم لوگوں کی تاک میں ہو۔ لیکن ڈاکٹر جے مورگ کا تصور
میرے ذہن میں غلط نہیں ہے۔ لیکن ہے ذہنوں کا یہ امر ہے
طور پر گومین کی ذہنی حالت کا تجربہ کر کے کام کرنا چاہتا ہوں
اور اس نے ان تمام باتوں سے واقف ہونے کے بعد والی مین
تک پہنچنے کی کوشش کی جو بوس کی وجہ سے والی مین کو
فارہ ہونا پڑا۔ تم ڈاکٹر جے مورگ کو بھی ذہن میں رکھو۔“
”اوہ۔۔ میں نے ہونٹ سکونڈر گردن بلانی ڈون کاربو
کے یہ الفاظ ڈون رکھتے تھے۔“

کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر ڈون نے میری
طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی ”اب تمہارا کیا پروگرام ہے
غزالہ۔“

”کوئی بات مجھ میں نہیں۔ اسی ڈون۔ تاہم میری زندگی کا
ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے تم لوگوں کے مشن کی تکمیل۔
میں نے اس کے لیے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے ڈون بہت کچھ
”مجھے اپنے ساتھ رکھنا پسند کرو گے غزالہ۔ ڈون نے

عجیب سے لہجے میں پوچھا۔
”مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ڈون، میری کہانی سننے
کے بعد تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میری زندگی کا یہ مقصد کیا
ہے؟ بلکہ مجھے تو تمہارے دل جانے سے خوشی ہوئی ہے
کہ اگر کم اس طرح ہم ڈون اس موضوع پر تبادلہ خیال کر سکتے
ہیں ورنہ میں تنہا رہ گیا تھا۔“

”میں بھی طویل عرصے سے تنہا ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے
صدیاں بیت گئی ہوں۔ اب تم ملے ہو تو میں تمہیں چھوڑنا نہیں
چاہتی۔“

”تھک ہے ڈون۔ میں خوشی تمہارا ساتھ چلنا چاہتی
”تم کسی طرح کی فکرت کرو۔ میں ہڈیوں اور کھوپڑیوں میں شو
کر کے اتنا کھاتی ہوں کہ ہم اپنی پریشانیوں کا شکار نہیں ہونگے۔
میں اپنا کام جاری رکھوں گی۔ ہاں میں نے یہاں رہائش
کے لیے ایک فلیٹ کرائے پر حاصل کر لیا ہے۔ یہ بڑی زندگی
سے وہ فلیٹ بہتر ہے۔“

”یہ تو اور اچھی بات ہے لیکن ڈون تمہیں شو کرنے کی
فورت نہیں ہے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ کوشاٹی نے اس
مشن کے اختراعات کے لیے مجھے بہت کچھ دے دیا ہے۔
میرے ذہن سے انگریز تھا۔ اور اچھی بات ہے اس
طرح ہمیں نہ کوئی سے کام کرنے کی آسانیاں مل جائیں گی۔“

”میرا بہت ماضی دوری سامان ایک دوسرے ہڈیوں میں ہے
میرے خیال میں اسے ہم وہیں رہتے دیتے ہیں۔ مگر تمہارے ادا
کیا جانا ہے گا۔ ہڈیوں والوں کو اس کے خالی رہنے پر کیا
اعتراض ہوگا۔ ہمارے پاس ہر جگہ کی ضرورت کے لیے ایک
پناہ گاہ بھی رہے گی۔“

”تھک ہے غزالہ۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ گوشائی نے
ایک مناسب فیصلہ کیا ہے۔ ہم لوگ جو کچھ ہیں لیکن تمہاری
دینا کے لوگوں کے سے اندازہ نہیں ٹھٹ سکتے ہیں اس کا اندازہ
تم خود ان سے ٹھٹ سکتے ہو۔“

”کاش میں تمہارے مشن کی تکمیل میں تمہارے کام آسکا۔“

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
ڈون کاربو پر اب کوئی شک نہیں رہا تھا اس لیے میں
ہڈیوں اور کھوپڑیوں کے ساتھ اس کے فلیٹ پر آ گیا۔ فلیٹ چھوٹا تھا
لیکن زندگی کی تمام ضرورتوں سے آراستہ۔ ڈون میرے آجانے
سے بہت خوش تھی۔ دوسرے دن شام تک ہم اسی موضوع پر
گفتگو کرتے رہے۔ ڈون نے کئی بار سمجھتا ہوں کہ ذہنی رابطہ
قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی شام
کو ڈون نے کہا کہ اگر میں مناسب سمجھوں تو ابھی چلا جائے۔
فلیٹ میں کافی وقت گزار چکا ہے۔

میں خود بھی اس بات پر محسوس کر رہا تھا۔ ہم دونوں تیار
ہو کر باہر نکل آئے۔ ایک ٹیکسی ہمیں لے کر محل پڑی۔ کوئی خاص
مقصود ذہن میں نہیں تھا۔ مختلف جگہوں پر وارنہ گردی
کرتے رہے۔ رات کو ایک رستوران میں ڈنر کے لیے داخل
ہو گئے۔ کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خلیعہ ورت
لوگی ہمارے پاس آئی۔

”معاف کیجیے آپ اس کاربو ہیں۔؟“ اس نے ڈون کاربو
سے کہا اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

”ہیلو۔ تم کون ہو؟“
”ایلین سامن۔ آپ نے اپنے شو میں مجھے میرے دل کی
باتیں بتائی تھیں۔ اس وقت سے میں آپ کی مدد ہوں۔“
”شکر ہے۔“

”آپ کے دوست۔۔۔ لوگی میری طرف متوجہ ہو کر بولی۔
”ہیلو۔ میں نے بھی اخلاقا کہا۔“
”کیا آپ لوگ میرے ساتھ ڈنر کی دعوت قبول کرینگے۔“
میرے ڈنر کی اور بھی ساتھ ہیں، ڈنڈی نے اپنے ایک دوست
کو بھی مدعو کیا ہے۔“

”اچھی لوگی بے حد شکر ہے۔ لیکن میں اپنے دوست سے

صوری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے اس وقت معذرت قبول کرواں اگر تمہاری ہی خواہش ہے تو مجھے اپنا فون نمبر دے دو پھر وقت تم سے نشست رہ سکتی۔

”اوہ کر آپ میرے گھر آنا پندرہ گریں گی؟“

”کیوں نہیں؟“ ڈون نے کہا۔

”بہت مشکریہ لڑکی نے ایک گاؤں کا لڑکوں کو روکے دیا۔ اور ڈون نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ لڑکی کو فون کر کے اس سے ملاقات کا وقت متعین کرے گی۔ اس کے جانے کے بعد ڈون نے گہری سانس لی۔

”یہ مشکل بھی ہے۔“

”یقیناً تم نے ان میں کافی مقبول ہوئی ہو۔“

”مجھوڑی کتھی ورنہ مجھے مقبول ہونے کا شوق نہیں ہے یہ فلیٹ بھی ایک خاتون ہی پیشکش ہے۔ کرائے کے لیے میں نے انھیں مجھوڑی کا تھکا درندہ کرایہ لینے پر بھی تیار نہیں تھیں۔“

”ان کے دل کی بات بتا دی ہوگی تم نے؟“

”ہاں ایک دن ان کے دل کی دوسرے دن ان کے شوہر کے دل کی، ڈون نے کہا اور آہستہ سے ہنس پڑی۔

”کوئی خطرناک بات تھی؟“

”ہاں، پہلے دن خاتون تفریحاً متوجہ ہوئی تھیں۔ اپنے شوہر کے بارے میں سوال کیا تھا کہ کیا وہ ان سے محبت کرتے ہیں یا کسی اور لڑکی کے چکر میں ہیں۔ غسابا خاتون کو شبہ ہو گا۔“

”بھیر۔“

”پہلے دن متاثر ہو کر گئیں دوسرے دن شوہر کو لے آئیں۔ شوہر صاحب واقعی ایک دوسری لڑکی کا شکار تھے۔“

”گڑ۔“ وہیں ہنسا م شروع ہو گیا ہو گا۔“

”مسکرا کر کہا۔“

”نہیں بس گریبان سے پکڑ کر لے گئی تھیں۔ ڈون ہنس کر بولی۔

”اوہ تب تو شوہر کو تم نے دشمن بنا لیا۔“

”نہیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ شوہر ہی رات گزار رہا تھا اور خاتون اس بات سے بہت خوش تھیں کیونکہ وہ خود اپنے شوہر سے طلاق لے کر اپنے پسندیدہ شخص سے شادی کرنا چاہتی تھیں۔“

میں ہنس دیا پھر میں نے کہا، ڈون کیا تمہاری دنیا میں بھی سب کچھ ہوتا ہے۔“

”نہیں اس نے خنجر آپ اور ہاشوش ہوگی۔ اس کے بعد اس نے ایک جملہ بھی نہیں کہا۔ ہم نے اپنا آرڈر بک کر لیا اور سر ہو کرنے کے بعد کھانے میں مصروف ہو گئے ان لوگوں پر سے ہماری توجہ ہٹ گئی تھی جن میں سے وہ لڑکی ہمارے پاس آئی تھی پھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فارغ ہو گئے۔“

”تھی ایک آواز مجھے سنائی دی؟ اگر انہم ہم کانی کی پھوڑی تو کر سکتے ہیں۔ آواز اسی لڑکی کی تھی۔ ہم دو لڑکیوں تک بڑے۔“

”سوری۔ میں نے ڈیڈی سے کہہ دیا تھا کہ اس کا بار کسی وقت خود ہم سے ملیں گی لیکن آپ لوگ خود ہمارے میری طرف دیکھ لیں، لڑکی نے بھر کہا۔“

”کیا مطلب؟“ ڈون نے کہا اور اس کیساتھ میرا زلفوں میں ان کی میری طرف اٹھ گئیں۔ پھر میری حسان پر نکل گئی کیونکہ میں نے لڑکی کے اہل خاندان کیساتھ مزے ہوئے اور ان کی بیٹی ہیلن کو بھی بیٹھے دیکھا۔

”مستر مورگ نے کہا کہ آپ لوگ ان کے شناسا ہیں اور اگر میں دوبارہ کہوں تو ان سے ملنا ضرور پندرہ کریں گے۔“

”اوکے بی بی۔ ہم ابھی آ رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہیلن کی آنکھوں میں ہنس نے شکرناک انداز دیکھا تھا۔

”پلیز آئیے، لڑکی واپس چلی گئی۔“

”کون لوگ ہیں؟“ ڈون نے پوچھا۔

”ڈاکٹر جے مورگ۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”ہائی ٹوراسا۔ ڈون تنہوش زدہ لہجے میں بولی۔ اب کیا کرو گے۔“

”کچھ نہیں۔ ملاں گے۔ ایک کام ضرور کرنا ڈون۔“

”کیا؟“

”ہم دو لڑکیوں اس میز پر چل رہے ہیں۔ میں جے مورگے گفتگو کروں گا اور تم اس کے دل میں جھانکوں گی۔“

”اوکے۔ ڈون کاربو لے کر کہا اور ہم دونوں اٹھ کر اس میز پر پہنچ گئے۔“

جے مورگ نے کہا، ہیلن مورگ نے لڑکی دلچسپ انداز میں متوقع ملاقات ہوئی تم سے۔ ہیلن کا خیال تھا کہ تم ہی اس طرح غائب ہو گئے جس طرح پہلے۔ سوری میں کسی یاد میں اچھے کیا تم میرے دوست کے مہمان ہو۔ پلیز بیچو۔“

”ڈیڈی، میں ڈون کاربو لیں، ڈون کی فین لڑکی نے اپنے باپ سے میرا اور ڈون کا تعارف کرایا۔ پھر بولی۔“

اتفاق ہے انکل مورگ کہ آپ مسٹر غرابی سے پہلے۔“

متعارف ہیں۔ ہیلن کیا تم نے کبھی ڈون کاربو کا شو دیکھا ہے؟

”ہاں۔ صرف ایک بار۔ اس وقت مسٹر غرابی میرے ساتھ تھے اور آج یہ ڈون کاربو کے ساتھ ہیں۔ ہیلن کے لہجے میں طنز تھا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ کاربو نے اس کی بات کا ٹوس نہیں لیا۔ وہ نیہ بار آنکھوں سے مسٹر مورگ کو دیکھ رہی تھی۔“

ڈون کی فین لڑکی اس کی تعریفیں کرتی رہی اس کے فون کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔ اس نے ڈون سے چند سوالات بھی کیے جن کے ڈون نے سرسری انداز میں جواب دیئے۔ مسٹر مورگ نے مجھ سے کہا، تم غائب میوں ہو گئے غرابی۔

میں اس بات پر حیران ہوں۔ وہ کہیں میرے لیے بہت دلچسپ تھا اور فین کو میں نے اس کے لیے بہت تیاریاں کی ہیں چند اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کیا ہے بلکہ اپنے ایک ذہین ساتھی کو نیوزی لینڈ سے یہاں آنے کی دعوت دی ہے۔

وہ دو ایک دن میں یہاں پہنچ جائے گا۔ اس دوران میں اور ہیلن تمہیں نہ جانے کہاں کہاں تلاش کرتے رہے ہیں۔“

”یقیناً ایسا ہوا ہو گا مسٹر مورگ۔ لیکن میں ایک حادثے کا شکار ہو گیا ہوں۔“

”حادثہ؟“ ہیلن نے طنز سے مسکرا کر ڈون کو دیکھا۔ لیکن میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔

”وہ دو لڑکیوں ایک غائب ہو گئے۔ میرے لیے وہ ایک سلب چھوڑ گئے تھے جس میں لکھا تھا کہ وہ خطرناک حالات کا شکار ہو کر فرار ہو رہے ہیں۔ مجھے ان حالات کے بارے میں اب تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ اور میں ان دونوں کی تلاش میں مارا مارا پھیر رہا ہوں۔“

”اوہ۔ واقعی۔ مجھے ان حالات کا اندازہ نہیں تھا۔ تم مجھے فون کر کے اطلاع دے دیتے ہیں بھی تمہاری مدد کرنا مجھے افسوس ہے۔ تم نے پولیس کو اس بارے میں اطلاع دی۔؟“

”میرے ساتھی خود گئے تھے۔ اور جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ انہیں کیا خطہ درخشاں ہے میں پولیس سے کیا کہوں۔“

”ہاں یہ بھی درست ہے۔ بہر حال کوئی حرج نہیں ہے وہ جب بھی مل جائیں تم مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو اگر اس سلسلے میں یہی کوئی مدد دہکار ہو تو تکلف نہ کرنا۔“

”شکر ہے مسٹر مورگ۔ اب ہم لوگوں کو اجازت ہے۔ میں نے

کہا۔ اس دوران کافی پانی جا چکی تھی۔

”کیا آپ دونوں ساتھ ہی رہتے ہیں؟“ ہیلن نے پوچھا۔

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا اور اٹھ گیا۔ ہیلن کا یہ انداز مجھے سخت ناگوار گزارا تھا۔

”کہاں۔“ ہاس نے پوچھا۔

”اچھا مسٹر مورگ۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اور اس کے بعد لوگ وہاں سے باہر نکلے۔ نیچے آ کر میں نے ایک ٹیکسی روٹی اور اس میں بیٹھ کر ڈرائیور کو اس پہلے ہوٹل کا پتہ دیا وہاں میں نے ویسٹ اسٹن سے نکلنے کے بعد عارضی قیام کیا تھا۔ ٹیکسی چل پڑی۔

”وہاں کیوں؟“ ڈون نے سرگوشی کی۔

”ممکن ہے ہمارا تعلق کیا جائے۔“

”مگر تم نے مجھے دوسرے ہوٹل کے بارے میں بتایا تھا جہاں تمہارا سامان رکھا ہے۔“

”اس ہوٹل میں میرے پاس کدو ہے۔“

”اوہ۔ ڈون نے ہوش تکوڑے پھر مسکادی تم واقعی چالاک آدمی ہو غرابی۔ پھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے میں اطمینان سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ پھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد میں نے باہر جاز کا۔ راہداری سنان پڑی تھی، ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر جانے کے لیے میں نے وہی عتیق راستہ اختیار کیا جس سے پہلے میں ایک بار گزر چکا تھا۔

اس کے بعد ہم ڈون کاربو کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔

”تم نے جے مورگ کو پٹھا ڈون۔؟“

”اس کی طرف سے یہ خیال ذہن سے بالکل نکال دو غرابی کو میں کے مسئلے سے اس کا تعلق ہے۔“

”پورے وقتوں سے کہہ رہی ہو۔؟“

”ہاں۔ گفتگو چونکہ ان دونوں کے متعلق ہو رہی تھی، اس لیے اس کے ذہن میں وہی خیالات تھے۔ ان خیالات میں کوئی ایسی بات نہیں تھی۔“

”مجھے خود بھی یقین تھا، بہر حال ذہن صاف ہو گیا اور اب ایک ہی شخصیت ایسی رہ جاتی ہے جو شکوک ہو سکتی ہے، یعنی مارٹن الٹرو۔“

”کیوں نہ ہو اسے چیک کریں۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے۔ میں نے گہری سانس لیکر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔“

کلارک دو ڈارٹ پٹ کی اس خوبصورت ٹمارت کے

ساتھ ہم دونوں ٹکسی سے اتر گئے۔ کمال بیل پر انگلی رکھی تو وہی عورت نظر آئی جس سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ شاید کپ مجھے پہچان گئی ہوں میڈم۔
"ہاں تشریف لائے۔"

"کیا مسٹر ایٹرو اپنے دورے سے واپس آ گئے ہیں؟"
"ہاں وہ موجود ہیں، عورت نے کہا اور واپسی کے لیے مگرین بزم دونوں بھی اس کے ساتھ تھے۔ اسی جانیے پہچانے ڈرائنگ روم میں نہیں پہچان آیا گیا عورت باہر نکل گئی۔
"ہوشیار ڈون، میں نے آہستہ سے کہا اور ڈون نے گردن ملا دی۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ دروازہ کھلا لیکن اندر داخل ہونے والا مارٹن ایٹرو نہیں تھا بلکہ ان کی تین دوا پانچ تھی اور وہ باہر میں بیٹھول لیے ہوئے تھے۔ ان کی آن میں وہ ہمارے سروں پر پڑنے لگے۔ بیٹھول کپٹی پر رکھ کر انھوں نے ہماری تلاش کی اور جو کچھ ہماری جیبوں میں تھا نکال کر اپنے قبضے میں لیا گیا۔

ہم دونوں دم بخود تھے۔ چلو، ان میں سے ایک نے کہا اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے میں نے نسیل کر کہا: "ہمیں مہمان نوازی کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے دوستو۔"
"کیوں نہیں۔ دراصل مارٹن ایٹرو وجہت پسند ہے۔

مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کا ایک ہی طریقہ صدیوں سے رائج ہے، جانے کافی شراب دینو۔ ایٹرو نے اپنے مہمانوں کے استقبال میں کچھ حدت کی ہے، اس شخص نے چپکتے ہوئے کہا وہ تلفظ طبع معلوم ہوتا تھا۔

ایک لمبی ریلداری سے نکال کر ہمیں ایک کمرے کے دروازے کے سامنے لے جایا گیا۔ یہ دروازہ کسی دھات کا بنا ہوا تھا اور اس کا ہینڈل کسی بڑی جہاز کے اسٹریٹنگ کے مانند تھا۔ انھوں نے ہینڈل ہموار دروازہ کھولا اور اندر دھکیل دیا گیا۔ اندر گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی، تھوڑی دیر تک کمرے کی درست وغیرہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن آنکھیں تھوڑی ہی دیر کے بعد تاریکی کی عادی ہو گئیں۔

کمرے کی بناوٹ علم کرموں سے مختلف تھی ماس کی دیواریں تک دھات کی بنی ہوئی تھیں یا پھر ان پر دھات کی پلٹیں چڑھی ہوئی تھیں۔ کوئی گھر کی باروش نہ لگ نہیں تھا۔ صرف دیواروں میں ایک مخصوص باندی پر چڑھ سوار بنے ہوئے تھے۔ ان کا نظریہ ایک پانچ سے زیادہ نہیں تھا۔ ان سے مسلسل تازہ ہوا آ رہی تھی۔

ڈون کا روبرو دفعتاً آگے بڑھی اور اس نے دیوار میں لگا ایک سوخ آن کر دیا۔ جھت کے پاس لگی لائٹ جل اٹھی۔ ڈون کا روبرو کچھ کھانا یا لیکن میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ وہ تعجب سے میری صورت دیکھنے لگی۔ میں اس کے قریب پہنچا اور اس کے کان سے منہ لگا کر بولا۔

"ہماری آواز کہیں اور بھی سنی جا سکتی ہے، اس لیے کوئی ایسی بات نہ کہنا جو شکوک بڑھائے ڈون نے گردن بلا دی پھر میں نے زور سے کہا۔

"نہ جانے یہ سب کیا ہے، بول لگتا ہے جیسے مسٹر ایٹرو ہماری طرف سے کسی غلط فہمی کے شکار ہو گئے ہیں، جواب میں ایک زبردست تہقیر سنائی دیا اور ہم چونک پڑے۔ ڈون کی نگاہیں چاروں طرف بھینک رہی تھیں۔ پھر ایک سرگوشی اُبھری۔

"ہماری آواز کہیں اور بھی سنی جا سکتی ہے، اس لیے کوئی ایسی بات نہ کہنا جو شکوک بڑھائے یہ وہ سرگوشی تھی جو میں نے ڈون کے کان میں کی تھی، پہلے آہستہ پھر زور سے اور پھر وی تہقیر میں سر دنگا ہوں سے درد دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک آواز اُبھری۔

"صرف تمہاری سرگوشیاں بلکہ تمہاری ایک ایک جنبش دیکھی جا رہی ہے دوستو۔ اس سے ہمیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تم کسی مشکل کا شکار ہو گئے ہو گا۔
"کون ہو تم۔ اور اس حکمت کا مقصد کیا ہے؟"
"خادم کو مارٹن ایٹرو کہتے ہیں، وہی جس سے تم ملاقات کر لے آ گئے تھے۔"

"ملاقات اس طرح ہوتی ہے؟"
"مارٹن ایٹرو کے بارے میں کچھ معلومات بھی کی تھیں یا ایسے ہی چلے آئے تھے، اس کی طنز یہ آواز اُبھری۔

"تم تمہاری دھوت پر یہاں آئے تھے اور روٹی نہ لگائی تھی تمہارے پاس پینچے تھے تم خود ہی یہاں بندھتے تھے؟"

میں نے کہا۔
"ذہن لوجوان تمہارا نام کیا ہے؟"
"غزالی۔"
"کیا تم ساروں ہو؟"
"نہیں، میں سے منہ سے بے اختیار نکلا، اور وہ تہقیر پھرا پھرا۔

"اس شخص کا ایک ملازم جس کے پاس تمہارا پیغام پہنچا تھا۔ اس نے تمہاری خواہش پر کوہن اور ڈون مین کو میرے ساتھ تمہارے پاس بھیجا تھا۔
"وہ دونوں کہاں ہیں؟"
"اچانک غائب ہو گئے ہیں۔ میں ان کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔"

"اور یہ شبہہ گورقاصہ -؟ سوال کیا گیا۔
"یہ صرف میری دوست ہے، میں نے جواب دیا۔
"میری اطلاعات ذرا مختلف ہیں مانی ڈون۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس پر خوشیدہ جاگد کے بارے میں جانتے ہو جہاں وہ دونوں جا چکے ہیں۔"

"یہ اطلاع غلط ہے، ہم خود ان کے لیے پریشان ہیں۔ مجھے غلط اطلاع دینے والے زندہ نہیں رہتے اس لیے مجھے کوئی غلط اطلاع کبھی نہیں سنی تھی۔ تم یہ بتاؤ کہ سپج بولنا پندرہ گے کہ میں کو کوشش کر دوں؟"
"میں نے سچ بولا ہے اگر تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو تو میں مجبور ہوں۔"

"تم نے سچ بولا نہیں، بلکہ بولو گے، ابھی بولو گے۔ صرف چند لمحات کے بعد دیواروں میں یہ سوراخ دیکھ رہے ہو۔ چند لمحات کے بعد یہ سوراخ آگ اگلیں گے اور تمہارے بدن جھلس جائیں گے، پھر تمہاری زبان سے نکلا ہوا سچ ہی تمہیں اس غلب سے نجات دلائے گا۔ مومن ملاحظہ کرؤ۔ آواز بند ہو گئی۔

میں نے پریشان نگاہوں سے ڈون کا روبرو دیکھا۔ وہ بھی خود وہ نظر آ رہی تھی۔ دفعتاً کمرے کی فضا میں گرم ہوا کے ہبکے آئے لگے اور ہماری سہمی ہوئی نگاہیں ان سوراخوں کی طرف اٹھ گئیں۔ سوراخوں سے لمبی لمبی سرخی بھنگنے لگی تھی۔

پیش رفتی چل رہی تھی۔ سوراخوں سے ہر چند کہ شعلہ نہیں نکل رہے تھے۔ لیکن آہنی تیز سرخی کی آن کی آن میں کھال جھننے لگی۔ سارا بدن سینے سے لاپرواہ ہو گیا۔ حلق بڑی طرح خشک ہونے لگا تھا۔ اور اب تو لباس بھی بدن پر ناگوار لگ رہا تھا بوجہ سمجھنے کی قوتیں زائل ہو رہی تھیں۔

"غزالی؟ ڈون کا روبرو آہستہ سے مجھے آواز دی۔ اور میں دھت زدہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔
"میں خود کو اس آگ سے محفوظ رکھ رہا ہوں۔ لیکن تم! تمہارے لیے میں کیا کر دوں؟"
"کیا مطلب ڈون! تم خود کیسے اس آگ سے محفوظ رہے؟"

رہ سکتی ہو؟"
"اپنی قوتِ ارادی کو جمع کر کے خود کو اس پیش سے بچایا جا سکتا ہے۔ اور جان کے اس احساس کو اپنی قوتِ ارادی کے ذریعے مابین کیا جا سکتا ہے۔"
"اوہ! اہم اپنا کام کرو ڈون پلزز۔ میں بھی کوشش کرتا ہوں میرے لیے ٹھکر نہ کرو۔"

ڈون نے مجھے ایک راہ تجاوی تھی۔ حالانکہ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ لیکن فوری عمل ضروری تھا۔ میں باقی ماکر بیٹھ گیا۔ اصل کام خود کو چند لمحات کے لیے اس کیفیت سے آزاد کرنے کا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور کوشش میں مصروف ہو گیا۔ پیش سے حواس محم ہونے جارہے تھے۔ کمرے کی آکسیجن ختم ہو چکی تھی اور پھر پھینکنے لگے تھے۔ ایسے حالات میں ذہن پر حاوی پانا آسان نہیں تھا۔ لیکن سب کو روانے مجھے جوشٹین کرانی تھیں وہ معمولی نہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ ذہن پر مار چکی کا غلبہ ہونے لگا۔ دماغ کا بدن سے رشتہ ٹوٹ رہا تھا۔ وہ جسمانی تکلیف کم ہوتی جا رہی تھی، جس نے چند لمحوں قبل پاگل کر رکھا تھا۔ جھلسی ہوئی کھال اب تکلیف نہیں دے رہی تھی۔ رفتہ رفتہ میں نے خود کو ہراس سے عاری کر لیا۔ اور بدن کی تکلیف جیسے کہیں گھوٹی ہوئی شیش بار آور ہو گئیں۔ اصاب چاروں طرف ملوں ہی ملوں تھا۔ سنا لے کب تک ذہن سوتا رہا۔ اور پھر کسی آواز ہی نے مجھے جو کھایا تھا۔ ذہن میں گونجنے والی آواز ڈون کا روبرو کی تھی۔ "غزالی! میں نے آنکھیں کھول دیں۔"

"بہت عمدہ عزالی! میرے خیال میں تم نے ساموئل کی تمام خصوصیات اپنائی ہیں۔ ڈون کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے دیوار کے ان سوراخوں کی طرف دیکھا۔ اور پھر گرمی سانس لے کر ڈون کی طرف دیکھنے لگا۔ بدن بیرونی کوئی تکلیف نہیں تھی۔ ڈون کا یہ طریقہ کار بھی راستہ تیلنے والا تھا۔ گہرے ہمدردی سرگوشیاں بھی ریکارڈ کر لی جاتی تھیں۔ لیکن ذہنوں میں گونجنے والی آوازوں کو یقیناً مارٹن ایٹرو کی کوئی کوشش نہیں پکڑ سکتی تھی۔ چند لمحوں خاموشی رہی۔ پھر میں نے ذہنی طور پر ڈون کا روبرو سے کہا۔

"میرے خیال میں تپش ختم ہو چکی ہے۔ غائباً اُس نے ہماری جسمانی قوتوں کا تجربہ کر کے شیشیں بند کر دی ہیں۔" سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کیا جائے؟

ہے ہوش بوجاؤ۔ ڈونٹ کاربو نے منکرے
ہوئے کہا۔ اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے منکر
آنکھیں بند کیں اور گردن ہلا دی۔
ہاں ہے ہوش بوجاؤ۔ یقیناً اس کے ذہن میں
سہی ہو گا کہ یہ آگ چارے ہوش دحاں چھین لے گی۔
بہ طور غزالی وہ ہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ ڈونٹ کاربو
کی تجویز غلط نہیں تھی۔

میں نے اس سے ذہن ہی ذہن میں کہا۔ ٹھیک ہے
ڈونٹ! میرے خیال میں اب میں دوسرے راستے اختیار
کرنے چاہتا ہوں۔ اس بات کا انکشاف تو پوری چکا ہے کہ مارن
ایشر و ہمارا دشمن ہے۔ اور چارے ذریعے گوہن اور دائی
میں کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس بات کا اندازہ بھی ہو چکا
ہے کہ یہ دونوں کم از کم اس کے قبضے میں نہیں ہیں۔
”ویسے تمہارا کیا پروگرام ہے غزالی؟ اس کے قبضے
سے نکلنے کے لیے تم کیا کر سکتے ہو؟“

”وہ سب کچھ جان حالات میں ممکن ہو سکتا ہے۔
تیار رہو! میں نے جواب دیا اور ڈونٹ کاربو خاموش
ہو گئی۔ ہم دونوں آنکھیں بند کر کے اس طرح زمین پر
اوندھے سیدھے بڑھے جیسے کہ چارے بدن بے جان
ہو چکے ہوں لیکن ذہنی طور پر ہم جاگ رہے تھے۔ ڈونٹ
کاربو کا اور میرا ذہنی رابطہ قائم تھا۔ اور اب تمام گفتگو
بھی اس ذہنی رابطے کے ذریعے پوری تھی۔ ڈونٹ کاربو
میری صلاحیتوں سے مسرور تھی کہنے لگی۔ ”غزالی! ایک
غیر ساموں کو میں نے زندگی میں پہلی بار ساموںی خصوصیتوں
سے بھر پور دیکھا ہے اور میرا خیال ہے ساموں کی دنیا
تمہارے لیے بے حد دلکش ہوگی۔ کیا تمہیں یہ سب
کچھ کرتے ہوئے عجیب نہیں لگتا؟“

”اب نہیں لگتا ڈونٹ! میں نے تمہیں اپنے حالات
زندگی کافی حد تک سنا دیے ہیں۔ لیکن ان میں ابھی
کچھ ایسی باتیں باقی ہیں جن کے بارے میں تمہیں تفصیلات
معلوم ہو جائیں تو تم جبران ہوگی۔ وائی میں جیسے تم سمجھو
کہتے ہیں۔ میرا استاد ہے۔ اور اس نے مجھے بہت کچھ
سکھایا ہے۔“

”یقیناً یقیناً! ہر چند کہ وائی میں ہمارے سربراہوں
میں سے نہیں ہیں لیکن انہیں سربراہوں کا مساندن کیا گیا
ہے۔ انسان کی ذہنی صلاحیتیں بے پناہ ہیں۔ مگر گوہن
بجائے گوہن۔ پتا نہیں یہ لوگ کہاں چلے گئے۔“

نکر دیا۔ اور اس کے بعد میں کسی اسپرٹ کے گڈے
کی طرح فضا میں اُھلا۔ اور میری دونوں لائیں اس
شخص کے سینے پر پڑیں جو اس کا ردائی کی نلانی کر رہا
تھا۔
باقی دو افراد ڈونٹ کاربو کو اٹھا رہے تھے۔ میری
زبردست لات کچھ اس خرت سے اس شخص کے سینے پر
پڑی تھی کہ وہ فضا میں اُھل کر دیوار سے ٹکرا یا اور اس
کا سر پاش پاش ہو گیا۔ لیکن اس نے یہ دیکھنے کی کوشش
نہیں کی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔ میں تو پھرتی سے اُن
دونوں پر جھپٹتا ہوا تھا، جنہوں نے ڈونٹ کاربو کو اٹھا لیا
تھا۔ میں انہیں رگیدتا ہوا دو رنگے لیا۔ ڈونٹ کاربو
اب پوری طرح آزاد ہو گئی تھی اور ہلکا ہلکا تھم تھی۔ لیکن اُن آواز ہونے
کے بعد اس نے کوئی حماقت نہیں کی۔ بلکہ اُن دونوں
پر ٹوٹ پڑی، جنہوں نے مجھے اٹھا لیا تھا اور جو میسر
کوششوں سے زمین ہوس ہو گئے تھے۔ اور اب سنبھل
کر بیٹول نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ڈونٹ کے
لوگ راجوے کی ٹھوکر ان میں سے ایک کی پیشانی پر پڑی۔
اور دوسرے کی ٹھوکر اس کے سینے پر گرنے پر۔ مزہ میں خاصی
زور دار تھیں۔ وہ زمین پر جا پڑے۔ عین اسی وقت

ڈونٹ نے اُن میں سے ایک کے ہاتھ سے بیٹول چھین لیا
تھا اور جس نے بیٹول نکال لیا تھا۔ لیکن اسے استعمال
کرنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ بیٹول اس کے ہاتھ سے
لے کر ڈونٹ نے سینے سے بیٹول اسی کی پیشانی کا نشانہ بنایا۔
اور گوئی چلا دی اس کی وہ فرانس بیچا اسپرٹ تھی۔ لیکن
ڈونٹ نے اس کی پروا نہیں کی۔ اس نے گورا ہی دوسرے
آدمی کا نشانہ لے کر اسے بھی مشتاکر دیا۔ میں اُن دونوں
سے بھرا ہوا تھا، جنہیں میں نے ڈونٹ کے پاس سے ہٹا لیا
تھا۔ وہ دونوں باکسر معلوم ہوئے تھے۔ چنانچہ پیٹریے
بل بل کر چھیر چھیرے کر رہے تھے۔ میں نے پھرتی سے
کام لیتے ہوئے انہیں اس کا موقع نہیں دیا تھا کہ وہ اپنے
بیٹول نکال سکیں۔ یا شاید ان کے پاس بیٹول موجود
ہی نہیں تھے۔ کیونکہ اڑائی کے دوران انہوں نے بیٹول
نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دفعتاً میرا واؤ لگ گیا میں

سے اُن کی گردن میں پڑیں اور پھر کسی برق نشار گھوڑے کی
طرح دوڑتا ہوا انہیں دیوار تک لے گیا۔ وہ لوگ خلیفہ
رنگ کے کپڑوں میں چھپے تھے۔ آفر میں نے پوری قوت سے دیوار
کے قریب جا کر اُن کے سر دیوار سے ٹکرا دیے۔ اُن میں سے
ایک سے خیر اختیاری طور پر دونوں ہاتھ دیوار پر لگا دیے

تھے۔ لیکن دوسرا میری کوشش کا شکار ہو گیا تھا۔ اس
کا سر خربوزے کی طرح کھل گیا۔ جس شخص نے ہاتھ
لگا کر کہ خود کو دیوار سے ٹکرانے سے بچایا تھا اس کی گردن پر
میں نے پھر پور ہاتھ مارا، اس نے سہنا چاہا لیکن ڈونٹ نے اسے
بھی مہلت نہیں دی اور گوئی چلا دی۔ گوئی اس کی گردن میں
داخل ہو کر گدی کے پائیکل تھی۔ وہ دونوں ہاتھ فضا میں پھیل
کر اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔

ان پانچوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ پورے کمرے میں خون
خون پھیل رہا تھا۔ اور اوجل بے حد عینا تک ہو گیا تھا۔ پانچ
لاشیں چلڑے سے پڑی تھیں۔ اور اب ان میں سے کوئی

جینش نہیں کر رہا تھا۔ ڈونٹ نے بیٹول کے چیر چیک کیے
اور پھر اسے پھینک کر دوسرے آدمی کی جانب بڑھ گئی۔ اس
نے اس آدمی کے ہولسٹر سے بھی بیٹول نکال لیا تھا، جو پورا بھرا
ہوا تھا۔ اس کی دیکھا دیکھی ہوئے اپنے ٹھکانوں کی تلاش
نی۔ لیکن اُن کے پاس بیٹول نہیں تھے۔ جو شخص انہیں
برایت دے رہا تھا۔ اور جسے میں سے سب سے پہلے دیوار سے
ٹکرا کر ہلاک کر دیا تھا۔ اُس کے پاس سے البتہ مجھے ایک بیٹول
مل گیا۔ چنانچہ اب ہم دونوں مسلح ہو گئے تھے۔ اس کے
بعد مارٹن ظاہر ہے دروازے کے علاوہ ہلاک اور کس سمت
ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ہم دروازے سے باہر نکل گئے۔ باہر

راہداری سنان پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ڈونٹ کاربو کی طرف
دیکھا تو اُس نے ایک سمت اشارہ کیا۔ اور ہم راہداری میں
سائے چلنے کے بجائے بغلی سمت چلے۔ ڈونٹ کاربو آگے
آگے جا رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد اُس نے رگ کر پوچھا
کہ کیا خیال ہے غزالی! یہاں سے نکل چلیں۔ یا مارٹن ایشر و
سے ملاقات کر کے؟“

”میرا خیال ہے۔ اُسے موجود ہونا چاہیے۔ اور اگر نہیں
ہوئے تو ہم یہاں سے نکل کر کچھ نہیں حاصل کر سکتے۔ جس
مقصد کے لیے آئے ہیں اُس کی تکمیل کے بغیر یہاں سے روانہ
ہونا مناسب نہیں ہے۔ یعنی لیوسن کی تلاش! ممکن ہے
ارٹن ایشر و نے اسی عمارت کے کسی گوشے میں لیوسن کو
چھپا رکھا ہو یا پتہ چھپانے والی تھی۔ میں نے گردن ہلا دی۔ اور
ہم عمارت کے کمروں میں جھانکنے لگے۔“

ایک ٹرے سے ہال نما کرے میں میں مارٹن ایشر و
نظر آ گیا۔ وہ ایک لمبا گاؤں جیسے ہونے لگا تھا۔ کوئی کتاب
دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں پر چوڑا لگا ہوا تھا۔ جب کہ عام حالات

میں وہ چہرہ نہیں لگتا تھا۔ رُخ چونکہ ہماری جانب نہیں تھا۔ اس لیے میں یہی اندازہ بنا کر وہ کتاب بڑھ رہا ہے۔ دیکھیں کہ میں تم قید تھے وہ ساڈا ڈیردف تھا اور پونا سبھی چاہتے تھا۔ آئے اذیت کا کہ ظہر ہوا استعمال کیا جاتا تھا۔ اور اس میں لگے ہوئے پائیزوں سے خارج ہونے والی گیس یا آگ باہر نہیں آسکتی تھی۔ چنانچہ گولیوں کی آوازیں بھی باہر نہیں سنائی دی تھیں۔ ورنہ شاید مارٹن ایشر و اس طرح مطمئن نہ ہوتا۔ میں نے ڈوئن کارلو کو وہیں رکھنے کا اشارہ کیا۔ تاکہ وہ باہر کا معاملہ سنبھالے رکھے۔ اور اس کے بعد میں نے نیم وا دروازے پر ایک زہر دار رات ماری۔ اور برق رفتاری سے اندر گھس گیا۔ بیٹول کا رُخ مارٹن ایشر کی جانب تھا۔ مارٹن ایشر چونکہ کمری طرف تھا اور موتی سیاہ جلد والی کتاب اس کے ہاتھ سے نیچے گر گئی۔ جڑ ڈھلک کر ٹاک پڑ گیا۔ وہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے، تیرہ ہاتھوں میں دے بیٹول کی جانب دیکھا۔ اور اس کے بدن کو یکطرفہ جھٹکا لگا۔ میں سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے سنبھالی ہے میں کہا۔ "مارٹن ایشر اس میں کبھی بھی فتح حاصل ہوئی ہے۔ اور تم اپنی اس کوشش میں ناکام رہے ہو۔ فتح اور شکست دونوں میں سے ایک چیز انسان کو قبول کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ تم اب میرے رحم و کرم پر ہو۔" مکالمہ ہے۔ تم اپنے بیرون پر کھڑے نظر آ رہے ہو۔ کیا اس آگ نے تمہیں متاثر نہیں کیا؟"

میں تمہارے سوالوں کا جواب دینے نہیں آیا مارٹن ایشر۔ بلکہ تمہیں اب میرے سوالات کا جواب دینا ہے۔" دخترا مارٹن ایشر نے سنبھال لیا۔ اور اس کے انداز میں لاروائی پیدا ہوئی۔ "نہیں بے وقوف آدمی! اپنی اپنی جوتی سنی کا مابانی کو اہمیت ددو، میرا نام مارٹن ایشر ہے۔"

"نصیحہ کے مارٹن ایشر وہیں اب بڑی کامیابی بھی حاصل کرنے کی کوشش کروں گا، مجھے بتاؤ لیوس کہاں ہے؟"

"سوال میرا بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔" مارٹن ایشر نے بڑھ کر ہاتھ میں دے ہوئے بیٹول کو دیکھ کر کہا۔ "میں تم سے ان دونوں کے بارے میں معلومات چاہتا ہوں، وہ دونوں کہاں تم ہو گئے۔ میری مراد گوین اور دانی ہیں۔"

"آن دونوں کے بارے میں ڈیر ایشر! مجھے خود پتا نہیں ہے۔ غالباً تم نے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کی

تھی۔ اور وہ دونوں فرار ہو گئے۔ لیکن میں لیوس کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میں تمہارے پاس کا پتا معلوم کر کے ہی جاؤں گا۔ کیا لیوس اس عمارت میں موجود ہے؟"

"تمہاری اطلاع کے لیے میں تمہیں بتاؤں کہ لیوس یہاں سے بہت دور ہے اس قدر دور کہ تمہاری رسائی اس تک نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ دونوں جو یہاں بھی چھپے ہوئے ہیں انہیں ضرور تلاش کر لوں گا۔ تمہارے حق میں یہ ہی بہتر تھا کہ تم مجھ سے تعلق کرتے۔ تمہارا تعلق ان لوگوں سے نہیں ہے۔ لیقول تمہارے میں اگر یہ بات مان بھی لوں کہ تمہیں اس شخص نے جن کا نام جن تھا، بھیجا ہے تو ظاہر ہے تم اس کے ساتھی یا ملازم ہو گے۔ تمہیں ایک معاوضہ ملنا ہوگا۔ اگر میں تمہیں اتنی رقم دے دوں کہ تمہیں ہندوستان واپس چلنے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے تو کیا اس کے باوجود تم مجھ سے تعاون نہیں کر دے؟ دیکھو دوست! تم صرف حق و فاداری اور کار سے ہو۔"

جب کہ وہ دونوں میری اہم ضرورت ہیں۔ اور ان کے حصول سے مجھے بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مجھے سوا کرو۔ فائدہ میں ہونے لگا۔

"میں تمہیں صرف پانچ ٹک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں مارٹن ایشر تمہارے وہ سب ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں، جو ابھی بڑھ کر پاس پہنچے تھے۔ اور اس کے بعد تمہاری ہلاکت بھی میرے لیے نقصان دہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ تمہاری موت کے بعد میں زیادہ سیر طریت سے لیوس کو تلاش کر سکوں گا۔ وہ کہیں بھی ہو تم لوگ آگے بڑھنا نہیں گے۔"

"تو شک ہے! مجھے بھی مار ڈالو،" مارٹن ایشر نے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے کہا۔ میں خوشی ہو چکا تھا۔ جو کچھ میں نے مارٹن ایشر سے کہا تھا وہ قلم نہیں تھا۔ یہ شخص راہ کی رکاوٹ تھا۔ چنانچہ لیوس کو تلاش کرنے سے پہلے اس کو شہ کر دینا ضروری تھا۔ ہر چند کہ اس سے بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔ لیکن مجھے اپنا کام عریضہ چنانچہ میں نے نتیجہ کے طور پر اس کے داہنے پاؤں کو نشانہ بنا یا اور گولی چلا دی۔ مقصد یہی تھا کہ اسے زخمی کر کے زبان کھولے۔ لیوس کے مارٹن ایشر نے اپنا دانتا ہاتھ کھینچنے پر مجبور کر دیا۔ مارٹن ایشر نے اپنا دانتا ہاتھ کے سامنے کیا اور ایک عجیب و غریب منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ گولی اس کی دائیں ہتھیلی پر لگی اور اڑتی گئی

میں نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ گولی نے اس کے گھٹنے کی ہڈی کو گولی نقصان نہیں پہنچایا۔ دوسرے لمحے میں نے دوسری گولی چلا دی اور مارٹن ایشر نے بینتزا بدل کر اس گولی کو بھی اپنے ہاتھ پر روک لیا۔ لیکن اس طرح اس شخص کی گھرے سیاہ رنگ کی ہتھیلی میرے سامنے آگئی، نیلا ہٹ نائل سیاہی اس کے ہاتھ پر چھلک رہی تھی۔ اور دخترا مجھے احساس ہوا کہ اس کا دانتا ہاتھ مضبوط اسٹیل سے بنا ہوا ہے۔ یا کوئی اور ایسی ہی مضبوط دھات سے جس پر گولی روکی جا سکتی ہے۔ یہ تجربہ میرے لیے انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز تھا۔ اس بار میں نے جھٹکا کر تیسری گولی اس کے پیٹ پر چلائی تھی۔ لیکن مارٹن ایشر نے اس گولی کو بھی اپنے ہاتھ ہی پر روک لیا۔ چنانچہ میں نے سب کچھ کیا تھا۔ یا تو اس کے ہاتھ میں کوئی ایسی مقناطیسی قوت تھی کہ بیٹول سے نکلنے والی گولی اپنا رخ تبدیل کر دیتی تھی اور سیدھی اس کے ہاتھ پر جا چلتی تھی۔ یا پھر وہ اتنا سپر تیلڈ اور گھٹنا گولی کی سمت کا اندازہ لگا کر وہیں اپنا ہاتھ کر لیا تھا۔ ہر طور میں نے مسلسل پانچ گولیاں اس پر چلائی ہیں۔ لیکن نہ عمل قابل دید تھا۔ چھٹی گولی میں نے آخری نشانے کے لیے محفوظ رکھی تھی۔

مارٹن ایشر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "بچوں کا یہ کھیل مجھے پسند ہے۔ لیکن یہ وقوف نوجوان مارٹن ایشر کے سامنے کھڑے ہونے سے پہلے اگر تم کہیں سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے تو تمہارے حق میں بہت بہتر ہوتا۔ تم نے اپنی بدترین موت کو دعوت دی ہے۔ تم نے کہا ہے کہ تم میرے یا بچوں آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ چنانچہ اب تو مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں تمہیں مار ڈالوں۔"

لیکن اس کے باوجود میں تمہاری جان بخشی کر سکتا ہوں۔ اگر تم ان دونوں کو تلاش کرتے ہیں میری مدد کرو۔"

میں چوہن تھا اور اس بار میں اسے موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے انتہائی احتیاط سے اس بار گولی اس کے داہنے بازو پر چلائی تھی۔ خیالی یہ تھا کہ اس کا اسٹیل کا ہاتھ زیادہ سے زیادہ کھینچ ہوگا۔ کیونکہ اس کی تیشہ تیرہ بیانی تھیں کہ وہ آسانی سے اپنے اس ہاتھ کو حرکت دے سکتا ہے۔ لیکن اس نے ہاتھ کو فاسی جنبش دے کر میرے اس آخری فائر کو بھی ناکام بنا دیا تھا۔

"چلو تمہاری مشکل حل ہو گئی۔ اب تمہارے بیٹول میں گولیاں نہیں ہیں۔ اسے چھینک دو۔ دست بردار جنگ کرنے کا تصور بھی مت کرنا کیونکہ میرا ہاتھ دیکھ رہے ہو

قلم کی دنیا کے نواب کی مملکت میں ایک نئی تحریر کا اضافہ

ادھورا ادھورا

بلند پایہ معاشرتی کامیوں کی پہچان
ایک مقبول اور معتبر نام

محی الدین نواب

جن کے نثر ناول قلم سے نکلے ہوئی تحریر کا انتشار رہتا ہے

ادھورا ادھوری

ایک اہم موضوع پر ایک اچھوتا ناول
زندگی کے اتار چڑھاؤ کا آئینہ دار
خوبصورت پر جتس نوزک اکیلا اور آیدار

ادھورا ادھوری

نئے ہر بار کی طرح آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھا
جانے گا

شائع ہو گیا ہے۔۔۔۔ قیمت = 150/-

علی بک سٹال

نہت روز چوک میو ہسپتال لاہور

7223853

ما۔ اس کی قوت کا مظاہرہ کر کے میں اپنا عقلمان نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ تمہارے بدن کے جس حصے پر بھی پڑا، وہ حصہ دوبارہ کبھی خراب نہیں سکے گا۔"

مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ہم ہر کم اس سلسلے میں وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ جس چیز پر بیٹول کی گولی اثر انداز نہیں ہو سکی، میں اس کا کیا بگاڑوں گا۔ چنانچہ اب وہ غور کرنے کی چیز تھا۔ مارٹن ایشر کے چہرے کے نازک ہونے جا رہے تھے۔ اور اب اس کے خرد خال بے حد

بھیانگ نظر نہ لگے تھے۔ اس کی سرخ آنکھیں مجھ پر برکتی تھیں۔
 ”جواب دو! وہ دونوں کہاں ہیں؟ یہ بات میں نہیں مان سکتا کہ تمہیں ان کا علم نہیں ہے؟“
 ”میں تمہیں ان کے بارے میں بتا سکتا ہوں مارٹن ایشر و لیکن اس سے پہلے تم مجھ سے متبادر کہ تم ان کا جعلی کوئل چلے ہو۔ اور لیوین کہاں ہے؟“
 ”تم اس قابل نہیں ہو لوگے کہ میں تمہیں اپنے معاملات میں شریک کر دوں۔ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے، ایسی گدھے کے ہاتھ میں بھی بیٹول دے دو تو وہ ہر طور پر سبک دیکھ سکتا ہے جو تمہیں لے لے۔ میں نہیں جانتا کہ ان باخ افراد کو تم سے کس طرح متعلق کر دیا میں یہ بھی نہیں جانتا کہ آگ کا حیرت مہم پر ناکام کیسے رہا۔ لیکن میں تمہیں اس کے باوجود کوئی اہمیت نہیں دے سکتا۔ اس سے قبل کہ میرا ذہنی تواناں خراب ہو جائے تم میری بات کا جواب دو! وہ آج آہستہ آہستہ اٹھ بیٹھے لگا۔ میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ البتہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس کے اسٹیل والے ہاتھ سے مجھے کیسے لے لیا کہ کارروائی کرنی چاہیے۔ چند لمحوں کے بعد وہ میسر بالکل قریب پہنچ گیا۔ اسکی آنکھوں سے حدیسا تک پوری تھیں پھر اس نے اپنا دوسرا ہاتھ صراحت کر دیا مگر جہاں بیٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن میں اپنے لیے لاشع عمل مرتب کر چکا تھا۔ چنانچہ میں پھرتی سے نیچے پھوٹ گیا اور دونوں ٹانگیں اس کی ٹانگوں میں پھنسا کر میں نے پوری قوت سے اپنی ٹانگیں کھول دیں۔ میری یہ کوشش کھار گئی۔“
 وہ جھکا تو میں نے محوڑا سا مزہ دینے لگا کہ اس کی ایک لات اس کے جسم کے پچھلے حصے پر سیدھا گری۔ اور وہ میرے اوپر سے اچھل کر دوڑا تو اس کے قریب جا کر۔ میں جانتا تھا کہ باہر ڈون کاربو ایٹونی فونٹی پر مستعد ہے۔ نیچے گرتے ہی مارٹن ایشر نے اٹھ کھڑا ہوا اور اس بار اس نے غزائے ہونے انداز میں مجھ پر پھینکا لگا دی۔ اپنے بھاری پن و برش اور ہی جہات کی باوجود وہ بے حد پھیر تپا تھا۔ اگر میں انتہائی جہارت سے کام لے کر اس کا بارو خالی نہ دیتا تو اس نے میسر کو اپنے لوہے سے ہاتھ کاٹنا نہ بنایا تھا۔ وہ اپنی جھونکے میں آئے ہر صفا چلا گیا۔ اور میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں نے ایک کرسی اٹھائی تھی مارٹن ایشر اب شہرہ شہرے میں آگیا تھا۔ اس نے ایک باہر مجھ پر پھینکا لگا دی۔ اور میں نے کرسی اس کے سامنے کوئی۔ لیکن اس نے اپنا اسٹیل والا ہاتھ کرسی پر مارا۔ اور وہ ٹوٹ گئی۔ میں نے پھرتی سے ٹوٹی ہوئی کرسی کا ایک حصہ کھنکھار کر اس کی ٹانگ پر مارا۔ لیکن کجخت کو اپنے ہاتھ سے کام لے کر بہتر بنی جوہر تھا۔

چنانچہ اس نے اس دا کو بھی اپنے اسٹیل والے ہاتھ پر روکا۔ اور دوبارہ ہاتھ میری طرف گھمایا۔ اس کا ہاتھ ٹکری پر پڑا۔ اور کرسی میرے ہاتھ سے اچھل کر دیوار سے جا ٹکرائی۔ پھر وہ نہایت پھرتی سے آگے بڑھا۔ اور اس نے اپنا اسٹیل والا ہاتھ میسر شانے پر اسے کی کوشش کی۔ لیکن اگر ہاتھ میسر بدن کے کسی حصے پر لگا جاتا تو کھیل ہی ختم تھا میں اپنی تمام توجہ اس کے ان دادوں سے پیچھے نہ ہوتے رہتا تھا۔ ابھی تک میں نے کوئی ایسا حربہ نہیں استعمال کیا تھا جس کی مجھے تربیت دی تھی تھی میں کوڑھے سے بڑے دالاتن تھا ہی نہیں۔ لیکن حالات نے مجھے جو کچھ دیا تھا ہر طور اس کا استعمال ابھی مجھ پر ضروری تھا۔ چنانچہ اس بار میں نے ذرا چالائی کی۔ اس کے اس وار سے پیچھے کے بعد میں نے اس کے جب سے ہر ایک گھونسا سیدھا کرنا چاہا۔ انداز میں تھا جیسے میں۔ اس کے جب سے ہر گھونسا مار رہا ہوں۔ لیکن کام نہ اٹھتا تھا۔ اُسے اپنے ہاتھ کی جانب متوجہ کر کے میں نے جسے کبھی بھر پور شوکر اس کی پنڈلی پر لگائی۔ اور یہ شوکر اس کی پنڈلی کی ہڈی پر لگا تھی۔ میری اس ضرب سے اس کے پیرے پر تکلیف کے آثار پیدا ہوئے تھے۔ لیکن اب اس نے اپنے ہاتھ کو سامنے کر کے اسے کسی لاشع کی طرح کھنا شروع کر دیا تھا۔ شائین شائین کی آواز میں ابھر رہی تھیں۔ اور میں اچھل کر اس کے اس وار سے بچ رہا تھا۔ سنگ مرمر کی ایک تیز میری پشت پر آئی تو مجھے رکتا پڑا اور وہ میسر سر پر پہنچ گیا۔ اس نے پوری قوت سے اپنا ہاتھ کھار کھار میسر سر پر مارا۔ یہ درد ہر بات ہے کہ ہاتھ سنگ مرمر کی میز پر پڑا تھا۔ اور وہ ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔ میں نے اسی رکتا فانی کی بیک میز کا ٹونا پڑا یا پھر اٹھا کر پوری قوت سے اس کی پشت پر دے مارا۔ اس بار بھی وہ میری قریب سے نہیں بچ سکا تھا۔ اب یہ پار ایک ڈنڈے کی طرح میسر ہاتھ میں موجود تھا اور میں بندوں کی سی پھرتی سے کام لے کر اسے ٹاٹا نہ بنا رہا تھا۔ اپنے اسٹیل والے ہاتھ کو وہ مسلسل استعمال کر رہا تھا۔ لیکن میری پھرتی اسے کبھی نہ کبھی چکر دے ہی جاتی تھی۔ اور میرا ہاتھ اس کے جسم کے مختلف حصوں پر پڑ چکا تھا۔ غالباً اسے بھی میری پھرتی کا اندازہ ہوا تھا۔ اور جو چیزیں اس کے بدن پر تھیں وہ اسے تکلیف پہنچا رہی تھیں۔ مجھ سے لڑتے لڑتے وہ ایک بار دیوار کے قریب جا کر گر گیا۔ میں نے یہ اندازہ نہیں لگا یا تھا کہ اس نے کبھی کیا۔ لیکن جیسے اس کے تھکنے کا منتظر تھا تو دفعتاً یہ لے کر بے کڑی زین میں ایک لمحے کے لیے ایک سوراخ نکال دیا اور وہ اسے لے کر اس سوراخ میں گم ہو گیا میں تیرا انداز میں

دیکھتا رہا گیا۔ خود بھی اس سوراخ کی طرف دوڑنا تو حاجت تھی اور وہ ناچھی تو کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ چونکہ چند ہی لمحوں کے اندر وہ برابر ہو گیا تھا۔ یقیناً کوئی خفیہ راستہ تھا۔
 میں چند لمحوں کے بعد اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس جگہ کو بہت ٹولی ٹولی کر دیکھا۔ لیکن سفید شائینوں کے درمیان اس سیاہ اٹل میں کوئی زخف نظر نہیں آ رہا تھا۔ یقیناً سیاہ ٹائل کسی جگہ خلعے کا دروازہ تھا۔ لیکن دروازہ کھولنے کے بارے میں کیا کرنا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ تھا میں معمول کی طرح زور زور دیکھنے لگا۔ ایک بار میں نے ان ٹائلوں پر پاؤں بھی رکھے۔ بعد ازاں اس پر پاؤں بھی مارے۔ لیکن یہ حرکت حماقت ہی محسوس ہو رہی تھی۔ زمین کو کھولا نہیں بنی ہوئی ہے۔ دفعتاً مجھے یاد آیا کہ وہ اس ٹائل پر اسے سے پہلے دیوار کے قریب جا کر پڑا ہوا تھا۔ میں اس دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ ابھی میں نے دیوار پر کوئی کامدوانی بھی نہیں کی تھی کہ ڈونٹن کاربو نے دروازہ کھول کر اندھا اندھا دیکھنے لگی۔ ”تمہارا کام ہو گیا غزالی؟ یا.....“ لیکن مجھ وہ خاموش ہو گئی۔ اس کی نگاہیں چاروں طرف بھینک رہی تھیں۔ اس کمرے سے باہر نکلنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ سوائے اس دروازے کے، جس پر ڈونٹن کاربو مستعد ٹھہری ہوئی تھی۔ لیکن مارٹن ایشر و غائب تھا۔ اور اس بات پر ڈونٹن کاربو حیران ہونا ہی چاہیے تھا۔
 ”ارے! الگ کہاں گیا وہ؟ کہاں چلا گیا؟“ اس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔
 ”وہ اس ٹائل کے نیچے کسی جگہ خلعے میں چلا گیا ہے۔ ایک منٹ ڈونٹن کاربو ایک منٹ“ میں نے اس دیوار کو ٹوٹتے جہتے کہاں سے کے بارے میں مجھے شبہ تھا کہ مارٹن ایشر نے وہاں کھڑے ہو کر ٹائل کے نیچے جانے کا راستہ بنایا تھا۔ لیکن دیوار وہ اچھی طرح ٹھوٹے بجائے کے باوجود مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ سکی جس کے بارے میں یہ اندازہ ہو سکتا کہ وہ ٹائل کو کھینک کر اسے کا باعث بن سکتی ہے۔ اس تلاش کے ماہوں ہو کر میں ڈونٹن کاربو کی طرف متوجہ ہو گیا جو میری اس کارروائی کو لیور دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے کسی خیال کے تحت کہہ ڈونٹن کاربو! میں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔ نیچے جانے کے راستے کی تلاش خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔ اس دوران وہ ہمارے لیے کوئی موثر کارروائی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔“
 ڈونٹن کاربو نے مجھ سے اختلاف نہیں کیا۔ ہم دونوں لڑتے ہوئے عملت کے بیرونی حصے کی جانب چل پڑے

یہاں کسی اور کی موجودگی بھی ممکن ہے کسی بھی۔ لیکن اگر کوئی نہیں دیکھ لیتا تو صورت حال ہمارے خلاف ہو جاتی۔ کلارک ووڈ اسٹریٹ کی اس عمارت کو میں نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ مارٹن ایشر و بلاوجہ یہ تہ خلعے میں نہیں گیا جو کچھ بیٹھنا اس کے لیے باہر نکل جانے کا کوئی اور راستہ ہو گا۔ اس کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی میں نکل جانا چاہیے۔ چنانچہ ہم دوڑتے ہوئے شہر کے تھے۔ اور پھر کافی دور پہنچنے کے بعد ہم نے اپنے ساتوں کو مشتمل کیا تھا۔
 ڈونٹن کاربو اور زور زور دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا: ”اب کیا خیال ہے واپس چلا جائے؟“
 ”ہاں یہاں اب نہیں کچھ نہیں ملے گا۔ میں نے کہا۔“
 ستوری ہی دیر کے بعد ایک کسی کسی میں بے ہوشے جاری تھی۔ لیکن ایسے موقع پر میں سیدھا ڈونٹن کاربو کے فلیٹ کو نہیں جا سکتا تھا کیونکہ کسی بھی ذریعے سے تعاقب کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ اس پوسٹ کے علاوہ اور کوئی سی جگہ ہمارے لیے موزوں نہ ہو سکتی تھی جس سے بے ہوشوں کے لیے بھی تک محفوظ رکھتا یہاں بھی اگر کوئی بات ہو جائے تو دیگر بات ہے۔ جرنل کے کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے ڈونٹن کاربو کو اس کے ہونے والی کارروائی کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ اور وہ گردن ہلا کر رہ گئی۔
 ”اس کا مطلب ہے کہ یہ مارٹن ایشر و باقاعدہ ایک جہاز پر مشہور آدمی ہے۔ لیکن اسٹیل جینڈ..... بلاشبہ وہ ایک ایٹمی ہیز ہوگی۔ ہمارا اس سے مقابلہ کافی سخت رہے گا غزالی! دیکھو کہ اگر کم اس بات کا اطمینان تو ہو گیا کہ گو میں اور وائی ٹین اس کے حصے میں نہیں پہنچے اور شاید وہ آزاد ہی ہوں کیونکہ ڈاکٹر نے مورگروچیک کر لی ہوں۔ وہ ان معاملات سے بالکل بے نیاز ہے۔ اب صرف مارٹن ایشر و کی شخصیت ہی رہ جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ ہمارا اور کوئی دشمن یہاں نہیں ہے۔ لیکن غزالی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کجمنت مارٹن ایشر و کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ لیوین کو اس کے قبضے سے نکلنے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے؟“
 ”ہماری تمام تر کارروائی اب اس ہی کے گرد ہونی چاہیے۔ غزالی! میں اس لیے لے کوئی موشہارا لانا نہیں کرسکتی۔ میری خوش سنجی ہے کہ تمہارا ساتھ حاصل ہو گیا ہے۔ براہ کرم میری زرداریاں بغیر کسی الجھن کے میسر سپروڈرنا۔ اطمینان رکھو میں بھی ان لوگوں کے لیے تر تار نہیں ثابت ہو سکتی۔ میری زندگی کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ ہم سب کیبا جو ماہر بنے

" میں سب جانتا ہوں دو دن میں جانتا ہوں " میں نے متاثر نہیں کیا۔
 " ہمارے لیے تم جو کچھ کر رہے ہو غزالی! پتا نہیں ہم تمہیں اس کا صلہ بھی دے سکیں گے یا نہیں۔ ویسے ظاہر ہے جو شافی کے دوست معمولی تو نہیں ہوتے۔ " تمہارے اردو شافی کے درمیان جو معاہدات طے ہوئے ہوں گے وہ یقیناً مستحکم ہوں گے۔ "

" اس بارے میں سوچنا بھی ماقصد ہے دو دن! کبھی اپنے ذہن کو اس طرف راغب مت کرنا۔ میں مارٹن ایشر کے بارے میں سب سے پہلے مکمل معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آخر یہ شخص ہے کیا چیز پتا نہیں مہارت سے ہمارے حذر کے بند اس نے ہمارے لیے کیا کیا کارروائیاں کی ہوں گی۔ اس کے پانچ ماٹھی ہمارے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔ "

" یقین کرو غزالی! میں اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ صرف تمہاری زندگی کے تحفظ کا احساس تھا جس نے مجھے یہ غلطی سزا دے کر دی۔ ہم لوگ ذہنوں سے نہیں کھیلتے زندگیوں کو مسمیٰ آسانی امانت سیتے ہیں اور امانت میں خیانت ہمارا ملک نہیں ہے۔ لیکن مجھے بتاؤ اس موقع پر یاد کیا کیا جا سکتا تھا؟ "

میں نے گہری سانس لے کر صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی اور دو دن کاربو سے کہنے لگا۔ " شاید تم اس باسٹر بیٹین نہ کرو دو دن کاربو! کہیں تم میں سے نہ ہونے کے باوجود اس نظریے پر یقین رکھتا ہوں۔ میری زندگی کی ابتدا میں انگلیز ہوئی تھی اُس سے سامنے رکھتے ہوئے کبھی یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ میرے ہاتھوں کسی انسان کو کوئی تکلیف پہنچے گی میں تو زندگی میں محبتوں کا قائل ہوں لیکن ہمارے نظریے کے مطابق ہم جو کچھ سوچتے ہیں وہ آخری بات نہیں ہوتی۔ ہمارے ہاں ایک عقیدہ نام کی چیز ہوتی ہے جو اپنی نظر آنے والی انگلیوں پر نہیں بنائی رہتی ہے۔ ہم یہ سوچ کر رات کو سو جاتے ہیں کہ صبح کو اٹھیں گے اور اپنے معمولات میں مصروف ہو جائیں گے لیکن صبح ہمارے لیے کیا راستے منتخب کر رہے ہیں، اس کا پتا صبح ہی کو چلتا ہے۔ "

دو دن کاربو نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ پریشانی سے بیٹھی سوچتی رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔ " یہ قسمیں سے ہم صرف دو ہیں۔ مارٹن ایشر وہ بہت بڑی قوت رکھتا ہو گا یہاں۔ اگر وہ بہت سے افراد کو ہمارے پیچھے لگا دے، ماسٹر غزالی! تو کیا ہم اُن سب کا مقابلہ کر سکیں گے؟ "

" میں بھی اُن سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا دو دن کاربو۔ وقت اور حالات میں چیز کے لیے انسان کو آمادہ کر دینا اُس سے گزیر خود اس کی اپنی ذات کے لیے نقصانہ ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ اس بات پر تزلزلے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں انسانی زندگیوں کا ضائع کرنا تو پھر ہم بھی مجبور ہیں۔ اپنے تحفظ ہی کے لیے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ہمیں جاری رکھنا ہو گا۔ کیا تم کٹائی کا استعمال جانتی ہو۔ میں نے پوچھا اور دو دن کاربو پھر چونک پڑی۔

چند لمحات وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ اور پھر آہستہ سے بولی۔ " غزالی! کیا تم ہمارے ساتھ ہماری دنیا میں چلنا پسند نہیں کر گئے؟ اب تم میں اس دنیا کے لیے کیدہ لگ گیا ہے؟ اُن چیزوں سے واقف ہو تم جو ساموندر کے لیے مذہبی حیثیت رکھتی ہیں، گلاب سے متعلق ہمارے دریاؤں سے ایک مقدس عہد ہے۔ اس کا استعمال اُن لمحات میں کیا جا چکا ہے جب انتہائی مجبوری پیش آجائے اور اس کا کیا بیانی بھی دریاؤں ہی کی رہنمائی ہوتی ہے۔ اگر گلاب کا پہلا دھارسی پر کامیاب نہ ہو تو ہمیں اُس کے دوبا استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اور اگر پہلی کوشش بار آور ہو جائے تو.....

یوں سمجھو کہ اس میں دریاؤں کی مرضی شامل ہے۔ کٹائی کا استعمال تمام ہونے والے ہرگز نہ کاغذ استعمال آنے کے لیے جائز نہیں ہے۔ لیکن دو دن کاربو! آئندہ حالات جس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اُس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے تحفظ کے لیے تمام حربے استعمال کریں جو کر سکتے ہیں۔ چھاپک باہر بیوسہ یاد آئی ہیں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔ لیکن یہ کوئی تبدیلی ہوتی ہو۔ "

دو دن کاربو نے میری بات پر عمل کیا۔ لیکن نیا نیا محض مضمون تھا۔ اُس نے کھلے سے انداز میں مجھے بتایا۔ قدر ذہنی قوتوں میں استعمال کر سکتی ہوں کر پتی ہوں لیکن ہمارے دائرہ عمل سے باہر ہیں۔ " ٹھیک ہے، وہ اپنی اور گروہوں کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا چونکہ حالات یہ بتا رہے ہیں کہ وہ جہاں بھی ہیں، بہ طور آزاد ہیں۔ سب تو کم از کم رابطہ ہے وہ اپنی ایک جھڈا رہا نہیں ہے۔ ہر چند وہ حالات سے واقف ہے، لیکن کسی نہ کسی طرح کام چلانے کی صلاحیتیں رکھتا ہے، معاملہ صرف لیوس کا ہے۔ لیوس کو ہمارے قبضے میں چاہیے اور اس کا ذہنی صرف مارٹن ایشر ہو سکتا ہے۔ "

مجھے جھوک لگی ہے غزالی! کچھ کھلنے پینے کا بندوبست کرو۔ دو دن کاربو نے پکی سے تکلف سے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ زندگی کے یہ معمولات بھی ضروری ہوتے ہیں۔

کھلنے سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ مستقل کی پلاننگ کرنے لگے۔ میں نے یہ رات یہیں گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور دو دن کا بلونے مجھ سے اختلاف نہیں کیا۔ ہم مختلف خیالات میں گم رہے تھے۔ بہت سے منصوبے ترتیب دیے گئے۔ لیکن ایک بھی ایسا نہیں تھا جس پر ذہن تیار ہو جاتا۔ بالآخر میں نے کہا۔ " کل صبح تم اپنے فلیٹ پر چلی جاؤ دو دن کاربو اچھے آپ کو وہاں معذور کرو، اُس وقت تک جب تک میں تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کروں، تمہیں فلیٹ پر ہی رہنا ہے۔ اب اگر اس دوران تم کرسکتی ہو تو اپنے تمام ذرائع سے کام لے کر وائی مین اور گروہ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتی رہنا۔ لیوس کو بھی ذہنی طور پر تیار کر سکتی ہو۔ میں کل دن میں مارٹن ایشر کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اب وہ ایک ذہنی سانچہ ہے اور یقیناً وہ ہم لوگوں کی تلاش میں سرگرداں ہو گا۔ میں اس سے محفوظ رہنا چاہیے۔ "

دو دن کاربو کی آنکھوں میں تشویش کے آثار اُبھر گئے۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ " لیکن غزالی! میں تمہارے لیے شکر کروں گی اس اجنبی جگہ جو ہم دونوں کے لیے غریب، گم نامی بھی مصیبت کا شکار ہو سکتے ہو۔ اگر میں تمہارے ساتھ رہوں گی تو کم از کم اُس مصیبت میں ہم دونوں ہی گرفتار رہوں گے۔ میں تمہارا تمہارا ہے نہ تڑپتی رہوں گی۔ "

" نہیں دو دن کاربو! اس بات پر بھی غور کرو کہ مارٹن ایشر وہاں گئے ہاتھوں کو ہمارے بارے میں کچھ حیرت دے گا تو اس میں یہ بات واضح طور پر کہی جائے گی کہ ایک مرد ایک عورت کو تلاش کرنا ہے۔ اس طرح کم از کم ہم اُن لوگوں کو چھوڑنا بہت دھوکا دے سکتے ہیں۔ مارٹن ایشر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اُس کے مفادات کو نقصان پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ اور اس طرح آتے جبر کر دینا گا کہ وہ ہمیں لیوس کے بارے میں تفصیلات بتا دے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی ذہنی میرے ذہن میں نہیں آتا ہے۔ دو دن کاربو پر خیال رکھنا ہوں گے مجھے دیکھتی رہی۔ اور پھر اُس نے دو دنوں کے بارے میں ایسا تمہیں بتا دیا کہ غزالی! بہ طور ہم اپنے آپ کو بہت محدود کرتے ہیں۔ رات پر سکون گذر گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے مارٹن ایشر

سنگا ہی لہہ پر وہاں سے فرار ہوا ہو۔ اور اُس کے بدلے میں ساتھیوں کو ہمارے بارے میں کوئی اطلاع نہ دے سکا ہو۔ گریہ نام وہاں سے نکلے ہوئے تھا قبضے سے محفوظ ہے۔ وہ اب تک کچھ نہ کچھ ضرور ہو جاتا۔ صبح کو میں دو دن کاربو سے حد انگریز ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ پھر دو دن کو تبدیل کرنے کا فن مجھے سمجھنا بہت تو آتا ہی تھا۔ یوں بھی لندن میں میری جگہ میں ہر وہاں بدلنے کے کوئی خاص مشکل نہیں ہو سکتی تھی یہاں ایسے بیڑی میڈیک اپ بھی مل جاتے تھے جو عارضی طور پر انسان کے ہر حصے کو کم از کم اس حد تک تبدیل کر دین کہ کوئی گزشتہ ناسا ہی انہیں پہچان نہ سکے۔ عام لوگ اُن سے ناواقف ہی رہیں۔ درحقیقت نہ صرف مجھے بلکہ دو دن کاربو کو بھی اپنا چھوڑنے کی ضرورت تھی لیکن مجھے ایسی چھبوں کی معلومات نہیں تھیں جہاں اس قسم کی چیزیں دستیاب ہو جاتی ہیں۔ لیکن تلاش کرنے سے کیا نہیں لگتا۔ اسی موقع کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں لندن کے بازاروں میں آ گیا۔ اور سڑکوں پر چھٹکنے لگا۔

یہ بات ہے حد خطرناک تھی لیکن اب انسان خطروں ہی کے بارے میں سوچتا رہے تو آئے کس طرح بڑھے۔ میں ایک بھری مری سڑک سے گزر رہا تھا کہ دفعتاً ایک کلب میرے نزدیک آگئی اور اُس میں سے کسی نے ہاتھ نکال کر میری جانب ہلایا۔ پلٹ کر دیکھا تو میں مورگرتھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ آہستہ دیکھ کر ذہن کو اچھن کا احساس ہوا تھا۔ لیکن دیکھتے ہی میں نے اپنی اسٹیک بدل دی۔ اس وقت مجھے زیادہ سے زیادہ سہاویوں کی ضرورت تھی۔ لیوس مورگرتھ کو اگر کسی طرح شیشے میں آکر دیا جائے تو تھوڑی بہت امداد تو اُس سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسری بھی یہ لہوئی میسکرے بہت زیادہ تکلیف دہ نہیں ہوتی تھی۔ یہ دوسری بات تھی کہ دو دن کاربو کو دیکھ کر اس کی توجہاں چڑھ گئی تھی۔

میں اُس کے نزدیک پہنچا تو اُس نے کہا۔ " سوری مشر غزالی! درحقیقت مجھے آپ کو مخاطب نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن میں نے دل میں سوچا کہ میں ایک جذبہ قوم کی فرد ہوں۔ اور کسی شناسا کو نظر انداز کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ " میں سکرا کر گردن ہلانے لگا۔ اور پھر میں نے کہا۔ " یقیناً میں نے تمہاری مشرافت کا میں دل سے قائل ہوں۔ ویسے کہاں جا رہی ہو؟ "

" میں نے شاد ہلا کر کہا۔ " اگر تم اس کی اجازت دو تو۔ " میں نے شاد ہلا کر کہا۔ اُس نے دوسری جانب کا اندازہ مہول دیا۔ میں اُس کے

نزدیک بیچا تو اس نے کارا شمارت کر کے آئے بڑھا دی
سہر کیے تھی۔ "مجھے معاف کرنا! میں تو ایک فضول سسی
شخصیت ہوں۔ کوئی مصروفیت نہیں ہے میری لیکن
نہیں میں تہا رادت تو نہیں مٹانے کر ہی: اس کے بیچے
سے غصہ مٹایا تھا۔

میں نے چہرے پر بے بسی کے آثار پیدا کیے اور ادا کر
نگا ہوں سے بیلن مود کر دیکھنے لگا۔ وقت کے اب سب کچھ
سکا دیا تھا جو زندگی خود بخود مجھ سے منسلک ہو گئی تھی، اب اسی
کے مطابق عمل کرنا تھا۔ جیسا خدادا کار سے ناواقفیت کے
بادرود میں نے اس سلسلے میں کوشش کی اور شاید کامیاب کوشش
کیونکہ بیلن مود کرنے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا میرے
چہرے پر ادا سہی دیکھ کر وہ کچھ مضطرب ہی ہو گئی۔ کیا میں نے
اسی کوئی بات کہہ دی جو تمہیں بڑی لگی ہوگی؟

"نہیں بیلن، تمہاری رہبری ہی کی کیا کم ہے کہ ان پریشان کن
حالات میں، میں تمہاری کار میں بیٹھا ہوں اور تمہارے
مجھے تھوڑی بہت اہمیت بھی دیتی ہے۔"
"اس رڈ کی سائے تم نے میری بے عزتی کی تھی غزالی،
میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم کو کب کہاں رہ رہے ہو تم نے
میری بات کا جواب دینا بھی پسند نہیں کیا تھا؟"

"جن حالات سے میں گذر رہا ہوں بیلن ان میں اپنے
ذہن پر قابو پانا ہی میرے لیے مشکل ہے۔ ہوسکتا ہے میرے
انداز سے تمہیں یہ احساس ہوا ہو لیکن اگر مجھ پر تھوڑا بہت بھی
یقین کر سکو تو کرو کہ میرے ذہن میں دوسرے رنگ تمہاری توہین
کا قصور نہیں تھا۔ میں ذہنی الجھن میں شاید تمہارے سوال کا جواب
نہیں دے پایا ہوں گا؟"

بیلن دل کی بری نہیں تھی وقتی طور پر مجھے ڈوٹن کارلو
کے ساتھ دیکھ کر وہ رقابت کا شکار ہو گئی تھی لیکن میرے
ان الفاظ پر ایک دم نرم ہو گئی۔ "سوئی غزالی سہی میں نے
بہت بڑی طرح محسوس کیا تھا اس کو لیکن دیکھ لو اس کے باوجود
میں تمہیں نظر انداز نہیں کر سکا اور جہاں تک تم الجھتوں اور
پریشان کن لاندگرہ کر رہے ہو تو میرے خیال میں تمہیں اتنا
پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ تاؤ میں تمہاری کامیابی
مترستی ہوں۔ اوفہ، دیکھو وہ سائے "بلوہون" ہے کیا تم بولنا
میں تھوڑی دیر سے ساتھ بیٹھ سکتے ہو؟"

میں نے ادا کی گواہی دیا۔ ظاہر ہے کوئی بہت اہم
پرگرام میرے سامنے نہیں تھا اور بیلن مود کر اس میں حاج
نہیں ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس پر سکون رستوان

کے ایک پڑ سکون کو نے میں بیٹھتے تھے۔ بیلن میرے الفاظ سے
بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی۔ اس نے ابھی ہونے لگا ہوں سے
مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنی الجھنیں یاد دوزخانی، اگر میں
تمہارے کسی کام میں تو مسرت محسوس کروں گی۔ بلاخر ہم دوست
ہیں۔"

"بیلن شاید تم نے حالات کا کوئی اندازہ لگایا ہو، میرے
وہ دونوں ساتھی جنہیں لے کر میں یہاں پہنچا تھا اور جن میں سے
ایک کے ذہنی علاج کا معاملہ میرے سپرد کیا گیا تھا۔ کم ہو گئے ہیں
بلکہ انہیں کم کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد سے چند افراد میری زندگی
کے درپے ہیں۔ بڑے عجیب و غریب حالات سے سابقہ پڑ رہے
ہے، مہری ذہنی تو میں سلب ہو گئی ہوں اور میں... میں" میں
نے جان بوجھ کر جھلرا دھوا چھوڑ دیا۔

"اوفہ۔ کون لوگ ہیں وہ؟ تم ان کے بارے میں پوچھو
کو اطلاق کیوں نہیں دے دیتے، میں ڈیڑھی سے کہہ کر تمہیں
ایک ایسے پولیس افسر سے ملا سکتی ہوں جو میرے ذہنی کے سنا سا
ہیں اور جو اس سلسلے میں تمہاری پوری مدد کر سکتے ہیں۔ تم
بائنکل ملٹن رہو، میں تمہاری کام کو ادھان کی۔ آخر تمہارے جھان
ہو اور میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ ہندوستان میں رہ کر
میں وہاں کے لوگوں سے بے حد متاثر ہونے ہوں۔ لیکن ڈوٹن کارلو
سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ وہ تمہارے کچھ ایسے لوگ تھی۔"

"نہیں، وہ میرے پیچھے نہیں گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ
ہندوستان سے روانہ ہوتے ہوئے مجھے اس کے بارے میں
تفصیلات بتائی گئی تھیں اور کہا گیا تھا کہ اس سے لندن میں
ملاقات کروں لیکن میں اچھے صورت سے نہیں جاتا تھا اور یہ
بات مجھے معلوم تھی کہ وہ اس طرح لندن کے ہوٹلوں اور اسٹائلوں
میں شو پیش کر رہا ہے۔ مجھے تو اس کے مکان کا پتہ بتایا گیا تھا۔
میں نے جب اس کے مکان پر اس سے رابطہ قائم کیا تو وہ ڈی
ڈوٹن کارلو کی لنگی تھو ہوٹلوں میں رقص کرتی تھی۔ اس اتفاق پر مجھے
حیرت ہوئی تھی۔ وہ صرف اس لیے میرے ساتھ ہے کہ ان دنوں
آرمیوں کو تلاش کرے۔ اس سے زیادہ اس سے میرا تعلق تو
نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہی ہے کہ مجھ سے زیادہ ان دنوں کو
اس سے تعلق ہے اور اگر وہ مل جاتے ہیں تو پھر ڈوٹن کارلو سے
مجھے کوئی واسطہ نہیں رہے گا؟"

"اوفہ۔ انسان بھی کئی غلط فیصلوں میں پڑ جاتا ہے۔ یہ
نے یہ سوچا تھا کہ شاید تمہیں اس کا یہ فیصلہ یاد اور تم نے اس
سے ربط و ضبط پڑھا لیا۔ بس غزالی غلط فیصلی ہو گئی تھی جلدی مٹا
کر دیا

"نہیں ڈیر، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اچھے دوستوں
کے درمیان کبھی کبھی غلط فیصلی ہو رہی ہوتی ہیں۔"
"لیکن تمہارے یہ دشمن کیا تمہیں ان سے کوئی خطرہ ہے؟"
"سو فیصلی، لیکن ان میں پولیس سے رابطہ قائم کروں گا
تو پھر میرے وہ دونوں ساتھی خطرے میں پڑ جائیں گے۔ تم
درحقیقت رہنمائی نہیں جھٹکتے۔ ڈاکٹر نے مود کو گھوڑی
بہت تحقیق معلوم ہے بلکہ شاید میں ان سے مل کر کسی
وقت انہیں اس سلسلے میں تفصیلات بھی بتاؤں؟"

"تو پھر آج ہی کیوں نہ چلو۔ جب تک تمہیں اپنے
دشمنوں سے خطرہ ہے تم ہمارے ساتھ رہو، ہوٹلوں میں رہنے
کی ضرورت ہے؟"

"یہ اور بھی خوفناک ہو گا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں پہلے
اپنے ان معاملات سے فراغت حاصل کروں۔ میں اپنے اس
ساتھی کو جو ذہنی مرض سے ہر قیمت پر ڈاکٹر کے مودرگہ تحمل
میں دینا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر سے اچھا برن مرچن، میرا حال ہے
پوسے لندن میں مجھے دوسرا کوئی نہیں ملے گا۔ لیکن پہلے میں
اپنے ان دشمنوں سے دو دو ہاتھ کروں جو میری جان کے درپے ہیں

"بیلن، بیلن پڑھیال انداز میں گردن ہلانے لگی، پھر بولی۔
"دیسے غزالی، وہ خطرناک لوگ تمہیں کوہیں کوئی نقصان نہ
پہنچا دیں۔ یوں کر کہہ دو ہوٹلوں میں قیام کرنا پھر ضرور میرے پاس
سو ڈسائیڈ پرائیکٹائل موجود ہے۔ سو ڈسائیڈ کے بارے
میں جانتے ہو؟"

"بہت ہی پرفضا مقام ہے۔ ہمارا ڈرائیو ہاں موجود ہے۔
جب کبھی چھٹیوں میں ہم لوگ سیر و سیاحت کے لیے جاتے ہیں
تو اسی ڈرائیو میں قیام کرتے ہیں۔ تمہیں وہ جگہ بہت پسند آئے
گی میرا حال ہے رہائش کے لیے تم ہمارا ڈرائیو استعمال کرو۔ ہوٹلوں
میں کسی بھی وقت تمہارے دشمن تمہیں تلاش کر سکتے ہیں۔ کیا
خیال ہے؟"

میں چند لمحات سوچا رہا اور پھر میں نے بیلن مودرگہ پر
پیشکش قبول کر لی اور کہا۔ "دروڈاکٹر مودرگہ کو اس کے بارے میں
معلوم ہوا تو کہیں وہ محسوس نہ کرے؟"

"اول تو ڈیڑھی ایسی کسی بات کو قطعاً محسوس نہیں کریں گے
جو میں نے کی ہو۔ لیکن انہیں بتانے کا رونا۔ ہمارا ڈرائیو ہے تم
اس میں قیام کرو گے اگر ڈیڑھی اس دوران وہاں جاتے کے بارے
میں سوچیں گے تو میں انہیں روک لوں گی۔ تم جانتے ہو کہ وہ
میرے بغیر کہیں بھی نہیں جاتے؟"

"تمہا بہا راد شکر یہ، بیلن، مجھے واقعی اس کی ضرورت
پیش آئے گی؟"

"اور میں میں تمہارے لیے بہت کچھ کروں گی ڈیر، تم۔
اعینان رکھو۔ اب تم اس مسئلے میں تنہا نہیں ہو۔ جب ایک
اچھا دوست لندن میں موجود ہے تو پھر تم اپنے آپ کو تنہا کیوں
سمجھتے ہو۔ اب میں تمہارے چہرے پر ڈر ڈر سکیا ادا سہی نہ
دیکھوں سمجھے؟"

میں نے شکر گزاری کے انداز میں گردن ہلا دی۔ ہم نے
وہاں ایک مشروب سے شغل کیا اور اس کے بعد بیلن مل ادا
کر کے اپنے کئی کئی

میں اس کی کار میں بیٹھ کر مل پڑا۔ میں نے دل میں سوچا تھا
کہ اس طرح کم از کم ایک ایسی جگہ میرے ہاتھ آجائے گا جہاں
اگر میں کوئی کارروائی کرنا چاہوں تو کم سے کم سکتا ہوں۔ بلکہ لندن
میں میرے پاس اس کے مواقع نہیں تھے۔ سو ہوسا ڈیڈ منڈری علاؤ
تھا لندن کا ایک پڑ سکون گمشدہ جہاں سمندر سے کچھ فاصلے پر ایک
خوبصورت پارک بنا گیا تھا۔ اونچے اونچے درختوں سے گھرے
ہوئے اور پارک میں لاکھ لاکھ لکڑی کے کیبن بنے ہوئے تھے۔
جنہیں مختلف رنگوں میں پینٹ کیا گیا تھا۔ درمیان میں جگہ جگہ
شاڈا کھڑے ہوئے تھے جن پر ان کے نام درج کر دیے تھے۔
کڑی کے کیبنوں پر کچھ کے اشتہاری بورڈ ڈنڈا آ رہے تھے۔ روتق
بھی خاصی تھی۔ غالباً عام دنوں میں بھی لوگ یہاں تفریح کی غرض
سے آ جاتے تھے۔ ساحل پر بے شمار افراد سمندر کی لہروں سے
کھیلنے ہوئے دکھانے دے رہے تھے۔ کار کا خوبصورت ڈرائر
کے سامنے جا کر کئی کئی جین پیر کا لاکھاب، کچھا، ہوا تھا۔ ابھی

ہمیں رکے ہوئے چند لمحوں کے گذرے تھے کہ ایک سائیکل پر
تیرہ پچودہ سال کا ایک لڑکا تیز رفتاری سے اڑھڑا ہوا نظر آیا۔
ان کی آن میں وہ ہمارے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے کچھ جانی
بیلن مودرگہ کو پیش کر دی۔ بیلن نے اس کا شکر یہ ادا کر کے اسے
کچھ ٹپ دیا اور ڈاکا ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"کسی چیز کی ضرورت میڈم پتا اس نے پوچھا۔
"ابھی نہیں، ضرورت ہونی تو تمہیں بتا دیا جائے گا۔ بیلن
نے کہا اور ڈاکا واپس چلا گیا۔ بیلن ڈرائر کا لاکھ لہنے لگی پھر
اس نے کہا۔ "یہاں ایک کیبن ہے جو ان ڈرائیو کی حفاظت
اور صفائی وغیرہ کرتی ہے۔ اسے ہر ماہ تھوڑی سی رقم دینا ہوتی ہے
ڈرائر کی جیال اس کے پاس رہتی ہیں۔ وہ تو لیکن دیکھو ہے ہونا
تم وہ اس کیبن کا ہے۔ اگر کہیں جاؤ اور نوٹا ہی دیا کی کارلو یہ
تو تو چاہی اس کیبن میں دیکھ جانا؟"

میں ڈالر میں داخل ہو گیا۔ ایک خوبصورت لڑکی تھی اس میں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں دینا کر دی گئیں۔ ایک چوڑا سا کین بھی تھا جس میں کھانے پینے کے سبب دے دیے جو کچھ ہونے لگے۔ کالہ دھڑکنے کے ساتھ بندوبست تھا جس میں بے فکر گزار لگا ہوں سے بہن کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں بہن، جگر میرے لیے واقعی کارآمد ہے۔"

"تم اعلیٰ ن سے اسے استعمال کرو، دیر غزال، میں تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گی یہ میرا وعدہ ہے۔"

کافی دیر تک بہن میرے ساتھ بیٹھی رہی پھر اس نے کھانا پر بندھی ہوئی گھڑی میں دقت دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تم یہاں قوی رہی کہ جاہو تو ضرور کرو اور اگر کہیں جا سکتے تو میرے ساتھ چلو۔ میں یہاں واپس آجانا رات کو کھانا ملے گا۔ ایک پارک میں شریک ہوتا ہے وہ پارک میرے ایک ایسے دوست کی ہے جس کی دوست کو میں نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اس لیے اب تم سے کل ملاقات ہوگی، بلاشبہ تم یہاں موجود ہو۔"

"یہاں سے کیسی وغیرہ کا بندوبست ہو سکتا ہے بہن؟"

میں نے سوال کیا۔

"ادھر تو اتفاقاً ہے کہ میں تمہیں اس بارے میں بتانا بھول گئی۔ یہ جو بہن دیکھ رہے ہو، ہاں، کیسی کے لیے ہے۔ تم میں یہ چین و بادشاہ کی شکی تمہارے پاس پہنچ جانے کی کسی کوئی دقت نہیں ہوتی۔"

"بہت بہت شکریہ بہن تمہارے پاس میں یہاں تھوڑی دیر قیام کروں گا۔ میں نے جواب دیا اور پھر میں بہن کو ڈالر کے دو روزے تک چھوڑنے ہمارے اس نے میرا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے سطلے میں سخت ہو گئی تھی غزال، لیکن براہ کرم اسے عموں سے مت کرنا۔"

"بہن پلے زاب اس پر پڑھی نہ کرو۔" میں نے کہا اور بہن مجھے خلافاً اندک کر کے اپنی کار میں بیٹھ گئی اس کی کارنگ ہوں سے اوجھل ہوئی تو میں نے گہری سانس لی۔ اس کی اس ادا کو میں بھول نہیں سکتا تھا۔ وہ ایک سادہ لوح لڑکی تھی اور ظاہر اس کے انداز میں ایسی کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی تھی جو میرے لیے ذہنی الجھن کا باعث ہوتی۔ اس کا نام میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ میں واپس جا کر ڈالر میں بیٹھ گیا اور حالات پر دور کرنے لگا۔

میں دہشت زدہ تھا، ایک ایسا انسان خیز نے کے لیے نکلتا تھا اور جانتا تھا کہ یہاں تک تبدیل کر لوں گا۔ لیکن پہنچ گیا تھا سو ہوسا سٹیڈ پر ہونے پر بھی برا نہیں ہوا تھا۔ اس پر سکون ڈالر میں دو روٹوں کی ننگ ہوں سے محفوظ تھا اور یہاں بیٹھ کر آئندہ کے لیے پلاننگ کر سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مارٹن ایئر سٹیڈ شخص

مجھے سے انتقام لیے بغیر نہیں رہے گا۔ اول تو اسے اس بات پر یقین تھا کہ میرا بلا ہمو اور کو میں سے ہے۔ اس نے میری بات کو تسلیم نہیں کیا تھا دوسرے یہ کہ میرے ہاتھوں تک پہنچتی تھی اور اس کے باجغ ساتھ ہمارے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے۔ مجھے انسان شکی کا دعویٰ تو نہیں تھا لیکن مارٹن ایئر سٹیڈ کے چہرے کے انداز اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ وہ کینہ برد ہے اور اپنے دشمن کو محاف کرنا پسند نہیں کرتا۔ ویسے اس کی محنت کا وہ اسٹیل والا ہاتھ میرے لیے انتہائی مرن کن تھا۔ بلاشبہ اگر وہ ہاتھ پوری قوت سے کسی پر چڑھے تو پھر اس کی جگہ اپنی نہیں تھا۔ ٹری جیب و تزیینت خصوصیات تھیں اس کی۔ چند گز کے فاصلے سے چلے ہوئی گول کو وہ آسانی اس ہاتھ پر ہدایت لیتا تھا اور اس کام کی اسے کافی مہارت تھی گواہ اپنے دور کے فٹ بال گولوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

بہت دیر تک میں اس بارے میں سوچتا رہا یہ ڈالر ایک ہی میرے ہاتھ رہا تھا۔ گھڑی میں وقت کو بچھا تو دوپہر کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ ڈالر کے کین میں داخل ہو کر میں نے چند ڈبلے نکالے خوشحال لکھا، مگر کسی کافی نافرمانی اور پھر ڈالر کی ایک چھوٹی سی گھر کی کمر کو اس پر چھوٹی سی تیز پر بیٹھ گیا جو دو روزہ کے لیے تھی۔ ڈبلوں کا کھانا اور کافی اس وقت بہت خوشحال لکھ عموں ہوتی تھی۔ ان محالوں سے ناراض ہونے کے بعد ڈون کاربو کا خیال آیا اور میں نے گھر کی بند کر کے اپنے آپ کو کیسویا اور ڈون کاربو سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا، جس میں مجھے دقت نہیں ہوئی۔

میرے رماغ کی لہریں جلد ہی ایک مرکز پر جمع ہو گئیں۔ اور مجھے فوراً ہی دوسری طرف سے جواب موصول ہوا۔

"ہاں غزال، میں ڈون کاربو ہوں۔"

"تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا ڈون کہ تمہیں غالباً نے ڈالا میں ہوں؟"

"صرف اندازہ، کیونکہ تمہاری ہدایت کے مطابق کئی با میں ان تمام افزوں سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکی ہوں لیکن مجھے اس میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اس وقت کسی نے میرے ذہن کو ٹھوکا صرف تمہارا ہی تصور میرے ذہنی میں پیدا ہوا۔"

"اپنے غلیظ پر ہونے کی کہہ رہی ہو؟"

"اپنے غلیظ پر نہیں ہوں اور خامی بنگارہ خیز لوں سے گندھکی ہوں۔"

ڈون کاربو کے جواب نے مجھے حیران کر دیا تھا۔ "کیا مطلب؟" میں واپس ہونٹوں کی گئی ہوں غزال، میں تمہاری ہدایت

کے مطابق اپنے غلیظ پر پہنچی۔ دروازہ کھولا، اندر قدم رکھا تھا کہ دو پستروں کی نائیں دونوں سمتوں سے میری پشانی سے آچکیں۔ وہ دو افراد تھے جو چار اٹھارہ کر رہے تھے۔ یعنی میرا اور تہار اور شاید انہوں نے ساری رات میرے غلیظ ہی میں گذاری تھی۔ درحقیقت غزال، ان لوگوں نے کسی نہ کسی طرح اس غلیظ کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ میں نہیں جانتا اس کے لیے انہوں نے کیا طریقہ کار استعمال کیا لیکن مارٹن ایئر سٹیڈ کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ لیکن ہے اس نے اپنی تقییر کا مرکز صرف ڈون کاربو کو بنایا ہو۔ اور ممکن ہے اسے یہ بات معلوم ہو گئی ہو کہ ڈون کاربو اس غلیظ میں رہتی ہے۔ یہ معلوم ہونا بہت زیادہ مشکل کام نہیں تھا کیونکہ بہ طور میں جن ہونٹوں میں شو چینی لڑتی رہی ہوں وہاں کے سب لوگوں کو میری ہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔

"انہوں نے مجھے قابو میں کیا اور ایک کرسی سے جکڑ دیا اس کے بعد انہوں نے نہایت سفاکانہ انداز میں میرے بالوں کو کھینچ میں جکڑ کر مجھے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کیں۔"

اندازہ یہی ہوتا ہے غزال، کردہ تمہارے بارے میں بہت زیادہ جہمی جانتے۔ میں نے بالآخر انہیں ٹرائی میں لیا۔ ان دونوں کو پتوں کو قابو میں کرنا نہایت مشکل ہوا لیکن بالآخر میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر انہوں نے خود ہی مجھے کھول دیا۔ میں انہیں اپنے غلیظ میں بند کر کے تھاگ۔ چلتے ہوئے خود ضروری اشیاء اپنے ساتھ لے لی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ ان کے کچھ اور ساتھ بھی اس پاس ہی موجود ہوں گے چنانچہ اپنی دانست میں کافی چکری تھی باڈی ہونٹوں پر مشتمل پہنچی۔ دراصل میری نقل و حرکت اب بھی خود ہے۔ اب تو تمہیں میرے بارے میں اندازہ ہو ہی چکا ہو گا کہ میں بھی بہت زیادہ لوگوں سے رابطہ نہیں رکھتی۔ مجھے ہونٹ کے علاوہ اور کوئی ایسی جگہ نہیں آئی جہاں میں پہنچ سکتی اور اس وقت سے میں ہونٹ ہی میں بند ہوں۔ مجھے شبہ ہے کہ اس پاس کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہے۔ ان دو افراد کو تو تنہائی میں میں نے ٹرائی میں لے لیا تھا لیکن لیکن مجھے اس کام میں مسلل کامیابی نصیب نہ ہو۔ چنانچہ مجھے اب تاؤ میں کیا کروں۔

ڈون کاربو کی ہونٹوں کی کہانی اس کر میں حیران رہ گیا تھا۔ واقعی وہ ایک بڑی مصیبت سے بچی تھی۔ لیکن اب بھی مصیبت کا شکار تھی۔ ڈون کاربو کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ان لوگوں نے ہی سوچا ہو گا کہ میں بھی اس کے ساتھ ہی اس کے غلیظ پر پہنچوں گا۔ لیکن یہ اتفاق تھا کہ میں نے اس کے ساتھ آت کر رہنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اور یہی فیصلہ ہمارے بچنے کا

باعث ہو گیا تھا۔ ورنہ رات کو وہ زیادہ آسانی سے دم دوٹوں کو ہلاک کر سکتے تھے، یا یہ جبراً غزا کر سکتے تھے۔ جو کچھ میں نہیں مارٹن ایئر سٹیڈ طرف سے ہو گا، انہیں کسی کی تعمیل کرنی تھی یہی چند لمحات خاموش رہا پھر ڈون کاربو کی آواز میرے ذہن میں ابھری یہ کیا سوچنے کے غزال؟

"تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا ہوں ڈون، اس کا مطلب ہے کہ مارٹن ایئر سٹیڈ کے ہانگے کے اب ہمیں جاکر تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور انتقام لینے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ ایسی حالت میں ہمیں اپنے تحفظ کے لیے فوری بندوبست کیا کرنا چاہیے۔"

تو تم اس وقت کہاں ہو غزال؟ ڈون کاربو نے سوال کیا۔

"ایک چھوٹا سا دلچسپ واقعہ میرے ساتھ پیش آیا ہے میں اس وقت سو ہوسا سٹیڈ کے ایک ڈالر میں ہوں جس کا نام ایک روز سے ہے۔ میں نے جواب دیا۔

"سو ہوسا سٹیڈ، ایک روز۔ لیکن تم وہاں کیسے پہنچ گئے جہاں تک میری معلومات ہیں سو ہوسا سٹیڈ کے ڈالر تو سب پرائیویٹ ہیں اور وہاں کوئی ڈالر کر سکتے پر حاصل نہیں ہو سکتی۔"

میں بھی ایک پرائیویٹ ڈالر ہی میں ہوں اور ڈیر ڈالر ڈالر ہے سو گور کا ہے۔ دراصل اتفاقاً یہ طور پر ایک بازار میں بہن سو گور کر مجھ سے ملاقات ہو گئی تھا اور وہ میرا ہوسا سٹیڈ ساتھ پسند نہیں کرتی۔ شکایتی انداز میں مجھ سے یہ لیکن میں نے اسے ہموار کر لیا اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا جس کی بنیاد پر وہ مجھ پر مہربان ہو گئی اور اس نے مجھے عارضی طور پر رہنے کے لیے یہ ڈالر دے دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ڈون کہ اس ڈالر کا حصول ہمارے لیے کافی کارآمد ہو گا اس طرح کم از کم میں ایک ایسی جگہ دستیاب ہو گئی ہے جہاں سے ہم اپنی کارروائی کر سکتے ہیں۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے جس طرح مارٹن ایئر سٹیڈ کے تمہارے پیچھے گئے ہوئے ہیں، اس سے علم تحفظ کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ ہمارے لیے ایسی جگہ ضروری تھی؟"

اگر تم مجھے الجھن عموں کی رہی ہو ڈون تو میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ یہ مشکل نہیں ہو گا۔"

"نہیں ٹرائی اس وقت یہ بہتر ہے کہ تم میرے پاس آئے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم غلیظ پر جاتے تو وہاں بھی مشکلات میں پھنس سکتے تھے۔ میرا اندازہ ہے کہ یہ جگہ بھی محفوظ نہیں ہے۔ فی الحال مجھ سے دور رہو، یہاں آنا خطرناک ہو گا۔ میں آٹھ بجے تم سے دوبارہ ذہنی رابطہ قائم کروں گی اور اس وقت تک کی رپورٹ پیش کروں گی۔ اگر ہماری ملاقات فوری طور پر

صندوقی ہوئی تو میں تم سے ملوں گی۔ ورنہ کچھ اور بند بست کر لیا جائے گا۔
"ڈون اگر تم بے محسوس کر رہی ہو کہ میں ہوں تبھی تمہارے لیے غلطی سے تو پھر۔"

"ہاں میں بے محسوس کر رہی ہوں لیکن اس کا فیصلہ میری طرف سے نہیں ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر وہ توکس اس کا رولان کا ارادہ رکھتے ہیں تو رات ہی کا وقت اس کے لیے منتخب کر سگے۔ کم از کم رات کو میں اس ہومل میں قیام نہیں کروں گی۔ رات کو آٹھ بجے ذرا بیٹے کے لیے تیار رہنا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد دونوں نے اپنے درمیان رابطہ ختم کر دیا۔ ڈون کو کاربو کے اگھٹانے کے لیے کسی قدر پریشان کر دیا تھا۔ وہ کونسا اور سوچا کہ ٹھیک سے کہہ سکتا ہے کہ اس کا رولان ہی نہیں ہوں لیکن اب جب ان پر حکم پڑھا ہے تو میں تو ایسی تمام قدریں بالائے طاقت لکھتا ہوں

کہ اس کا عمل کرنا ہوگا۔ خدا کے فضل و کرم سے عمل کی گنتا میں، میں کبھی پیچھے نہیں رہا تھا۔ تبت کے دستار گزار اور خزانہ ملاؤں میں جو کچھ مجھے کرنا پڑا تھا وہ میری قدرت سے باہر تھا۔ میری بیٹی بھلا کون سوچ سکتا ہے کہ ایک ایسے پوسٹل کی جتنی قبیلے کا سردار ہوگا۔ کیا کیا نہیں ہوا تھا اس دوران سازشوں کے دیمان

زنگ لگائی تھی۔ بڑے بڑے خزانہ داروں سے واسطہ پڑا تھا۔ میں نے بھی سزاؤں کا سامنا کیا اور وہ جانتے کون کون لیکن بہ طور قدرت نے مجھے سزاؤں سے محفوظ رکھا تھا اور اب بھی میں حالات سے پریشان ہونے والا نہیں تھا۔ لیوس کا حصول اب میرا مقصد بن چکا تھا۔ میں نے گوشاں سے اس کے لیے کام کرنے کا وعدہ کیا تھا

اور وہ لوگ جو درمیانوں کے لیے بے ضرورت تھے اور حالت بجزوری ان ہنگاموں میں ایچھے تھے، مجھ پر اس عہد کی نگاہوں جمانے ہوئے تھے۔ میں نے وہ عظیم الشان خزانہ چھوڑ دیا تھا۔ مانتے معاملہ کے لیے تو میرا حالات سے گھبرانا کسی کو نہیں تھا۔ میری طرح بھی

میں بڑے گا، میں ان لوگوں کے لیے کام کر رہی ہوں۔ بس یہ کہنے کے لیے انداز میں بہت سی تبدیلیاں کر رہی ہیں۔ ورنہ خود ان لوگوں کے جال میں پھنس کر جان سے جاؤں گا۔

یوں بھی اب صورتحال بالکل مختلف ہوئی تھی۔ میری زندگی اب تنہا میری زندگی نہیں تھی۔ اس زندگی میں کسی حسین گھونٹ میں کھینچتی ہوں۔ سکر اپنے دل کی جوتھی تھی۔ کسی کی آرزو شامل ہو گئی تھی۔ اب میں بھی اپنے آپ کو اس کی طلب سے بے نیاز نہیں پاتا تھا۔ تو میری تنہا بیویوں کی ساتھ تھی اور اس کے وجود کی طلب میرے لیے ایسا ہیوں میں روشنی بن جاتی تھی حالات۔

نے اگر واقعی ساتھ دیا تو پھر جس طرح بھی میں بڑے کا اپنے آپ کو تو میرے قابل بناؤں گا۔ آگے قدرے کا جو بھی فیصلہ ہو۔ اس بات پر میرا ایمان تھا جو میں نے ڈون کو کاربو سے کہی تھی۔ یعنی رات کو سوتے وقت ہم صبح کے پروگرام ترتیب دیتے ہیں۔ لیکن یہ صبح ہونے پر ہی پتا چلتا ہے کہ ہم ان پروگراموں پر عمل پیرا ہو سکیں گے یا نہیں۔

بہت دیر تک خیالات کے نجوم میں گھرا رہا پھر ٹرانس باہر نکل آیا۔ خطرات تو ہرگز موجود تھے لیکن ان خطرات کی وجہ سے کسی گوشے میں پوشیدہ ہو جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ فی الحال ایک آپ کے سامان کا حصول بھی ترک کر دیا تھا۔ یہ چیزیں یقیناً بہت ضروری تھیں لیکن ان کی تلاش کے لیے کافی چھان بین کرنا ہوتا اور مجھے اس سلسلے میں کوئی تجربہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے لیے وقت درکار تھا۔ پہلے ڈون کو کاربو کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائے اور وہ چین سے ہے تو اسے یہاں ٹرانس میں بلاؤں گا۔ ویسے یہاں سو رگڑا اس سے زیادہ اپنا راز دار نہیں بنا سکتا تھا جو کہ بہ طور سچا سچا لوگ تھی اور کسی بھی وقت میرے لیے خطرہ بن سکتی تھی۔ یہاں بھی حالات بہت سنسنی خیز ہونے لگے۔ وہاں پہاڑوں میں وہ جنگلات تھے اور خزانے کی طلب کا ہر جرم پشیمان خزانوں سے مجھے

نبرد آزما ہونا پڑا تھا اور اب یہاں میرا ایک خطرناک دشمن تھا جو بہ طور فنکار کا باشندہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر توجیہ رکھتا تھا۔ اور اس کے ہاتھ بہت دراز تھے۔ نہ جانے کب اور کس جگہ اس کے ہاتھ میری گردن دو بوجھیں لیں۔ مجھے اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھنا تھا۔

ٹرانس کے باہر بھی کسی شے کی کمی نہیں تھی۔ اظہار میں تقریبی مائٹری کھوسے ہوئے تھے۔ میں نے تقریبی دیر تک باہر چھل قدمی کی اور پھر اٹھو اور اس کی محسوس کی گئی تھی کہ شکاری زندگیاں یہاں بھی منتظر ہیں۔ سادہ سا اندازہ ہو گیا تھا کہ ڈون کو کاربو اور باہر ٹرانس ہاؤس کو ڈون کو کاربو سے بچھڑا ہونے کی کوشش کرے گا۔ اور میں اس وقت ہر شخص سے بچنا چاہتا تھا۔

کون جانے کب کونیا مصیبت کے چرچائے۔ البتہ ٹرانس کھڑکی کے پاس بیٹھا میں دور دور تک کے مناظر دیکھتا رہا۔ زندگی کی آواز زندگی یہاں مزید آواز ہو گئی تھی چنانچہ میں نے کھڑکی بند کر دی اور ستر پر کمر لٹکایا۔ کافی وقت تھا پیش ہی تقریباً بھر گیا تھا اس لیے سونے کی گھان، جو دوکھا دیکھا جانے لگا تھا۔ سونا چاہیے تھا۔ چنانچہ ٹرانس کا اندازہ بند کر کے میں ستر پر وداز ہو گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ یہ کام میرے

لیے مشکل نہیں تھا کہ میں اپنے ذہن کو ہر قسم کے خیالات سے پاک کر لوں اور اس کے بعد نیند آنے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ البتہ میں نے اپنے آپ کو ہدایت کردی تھی کہ ٹھیک سات بجے مجھے جاگ جانا ہے۔ چونکہ آٹھ بجے ڈون کو کاربو سے گفتگو کرنی تھی۔

یہی ہوا اور اس تمام عرصے میں سکون کی نیند ستر پر ہاؤس تک سات بجے جاگ گیا۔ ٹرانس کے ہاتھ روم میں جا کر غسل کیا اور اس کے بعد باہر نکل آیا۔ اپنے کپڑے دوسرا لباس نہیں تھا۔ لیکن یہ تو معمول تھا اور اب میں ان معمولات کا ملایا ہو گیا تھا۔ لیکن جاگ کر اپنے لیے گارڈ روم کی کافی بنائی اور میں گارڈ روم کی دہلیز میں ٹھکرے اور آکر کے کمر کے قریب بیٹھ کر کافی پینے لگا۔ باہر سے آواز آئی تھی اور ماحول پر تاریکی مسلط ہوتی جا رہی تھی۔ پچھلے ٹرانس روکھن ہو چکے تھے۔ کیلینز میں بھی کہیں کہیں روشنی نظر آ رہی تھی۔ ان کے بارے میں مجھے مکمل معلومات کی ضرورت بھی کی گئی تھی۔ مجھے

بہ طور اب ڈون کو کاربو کے رابطے کا انتظار تھا۔ گھڑکی کی سوئچل سست رفتار سے کنگ بڑھتی رہیں کافی کی دو پالیوں نے مجھے تازہ دم کر دیا تھا اور سوجھنے سے جو سکل منڈا بدلنا لافظ نے پر سوسا ہو گئی تھی وہ اب بالکل دور ہو گئی تھی۔ میں اپنے آپ کو ترواناہ پارہا تھا۔

ٹھیک آٹھ بجے میرے دماغ میں ایک کھڑکی کی گلی یا سی ٹیلیوژن کی گھنٹی بجی تھی۔ کافی آواز نہیں تھا۔ بس ذہن سے ذہن تک کا معاملہ تھا۔ میں نے اپنے دماغ کے خانے کھول دیے اور وہاں کافی کی آواز میرے ذہن میں ابجری، مغزانی، تم خبرت سے تو ہونا۔

"بالکل ڈون کو کاربو اور تمہارے رابطے کا انتظار کر رہا تھا۔" لیکن میں خبرت سے نہیں ہوں۔ ڈون کو کاربو نے جواب دیا اور میں سنا۔ میں یہ لگا۔ چند منٹوں کا موش رہنے کے بعد میں نے پوچھا "خبرت ڈون کو کاربو، تیار کیا معاملہ ہے؟"

"ان لوگوں کو اندازہ ہو چکا ہے کہ میں اس ہومل میں مقیم ہوں۔ کمرہ جو کمرہ ہمارے نام سے ہے اس لیے وہ جڑھے میرے بارے میں پتہ نہیں چلا سکے۔ البتہ انہوں نے ہومل کی پوٹھی منزل پر کچھ کر دیا ہے۔ یہاں خاصا ہنگامہ ہو گیا اور وہ لوگ نکل بھاگے۔ وہ اپنا کبھی کسی کو نہیں دہلیز ہو جاتے تھے اور کمرے میں موجود لوگوں کو مارنے سے بچنے کے لیے دہلیز ہی پر کھینچتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کے چہرے چھیل دیے ہیں۔ غالباً انہیں ایک آپ کا شہر بھی ہے۔ بہ طور پالیسی انہیں بھی ان کے لیے وہ خزانہ ہونے لگی۔ لیکن یہ بات حیرت میں ہی جا رہی تھی۔ ٹرانس

دہ میری تلاش میں تھے اور انہیں اس کا اندازہ ہو چکا ہے کہ میں اس ہومل میں موجود ہوں۔ "داقتی بات بہت خطرناک ہے۔ میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں ڈون، اس پر اعتبار کرو۔"

"کیا کبہ رہے ہو مغزالی، غضب ہو جائے گا۔ ایسی حرکت کرنے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں۔ میں خود ہی تمہارے پاس آ رہی ہوں اس پر اعتبار کرو۔"

"لیکن ڈون کو کاربو۔"

"میں نہیں مغزالی، مجھ پر اعتماد کرو، بہ طور میں اتنی کج نہیں ہوں۔ میں نے اپنے لیے راستہ منتخب کر لیا ہے۔ ظاہر ہے ہومل کے میرے دو رات سے نہیں آؤں گی۔ لیکن تمہارا یہاں پہنچنا بے حد خطرناک ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم ٹرانس سے باہر نکلو۔ اگر تم میرے تحفظ کے لیے بھی آئے گا کہ کوشش کی تو بہر صورت تمہارے لیے بلکہ میرے لیے بھی خطرناک ہوگا۔ تم میرا انتظار کرو اور لاگت تم نے مجھے ایک روز کے بارے میں تفصیل بتا دی تھی۔ لیکن میں نے سوچا کہ پہلے تمہیں اطلاع دے دوں اور یہ معلوم کر لوں کہ تم خود بلیک روڈ میں موجود ہو یا نہیں۔ بس مغزالی میں سلسلہ منقطع کر دی ہوں چونکہ اس کے فوراً بعد ہی مجھے یہاں سے نکلنے کی تیاریاں کرنی ہیں۔ لیکن سب سے پہلے سو ہوسا پڑ پھینچے ہیں کچھ وقت تک جاسے۔ لیکن تمہیں میرے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی الجھن میں پھنس بھی گئی تو تمہیں صورت حال سے آگاہ کر دوں گی؟"

"ٹھیک ہے ڈون، مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔"

"اور مجھے خوشی ہے کہ تم اس وقت میرے ساتھ نہیں ہو۔ ڈون کو کاربو نے کہا اور اس کے بعد ہمارے درمیان سلسلہ منقطع ہو گیا۔"

میرا ذہن شدید پریشان تھیوں کا شکار ہو گیا تھا اور میں اب کم از کم اس وقت تک پڑ سکون نہیں ہو سکتا تھا جب تک ڈون کو کاربو یہاں نہ پہنچ جاتی۔ میں اپنا ہاتھ بیٹھا ڈون کو کاربو کے بارے میں خود کار ہمارا ان ایڈیٹو نے جس طرح میری تلاش کی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اب بھر پور پتہ چکے۔ اور میں نے محفوظ رہنے کے لیے مکمل ڈون کو استعمال کرنا ہونے لگا۔ لیکن ڈون کو کاربو بیجاری خبرت سے یہاں پہنچ جائے افسوس!

میں اس وقت اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ہومل سے سو ہوسا پڑ تک پہنچنے کے لیے اسے وقت درکار ہوگا۔ لیکن بس ایک بے عینی ذہن میں جاگزیں ہو گئی تھی۔ ٹرانس

دہ میری تلاش میں تھے اور انہیں اس کا اندازہ ہو چکا ہے کہ میں اس ہومل میں موجود ہوں۔ "داقتی بات بہت خطرناک ہے۔ میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں ڈون، اس پر اعتبار کرو۔"

"کیا کبہ رہے ہو مغزالی، غضب ہو جائے گا۔ ایسی حرکت کرنے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں۔ میں خود ہی تمہارے پاس آ رہی ہوں اس پر اعتبار کرو۔"

کے دروازے پر ہاتھ پکڑا ہوا اور ہر آنے جانے والے کاڑھی کی روشنیوں پر رنگا ہوا ہوا رہا۔ رونق اب بھی یہاں کافی تھی۔ رات کی خاموشی پر تکیوں میں چہل قدمی کرتے ہوئے چوتھے کھٹکھٹاتے ہوئے قبضے اور کبھی کبھی کچھ ایسی قابل اعتراض آوازیں جن کی جان خواہ مخواہ توجہ منوط ہوا کرتی تھی۔ میں نے ٹرائلر میں روشنی نہیں کی تھی۔ لیکن یہاں پر ٹرائلر کے بیرونی حصے پر ایک ننھا سیلاب ضرور روشن ہوتا تھا۔ چوڑے ٹرائلر کے نام کو نمایاں کر دیتا تھا اور یہ سیلاب میرے ٹرائلر پر بھی روشن تھا۔ اندر تاریکی کی وجہ سے کم از کم باہر کے لوگ غصے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں بار بار کلائی پر بندھی ہونے لگتی تھی اور وقت دیکھا رہا۔ کیمینٹ گھڑی کی سوئیوں میں بڑی ہی سست رفتار سے کھٹک رہی تھیں۔ گھڑیاں آ جا رہی تھیں۔ غصے تو زیادہ دیکھنے انتظار کرنا پڑا۔ اور یہ دیکھنے بھر بے سحرانہ لگنے سے اس کا اندازہ نہیں چھتے ہی ہو سکتا ہے۔ کافی دیر سے کوئی گاڑی اس طرف نہیں آئی تھی اب میں ذہنی طور پر کافی پریشان ہو گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دوچار ڈوٹوں کا رول سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔ اس کا نتیجہ دیر تک یہاں نہ پہنچا پریشان تھا۔ حالانکہ اس نے کہہ دیا تھا کہ اُسے دیر لگ سکتی ہے میں ٹرائلر کا دروازہ بند کر کے واپس ہی چلا تھا کہ دفعتاً ہی ٹیکسٹ سٹائی دی۔ حسب دوسری پار میں نے یہ دستک ہی تو ٹیکسٹ کر دیا تو کہل دیا۔ ڈوٹوں کا رول ٹرائلر کے دروازے پر کھڑی تھی وہ فوراً ہی ٹرائلر میں داخل ہو گئی اور اُس نے خود ہی دروازہ بند کر دیا۔ چہرہ پر کوئی خاص بات نہیں تھی بلکہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

”میلو ڈوٹوں! سب خیریت تو ہے نا؟“

”ہاں ابھی تک ہے، اس نے جواب دیا۔ میں اُسے دیکھتا ہا۔ ڈوٹوں ایک صوفے پر بیٹھ گئی پھر اس نے کہا یہ بہتر یہ ہے کہ روشنی کٹی کر دو؟“

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا لیکن وہ چھوٹی سی کھڑکی کھول دی تھی جس سے وہ مجھ کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ ڈوٹوں کا وہ سیٹ پر دراز ہو گئی پھر اس نے کہا۔ ”مجھے یوں محسوس ہوتا ہے غسٹرائلی جیسے یہاں تک میرا تعاقب کیا گیا ہے!“

”اوہ! اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ...“

”نہیں! اگر وہ میرے پیچھے آئے ہیں تو یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ میں کون سے ٹرائلر میں گئی ہوں؟“

”یہ کیمینٹ تو بڑی طرح پیچھے پڑ گئے ہمارے یہ تہا ہے ساتھ کیا ہے؟“ میں نے کہا۔

”میرا مختصر سامان۔ ظاہر ہے وہ ایک چوڑے کپڑے تو لاتے ہی تھے؟ ڈوٹوں نے جواب دیا۔

”اس کے بعد تو میں کون کا دروازہ ہوا؟“

”ہاں وہ لوگ مسلسل ہمیں تلاش کرتے رہے ہیں سو مال وہاں پر انہیں یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی کہ میرا کہہ کون سا ہے۔ کئی گھنٹوں میں وہ داخل ہوئے۔ کتابچہ لپٹ لپٹوں ہوا تھا وہ ہومل میں گشت کر رہا ہے۔ اور پولیس، کی کی وجہ سے مجھے وہاں سے نکلنے میں آسانی ہوئی۔ ورنہ شاید میں آتی آسانی سے نہ نکل سکتی؟“

”تو قب کا شہر کیسے بھاڑ ڈوٹوں؟“

”بس! میں نے اپنے مقصد میں دو نشیاں دیکھیں تو میں نے ٹیکسی... کی سرکوں پر ٹرائلر لیکن ان روشنیوں نے میرا بچھا نہیں چھوڑا۔ یقیناً کوئی کارسلل تھا قب میں رہی ہے۔ لیکن مجھے یہاں تو مانا ہی تھا۔ اس لیے میں یہاں سے کافی فاصلہ پر آ کر گئی۔ اور پھر وہاں سے ٹرائلر کے پیچھے چھپتی چھپتی یہاں تک پہنچی۔ بلکہ روز ٹرائلر کو تلاش کرنے میں بھی کافی وقت ہوئی۔ چونکہ رات کی تاریکی میں صحیح طور پر بہت سے نام نہیں پڑے جا سکتے تھے۔ ہم مجھے کامیاب ہو گئی پھر اس نے ٹرائلر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اور اس کے بعد مسکرائی۔ ”یہ ٹرائلر کا یہ ٹرائلر ہے۔ حد تو بصورت ہے۔ کیا اس نے خود یہاں آنے کے لیے نہیں کہا؟“

”نہیں! ظاہر ہے وہ ایک اچھے گھرانے کی لڑکی ہے۔ اس نے مجھ سے صرف جلدوی کی بنا پر یہ ٹرائلر چھنے دیا ہے۔“

”میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں ایسے ہی سوال کر لیا تھا، ڈوٹوں نے جلدی سے جواب دیا پھر کہنے لگی۔ ”میں یہاں تبدیل کرنا چاہتی ہوں؟“

”اویسے تو یہ عمل خانہ موجود ہے۔ لیکن میں باہر چلا جاتا ہوں؟“

”ارے نہیں، نہیں میرا کام مل جانے لگا؟ ڈوٹوں اپنے لائے جوئے سامان میں سے پڑے کچھ لٹی ہوئی بولی۔ لیکن یہ ٹرائلر کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ ڈوٹوں کے بیان کے مطابق وہ لوگ سو ہوسا میٹ پڑھنے چکے تھے اور اس بات کے امکانات تھے کہ وہ یہاں بھی نہیں تلاش کرنے کی کوشش کر سگے مارشال ایٹرو بڑی طرح میرے پیچھے ہو گیا تھا۔ اور اب اس سے کسی طرح فرار ممکن نہیں تھا۔ سمجھو تو آدرو کو میں غائب تھی۔ لیوس کی کوئی نشان ہی نہیں ملا تھا۔ اس طرح کو میری نا کارروائی بیکار رہے۔ گوشائی نے مجھ پر بہت برا بھلا کہا۔

ابھی تو صرف لیوس کا ہی سراغ ملا ہے۔ باقی افراد باقی ہیں۔ کیا میں گوشائی کے حصار پر پورا اثر محسوس کر رہا ہوں؟ لیکن میں کیا کرنا۔ سپر کی گئی ہے اسے سنبھالنے میں میری یہ معمولی سی صلاحیتیں کافی ہو سکتی ہیں۔ جو کچھ آج تک کرنا ہوا ہے، وہ اتنی خاص باتیں نہیں تھیں۔ ہرگز بیٹھ افراڈ کی دنیا سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور میں ان کے بارے میں بہت زیادہ معلومات رکھتا تھا۔ جنگ جوں، لڑائی لڑائی اور کچھ بھی تھا۔ ایک ہی چیز تھی۔ میں تو خبیثوں کا قائل تھا لیکن اگر اس طرح انسانی زندگیوں کے بارے میں ہاتھوں ہاتھ ہوتی رہیں تو کیا یہ بہتر ہو گا یا یہ سب کچھ میرے حساب میں درج نہیں ہو گا۔ نجاتے کیا کیا خیالات ذہن میں آتے رہے۔

اسی وقت ڈوٹوں کا رولنے ٹرائلر کے دروازے میں آ کر کہا۔ ”یہ ٹیکسٹ میں گھر بہت حسین ہے۔ بے حلقہ بصورت ہے میں اس سے پہلے بھی ایک آدھ بار یہاں آ چکی ہوں۔ لیکن اس وقت یہ ہمارے لیے مخصوص ہے غزال! آؤ اندر آ جاؤ! پلے اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اور پھر سہارے کے لیے مجھے ہاتھ دے دیا۔ میں نے اخلاقی اس کا سہارا قبول کر لیا تھا۔ تاکہ درد محسوس نہ کرے کہ میں خصوصی طور پر اس سے اجتناب کرتا ہوں۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”میں نے کافی کے لیے پانی پڑھا دیا ہے، یہ سوچو گے نا؟“

”لاوہ یقیناً؟ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔“

”دیئے بہت ہی خوبصورت ٹرائلر ہے، ظاہر ہے لوگوں نے اپنی آسائشوں کے لیے اس دنیا ہی کو بنانے کیا ہے کیا بنا ہے۔ لیکن ہماری تقدیر میں آسائشیں نہیں ہیں غزال! کیونکہ ہم بھٹے ہوئے ہیں۔ ہم اپنے گھر میں نہیں ہیں!“

تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اس دوران ہم کافی بیٹے رہے تھے۔ یا پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ پھر ڈوٹوں کا رولنے کہا۔ ”میرا خیال ہے اب آرام کرو۔ وہ لوگ چھک کر واپس چائیکے ہوں گے۔ ان اطراف میں تو کہیں کوئی گڑ بڑ محسوس نہیں ہوتی؟“

”ہاں! ابھی کمریزا اس سلسلے میں کچھ سوچیں گے یا میں نے کہا اور ڈوٹوں کا رول بستر پر چلا گیا۔ میں دوسرے بستر پر چلا گیا تھا۔ میں نے ڈوٹوں کا رول سے تو یہ کہہ دیا تھا کہ اس بارے میں برج کو کچھ سوچیں گے۔ لیکن میرا نشانہ ذہنی خیالات کی بلحاظ میں تھا۔ اور میں اس بارے میں سوچ رہا تھا۔ گوشائی نے اگر حضرت بھی کہا ہے تو کس طرح۔ وہ یہاں سے ہزاروں میل دور تھی سمجھو تو آدرو کو میں غائب تھی۔ لیوس نے بھی رائٹ لکٹ چکا تھا۔ وہ لیے یہ دونوں ہی میرے

بھروسے پر ہی یہاں آئے تھے۔ اور میں محسوس کر رہا تھا کہ میں سمجھو تو آدرو کی حفاظت کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ لیکن میں کیا کرنا۔ حالات ہی اس تیزی سے بدلتے ہیں۔ اور واقعات نے اس قدر پیچیدگیوں اختیار کر لی تھیں کہ میرا ذہن بھی کچھ سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا۔ سمجھو تو آدرو بھی اس سلسلے میں کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھا سکا تھا۔ لیکن یہ بات بھی کچھ نہیں تھی کہ وہ گوین کو بچا کر لے گیا تھا۔ مگر میں نے خود غور نہیں کیا تھا۔ اور میں نے کسی کو زخمی کر دیا تھا۔ ویسے سمجھو تو آدرو کے بارے میں اصل میں کوئی بات آج بھی اعتراض تھا۔ وہ آسان سے چند افراد کے قبضے میں آئے والا نہیں تھا۔

میرا ان ہی خیالات میں گرفتار اور بہت زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ ڈوٹوں کا رول میں بدل کر ہی تھی کہ دفعتاً ایک خوفناک دھماکے نے فضا کو لرزایا۔ دھماکہ اتنا تیز تھا۔ میں اور ڈوٹوں کو گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

”کچھ ہو گیا غزال! کچھ ہو گیا؟“ میں پھرتی سے دروازے کی جانب دوڑا تو ڈوٹوں کا رول نے پیچھے سے میرا بازو پکڑ لیا۔ ”نہیں! اتنی جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ خود کر رہا ہمارا کسی اور مقصد کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔“

میں رک کر ڈوٹوں کا رول کی صورت دیکھنے لگا، تو وہ آہستہ سے بولی۔ ”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی بڑا دھماکہ کر کے یہاں ٹرائلر میں رہنے والوں کو سانس لانا چاہتا ہو؟“

میں نے کوئی جواب دیا۔ ہم باہر کا نہیں لے رہے تھے۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک اور خوفناک دھماکہ ہوا اور ہمارا ٹرائلر لرز گیا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ آسانی جیٹیں سنان دیں۔ اور پھر کہیں بہت دوسرے پولیس کے سائرن سنان دیتے چلے اب میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں ٹرائلر میں بند رہ کر تیسرے دھماکے کا انتظار کروں۔ چنانچہ میں دروازہ کھول کر پھرتی سے باہر نکل آیا۔ ڈوٹوں کا رول بھی میرے پیچھے ہی کودی تھی۔ ٹرائلر میں روشنیوں سے غصے لگی تھیں۔ چنانچہ میں نے بھی اس تصور کے تحت کو اس ٹرائلر میں روشنی نہ دیکھ کر لوگ بھی مشکوک نہ سمجھیں اپنے ٹرائلر میں بھی روشنی کر دی۔ لیکن ہم دونوں اس روشنی کی زد میں نہیں آئے تھے۔ پھوڑے ہی فاصلے پر ہم نے دو ٹرائلروں سے آگ اور دھواں کی بادل بلند ہوتے ہوئے دیکھے۔ ڈوٹوں کا رول سے سر ہارتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”انہوں نے دو ٹرائلر تباہ کر دیے۔ غالباً انہیں ان پر طرہ ہو گیا ہو گا۔ اور اگر پولیس نہ آتی تو آدرو کا رول بھی اس کا بانی۔ لیکن پولیس کا آگ کچھ مؤثر ثابت نہیں ہوا تھا۔ پھوڑے پھوڑے فاصلے پر

کھڑے ہوئے مزید وٹاروں میں دوپہنٹنگ دھماکے ہوئے اور انسانی چٹخیں شدید سے شدید تر ہوتی گئیں۔ ان ٹراروں میں جو لوگ موجود تھے ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ پولیس کی گاڑیاں ایبوریٹینس برق رفتار سے چلتی ہوئی ٹراروں کے نزدیک پہنچ رہی تھیں۔ لوگوں کو دیکھ کر ان ٹراروں سے دور رہنے کی ہدایت کی جا رہی تھی۔ شروع میں پولیس کی گاڑیوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ لیکن پھر کچھ کی دیر میں پولیس کی گاڑیوں نے اس میرے علاقے کو گھرا لیا اور ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی گئی۔ اب میگا فون کے ذریعے سو ہوسائٹس پر پہنچنے والوں کو ہدایت دی جا رہی تھیں۔ کوئی پولیس آفیسر گرج و مارا مارا نہیں کہا کرتا تھا۔ پولیس نے ایک حصار قائم کر لیا ہے۔ ہر شخص کی ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ٹراروں کے پاس رہے۔ اور گرد و پیش سے حفاظت ہے۔ اگر کوئی بھی پولیس کے حصار سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔ ہوشیار! ہوشیار رہا جائے۔ اس کے ساتھ ہی سرج لائٹس روشن ہونا شروع ہو گئی تھیں جو پولیس کی گاڑیوں پر نصب تھیں۔ پھر شاید فائر سیرگیٹ کی گاڑیاں بھی آئیں۔ یہ کام جس برق رفتاری سے ہوا تھا وہ قابل دید تھا۔ ٹراروں کی ایک ٹیٹھاٹھا جاتی گئی۔ اور پولیس مصروف عمل ہو گئی۔ سو ہوسائٹس کے تمام لوگوں نے پولیس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ ڈوئن کاربو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ رکھا میں اندر جا رہی ہوں عزالی! ابھی چند لمحات میں باہر آ جاؤں گی۔ ذرا ہوشیار رہنا!

ٹھیک ہے؟ میں نے جواب دیا۔ اور ڈوئن کاربو ٹرار کے دروازے سے اندر چلی گئی۔ پتا نہیں وہ کیا کرے گی تھی۔ لیکن چند لمحات کے بعد جب وہ واپس آئی تو میری آنکھیں اُسے دیکھ کر حیرت سے پھیل گئیں۔ ڈوئن کاربو ایک بار ایک سی ٹائی میں بیٹھی تھی جس سے اس کا بدن جھلک رہا تھا۔ ہونٹوں پر لپٹا ٹھک کے بیٹھے بیٹھے نشانات تھے۔ اور اس کا ہلکا سا بخیر بخیر نغز آ رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی عروس ہونا تھا جیسے وہ رات کی ٹیکسیوں سے لطف اندوز ہو رہی ہو۔ اور اسے ڈری حالت میں باہر نکلتا پڑا ہو۔ میری نظر پھر آنکھوں کو کھینچ کر وہ آگے بڑھی اور دوسرے شخص اسے ایک ایسی حرکت کی کہ میں سشدر رہ گیا۔ میرے رخسار اور پیشانی پر اس کے ہونٹوں کی لپٹا لٹک مشعل ہو چکی تھی۔ جسے اس نے اپنے ہاتھ سے پھیلا دیا۔ اور پھر محلدت آیزر لیجے میں بولی۔ "یہاں سب اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں قیام کرنے

والوں کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ ہمارا اس طرح صاف تھرا دیکھا جانا۔ پولیس کے لیے نیک کا باعث ہو سکتا ہے۔ عزالی! اس لیے میں نے یہ سب کچھ کہہ کر۔ اگر میری بات سے متفق ہو تو براہ کرم ڈرا لیاں ہم بھی تبدیل کر لو۔ جاؤ۔ یہ ضروری ہے۔"

"بات میری سمجھ میں آگئی تھی۔ ڈوئن کاربو نے واقعی نہایت کا ثبوت دیا تھا۔ حالانکہ عجیب سی بات تھی۔ لیکن بہر طور میں بھی ٹرار میں چلا گیا اور خریدی لمحات کے بعد میں بھی برا سا حلیہ بنائے۔ باہر نکل آیا۔ اسے اس طے پر خود ہی شرم آ رہی تھی۔ ڈوئن کاربو نے مجھے دکھا تو مسکرایا۔ "ہیں ہن لوگوں سے واسطہ ہے۔ عزالی! ان کے لیے ان ہی میں ذہانت سے کام لینا ہوگا۔ کہیں بھی چمک گئے تو مارا مارا جائیگے۔ میں نے کئی جواب نہیں دیا۔ پولیس والوں نے غالباً اظہار کے حامل پر کڑی نظر مائل کر لیا تھا۔ اس کوئی نا دھماکہ بھی نہیں ہوا تھا۔ جو ٹرار ان دھماکوں سے تباہ ہوئے تھے ان کے اظہار بڑی ہونے لاشوں کے ٹکڑے اٹھا لیے گئے تھے۔ ساگر کوئی زخمی تھا تو اسے بھی ایبوریٹس کے ذریعے ہسپتال بھیج دیا گیا تھا۔ تمام کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ لیکن عام لوگوں کو ان کے پاسے میں کوئی معلومات حاصل نہیں تھیں۔ ہم لوگ بھی خاموشی سے یہ تمام مناظر دیکھتے رہے۔ پولیس والے فرقا فرقا وہاں موجود لوگوں سے ان کے پاسے میں معلومات حاصل کر رہے تھے۔

اچانک ڈوئن کاربو نے کہا۔ "یہ لوگ ہم سے بھی ہمارے بارے میں سوالات کریں گے۔ کیا جواب دینا ہے۔ عزالی؟"

"اوہ! اس طرح تو یہاں تو ہرگز مصیبت میں پھنس جائے گی۔ کیا حال ہے؟"

"نہیں، پولیس یہاں سے کسی بھی فرقہ وشارتہ حالت میں نہیں نکلے۔ کسی میز قیال ہے۔ تھلاہم پال ہٹس ہے اور میں موزلی۔ میں تمہاری گول فریڈ ہوں۔ سچھے تم کاروں بروکے کلیٹ نمبر سٹامپ میں رہتے ہو۔ اور یہاں میرے ساتھ کچھ وقت گزارنے آئے ہو۔ کچھ ہٹار کے بارے میں اگر کوئی سوال نہ کیا جائے تو اسے گول ہی لکھا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ڈوئن کاربو اور اسے ڈری حالت میں باہر نکلتا پڑا ہو۔ میری نظر پھر آنکھوں کو کھینچ کر وہ آگے بڑھی اور دوسرے شخص اسے ایک ایسی حرکت کی کہ میں سشدر رہ گیا۔ میرے رخسار اور پیشانی پر اس کے ہونٹوں کی لپٹا لٹک مشعل ہو چکی تھی۔ جسے اس نے اپنے ہاتھ سے پھیلا دیا۔ اور پھر محلدت آیزر لیجے میں بولی۔ "یہاں سب اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں قیام کرنے

ان کے چہرے پر اس کا کوئی ردِ عمل نہیں تھا۔ ہم جس طے میں تھے وہ سب کچھ یہاں کے لیے، جہی میں تھا۔ ڈوئن کاربو نے جس ذہانت سے یہ کارروائی کی تھی وہ قابلِ داد تھی۔

"ان دھماکوں کے پاسے میں آپ کا کیا خیال ہے شرب؟"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ جگہ بھی جڑوں سے محفوظ نہیں ہے۔ پتا نہیں کون کون کون ہیں۔ انہوں نے یہ کارروائی کی ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد منظر عام پر آجائے گا۔ ویسے آپ نے اس دوران یہاں کوئی کارروائی ہوتے دیکھی تو آپ کی نگاہ میں ہونے لگتی ہے؟"

"نہیں، میں موزلی کے ساتھ آرام کر رہا تھا کہ دفعتاً ہی کان پھاڑ دینے والا دھماکہ سنا دیا۔ پھر دوسرا اور اس کے بعد مزید دو۔ ہمارے اہلکار کئی بھی آفیسر براہ کرم ہم سے بہت زیادہ سوالات نہ کریں۔"

"آپ کا نام مشر؟"

"پال ہٹس۔"

"مڈم آپ کی...؟"

"گرل فرینڈ ہیں۔"

"آپ کہاں رہتے ہیں مشر پال ہٹس؟"

اور میں نے پہلے سے طے شدہ جگہ کا پتہ بتایا۔ پولیس آفیسر نے ایک ڈوئری پر کھم چڑھ کر نوٹ کر کے پتے میرے نوٹوں کا پتہ لے لیا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "آپ لوگ یہاں قیام کرنا بند کریں گے یا یہاں سے باہر نکلتا چاہتے ہیں؟"

"نہیں آفیسر! اگر آپ کی اجازت ہو تو اس وقت تو ہم لوگ یہاں رہیں گے۔ صبح کو یہاں سے جانا ہوگا۔"

"یہ آپ پر منحصر ہے۔ لیکن اگر آپ جانا چاہیں تو پولیس پارک کوئی پابندی عائد نہیں کرتی۔ صبح کو اس سٹیٹس میں نہ کارروائی کرنا۔ اور ہون امید ہے کہ ایک اچھے شہری کی حیثیت سے یہ پولیس سے تعاون کریں گے۔"

"یقیناً آفیسر؟"

"یہ جلد شکر ہے! پولیس آفیسر نے کہا اور پھر بولا۔ "اگر آپ اپنے ٹرار میں جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیے۔ پولیس مستعد ہے۔"

میں نے ایک بار پھر اس کا شکر ادا کیا۔ اور پولیس آفیسر نے ساتھ میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میں نے متکرائی ہونے لگا۔ یہ ڈوئن کاربو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری بروقت محتس نے بروقت بڑی مصیبت ٹال دی ڈوئن۔"

"نہیں کسی حال میں بھی پھنس سکتے تھے۔"

"سو فیصدی سو فیصدی! ڈوئن کاربو نے جواب دیا اور

اس کے بعد ہم لوگ ٹرار میں آ گئے۔ ڈوئن کاربو اور ہم باہر دم میں چلی گئی۔ یہاں اس نے دوسرا لباس لٹکا یا ہوا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ و ظفر صفات کیا۔ اور لباس پہن کر باہر آگئی۔ تو مجھے ایک دم شرمندگی کا احساس ہوا۔ چونکہ مجھے اپنا علیہ خراب کرنا پڑا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں پھر ایک دوسرے کے آتے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

ڈوئن کاربو چند لمحات تک خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس نے اپنے سامان کا تلاش لینا شروع کر دی۔ چند لمحوں کے بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک ایسی چیز ہوتی تھی جسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ یہ کئی لمحوں کے بعد میٹ تھے۔ ڈوئن کاربو نے۔۔۔ میری طرف ہاتھ بڑھایا اور میں نے ہانہ نوازہ اپنا ہاتھ اس کے پاسے کر دیا۔ اس نے کئی لمحوں کے بعد اس میں ہتھوڑی لٹکائی۔ ایک ہی سالز کے تھے۔ اور پھیلا ہٹس ہائی کسی دھات کے بنے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان آدوں کا ایک لچھا تھا جو ایک کڑے کے ذریعے جوست تھا جو کلاں میں پھنسا ہوا رہتا تھا۔ دوسرا کلاں ٹھوس تھا۔ میں نے متکرائی انداز میں کلاں کو دکھا۔

ڈوئن کاربو نے دوسری کلاں اپنے ہاتھ میں پہن لی تھی پھر اس نے اپنا ہاتھ سیلاھا کیا اور مجھ سے کہنے لگی۔ "میرے گونٹے اور جادوں انکھوں سے اپنا ہاتھ ملاؤ۔ عزالی! میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔

اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں جوست کر دیا تھا۔ اور پھر اس کی آواز نا بھری۔ "سلا! آیرا! آیرا! آیرا! آیرا!" یہ الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ لیکن اس نے تمہی بار بار الفاظ دہرائے اور پھر پڑا۔ میرے میں بولی۔ "ہمیں مجبور کیا گیا ہے۔ مقدس نہ ہونا، ہمیں مجبور کیا گیا ہے کہ دشمن کے مقابلے پر آمی انداز میں آج۔ جس انداز میں دشمن چاہتا ہے چننا پڑتا ہے اور میرا سنا تھی جھلکتے ہیں کہ اب دشمن کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ ہمارا بھی ایک مقصد ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتے ہیں۔ اسے سامنے چلنے کے راستے بند ہو چکے ہیں۔ ان دروازوں کو کھولنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ ہم مجبور ہیں اور اس مقدس مہد سے کچھ لے کر کے لیے ہمارا اپنا چلے ہے۔ ہمیں اجازت دی جائے۔ لا! آیرا! آیرا! آیرا!"

میں خاموشی سے ڈوئن کاربو کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ سیلاھا کرنے کے بعد چند لمحات خاموشی اختیار کی۔ پھر مجھ سے کہنے لگی۔ "تم سے مشورے کے ذریعے میں نے یہ کارروائی کی ہے۔ عزالی۔ لیکن اتنا جانتی ہوں کہ ہمارے مقصد سے

تم بھی اتنے ہی فلفص ہو جتنا کوئی ساموں ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں نے یہ کوشش کر ڈالی ہے۔ درحقیقت ہم عام حالات میں کٹاں کبھی نہیں استعمال کرتے۔ لیکن تم دیکھو ان لوگوں نے ایسی وحشیانہ کارروائیاں شروع کر دی ہیں جنہیں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری وجہ سے بے گناہ انسانوں کی زندگیاں خاتمے ہوں۔ یہ بات کیا تم پسند کرو گے؟ میرا خیال ہے نہیں۔ چونکہ لڑائی کے ان حادثوں میں ہلاک ہونے میں ان کا کھلا ہم سے کیا تعلق تھا۔ لیکن وحشیانہ مارن ایسٹروٹے صرف شہید کیا گیا ہوا ان لوگوں سے بھی زندگیاں بچیں لیں۔ خود ہم اپنے آپ کو اس کا شہری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ ہم پر اب فرض ہو گیا ہے کہ مارن ایسٹروٹے کے مشن کو پوری طرح کامیاب بنائیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کسلاں حالات میں ہم مارن ایسٹروٹے کی زبان کھلوا کر اس سے لیوس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں یا ایسا ہم کر نہیں ہوگا بلکہ وہ کیونکر انسان خود ہماری تلاش میں اس طرح سرگرداں ہے۔ خود ہمارے لیے بنائے گیا کیا کرتا پھر ہمارا ہے۔ اب یہ ضروری ہے غزال! اگر اس سے مقابلہ کیا جائے؟

"ٹھیک ہے ڈوئن کاربو! مجھے اس مسئلے میں تم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

"غزال! کیا تم کوئی کلا استعمال بہتر طور سے جانتے ہو؟ تمہارے ساتھ زہرہ کب بعض اوقات بڑے عجیب عجیب احساسات سے گذرنا ہوتا ہے۔ اور میں حیران رہ جاتا ہوں کہ تم ساموں نہیں ہو لیکن یہ بات میں تم سے بار بار کہہ چکی ہوں کہ تمہاری بے شمار خصوصیات ساموں جیسی ہیں۔ تم نے مجھے اس کی وجہ بھی بتائی تھی کہ وہ ان میں نے تمہیں کافی مشفق کرانی ہیں۔ کٹاں کا استعمال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں اس سے کام چلا سکتا ہوں ڈوئن کاربو؟"

"بس تمہارا یہ کہہ دینا کافی ہے۔ تمہارے مزاج کو میں اب سمجھنے لگی ہوں ڈوئن کاربو نے ہماری سکر ایسٹروٹے سے پھر وہ ضد خیالات خاموش دہینے کے بعد بولی: "مارن ایسٹروٹے ساتھ اب کوئی انسانیت روا نہیں رکھی جاسکتی۔ آفرودہ خود بھی تو اپنا خاندان رکھتا ہوگا۔ اسے بھی تو کچھ لوگ عزیز ہوں گے، ایسے لوگ جن کے لیے وہ یہ تمام جبراً زہرہ ڈال دیا کرتا ہے۔ سچ ہے ہون میری بات غزال!"

"ہاں! کہتی رہو؟"

"وہ ان میں اور گوین میرے لیے اہل خاندان کی کمی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیوس ہمارے لیے ایک مقدس ہستی ہے جس سے ہم بہت سی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں۔ جب مارن ایسٹروٹے

ہمارے ان ساتھیوں کو زہرہ ڈال کر رکھا ہے تو پھر اس کے ساتھ کوئی منصفانہ بات کیسے کی جاسکتی ہے۔ دشمن کو دشمنی سے جو اسکا دیا جائے گا۔ مارن ایسٹروٹے کے خاندان کو ہم اپنے قبضے میں کر کے اس سے اپنے ان ساتھیوں کو طلب کریں گے۔ ممکن ہے وہ ان میں اس کے قبضے میں نہ ہو لیکن لیوس تو اس کے پاس ہے۔ لیوس ہمیں مل جائے تو ہم اپنے بہت سے مسائل سے فرط سکتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ مارن ایسٹروٹے کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس کے خاندان کا پتہ چلا لیا جائے۔ اور پھر اس کے اہل خاندان کو ہم اپنے قبضے میں کر کے مارن ایسٹروٹے سے باز کر لیں۔ اور اس مسئلے میں ہمیں متنی مشکلات پیش ہیں ان سے نکلنے کے لیے طاقت استعمال کریں غزال! میں دھوکا تو نہیں دیتی لیکن ہم مارن ایسٹروٹے کے بہت سے افراد پر بھاری پڑ سکتے ہیں۔ بس ذرا سی ہمت اور تھوڑی سی ذہانت سے کام لینا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے ڈوئن کاربو! لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم مارن ایسٹروٹے کے اہل خاندان کو کہاں سے پائیں گے؟"

"ان کے بارے میں معلومات حاصل کی جائے گی غزال! ہاں کیسی بھی طرح؛ ہر اس شخص سے جس کا مارن ایسٹروٹے سے ذرا سا بھی تعلق ہے۔ میرا خیال ہے ایک ماہر پھر ہمیں اس عمارت کا رخ کرنا ہوگا جو کلاک و ڈوڈا سٹریٹ پر واقع ہے۔ اس عمارت میں کوئی نہ کوئی ضرور ہوگا۔ اور اگر وہ عمارت ہمیں خالی تو پھر ہم اس کے بارے میں یہ معلومات حاصل کریں گے کہ وہ عمارت کس کی ہے؟ اور اس عمارت کا نام کہاں رہتا ہے؟ اگر وہ عمارت خود مارن ایسٹروٹے کی ہے تو جس سے اس سے حاصل کی ہوگی تو اس سے مل کر کم از کم یہ تو پتا چل سکتا ہے کہ مارن ایسٹروٹے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے غزال! اگر اس کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ ہم اگر کام کرتے رہتے جائیں تو پھر یہ سب کچھ ہمارے لیے بہت زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ میں تجوہ سے ڈوئن کاربو کی صورت دیکھ رہا تھا۔ واقعی یہ بات میرے ذہن میں نہیں آتی تھی۔ اور اس مسئلے میں تمام ذہانت ڈوئن کاربو ہی سے منسوب کی جاسکتی تھی۔ لیکن میرا ذہن یہ فیصلہ کرتے سے قاصر تھا کہ مارن ایسٹروٹے کو وہاں پانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا لیکن ڈوئن کاربو نے جو چیزیں کہی تھی، اس سے مجھے پورا پورا اتفاق تھا۔ میں نے سکر لے کر کہا: "اکیا؟" ڈوئن کاربو نے سوال کیا۔

"اس نے مجھ پر انحصار اس لیے کیا تھا کہ میں اس دنیا

ہوں اور ساموں سے متعلق نہیں ہوں۔ مجھ پر پوری طرح اعتدال کرنے کے بعد اس نے یہ ذمہ داری مجھے سونپی تھی۔ حالانکہ اس کے بیٹے سارا سچے دنیا کے مختلف حصوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اور اس دنیا کے بارے میں بہت کچھ جان سکتے ہیں۔ ان میں بیٹے یا وہ ذہین لوگ بھی موجود ہیں جیسے ڈوئن کاربو یا گوشائی ان سبھی کو کچھ کرنے کی کوشش کرے تو میرا خیال ہے اس کا مسئلہ خود اس کے اپنے ہاتھوں حل ہو سکتا ہے۔"

"میں غزال! گوشائی نے جو بھی فیصلہ کیا ہے، سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ ہم لوگ اس پر اکتفا نہیں کر کے انتظار کرتے ہیں۔ چونکہ وہ کچھ وہ ہماری پلانر ہے۔ ڈوئن کاربو نے کہا اور پھر ایک دم خاموش ہو گئی۔

میں اس کی اس خاموشی کی وجہ سمجھتا تھا۔ لیکن اب اس وجہ پر میں نے تو ہر دیا چھوڑ دیا تھا۔ ہاں سچے کچھ بتانا چاہتا تھا۔ لیکن تاتے تاتے وہ خاموش ہو جاتا تھا۔ کیونکہ ان پر پابندیاں ماڈ تھیں۔ یہ نہیں کون ہیں یہ ساموں۔ کون سی دنیا ہے ان کی ان کائنات کے کون سے حصے میں بیٹے ہیں۔ اور ان کا اپنا مسلک کیا ہے۔ بہر طور اب میں ان تمام چیزوں کے بارے میں بہت زیادہ نہیں سوچتا تھا۔ مجھے تو کام کرنے کی لگن تھی اور ڈوئن کاربو نے جو منصف پیش کیا تھا میرے خیال میں وہ بہت معتدل تھا۔ اور اس طرح واقف ہی ہم مارن ایسٹروٹے کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے تھے۔

ڈوئن کاربو کہنے لگی: "کیا خیال ہے غزال! ایسا کیوں نہ کر دیر آرام کر لیا جائے۔ میرا خیال ہے یہاں کے معاملات پر نہیں نے اپنے کٹر دل میں رکھے ہیں اور بظاہر اس بات کا امکان ہے کہ کوئی دوسرا دوبارہ ظرادوں کے رہنے والوں کو تکلیف نہیں دے گی۔ چنانچہ ہمیں جس تک نیند لے کر چاق و چوبند ہو جانا چاہیے۔ کیا بات کو سوتے ہوئے تمہیں کوئی دقت غمروا ہوتی ہے؟"

"جہن! "

"لیکن تو پھر آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ؟"

میں نے ڈوئن کاربو کی بات پر عمل کیا۔ وہ دھماکے اس جیسی ذہن میں سو رہے تھے۔ اور حالات کا ترجمہ دماغ کی طرف اڑا چلا آ رہا تھا لیکن دل نہیں جا رہا تھا کہ اس بارے میں کچھ سوچیں۔ چنانچہ اپنے ذہن کو خالی کیا اور نیند کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔

دوسری صبح جب آنکھ کھلی تو سات بج رہے تھے۔ ڈوئن کاربو مجھ سے پہلے جاگ چکی تھی۔ اور ایک فرض شامی صورت

ک طرح کچھ میں مصروف تھی۔ میں اٹھا اور ہاتھ روک کر جانب چل پڑا۔ ڈوئن کاربو غالباً غسل کر کے لباس وغیرہ بھی تبدیل کر چکی تھی۔ جب میں ہاتھ روک سے باہر آیا تو سامنے ڈال پرانے لگا ہوا تھا۔ اس نے سکر لے ہوئے میری طرف دیکھا۔ اور پھر ناشتے کی میز پر آئیگی میں بھی بیٹھنے لگا۔

"کیوں؟" وہ مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"عورت کا وہ دشا دشا ساری کائنات میں کسماں ہے۔ وہ یہ فرائض اس خوش اسلوبی سے ادا کرتی ہے کہ کہیں اوقات حیرت ہوتی ہے۔ تم نے ایک عورت ہی کی مانند ناشتہ کیا کرنا ہے؟" "مانند کا لفظ کیوں استعمال کرتے ہو؟ کیا تم مجھے عورت تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہو؟" ڈوئن کاربو نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میں اس بات پر حیرت نہیں پڑا ہوتا عورت تو تم جوڈن کاربو اور رات کو تم نے جو خفاک حرکت کی تھی اس سے تو کھل طور پر عورت جھلک رہی تھیں۔"

"میں پلڑا لہجے میں شرمندہ مت کرو۔ وہ حرکت اس وقت کی ضرورت تھی؟"

"ڈوئن کاربو! سچیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ آخر تم لوگ دوست ہیں۔ میں نے یہ بات صرف تعلق میں کہی تھی؟"

"اور مجھے مجھے۔ بنائے کیوں ایک شرم سی شرم ہوتی ہے؟" اس کے چہرے پر واقعی عجیب عجیب لہجہ لگ گیا تھا۔ میں غمناک سے ناشتہ کرنے لگا۔ ڈوئن کاربو بھی مسکرائی۔

"اس سے نہیں کرمیری طرف دیکھا اور کہنے لگی: کیا تم عورت کے دوپٹے سے منکر ہو غزال؟"

"میں بھی ان کو بے وقوفت یہ بات کہتا ہے۔"

"بس ایسے ہی میں نے پوچھا تھا۔ تمہاری عورت کہاں ہے؟"

"میری عورت... ہاں میں نے کہا اور وقتاً میری نگاہوں میں اپنی عورت کی تصویر ابھری۔ میری عورت مجھ سے بہت دور ایک ایسی جگہ موجود تھی جو یاد کرنا کاکھڑھی سماں لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ دنیا کی برائیوں سے بے نیاز۔ اپنی اپنی لڑکی میں مصروف۔ پرسکون، مسرور اور میں میں اپنی عورت سے بہت دُور تھا۔ بہت دُور۔ ڈوئن کاربو گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھی۔ اور جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ ہنس پڑی۔ میں ایک دم چونک پڑا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں ان خیالات میں کھوکھو اپنے ذہن کے گرد چڑھے ہوئے ہوں خول سے باہر نکل آیا تھا۔ جہاں دوسرے کی رسائی نہیں ہو پاتی تھی، اور اس وقت ڈوئن کاربو

ک طرح کچھ میں مصروف تھی۔ میں اٹھا اور ہاتھ روک کر جانب چل پڑا۔ ڈوئن کاربو غالباً غسل کر کے لباس وغیرہ بھی تبدیل کر چکی تھی۔ جب میں ہاتھ روک سے باہر آیا تو سامنے ڈال پرانے لگا ہوا تھا۔ اس نے سکر لے ہوئے میری طرف دیکھا۔ اور پھر ناشتے کی میز پر آئیگی میں بھی بیٹھنے لگا۔

"کیوں؟" وہ مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"عورت کا وہ دشا دشا ساری کائنات میں کسماں ہے۔ وہ یہ فرائض اس خوش اسلوبی سے ادا کرتی ہے کہ کہیں اوقات حیرت ہوتی ہے۔ تم نے ایک عورت ہی کی مانند ناشتہ کیا کرنا ہے؟" "مانند کا لفظ کیوں استعمال کرتے ہو؟ کیا تم مجھے عورت تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہو؟" ڈوئن کاربو نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میں اس بات پر حیرت نہیں پڑا ہوتا عورت تو تم جوڈن کاربو اور رات کو تم نے جو خفاک حرکت کی تھی اس سے تو کھل طور پر عورت جھلک رہی تھیں۔"

"میں پلڑا لہجے میں شرمندہ مت کرو۔ وہ حرکت اس وقت کی ضرورت تھی؟"

"ڈوئن کاربو! سچیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ آخر تم لوگ دوست ہیں۔ میں نے یہ بات صرف تعلق میں کہی تھی؟"

"اور مجھے مجھے۔ بنائے کیوں ایک شرم سی شرم ہوتی ہے؟" اس کے چہرے پر واقعی عجیب عجیب لہجہ لگ گیا تھا۔ میں غمناک سے ناشتہ کرنے لگا۔ ڈوئن کاربو بھی مسکرائی۔

"اس سے نہیں کرمیری طرف دیکھا اور کہنے لگی: کیا تم عورت کے دوپٹے سے منکر ہو غزال؟"

"میں بھی ان کو بے وقوفت یہ بات کہتا ہے۔"

"بس ایسے ہی میں نے پوچھا تھا۔ تمہاری عورت کہاں ہے؟"

"میری عورت... ہاں میں نے کہا اور وقتاً میری نگاہوں میں اپنی عورت کی تصویر ابھری۔ میری عورت مجھ سے بہت دور ایک ایسی جگہ موجود تھی جو یاد کرنا کاکھڑھی سماں لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ دنیا کی برائیوں سے بے نیاز۔ اپنی اپنی لڑکی میں مصروف۔ پرسکون، مسرور اور میں میں اپنی عورت سے بہت دُور تھا۔ بہت دُور۔ ڈوئن کاربو گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھی۔ اور جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ ہنس پڑی۔ میں ایک دم چونک پڑا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں ان خیالات میں کھوکھو اپنے ذہن کے گرد چڑھے ہوئے ہوں خول سے باہر نکل آیا تھا۔ جہاں دوسرے کی رسائی نہیں ہو پاتی تھی، اور اس وقت ڈوئن کاربو

میرے ذہن کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کی ہنسی کی وجہ بھی یہی تھی۔ "میری طرف سے مبارکباد و عزائم! لیکن وہ کسی بھی صورت ہوگی، جو تم جیسے اعلیٰ معیار کے انسان کے قابل ہوگی" ڈوئن کاربو کی اس شرات کو میں نے دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا۔ اور کہنے لگا "ٹھیک ہے ڈوئن! میں کسی وقت تم سے تمہارے مرد کے بارے میں پوچھوں گا۔ اور اگر تم جواب نہیں دو گی تو میں تمہارے ذہن میں جھگڑا کر لوں گا"

ڈوئن کاربو بے اختیار ہنس پڑی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "جیسا ہی چاہے تمہارا لہذا عزائم! بد قسمتی سے وہ لحاظ نہیں نہیں ہو سکے۔ اور پھر اس وقت میں ان مسائل کا شکار ہو گئے" جب میری عمر اس قابل بھی نہیں تھی۔ اس لیے کوئی مرد میرا مرد نہیں بن سکا حال اب میرے ذہن میں کبھی کبھی کسی کے لیے پسندیدگی کے سے جذبات ابھرتے ہیں۔ اور مجھے لہذا ہنس پڑا ہے کہ میں جانی کی جانب بڑھ رہی ہوں!

اب میرے ہنسنے کی باری تھی۔ یہ جوانی جو دو تین سو سال میں ان لوگوں پر آتی تھی اب ڈوئن کاربو پر بھی آتی تھی۔ تاہم میں نے اس کی فکر پھینکنے کی کوشش نہیں کی چونکہ ایک ایڈریٹ ہی کی مظلوم ہونے کے بعد بڑی محنت ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سنجیدہ ہو گئے ہم نے تیار کیا میں اور اس کے بعد اس سے باہر نکل آئے۔ ہم اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے روانہ ہو جانا چاہتے تھے۔

ڈوئن کاربو نے پوچھا کیا دایس اسٹار میں آؤ گے۔ یا نہیں اور قیام کرنے کا ارادہ ہے؟

"یہ فیصلہ بعد میں کریں گے دو تین" میں اس لیے یہ بات کہہ رہی تھی کہ یہاں پہلین کے لیے کوئی پیغام چھوڑ دو۔ تاکہ وہ تباری دایس کا ہتھیار نہ کرے گا۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہاں دایس نہ آتا تو پہلین کو ٹیکل فون کر کے بتا دوں گا۔ ویسے یہ چاہا بیال ایک کیسین میں دی جاسکتی ہے۔"

باہر نکلنے کے بعد ہم نے اطراف کے ماحول کا جائزہ لیا۔ چار ڈرائیو کے لیے جا چکے تھے۔ اور پولیس ان کے گرد موجود تھی۔ لوگ سب سے پیچھے سے تھے۔ اور دش کاٹی کم ہو گیا تھا۔ جو لوگ یہاں تعینات منانے کے تھے انہوں نے دایس میں حافیت سمجھی تھی۔ ویسے بھی پولیس کے جیکروں میں پڑنے کی کوشش کرن کرنا۔ لیکن پولیس نے ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے کیسین میں آکر چابی اسی لڑکے کے حوالے کر دی جس نے چابی پہلین کی موجودگی میں مجھے دی تھی۔ اور اس کے بعد ہم پہل

ہی آگے بڑھ گئے۔ میں ٹیکسی اسٹینڈ کے بارے میں پہلین نے مجھے بتایا تھا، اور وہ بھی زیادہ دور نہیں تھا۔ ہم نے دایس پہنچ کر اپنے لیے ایک ٹیکسی حاصل کی اور اس کے بعد اس میں بیٹھ کر چل پڑے۔ لیکن راستے میں ہم نے تعاقب کا خیال رکھا تھا۔ کافی دور نکلنے کے باوجود یہ احساس نہیں ہو سکا کہ ہم تعاقب کیا جا رہا ہے۔ پتا نہیں وہ لوگ پولیس کی کارروائیوں سے خوفزدہ ہو کر ہمارے پیچھا چھوڑ چکے تھے۔ یا پھر مزاحوں کو تباہ کرنے کے بعد کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ یہ شرط ٹیکسی ایک بالکل ہی غیر مستحق جگہ چھوڑی گئی۔ اور پھر ہم کافی دیر تک ادھر کھڑے چہل قدمی کرتے رہے۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ کوئی ہمارا تعاقب میں نہیں ہے تو ہم نے ایک اور ٹیکسی کو بلا کر دو ڈرامسٹریٹ کی جانب چل پڑے۔ اب ہم پر مشن سوار ہو گیا تھا۔ اور ہم دوسرا تمام خیالات سے نیاز ہو چکے تھے۔ سامن دوران ڈوئن کاربو نے بیسوں یا سمورے ذہن سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ٹیکسی میں بیٹھے بیٹھے یہ حال میرے ذہن میں آیا۔ لیکن اب یہ بعد کی بات تھی۔ پہلے ہمیں اپنا سٹیشن میں کایا حاصل کرنے کی تھی۔ ٹیکسی لندن کی سڑکوں پر دوڑتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مطلوب جگہ پہنچ گئے۔ ٹیکسی کو اس عمارت سے کاؤ فاصلے پر رکھا کہ ہم نے ملنا دیکھا اور پھر چھپنے کے سے اندازہ آگے بڑھنے لگے۔ محنت استیصال کی ضرورت تھی۔

میں نے ڈوئن کاربو سے کہا۔ "یہاں اپنے درمیان تھوڑا سا فاصلہ پیدا کر لیتا ہے۔ ہم دو ستر سے گھوم کر اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ میرا خیال ہے میں عقبی حصے سے داخل ہوں گا"

"ٹھیک ہے لیکن عمارت میں پہنچ کر ہم کبھی ہو جائیں گے ڈوئن کاربو نے جواب دیا۔ اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ اطراف کا ماحول بڑھکون تھا۔ میں سمجھی دو اور پھر پھلانگ کر داخل ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ڈوئن کاربو بھی مجھے مل گئی۔

"کیوں کیا پوزیشن ہے؟"

"میں نے دروازے پر بیٹھ کر روکنے کی کوشش نہیں کی۔ عمارت کا نظارہ سنان نغرا رہی ہے۔ لیکن عمارت ابھی مڑے اس جگہ کو چھوڑی دیا ہے۔"

"آؤ! میں نے کہا اور ہم تمہارے اندر نکلنے کی جانب چل پڑے۔ ہمارا اندازہ غلط تھا کہ عمارت خالی ہے۔ ہمارا چہل قدمی ایک دروازے سے شروع ہوا۔ اور اس کے آدھے سے چھوٹی جگہ پر ایک دروازہ تھا۔ وہ ہمیں اندر نکلنے سے روک کر چھوٹا دروازہ ہوا۔ لگا ہوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔"

کیا ہمتی ہے یہ وہ کی معتقد ہے تمہارا؟ اس نے کہا اور میرا اٹھا اس کے منہ پر پڑا۔ ڈوئن پاسکل کا وہ ہاتھ اسٹار کٹ گیا تھا۔ اس کے چوٹ کے گوشے سے خون کی ایک کپکپاہنگ تھی اور اس کے بدن پر بھی ایک پیکسی ملاری ہو گئی تھی۔ دم میں تین کہتی ہوں۔ تم لوگ آؤ! فریڈا چاہتے ہو؟

"ہاں! ہم میں۔ میں جانتی ہوں تمہیں۔ مل لیکن لیکن مارٹن ایڈریڈ موجود نہیں ہیں؟"

"تم تو ہو ڈراما اور مجھے تم سے ہی کام ہے۔" میں نے زہریلے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "م میں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ میں کچھ نہیں بتا سکتی نہیں۔ جھلا۔ جھلا میں کی بتا سکتی ہوں، وہ وہ بولھائے ہوئے انداز میں بول رہی تھی۔

ڈوئن کاربو نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہاں غزال! یہ بیچاری کی بتا سکتی ہے۔ میرا خیال ہے تم اس پر تشدد کرو۔ اس سے جو کچھ پوچھنا ہے، میں معلوم کروں گی۔ ویسے بھی یہ شکل و صورت سے شریف عورت نظر آتی ہے۔ جاؤ جاؤ تم باہر کو۔ باہر کی گمراہ کرو۔ میں اس سے بہت کچھ معلومات حاصل کروں گی۔ پلٹنے غزال! باہر جاؤ! ڈوئن کاربو نے کہا اور میں گردن ہلاتا ہوا باہر نکل آیا۔

ڈوئن کاربو نے مجھے کافی اعتماد ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ باہر کے ماحول پر بھی نگاہ رکھنا واقعی ضروری تھا۔ اور شاید ڈوئن کاربو نے اسی مقصد کے لیے مجھ سے یہ بات بھی کہی ہے۔ ہسٹرس آپریشن وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اتفاقاً طور پر میری نگاہیں اسی طرف تازہ کئیں۔ جہاں میں نے لازم کو ڈالا تھا۔ ڈوئن کاربو نے اس کے لباس سے اس کے ہاتھ پاؤں کسے تھے۔ لیکن لازم اپنی جگہ موجود نہیں تھا۔ ناقابل یقین بات تھی۔ وہ بے ہوش بھی تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں کس کمرے میں پکڑا ٹھوس دیا گیا تھا۔ پھر وہ کہاں غائب ہو گیا؟ مزور کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے؟"

پستول میرے پاس موجود تھا۔ یہ وہی پستول تھا جو یہاں سے حاصل کیا گیا تھا اور پھر اس کا وہ دوسرا پستول البتہ خالی ہو گیا تھا اور اس کے لیے ہمارے پاس فائلورڈ نہیں تھے۔ میں نے پستول ہاتھ میں لے لیا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے کے لئے لازم کا گم ہو جاتا معمولی بات نہیں تھی۔ یا تو یہاں اور کوئی بھی موجود تھا جو ہماری گمراہ کر رہا تھا۔ یا وہ لازم ہی کوئی اونچی چیز تھی اور اس نے سب ہوش بہتے کا ڈھونگ رچا لیا تھا۔ یہ شرط پریشانی کی بات تھی۔ اور کسی بھی وقت کوئی بھی شرط لاتی ہو سکتا تھا۔

ادھر مارٹن ایڈریڈ موجود ہیں؟

"نہیں، لیکن آپ لوگ اندر کیسے آگئے وہ کیا آپ نے اندر آنے کی اجازت لی تھی؟"

"ہاں! کیا اور کوئی بھی موجود نہیں ہے؟"

"ہاں! لیکن میں انہیں اطلاع دوں؟"

"ہاں! لیکن میں ان کے پاس لے جاؤں۔ بہت ہی اہم کام ہے۔" میں نے کہا اور لازم دایس کے لیے مڑا لیکن اس ہی وقت میرا سر پور گھومنا اس کی گوری پر پڑا۔ اور لازم کسی مرد چھپکلی کی مانند سٹ سے بیچے جا رہا۔ ڈوئن کاربو نے فوراً ہی اس کی ٹانگیں پکڑ کر گھسی اور ایک طرف لے گئی۔ ایک آڈ میں پہنچ کر اس نے لازم کے لباس سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دئے اور نہتہ میں کافی پراکھونے کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو گئی۔ یہ کام اس نے اتنی بھرتی اور عمارت سے کیا تھا کہ مجھے اس سے بڑا اطمینان ہوا۔ ڈوئن کاربو بہترین کارکردگی کا نمونہ تھی۔ اور اب ہم ڈوئن پاسکل کی تلاش میں تھے۔ سکرٹی ڈوئن پاسکل سے مرئی تعلقات ایکسا باہر ہو گئی تھی۔ اور میں اسے اپنی طرف سے پوچھا تھا تھا۔ پتہ نہیں اس طراز کے علاوہ اور کوئی بھی گھر نہیں تھا یا نہیں۔ ہم لوگ ایک ایک کمرہ جھانکتے پھر رہے تھے۔ اور پھر ایک کمرے کی کھولنے سے ہمیں ڈوئن پاسکل کی جھلک نظر آئی۔ غالباً یہ اس ہی کا کمرہ تھا۔ میں نے ڈوئن کاربو کی طرف دیکھا اور پھر کمرے کے دروازے پر ٹپکی ہی دنگ دکا۔ ڈوئن پاسکل کی آواز سنی دی۔ "آ جاؤ۔ دروازہ کھلا ہوا ہے۔" غالباً وہ ٹیکسی کو سمجھی تھی۔

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے پیچھے ہی پیچھے ڈوئن کاربو بھی تھی۔ ڈوئن پاسکل ایک سیریز پھلکی ہوئی کچھ کام کر رہی تھی۔ اس نے گردن اٹھا کر ہمیں دیکھا اور دوسرے ٹے اس کا منہ کھلا دیا۔ وہ بہت زیادہ خوفزدہ نظر آئے۔ مگر تھی۔ غالباً ایک نگاہ ہی میں اس نے ہم دونوں کو پہچان لیا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ نیز کی سطح پر رکھے ہوئے تھے۔ چند لحظات کے بعد وقتاً وہ ٹھیک کردار میں سے میری کچھل دراز کھولنا چاہی۔ لیکن میں نے آگے بڑھ کر مزید ایک زوردار ٹھکر کر سیدھا۔ اور مزید پوری قوت سے ڈوئن پاسکل کے سینے سے ٹکرائی۔ اس کے حلق سے ایک جھج جھج گئی تھی۔ تب میں نے ڈوئن پاسکل کا وہ ہاتھ پکڑ کر مزید کچھل دراز کی جانب جا رہا تھا۔ اور اسے ایک جھلکے سے مزین سے آگے کھینچ لیا۔

"تم تم! تم کی کیا بات ہے ہو سکتا ہے کیا بات ہے۔"

اسٹاگر میں یہاں کے مختلف حصوں میں بھٹک کر ان لوگوں کو تلاش کروں تو ممکن ہے وہ ڈوبی پاسکل کے کسے کھتے بیچ جائیں۔ اس طرح ڈوبنے کا روبرو خطرے میں پڑ جائے گی۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ ڈوبنے کا روبرو قریب ہی رہا جائے۔ اور یہاں تک کرنگھرائی کی جائے۔ اس کے بعد جو صورتحال بھی پیش آئے۔

میں واپس اس جگہ آ گیا۔ جہاں اندر ڈوبنے کا روبرو پانی کاروانی میں مصروف تھی۔ پتہ نہیں وہ ڈوبنے یا پاسکل کو کس طرح رلام کر رہی تھی۔ یا بیچ منٹ، دس منٹ، پندرہ منٹ اور پھر بیس منٹ گذر گئے۔ میں منٹ کے بعد ڈوبنے کا روبرو باہر نکل آیا۔ اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور ایک لاکھ غمگین مہرے کا منہ بڑھا دیا۔ اس کی تانی ہونے تمام تفصیلات میں نے اس کا تھرا لٹو کر لیا ہے۔ ٹوٹی چھوٹی انگریزی میں ایک تحریر لکھی ہوئی تھی۔ میں نے سرسری سے نگاہ اس پر ڈالی اور ڈوبنے کا روبرو سے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ اس نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے؟"

"ہاں! وہ میرے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتی تھی! ڈوبنے کا روبرو سنی خیر بلجے میں بولی اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"اوہ واقعی! میں یہ بات بھول ہی گیا تھا کہ وہ تمہارے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتی۔ لیکن ڈوبنے اب اس کے لیے کیا پروگرام ہے؟ میرا مطلب ہے کیا وہ اس بات کی اطلاع مارٹی ایئر کی کہ نہیں دے دے گی؟"

"ایک منٹ کے لیے اندر آؤ! ڈوبنے کا روبرو نے کہا اور میں اس کے ساتھ واپس کرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ ڈوبنے یا پاسکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ ڈوبنے کا روبرو نے پھر مجھے اشارہ کیا اور غسل خانے کی جانب بڑھ گئی۔ میں متوجہ بنا انداز میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس نے غسل خانے کا دروازہ کھولا۔ وسیع و عریض ہاتھ روم کے شب میں پانی بھرا ہوا تھا۔ لیکن اس پانی کا رنگ تیزی سے سرخ مائل ہوتا جا رہا تھا اور اسے شب میں ڈوبنے یا پاسکل کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ لیکن اس کا چہرہ انتہائی ہنسیتا ہوا تھا۔ ہر گویا تھا۔ دونوں ہاتھ چوڑے کئے گئے تھے۔ نیچلا ہوتھ یا چھوٹی جگہ سے چھٹ کر مائل نیچے آٹھ لٹا تھا۔ ہاتھ جگہ سے اکھڑے ہوئے تھے۔ انھیں دشتنگ انداز میں کھلی ہوئی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل کانپ گیا۔ ڈوبنے کا روبرو نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ ڈوبنے کا روبرو نے جو بظاہر ایک مصمم کسی لڑکی تھی۔ لیکن اپنے عمل کو توڑنے کے بعد وہ کسی زخمی بھیرے سے زیادہ خود بخوار ہو گئی تھی۔

اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ اور پھر میرے بازو کو تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ "آؤ! سوال! لیکن پھر یہی اس بات کو تم نے ناپسند کیا ہو۔ لیکن ان لوگوں کو بھی ذہن میں رکھو جو بے گناہ تھے۔ اور تم ہماری تلاش میں ان کے سببوں کو کھڑوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم لوگ دردناک سے باہر نکل گئے اور پھر چند دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے دفعتاً ڈوبنے کا روبرو کی نگاہ بھی اسی سمت اٹھ گئی۔ جہاں اس نے ملازم کو بندھا ہوا چھوڑا تھا۔ اور پھر وہ بھی چونک پڑی۔

"ہاں! ڈوبنے کا روبرو! وہ یہاں نہیں ہے۔ اس وقت بھی نہیں تھا۔ جب میں باہر نکلا تھا۔"

ڈوبنے کا روبرو کہنے بھی نہیں پائی تھی کہ دفعتاً اندر دوڑنے کے پاس نہیں کسی کار کے ریکیں کی چیز چاہتے سنا دی۔ بریک لوری قوت سے لگائے گئے تھے۔ اور اس کے بعد بہت سے قدموں کی آوازیں باہر آئیں۔

"پہنچ گئے وہ لوگ! ڈوبنے کا روبرو نے مسکون لہجے میں کہا۔ اور ہم تیزی سے واپس اندر کی جانب بڑھ گئے۔ وہ لوگ اس عمارت کو اب گھیرے میں لے رہے تھے۔ جس کا اندازہ ہمیں بخوبی ہو رہا تھا۔

"قابا! وہ ملازم ہوش میں تھا اور کسی طرح اس نے اپنی بندشیں کھول ڈالی تھیں۔ تیر کوئی بات نہیں ہے۔ ان کی تھوکا پتہ نہیں کتنے ہیں؟ وہ ویسے وہ مسلح ہوں گے۔ لیکن سوال! ہم پستول استعمال مست کرنا۔ بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے ہم خاموشی سے انہیں ماریں گے۔ میرا خیال ہے ہمیں ایک جگہ نہیں رہنا چاہیے لیکن فاصلہ اتنا ہو کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔"

میں اندر و نکلنے کی جانب چل پڑا۔ رازداری کے ایک ستون کی آڑ میں، میں نے اپنے لیے گھر بنائی اس سے تقریباً پانچ گز کے فاصلے پر ایک دوسرے ستون کی آڑ میں ڈوبنے کا روبرو کھڑا ہو گئی تھی۔ میں نے اپنی گلائی سے اس کی کا وہ حلقہ نکال لیا اور آزاد رہتا تھا۔ اندر جو زیادہ درنی تھا۔ نیلے رنگ کا، تاریک لگا گیا۔ یہ کافی سخت تھا اور ہر طرف نندے سے چھیننے پھری کھلتا تھا۔ ڈوبنے کا روبرو بھی شاید تیار ہی کھڑی تھی۔

ایک آواز ابھری اور میں نے ڈوبنے کا روبرو کے ستون کے عقب سے کئی لحاظ سے بھلی کی سی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور دوسرے لمبے ایک دفتر اس بیچ فضا میں گج اٹھی۔ پستول بردار شخص کا داہنا ہاتھ جس میں وہ پستول پکڑے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ سے جلا ہو کر دو چار پڑا تھا۔ یہ ہاتھ بڑی سرعت اس صفائی سے کٹ گیا تھا کہ آنکھوں کو یقین نہ آئے۔ پھر ڈوبنے فاصلے پر ہاتھ اٹک ترسپ رہا تھا۔ اور وہ شخص ہونا تک نہیں مارا ہوا پلٹ کر واپس دوڑ گیا تھا۔

میں ایک باہر پھر کانپ کر رہ گیا۔ کئی کئی کلا استعمال میں نے بھی سیکھا تھا لیکن اتنی تیز رفت جہارت مجھے حاصل نہیں تھی۔ جتنی جہارت کا مظاہرہ ڈوبنے کا روبرو نے کیا تھا۔ اس نے ملوثانے پر پھینکا تھا۔ مطلقے نے اپنا کام کیا تھا اور ہاتھ کو صابن کی طرح کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اور پھر وہ مطلقے واپس ڈوبنے کا روبرو کے ہاتھ میں پہنچ گیا تھا۔ ڈوبنے کا روبرو کی طرف سے جنٹیل بھی نہیں ہوئی۔ میں بھی اپنی جگہ ساکت کھڑا رہا۔ لیکن میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ ڈوبنے کا روبرو اپنی خود بخوار اور خوفناک ہو گی۔ اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن حقیقت یہی تھی۔ ان لوگوں کے بارے میں امتناع ہر گز نہ کرنے کے باوجود مجھے مکمل حلومات حاصل نہیں ہو سکی تھیں۔ دوڑنے والا شاید باہر جا کر رہ گیا تھا۔ کیونکہ اس کی فوراً ہی بعد فارنگ شروع ہوئی۔ اور چار آواز گویاں برساتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ کئی کے حلقے کی سننا ہٹ ایک بار پھر سنا دی۔ اور میں نے اس میں سے ایک شخص کو دو ٹوک سے ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ لوگ ہر طرف گویاں برساتے تھے بہت ہی گویاں ان ستون پر بھی گئی تھیں۔ جن کی آڑ میں ہم لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے یہ حقیقت ابھی تک موقع نہیں مل سکا تھا کہ

میں ان پر درار کروں۔ لیکن صورت حال بڑی عجیب ہو گئی تھی۔ کئی کے استعمال کا موقع ڈرا شکل ہی تھا۔ اولاب چونکہ وہ لوگ بھی گویاں چلا رہے تھے اس لیے نیچے گویاں چلانے میں کیا عار ہو سکتا تھا۔ پھر میں نے پستول سیدھا کیا اور دوسرے لمبے ان میں سے ایک آوی کو نشانہ بنایا۔ ان لوگوں نے دوڑ کر پوزیشن لینے کی کوشش کی۔ لیکن اسی اثنا میں دوسرے آوی کو بھی نشانہ بنا چکا تھا۔

دوسری طرف ڈوبنے کا روبرو ستون کے پیچھے ہی سے کاروانی کر رہی تھی۔ کئی کے حلقے نے ایک اور شخص کو نشانے سے لے کر ٹیک کاٹ ڈالا تھا۔ باقی دو افراد بری طرح پیچھے ہونے باہر دوڑ گئے تھے۔ لیکن پھر وہ باہر کرک کر دروازے کی سمت گویاں برساتے گئے۔ تب ڈوبنے کا روبرو نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

اور آہستہ آہستہ دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔ اس نے دروازے کی آڑ میں کھڑے ہو کر باہر کی گن گن لاش شروع کر دیا۔ میں خاموشی سے اس کی کاروانی دیکھ رہا تھا۔ پھر دفعتاً ڈوبنے کا روبرو نے دروازے پر پھڑک کر ماری۔ اور ایک حشمتاً انداز کے ساتھ باہر نکل گئی۔ اس کے بعد میں جب تک باہر پہنچا۔ وہ ان دونوں کا بھی صفحا یا کر چکی تھی۔ جو کسی آڑ کے بغیر کھڑے گویاں برساتے تھے۔ مجھے تو زیادہ کاروانی کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ ڈوبنے کا روبرو نے صفائی ان سب ہی لوگوں کو ماریا تھا۔ میں بھی باہر نکل آیا۔ اور اس کے بعد ہم ادھر ادھر ہو کر پھرتے ہوئے گے بڑھنے لگے۔ اس بات کا مکمل کاتہ تھے کہ پھر اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہوں۔ لیکن ابھی تک کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ تاہم ہم لوگ بہت احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے اور پھر ہم عمارت کے صدر دروازے سے باہر نکل آئے۔

صدر دروازے کے عین سامنے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ یہ وہی کار تھی جس سے دو لوگ آئے تھے۔ کار کی انڈیشین میں جاہلی لگی ہوئی تھی۔ غالباً ڈوبنے کا روبرو نے اس کے عالم میں جاہلی انڈیشین میں لگی چھوڑ کر اندر دوڑ آیا تھا اور بااثر تھا۔ شکار ہو گیا تھا۔ میں نے ڈوبنے کا روبرو کی طرف دیکھا۔ اس نے ایک طرف اشارے کے بغیر ڈوبنے کا روبرو کا دروازہ کھولا اور پھر دوسری طرف کا بھی دروازہ کھول دیا تاکہ میں اندر جاؤں۔ میں اندر بیٹھا تو ڈوبنے کا روبرو کا اشارت کر چکی تھی۔ میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ڈوبنے نے کار برق رفتاری سے آگے بڑھادی تھی اور پھر ہم دونوں نے راستے بھر کو ٹھنک نہیں کی۔ ڈوبنے نے ایک بھری بری سرک پر کار چھوڑ دی۔ سائیکلنگ اور کار کے بیڈل پر سے ہاتھوں کے نشانات صاف کیے۔ میری طرف کے بھی نشانات صاف کر دئے گئے تھے۔

..... یہ دیکھا کہ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھیل گئی۔ میں نے کار سے اتار کر اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "ڈوبنے کوئی کہتا ہے کہ تمہارا تعلق اس دنیا سے نہیں ہے۔ تم نے تو تقریباً یہاں کے تمام ضروری معاملات ذہن نشین کر لیے ہیں۔ یہ بڑی ذہانت کی بات ہے۔"

"بہت سے ذہین لوگ ہماری تلاش میں اب اور شدت پاتا لگوں گے، مسرر مزانی، چنانچہ پہلے ہی ان کی ذہانت سے بیچ نکلنے کے لیے کوئی مناسب فیصلہ کرو۔ رازداری جانب جانا قطعی مناسب نہیں ہے۔ صورتحال اس وقت ہمارے لیے بہت سنگین ہے۔ اس کے بعد فیصلہ کریں گے کہ میں کیا کرنا ہے۔"

ڈوئن نے رستوران کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں لیکن جس جگہ ہم لوگ موجود تھے وہاں اس پاس کوئی رستوران نظر نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ ہمیں وہاں سے کافی آگے بڑھنا پڑا اور پھر پھر ڈوئن دور پہنچ کر ہمیں ایک رستوران مل گیا۔ پر اسکوئی جگہ تھی سو ڈوئن ایک کرسی پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ پھر اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور اہستہ سے بولی کہ تمہیں میری کسی کارروائی پر اعتراض تو نہیں ہے غزال؟

”نہیں ڈوئن قطعاً نہیں میں تم سے جواب دیا۔“

اس نے ایک کاغذ میرے سامنے کر دیا اور بولی ”جس چیز پر ڈوئن پاسکل بیٹھی ہوں کچھ کاغذات دیکھ رہی تھی وہیں سے میں نے یہ کاغذ لیا ہے۔ اور اس پر ڈوئن کی بتائی ہوئی معلومات دہ کر لی ہیں۔ میرا خیال ہے غزال ہیں اس سلسلے میں دیر نہیں کرنی چاہیے لی الہال ہم یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ یہاں سے نکل کر ہم کس جگہ قیام کریں گے۔ جو جگہ خودوش ہوگئی ہے“

”کیا ہے یہ؟“ میں نے کاغذ کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ وہ معلومات چر ہمیں ڈوئن پاسکل سے حاصل ہوئی ہیں۔“

”ہاں تمہیں یقین ہے ڈوئن کہ جو کچھ ڈوئن پاسکل نے تمہیں بتایا ہے وہ درست ہے۔“

”ہاں۔ اور اس یقین کی وجہ تم اچھی طرح جانتے ہو؟ ڈوئن نے پرامن انداز میں کہا اور پھر بولی۔ ”ہمیں دوپتے حاصل ہوئے ہیں غزال، اس کے علاوہ ڈوئن پاسکل نے بتایا ہے کہ مارٹن ایئر اور اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ وہ کہاں ہے اس کے بارے میں ڈوئن پاسکل کچھ نہیں جانتی تھی البتہ اس نے بتایا ہے کہ آج سے تیس برسے دن وہ ایک میٹنگ میں شرکت کے لیے واٹن برگ آئے گا اور اس میٹنگ کا تعلق خالصتاً ہی سے ہے۔ واٹن برگ ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جو لندن ہی کے قریب میں ہے۔ اس کی سرحد تجارت جو پرانی کورٹ کھلائی ہے اس میٹنگ کے لیے منتخب کی گئی ہے۔“

”میں نے اس کے بارے میں ڈوئن پاسکل سے کھلی معلومات حاصل کر لی ہیں۔ چند لوگ اور بھی وہاں موجود ہوں گے جو اگر ہم مارٹن ایئر کو ایک دستاویز ہو سکتے ہیں کرنا چاہیں تو وہ ہمیں آج سے تیس برسے دن دستاویز ہو سکتے ہیں اس کے علاوہ غزال، میں نے جس سب سے اہم بات معلوم کی ہے وہ یہ ہے کہ مارٹن ایئر کے تقریباً تمام معاملات کا گلان ایک اور شخص ہے اور اس شخص کا نام بل ٹیرو ہے۔“

”بل ٹیرو لندن کی نوادی آبادیوں میں سے ایک قبیلے ”لوگ“ میں آباد ہے۔“ دوگ ”درحقیقت مارٹن ایئر ڈوئی کی ملکیت ہے۔ تقریباً تیرہ ہزار افراد کی باری ہے جو خوب صورت قصبہ ہے

ہیں حاصل ہوئی ہیں انھیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“ اس کے علاوہ یہ بھی درست ہے کہ کئی محال ہم لندن شہر سے نکل جائیں تو یہ ہمارے حق میں سود مند ہوگا۔“

دویر تک ہم اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور بالآخر یہ بات طے پاگئی کہ ڈوئن کار لو، واٹن برگ چلا جائے اور وہاں دوگ۔

ڈوئن کا رویہ نہ کہا۔ ”میں تو واٹن برگ کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں گی۔ لیکن دوگ کے بارے میں مجھے بھی زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں، میں نہیں جانتی کہ بلندن سے کتنے فاصلے پر ہے اور یہاں تک پہنچنے کے آسان ذرائع کیا ہو سکتے ہیں؟“

”یہ کام میں کروں گا ڈوئن، تم اس سلسلے میں بالکل مطمئن رہو۔“

”دوچھڑ چھبک ہے ہیں یہیں سے نصرت ہو جانا چاہیے اور جیسا کہ میں تم سے کہ چکی ہوں، تم کہیں بھی ہوا رات کے ٹھیک آٹھ بجے مجھے سے ذہنی طور پر رابطہ قائم کرنے کے لیے تیار رہنا میں تم سے مزور گفتگو کروں گی۔“

تھوڑی دیر کے بعد ہم رستوران سے اٹھ گئے۔ اور باہر نکلنے کے بعد ہم نے دو مختلف راستے اختیار کر لیے ہیں دو رات تک یہاں چلتا رہا۔ اس وقت ہر طرف سے بے نیل ہو گیا تھا۔ کچھ وقت پہلے ہم نے کچھ کہا تھا میں نے اسے اپنے ذہن سے نکال دیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ دوگ کے بارے میں کس طرح معلومات حاصل کی جائیں۔ اس سفر کے لیے مجھے خاصی تیاریاں کرنی تھیں۔ بل ٹیرو کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئی تھیں لیکن یہ معلومات دوگ پہنچنے کے بعد ہی حاصل کی جاسکتی تھیں۔ لی الہال دوگ پہنچنے کا مسئلہ تھا اور میرے ذہن میں اس سلسلے میں ایک ہی تریب آئی جو سب سے زیادہ عام اور سب سے زیادہ آسان ہو سکتی تھی۔ میں نے سب سے پہلے بازار سے ایسی اشیاء کی خریداری کی جن کی موجودگی میں، میں خود کو ایک سیاح ظاہر کر سوں مگر یہ یقیناً پرانے انداز کے ہوتے اور اسی قسم کا لباس جو مجھے ایک سیاح ثابت کرنے میں معاون ہو۔ ایک اپ وغیرہ کا تصور میں نے اس خیال سے چھوڑ دیا تھا کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی اور یہ سب کچھ حالت محسوس ہوتا تھا۔

اس کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد میں نے لندن کے ایسے مقامات کا رخ کیا جہاں سے گذرتے ہوئے مختلف ہوگئی ہے غزال۔ میرا خیال ہے میں زیادہ اعتماد سے اس سلسلے میں کام کر سکتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے لیکن کیا تم تنہا واٹن برگ جاؤ گی اور کیا میں اس بات پر اطمینان کر سکتا ہوں کہ وہاں تم اپنے تحفظ کا مستقل بندوبست کرو گے؟“

”تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے غزال، اور پھر ہم لوگ آزاد ہیں واٹن برگ اور دوگ کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں ہے کہ وہ ہماری ذہنی پہنچ سے باہر ہو، میں تمہیں واٹن میں ایک بار آخری خبرت کی اطلاع دیتی ہوں گی۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی اگر کسی وجہ میں چھوڑا تو ہم میں سے آزاد شخص دوسرے کی مدد کے لیے پہنچ جائے گا اور پھر اگر میں مارٹن ایئر کو پرانا سلسلہ قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی تو تم اس بات پر یقین رکھو غزال کہ میں اس کا ذہن کھلا لوں گی اب تک دراصل ہم نے جس انداز میں کام کیا اس میں ہمیں یہ موقع ہی نہیں مل سکا کہ تمہاری صلاحیتوں سے کام لے سکیں۔“

ڈوئن کا رویہ کے منصوبے پر میں دویر تک غور کرتا رہا۔ مجھے اس کی بات سے اختلاف نہیں تھا۔ میں دوگ جا کر بل ٹیرو سے ملاقات کر سکتا تھا اور اس سے میری سب سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش بھی کی جاسکتی تھی۔ لیکن ڈوئن کا رویہ کو تنہا مارٹن ایئر کے مقابلے پر مجھ کو کچھ خطرناک محسوس ہو رہا تھا۔ باقی اور ذرائع ایسے نہیں تھے جن کا سہارا لیا جاسکتا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ ڈوئن کا رویہ ایک اتفاقیہ دریافت ہے۔ اگر وہ مجھے نہ ملتی تو خیر ہے بالکل تنہا رہ کر مجھے اس سلسلے میں کارروائی کرنا پڑتی۔ ڈوئن کا رویہ پھر اور بھی تنگ اپنے آپ کو قابل اعتماد ثابت کر چکی تھی۔ کئی کئی بار ہم نے اسے بعد اس نے جس کارروائی کا مظاہرہ کیا تھا وہ اتنا تنہا حیرت انگیز تھی۔

تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میں نے گون گھلتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے ڈوئن اگر تم سمجھتی ہو کہ ہم دونوں کا رخ الگ الگ رہ کر اسانی سے کام کر سکتے ہیں تو بھلا میرے لیے اعتراض کی کیا گنجائش ہے؟“

”میری طرف سے تم بالکل مطمئن رہو غزال، میں پوری کوشش کر کے اپنے اس قصد کو حاصل کروں گی خواہ اس کے لیے مجھے کچھ ہی کرنا پڑے۔“

ہاں اگر فکر ہوگی تو صرف تمہاری طرف سے جو کچھ تم دونوں کے ایک وسیع علاقے میں جا رہے ہو اور وہاں تمہیں بے شمار افراد سے مشاقت ہوگا۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے آہستہ سے کہا: ”شکر ہے ڈوئن، لیکن ہر طور کا کام کرنا ہے اور ہر معلومات

اور اس کے اطراف بھی مارٹن ایئر ڈوئی کی ملکیت ہیں۔ ان اطراف میں اس نے چھوٹی چھوٹی مستعین گاہیں بنوائیں اور لوگ کی تقریباً تمام آبادی انہی مستعین سے متعلق ہے۔ سوہ تمام لوگ انہی گاہوں میں کام کرتے ہیں۔ جو مارٹن ایئر کی ملکیت ہیں اور ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ دوگ پر مارٹن ایئر کی ملکیت ہے۔ دوگ میں قائم شدہ پولیس اسٹیشن کا قلمدان مارٹن ایئر کے احکامات پر عمل کرتا ہے اور یہ شخص جس کا نام بل ٹیرو ہے۔ فضا آؤ شہر سے اور مارٹن ایئر کے تمام مفادات کا گلان، مجھے پتہ ہے غزال کہ میری اسی کے قبضے میں ہے۔ اور اس نے کوئی ایسی کارروائی کی ہوئی ہے کہ ہماری ذہنی پہنچ میں تک نہیں ہو سکتی۔ ڈوئن پاسکل کو خود بھی اس سے زیادہ معلومات نہیں حاصل تھیں جو کچھ میں نے بتایا ہے اس میں البتہ اس نے غلط بیان ہے۔ کوئی کام نہیں لیا مجھے یقین ہے۔“

ڈوئن کا رویہ کی معلومات بہت دلچسپ تھیں۔ دونوں ہی باتیں اہم تھیں اور اب اس سلسلے میں کوئی متفقہ فیصلہ کرنا تھا۔ میں نے سامنے رکھے ہوئے مشروہ کے چند گھنٹہ نیلے اور پھر ہونٹ خشک کر کے ڈوئن کا رویہ کی طرف دیکھنے لگا تو پھر ڈوئن اس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟ ہمیں تمہاری رائے کا منتظر ہوں۔“

غزال۔ حالات جس قدر غراب ہو چکے ہیں اور ہم اپنی کارروائیوں میں جتنے آگے بڑھ چکے ہیں ان سے مجھے بھی غمناک ہے کہ کہیں پولیس ہماری راہ پر نہ لگ جائے۔ مارٹن ایئر کو حق ہے۔ اگر راز کے سلسلے میں وہ جو چاہتا تو پولیس کو ہمارے پیچھے لگا سکتا تھا۔ اور اس وقت ہمارے پاس نکلنے کے مواقع بہت کم ہوتے۔ لیکن یہ بات اس کے ذہن میں نہیں آئی۔ تاہم ان حالات میں پولیس خود بھی ہماری طرف متوجہ ہو سکتی ہے اور شاید لندن پولیس کے بارے میں تمہاری معلومات کچھ کم ہوں، لیکن میں بہت عرصے سے یہاں موجود ہوں۔“

”کہنا کیا چاہتی ہو ڈوئن؟“

”صرت یہ غزال کہ ہمیں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے تحت کام کریں۔ میں نہیں چاہتی کہ ذہن کی بات صاف گوئی سے تنا دیتی ہوں، میری خواہش ہے کہ میں واٹن برگ نکل جاؤں میرے لیے مشکل نہیں ہوگا کہ وہاں اپنی جگہ بنا لوں اور اسے سے ٹھیک تیس برسے دن جب مارٹن ایئر، واٹن برگ میں اس میٹنگ میں شرکت کے لیے پہنچے تو میں اسے اپنا ٹھکانہ بناؤں گا۔ میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔“

میں نے اسے جواب دیا کہ ”اب مورس حال کا“

وہ مسکانے لگی۔ "لندن کب آئے تھے؟"
 "کانی دانی ہو گئے اور اب یہاں سے باہر نکلنے کا ارادہ رکھتا ہوں"
 "کہاں جاؤ گے؟"
 "یوں تو بہت سی جگہیں ہیں لیکن میں نے ایک قبضہ دوگ کے بارے میں سنا ہے۔ اس طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں"
 "وگ تو جانے کی جگہ نہیں سہا باگوں کی جی سولیاؤں کا شہر وہاں جانے والے عواماٹھ جاتے ہیں۔ باہر اگر ان کے پاس لٹنے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تو ٹوٹ چھوٹ کر واپس آ جاتے ہیں اور اگر ذرا جی داری دکھائی تو پھر واپس ہی نہیں آتے"
 "بہت خوب، تمہیں وگ کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہیں"
 "ہاں، میں وہاں تقریباً تین سال رہ چکی ہوں، اپنی ماں کے انتقال کے بعد وگ سے ملنا آئی تھی۔"
 "بہت خوب، میری خواہش ہے کہ میں اس قبضے کو دکھائیوں"
 "اس کے لیے تمہیں خاصا طویل سفر کرنا پڑے گا"
 "کہا تم میری ماہ نامائی کر سکتی ہو۔" میں نے اس سے

سوال کیا۔
 "راہ نمائی کی کیا ضرورت ہے، تمہیں لندن اور اطراف کے نقشے پر ریکارڈ دستیاب ہو جائیں گے، کہیں سے وگ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔" لیک ڈسٹرکٹ کے راستے ہے۔ بس یوں سمجھو کہ جھیلوں کے ضلع کی آخری منزل سے وگ کا راستہ شروع ہوتا ہے۔ تمہیں ماہر شہر تک جانا ہو گا۔ وہاں سے راشٹرل روڈ پر جہاں مختلف سواریاں مل جاتی ہیں اور اگر زیادہ رقم خرچ کرنے کا ارادہ نہ ہو تو پھر بڑی بڑی لوٹ جھیلوں کے ضلعوں تک سفر کرو۔ طریقہ کسی تنہا آدمی کے لیے سب سے زیادہ آسان ہے!
 میں نے شکر گزار لگا ہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا۔ واقعی اس نے بڑی مشکل حل کر دی تھی اور اس کا اس وقت کا بل ادا کرنے ہوئے مجھے ذرا بھی کوئی تنہا نہیں ہوتی جب میں وہاں سے اٹھا تو اس نے مایوس سے ہونٹ سکڑاتے ہوئے کہا: "بس اتنی سی دیر بھی تو آنکھوں کی پیاس بھی نہیں بجھی"
 "میری آنکھوں کی پیاس پوری طرح بجھ گئی ہے۔ اس لیے اب خدا حافظ۔" میں نے اپنا تھیلا کاندھے پر ڈالا اور وہاں سے چل پڑا۔
 ماہر شہر تک کا سفر کرنے کے لیے میکی کا سہارا لیا تھا

میں نے انہی آوازہ گردوں کو دیکھا تھا جو دن بھر انہاں سے بے خبر نشہ اور شاہا کی ترنگ میں مست مختلف علاقوں میں پڑے رہا کرتے تھے۔ لیٹر اسکو اتر بیچ گیا جس کے نشانیات پر ایک جوم جمع تھا اور چوک کے چاروں طرف بے ہوشے لاتعداد قہور خانے لنگر خانے ان پیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں انہی میں سے ایک قہور خانے کی طرف چل پڑا۔ شہر خانے میں دخل کی ہمت نہیں تھی بلکہ وہاں بیچہ کھڑے تھے تاکہ ہوسکتی تھی، قہور خانے میں کہیں بھی بیچہ نہیں تھا لیکن دروازے سے چند ہی قدم چلا تھا کہ کسی نے میری آستین پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ہلٹ کر دیکھا تو عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔ وہ لڑکی یورپین نہیں معلوم ہوئی تھی۔ کاسے بال بہت قدر لیکن پرکشش، اس کے کھلے ہونے لمبے بال کمر سے پھینچ تک بکھرے ہوئے تھے اور بڑی بڑی آنکھوں میں ایک عجیب کشش تھی ایسا پور بڑی لڑکا ہی تھا۔ بڑے کارولہ والا پھولدار بلاؤز اور شوخ رنگ کا ہنسی اسکرٹ۔
 "ہیلو! تمہیں یہاں کچھ نہیں ملے گی، آؤ اٹک پیٹے کر دو سزا اس کر سہی بڑی قبضہ کرنے تم بیٹھ جاؤ!"
 میں نے چہرتی سے کسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔ اس وقت حماقت سے کام نہیں چل سکتا تھا۔
 وہ مسکرائی۔ "ستیا؟" اس نے سوالیہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔
 "ہاں اور تم۔؟"
 "خوب ہیں! اس نے عجیب سا جواب دیا۔
 میں چوکی ہوئی نظروں سے لے دیکھنے لگا تھا۔
 "میں نے چند تجربہ کیا ہیں، قہورہ یہاں ہے تمہیں صرف اس کا بل ادا کرنا ہو گا اور اس کے بعد جود مل جائے گی۔
 میں نے ایک لمحے کے لیے لوکھا اس کی شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے بولا: "تھیک ہے میں تمہارا ہر قسم کا بل ادا کرونگا۔ کچھ گھر لے گھرانے سے گئے ہو۔ سگر بیٹ پیو گے، اس نے جیب سے سگر بیٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگر بیٹ ہونٹوں سے لگائی۔
 "نہیں شکریہ، میں سگر بیٹ نہیں پیتا"
 "اور شراب بھی نہیں پیتے!"
 "ہاں"
 "تعلق کہاں سے ہے۔؟"
 "میں دنیاگرد ہوں، ہر جگہ سے تعلق ہے۔" میں نے

جواب دیا۔

اور چہرہ ہاں سے ہر سو ہر طرف راہٹر بل روڈ پر آ گیا تو نکا سر کو جاتی تھی۔ کاسا سے ہرے لیک ڈسٹرکٹ تھا، جس کے بارے میں انگریزوں کو پتہ تھا اور وہ کہتے تھے کہ لیک ڈسٹرکٹ، سوٹر لیز سے کسی طرح کم نہیں ہے، راہٹر بل روڈ پر اترنے کے بعد میں نے اس طریقہ کار کو آزمانے کا فیصلہ کیا جس کے تحت لندن میں عواما سفر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ کافی دیر تک میں سڑک پر کھڑا گذرتی ہوئی گاڑیوں کو گنوٹھے دکھاتا رہا۔ لیکن کسی نے میرے انگوٹھے پر توجہ نہیں دی تھی، جب تک گیا تو تھیلا کاندھے سے اتار کر سڑک کے کنارے گھاس پر رکھا اور اس سے کمر کا بیٹھ گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد سبزی لے جانے والا ایک ٹرک قریب پہنچا اور اس کی بیٹھ پر بیٹھے ہوئے ایک اچھے عورت نے منہ سے پامپ نکال کر عورت سے میری طرف دیکھا۔ میں چہرتی سے اٹک کھڑا ہوا۔ اس شخص کی آنکھوں میں مجھے کچھ توجہ کے آثار نظر آ رہے تھے۔
 منہ سے کہے بیے یہ جگہ کافی اچھی ہے لیکن اگر مزید کچھ وقت گزر گیا تو پھر یہاں سے کہیں جانے کے لیے تمہیں کوئی گاڑی نہیں ملے گی۔ میں نکا سڑک تک جا رہا ہوں اگر چاہو تو میرے ساتھ آ بیٹھو۔ میں نے بڑھکے کی پوری بات سمجھتے ہوئے تھی پھر تھی سے تھیلا اٹھایا اور بوڑھے کا شکر یہ ان کے ٹرک میں بیٹھ گیا۔

بوڑھے نے ہائب دانتوں میں دبا دباے ٹرک رفتار کا سے آگے بڑھا دیا۔ خاصا زور دار تھیکا لگا تھا۔ لیکن بوڑھا جوانوں کے انداز میں ڈرائیونگ کرنے کا عادی تھا۔ دلچسپ شخصیت تھی، راستے میں وہ مجھے اپنے بارے میں بتاتا رہا اور اس کے انجن کی آواز کافی تیز تھی اور پھر ہوا بھی ایک طرف کی تھری سے ٹھنک کر درمیں کھڑکی سے باہر نکل رہی تھی اور بوڑھے کے زیادہ تر الفاظ و سمری کھڑکی سے باہر نکل جاتے تھے لیکن میرے لیے ہاں اور ہوں میں جواب دینا ضروری تھا۔ تاکہ اس کی دلچسپی برقرار رہے اس نے کہا، کہا، میں نے کیا سنا اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم البتہ ٹرک کی رفتار کسی طور کم نہیں ہوتی تھی، یہاں تک کہ ہم نکا سڑک پہنچ گئے۔ اور اس نے ایک قدرے سنسان میں جگہ ٹرک روک دیا۔ بس یہاں اتر جاؤ، میں اس طرف سے سڑک پر سندر کے ایک ساحلی قبضے کی طرف چلا جاؤں گا،
 شام ہو چکی تھی، میں نے سوچا کہ شاید نکا سڑک کا سفر بہتر ہی ملے گا تاہم بڑے گا، گھر شہر زیادہ دور نہیں تھا لیکن کچھ ٹھنک سی سوار ہو گئی تھی چنانچہ رات گزارنے کے لیے

کوئی مناسب جگہ تلاش کر لینا ضروری تھا۔ میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور دو رنگ کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ تاہم نظر سے مجھے کھبت چھوٹی چھوٹی پھاڑیاں بھلی ہوئی تھیں۔ میں سڑک سے نیچے اتر کر پہلو میں جاتی ہوئی ایک پگڈنڈی پر چل پڑا جو تھوڑی دور جا کر کھڑکی کے ایک پھاٹک کے پاس ختم ہو گئی تھی۔ پھاٹک کی دوسری جانب ایک وسیع میدان نظر آ رہا تھا۔ تالاب کے کنارے لٹخوں کا ایک غول کیڑے مکوڑے پھینکنے میں مصروف تھا۔ میں چند لمحوں میں چہرے میں نے اپنا سامان پھاٹک کے اوپر سے پھینکا اور کھڑکی کے ایک تختے پر بیٹھ جا کر درمیں طرف چھاپا لگا دی۔ تالاب کے کنارے ایک سوار بیگ پر میں نے اپنا سامان رکھا اور وہیں زمین پر لیٹ گیا۔

ابھی مجھے کمر بڑھ کر بھی نصیب نہ ہوئی تھی کہ وقتاً میرے کانوں میں کتے کے بھونکنے کی آواز سنی دی۔ میں نے سراٹھا کر دیکھا تو تالاب سے کافی دور کچھ پگڈنڈی پر کوئی شخص کتے کے ساتھ اس طرف آتا ہوا نظر آیا۔ نگاہیں کچھ اور عائلن تو آنے والے کے بارے میں احساس ہوا کہ وہ کوئی لڑکی ہے سفید بلاؤز اور فضول تک نیچے اسکرٹ میں سہری بانوں والی یہ لڑکی اس وقت کچھ عجیب سی خصوصیات پر مشتمل تھی۔ شخص کے پس منظر میں اس کا بیگ کسی صورت کی تحقیق کر وہ تصویر معلوم ہوتا تھا، میں اسے قریب آتا ہوا دیکھا اور چند ہی لمحوں کے بعد وہ اپنے ایک چھوٹے سے سفید کتے کے ساتھ تالاب کے کنارے پہنچ گئی، خوبصورت اور صحت مند لڑکی تھی چہرے کی شکلگی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ وہ شہر کے بیگلوں سے قدر کھلی نفاضا میں زندگی بسر کرنے کی عادی ہے۔ اس کا چہرہ ایک کی خیر موجودگی میں بھی دلکش نظر آ رہا تھا۔ چند لمحوں تک وہ کتے کی زنجیر پکڑے تالاب کے دوسرے کنارے کھڑی کھینچ گھورتی رہی شاید میرے بارے میں کوئی اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اٹک کر بیٹھ گیا۔
 لڑکی تالاب کا فاصلہ کر کے میرے قریب پہنچ گئی اور اس نے مجھ پر اور میرے سامان پر نظر ڈالی اور کھورے سے بچے میں بولی: "یہ تالاب اور اس کے گرد و نواح کا سارا علاقہ ہماری ملکیت ہے اور تم بغیر اجازت اندر نہیں آئے ہو یہ جہا تک چھاپا تک کر اندر داخل ہونے کا مطلب ہے کہ تم نے قانون شکنی کی ہے۔ کیا تمہیں اس بات کا اندازہ ہے کہ اس قانون شکنی کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں؟"
 "میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "مجھے نہیں معلوم

تھا میڈم کہ یہاں داخلے پر ہا ہدی ہے اور حقیقت آپ کو ایسا کوئی بورڈ چھانک کے اس پاس لگا دینا چاہیے تھا۔ بہر حال میں سمجرت خواہ ہوں اگر آپ کو میرے یہاں آنے سے کوئی تکلیف پہنچی ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں؟

میں نے اپنا سفری بیٹلا اٹھایا تو اس نے ایک دم ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: چھانک کی موجودگی ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس احاطے کی دوسری طرف آنا ممنوع ہے، تاہم تم اندر آہی گئے ہو تو میں بد اخلاقی کا ثبوت نہیں دوں گی، لیکن یہاں تم رات بسر نہیں کر سکتے اول تو یہاں پھر بہت ہیں اور پھر رات کافی خشک ہو جاتی ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ تمہارے پاس سردی سے بچاؤ کا بھی معقول بندوبست نہیں ہے شاید تم سیاح ہو؟

ہاں میں لٹکا مارا جانا چاہتا ہوں لیکن اتنا خشک گیا کہ رات گزارنے کے لیے کسی جگہ کی تلاش شروع کر دی اور بالآخر یہاں پہنچ گیا۔

خیر کوئی بات نہیں ہے ایک رات کے لیے میںیں جو دی جا سکتی ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ آٹھ پانچ سامان اٹھاؤ۔ میں بیٹلا کندھے پر رکھ چکا تھا۔ لڑکی کہنے کی زنجیر کھولے واپس لوٹی گوش اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا یہاں سے وہ عمارت مجھے نظر نہیں آئی۔ لیکن حقارت سے غائب ہو گیا ایک ڈھلان تک پہنچنے پر وہ ڈھلان کے اختتامی حصے میں دو دروازوں کے گھنے جھنڈے کے عقب میں اس قدیم طرز کی عمارت کو دیکھا جو کافی وسیع و عریض تھی اس عمارت کے گرد ایک وسیع میدان پھیلا ہوا تھا، جس کے چاروں طرف ایک حفاظتی دیوار سی ہوئی تھی۔ درمیان میں تو بے گناہ لگا ہوا تھا۔

لڑکی نے چھانک کو کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ حقارت سے غائب ہو گیا کے اوپر لگی ایک چمنی سے سفید دھوئیل کی کیر فضا میں بند ہوئی نظر آ رہی تھی۔ صدر دروازے پر پہنچ کر لڑکی نے گھنٹی کا بھن و دایا اور ایک بوٹھے انگریز سے دروازہ کھول دیا۔ وہ بوٹھے کے کوٹ اور سلٹی رنگ کی پتلون پہنتے ہوئے تھا اس نے پہلے لڑکی کو اور پھر چھوٹی لڑکی کا اس کے عقب سے مجھے دیکھا اندر جس کے چہرے پر سوالیہ تاثرات پیدا ہو گئے۔

اوه، مرزا ٹام، یہ سیاح ہیں اور تالاب کے کنارے ملت گزارنا چاہتے تھے۔ میں نے انھیں یہاں ایک رات کے لیے دعوت دیدی ہے براہ کرم تمہاں کے لیے بندوبست کر دو۔

دو۔

بورڈ نے خشک لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گردن گھماتا ہوا لڑکی سے بولا۔ تم جا سکتی ہو بے بی، اسٹریٹ میں طیر و کسی اجنبی کو ہم لوگوں کے قریب دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ کیا تم لڑکی کی بدابیت سے اعتراف کرنا چاہتی ہو۔ کم از کم میرے لیے یہ مشکل ہو گا؟

لڑکی نے جو کہہ کہا اسے میں نے بھی متناور و غصتا ہی میرے بدن میں سدھایا اور دو دو لگیں۔ میرے ذہن میں ایک ہی نام گونج رہا تھا۔ "بل ٹیرو۔۔۔۔۔ بل ٹیرو۔"

لڑکی کے چہرے پر غصے کے تاثرات پھیل گئے یوں لگتا تھا جیسے اسے اپنی شدید ترین کا احساس ہوا ہو اس نے لڑکی کو مجھے دیکھا جیسے اس بارے میں میرے تاثرات جانا چاہتی ہو۔ پھر بورڈ نے اس کی طرف سے غصے سے خود کو سنبھال کر کہا۔ "کوئی بات نہیں ہے۔ اگر مرزا ٹام میرا یہاں ایک رات کا قیام پسند نہیں کرتے تو میں چلا جاؤں گا۔ رات ہی تو گزارنی ہے مرکز کے کنارے یہی سوچا مرزا ٹام؟"

"مرزا ٹام، لڑکی کے حلق سے بھینچی بھینچی آواز نکلی اور بول دیا "ٹام زور سے ہو گیا۔ میرا حلق پر مطلب نہیں تھا مرزا ٹام سے لین اگر لڑکی کو اپنے ساتھ یہاں تک لائے تو میری خیال نہیں کہ میں کچھ کہہ سکوں۔ دراصل مرزا ٹام ٹیرو۔ اوہ آپ سامان اٹھانے کھڑے ہیں لائے یہ مجھے سے وہیں بلین؟ اس نے آگے بڑھ کر میرا بیٹلا ہاتھ سے لیا۔ لڑکی پاؤں پختی ہون اور مدخل گئی تھی۔

"آہے آہے آہے۔ میں حقاقت ہو گئی اب نہ جانتے مجھے اس چھوٹی سی بات کی کتنی بڑی سزا چھگنی پڑے۔ آپ آئیے اندر آئیے۔ وہ میرے مرزا ٹام بل سے کچھ منام بل۔"

"اور۔۔۔۔۔ عمارت بل ٹیرو کی ہے؟" "آپ کیسے جانتے ہیں؟ بورڈ چلے چلے کر گیا۔ اس کے اس انداز پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بورڈ نے پھر آگے قدم بڑھا دیے۔ ہم ایک ہال کے درمیان سے گذر کر اوپر جانے والی پڑھیاں جوڑ کرنے لگے اور چند لمحات کے بعد بورڈ ایک کمرے کے سامنے رُک گیا۔

اس عمارت میں اتنا تعداد کمرے خالی پڑے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کمرہ آپ کو پسند آئے گا۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اندر میرا بیٹلا اٹھانے اور داخل ہو گیا۔ کوئی مرزا ٹام

کے قدم زنجیر سے اڑا رہا ہے۔ حد آرام وہ دکھائی دے رہا تھا۔ بورڈ نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ہاتھ رکھو۔ میں چلتا ہوں، اس کے نماز میں گھبرہٹا نماں تھی پھر وہ میرا بیٹلا رکھ کر باہر نکال دیا۔ میں کمرے کا جائزہ لیتا رہا اور دل خانے کی طرف بڑھ گیا۔ پانی سے کھان بھرنا ہے۔ خوب دیر تک غسل کیا اور غسل کے دوران ان لوگوں کے بارے میں سوچا رہا۔ اس عمارت کا تعلق بل ٹیرو سے ہے۔ یقیناً وہی بل ٹیرو ہے۔ لڑکی کو یہ ہو سکتی ہے۔ بورڈ نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ یہاں میرا جسٹس میڈر بھی تھا۔ بیٹلا اٹھانے سے نکل کر میری پر آ بیٹھا۔ حقارت سے دیر کے بعد نام لگایا۔ کھانا کس وقت کھانا پسند کریں گے؟"

"نہیں مرزا ٹام، اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔" "میری زندگی کے چند ہی روز باقی ہیں۔ انہیں گذر جانے دو۔ کیوں وقت سے پہلے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو؟ بورڈ نے کہا۔ "میں نہیں سمجھا؟ میں نے جرات کہا۔" "کیا ناکس وقت کھانا پسند کرو گے؟" "اگر ضروری ہے تو پھر جس وقت آپ کھلا دیں۔ کیا مس لین سے ملاقات نہیں ہوگی؟"

"بورڈ نے شامی لگا ہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا: شاید مرزا ٹام کیوں؟"

"وہ آتش نشان سے اور آتش نشان چھٹ گیا ہے لیکن میں بھی تو بے قصور ہوں۔ ہلاک کی باتوں یا مالک کی بیوی کی؟"

"اس لین بل ٹیرو کی بیٹی ہے؟" "آپ بل ٹیرو کو کس طرح جانتے ہیں؟ بورڈ نے بالکل پہلے کے سے انداز میں پوچھا۔

"اودگ کے بل ٹیرو کو کون نہیں جانتا؟ میں نے بورڈ سے کے چہرے پر نگاہ جتا ہوتے کہا۔ "ہاں۔ شیطان کو سمجھی جلتے ہیں؟ بورڈ نے اتنی اہستگی سے کہا کہ شاید کوئی اور نہ سنا یا۔ لیکن میں نے اس کے الفاظ سن لیے تھے۔ تاہم میں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر بورڈ نے واپسی کے لیے پہلے ہونے کہا۔ حقارت سے دیر کے بعد میں کھانا نہ پینے لے آؤں گا؟"

"مرزا ٹام، کیا یہاں آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" "میرا مطلب ہے آپ کے اور لین کے علاوہ؟" "میری بیوی ہے لیکن وہ گئی ہوئی ہے۔ سو تین دن کے بعد آئے گی؟"

"مجھے تعجب ہے آپ بل ٹیرو کی نوکری کیسے کر رہے ہیں؟ میں نے کہا اور بورڈ نے جو کچھ کہنے دیکھا پھر خیر مزاجی سے باہر نکل گیا۔ بورڈ نے الٹا کھانے جا دئے اور اسے براہ راست ہو گیا تھا کہ وہ خود بھی بل ٹیرو کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن ہے اس کی زبان کھل جانے تو بل ٹیرو کے بارے میں کچھ اور معلوم ہو جائے۔ میں اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد واپس آیا تھا۔ ہاتھوں میں ایک بڑی بڑے دبا ہوئی تھی جس میں کھانے کا گوشہ تھا اور انتہائی لذیذ رنگ تھی۔ میں نے بل ٹیرو سے کھانا شروع کر دیا۔ بورڈ ٹام میرا رسی کے انداز میں ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔ غالباً اس انتظار میں تھا کہ میں کھانا کھاؤں تو وہ مجھے سے جائے۔

"لین کافی غصہ و ملوم ہو چکی ہے، میں نے کہا۔" "اپنے باپ سے بالکل مختلف ہے؟" "کیا مطلب؟"

"کوئی مطلب نہیں تم اپنے کام سے کام رکھو؟" "بل ٹیرو کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی ایک رات کے لیے یہاں آتا تھا؟"

"نہیں ہوا ہی ہو جانتے ہی ہوا سے؟ بورڈ نے طنز سے انداز میں کہا۔ "میں نے کب کہا تھا کہ میں اسے جانتا ہوں؟"

"کہا تو تھا تم نے؟" "صرف نام کہ حد تک بات تھی۔ کسی نے دو گ کا نام لیا تو بل ٹیرو کا نام بھی لگتا تھا؟"

"وہ دو گ کا شہنشاہ ہے ایک اور حکومت قائم کی ہوئی ہے اس نے۔ دو گ میں کسی کو بھی نہیں داخل ہوتا اور شاید دو گ کے باشندوں کو بھی وہاں سے کہیں جانے کی اجازت نہیں ہے؟"

"کمال ہے یہ کیسے ممکن ہے؟" "کبھی وہاں جا کر دیکھو تو؟" "تم نے باقی میں ہی لڑکی کی کسب تو جابا ہی پڑے گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہتر میں جاؤ بیٹھے کیا؟" "کیا وہ بل ٹیرو سے تمہاری شکایت کر دے گی؟ حقارت سے دیر کے بعد میں نے کہا۔ "کون؟" "لین کی بات کر رہا ہوں؟" "نہیں وہ ایسی نہیں ہے۔ ہرگز نہیں لیکن اب ہفتوں

مورڈ غراب رہے گا۔ مجھے اندازہ ہے ویسے میں تمہیں مشورہ دوں
 بھول کر بھی دو گ کر مت کرنا وہ زمین کا بہتر ہے اور وہاں
 عذاب کے فرشتے بہتے ہیں یا لوڑھے نہ کہا۔
 "دیکھیں سرشار میں اڑ رہا تو کچھ لو کہہ رہے تھے" میں نے

اندھیرے میں ایک اور تر جھانکا۔
 کوئی کچھ کہا ہو لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں حقیقت دیکھ ہے
 لوڑھے نے اس نام پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔
 "ٹھیک ہے۔ میں خود روگ جا کر دیکھوں گا۔"

لکھا آخر کرو تا کہ میں جاؤں یا لوڑھے نے کہا اور اور اس
 کے بعد میں کوکشیٹ کے باوجود اس سے کچھ اور نہ معلوم کر سکا۔
 رات کو میں دیر تک خیالات میں ڈوب رہا تھا۔ دو گ واقعی ایک
 پڑا سزا دہ قہر تھا۔ وہاں ابھی نہیں داخل ہوئے تھے اور جو جلتے

تھے تو بہر حال یہ تو سب جان جا رہی معلوم ہو گے گا کیوں
 یہ تھا کہ لیون وہاں مل سکے گا کیونکہ ڈینی باسل کے مرنے سے پہلے
 ہی بولا تھا تھا۔ لیکن اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں تھا۔
 لیون سے کچھ معلوم کرنے کے لیے اسے بھی شیٹے میں لانا

کی کوشش کی جا سکتی تھی لیکن بیکار تھا۔ لوڑھے نام سے جو کچھ
 بتایا تھا اس سے زیادہ کچھ معلوم بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہاں
 رگ کر وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ میں نے
 فیصلہ کیا کہ صبح کو ان لوگوں کے جاگنے سے قبل یہاں سے نکل

جاؤں گا۔ اور میں نے ایسا ہی کیا۔ رات کو ٹھیک سے نیند بھی نہیں
 آ سکتی تھی۔ جو بھی صبح کی روشنی کا احساس ہوا میں اٹھ گیا۔ باہر روٹ
 میں جا کر سڑا کھڑو یا اور باہر نکل آیا۔ نکلنے سے سو زحک منظر میں
 نے کشادہ رنگ پر آ کر دیکھا تھا اور وہ فلم مری نگاہوں سے
 اور جھل جھپکا تھا۔

دوگ کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ ابھی کافی دور ہے
 اور کسی سے نوٹ لینے بغیر وہاں پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ کم از کم اس
 سلسلے میں یہاں دقت نہیں تھی۔ مرنے پر بہت دور تک بیدل
 چلنے کے بعد ایک گاڑی میرے پاس آ کر رک گئی۔

"بیدل چلنے کا کوئی ریکارڈ قائم کر کے ہونا ڈراؤنی جگہ
 سیٹ پر بیٹھے اور میرے شخص نے گردن نکال کر پوچھا۔
 "خیر ایک تجربہ کر رہا تھا، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "کیسا تجربہ؟"

"یہی کہ لفظ مانگے بغیر بھی مل سکتی ہے؟
 "تمہاری عمر تیس سال کے قریب ہوگی، اس شخص نے
 ایک عجیب سی بات کہا۔
 "میں نہیں سمجھا۔"

"میں نے ساٹھ سال کی عمر کے مکمل پانچ دیکھے ہیں جگر تم
 آدھے پانچ گئے ہوتا تم آڈ بیٹھے جاؤ اگر کسی سیدھے جان جا رہے
 ہو تو،" اور میرے شخص نے کہا اور میں گھوم کر دوسری طرف سے
 اس کے پاس جا بیٹھا۔ اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ پھر یوں لاکھیاں

جا رہے ہو؟
 "دوگ" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے ایک کپڑے
 پاؤں پھاڑا۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ اس کا گاڑی روکنے
 کا ارادہ نہیں تھا۔

"تب میرا خیال تھا ہے بارے میں غلط نکلا، وہ میرا خیال
 انداز میں بولا۔
 "کسی سلسلے میں؟"

"تمہاری عمر کے سلسلے میں۔ مجھے تم پر سے پانچ بلکہ زور
 سے زیادہ پانچ گئے تو؟
 "دو؟"

"دوگ، کیا کوئی ہوشمند شخص ادھر کارخ کرتا ہے۔ وہاں یہ
 دوسری بات ہے کہ تم خود شرو کے ساتھی ہو۔ میں نے اس شخص
 کی بات پر فرور کیا اور پھر ایک فیصلہ کر کے بولا۔ "یہ ٹیڈ کو کون ہے؟"

"ہل ٹیڈ کی بات کر رہا ہوں؟
 "میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔
 "اسی سے دشمنی ہو گئی ہے تمہاری؟"

"تمہاری بائیں ہاتھ پر سزا اور مجیب ہیں،" میں نے لہجہ مز
 شخص کے سب سے کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 "یا تو تم بائیں ہاتھ لے دو تو تم ہو یا پھر ضرورت سے زیادہ پانچ
 مجھے حقیقت نہیں بتا رہے۔ ہل ٹیڈ کے بارے میں نہیں جانتے

اور دوگ جا رہے ہو دوگ ہل ٹیڈ کی سرزمین ہے اور دوگ ایک
 دشمنی ورنہ ہے کوئی وہاں نہیں جاتا۔ یا پھر کوئی دشمنی کی لداقتنا
 کو دوگ جانے کا مشورہ دیتا ہے۔ اس طرح مز پھیل گئی ہے۔
 چھٹکڑی اور دشمنی نکل جاتی ہے۔
 "تم کہاں جا رہے ہو؟"

"ایک ساحل سمیٹی گا با شندہ ہوں۔ کوئی ایرونی نہیں ہے
 رہتا ہوں؟
 "دوگ سے کہتے غافل رہے؟"
 "اتنے غافل ہے کہ دوگ کی ہوائیں وہاں نہیں پہنچتیں
 تمہارا دوگ جانا ضروری ہے؟"
 "ہاں کچھ کام ہے مجھے؟"
 "تب تم ان لوگوں میں سے ہو جنہیں ہم زندگی میں ہی دوسرا
 چھوڑ آتے ہیں۔ تاہم دوگ میں کبھی مصیبت میں ہی نہیں جاؤ

ڈینی سے مل لینا۔ اس سے کہنا کہ تم وہاں آگے کے دوست ہو؟
 "گورڈ، ڈینی کون ہے؟" میں نے ڈینی سے پوچھا۔
 "ایک مشورہ جو زور دینا جاتا ہے۔"
 "میں ڈینی کون ہوں؟"

"میں۔ یعنی اس کا بیٹا۔ وہ سب سے پہلے اور سگڑ۔ اس
 سے زیادہ میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ بس اگر
 کسی مصیبت میں نہیں جاؤ تو اس سے ضرور مل لینا۔
 لاکھیاں تلاش کروں گا اسے؟"

"دوگ اتنی برسی جگہ نہیں ہے کہ ڈینی کی خوشن لیکن نہ ہو
 سکے۔ میں نہیں وہاں کر سکتا پر آردوں کا۔ وہاں سے دوگ
 کا سفر بیدل کرنا ہو گا۔"

بے حد شکر میں سرگرم: میں نے کہا۔ مجھے بھی یہی علم
 ہوا تھا کہ وہاں کر سکتا کے بعد کچھ دوگ کا سفر بیدل ہی چلے کرنا
 ہو گا لیکن یہ بل ٹیڈ تو مارٹن ایئر ٹو سے ہی زیادہ خطرناک چیز
 معلوم ہوتی تھی۔ تعجب تھا کہ وہ حکومت کی نظر سے بچ کر رہی

طرح اپنی کون ملکیت قائم کیے ہوئے ہے۔ جب حال مجھے ایک
 مشکل خبر دور پیش تھی۔ اور مقدم قدم میرا اس کا اندازہ ہوا تھا۔
 وہاں کر سگ، پینچ کر سگڑ ہل نے گاڑی روک دی اور
 ایک سمت اشارہ کر کے بولا۔ "موت کا راستہ سبھا جاتا ہے۔

آہستہ باہر تمہاری خوشتر کرے؟" اس کے ساتھ ہی اس نے
 گاڑی آگے بڑھا دی۔ میں اپنا تھیلہ استعمال کر موت کے راستے
 کی طرف دیکھنے لگا اور پھر اس طرف چل پڑا اب میرے ذہن
 میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بل ٹیڈ کے سلسلے میں میرے دل

میں کوئی خوف پیدا کیا تھا لیکن میری دلچسپی بڑھتی ہی گئی تھی۔ یہ
 شخص تو ضرورت سے کہیں زیادہ خطرناک تھا۔ کیا یہ لوگوں واقعی
 اس کے قتلے ہیں ہے۔ کہیں سب کچھ ٹائٹل ٹائٹل نہ ہو جائے۔
 راستے میں، میں نے دوگ کے انہیں کے لیے بہت سے پروگرام
 ترتیب دیے تھے۔ "ایم کا خود کو پھینا تھا۔ اس میں لوگوں کو
 نہیں معلوم ہوا چاہے کہ یہی آند کا مقصد کیا ہے۔"

چاروں طرف تھکر تھکر چھاڑاں لکھری ہوئی تھیں۔ چنانچہ ہی
 تب رہی تھیں۔ یہاں کا موسم انگلینڈ کے رواجی موسم سے بالکل
 مختلف تھا۔ یوں لگتا جیسے یہاں ہل ٹیڈ کے مزاج کی نشاندہی کر رہی
 ہو۔ راستے سے حد درجہ انداز تھا لیکن تبت کی طرح نہیں اور پینچ سے
 سارے مشکل نہیں تھا کہ میں خود کرتے کی تکلیف سے ڈینی طور پر

نہی ہوں خود کو خیالات میں الجھی کر ڈینی توجہ بانٹ سکتا تھا۔
 چنانچہ میں نے مارٹن ایئر ٹیڈ کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ یہ
 بری ہم کا دور برابر چلے گا۔ پہلے لوگ وہاں لپٹی کے پیچھے اس لیے

پڑے ہوئے تھے کہ اس کے نام سے ایک نیا مشورہ تھا۔
 سب اس کے حصول کے خیالات تھے کہ تھوڑے دنوں میں اس نے
 پہلوں کو قتلے میں کیا تھا کہ اسے اور وہاں میں کے پھر تھا تھا
 اس نے پہلوں سے کچھ معلومات حاصل کی ہوں گی۔ اس وقت تک
 قتلے میں کرنے کا کوئی مقصد تو ضرور ہو گا کہ کیا چاہتا ہے؟

راستے پر گیا۔ لیکن میرے لئے اس کی ساری کاجاب محسوس
 کرنے سے قاصر رہا۔ کچھ غافل پر پر ابتدائی نظر آئی تھی، وہ
 دوگ کے علاوہ کوئی دوسری نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اس وقت
 کسی کاربندی پر تھا اس لیے یہاں سے آبادی کے مکانات وغیرہ

دیکھ کر کتا تھا۔ کچھ خلعے شاخدار کا کتا سنبے ہوئے تھے۔
 ایک تیز رفتار ڈی بھی نظر آئی تھی جس کے گرد سے ہن چکا تھا
 رہی تھیں۔ اگر کوئی کئی منزلہ عمارتیں نظر آئی تھیں۔ بالآخر میں
 میں ان گنا۔ اور جہاں سب سے چلے پتلوہو گیا ایک ہی جگہ تھی۔

جوڑیا کے اس کنارے پر جی ہوئی تھی۔ ساتھ ساتھ ایک گھر کی
 کے تختوں سے بنا ہوئی نظر آ رہا تھا۔ اس سے دوگ کے
 پہلے باشندے کو دیکھا۔ دوگ پر پھانسی تھا جس کے گاڑی
 پر پڑے گاڑیوں کی کٹنگ کے نظر آ رہے تھے۔ وہ گھر کے درختوں
 ہاتھ رکھے مجھے گھور رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو" میں نے سکرانے ہوئے کہا لیکن لوڑھے نے
 کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے آخر آگے بڑھا کہ اس کا کلا چھو
 تو وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور پھر مجھ سے لگا۔ لیکن
 ہوتم۔"

"تمہیں کیا لگ رہا ہوں؟" میں نے سوال کیا۔
 "پتہ نہیں۔ یہاں کیوں آئے ہو؟"
 "سناج ہوں۔ یہاں آئے ہوں کی پانڈک ہے؟"
 سے سوال کیا۔

"نہیں۔ کوئی پانڈی نہیں ہے لیکن یہاں سیاہوں کے
 کچھ نہیں ہے۔ یہ جگہ نہیں بالکل پتہ نہیں آئے گی۔ وہاں
 میرا مشورہ مانو تو اس جگہ سے لوٹ جاؤ۔"
 "مشورے کا شکریہ اس کے علاوہ بھی کوئی اور مشورہ دے
 سکتے ہو؟"

"کہیں نہیں پوچھو؟
 "کوئی ایسی جگہ جہاں الجھا کتا مل سکے؟"
 "اور۔ کوئی گھر میرے پہلے مشورے سے کوئی فائدہ نہیں
 حاصل کر چاہتے تمہارا رضی۔ اگر بات ہے تو اس کو گھر
 کر کے دوسری طرف جاؤ اور پھر بائیں سمت کے درختوں پر تھلو۔

اس دوران کا اختتام ہی میری لور کے برہنہ ہو گا۔ میری لور کے
 کے

جو مل سے ملو کھانا نہیں لو کہیں دستیاب نہ ہوگا۔
 ”اس دوسرے مشورے کے لیے تمہارا شکل بدست میں
 ہے ایک بار پھر اس کا حال پتھرا اور وہ ایک کریمے مرث
 گیا میں داپس بیٹ پڑا کھانا پلے کے تمام تھے یہ دونوں
 کے وجود سے جو چل رہے تھے دیر کے دوسرے کا رت پر
 لوگ چلنے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ لیکن چاروں طرف ایک ہرکا
 خاطر ظاہری تھا۔ آج ہی نہ تھا کہ یہ زندہ لوگوں کی کوئی آبادی ہے۔
 پل کے دوسری طرف تمام کھانا تو ک اپنی جگہ سلامت نظر آئے۔
 ان کی آنکھوں میں صبرت اور خوف کے آثار تھے۔ یہ سب کی تعجب
 تھا کہ وہیں پھر یہی ہوتی تھیں۔ لیکن پھر اچانک ان میں اشتہار پیدا
 ہوا اور وہ جلدی جلدی قدم چلنے لگے جو سے کوہاں سے چلے گئے
 میں نے متشہد ہو کر جھانکے تو نے لوگوں میں سے ایک کو پہچان لیا۔
 ”کیا تم راستہ بھٹک کر یہاں آ گئے ہو؟“ میں نے ان سے پوچھا۔
 ”یوں کہہ دو۔“

”تو پھر تو آؤ اس پل کو ٹھوک کے ڈالیں اور جاؤ۔ لوہ
 جتنی تیز دھڑکتے ہو وہاں چلے جاؤ۔ اگر مل کو معلوم ہو گیا کہ
 مدد ملتی ہے تو اس پل کو جوڑ دیکھو کہ میں تو تمہیں زندہ داپس نہیں
 جاتے دیا جائے گا۔“

”ملا کر مل سے تقریر کیا کی چیز ہے۔ جسے دیکھو مجھے بل سے
 خنجر دو کر رہا ہے۔ اگر تو لوگ اس سے متاؤڑنے ہو تو اسے
 خنجر کیوں نہیں کر دیتے؟“ میں نے کہا اور وہ مجھ سے باز پھڑک کر
 بھاگ گیا تاکہ میرے مزہد الفاظ کو نہ سہنے سکے۔

میرے ہوتیوں پر سرکلرٹ بھیل گئی۔ میری نوک کے ہوش
 میں داخل ہونے سے قبل میں نے دوگ کی آہلی پر نگاہ ڈالنا
 فرود کیا بھی لوہے کے بڑھ گیا۔ اس کے مکانات و ترتیب سے
 ہے جوئے تھے وقت کے ملنے دخت بھول رہے تھے کہ ادا کیے
 بھی لگا لگی تھیں۔ لیکن ایک ذرا ہی دوران چاروں طرف لبریا کیے
 ہوئے تھی۔ بیٹے بھی نظر آ رہے تھے لیکن کھیل کو دے بے نیاز۔
 میں کچھ دھکی کر واپس چلے پڑا اور پھر اس دھکان کے رخ پر
 چلتا ہوا میری نوک کے ہوش کے سامنے پہنچ گیا۔ سرخ آنکھوں سے
 جی ہونے ہی مارت باہر سے جس قدر بھی نظر آتی تھی اندر سے ایسی
 نہ تھی۔ ایک بڑے سے ہال میں تیز تیز نور کرسیاں بھی تھیں چند
 میزوں پر لوگ بیٹھے تھلکتے آستانہ سے شکل کر رہے تھے۔ ایک
 چائے کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس پر بیگ ٹیفونوں رکھا تھا۔ بیچے شرب
 کی بوتلیں جی ہوتی تھیں۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک تیس تیس سال کی

”سٹوڈنٹ میں نے اسے منی طلب کیا اور وہ رک گئی لیہاں
 قیام کے لیے کوئی جگہ ملے گی؟“

”نہیں، وہ جھٹکے داراؤں میں بولی۔
 ”تو پھر اسے کہاں گزاروں گا؟“
 ”لاڈیاں نے، اس نے ٹھنڈی سانس نہ کرنا۔
 ”میری مدد نہیں کرو گی؟“
 ”نہیں، کوئے۔“

”کوئی پوچھے کوئن ہو تو لوگوں کو بتی بناؤ۔“ میری کے
 ”اوری، اور اس کے پاس آئے ہو۔ محفوظ رہو گے۔ کھانے سے
 فارغ ہو کر میری کے پاس چلے جاؤ۔ اگر کسی طرح اسے شیشے میں
 اتار کے تو ٹھیک ہے۔ وہ نہ اسے ہستی میں کوئی تھیں عبد۔ کف کاٹنا
 ”اور۔“ سلیبی کہاں ملے گا؟“

”اور یا کے راستے سفر کرو سب سے بڑی پن بکلی کے
 میں سامنے جو بڑی مارت نظر آئے وہ دوسری کے تے اور ہاں
 سنواں ہوں گے۔ واپس نکلو تو جسے دو۔ وازے سے باہر
 جانے کے بجائے اس کے بائیں سمت والے تیل کی علی سے گزنا۔
 نہارت حق میں بہتر ہوگا تا وہ گرون بھٹکے لول رہی تھی اور
 اس بار سے نہ ایک دفعہ بھی میری طرف نہیں دیکھا۔ پھر وہ
 کاؤنٹر کے پیچھے چل گیا۔“

میں نے پورا مرنے خدا سے میرا اور ویا فریہ انعام پوڑھا
 دوبارہ باہر آیا تھا۔ اس نے ہر پارٹیکولر نگاہوں سے کاؤنٹر کی
 طرف دیکھا تھا اور ٹوٹ و پھوٹت باڑے میں ہو گیا تھا۔
 میں نے ہم کی رقم داکی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ لیکن
 بڑے دو وقت سے پہنچ کر اچانک مجھے فورٹ کے الفاظ یاد آئے
 اور نہ جانے کیوں میرا رخ اس کی پسلی کی طرف ہو گیا۔ گل کے فضا تم
 پر ایک اور چھوٹا سا دروازہ نظر آیا۔ لیکن میں اس دروازے تک
 پہنچا بھی نہیں تھی کہ وقت آؤ ہی فورٹ میرے سامنے آگئی۔ نہ چلنے
 وہ کسی طرف سے نکل آئی تھی۔

”میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اگر میری کی دوستی
 حاصل کرنے میں کامیاب ہو تو رات کو اس کی پیٹھ سے دھارے سے
 اندھا مانا اور اس طرف چلے آنا۔ ایک پہلی روشنی تھا نا اسے قبالی
 کرے گی۔ وہ تیزی سے واپس کے لیے مڑ گئی۔ میں ایک منٹ
 ... وہاں زکاؤ اور پھر اس کی دو دروازے سے باہر نکل آیا۔ لوکھا
 شہر تھا عجیب ہستی تھی۔ مہذب دنیا کے غیر مہذب لوگوں کی آبادی
 میں نے اس سے قبل بھی ایسی لوکھی ہستی نہیں دیکھی تھی۔ بہر حال
 شگ و حال سے آگے بڑھ گیا۔ جو کچھ مجھے یہاں کرنا تھا اس کے
 باہر میں اندازہ ہو گیا تھا کہ آسانی سے نہیں ہوجائے گا اور
 مجھے ال کے لیے کافی وقت صرف کرنا ہوگا۔ جیسا کہ یہاں کے

لوگوں کا خیال تھا کہ مل بیرواں قبضے میں کسی اجنبی کو دیکھنا پسند
 نہیں کرتا اس کے تحت مجھے یہاں تمام نام کے میں بھی مشکلات
 درپیش ہوں گی لیکن وہ مجھے کفر فرج۔ وہ کہیں کے اور اس کا لڑو کیا
 ہوگا۔ ظاہر ہے ہر جگہ بھی لنگھنے میں ایک حصہ ہے۔
 میں کسی کے مختلف صورتوں میں گھومتا رہا ابھی تک کسی نے
 میرا دستہ نہ کئے کہ کوئی شہر نہیں کہ تھی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے
 پوری ہستی میری گردن پر ہو گئی۔ پھر میری رخا ابھی پوری
 ہو گئی۔ نئے تک توڑنا سنگ لگا اور رسائی دی۔ میں نے
 پلٹ کر دیکھا۔۔۔ لیکن میرا سامنے میرے قریب ”کرک گئی
 اور پھر مفرغی رخا رسائی دی۔“

”میرے اسے سٹوڈنٹ منی طلب مجھے ہی کیا گیا تھا اس لیے
 میں نے بیٹ کر دیکھا۔ پوچھیں کہ وہی میں ہوں ایک اور پوچھ کر
 شخص تھا جس کے چہرے کے کھال نگہ کیسے نکل ہوئی تھی۔ اس
 نے موڑنا سنبھل شیشے کی گولہ کی اور زکر میرے قریب آ گیا۔
 ”سلیبی۔ اس نے سکرانے کو کوشش کی کہ میرا نام ٹیک راز
 ہے اور میں پوچھ کر سہی کر رہا ہوں۔“

”پوچھیں ہے اس قبضے میں؟“ میں نے طنز بہ انداز میں کہا۔
 ”اگلی آپ مجھے کچھ وقت دینا پسند کریں گے؟“
 ”صرف کر رہے ہیں آپ مجھے؟“ میں نے اسے گھورتے
 ہوتے پوچھا۔

”اور نہیں رہتی نہیں۔ بس فڈ منٹ آپ سے گفتگو
 کرنا چاہتا ہوں۔“ اس نے جلدی سے کہا۔

”یہاں نہیں۔ براہ کرم میری موٹر بائیک پر بیٹھ جائیے۔
 آئیے بیٹے آپ کو پوچھیں سے تعاون کرنا چاہیے؟“
 ”ہوں۔ ٹھیک ہے۔ چلیے، یا میں نے کہا اور اس کے
 پیچھے بیٹھ گیا۔ اس نے موٹر سائیکل کو گت لگائی اور اسے آگے
 بڑھا دیا۔ پوچھیں کوئی کوئی ڈیڑھ منٹ کے فاصلے پر تھی۔ عمارت بھی
 سرخ آنکھوں سے ہی ہوتی تھی اور اس میں زیادہ کمرے بھی نہیں
 تھے۔ پوچھیں فصر مجھے اپنے آفس میں لے گیا۔

”آفس سے تعارف حاصل کر سکتے ہوں؟“ میں نے پوچھا۔
 ”صرف اس حد تک کہ ایک سیاح ہوں اور قانونی طور پر یہ
 انگلیز میں داخل ہوا ہوں۔“
 ”یقیناً ایسی ہی بات ہوگی۔ لیکن بعض علاقے ایسے ہوتے

ہیں جہاں سناؤں کے لیے کچھ نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسی جگہ پہنچ کر پریشان ہی ہوتے ہیں۔
 "جیسے دوگ"
 "بالکل بالکل۔ میرا یہی مقصد تھا"
 "آپ کی خاطر سب سے میں یہاں سے چلا جاؤں؟"
 "بالکل بالکل۔ میں جی چاہتا ہوں۔"
 "وجہ؟" میں نے پوچھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
 "بس یہ قصہ سناؤں کو اس نہیں آتا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ پولیس انجینسپد نہیں کرتا۔ میری خواہش ہے کہ آپ مختصات یہاں سے نکل جائیں۔"
 "آپ مجھے اس سلسلے میں خریدی ہدایت دے دیں تاکہ میں اس اٹوٹے قبضے کے بارے میں لوگوں کو بتا دوں جہاں کی پولیس سناؤں کو بتائی ہے۔ کردہ اس قبضے میں ان کا تحفظ نہیں کر سکتی۔ میرا خیال ہے لندن کے اخبارات کے لیے یہ کبھی کافی دلچسپ ہوگی۔"
 پولیس آفیسر کے چہرے پر ہلکا ہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے غلڈی سے کہا۔ "میں میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے۔ درحقیقت تم اس قبضے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور یہ کہہ کر تم نے میری مشکل حل کر دی ہے کہ تم سناؤں کو دیکھو دوست زندگی یہاں ہمارے دو کے لیے اجازت رکھا ہے۔ دراصل یہاں احوال یہاں "یاد دہ کہتے کہتے رک گیا۔
 میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔۔۔۔۔
 پولیس آفیسر درحقیقت میری سمجھ میں یہ بات ہی نہیں آئی کہ آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں، ٹھیکریا سادہ سے میرے لیے اجازت نامہ جاری کیا ہے کہ میں انگلینڈ کے جس حصے میں چاہوں، سہاقت کے لیے جا سکتا ہوں۔ وہ اجازت نامہ دوسرے کاغذات میرے پاس موجود ہیں۔ آپ وہ حقیقت مجھے کیوں نہیں بتاتے، جس کی بنا پر آپ یہ اتفاقاً کہنے پر مجبور ہیں؟
 "کہ وہ حقیقت اب تک تبصیر معلوم نہیں ہوئی، پولیس آفیسر نے مستحیدہ لہجے میں کہا۔
 "انسپکشن نہیں؟" میں نے جواب دیا۔
 "وہ حقیقت بل ٹیرو ہے، آئرن سٹاک ایک باشندہ جو حکومت برطانیہ سے فراغت رکھتا ہے اور اس نے دوگ میں ایک طرح سے سناؤں حکومت قائم کر رکھی ہے۔"
 میں نے پوچھی ہے، انگلینڈ چلیاتے ہوئے کہا۔ "کہ لاڈلڈ۔۔۔ اس کا مقصد ہے کہ آئرن سٹاک اپنی جد جہد میں کافی کامیاب بن جائے تاکہ وہ کر چکے ہیں اور وہ کم از کم اور انہیں نہ ہی۔ دوگ میں باقی حکومت

تمام کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس کا مقصد ہے مسٹر پولیس آفیسر کہ آپ انگلینڈ کے نہیں آئرن سٹاک کے ملازم ہیں، تم مجھے بہت تیز نظر آؤ گی معلوم ہوتے ہو کہ میں حقیقتہً حال کو نہیں سمجھ رہے، میرا کیا جاتا ہے، اس سے قبل جو لوگ یہاں حادثات کا شکار ہوئے ان کی رپورٹ بھی میں نے ہیڈ کوارٹر کو دے دی تھی، لیکن دوسری بار۔۔۔ مجھے ہے ان کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا گیا۔ یہ صرف میری ملازمت ذات ہے، جو دوسروں کو تکلیف میں دیکھنا پسند نہیں کرتی۔"
 "میں پوچھتا ہوں یہ بل ٹیرو آخر میں کیا چیز اور قبضے پر اپنی حکومت انہوں نے کس طرح قائم کر رکھی ہے۔ کیا یہ باسٹ قابل خورد نہیں ہے؟"
 "بہت کامیاب قابل خورد ہوتی ہیں، لیکن ان کی وضاحت ممکن نہیں ہوتی، تم اپنی جرب زبانی سے کام لے کر میری زبان بند کر سکتے ہو، لیکن آنے والا وقت تمہارے لیے سخت سے سخت ہوتا جائے گا۔ ابھی تک سٹریبل ٹیرو نے تمہارے خلاف کسی کارروائی کا آغاز نہیں کیا۔ مجھے خود اس بات پر حیرت ہے، درنہ یہاں کوئی بھی ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں رہ سکتا یا تو پولیس چلا جاتا ہے۔ یا۔۔۔"
 "ہاں مسٹر پولیس آفیسر۔ یا۔۔۔"
 "بس اس سے زیادہ میں نہیں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"
 "کو کیا بل ٹیرو نے تمہیں یہ ہدایت نہیں کی کہ مجھے یہاں سے نکل جانے پر مجبور کرو؟"
 "کس نے مجھ سے کیا کہا ہے، یہ بات میں جانتا ہوں، جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا، وہ تم سے کہہ دیا۔ یہاں تمہیں قیام کرنے کے لیے کوئی جگہ نہیں مل سکی گی۔"
 "اگر یہاں کے باشندے مجھے قیام کے لیے کوئی جگہ نہیں دیں گے تو ہر طور پولیس اسٹیشن تو موجود ہیں اور کیا یہاں کی حیثیت سے پولیس پرمیٹر تحفظ فرض بھی ہے۔ میں یہاں آجاؤں گا مسٹر پولیس آفیسر۔ میں نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پولیس آفیسر ہلکا سا مسکرایا۔
 "نہیں نہیں، یہاں کوئی ہولناکی وغیرہ نہیں ہے یہاں کیسے قیام کر سکتے ہو، بس اب تم جانا چھو جا سکتے ہو۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ ایک شریف آدمی دوسرے شریف آدمی کو ہولناکی سے آگاہ کرے گا تو وہ اس شریف آدمی اس سے تعاون کرے گا۔ لیکن تم تم۔۔۔"
 "میں شریف آدمی نہیں معلوم ہوتا، یہی کہنا چاہتے ہیں آپ آفیسر۔"

"خلا حافظہ۔" بولنے پولیس آفیسر نے ناخوش گوارا انداز میں کہا اور میں مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔ ہر طور دوگ سے میری دلچسپان کچھ اور بڑھ گئی تھیں، اب وقت نہیں تھا کہ میں سلی کی کوتاہی کروں جس کے بارے میں اس لڑکے نے بتایا تھا۔ راستہ گزرنے کے لیے باختر جگہ کا انتخاب ہوا، یہی گیا اور وہاں پہنچے۔ وہاں بس اس جہول جانا تھا۔ لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں معلومات ہو سکیں۔ چنانچہ جب گہری تاریکی پھیل گئی تو میں نے ایک ایسے دیران علاقے کا رخ کیا جو بستی کے آس پاس ہے۔ حالانکہ اس دوران کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا تھا، لیکن یہاں آنے کے بعد میں حالات کا ٹھیکے اندازہ ہوا تھا، اس سے یہ پتہ لگنا مشکل نہیں تھا کہ کچھ گناہیں ضرور میرا تعاقب کر رہی ہوں گی۔ چنانچہ اسٹاپاٹان نگاہوں سے دیکھنے کے لیے میں نے طریقہ اختیار کیا تھا کہ سب راستہ خوب گہری ہو گئی اور دیکھنے اپنے اس کی پائل کپور پر کھڑا سنانا محسوس ہوا تو میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ جو جڑوں کی طرح آگے رہتا ہوا آواز میں ہول کے بھی حصے تک پہنچ گیا۔ جو وحلانہ بر واقع تھا اور پھر اس دوران سے داخل ہوتے ہیں میں دیکھنے کوئی وقت نہیں ہوتی کیونکہ دروازہ کھلا ہوا تھا اور باہر سے ہی کے کھلا رہنے والا گیا تھا، جس میں لڑکے نے کھڑے ہو کر مجھے یہ باتیں مان تھیں وہاں سے وہاں سمت ایک دروازے سے سلی ہی دم کی روشنی بھی رہی تھی۔ اس نے یہی کہا تھا کہ یہ روشنی میرا استقبال کرے گی۔ جب میں اس روشنی کے قریب پہنچا تو مجھے ایک لوندو وارڈ نظر آیا جس کی اور کمرے کا تھا۔ میں سنا اس دروازے پر ہاتھ رکھا تو دروازہ کھل گیا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی اور ایک روشندان کھلا ہوا تھا، جس سے روشنی کو باہر دیکھا جا سکتا تھا۔ یہاں ایک مسہری بچی تھی۔ چونکہ کمرے میں بڑی تھیں۔ ایک جانب چوٹی کی ایک میز تھی۔ وہاں تھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ میں چند لمحات کمرے کے درمیان کھڑا کچھ سوچتا رہا اور اس کے بعد مسہری پر بیٹھ کر میں نے اطمینان سے جرتے تاکہ اسے اپنے سامنے کا تختہ میں نے ایک گوشے میں ڈال دیا تھا۔ نزدیک در نہیں گذری تھی کہ باہر تلوں کی چاب سنانا ہی بلوئیں روانے کی سمت دیکھتے لگا۔ اندر داخل ہونے والی وہی عورت یا لڑکی پر شش صورت اور پرکشش بدن کی مالک تھیں۔ میری آنکھوں میں کھانسی اندر داخل ہو کر اس نے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک اندازہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ یوں غمگین ہوا تھا جیسے اسے میرے وہاں پہنچنے سے خوشی ہوئی ہو۔ اس نے غلڈی سے اندازہ بنا کر دیا اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

وہ آگے تم۔۔۔"
 "تہا را کب اور دست تھا۔ مجھے غمگین ہو گیا کہ یہاں کوئی مجھے نہیں دیکھتا۔"
 "مسکری سے ملاقات ہوئی۔"
 "نہیں، ظاہر ہے، میرے لیے اتنی غلڈی وہاں پہنچنا ممکن نہیں تھا۔"
 "ہوں، بہر حال میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔ انہوں نے اس قصے کے دوگ یہ لفظ بھول گئے ہیں۔ لہذا یہ ان کا قصور نہیں ہے، اب ہم بل ٹیرو کی شرارت سے۔ اس نے یہاں کے لوگوں کی زندگی تلخ کر دی ہے، تمہیں یہاں کسی کے چہرے سے ہر زندگی نظر نہیں آتی ہوگی۔"
 "کس نام سے تمہیں پکارا کرتا ہوں؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔
 "ہاں اب جب تم یہاں آگے ہو تو پھر تمہاری ہی غلڈی ہے۔ میرا نام بلا کا کس نے لڑکے نے جواب دیا۔
 "ہلا کا کس نے مسٹر کارمن کی تمہارے شوہر سے؟"
 "نہیں۔ میرے باپ کا نام تھا جو میرے ہی۔"
 "تم شادی شدہ نہیں ہو؟" میں نے سوال کیا اور لڑکے نے ہنس کر مسکراہٹ پھیل گئی، ایک چھکی کی مسکراہٹ۔
 "نہیں؟" اس نے مختصر جواب دیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کی اقوہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کے چہرے پر بھی غلڈی پھیل گئی تھی۔ یہاں سے کہا۔ "تو تمہارا نام۔۔۔"
 "میرا نام کبھی نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اسے میرے نام کا تلفظ ادا کرنے میں دشواری چھلایا۔ تاہم نام چل گیا تھا۔
 "مسٹر غلڈی دوگ میں داخل ہونے والوں کے تاثرات خوشگوار نہیں ہوتے، جس نے مجھے تمہیں بتایا۔ دوگ اسے بتایا ہوگا کہ دوگ جانوروں کی بستی ہے اور یہاں کا سب سے بڑا درندہ بل ٹیرو ہے۔ حقاً ہی پولیس اس کے آگے جلیں ہے وہی کے اختصارات سننے و سنیج ہوں کہ دوگ میں کبھی کوئی اور پولیس کے رجسٹر میں مدج نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ ہر حرف ایک جیسے بل ٹیرو۔"
 "ہوں، تمہاری کیا پوزیشن ہے۔ میرا نام۔۔۔"
 "کہانی سنا چاہتے ہو۔ ہر شخص کو کہتا ہوں کہ خرق ہونا ہے تم نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ میری کہانی زیادہ طویل نہیں ہے۔ پہلے ہم دوگ میں جیتے تھے، لیکن آج پختے ہو کر میرے چچا ایڈن دوگ ہی کے باشندے تھے، میرے باپ کی موت کے بعد وہ مجھے دوگ میں لے آئے۔ لیکن حالتوں کی کسبب میں

اشک حاصل کرکونے کے باوجود میں نے آج تک اسے پناہ نہیں
سمجھا بہت خود سوچ کر اس آئینہ عافیت میں زندگی آسانی سے گزارنی جا
سکتی ہے؟

” تو تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟“
” اس لیے کہ مرنا چاہتا تھا۔ مجھے اچھی طرح بتایا گیا ہے
کہ دوگ سے باہر نکلنے کا مطلب موت ہے، لیکن یہاں کے
حالات یہاں سے باہر نہیں جانے دیے جاتے۔“
” تو کیا کوئی بھی شخص یہاں کے حالات سے واقف ہو کر
کبھی باہر نہیں گیا؟“

” ہاں، میرا دوست لیری کی چیز ہیں؟“
” بل ٹیڈو کے واحد دوست، ان کا تعلق چونکہ حکومت کے

اعلیٰ کئی خانان تھے، اس لیے انہیں حکومت کا مکمل تحفظ حاصل
ہے اور یہاں شاید بل ٹیڈو کو بھی تادی گئی ہے کہ دوگ میں
انہیں بے پردہ بل پاب ہے کہ وہ نکل کبھی ٹیڈو سے کہنے کی
کوشش نہ کرے، چنانچہ ٹیڈو نے ایک دوسرے کے مقابلے
پر نہیں ہتے۔ ویسے اگر ٹیڈو لیری کی مدد سے کو حاصل ہو جائے
تو پھر شاید بل ٹیڈو کے لیے بھی مشکلات کھڑی ہو جائیں، لیکن
شاہد میں دونوں کے درمیان کوئی معاہدہ بھی ہے۔ بل ٹیڈو نہیں
چاہتا کہ اجنبی یہاں سے واپس جا کر یہاں کے حالات باہر کی دنیا
کو سنائیں اور اس لیے ٹیڈو لیری کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہے
کہ وہ بھی کسی بھی کدھنوں کریں گے۔ لیکن میں سمجھی ہوں کہ اگر
کوئی ٹیڈو لیری کو اپنی مدد کے لیے آمادہ کرے تو شاید دوگ میں
اسے پریشانی نہ ہو۔“

میں سمجھی سے ہلاک کر میں کی صورت دیکھتا ہوں اور پھر میں
نے مکتلے جوئے کہا۔ ” لیکن میں م ہلا۔ آپ نے مجھے پناہ دینے
کی ہمت کیوں کی ہے۔“ میٹھو نے اپنے لیے کیوں مولا لیا۔“
” فضول سوال ہے اس کا میں کوئی جواب نہیں دوں گی۔“
” وہ؟“ میں نے پھر پوچھا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے
مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سسکی لے کر کہا۔ ” کیا جب کہ انارڈ تم
خوش نہیں کر سکتے۔ میری عمر کے باسے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“
تیس سال کی بونگی ہونا اور یہ تیس سال میں تمہارے کرکڑا لے
ہیں اس لیے کہ دوگ میں ہر لڑکھن کو رت پر پہلائی میں بل ٹیڈو کا
ہوتا ہے اور اس کے بعد کسی دوسرے کا لیکن تم خود سوچو
دوسرا کون ہو سکتا ہے؟“ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک
نظر آئے گی۔

میں اس کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ پھر میں نے گردن جھٹکے۔

” اگر تم چاہو تو، کہاں جانا پسند کرو گی؟ میں نے ہلا سے
سوال کیا۔“

” دوگ کے علاوہ کہیں بھی زندگی کے اٹھارہ سال گزارنے
کے بعد میں باہر کی دنیا کو بھول چکی ہوں۔ اس وقت میری عمر میں
سال تھی، جب میں دوگ میں داخل ہوئی تھی۔ میری دنیا کے تین
سائے اب بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہیں۔ کاش! ایک بار
پھر میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔“

مجھے ہلا کی آواز میں بڑی حسرت محسوس ہوئی اور میں نے دل
میں سوچا کہ واقعی اگر اس قبیلے سے نکل سکتی ہوں تو میرا کام
بہت آسان ہے تو پھر ہلا کو یہاں سے لے جانا کوئی ایسی بڑی بات بھی
نہیں ہوگی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ ” تم باہر تم میری کھلیا بی
کی منتظر ہو ہلا۔“



وہ مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ” اب تم آرام کرو، میرا بیچا
کسی بھی وقت مجھے بلا سکتا ہے، بہتر ہے کہ میں اپنے لیے
منا سبب بندوبست کروں۔“

” میں نے اسے دو گنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چنانچہ وہ
باہر نکل گئی حدود آواز سے باہر نکلنے ہوئے اس نے مجھے

بادت کی کہ میں حدود آواز سے بند کروں اور میں نے اس کی
بادت پر عمل کیا۔ میری پریٹ کر میں دوگ کی آسیت پر
نور کرنے لگا۔ بلاشبہ یہ قبیلہ اسلیب زندہ معلوم ہوتا تھا۔ اور
اس کا آسیب بل ٹیڈو تھا۔ لیکن مجھے نہ بل ٹیڈو سے کوئی ڈیٹی تھی۔
اور نہ اس قبیلے کے لوگوں سے۔ میں تو خود اپنا کام کر کے یہاں
سے نکل جانا چاہتا تھا جو طول مشن گوشائی نے میرے سر دیکھا
تھا۔ اس کی تکمیل بہر طور مجھے کرنی تھی۔ اگر ذہن پر زور ڈال کر
ملاات کا تجربہ کرنا تو اپنے آپ ہی کو اسی سمجھنے لگتا تھا کیسی
کیسی مہینوں میں نے بالائی تھیں نا بھی تو صرف ایک لیوسس
کا معاملہ تھا جس کے لیے اتنی دستاویزیاں پیش آ رہی تھیں لیوسس
کے علاوہ میں جتنا دلفرازدتھے جنہیں مجھے تلاش کرنا تھا اور ان کی
تلاش کے سلسلے میں کسی کیسین جھپٹوں سے گزارنا تھا۔ اس کا کوئی
صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بہر طور زندگی کے اس سلسلے کے
بارے میں تو کرنے کا مطلب یہی تھا کہ اپنا راستہ بند کروں اور

ان کے قدم نہ اٹھاؤں۔ مجھے تو سوچے سمجھے بغیر سفر کرنا تھا
اور اپنی منزل پائی تھی، ساری نظر تلاش کا تجربہ کرتے ہوئے ایک
ایک احساس دل میں بیدار ہوتا تھا وہ یہ کہ میں منزل کا مسافر
نہیں ہوں بلکہ منزل پر پہنچنے کے بعد مجھے منزل بے حقیقت
ہو گیا۔

ایک لمحے کے لیے دل میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ ممکن ہے
لیوسس بل ٹیڈو کی تحویل میں نہ ہو یا اگر بھی تو کم از کم دوگ میں
نہ ہو۔ یہ بیانات مایوس کرنے والی تھی۔ لیکن اگر لیوسس دوگ میں
نہیں بھی ہے تو کم از کم بل ٹیڈو سے اس کے باسے میں معلومات
حاصل ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ بہت زیادہ مایوس ہونے کی بھی

محسوس ہوتی ہے اور یہی چاہتا ہے اس کے برعکس ہوں۔ حالانکہ زندگی
کے کچھ مقاصد بھی بن چکے تھے۔ سب سے پہلی بات تو یہی
تھی کہ میں اپنی کھوئی ہوئی حیثیت حاصل کرنا چاہتا تھا اور اپنے
بھائیوں کو یہ بتانے کا خواہش منجی کہ دولت دنیا کی اتنی چیز
نہیں ہوتی اور اس کا حصول اتنا مشکل نہیں ہے۔ دولت کے لیے
خون کے رشتے جھکائے نہیں جا سکتے۔ اور جو لوگ صرف دولت
کی ہوس میں اپنیوں کو جھکلا دیتے ہیں وہ بہر طور ذہنی طور پر
کبھی مطمئن نہیں رہتے۔ میں دونوں کو بچا دکھانا چاہتا تھا لیکن

حالات یہ بتا رہے تھے کہ اب دولت میری منزل نہیں رہتی
ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو میں بھی اس خزانے کا ایک بہت
بڑھتی اپنے پاس محفوظ کر کے زندگی کو نئے انداز میں شروع
کر سکتا تھا لیکن میرے دل میں تو ان بے فائدہ نگوں کی محبت
رہتی تھی جو اپنی منزل سے جھٹکے ہوئے تھے اور میں نے
انہیں ان کی منزل تک پہنچانے کا تجربہ کر رکھا تھا۔ عام حالات
میں یہ ایک اچھا نر بات محظوم ہلا ہے، لو کہ میں نے اسے صرف
ایک کھانا کی لاد رہنا چاہئے لیکن ایسے صاحب دل لوگوں کی کمی
نہیں ہے جو بہر طور دنیا کے لیے ہیٹا چاہتے ہیں۔ اگر لوگ دنیا
کے لیے جینا چھوڑ دیں تو یہ دنیا بہت جلد مر جائے۔

نہ جانے میں کب تک اپنی خیالات میں ڈوبنا اور پھر دفعتاً
میں نے ایک پھر پھر سی سی۔ ہلا وہ اس سوچ میں وقت ضائع
کر رہا ہوں۔ کیا لیوسس سے رالذرا تم کہنے کی کوشش کی جانے۔
ابھی ڈیوٹی کارڈ کے کام کا وقت نہیں آیا تھا۔ چنانچہ اس کی طرف
سے بھی مجھے کوئی بیخام موصول نہیں ہوا تھا۔ لیکن اگر ذہنی رابطے
کے ذریعے میں یہ کارروائی کروں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ
میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر سمجھو تو را کے تانے ہوئے اصولوں
کے مطابق میں نے اپنے ذہن میں لیوسس کو تلاش کیا۔ یہ شخص ملائکہ
میرے لیے قطعی اجنبی تھا لیکن ملائکہ کو ذریعہ بیخام سامنے مجھے
معلوم ہو چکا تھا اور ابھی کے انداز میں ان کو کسی سامان سے
رابطہ قائم کیا جانے کا خواہش ہے وہ ضرور جواب دے گا میرے
خیالات لیوسس کو تلاش کرنے کے لیے لیکن کوئی دیر لگا کوششوں
کے باوجود مجھے لیوسس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ چنانچہ میں مایوس

ہو گیا۔

مروت نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے ڈون کا روبرو سے رابطہ قائم کیا اور ٹھوس دیر کے بعد اس کو کشش میں کامیاب ہو گیا۔ ڈون کو کیو کی آواز ابھی بے سیلوغزالی، کساں ہوا اور کیسے ہو رہا؟

”تم نے خود مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی ڈون؟“

”ہاں، جان بوجھ کر میں نے ایسا نہیں کیا۔ تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔“

”بہتر غرض میں دوگ پہنچ چکا ہوں اور دوگ بے حد دلچسپ لگ رہے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے ڈون مجھے اپنی اس کارروائی میں کافی وقت لگ جائے گا۔ تمہیں باسی کوئی تکلیف تو نہیں ہے جس کی وجہ سے؟“

”نہیں غزالی، میں بالکل ٹھیک ہوں اور پھر سب سے بڑی چیز یہاں مشن ہے۔ انراک کی تکمیل ہو جائے تو باقی کیا رہ جائے؟“

”میشنگ کے مسئلے میں مزید معلومات،“

”ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میں دائیں برگ کے بارے میں ابھی طرح معلومات حاصل کر چکی ہوں اور میں نے اس کا جائزہ لے لیا ہے۔ یہ میسنگ کا وقت ہو جائے اس کے بعد میں خود تم سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گی۔“

”یہ میسنگ میرا خیال ہے کل راست ہے۔“

”ہاں۔“

”و تو کیا تم دائیں برگ ہی میں ہو؟“

”ہاں یہ ڈون کا رہنے کا جگہ ہے جو نکادیا۔“

”غوب، میرا خیال ہے ہم لوگ باسالی اس دائرے میں رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔“

”اسی طرح جیسے ہمارے دو میاں گفتگو ہو رہی ہے۔“

”سمو، تو را، ہمارا مطلب ہے دائیں میں اور تو میں کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔“

”وہ اسب سے بڑی تکلیف تو یہی ہے مجھے کہ وہ لوگ آنا روہنے کے باوجود مجھ سے اتنے فاصلے پر ہیں۔ اگر وہ دونوں میرے ساتھ ہوتے تو یقیناً کروغزالی بہت کچھ ہو چکا ہوتا۔“

”میں جانتا ہوں۔ پتا نہیں وہ لوگ کس عذاب میں گرفتار ہیں۔ میں ان کے لیے سخت پریشان ہوں۔“

”فی الحال اپنی تمام تر وجہ لیوس پر مرکوز رکھو۔ میں نے اس دوران کی بار کوشش کی لیکن لیوس سے میرا ذہنی رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔ پتا نہیں کیا قدر ہے۔ اگر وہ اتنے فاصلے پر ہے کہ ہمارا ذہنی پہنچ اس تک نہیں ہے تو پھر مری مشکلات

پیشہ میں کی؟“

”نہیں ڈون کو کاروبار، درحقیقت میں ایک ایسے واقع سے دوچار ہو چکا ہوں کہ اس کے بعد لیوس کی طرف سے جواب نہ ملنا مجھے اتنا زیادہ حیرت ناک نہیں لگتا۔“

”وکی مطلب؟“

”گوشتان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات کے بارے میں تمہیں تفصیل تو نہیں بتائی۔ لیکن مختصر واقعات بتا چکا ہوں۔ چنانچہ میں رہتے ہوئے گوشتان کو بھی کچھ خطر ناک احوالوں سے نمٹنا پڑا تھا۔ ان لوگوں نے ایک ایسا نظام قائم کر لیا تھا جس کے ذریعہ وہ لوگوں کی ذہنی قوتوں کو تیز کر دیتے تھے۔ ان کے خیالات کو درمیان ہی سے جان کر سامانوں کو گرفتار کر لیتے تھے۔ ایک ایسے ہی مشین نظام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ میں نے ان مشین نظاموں کو توڑ کر سامانوں کو تیزی سے آزاد کیا تھا۔ میں اس تصور کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا کہ سامانوں کی کسی حالت میں کسی چیز سے بچنے۔ لیکن یہ لیوس کے ذہن کو بھی اسی طرح قابو میں کر لیا گیا ہے اور وہ ہمارے خیالات معمول نہ کر پاتا ہو۔“

”اودہ امکان ہے اس بات کا غزالی امکان ہے۔“

”اچھا ڈون کو کاروبار تم جہاں کہیں بھی ہو آرام کرو میں مجھ سورا ہوں۔ میں نے کہا اور اس کے بعد ڈون کا روبرو سے ذہنی رابطہ منقطع کر دیا۔ اس سے گفتگو کرنے کے بعد کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا میں سوچا کہ میری طرح ہونے سے پہلے جاگ جانا تھا اور اس میں کچھ کوئی وقت نہیں ہوتی۔“

”بے جا کی بلدا کو میں اپنی وجہ پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے صبح منرا اندھیرے میں ہی روزاڑے سے باہر نکل پانے والے وقتے کو کوئی سلسلہ نہیں تھا لیکن بہر حال اپنی حالت میں لگا کر تھا۔ جو کہ گنگے کی تو دوبارہ ہوئی واپس آجلاؤ گا۔ بہر طور یہاں معاوضہ دے کر رکھانے والے کے لیے کوئی وقت نہیں تھا لیکن ابھی اس کی کوئی گلدی بھی نہیں تھی۔ دوگ کے گیلوں اور باران میں زندگی شروع ہو گئی تھی لیکن یہاں کا مول میرے لیے اس طرح اب بھی تھا۔ لوگ بچے دیکھتے اور خوف زدہ ہو جاتے تھے۔ انہوں نے موت کا فرشتہ دیکھ لیا ہو۔ کوئی کچھ سے بات کرنا؟ پسند نہ کرنا۔ قصہ بہت زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن اب اتنا ہی بھی نہیں کہ ایک دن میں بولی طرح دیکھ لیا جاتا۔ پھر بھی یہ قصے کا بڑا حیرت دیکھا اور پھر خاص طور سے میں نے اس سے کاشخ کیا جہاں لیوس رہتا تھا۔ یہ شخص بھی میرے لیے باعث آ تھا۔ جب میں اس شخص کے مکان پر پہنچا تو باہر مجھے لکھنے زدگی شکل والا آدمی نظر آیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔“

”سشکر بلدا۔“

”سشکر کی ضرورت نہیں، میں نے اپنا ایک مسئلہ ہاں سے سامنے پیش کیا۔ کاشخ تم جو میں کی جلسے ارٹا میں گھنٹے یہاں گزارا۔ ویسے بہتر یہ نہیں ہو گا کہ یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔“

”ابھی نہیں بلدا۔ ابھی مجھے یہاں کچھ کام ہے۔ ویسے تم مجھے بل ٹیرو کے بارے میں کچھ اور معلومات فراہم کر سکتی ہو؟“

”اس کے بارے میں بہت زیادہ معلومات کسی کے پاس بھی نہیں ہیں۔ بس یہ سمجھو وہ لوگ کالے تاج بادشاہے حکومت برخانہ میں کے بارے میں معلومات نہیں کرتے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کے تعلقات بہت وسیع ہیں یہاں پولیس اسٹیشن ضرور موجود ہے لیکن پولیس آفیسر کبھی اس کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا بلکہ اسے بل ٹیرو کی طرف سے ہدایات جاری ہوتی ہیں۔“

”بل ٹیرو کے علاوہ کوئی اور ایسا شخص جو بل ٹیرو کے دست راست کی حیثیت رکھتا ہو؟“

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔ بل ٹیرو کے خصوصی معاملات میں کام دیکھتے ہے اور ڈی کاہلے جو خفاک شخص ہے۔ سشکر لنگل ہے۔ لیکن شاید لنگل ہی میں پیدا ہوا اور نہ جانتے کہ اسے بل ٹیرو کے ساتھ ہے۔ یہ بھی وحشی صفت آدمی ہے اور بل ٹیرو کے معاملات میں یہی سب سے پیش پیش ہوتا ہے۔“

”ہوں، لیوس کی طرف گیا تھا لیکن وہ یہاں موجود نہیں ہے۔“

”ممکن ہے موجود ہو لیکن تم سے ملنے سے انکار کر دیا ہو وہ خود بھی بلا وہ بل ٹیرو سے انجینس مول نہیں لیتا۔ ہاں اگر بہت ہی کوئی کام کی بہت نظر آئے تو پھر وہ تو دوسرے دست ہے۔ پتا نہیں تم کس جگہ میں ہو؟ ابھی اس نے اتنا کہا تھا کہ دفعتاً باہر قدموں کی آواز سنا دی اور وہ بھرتی سے کاؤنٹر کے نیچے چلی گئی۔ اس نے جملہ احوال چھوڑ دیا تھا۔ اتنے والا اس کا پورٹھا جیتا تھا جو مجھے گھورتا ہوا اندھنہ ہتھے میں چلا گیا۔ اس نے کچھ کہا نہیں تھا۔ اس سے زیادہ یہاں رکنا تو میرا ہی مقصد ہی تھا۔ پتا نہیں میں ہرگز نہیں آتا۔ ضروری نہیں تھا کہ بے جا مری بلدا ہی کے لیے پریشان کیا باعث بنا جائے۔“

”باہر نکلا تو سوس بڑی شدت سے سر پر چمک رہا تھا۔ چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور اول بالکل ویران نظر آ رہا تھا۔ اس سے زیادہ کہاں گھومتا پھر تہا کوئی نصیحت کوئی ناکہ نہیں تھی۔ ایک گھنٹے اور سامنے واروہت کے نیچے بیٹھ کر میں

”کیں جب میں اس کے قریب پہنچ ہی گیا تو اس نے کرفٹ لیجے میں کہا۔ کیا بات ہے؟“

”میں مسٹر لیوس سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔“

”مسٹر لیوس موجود نہیں ہیں۔ کسی اور وقت آنا، اس نے تھک سے لیجے میں کہا۔“

”کیا تمہیں سے باہر نکلے ہوئے ہیں؟“

”پتا نہیں، ان کے ہوا گرم دھروں کو معلوم نہیں ہوتے۔ بس اب تم جاؤ، اس کا انداز اتنا خشک تھا کہ اس کے بعد میرا دل رکنا کسی اور سبب نہ ہو۔ میں تقریباً سڑھے گیارہ بجے تک مرکز اور گیلوں میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر ایک ہی منظر تھا۔ کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ویسے بل ٹیرو نے بھی ایک مری طرف توجہ نہیں دی تھی بلکہ مجھے یہاں آنے کے ہونے چوتھی گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے۔ پتا نہیں کیوں؟ حالانکہ وہ یہی گیا تھا کہ یہاں کوئی اجنبی ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔“

”جو کہ جب شدت اختیار کرنے لگی تو میں نے پوئل کارن کیا۔ اس وقت اتفاق سے پوئل خالی تھا۔ کاؤنٹر پر بلا موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بڑی خوش اخلاق سے کاؤنٹر کے نیچے سے نکل کر میرے پاس آئی اور میرا ہاتھ پکڑ کر زور زور سے بلائے ہوئے بولی۔ ”سشکر بے حد شکر ہے۔ تم نے میرے لیے کوئی پریشانی نہیں کی۔“

”لیکن اب میں جو کہ سے نیم جان ہوا ہوں۔ کیا تم میرے لیے کھانے کا بندوبست نہیں کرو گی؟“

”بہترین کھانا پیش کرتی ہوں اور سونو کھانے کا کوئی مسئلہ نہیں۔ ویسے مجھے تعجب ہے کہ تم ابھی تک زندہ سلامت اور آٹھ گھنٹہ پھر رہے ہو۔ کسی نے تمہارے رات سے میں آنے کی کوشش نہیں کی۔ خانا دوگ کی تاریخ کا تیا باب ہے۔“

”پہلے کھانا اس کے بچہ کو اور ویسے اس وقت تمہارا پوئل بالکل خالی پڑا ہوا ہے۔“

”ملاؤ مجھے خوشی ہے کہ تم اس وقت یہاں آئے ہو۔ میں ابھی کھانا تیار کر کے لاتی ہوں۔ تمہیں ٹھوس دیر انتظار کرنا پڑے گا۔“

”اور تمہارے نکلنے؟“

”وہ مجھے اتفاق سے اس وقت موجود نہیں ہیں۔“

”بلدا نے مجھے بہترین کھانا پیش کیا اور میں نے اس کا پورا پورا میل چمکا دیا۔ اس دوران میں کوئی بار دوڑاڑے کے باہر جا کر دیکھ آیا تھی، اندھنہ کر اس نے کہا۔ ”دن بہت گرم ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے پوئل کا رخ نہیں کیا۔ ویسے اسی طرح تم دوسری رات بھی گزار سکتے ہو۔ مجھے خوشی ہو گی۔“

تے آئندہ کے پروگرام کے بارے میں فوراً شروع کر دیا۔ اس سے زیادہ وقت ضائع کرنا بے مقصد تھا۔ بل ٹیڈ کے بارے میں مزید کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ میرا کام اس شکل میں ہی رکنا تھا جب میں مل ٹیڈ کے نزدیک پہنچ جاتا اور اس کے نزدیک پہنچنے کا ذریعہ کیا ہو گا ہے بہت دور تک میں سوچتا رہا۔ سوچ و عمل کی یاد رفت کے نیچے کاما کوئی کسی قدر پرسکون تھا۔

شام کو تقریباً چار بجے میں نے ایک بار پھر اپنا تھلا اٹھایا، اور آوارہ گردی کرنے کے لیے دو گ کے ایک بازار میں پہنچ گیا۔ بازار بھی ٹیڈ کے قریب تھا۔ کچھ بس بکھا بھلا گیا تھا اس نے کان لگا لی تھی۔ ان کا وزن بڑھایا اور فرشت ہو رہی تھی۔ ایک کٹر تراب خانے کا بورڈ لگا ہوا تھا اور اس کے باہر کچھ لوگ جمع تھے۔ میں آہستہ آہستہ ان کی جانب بڑھ گیا۔ تب میں نے ان لوگوں کے درمیان ایک دل تپانے والے مرد کو دیکھا جس کے سہیلی بال شانوں تک بچھرے ہوئے تھے۔ نوجوان بھی اچھی شکل و صورت کا مالک تھا لیکن ان لوگوں کا تختہ مشق بنا ہوا تھا۔ وہ لوگ کئی طرح اُسے پھتار رہے تھے۔ بیٹے والوں کی تولد چار تھی۔ باقی ایسے تھے جو صرف تماشہ دیکھ رہے تھے۔ مارنے والوں میں ایک شخص پیش پیش بیٹھ گیا۔ وہ مقامی باشندہ کی نسبت کسی قدر گہرے رنگ کا مالک تھا۔ شکل و صورت سے بھی خوشوار نظر آتا تھا۔ میں نے حیرت سے بیٹے والے نوجوان کو دیکھا اس کی باجھوں سے خون بہ رہا تھا لیکن چہرہ ہلکا سا پر سکون تھا جیسے ہلکا ہوا کسی کی زندگی کا سب سے دلچسپ منظر ہو۔ پھر مجھ سے پہلے وہ نیچے گراؤ میں خوشوار سے اڑنے لگا۔ پھر لڑکا اٹھا جا چکا لیکن میری طرف ہنسنے لگا۔ یہاں مجھے اپنی شخصیت کا اعلان کر دینا چاہیے۔ آگے بڑھانے میں نے تعجب سے اس کی گردن پکڑ لی۔ میں نے اس کے کار کو زور سے جھکا دیا اور وہ کئی قدم پیچھے دھکڑا ہوا چلا گیا۔ دوسرے نے میرا زور دار گھرنے اس کے جڑے پر پڑا تھا۔ اس نے میری طرف ہلکا بازی کھائی اور پیچھے جا پڑا لیکن اس کے باقی بیٹوں سا بھی خوشوار لگا ہوں سے بچے گھوڑے گئے۔ کسی نے مجھ سے کچھ نہیں کہا لیکن پھر ایک ہی آنہوں نے مل کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں بولی شروع تیار تھا۔ میری لات ان میں سے ایک کی پٹلی پر پڑی باقی دونوں کی گردنیں پکڑ کر میں نے ان کے سر انہیں میں غلا دیے۔ اور پھر چرتی سے اس شخص کے حلقے سے پھا جیسے میں نے سب سے پہلے مارا تھا۔ اور جان میں سے سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ اس نے عقب سے مجھ پر حملہ کیا لیکن میں نے جھکاؤ سے اس کے اس کا دار خالی کیا اور اس کے ساتھ اس کی گردن پر ایک زوردار لات رسید

میرا خیال ہے۔ وہ آگے کھل کے با ت ہے۔ انہوں نے اپنی جلدی پر آملاہ لگا لیا کہ ہم دونوں اس طرف آئے ہیں۔ میں نے مزید کسی اور سے نہیں اس طرف آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ دروازے کے باہر لوگوں کے ہونے کی آواز میں سنا دی گئی۔ اور اس دے پتے نوجوان نے گھمرائے ہوئے لیجے میں کہا میرا خیال ہے یہاں سے بھی نکل چلو۔ پتھلی دیوار کو دکھ کر باہر نکلنے میں بہت زیادہ وقت نہیں ہوگی۔ جہ طور میں تمہیں کوئی پناہ لگنی چاہیے۔ جگہ ضرور تلووں کا جہاں چھپ کر ان سے جان بچاؤ جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ گھر کے عجیبی حصے کی جانب بھاگا تھا۔ لیکن میرے لیے فرار ہونا ممکن نہیں تھا۔ دروازے پر زور دار مڑتے پڑے تھے۔ میں نے خود ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سب سے آگے وہی نوجوان تھا جیسے بیٹے کے نام سے متعارف کرایا گیا تھا۔ وہ بھٹے سے دیوانہ ہوا تھا۔ چار داغ آؤ کی اس کے ساتھ اور تھے۔ بیٹے نے میری شکل دیکھی تو دیوانگی کے انداز میں آگے بڑھ کر کسی گیند کے طرح میرے سینے پر ٹکڑ مارا۔ میں نے اسے تھپا کر اس کے نڈے سے پھا لیا لیکن اس نے دوبارہ وہی حرکت کی تو میری بھر پور جھڑپوں میں اس کے چہرے پر ہلکا اور وہ کسی زخمی سا لکڑی طرح ڈرنا ہوا زمین پر لڑکھاتا ہوا ٹھکرا پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھ ٹکڑ ٹکڑ کھڑے ہوئے میں دیر نہیں لگائی۔ دوسرے نے اس سے اپنا پستول نکال لیا۔ لیکن اُسے موقع دینے بغیر میں نے اپنی اٹھیلی کی ضرب اس کی گردن پر لگائی اور اس ضرب سے اُسے زمین چاہنے پر مجبور کر دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی آواز نکالنا یا اپنا پستول متعلق کرنے کی کوشش کرنا میں نے اپنا ایک پاؤں اس کی کلائی پر رکھا اور دوسرا سینے پر وہ انتہائی قوت عرف کر رہا تھا لیکن میں نے پستول والے ہاتھ کو گڑ گڑ کر کھینچ کر اس کے پاس کا پستول اٹھاؤں۔ اس سے موقع ملتا تھا۔ میرے جھکتے ہی اس سے دونوں ٹانگیں موڑ کر میری پشت پر سے ماریں اور وہ ہر طرف پھرنے آپ کو میری گرفت سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اب میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔

تم نے تو نہیں کہا تھا کہ میں اُسے ساروں میں نے اپنی مرضی سے ان لوگوں کو پٹائی کی تھی۔

”اب تمہیں بھی تو نہیں چھوڑ سکتا۔ اتنا ذلیل فطرت بھی نہیں ہوں۔ آج او میرے بھائی۔ اپنی موت کے ساتھ ساتھ انکم بیچے تو نامو۔ میں نے تو ابھی اس دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔ میں نے ایسے انداز میں کہا کہ مجھے ہنس کر رہے ہو۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ تھوڑا سا صبر کرنے کے بعد وہ ایک چھوڑے مکان کے دروازے کا تالا کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے پیچھے تیزی سے دروازہ بند کر دیا۔ میں اس کا سراپا دھونکی کی مانند چل رہا تھا۔ چند لمحات وہ خود پتلا پوانے کی کوشش کرنا۔ پھر آٹھیں بند کر کے گون بھینکتے ہوئے لڑلا۔ ”تم نے ابھی نہیں کیا۔ اس واقعے تم نے ابھی نہیں کیا۔“ تو جھپک سے تنہا میرے ساتھ پوچھ کر زور گئی سے میں پوری کیے دیتا ہوں۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور اس نے دونوں ہاتھ بند کر دیے۔“

”ارے نہیں۔ نہیں۔ جب دوستی کا قطر بڑھتا ہے تو پھر دوستی ہی برقرار رہتی ہے۔ ویسے ہی دو چار ہاتھ مار کر تمہیں کاٹنے کا یقین کر دو میں تو کسی کتیا کے پٹے سے بھی بیٹھے میں کوئی مار شمس نہیں کرتا۔ میری پالیسی ہے اور بلا شہر ایک بہتر پالیسی۔ میں نے زندگی کا ریکارڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اب بھگتا پتی جاتی پرتا تم ہوں۔ مجال ہے جو کسی کے ایک تھپڑ بھی لگایا ہو تم نے جیکو کو نہ جانے میرے ساتھ کیا کیا سلوک کرتے ہیں۔ ویلے آؤ میں کو میں نے تمہارا خون میں سرخ دیکھا ہے۔ اگر خون کی سرخی کہیں کہیں جھلک آئے تو کوئی جرح نہیں ہے لیکن پورا بدن ہی خون میں ڈوب جائے تو تم خود سوچو کیا حق ہوگا۔“

”تمہارا نام کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا لیکن اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتا۔ باہر زوردار آواز میں سنائی دینے لگیں۔ اور اس کا چہرہ حق ہو گیا۔ اس نے ڈرے ڈرے لیجے میں کہا۔

کردی۔ بیٹھے والا نوجوان کھڑا ہوا۔ تختہ انداز لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ وہ تینوں جرمیرے ہاتھوں مانگا کر بڑی طرح گرسے تھے ایک بار پھر کھڑے ہو گئے۔ لیکن میں نے انہیں سمجھا لیا اور میرا ہاتھ اس کی گردنیں سہلانے گئے۔ میرے گھونٹوں نے ان کے جڑے پر ہلا دیے تھے۔ تماشہ دیکھنے والوں نے اپنا داروہ وسیع کر دیا تاکہ لڑنے والوں کو مشکل نہ ہو۔ لیکن مجھ سے لڑنے والے بیٹوں کوئی زمین بوس ہو گئے تھے۔ وہ جرح چاہتے میرے ساتھ مار کھا چکا تھا ایک سمت وہ ڈوڑا چلا گیا تھا۔ بیٹے والے نوجوان نے آدھرا ڈوڑا دیکھا۔ بیچ اب منتظر ہونے لگا تھا۔ دوسرے نے اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور دوٹونے لگا۔ میں بے اختیار اس کے ساتھ کھینچا بیٹھ گیا۔ وہ کافی تیز دوڑ رہا تھا مجھ پر بھی اس کے ساتھ دوڑنا پڑا لیکن بازار سے نکلنے کے بعد فضا میں نے اس کے ساتھ کھینچ کر جھکا دیا اور وہ میری ہاتھوں میں آ رہا۔

”سوئی مار سوری، لیکن کیا تمہارا داغ خراب ہے۔ تمہا یہاں آنا ہی کیا تمہارا اس کے بعد تم نے بیٹے سے جھگڑا سورا سے لیا جانتے ہو بیٹے کون ہے؟“

”وہ ڈی کام کا بیٹا ہے۔ اور اس کا منہ بولا بیٹا ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو دوسرے نہیں کر سکتے۔“

”بزوں دنیا کی سب سے شاندار چیز ہے کون تمہیں کب تک مارے گا۔ مارنے سے زیادہ بیٹے مشن کرنی چاہیے۔ لیکن تم نے میرا کام بگاڑ دیا۔ میں آج تک لوگوں سے پتتا نہیں ہوں اس لیے زندہ ہوں۔“

”لعنت ہے ایسی بزوںی پر اس زندگی سے تو موت ہے۔“

مشورہ دے دے وہ گریب کہاں جاؤ گے پھر ویسے؟ کون سے مخلوق تھے کہ اب تم نے بیٹے سے دشمنی بھی کر لی۔ وہ سدا صدی کی کام کے پاس گیا ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ سیدھا وہیں گیا ہو گا۔ اور اس کے بعد۔ اس کے بعد اسے؟ چلو جہاں سے میرے ساتھ تھا چلو آؤ۔ ڈرک کیوں گئے؟“

”تمہارا نام کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا لیکن اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتا۔ باہر زوردار آواز میں سنائی دینے لگیں۔ اور اس کا چہرہ حق ہو گیا۔ اس نے ڈرے ڈرے لیجے میں کہا۔

ان میں بھگڑا ہوا گئی۔ بیٹھے اپنے ساتھ ڈیو کو نہیں لایا تھا بلکہ شلڈا اپنے منہ کے گھون کو ساتھ لے کر آیا تھا جو اس کی نگاہ میں زیادہ بہادر تھے۔ بددہری بات ہے کہ ان بہادروں نے بھی ساتھ نہیں دیا تھا۔ ویسے ہی بیٹھے کی آندکا اعلان ہو گیا تھا اور اس پاس کے گھر وں کے دروازے کھل گئے تھے پھر بیٹوں کی آواز نے مزہ لوگوں کو کچھ دیا تھا۔ بیٹھے کا خون میں ڈوبا ہوا جسم دروازے کے باہر پڑا ہوا تھا۔ میں نے بہت زیادہ بہادری کا مظاہرہ نہیں کیا سب لوگوں سے ٹکرا کر میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے دروازہ بند کر دیا اور دھو دھو دیکھنے لگا۔ چنانچہ ایک میرا لڑکا تھا میرا جوان دوست پچھلی دیوار سے کو کو کرانہ ہو گیا تھا۔ لیکن وقتاً ہی گئے اس کی لڑائی ہوئی آواز سنانا ڈری۔ "بیٹوں لگتا ہے جیسے دوگنہا اب میری زندگی کے دن بھی پورے ہو گئے۔" مجھے یقین تھا کہ اگر میں نے کبھی بہادری کرنے کی کوشش کی تو یہ وقت بہت جلد نزدیک آجھلے گا۔ کون سے کام میری بات کر اس ساری کاروائی میں میرا کوئی تصور نہیں تھا۔"

میں نے چونک کر کہہ دیکھا۔ بیٹھنے میں ڈوبا ہوا تھا۔ زمانے کہاں چھپا تھا کہ بیٹھنے میں تر ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر غم کے ساتھ لہرا رہے تھے۔

"اجتنی آوی۔ میں نے تو تم سے نہیں کہا تھا کہ تم مجھے اپنے گھر لے آؤ۔"

"اخلاق بھی کوئی چیز تو ہے۔ مسٹر کیوں تم نے تو کیا کراہی کر دیا اب بھی اگر زندگی بچا جا سکتا ہے تو میرے ساتھ مجھے دیوار کو کھٹکنا پلہ سامنے کی طرف رخ کرنا نہ صرف تمہارے لیے بلکہ میرے لیے بھی خطرناک ہو گا۔ میرا بھی نکل جانا بہتر ہے کیونکہ ڈیو کا ہر آدمی سننے نہیں صرف عمل کرتے ہیں۔ آؤ۔ خدا کے واسطے آجاؤ۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور میں نے اس کی شکل حل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ عین دیوار جو زیادہ بلند نہیں تھی کو گم دووں باہر نکل آئے۔

دوہ برق رفتاری سے ایک سمت دوڑ رہا تھا۔ کمانات بہل بھی تھے لیکن اس طرف ناسا پھیلا ہوا تھا اور یہ ناسا ہم دونوں کے لیے مددگار ثابت ہوا۔ وہ دو ڈراوا ساتھ ہی مجھے پلٹ پلٹ کر دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ میں نے سائلازہ لگا لگا کر اس نے صرف اپنی ہی جان بچانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ میرے لیے بھی فکر مند تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ دوگنہا کے اس ہاتھ سے کے اندر کم از کم احسان مندی کا پلہ ہر ضرور جو ہے۔ غمناک راستوں اور ٹھکانوں سے گزرتا ہوا ہر جگہ اس دریا کے کنارے سے لے آیا جہاں سے دوگنہا کے اندر تھی تھی میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔

پھر ایک ٹوٹی ہوئی پوسیدہ ہلی چکی کی عمارت میں داخل ہونے کے بعد وہ عمارت کے ایک ایسے گوشے میں آ گیا جو دوران پڑا ہوا تھا۔ یہاں کچھ لوگ ہمارا سامان پھیلا ہوا تھا اور کہیں بھی کسی جگہ نہیں تھی یہاں آرام سے بیٹھا جا سکتے۔ میں نے ڈیو نہانا شروع کر دیا۔ مگر کسی کے کچھ تھمتے لایا اور انہیں برابر بھی کراہی بلکہ بندی کر دیا آرام سے رہ گیا۔ اس کام میں اس نے کافی محنت کی تھی جس کی وجہ سے ہانپنے لگا تھا۔ میں نے کم از کم اس سلسلے میں اس کی کوئی مدد نہیں کی پھر اس نے ہانپتے ہوئے مجھے تختوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود محروم کے مانند لیٹا لیٹ لیٹ گیا۔ میں تختوں پر بیٹھ کر ڈیو لے کر دوار سے باہر کے مناظر دیکھنے لگا۔ دوار کے سطح پر آگے سے تر رہے تھے آڑھے تھے۔ ڈیو ہرنی دیوار سے دیبا کی طرف سے چلنے والی ہوا میں اندازاً ہی تھیں اور وہاں کے ٹھنڈے سے مجھ کو تھکے جلد سے ٹھنڈا کر رہی ہو رہے تھے۔ کافی دور تک میرا دست اسی طرح لیٹا رہا پھر سب اس کی سانس اقل پر آگئی تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "میرے اوپر اس سے برا وقت کبھی نہیں آیا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری ہمدلی تمہارے لیے محبت بن گئی۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب ایسا بھی نہیں میں بڑا ضرور ہوں لیکن کوئی میرے لیے دلیری دکھائے تو مجھے اس کی قدر کر لے گی۔" یہ سب سہ سہ سہ سہ سہ الفاظ تھے یہ اس سے راز ہے کہ میں نے اس کی اس مصلحت سے بدلہ ہونے نہیں میرے دوست اسی کوئی بات نہیں ہے، میں غالباً تم دوگنہا کے ماحول سے واقف نہیں ہو۔ اور دیکھ سکتے ہو۔ سب سے تم یہاں بالکل اجنبی ہو گینا۔ لے جو ان سیاح مباحث کے لیے بھی کم از کم اچھی فکر کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تو دوگنہا میں داخل ہونے کا خطر تھا۔ وہاں سے ذہن میں کیوں سما گیا جب تک مجھے یقین ہے کہ لوگوں سے تمام قدم پر تمہیں اس بلڈ سے میں بتلایا آؤ گا۔"

"ہاں، اور یہی چیز میری دلچسپی کا باعث بنی۔"

"جرات سے خشک مسکری ہوئی ہے اور اگر اس میں خطرات مول نہ لے جائیں تو پچھلی ٹھوس ہوتی ہے۔ لیکن اگر کم از کم تمام صعوبات سے زیادہ جیتتی ہے۔ ویسے جہاں آرام کیا ہے۔"

"غزالی۔" میں نے جواب دیا۔

"عجب نام ہے، شاید میں اسے اور نہیں کر سکتا تم مجھے ڈیو کہہ سکتے ہو۔" اس نے کہا اور میں نے کون بلا دی۔ لیکن وقتاً ہی میرے ذہن میں ایک یاد سے ہر جہاں جس شخص نے

مجھے وہاں کی ایک پرفلٹ دی تھی اس نے دوگنہا میں بیٹھے ہالے اپنے بیٹھنے کے بارے میں بھی بتایا تھا جس کا نام ڈیو ہی لیا تھا۔ اس نے کہا یہ وہی ڈیو ہے۔"

میں مسکرائے گا ہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے گورن پلائے ہونے کہا۔ "ہاں، شاید میں ڈیو کو جانا ہوں لیکن مسٹر پیل ریگ نے یہ بات نہیں بتائی تھی کہ ڈیو ایک بڑا بول پوان ہے۔ پھر مسٹر پیل ریگ کو تمہاری طرح بڑول نہیں تھے۔"

"ڈیو نے چونک کر مجھے دیکھا اور تعجب سے بولا۔ "کیا نام لیا تم نے۔" ڈیو نے ریگ۔"

"ہاں، کیا وہ تمہارے بچا نہیں ہیں؟"

"ہہ تم نہیں کیسے جانتے ہو؟" وہ عجیب سے لیجے میں بولا۔

"میں یوں سمجھو کہ دوگنہا اتنے ہوئے انہوں نے مجھ سے یہ بات کہی تھی کہ اگر دوگنہا کی مشکل کا شکار ہو جاؤ تو ڈیو سے رابطہ قائم کر دو۔ وہ میری مدد کرے گا۔"

"کمال ہے، اور تم نے مجھ سے اس طرح رابطہ کیا کہ خود میری مدد پر تل گئے۔ میرے پیارے بھائی نے یہ خشک میرے اور ان کے درمیان بیچا بیچھے کا شکر ہے لیکن دوگنہا میں رہ کر رہتے نہیں بچا سکتے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ یہاں تو انسان نفسی کا شکار ہے۔ تم نے خود بھی غلطی کا لیا ہو گا۔"

"اس کا مدد ڈیو نے تم غیر فطری طور پر میری مدد پر آمادہ ہو۔ اگر تم واقعی اتنے بڑول ہو تو میرے ساتھ نکلیں۔ تم آ رہے ہو۔ تمہیں اندازہ ہے کہ میں خطرناک حالات میں کھرا ہوا ہوں۔ یہاں تو چاہیے تھا کہ مجھ سے دور رہتے۔"

"نہیں۔ اب یہ بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ بڑی مشکل پیش آئے گی۔"

"ڈیو ڈیو تھی تمہیں میرے ساتھ پریشان ہونے کی ذرا بھی ضرورت نہیں۔ تم اطمینان سے یہاں جا جا پھر چلے جاؤ ویسے یہ بگیر میرے لیے کافی ٹلہ ہے بلکہ مجھے افسوس ہے کہ پہلے میں نے اس کے بارے میں کیوں نہیں سوچا۔"

"نہیں۔ یہ مفروضہ نہیں ہے۔ دوگنہا کے کنارے مضافات وانات کشت کرتے ہیں وہ تمہیں نظر نہیں آسکتے۔ لیکن تم ان کی نگاہ میں ہو گے۔ یہ تمام ہی مفروضہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ تمہارا سپر ویز ذمہ داری ہے کہ میں ڈیو کو کوئی بھی فرد یہاں سے گزار نہ ہونے پلٹے۔"

"ہوں ڈیو تم نے بھی کبھی دوگنہا سے نکلنے کی کوشش نہیں کی؟"

"ہاں میں نے سوال کیا اور ڈیو نے عجیب سے انداز میں ایک ٹھنڈی

سے سانس لی، پھر بولا۔ "میں تباہ دوگنہا سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔" ہاں، بخارہ لیکن میرے سینے میں گنا اور پھر شکر ہے اگر وہ ایک بار میرے ساتھ دوگنہا سے نکلنے کی ذرا بھی کوشش کرے تو ڈیو وہ دماغ انسان ہو گا جو دوگنہا سے باہر جا سکتا ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"اکیا کرو گے؟ یہ جان کر کوئی غلطی نہیں ہو گا میری محبت ایک طرف ہے۔ جی صرف میں اسے چاہتا ہوں۔ اس کے چاہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیا وہ تم سے نفرت کرتا ہے؟"

"نہیں۔ مجھ سے معلوم بھی نہیں کہ ڈیو ایسا بڑول اور مرل شخص اسے پیار کر سکتا ہے۔ دیکھو دوست بہت سی ایکی چیزیں ہیں جو ہمیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ لیکن کیا ہم ان کی پامت بھی دل میں چھپا کر رکھیں۔ جب اس بات کا یقین ہے کہ اس کا حصول ممکن نہیں ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ اس سے اٹھا کر اسے اس سے نفرت بھی مول لی جائے؟"

"خوب تم کو ذرا ہی طرح کے کشتی معلوم ہوتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ڈیو نے شاید میری بات پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی محبوبہ کے تصور میں گم ہو گیا تھا۔ ٹھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا کہ رات کے کھانے کے لیے کیا کھانے کی تمہارے پاس کرسی موجود ہے۔ نیز مطلب ہے کھانا تو خریدا جا سکتا ہے؟"

"ہاں، میرے پاس کافی رقم موجود ہے۔ تم اگر چاہو تو رقم مجھ سے لے سکتے ہو۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ میرے بچاے تمہیں میرا جہان بنا کر بھیجا لیکن میں کیا کروں دوگنہا میں ایسے ذرائع کوئی رہتے ہی نہیں کہ انسان آسانی سے اپنا بیٹ بھرنے کے اندر پھر مجھ جیسے شخص کے لیے تو یہاں کوئی ایسا انتقام نہیں ہے۔ اب تم خود سوچو وہ دوگنہا سے باز رہتے تھے نہ مارنے تو کیا کرتے۔ میں ان کی شراب پی گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"انسان کو اگر ٹھوڑی بہت شراب کی طلب ہو تو وہ کہاں سے حاصل کرے اس کے لیے باقاعدہ پلاننگ کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ میں نے پلاننگ کے ان کی شراب پی لی اور اس کے بعد یہ بات بھی میری پلاننگ ہی میں شامل تھی کہ دوگنہا میری مرمت کریں گے۔ چنانچہ ان شرطوں کو انہوں نے ایسا کیا اور تم ناواقفیت کی بنا پر میرے ہمدموں کے مالانہ میں نے مار کھانے کی بڑی مشق کی ہے۔ یہ حال تم سے کرسی تو میں کسی قیمت پر نہیں لوں گا۔ کچھ نہ کچھ بہت سی چیزیں امر لوں کے خلاف

ہوتی ہیں اندھ بنی کے بھی پھر اصول ہیں۔ میں کرشمہ کوں کا کرت
 کا کھانا تہا سے لیے لاسکوں ؟
 مجھے نہیں آتی تھی۔ میں نے اس کے شانے کو کھینکے ہوئے
 کہا۔ "نہیں ڈرینے میرے لیے تم باکل ٹکر مند نہ ہونا۔ میں کھانا
 باہر جا کر کھاؤں گا ؟"
 وہ کیا غضب سکر رہے ہو؟ کیا تہا باہر جانا مناسب ہوگا؟
 "ہو نہ ہو لیکن بہر طور کھانا میں باہر ہی کھاؤں گا۔ اور اگر
 تم نے اس کی تکلیف کی تو بلاوجہ حماقت کر دے گی ؟
 " چلو ٹھیک ہے اگر تم اور ارگرد رہے ہو تو عیسائے پسند
 کر دے گی ؟

"لو یہ تو ٹھیک ہی رقم کرو تو تہا سے کام لے گی سولے میں
 کل جمع تہا میں طوں کا۔ اگر کوئی وقت نہ ہو تو چاہتا ہے"
 "میں جاؤں ؟" ڈھٹیلے نے لوٹ کے کرچیب میں دیکھتے
 ہوئے ہمارا دروازہ سے مسکراتے ہوئے گون گون ہادی ڈھٹیلے کا لیلہ
 اور میں اس پن بجلی کے جانے وقوع کا جائزہ لینے لگا۔ گدی یا کی
 سمت بل ٹرو کے محافظ موجود ہو سکتے تھے کیونکہ وہاں بڑی بڑی
 گھنٹی بھارتیوں کی تھی۔ میں کوئی اور امن جھارتوں میں کسی کی نڈر ہاتھی
 چرسیدہ ہو سکتے تھے۔ بلکہ ڈھٹیلے نے چھاپا ہی کیا کہ مجھے ان کے
 بارے میں تفصیلات بتا دیں تاکہ میں طے نہ ہو اور چھیننے کے لیے
 کوئی جگہ درکار ہو۔ تو تقریباً میں اپنی جھارتوں کا رخ کرتا ہوا یہاں
 دوسری جانب سے باہر نکل کر میں بھی راست کی تاریکی میں چل پڑا
 یہاں میری سیدھے گہری شا اسباب ہی شخصیت تھی۔ بلا کاٹن
 لیکن اس وقت اس کے پاس کچھ پیچھے کے لیے بھی راستہ استعمال
 کرتا تھا۔

راست کافی ہو چکی تھی چنانچہ چاروں طرف سناٹا پھیل گیا تھا۔
 تاہم مجھے کوئی بھی اتارنا ڈر جان پھر ناظر آ تو میں ساکت ہو
 ہوا جاتا کہ کسی کی نگاہ مجھ پر نہ پڑ سکے۔ مجھے ہونٹوں تک پہنچنے
 میں کوئی وقت نہیں ہوئی اور اس کے عقبی دروازے سے میں
 اندر داخل ہو گیا۔ دوشی چل رہی تھی۔ دروازے پر پہنچ کر میں
 نے ہلکی سی دستک دی لیکن اندھ سے کوئی آواز نہیں سنائی تھی۔
 تب میں نے انگلی سے دروازے کو دھکیلا اور دروازہ کھل گیا
 ہلا اسٹین کرے میں ابھی موجود نہیں تھی۔ بہر طور میں نے دروازہ
 اس طرف بند کیا اور اطمینان سے اس کی مہربی پر بیٹھ گیا۔ دروازہ
 کا ہمان بنا ہوا تھا لیکن کبھی کیا جا سکتی تھی۔ تقریباً آدھے
 گھنٹے کے بعد ہلا اندر آئی اور بیٹھ دیکر کہ کھل چکی تھی۔ لیکن
 کہ تم ضرور آؤ گے ؟
 "وہ کیسے ہلا؟ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں نے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ میں ایسے کسی مسئلے میں الجھوں۔
 مجھے تو اپنا کام کے یہاں سے چلے جانا تھا۔ نہ جانے کہاں گئے
 بہت کدوہ قبل یاد آگے وہاں مجھے ایک سرکار کی حیثیت
 دے دی گئی تھی اور امید میں وابستہ کی گئی تھیں کہ میں اس قبیلے
 کا اصلاح کے لیے بہت کچھ کروں گا۔ لیکن وقت اس بات کی
 جلت کہاں دیتا ہے اور پھر میں تنہا تھا۔ بل ٹرو نے نہ جانے
 کیا سوچ کر اچھی ننگ مجھ پر ساتھ نہیں ڈالا تھا۔ لیکن جس قسم کے
 قہقہے اس کے ہاں سے میں سنتے تھا ان سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ
 وہ معمولی سے نہیں ہے۔

میں نے ہلا سے کہا۔ "تم نے مجھ سے بہت سی توقعات
 وابستہ کر لی ہیں ہلا۔ اگر میں تہا کی یہ توقعات پوری نہ کر سکا تو تمہیں
 بہت مزہ ہوگا ؟"
 "میری مطلب ہے ؟"
 "وہیں ایسے ہی کہہ رہا تھا۔ بیٹھے کو فریج کرنے کے بعد
 میرا خیال ہے یہاں کے حالات میرے لئے کافی خطرناک ہو گئے
 ہیں لیکن ہے اس کے بعد میں تہا سے ہونٹوں بھی نہ آسکوں ؟"
 "ہو گئی بہت ہی پریشان کن صورتحال پیش آجائے تو پھر
 یہاں آنے میں کھٹ مت کرنا۔ جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔"
 "ہلا یہاں دوگ میں تم نے کسی اور کا سہارا تلاش کرنے
 کی کوشش کیوں نہیں کی؟ میں نے کہا۔ ہلا خفا موش ہو گئی۔
 کافی دیر گزرنے کے باوجود اس نے اس بات کا جواب
 نہیں دیا تو میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "علاوہ تم مجھے اپنی ذہنی
 کیفیت کے بدلنے میں بتا چکی ہو لیکن کیا تم نے کبھی یہ بھی نہیں
 ٹھہری کیا کا اور کوئی تہا کی طرف متوجہ ہے ؟"
 "عدا اصل ان حالات میں ایسی باتوں پر توجہ دینے کی جلت
 کہاں ملتی ہے مگر بہتر ایک بہت ہی اہم قسم کا آدمی یہاں آ رہا
 ہے۔ سو وہ کسی کا ساتھ ہے۔ لیکن شاید وہ کسی کا سب سے
 مالک ہوگا۔ میں تم کوئی جوں کر وہ ذہنی طور پر مجھ سے متاثر
 ہے۔ لیکن تم خود سوچو کیا انسان کی ایسی شخصیت سے متاثر ہو سکتا
 ہے جس کی اپنی کوئی حیثیت ہی نہ ہو۔ میں ڈھٹیلے کی بات کر رہا ہوں۔
 جسے تم نے ان شرابیوں سے پہلے کے کرشمہ کی تھی ؟"
 "میرے خدا؟" میں اچھل پڑا۔ "تو ڈھٹیلے تم سے محبت کرتے۔
 اس نے مجھ سے اس بات کا ٹکڑہ لیا تھا کہ وہ کسی کو پیار کرتا ہے۔
 لیکن اس کا نام نہیں بتایا تھا اس لیے ؟"
 "وہ اس کا مقصد ہے کہ میرا اندازہ درست تھا۔ ہلانے
 کہا۔
 "میں سو فیصدی۔ ڈھٹیلے نے انتہائی افسردہ لہجہ میں کہا۔

میں نے اس کے ہاں سے کسی مسئلے میں الجھوں۔
 مجھے تو اپنا کام کے یہاں سے چلے جانا تھا۔ نہ جانے کہاں گئے
 بہت کدوہ قبل یاد آگے وہاں مجھے ایک سرکار کی حیثیت
 دے دی گئی تھی اور امید میں وابستہ کی گئی تھیں کہ میں اس قبیلے
 کا اصلاح کے لیے بہت کچھ کروں گا۔ لیکن وقت اس بات کی
 جلت کہاں دیتا ہے اور پھر میں تنہا تھا۔ بل ٹرو نے نہ جانے
 کیا سوچ کر اچھی ننگ مجھ پر ساتھ نہیں ڈالا تھا۔ لیکن جس قسم کے
 قہقہے اس کے ہاں سے میں سنتے تھا ان سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ
 وہ معمولی سے نہیں ہے۔
 "ہلا! ہمیں اتفاقات انتہائی نالاہل لوگ بھی ایسی عجیب و غریب
 صلاحیتوں کے مالک نکلتے آتے ہیں کہ ان پر یقین نہیں آتا ؟"
 "لیکن ڈھٹیلے میں ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ وہ بدلے
 دینے کا کھانا اور ہر اور بے نیت ہے۔ دوسروں کی چیزوں
 پر اس طرح ہاتھ صاف کر دیتا ہے کہ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔
 اور اس کے بعد اسے مار لیا جائے۔ پیٹ لیا جائے۔ اس نے
 اس کی مشق کی ہے وہ بھی اپنے جرم سے انکار نہیں کرتا۔ اس
 تم خود بتاؤ اگر کوئی تہا کی جلت سے کچھ نکال لے۔ اسے فریج
 کر دے۔ اور تہا سے سانسے صورت بنا کر آئیے۔ تو تم اس کے
 ساتھ زیادہ سے زیادہ کیا سلوک کر سکتے ہو؟ ڈھٹیلے اس صورتحال کو
 جانتے ہے کہ یہاں کے لوگ ایسی باتوں پر کیا کر سکتے ہیں۔ بہر طور
 یہاں تاؤن کی کوئی نہیں ہے۔ بلکہ یہاں کا تاؤن بل ٹرو کا تاؤن ہے
 لیکن اس کے باوجود جیسے ٹوٹے ٹوٹے ٹروں کو کوئی نہ لڑائی لڑنی چاہتی
 ہے۔ چنانچہ لوگ ڈھٹیلے کو قتل نہیں کرے۔ کیونکہ قتل کرنا ایک خطرناک
 بات ہے۔ اور جس کو قتل نہیں کر سکتے ہیں گرفتار ہو سکتا ہے۔
 ہاں اگر اسے بل ٹرو کی حمایت حاصل ہو جائے تو دوسری بات ہے۔
 لیکن بل ٹرو جیسا ایسے جھوٹے معاملے میں مداخلت کریں
 کرنے لگا ؟"
 مجھے نہیں چلنی۔ ڈھٹیلے کی شخصیت واقعی بے حد دلچسپ ہوتی
 جا رہی تھی۔ تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور اگر بیٹا ابھی
 ڈھٹیلے تم سے اپنا مارا اظہار عشق کر چکے ہیں ؟"
 "تم میں جو اتنا کر دوس میں جوتے اس کے سہرا پر مار دیں گے۔
 جسے ڈر بھی اوسر میں نہیں ہوگا؟ ہلانے کہا۔ اور بے اختیار میرا
 تہقیر کھل گیا۔ پھر میں نے کہا "اس کے علاوہ کبھی تو تم کچھ اور کر سکتی
 ہو پڑا ہے ؟"
 "کیا؟ میں نے مجھے گھورنے ہوئے کہا۔
 "ڈھٹیلے کی محبت کا اقرار اس کی محبت کو قبول ہی تو کر سکتی
 ہوتی ہے ؟"
 "کیسے بائیں کر رہے ہو پڑا؟ میں نے کہا۔

"میں بہت سی باتوں کا خود بخود یقین ہو جاتا ہے۔ میں ابھی
 واپس آتی ہوں لیکن تم نے کھانا نہیں کھایا ہوگا۔ آج میں نے
 تہا سے لیے مجھے خصوصی چیزیں بتا دی ہیں ؟"
 میں نے تعجب سے ہلا کو دیکھا۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ میں
 نے اس کے پاس جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہلا نے جن حالات سے
 میں گذرنا تھا ان کے تحت ممکن ہے، اس بات میں اس طرف
 نہ آتا۔ ہلا واپس آئی تو اس کے پاس کچھ چھل، کچھا، حمارن اور کچھ
 میٹھی چیزیں بھی تھیں۔ اس نے یہ تمام چیزیں میرے سامنے
 لگا دیں۔ اور پھر دروازہ بند کر کے خود بھی بیٹھ گئی۔
 میں نے سوچا تھا کہ کبھی کھانا تہا سے ساتھ کھاؤں گی ؟
 "کیا بات ہے ہلا، آج بہت خوش نظر آ رہی ہو ؟"
 "ہاں، تہا کی وجہ سے ؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا
 "کھانا شروع کرو پڑا۔ ٹھنڈا ہو جا سکا۔ میں نے مشکل بنا
 گرم کھا ہے۔"

کھانا کھاتے ہوئے میں نے ہلا سے اس کی خوشی کی وہ
 پوچھی تو وہ کہنے لگی۔ "تم نے دوگ میں ایک انوکھی حرکت پید
 کر دی ہے۔ شاید تم اس بات کا اندازہ نہ لگ سکتے ہو گے کہ دوگ
 کے رہنے والے بل ٹرو سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ لیکن اس
 کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تہا کو بل ٹرو وقت کو رکھتا ہے
 اور بل ٹرو تہا کو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکا۔ بلکہ اس نے اس کے ذہنی
 کے پیچھے بیٹھنے کی بڑی طرف مارا ہے۔ اسے اب ہونٹوں میں جلت
 بھی لوگ آئے ہیں۔ اس سب ہی کا مضمون ہے۔ وہ تہا سے باہر
 میں گفتگو کر رہے تھے اور طرح طرح کی دل ہلانے والی باتیں
 بھی کر رہے تھے۔ کچھ کا کہا تھا کہ بل ٹرو کا آخری وقت انگلی
 اور دوگ میں داخل ہوئے والا اپنی درحقیقت کوئی انسان تھا
 بلکہ آسمان سے اترا ہوا ایک ایسا فرشتہ ہے جو بالآخر دوگ کو بل ٹرو
 سے نجات دلا دے گا۔

میں نے متعجباً انداز میں ہلا کی صورت دیکھی تھی۔ ہلا
 نے مسکراتے ہوئے کہا "دوگ کے لوگوں کو بل ٹرو سے بچا
 دل ڈالنا زور لانا لیکن جب تم یہاں سے واپس جاؤ تو ہلا تہا
 ساتھ ہوگے۔ کیوں؟ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟"
 "نہیں ہلا لیکن کیا دوگ سے واپس جانا اتنا ہی آسان
 کام ہوگا ؟"
 "میں بھی دوسرے لوگوں سے متفق ہی ہوں۔ تم بل ٹرو کا
 خاتمہ کرنے کے بعد ہی یہاں سے جاؤ گے۔ اور اس وقت دوگ
 سے نکلنا کسی کے لیے مشکل نہیں ہوگا ؟"
 میں گہری سانس لے کر ہلا کو دیکھنے لگا۔ حماقت تھی اس کی۔
 "وہ کیسے ہلا؟ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں ملتا آگیا اس دوران بہتر نمونہ لگ گیا انہیں زیادہ پسند ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی عیب کوئی شخصیت تمہاری زندگی میں شامل ہو جائے تو تم دونوں دو گنہگار کے لئے کہہ سکتے ہو۔“

”تو بیٹی کے ساتھ کسی ایسے مستقل کا تعلق بھی نہیں کیا سکتا۔“

”اس کا ساتھ تو کیا ہی ہے جیسے دو گنہگار کی دلدلی تیر نہانا۔“

”بہن! میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے جو بیٹی کے اندر میں نے کچھ خوبیاں دیکھی ہیں وہ صرف اپنے ماحول سے برتر ہے۔“

”اسی بڑی کا شکار ہے وہ بھی جس کا تم شکار ہو ملتا! میرے خیال میں زندگی میں اگر انسان کو کسی بھی قیمت پر دلائل چلنے تو وہ برا محسوس نہیں ہوتا ہے۔“

”میں ڈوئن کی روکالت یا مکمل نہیں کر پا سکتا تھا۔ بارے میں سوچ رہا ہوں۔ ملتا اگر نہیں اور ڈوئن کو یہاں سے نکلنے کا موقع ملے تو میرا مشورہ ہے کہ ڈوئن کی رفاقت ہرگز قبول کر لینا۔“

”میرے ساتھ ڈوئن بھی نکلنے کا پروگرام رکھتا ہے۔“

”ہاں! بالکل اسی طرح جیسے تم۔“

”قریب یہی کہ باقی ہیں۔ اگر یہاں سے نکلنے کا موقع ملے تو نکلن ہے میں اس بارے میں کچھ سوچوں تمہارا اپنا پروگرام کیا ہے۔“

”کب تک یہاں قیام کا ارادہ رکھتے ہو؟“

”جب تک میرا مقصد پورا نہ ہو جائے یا میں نے جواب دیا۔“

”میں تم سے تمہارے مقصد کے بارے میں کبھی نہیں پوچھوں گی کیونکہ تمہارے کیا بات ہوئی تو تم نے اس قابل سمجھتے تو ضرور بتا دیتے۔“

”جہاں تک تمہارے قابل ہونے کا تعلق ہے ملتا! تو اگر میں یہ کہوں کہ وہ تک نہیں تم میری پہلی دوست ہو۔ تو غلط نہیں ہو گا۔“

”لیکن میرا مشن ایسا ہے کہ اگر اس کے بارے میں، میں نے زبان کھول دی تو تمہیں سب کچھ میں گرفتار ہو جاؤ گا۔“

”اور میں نہیں چاہتی کہ تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔“

”جسے پرسکون بیچ میں کہا۔ اور اس کے بعد کافی دیر تک وہ میرے پاس بیٹھی رہی۔ چہاں سے میرے لیے چوڑھ کر سستی تھی کیا تھا۔ آج میں کھانے کے لیے اس کا شکر گزار تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی۔ پتہ نہیں وہ کہاں سوتی تھی۔ لیکن بہر طور میں اپنے فرض سے غافل نہیں تھا۔ صبح ہونے سے پہلے نکل جانا ضروری تھا۔ تاکہ ہڈی کی پوزیشن مشکوک نہ ہو سکے۔ آج وہ رات تھی جب ڈوئن کار بوریاتی کوڑھ میں میٹنگ آئیڈ کرنے والی تھی اور بہر طور مارٹن ایرٹو کے سلسلے میں کام کر رہا تھی۔ چنانچہ میرا تیرے لیے سونے کی رات نہیں تھی۔ میں ڈوئن کو روکی طرف سے

کسی پیغام کا منتظر تھا۔ اس پیغام کے وصول ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ میرے ذہن میں ڈوئن کا بول چال آڈا بھری تھی۔

”وہ غزال کی تم میری آواز سن رہے ہو؟“

”سو فیصدی ڈوئن! میں تمہارا منتظر تھا۔“

”افسوس میرے پاس تمہارے لیے کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔“

”ڈوئن کا روبرو ایسے بیچ میں ویلی لاند میں چنک پڑا۔“

”قریب! ایک بات ہوئی ڈوئن جلدی تاؤ۔“

”نہیں نہیں! تھوڑی سی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل وہ میٹنگ ملتوی ہو گئی ہے۔ مارٹن ایرٹو اور دوسرے لوگ پرانی کوڑھ کی عمارت میں بیٹھ نہیں ہو سکے۔ عین وقت پر میرا گرم کینسل ہو گیا۔ میں نے تمام تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ اور اگر کوئی چیز آج یہاں آجملنا تو یقیناً بہتر سے مسئلے حل ہو جاتے۔ دوسرے لوگ پہنچ گئے تھے۔ لیکن عین وقت پر چھ اہلکاروں کی طرف سے اس میٹنگ کے ملتوی ہونے کا اعلان ہوا۔ مارٹن ایرٹو دوسرے سے یہاں پہنچا ہی نہیں۔“

”اوہ! یہ تو واقعی افسوسناک چیز ہے ڈوئن! اس کا مقصد ہے کہ اب ہم کا نیا پروگرام ہمارے علم میں نہیں آسکتا۔“

”نہیں موشرفانی، اس کے لیے تم فکر مت کرو۔ میں اپنا کام جاری رکھوں گی۔ بلاشبہ مارٹن ایرٹو یہاں نہیں مل سکا۔ لیکن وہ کتب تک ہماری نگاہوں سے لوجھل رہے گا۔ مارک ووڈ ایرٹو کی وہ عمارت تو میرے علم میں ہے۔ اور میں جانتی ہوں کہ کام کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ اگر مارٹن ایرٹو کو ایک باجی وہاں دیکھا گیا تو پھر یہاں تک کہ میں چوڑھ کر میں کاغذ اس سے بیٹھ جاؤں گی۔ اور مارٹن ایرٹو مجھے سے بھیجنا نہیں چھڑا سکے گا۔“

”ڈوئن! اس سلسلے میں تمہیں تمہارے خطرات بھی پیش آسکتے ہیں۔“

”نہیں غزال! اولیٰ عرض سے تمہا تھی۔ اور بلا تکرار کام کر رہی رہی تھی۔ اگر تم دو گنہگار میں ہوس کے سلسلے میں کچھ امیدوار حالات بتاتے ہو۔ تو اپنا کام اطمینان سے جاری رکھو۔ میں یہاں بالکل محفوظ ہوں۔ اور تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ جب تم لوگوں کو گئے تو میں تمہیں صحیح حالت میں ملوں گی۔ وہ حقیقت پکڑا لینے کے لیے اس کا ساتھ حاصل ہو جائے جن پر یہ پھیر دوسرے ہو کہ وہ تمہاری ہڈی کے اور تمہارا تختہ کریں گے۔ تو انسان خود خود سائل پسندی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ تمہارا دوسرے ہے یا اس کی ہو کر اسب کچھ کرنا ہے۔ اسے فوری کرنا ہے۔ تو پھر وہ زیادہ مستعد ہو گا۔ اور طاقتور ہوتا ہے۔ اس وقت میری یہی کیفیت ہے۔ چنانچہ تم بات کے لیے بالکل فکر مت کرو۔ میں یہاں محفوظ ہوں۔“

لا جائزہ لیتی رہی ہوں گی۔ تمہارا کام جاری رکھو۔ اور یہ تاؤ کیا لیوس کے بارے میں کوئی فکر نہ کرو۔“

”تمہیں دو دنوں! ابھی تک میں تمہیں کوئی امیدوار اصطلاح نہیں دے سکتا۔“

”فکر مت کرو۔ بہر طور میں کام کرنا ہے جہاں تک میرا خیال ہے اس ارکان کا اطلاعات غلط نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اس نے سونے ہوئے اس بارے میں بتایا تھا۔“

”تھک ہے ڈوئن! ابھی کچھ وقت یہاں ضرور صرف کرنا ہو گا اس کے بعد جیسے بھی صورت حال ہوتی اس کا اندازہ ہو جائے گا۔ میں مناسب وقت پر تم سے ڈوئن کی رابطہ قائم کر دوں گا۔ ہاں اگر کوئی وقت درمیان میں پیش آئے تو برونگے تمہیں اس بارے میں ضرور بتا دیتا۔“

”تھک ہے غزال! اب میں یہ سلسلہ غلطو متقل کی کہی ہوں۔ تم اطمینان سے اپنا کام جاری رکھو۔ ڈوئن کی آواز بند ہو گئی اور میں گہری سانس لے کر مہربانی پر ملتا ہوا گیا۔ بہر طور میں کہنا چاہتا تھا کہ ڈوئن کا روبرو مارٹن ایرٹو پر آسانی سے قابو پالے گی۔ پتہ نہیں جسے اس سلسلے میں کیا ضروریات پیش آئیں گی۔ چونکہ خود وہاں موجود نہیں تھا۔ اس لیے اس کی کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ضروری تھی کیا کیا جاسکتا تھا۔ یہاں وہ تک میں اگر بیوس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جاتی تو کام کرنے میں زیادہ غلط آتا۔ لیکن غزال کی نظر پتہ کار ایسا نہیں تھا کہ اس کے دل پر دنگ پہنچنے سے پہلے مجھے بیوس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں۔ حالات ایسے عجیب و غریب ہو گئے تھے کہ مل ٹیوٹو اور مارٹن کا بھی کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ کوئی ایسا قدم اٹھانا ہو گا جو بہر طور مجھے مل پڑے دنگ پہنچاؤ۔ خواہ کسی بھی شکل میں ہو۔ رات کو بچنے کے وقت نیندا لگنی۔“

صبح ٹھیک ساڑھے چھ بجے غزال نے کھل گئی تھی۔ یہ میری قوت ارادی تھی جس نے مجھے وقت پر جگا دیا تھا۔ تیار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں منہ ہاتھ دھو کے یہاں سے خاموش سے نکل گیا تھا۔ کیونکہ ہڈی کا کھجی بھڑکتی تھی چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ میں جانتا تھا کہ دو گنہگار کے کچھ ساڑھے چھ بجے کے بعد ہی جا سکتے ہیں۔ ساڑھے پانچ بجے کا وقت انہماں کا سب تھا اور میرے پوشیدہ ہونے کے لیے عید کا وہ کتا بھی جہاں بن گیا تھا۔ جی تو نہیں تھی۔ پرانی بینک میں اس کا استقبال کرنے کے لیے تیار تھی۔ ڈوئن یہاں میں گئے میں میرے آرام کے لیے بندوبست کر گیا تھا۔ بلاشبہ ہڈی کے اس کمرے سے کہیں زیادہ اچھا تھا۔ چہل قدمی میرے لیے مخصوص کیا تھا۔ جہاں بہترین ہوا چل رہی

تھی عید کا کتا میں بھیجی بھیجی ہو گیا۔ سب کا سہانا منظر بھی یہاں سے دیکھا جاسکتا تھا۔ تیز تیز تھوڑا سا بھر تھی اس لیے مجھے وقت نہیں دیا اور میں اس سونے کے پاس بیٹھ گیا۔ عید کا منظر عوام دیکھتا رہا۔ نئے نئے صورت آؤں اور کتے کوڑھ کی خوش آمدید کا سب پر ملتا رہے۔ کبھی کوئی کتا بھی پوچھ میں چل دیا اور وہ کتا ایک ٹیب سا عوامی ہوتا ہے۔ یہ سب میرے نہیں گنہگار تھی کہ وہاں کی چھاپہ سٹال کی عید کی چھاپہ سٹال سے ملنے۔ اندازہ لگا کر میرے دوست ڈوئن کے کھلے ماحول کو نہیں ہے۔ تیرے ہی ڈوئن کی اولاد کے لیے کچھ عید میں موجود ہو گئے۔

”ہاں ڈوئن! کیوں نہیں۔“

”میرے دوست ہے کہ تم آتی صبح جاگ جاتے ہو۔“

”میں نے ڈوئن کو بکھرا دیا۔“

”میں نے ڈوئن کو بکھرا دیا۔“

”آؤ! کتا! اے! اپنے جہان کے لیے بندوبست کر سکتا۔“

ڈوئن تھوڑی دیر بیٹھ گیا۔

میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ تم پھر میری صحت صبح یہاں پہنچنے کے لیے کیا میرے نہیں میں اس بات کا خیال تک نہیں تھا۔“

”تمہارے لیے کچھ ناشتہ ضرور صبح ہوا۔ صحت کو نا ڈوئن کے ذرا نکلنے کے بارے میں تم اچھے علم رکھتے ہو۔ چنانچہ جو کچھ تم نے اسے اپنے عزیز دوست کا بیوی کھا لیا تھا۔ اس نے میرے ساتھ ایک کتا کھاتے ہوئے کہا کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا سہارا ہوا۔“

میں نے تجھ سے ڈوئن کی طرف دیکھا اور اس نے مسکوتے ہوئے کہا۔ ”ہاں یہ میں کا کتا ہے میں نہیں تھا جس کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ حساب یہ اس میں ڈوئن کا کیا قصد کر رہا تھا۔ کتا کی ایسی بگڑ لگا گیا تھا کہ اس نے اسے اٹھانے میں کوئی وقت نہ ہوا اور میں جو ڈر گیا اس کی تاک میں تھا چنانچہ میرے کتنے کتا کہہ سکتے کسی اور کے پاس چلا جاتا۔“

میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے ڈوئن سے کہا۔ ”ڈوئن! بن تمام کرکول کی بجائے آؤ دو گنہگار اپنے لیے کوئی سہم کیوں نہیں پیدا کرتے؟“

”ایسی باتیں مت کرو کہ میرے اور تمہارے درمیان دوستی ختم ہو جائے۔ دو گنہگار تو ہلے چکے جو اس کے بعد بھی پھیر رکھتے ہو کہ کوئی شخص یہاں اپنے لیے کوئی سہم پیدا کر سکتا ہے۔“

میرا جواب تھا۔ ”وہ یہی مناسب ہے۔“

”دو گنہگار کے بعد۔۔۔۔۔“

"ہاں دوگ سے نکلنے کے بعد... جو حقیقت میرے دوست کو دینی کی شخصیت میں ہے کہ دوگ نے مجھے سمجھنا ہی نہیں سکتا۔ دوگ سے نکلنے کا معلق بہت سے لوگ کر سکتے ہیں لیکن یہ دوگ کو دینی ہی کی ذات ہے جو دوگ سے نکل سکتی ہے۔ لیکن میں یہاں سے جا رہا ہوں پاپا۔"

"کیوں؟"
"اس کی وجہ تمہیں تو ڈری بہت بتا چکا ہوں۔ اسے ناشتر کرو میں تو اتنی تیز رفتاری سے یہاں پہنچا ہوں کہ تمہیں کچھ ناشتر ملے اور تم جوں میں وقت صحیح کے وار ہے ہو دیکھو مرست سچا کہ ناشتر کس طرح حاصل کیا گیا۔ بہر حال یہ ناشتر ہے"

"تم بھی آجاؤ دینی؟ میں نے کہا۔
"نہیں ڈون کا تو دن بھر کی کوئی کارہا آدھا۔ دینی تے پکڑاؤں سے کہا اور اس کے بعد مد توں تانے میں میری مرست تو گئے۔ تانے کے معلق ہی میں تانے سے پرچھا۔ تم کو کیا کبہر سے تھے؟"

"میں نے تھی جست کو تہا نہیں پھر دیکھا کہ لے شک میں نے توں تکہ میں سے دل کی بات نہیں کہہ ہے لیکن کبہر نہ ہونی تو نہیں ہے۔ زمین کو اگر وہ تہا ہو جی جائے جسے کسی طرح تھہ پر ہر وہ معلقے تو کیا کوں گا؟ یہ کسی طرح دو مردوں کے کشتے اٹھا کر کھڑے کسے کشتے پیش کرتا رہوں گا۔ لیکن اگر ہم دونوں کو دوگ سے نکلے کا موقع مل جائے تو پھر دینی اسنا کارہہ نہیں مہرے گا۔"

"کیا وہ کرتے جو دینی ہے؟"

"کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ کہ اگر وہ بھی تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جاتے کا قصد کرتے تو تم کام کے ہونی میں چاہئے؟"

"دوست یہ بات قبل از وقت مفروضہ ہے اور مھل خیرتی کیونکہ جسے یہ بات معلوم نہ ہو کہ دوگ کا سب سے گھٹیا سب سے بڑا سب سے کارہ آوی اسے جانتا ہے۔ جھلا میرے ساتھ دوگ سے نکلنے کا قصد کیسے کر سکتی ہے؟"

"ممكن ہے دینی؟ اگر تم کہیں نہیں سے تکرار کرتے تو وہ تمہاری بات مان لیتی؟"

"بزرگ نہیں، میں جانتا ہوں کہ اس مذکورے کا نتیجہ کیا ہوتا۔"

"کیا ہوتا ہے؟"

"وہ اپنے پاؤں سے توجہ امانی اور میرے سر پر برساتنا شروع کر دیتی۔ کبہر سے میں جس کو تہا نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ دینی کی تہہ

شخصیت ہے؟"

"مجھے حیرت ہوئی کیونکہ بالکل ہی جگے جسے ملو گھر نہ کہے تھے۔ بہر حال اس موضوع پر میں نے مزید کوئی گفتگو نہیں کی۔ جب میں نے اطمینان سے ناشتر کرنا تو دینی ایک مدار سے پشت لگا کر بلاواسطہ ناشتر کر کے ہو۔ اس بات میں وہ اطلاع دینا چاہتا ہوں جس کے لیے اتفاقاً مجھے تمہارے پاس آنا پڑا۔"

"کوئی خاص اطلاع ہے کیا؟"

"خاص نہیں، انتہائی خاص ہے۔ دینی بلا اور میں دلچسپی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔"

"دیکھوں کیا بات ہے؟"

"ہیڑے مر گیا ہے۔ دینی نے امکان کیا اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔"

"ہیڑے وہی جس کی..."

"ہاں ہاں، وہی جس کی تم نے مرست کا تھی؟"

"کیوں کیسے؟"

"تمہاری مار کی تاب دلا کر اس کے زخموں نے اسے جانبر نہیں ہونے دیا۔"

"کیا کبہر سے ہو دینی؟"

"بالکل صحیح کبہر ہاں میرے دوست! لیکن تم ان سزاؤں کو نہیں جانتے ہیڈے کا کہہ دینی زخم ایسا نہیں تھا کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔ میں دینی سے کہتا ہوں کہ اسے ہلکے کیا گیا ہے۔"

"مگر کیوں؟ کس لیے؟"

"اس لیے کہ اس کی ہلاکت کا الزام تم پر عائد ہو جائے۔ دینی نے کہا اور میں شدت حیرت سے گنگ رہ گیا۔ کافی دیر تک میں بھی بیٹھی آنکھوں سے دینی کو دیکھتا رہا اور پھر شہ سے آہستہ سے کہا۔"

"وہی ہے بہت برا ہوا دینی؟"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ بہت بڑا سزاوار عمل تھا۔"

"مگر میرے اندازے کا حقیق ہے بل ٹیڑو تہا کی طرف سے کسی شک کا شکار ہے۔ اگر وہ تمہاری طرف سے کسی شک کا شکار ہو تو اب تک تمہارا کام کر چکا ہوتا۔ لیکن جلدے کیوں اسے تم پر ہاتھ دینا مناسب نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پولیس آفیسر بھی تمہاری واقعات ہمیں تھی۔ ممکن ہے بل ٹیڑو نے سوچا ہو کہ تعلق حکومت برطانیہ سے ہو۔ تم کوئی رٹا نوی جاسوس ہو یا وہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے مفروضے لگے کوئی دستخط ہو۔ بل ٹیڑو نے اسی لیے اس پبندی کا تجربہ

کیا اور تمہیں آزاد چھوڑ دیا۔ لیکن وہ تمہاری طرف سے غافل تھا۔ ہیڈے تمہارے ہاتھوں میں تو بل ٹیڑو نے اسے قتل کر اور اب تمہا ایک قاتل کی حیثیت رکھتے ہو۔ اس حیثیت سے

مقامی پولیس پر یہ فرض عائد ہو گیا ہے کہ وہ تمہیں گرفتار کر کے مرزا سے دے۔ اور یہ سزا بخاری کی کسی مملکت سے نہیں دی جائے گی بلکہ یہاں اس کا فیصلہ کر لیا جائے گا۔ کم از کم دوگ میں آج تک ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ اور اس سلسلے میں بل ٹیڑو یقیناً اپنے خصوصاً اختیار استعمال کر رہا ہے۔ چنانچہ میرے دوست اب تم قتل کے فخر میں بیٹھے جو دوگ کی مرزوں پر آزادانہ ایک قدم تمہیں اٹھا سکتے۔ بلکہ اس بات سے یہ بے ضروری ہو گیا ہے کہ فوراً دوگ سے نکل جاؤ یا پھر اپنے محفوظ گھرنے کوئی ایسا بندوبست کرو جو تمہیں اہل کی نگاہوں میں نہ آئے۔ دے۔"

"میں نے پریشانی سے لگا ہوا تھا کہ دینی کو یہ تو وہ مگر کیا۔ اور اگر اپنے طور پر کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آئے تو پھر دینی سے رجوع کرو؟"

"کیا مطلب ہے؟ میں نے مجھے ہونے اٹھا میں پوچھا۔"

"دینی بہت سے امراض کی دوا ہے۔ بشرطیکہ کوئی اسے سمجھنے پر تیار نہ ہو جائے۔ اور حقیقت اس باتہاری تلاش قانونی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور پولیس آفیسر پر لازم ہے کہ وہ نہیں تلاش کر کے گرفتار کرے۔ اس سلسلے میں تمہیں پچانے والا کم از کم دوگ میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ میرے خیال میں مرزا نے یہ بھی نہیں

کہا کہ ایک قاتل کا مدعا کر بھی قابل ہی تصور کیا جاتا ہے۔ جو گول پڑو نے دوہری چال چلے ہے۔ لیکن اس طرح وہ دوگ میں آزادانہ داخل ہونے والے اجنبی کا خاکہ تو بھی کر دیتا چاہتا ہے۔ اور دوگ کے لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف فرت بھی پیدا کر دیتے کا خواہش مند ہے۔ یہ دوہری چال اس سادہ کے علاوہ اور کون چل سکتا ہے۔ جس کا نام بل ٹیڑو ہے؟"

"ہاں! لیکن دینی تم میری اس سلسلے میں کیا رو کر سکتے ہو؟"

"میں تمہیں دوگ سے نکال سکتا ہوں؟"

"لوہا کر میں ابھی نہ نکلنا چاہوں تو؟"

"تو میں تمہارے پوشیدہ ہونے کے لیے ایک ایسا بندوبست کر سکتا ہوں جو کسی کے علم میں نہ آسکے۔"

"ہاں! کم از کم کیا بات ہے۔ وہ بندوبست کیا ہو سکتا ہے دینی؟" میں نے سوال کیا اور دینی بچر مگر لے لگا۔

"اس وقت اگر تم مگر لے سے پرہیز کرو تو میں تمہارا مگر لے نہیں کر دیتا۔ دینی تمہاری اس معاہدے کے جواب میں

میں بھی تمہیں کچھ دوں گا۔ وہ جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"تیرا مشین لائی آوی نہیں ہے۔ اگر تم مجھے دوگے تو دینی قبول کرے گا۔ اور تم سے کسی بات کا خواہاں نہیں رہے گا۔ میں نے تمہارے پوشیدہ ہونے کے لیے ایک بہترین حکم کا انتخاب

کیا ہے؟"
"کوئی کسی جگہ ہے وہ؟ میں نے پوچھا۔ بلا مشورہ دینی کے انکشاف نے مجھے حواس باختہ کر دیا تھا۔ اب میں دوگ کی مرزوں پر آزادانہ نہیں گھوم سکتا تھا۔ پہلے کی بات ذرا مختلف تھی۔ دینی چند لحاظ سے سجادہ باہر آئے نہ کہا۔ تم نے دو چھوٹے کاقدے بنا لیے۔ دو چھوٹے ہاتھک ماس کے ہارے میں لچکے نہیں کبہر سکتا لیکن دونوں ہی اپنے فکے ماہر تھے۔ ان میں سے ایک چور کے پاس سونے کے کٹے تھے جنہیں اس نے بار بار اپنے دوست کو دکھایا تھا اور اس کے دوست کے دل میں سونے کے ان سکوں کے معقول کی خواہش پیدا ہو گئی تھی۔ دونوں کا قیام ساتھ ہی تھا۔ لیکن کٹے حاصل کرنے کا خواہش مند چور کئی سالوں کے قیام کے بعد خود اپنے دوست کے لباس یا قیام کھ میں وہ کٹے تلاش نہ کر سکا۔ اسے شدید حیرت ہوئی تھی کہ آخر اس کا یہ دوست کٹے کہاں چھپا کر رکھ دیتا ہے کہ انتہائی تلاش کے باوجود اسے نہیں مل پاتے۔ بالآخر جب وہ ان کے حصول میں ناکام ہو گیا تو اس نے زنج بھر کہا۔ میں تمہارے سونے کے کٹے حاصل کرنے کے لیے کئی راتوں سے کوٹاں ہیں۔ اور اب اس بات کا امتزاج کر چکا ہوں کہ میں انہیں حاصل کرنے میں ناکام رہوں گا۔ بس تم مجھے حاضر و معذور بنا دو کہ وہ کٹے تم آفر چھپاتے کہاں ہو؟"

"تمہارے کوٹے کی جب میں دوسرے دوست نے جواب دیا۔"

"مطلب بتاؤ دینی مطلب ہے؟"

"مطلب یہ کہ اگر تمہیں بل ٹیڑو ہی کے مکان میں پوشیدہ رہنے کا موقع مل جائے تو کیا تمہیں تلاش کرنے والوں کے ذہن میں یہی بات آسکتی ہے؟"

"بل ٹیڑو کے مکان میں؟ میں نے تعجب سے کہا۔"

"کیا حقیقت کی بات کرو ہے دینی؟ مجھے بل ٹیڑو کے مکان میں داخل ہونے کا موقع کبھی ملے گا ہے؟"

"میں نے تم سے یہ بات بھی کہی تھی کہ دینی بہت سے امراض کی دوا ہے۔ بشرطیکہ کوئی اسے نہ نہخت کر لے؟"

"کیا مطلب ہے؟ کیا مطلب ہے۔ بل ٹیڑو نے وضاحت کر دیا۔ میں نے تعجب سے انداز میں کہا۔ دینی نے ایک ایسی بات کہی تھی جو میری دل خواہ تھی۔ بل ٹیڑو کے مکان میں داخلے کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر دینی ایسا کوئی ذریعہ بنا کر سکتا ہے تو یہ

"ہاں! میں ایسا ذریعہ پیدا کر سکتا ہوں؟ دینی نے کہا۔"

"تو میرے خیال میں ڈینی انہیں فوراً ہی بری کام کرنا چاہیے ہے"
 "فورا نہیں، اس کے لیے تینوں بہر حال راستہ کا اشتراک کرنا پڑے گا۔ ویسے یہ تینوں ایک ہی تہذیب سے ہیں۔ بلکہ حد درجہ ہونگے جسے کیونکہ جب چھیننے کے ٹکڑے کے لیے تو یہ تصور ذہن میں آئے تو اس طرف بھی خیال جاسکتا ہے۔ تاہم آج کل کا دن تو تہیں یہاں لگنا رہا ہی ہوگا۔ شام کو سو گھر ڈھونڈنے کے بعد میں تہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔ اور بل ٹیرو کے مکان میں پہنچاؤں گا۔"

بڑی سستی تیز رفتاری سے ڈینی کی جگہ کے بعد میں مسلسل اس بارے میں فکرمگن رہا۔ بل ٹیرو کے مکان میں پہنچ جانے کا مقصد یہ ہے کہ میری کسی تلاش میں آسانی ہو جائے گی۔ میں تو اس مکان میں داخل ہونے میں ہلکا سا ڈوب رہا تھا۔ لیکن اگر خفیہ طور پر اس کے انتہا کرنا ہے تو سوچنا پڑے گا۔ اسے ڈوبا تو ڈوب گیا۔ لیکن وہ کچھ دیر نہیں رہا۔ اس نے گنہگار بنا کر اپنے آپ کو اس نے قصبے کی خبریں سنائیں۔

"میری تلاش میں وہی کام چاہیے گا جو وہاں ہوتا ہے۔ جیسے کہ قتل کی تلاش کے لیے اپنے تمام تر وسائل اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی پولیس نے جائز اور جہاں موجود ہے، وہ میری تلاش میں مگر گڑھا ہے۔ مختلف لوگوں سے پوچھ گچھ کی جارہی تھی۔ میں نے ہلکا سا کھنڈی تھی بل ٹیرو۔ میں نے گردن ہلائی اور اب ہر سترے ہلا۔"

"ہلکا کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی ڈینی؟"
 "نہیں، ہاں، ہلکا ہلکا ڈینی نے تو چونک کر پوچھا۔ ہلکا میرے لیے بے حد اہمیت رکھتی ہے۔"

"تو تم بارے میں ڈینی کے لیے پوچھنے میں ہلکا ہٹ تھی۔"
 "ہاں، اس لیے کہ میرا دوست ڈینی اس سے ملنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"میں نے کہا اور ڈینی کو چہرہ ہونے لگا۔ میں نے کہا۔"

"مگر میں نے جلدی حالت خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔"

"مگر میں نے بات کیسے معلوم ہو گئی؟"
 "ہلاں، اور میں نے اس سے تمہارے سلسلے میں اور بھی بہت کچھ کہا۔"

"تو میرے خیال میں ڈینی انہیں فوراً ہی بری کام کرنا چاہیے ہے"
 "فورا نہیں، اس کے لیے تینوں بہر حال راستہ کا اشتراک کرنا پڑے گا۔ ویسے یہ تینوں ایک ہی تہذیب سے ہیں۔ بلکہ حد درجہ ہونگے جسے کیونکہ جب چھیننے کے ٹکڑے کے لیے تو یہ تصور ذہن میں آئے تو اس طرف بھی خیال جاسکتا ہے۔ تاہم آج کل کا دن تو تہیں یہاں لگنا رہا ہی ہوگا۔ شام کو سو گھر ڈھونڈنے کے بعد میں تہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔ اور بل ٹیرو کے مکان میں پہنچاؤں گا۔"

بڑی سستی تیز رفتاری سے ڈینی کی جگہ کے بعد میں مسلسل اس بارے میں فکرمگن رہا۔ بل ٹیرو کے مکان میں پہنچ جانے کا مقصد یہ ہے کہ میری کسی تلاش میں آسانی ہو جائے گی۔ میں تو اس مکان میں داخل ہونے میں ہلکا سا ڈوب رہا تھا۔ لیکن اگر خفیہ طور پر اس کے انتہا کرنا ہے تو سوچنا پڑے گا۔ اسے ڈوبا تو ڈوب گیا۔ لیکن وہ کچھ دیر نہیں رہا۔ اس نے گنہگار بنا کر اپنے آپ کو اس نے قصبے کی خبریں سنائیں۔

"میری تلاش میں وہی کام چاہیے گا جو وہاں ہوتا ہے۔ جیسے کہ قتل کی تلاش کے لیے اپنے تمام تر وسائل اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی پولیس نے جائز اور جہاں موجود ہے، وہ میری تلاش میں مگر گڑھا ہے۔ مختلف لوگوں سے پوچھ گچھ کی جارہی تھی۔ میں نے ہلکا سا کھنڈی تھی بل ٹیرو۔ میں نے گردن ہلائی اور اب ہر سترے ہلا۔"

"ہلکا کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی ڈینی؟"
 "نہیں، ہاں، ہلکا ہلکا ڈینی نے تو چونک کر پوچھا۔ ہلکا میرے لیے بے حد اہمیت رکھتی ہے۔"

"تو تم بارے میں ڈینی کے لیے پوچھنے میں ہلکا ہٹ تھی۔"
 "ہاں، اس لیے کہ میرا دوست ڈینی اس سے ملنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"میں نے کہا اور ڈینی کو چہرہ ہونے لگا۔ میں نے کہا۔"

"مگر میں نے جلدی حالت خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔"

"مگر میں نے بات کیسے معلوم ہو گئی؟"
 "ہلاں، اور میں نے اس سے تمہارے سلسلے میں اور بھی بہت کچھ کہا۔"

لیکن ہر طور زندگی گزارنے کے لیے انسان کو کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اور میں ذرا کچھ سوچ کا عادی ہوں۔ چھوٹا سا ایک این کر تار تیار ہوں۔ اور لوگ اس کے عوض مجھے مار پیٹتے ہیں۔ لیکن کبھی کوئی بری ضرورت پیش آئے تو ویلا دوگ سے کس کو شے میں یہ ضرورت پوری کروں۔ سوا لے بل ٹیرو کے اس مکان کے۔ چنانچہ کچھ کچھ میں یہاں آتا ہوں۔ اور اپنی ضرورت کی چیزیں یہاں سے حاصل کر لیتا ہوں۔ لیکن اتنی مقدار میں کہ میں ٹیرو کو ان کی گمشدگی کا احساس نہ ہو۔"

"ہڈلکا کی پناہ دینا، میں نے تجب سے ڈینی کی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔"

"اب آؤ زیادہ وقت گزارنا مناسب نہیں ہے۔"
 "سو رات تنگ تھا سائین آگے کا راستہ اتنا تنگ نہیں تھا۔ بہر حال میں گھنٹوں کے بل مینٹ کی کمرے چھدک چھدک کر چل رہے تھے۔ بس اتنی ہی جگہ تھی کھڑے ہو کر اس لیے مرگ میں سفر میں کیا جاسکتا تھا۔ آخر میں سو لگا کا فاصلہ واقعی غائب ہو گیا۔ چونکہ مینٹ آسٹین کی بہت کچھ تھی۔ مرگ میں گھنٹوں اور ڈیڑھ تار کی تھی۔ لیکن بالآخر اس کا اختتام ایک ایسے سو لگا پر ہوا جس کا دروازہ ڈینی نے خود کھولا تھا۔ لکڑی کا بنا ہوا یہ دروازہ ایک کٹھن اور وسیع کمرے میں کھلا تھا۔"

"یہ بل ٹیرو کی تمام کام میں بنا ہوا تہہ خانہ ہے۔ جہاں وہ کبھی آتا ہے۔ اس طرف سے دیکھو۔ یہ دیوار کے ٹیک کا سو لگا میں ہے۔ یہ تیار کیا ہے۔ اور جب یہ بند ہو جاتا ہے تو درجہ کی جانب سے کوئی زحمت نظر نہیں آتا۔ لیکن تم اسے توڑی ہوئی چند چھدک کے بعد کھول سکتے ہو۔ اور اس ہی راستے سے باہر آئے۔ اور اس کا علم ابھی تک کسی کو نہیں ہوا۔ بل ٹیرو اس کے کو اساتھی کو بھی نہیں۔ بل ٹیرو تصدیق نہیں کر سکا کہ اس نے خود تہہ خانہ بنایا ہے۔ وہ کسی اور کی نگاہ میں بھی ہے۔ یہاں سے اس دروازے سے باہر نکلے۔ تو تمہیں اوپر جانے کا راستہ مل جائے گا۔ بائیں سمت کی جانب باہری تہہ خانہ ہے اور باہری سمت ایک اور دروازہ بل ٹیرو کے مکان کے دوسرے حصوں میں جاتی ہے۔ ہنٹا دارا سطر قرار سے زیادہ بائیں سمت کی طرف سے رہ سکتا ہے کیونکہ اس کی طرف سے۔ اور انسان کی سب سے بڑی ضرورت اس میں موجود ہوتی ہے۔ بس ذرا احتیاط اور ہوشیاری سے۔ ان کے کاؤنٹر کے پاس ایک چھوٹا سا اساحتہ ہے جو کھلا ہے۔ عموماً کچن میں کام کرنے والا باہری کھالے پینے کی چیز اور وہیں رکھتا ہے۔ تاکہ ہوا لگتی رہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ

"اب اس طرف سے۔ اور انسان کی سب سے بڑی ضرورت اس میں موجود ہوتی ہے۔ بس ذرا احتیاط اور ہوشیاری سے۔ ان کے کاؤنٹر کے پاس ایک چھوٹا سا اساحتہ ہے جو کھلا ہے۔ عموماً کچن میں کام کرنے والا باہری کھالے پینے کی چیز اور وہیں رکھتا ہے۔ تاکہ ہوا لگتی رہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ

بھی وہاں موجود اسٹیا میر سے ہاتھ لگ جاتی ہیں۔ چنانچہ تم خود لاک کے لیے یہاں پیشان نہ ہو گے۔ باقی چھپنے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ اس تہہ خانے کی تمام چیزوں کو دیکھو۔ اور اگر تم کبھی سرنگانی حالات میں پوشیدہ ہونے کی کوشش کرو۔ تو بہت سی چیزیں تمہاری معاون ہوں گی۔ میں نے ایک نگاہ اس وسیع و عریض تہہ خانے پر ڈالی۔ اور ڈینی کا منہ رادار کے بولا۔ اس سے بڑا عالم تم میرے لیے اور کئی نہیں کر سکتے ڈینی۔"

"ٹھیک سے ٹھیک سے، اب میں جاؤں۔ وہاں بہت ملاقات اب اتنی آسان نہیں ہوگی۔ تاہم رات کے کسی بھی لمحے میں کوشش کروں گا کہ تم سے ملاقات کرنا ہو۔ آج نہیں لیکن کل رات تمہارا انتظار کروں گا۔ پھر تمہیں قصبے کے حالات سے باخبر رکھوں۔"

"اب یقیناً، ڈینی نے جواب دیا۔ اور وہ واپس اس سو لگا سے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے چھوٹا سا دروازہ بند کر دیا اور تہہ خانے میں کھڑے ہو کر کئی گھنٹوں میں لگا لگا یہاں آسٹین کا مقبول بندہ ست کیا گیا تھا۔ اور ڈینی بارے میں گھنٹوں کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ ڈینی کے ذریعے مجھے جو کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ وہ میرے تشدد سے بھی باہر کی چیز تھی۔ یہ تو میرا دل مقصد تھا کہ میں اس کی طرف بل ٹیرو کی۔ ہائٹ گاہ تک پہنچ جاؤں۔ اور اس کا کوئی ذرا دور دور تک موجود نہیں تھا۔ لیکن ایک ایسا کچھ ہی مشکل حل ہو گئی تھی۔ اور اس کے لیے میں ڈینی کا بندہ شکر گزار تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ بل ٹیرو نے یہ تہہ خانہ کس مقصد کے لیے بنوایا ہے۔ بہر حال یہاں کچھ اسکی شخصیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں آسانی ہوگی۔"

میں نے سب سے پہلے تہہ خانے کے داخلہ دروازہ کی جانب قدم بڑھائے۔ اور وہاں سے باہر نکلنے کے راستے کا جائزہ لینے لگا۔ پینڈر میٹریل درجہ تھیں اور اس کے بعد باہری سمت ایک بارڈری دو تک گئی تھی۔ اور بائیں سمت وہ چھوٹا سا اساحتہ تھا۔ جو بالآخر کچن پر جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ اور ڈینی کا یہ کتنا بھی غلط نہیں تھا۔ کیونکہ کچن لوگوں کی خوشبو میں یہاں سے بھی خوشبو کی جاسکتی تھی۔ میں واپس اپنی جگہ گیا۔ ابھی اتنا وقت نہیں جو تھا کہ میں باہر نکل کر صورتحال کا جائزہ لے سکتا لیکن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تہہ خانے میں رہ کر وقت نہیں ضائع کروں گا۔ بلکہ بل ٹیرو کے اس مکان میں لپوس کو تلاش کرنے کے لیے ہر وہ عمل کروں گا۔

جو میرے لیے ممکن ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فی الحال میں نے تہ خانے میں اپنے لیے ایسی جگہ تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں کسی رنگائی صورت حال کے تحت میں پوشیدہ ہو سکوں۔

تہ خانے میں چند لاریاں رکھی ہوئی تھیں کچھ اور ایسی چیزیں تھیں۔ ایک مسبری بھی تھی۔ اور ان تمام جگہوں پر میرے لیے اتنی گنجائش موجود تھی کہ ضرورت پڑنے پر میں کسی بھی جگہ پوشیدہ ہو سکتا تھا۔ تہ خانے کے دروازے پر میں نے خصوصی نگاہ رکھی تھی۔ تاکہ دھوکے سے نہ مارا جاؤں۔ اور اب اس کے بعد مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں بل ٹیرو کے مکان ہی تلاش کسی طرح لوں۔ اندازے کے مطابق رات کے تقریباً گیارہ یا ساڑھے گیارہ بج گئے تھے۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ عمارت میں مکمل خاموشی ہو جائے تو میں باہر نکلوں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کروں کہ اگر کسی نو قیدی یا بنا کر یہاں رکھا جائے تو کہاں رکھا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی میرے ہاتھ لگ جاتا تو میں اسے افواہ کے یہاں لانے میں بھی عار نہ محسوس کرتا۔ بہر طور جب یہاں تک آنے کا موقع مل گیا تھا تو پھر لیوس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔ میں ابھی اس غور و فکر میں تھا کہ دفعتاً مجھے تہ خانے کے دروازے کے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں نے پھرتی سے چھلانگ لگائی۔ اور اگاری تھی آڑ میں ہو گیا۔

آنے والا ایک دریاں جسمات کا آدمی تھا۔ ڈھیلے ڈھالے گاؤں میں بلوں سے تھکا تھکا سا ناظر رہا تھا۔ جب وہ اچھا خاصا تھا لیکن اس پر ایک گھبرائی سی طاری تھی۔ اندر آنے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا۔ اور پھر ایک کلام کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ تہ خانے میں تیز روشنی پھیل گئی تھی۔ یہ روشنی مختلف سمتوں میں لگی ہوئی لائٹوں کی تھی۔ آنے والا آرام کرسی پر بیٹھ کر چند لمحات اپنے بالوں میں انگلیاں پیرتا رہا پھر اس نے نزدیک رکھی ہوئی ایک کتاب اٹھالی۔ اور اسے درمیان سے کھول کر پڑھ لیا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اسے دیکھا۔ کیا یہ بل ٹیرو ہے۔؟ صورت شکل سے ٹھیک ٹھیک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ نہ کہیں دخت نہ درنگ بلکہ آنکھوں میں نیم غنودگی کی کیفیت تھی۔ جو مجھے غور و فکر کا پتہ دیتی تھی۔ وہ کتاب کی ورق گروائی کرتا رہا۔ اور میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اگر یہ بل ٹیرو ہے۔ تو اس کا مقصد ہے اب تک اس کے بارے میں کسی ہوئی کہیا نہیں تھی۔ مگر کم از کم یہ شخص دشمنی نہیں ہو سکتا تھا۔ حضور دیر

انسان اتنا ہی دشمن ہو سکتا ہے۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے سٹر! اگر تم مجھ سے تعاون پر آمادہ ہو۔ تو تم کو کسی بیکری خاص روٹ مل کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ تو یہی طرف سے بھی اس کا مکمل جواب ہے۔"

آؤ! ایٹھ جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تم جی دوگ کے بیٹے اپنے تمام افراد کی طرح میرے سلسلے میں غلط فہمیوں کا شکار ہو گے۔ دیکھو دوست! تم کو کوئی تہاں ہے۔ تو تم سے تہاں نہاں کیا جانتا ہوں کہ میرے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر تم سے دوام سے ساتھ آؤ تو تم کو بڑھتی حد تک میری ذات سے کوئی خاص دشمنی نہ ہو۔

"اس بات کا اعتراف نہیں کروئے کہ تم بل ٹیرو ہو۔"

"ہاں! میں ہی بل ٹیرو ہوں!"

"ٹھیک ہے سٹر! بل ٹیرو! میں آپ سے اس وقت تک تعاون کروں گا۔ جب تک آپ کوئی غلط حرکت نہیں کرتے۔"

"یہ بتول مری جیب میں سے اور میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے نہیں ہو گے۔ بیٹرو! آؤ بیٹو جاؤ پلیر! اس نے زہم لپی میں کہا۔ اور خود چلتا ہوا۔ میرے دو ہتھ پڑ گیا۔ ہلستے پڑی ہوئی کرسی میں نے ہلکے سے لپٹنے کے لیے منتخب کر لی تھی، لیکن پھر پھر توں کے سپاہی ٹوٹ سے تھے۔ میں درحقیقت اس شخص کو کچھ نہیں پایا تھا۔

وہ اپنی چوٹی چمکی آکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ چہ اس نے کہا: "تم دوگ میں داخل ہونے والے وہی اجنبی ہو ناہیں کے چرچے عام ہیں!"

"شاید! میں نے جواب دیا۔

"ہاں! کیونکہ تمہارے علاوہ فی الحال دوگ میں کوئی اور اجنبی نہیں ہے!"

"ٹھیک ہے! میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں وہی ہوں۔"

"اب اپنے دوگ میں داخل ہونے کی وجہ سے بتادو۔ یہاں صرف اتفاقاً یہ طور پر گھس گئے ہو۔ یا یہاں آنے کا کوئی مقصد بھی ہے۔"

"اس سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔؟"

"مکان سے میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں۔"

"مٹر بل ٹیرو! پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ دوگ میں تمہارے بارے میں جو کہا نہیں عام ہیں۔ ان کی کیا حقیقت ہے۔؟ کیونکہ ان کہانیوں کے برعکس میں تمہیں مختلف پایا ہوں!"

"کاش! میں نہیں اتنی آسانی سے یہ سب کچھ بتا سکتا۔"

"اگر تم مجھے بتاؤ پلیر! تو ایک بات کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یقین کیسے کروں۔؟ اس نے سوال کیا۔

"ہاں! اس سلسلے میں میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر تم اپنے ہاں آنے کی وجہ سے بتادو۔ تو شاید میری زبان کچھ کھلے جائے۔ عیا قرآن تیرے طور پر یہاں آتا ہے۔؟ یا تمہارے پیش نگاہ کوئی مقصد ہے۔؟"

"نہیں! میں ایک مقصد ہی کے تحت دوگ میں داخل ہوا ہوں۔ اور اب جب تم سے ملاقات ہو گئی ہے۔ تو یہ کہنے میں عارضی نہیں جھٹکا کہ تم ہی میرا مارا گٹ ہو!"

"میں جانتا ہوں۔ دوگ میں اگر کوئی شخص انتہائی جذبہ لے کر آئے گا تو وہ بل ٹیرو ہی کے خلاف ہوگا۔ کوئی بھی کسی دوسرے کا نام نہیں لے گا۔ تاہم تمہیں مجھ سے کیا دشمنی یا پرخاش ہے۔ مجھے قتل کرنے کے ہو۔ یا کوئی اور مقصد ہے تمہارا۔؟"

"نہیں! پہلے ایک بات کا جواب دو۔ مارٹن ایٹرو کو جانتے ہو۔؟" میں نے پوچھا اور میری نگاہیں بل ٹیرو کے چہرے پر جم گئیں۔

"ہاں! صرف نام کی حد تک۔ بل ٹیرو نے جواب دیا۔ اور اب میرے دل پر ان ہونے کی باری تھی۔

"صرف نام کی حد تک۔ یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے۔ کیا ہے۔؟"

"نہیں! میں یہ نہیں جانتا۔ مجھے اس کا نام بتایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ اگر کسی اس شخص کے سلسلے میں کوئی اطلاع موصول ہو۔ تو میں اسے آگے بڑھا دوں!"

"آگے۔؟"

"اس کا جواب ابھی نہیں دلوں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ مارٹن ایٹرو سے تمہارا کیا تعلق ہے۔ اور تم اس نام کو کیسے جانتے ہو۔؟"

"مارٹن ایٹرو کی تہاں میں ایک شخص تھا اور اس کا نام لیوس ہے۔ لیوس میرے اخص دوست ہے اور میں اس ہی کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ مٹر بل ٹیرو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ مارٹن ایٹرو نے لیوس کو تمہارے پاس رکھا ہے۔ اور تم اس کے بکران ہونے میں یہاں لیوس کو آزاد کرنے کے لیے آیا ہوں۔ اور اس کے لیے میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جو میرے بس ہیں ہو!"

"یہ لیوس ہے کیا چیر۔؟ اور مارٹن ایٹرو کے لیے کیا

اہمیت رکھتا ہے؟
 یہ بات میں نہیں جانتا کہ وہ ماٹرن ایٹرو کے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے، لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ماٹرن ایٹرو نے اپنے بارے میں محفوظ کیا ہے۔
 ”اس کا کلیہ اس کی شکل و صورت؟“ بل ٹیرو نے سوال کیا۔

”میں اس کی صورت دیکھنے لگا۔ یہ سوال تمہیں سنا۔ کیوں کر رہے؟“ بل ٹیرو نے کہا۔

”اس لیے میرے دوست اکثر میں نے لیوس نامی کسی شخص کو آج تک نہیں دیکھا۔ ہاں اس بات کے امکانات ہیں کہ میں قید خانے کا جاننے والوں میں جانا ہوں کہ اگر ماٹرن ایٹرو نے کسی شخص کو میری تحویل میں دیا ہے تو وہ کہاں قید ہوگا؟“

”میں متوجہ انداز میں بل ٹیرو کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔
 ”شاید تم سے میری چالاکی تصور کرو یا غلط سیانی میں دن حالات کا شکار ہوں۔ ان کے بارے میں کسی سے کہہ سکتی نہیں سکتا۔ وہ حقیقت میرے دوست بل ٹیرو کا ایک نام ہے۔ جو قصبے کے لوگوں کو فروزہ کرتا ہے۔ اور ان کے خلاف ہونے والی سرکاریوں میں بل ٹیرو ہی پیش پیش ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات ان کا رویوں کے بارے میں بل ٹیرو کو کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ وہ اپنے نام کے ساتھ نفرت محسوس کرتا ہے۔ لیکن کسی کو یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ بدلتا ہوا ان تمام کاروائیوں میں ملوث نہیں ہے۔“

اب میں شدید حیران ہو گیا تھا۔ میں نے چند لمحوں تک بل ٹیرو کی صورت دیکھی، اور دفتار میں نے اپنی ذہنی قوتیں اس پر ڈکڑ کر دیں۔ میں نے جانا چاہتا تھا کہ بل ٹیرو کچھ کہا، اسے حقیقت ہے یا پھر وہ فریب سے کہا ہے۔ لیکن یہ جان کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ اس وقت وہ چوٹ نہیں بول رہا تھا، بلکہ اس کا ذہن پچاسیاں اگل رہا تھا۔ تب میں نے اس سے کہا۔

”لیکن مسٹر بل ٹیرو! اس کے پس پشت کون ہے؟“
 ”ایک ایسی شخصیت جو انتہائی دشمنی اور خوفناک ہے۔ تم اس سے لوگے تو محسوس کرو گے کہ اس سے زیادہ میری اور شریف انسان اور کوئی نہیں ہے۔ وہ ہر درجے کے لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ در پردہ دشمن اور زندگی کا ایک ہتھیار ہوتا ہے۔ اس شخص کا

نام سلیری ہے۔ وہ حقیقت ماٹرن ایٹرو کے تعلقات سلیری ہی سے ہیں۔ اور میں صرف سلیری کا آلہ کار ہوں۔ سلیری اپنے آپ کو لوگوں میں میرا مخالف قرار دیتا ہے، اسے کچھ بیرون قوتیں بھی حاصل ہیں، جن کی بنیاد پر اس نے اعلان کیا ہوا ہے کہ اگر کبھی بل ٹیرو اس کا مقابلہ ہوا تو اسے بدترین شکست کاسا، ناکر ہڑتے کا۔ بغیر واقعات سلیری کی طرف سے ہوتے ہیں۔ میں بل ٹیرو کے اور اس کے آدمیوں میں تصدق نہیں ہے۔ اور بالآخر یہ تصادم کسی ذمہ کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس دن قصبے کے لوگ یہ جان گئے ہیں کہ سلیری کسی بھی طرح بل ٹیرو سے کم نہیں ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ سلیری کا تیری ہوں۔ قصبے کے لوگ اپنے آپ کو بل ٹیرو کا قیدی سمجھتے ہیں، لیکن یہ نہیں جانتے کہ بل ٹیرو وہی ایک غلط شخصیت ہے۔ مجھے سرائیے مرحلے پر مشغول رہا تو اس کی مدد کرنا ہے۔ جو قصبے کے لوگوں کے لیے خوف و ہراس باعث ہے۔ سلیری بعض لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ اور بل ٹیرو پر فوقیت کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ کاش! کوئی یہ جان سکے کہ بل ٹیرو خود کتنا مجبور ہے؟“

میری آنکھیں شدت حیرت سے مسلسل بھی ہوئی تھی اس الزومے انکشاف نے واقعہ بھی پر ایک عجیب سا اثر تھا۔ سلیری کے بارے میں جو کہانیاں اب تک منظر پر آئیں تھیں، ان کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم تھی، جو بدلنے نہیں ہے یہی کہا تھا کہ اگر مجھے سلیری کی مدد چاہے تو جانا تو شاید دوگ میں میرے لیے مشکلات نہ رہیں لیکن یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ بڑا عجیب تھا، کاش میری سلیری سے پہلے بل ٹیرو ہوتا۔ بل ٹیرو تھوڑی دیر خاموش رہا پھر لولا گیا تب میں نے اس کی بات ریقین کیا۔
 ”مسٹر بل ٹیرو! آپ کی شخصیت کو دیکھتے ہو۔ تجا نے کیوں میرا دل گواہی دیتا ہے کہ آپ کچھ کہہ رہے ہیں؟ وہ غلط نہیں ہے۔“

”ہاں میرے دوست! یقین کرو۔ وہ سب کچھ غلط نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ سلیری سے تمہارا کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ کبھی میں اپنے آپ کو بالکل آزاد چھوڑ دوں۔ جو خدشے سے بے نیاز ہو کر رہتا ہوں۔“

”لیکن مسٹر بل ٹیرو! آپ سلیری کے سامنے اس قدر مجبور کیوں ہیں؟“

”اس لیے کہ وہ ایک دشمنی دہندہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں دن میں نے اس کے معاملات سے اختلاف کیا، وہ دن میری زندگی کا آخری دن ہو گا۔ سلیری نے اس کے لیے بہترین انتظامات کر رکھے ہیں، وہ اپنے ہاتھوں سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ لیکن مجھ سے نفرت کرنے والے قصبے کے تمام لوگ مجھ پر جھڑک رہے ہیں۔ اور یہ سے خاندان کی تکالیف کو بردہں گے۔ اس کا مظاہرہ ایک بار بھی چکا ہے۔ سلیری نے صورتحال کو سنبھالا تھا۔ دن شاید میں اس دنیا میں موجود نہ ہوتا۔ لیکن یہ صرف ایک جھلک تھی، جس کے ذریعے اس نے مجھ سے بتایا تھا کہ وہ یہاں کیا کر سکتا ہے۔ میری آواز بالکل محدود ہے۔ میرا دوست! کاش تم میری بات ریقین کر سکو۔ میں وہ نہیں ہوں جو دنیا مجھے سمجھتی ہے۔ بلکہ میں صرف ایک انسان ہوں۔ ان حالات کی روشنی میں اگر تم میرے لیے دل میں کوئی بات رکھتے ہو، یا جیسا کہ تم نے کہا، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارا کسی ساتھی کو میں نے قید کر رکھا ہے۔ تو جو ساک چاہو۔ میرے ساتھ کر سکتے ہو۔ اور اگر نہیں تو پھر تمہیں۔ یہی ایک مدد کرنا ہوگی۔“

”میں نہیں جانتا کہ سلیری تم سے کیا چاہتا ہے۔ اور اس نے کیوں تمہیں اتنی آزادی دی ہوئی ہے۔ لیکن بہ طور کچھ نہ کچھ بات ضرور ہے۔ تم اگر سلیری سے مجھے خاتہ خلاصہ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو کچھ تم چاہو گے، وہی کروں گا۔ میری وہی خواہش تھی کہ میں کوئی ایسا شخص دریافت کروں جو سلیری کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال دے۔ سلیری اپنی ہی کسی سازش کا شکار ہو جائے۔ کاش! یہ کام میں تم سے لے سکوں۔“

میں نے ایک بار پھر بل ٹیرو کی ذہنی کیفیت کو ٹولا۔ اور میری تمام تر ذہنی قوتوں نے انکشاف کیا کہ وہ بالکل سچ بل رہا ہے۔ وہی سچ ہے اس کے ذہن و دل میں ہے، جو وہ اپنی زبان سے ادا کر رہا ہے۔ اور یہی صورتحال میرے لیے بہ طور دلچسپ تھی، اگر میں واقعی بل ٹیرو کی مدد پر آمادہ ہو جاؤں تو سلیری کی چالیں اسی پر لٹی جاسکتی ہیں۔ میں چند لمحوں خاموش رہ کر حالات پر غور کرتا رہا، کم از کم یہ بات میں اچھی طرح جان گیا تھا کہ بل ٹیرو جھوٹ نہیں بول رہا۔ صورتحال کا اندازہ کرنے سے تفصیلات بھی سمجھ میں آئی تھیں۔ سلیری نے اپنے آپ کو ایک دلچسپ انسان کی حیثیت سے دوگ میں رکھا تھا، اس نے اپنے آپ کو ایک طاقتور

شخصیت بھی بنا کر پیش کیا تھا، اور بل ٹیرو کے مظالم کے خلاف وہ لوگوں کی مدد بھی کرتا رہتا تھا، اس کے تاثرات ہر جگہ پائے جاتے تھے۔ بل ٹیرو کو اس نے آواز کا ہر نادر و گہرا گہرا بند بڑی کر لی تھی۔ لیکن اس کی مرضی کے خلاف کوئی نہ داخل ہو سکے، اور اگر کبھی کوئی تیری مصیبت آجائے، تو اس کا ذمہ دار بل ٹیرو ہی قرار پائے، وہ دوگ میں کیا کر رہا تھا، اس کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اور نہ مجھے اس سے کچھ بھی تھی، لیکن اب اس بات پر مجھے یقین ہوا کہ لیوس اسی قصبے میں ہے، تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔

”مسٹر بل ٹیرو! آپ نے جو کچھ کہا۔ مجھے اس پر کوئی شبہ نہیں ہے، اور میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہوں، یقیناً سلیری کے بارے میں آپ بہت کچھ جانتے ہوں گے۔ میرا خیال ہے ہم اس موضوع پر گفتگو کر کے تمام حالات طے کیے لیتے ہیں۔ میری خواہش صرف اتنی ہے کہ میں لیوس کو یہاں سے لے جاؤں، اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔“

”یقیناً اگر اس نام کا کوئی شخص سلیری کا قیدی ہے تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں دوست! اگر اسے حاصل کرنے میں تمہاری پوری پوری مدد کروں گا۔ بلکہ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ میں تمہیں بہت جلد معلومات حاصل کر کے یہ اطلاع دوں کہ ایسی کوئی شخصیت سلیری کے قصبے میں ہے یا نہیں۔ لیکن اس کے عوض تمہیں مجھے اور دوگ کو سلیری سے نجات دلانا ہوگی، اور یہ کام تم ہی کر سکتے ہو، کیونکہ تمہارے بارے میں اب تک جو باتیں میرے علم میں آئی ہیں، ان سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم میں کلمہ کرنے کی بہترین صلاحیتیں موجود ہیں۔ اور تم اپنا تحفظ بھی کر سکتے ہو۔ اس بات پر بھی پورا پورا اطمینان رکھو کہ بل ٹیرو کی حیثیت سے میں تمہاری جتنی مدد کر سکتا ہوں، دوگ میں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔“

”میں جانتا ہوں۔ ڈیڑھ بل ٹیرو! میں جانتا ہوں، میں نے پرخانی انداز میں گمان ہلاتے ہوئے کہا۔ حالات عجیب و غریب طرح اختیار کر گئے تھے، ذہنی نے مجھے بل ٹیرو کی اس راسخ گاہ پر اس لیے بھیجا تھا کہ میں ذہن کے گڑھ میں رہ کر اپنا تحفظ کر سکوں، لیکن ذہن کی بات یہ تھی کہ چند ہی گھنٹے کے اندر اندر حالات بالکل تبدیل ہو گئے تھے، اور اب میں ایک دور کی حیثیت سے بل ٹیرو

کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس بل ٹیرو کے سامنے جس کا نام لیتے ہوئے لوگ خوف سے کانپنے لگتے تھے۔ اس سلسلے میں بھی بہت سے سوالات میرے ذہن میں تھے۔ جن کی وضاحت میں نے بل ٹیرو سے کر لی۔

”تم جب ایک وحشی اوطاق اور انسان کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آتے ہو بل ٹیرو، تو انہیں اس بات کا پتہ کیوں نہیں چلتا کہ تم ذہنی طور پر وہ نہیں ہو جو وہ لوگ سمجھتے ہیں؟“

”پتہ کیسے چلے گا۔ جب میں اس کا اظہار ہی نہ ہونے دوں گا۔ اور میری زندگی اسی میں ہے کہ میں ان پر اس کا اظہار نہ ہونے دوں۔“ بل ٹیرو نے جواب دیا۔

”میں صورتحال کو سمجھ گیا ہوں۔ ڈیڑھ بل ٹیرو اور کہیں اطمینان دلا چکا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔ سلیڑی کے بیرونی وسائل کیا ہیں۔ یہ بات تو میں بھی نہیں جانتا لیکن بہرطور اتنا جو سکتا ہے کہ میں دوگ کر سلیڑی سے نجات دلا دوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب مجھے کرنا کیا چاہیے۔ تم اس سلسلے میں میری کس طرح مدد کر سکتے ہو؟“

”ہم لوگ بیٹھ کر بلائیٹنگ کے لیے ہیں۔ اب مجھے اس بات کا جواب دے دو کہ تمہیں تک کیسے پہنچے۔“

”میں ایک خفیہ راستے سے تمہارے اس تہ خانے میں داخل ہوا ہوں۔ جس کا علم یقیناً تمہیں بھی نہیں ہوگا؟“

”کیا مطلب۔؟ کیا اس تہ خانے میں داخل ہونے کا کوئی خفیہ راستہ بھی موجود ہے؟“

”ہاں۔“ میں نے بل ٹیرو کو اس خفیہ راستے کے بارے میں بتایا۔ بلکہ وہ سرنگ کے آخری سرے تک پہنچ کر یہ راستہ دیکھ کر بھی آیا۔ وہ شدید حیران تھا۔ پھر اس نے کہا: ”اور یہ راستہ تم نے بنایا ہے۔“

”نہیں! بلکہ اسے صرف میری دریافت سمجھو۔ کس نے بنایا ہے۔ اور کیوں بنایا ہے۔ اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔“

”میں نے تمہاری اس بات پر یقین نہیں کیا۔ تاہم اگر تم نہیں بتانا چاہتے تو اس میں کوئی مصلحت ہی ہوگی، چھٹو اب میں اس بارے میں اذیت نہیں پوچھنا چاہتا۔ میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ اس وقت تم ایک قاتل کی حیثیت سے بل ٹیرو کے مجرم ہو۔ یا بل ٹیرو کے نہ ہی تو دوگ کے مجرم ہو گئے۔ یہ اندازہ بھی ہے کہ یہ قتل درحقیقت تم نے نہیں کیا کیونکہ

اگر تم نے کہا ہوتا تو سلیڑی کی طرف سے مجھے یہ اصطلاح ملتی کہ تم قاتل بن چکے ہو۔ اور اب میں تمہیں گرفتار کر کے فوراً ہی ختم کر دوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ چال سلیڑی نے تمہارے خلاف چلی ہے۔ ڈکی کام بہت خطرناک آدمی ہے۔ وہ میرا ہی ساتھی ہے۔ لیکن اسے حقیقتوں کا علم نہیں ہے۔ اس کے لیے اس اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا بھیجتا ہمارے ہاتھوں موت کا نشانہ ہو گا ہے۔ یہاں اس سلسلے میں یہ میری موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اور اس کا فیصلہ مجھے ہی کرنا ہو گا۔ سلیڑی پر یہ ظاہر کرنے کے لیے صبر سے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا رابطہ نہیں ہے ایک تفریق کار میرے ذہن میں آیا ہے۔ وہ یہ کہ میں تمہیں، ہمدردیوں اور پھانسی پر چڑھا دوں۔ بل ٹیرو نے کہا اور میں چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔ بل ٹیرو مسکرا دیا تھا۔

”ہاں تمہیں کسی بھی جگہ سے گرفتار کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد تمہیں پھانسی کی سزا دے دی جائے گی۔ اس طرح تمہارا قصہ ختم ہو جائے گا۔ اور سلیڑی تمہاری طرف سے بالکل غافل ہو جائے گا۔ وہ یہی سوچے گا کہ تمہارا نشانہ میرے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد وہ مطمئن ہو جائے گا۔ تب ہی تمہیں اس کے خلاف آسانی سے کارروائی کر سکتے ہیں۔“

”لیکن پھانسی؟“

”ہاں میرے دوست اس پھانسی کی تمام تر فائدہ داری سمجھ چو ہوگی۔ اور تم اس بات پر مکمل طور پر اطمینان رکھو کہ تمہیں وہ پھانسی نہیں دی جائے گی۔“

”ادھ اس کا مقصد ہے کہ مجھے ایک خطرناک ہول لینا پڑے گا۔“

”اگر مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔ اس میں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔ تم بل ٹیرو کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ سلیڑی کو اس بات کا شہ بھی نہیں ہو سکتا گا کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ وہ تمہاری طرف سے مطمئن ہو جائے گا۔ دوگ کے کسی اجنبی کا ہمدرد ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد ہم جس انداز میں کام کریں گے۔ وہ بلاشبہ ہمیں کامیابی سے ہلکا کرے گا۔“

بات قابل غور تھی۔ بل ٹیرو نے مجھ سے کہا کہ میں اگر جاؤں۔ تو اس پر بھی غور کر سکتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میری گرفتاری کے لیے ایک دو دن اور لگ جائیں گے۔ اگر میں اس بات کو مناسب سمجھوں تو ٹھیک ہے ورنہ بل ٹیرو

صادق حسین صدیقی عک کا جائزہ

میں نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے یہ کارروائی قبول کی ہے۔ اگر خدا کو میری زندگی منظور نہیں ہے تو پھر یوں ہی ہی صبح کو جاگا تو ناشتہ موجود تھا۔ پتہ نہیں رات کے کون سے حصے میں یہ بندوبست کیا گیا تھا۔ جب کہ میں تو ٹھیک سے سو بھی نہیں سکا تھا۔ تاہم ناشتہ کرنا ضروری تھا۔ اور ناشتہ کے بعد اس سرنگ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ بیچارے ٹیرو نے اپنی انتہا میں میرے لیے انتہائی

تعمیر بنو مدت کیا تھا لیکن تھکانا تو ہی ہو گیا۔ آہستہ آہستہ گرفتاری کی خبر سن کر وہ درود بھی پڑانی بن چکی۔ لے تو یہ بھی پتہ نہیں چل کے گا کہ میں پڑانی بن چکی ہوں گیا تھا۔ میں وہیں پہنچ گیا جہاں میں پچھلی دورا توں سے چھپا ہوا تھا۔ ایک بار دل چاہا کہ بلند سے ملاقات بھی کروں لیکن پھر اپنی اس حماقت پر خود ہی ہنسی آئی۔ اس میں دنیا سے رخصت تو نہیں ہو رہا تھا۔ اگر پھانسی کے پھندے تک پہنچے ہوئے یہ احساس ہو گیا کہ میں سائرس کا شکار ہوا ہوں تب بھی جدوجہد کر دینا چاہیے۔ اور کچھ نہ کچھ کر کے ہی دم لوں گا۔ لیکن بہرطور یہ انتہائی سستی خیز لمحات تھے۔ اگر اس طرح مجھے کامیابی حاصل ہو جائے۔ تو یہ ساری کارروائی بری نہیں تھی۔

پڑانی بن چکی پہنچے ہوئے مجھے زیادہ وقت نہیں گزارنا تھا۔ غائبانہ کے سوا نونچے تھے۔ اس وقت جب میں نے پڑانی چکی کے اطراف میں بے شمار لوگوں کی آوازیں سنیں۔ اور اس کے بعد مجھے پولیس آفسر کی آواز سنائی دی۔ ”تمہیں دیکھ لیا گیا ہے۔ اور چاروں طرف سے تمہیں گھیرا جا چکا ہے۔ اگر باہر نکل کر فرار ہونے کی کوشش کی۔ تو پورے بدن میں سوراخ ہی سوراخ ہو جائیں گے۔ بہتر ہے خود کو میرے حوالے کر دو۔“

میں نے پولیس آفسر کی آواز صاف پہچانی تھی۔ وہ سلیڑی اور تیری بارہی وارنگ دی گئی۔ اور اس کے بعد پڑانی پڑانی چکی کی آوازیں کھڑکھڑ کرنے لگیں۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ لوگ اندر آ رہے ہیں۔ میں خود کو اس کیلئے تیار کر چکا تھا لیکن آنے والے لمحات بے حد سستی خیز تھے اور میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی شدید اعصابی تناؤ کا شکار ہو گیا۔

دہ کرنے کے لیے تیار تھا جو میں چاہوں۔ میں نے خود کو ڈیڑھ سو فیٹ کے بعد گردن ہلائی۔ اور آہستہ آہستہ چلی گئی۔ مشر بل ٹیرو! میں پھانسی پانے کے لیے تیار ہوں۔“

بل ٹیرو نے کھڑے ہو کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔ اور آہستہ سے بولا: ”اسی زمین زندگی کا دار و مدار ہے۔ تم بھی خطرہ دل لو۔ میں سچی خطرہ مولی ہوں۔ لیکن کم از کم اس بات پر جس یقین کرنا چاہیے کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ بل ٹیرو کا وعدہ ہے۔“

پہنچنے کے لیے فیصلہ کر لیا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر ٹھیک ہے۔ کل دن کی روشنی میں کسی بھی وقت تمہیں کسی مناسب جگہ سے گرفتار کر لیا جائے گا۔“

بل ٹیرو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اس کے بعد بولا: ”لیکن رات تمہیں آرام سے گزار سکتے ہو۔ یہ صبر ہی تمہارے لیے آرام دہ ثابت ہوگی۔ صبح کا ناشتہ بھی تمہیں یہ سب مل جائے گا۔ ناشتہ کے بعد چلے جانا۔ اور بہتر یہ ہو گا کہ مجھے اپنے جیب کی جگہ بتا جانا۔ تاکہ میرے آدمی تمہیں وہاں تلاش کر سکیں۔“

”اس سلسلے میں دریا کے کنارے موجود پین چکیوں میں سے ایک بوسہ پین چکی مناسب ترین جگہ ہے۔ وہ پین سے مجھے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔“

بل ٹیرو چند لمحات سوچا کہ پھر گردن ہلا کر بولا: ”اچھا خدا حافظ! میں چلتا ہوں۔“ وہ چلا گیا۔ اور میں خود کو ڈیڑھ

کھینانے لگا۔ میں نے پھانسی کی جو سزا قبول کی تھی وہ بلاشبہ بڑا سستی خیز قدم تھا۔ بل ٹیرو کے ذہن کو اگر نہ پھدھکا ہوتا تو شاید اس کے لیے تیار نہ ہوتا۔ بظاہر تو یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ بل ٹیرو نے کچھ نہ کہا ہے۔ سچ کہا ہے۔ لیکن اگر میرے خلاف کوئی گوری سائرس کی جاتی۔ اور اس طرح مجھے پھندے میں پھنسا یا جاتا۔ تو درحقیقت یہ ایک شاندار کارروائی ہوتی۔ میں اپنے قدموں سے چل کر پھانسی کے پھندے تک پہنچتا۔ اور پھانسی پر لٹک جاتا۔ اور میرے ذہن مجھے حقیقت لگاتے کرتا اسٹی آدی تھا۔ رات کو ٹھیک سے نیند بھی نہیں آتی تھی۔ بار بار ذہن میں یہی خیال آیا کہ کہیں بل ٹیرو کی سائرس کا شکار نہ ہوا ہوں۔ لیکن صبح ہوتے ہوتے دل مطمئن ہو گیا تھا۔ بہرطور زندگی اور موت خدا کے ہاتھ ہے۔

مجھے اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں لیکن یہ ضرور جانتا تھا کہ وہ کس مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں۔ ان میں صرف پولیس آفیسر کی آواز سننا سہی ایک سپاہی اس کا آواز سنائی دیا۔ دوگ کے اچھی مجھے اس کے لیے مجبوراً کر کے کہ میں تم پر گولیاں برسائوں خود ہاتھ باندھ کر وہ اندر آجھاؤ؟

پولیس آفیسر کی آواز کا پرتھی جی اس کی وجہ میرے تعلق مشہور رکھنا تھا جنہوں نے مجھے دوگ میں لیکر برسرِ ارا حثیت دے دی تھی، بہر حال میرے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں باہر نکل آؤں۔ چنانچہ میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے باہر نکل آیا۔ لوگوں کا ایک جھوم تھا جس نے مجھے دیکھتے ہی چینیٹا شروع کر دیا تھا۔ وہ منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکال رہے تھے۔

”خود کو پولیس کے حوالے کر دو۔ اگر تم نے کوئی غلط کارروائی کی تو پولیس آفیسر نے کہا۔“

خوش قسمتی سے ڈی کلیم ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا ورنہ ممکن تھا کہ شہرت جنابت میں مجھ پر ٹوٹ ہی پڑتا ویسے اس کی امید نہیں تھی کہ وہ اس جھوم میں شریک ہوتا۔ بل ٹیو نے یقیناً اس کا انتظام کر لیا ہو گا۔ جھوم میں سے کچھ لوگوں نے مارو پکڑو کے نعرے لگائے تو پولیس آفیسر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ اگر کسی نے قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تو میں گولی چلانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ اس نے ہتھول کو جنبش دی تو لوگ بیچھے ہٹ گئے۔ پولیس آفیسر نے چنگھڑیاں میری طرف بٹھا کر اندر میں نے بلا توجہ دلوں کو ہاتھ آگے کر دیا۔ عجیب مصلحت خیز چوڑھن تھی یوں لگتا تھا جیسے اسے خود بھی یقین نہ ہو کہ میں اس آسانی سے گرفتاری پیش کر دوں گا۔ بہر حال مجھے چنگھڑیاں لگا دی گئیں اور پولیس آفیسر کو منتشر ہونے کی ہدایت کرنے لگا۔ میں نے خود ہی آگے کی طرف قدم بڑھا دیے مجھے تعاون پر آمادہ پار پولیس آفیسر نے کسی قدر سکون کا سانس لیا۔ اور مجھے لے کر اس اسٹیشن کی جانب چل پڑا جو صرف ایک ڈی پولیس اسٹیشن تھا۔ اور درحقیقت وہاں ہونے والی تمام کارروائی بل ٹیو کے نام پر ہوتی تھی۔ حکومت برطانیہ کا قانون اس قصبے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ جیسی کے بے شمار لوگ بھی پولیس اسٹیشن تک میرے ساتھ آئے تھے لیکن جب مجھے اس کی عمارت میں اندر لے جایا گیا تو پولیس کے انسداد نے انہیں منتشر ہونے کے لیے کہا۔ اور تھوڑی سی کوشش کے بعد انہیں منتشر کر دیا گیا۔

پولیس آفیسر نے بغور میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو تم اس لیے یہاں آئے تھے۔؟ حالانکہ میں نے تمہیں آگاہ کیا تھا کہ یہاں کرنا تمہارے لیے مناسب نہیں ہو گا۔ اور بہتر ہے کہ تم چلے جاؤ لیکن جوانی کے جوش میں تم نے میری باتوں پر غور نہیں کیا۔ اور بالآخر مصیبت میں پھنس گئے؟“

”کون سی مصیبت کی بات کر رہے ہو پولیس آفیسر؟“

”کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے اوپر ہڈی لے کے قتل کا الزام ہے۔ اور ہڈی لے ڈی گام کا بھتیجا تھا جسے تم نے مار مار کر زخمی کیا یہاں تک کہ اس نے دم توڑ دیا۔“

”جب تم پورے دوق سے یہ بات کہہ رہے ہو پولیس آفیسر تو پھر اس بات رافسوں کا ظہار کروں۔؟ اگر میں نے قتل کیا ہے تو برطانوی قانون کے تحت مجھے سزا دی جائے۔ میرا مقدمہ کہاں چلے گا؟“

پولیس آفیسر نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”بے وقوف انسان یہ بات تو میں نے پہلے بھی تمہیں بتائی تھی کہ یہاں کسی پر کوئی مقدمہ نہیں چلے گا تمہارا فیصلہ بل ٹیو کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سماعت بھی نہیں کریگا اور تمہارے بارے میں فیصلہ دے دیکھا۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ فیصلہ کیا ہو گا۔“

”کیا اس قصبے کو تم برطانوی قوانین سے آزاد قسمل دیتے ہو۔؟“

”فضول باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ برطانوی قوانین اس قصبے تک پہنچ کر خود منقوع ہو جاتے ہیں، تو میں کیا کروں۔“

”لیکن تمہیں تنخواہ تو حکومت برطانیہ ہی سے ملتی ہوگی۔ میں نے کہا ان تمام باتوں کے لیے میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں۔ میں نے کبھی جواب دہی کی کوشش کی تھی لیکن اس کے نتیجے میں مجھے جو کچھ بھگتنا پڑا، وہ نہ ہی جانتا ہوں۔ اور اس بات کا مجھے اچھی طرح علم ہو چکا ہے کہ آؤ بیٹا

”کیا یہ بات شندہ جس کا نام بل ٹیو ہے۔ یہاں اپنی کمرشل حکومت قائم کیے ہوئے ہے۔ چنانچہ تمہیں بھی یہ بات تسلیم کرنی چاہیے تھی لیکن بہر طور موت اگر تمہیں یہاں گھسیٹ کر لائی تھی، تو اس سلسلے میں کسی کا قصور نہیں ہے۔ اب میں تمہیں قید خانے میں بھجوا رہا ہوں۔ تمہارا قیمت کا فیصلہ تمہاری غیر موجودگی میں ہو گا اور اس فیصلے سے تمہیں بہر طور آگاہ کر دیا جائے گا۔“

میں خاموش رہا لیکن میرے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی۔ بیرونی دنیا کو اگر یہ بات معلوم

ہو جائے تو حکومت برطانیہ کا ایک جھوٹا سا لقب ایسا ہے جہاں برطانوی قانون کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو شہر کوئی بھی اس بات پر یقین نہ کرے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ مذہب بننے کے اس مذہب ترین ملک کا جیوٹا سا لقب اتنا تہذیب یافتہ نہیں تھا۔ بہر طور جس قید خانے میں مجھے لے جایا گیا، وہ کافی مضبوط تھا۔ انہوں نے پورے طینان کے ساتھ مجھے یہاں اس لیے بھیجا ہو گا کہ میں یہاں سے نکل نہ سکوں۔ لیکن صورتحال کچھ اور تھی۔ اور اس بات کا اندازہ یقیناً پولیس آفیسر کو بھی نہیں ہو گا۔ کیونکہ بل ٹیو نے اپنے معاملات میں بہت زیادہ لوگوں کو شریک نہیں کیا ہو گا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ آئندہ میرے لیے کیا ہوتا ہے۔

قید خانے میں تعیناً کچھ گھنٹے گزر گئے۔ چھپے گھنٹے کے اختتام پر پولیس آفیسر اندر آیا۔ اور اس نے افرودہ لہجے میں کہا۔ ”بیرونی دنیا کے اچھی تمہارے لیے موت کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ اور کل صبح تمہیں پھانسی کی سزا دے دی جائے گی۔“

”بلاد جنت کی تم نے اس بات کا یقین تو میں پہلے ہی کر چکا تھا۔ ظاہر ہے بل ٹیو میرے لیے موت کے علاوہ اور کچھ منتخب کر سکتا تھا؟“

”میں تمہارے لیے افرودہ ہوں۔ اگر بیرونی دنیا میں اپنے عزیز واقارب کو کوئی پیغام بھجوانا چاہو تو مجھے بتا دو۔“

”کیسی امتحان باتیں کر رہے ہو پولیس آفیسر یہ پیغام دیتے ہوئے تمہیں اس بات کا اعتراف کرنا ہو گا کہ برطانوی حکومت کی صفحہ کے خلاف یہاں مجھے مقدمہ چلانے پر موت کی سزا دی گئی ہے۔ تم میرا پیغام بیرونی دنیا کو کس طرح دو گے؟ کیا تم سے یہ باز پرس نہیں کی جائے گی؟“

پولیس آفیسر کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر نہ لگے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہل میں بہت جلد بہت جلد یہ ملازمت چھوڑ دوں گا۔ اس کے علاوہ میں کچھ اور نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ بہر طور پروگرام بل ٹیو اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا۔

میرے ذہن پر بڑی سستی سی چھائی ہوئی تھی۔ رات بھی میں نے بے سکونی کی حالت میں گزار دی۔ طبیعت تو بوجھل تھی۔ کیونکہ پھیلی رات بھی بے سکونی کا شکار رہا تھا۔ دوسری صبح غالباً سورج ابھی نکلا بھی نہیں تھا، جب چند افراد اندر آئے۔ انہوں نے مجھے میری موت کا سزا سنایا۔ انہوں نے مجھ

صمکے سکا میں اپنے آخری انجام کے لیے تیار ہو جاؤں۔

دو گھنٹوں کی بندگاری میں پھانسی گھر کی جانب جاتے ہوئے، میں اس دلچسپ صورتحال پر کافی غور کر رہا تھا کہ دفعتاً بندگاری کا سامنے والا حصہ کھلا۔ اور کوچوان نے ڈراسا منہ اندر کر کے کہا۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے غور سے سنو۔ تمہیں باقاعدہ پھانسی دی جائے گی، لیکن جوادی تمہاری گردن میں پھندا ڈالے گا، یہ اس کا کمال ہو گا کہ پھندا بظاہر تمہاری گردن میں ہو، لیکن تم محفوظ رہو۔ البتہ تمہیں اداکاری ایسی ہی کرنی ہے، جیسی کسی شخص کو پھانسی دیتے وقت کی جاسکتی ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا۔ ترجمہ کے حکم و شہ کو اپنے دماغ سے نکال دو۔ اور پوری سطح مطمئن رہو۔ اس کے بعد اس نے کھڑکی بند کر دی۔

یہ کون تھا؟ میں نہیں جان سکتا تھا۔ اور نہ اس کی آواز میری شناسا تھی۔ گارڈ پھانسی گھر کے میدان میں آکر رک گیا اور میرے لیے یہ لمحات مزید سستی خیز ہو گئے گویا اب جید و جہد کا لمحہ صرف وہ ہو گا، جب جلازمی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈالے گا۔ اگر مجھے اطمینان نہ ہو کہ رسیاں اس انداز میں نہیں باندھی گئیں کہ میں بچ سکوں، تو پھر جید و جہد کا آغاز نہیں سے کر دوں گا۔ بہر طور ایک کثرت آواز نے مجھے گارڈ سے نیچے اتارنے کے لیے کہا۔ پھر دو مضبوط ہاتھوں نے مہارادے کے گھٹے نیچے اتارا۔ اس کے بعد وہ مجھ سے محسوس جگہ لے گئے، جہاں پھانسی کا پھندا اجول رہا تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا، برقی رفتار سے ہو رہا تھا۔ مجھے یہاں تک لٹانے والے ویچے ہٹ گئے۔ اور پھر کچھ جلازمی سے اپنے فرائض ادا کر لے لگا۔ اس نے میرے ہاتھوں سے چنگھڑیاں نکال دیں۔ اور ایک رسی سے میرے ہاتھ پشت سے باندھ دیے لیکن اپنے ہاتھوں پر رسی کی گرفت محسوس کر کے مجھے سکون ہو رہا تھا۔ یہ گرفت ایسی تھی کہ ضرورت پڑنے پر میں اپنے ہاتھ آزاد کر سکتا تھا۔

اس کے بعد جلازمی رسی کا کمال دکھانا شروع کر دیا۔ اس نے مجھے اپنے بدن کی چوڑائی میں چھپا کر رسی کا پھندا بظاہر میری گردن میں ڈالا لیکن میں نے اپنی نعل میں دونوں سمتوں سے رسیاں گزرتی محسوس کیں۔ اور بلاشبہ اب میرے بدن کے لوجھ کا انحصار صرف ان ہی رسیوں پر تھا۔ میں نے نظریں اوپر اٹھائیں تو اوپر کی رسیاں دور میری معلوم ہوئیں۔ یعنی ایک پھندہ جو بظاہر میری گردن میں تھا، ایک الگ ٹکڑے سے منسلک تھا۔ اور نعلوں کی رسیاں ایک الگ

رہتی تھی، بندھی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک پڑکون سا نٹ لیا۔ اس کا مطلب ہے کہ بل ٹیرو نے اپنا کام نہایت احتیاط کے ساتھ مکمل کر لیا ہے۔ میرے چہرے کو سیاہ پھیلے سے ڈھانپ دیا گیا۔ اول اس کے بعد تھوڑی سے کاروائی ہوئی اور پھر میرا بدن بنگلوں کے وزن پر ٹکنے لگا۔ میں اب اس بات سے مطمئن ہو کر کہ میری گردن کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا، بنگلوں کے زور پر خوب زور زور سے اُچھلنے لگا۔ تاکہ دیکھنے والوں کو یہ احساس ہو کہ یہ دم توڑتے ہوئے ایک تو اب انسان کی آخری چہرہ دیدہ ہے۔ چند ہی لمحات کے بعد کھیل ختم ہو گیا۔ جلا دیئے گئے آگے بڑھ کر میری لاش کو بچنے آمارا۔ اور میں نے دم بادل لیا۔ پھر مجھے شاید اسی یا کسی اور دوسری گاڑی میں پہنچا دیا گیا تاکہ میری تدفین کر دی جائے۔

یہ سارے کام آبی برقی رفتار سے ہوئے تھے کہ سوچنے مجھے کار زیادہ موقع ہی نہیں مل سکتا تھا۔ بند گاڑی چل پڑی۔ اور میرے بدن کو ہلکے ہلکے جھکولے سے لگنے لگے میں موت کے منہ سے باہر نکل آیا تھا۔ درحقیقت اگر بل ٹیرو ایسے موقع پر بدھدی کرتا۔ یا میرے ساتھ کوئی سازش ہوئی ہوتی، تو پھلا اسے نہ بچاؤ کے لیے میں زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا تھا۔ لیکن موت کے منہ میں پہنچ کر وہاں سے نہ کا یہ چہرہ جھانکنا، اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ دفعتاً بند گاڑی کا وہی حصہ پھر کھلا، جہاں سے کوچوان نے ایک بار مجھے کچھ ہدایات دی تھیں۔ لیکن اس بار جو چہرہ مجھے نظر آیا، اسے دیکھ کر منت حیرت سے اچھل پڑا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ ڈینی تھا۔ سو فیصدی ڈینی۔ اس نے مجھے مسکرائے گا کہ ماری اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

”ڈینی! یہ تم ہو، کیا واقعی تم ہو۔؟“
”ہاں! میں ہی ہوں، تمہیں حیرت ہوئی نا؟ ڈینی نے سوال کیا۔

”کوئی اور بھی ہے تمہارے ساتھ۔؟“
”نہیں! تمہاری تدفین کی تمام ذمہ داریاں مجھے ہی سونپی گئی ہیں۔ دو بیسے ہیں اس قسم کے کام میں کر لیتا ہوں۔ حالانکہ یہ مسئلہ ذرا مختلف تھا لیکن اب اسے کیا جانے کہ مشر بل ٹیرو نے آنکھیں بند کر کے مجھ پر اعتبار کر لیا۔“
”میں باہر آسکتا ہوں۔؟“ میں نے پوچھا۔
”ارے نہیں نہیں! اب خدا کے لیے اس قسم کی کوئی حرکت

مست کرنا۔ ورنہ ورنہ۔ ڈینی خاموش ہو گیا۔ اس نے بُرا بدل لیا تھا۔ غالباً گھوڑوں کو کٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا چند لمحات کے بعد اس نے پھر کہا۔ بہتر یہ ہے کہ اس وقت قبرستان میں چل کر ہی بات دیتے کریں بشرطیکہ وہاں اور کوئی موجود نہ ہو۔ اگر کوئی اور موجود ہوا تو ذرا انھیں پیش آئیگی! میں متحیرانہ انداز میں ڈینی کو دیکھتا رہا تھا۔ وہ ایک ماہر کوچوان کی طرح کبھی بانگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر کوچوان قبرستان میں داخل ہو گئے۔ چاروں طرف قبریں بھی ہوئی تھیں۔ اور ان پر سوکھی لکڑیوں سے نشانات لگائے گئے تھے۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ قبرستان کے اطراف میں تقریباً چار فٹ بلند کچی دیوار بنی ہوئی تھی۔ راستہ صرف ایک تھا، جس سے کبھی گذر کر اندر آئی تھی۔ ڈینی نے اسے ایک جگہ چھوڑ دیا اور پھر پھرتے ہو کر پورے قبرستان میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ اول اس کے بعد پڑکون لہجے میں بولا۔ اب اگر تم چاہو تو باہر آ سکتے ہو۔ خوش بختی ہے قبرستان میں اور کوئی موجود نہیں ہے۔

میں جلدی سے گھوڑا گاڑی سے باہر نکل آیا، اگیوں کیا یہاں لوگوں موجود نہیں ہوتا۔؟ میں نے گہری گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

”نہیں! قبرستان کے لیے کوئی باقاعدہ گورنر نہیں ہے۔ بہت سی چند خلام خور نے کام ضرورت پڑنے پر کر لیا کرتے ہیں۔ جیسے میں نے ڈینی نے جواب دیا۔ اور پھر بولا۔ بہر حال تمہیں اپنی قبر تیار کرنے کے سلسلے میں میری تھوڑی بہت مدد تو کرنی ہی ہوگی۔“

میں ڈینی کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ لیکن میری تدفین کی ذمہ داریاں تمہارے سپرد کیے کر دی گئیں؟ اور وہ بھی تمہارا۔“

”اس سلسلے میں مشر بل ٹیرو کی رقم فرمائی ہے۔ ورنہ ایسا نہ ہوتا۔“

”کیا تمہیں اس کے لیے ہدایت کی گئی تھیں۔؟“ میں نے پوچھا۔

”پوری بات بتا دوں۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہیں پچھائی لٹنے کے باوجود زندہ دیکھ کر مجھے حیرت کیوں نہیں ہوئی؟“

”ارے ہاں! واقعی۔ یہ بات غور سے غور سے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ لیکن ڈینی! مجھے بتاؤ۔ کچھ تو بتاؤ۔ میں نے سوال کیا۔

ڈینی مسکانے لگا۔ پھر بولا۔ تمہاری گرفتاری کی خبر۔ ایسی نہیں تھی کہ میں اس سے کوئی نظر انداز کر سکتا۔ میری ذہنی کیفیت خراب ہو گئی۔ اور یقین نہ آیا کہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں درست ہے۔ کیونکہ میں تو تمہیں ایک ایسی جگہ پہنچا رہا تھا، جہاں نہ مکمل تحفظ ملتا ہے۔ میں اور کچھ نہ کر سکتا تو مرگ کجبابہ دوڑ گیا۔ اول اس تبہ خانے میں داخل ہو گیا۔ تبہ خانے میں میری ملاقات تمہارے بچائے مشر بل ٹیرو سے ہوئی، جنہیں کسی کے آنے کا اندازہ ہو گیا تھا۔ مشر بل ٹیرو نے پستول کی نال بھجے سے سب کچھ اٹھوایا۔ اور میری فطری کمزوری سمجھ کر میں ان سے کچھ نہ پچھا سکا۔ اعتراف کرتا ہوں! اس بات کا کہ میں بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ لیکن بل ٹیرو نے جو کچھ مجھے بتایا، وہ میرے لیے انتہائی حیرت انگیز تھا۔ اور پھر مجھے بھی اس تجزیہ میں شامل کر لیا گیا۔ اور مشر بل ٹیرو نے یہ خدمات میرے سپرد کر دیں کہ چھائی گھر سے تمہاری لاش لے کر میں ہی قبرستان جاؤں گا۔ اور تمہاری تدفین کر دوں گا۔ اول اس کے بعد میں ایک ایسی جگہ پہنچا دوں گا۔ جو مشر بل ٹیرو کی ملکیت ہے۔“

ڈینی کی کہانی نے حدیث تانگیز تھی۔ پتہ نہیں بل ٹیرو نے اس پر اتنا اعتماد کس طرح کر لیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تو مشر بل ٹیرو نے تمہیں پوری کہانی سنا دی۔؟

”ہاں! اور مجھے اس بات پر تعجب نہیں ہوا۔ شاید تم یقین نہ کرو کہ کچھ عرصے قبل کچھ ایسے واقعات پیش آئے تھے، جنہوں نے مجھے شبہ میں مبتلا کر دیا تھا۔ اور مجھے یہی اندازہ ہوا تھا کہ سلیری بہت ادا بیچی چیز ہے۔ تاہم مشر بل ٹیرو نے مجھے اپنا مکمل پروگرام نہیں بتایا۔ صرف ضرورت کی باتیں بتا دی ہیں۔ بہتر یہ ہو گا کہ اب ہم جلدی سے ایک قبر تیار کر کے یہ خالی تابوت اس قبر میں اتار کر اسے بند کر دیں۔ تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔ اور اس کے بعد میں تمہیں پساڑوں میں ایک ایسی جگہ چھوڑ دوں گا جو تمہارے لیے انتہائی موزوں ہوگی۔ ڈینی نے گھوڑا گاڑی کے پھیلے حصے میں رکھا ہوا تابوت اتار کر مجھے رکھا اور اس کا ڈھکن کھول کر اس میں سے زمین کھودنے کے انداز رکھنے لگا۔

”میرے بھائی! میں بہت زیادہ طاقتور آدمی نہیں ہوں۔ ایک قبر تیار کرنا انسان کام نہیں ہوتا۔ بلکہ کم عمری ملدرو کہ۔“

میں نے مسکراتے ہوئے کدال اٹھائی۔ لیکن ابھی میں نے پہلی ہی کدال زمین پر چلائی تھی کہ دو گھوڑوں کے منہ نے کدال اٹھائی دی۔ اور ڈینی اچانک گر گھوڑا گاڑی پر چڑھ گیا۔ اس نے گھوڑا گاڑی کے اوپری حصے پکڑے ہوئے دیکھ کر خوف و وحشت سے پھیل گئیں۔ اور اس کے منہ سے خوفزدہ سی آواز نکلی۔ ”اُدہ! امیر سے خدا۔ میرے خدا۔“

”کیا بات ہے ڈینی۔؟“

”جلدی کرو، جلدی کرو! تابوت میں لیٹ جاؤ۔ تابوت میں لیٹ جاؤ۔ پتہ نہیں یہ کمینہ بد بخت اس طرف کیسے آ نکلا۔“

”کون ہے۔؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”سلیری! جو اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ اسی طرف آ رہا ہے۔“

میرے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ لیکن بطور میں برقی رفتاری سے تابوت میں لیٹ گیا۔ اور ڈینی نے ڈھکن بند کر دیا۔

چند ہی لمحات کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اٹکل قریب سنائی دی پھر ایک بھاری آواز گونجی۔ ”اُدہ! اُدوگ کے مسخرے! آج تو گورنر کا کام انجام دے رہے۔ لیکن تمہارا یہ ذمہ داری تمہارے سپرد کیے گی۔؟ چلو تم سب مل کر اس کی مدد کرو۔ نیک کام میں حصہ لینا اچھی بات ہے۔ یہ بیچارہ تمہارا سب کچھ نہیں کر کے گا۔“ غالباً یہ الفاظ سلیری نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے ادا کیے تھے۔

مجھے ٹھنڈے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سلیری کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو گیا ہو۔ اس کے انداز میں طنز نہ پایا تھا۔ اس وقت صورت حال بہت خوفناک ہو گئی تھی۔ حالات بتاتے تھے کہ بل ٹیرو مجھ سے مخلص تھا۔ اول اس نے بدھدی نہیں کی تھی لیکن سلیری کو ضروری ذریعہ سے کچھ معلوم ہو گیا تھا اور اب۔

”اُدہ! یہ تو ابھی ذرا ہی گہری نہیں ہوئی۔ چپ لوٹی تم پچھے ہٹ جاؤ۔ گورنر آدمی جو۔ میرے ساتھی ہے کام جلدی کریں گے۔“ سلیری کی آواز ابھری اور چند ہی لمحات کے بعد زمین پر کدالیں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں، سچ بات ہے۔ کہ اس وقت میرے اوسان بری طرح خطا ہو گئے تھے۔ دماغی صلاحیتیں جواب دے گئی تھیں۔ سلیری کے اندازے بت چل رہا تھا کہ وہ مردود مجھے زندہ ہی قبر میں دفن کر دے گا اور کوئی رعایت نہیں کرے گا۔

”بل شروا وصل پند انسان ہے۔ ساری خرابیوں کے باوجود وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ تعجب کی بات ہے کہ اس نے اس قدر فن کے لیے تنہا تمہارا انتخاب کیا۔ آخر کیوں؟“ مخاطب ڈبئی تھا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں لاڈلے ڈبئی کی سہمی ہوئی آواز بھری۔ پھر ان حقیقتوں کی نقاب کشائی کون کر سکتا ہے اب یہ مردہ تو بولنے سے رہا۔“

میرے بدن میں چنگاریاں بھڑکیں۔ سلیری کے بارے میں جو کچھ نہ جانتا تھا وہ بہت کچھ تھا۔ برطانوی قانون اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ دوگ میں اس نے نہایت چالاکی سے بل شرو کو لاکار بنا کر خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا انواب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اب میں اسے اپنا ایسا دشمن تصور کر لوں جس سے بچنے کی تمام کوششیں ناکام ہوتی ہوں۔ حقیقت یہ تھی سلیری جیسے سنگدل انسان سے یہ بات بعینہ نہیں سمجھ کر وہ مجھے زندہ ہی قبر میں دفن کرادے۔ جیسا کہ بل شرو نے اس کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ ایک ستم خیز سنگدل ہے اور اس طرح کے کام باسانی انجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ میرا حق بننا تھا کہ اب میں اس سے مقابلہ کروں اور اسے ختم کرنے کی کوشش کروں یعنی میں مغاہمت کی آخری حد سے گزر گیا تھا۔ ویسے ہی ان ابست مانی معاملات سے فرقت حاصل کرنے کے بعد مجھے سلیری سے دو دو ہاتھ تو کر لے ہی تھے کیونکہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ لیوس اس کے قبضے میں ہے۔ لیوس کے حصول کے لیے صرف ابست مانی معاملات کنٹرول کرنا تھے۔ ورنہ بل شرو کے بیان کے مطابق لیوس سلیری ہی کا قیدی تھا اور اسے حاصل کرنے کے لیے صرف بل شرو ہی کافی نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے بہر طور اس کے مقابلے پر اٹھنا چنانچہ میں تابوت کا ڈھکن آہستہ آہستہ لو پر اٹھانے لگا۔

غالباً اس وقت سلیری کی نگاہ مجھ پر نہیں تھی وہ یا تو بھڑکنے والوں کو دیکھ رہا تھا یا پھر ڈبئی کی جانب متوجہ تھا۔ تابوت کا ڈھکن پوری طرح ہٹانے کے بعد میں تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا تبھی سلیری کے دو ساتھیوں کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی دونوں ایک دقت ہی چینی تھے اور سلیری تابوت کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ میں نے اظاف کے منظر کو دیکھا اس کے ساتھ چھ افراد تھے جن میں سے تین آدمی قبر کی کھدائی میں مصروف تھے ایک ڈبئی کے پاس کھڑا ہوا تھا اور دو سلیری کے اپنے

نزدیک موجود تھے۔ غالباً انہی لوگوں نے مجھے دیکھا تھا اور وہی چیخے تھے۔ ان کے چیخنے پر سلیری تابوت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا لیکن مجھے دیکھ کر کسی حیرت کا اظہار کرنے کے بجائے اس کے چہرے پر سکڑا ہٹ پھیل گیا۔ میں نے اس کے مکار چہرے کو دیکھا ہر پڑے چہرے والے لفظ تک آدمی تھا ایک بار تک ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور انھیں بچو خود بخود انھیں اس کی سکرٹ میں بھینچوں جیسی غرہٹ شامل تھی تب اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ”واہ بھائی! دیکھو کیا شان ہے ہماری مردے تمہارے استقبال کے لیے جی اٹھتے ہیں۔ دوگ کے اجنبی بہتر یہ ہے کہ تابوت سے باہر آجاؤ۔ ذرا تم سے بھی ملاقات ہو جائے۔“

میں اطمینان سے تابوت سے نیچے اتر آیا۔ ڈبئی کا بدن زرد تھا لہذا ناپ رہا تھا۔ سلیری کے تمام افراد ملے تھے اب وہ لوگ بھی رک گئے جو کچھ دھڑ رہے تھے لیکن سلیری نے اپنی کرے چہرے کا ایک سیاہ رنگ کا چاک نکال کر لے لہرتے ہوئے کہا: ”مہربان نہیں، تم لوگ اپنا کام جاری رکھو۔ مدد عارضی طور پر زندہ ہوا ہے۔ بہر طور اسے قبر کی گہرائیوں میں تو دفن ہونا ہی ہے۔ چلچاپنا کام جاری رکھو۔ اس کے پتھر فضا میں لہرایا اور اس کا سر میرے بدن کو چھوتا ہوا گڑ گیا۔“

میں سر دنگا ہوں سے سلیری کو دیکھ رہا تھا اس کے وہ ساتھی جو ابھر آئے کچھ بے ہوش تھے مگر اس کے قریب پہنچ گئے ڈبئی ہی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ سب کے سب ملے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ہتھول نظر آ رہے تھے۔ سلیری نے ایک لمحے کے بعد اٹھنے سے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا وہ اب بھی گھوڑے کی پشت پر ہی سوار تھا جبکہ اس کے بقید ساتھی اپنے اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے تھے۔ میں نے اس کے اشارے کی جانب توجہ نہیں دی اور اسے دیکھا تھا: ”مجھے یقین تھا۔ مجھے یقین تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا اور اب اس کا چہرہ انتہائی بیجا ایک نظر لگا لگا پھرہ غلٹے ہوئے لیے میں بولا: بل شرو نے اپنی زندگی میں پہلی بار بات کرنے کی کوشش کی ہے اور میں جانتا ہوں کہ کیا کہوں ہوا تمہارے بارے میں ضرورت سے زیادہ خبریں سچیل چکی ہیں اور بعض اسی گدھے سے پوش گوئی کرنے لگے تھے، بلکہ کہنے لگے تھے کہ تم کو توگ کے لیے نجات دہندہ بن جاؤ۔ عام بے وقوف بل شرو ہی کا نام لیتے ہیں۔ سلیری ان کی نگاہ میں ایک امن پسند آدمی ہے اور صرف بل شرو سے اس کی دشمنی ہے۔ لیکن دوگ میں داخل ہونے والے

ابن یقیناً بل شرو سے تمہاری ملاقات ہو چکی ہے اور اس کا اندازہ میں نہ صرف چند باتوں سے لگایا۔ یہاں کا بے وقوف پولیس آفیسر تمہارے لیے پریشان تھا۔ اس نے مجھ سے ملاقات کر کے کہا کہ اگر دوگ میں داخل ہونے والے تو زندہ ہی نکل جانے دیا جائے تو کیا خرچ ہے مجھے اس کی مدد کرنی چاہیے۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ بل شرو کے معاملات میں مداخلت میرے لیے ممکن نہیں ہے اور دوگ کا اجنبی اگر میرے پاس آتا اور اس سلسلے میں مجھ سے کسی قسم کی مدد کی درخواست کرتا تو شاید میں سوچ بھی سکتا تھا لیکن میں اس مفروضہ پر انان کے لیے کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ آفیسر کے انداز میں ایک ایسی کیفیت تھی جس سے مجھے شبہ ہوا کہ اس بات کے امکانات ہیں کہ دوگ میں داخل ہونے والا کسی طرح رعایتیں حاصل کرے چنانچہ میں نے بل شرو پر شک لگایا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے مجھے بل شرو پر شبہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے بل شرو سے اتنی فضا کی امید نہیں تھی لیکن بعض اوقات غارش زہ چھو بھی کچھ نہ بچ کر ڈالنا ہے۔ گڈویری گڈا اس کا مطلب ہے کلب بل شرو کی تباہی کا شروع ہو گیا۔ جب اس کے دل میں سلیری کے خلاف نفرت کے جذبے اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ وہ کسی باہر والے کی مدد لینے کے لیے تیار ہے تو پھر اس کا خاتمہ ضروری ہے۔ سلیری کے لیے مشکل نہیں ہے بلکہ وہاں کیا اٹھنا یا ڈھن میں آتا ہے۔ بل شرو کی ہلاکت تو دوگ کے لوگوں کو سلیری کا پرستار بنا سے گی۔ ہاں بے شک اس موقع پر بل شرو کو زندہ رکھنا مناسب نہیں ہے۔ اور یہ بات دوگ کے منخرے ڈبئی میں تیرے سلسلے میں کہہ رہا ہوں اور جانتا ہے اس کی جگہ کیا ہے۔“

”نہیں لاڈلے میرا دل غم بہت چھوٹا سا ہے۔ ڈبئی نے گلیوں سے اشارہ کر کے اپنے داغ کا سا نر بٹایا: ”کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں مقصد صرف اتنا ہی ناکار کیا اس تابوت میں تم دو دھن سانسکتے ہو۔ بہتر یہی ہو گا کہ پستاس زندہ مردے کے ساتھ تابوت میں لیٹ جاؤ۔ میرے آدمی تمہیں احترام کے ساتھ قبر کی گہرائیوں میں دفن کروں گے۔ تمہوڑی ہڈی کی بلت ہوگی زمین کی گہرائیوں میں نہیں موت کے حصول میں زیادہ دقت نہیں ہوگی، اب کچھ پاپے متولی گولیاں بدن میں سوراخ بھی کرتی ہیں۔ جگہ کے لگتی ہیں، تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ہاں تم کو اپنے

کام میں مصروف رہو اور قبر کو اتنا گہرا کر دو کہ اس کے بعد ان لوگوں کو موت کے حصول میں کوئی دقت نہ ہو۔“

”مشر سلیری، میں دوگ میں اس لیے نہیں داخل ہوا کہ اتنی آسانی سے آپ لوگوں کے ہاتھوں موت کے آغوش میں چلا جاؤں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ آپ اپنی زندگی بچانے کے لیے مجھ سے وہ گفتگو کریں جو میں چاہتا ہوں۔ مجھے اگر میرا مقصد حاصل ہو جائے تو شاید میں آپ کے ساتھ کوئی رعایت کروں۔ کیا خیال ہے۔؟“

”سناؤ! بد زبانی سلیری نے مجھے نہیں برداشت کی۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے پورے بدن کو گولیوں سے چھائی کر دوں تم اور تمہاری اوقات کیا تمہاری سلیری کے سامنے ہو جن کا حکومت برطانیہ پر گہرا اثر ہے۔ تم کسی بھی ملک کے باشندے ہو کوئی بھی حیثیت رکھتے ہو تمہیں حکومت کے حوالے کرنے کے بعد بھی موت کی سزا دلوں سکتا ہوں۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ جو فیصلے میں ختم کر سکتا ہوں اس کے لیے دوسروں کو کیوں پریشان کیا جائے۔“

”کوئی تم اس کے لیے تیار نہیں ہو گا مجھ سے اس اہم مسئلے پر گفتگو کر جس کے لیے میں دوگ میں داخل ہوا ہوں۔“

”میں کسی بھی اہم مسئلے کو اپنے ذہن میں جگہ نہیں دیتا۔ تم جس مقصد کے لیے یہی دوگ آئے ہوئی احمالی تمہیں ضرور موت کے آغوش میں جانا ہے۔“

”یہ دیوانگی ہے سلیری، بہتر یہ دلوانے نہ بنو۔“

”میں دیوانہ ہی نہیں لیکن میری دیوانگی کا جو مظاہرہ اس وقت ہونے والا ہے وہ تمہارے تصور سے بھی باہر ہو گا۔ میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ میں نے کلائی میں پڑی ہوئی وہ چوڑی پٹی پٹائی جس کے نیچے کٹلی چھپی ہوئی تھی۔ مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ کٹلی کا استعمال بالکل آخری حالات میں کیا جائے اور میرا خیال ہے یہ حالات آخری ہی تھے کسی کو احساس بھی نہ ہو سکا کہ میں نے کٹلی کیوں پٹائی ہے لیکن میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبر کے قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے قبر کی کھدائی کرنے والوں کے شانے تعجب تھپانے اور ان سے کہا کہ وہ قبر سے باہر آجائیں۔ انھوں نے کٹلیں روک کر سلیری کی طرف دیکھا اور سلیری کی آنکھوں میں پھر دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

”کیوں؟ قبر کھودنے سے کیوں منع کر رہے ہو انھیں۔ کیا تمہیں یہ قبر پسند نہیں؟“

”نہیں، میرا خیال ہے اس کی گہرائی کافی ہو گئی ہے۔ میں

پہلے اس اتنی گدھے کو اس قبر میں دفن کرنا چاہتا ہوں، جس نے میرے لیے ایک ناقص منصوبہ بنایا۔ میں نے ڈیڑھ کی طرف رخ کر کے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور ڈیڑھ کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔

”مہم نے۔ میں نے کیا کیا ہے ماسٹر؟ مہم۔ میرے اور تو ملا وجہ صحبت نازل ہو گئی ہے۔ آج یہی تو کہتے ہیں نا کہ اعتقادِ قسم کی دوستی ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ میں دو گ کا ایک بڑول شخص بڑے سکون سے میان زندگی گزار رہا تھا۔ کوئی الجھن تھی کوئی پریشانی کوئی مشربل شیرو نے، میرا مطلب ہے۔ میرا مطلب ہے۔“

سلیری کے حلق سے ایک زور دار قہقہہ نکل گیا۔ ”ہاں ہاں چلو بات پوری کرو کیا مشربل شیرو نے کیا کہا؟“

”نک۔ کچھ نہیں ماسٹر بہتر ہے کہ اب میں مری جاؤں ویسے بھی یہ خواہش آخری مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔“

”تو اس کے لیے میں نے یہ فریضہ ہی کیے ہیں۔“

تمہیں اس قبر میں زندہ دفن ہونا ہو گا بغیر تابوت کے۔ تڑوگ باہر آ جاؤ۔ میں نے اس انداز میں ان دونوں سے کہا کہ وہ دونوں اپنی اپنی کدلیں چھوڑ کر باہر آ گئے۔ میں نے کدلیں ایک طرف بٹھائی اور ڈیڑھ کا گریبان پکڑ لیا۔ ڈیڑھ کا بدن کا پتہ رہا تھا اس کی آنکھیں بند ہوئی جیادری تھیں۔ شدت حیرت سے وہ کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ میرا یہ رویہ اس کے لیے انتہائی حیرت انگیز تھا۔ اسے گمان بھی نہیں تھا کہ جس کے لیے وہ اتنی سخت کدیا ہے خود وہی اس کے دشمنوں میں شامل ہو جائے گا۔ میں نے ڈیڑھ کو گھسیٹ کر قبر میں اتار دیا اور خود بھی قبر میں کود گیا۔ سلیری میری اس حرکت کے بارے میں ذرا بھی غور نہیں کر سکا تھا۔

قبر میں ڈیڑھ کو بٹھا کر میں نے کہا ”یہ تو وہ شخص قبر سے گردن نکالنے کی کوشش مت کرنا ورنہ کوئی نہ کوئی گولی تجھے جاٹ جائے گی۔“

ڈیڑھ نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور منہ پھاڑے قبر میں بیچارہ گیا۔ قراتی گہری ہو چکی تھی کہ اب ڈیڑھ میں باسانی چھب سکتا تھا۔ میں بائیکل آیا۔

سلیری نے ایک قہقہہ لگایا چلو ٹھیک سے۔ اگر تم اس کے ساتھ تابوت میں دفن نہیں ہونا چاہتے تو کوئی بات نہیں۔ بہرہ ہمارے لیے دوسری قبر تیار کر دیں گے۔ میں نے کٹالی کا تار پیچ کر ایا اور حلقہ میرے ہاتھ

سے بڑھ کر زمین کو چھونے لگا۔ تب کسی کی توجہ اس جانب ہو گی۔ دوسرے لمحے سلیری کے آدی نے اپنے قدم کھڑے ہوئے ساتھی کو اس جانب متوجہ کیا لیکن میرے پاس اب اس سے زیادہ وقت نہیں تھا کہ کٹالی کا حلقہ سمٹا اور میرے دوسرے ہاتھ میں آ گیا اور پھر میں نے اسے اپنے مخصوص انداز میں سلیری کے گھوڑے کی جانب پھینک دیا۔ کٹالی کی حشر سامان کا مجھے بخوبی اندازہ تھا اور اس کا ساتھ بھی میں نے اچھی طرح سیکھ لیا تھا۔ حلقہ بجلی کی طرح چمکا گھوڑے کی جانب بڑھا اور واپس میرے ہاتھ میں آ گیا لیکن گھوڑے کی دہشت ناک ہنہنہا میں فضائی طور پر اور اس کے ساتھ ہی سلیری دھڑلے سے زمین پر گر کر گھوڑے کی چاروں ٹانگیں کٹ گئی تھیں اور اس کے بدن سے علیحدہ ہو گئی تھیں۔ کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آ سکی تھی، گھوڑے کا کرنا اور پھر اس کے بدن سے ہوا خون اور تڑپنے کا منظر ان سب کے لیے انتہائی حیرت ناک تھا اور میں نے اس حیرت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ کٹالی کا حلقہ ایک بار پھر چمکا اور سلیری کے آدھوں کے شانوں سے گردن کو جھکا کر تباہ ہوا واپس میرے پاس آ گیا۔ بقعہ دو واڑو کے حلق سے وہ دہشت بھری چیخ نکلی گئی تھیں سلیری جو گھوڑے سے پیچھے گر رہا تھا کھڑ ہو کر اپنا پیٹول سنبھال ہی رہا تھا کہ دفعہ کٹالی کا حلقہ اس کی جانب بڑھا۔ میں آگیا ہوتا تو اسے اس کے ہاتھ۔ عموماً کر سکتا تھا لیکن میں نے صرف پیٹول کو نشانہ بنایا اور پیٹول اس کے ہاتھ سے نکل کر دوڑ گیا۔ اس ساتھ ہی سنبھالنے کی آواز کے ساتھ کٹالی کا حلقہ وہ ان لوگوں کی جانب بڑھا جو سلیری کے ایما پر بچے ہوئے گریوں کرنے کے لیے تیار تھے۔ میں نے حق کو نہایت مہار سے ان کے بازوؤں سے گزار دیا اور ان کے کٹے ہوئے ہاتھ زمین پر پڑنے لگے۔

سلیری کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں اس نے بھاگنے کی کوشش کی میں نے غرے ہوئے میں کہا ”نہیں سلیری اپنی جگہ کھڑے رہو۔ کیا تم گھوڑے کی مانند اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم پنہ کر دو گے؟“

سلیری کے قدم اس طرح چمکے جیسے زمین اٹھیں پکڑ لیا ہو۔ وہ جنبش بھی نہیں کر پاتا تھا۔ اس کے تقریباً تمام آدی کام آچکے تھے۔ دو ایسے تھے

صرف بازوؤں تھے۔ باقی جارحیت کا شکار ہو گئے تھے۔ میں کیا کرتا۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا۔ سب تو یہاں کی یہ ہدایت مجھے یاد تھی کہ جب کٹالی کے استعمال کا موقع آجائے تو پھر ہم کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اب بہر طور میں اپنا کام کر چکا تھا۔ چنانچہ کٹالی کا حلقہ ایک بار پھر میری کٹالی کے نیچے زمین کو چھونے لگا۔ سلیری دہشت بھری آنکھوں سے کٹالی کے حلقے کو دیکھ رہا تھا اور قبر میں ڈیڑھ پھپھا ہوا شاید ان تمام باتوں سے بے نیاز تھا۔ وہ جانتا نہیں ہوش میں تھا بھی یا نہیں وہ کھانڈم چیخوں کی آواز پر تو گردن اٹھا کر دیکھتا ہی لیکن یقیناً اسے حیرت ہوئی کہ ابھی تک گولی کی آواز فضا میں نہیں بھری جبکہ لوگ مسلسل چیخ رہے ہیں۔ کٹے ہوئے بازوؤں نے زمین پر گر کر تڑپ رہے تھے۔ ان کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں اور زمین پر تڑپنے کی آواز اس خاصی زور دار تھیں۔ پھر رفت رفت وہ بے ہوش ہو گئے۔ اب صرف سلیری ہی تھا جو ہوش میں تھا۔

میں نے پھر کی طرح اپنی جگہ جمے ہوئے اس شخص کو دیکھا اور کٹالی کے حلقے کو پیٹ کر کٹالی میں واپس ڈھال دیا۔ سلیری بائیکوں کے سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ مجھ کو بھی سرد لگا تھا یقیناً گھوڑے البتہ گھوڑے کا صلے پر کھڑے تھے تھے۔ تب میں نے سلیری سے کہا ”اب تم اپنے دھل سے چل کر اس قبر تک پہنچو سلیری یہی تمہارے نہیں مناسب ہے۔ چلو جلدی کرو میں نے کٹالی ہاتھ رکھا تو سلیری ایک دم چیخ پڑا اس نے دونوں ہاتھ سنے کیے اور پھر دو ہاتھ ہوا تو پھر کھچا لیا۔ ڈیڑھ اسے لہہ کھینچا۔ نہیں ماسٹر، بھلا مہم۔ میرا میرا قصور ہے ڈیڑھ بار نکل آؤ۔ میں نے کہا اور دفعہ کسی سرخے کی ناگردانی کی کہ کے ادھر کو دیکھنے لگا۔ پہلے اس نے لڑکی کو دیکھا اور پھر اطراف میں بڑھے ہوئے لوگوں اور پھر دوسرے لمحے وہ چیخا ہوا قبر میں مجھے چھپا کر نکلا۔

”ڈیڑھ باہر آ جاؤ۔ میں نے پھر کہا اور وہ پریشان اہل سے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر آہستہ بہرکان را پکڑ کر باہر نکل آیا۔

”ہاں سلیری، چلو اب تم اس قبر میں آ جاؤ۔“

سلیری ہنسیک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

”ڈیڑھ اس کی کمر میں ایک لٹ ریڈر کے اسے قبر میں داخل کر دو۔“

”ارے تو یہ تو یہ، مہم۔ میں بھلا۔ میں بھلا۔“

”ہوں، ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے ڈیڑھ تو تم نے ان لوگوں کا حشر بھی دیکھا ہی ہو گا۔ تمہارا حشر اس سے مختلف نہیں ہو گا۔“

”یہ۔ یہ سب کچھ یہ سب کچھ اُف۔ ان کے بازو اور گھوڑے کی ٹانگیں کہاں گئیں؟“

”میں کہتا ہوں فضول جیو اس مت کرو، چلو مشر سلیری قبر میں آ جاؤ۔“

”نک۔ کوئی کوئی ایسی راہ نہیں نکل سکتی کہ تم کہ تم۔“

سلیری پھٹی پھٹی آواز میں بولا۔

”ہاں نکل سکتی ہے، یقیناً نکل سکتی ہے۔ بشرطیکہ تم اپنی اوقات کو پہچان کر مجھ سے رخ ہونے پر آمادہ ہو جاؤ۔“

”مہم۔ میں بائیکل رخ بولوں گا۔ تم یقین کرو میں بالکل رخ بولوں گا۔ تم اس کا مطلب ہے لوگوں کا کہنا درست تھا۔ تم بلاشبہ کوئی بڑی رُوح ہو۔ یہ کیا چاہتے ہو تمہارے ہاتھ میں ہے؟ اور جس سے تم نے جس سے تم نے؟“

”سلیری، سوالات کا حق صرف میں رکھتا ہوں اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم وقت ضائع کر رہے ہو لیکن اس بات کا اطمینان رکھو کہ اگر تمہارے پیاس ساتھی اور بھی یہاں آ گئے تو تمہیں ان پچاس کی قبر میں خود ہی تیار کرنا ہونگی کہ کیا سمجھے؟“

”نہیں نہیں۔ اب کوئی نہیں آئے گا۔ مہم۔ میں میرا مطلب ہے تم۔“

”ہاں ہاں، کوئی تم کام کی بات کرنے پر آمادہ ہو ٹھیک ہے یہ بتاؤ مشر سلیری کہ مارٹن ایٹرو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟“

سلیری کے بدن کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔

اس کی آنکھیں ایک بار پھر اپنے حلقوں سے باہر نکل پڑی تھیں۔ اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھا۔ منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا۔

”مارٹن ایٹرو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ میں نے ایک بار پھر سر دھجے میں پوچھا۔“

”مشر۔ مشر ایٹرو۔ مشر ایٹرو میرے سرورست ہیں۔ اور اور۔“

"ہوں، کہاں ہے وہ؟" میں نے سوال کیا۔
 "تم یقین کرو مجھے، مجھے کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ جیسا
 ماتحتوں کو اپنے آقاؤں کے بارے میں اتنی معلومات
 کہاں ہوتی ہیں، لیکن تم، تم ایک بار مجھے یہ تو بتا دو کہ
 کیا تم مارٹن ایشروکی تلاش میں دوگ میں آئے ہو؟"
 "نہیں سلیوری بالکل نہیں، تم یہ بتاؤ کہ اس وقت
 وہ کہاں مل سکتا ہے؟"

"یقین کرو میں نہیں جانتا۔ ایسی تھوڑے دن پہلے
 وہ واٹن برگ میں تھا۔ لیکن اس کے بعد کہاں گیا مجھے
 نہیں معلوم۔"
 "ہوں، مارٹن ایشرو نے جس شخص کو تمہاری تحویل
 میں دیا تھا اس کی کیا کیفیت ہے؟" میں نے پھر سوال
 کیا اور سلیوری آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھا چلا گیا۔ اس کی
 ماتحتوں کی قوت غالباً چولب دے گئی تھی اور اب اس میں
 کھڑے رہنے کی کشت نہیں تھی۔

"بہت وقت ضائع کرے ہو سلیوری۔ میرا خیال ہے
 مجھے تمہیں جلد زبان کھولنے کے لیے آمادہ کرنا چاہیے
 گا۔ میں چند قدم آگے بڑھا اور سلیوری کے سر پر ہتھیار
 سلیوری کی آنکھوں میں دہشت کے نقوش ابھرد
 آئے تھے۔ وہ۔ وہ میری تیر میں ہے۔ میرے ہاتھ لگا
 کے نیچے ترخانے میں محفوظ ہے۔"

"کیا نام ہے اس کا۔؟"
 "لی۔ لی۔ لی۔ سلیوری کے منہ سے آنا ہی نکل سکا۔
 "لیبیوس کیوں؟" میں نے سوال کیا اور سلیوری نے
 زور زور سے گردن ہلا دی۔
 "کیا کیفیت ہے اس کی؟ تم اسے کس علم رکھتے ہو؟
 "اُسے آئے مارٹن ایشرو کی ہدایت کے مطابق پیش
 ہے ہوش کو کھا جاتا ہے۔ میں اسے مسلسل بے ہوشی کے لحاظ
 دیتا رہتا ہوں بس غذا کے اوقات میں اسے ہوش میں لایا
 جاتا ہے۔ ورنہ ورنہ۔"

"اس کے علاوہ تمہیں اس شخص کے بارے میں کیا
 معلوم ہے؟"
 "مجھے کچھ نہیں معلوم۔ یہ مارٹن ایشرو کا پرہیزگار
 ہے۔ میں ان کے ذاتی معاملات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔
 بس وہ مجھے ہدایت دیتے ہیں۔"
 "ہوں، بل ٹیرو کے سلسلے میں مارٹن ایشرو کی کیا
 ہدایت ہیں۔؟"

ان کے خصلتے نکال لی اور سلیوری دہشت زدہ ہو کر کھڑا
 ہو گیا۔ تن۔ نہیں پلیز نہیں۔ اس نے کہا لیکن کٹالی کا
 حلقہ برق رفتاری سے اس کی جانب بڑھا اور سلیوری کا دھڑ
 دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔

ڈینی نے دہشت زدہ چیخ ماری۔ اور اس کے بعد
 اٹھی جھلا بگ لگائی لیکن سر کے بل نیچے آ رہا ایک پتھر لگ
 جانے کی وجہ سے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ یہ بات اس کی
 سمجھ میں نہیں آسکی تھی کہ چاکا ایک ہی مسٹر سلیوری ایک سے
 دو کیسے ہو گئے تھے۔ اسے یہاں میرے سامنے پانچ لاشیں
 اور دو زخمی پڑے ہوئے تھے۔ میرے لیے ٹراپل ہو گیا
 تھا کہ ان کا کب آروں۔ ظاہر ہے میں تنہا ان سب کو ٹھکانے
 نہیں لگا سکتا تھا۔ دو دو رنگ سناٹا اور ویرانی پھیلا
 ہوئی تھی۔ ان لاشوں کو یہاں اسی طرح چھوڑنا مناسب
 نہیں تھا۔ سلیوری کے قتل کی اطلاع چاروں طرف پھیل
 ماتی۔ اس وقت صرف ڈینی تھا جو اس واقعہ کا شاہد تھا۔
 ڈینی کو سنبھالایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اور کوئی تیر اس کے
 سوا نظر نہ آئی کہ یہاں مصروف رہوں اور ان لاشوں کو دفن
 کر دوں۔ چنانچہ میں نے کدال اٹھائی اور اس کے بعد اس
 کو زیادہ سے زیادہ چوڑا اور گہرا کرنے لگا۔ تقریباً ایک
 فٹ کے بعد ڈینی ہوش میں آ گیا تھا۔ وہ مجھے قبر پر کام کرنے
 کا اہتمام اور پھر ریزنا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مارٹر۔ مارٹر۔
 اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"او ڈی گدھے تو میرا دوست ہے تو میرا ساتھی ہے
 یہ خوف زدہ ہونے کا کیا ضرورت ہے؟"
 "لیکن لیکن۔۔۔ یہ۔ یہ سب۔۔۔؟"
 "ان سب کا یہی ہونا تھا۔ میں نے کہا اور ڈینی مسلسل
 کہتا رہا۔"
 "میں کا نا دوسرے اس قریبی کھدائی میں مصروف ہوں
 اس کے تو میری مدد کرتا، تو آرام سے گہری نیند سو
 جاتا ہے اور کدال سنبھال اور اس قبر کو شادہ کر دے"
 ڈینی نے ایک بار پھر سہمے ہوئے انداز میں ادھر ادھر
 دیکھا اور پھر کدال اٹھا کر میری ہدایت کے مطابق مصروف
 رہا۔ لیکن گھنٹے مسلسل سخت کے بعد مجھے اتنی چوڑی
 سڑک لگنی کہ پانچ لاشوں کو اس میں دفن کیا جاسکے۔ لیکن
 اس سے وہ دونوں آدمی بھی جن کے بازو ڈھانے کے
 لیے کٹ گئے تھے جانبر نہیں ہو سکے تھے۔ اس طرح
 توڑ میں ہیں سات لاشیں دفن کرنا پڑیں۔ یہ کام خوشگوار

نہیں تھا لیکن مجبوری تھی کیا کیا جاتا۔
 ڈینی کی حالت بھی کافی خراب ہو رہی تھی۔ اس کے جسم سے
 پرخوف دہشت کے آثار نمودار تھے۔ غالباً اپنی زندگی میں
 اس نے اس قسم کا کوئی کلام بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے اسے تسلی
 دی۔ اور کہا کہ یہ سب کچھ بے حد ضروری تھا۔ اور اتنا فیصلہ طور
 پر ہمیں سلیوری کو ٹھکانے لگانے کا موقع مل گیا۔
 میں نے اسے گھوڑا گاڑی کے قریب لے جایا تو ہونے کہا
 ڈینی اگر تم نے بہت سے کام نہیں لیا تو تمہارے لیے جو
 مصدقین کھڑی ہوں گی ان کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ ان
 گھوڑوں کو یہاں سے منتر کر دو۔ ظاہر ہے گھوڑے کی
 لاش کا ہاتھ پیر نہیں کر سکتے اگر کوئی اس طرف آیا۔ اور اس سلسلے
 میں تحقیقات ہوتی تو پھر صور حال جو بھی ہوگی، دیکھا جاتا۔
 میرے خیال ہے ہمیں یہاں سے واپسی پر فوراً بل ٹیرو سے ملاقات
 کر لینی چاہیے۔ اور اسے صور حال سے آگاہ کر دینا مناسب
 ہوگا۔ بل ٹیرو نے اسے ایک جو کچھ کہا ہے، اس سے اس کی
 نیت واضح ہو جاتی ہے۔ گو واہ ہارا دشمن نہیں ہے؟
 ہاں۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن لیکن تم جانتے ہو
 چیف اگر میں میں ذرا کم اور اصرار کا آدمی ہوں لیکن تم نے
 یہ سب کچھ کیا کیا۔؟ اوہ ان کی تعداد سات تھی۔ اور وہ چو
 اس کے ساتھ تھے، اس کے دست راست ملانے
 جاتے ہیں۔ اور سلیوری کے تمام معاملات کے نگراں ہیں۔ بلکہ
 تھے۔ اور تم نے ان سب کو کاٹ کے رکھ دیا۔ ہاں ذرا یہ تو
 بتاؤ۔ یہ تمہاری کلائی میں کون سا ہتھیار پوشیدہ ہے۔؟
 "جو کچھ بھی ہے ڈینی اب نہ یہ ہوگا کہ اب یہاں سے نکلنے
 کی تیاریاں کرو۔ ان گھوڑوں کو جا ایک مارا کر منتہر کر دو وگاد
 یہ بات اٹھا کر گاڑی میں واپس رکھنا دو۔"

حالات بے حد خراب ہو گئے ہیں چیف اگر کہیں بھی
 لغزش ہوگی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے نتائج کیا ہونگے۔
 ڈینی نے کہا۔
 "اگر تم مجھے بھاننے کی کوشش کر رہے ہو ڈینی تو یہ صرف
 تمہاری حماقت ہے۔ یہ بتاؤ میری تدفین کے بعد مجھے گھوڑا
 گاڑی تمہیں کہاں پہنچانی تھی۔؟"
 "مسٹر۔ مسٹر بل ٹیرو کے پاس۔ مجھے ہدایت دی گئی تھی کہ
 یہاں تمہاری قبر بنانے کے بعد تمہیں مشرقی سمت کی
 پہاڑیوں کے غاروں میں منتقل کر دوں۔ وہاں تمہاری
 آسائش کا بندوبست بھی کر دیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد گھوڑا
 گاڑی لے کر بل ٹیرو کے پاس پہنچ جاؤں، مسٹر بل ٹیرو نے

"مگ۔ کچھ نہیں، انکے شورے پر میں نے بل ٹیرو کو اپنا
 انکار بنا دیا تھا۔ اس میں اپنے طور پر محفوظ ہوں لیکن تم۔ تم
 کہ اگر تم مجھے یہ تو بتا دو کہ مارٹن ایشرو سے تمہارا کیا
 تعلق ہے۔"
 "فی الحال میرا تعلق صرف تم سے ہے سلیوری۔ مجھے
 تہ خانے میں داخلے کا راستہ بتاؤ۔ میں نے کہا اور سلیوری
 چند حقائق کے لیے سوچ میں گم ہو گیا۔
 دوسرے لمحے اس کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا
 تن۔ نہیں میں نہیں بتاؤں گا۔ میں بالکل نہیں بتاؤں گا۔
 اس نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔
 "کیوں سلیوری؟"
 "اگر تمہیں اس شخص کی تلاش ہے۔ اگر تم اس کے
 لیے یہاں آئے ہو تو پھر میری زندگی کا واحد ذریعہ ہے۔
 کہ میں تمہیں خود اس تک پہنچاؤں۔ اگر میں نے تمہیں اس کی
 پتہ بتا دیا تو تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"
 میرے ہونٹوں پر سکہ لٹ پھیل گئی اور میں نے
 آہستہ سے کہا۔ سلیوری تمہیں زندہ چھوڑنا وہ
 ممکن نہیں ہے۔ جو کہ تمہارے بجائے بل ٹیرو نے میرے
 مدد کی ہے اور بل ٹیرو نے جارہ وہ ہے جس نے ہوش
 تمہاری وجہ سے دوسروں کی نفرتوں کے درمیان زندگی
 ہے۔ جیسا کہ یہاں کا معاملہ ہے۔ میں اسے تلاش
 اور لگا۔ بلکہ تمہاری غیر موجودگی میں اسے زیادہ آسانی
 تلاش کیا جاسکتا ہے۔ ہاں یہ درست ہے۔ ڈیویر سلیوری
 کہیں لیویوس ہی کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ اگر تم
 ہو کہ تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تو تم
 سچ کہتے ہو۔ مارٹن ایشرو باقی رہ گیا ہے۔ دراصل میں
 جانتا تھا ہاتھ مارٹن ایشرو لیویوس کا گیا کہ ان کا ہاتھ
 اور اس کے مقاصد کیا ہیں؟ ہاں سلیوری ایک پیش
 تمہیں کی جاسکتی ہے وہ یہ اگر تم سے بتا دو کہ مارٹن
 لیویوس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہا ہے اور اس کا
 کیا ہے؟ تو تمہاری زندگی بخش دی جائے گی۔"
 "نہیں، میں تم سے جھوٹ بھی نہیں بول
 یقین کرو یقین کرو مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں
 سلیوری نے کہا۔
 "تو پھر ٹھیک ہے ڈیویر میں اس وقت انتہائی
 ہوں کہ وہ تمہاری زندگی میرے لیے مصیبت کا باعث
 سکتی ہے۔ سو ڈیویر سوچی۔ میں نے کٹالی ایک باجھار

اس سلسلے میں تمام اختلالات کر دیے تھے۔

”تو خشک ہے۔ بس تم آہی آہی تبدیلی کر دو گے مجھے ان سپہاڑیوں میں منتقل کرنے کے بجائے مٹر بل ٹیرو کے پاس ہی لے چلو میرا خیال ہے کہ وہاں مجھے پوشیدہ رہنے کی کوئی جگہ ضرور مل سکتی ہے۔ بعد میں میں صورتحال کو سنبھال لوں گا۔“

ڈینی نے گردن ہلا دی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چل پڑے۔ میں گھوڑا گاڑی کی درمیانی نشستوں کے نیچے پوشیدہ ہو گیا تھا تاکہ مجھے دیکھنا جاسکے۔ میں نے ڈینی کو تلقین کی تھی کہ وہ اپنے اعصاب کو قابو میں رکھے۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ اور جب گاڑی طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد دوگ کے بازاروں میں داخل ہوئی تو ڈینی اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ بل ٹیرو کی رائٹ گاہ پر پہنچ کر اس نے گھوڑا گاڑی ایک جگہ گھڑی کر دی۔ اور نیچے اتر کر مجھ سے بولا۔ ”مجھے اب کیا کرنا چاہیے چیف؟“

”کیا تم مٹر بل ٹیرو کو اطلاع نہیں دو گے کہ اپنا کام کر کے واپس آ گئے ہو۔؟“

”مجھ میں یہ جرأت نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی ہدایت مٹر بل ٹیرو نے نہیں کی تھی۔“ دفعتاً ڈینی چونک کر بولا۔

”اوہ! مٹر بل ٹیرو ہماری ہی طرف آرہے ہیں۔ اب میں کیا کروں۔؟“

”کچھ نہیں! آس پاس کوئی اور موجود ہے یا نہیں؟“

”نہیں کوئی بھی نہیں ہے۔“

”تو پھر یہ اچھی بات ہے۔ بل ٹیرو کو نزدیک آنے دو۔ تھوڑی دیر کے بعد بل ٹیرو ڈینی کے قریب پہنچ چکا تھا۔“

اس نے سر دلیجے میں پوچھا۔ ”کیسی قسم کی کوئی دقت تو نہیں ہوئی ڈینی۔؟“ ڈینی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی۔ اس نے نجانے کس طرح گاڑی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”کیا مطلب۔؟“ بل ٹیرو نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

”اس کا جواب میں آپ کو دوں گا مٹر بل ٹیرو! مجھے فوری طور پر آپ سے تنہا ملاقات کرنے کی ضرورت ہے۔ میری آواز سن کر بل ٹیرو جھپٹ پڑا۔ وہ تیزی سے گاڑی کے قریب آیا۔ اور مجھ اس کے اندر دیکھ کر ڈینی کی طرف گھورنے لگا۔ میں نے تو مجھ سے...

”نہیں بل ٹیرو! ڈینی اس سلسلے میں تصور وار نہیں ہے۔ میں نے کہا نا مجھے فوری طور پر تم سے کچھ گفتگو کرنا ہے۔ اس کا انتظام کرو۔“

بل ٹیرو نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر واپس کے لیے مڑتا ہوا بولا۔ ”گھوڑا گاڑی کس طرف لے آؤ؟“

وہاں اس درخت کے نیچے گھڑی کر دوئے ڈینی نے نو

ہی کوچوان کی سیٹ سنبھال لی۔ بل ٹیرو ڈرا ہٹ

چلنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گھوڑا گاڑی درخت

نیچے پہنچ گئی۔ درخت کے بالکل ہی نزدیک عمارت

بغلی حصے کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ بل ٹیرو چند لحظوں کے بعد وہاں پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے آہستہ سے کہہ

اس دروازے سے اندر داخل ہو جاؤ۔“

میں نے بل ٹیرو کی ہدایت پر عمل کیا۔ اور

رکنا کہا میں جانے کی ضرورت نہیں۔“

”بب بہتر بہتر چیف! ڈینی نے مرہ سے

میں کہا۔ اور بل ٹیرو بھی دروازے سے اندر

کئی راہداریاں گھومتے کے بعد وہ مجھے ایک اندر

میں لے گیا۔ اور اس نے تعجب خیز لہجے میں کہا:

یہاں آنا میری بھیج میں نہیں آتا میں نے ڈینی سے

”ایک منٹ۔ ایک منٹ۔ بل ٹیرو! میں تمہارا

کچھ خوشخبریوں ہی لایا ہوں۔“

”اوہ! کیوں۔۔۔“ بل ٹیرو نے سنجیدہ انداز

میں کہہ رہا ہوں تاکہ میرے پاس تمہارے

موجود چیزیں ہیں۔ مثلاً پہلی بات یہ کہ تم مطمئن ہو جو

ڈینی سلیری اب اس دنیا میں نہیں ہے۔“

میرے الفاظ کا ظاہر رد عمل ہوا۔ پتے

کی بچھ میں میری بات ہی نہ تھی۔ اور جب اس نے ہر

کا مقہوم سمجھا تو اس کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

اس کے منہ سے نہیں نکل سکا۔

میں نے ہی اس کے شانے کو قہقہا تے

ہاں سلیری کو میں نے قتل کر دیا ہے مع اس کے

کے جو سنا گیا ہے کہ اس کے زبردست ساتھیوں

تھے۔“

”نہ نہیں نہیں! کیا کہہ رہے ہو تم۔ کیا کہہ

پوری تفصیل سن لو۔ اس کے بعد جو سارا

میں نے کہا اور غصہ اس وقت سلیری کے دبا

کی داستان سنائی۔ بسبب اپنی فوری تیار یوں

اور پھر میں نے اسے بتایا کہ کس طرح سلیری کو میں نے

ت کی نیند سلا دیا۔

بل ٹیرو چند لمحات تعجب سے مجھے دیکھتا رہا تھا۔

میرے الفاظ پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے

قابل یقین انداز میں کہا: ”کیا کہہ رہے ہو تم! میری بھیج میں

جاری گفتگو کا ایک نفاظ بھی نہیں آتا۔“

”اور میں اس سے زیادہ الفاظ ضائع نہیں کرنا

اہتا۔ بل ٹیرو اوصاف اور واضح الفاظ میں نے تمہیں

نادار کیا تمہارا ذہن سلیری اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

”آہ! ایک یقین کروں۔ کیسے یقین کروں۔“

”اگر یقین نہیں آتا تو اپنے اس سخن سے ڈینی کو یہاں

لب کر۔ وہ تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دے گا۔“

”نہیں نہیں! مجھے ایک منٹ کا موقع دو۔ ذرا سوچ

لیں۔ ذرا سوچ لوں کہ جو کچھ میرے کانوں نے سنا ہے، وہی

حقیقت ہے یا مجھ اور۔“

میں خاموشی سے بل ٹیرو کی صورت دیکھتا رہا۔

ن کی کیفیت واقعی عجیب ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد

س نے گہری سانس لے کر کہا: ”کیا واقعی سلیری اب اس

دنیا میں نہیں ہے۔؟“

”ہاں! یہی تمہیں اسکی ترقی کا تلاش

لجانے کی وجہ ہے۔ اس کے چھ ساتھیوں سمیت دفن

کر دیا ہے۔ آئی قبر میں جو میرے لیے تیار کی جا رہی تھی۔“

”آہ! اگر یہ حقیقت ہے، یہ حقیقت ہے، تو تو نہیں!

کیا واقعی یہ حقیقت ہے۔؟“ بل ٹیرو آگے بڑھ کر میرے

قریب پہنچ گیا۔ اور میرے انداز میں ناخوشگوار کی کیفیت

پیدا ہو گئی۔ میں تم سے جھوٹ بولنا پند نہیں کرتا مٹر بل ٹیرو!

انہی اس وقت میری بات پر یقین نہ کرنا چاہتا ہوں بہتر ہے

کہاؤ اور اپنے طور پر تحقیقات کرو۔ اور پھر جب تم تحقیقات

کامل کرو، تو مجھ سے ملاقات کر لینا۔“

اس سے نہیں نہیں! میں خوشی کی ہی خبر برداشت

نہیں کر رہا ہوں! مجھے شادی مرگ نہ ہو جائے۔ ہم میں

ہیں کشمکش نہیں کر سکتا کہ وہ شیطان اس طرح جہنم رسید

ہو سکتا ہے۔“

”لیکس بات بتاؤ بل ٹیرو! سلیری کی قوت سے خوفزدہ

تھے یا اس کے بیک گراؤ بند ہے۔؟“

میں سمجھا نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کہ تمہارے دل میں خود بھی تو کبھی

یہ خواہش جاگی ہوگی کہ سلیری سے نجات حاصل کر لو۔ تم

بظاہر اتنے کمزور آدمی نظر نہیں آتے۔ کیا تم نے اس طرح کی

کوئی کوشش نہیں کی تھی۔؟“

”اس کوشش کا نتیجہ جانتا تھا۔“

”کیا مطلب۔؟“

”مطلب یہ کہ سلیری اور اس کے چھ ساتھی زبردست

قوتیں رکھتے تھے۔ تم تو انہیں قتل کرنے کی بات کر رہے ہو۔

میں اگر اس قتل کے بارے میں سوچتا بھی تھا، تو مجھ پر بدشت

سوار ہوجاتی تھی۔ وہ کجنت ایسی عجیب و غریب قوتوں کا مالک

تھا کہ اسے اپنے دشمنوں کے ارادوں کی بہت سہولت سے خبر

ہوجاتی تھی۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ اس کے دشمن اس پر کوئی

ہاڑ کر سکیں۔ وہ خود ہی ان کا خاتمہ کر دیتا تھا۔ یہاں دوگ میں

ایسے بے شمار واقعات ہو چکے ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ صرف تمہیں سلیری کی قوت

سے خوف تھا۔“

”ہاں! ہونے صد کہ! اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں۔

سلیری کے باہر کے معاملات کیا تھے۔ ظاہر ہے مجھے اس

سلسلے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں تو صرف دوگ ہی تک محدود

ہوں۔ البتہ یہ بات یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر میں نے

سلیری کے خلاف حکومت کی امداد حاصل کر لی کی کوشش

کی تو مجھے اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں نصیب ہوگی۔

اور منہ کی کھانا بڑے گی۔ کیونکہ بیرونی معاملات میں اس کی

قوت بہت زیادہ تھی۔“

”بل ٹیرو! اب سلیری کی موت کے بعد ظاہر ہے تمہارے

لیے کہ انکم یہ خطرہ تو ختم ہو گیا کہ تمہارا دشمن تمہارے خلاف

کوئی کارروائی کرے گا۔ سلیری اپنے چھ ساتھیوں سمیت دفن

ہو چکا ہے۔ اور جب تک کوئی اس کی نشاندہی نہ کرے، یہ

بات منظر عام پر نہیں آئے گی۔ اگر کسی تم سے اس بارے

میں پوچھا جائے، تو تم یہ ہی جواب دو گے کہ تم اسس کی

مصروفیات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ وہ یقیناً کہیں

چلا گیا ہو گا۔“

”ہاں! اگر سلیری زندہ نہیں ہے تو پھر مجھے کوئی خدمت

نہیں ہے۔ میں صرف اس سے خوفزدہ تھا۔ ورنہ تم جانتے

ہو کہ دوگ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جو میری آواز کے

آگے اپنی آواز بلند کرنے کی ہمت کرے۔ میں یہاں کے

معاملات بخوبی سنبھال لوں گا۔ اگر مجھے خطرہ تھا تو صرف

سلیری کی ذات سے۔“

• گنڈ ویری گنڈ گویا اب تم اس خطبے سے آداؤ ہو۔

ہاں! لیکن مجھے معاف کرنا۔ اس بات کا یقین کرنے میں مجھے بہت دقتیں پیش آئیں گی۔ اور جب یقین کرونگا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ میری ذہنی کیفیت کیا ہو جائے گی؟

”میں تمہیں اسی سے روکنا چاہتا ہوں بل ٹیرو اور یہاں دوگ میں جو تک متعدد قائم ہے کہ اگر تمہارا کوئی مدد قابل ہے تو صرف سلیری۔ اس تصور کو قائم رہنے دو۔ باقی تہا پی حیثیت سے لوہا پورا فالکھ اٹھاؤ۔ اور جو کچھ اب تک نہیں

کرتے تھے، وہ نہ شروع کرو۔ یعنی دوگ کے باشندوں پر بل ٹیرو کا خوف قائم رہنے دو۔ لیکن ان کے خلاف کارروائی

فتح کرو۔ رفتہ رفتہ وہ تم سے محبت کرنے لگیں گے جن لوگوں کو سلیری نے تمہارے شائقوں پر بندوبست کر رکھا ہے پہنچا ہے، وہ تو تم سے کبھی خوش نہیں ہوں گے۔ لیکن

تم اپنی قوت سے انہیں زیر و برزور رکھو گے۔ یعنی میرا اب وہ کام ختم ہو گیا جو کہ ان کم تہملی ذات سے تعلق رکھتا تھا۔

اور اب تم مجھے یہاں پوشیدہ کرنے کا بندوبست کرو۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ سلیری کی رہائش گاہ کے نزدیک

تہہ خانوں میں جو شخص قید ہے اسے لے کر خاموشی سے یہاں سے نکل جائے۔

”سو فیصدی سو فیصدی۔ اگر سلیری اب اس دنیا میں

نہیں ہے تو پھر اس کی رہائش گاہ میں میرا راستہ روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر تم اجازت دو تو میں ڈیڑھ گھنٹے

بلاؤں۔ خدا اس سے بھی کچھ بات چیت ہو جائے۔

میں نے گردن ہلائی۔ اور بل ٹیرو تیزی سے باہر نکل گیا۔ ڈیڑھ اور وہ ڈراؤ میں میرے پاس آئے۔ لیکن

اب بل ٹیرو کو کیفیت کافی بہتر نظر آ رہی تھی اس نے بہت انداز میں میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: ”آہ! مجھے یقین آتا تھا

رہا ہے۔ مجھے یقین آتا تھا۔ اب ہے۔ سوئی مجھے معاف کرنا میرے دوست! بات ہی ایسی ہے۔ لیکن ڈیڑھ نے

تمہاری تمام باتوں کی تصدیق کر دی ہے۔ بس میں تم سے اس کے لیے معافی چاہتا ہوں کہ میں اس بات پر آسانی سے

یقین نہیں کر پایا تھا۔

”ان فضول باتوں کو ترک کر کے اب بہتر ہو گا بل ٹیرو کسب سے پہلے میرے لیے کسی رہائش گاہ کا بندوبست کرو۔

”ارے یہ پوری عمارت خالی پڑی ہے تمہارے لیے تم نے وہ کام کیا ہے کہ میں میں تمہیں اپنے بہترین دوستوں

میں گردان سکتا ہوں۔ میں ابھی تمہارے لیے بندوبست کیے دیتا ہوں۔ باقی رہائش گاہ کی رہائش گاہ کی تبدیلی

کی تلاش، تو میں اس کے لیے قوری طور پر کوئی منظم کارروائی کر سکتا ہوں۔

”اگر سلیری کی رہائش گاہ میں تمہیں کسی تہہ خانے تلاش ہے تو اس کے لیے اس سانپ کا بندوبست کرو ڈیڑھ نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہا۔

”کیا مطلب؟“ بل ٹیرو بولا۔

”چیف! ویسے تو میں نے کبھی اپنے بارے میں کسی کوئی بات نہیں کہی۔ لیکن درحقیقت میری فطرت میں سائنس کی فطرت شامل ہے۔ میں بل کی تلاش پڑی آسانی۔

کر لیتا ہوں۔ سلیری کی رہائش گاہ میں اگر کوئی تہہ خانہ۔ تو وہ میری نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ مگر اگر

تہہ خانے سے مجھے کیا نکلنا ہے۔؟“

”اوہ! ڈیڑھ! کیا تم خوفزدہ کر کے کام کر سکتے ہو۔؟“ سو فیصدی۔ میں نے کہا، اگر اس سلسلے میں تو تم

مت کرو۔ تمہیں علم ہے چیف! اگر اپنے دوست کو سیر تمہاری رہائش گاہ میں ملا تھا۔

”ہاں! ڈیڑھ! یہ کلم میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تو تمام تر ذہانت سے کام لے کر سلیری کی رہائش گاہ

اس تہہ خانے کو تلاش کرو۔

”اوکے چیف! اوکے! یہ ذمہ داری میرے سر ڈیڑھ نے کہا اور پھر اجازت لے کر وہاں سے چلا گیا۔

بل ٹیرو مجھے لیے ہوئے اپنی عمارت کے ایک حصے میں پہنچا۔ جہاں اس نے میرے آرام کیلئے

بندوبست کر دیا۔ ذہنی طور پر وہ بہت مطمئن نظر تھا۔ خاص طور سے اس لیے کہ اس کا بدترین دشمن

اس کا ننگرا نہیں تھا۔ چنانچہ تک وہ میرا لوہا رہا۔ بار بار وہ چونک کر یہی پوچھنے لگتا تھا کہ کیا واقعہ

جیسا خوفناک انسان میرے ہاتھوں موت کا شکار اس نے تعجب بھرے لہجے میں مجھ سے پوچھا۔

لیکن مسٹر! کیا تم مجھے یہ بتانا پسند نہیں کرو گے کہ؟ کیا ہو اور جس شخص کی تلاش میں تمہارا آئے۔ تمہارے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے۔؟ دیکھو نا

سوال کرنے میں حتیٰ بحال ہوں کیونکہ۔ کیونکہ مسائل رکھنے کے باوجود سلیری کا کچھ نہیں بگاڑا۔ لیکن جب سے تم دوگ میں داخل ہوئے تم نے

بیا ہی پھیلا دی۔ اور نتیجے میں سائینز کو سلیری کو۔ آہ! یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے مجھے کچھ عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔

”میرے بارے میں کسی قسم کی تشویش مت کرو بل ٹیرو! تمہیں مختصر بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق برطانیہ سے نہیں ہے۔

اپکا آدمی ہوں۔ سلیری کی قید میں ایک شخص تھا، جسے تم میرا ساتھی کہہ سکتے ہو۔ اور اس شخص کو قید کرنے والا

ہارن ایروٹو نامی ایک شخص ہے، جو لندن ہی میں رہتا ہے۔ لیکن یہ پانچ دنوں سے دور رہتا ہے۔ درحقیقت میرے علم

میں تو صرف یہ بات تھی کہ میرا ساتھی ہارن ایروٹو کی قید میں ہے۔ لیکن بعد میں مجھے پتہ چلا کہ ہارن ایروٹو کا دست

بل ٹیرو نامی شخص ہے جو دوگ میں رہتا ہے۔ اور اس کے مسائل بل ٹیرو ہی دیکھتا ہے۔ چنانچہ حقیقت تو یہ تھی کہ میں

تمہاری تلاش میں یہاں آیا تھا۔ لیکن یہاں اگر صورتحال مختلف ہی ہوئی۔

”آہ! اس کا مقصد سے کہ اگر میں وہ شخص ہوتا تو آج سلیری کی جگہ سلیری کی جگہ۔۔۔“

”سو بل ٹیرو! حقیقت ہے یہی ہوتا۔“

”بہ طور پر میری خوش بختی ہے۔ لیکن اب تمہارا کیا ہولڈرام ہے۔؟“

”دوگ کے معاملات تو تمہیں ہی سمجھانا ہوں گے بل ٹیرو! اور مجھے یقین ہے کہ تمہیں اس میں کوئی دقت نہیں

ہوگی۔ تمہاری ساکھ تمہارے کام آئے گی۔ یہ بات تو شاید ہی کوئی جانتا ہو کہ درحقیقت بل ٹیرو دوگ میں کچھ نہیں

تھا۔ اور سلیری نے ایک گھنٹہ ڈو جانا بل پھیلا یا ہوا تھا۔ باقی اگر میرا ساتھی مجھے لے جاتا ہے تو میں اسے لے کر یہاں

سے نکل جانا پسند کروں گا۔ اور اس کا انتظام تمہیں ہی کرنا ہوگا۔“

”تم بالکل فکر مت کرو۔ ظاہر ہے آج تک دوگ کے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ دوگ سے واپس نہ جانے والے

بل ٹیرو کی حکم پر واپس نہیں جاتے۔ لیکن تم یہاں سے واپس جاؤ گے۔ پورے اطمینان کے ساتھ۔ یہ

میری اپنی ذمہ داری ہے۔“

”بس تو ٹھیک ہے۔ اب ڈیڑھ کو اپنا کام کرنے دو۔ اور اگر وہ اس سلسلے میں ناکام رہتا ہے تو مجھے اذیت تو کام کرنا پڑے گا۔ لیکن ہے میں کچھ اور بھی دانتے اختیار

کروں۔“

بل ٹیرو نے میری بڑی خدمت کی۔ رطرنج کی سہولتیں

مجھے فراہم کریں۔ میں اپنے طور پر گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اب مجھے کیوں دل کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ کیوں کو حاصل

کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ بشرطیکہ ہارن ایروٹو کی طرف سے کوئی ذمہ داری کا دعویٰ نہ ہو جائے۔ میں جانتا تھا

کہ سلیری اس سلسلے میں آخری چیز نہیں ہے۔ اور جیسا کہ سلیری نے مجھے بتایا کہ وہ صرف ہارن ایروٹو کا کار

ہے۔ اور اس کے معاملات سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہارن ایروٹو سلیری کے

سلسلے میں کیا کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اگر اس نے سلیری سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اور اس میں ناکام رہا، تو

اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ دوگ پہنچ جائے۔ جی تو چاہتا تھا کہ ہارن ایروٹو کا اشتہار کروں اور اس سے

بھی حساب کتاب کروں۔ بہت سی باتیں میرے ذہن میں الجھی ہوئی تھیں۔ یہ بات آج تک نہیں جان سکتا تھا

کہ اگر ہارن ایروٹو لوگوں میں سے نہیں ہے جو صرف ویسٹی کا خزانہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ تو پھر اس کا مقصد

کیا ہے۔ بظاہر یہی احساس ہوتا تھا کہ ہارن ایروٹو کے ذہن میں خزانے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ وہ کیا چاہتا تھا

ہے۔ یہ بات اگر معلوم ہو جاتی تو مجھے اپنے کام کی آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔ لیکن بہ طور سارے ہی کام تو مرضی

کے مطابق نہیں ہو جاتے۔

ڈیڑھ نے اتنے ہیاد سے مجھے واپس آیا، اسکی آنکھوں میں فتح مندی کے تاثرات دیکھ کر میرا دل خوشی سے اچھل

پڑا تھا۔ اتفاق سے بل ٹیرو بھی اس وقت میرے پاس ہی موجود تھا۔ اور کسی سوچ میں پھنسا ہوا تھا۔ ڈیڑھ کے

لیے اس نے اپنے آدمیوں کو کہا کہ اب کڑی جینیں چنانچہ ڈیڑھ کو بلا کسی روک ٹوک کے یہاں پہنچایا گیا تھا۔

میں ششدر سا کھڑا ہو گیا۔ ڈیڑھ کے الفاظ پر میرے بہت بڑے کاموں کا دار و مدار تھا۔

ڈیڑھ نے کہا۔ ”میں نے کہا تھا چیف! کہ میں سانپ ہوں۔ اور بلوں کی تلاش میں مجھ سے اچھا آدمی

کوئی نہیں ثابت ہو سکتا۔ وہ ایک درمیانی عمر کا آدمی ہے، جس کے چہرے پر جھکاڑ جھنکار آگے ہوئے ہیں۔ اور وہ ایک مہر کی پنجرہ کی نیند سوتا رہتا ہے۔ میں

نے کئی گھنٹے اس کی بخالی کی ہے۔ اس دوران میں نے ان لوگوں کی کارروائیاں بھی دیکھی ہیں۔ تین افراد یہاں

جن کے نام میں سٹر بل ٹیرو کو بتا سکتا ہوں۔ جو اس کی نگرانی پر مامور ہیں، ان میں ایک ڈاکٹر سوئیٹ ہے، جو ان کا جانچار ہے۔ باقی دو اس کے ماتحت۔ ڈاکٹر سوئیٹ نے اس دوران اس شخص کو ایک انجکشن دیا تھا۔ اور پھر اپنے آدمیوں کو ہدایت کی تھی کہ رات کی غذا اسے تنہا تین بیجے دی جائے۔

”گویا گویا تم اس تہہ خانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔“ یہ میں نے چھوٹے ہونے سانس کیساتھ کہا۔

”میں تمہیں اس شخص کے بارے میں بتا رہا ہوں یہاں، چنانچہ خائفانہ حالتوں کا قیدی ہے۔“

”آہ آؤ بیوی گڈ بیوی گڈ! سٹر بل ٹیرو اس شخص نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جسکی پہلی تعریف کی جانے لگی ہے۔“

”دوگ کاسب سے خطرناک آدمی ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو کچھ ظاہر نہیں کرتے۔ اور بہت دوروں کے سامنے بڑی کامیابی کا اظہار کرتے ہیں۔ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو کیا میں نے بلا وجہی اس شخص کو اپنے خاص ساتھیوں میں شامل کیا ہے۔ مجھے بھی ایسے لوگوں کی شناخت ہے۔“

”تو پھر سٹر بل ٹیرو اب اس شخص کے حصول کا بندوبست کرنا ہے نہیں؟“

”یہ کام بالکل مشکل نہیں ہوگا۔ تم بے فکر رہو۔ رات ہونے کا انتظار کرو۔ ذرا گہری نلالت ہو جائے تو ہم لوگ سلیپر کی رہائش گاہ کی طرف چلیں گے۔ اور ڈینی ہارزی رہائشی کرنے گا۔“

میں بڑا تجسس محسوس کر رہا تھا۔ بہ طور جتنے بھی گھنٹے گزرے، میرے لیے بہت ہی غلبہ ناک تھے۔ پھر بل ٹیرو تیار ہو گیا۔ اس نے مجھے پستول فراہم کیا۔ ڈینی کو بھی مسلح کر دیا تھا۔ زیادہ لوگوں کو ہم نے ساتھ لانا مناسب نہیں سمجھا۔ ڈینی نے گھوڑا گاڑی چھانی اور ہم دونوں اس میں بیٹھ کر سلیپر کی رہائش گاہ تک جانب چل پڑے۔ سلیپر کی رہائش گاہ سے تقریباً آدھے نولانگ کے فاصلے پر ایک درخت کے چھنڈ میں گھوڑا گاڑی رکوا دی گئی۔ اور اس کے بعد چھانڈان اتر کر سلیپر کی رہائش گاہ پہنچ گئے۔

ڈینی ہمیں رہائش گاہ کے پچھلے حصے میں لے گیا تھا۔

وہاں تقریباً چھوٹا اونچے احاطے کی ایک دیوار پار کرنی تھی اس کے بعد یعنی چھوڑوں میں گھس گیا۔ جہاں اس رہائش گاہ کے عقبی حصے میں تئیس۔ لیکن ان کی آڑ میں چھپ کر اس رہائش گاہ تک پہنچا جاسکتا تھا۔ ڈینی تمام بندوبست کر کے آیا تھا۔ چنانچہ رہائش گاہ کے عقبی دروازے کی کڑی اندر سے بند نہیں تھی۔ ہم دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اور ڈینی ہماری رہنمائی کرتا سہا تائیں میں ایک سمت بڑھنے لگا۔ پھر وہ سلیپر کی رہائش گاہ کے ایک مخصوص حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے ایک چھوٹے آئینے کے آئینے پر کھڑے ہوئے ایک کاسی کے کھمبے کو اپنی جگہ سے بلانا جلا شروع کیا۔ اور آئینے کے عین پیچھے ایک دیوار میں خلا پیدا ہو گیا۔ یہ اندر جانے کا راستہ تھا۔ بلاشبہ ڈینی کو اس سلسلے میں چادوگر کہا جاسکتا تھا۔ بلوں کی کمانوں کو توشا بد شکل کام نہ ہو لیکن تہہ خانے میں داخلے کا یہ دروازہ تلاش کرنا چادوگری ہی تھی۔ کیونکہ سانی سے ایسی چیزوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی تھی۔ ہم لوگ تہہ خانے میں داخل ہو گئے۔ مارچ کا انتظام ڈینی ہی نے کیا تھا۔ دروازہ ہم اپنے ساتھ روشنی نہیں لائے تھے۔ تہہ خانے کی چوڑی کیرولیاں عبور کرنے کے بعد تہہ خانے میں داخل ہو گئے اور ڈینی ہماری رہنمائی کرنے لگا۔

میں نے ڈینی سے پوچھا کہ کیا تہہ خانے میں روشنی کا کوئی بندوبست نہیں ہے تو اس نے آہستہ سے کہا کہ تم بات بھول رہے ہو ماسٹر، کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ڈینی کے وہ دونوں آدمی یہاں آتے ہوں گے جنہیں رات کو تین بیجے اس شخص کو غذا دینے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اس وقت اپنی گھڑی میں دیکھو کہ وقت کیا ہوا ہے، یہ بات بھی نہایت ذہانت کی تھی، جو ڈینی نے کی۔ درحقیقت یہ پراسرار شخص اب مجھے بھی متاثر کر رہا تھا۔ تین بجنے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ چنانچہ ہمیں ان لوگوں کا انتظار کرنے کے لیے ایسی ہی جگہیں تلاش کرنی پڑیں، جہاں پوشیدہ رہا جاسکے۔ اس کے بعد ہم تین بیجے کا انتظار کرنے لگے۔

تین بجکر شاید چھ یا سات منٹ ہوئے تھے کہ دفعتاً ہمیں تہہ خانے کی کیرولیاں برآواز میں سنائی دیں۔ اور یہ خوش بختی تھی کہ ان دونوں کے ساتھ ڈاکٹر سوئیٹ بھی تھا۔ لہذا سلیپر کی تہہ خانے کا راز زیادہ افراد کو نہیں معلوم ہوگا۔ تہہ خانے کی بناوٹ اور اس کی ساخت سے ہم اندازہ لگا چکے تھے کہ وہ پوری طرح محفوظ ہے۔ اور کسی اور مدخلت جو سوال کرے۔

ہاں اسکا نہیں ہے۔ چنانچہ سوئیٹ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ بھی اس جگہ پر کرنا تھا۔ کیونکہ وہی لیوس کے ہیلے میں ملازدار تھے۔ اور وہ جیسا کہ لیوس کو یہاں سے اخراج کر دیا گیا۔ ہم لوگ انتظار کرتے رہے۔

روشنی میں وہ لوگ اپنی کارروائی میں مصروف ہو گئے۔ ڈاکٹر سوئیٹ نے لیوس کو ایک انجکشن دیا اور پھر کلاں پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔ ہم لوگ انہیں صاف دیکھ سکتے تھے۔ چند لمبات کے بعد میں نے لیوس کے بدن کی جیش محسوس کی۔ غالباً وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ اس میں وقت شدید سنسنی کا شکار تھا۔ جس شخص کی تلاش میں میں نے سخت جدوجہد کی تھی وہ اس وقت میرے سامنے موجود تھا۔ ایک آدھ بار ڈان میں یہ خیال بھی آیا کہ یہ شخص لیوس ہے بھی یا نہیں لیکن ابھی اس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد لیوس کو انہماک میں مہینہ پر بٹھایا گیا اور پھر پچھوں سے اسے غذا دی جانے لگی اس پر نیم بے ہوش کی طاری تھی۔ غذا کھانے کے بعد ڈاکٹر سوئیٹ نے اسے دوبارہ تیند کا انجکشن دینا چاہا لیکن یہ نہیں سمجھیں مداخلت کرنی تھی۔ چنانچہ ہم برق رفتاری سے باہر نکلے اور ہمارے لیے ہتھیاروں کی کئی سے جانگے۔ مجھے اور بل ٹیرو کو بچا دیکھ کر وہ شدید رہ گئے۔

بل ٹیرو نے خود بخود اپنے یہاں چلا اس طرف ہٹ جاؤ۔ کوئی حسرت کی تو!

ڈینی بچاؤ ایسے معاملات سے ہمیشہ دور بھاگنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ وہ کبھی دل کا آدمی ہے۔ اور لڑائی بھڑائی کے موقعوں پر اس کے اعصاب شل ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ایسے معاملات میں اسے بالکل ہی منور دیکھا جائے۔ اور اس وقت بھی اس نے اپنی جگہ سے جیش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

بل ٹیرو کی مدد سے ڈاکٹر سوئیٹ اور اس کے آدمی اس طرف ہٹ گئے، بعد میں ٹیرو نے اشارہ کیا تھا۔ لیوس بدستور سہری پر اپنیوں رکنا بنے بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر سوئیٹ اور اس کے دونوں ساتھی پھر پھر کاتب رہے تھے۔ یعنی طور پر وہ بھی قبضے کے لوگوں میں شامل تھے جو بل ٹیرو سے درشت زدہ رہتے تھے۔ اور اس وقت بل ٹیرو کی یہی سزا کا کام آ رہی تھی۔ اس نے سنی تیزنگاموں سے مجھے دیکھا۔

میں چند قدم آگے بڑھا آیا ڈاکٹر سوئیٹ! میں تم سے جو سوال کر رہا ہوں۔ اس کا جواب مجھے بالکل صحیح ملنا چاہیے۔

ورنہ بیٹھے کے تم ہمارا خود ہو گے، ڈاکٹر سوئیٹ سہمی ہوئی لنگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ یہ شخص کون ہے۔

”مہم! مہم! آپ یقین کیجئے کہ میں نہیں جانتا۔ بس اتنا معلوم ہے مجھے کہ یہ مہم سلیپر کا قیدی ہے۔“

”مہم! کتنے عرصے سے یہ مہم سلیپر کا قیدی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”غائب تین ماہ ہو گئے۔“

”جو انجکشن تم اسے لگانے والے تھے یہ کس نوعیت کا ہے؟“

”یہ صرف ذہن کو ملا دیتا ہے اور جب تک دوسرا انجکشن لگا کر اسے جگایا نہ جائے وہ سوتا رہتا ہے۔“

”اس شخص پر اس انجکشن کے مضر اثرات۔“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں! یہ صرف خواب آورا انجکشن ہے۔ اس سے زیادہ اس کی حیثیت کچھ نہیں۔“

کیا یہ انجکشن زیادہ توڑا دینے لگانے سے اس شخص کی ذہنی قوتیں ہمیشہ کے لیے زائل ہو سکتی ہیں۔

”مقلی نہیں! یہ صرف عارضی نوعیت کی چیز ہے!“

میں بل ٹیرو کی طرف مڑا۔ اور میں نے پچھے ہٹ کر کہا۔

”مجھے اب اس سے اور کچھ نہیں پوچھنا، اس کا کام تم ہوگا۔“

میرے یہ الفاظ قلمی اس لیے نہیں تھے کہ بل ٹیرو وہ قدم اٹھائے۔ جو دردمند نے اس نے اٹھایا، میں نے تو اس سے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ مجھے اس شخص سے اور کچھ نہیں پوچھنا۔ لیکن بل ٹیرو پہلے سے تیار تھا۔ اس کے ہاتھ میں دے ہوئے پستول سے پچھے بعد دیکرے تین گولیاں نکلیں اور ان گولیاں کے بیٹوں میں پیوست ہو گئیں۔ لیکن اس نے اس پر اکتفا نہ کی۔ دوسری تین گولیاں ان کی پشانی کو سوراخ دار بنائی ہوئی گولہ پوری میں گھس گئیں۔ اور اس کے ہمدان میں پچھنے کی حکمت بھی نہ تھی۔ البتہ الماری کے پیچھے سے ڈینی کی بیچ منور رسنائی ڈی تھی۔ میں بل ٹیرو کی اس حرکت سے حیران رہ گیا تھا۔ لیکن پھر میں نے بھی اس سے اتفاق کر لیا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ظاہر ہے ڈاکٹر سوئیٹ اگر زندہ رہ جاتا تو وہی اس راز کی نقاب کشائی کا ذریعہ ہوتا۔ اب یہ راز ہمیشہ کے لیے اس تہہ خانے میں سو گیا تھا۔ میں نے اپنی جگہ سے ہٹ کر ڈینی کو الماری کے پیچھے سے گھسیٹا اور وہ کانپتا ہوا

باہر نکل آیا۔

خدا کی پناہ۔ میں نے اس سے پہلے آنا خون کبھی نہیں دیکھا۔ میں کیا کہوں، مرزا بل ٹیرو کے سامنے زبان کھولنے کی جرات نہیں رکھتا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

”پھر نہیں ان لاشوں کو گھین کر ان الماریوں کے پیچھے ڈال دو، تمہارا کام تم یہ میں نے بیٹھے ہوئے کہا۔ اور زین بی بی لنگھا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے مزید کچھ بولنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ لاشوں کو یہاں سے باہر سے جا کر ٹھکانے لگانا اول تو ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ اس تہہ خانے کے بارے میں پتہ نہیں کہ اور کون کون سی معلومات حاصل تھیں یا نہیں۔ اس کے علاوہ سلمیری کی اس رہائش گاہ میں آزار دہن نقل و حرکت ممکن بھی نہیں تھی۔ لیوس کو میں نے بازو پکڑ لیا تھا یا تو وہ خاموشی سے مٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے لہورا اس کا چہرہ دیکھا تھا اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ بس خالی خالی لنگھا ہوں سے وہ زمین کو تکتے جا رہا تھا۔ اس نے ہم لوگوں کو بھی نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیوس کو ساتھ لے کر ہم باہر نکل آئے۔ اور پھر اسی راستے سے واپسی کا سہارے کیا، جدھر سے یہاں کسب پیچھے تھے۔ بل ٹیرو کی رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد ہم نے سکون کا سانس لیا تھا۔ بل ٹیرو بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے اپنے کمرے میں بیٹھ کر مجھ سے کہا: اس سے زیادہ خوراقتیاری میں نے کبھی معمولی نہیں کی۔ دوگ کے ہاتھوں نے تباہی بارے میں طرح طرح کی پراسرار کہانیاں گھڑ لی تھیں۔ ماہرین ذہن ہر جہتی کو اس بھری لنگھا ہوں سے دیکھتے تھے۔ اور سوچتے تھے کہ شاید یہ ان کا نجات دہندہ بن جائے۔ اس سے پہلے بھی کئی کہانیاں منظر عام پر آئی تھیں۔ لیکن کج بخت سلمیری نے میرے شانوں پر ہندوق رکھ کر ایسے کی شخص کو یہاں سے زندہ واپس نہ جانے دیا، جو دوگ کی کہانیاں حکومت، بھائی کے کسی اور شہر میں جا کر سنا سکتا۔ جو کبھی کاری نہ ماننے سے یہاں تک کہیں بھی پہنچے، انہیں حقیقتوں سے بے خبر رکھا جاتا تھا۔ یا اگر وہ حقیقتوں کے شناسا بھی ہوتے تھے تو پھر ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو سلمیری کے حاشیہ بردار ہوتے۔ چنانچہ دوگ کی کہانی دوگ ہی میں رہی۔ لیکن اب اس کی کہانی میں تبدیلیاں پیدا کر دی گئی۔ اور لوگ بل ٹیرو کو ایک بالکل نئی شکل میں دیکھیں گے۔ میں یہاں برطانوی قانون نافذ کر دیں گا۔ اور میرا ب سے پہلے کام یہی ہوگا کہ حکومت برطانیہ کے کام عمید ہلالان سے مل کر

ان سے کہوں گا کہ دوگ میں ایک مضبوط قانون لگا کر دوں گا۔ یہاں ان کا نوبت کا دور دورہ ختم ہو جائے۔“

”یہ ایک اچھی بات ہے، مسز بل ٹیرو اور میں اپنے مقصد کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس بات کی خوشی بھی محسوس کروں گا کہ دوگ کے پریشان حال لوگ کسی حد تک میری وجہ سے سکون کی زندگی بسر کریں گے۔“

اب میرے لیے یہ ضروری ہے کہ میں دوگ سے تمہاری واپسی کا بندوبست کر دوں۔ حالانکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اب اس میں کوئی قباحت نہیں رہی ہے۔ لوگوں کو اگر سرت بھی چلتا ہے تو جیسا ہے۔ اس کے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ تم خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ۔“

”میں بھی یہی مناسب سمجھتا ہوں، مسز بل ٹیرو! میں نے جواب دیا۔“

”میرا طور کچھ گھٹنے تھیں میرے ساتھ ضرور گزارنا ہوں گے۔ میں ذرا صبور حال کا جاؤں لے لوں۔ میرا خیال ہے کہ کل شام کے کچھ میں تمہیں دوگ سے باہر جانے کی سہولتیں فراہم کر دوں گا۔ اور تم جی خاموشی سے اٹے تھے، اسی خاموشی سے واپس چلے جانا۔ سلمیری کا نام بھی سامنے نہیں آنا چاہیے۔ اور سلمیری کا نام اسی وقت ملنے آ سکتا ہے جب لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ تم زندہ ہو۔ تمام کام اسی خاموشی سے ہو جائیں گے جس کے ہم شہدایاں ہیں۔ میں نے بل ٹیرو سے مکمل اتفاق کیا تھا۔ بل ٹیرو ایک محتاط آدمی تھا۔ چنانچہ اس نے ذہنی کو بھی اجازت نہیں دی کہ وہ یہاں سے کہیں چلے۔ لیکن میں نے رات کے اس پہر بل ٹیرو سے کہیں جانے کی اجازت مانگی تھی۔ اور وہ چونکہ کچھ دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے شانے ہلاتے ہوئے کہا: تمہیں روکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر تم سے یہ سوال کروں کہ اس وقت تم کہاں جانے کے خواہشمند ہو، تو کیا تم مجھے اس کا جواب دینا پسند کرو گے؟“

صرف اس حد تک ذہن بل ٹیرو کہ میں نے ایک اور ہمتی سے وعدہ کیا ہے کہ اسے یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ اور یہ ہمتی وہ ہے جس سے دوگ میں داخل ہونے کے بعد پہلی بار میری مخلصانہ ممدو کی تھی۔“

”تب تک ہے۔ میں تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھوں گا۔ کیونکہ تم حالات کو اتنا ہی سمجھتے ہو جتنا میں۔ تاہم یہ مناسب ہو گا کہ وہ ہمتی بھی میں منتقل ہو جائے۔“

تا کہ میں زیادہ دیر سکون رہوں۔“

”اگر یہ ممکن ہو سکا تو میں ایسا ہی کروں گا۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ میرے ذہن میں ہلکا سا لرزہ تھا۔ اور میں کچھ دیر یہاں سوجنا رہا تھا۔ مثلاً یہ کہ ڈی ہلکا کارن سے مت کرنا تھا۔ اور ہلکا کارن بھی اس بارے میں جانتی تھی۔ اگر ڈی ہلکا کارن سے جواب میں تو کم از کم دوگ سے ایک یادگار لے جاؤں گا۔ چنانچہ رات کو ویران سناٹوں میں جب کہ جتنی کے ہونے والے تھے بھی گہری نیند سونے ہوئے تھے میں اس جگہ سوچ گیا۔ جہاں سے ہلکا کارن کے کمرے تک جایا جاسکتا تھا۔ قطعی دروازہ اب میرے لیے جانا ہی جاتا تھا۔ اور اسی طرح ہلکا کارن کا کمرہ بھی۔ جب میں اس کے کمرے کے دروازے پر پہنچا تو اندر ہلکا کارن سو رہی تھی۔ میں نے آہستہ سے دروازہ پر دستک دی۔ لیکن شاید ہلکا کارن کی گہری نیند مسوری تھی۔“

تین چار بار دستک دینے کے بعد اندر سے اس کی ننداسی آواز سنائی دی۔ کون ہے۔؟

”براہ کرم دروازہ کھولو ہلکا! میں نے کہا۔ لیکن وہ میری آواز نہیں پہچان کی تھی۔ مزید کچھ توقف کے بعد اس نے بالآخر دروازہ کھول دیا اور نیند بھری آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ شب خروالی کے بارے میں ملبوس اس کو ایک عورت کی کیفیت اس وقت بہت عجیب نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے بار بار آنکھیں ملیں۔ اور پھر اس کے حواس پوری طرح جاگ گئے۔ اور آنکھوں نے مجھے پہچان لیا، تو وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پیلے ہوئے تھے۔ وہ ایسے کچھ دیکھ رہی تھی جیسے کسی مافوق الفطرت ہستی کو دیکھ رہا ہو۔ پھر اس کی کمر سلائی ہوئی کی آواز بھری۔“

”نہیں! میں میں ان تو بہت بار یقین نہیں رکھتی۔ نہیں بلکہ میں۔۔۔ اس کے انداز میں اس کی قدر خوف نمایاں ہو گیا تھا۔ مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ ہلکا کارن کی موت کی اطلاع ملی ہوگی۔ اور اس نے یہ سمجھ لیا ہو گا کہ میں مر چکا ہوں۔ اب مجھے زندہ دیکھ کر اس کی یہ کیفیت نظر آ رہی۔“

میں نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اور آہستہ سے بولا۔ ”نہیں ہلکا! میں زندہ ہوں۔“

میرے اس انداز پر ہلکا پہلے تو جھکی۔ لیکن اس کے بعد اسے اختیار انداز میں دروازہ کھولنے سے لپٹ گئی۔ اس کی سیاہی جاری ہو گئی تھیں۔“

”نہیں نہیں! یہ یہ عجیب بات ہے۔ میں کیسے مان لوں، کیسے تسلیم کروں، کاش تم جو کچھ کہہ رہے ہو، وہ سچ ہو۔ آہ! کاش یہ سچ ہوتا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”نہیں ہلکا! جو کچھ تم دیکھ رہی ہو، وہ سچ ہی ہے میں واقعی زندہ ہوں۔“

”لیکن مجھے تو علم ہوا تھا۔ میں تو تمہیں روچکی ہوں تمہارے لیے۔ آہ! کیا یہ سچ ہے مسز خزاں! کیا یہ سچ ہے؟ وہ ایک بار پھر رو پڑی تھی۔ مجھے پہلے اس بات کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔ ہر پڑی اس کی محنت تھی کہ وہ میرے لیے اس قدر افسردہ تھی۔ بمشکل تمام میں اسے یقین دلانے میں کامیاب ہو کر میں کوئی نروج نہیں بلکہ جیسا جیسا انسان ہوں۔ تب اس پر حیرتوں کے سہارا ٹوٹ پڑے۔ اور اس نے عجب سے کہا۔ لیکن یہ سب میرا مطلب ہے۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے تم سے کہا تھا نا ہلکا! کہ میں دوگ میں اس لیے نہیں داخل ہوا کہ بل ٹیرو کا شکار ہو جاؤں۔ بلکہ میں اس لیے یہاں تک پہنچا ہوں کہ بل ٹیرو کا مسلم ٹوڑ دوں۔ سو کچھ تو۔ میں نے وہ سب کچھ کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ہلکا میں نے تم سے ایک وعدہ بھی کیا تھا۔“

”ہاں کیا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ مجھے یاد ہے۔ تو کیا۔ تو کیا۔۔۔۔۔“

”ہاں ہلکا! میں تمہیں دوگ سے نکلانے کے لیے آیا ہوں۔“

ہلکا پر ایک عجیب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ درحک اسی طرح رہی۔ پھر بے یقینی کے انداز میں مجھے دیکھ کر آہستہ سے مسکرائی۔ ”ایسا ایسی بات کہہ رہے ہو جو ناقابل یقین ہے۔“

”ناقابل یقین تو یہ بھی ہے ہلکا کہ میں پھانسی پانے کے باوجود تمہارے سامنے موجود ہوں۔“

میرے ان الفاظ پر وہ چونک پڑی۔ اور پھر اس کے چہرے پر بخندگی پھیل گئی۔ ”کیا تم مجھے یہاں سے نکال سکو گے؟ کیا یہ سچ ہے؟“

”سو فیصدی بیج“ میں سے جواب دیا۔
 ”تو پھر مجھے لے چلو۔ ابھی لے چلو یہاں سے۔ پلیز
 مجھے لے چلو۔ میں اس تصور کے بعد تنہا نہیں رہ سکوں گی۔
 یہ تصور میرے لیے بہت عجیب ہے کہ کبھی کوئی ایسا وقت
 آئے گا جب میں دوگ سے باہر نکل سکوں گی۔“
 ”اگر تم ابھی چل سکتی ہو ہلدا! تو ٹھیک ہے ابھی چلو
 میرے ساتھ۔“
 وہ شاید مجھ پر اب اعتماد کر چکی تھی۔ چنانچہ دیوانوں
 کے سے انداز میں وہ واپس پلٹی۔ ایک ایچی کیس نکال کر
 مسہری پر ڈالا اور پھر اس میں برسے اٹھے بریدھے انداز
 میں اپنے لباس ٹھونسے لگی۔ اس نے زیورات کا صندوق
 بھی انچی میں رکھ لیا تھا۔ میں نے اس کی بات پر تعریف
 نہیں کیا۔ اور خاموشی سے اس کی کارروائی دیکھتا رہا۔
 پھر اس نے اپنی ہاتھو میں اٹھا کر کبھی سوئی نکال کر
 سے مجھے دیکھا۔ اور آہستہ سے بولی۔ ”چلو نا! واقعی ابھی
 چلو۔“
 ”آؤ!“ میں نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔
 اردو کی محسوس زرد انسان کی مانند میرے پیچھے پیچھے باہر نکل
 آئی۔ باہر جانے کے لیے مجھے وہی عجیب راستہ استعمال کرنا
 تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اسکی انداز میں واپس
 پلٹ پڑا جس طرح وہاں تک پہنچا تھا۔ ہلدا میرے ساتھ
 ساتھ قدم اٹھا رہی تھی۔ جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں سے
 بل میرو کا علاقہ شروع ہوتا تھا، جس سے ہم اندر داخل
 ہو سکتے تھے تو ہلدا ہم کرک لگی لگا یہ جانتے ہو جانتے
 ہو یہ کون کی جگہ ہے۔“
 ”میرے ساتھ ساتھ چلی آؤ ہلدا! تمہیں مجھ پر اعتماد
 کرنا چاہیے گا میں نے کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی
 ہوئی آگے بڑھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم بل میرو کی اس
 رہائش گاہ میں داخل ہوئے تھے جو میرے لیے مخصوص کی
 گئی تھی۔ ڈینی بھی یہیں موجود تھا۔ بل میرو والے جاچکا تھا
 ہلدا میرے ساتھ اندر داخل ہوئی تو وہیں اچھل کر کھڑا ہو گیا
 وہ ابھی مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ میرے ساتھ اس
 نے ہلدا کو دیکھا تو اس کے چہرے پر بے چارے کے ساتھ پیدا
 ہو گئے۔ ہلدا بھی ڈینی کو دیکھ کر چوکی تھی۔ پھر ڈینی مسہری
 سے نیچے اتر آیا۔ اور اس نے تجب سے ہلدا کو دیکھتے ہوئے
 کہا۔ ”کیا تم یہ ہلدا لگائیں گی؟ کیا یہ تم ہی ہو۔“
 ”اگر تم کہنا سے ہو۔“ ہلدا نے ڈینی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اور ڈینی مجھے دیکھنے لگا۔
 ”یہ ڈینی ہے ہلدا! جو ہمارے ساتھ کل یہاں سے
 واپس جائے گا۔“
 ”کل؟“ ہلدا نے چونک کر پوچھا۔
 ”ہاں! کل شام کے ٹھنڈے میں ہم دوگ چھوڑ دیں گے۔
 ”آہ! کاش میری سمجھ میں کچھ آسکتا۔“ مجھے تو لڑکھوس ہر
 رہا ہے کہ رات میں کوئی درواہا کھول سکتی ہوں۔ اور اس وقت
 ایک عجیب و غریب خواب کی کیفیت میں ہوں۔ کاش کوئی
 یقین دلاوے کہ میں خواب نہیں دیکھ رہی۔“
 ”میں یقین دلا سکتا ہوں۔ ڈینی نے سینے پر ہاتھ رکھا
 دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ہلدا اسے دیکھنے لگی۔
 ”ڈینی ڈینی! واقعی یہ یہ سب کچھ درست ہے؟
 اگر نہیں تو میرے خواب میں کیسے آگئے۔“
 ”آج پہلی بار میں تمہارے خوابوں میں پہنچا ہوں
 ہلدا! اور نا اس سے پہلے تم ہی جہل قدمی کرتی ہوئی اگر
 طرف آجاتی تھیں۔ ڈینی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا
 اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے ہلدا سے
 بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور پھر خود بھی اطمینان سے جو تھے آنا
 کر بیٹھ گیا۔
 بل میرو کے بارے میں میں نے ڈینی سے کوئی سوال
 نہیں کیا تھا۔ ہلدا اب بھی پریشان لگا ہوں۔ کبھی مجھے
 اور کبھی ڈینی کو دیکھتے تھی۔ تب میں نے ہلدا سے کہا۔
 ”دراصل ہلدا! تمہیں دوگ سے رہائی دلانے کا سہرا ڈینی
 کے سر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے پھانسی سے بچانے دا
 بھی یہی شخص تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو شاید میں بل میرو کا
 بھینٹ چڑھ چکا ہوتا۔ لیکن ڈینی نے ماہر آف پکولوشن
 رکھے نہ صرف بل میرو کے ٹھنڈے سے نکالا۔ بلکہ دوگ سے
 نکلنے کے انتظامات بھی کر دیے۔ میں نے تم سے کہا تھا
 کہ محبت کے راستوں پر چل کر انسان اپنی حیثیت سے کسے نیا
 طاقتور ہو سکتا ہے۔ اگر ڈینی کے دل میں تمہارا پیار نہ ہو
 اگر وہ پھلے دل سے تمہیں نہ چاہتا ہوتا تو میرا خیال سے میرا
 زندگی بھی نہ بچ سکتی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس
 شکر ہے ادا کروں۔ ڈینی کا ہاتھ مارا یا اسکی شخصیت کا، جب
 نے ہمیں دوگ سے نکالنے کے انتظامات کیے ہیں۔ بلکہ
 جہاں تک میرا ذہن کام کرتا ہے، مجھے اس سلسلے میں ڈینی
 ہی کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ پھر تمہارا کہتہ ساری محبت
 میں گزرتا اس شخص نے جان کی بازی لگوا کر صرف اس دنیا

بہر میں نے تمہیں دوگ سے نکالنے کی ذمہ داری قبول کی
 تھی۔ میری زندگی بچانی اور تمہیں دوگ سے نکلنے کے مواقع
 فراہم کر دیے۔“
 ہلدا کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ میرے ان
 انصاف سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی
 ہوئی وہ ڈینی کے قریب پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے متاثر
 لیے میں کہا کہ کاش میں تمہیں پیلے جان سکتی ڈینی! واقعی
 واقعی زندگی میں اگر ایک شخص محبت کرنے والا مل جائے تو
 سب کچھ حقیقت ہو جاتا ہے۔ سوئی ڈینی سو رہی! میں
 تمہیں نظر انداز کرتی رہی ہوں۔“
 ڈینی کا منہ تجب سے پھیل گیا تھا۔ اب کھین گول
 ہو گئی تھیں۔ وہ احمقوں کی طرح منہ چارے سے ہلدا کو دیکھ
 رہا تھا۔ اور پھر دفعتاً اس نے ایک ذہنی دنیا کا بیج ماری۔
 اور میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ان دونوں کے
 درمیان مداخلت کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں تھا۔ دیے
 بھی خود چلپ بات میں نے سوچ ہی نہ دیکھ سکی۔
 پیچھے گئی تھی۔ چنانچہ رات گزارنا کولہا مسئلہ نہیں تھا۔
 دوسری صبح میں نے ان دونوں کو رحمت دی اور
 کہے میں داخل ہو گیا۔ ڈینی بیٹھ کے بلکے غائب ہلدا کا رن
 کو بہت کچھ بتلایا تھا۔ کیونکہ مجھے نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے
 مجھ سے اس بارے میں بہت سے سوالات بھی کیے اور میں ڈینی
 کو گھورتے لگا۔
 ”سوئی چیف سوئی! درحقیقت میرے پاس اس کے
 علاوہ اسے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔“
 میں رراسمن بنا کر خاموش ہو گیا۔ بہ طور یہاں
 سے نکل جانے کے بعد یہ لوگ جا میں جنم میں مجھے اس سے
 کوئی غرض نہیں تھی۔ مجھے تو بس اس وقت تک متاثر رہنا
 تھا جب تک بل میرو داغے مقصد میں کامیاب نہ ہو جائے۔
 وہ دن جس انداز میں گزرا وہ میں ہی جانتا تھا۔ لیہوس
 کی کیفیت پہلے کی مانند تھی۔ وہ بے ہوش تو نہیں ہوا تھا۔
 لیکن اس کے انداز میں ہوش مند کی کے آثار بھی نہیں تھے۔
 بس وہی کھولی ہوئی کیفیت۔ ایک بار بھی اس نے ہماری
 طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھی تھا۔ میں نے کبھی جلد بازی سے
 کلام نہیں کیا۔ ورنہ اگر میں چاہتا تو اس سے ڈینی راہلہ قائم
 کر سکتا تھا۔ یا پھر اس کے ذہن کو اپنے ذہن کی قوت سے جھینکے
 دیکر ہلدا کر سکتا تھا۔ لیکن یہ قبل از وقت تھا۔ کیونکہ اس
 کے بعد ممکن ہے لیہوس کو سہانا شکل بتا۔ اور یہ بھی

ممکن ہے کہ وہ مجھ پر اعتبار نہ کرنا اور اپنے آپ کو ان
 ہی لوگوں کا قیدی سمجھتا چنانچہ یہ سب کچھ دوگ سے نکلنے
 کے بعد کرنا مناسب تھا۔

شام کو تقریباً ساڑھے سات بجے فضاؤں میں گہری
 کھراڑ گئی۔ بل میرو ہمارے پاس بیٹھا۔ اور میں اشارہ
 کر کے باہر نکل آیا۔ ایک کھلی چھت کی پرانی کھڑک کا ڈری
 بل میرو کی رہائش ٹکڑے ٹکڑے ٹکڑے سے کہا ہر کھڑی ہوئی تھی۔
 اس نے ڈینی کو جالیاں دیتے ہوئے کہا۔ ”تم جانتے ہو کہ
 تمہیں کون سے راستے اختیار کرنے ہیں۔ میں نے ان
 راستوں کو باہل صاف کر دیا ہے۔ چنانچہ تمہیں ڈرائیونگ
 میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ میں اپنے دوستوں کو دوگ
 سے خدا حافظ کہتا ہوں۔ کیونکہ میں یہاں سے آگے نہیں
 جاؤں گا۔ میں نے اپنے سہرے دوسری ذمہ داریاں لے چکی
 ہیں۔ لیکن تم لوگوں کے تحفظ کی ذمہ داریاں اور تم سے دور
 ہو کر میں تمہارا تحفظ کر سکتا ہوں۔“

ڈینی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی جالی کو تھوڑا
 نکالا ہوں سے دیکھا۔ اور مجھے گھورتے لگا۔ میں نے
 اسے اسپرنگ پر بیٹھے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ ڈینی
 نے اسپرنگ بنگال لیا۔ بل میرو نے تجب سے ہر جوش انداز
 میں مصافحہ کیا۔ ڈینی سے مصافحہ کیا۔ اور پھر ڈینی کو ایک
 پرک دیتے ہوئے بولا۔ ”اس میں تمہارے لیے کچھ سے
 ڈینی! میں اپنے دوست کو تو یہ پیش کش نہیں کر سکتا لیکن
 ممکن ہے یہ تھوڑی سی چیز تمہارے کام آجائے۔“

ڈینی نے وہ تھوڑی سی چیز فوراً اپنے اندر ڈالی
 میں رکھ لی۔ اسے کرشمی کا اچھی خامی پہچان تھا۔ بہ طور
 ہم دونوں بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھ گئے۔ اور کیڑک
 اشارت ہو کر جل پڑی۔ بل میرو نے صبح کہا تھا کہ ڈینی دوگ
 سے باہر نکلنے کے صحیح راستے جانتا ہے۔ ایسی خاموشی
 سرورکس اس نے اپنا میں جہاں لوگوں سے مدد چھوڑ نہ سولی
 اور ہم تھوڑی دیر کے بعد دوگ کی سرحد کو عبور کر رہے تھے۔
 دوگ کی سرحد کو عبور کرتے ہوئے ہلدا کا سرس نے آنکھیں
 بند کر لی تھیں۔ اسے یقین نہیں تھا کہ زندگی میں کبھی وہ اس
 سرحد کو عبور کر سکے گی۔ اور جب کیڑک دوگ کو بہت
 پیچھے چھوڑائی، تو ہلدا نے آنکھیں کھولیں۔ اور پھر بے اختیار
 انداز میں بیچ مار کر مجھ سے پلٹ گئی۔

ڈینی نے ذرا بیڑنگ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔
 ”ہلدا! شاید تم میرے دھوکے میں سہرا سہرا۔“

میں نے مسکرا کر ہلکا ٹوکھو سے علیحدہ کر دیا۔ اور آہر سے بولا یہ ذہنی کی موجودگی میں اب تمہارا یہ بے تیرا انداز مناسب نہیں ہے بلدا! ” اوہ یہ ذہن ہے۔ احمق ہے وقوف گدھا بلدانے کہا۔

ذہنی نے مسکرا کر مجھے آنکھ ماری! اس شرط پر بھی اس کی محبت اور اس کی رفاقت قبول کرنے کے لیے تیار ہوں کہ میرے سلسلے میں یہ اپنے الفاظ پر کوئی کنٹرول نہ کرے۔

ہلدا مسکانے لگی تھی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ خوشیوں اور مسرتوں کی جگہ گلاٹ تھی۔ دو گ سے لعل آنے کا یقین ہونے کے بعد اس کی شخصیت ہی بدل رہی تھی۔ پھر ہم اس سڑک پر آگئے، جو ہمیں ہماری منزل تک لے جا سکتی تھی۔

لیوس نے راستے بھر کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جو ہم لوگوں کی توجہ کا باعث ہوتی۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں پھیلی سیٹ پر گردن جھکانے بیٹھا رہتا تھا۔ تاہم میں اس کی طرف سے چونکا رہا تھا۔ کیونکہ کسی لمحے لے کوئی ایسی بات ہو سکتی تھی، جو میرے لیے پرانی پھیر دے۔

طویل ترین ناملا مختلف مردوں میں طے ہوا۔ اور ہم لندن میں داخل ہو گئے۔ ذہنی اور ہلدا کارن کو میں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ ظاہر ہے یہاں آنے کے بعد میرے لیے پھیر کی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ لیوس کے سلسلے میں ممکنہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے چنانچہ ایک جگہ میں نے گاڑی رکوالی۔ اور ذہنی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا یہ بس ڈیئر ذہنی! ہمارا اور تمہارا ساتھ ہیں

تک تھا۔ اس کے بعد میں تم سے اور مزہ ذہنی۔ میرا مطلب ہے تمہاری ہونے والی بیوی سے اجازت چاہوں گا۔

”کیوں چیف کیوں، کیا تم کچھ دیر میرے ساتھ نہیں رہ سکتے؟“ میرا مطلب ہے کہ ہماری آخری رومٹ میں تو سڑک ہو جاوے۔ ذہنی اپنے مخصوص انداز میں بولا ”سوری ذہنی! میرے لیے اب یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے اجازت دو۔“

ان لوگوں نے انتہائی شکر گزار کی کے جنمات کے ساتھ مجھے اور لیوس کو نصرت کیلئے ممکنہ فیصلہ کر لیا تھا کہ لندن میں اتنے کے بعد لیوس کو ڈاکٹر مورگر کے پاس لے جاؤں گا لیوس کو بیہوشی کے استیجائشوں کے اثرات کے بعد صبح الٹا ہوا ہے۔

صرف ڈاکٹر مورگر ہی لیوس کی ذہنی حالت کا صحیح معرے کر سکتا تھا۔ اور اس کے علاوہ حقیقی بات یہ تھی کہ لندن میں میرا کوئی اور دست بھی نہیں تھا۔ ڈوٹن کار پورٹر نہیہ کہاں تھی۔ لیکن بے وہ واٹن برگ ہی میں ہو۔ یا لیکن یہ کسی اور جگہ میں پڑی ہوئی ہو۔ پہلے لیوس کے لیے کوئی صحیح جگہ منتخب کرنا ضروری تھا۔ ایک جیسے نہیں ہیں ڈاکٹر جے مورگر کے مکان پر تیار دیا۔ اور میں لیوس کو ساتھ لے کر گیا۔ اور داخل ہو گیا۔ مارٹن ایسٹو کا دھڑکا ہوا لگا ہوا تھا کہ کس لندن میں وہ پڑی تاک میں نہ ہو۔

حالانکہ اس کے امکانات تو نہیں تھے۔ مارٹن ایسٹو فرشتوں کو بھی ابھی تک یہ یگانہ نہیں تھا کہ میں دو گ پڑھا گیا ہوں اور کیا کارنامہ انجام دے چکا ہوں۔ لیکن بات کے امکانات تھے کہ وہ مجھے لندن کی سڑکوں اور گلیوں میں تلاش کر رہا ہو۔ اور کہیں اس کی طرف میں اس کا

لنگھوں میں نہ آ جاؤں۔ چنانچہ ہم حد متاظر رہا تھا اور جیسے کسی سفر کے دوران بھی یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا تھا کہ کہیں میرا مقابلہ تو نہیں کیا جا رہا۔ دو گ کی رہمزد کر کے کوئی میں نے اس کے لیے چھوڑ دیا تھا کہ وہ کسی کی نگاہوں میں نہ آئے۔

ڈاکٹر مورگر اس وقت اپنی کوئی پروموجن نہیں تو میں نے پلن مورگر کے بارے میں پوچھا تو ایک ملازم نے جواب دیا کہ وہ اندر موجود ہے۔ پلن مورگر نے مجھے دیکھا تو حیرت سے اچھل پڑی۔ اس نے گرنے سے بچنے کے لیے ایک ستون کا سہارا لیا تھا۔ اور کچھ پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا تو وہ قہر سے بولی یہ تم ہی ہو۔ کیا واقعی یہ تم ہی ہو

سزا خالی۔“

”کمال کی بات ہے بڑے شخص مجھ سے یہی سوال کرتا ہے کہ کیا یہ میں ہی ہوں، اب مجھے بتاؤ کہ میں کیا ہوں“ اوہ! کہاں پہلے گئے تھے تم۔؟ پڑے ہی عجیب انسان ہو۔ اتنے عجیب کہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ دہروں کا تو نہیں کوئی احساس ہی نہیں ہے۔ صرف اپنے مقصد سے غافل رکھتے ہو۔ خزا! میں تم سے ناراض ہوں کیا کیوں؟

کن الفاظ میں کہوں، تم احمق درحقیقت صرف اپنی ذات میں لگن ایک انسان ہو۔ اور شاید وہ کسی شخص سے تمہیں دلچسپی نہیں ہے۔۔۔

”بیشک تمہیں بہت ہی شکایتیں کرنے کا حق ہے

پلن! کیونکہ تم حقائق سے واقف نہیں ہو۔ اور مجھے کسی بات پر بڑے تنگ جی سے کہ میں بہر تیرہ تمہیں ایک نئی کہانی سناتا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ کیا نیاں میرا مقدر بن گئی ہیں۔ اتنی کہانیاں میری ذات سے وابستہ ہیں پلن کہ ہننے بیٹوں تو کہاں ہیں تیار ہوجائیں۔ لیکن یقین کر دو کہ ان میں سے کوئی بھی کہانی جھوٹی نہیں ہے۔“

”آؤ آؤ اندر آؤ۔ سوری! میں نے تمہارے ساتھی سے تمہارا تو حاصل ہی نہیں کیا۔ یہ شخص۔ یہ شخص۔ اوہ! میرا مطلب ہے یہ صاحب میرے کہیں دیکھے ہوئے ہیں۔ آؤ اندر تو آؤ۔ تم غار یا گولی لٹا سڑک کر کے یہاں تک پہنچے ہو۔ تمہارے لباس پر پڑی ہوئی گرد اور دھول سے انا ہوا

چہرہ ہی کا مطلب ہے۔“

”شکر ہے تم نے مجھ پر توجہ دی۔ اور اپنی شکایتوں کا دفتر بند کر دیا۔ پہلے میں مثل کرنا چاہتا ہوں تاکہ ایک طویل ترین سفر کی تمکانات دور ہو۔ باقی رہا میرے ساتھی کا خزانہ تو یہ ڈاکٹر مورگر کا کیس ہے۔“

پھر کوئی کیس لے آئے، وہ میں توجہ پم عاجز ہو گئی ہوں۔ تم تو عجیب و غریب چیز ہو۔۔۔ پلن نے ہنسنے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد وہ ہمیں اندر لے کرے میں نے گزشتہ خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا جاؤ غسل کرو۔ تمہارا لباس وغیرہ نکال دوں۔“

میں نے شکر یہ ادا کیا اور غسل خانے میں داخل ہو گیا لیوس کو میں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ غسل خانے میں ٹھونڈے پانی کی پھوار کے نیچے ذہن کچھ لگا ہوا۔ پلن مورگر نے میرا لباس غسل خانے کا دروازہ کھول کر اندر بڑھا دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا۔

پلن مورگر مجھ سے نئے لگتی۔ میں نے تمہارے ساتھی سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی۔ بلاشبہ یہ تو مجھے کوئی ذہنی مریض ہی معلوم ہوتا ہے۔ ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا اس کی زبان سے۔ لیکن مجھے اس کی سمورت دیکھی ہوئی کیوں محسوس ہو رہی ہے۔“

”اس لیے کہ ڈاکٹر جے مورگر نے ایک بار ان کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ سروس لیوس ذہنی تجزیہ کے لیے ان کے پاس لائے جا چکے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے میں نے انہیں وہیں دیکھا ہو۔ بہر طور مرنے لیا آپ مثل بھی نہیں کریں گے۔“

میں نے سوالیہ لنگھوں سے لیوس کی طرف دیکھا۔

اور پھر خود اس کا بازو پکڑ کر اسے ہاتھ روم میں لے گیا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ لیوس شاید اپنے طور پر کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں ہے۔ بہر طور مجھے اس پر خرس بھی آ رہا تھا۔ میں نے خود ہی اس کا چہرہ دیکھو ڈھونڈا اور بدن کے کھلے ہوئے حصے صاف کیے۔ اور پھر اسے لیے ہوئے باہر لایا۔ لیوس کے لیے میرے پاس کوئی لباس نہیں تھا۔ اس کے لیے بہت سے انتخابات خود ہی کرنے تھے۔

پلن مورگر نے مجھ سے کہا۔ میں کافی کا بندوبست کروں یا پھر کھانا پسند کرو گے۔“

فی الحال کافی سے ہی کام چل جائے گا، وہ باہر نکل گئی۔ اور میں نے لیوس کو ایک آرام دہ صوفے پر بٹھا دیا وہ نیم دراز ہو گیا تھا۔ اور اس نے صوفے پر پاؤں پھیلا لیے تھے۔ تھوڑی دیر میں پلن خود ہی کافی کی ٹرائی دیکھتی ہوئی اندر آئی۔ اس پر رشک میو سے اور کچھ پھل رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ٹرائی ہمارے سامنے لگا دی اور کافی بنانے لگی۔ میں نے کافی کی پیالی لیوس کو پیش کی تو اس نے پیالی میرے ہاتھ سے لے لی۔ پھر میں نے اسے اور کافی کی پیالی میرے ہاتھ سے لے لی۔ مجھے تیند خوشی ہوئی وہاں لے کر اس دوران میں لیوس کی یہ پیالی حرکت تھی جو اس نے خود ہی کی تھی

پلن مورگر نے میرا اس کا چہرہ دیکھ چکی تھی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔ ہاں اب سناؤ میرا ذہن سے کہاں غائب ہو گئے تھے۔؟ وہاں تو خوفناک تباہی پھیلی تھی۔ مجھے تو خود شاک تھا کہ میں تم ایسے دشمنوں کا شکار نہ ہو گئے ہو۔ ذہنی نے تمہاری تلاش کے لیے بہت کوشش کی۔ بلکہ مجھ پر ناراض بھی ہوئے کہ میں نے تمہیں وہاں کیوں منتقل کر دیا۔ یہاں اپنی رہائش گاہ پر کبھی نہیں لایا جا سکتا تھا۔ پڑت نہیں وہ تم سے کیوں اس قدر متاثر ہو گئے ہیں۔ بار بار تمہارے بارے میں پوچھتے ہیں۔ میں جب انہیں یہ بتاؤں گی تو وہ بہت حیران ہوں گے۔ میرا خیال ہے میں انہیں نہیں ٹھیلوں کروں۔“

”ابھی نہیں! ویسے ان کی دلچسپی اس وقت تک ہوگی۔“

”سہ بہر کو تقریباً ساڑھے تین بجے وہ واپس آئیں گے۔“

”میں کب سے ہم ان کا اختلاف کیسے لیتے ہیں۔“

”میں کب سے ہم ان کا اختلاف کیسے لیتے ہیں۔“

لیکن مجھے یہ تو رتا ڈر وہاں ٹراروں میں کیا ہوا تھا۔ اور اس کے بعد تم اتنے طویل عرصے کے لیے آخر کیوں غائب ہو گئے تھے۔“

”مکانِ اٹنی ہی طویل ہے بلین! جتنے طویل عرصے کے لیے میں غائب ہوا تھا۔ لیکن پھر یہ نہیں ہے کہ تم ابھی اس کہانی کے چکر میں نہ پڑو۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرے دشمن وہاں آچکے تھے۔ اور انہوں نے اپنے طور پر بہت کوشش کی تھی۔ لیکن میں ان کے ہاتھ سے لکل گیا۔“

”ہوں! خیر تفصیل تم سے بعد میں بھی معلوم کر لی جا گی۔ مجھے بتاؤ اب میں کیا کروں۔“

”میرے لیے کھانے کی تیاری۔“

”وہ تو سہوہر ہی ہے۔ میں باورچی سے کہہ کر آئی ہوں۔ تب مجھے لہجے کے وقت تک آرام کرنے کی اجازت دو۔ کیونکہ میں نے بہت طویل سفر طے کیا ہے۔“

”یہ حد چالاک ہو۔ اس وقت بھی مجھے ٹال رہے ہو۔ لیکن دیکھو ان کی گزیرا کب تک کر دو گے۔“

”نہیں ڈیر! یہ بات نہیں ہے۔ بار بار تمہیں میرے سلسلے میں غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے اس بار تم غلط فہمی کو اپنے دل میں جگہ نہ دو۔“

”اگر یہ تمہاری درخواست ہے تو ٹھیک ہے میں مان لیتی ہوں۔ چلو آرام کرو۔ تم بھی کیا یاد کرو گے،“

”ہاں چلی گئی۔ میں نے لیوس کی طرف دیکھا۔ اور اس کے قریب آسمیٹھا۔ چند لمحات میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے اس کے ذہن سے اپنا ذہن ملانے کی کوشش شروع کر دی۔ ہمارے درمیان فاصلے بالکل نہیں تھا۔ میں اپنے ذہن میں لیوس کو ذہنی قوتوں کو تلاش کرنے لگا۔ اور اس کوشش میں مجھے ناکامی ہوئی۔ لیوس کا ذہن منتشر تھا۔ خیالات کی غیر مربوط لہر اس کے ذہن سے منتشر ہو رہی تھیں۔ ان میں کوئی لفظ نہیں تھا۔ بس بگڑے بگڑے سے تاثرات تھے۔ میں نے خوشنورہ انداز میں سوچا کہ میں لیوس کی کیفیت بھی گو سین کی مانند نہ ہو سکی ہو۔ بوڑھے گو سین کی ذہنی کیفیت بھی بالکل ایسی ہی تھی۔ یا پھر کم از کم مجھے ایسی محسوس ہوتی تھی۔ اگر ایسا ہے تو یہ دوسرا بڑا المیہ ہوگا۔ کیونکہ ہمیں لیوس کے مل جانے سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں۔ کافی درجہ تک میں اس سلسلے میں کوشش کرتا رہا۔ لیکن مجھے ناکامی ہوئی۔ میں نے اپنی اس آرام گاہ کا دروازہ بند کر لیا تھا تاکہ کوئی

مجھے ذہنی طور پر الجھانے کے بعد میں نے ذہن کاربو سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔ اور اس سلسلے میں کافی کوشش کے بعد سبھی کاسیالی نصیب ہو گئی۔ ذہن کاربو کی آواز میرے ذہن میں ابھرنی لگی۔

”اوہ غزالی! یہ تم ہو۔؟ میں تمہارے دماغ کی لہروں کو پڑھ سکتی ہوں۔ لیکن تم غالباً بہت فاصلے پر ہو۔ کہاں ہو اس وقت؟“

”لندن میں۔“

”کیا تم لندن واپس آچکے گئے۔؟“

”ہاں ذہن کاربو! لیکن تم کہاں ہو۔؟“

”لندن سے تقریباً دو ہفتوں کو کم میز کے فاصلے پر ہل پورٹ نامی ایک قصبے میں۔“

”وہاں کیا کر رہی ہو۔؟“

”بس یوں سمجھ لو کہ کچھ عجیب وغریب حالات مجھے یہاں تک لے آئے ہیں۔ تفصیل تم سے ملاقات کے بعد ہی بتا سکوں گی۔“

”کہا تم ہل پورٹ چھوڑ سکتی ہو۔“

”فوراً! مجھے اس میں اب کوئی وقت نہیں ہے۔ چونکہ یہاں جس مقصد کے تحت آئی تھی، اس کی تکمیل ہو چکی ہے۔“

”کاسیالی کی کوئی صورت۔؟“

”نہ ہونے کے برابر! ذہن کاربو نے جواب دیا۔ اگر تم کچھ وقت وہاں رکنا چاہتی ہو تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ جگہ تمہارے لیے بالکل ہی بے مقصد ہو تو پھر لندن واپس آ جاؤ۔ اور یہاں پہنچنے کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ لیکن خبردار! اس بات کو نظر انداز نہ کرنا کہ مارٹن ایسٹرو ہمارا ہی تک میں ہے۔“

”نہیں! میں اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا۔ تم بالکل مطمئن رہو۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ جب تم یہاں لندن پہنچ جا گی تب میں تمہارے ذہنی رابطے کا انکار کر دوں گا۔ اس بعد تمہیں اپنی کارروائی سے آگاہ کروں گا۔“

”ٹھیک ہے غزالی! اب میں فوراً ہی وہاں واپس پہنچ رہی ہوں۔“ ذہن کاربو سے ذہنی رابطہ منقطع میں نے دانستہ طور پر اسے یہ نہیں بتایا تھا۔ میں لیوس کو ماحول کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں

اور بہت سے الجھاؤ سے جن سے مجھے خود ہی نمٹنا تھا۔ ویسے ذہن کاربو سے مجھے بڑی تقویت رہی تھی۔ بہت ہی شاندار شخصیت تھی اس کی۔ اور بڑی اچھی کارکردگی کی مالک تھی۔ ہل پورٹ نامی جگہ تقریباً دو ہفتوں کے مقصد تک رہی ہوگی۔ میں لیوس کی جانب دیکھنے لگا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ لیکن بہت زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ بلین مورگن نے حضور اسرار دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ مجھے جاگتے دیکھ کر وہ میرے پاس آگئی۔

”مورگن! یہ دیکھو یہی تھی کہ تم سو تو نہیں گئے۔“

”نہیں! کیا میں آرام کرتے ہوئے دیر ہو گئی۔؟“

”اگر تم مجھ پر طنز کر رہے ہو تو کرتے رہو۔ مجھے کسی بھی طنز کی فکر نہیں ہے۔ میں تمہارے لیے تجسس ہوں۔“

”ارے نہیں نہیں بلین ڈیئر! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا طنز کا۔ آؤ بیٹھو۔“

”میں تم سے یہ معلوم کرنے آئی تھی کہ کیا تم اس دوران لندن میں نہیں تھے۔؟“

”نہیں۔“

”پھر کہاں چلے گئے تھے۔؟“

”دوگ نامی قصبے کے باسے میں کچھ سنا ہے۔؟“

”دوگ۔ ہاں غالباً۔ لیکن صرف نام کی حد تک۔ مجھ اس کے بارے میں کوئی واقفیت نہیں ہے۔“

”بس تو یوں سمجھ لو کہ میں دوگ گیا تھا۔“

”لیکن کیوں۔؟“

”اسی ضمنی کھینے کے لیے جو میرے ریلنے موجود ہے۔“

”اوہ! یہ دوگ سے آئے ہیں۔؟“

”ہاں۔“

”لیکن ان کی ذہنی کیفیت کیسے خراب ہو گئی۔؟“

”یہ میں نہیں جانتا۔ یہ تو سب کچھ ڈاکٹر جے مورگن ہی بتا سکتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں نے جان بوجھ کر ڈیڑی کو ٹیڈیون ٹیکس کیا۔ حالانکہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں انہیں تمہاری آمد کے بارے میں بتا دوں۔ اس دوران وہ بار بار مجھ سے تمہارا

باسے میں پوچھ چکے ہیں۔“

”کوئی حرج نہیں! ڈاکٹر جے مورگن کو ان کے وقت پر واپس آنے دو۔ ان سے ملاقات کر لیں گے۔ لیکن کب میرے پاس لیوس کو بھی ٹیکس کیا تھا۔ اور لیوس کا مشورے سے کسی پر بیٹھ کر ٹیڈیون کو گھورتا رہا تھا۔ پھر جب بلین مورگن نے خود ہی کچھ چیزیں نکال کر اس کے سامنے رکھیں تو اس نے عجیب سے انداز میں ہم دونوں کا چہرہ دیکھا۔ ہم نے کھانا شروع کر دیا تو لیوس خود ہی پلیٹ کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اس کے کھانے کے انداز میں نفاست اور سلیقہ تھا۔ مجھے مسرت تھی اور اندازہ ہو رہا تھا کہ لیوس بالکل ہی ذہنی طور پر دیوالیہ نہیں ہو رہے بلکہ شاید ان لوگوں کی تخیلوں نے اس کے سوچنے بھننے کی قوتیں عارضی طور پر چھین لی ہیں۔ اور حضور کے دن کے بعد وہ بحال ہو جائے گا۔ کھانا ختم ہوا۔ اور اس کے بعد ہم بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ لیوس کو تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔

”ٹیکس ساٹھے تین بجے ڈاکٹر جے مورگن کی کار بائرن سائیڈ آیا۔ اور حضور کی دیر کے بعد وہ اندر داخل ہو گیا۔ بلین کے ساتھ مجھے دیکھ کر وہ حیرت سے اچھل پڑا تھا۔ اور مدعا کارڈ! تم آگئے۔ تم آگئے۔ مسز غزالی!“

میں نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر جے مورگن سے ہاتھ ملوایا۔ اور سکڑا ہوا بولا۔ ”ہاں ڈاکٹر جے مورگن! میں ادوات تھوڑی سی ششانی ایسی میسٹوں کا باعث بن جاتا ہے جو آسانی سے انسان کا پھیپھڑیاں میں چھوڑتے ہیں۔ لیکن کیا کہا جائے۔ مجبوراً بلین لوگوں کو انہی ایسی جینٹین دے دیتی ہیں کہ انہیں پھر چھوڑنے کے باسے میں دماغت کرتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے۔“

”اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم لفظوں کی فضول غسرتی کر رہے ہو۔ ان مسائل کا کیا ضرورت تھی۔ میں جھٹکا ہوں کہ تم الجھنوں کا شکار ہو گئے۔ اس دوران تمہارے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔“

”اگر ایسا ہے تو پھر میرے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی باقی نہیں رہا ہے۔“

”لیکن تم کب یہاں پہنچے۔؟“

”کافی دیر ہو گئی۔ میں پہنچ کر چکا ہوں۔ میں سے جواب دیا۔“

”بلین! تم انہیں نہ بھاؤ۔ میں باس تبدیل کر کے ابھی آتا ہوں۔ ڈاکٹر بولا اور مجھ سے چند لمحات کی مندرت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ بلین مجھے لیے ہوئے ڈرائیونگ روم میں آگئی۔

ڈاکٹر جے مورگن نے واپسی میں زیادہ دیر نہیں نکالی۔ پھر

وہ ایک صوفی پر ایمان سے میرٹھا ہوا بولا، ہاں اب مجھے بتاؤ تم اتنے دن کہاں غائب رہے۔

”بس ڈاکو بچے مورگرا میں گیا کہوں۔ آپ کے لیے میرٹھی تلاش کرنے گیا تھا۔ اور تلاش کر کے لے آیا ہوں۔“

”مطلب۔“

”اگر آپ یہاں سے اٹھنا پسند کریں تو ایک شخص سے آپ کی ملاقات کراؤں۔“

”ہاں ہاں کیوں نہیں چلو، ڈاکو بچے مورگرا اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن بھی مہارے ساتھ تھی۔ میں جو مورگرا کو لیے جوئے اس کر کے میں آ گیا، جہاں لیوس موجود تھا۔ لیوس اس وقت بھی سمیری پر بیٹھا ہوا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ ڈاکو بچے مورگرا سے دیکھ کر چونک پڑا۔ ایک بار اور پھر دہری بار وہ حیرت سے اچھل پڑا۔“

”اے ارے یہ تو وہی شخص ہے۔ وہی شخص۔ میرا مطلب ہے لیوس۔“

”ڈاکو بچے مورگرا کے منہ سے یہ الفاظ نکال کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ لیکن مورگرا نے میری جانب توجہ نہیں دی۔ وہ لیوس کے پاس پہنچ گیا۔ ہیلو! اس نے لیوس کو مخاطب کیا۔ لیکن لیوس نے کون سا جواب نہیں دیا۔ ڈاکو بچے مورگرا خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے تھوڑی زرد انداز میں گردن ہلاتے ہوئے اس کی کیفیت بتائی ہے کہ یہ۔ یہ کسی ذہنی تکلیف کا شکار ہے۔ کیوں سڑ غزلہ! تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا لیوس کو ہم صحیح انداز پر سمجھتے ہو؟“

”مجھے حیرت ہے ڈاکو بچے آپ نے ایک لمحے میں نصف انسان پہچان لیا۔ بلکہ ان کا نام بھی آپ کو یاد آ گیا۔“

”تھوڑی دیر کے بعد تمہاری حیرت خود بخود رفع ہو جائے گی۔ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ حیرت انگریز خبر نہانے والا ہوں۔“

”کیا ڈاکو بچے مورگرا۔“

”نہیں! ابھی کچھ نہیں! ابھی مجھے وقت درکار ہے۔“

”جے مورگرا نے جواب دیا۔ اور میں خاموشی سے ڈاکو کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ بولا یہ اگر تم پسند کرو تو ہم وقت فنانس کیے لیجز اس کا ذہن جائزہ لے لیتے ہیں۔ کم از کم یہ اعلازہ ہو جائے گا کہ یہ کس ذہنی عارضے کا شکار ہے۔“

”ڈاکو! اگر آپ پسند کریں تو میری خود بخود ہی دلچسپی ہے۔ میں نے کہا۔ ڈاکو بچے مورگرا کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ اس نے اپنی رہائش گاہ میں بھی ایک چھوٹی سی تجزیہ گاہ بنا رکھی ہے۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ تجزیہ گاہ میں داخل ہو گیا۔ لیکن کہا۔ میں یوں محسوس کر رہی ہوں کہ اس

دوران میری ضرورت نہیں رہی ہے۔ کیونکہ مجھے کوئی مخالف ہی نہیں کرتا۔

”نہیں! ہم ہمارے ساتھ رہو! ڈاکو بچے مورگرا مگر بولا۔ اور میں نے خانے بلا دیے۔ تجزیہ گاہ میں لیوس کو مختلف شیوں سے گرا گیا۔ ڈاکو بچے مورگرا سے اس کا ذہنی جائزہ لے رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کام سے ناراض ہو گیا۔ اس نے لیوس کو اٹھانے سے ایک صوفی پر بھاڑا دیا تھا۔ اور پھر وہ میری طرف دیکھ کر گہری سانس لے کر بولا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسے خبر اذیتوں میں رکھا گیا ہے اور میرا خیال ہے اس کے ذہن کو مصلح کرنے کے لیے بیکار بن گیا ہے۔“

”بیکار بن۔ یہ کیا چیز ہے ڈاکو۔؟ میں نے سوال کیا۔“

”ایک دل سے اور انسان کے ذہن کو ملانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس کی ضرورت سے زیادہ لگا لگا دیے جائیں تو پھر دماغ پر ایک رطوبت کی چادر چلتی ہے جو سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو عارضی طور پر مفلوج کر دیتی ہے اس انجمن کے اثرات سے انسان سوتا رہتا ہے۔ اور اس ذہنی قوتیں کافی حد تک زور پر جاتی ہیں۔ مجھے یہ اس کی شہکار معلوم ہوتا ہے۔“

”سو فیصدی ڈاکو مورگرا سو فیصدی؟ میں نے سنا دیا۔“

”لیے میں کہا۔ ڈاکو بچے مورگرا کی صلاحیتوں پر مجھے پورا پورا اعتماد ہو چکا تھا۔ پھر میں نے سوال کیا۔ ڈاکو! اگر اس مہرمن کے میرا مطلب ہے کہ اس انجمن کو استعمال کرنے کے بعد اگر کسی کو ذہنی طور پر فوٹوں پر سے تک ملائے رکھا جا تو کیا اسے عارضی طور پر جگایا بھی جا سکتا ہے؟

”ہاں صرف اس کی نیند توڑی جا سکتی ہے۔ لیکن وہ سوچنے سمجھنے کی قوتوں سے محروم ہوتا ہے۔“

”کیا یہ ممکن ہے کہ اس رطوبت کو آسانی سے ختم کیا جا سکے؟“

”آسانی سے تو تم نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہر طور پر یہ ہو جائے کہ یہ انجمن اسے کتنے عرصے استعمال کرنے کے لیے ان کا تو ذہن جگایا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ بھی آہستہ آہستہ نامی ایک انجمن ایسی نیند کو توڑتی ہے۔ اور اگر اس کا مسلسل استعمال جاری رہے اور اس میں ایک اور ذہن کر دی جائے تو پھر یہ ذہنی رطوبت خود بخود خشک ہو جاتی اور انسان کی ذہنی قوتیں واپس آجاتی ہیں۔“

”ڈاکو! کیا مسلمانے والا انجمن کسی شدید خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا اس کا مریض ذہنی طور

مصلح بھی ہو سکتا ہے۔“

”نہیں! اس کے امکانات نہیں ہوتے۔ ڈاکو نے جواب دیا۔“

”تو ذہن میں آپ کو وہ عمر بتا سکتا ہوں جس عمر سے میں اسے وہ انجمن مل سکے۔“

”تو ذہن میں آپ کو وہ عمر بتا سکتا ہوں جس عمر سے میں اسے وہ انجمن مل سکے۔“

”تقریباً تین ماہ۔“

”تب پھر کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ تین ماہ کا عرصہ کچھ بھی نہیں۔ میرا خیال ہے جو ہر سات دن کے اندر اندر اس شخص کی تمام ذہنی قوتیں واپس آجائیں گی۔ اور یہ ایک نازیل آئی ہوگا۔“

”تو پھر ڈاکو! یہ کیا کس آپ کے سپرد۔“

”بالکل مجھے بالکل افسانہ ہے میں اسے چھوڑنا کب پسند کروں گا۔“

”اب تو میں اس کا حقدار ہوں ڈاکو! آپ مجھے اپنے اس منہ پر انکشاف سے آگاہ کریں، جس کا ذکر کر کے آپ نے مجھے ذہنی الجھن میں ڈال دیا ہے۔“

”ہاں! ہر چند کہ یہ ایک ایسی بات ہے، جس کے لیے مجھے شدت سے تاکید کر دی گئی ہے کہ میں اپنی زبان سے نہ لکھوں۔ لیکن اس تاکید کے لیے تمہاری شرط نہیں نکالی گئی۔“

”مطلب۔“

”جس شخص نے مجھے یہ کہا ہے کہ میں اس کے راز کو راز رکھوں، اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اسے گا زالی کی تلاش ہے۔“

”ہاں! وہ تمہارا نام اس انداز میں لیتا ہے۔ اور تم سمجھ گئے کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔“

”ڈاکو! ڈاکو پلیز! میں شدت جفا سے سرخ ہو گیا تھا۔ گا زالی مجھے ابھی تک نہیں بتا سکتا تھا۔ لیکن میں۔ اور اس کا نام میں اپنی طرح جانتا تھا۔ وہ سمبو تورا تھا۔ ڈاکو نے مسکراتے ہوئے گردن ہلاتی۔ ہاں سمبو! میں سمبو تورا کی بات کر رہا ہوں۔ یا پھر دوسرے الفاظ میں والدین کے ڈاکو نے کہا۔“

”ادہ ڈاکو! کیا سمبو تورا سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ کیا وہ یہاں لندن میں موجود ہے؟ کیا آپ کو اس کے بارے میں معلوم ہے ڈاکو۔“

”اگر تم اس وقت مجھ سے اس بارے میں سوال کرو تو میں تم سے یہ کہوں گا کہ میں قطعی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔“

اگر تم اس سے میری ملاقات کی بات کرتے ہو تو اس کا میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہاں وہ مجھ سے اس دوران کی باہر چکا ہے۔ اور اس نے اپنے مریض کو کمرے کیلینک میں داخل کر لیا ہے۔“

”ہائے لیون۔ یعنی لیون گومین۔“

”ہاں! اپنی اہل میں تمہاری خبر موجوں میں اسے سمبو تورا ہی کا مریض کر سکتا ہوں۔ کیونکہ اس کے لیے مجھے سمبو تورا نے کافی بڑی رقم کی پیش کش کی ہے۔ بلکہ ادائیگی بھی کر دی ہے۔“

”مگر والدی میں۔ میرا مطلب ہے سمبو تورا آپ سے مل چکا ہے۔ اور اس نے گومین کو آپ کی کیلینک میں داخل کر لیا ہے۔ گومین نے کچھ ڈاکو جرن کا میں نے آپ سے ذہنی ممانعت کر لیا تھا۔“

”ہاں ہاں! اتنی تفصیل میں جاننے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسی باتیں آسانی سے سمجھ لی جاتی ہیں۔“

”ادہ ڈاکو! واقعی آپ کا انکشاف یہ حد سنسنی خیز ہے۔ اور آپ تصور نہیں کر سکتے کہ اس انکشاف سے مجھے کتنی مسرت ہوئی ہے۔ میرے تو تصور میں بھی نہیں تھا کہ سمبو تورا اس طرح آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔“

”ہاں! ایک رات تقریباً ساڑھے تین بجے اس نے مجھے ٹیلیفون کیا اور کہا کہ وہ میرے کیلینک کے قریب موجود ہے کیونکہ میری رہائش گاہ اس کے ذہن سے نکل گئی ہے۔ اسے میری شہی ضرورت ہے۔“

”اس نے اپنا قافلہ لایا تو میں دلچسپی لے لی۔ نہیں رہ سکا۔ رات کو کیلینک پہنچ کر میں اپنے رہائش گاہ پر بیٹھے آیا، تب اس نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ وہ دشمنوں میں گھرا ہوا ہے اور نہ جانے کہاں چھپتا پھرتا ہے۔ اسے میری مدد کی ضرورت ہے۔ گومین اس کے ساتھ تھا۔ دوسری صبح میں نے گومین کو کیلینک میں داخل کر لیا اور اس کا علیحدہ تبدیل کر دیا تاکہ وہ لوگ جو سمبو تورا کی ناک میں لگے ہوئے ہیں کم از کم گومین تک نہ پہنچ سکیں۔“

”سمبو تورا نے کہا کہ وہ میرے اوپر بار نہیں ہے بلکہ کوشش کرنے لگا کہ میرے کیلینک سے اور مجھ سے دور رہے۔ تاکہ اس کے دشمنوں کی توجہ کیلینک کی جانب نہ ہو سکے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ گومین کا میں علاج کروں۔ اور میں نے اس کی درخواست پر اس کا علاج شروع کر دیا۔“

”بے شک ڈاکو بچے مورگرا آپ نے لندن میں ہمارے

لئے جو کچھ کیا ہے اس کا ہم شکر یہ نہیں ادا کر سکتے۔
 ”جو کام نہ کر سکو اس کا تذکرہ ہی بے مقصد ہوتا ہے۔“
 ”لیکن ڈاکٹر اب لیوس بھی آپ کی توجیہ کا مرکز ہے۔“
 ”میرا کام یہی ہے سرد غزال، بھلا اس میں الجھنے کی

کی ضرورت ہے۔“
 ”باقی معاملات کے لئے میں آپ سے کچھ نہیں کہوں گا۔
 ڈاکٹر لیوس کو میرا خیال ہے گوئین کے مقابلے میں آسان حاصل
 ہے۔ اور اب اس کے علاج میں بہت زیادہ وقت نہیں
 ہوگی۔“

”گوئین واقعی الجھا ہوا کس ہے کسی خاص ذریعے سے
 اس کے ذہنی قلیوں کو الٹ پلٹ کر دیا گیا ہے۔ اور مجھے تعجب
 ہے کہ اس طرح کیا گیا۔ دماغ کے کسی حصے میں کوئی شدید
 چونک گئی ہے تو وہ حصر مشاخر ہو جاتا ہے۔ باقی دماغ اپنی
 جگہ رہتا ہے۔ یہ دردمندی بات ہے کہ مشاخر و حصر کا وجہ
 سے پورا دماغ مصلح ہو جاتا ہے۔ لیکن گوئین کے دماغ کے
 ہر خلیے کو چیرا گیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسے کسی
 چیز پر بھرنے کے بعد اس کے سکہ کو ایسی کسی مشین سے شیک
 کیا گیا ہے جو بہت تیزی سے متحرک ہوتی ہو۔ اور اس
 قوت سے شیک کیا گیا ہے کہ وہ بالکل ہی منتشر ہو کر گیا۔“

اس کے ان خلیوں کے حصے ایک دوسرے پر جڑے ہوئے ہیں
 اگر ہم اسے دوبارہ شیک کر کے ان کی جگہ واپس لائے تو شش
 کریں تو اس میں شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ وہ ذہنی قلیوں
 پر بالکل مریضی ہو سکتی ہے۔ اور بیماری ضرور بھی پوری نہیں
 ہو سکتی چنانچہ آہستہ آہستہ ایک عمل کے تحت میں اس خلیوں
 کو واپس ان کی جگہ لائے گا اور ان کی گرا ہوا ہوں اور اس میں
 کافی وقت صرف ہو جائے گا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ میں ان
 خلیوں کو ان کی جگہ جمانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس کے
 لئے مجھے کافی شدید محنت کرنی پڑے گی۔ میں اس کے دماغ
 کے ہر حصے کا مسترد تھا اور بناؤں گا کیونکہ مجھے ذرا ذرا
 سی چیز پر نگاہ رکھنی ہے۔ ان تصویروں کی مدد سے مجھے
 انتشار دماغ کا پتا چل جائے گا۔ اور پھر میں خلیے کو اس
 کی اصل جگہ جمانے کی کوشش کروں گا۔ دراصل سرد غزال
 یہ سب بہت مختلف قسم کی باتیں ہیں۔ لیکن میں آپ کو بتانے
 کے لئے مجبور ہوں۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے سامنے
 جو انسانی دماغ ہیں..... ان کی ساخت ان انسانی دماغوں
 کی ساخت سے مختلف ہے۔ اور اس اصل ساخت کو مجھے کلام
 مجھے ذرا مشکل ہی سے ملے گا۔ لیکن آپ نے ایک بہت بڑی

مشکل حل کر دی ہے۔ میں دراصل یہ سوں کی دماغی تعداد ہی
 حاصل کروں گا تاکہ گوئین کے دماغ کو پڑھنے کا موقع مل سکے۔
 میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے ان دونوں کی دماغی حالت
 یکساں لگتی ہے۔“

”گڈ ریزی گڈ ڈاکٹر۔ میں ڈاکٹر نہیں ہوں لیکن آپ نے
 جن آسان الفاظ میں یہ تفیلات مجھے بتلائی ہیں ان سے میں
 سمجھ سکتا ہوں کہ آپ کو کیا مشکلات درپیش ہو سکتی ہیں۔
 بہر حال یہ عظیم ذمہ داری آپ کو پوری کرنی ہے ڈاکٹر اور
 یہ بھی حقیقت ہے کہ میرا اور سمبوتورا کا آپ کے نزدیک نظر
 آنا خطرناک ہو سکتا ہے میں چاہتا ہوں کہ کسی کو ذرہ برابر
 شبہ نہ ہو کہ میرا آپ سے کوئی رابلہ ہے۔“

”ہاں یہ دوسرا مرحلہ تمہارا ہے اور اگر تم مجھے لیڈن
 سے کام کرنے کا موقع دے گے تو مجھے بہر طور آسانیوں ہونگی
 میں نے بڑی خیال انداز میں گردن بادی۔ لیڈن مورگر
 کو اس کے خلوں کا جواب دینے کے لئے وقت درکار تھا۔
 میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اس سے بہر طور گفتگو کروں گا۔
 اور اسے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔ ڈاکٹر بے مورگر سے
 تمام تفیلات طے ہو گئیں اور اس کے بعد مجھے آزادی مل
 گئی۔ کچھ وقت پلن مورگر کے ساتھ گزارا۔ ڈاکٹر لیوس پر
 معروف ہو گیا تھا۔ ہم نے اسے ذہن نہ کیا۔ لیڈن مورگر
 کو متحضر حالات بتا کر میں نے اس کے لئے تیار کر دیا کہ
 وہ مجھے اپنے ساتھ رہنے کے لئے نکلے۔ ورنہ ڈاکٹر مورگر
 کو مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ لیڈن نے مجھ سے تعاون کا
 وعدہ کیا تھا البتہ وہ ڈوئن کاربو سے ثابت محسوس کرتی
 تھی چنانچہ میں نے خاص طور سے اس سے ڈوئن کاربو کا
 تذکرہ نہیں کیا تھا۔“

رات کو جب مجھے تیناں نصیب ہوئی تو میں نے سمبوتا
 سے ذہنی رابلہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی اور
 سمبوتورا کی آواز اپنے ذہن میں محسوس کر کے میں اچھل
 پڑا۔ دوسری طرف سمبوتورا کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف
 نہیں تھی۔ ”کانزالی اور ڈیوہ گارزالی۔ یہ تم ہی ہو۔“

”ہاں سمبوتورا، کبساں ہوا اس وقت۔“
 ”میں لندن ہی میں ہوں۔ کانزالی، تم کہاں ہو؟“
 ”میں بھی لندن ہی ہوں اور ڈاکٹر بے مورگر کے
 گھر میں مقیم ہوں۔“
 ”اوہ، لیکن میں تو تم سے ذہنی رابلہ قائم کرنا
 میں ناکام رہا تھا۔“

”اور میں بھی مسلسل ناکام تھا“ میں نے جواب دیا
 ”کیا اس وقت بھی تم ڈاکٹر بے مورگر کے گھر سے ہی
 دل بہتے ہو۔“
 ”ہاں۔“

”کیا میں تمہارے پاس آ سکتا ہوں۔“
 ”انتہائی احتیاط کے ساتھ سمبوتورا۔ ویسے تمہارے
 ان کوئی بچہ تو نہیں میرا مقصد ہے کہ کوئی احتیاطی نگرانی تو نہیں
 رہتا۔“
 ”خفیس، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے خود کو
 پوشیدہ کر لیا ہے۔“

”تو پھر بہتر ہے کہ تم براہ راست میرے پاس چلاؤ،
 بچہ مورگر کے مکان کے نکلے مجھے اسے احاطہ بہت زیادہ بلند
 نہیں ہے میں وہیں تمہارا انتظار کروں گا۔“
 ”نیک ہے، مجھے آنے میں دس پندرہ منٹ لگیں گے“
 سمبوتورا نے کہا اور سب سے ذہنی رابلہ منقطع ہو
 ہو گیا۔

پندرہ منٹ انتظار کرتا رہا۔ اس کے بعد کرے کی جی
 بھالی، باہر نکل کر ماحول دیکھا، چاروں طرف خاموشی
 اور سناٹے کا راج تھا۔ لیڈن اپنی خواب گاہ میں سو رہی
 تھی اور ڈاکٹر بے مورگر اپنی خواب گاہ میں، چنانچہ میں بڑی
 احتیاط سے چلتا سبرا احاطے کے نزدیک پہنچ گیا اور سمبوتورا
 ... کا انتظار کرنے لگا۔ سمبوتوری کے بعد سمبوتورا احاطہ
 کی دیوار کو کود کر اندر آ گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ ایک لمحے کے
 لئے رسات دگیا اور پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا: ”مبارک
 زندگی عیب سمبات کا تھا کہ بے بعض اوقات تو مجھے افسوس
 ہوتا ہے کہ گزالی کہ تمہیں بھی ہم نے کس الجھن میں پھنسا لیا
 حالانکہ میں بار بار تم سے اس کا تذکرہ بھی کر چکا ہوں اور
 تم نے مجھے ہر بار منع کر دیا ہے کہ میں تم سے یہ باتیں نہ
 کروں لیکن جب بھی احساس ہوتا ہے مجھے بڑی شرمندگی
 ہوتی ہے۔“

”اور کوئی رسمی گفتگو سمبوتورا۔“
 ”نہیں پلیز نہیں، کیا ہم کہیں بیٹھ کر باتیں نہیں
 کر سکتے؟“
 ”کیوں نہیں! آؤ میں نے کہا اور سمبوتورا کو لٹے ہوئے
 اپنے کمرے میں آگیا۔ کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے درج
 روشنی جلائی اور سمبوتورا کو ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا
 وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔“

”ویسے تو سلسلہ گفتگو وہیں سے شروع ہونا چاہیے
 سمبوتورا جہاں سے ہمارے تمہارے درمیان دردمندی ہوئی
 تھی لیکن طویل گفتگو کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم۔ بتاؤ
 کہ تم کن حالات میں وہاں سے فرار ہوئے تھے۔“

”مارٹن ایسٹرو کے بارے میں تو نہیں معلوم ہو ہی
 چکا ہے۔ وہ شخص بے حد شاطر اور خطرناک ہے۔ پورے
 لندن میں اس کے خطرناک غنڈے پھیلے ہوئے ہیں اور
 وہ نر زین دنیا کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔ نجات نے اپنے
 جال جگ جگ بھیلار کھے ہیں۔ سمبوتور میں اس کے آدمیوں
 نے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن بروقت مجھے اندازہ
 ہو گیا اور میں گوئین کو لے کر وہاں سے نکل گیا۔ تمہارے
 لپے میں اطلاع چھوڑ کر گیا تھا۔ بہر طور اس کے بعد یوں سمجھ لو
 کہ لندن کے نواح میں مجھے بالکل ہی پوشیدہ رہنا پڑا۔
 بڑی تعیناتی کہاں ہے۔ وہ لوگ میرے تعاقب میں تھے ان
 کے پاس کچھ ایسے ذہنی آلات ضرور ہیں جن سے وہ ہماری کمزوریوں
 کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں ڈاکٹر ویلیبی
 کے ناموں کے بارے میں سوچتا رہا۔ ڈاکٹر ویلیبی نے
 کسی بھی طرح ہمارے ذہنوں تک پہنچ حاصل کر لی تھی وہ
 نہ صرف ہمارے ذہنوں کو سلا سلا تھا بلکہ ہمارے
 ذہنوں کے رابلے، اس کے علم میں آجاتے تھے۔ ایسا ہی
 کوئی سلسلہ مارٹن ایسٹرو کے پاس بھی ہے اور وہ یہی ہی
 کھوج میں رہتا ہے۔ میں نے اس دوران بڑی کوششیں
 کی ہیں اور اپنے آپ کو چھپایا ہے۔ میں کسی بھی لمحے اپنے
 ذہن کو استعمال کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں
 نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہمارے ذہنی رابلوں پر وہ ہم تک
 پہنچنے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔“

”شاید یہی وجہ تھی سمبوتورا کو میری بار بار کی کوششیں
 مجھے تم تک نہ پہنچا سکیں۔“
 ”ہاں یقیناً، میں بھی دل میں یہ سوچتا تھا کہ کہیں ان
 کوششوں سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے چنانچہ میں
 نے ہمسے جوابی رابلہ نہیں کیا حالانکہ بار بار میرے ذہن تک
 ایسی لہریں پہنچی تھیں جو اس بات کا انکشاف کرتی تھیں کہ
 کوئی مجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ لیکن میں محتاط رہا، طویل
 عرصے تک میں نے لندن اور اس کے نواح میں یہ نہالی اور
 جب مجھے احساس ہوا کہ میں واقعی طور پر مارٹن ایسٹرو کو دھوکہ
 دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں تو میں نے سب سے پہلا کام
 یہی کیا کہ گوئین کو لے کر ڈاکٹر بے مورگر کے پاس پہنچ گیا۔“

ڈاکٹر نے مورگر بھی ویسے ایک شریف انسان ہے۔ لیکن میں جانتا تھا مسرگازالی کہ تمہاری اس دنیا میں لوگوں کو بھری اور مستوں کے راستے کی جانب مائل کرنا سب سے مشکل کام ہے۔ ڈاکٹر نے مورگر کی شرافت کا مجھے یقین تھا لیکن اس کے باوجود اس کے باوجود۔“

”ہاں، اس کے باوجود، کیا سمجھتے تھے؟“

”میں نے اسے ذہنی کمزوری میں کیا اور اس کے ذہن کو حکم دیا کہ جو کچھ میں کہوں اسے مان لے چنانچہ ڈاکٹر نے مورگر میرے رٹائن میں سے۔ یہ رٹائن میں سے اسے بہت ہی اچھا سے دیا تاکہ وہ اپنی ذہنی قوتوں کو بھی زائل نہ کر پائے اور صرف لکے سے اخراجات میرے اس پر فائدہ رہیں، اس کی شرافت اس کے غلوں اور حقور سے سے دباؤ نے میرا کام کر دیا۔ اور گو میں اس کے کلینک میں داخل ہوں۔ لیکن میں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہونے لگی۔“

”ہاں سمجھتے تھے، تمہاری کہانی سے زیادہ عجیب میری کہانی سے لیکن میں بھی تمہیں مختصراً بتاؤں گا۔ تمہیں سونل میں نہ پا کر گئے بلکہ جن مشکلات سے گزرنا ہو گا اس کا اندازہ تم بول کر رکھتے ہو۔ استنبال پریشان ہو گیا تھا۔ لندن میں تنہا تھا۔ بے چارے ڈاکٹر نے مورگر اور اس کی بیٹی لین مورگر نے میرے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا اور میرا اس جگہ جہاں مجھے مشکلات دہ میں تھیں انھوں نے میری مدد کی اس دوران میری ملاقات ڈوئن کاربو سے ہوئی۔“

”کس سے۔“

”ڈوئن کاربو۔ اس نے اپنا نام سب بتایا تھا۔“

”اوہ، وہ سامون ہے۔ وہ سامون ہے۔“

”ہاں، میں نے مختصراً سمجھ لیا کہ ڈوئن کاربو کی یہاں موجودگی کی تفصیل بتائی اور اس سے ملاقات کی کہانی سنی اسے سنائی۔ سمجھتے تھے کہ وہ پھر سے یہ تمام تفصیلات سن رہا تھا۔“

”میں نے کہا۔ ڈوئن کاربو مجھ سے حقیقت جاننے کے بعد میری ساتھی بن گئی اور میں اس کے فیڈ پر پہنچ گیا اس کے بعد بہت تیزی سے قدر تلاش ممکن تھی۔ لیکن نہیں نہ پا کر پتہ چل گیا کہ ہمیں کام کرنے پر آمادہ ہونے۔ ہمیں علم ہو چکا تھا کہ مارٹن ایلمر نے لیوس کو کبھی پوچھا کہ تمہارے کون سے لیوس سے سماجی رابہ ہیں تاکہ ہم سوسکا تھا۔ ہم اس کو ج میں لگ گئے۔ ڈوئن کاربو نے بھی اپنے طور پر کارروائی شروع کر دی لیکن بہر طور ہماری کارروائیاں ابتدا میں ناکام رہیں۔“

پھر ہمیں مختلف ذرائع سے گورنر کے بعد یہ معلوم ہوا کہ لیوس کوگ نامی ایک قبیلے میں ہے اور ایک شخص بل ٹیوٹر کا تعلق ہے۔ بل ٹیوٹر مارٹن ایلمر کا بہت رست تھا۔ میں دوگ چلا گیا۔ دوگ جانے کے بعد مجھے بہت ہی دلچسپ کہانیوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن بہر طور میں لیوس کوگ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔“

”گڈ ریفری گڈ، سمجھتے تھے کہ لیوس کوگ یا لیوس کوگ ہی اسے تمہارے پاس ہے۔“

”ہاں میرے پاس ہی نہیں بلکہ اسی عمارت میں ہے۔ لیکن لیوس کوگ وہاں ذہنی طور پر مشکل کے لگا کر رکھا گیا ہے۔ لیوس کوگ کو میں اس سلسلے میں تفصیلات بتا میں اور وہ تشویش کا شکار ہو گیا۔“

”ڈاکٹر کا کیا کہنا ہے، کیا لیوس کوگ کو ذہنی مدد نہ تو نہیں پہنچا۔“

”میرا خیال ہے نہیں۔ بہت جلد لیوس کوگ اپنی اصل حیثیت میں واپس آ جائے گا۔“

”گازالی، میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ تمہارا انتخاب ہماری خوش قسمتی کی علامت ہے۔“

”گو میں ڈاکٹر کے کلینک میں داخل کرنے کے بعد کیا تم نے اس کے مختلف کاروباروں میں کبھی سمجھتے تھے۔“

”میں سمجھا گیا کہ اس کا سواٹھ اس کے کلینک ڈاکٹر کو مستقل برادریات دے رکھی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ڈاکٹر کے کلینک میں خود بھی موجود رہتا ہوں۔ لیکن ایک معمول سے وارڈ ہونے کی حیثیت سے کہیں کا علم خود ڈاکٹر کو بھی نہیں

میں نے وارڈ ہونے کو اپنے حرائس میں لاکر اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنی ذہنیاتی سمجھ سونپ دے۔“

”اوہ، کمال ہے سمجھتے تھے، تم میری تقریریں کرتے ہو میں بتا ہوں کہ جہاں کہیں ذہنی قوتوں کے استعمال کا موقع آیا ہے وہاں حیرت انگیز شجرت دیکھتے ہیں۔“

”میں تو ضرورت مند ہوں گا زالی۔ میں تو ضرورت مند سمجھتے تھے کہ اس سے انداز میں کہا۔“

”بہر طور تم نے اپنا کون سا مستقل ٹھکانا بنایا ہے۔“

”نہیں ابھی تک نہیں۔ میں ٹھکانا بنا رہا ہوں فی الحال۔“

”اس چوٹ سے فیڈ میں رہنا ہوں جو وارڈ ہونے کا ہے۔“

”بہر طور تم نے اپنا اچھا ٹھکانا کیا ہے سمجھتے تھے اس طرح تم کو۔“

”ہاں اس کی حفاظت تو کرنی ہی پڑتی ہے۔ لیکن ڈوئن

ہمارے ہاں ہے۔“

”جو کچھ عرصے قبل وہ واٹن برگ میں تھی اور اب بل ٹیوٹر ہاں ایک جگہ ہے۔ ممکن ہے آج ہمارے یا بل ٹیوٹر کے پاس سے میں وہ یہاں پہنچ جائے۔“

”آہ۔ میں خود بھی تو بل ٹیوٹر رہ چکا ہوں۔ لیکن میں نے ڈوئن کاربو سے ذہنی رابہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی ورنہ شاید میری اس سے وہیں ملاقات ہو جاتی۔“

”وہ واپس آئے گی۔ ویسے کیا اس نے تمہاری

کو مدد کی ہے۔“

”ہاں وہ مسلسل اس سلسلے میں میری دست راست رہی ہے اور ہم مارٹن ایلمر سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ مارٹن ایلمر بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اس کے یہاں بہت زیادہ

تفصیلات ہیں جن کی بنیاد پر اس کی پہنچ ہو چکی ہو سکتی ہے۔“

”تو یقیناً، ویسے کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ اس کا ایک ہاتھ اسٹیل کا بنا ہوا ہے اور اس ہاتھ سے وہ

”ہاں۔ میری اس سے ایک تنگ ہو چکی ہے سمجھتے تھے۔“

”اور یقیناً اس جنگ میں تم نے اسے شکست دی ہوگی۔“

”سمجھتے تھے کہ تمہارا ہاتھ بھی میں کہا۔ میں سکا کر رہ گیا تھا۔ جس انداز میں میں نے اسے شکست دی تھی وہ مجھے ہوج بھی اچھی طرح یاد تھا۔ میں نے سمجھتے تھے کہ اس کا

”اب اگر تم چاہو تو اس وقت تک میرے ساتھ تھام کر جب تک ہمارا رابہ ذہنی کاربو سے نہیں ہو جاتا۔ ڈوئن کاربو میں مل جائے۔“

”اس کے بعد تمہیں آئندہ کے پروگرام پر غور کر سکتے گے۔“

”ٹھیک ہے ڈاکٹر نے مورگر کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

”تم اس کے بارے میں اعتراضات نہیں کر سکتے ہو۔ میں نے سمجھتے تھے کہ اسے اور وہ بھی سکھانے لگا۔“

”ساری ہی رات ہم لوگ اپنے ہاٹے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ میں نے سمجھتے تھے کہ اس کے اور تفصیلات بتائی تھیں لیکن اس سے زیادہ میں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔“

”مجھ کو ڈاکٹر نے مورگر سمجھتے تھے کہ میرے پاس دیکھ کر

جہاں رہ گیا لیکن اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ لیکن مورگر بھی تھی کہ میں سکھاتے ہوں سمجھتے تھے کہ اس کا استعمال کیا تھا اور جب

مجھے انداز میں بولی تھی۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی غلام ملکوتی کسی اور سیارے سے اس کے زمین پر آ گیا ہے اور

اس کو کھرا لیا میرے سامنے ہیں۔ آپ لوگ واقعی میرے

سے ناقابل فہم ہیں تاکہ میری ڈیڈی سے بھی اس

نئی پیمائش

بیوہ - 20/-

شعلہ حسن - 20/-

بازار حسن - 50/-

علی میاں بکسٹرز - اردو بازار لاہور

سلسلے میں باسجیت ہوئی ہے۔ ڈیڈی چاہتے تھے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ مکمل تعاون کروں۔ اور آپ کو حیف و نیاز میں رکھوں۔ آپ لوگ بائبل ملٹن ریمیں جب تک آپ لوگ یہاں ہیں ہمارے سہماں ہیں۔ اور اب میں کوشش کروں گا کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو ورنے سمجھتے تھے کہ آپ ہمارے ساتھ کون نہیں رہتے اگر آپ چاہیں تو یہ عمارت بہت بڑی ہے آپ کے لئے بھی بندوبست ہو سکتا ہے۔“

”بہت بہت شکریہ ہے، میں پہلے ہی تم لوگوں کے احسانات تلے دبا ہوا ہوں۔ مزید بوجھ تم پر نہیں ڈالنا چاہتا۔“

”لیکن مورگر خاموش ہو گیا تھی۔ ڈاکٹر نے مورگر سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے ڈاکٹر سے مورگر سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں گو میں کو مدد لینا چاہتا ہوں تمہا سے اس کے کارڈن کو سارے گیارہ بجے میں ایک نمبر لین کی حیثیت سے اس کے کلینک آسکتا ہوں۔“

”وہاں وہ گو میں کو مجھے دکھانے کا بندوبست کر دے گا۔ لیکن سمجھتے تھے کہ وہاں ڈاکٹر کو نہیں سے کیونکہ

دو آدمیوں کا بیٹا ہوجانا خطرناک ہو سکتا ہے۔ ہم نے ڈاکٹر سے اتفاق کیا تھا۔“

”وقت مقررہ میں ڈاکٹر نے مورگر کے کلینک پر پہنچ گیا۔ اس کے پاس میرا اماقا یہاں ہاٹ منٹ تھا۔ ڈاکٹر

جے مورگر نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے ساتھ لے ہوئے وارڈ میں داخل ہو گیا۔ اس کے وارڈ میں کئی نمبر تھے

اور ابھی کے درمیان گو میں بھی موجود تھا۔ میں اس کی صورت دیکھ کر ششدر کر رہ گیا تھا۔ گو میں کا چہرہ ڈاکٹر کے موٹوں سے

پاک تھا اس کے بال مقامی طرز پر تراشے ہوئے تھے اور وہ

سو فیصد ایک مقامی شخص معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن اس کے

چہرے پر ایک عجیب سا وقار نظر آ رہا تھا۔ اے عینیں بند تھیں اور اس کے سر پر ایک مٹین لگی ہوئی تھی جس کے اوپر بزرگ کے ہنر سے تبدیل ہو رہے تھے۔ ڈاکو نے مجھے گوئین کی صورت دکھاتے ہوئے کہا۔

”اس کے علاوہ تو تم کچھ اور نہیں جانتے تھے مگر غزلی کا نہیں ڈاکو، آپ جو کچھ کہ رہے ہیں میں اسے محسوس کر رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”بس تو ہمیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ میں اپنا کام پورا کر ڈونگا۔ اسے میں نے ایک لمبے کی حیثیت سے یہاں

داخل کیا ہے اور اس کا ہاتھ ایک فائل تیار کیا گیا ہے اس فائل میں اس کے لندن کے چہرے کے کاغذات بھی موجود ہیں اور اس کا رہائش گاہ کا پتہ بھی۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے ذرائع سے کام لے کر اس کی شناخت کرانے کی کوشش کرے تو اس سلسلے میں مکمل طور پر مایوسی ہوگی۔ اس کے علاوہ مجھ سے اگر کچھ اور چاہتے ہو تو بتاؤ۔“

”عینیں ڈاکو، آپ کا بے حد شکریہ۔“

”تو پھر واپس چلیں۔“

”ہاں آئیے۔“ میں نے کہا اور ڈاکو نے مجھے اپنے آنکس میں لے آیا۔ پھر اس نے کہا: تم لوگوں کا اپنے گھر میں رہنا مجھے بالکل گوارا نہیں ہے۔ بلکہ بہتر ہے کہ تم کبھی مجھ سے قریب ہو۔ اگر تمہاری اپنی کچھ ضروریات ہوں تب تو میں تمہیں یہاں رہنے کے لئے مجبور نہیں کر دوں گا۔ لیکن باقی اور کوئی آپشن نہیں ہے۔ میری ملاقات گھر پر بہت کم لوگوں سے ہوتی ہے۔ تمہیں میں اپنے مہمان کی حیثیت دے سکتا ہوں۔“

”آپ کا بے حد شکریہ ڈاکو، جیسا کہ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کو آپ کے کام میں ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ خود سادقت درکار ہے مجھے۔ ایک شخصیت کا اشتراک ہے۔ وہ آجائے تو اس کے بعد میں یہاں سے منتقل ہو جائیں گے۔“

”شک ہے مجھے اس پر بھی کوئی اعزاز نہیں ہوگا۔ ڈاکو نے کہا اور میں ڈاکو نے مورگر کے پاس سے واپس چلا آیا۔ سمجھتا ہوں کہ اس کی ذہنی پر مشتمل دیکھا تھا لیکن اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ چہرہ بند کرنے کا کمال کہیں اسے حاصل تھا۔ وہ سو فیصدی ایک مقامی شخص معلوم ہو رہا تھا۔ اور اگر مجھے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم

ہوتیں تو میں بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ سمجھتا ہوں ہے۔ واپس بیٹھا تو جین مورگر میرا انتظار کر رہی تھی میرے کمرے میں بیٹھی ہوئی وہ ہر سال کے درجہ گردانی کر رہی تھی مجھے دیکھ کر سگرائی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ ”میلو، مل آئے ہیں۔“

”ہاں، کیا تمہیں اس بارے میں معلوم تھا۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں نہیں تم میرے ذرائع معلومات کو اتنا تم کو کہہ سکتے ہو جتنی تو تمہیں ہوں کہ حالات پر غور نہ کر سکو۔“

”میلو نے غمزے انداز میں کہا۔“

”ہاں جین، بہر طور تم لوگوں کی وجہ سے میں جیسا سائیل ملٹی ہیں اس کا شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔“

”جوڑوان باتوں کو، تم پریشانیوں کا شکار ہو۔“

تمہاری مدد کر کے مجھے دلی مسرت ہوئی ہے۔ پتا نہیں کہوں ذہن ٹو پر ہی بہت زیادہ تم سے قریب ہو گئی ہوں۔ بس تم اپنے ان ہنگاموں سے فریفت حاصل کر لو۔ ہم پھر تمہارے ساتھ کچھ وقت گزاروں گی۔ ممکن ہے ہم لوگ لندن سے کب باہر چلیں بلکہ میں تو تمہیں پیرس و فیرو بھی دکھاؤں گی۔ اگر تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند کر دو گے۔“

”کیوں نہیں جین۔“ اپنے دوست بڑی شکل سے ملتے ہوا میں نے جین کو دل آساری سے ہونے کہا اور پھر بولا: جین لندن میں مجھے ایک ایسی رہائش گاہ درکار ہے جو عام لنگا ہوں سے بہت کم ہو۔ تم نے مجھے جو پڑا دیا تھا۔ بلاشبہ اس نے مجھے علاوہ طور پر بخوبی دیکھا تھا لیکن وہاں ہمارے دشمن پہنچ گئے۔ کسی ایسی جگہ کا خواہش مند ہوں جہاں ہم تمام کر سکیں۔“

”میلو نے فریال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی ”مجھے تمہاری پرنسڈ رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔“

”اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔“

”میلو نے فریال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی ”مجھے تمہاری پرنسڈ رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔“

”اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔“

”میلو نے فریال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی ”مجھے تمہاری پرنسڈ رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔“

”میلو نے فریال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی ”مجھے تمہاری پرنسڈ رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔“

”میلو نے فریال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی ”مجھے تمہاری پرنسڈ رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔“

”میلو نے فریال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی ”مجھے تمہاری پرنسڈ رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔“

”میلو نے فریال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی ”مجھے تمہاری پرنسڈ رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔“

”میلو نے فریال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی ”مجھے تمہاری پرنسڈ رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔“

”میلو نے فریال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی ”مجھے تمہاری پرنسڈ رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔“

خوش نظر آ رہی تھی۔ دونوں ہی زبان میں شکر کرتے رہے۔ میں طہیسان سے ایک مہوئے پر دراز ہو گیا تھا۔ پھر ڈون ڈون کی آواز سے سوئی گئی۔ وہی سوئی ہوئی۔

”اور وہیں ڈون۔“ میں جانتا ہوں تم کو کھانے کے بعد ملے ہو۔“

”تم نے مجھے نہیں بتایا گا کہ ڈون ڈون کی آواز سے ڈون ڈون میری بہت قریبی ساتھی ہے اس سے لڑنے کے بعد وہ جاتی ہوئی ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”ڈون ڈون تم کا گالی کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوگی۔ لیکن یہ شخص اس دنیا میں تمہارے لیے ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مفید نہیں لگتی ہیں۔“

وادی میں غیب ہمارے ہاں موجود ہے۔ میرا خیال ہے تمہاری
مداد کی مشیت سے میں نے جو کچھ لکھا وہ کوئی نصیحت نہیں بلکہ تمہیں
وادی میں ہماری غمناک حالت کا حال ہے۔

میں بولا کہ کس کا ہوں، اور کیا ہوا تو وہی گزالی کے ساتھ مل
کر کچھ کر چکا ہوتا۔ میں ہم پر کسی کی تلاش میں لگے تھے۔ بیوس نہیں
لیگا ہے لیکن کسی کی زندگی قوت میں نکال نہیں ہے۔ جب تک وہ صبح
ظہر پر چلتا ہے تو وہاں اس سے سزا پر ملامت حاصل
نہ ہوں ہم کی کہہ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے میں بھی بیوس کے کوشش
میں آئے کہ اتنا کرنا چاہیے۔ سمجھو تو اسے کہا۔

اور لیکن سارے شہر سے غمناک ہونے کے لیے میں سزا
قیام ہم گاہی رہ کر ہو سکتی۔ بول ہمارے لیے غمناک نہیں ہو سکتے۔
ڈون کاربو سے کہا۔

میں نے پلٹ کر سوچا کہ اس بار سے میں بات کیسے ڈون
ملن ہے اس کا بھی کوئی بندوبست ہو جائے؟

گر فیصلہ ہو جائے تو بہت چہا ہوگا۔ ویسے اپنے طور پر بھی
میں کچھ کرنا چاہیے کیونکہ سارا شہر ایسرو دوگ تک ہونے والے
حالات سے لاعلم نہیں ہوگا۔ اور یہ بات لیتے آس کے علم میں آگئی
ہوگی کیوں کہ وہ لوگوں نے حاصل کر لیا ہے تم اس کے بارے
میں غمناک ہو چکے ہو گزالی کہ وہ دیوانہ ہے اور صاحب اختیار بند
ہم میں سے کسی کو اس کی دیوانگی کا شکہ نہیں ہونا چاہیے۔

فی الحال کیا تم اپنے آپ کو ڈانڈو میں رکھنا چاہتے ہو؟
ڈون کاربو نے۔

میں نے ہرگز نہیں۔ میں دان برگ سے مل کر پورٹ پہنچ گئی تھی
کیونکہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ ماڈرن ایئر سروسوں میں پورٹ میں موجود ہے
میں نے اسے وہاں دیکھا لیکن وہ ناقول کے ایک گروہ میں گھرا
ہوا تھا میں کسی بھی طرح اس تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی جس
عمارت میں وہ ٹھہرا ہوا تھا وہ بھی سرکاری عمارت تھی اور اس کے بعد
وہ کب وہاں سے نکل گیا مجھے علم نہیں ہو سکا۔ میں کچھ اور لوگوں کے پکر
میں پڑ گئی تھی میں پر بھی یہ شبہ ہوا تھا کہ وہ ماڈرن ایئر سروس کے خاص
آؤٹی ہیں۔ میری کوشش صرف بیوس کی تلاش تھی لیکن یہ کام تم نے انجام
دے ڈالا گزالی ماڈرن ایئر سروس میں نہیں کر سکتی۔ ماڈرن ایئر سروس ملامت
صفت ہے۔ اور اس کے ہاتھ اور دوستوں تک پہنچے ہوئے ہیں اور پانچ
اس وقت وہ ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔

اے اے کے باوجود میں کوئی وقت ڈانڈو میں نہیں لگاؤں گا۔
گا۔ میں تم سے رابطہ قائم رکھوں گا۔ فی الحال احتیاطی طور پر
ہیں اس وقت تک ڈانڈو سے سوچو کہ اسے ساتھ ہی قیام کرنا چاہیے
گاجب تک ہمارے لیے کسی الگ رہائش گاہ کا بندوبست نہیں

مجھے ہیں۔ میں ان کے ساتھ وہ طریقے دیکھنے چاہتا ہوں۔ غلطی
حاصل نہ ہو تاکہ اگر ایسا نہ ہو تو اسے سوچو میرے لیے قابل قبول ہوتا۔
میں نے پلٹ کر کہا کہ یہ نصیحت پر یہ غلطی مجھے مل جانا چاہیے تو میں
نے سکتے ہوئے جواب دیا کہ غلط تو مجھے مل چکا ہے اور اب اس میں
کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

غلیظ حاصل کرتے کے بعد میرا خیال تھا کہ میں تم کو ڈون کاربو اور
سمبر ڈون کاربو میں منتقل کر دوں لیکن وہاں سے ملنے ہی کے ساتھ ڈانڈو
ہے سوچو کہ رہائش گاہ پر وہاں ہوتی تھی اس لیے فوری طور پر میں ان لوگوں
سے رابطہ قائم نہیں کر سکا۔ لیکن انے او اس لیے میں کہا لے تو تمہارے
ساتھ وقت ہی نہیں ملتا سزا میں جا چکی ہوں کہ تم کچھ وقت تنہا لکھ نہیں
پہاں تو تم سے ملاقات بھی ہو جاتی تھی لیکن اب بار بار تمہارے غلطی
پر آنا کچھ اچھا نہیں لگے گا۔

ڈون کاربو نے سوچا کہ میرے نفس انسان اس دنیا میں بہت
کم ہوتے ہیں۔ ان کی نشاندہ رہائش گاہ لندن میں میرے قیام کے لیے
موزوں ترین تھی اور اس کی پیشکش ڈانڈو سے سوچو کہ کر کے میں لیکن بات
ابھی حالات کی آجاتی ہے میں نہیں سمجھتا ہوں۔ ڈانڈو سے سوچو کہ
میری بات جو سچی ہے، ہم لوگ نہیں چاہتے کہ ہمارے ڈون ڈانڈو سے سوچو کہ
کی جانب منتقل ہوں۔ چنانچہ اس لیے اب تک مجھے حاصل کی گئی ہے اگر تمہارا
ناما مانا اس غلطی میں ہاتھ تو ہمارے دشمنوں کا نذرہ لگانے کی کوئی
وقت نہیں ہوگی کہ ہم لوگوں کی غلطی میں رہتے ہیں۔ میرا خیال ہے پچ
پر ڈانڈو سے سوچو کہ اس سلسلے میں مزید بات چیت کرنی چاہئے گی۔
تو تم یہ کیا کرنا چاہتے ہو تاغزالی کہ تم سے افسردہ ہیں۔

صرف اس وقت تک ڈون کاربو تک کہ میں ان مسائل سے
نرت نہیں ہوتا۔

نہ جانے تمہارے ان مسائل کا خاتمہ ہوگا۔
ڈانڈو سے سوچو کہ اے جانے سے سلسلہ گفتگو کر گیا میں نے
ڈانڈو سے سوچو کہ غلطی کے بارے میں بتایا تو اس نے گرون بلائے
ہوئے کہا۔ یہ سب حد موزوں رہا۔ اس طرح مزید وہ غمناک کام
کر سکیں گے۔ میرا خیال ہے تم اپنے دوست کو سمجھانے ساتھ ہی رکھو
میں ابھی طرح ہاتھ سے چکا ہوں کہ میرے کلینک کی طرف کسی کی توجہ
میں ہے۔ اسے مشکوک نہ بناؤ تو بہتر ہے۔

مشکوک ہے ڈانڈو سوچو کہ میں ابھی اس میں پلٹ کر نہیں جاتا تھا کہ
اس دوران ہمارے درمیان جتنی بھی معاملہ رہے ہمارے حق میں
بہتر ہے۔

ہاں لیکن تم اپنے دوست کا تحفظ چاہتی ہو تو اس سے دور
رہو کیونکہ غلطیوں پر بھی اس سے کوئی رابطہ نہیں رہنا چاہیے۔
میں نے جوٹ سکوڑ کر ڈون بنا دی۔ ڈانڈو سے سوچو کہ

بہتر کے مطابق میں ڈون کاربو اور کوئی سزا کے ساتھ اسے آراستہ غلطی
میں منتقل ہو گیا جو ایک بے شکون حالات میں تھا اور ہمارے پریشانی
بہنے کے لیے بہتر ہے۔

ڈون کاربو غلطی میں منتقل ہونے کے بعد گری سانس سے کہ
بول ہوئی کہ زندگی بھر میرے لیے دشمنی میں غلطی ہونے کے
بعد یہاں ہم کچھ وقت آسانی سے گزار سکیں گے۔

باہر کا دنیا سے ہم نے پناہ لینے کو یہ سزا طلب کر لیا تھا۔ دن میں ایک
بار ڈانڈو سے سوچو کہ اسے کوئی الفاظ میں کھینچ کر بھی لیں اس بات
کا خیال رکھا جاتا تھا کہ یہ الفاظ اس کے لیے شہیہ کا باعث نہ ہوں۔
میں صرف بیوس کی محنت مندی کا انتظار تھا اور یہ انتظار دن دن
تک جاری رہا۔

کیا میری دن اس وقت جب شام چلنے کی تھی ڈانڈو سے سوچو کہ
بیوس کے ساتھ ہمارے غلطی میں کامیاب پہنچ گیا۔ اس کے بعد موزوں
پر سکرپٹ تھا اور بیوس سمجھا کہ انڈیا میں نہیں ہو سکتا تھا۔ سمجھو کہ
نے اب اپنا ٹیکہ اپ ختم کر دیا تھا۔ ڈون کاربو بھی اصل صورت میں تھے
بیوس نے قصداً انہی دنوں کو چھپانے اور اسے نہیں سنا، اپنے رواج
کے مطابق پورے ہاتھوں سے ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کیا۔ ڈانڈو
سے سوچو کہ میں اپنے ساتھ انڈیا کے لیے تھا ہے سوچو کہ میں
غلیظ دیکھنے ہوئے کہا۔ لیکن اس میں شکہ غلطیوں کو حاصل کرنا
نہیں ہوتا لیکن لیکن بڑی کا افسوس ہے کہ اس نے تمہارے لیے یہ غلطی
میں کر دیا۔

بیوس کی کیا کیفیت ہے ڈانڈو آپ نے نہیں پہلے تو اس بارے
میں نہیں بتایا تھا۔

میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اسے کیا ہوا تھا۔ بیوس اب ذہنی طور پر بالکل
صحت مند ہے۔ اس لیے کہ اسے تمہارے پاس پہنچا دیا۔

کیا اب گویں کے بارے میں بھی کوئی سزا پناہ دیتا
چاہتے ہیں ڈانڈو آپ نے پوچھا۔

ڈانڈو نے گرون بلائے ہوئے کہا۔ میں ڈون کاربو میں کسی غلطی
نہیں میں نہیں رکھتا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ گرون میری زندگی کا سب
سے مشکل کیس ہے۔ تاہم میں سزا میں ہلا ہوں۔ تم مجھے اس کے علاج
کے لیے طویل وقت دو گے۔ اور بہتر ہے کہ تم اسے بھول جاؤ
اس علاج میں جو وقت گئے گا اس کا کوئی بھی نہیں کرنا چاہتا۔ فی الحال
تم اس کے بارے میں کوئی ایسا بات مت سوچو کہ بیوس اب بالکل درست
ذہنی حالت میں ہے۔

میں جان لو کہ ڈانڈو سے سوچو کہ دوسرے کہہ کرے میں نے آجاتا
تاکہ بیوس سمجھو کہ ڈون کاربو اس میں وہ کھٹکوں میں چھٹی طور پر
دو کہنا چاہتے ہوں گے میرا خیال تھا کہ وہ کبھی اسے کھٹکی غامبی رہ گائیں

تھے لیکن میری توقع کے برخلاف ان لوگوں نے مجارے پاس سے نہیں دیر نہیں لگائی غالباً مختصر الفاظ میں لیوس کو میرے بارے میں بتا دیا گیا تھا چنانچہ اندازے کے بعد اس نے بہت ہی شکر گزار انداز میں مجھے سے گفتگو کی ڈاکٹر نے میرے مگر سے وہ شاید پہلے بھی میرے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر چکا تھا۔ میرا حال میں نے اس سے دوستانہ انداز میں کہا کہ وہ میرا زیادہ شکر گزار تھا کہ۔

ڈاکٹر نے میرے مگر سے ملنے کی پریشانی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا: اب مجھے اجازت دی جاتے، میرا جلا کام ختم ہو گیا ہے۔ کچھ مہینوں کو میں نے وقت دیا ہے اور اسے کون ان سے میری ملاقات ہوگی۔“

مجھے مگر کے جانے کے بعد بیرونی دکانہ اندر سے بند کر دیا گیا۔ ڈوٹن کار لہا اور سید تورا بہت پرچوش تھے اور لیوس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے جے جین لیکن انہوں نے میری غیر موجودگی میں اس سے زیادہ سوالات نہیں کیے تھے جس کا انہماک سید تورا نے کھلا رکھا۔ ڈاکٹر نے میرے مگر سے نہیں لیوس کے بارے میں کوئی خاصہ دریافت نہیں دیکھی ہے مگر گالانی میں نے لیوس سے تمہارا تعارف لکھا ہے اور اسے تمہاری حقیقت بتائی ہے میں نے اسے بتا دیا ہے کہ اسے مارٹن ایسٹروڈ کے چوکن سے نکال لانے والے تمہیں ہو۔ بس اس سے زیادہ ہماری لیوس سے اور کوئی گفتگو نہیں ہوتی۔“ اگر ڈاکٹر نے میرے مگر سے نہیں لیوس کے بارے میں کوئی خاصہ خاصہ دریافت نہیں دی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم اس سے ہر طرح کی گفتگو کر سکتے ہیں، میں نے کہا۔

”ہاں مگر گالانی میں نے وہی میں کو بتا دیا ہے کہ اب میں باہر کی محنت مند ہوں، اور مجھے کبھی تم کی گفتگو کر سکتے ہوئے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ مجھے سے جو معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں براہ کرم کہجیے!“

”میرا تم سے تعارف ہو چکا ہے لیوس اس لیے میں نے بارے میں مزید پوچھ کر جاننا اور لگانا۔ شاید میں یہ بات معلوم ہو کر مارٹن ایسٹروڈ نے کو میں دیکھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد میرے وطن میں میرے گھر کو سول سے رابطہ قائم کر دیا لیوس کی کیفیت سے اب میں یہ خیال کر رہا ہوں، ہم دراصل تم سے ملنے کے لیے یہاں پہنچے تھے۔ لیوس میں ان حالات کا علم ہوا تو وہ نہیں پیش آئے۔ یہ بلا سول تو تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں ڈاکٹر لیوس کو تم کہاں کی حیثیت سے متفق تھے؟“

”اپنی دنیا سے پھرنے کے بعد میں سب مشورے ہوئے تھے کہ میں تمہارا تعارف گالانی اور وی کی گائیے کوئی چاہتا تھا ان سے وہی رابطہ مجھ تو نہیں ہو پاتا تھے۔ سب سے پہلے تو میں اس میں دنیا میں اپنے آئے اور یہ کبھی کرنے کی کوششوں میں معروف رہا میں نے سوچا تھا کہ ان میں کچھ وقت ضرور لگے گا لیکن چونکہ تمہارے دشمن ہم سے

زیادہ طاقتور ہیں اور ان سے متاثر کرنے کے لیے ہمیں ایک طریقہ منظور ہونا پڑے گا۔ ہر گز اس لیے میں نے اپنے آپ کو محدود رکھا۔ میں یہاں ایک معمولی انسان کی عقیدت سے زندگی گزارا باوجود پھر مارٹن ایسٹروڈ نے مجھے ایک کلب سے حاصل کیا، اس نے مجھ سے پہلے دوستانہ انداز میں ملاقات کی تھی لیکن بعد میں مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ وہ حقیقت وہ کہا ہے اس نے مجھے تہذیب بتایا، اس کے وسائل بے پناہ ہیں اور اسے شکر افرادہ اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ میں اس کے ہاتھوں نے بس برہم کیا اس نے مجھ سے گفتگو کی اور مجھے اس کی گفتگو سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ کیوں ہمارے درپے ہے اور وہیں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

”میرے دوست والی میں اور ڈوٹن ڈوٹن کار پور حقیقت ہمارے دشمن ہمارا بلوسن گھنٹے ہوتے اس دنیا میں آئیے ہیں لیکن یہ بات تمہارے علم میں پہلے سے ہو گئی ہے تو میں نے ہتھیان گرتا ہوں کہ سامونبک شہن کی تباہی کے لیے ایک باقاعدہ کارروائی ہو رہی ہے اور دشمن نہایت مضبوط ہو کر ہمارے خلاف معروف عمل ہونے انہوں نے بلاشبہ ہم سے زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے ہم کو اپنے آپ کو آج تک بچا بھی نہ سکیے۔ لیکن ہمارے سامون و سمون نے یہاں ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کر لی ہیں جو ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں ہمارے دشمن جانتے ہیں کہ اگر ہم نے اپنی اپنی دنیا کا رخ کیا تو ہاں تباہی پھیل جائے گی اور اس کے بعد وہ ہمارے مقابلے پر آمادگی رکھیں گے۔ چنانچہ زیادہ ہوشیاری اور دنیا میں ہی ختم کرنے کے خواہش مند ہیں انہوں نے یہاں ہر جگہ اپنے دشمن کی خدمات حاصل کر لی ہیں اور انہیں ایسے ہتھیار دیکھے ہیں کہ وہ ان کے حال میں پھنس گئے ہیں۔“

”مارٹن ایسٹروڈ تمہارا نہیں ہے بلکہ وہ ایک غلیظ انسان تنظیم کو ہاں ہے اور یہ تنظیم اس ہی دنیا کے ایک ایک چپے میرا پناہ اختیار چاہتی ہے اور اس کے لیے معروف عملی ہے وہ کسی ایسے نام کو جسے تلاش میں ہے وہاں ترقی یافتہ ممالک کا رنگا رنگ نہ پہنچے جائیں اور ان کی سائنسی ایجادات اس تنظیم کے ہرگز کوڑا کرکٹ سزا نہیں پہنچاؤں انہوں نے سامونوں کو حاصل کیا اور ہمارے دشمن ان تک پہنچ گئے ہمارے دشمنوں نے انہیں سامون دنیا کے بارے میں بتا دیا اور وہ لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ سامونوں کے اشتراک سے وہ اس پر اسرارہ دنیا میں پناہ لے کر لوٹ کر قائم کر کے سامی دنیا پر اقتدار حاصل کرنے کے لیے کارروائیاں کر سکیں گے سامونوں نے آپس میں پیش قدمی کر دی ہے کہ وہ اپنے ہر اسرارہ دنیا کے حوالے کر دیں گے لیکن اس کے عوض انہیں باقی سامونوں کو بڑھانا ہوگا، جو سارا بڑھ کر ہم پر بیتم کر سکتے ہوں۔“

”مارٹن ایسٹروڈ ہمارے بارے میں مکمل فعالیت بتا دی تھی ہیں اور نہ صرف وہ بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں اس تنظیم کے

ایم۔ اے راحت کا ایک اور شاندار ناول



چار حصوں میں مکمل

مکمل سیٹ - ۱۵۰/-
ڈاک خرچہ - ۲۵/-

○ والدین اولاد کے لیے کبھی غلط نہیں کرتے۔
○ نوجوانی کی نارانی کبھی کبھی عمر بھر کی سزا بن جاتی ہے۔
○ معاشرے کے المناک پہلوؤں کی عکاس تحریر۔

ماہنامہ آجکل میں کئی سال تھلکہ چمانے کے بعد کراچی ٹیلی ویژن کے 1994ء کی مقبول سیریل "اعتراف" کے نام سے پیش کی جانے والی داستان اب کتابی شکل میں

اشاعت:- علی بیگ سٹال
ناشر: علی میاں پبلی کیشنز۔ ۲۰ عزیز مارکیٹ اڈویا بازار لاہور۔
نست روچک میڈیٹھال لاہور۔

افراد ان سامونوں کو یکجا کر کے ایک کوششیں کر رہے ہیں جو یہاں اگر کوشش ہو گئے ہیں، اس کے لیے انہوں نے زبردستی کارروائی کی ہے اس کا نتیجہ کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں وہ اپنی کوششوں میں بلکہ یہ صرف ہیں اور ہمارے دشمن ان کے ساتھ مکمل تعاون کر رہے ہیں حارث ایسٹروڈ نے تمام تفصیل مجھے بتائی اور بعد میں ہر شے راز خود کو کہا گیا۔ وہ مجھ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ گو میں تمہاری گائی ہاؤر کی ہیں کہاں میں گئے۔

”میر کی بد قسمتی تھی مگر گالانی اور جی راز تیل میری ذہنی گفتگو تمہارا سامنے سے کوئی تھی اور تمہارا سامنے مجھے پورا لکھا ہوا ہے۔ دے تھے جن کی بنا پر میں اس سے ملاقات کر سکتا تھا۔ میرے اس سے ملنے کے لیے مضبوط بندیاں رکھی رہا تھا کہ مارٹن ایسٹروڈ کے شکستے میں آگیا اور اس بدبخت نے میرے ذہن سے کم از کم تمہارا کاپیاسٹرو کر لیا۔ اہ۔ مجھے باؤا تا ہے کہ میرے زیادہ ذہنی مضبوط کے عالم میں، میں نے اسے تمہارا سامنے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ ہاں میں نے اسے تمہارا سامنے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ جن سے یہ بد نصیب تمہارا سامنے میری مگر سے اس کے قبضے میں پہنچے چکا ہوگا۔“

لیوس گفتگو کا ہاتھ اور میرے بدن میں خون کی لہرائی رک گئی تھی جو کہ میں نے سنا تھا وہ میرے لیے ہر اسرارہ کی تھی ہو سکتی تھی اس سے زیادہ میں وہ دیکھا گیا سوجنا اور حقیقت فتنے اور کہاں ہونے کی باتیں تھیں۔ نہ اعلیٰ کے ایک طالب علم سے اپنے آپ کو ایسے واقعات کہیں کہاں موت پایا ہوگا تمہیں سب کچھ۔ ہر سب کچھ میرے سامنے تھا۔ اب تک کے واقعات ایک کہاں ہی

تھے اور یہ کہانی میں لاکھوں بار اپنے ذہن میں دہرا چکا تھا۔ حارث کیسے مردان اور مجھ کی عقادت کے ایک سیدھے سادے شخص کو زہانے کہہ کر سے کہاں پہنچا دیا تھا اپنی فکرت سے جگہ سے ہونے واقعات پر پورے کا تو بیچے ایک دلچسپ کہانی ہی سامنے آجاتی تھی اور اسے اس کہانی نے ایک نیا سوراخ کھلا دیا تھا۔

دیشی یا کوٹالی نے مجھے ایک نئی سوزنا تھا اور میں اس سے وعدہ کر کے اپنا مستقل قربان کر کے کھانا کھا دیا۔ اب بات ایک ایسی حسیلم کی آجائے گی جو دنیا پر اپنا اقتدار حاصل کرنے کی خواہاں ہے اور اس کے لیے کسی گناہ کرنے میں پھوکر تباہ کن تیار ہاں کرنا چاہتی ہے یہ میرے وہ دشمن ہیں جن میں ہوں تھا۔ میں معمولی سا شخص اس تنظیم کے متعدد راز میں کس طرح حاصل ہو سکتا تھا۔ میرے کون سے رابطے تھے اس کا مجھے اندازہ تھا کہ کسی بڑے شخص سے تو آج تک ملاقات مجھ تو نہیں ہوئی تھی۔ اپنی یہ کہانی نے کہ منظر عام پر آتا تو کس پانچ خانے میں بھیج دیا جاتا لیکن ان حقیقتوں کو کیسے نظر انداز کر سکتا تھا جو میسرے سامنے آتی جا رہی تھیں۔

لیوس مسئلہ اپنی کہانی سننے جا رہا تھا لیکن میرا ذہن ہوا میں اڑ رہا تھا۔ خود اتنی ہی چاہیے کہ میں اپنی آئندہ جدوجہد ترک کر کے واپس آئے۔ وطن چلا جاؤں۔ حسن معاہدہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور اپنی آئندہ زندگی کے لیے نئے سرے سے جدوجہد شروع کر دوں لیکن میں وطن میں پھنس چکا تھا کیا اس سے نکلنا آسان ہوگا، ہر گز کوئی ایسے فیصلہ دے کے لیوس، سمیٹو تو انہوں نے کارپوریشن جاتے کون کون یہ تمام لوگ میرے ارد گرد بکھر گئے تھے اور اب نہ چاہتے کے باوجود مجھے ان کے لیے کام کرنا ہی تھا۔

تین ہوا کہ میں نے اسے لیے قبول کیا تھا کیا میں اس کے "الف تک" بھی پہنچ سکتا ہوں؟ اسکا سوال ہی نہیں پڑا ہوتا تھا۔ البتہ اپنا اسے دینا ضرور ضرور رکھنے کے لیے صرف اتنا کیا جا سکتا تھا کہ انجانہ زندگی تین کیوں اور وہ زندگی کا مرگب نہ فرار پاؤں۔

لیوس کبہ رہا تھا۔ تھو ساس نے مجھ سے ذہنی رابطہ کرنے کے بعد بے پناہ مسرت کا اظہار کیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس وقت میں سامون ہاس کے پاس جمع ہو چکے ہیں اور اس نے انھیں مکمل محفوظ رکھا ہے۔ ان میں سامونوں کو یہی کرنے کے لیے اسے بہت کچھ کرنا پڑا ہے لیکن ابھی تک وہ کسی سربراہ سے ملاقات کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ پہلی بار سے میرے بارے میں علم ہوا۔ کاش میں اس سے ملاقات کر لیتا لیکن اب یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ مارٹن ایٹو نے اس کے بارے میں مجھ سے معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے یقیناً اپنے جال میں پھانس لیا ہوگا۔

میں نے خود کو سہیل کارلیوس سے پوچھا "لیکین لیوس مارٹن ایٹو یا تھو ساس کے دوسرے افراد کو یہ بات کیسے معلوم ہوتی ہے کہ کون سامون ہے؟"

"عام حالات میں یہ ممکن نہیں ہے مگر گارڈ زالی لیکن میں نے آپ کو بتایا ہے کہ ہمارے ہم وطن ہمارے دشمن ان لوگوں سے آگے ہیں اور آپ کے ذہن لوگ ہمارے دشمنوں کے لیے ہمارے ذہنی رابطے تلاش کرتے ہیں اور درمیان میں داخل اندازی کر کے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ کہاں موجود ہیں۔ یقیناً تھو ساس کے افراد انھیں لوگوں کی مدد سے ہم تک پہنچے ہیں۔"

"اوہ ہاں، یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی تھی، میں نے گہری سانس لے کر کہا ہے میں نے پوچھا کیا آپ نے دوبارہ تھو ساس سے ذہنی رابطہ قائم کر کے کوئی کوشش کی ہے لیوس؟"

"ابھی تک نہیں۔" اس بات کے امکانات کو نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا لیوس، کہ ممکن ہے تھو ساس ایٹو کے قبضے میں نہ آیا ہو لیوس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ "کیوں ڈون تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ہاں امکانات تو ہیں۔" تھو ساس کے ساتھ کم از کم ہیں سامون ہیں جن کے بارے میں اس نے خود بتایا تھا۔ سامون اتنے احمق بھی نہیں

ہیں جو خود بھی بہت سے اندازے قائم کر لیے تھے اور اب ان لوگوں سے کچھ پوچھنا پھوٹا رہا تھا۔

لیوس کا اب ڈاکٹر جے مور کے پاس کوئی کام نہیں تھا اس لیے اسے بھی وہیں رکھنے کا فیصلہ کیا گیا، اور جب کافی رات گزر گئی تو میں نے ان لوگوں سے اجازت طلب کر لی، اپنے کمرے میں آکر میں نے پہلے غسل کیا اور پھر رستہ پر واز ہو گیا۔ ان لوگوں کی باتیں ذہن میں گزروش کر کے نکلیں۔ ایک بار پھر عجیب سے احساسات کا شکار ہو گیا تھا۔ جو کچھ لیوس نے بتایا تھا وہ بے حد سخی نہ تھا۔ ایک ناقابل یقین بات ان محسوس ہوتی تھیں۔ ہاں۔ ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم لائون کے پیچھے تھی جو دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی اس نے چند سامونوں سے رابطہ قائم کیا تھا اور ان کی مدد کا وعدہ کر لیا تھا تاکہ انھیں اپنے مقاصد تک مکمل کر کے لے جا سکے۔ اور ان کے مقابلے پر کون تھا۔ چند مگر دو سامون۔ اور ان کا مرکز نگاہ میں۔ ایک معمولی سا درمیانی پیمانے کے کچھ بھی تھے۔ خود پر ہشی آتی تھی اپنی اصلیت جاننے کے باوجود نہ جانے کیوں ان معاملات سے کنارہ کش ہونے کو چاہتے چاہتا تھا۔ ممکن ہے سامونوں نے میرے ذہن کو جلا لیا ہو اور میں لاشعوری طور پر ان کے لیے کام کرنے پر مجبور ہوں۔ ذہن پر واز دینے کا مطلب تھا کہ انھیں کاغذ پر ہوجائے اور اب اس کی تاب نہیں تھی۔ چنانچہ سونے کی ٹھان لی جو سانا اب میرے لیے مشکل نہیں تھا چنانچہ سو گیا۔

دوسری صبح دیر سے جاگا تھا۔ ڈون کاربو نے عورت ہونے کا بیٹو دیا تھا اور ناشتا تیار کر لیا تھا وہ سب میرا انتظار کر رہے تھے۔ سمبو تو لانا بیٹے ہوئے کہا۔ ایک دلچسپ واقعہ پیش آچکا ہے۔؟

"خیریت۔؟" "ہاں خیریت ہے۔ صبح پونے سات بجے ہیں مگر نے دوڑنے کی بیکل بجائی تھی۔"

"اوہ میرے خدایا میں نے تو اسے منع کیا تھا۔" "لیکن وہ آگئی۔ تم سے ملنا چاہتی تھی۔ ڈون دروازہ کھولنے جا رہی تھی۔ میں نے احتیاطاً اسے منع کر دیا لیکن یہ بات میرے ذہن میں بھی نہیں تھی کہ وہ ہیلن ہوگی۔" "تھو۔؟"

"احتیاط کے پیش نظر اس وقت آئی تھی تاکہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔ میں نے اسے اندر نہیں آنے دیا ورنہ ڈون کو غور دیکھ لیتی اور شاید یہیں اس قلیب سے ہاتھ دھونے پڑتے"

وکیا کہہ کر تھو ساس نے اسے۔؟

"میری کٹ فلیٹ پر موجود نہیں ہو۔ تمہارے دشمنوں کو شبہ ہو گیا ہے اس لیے تم کہیں اور روپوش ہو گئے ہو۔ میں نے اس سے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر وہ تمہاری دوست ہے تو دوبارہ ادھر کا رخ نہ کرے ورنہ تم خطرے میں پڑ جاؤ گے۔" "گڈ۔؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

ناشتا تیار تھا۔ ہم ناشتے کے لیے جمع ہو گئے اور گفتگو ہونے لگی سب خندہ ہتھے۔ لیوس نے کہا۔ تم نے کافی غور کیا ہے اور یہی فیصلہ مناسب ہے کہ تھو ساس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کے بجائے خود میڈولسٹا چلیں اور وہاں جا کر آواز لیں کہ کیا تھو ساس وہاں موجود ہے یا پھر وہ ایٹو کے قبضے میں آچکا ہے ویسے اس دوران آپ نے بھی غور کیا ہوگا مگر گارڈ زالی کیا یہ مناسب ہوگا۔؟

"مجھے آپ لوگوں سے اختلاف نہیں ہے۔ میں نے کہا اور ہمارے درمیان ضروری امور طے ہو گئے۔ یہ آخری فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ اب تھو ساس کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ میرا ڈاکٹر جے مور کے ملنا ضروری تھا۔ چنانچہ ان لوگوں سے اجازت لے کر میں ڈاکٹر جے مور گرگی جانب چل پڑا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت اس سے اس کے کلینک میں ہی ملاقات ہو سکتی ہے۔ البتہ کلینک پہنچ کر مجھے ڈاکٹر جے مور سے ملاقات کا انتظار کرنا پڑا۔

مجھے دیکھ کر وہ حیران ہو گیا۔ خیریت۔؟" "ایک اطلاع دینے حاضر دوا ہیں ڈاکٹر مگر امیں اور میرے تمام ساتھی ڈرٹس جا رہے ہیں۔ اور لیکن ہے وہاں ہیں کافی وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ بس لیوس مجھے لہجے کہ آپ کو اطلاع دینا ضروری تھا۔ ویسے بھی یہ مناسب ہے کہ آپ اپنے طولیاب کام جاری رکھیں۔ اور ہم اپنا کام کرتے رہیں۔"

ڈاکٹر جے مور نے شانے ہلائے۔ اور سگڑا ہوا بولا۔ "بلاشبہ۔ ویسے بھی میں تمہارے کام میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا لیکن تم مجھ کا کہتے ہو، اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ تاہم میری مصروفیات مجھے اس کی اجازت بھی نہ دیتیں بہتر یہی ہے کہ مجھے صرف گومین کے سلسلے میں مصروف رہنے دو۔"

مزید چند رسمی الفاظ کے بعد میں ڈاکٹر مور سے رخصت ہو گیا۔ ہیلن مگر کو بھی اطلاع دینا ضروری تھا۔ اخلاقیات کا معاملہ تھا۔ یہ لوگ ہمارے بہترین معادلی

نہیں تھے۔ اس لیے ان اخلاقیات کی پابندی بہت ضروری تھی، لیکن ہمیں موردِ کرموں نے صرف شہی فون پر اطلاع دے دی تھی۔ اس نے پریشان لہجے میں مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں فلیٹ پر واپس نہیں گیا۔ اور میں نے انکار کر دیا۔ اب فرانس تک جانے کا بند تھا۔ یہ مسئلہ بہت زیادہ پریشان کن نہیں تھا۔ اس لیے تھوڑی سی تک ودد کے بعد دوسرے دن ہم لوگ مختلف جیتوں اور مختلف کاغذات کے تحت فرانس کی جانب سفر کرنے کے لیے تیار تھے۔ سفر کے لیے سمندری راستے کا انتخاب کیا گیا تھا۔ ڈوور کی بندرگاہ سے اسٹیمر ڈنکرک کی جانب سفر کرتے رہتے تھے۔ اور یہی سب سے بہتر اور محفوظ راستہ تھا۔ اس میں کسی بات کا خدشہ نہیں تھا۔ بہت غور و خوض کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا تھا۔

جب شام کی دھندلاہٹیں رات کی کچھ اٹھوں میں تیرلی ہوئیں تو ہمارا اسٹیمر تاریکی میں اور بارانگتستان کی سرحدوں پر پہنچی ہوئی موجود کوچتا ہوا فرانس کی بندرگاہ ڈنکرک کی جانب چل پڑا۔ انگلستان کے ساحل پر ڈوور کی مشہور مہرمانہ سفید پٹا میں رات کی تاریکی میں میٹالی لگ رہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلوں میں شہر کا قدیم قلعہ برقی روشنیوں سے جاگمگا رہتا تھا۔ قلعے کی سنگتلاخ و دیواروں سے چھوٹی چھوٹی ہلکی روشنی ایک پلارمری خوبصورتی پیدا کر رہی تھی۔

میں بقیہ افراد سے الگ تھا۔ ایک آواز گویا میری جیب سے اسٹیمر کے عرشے کے ایک حصے میں بیٹھا ہوا ان مناظر کو دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ سفید پٹا میں کھل تاریکی میں ڈوب گئیں۔ عرشہ ویران پڑا تھا۔ فضا میں مٹکی محسوس ہو رہی تھی۔ اور سمندر کی نرم لہریں تندر ہواؤں سے بچاؤ کے لیے اسٹیمر کی پٹی منزل میں تہہ نہ خانہ آباد تھا۔ میں اس ویران ماحول سے اتنا کر خود بھی تہہ نہ خانے میں پہنچ گیا۔ جہاں کافی ریش تھا۔ اس جگہ لوگوں کے شہدے کے بجائے انسانی آوازوں کا شہدہ تھا۔ بے شمار سرسہرے میزوں پر بیٹھے ادبگہ رہے تھے۔ میں نے ایک گوشے میں ڈونٹ کاربو کو بھی دیکھا، جس کے چہرے میں اب بھی کسی تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ لیکن ہم لوگوں نے طے کر لیا تھا کہ ایک دوسرے کی جانب متوجہ ہونے کی کوشش نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس نے بھی میری جانب توجہ نہیں دی۔ میں نے اپنے لیے کافی طلب کر لی جسے کھڑے ہو کر ہی پینا تھا۔

میرے نزدیک ہی ایک بچہ پرکوشی سفر اپنا اونٹ

کوٹ اوٹھے بڑے اطمینان سے مانگیں پھیلائے ہوا تھا۔ اگر وہ اپنی مانگیں سمیٹ لے تو مجھے بیٹھنے کی جگہ مل سکتی ہے میں نے سوچا لیکن اگر میں نے اس سے درخواست کی تو اس کی نیند خراب ہوگی۔ ویسے یہ جگہ سوز کے لیے نہیں تھی۔ کافی دیر تک میں کھڑا رہا۔ سوچا رہا تھا کہ اس طرح کھڑے کھڑے رات تو نہیں گزریگی۔ جب میں نے اس کے پاؤں ہٹا کر تھوڑی سی جگہ میں بیٹھنا چاہا تو اس نے جلدی سے اپنا کوٹ چہرے سے ہٹا دیا اور جیران رہ گیا۔ میری روشنی میں مجھے ایک نوجوان لڑکی کا چہرہ نظر آیا تھا جس کے بال لڑکوں کی طرز پر چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ شکل و صورت اچھی خاصی تھی۔ اور اس میں مصصویت شامل تھی۔ اس نے ایک تہہ پیری لگا کر چہرہ ڈالی۔ اور پھر وہ اب کوٹ چہرے پر برابر کر لیا۔ اصولاً اسے اس بچہ پر سے ہٹ جانا چاہئے تھا۔ لیکن پھر وہی سر دیش آ گیا۔ اب جبکہ میں نے اس کی نیند خراب کر دی تھی تو اس بچے سے اٹھنا بے معنی تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ میں کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہا تھا۔ جواب مٹھندی ہو گئی تھی۔ غالباً نیند ٹوٹ جانے وجہ سے وہ لڑکی بھی بے چین ہو گئی تھی۔ ایک بار میں اس چہرے سے کوٹ ہٹایا۔ میری طرف دیکھا اور پھر دوڑوں نا سمیٹ کر گئی سے ہٹا لیں۔

”بے حد شکر ہے، میں نے سنا کرتے ہوئے کہا۔ کیا ان کے چہرے کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔“

”اب فرانس جارہی ہیں۔“

”جی نہیں۔ چین جارہی ہوں۔ وہ جھلٹے ہو رہے ہیں بولی اور اس کے جواب پر مجھے ہنسی آگئی۔ ایک اسٹیمر تو صرف فرانس تک جا رہا ہے۔ میں نے مسکراتے کہا۔ اور اس نے غصے سے اپنا کوٹ چہرے پر ڈالا۔ اس سے زیادہ اس شریف لڑکی کو پریشان کرنا غیر لفظا تھی۔ اور پھر چند گھنٹے ہی تو گزرا رہے تھے۔ اسٹیمر کے میں ہلکے ہلکے چیکو لے نیند کو شدت سے قریب کر دیا۔ لیکن میرے لیے یہ رات سونے کی رات نہیں تھی۔ ڈونٹ کاربو تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھی۔ لیکن میں نے بقیہ وقت وہیں بیٹھے بیٹھے گزارا۔ پھر جب صبح کے آثار ہو رہے تو میں عرشے پر اتر کر درپھیلا ہوا سمندر و جوارات کو ایک دلوکی چنگھاڑ رہا تھا، اب ایک وسیع سرسبز صحرائی طرح خ

اور پر سکون تھا۔ ڈورانق پر ایک لکھی سی کچھ رکھ رہی تھی۔ یہ فرانس تھا۔ آہستہ آہستہ ہی جھٹکے گئے۔ ورسس کے بعد اسٹیمر فرانس کی بندرگاہ سے جا کر ڈنکرک آئی۔ سے نیچے اترتے رہے۔ میں نے سب کچھ بھولی کر اپنے منزل کے لیے مردانہ رویہ اختیار کیا۔ بندرگاہ سے نکل کر میں اپنے لیے سب سے پہلے کوئی ٹھکانہ منتخب کرنا تھا۔ پروگرام کے مطابق کسی ایسے جگہ کی تلاش شروع ہو گئی۔ جو جہانی نیشیت کے مطابق جوہ یعنی سستا اور گندہ۔ اپنے آپ کو دوسروں کا نشانہ ہونے سے پوشیدہ رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ نمایاں نہ ہوا جائے۔ ایسا ایک بڑا میں بندرگاہ ہی کے علاقے میں مل گیا۔ اور اس کی چوتھی منزل پر برابر کے تین کمرے بھی۔ جس میں سے ایک میں نے اپنے لیے منتخب کیا۔ دوسرا ڈونٹوں کا ریلوے اپنے لیے لے لیا۔ اور تیسرے کمرے میں لیو جس، سمبوتو کے ساتھ مقیم ہو گیا۔ ناشتا بھی الگ الگ ہی کیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد سونے کی کھائی تھی۔ بہت زیادہ جلد بازی ہی مناسب نہیں تھی۔ جاگے تو دوسرے کمرے پونے دو بج چکے تھے۔ آتین فریاد کر رہی تھیں۔ کیونکہ ناشتا بھی بلکا گیا تھا۔ میں نے ڈونٹ کاربو کے دروازے پر دستک دی تو اس نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ اور مجھے دیکھ کر سسکا دیا۔ ”کھا نا کھا لیا؟“

”ابھی تو جا گا کہیں۔“

”سو تو میں بھی رہی تھی۔ لیکن بیٹھنے سے جلدی جگا دیا۔ تمہارے لیے کھا نا نہیں منگوا لوں۔؟“

”ہاں۔ حالات پر سکون معلوم ہوتے ہیں۔ ان دو ڈونٹوں کی کیا پوزیشن ہے۔؟“

”کھا نا کھا چکے ہیں۔ ڈونٹ کاربو نے کہا۔ اور اپنے کمرے سے باہر نکل گئی۔ حرف میں ہی دستک سویا تھا۔ لیکن ہے رات کو ان لوگوں نے تھوڑی بہت نیند پوری کر لی ہو۔ جبکہ میں ساری رات ہی جاگتا رہا تھا۔ لیکن پھر وہ اب طبیعت پر گرائی نہیں تھی۔ ڈونٹ کاربو کا منگوا لیا ہوا کھا نا کھانے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ لیو بس اور سمبوتو را کو بھی یہیں بلالے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہماری منزل چم گئی کیونکہ اب ہمیں آئندہ کاربو کا نام ترتیب دینا تھا۔

”میدو ویستا تک کے سفر کا طریقہ کار معلوم کرنا ہوگا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم سب وہاں جائیں گے۔“

”تو پھر کیا رہا ہے؟ تم تنہا ہی کام کرنا چاہتے ہو گا زالی؟“

”سمبوتو رہا ہے۔ سوال کیا۔“

”تنہا کام کرنے کا بھونے شوق نہیں ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ کم مارٹن ایرو کی طرف سے بہت سی خاطر میں ہیں۔ کچھ تو ہونا ہی نہیں سکتا۔“

”تو پھر ہم منتظر ہو کر میڈو ویستا چلیں گے لیکن ہمیں کچھ ہمارا ہونا ہوگا۔ میرا مطلب ہے کسی بھی خطرے کے وقت۔“

”اگر میں اس سے غور سا اختلاف کروں تو کیا تمہیں ناگوار ہوگا سمبوتو۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہم تو تمہاری رضامندی میں اپنے راستوں پر چل رہے ہیں۔ کسی ناواری کو کیا تصور کیا جا سکتا ہے۔“

”تو پھر مجھے اس کی اجازت دو کہ میں میڈو ویستا جا کر ابتدائی حالات معلوم کروں۔ اور تم یہیں میرا انتظار کرو۔ یہ سوسا اگر میڈو ویستا میں موجود ہے۔ اور اپنی ٹک مارٹن ایرو اس پر راتہ نہیں ڈال سکتا ہے تو میں اس سے ملاقات نہیں کروں گا۔ حرف اس کے بارے میں معلومات حاصل کے تم لوگوں کو اطلاع دوں گا۔ اور پھر تمہارے ساتھ وہاں تک چلوں گا۔“

لیو بس نے پزیرائی انداز میں گردن ہلائی۔ ڈونٹ کاربو کی آنکھوں میں بھی مضطربانہ کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ”لیکن اگر مارٹن ایرو کے ہاتھ وہاں تک پہنچ گئے ہیں تو کیا تمہیں خطہ نہیں پیش آسکتا گا زالی؟“

”اگر ایسی بات ہوئی تو میں تمام احتیاطی تدابیر نظر انداز کر کے تم لوگوں سے ذہنی رابطہ قائم کروں گا۔ اور تمہیں اپنی پوزیشن بتا دوں گا۔ اس وقت تم جس طرح بھی مناسب سمجھو میری مدد کرنا۔“

”اگر گا زالی! اس بات کے لیے یقین نہیں تو سہی بہتر ہوگی۔ ٹھیک سے مسٹر گا زالی! آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ سمبوتو رات کھا بہاں بولنا باہر نکلنے کے بعد میں نے مختلف ذرائع سے میڈو ویستا کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ یہ سمبوتو سا دیہات فرانس سے تقریباً ستر کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ اور وہاں تک پہنچنے کے لیے مختلف ذرائع آمد و رفت موجود تھے۔

جب میں نے تمام معلومات حاصل کیں تو پھر پر کچھ عجیب سی باتوں کا انکشاف ہوا۔ مجھے اندازہ ہو گیا۔ میڈو ویستا سے نفرت کرتے ہیں۔ اور بلا ضرورت اس علاقے میں جانا پسند نہیں کرتے۔ لیکن کسی ایک نے بھی

یہ بات نہیں بتائی تھی کہ ایسا کیوں ہے۔ مجھے تعجب ہوا۔ کم از کم اس سے قبل میں نے ایسے علانے نہیں دیکھے تھے۔ جو دنیا کی جدید ترین ملکوں میں شامل ہوں لیکن وہاں کی زندگی عجیب و غریب ہو۔ دوگ کی صورت حال یہاں تک ہی کہ اب یہ میڈولیسٹا بھی سامنے آ گیا تھا۔ ہر طور وہاں آنے جانے پر پابندی نہیں تھی۔ تمام معلومات مکمل کرنے کے بعد میں نے ایک سیاحتی کی حیثیت سے میڈولیسٹا کی جانب سفر کرنا مناسب سمجھا۔ اور اپنے اس ارادے سے اپنے لقمہ ساتھیوں کو، گاہگاہ یاد دہانے پہلے ہی اپنی منظوری دے چکے تھے۔

دوسرے دن میں میڈولیسٹا روانہ ہو گیا۔ میں روڈ سے تقریباً دو گریٹ کے فاصلے پر میڈولیسٹا آباد تھا۔ راستے میں کئی زرعی فارم اور کھیل ہاؤس نظر آئے۔ لیکن وہاں تک کا سفر مجھے پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا۔ اس آبادی کی کیفیت دوگ جیسی نہیں تھی۔ وہاں کے مشرقی سرے پر آوارہ گرووں کے لیے ایک کمپیننگ سٹائی کھی تھی جہاں چھوٹے چھوٹے خیمے اور لکڑی کے کیمپ بنے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ میں نے اس جگہ کو اپنے لیے پیکرنا کیونکہ یہاں تک ہی ہوتل میں نظر آ رہا جو یہاں کا واحد ہوتل تھا۔ لیکن اس ہوتل میں صرف کھانے پینے کی اشیاء دستیاب ہو سکتی تھیں۔ قیام کا یہاں کوئی انتظام نہیں تھا۔ قیام کے لیے یہی تھیں۔ میں خیمے دستیاب ہو جاتے تھے۔ اس سے اچھی جگہ میرے لیے کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔ کسی کہ آوادی میں داخل جہاں فوری طور پر خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ میں نے معلومات حاصل کیں اور ایک خیمہ اپنے لیے مخصوص کر لیا۔

پتا چلا کہ یہاں شیش اور دوسری نشہ آور ادویات بکائی دستیاب ہو جاتی ہیں۔ باہر سے آنے والے آوارہ گرو یہاں منشیات کی خرید و فروخت بھی کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات انہیں خاصا منافع مل جاتا ہے۔ خیمے میں آنے ہوئے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ایک شریف آدمی نے خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر جھانکا اور مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ڈیلا پتلا آوادی تھا۔ چہرے سے ہی بے وقوف لگتا تھا۔ وہ احمقوں کی طرح منہ کھول کر کھٹکا دکھایا۔ میں کڑی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

”ہاں کو کیا بات ہے۔؟ میں نے کثرت لہجے میں پوچھا۔
”اوه لارڈ آف آرتھ کچھ لائے ہیں تو اس کی نکاسی کے لیے مورگن سے مناسب آدمی آپ کو اور کوئی نہیں ملے گا۔ یا پھر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو یہ بھی مورگن ہی کو بتائیے۔“

”یہاں کے شمار افراد نظر آ رہے ہیں۔ کیا ان سب نے باہر آ جا کر وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟“

”پر لے لے رہے ہو مجھ سے۔ لیکن اس وقت میں نیند میں تھی۔ آؤ، غالباً پیٹ کی آگ بجھانے آئے ہو۔“
”ہاں۔ میں نے کہا اور وہ مجھے اسی بے تکلفی سے لیے

دئے۔ ہاں میں داخل ہو گیا۔ ہاں پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ اور ہاں میں دھرنے کی جگہ نہیں تھی، کھانے کا وقت تھا۔ لیکن جانوں طرف دیکھتے ہی سے آ جا رہے تھے۔ اور ہاں کے پینے کی اشیاء میزوں پر بچھ رہی تھیں۔ میں نے سالیسا ننگا چاروں طرف ڈالی۔ جو لوگ ابھی ابھی در داخل ہوئے تھے، وہ بھی ایک سمت کھڑے ہوئے۔ پینے کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے۔ لیکن جگہ کا نام نشان ہی تھا۔ لڑکی البتہ ہاں میں نرکی۔ بلکہ وہاں کی بھلی بہت ایک چھوٹی سی ماہداری کی جانب بڑھ گئی، جس کے اختتام پر یہاں اور کی منزل کی طرف جاتی تھیں۔ میں نے اس کوئی سوال نہیں کیا۔ میرا خیال تھا کہ اور کی منزل میں بھی نے دراصل کے لیے میز پر چڑی ہوں گے لیکن وہ اس کھلے نے دروازے سے اندر داخل ہو گئی، جس کی دوسری ایک مخصوص سمت ساگھو تھا، جہاں اعلیٰ قسم کا فرنیچر بٹھاتا تھا۔

”کیا مطلب ہے یہ ہوتل میرا مطلب ہے یہ کوہ؟“
”میرا بیٹا روم ہے۔“
”یہاں رہتی ہو۔؟“ میں نے سہل کیا۔
”ہاں یہ۔ رٹل میرا رہا ہے۔“
”اوه یہ۔ نامہ۔ ہے۔ میں نے سہل کرتے ہوئے کہا۔ اور جگہ بچھ گیا۔

”کھانا کھاؤ گے نا۔؟“
”کھاؤں گا تو یہی لیکن تمہارا اسکرے اور انہی خوراک بہ ویسے کسی ہوتل کی مالک کو اتنا برا خلاق پہلے ہی دیکھا ہے جو اپنے معزز گاہکوں کے لیے۔۔۔“
”کچھ میں فضول باتیں پتہ نہیں کرتی۔ میں یہاں ہاں ہاں ہاں بلکہ شناسا سمجھ کر لاتی ہوں۔ دراصل جب میں نے مالک کو دیکھا تو اس نے رات کے روئے پر غور کیا تو مجھے انہوں نے لہجے میں جگہ دینی چاہی تھی۔ اس کے بجائے میں تنگ لگاؤ کے ساتھ اس کو دیکھا۔ میں نے کئی بار کہا ہے۔ باہر سے

”تو آپ جو خطرناک ہیں۔ میں نے۔۔۔“
”ہوئے کسا۔“
”کچھ لوگ باہر سے اندر داخل ہوتے ہوئے نا تو اس نے بے تکلفی سے میرا بازو پکڑا۔ اور ایک طرکھیں جانے کا راستہ دے دیا۔ پھر بولی۔ تو تم یہاں

”تیب پھر اس احساس کے لیے مزید شکر ہے۔“
”میرا نام سوٹیو ہے۔ اس نے کہا۔“
”مجھے تم غزالی کے نام سے پکار سکتی ہو۔ ایشیائی باشندہ ہوں۔ نام سے ہی اندازہ ہو گیا ہو گا۔“

”ہاں۔ چہرے سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے۔ اس نے سہل کرتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میرے لیے کھانا بنا گیا۔
”شاید تم کہیں جا رہی تھیں۔؟“
”نہیں کہیں نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر باہر نکلی تھی۔ بس پوچھی چہل قدمی کا ارادہ تھا کہ تم نظر آ گئے۔“
”گڈ۔ ویسے میں سوٹیو کیا آپ تنہا اس ہوتل کو چلاتی ہیں؟“
”نہیں۔ میں کسی ہوتل دوئل کو نہیں چلاتی بلکہ ہوتل کی دیکھ بھال میرے ڈیڈی کرتے ہیں۔“
”لیکن تم تو لندن تہ؟“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔ اور خاموش ہو گیا۔
”ہاں جاتی رہتی ہوں۔ میرے خاندان کے لوگ وہیں ہیں۔ دراصل میری ماں انگریز تھی اور باپ فرانسیسی۔“
”تھی۔؟“
”ہاں۔ مر چکے۔ اس کے لہجے میں کوئی ٹائٹف نہیں تھا۔ میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔
”لندن میں۔۔۔“

”ہاں۔ وہاں میری خال رہتی ہے، جب مجھے شاید ماں سے زیادہ چاہتی ہے۔ لیکن ڈیڈی بھی میرے بغیر ادا اس ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس چھوٹی سی جگہ میں ادل بالکل نہیں لگتا۔ گھبرا جاتی ہوں تو لندن چلی جاتی ہوں۔ یا پھر پیرس لیکن پیرس کا ایک ایک چہرے میں دیکھ چکی ہوں۔ اس لیے اب مجھے پیرس میں بھی کوئی دلچسپی نہیں محسوس ہوتی۔ ویسے تم یہاں کس لیے آئے ہو۔؟“

”سیاحت صرف سیاحت۔“
”میرا کچھ اندر خیال ہے۔ وہ مسکرا کر بولی۔
”کیا۔؟“

”یہاں خاص طور سے میڈولیسٹا کی جانب جو لوگ سفر کرتے ہیں وہ منشیات کے بیوپاری ہوتے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ پورے فرانس میں یہاں سے سستی منشیات کہیں نہیں ملتیں۔“
”میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ مجھ سے

باتیں کرتی رہی۔ اور پھر جب میں اسٹاٹو کی گئی، اگر تم بھی جاہلو
 تو مجھ سے مل سکتے ہو۔ مجھے تمہاری شخصیت پر ہند آئی ہے۔
 بہت بہت شکریہ میں نے جواب دیا، اور وہ مجھے
 ہوٹل کے دروازے تک چھوڑنے آئی۔ پھر حال ایک رابطہ
 ہو گیا تھا اس سے اور میں اسے قیمت تک بچھتا تھا۔ رات کے
 کھانے کے لیے جب ہوٹل میں داخل ہوا تو وہ مجھے ایک میز
 پر نظر آئی، لیکن اسی میز پر ایک اور شخص بھی اس کے ساتھ
 بیٹھا ہوا تھا، جو چھلے تن و گوش کا مالک اور چہرے سے
 کسی قدر خشک نظر آ رہا تھا۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا۔
 اور ساتھ بلکہ اسی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ میں آہستہ آہستہ
 آگے بڑھ گیا۔
 "ہیلو غازی! بیٹھو، یہ قیارات کا کھانا کھانے آئے
 ہو گئے۔"
 "ہاں، لیکن اس وقت تمہیں رحمت نہیں دوں گا۔
 ورنہ تمہارا باپ بلاش ہو جائے گا۔"
 "بیٹھو، بیٹھو، میرا باپ اب اس قدر بھی مفلس نہیں۔
 ان سے ملو یہ مسٹر پائپر ہیں، ایڈی پائپر بہت بڑے آدمی
 ہیں اس علاقے کے، تم کو تو کبھی نہیں کہہ سکتے۔"
 "ہیلو" میں نے ایڈی پائپر کی آنکھوں میں جھانکا لیکن
 اس کی آنکھوں میں سردی کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں
 آیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر سکاہٹ بھی نہیں آئی تھی۔
 ہاتھ لانا تو دور کی بات تھی، بہر طور میں بیٹھ گیا۔
 ایڈی پائپر نے اپنی کرسی کھسکا کر مجھے بیٹھے ہوئے کہا۔
 اب مجھے اجازت دو سوئیچر آگے جانتی ہو کہ میں اجنبی لوگوں
 کے درمیان بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔
 "اوہ مسٹر پائپر، مسٹر پائپر، دراصل میں یہ... مسٹر پائپر
 چلنے کیوں گھبرا رہی تھی، لیکن پائپر ایڈی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا
 تھا، پھر وہ کچھ کچھ بفر واپس چلا گیا۔ میں نے سکرانی ٹکاہوں
 سے سوئیچر کو دیکھا، ایک لمحے تک تو وہ کچھ مضطرب سی رہی،
 لیکن پھر اس نے شانے ہلانے اور گردن جھٹک کر میری طرف
 متوجہ ہو گئی۔
 "غالباً مسٹر پائپر تم سے خصوصی انیت رکھتے ہیں؟
 ہونہ۔ میں کسی پرور کرتی ہوں، وہ کچھ بھی نہیں مجھے
 کیا؟
 "تم سے کس طرح کے تعلقات ہیں مسٹر پائپر کے؟"

"نہیں، مسٹر پائپر میں دوسری میز پر چلا جاتا ہوں۔ بس اے
 ہی تم نے ادھر بلا لیا تھا۔ درد مزوں کو نہیں ہے کہ اتنی معمولی شرا
 کا اتنا بلا معاوضہ دیا گیا۔ سو جا کر میری سواری۔"
 شد نے اسٹے کی گوش کی اس کو اس نے میرے ہاتھوں پر ہاتھ
 رکھ دیا، اسے اسے اتنی ہی بات پر سنا نا اس کو پھر اٹھ اٹھی باٹا
 نہیں بیٹھوں نے تم سے تو کچھ نہیں کہا۔ دراصل اس شخص کی بلا خلاف،
 میرا موٹو خراب کر دیا ہے۔ بیٹھو بیٹھو۔ میں بول رہی ہوں،
 ہمیشہ ہی بول رہی ہوں، آؤ غزوں بھی تو کیا، اس سے تو
 گوشت رکھ لیا، اور میں نے آہستہ سے کہا، "سوئیچر! میں کھانے
 بل ادا کروں گا۔ ورنہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔"
 "عجیب ضدی آدمی ہو، کیوں بیٹھنا نہیں تم میرے بہانہ پر
 بن سکتے؟"
 "مناسب نہیں، ہو گا سوئیچر پائپر؟"
 "مقررہ وقت آتا ہے، تمہارا نہیں ہوا۔ بات دراصل یہ ہے
 مسٹر پائپر، پڑھو کی شہنا سوں میں سے ہیں، اور پھر چونکہ
 نادر میڈیٹو کے نائب ہیں، اس لیے اور میں ہی اس سب ان
 عزت کرتے ہیں۔ ویسے آدمی سے عرض کرنا کہ لوگ ان
 سپرے ہوئے سب سے ہیں، انداز گفتگو بہت اچھا ہوتا ہے۔
 کچھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ لوگ ان سے کیوں خوف
 رہتے ہیں؟"
 میں نے سوئیچر کی بات سنی، لیکن خاموش ہی رہا۔ وہ
 صورت دیکھتے دیکھتے ہنس پڑی تھی، "بالکل روٹھے ہوئے
 چھٹے لگ رہے ہو۔" وہ میرے آنے پر اس نے کھانے کی
 نہر مت بتادی۔ اور میں چونکہ کراسے دیکھنے لگا۔
 "میں بھی تمہارے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گی؟" اس
 وہ تم میرے اوپر بات کے پوچھ لاد رہی ہو سوئیچر
 "بس اب غصہ نہ کرو، کچھ دو گا۔ بتاؤ دو، باسٹرا پائپر
 بارے میں کچھ سے کتنے رہتے ہیں، اور وہ کافی مہربان ہے
 ملک کوئی ایسی دہلی بات نہیں کہی انہوں نے کچھ سے چنانچہ
 بھی ان کا احترام کرتی ہوں۔ لیکن صرف احترام؟"
 "نادر میڈیٹو کون ہیں؟"
 "پرانے نے کرجا کے موتی، پادری بھی ہیں۔ لیکن بہت
 پرانے آدمی نہیں ہیں۔ چند سال قبل یہاں آئے تھے، اور آ
 بعد اس گرجا میں رہ گئے۔ پرانے پادری کا انتقال ہو گیا؟
 ان کا بے حد احترام کرتے ہیں، وہ صرف پادری ہی نہیں بلکہ
 روحانی قوتوں کے مالک ہیں اور لوگوں کے کام آتے۔"

پادری پائپر کا پناہ لگا کر وہ بارہے۔ لیکن وہ نادر میڈیٹو کے
 ہاکی شہیت سے بھی شہور ہیں، اور نادر میڈیٹو ان سے خاص
 پتہ رکھتے ہیں۔
 "پرانے نے کرجا کے پادری نادر میڈیٹو کا قیام کہاں ہے؟"
 "بجی روجر لیا، انٹ پر ہی تو ایک گرجا ہے، باقی وہاں آبادی
 ہو نہیں ہے۔" سوئیچر نے بتایا، اور دو فٹا ہی میرے ذہن میں
 اٹھا آیا۔ بروجر لیا انٹ، جھٹسا س، نادر میڈیٹو، اگر مسٹر
 زہ غلط نہیں تھا تو یہ نادر میڈیٹو تو سراسر ہی ہو سکتا تھا میرے
 ان میں جھانکے ہوتے رہے، اور اس کے بعد میں پرسکون ہو گیا
 دھر لیا انٹ کے پرانے گرجا کو دیکھا پڑے گا۔ میں نے دل
 بدل میں سوچا، قیمت زیادہ کر لیا، پتہ نہیں تھی، چنانچہ اس کے
 درمیں نے سوئیچر سے اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ
 ہانے کے کھانے کو دیر تک بھروسے بائیں کرتی رہی، اور پھر مجھے سہ
 بیٹھ کر چھوڑنے آئی۔
 رخصت ہوتے ہوئے اس نے سکر کر کہا، "اگل ملاقات
 لگا، اور سو فیول باتوں سے گزر کر کے جب تک یہاں ہو، اپنے
 پکویر لہانہ تعزیر کرو۔ مجھے خوشی ہو گی۔ پائپر، اس کے لیے جس
 ملن تھا اند میں سکھو لیا۔"
 اس کے جانے کے بعد میں سوچنے لگا کہ بروجر لیا انٹ
 لم پہنچنے کے لیے مجھے کیوں کرنا چاہیے۔ ویسے وہ شخص مسلسل سپر
 ہیں ہیں، پھر ہاتھ اس کا نام مجھے پڑی پائپر بیگیا تھا، جس نے
 بول مجھے اس کی آنکھوں میں کچھ توڑکی کی جھلک مسکوں ہوئی تھی شاید
 اس نے مجھے پسند نہیں کیا تھا، گرجا کی وہ نہیں ہے یہ سوئیچر کا قرب
 ہو جس کی وجہ سے اس نے مجھے تائب نہ کیا تھا۔ پائپر کوئی اور بات
 ہے۔ ویسے نادر میڈیٹو کون ہے مسٹر تو سراسر ہی ثابت ہوں
 ان کے بارے میں شعرا جو کچھ سوئیچر نے بتایا تھا وہ اس بات کی
 نشاندہی کرتا تھا، میں نے دل میں مچھلے کہا کہ نادر میڈیٹو اس انداز
 کو قبول کر لیا جائے۔

دوسرے دن جب تو پر باسٹرا سے دس بجے میرے قہقہے
 میں پھٹی تو میں نے پہلے سے بالکل مختلف انداز میں اس کا نتیجہ
 کہا اور بے بسی کے انداز میں بولا، "انہوں نے تمہارے مستقبل
 کے لیے میں اپنے بھی عذابات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ یہ جگہ تو بچنے
 کے لیے بھی نامناسب ہے۔"
 "نامناسب کر لیا؟ اس نے سوال کیا۔
 "ہاں، یہاں ناشتے کے لیے بہت سی چیزیں مل جاتی ہیں۔"
 "مشروبات کے عادی ہو۔"
 "لعنت تمہیں ہوں ان پر۔"

"تو پھر ان کے درمیان کیوں آباد ہو گئے؟"
 "میں نے کہا، اور اصل مجھے وہ بہانی زندگی سے عشق ہے مختلف
 ملک کی سیاحت کر چکا ہوں۔ لیکن میں جدید ترین شہروں کے سجا
 دیہاتوں کی زندگی دیکھنے کا زیادہ خواہش مند ہوں کسی نے میڈیٹا
 کا نام لے دیا تھا اس طرف نکل آیا، اور وہی بہت سے دیہاتی علاقے
 دیکھنا چاہتا ہوں۔"
 "یہیے میڈیٹا میں کچھ نہیں ہے۔ نہیں برگر دیکھ کر مایوسی
 ہوئی ہو گی۔"
 "بالکل یہ بات نہیں معلوم تھی کہ یہ منشیات کا تجارتی مرکز
 ہے۔ ویسے یہاں کے افران کیے ہیں۔"
 "میں نے کہا، کچھ نہیں ہے مگر ٹیڈی کا زلیو آمدنی بھی بڑی
 ہے۔ اور طویل عرصے سے وہ یہاں کام کر رہے ہیں، اس لیے یہاں
 سے کبیں جا بھی نہیں گئے، اور نہ ہمارے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ ہم
 کسی مناسب جگہ ہوٹل کھولیں۔ ٹیڈی مجھے اتنا چاہتے ہیں کہ منتقل
 لندن میں بھی نہیں رہ سکتے۔ ورنہ میری خاندان مسلسل امر کر رہی ہے
 کہ میں زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گزار دوں، اور یہاں
 سے باہر چلے ہیں، یہاں کی دفعا مجھے لوشن لوشن مسکوں ہوتی ہے، اور
 منشیات کے دھڑوں سے میرا دماغ بھرا لیا رہتا ہے۔"
 میں تیار ہو کر اس کے معلقہ باہر نکل آیا، سوئیچر نے میڈیٹو سنا
 کے بارے میں معلومات فراہم کر دیں۔ میں نے اس سے بروجر
 پراٹوٹ کا ذکر کیا تو اس نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا
 "میں وہاں سے سیدھے چلے جاؤں تقریباً دو گھنٹے کے فاصلے
 پر بروجر لیا انٹ ہے، دراصل یہ ایک قدرتی جیل ہے جس کے کنارے
 سرسبز ہیں، وہیں پرانے گرجا کی عمارت ہے جو کہ نادر میڈیٹو
 کی رہائش گاہ ہے، کیونکہ نادر میڈیٹو کی جانب سے چکا ہے، اس
 عمارت کو سرکاری طور پر بوسیدہ قرار دے دیا گیا تھا، اس کے
 نادر میڈیٹو نے اسے ہی اپنی رہائش گاہ کے طور پر منتخب کر لیا ہے
 اور ان کی شخصیت ایسی ہے کہ کوئی انہیں ان کے کسی کام سے باز
 نہیں کر سکتا۔"
 موضوع نکل آیا تھا، اپنا بچہ میں نے نادر میڈیٹو کے بارے
 میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں اور ڈیڑھ
 بج کر میرے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ تو سراسر کے علاوہ اور کوئی
 نہیں ہے، کیونکہ سوئیچر نے نادر میڈیٹو کی روشن نمیری کے قہقہے
 بھی سنا لیے تھے اور بتایا تھا کہ لوگ کس طرح ان سے مرعوب رہتے
 ہیں، لیکن ان کی ذات سے کبھی کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔
 سوئیچر کے ان الفاظ سے مجھے کافی تسلی ہوئی تھی، اس کا
 مطلب ہے کہ تو سراسر اپنی جگہ محفوظ ہے، اور بھی مارٹن سیٹر کے

ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکے۔ میں نے فوراً طور پر یہ اعادہ منتری کر دیا کہ سونے کو کھانے سے روک دیا۔ لہذا اب تک مجاں کو اب مجھے راستوں کا ملازہ بھی ہوجاتا تھا۔ چنانچہ منتری کے درجہ تک پہنچ کر میں نے اس کے بعد ہم لوگ واپس چلے آئے۔ یہاں سے میں ہوتل بھی پہنچا تھا۔ اور دو پہر کا کھانا سونے کیڑے کے ساتھ ہی کھا ہوا تھا۔ ابھی تک میری ملاقات سونے کیڑے کے بارے میں ہوتی تھی۔ مگر میں نے اس کی مزاحمت کی تھی۔ سونے کیڑے کو مارنے کا وعدہ کرتے ہوئے غصت کر دیا۔

اب میرے لیے اشتہار کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں بروجر پوائنٹ پہنچ کر مسٹر نیڈل نے منتری تو سوسا سے ملاقات کر لینا چاہتا تھا۔ مگر یہ بات بروجر کو ہم میں شرم نہیں تھی۔ لیکن اب جو مردہ حال میں میرے سامنے آئی تھی اسے سامنے رکھتے ہوئے میرے لیے ضروری تھا کہ میں تو سوسا سے رابطہ قائم کر لوں تاکہ جلد از جلد وہ بھی اپنے تختہ کار بند و بست کر سکے۔ میں بہت جدبائی ہو گیا تھا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ تو سوسا سے ملاقات کرے گا۔ مگر اتنی جلد ہی کاسیانی نصیب ہو جانے کی چنانچہ میں وہاں سے رخصت ہو کر سیدھا بروجر پوائنٹ پہنچا۔ کھانا چلنا پڑا۔ جوں جوں آگے بڑھا ہمارا ہاتھ راستے سسٹن ہوا۔ پورے پتے کی طرف غائب ہو گیا۔ لہذا کوئی فرد نہیں آتا تھا۔ کچھ عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا تھا۔ مگر دوستوں کے چھڑے آگے بڑھتے تھے۔ ان کے درمیان سب گھاس نظر آ رہی تھی۔ ایک ٹپے کے لیے میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ اور یہ خیال چھ پرانے طرح حاوی ہو گیا۔ مگر میں اپنے آپ کو اس سے باز نہ کر سکا۔ چنانچہ میں دوستوں کے ایک چھڑے کے قریب بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دوستوں کو جمع کیے اور پوچھنے سے پہلے میں تو سوسا کا تصور کرنے لگا۔ میں اس سے ذہنی رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ چیز محلات کا کوشش کے بعد ہی مجھے کاسیانی نصیب ہو گئی، اور ایک ایسی آواز میں سے کانوں میں اٹھتی۔

”ہاں میں تم سے غائب ہوں۔ کون ہو تم؟“
 ”میرا نام غزالی ہے اور میں تمہارے نزدیک موجود ہوں تم سے ملنا چاہتا تھا۔ کسی کالونی پر بیٹھ مجھے تم تک پہنچانا تھا۔“
 ”تم ساموں ہو؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔“
 ”وہ اس بات کا جواب میں تم سے مل کے ہی نہیں دے سکتا ہوں۔“
 ”تو پھر فرما میرے پاس آ جاؤ۔“ تو سوسا کی آواز جیسے کانوں میں اٹھتی۔
 ”وہیں کہ سے بہت دور نہیں ہوں۔ اور تمہارے پاس ہی آ رہا تھا۔“

”میں تمہارا منتظر رہ رہا ہوں۔“ تو سوسا نے کہا۔ اور اس کے بعد سارا ذہنی رابطہ منقطع ہو گیا۔ سیدھی سرتوں کی مدد سے منتری باہر آئی۔ اس کا خیال پر نبال ان میں تیز رفتاری سے بروجر پوائنٹ کی جانب چل پڑا۔ اور پھر دور سے اس نے پرانے گروہ کی عمارت کے عمارت تک جانے کے راستے پر اونچی اونچی چھائیوں کی بوڑھی تھیں۔ ان چھائیوں کی آواز سن کر وہ بہت عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ چھائیوں کی اس عمارت میں بیرونی جانب کھلا کھڑا چھوٹا ہوتی تھی۔ لیکن جوں جوں میں آگے بڑھ رہا تھا مجھے احساس ہوا رہا تھا کہ عمارت مضبوط ہے۔ اس میں دانے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ اور اطراف میں پھیلے ہوئے تھا۔ جھنڈا سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں انسانوں کی آمد و رفت بہت کم ہے۔ کوئی سے کچھ بڑی ہی تک نظر نہیں آتی تھی۔ مگر جگہ کانٹے دار جھانپاں بکھر کر ہوتی تھیں، جن سے کچھ چلنا پڑنا پڑا تھا۔ اب عمارت کوئی سو گز کے فاصلے پر تھی اور جھانپاں میں میرے گھٹنوں سے زیادہ اونچی نہیں تھیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا۔ یہاں سارا آسٹری رنگ کی کسی مضبوط لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اور اس پر تیل کی لکڑی لگی تھی جو بہت دلکش تھی۔ اور اس میں سے کڑی کارنگہ کہیں کہیں سے ہی جھلکتی تھی۔ دروازے کو آہستہ سے دھکیل کر ہم اندر داخل ہو گیا۔ میرے سامنے ایک بلند دیوار اور اونچی تختی دکھائی دے رہی تھی۔ اس میں شاہد کی عبادت گاہ بن ہوئی۔ لیکن اب فرش پر بوز کڑی کی بیچوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ بال کے عقب ! لیٹر کو لٹھروں کا ایک چوڑا سا دروازہ نظر آ رہا تھا۔

میں اس دروازے کے دوسری طرف پہنچا تو ایک انتہائی خوبصورت منظر نظر آیا۔ پورے درخت بھرم رہے تھے۔ چھڑوں کے انتہائی نفاست سے نلشے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ چھائیں گھاس بالکل ہوا ہوا۔ پتوں میں ہی جوتی تھیں۔ باہر دیکھتے ہوئے اندر کے منظر پر یقین نہیں آتا تھا۔ عمارت کے تو ایسا راستہ جس پر سے گذرنا مشکل ہوا۔ عمارت کے ان کا یہ منظر دو بالکل مختلف چیزیں محسوس ہوتی تھیں۔ لیکن چاروں طرف موت کا سا ناٹا غاسی تھا۔ یہاں تک کہ اتنے وسیع جڑ باغ میں کسی پرندے تک کی چھبکا نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میری نگاہیں بڑھی تھیں۔ میرے ہر سمت کا جائزہ لے رہی تھی۔ کچھ کٹے بڑھ کر دوستوں کے ایک چھڑے میں محراب نما دار نظر آیا اور جب میں اس دروازے کی دوسری طرف تو اس میدان عمارت کا منظر میری نگاہوں کے ساتھ جو باغ میں داخل ہونے کے بعد دوستوں کے چھڑے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتی تھی۔ میں اس پر سرسبز

واقعی محرزہ ہو گیا تھا۔
 میرے قدم ایک لمحے کے لیے رک گئے۔ اور اسی وقت مجھے اپنے عقب سے ایک آواز سنائی دی۔ وہ درگ بولنے لگے۔ آگے بڑھو۔ مسٹر تو سوسا اندر موجود رہیں۔

اس خاموشی اور روبرو آ رہا جو دل میں یہ اچانک سنائی دینے والی آواز جماعت کے لیے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ میں چونک کر اٹھا اور ایک لمحے کے لیے دن میں خون کی روانی کی تک سی گئی۔ یہ ایڑی پڑ پڑا۔ اس شخص کو میں نے پہلی ہی نگاہ میں بالکل کاٹھا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ تو سوسا نے اسے اپنا نائب کیوں قرار دیا تھا۔

وہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ ”اور دوست آگے بڑھو اور میڈیاٹو اور اندر تھامنے منتظر رہیں۔“ یہ الفاظ یاد پڑے۔ ”تو سوسا“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”میں نے تمہاری سائنس کے کورس آگے بڑھا دیے۔ اب یہ ضروری تو نہیں تھا کہ جو شخص میرے لیے ناپرزور ہو وہ تو سوسا کے کام نہ ہو۔ اس کے اندر اتنے ہیست چلتا تھا کہ وہ میری یہاں آکر کام نہ منتظر تھا۔ ظاہر ہے یہ بات اسے تو سوسا جسے معلوم ہوئی ہوگی۔ میں نے ذہن سے تمام خیالات جھٹک دیے۔ اور باہر کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت اندر سے بھی شاذ تھی۔ پارک بھلے لیے ہوئے ایک آراستہ مکے میں داخل ہو گیا۔ ”بیٹھو۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ہم پہلے بھی مل چکے ہیں۔“ اس نے خلاف عادت مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں، اور اس وقت تم نے بیٹھ کر انداز میں مجھ سے بیڑی کا اظہار کیا تھا۔“

”اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم ساموں ہو۔“ اسی نے مسکرتے ہوئے کہا۔

”کیا تم بھی ساموں ہو؟“ میں نے دفعتاً چونک کر پوچھا۔
 ”ہاں، باتوں کا جواب مسٹر تو سوسا ہی دے سکتے ہیں۔“ اس نے کہا۔

”نہیں یہ ساموں نہیں ہے مسٹر غزالی۔ بلکہ ایک مقامی آدمی ہے۔“ کمرے کے دروازے سے آواز آ رہی اور میں نے چونک کر گردن گھمانی۔ اس بار واقعی مجھے اپنے بدن کی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا تھا اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ایک

لیسے سے سیاہ ریشمی لیا دے میں ملبوس ماڈرن ایسٹرو میٹکے سامنے موجود تھا۔ اس کے ہونٹوں پر کچھ سی ہوتی طنز پر مسکراہٹ بتاتی تھی کہ اُسے میری آمد پر کوئی تعجب نہیں ہوا۔ یہ کسی ممبر کی آنکھیں اب بھی یقین کرنے کو تیار نہیں تھیں۔

”تم ابھی تک کھڑے ہوئے ہو۔“ میں نے پوچھا۔ ”جیٹو پیٹر ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ مارٹن ایسٹرو نے کہا۔ میں اپنے آپ کو سمجھنے کے لالچ کو کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اعصاب ساکت نہیں رہا۔ پانچ بجے ہی مارٹن ایسٹرو گیا۔ مارٹن ایسٹرو خود بھی کمرے کے بیڑے سے اٹھ کر پانچ بجے پر آیا تھا۔ پھر وہ بولا ”مارٹن دوسرے کمرے میں نہیں ہوتی۔“ اس میں ایک باہر نہیں یقین دلانا چاہتا تھا کہ ابھی نہیں کوئی مخطہ نہیں ہے جو کچھ تم کہتے ہو۔ میں اس لطف سے اُسے کیوں کہ اس طرح لوگ بہترین دوست تو سوسا کی طرف سے مراد رہتے ہیں۔ اسی طرح میں بہترین شیڈولنگ کا شیق چل رہا تھا۔ میں نے بہترین دشمن قرار دیا ہے۔ علی پائے کے دشمنوں کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔“

مارٹن ایسٹرو پھر چادی ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر صرف تعجب ہوا تھا خوف کا کوئی شائبہ میرے ذہن میں نہیں تھا۔ چنانچہ حیرت کا یہ غلبہ بالآخر ختم ہو گیا۔
 ”تم جانتے ہو مارٹن ایسٹرو میں خوف نہ وہ نہیں ہوں۔“ میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

”ہاں، شاید اس نے منع کیا۔ اڑانے والے انداز میں کہا پھر پائپری کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”تم جانتے ہو اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔“

پائپری کو کھلا کر لے کر ہوں دروازے سے باہر نکل گیا۔ ایسٹرو عجیب سے انداز میں بیٹھنے لگا پھر بولا۔ ”یہ سوال تو یہ کہہ رہے کہ تم یہاں تو سوسا کی تلاش میں آئے ہو گے۔“
 ”بولنے نہ رہو اچھے لگ رہے ہو۔“ میں نے طنز سے انداز میں کہا۔

”نہیں میرے عزیز دشمن۔ میں نے تمہیں بلاؤج یہاں آنے کی رحمت نہیں دی ہے۔ ہم دونوں یہاں پہنچنا کہ انداز میں گفتگو کریں گے۔ تم مجھے میرے سوالات کے جواب دو گے اور میں تمہیں ہم دونوں کے ذہنوں میں جو یقین ہیں وہ دور ہو جائیں گی ایک بات کا وعدہ کرتا ہوں جو کچھ اور

جتنا جاتا ہوں اتنا ہی تاؤں کا تم پر فروغیت حاصل کرنے کی
مکوشش نہیں کروں گا تم بھی کسی مسئلے میں بے حاضر نہ
کریا کیسے جس میں تمہارے لیے کارآمد ثابت ہوں۔ بال
اس بات کے امکانات میں تم پر یقین کرو۔

میں من موٹی سے اس کی صورت دیکھتا ہوں۔
کچھ بیرو گئے، اس سے سوال کیا۔
وہ نہیں شکر یہ۔ تمہاری گفتگو مجھے بہت پسند
آ رہی ہے۔ میں نے سبلی بار مسکرا کر کہا۔

اس نے گہری نکا ہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا "مستر
غزالی تم سے میری پہلی مدد ہوئی اور تم نے مجھے چونکا
دیا بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو میری کسی توجہ
حاصل کرتے ہیں، تم مجھے تیرا دے کر ماف نہیں تھے تھے
بصرف سنو، تم نے مجھے بلکہ جس مفرد کے تحت تم مجھے پہنچے
تھے تم نے اسے حاصل کر لیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے
فطرت سے مجھ پر توجہ دینا شروع کیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے
تمہارا سچو نسب معلوم کر لیا۔ یہ سب کچھ معلوم کر کے مجھے
تمہاری ذات سے مزید دلچسپی پیدا ہوئی، اگر میں یہ کہوں تو غلط
نہیں ہوگا کہ تمہاری شخصیت میرے لیے اتنا ہی کشش کا
سبب ہے ہندوستان کے ایک چھوٹے سے دیہات
کا۔ مینڈا۔ جو اپنے اہل فاندان سے نالز ہو کر گھر سے
نکلنا، ان اشخاصات کا نمونہ کیسے بن گیا؟ بات قابل
یقین سی ہے۔ میں تمہاری کہانی تفصیل سے نہیں نہیں سناؤں
گا۔ لیکن یوں مجھ لو کہ جتنا کچھ تمہارے بارے میں معلوم کرنا
ضروری تھا میں نے معلوم کر لیا اور میں یہ جانتا ہوں کہ مشرق
نے لیوس کا پیغام منہ کے لئے نہیں یہاں بھیجا تھا یقیناً
مصر میں اس بات کا اندازہ ہوگا کہ تم یہاں پیش آئے والے
واقعات سے منہ کی صلاحیت رکھتے ہو۔ تم سے ملاشبہ
ان ملاشبتوں کا بہترین مظاہرہ کیا اور اگلے لوگ رکاوٹوں کے
بادجو دیوس کو لے آئے۔ اس مختصر تفصیل میں اگر آپ
کوئی جہات تمہارے لیے مبہم ہو تو مجھ سے پوچھ
سکتے ہو؟"

"جواب دوگے مارٹن ایسٹروڈ؟"
"مفرد اور وعدہ ہوا، اس نے مسکرا کر کہا۔
"تم ساروں میں دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"
"میرے ناز سے اس کے مطابق تمہیں یہ بات معلوم
ہو چکی ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتی تو تم میڈیٹا کبھی نہ آتے؟"
"یوں کیا مطلب؟"

"معمولی بات ہے ڈیر غزالی۔ میں گوین کی کاش
میں ہندوستان پہنچا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ گوین حسن
کے پاس ہے۔ پہلے میں نے اپنے ذرائع سے اسے ڈھونڈ
کیا۔ جاہت تو حسن پر تشدد کو کے اس کے بارے میں معلوم
کر سکتا تھا۔ لیکن میں کوئی کام بے طلب نہیں کرتا۔ اسی لیے
ایک ایسا کام کو آیا جس کے نتائج سو فیصدی برآمد ہوئے تم لوگ
یہاں آگئے اور پورے اعتماد کے ساتھ آئے۔ اگر نہیں ان
واقعات پر مشرہ ہوتا تو اس اہل اندازہ میں بھی نہ آتے۔ یہ صرف
تمہاری ذہانت تھی غزالی تم اہل عقل کی طرح منہ اٹھانے میں
یاس نہیں پہنچے بلکہ محتاط رہے۔ اس وقت میں تمہیں سمجھ نہیں
سکتا تھا جس نتیجے میں مجھے تمہارے ہاتھوں کا نقصان
اٹھانے پڑا۔ ان اہل اندازہ کو مجھے میں کیا تھا اور میں نے
بھیلا ہٹ میں کچھ اقدامات بھی کر ڈائے تھے لیکن ان کا کوئی
نتیجہ برآمد نہ ہوا اور تم لوگ فورے لیوس کو لے آئے۔ غزالی
میرے جان کر لیوس کو پوچھنا تو مجھ میں یہ بات کیسے معلوم
ہوئی کہ تم اس سے ملنا سنا میں سے اور وہ لیوس کو پوچھنا
بے تو تم اس بات سے قطعی واقف ہو گئے کہ میں ساموئل
میں دلچسپی کیوں لیتا ہوں۔ لیوس کو تم نے حاصل کر لیا اور
مجھے جو دکھا جا۔ اس کے بعد میں نے تم پر کلام کیا اور مجھے تم سے
دلچسپی پیدا ہوئی۔

"تم تم نے مجھ سے سوال کیا ہے تو وعدے کے مطابق
جواب دیتا ہوں۔ لیکن اس میں سے لیوس جو کچھ میں تمہیں بتاؤں
گا تم سے حور سے سناؤ اور اس پر پوری توجہ دینا جو راز
تمہیں وقت سے پہلے لیوس سے معلوم ہو چکا ہے وہ تمہارا
پاس کچھ لوگوں کی امانت ہے اور وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ اس
کی یہ امانت غلط ہاتھوں میں جائے۔ مسٹر غزالی میں موجود
علاقت کی طرف تمہاری توجہ منڈول نہیں ڈوں گا۔ لیوس کے پاس
وقت دینا کے کسی بھی ملک میں رہنے والا ہر ذی ہوش
جانتا ہے کہ ہر لڑکے کے ہوتے ہی بیج نئی نسل کی رجمور
میں نہر پھیلا چکے ہیں، اور اب خون میں تیرے والے
ذرات میں سمجھنے والے جراثیم کا اضافہ ہو چکا ہے، اور یہ جراثیم
میں تباہی اور دہشت گردی کے جراثیم جو اس وقت سٹ
ہر زہرہ انسان کی رگوں میں دوڑ رہے ہیں، اور اس کے نتیجے
دینا کے ہر ملک میں موجود ہیں۔

"وہ ایک طویل بحث ہے، انسان نے اپنی تباہی
کے جتنے شاذ انتظامات کیے ہیں، اگر یہی انتظامات
انسانیت کی نواح و بہبود کے لیے کرتے تو شاید اس وقت
دیکھنا ہی نہیں پڑتا۔

دیکھنا ہی نہیں پڑتا ہی پھول کھلے ہوتے، بہر طور اس تباہی کا
نفاذ ہر طرح سے اور ہر آن کیا جا رہا ہے۔ ایک تنظیم سے تم غمت
شانیت کر سکتے ہو ان کوششوں میں ملوث ہونے کے
ہی تباہی کی شدت میں کچھ کمی کی جاسکے۔ دنیا کے ہر حصے میں

نفاذ تنظیمیں قائم کی جائیں، مذہب نے لوگوں کو درس
انسانیت دیا، لیکن ان کی آوازیں اب بے اثر ہیں۔ انسان
بڑیوں کی جس انتہا تک پہنچ گیا ہے وہاں سے اس کی واپسی
ناممکن ہے۔ ہر طرف طاقت کی حتمی ہے اور ان تمام
ہر لڑکے کو روکنے کے لیے اسے ہی ہولناک
اقتلات کرنا ضروری ہیں، جتنا کچھ چند ہر لڑکے کو ایک تنظیم
باناؤ، اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لیے دنیا کے مختلف
کونوں میں اپنے نمائندے تیار کیے اور تنظیم مضبوط سے
مضبوط ہوئی۔

"اس تنظیم کے مقاصد صرف یہ ہیں کہ اپنے آپ کو
انہی طور پر پوری طرح منظر کر لیا جائے اور جب دنیا کی
ہی تو اس طاقت کے اخبار کے ہر نون میں مبتلا ہوں تو انہیں
وقت ہی کے ذریعے روکا جائے، چنانچہ اس کے لیے ہر ذریعہ
ہے کہ تنظیم ان سے زیادہ قوت حاصل کرے۔ جو سائنسی بنیادوں
پر دنیا کے تمام بڑے ممالک سے زیادہ طاقت و ربح
پانے میں لیکن انہی تنظیم کو ایک مرکز پر جمع نہیں ہو سکتی۔
میں کے تمام علاقے کسی نہ کسی ملک کے زیر انتظام ہیں۔
میں ایسی جہتی ہو گا کہ اس میں سکنا پانا یا رہنے میں ہر ذریعہ
لائیو ہے اور اس کے لیے ہمیں آفاقی طور پر سامونویا
کے بارے میں علم ہو گیا، سامونویا میں ان دنوں سازشیں
کھڑی ہیں، اور ایسٹس میں چھٹائی بھی چلی رہتی ہے چنانچہ
اپنے ان کی چھٹائی سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ وہاں
دوڑ بھول میں جو ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار
ہوئے ایک گروہ کو دوسرے پر کچھ فروغیت حاصل ہوگی اور
انہوں نے عقل و عدالت گری کا، جرم کر دیا، دوسرے گروہ اپنے
اہل ذکاوت کو لے کر سامونویا کے فرار ہوا لیکن ہماری
دنیا میں جتنی چیز کرتا ہی کا شکار ہو گیا وہ سب منتر ہوتے
نہ دنیا کے مختلف خطوں میں مانچا، بڑے ہی نزدیک اور
انگامات کے لوگ ہیں وہ عجیب و غریب مصلحتوں کے
مالک ہیں۔ ان ہی ذرا تباہی ہی آفاقی طور پر تنظیم کے
کھٹائی اور سامونویا کے بارے میں تفصیلات معلوم
ہو گئیں اور سامونویا کے رابطہ قائم کیا تو وہاں کھان
لاہرنے ہمیں پیش کش کر دی کہ ان کے مفرد قیدیوں کو

اگر ہم انہیں اس کے ان کے حوالے کر دیں تو ہمیں سامونویا
میں اپنا بیڑا کو قائم کرنے کی اعانت مل جائے گی اور وہ
لوگ تکمیل طور پر ہم سے تعاون کریں گے۔
"تنظیم کے سربراہوں نے اس علاقے کے بارے میں

معلومات حاصل کیں تو انہیں اندازہ ہوا کہ اس سے شاندار
حکمران تنظیم کے سرکار کے لیے اور نہ نہیں ہو سکتی چنانچہ
سامونویا کے ایک گروہ کو ایک سے یہ معاہدہ کر لیا گیا
کہ ہر دو سامونویا کو اکٹھا کر کے ان کے حوالے کر دیا جائے
گا۔ اور ہر سارا کارروائی صرف اسی مقصد کی تکمیل کے
لیے کی جا رہی ہے، نہ صرف یہاں، بلکہ جہاں جہاں تنظیم
کے نمائندے پہلے ہوئے ہیں وہاں سامونویا کو تلاش
کر کے جمع کیا جا رہا ہے اور اپنی کارروائی کی تکمیل کی جا رہی ہے
چنانچہ مسٹر غزالی اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ تم کیا کر رہے ہیں؟
میں تمہاری ساری ساری باتیں سن رہا تھا اور

میرے ذہن میں بہت سے سوالات گھوم رہے
تھے مارٹن ایسٹروڈ نے یہ سب کچھ بلا جبر ہی تمہیں بتا دیا
تھا، گو ایسا ناچار مجھ سے کہنے اس نے میرے ذہن
کو بھی غلطی میں ڈال دیا تھا۔ اب وہ تنظیم کب چاہے گی
کہ میں ان کی حکومت سے باہر نکل سکوں۔ ایک لمحے کے
لیے اس شدید غلطی کا احساس میرے ذہن میں آیا
لیکن اس وقت مجھے خود کو قابو میں رکھنا تھا۔ مارٹن اب
خاموش ہو کر مجھ کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مسکراتے
ہوئے کہا "کوئی اور سوال ڈیر غزالی؟"

"معلوم نہیں کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔
"الطمان رکھو، اس سے مناسب وقت پر تمہاری
ملاقات کرنی چاہئے گی، ایسٹروڈ نے جواب دیا۔
"گو یا وہ تمہارے قبیلے میں ہے؟"
"ہاں، لیوس نے تمہیں یہ بات ضرور بتائی ہوگی کہ
وہ مجھے تمہارا سہارا بنا رہا ہے۔"

"میں تمہارا سہارا سے ذرا فرق تم کیا تھا، کیا اسے
تمہاری ہدایت کے تحت مجھ سے گفتگو کی تھی؟"
"میں تم سے گفتگو کرنے کا حق نہیں تھا۔"
"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
چند سامونویا کے ایک سے قبیلے میں آچکے
ہیں۔ حکمران کوپ کے چند لوگ میرے ساتھ مل کر کام
کر رہے ہیں۔ چھ سامونویا نے تمہاری طرح تمہارا سہارا
سے رابطہ قائم کیا تھا اور تمہارا سہارا نہیں طلب کر لیا چنانچہ

وہ پورے اہتمام کے ساتھ یہاں پہنچ گئے۔ مارتھن ایسٹرو نے سہارا دیا۔

میں خاموش ہو گیا۔ مارتھن ایسٹرو نے مجھ سے گفتگو کی تھی، اس کا ہر لفظ سچ تھا وہ کجمن میسرے بارے میں بھی جان گیا تھا۔ اور میں جانتا تھا کہ سب کو بتانے کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ اس نے ان انکشافات کے تحفظ کا بھی مقول بندوبست کیا۔ ہر جگہ جتنا پتہ کوئی بھی اہتمام نہ کر سکتا تھا سبب بن سکتی تھی۔ میرا ذہن تیسری سے کام کر رہا تھا اور میں نے اس کے سوالات کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا۔

”اور کوئی سوال دوست ہے؟“

صاف ایک ”یہ میں نے کہا۔“

”مرد پوچھو، مرنو پوچھو۔“

”کیا ان کو گرفتاروں میں گومین بھی ہے؟“

”میں نہیں سمجھا،“ مارتھن ایسٹرو نے اچھے ہونے لہجے میں کہا۔

”کیا گومین تمہارے قبضے میں آچکا ہے؟“ میں نے اپنا سوال دہرایا۔

”مرد نہیں، لیکن؟“

”تعمیر یقین ہے کہ گومین تمہارے پاس نہیں ہے؟“

”غریب کر رہے ہوغزالی۔ کان کھول کر سن لو۔ میں کوئی فریب نہیں برداشت کر سکتا۔ اس کی آواز میں جھلاستے تھے۔“

میں نے ایک شہری سانس لی اور یہ سون انداز میں گون ہلانے لگا۔ مارتھن ایسٹرو غصیلانگہا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔ تمہارے اس آخری سوال سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے غزالی تم اس انداز میں مجھ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتے، جس طرح میں نے کیا ہے۔“

”اور مجھے یہاں تمہاری شخصیت کے بلکہ ہی کا احساس ہوا ہے مارتھن ایسٹرو تم نے میرے سوالات کے جواب میں جو تعصبات مجھے بتائے، میں نے اس پر پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ لیکن اگر تم مجھ سے بھی کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو تو مجھیں اسی اہتمام کا ثبوت دینا ہو گا۔ ہاں یہ حقیقت ہے کہ گومین ہماری گرفت سے نکل گیا ہے۔ شاید یہیں یہ بات معلوم ہو کہ گومین کی دماغی کیفیت ہمیں سے کہیں زیادہ خراب تھی۔ وہ کئی بار پاگلوں کے سے انداز میں فرار ہو چکا ہے۔ اور اسے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں شدید عید و جدوجہد کرنا پڑی ہے۔ یہاں وہ سمبوتو کے ساتھ تھا شاید اس وقت جب تمہارے آدمیوں نے ہوش پڑھ کر کہا تھا

یاد ہوئی، اور اس کا ذریعہ یا سبب کیا تھا؟“

”ومن صاحب جن سے تم نے تیسری بن کر ملاقات کی تھی میرے ہم فرما رہے ہیں۔ اور انہوں نے مجھے ایسے وقت میں سہارا دیا تھا جب میں ماریسی کے سمندر میں فونڈے کھا رہا تھا، اس کے بعد ان کی فریادیں میرا ایمان بن گئی۔ گومین ان ہی کے پاس تھا اور وہ اپنی ہم نوازان کا شکر تھا، ایک شخص اس کا علاج کر رہا تھا۔ لیکن پھر نکل گیا گا۔ اور میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ جب میں اسے تلاش کر کے واپس لایا تو میرے من نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا، اور اس کے بعد تھوڑی سی تحقیق بتاتے ہوئے کہا کہ تم بونورز، ایک ایک شخص ایسوی کی تلاش میں ہے۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چلا جاؤں۔ اور یہاں ایسوی کی تلاش میں اس کی مدد کروں۔ میں یہاں چلا گیا۔ پھر سمبوتو اس کی عمارت کے تحت غائب ہو گیا، اس کا دوڑان میری ملاقات ڈوشن کارلو سے ہوئی، جو خود بھی سامون تھی، ہم نے تیسری کی تلاش کے سلسلے میں تمہارے گھر کی تلاش کی۔ اور اس کے بعد تمہارے لشکر کا نشانہ ہو گئے۔ ڈوشن کارلو اس کی لڑکی کا نام ہے۔ ہر طور پر طرح تمہاری سکونٹری ڈینی پر قابو پا کر ہم نے یہ معلوم کر لیا کہ تیسری دوگ ہیں۔ اور اس کے بعد میں دوگ پہنچ گیا، جہاں مجھے تیسری کو حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی۔“

”تیسریوں کیسے حاصل کیا تھا تم نے؟ وہاں تمہارا مددگار کون تھا؟ مارتھن ایسٹرو نے پوچھا۔“

”یہ بتانا میرے لیے مناسب نہیں ہوگا؟“

”نہیں۔ اس کا جواب ضروری ہے غزالی۔“

”ایک سے دو طرف سآدن میرا معاون بنا جس کے بلے میں دوگ کے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے؟“

”تو گویا تم ڈوشن کا نام نہیں لینا چاہتے؟“ مارتھن ایسٹرو نے سرد لہجے میں کہا اور میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ مارتھن ایسٹرو خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا، ”آؤ فری سوال۔ تم سامونوں کی سی صلاحیتیں کیسے حاصل کر سکتے۔ میرا مقصد ہے کہ ڈوشن ایسٹرو کی مشق تمہیں کی طرح ہوئی، یہ بات تو یقینی ہے کہ تم سامون نہیں ہو، لیکن تمہارے اندر سامونوں ہی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ۔“

”دنیا کے انوکھے علم حاصل کرنا میرا مشغلہ ہے اور میں نے سمبوتو راہی سے تھوڑی بہت ذہنی لاپٹے کی مشق کی ہے۔“

”تھوڑی بہت نہیں، میرا خیال ہے بہت زیادہ۔ بہر حال غزالی تم بہت اچھے ہونے سے جس طرح فوجے جنگ کی اور میرے جھنڈے سے نکل گئے، میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ مگر میں ذرا مختلف قسم کا آدمی ہوں، عموماً میرے شاہپ کے لوگ

استقامت شدلوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں ہر اس شخص کی قدر کرتا ہوں، تو ذرا غلطی ملامتوں کا مالک ہوتا ہے۔ یہی تعصبات بعد میں بتائی جا رہی تھی۔ فی الحال میں ان تینوں سامونوں کو حاصل کرنے کا انتظام کروں گا۔“

”میرے خیال میں مارتھن ایسٹرو، تم اپنی ان کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکو گے۔“

”وہ اس کا فیصلہ بہت جلد ہو جائے گا۔ اب مجھے فوراً یہ بتا دو کہ میرے لیے تیس دنوں کا لوگ کہاں پھیرے ہوئے ہیں؟“

”سورسکا اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔“

”چلو خیر کوئی بات نہیں ہے، اگر مارتھن ایسٹرو تین سامونوں کو تلاش کر کے تو میرے تسلیم میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اب تم آگے کر ڈوشن غزالی، میں نے تمہاری آگے گاہ کے لیے معقول بندوبست کر دیا ہے۔“

”مطلب یہ کہ تم مجھے قید کرنا چاہتے ہو؟“

”وقتی الحال قید کی، اس وقت تک جب تک میرے اور تمہارے درمیان لہجہ معاملات نہ ہو جائیں، مارتھن ایسٹرو نے کہا۔ اور اس کے بعد اپنی کرسی پر بیٹھ بیٹھنے اس نے ایک مٹھی دیا، اور اس کے نزدیک ہی دیوار میں لگا ہوا تھا۔ اندر داخل ہونے والا ڈیڑھی باغیچہ تھا۔“

”میرے غزالی کو ان کی آرام گاہ میں پہنچا دو۔“

یہ آرام گاہ نیز زمین سے فاصلہ تھی۔ میں اسے داخل ہونے کے بعد میں نے اندازہ کیا کہ اس تہ خانے سے فرار ممکن نہیں ہے۔ میڈو لینا کا یہ پڑنا لگتا جیسے کون کون سے لڑلوں کا کیمپ تھا، اور یہاں سے مارتھن ایسٹرو نے کہاں داخل ہوئے بعد کیا کیا کارروائیاں کر ڈی تھیں۔ اندازہ لینے کی حیثیت سے غمخو اس نے بھی یہاں خیر سزا گزارنے تھے۔ جتنا نہیں اس سے قبل نادر میڈو لینو کی کابلہ لہجہ تھی۔ غمخو اس نے نہیں ہلا کر دیا یا نادر کھل بہ طور ان کی جگہ حاصل کرنے کے لیے غمخو اس کی کچھ تھوڑی بہت جود بند کرنا پڑی ہوگی۔

تہ خانے میں آرام دہ سہری بھی ہوئی تھی۔ اور میرے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اس سہری پر لیٹ کر اپنے دماغ کو آزاد چھوڑ دوں۔ تہ خانے کا جائزہ لینے کے بعد لہجہ اندازہ تو خیر ہو چکا تھا کہ مارتھن ایسٹرو یہاں سے پوری طرح غصیلانگہا ہے۔ اور میرا لیکن ممکن نہیں ہوگا۔ ماضی کی یادیں زمین میں ایک اووم جمانے تکیں، واقعات یاد آنے لگے۔ اپنے بارے میں اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ غزالی ہر طور پر سامونوں سے مجھے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ اور میں ذہنی طور پر یہ سوچ ہی نہیں سکتا

کہ کسی بھی مرحلے پر ان سے انحراف کروں۔ سخت اور مشکل ترین حالات میں بھی میرے ذہن میں یہ خیال بظاہر نہیں بگڑتا تھا کہ میں ان تمام جھگڑوں سے آزاد ہو کر جیسا دنیا میں لوہیں بیچ جاؤں۔ اپنی اس دنیا میں جہاں میں ہے۔ یہ لگتا تھا کہ میں زندگی بے درد اور زندگی کی ساتھی تو میرے ہے۔

ان خیالات سے بھگت سہارا حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنی ذہنی قوتوں کا سہارا لیا۔ اور اس کے بعد سمیٹا ہوا ڈوش کاربو اور بیوس کے بارے میں سوچنے لگا۔ بلاشبہ مارٹن ایسٹرو ان لوگوں کو آسانی سے تلو میں گسے گا۔ اگر سمیٹا ہوا ٹنگ ہونا کی تو اس کے نتائج بہتر نہیں ہوں گے۔ جی چاہا تو میں طور پر اسے ان حالات سے آگاہ کر دوں۔ لیکن اس کے بعد اس کے بعد کیا ہو گا وہ اسیکم جی میں نے خود ہی بتائی تھی، نکل، ہو جانے گی۔ کیا انگر کسی بھی صورت میں مارٹن ایسٹرو نے مجھے کوئی مشیت ذی قوتی نے فوراً قبول کر لوں گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نکال رہی ہے مارٹن ایسٹرو کے ساتھ کہہ کر انہوں نے تھوڑا سا کپا تو ہل سکتا ہے اور تھوڑا سا کے حصول کے بعد آئندہ کے بارے میں سوچا جائے گا کہ کیا کیا جائے۔ بیوس وغیرہ مارٹن ایسٹرو کے قبضے میں جائیں تو بیوس ہی ہوگا۔ ہم لوگ ایک ہی جگہ جمع ہو کر کوئی کارروائی آسانی سے کر سکتے ہیں

تہ خانے میں نہانے کتنا وقت لگتا۔ اور نہانے میں وہی کون کون سے جہازوں کی سبب کتنا رعبہ، وقت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا، لیکن مجھ میری کوئی کئے۔ مصلحت میرے ساتھ سمیٹا ہوا ڈوش کاربو اور بیوس تہ خانے میں پہنچا رہے گئے۔ ماہیں لانے والا ایڈری پائپر نہیں تھا، جو کسی نظر کر رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر پیوٹری بندھی ہوئی تھی، اور اس کی آنکھوں میں تو خفاک تازا تھا۔ سمیٹا ہوا ڈوش کاربو اور بیوس ریلنا ہر ٹھیک ٹھاک تھے لیکن کوئی کچھ اٹھنے سے نظر آ رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ بری طرح چونک پڑے۔ ایڈری پائپر لوہیں چلا گیا تھا۔ سب سے پہلے میں نے سمیٹا ہوا اور دوسرے لوگوں کو بوزوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ میں جانتا تھا کہ تہ خانے میں مارٹن ایسٹرو نے وہ تمام انتظامات کر رکھے ہوں گے جن سے ذریعے ہماری گفتگو سنی جا سکے۔ پہلے ہی میں اس کی ایک ایسی ہی کوشش دیکھ کر چکا تھا سمیٹا ہوا شایہ کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔ لیکن ڈوش کاربو اس کی نسبت ذہین تھی اس نے سمیٹا ہوا کے کانوں سے مزاح کا کواہر نہ سرگوشی کی "خاموش رہنا بہتر ہے" میں نے ان تینوں کو گھورتے ہوئے پوچھا: "تو تم بہت

ایڈری پائپر کی گھبراہٹ تھا، اس نے مجھے ایک دم بوزوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا، اور پھر ہاتھ کے اشارے سے اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا۔ سمیٹا ہوا ڈوش کاربو کی بند سرب ہے تھی۔ ہم پریشان سے انداز میں ایڈری پائپر کے پیچھے چل پڑا۔ اور وہ بے ترخانے سے باہر نکلا لیا۔

بازر نکلتے ہی اس نے کہا: "مشرقی ابراہم کسی قسم کی کوئی حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا، اس وقت حالات مختلف ہیں۔ مشرماٹن ایسٹرو ناشتے کی مینز پر تھلا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے درمیان کوئی بہت ہی عمدہ گفتگو ہونے والی ہے۔ براہ کرم جلد باز کر کے کام مت لینا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ایڈری پائپر نے مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ جہاں مارٹن ایسٹرو ایک برسی میز کے گرد بیٹھا ہوا تھا، اس نے انجلی سے غسل خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "پانی پہلا ٹری میں تو نہیں آتا، لیکن اس کے لیے معقول انتظام کر دیا گیا ہے۔ منہ ہاتھ دھو لو اور اس کے بعد میرے ساتھ ناشتا کرو۔ پائپر جو مجھے کبھی پہلا کس پٹیل کر دیتا میں خاموشی سے اس غسل خانے کی جانب بڑھ گیا، جو انتہائی بوسیدہ اور کوئی سمیٹا ہوا مالت میں تھا۔ اندازیک بڑے برتن میں پانی بھرا ہوا تھا، پھوپھوٹن ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھونے کے بعد میں باہر آیا۔ مارٹن ایسٹرو نے میرے لیے کافی کی پہلی بنائی تھی۔ وہ آہستہ سے میرے سامنے سر کاٹا ہوا لالٹا سب سے پہلے کافی پر۔ تاکہ زندگی کسل دور ہو جائے لالہ رہے بے سکون رہے۔ وہ نے "ایک ٹی کے لیے میں نے کافی کے بارے میں سوچا، اور مارٹن ایسٹرو میں پڑا نہیں، ایک کافی بالکل ٹھیک ہے۔ نہیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔" اس شاہر شخص کے بارے میں مجھے اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا۔ بہر حال اب جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے کافی کے چھوٹے چھوٹے ٹھونڈے بنا شروع کر دیے۔ مارٹن ایسٹرو بھی اپنے سامنے رکھی ہوئی کافی پینے لگا تھا۔ اس کے بعد ناشتے کے دوسرے لوازمات وہ میرے سامنے رکھتا ہوا اور میں نے بیٹ کر ناشتا کرنے میں کوئی تکلف نہ کیا۔ مارٹن ایسٹرو بھی خاموشی سے میرے ساتھ معروف تھا۔ ناشتے کے دوران اس نے اور کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ چہرے میں کافی کی اور دوسری پیمالی بنائی۔ اور اپنے سامنے رکھی۔ مارٹن ایسٹرو نے حسب سے سگریٹ کا ایک کھان لگا کر ایک سگریٹ سلگا لیا تھا۔ بالذکر غزل اللہ اب تک ہے کام کی کوئی گفتگو نہ چاہتا ہوں۔ کیا تم یہ سیکرڈ کر کے؟

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے تنظیم کے ممبروں کے ذریعے تمہارے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی تھیں۔ اور میرا خیال ہے ان کی فراہم کردہ تفصیلات غلط نہیں ہیں۔ لیکن کچھ حالات میرے ذہن میں آگئے ہیں۔"

"کیا اس پر بیسٹرو؟" میں نے سوال کیا۔
"وہ ایک اچھے دوست نہ گھرنے کے فرد ہو۔ کچھ لوگوں کی بے اعتنائی کے سبب تم نے بنا گھر چھوڑ دیا۔ اور پھر اس شخص کے ہاں ملازم ہو گئے جس کا نام تم نے شایرین بتایا تھا۔ یہ ملازمت کیا حیثیت رکھتی تھی۔ اور مستقبل کے لیے تمہارے ذہن میں کیا پروگرام تھے۔ یہ کیا ان کی کوئی تفصیل بتا سکتے ہو؟"

"کوئی خاص تفصیل نہیں۔ مجھے سہلا اور کتا تھا۔ اس وقت ٹوٹا ہوا تھا۔ مشرمن کا بیٹا میں میرا دوست تھا۔ اس نے دوستی کے سارے رشتے نبھائے۔ اور عارضی طور پر مجھے اپنے ہی مکان میں جگہ دیدی۔"

"چہرہ ان معاملات کی جانب کیسے راضی ہوئے؟"
"لوٹھے گوئین کی وجہ سے گوئین اس وقت مشرمن ہی کے پاس تھا۔"

"کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں مشرمن کی طرف ایک شخص کی آمد تہانے کے لیے یا کسی کے ذریعہ معاملات میں اس کی آمد کرنے کے لیے تمہارے اتنے غلط ہوں گے؟"

"تم نے بہت جلائی ہے وہ سوال کر ڈالا ہے۔ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے سے میں اپنے ذہن ہی گمہ کھانا چاہتا تھا۔ بہر حال تم مت پوچھنا

مجھے بے سنی ہی ہوگا۔ کیونکہ جس قدر معلومات تم نے حاصل کی ہیں وہ میرے لیے حیران کن ہیں۔ شایہ تمہیں اس بات کا علم ہی ہو کہ پوٹھے گوئین کے نام کے ساتھ ایک اور چیز بھی وابستہ تھی، ملی کے کسی گم علاقے کا ایک آئینہ خزانہ، جس کے بارے میں سنا گیا تھا کہ ریڈیو نامی کوئی عورت اسے لے آئی ہے اور گوئین کے بارے میں مشرمن نے مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ ریڈیو کا سامنی ہے۔ مشرمن نے مجھے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ہم اس سلسلے میں کچھ مناسب معلومات حاصل کر سکتے تو ان میں سے موٹ سوراٹ کا وہ خزانہ خود ٹرا بہت بھارتی ہے۔ میں بھی آجائے؟"

مارٹن ایسٹرو میں پڑا۔
"کیوں اس میں ہینے کی کیا بات ہے۔" میں نے پوچھا۔
"وہاں یہ تمام کہانیاں میں سے بھی سنی تھیں۔ اور اگر عام علاقہ ہوئے تو شاید میں بھی ان ہی راستوں پر چل پڑتا۔" وہ نے ایک پلے پلے نام کی حیثیت رکھتی ہے۔ پوٹھے گوئین سے اس کا کیا تعلق ہے اس کے بارے میں صرف ایک جملہ بتا سکتی ہے کہ اگر ریڈیو کا

ڈوش کاربو نے چونک کر مجھے دیکھا اور آہستہ سے "جب اپنے بناؤ سنی پر آمادہ ہو جاؤ گے تو انسان کیسے غصہ سکتا ہے؟"
"میں نہیں جھا،" میں نے ڈوش کاربو کی زبان سے یہ بزرگ کہا۔

"ہم لوگوں کی مشاندگی کا ذریعہ کون بنا ستر غزالی؟"
"میں مجبور تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔" لیکن تم تنہا ہی کسی کی جانب کیوں دوڑ چکے تھے؟ ہم لوگ کتنا ملتا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔
"اگر تم لوگ ساتھ بھی دیتے تو کیا ہوتا۔ مارٹن ایسٹرو کمزور انسان نہیں ہے۔ اور بیوس انجی طرح جانتا ہے کہ اس تعلق ایک بہت بڑی کڑی گناہ نشین ہے۔"
"تاہم میں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے مشرمن غزالی کی تمہارے درمیان اجنبی ہو سکتی کہ انہیں اتنا بھی بتا دے کہ اب ہمارا فیصلہ کیا ہے۔"

"حفاظت کی باتیں کر رہی ہو تم۔ تیدیوں کے فیصلے؟" میرا کام نہیں ہے۔ میں خود بھی ایک تیدی کی حیثیت رکھتا ہوں۔ لیکن میں تم پر اعتبار نہیں کر سکتی۔ سو کہ مشرمن غزالی اور تمہاری وجہ سے ہمیں ان لوگوں کے قبضے میں آنا پڑا ہے اور ہمارے ساتھ نہانے کیا سلوک کیا جائے؟"

"میں اس سلسلے میں مزید کیا کر سکتا ہوں من صاحب۔ بیوہ دار یاں میرے سپرد کی تھیں۔ میں نے اپنے طور پر پورا کیا لیکن تمام حالات میرے علم میں تو نہیں تھے۔ اور میں لائن کا آدمی بھی نہیں ہوں تم لوگوں سے مددرت چاہتا ہوں میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکا لیکن اس سے زیادہ کچھ میرے بس میں نہیں تھا۔"

سمیٹا ہوا ڈوش کاربو جس حیرت سے میری گفتگو کر رہے تھے انہوں نے پوٹھے گوئین کی کوشش نہیں کی تھی۔ ڈوش کاربو نے نوبت ہو انداز میں ہونٹ سکڑے۔ اور چہرہ پر گوشے میں مانتھی۔ لیکن سے اصل گفتگو کرنے کے لیے بے چین تھی۔ میں نے اشارہ اشاروں میں اسے سمجھا دیا کہ اس وقت مزید کوئی گفتگو نہیں کی سکتی۔

بہت وقت گزر گیا یہاں میں رات ہو گئی تھی مانتھی والی تھی۔ وہیں نیند آگئی۔ ڈوش کاربو سمیٹا ہوا اور ایک گوشے میں لیٹ گئے اور میں سہری بزدل ہو گیا۔ پھر نیند آگئی اور اس وقت نہانے کیا لالہ ہوا تھا، جب کسی شایہ جھنڈا رکھے بلایا اور میں نے چونک کر آنکھیں کھول

کوئی وجود ہے تو پھر وہ ساموں ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ میں نہیں بت چکا ہوں کہ ساموں کا سفر ہونے والے دنیا کے مختلف حصوں میں ہو چکے ہیں۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی۔ بڑی عجیب و غریب خصوصیات کے حامل ہیں۔ بلکہ ہماری دنیا کے انسانوں سے بالکل مختلف۔ لیکن ہمیں ان تمام چیزوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ تنظیم کے مقاصد ایک اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں۔ اور تمام خزانے انسانی جذبات کے سامنے بے بس ہوتے ہیں۔ کیا تم۔

اس بات سے اختلاف کرتے ہو مگر غزالی؟

”نہیں ماثرن ایسٹرو میں اس سلسلے میں آپ سے متفق ہوں، میں نے متاثر نہیں کیا۔

”دوست بے شک انسانی زندگی کے لیے انتہائی ضروری شے ہے، اور میں اس کے حصول کی کوششوں سے متعلق نہیں رکھتا لیکن مومنوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم کو نہایت عقلمند بنا نہیں ہے، ساموں اپنی ایک سیاست رکھتے ہیں، وہاں بھی اقتدار کا کھیل جاری ہے۔ کچھ سخت خوردہ ہیں اور کچھ نفع مند۔ جو نفع مند ہیں، وہ اپنی نفع برقرار رکھنے کے خواہاں ہیں، تو پھر ساموں کو دلچسپی کے نام سے جو خزانہ دستیاب کیا گیا ہے وہ صرف ایک روایتی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کا کوئی وجود نہیں ہے، لیکن یہ بھی ساموں کا کوئی کھیل ہو اور ہماری تمام کوششوں کے باوجود اس کا کوئی نتیجہ نہ مل سکے، یہ مندرجہ لوگ بھی بچا ہونا چاہتے ہیں، تاکہ انہی دنیا کا سفر کر سکیں، اور اس کے لیے وہ مختلف ذرائع سے کوششیں کر رہے ہیں، ڈیپیز غزالی تنظیم اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اربوں۔ روپے خرچ کر رہی ہے اور کام کے لوگوں کو ان کا پسند کے مطابق معاوضے ادا کیے جاتے ہیں۔

لوگوں کی مالیت زیادہ سے زیادہ کیا جاسکتی ہے۔ اگر کوئی اس بھگتے سے نکال کر مارا یا کسی اور ایسی چیز پر اصرار نہ کرنے کی پیش کش کے ایک معقول معاوضہ دینے کا وعدہ کیا جائے تو کیا تنظیم کے لیے کچھ دنوں کام کر سکتے ہو؟ ماثرن ایسٹرو نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے چونک کر کہا، ادا کیا اور پھر بھی کسی مسئلہ کے ساتھ بولا، میں، میں بھلا اتنی بڑی تنظیم کے لیے کیا کام کر سکتا ہوں؟ میں نے سوال کیا۔

”نہیں مگر غزالی، بعض اوقات کوئی بہت چھٹی کا چیز بڑی اہمیت کی حامل بن جاتا ہے، تم میں ساموں کی کسی صفات ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کچھ ساموں

تم پھر دیکھو کہ تم نے تم اس سلسلے میں تنظیم کے لیے آنتاؤ کارڈ ثابت ہو سکتے ہو جو تنظیم ساموں کے مفادات سے دلچسپی نہیں رکھتے بلکہ ان کے پس پر وہ تمہارا اپنا مفاد ہے۔ میں تم سے کھلی کر یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو تمہارے تم نے ساموں سے وابستہ کر رکھا ہے، میں تنظیم کی معرفت تمہارے لیے، کا حصول آسان بنا سکتا ہوں“

میں پھر خیال لگا ہوں سے ماثرن ایسٹرو کو دیکھتا رہا۔

اس نے کہا، ”ماں مرغزالی، ہمارے منہ کا اہم حصہ ان معزور ساموں کو بھی کر کے ان ساموں کے حوالے کرنا ہے جو ان وقت ساموں کا پر عمل ہیں، اور اس کے عزم میں ساموں کا میں اپنا بھگدو اور قائم کرنے کی اجازت مل جائے گی، چن چن اگر تمہارے ذریعے دنیا کے مختلف گوشوں میں بکھرے ہوئے ساموں بھی ہو سکیں تو معاوضے کے لیے میں تمہیں ایک کروڑ ڈالر کی پیشکش کرتا ہوں۔ یہ وہ رقم ہے جو میں تمہیں اپنے اختیارات کے تحت پیش کر رہا ہوں اور یہ پورے تمام ایڈوانس کے طور پر تمہارے وطن میں تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کرانی کیا جاسکتی ہے۔ یا پھر اس کے بارے میں جو کچھ بھی تم چاہو تنظیم اگر اپنے عظیم تر مفادات میں تمہاری خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس رقم میں کچھ اضافہ کرنا چاہے گی، تو میں اس کی بے زور رعایت کر دوں گا تمہاری کسی کے لیے تمہارے اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم کے کاغذات تمہیں پیش کر دیے جائیں گے۔ اور اس کے بعد تم ہمارے لیے کام کا آغاز کرو گے“

اس وقت صرف خدیوہورت اداکاری ہی میرے آئندہ اقدامات کا راستہ متعین کر سکتی تھی۔ میں اس طرح ساکت ہو گیا تھا جیسے میری حرکت قلب ہی بند ہو چکی ہو۔ میری جی بھی ڈھیلا آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار تھے اور یہ کیفیت ایک لاپرواہی شخص کے لیے ہرگز اچھی نہیں۔ مشکل تمام میں نے اپنے آپ پر قابو پایا اور کھڑے ہوئے لیکن میں بولا، ”اگر سب کچھ تمہارے ہو ماثرن ایسٹرو تو میرا خیال ہے کوئی آج تم سے حق تلفی بھی اس حسین پیش کش کو نہیں ٹھکرائے گا۔ میں تم سے پہلے بھی چکا ہوں بلکہ تم خود میرے بارے میں جانتے ہو کہ میری جائیداد کے سلسلے میں میرے بھائیوں نے بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ تمام جائیداد اپنے قبضے میں کر لی اور مجھے اس سے محروم کر دیا۔ اگر وہ بڑے بھائیوں کی حیثیت سے تمام جائیداد کو اپنے قبضے میں لے کر مجھ سے صرف اس محبت کا سلوک کرتے جو بھائیوں کو بھائیوں سے ہوتی ہے تو شاید

مجھے کا تصور بھی میرے ذہن میں نہ اٹھتا لیکن انہوں نے مجھے اسے سنانے کا فیصلہ کیا اور میں نے خود ہی ان کے سامنے پھر ڈھکڑیا اور اسے جلیج کے ساتھ لکھ کر ایک دن میں خود ایک لٹمنڈ آدی کی حیثیت سے ان کے سامنے آؤں گا۔

”ان حالات میں تم مجھ سے ہمارے ماثرن ایسٹرو کہ میرا حق کیا ہو سکتا ہے اور اگر اس منہ کی تکمیل میں تم اس طرح میرے ساتھ بن سکتے ہو تو پھر وہ لوگوں کی وجہ ہو سکتی ہے جو مجھے تمہارا ساتھ دینے سے روکے۔“

”ہاں، لیکن کوئی نہیں بشرطیکہ تم فیوض سے میرے ساتھ چلا کر نہ پڑا آدھ ہو“

”نہاں میں صرف وہیل سے کام لوں گا، مگر ماثرن ایسٹرو۔ میں تم سے بالکل خلع نہیں ہوں لیکن اپنے آپ کے منہ مند نہیں ہوتا، بلاشبہ وہیل کا خزانہ ایک بڑی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ تمام ساموں بچنا نہ ہو جائیں۔ اور اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ خزانے کی یہ کامیابی صرف ان لوگوں کے ذہن کی اختراع ہو اور اس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ ایسے حالات میں جب کہ کسی خزانے کا وجود ہی نہیں ہوگا تو میں ان لوگوں کا کیا بگاڑ سکتا ہوں، اسوائے کف افسوس ملنے کے اس کے بغیر میں ایک ایسے مقصد کے تحت کام کرنا پسند کر دوں گا جو میری نگاہوں کے سامنے ہو“

”ایک مقلند آدی کو بلاشبہ ایسا ہی کرنا چاہیے، ماثرن ایسٹرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ان شرطوں میں آپ کے لیے خلوص دل سے کام کرنے کے لیے تیار ہوں مگر ماثرن ایسٹرو، میں نے پورا اعتماد بھیجے میں جواب دیا۔

ماثرن ایسٹرو مسکانے لگا۔ پھر بولا۔

”اس نظم پر ایک ٹیشن میں غزالی پر میری طرف سے مبارک باد بھجوں کر دو۔ ابھی میں تمہیں تمہارے کام کے بارے میں تفصیلات نہیں بتا سکتا لیکن تم خود صورت حال کو کسی حد تک سمجھ چکے ہو گے، ہمارا تعلق اسی زمین سے ہے جب کہ ساموں خود دو دنوں گزر رہے ہیں اس کے گرد کے ہوں ہم سے مختلف ہیں، ہمیں دوسرے گرد کے ذہنی ایلوں کو بھی دیکھنا ہے“

”میں سمجھا ہوں مگر ایسٹرو۔ آپ ان لوگوں سے بھی واقف رہنا چاہتے ہیں جن کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں؟ میں نے کہا۔

”سو فیوض اس سے پسے جمائے پاس ان کے ذہنوں میں بھانکنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس سے تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تم ہمارے لیے کس اہمیت کے حامل ہو۔ میں پانچیر کے ذریعہ تمہیں ایک نئی باتیں گا کہ میں متقل کر رہا ہوں اب تمہیں وہیں آکر کم کرنا چاہیگا، پھر ماثرن ایسٹرو نے یہ نشست ختم کر دی۔

میں نے نئی باتیں گا وہ میڈیا سٹاٹس ایک حسین جگہ

اس جگہ میں ہی ملازمت گناہ کے ملنے لگی۔ گناہ ایک نوجوان اور پرکشش عورت تھی جسے یہ بڑے گناہ کا بہت چھٹی رہتی تھی۔

”ہر چند ہمارا یہ مانات کا ذہنی نوعیت کی سب سے مگر غزالی لیکن معزوری تو نہیں ہے کہ ہم کارہاں رہیں۔ آپ مجھے درست تصور کر سکتے ہیں اور دوسروں سے یہ ضرورت بیان کی جاسکتی ہے“

”میں آپ سے یہ ضرورت بیان کر دوں گا میں گناہ“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسی ہی باتیں گا وہ میں میری پہلی رات عجیب و غریب احساسات کی حامل تھی۔ میں جانتا تھا کہ اس سے قبل میں کبھی ایسے خطرناک حالات سے دوچار نہیں ہوا ہوں۔ ماثرن ایسٹرو کے ساتھ دوسرے گرد کے ساموں موجود تھے۔ اور وہ ہر طرح کے ذہنی تبادلوں سے واقف ہو سکتے تھے۔ اس لیے ذہن کے دروازے بند رکھنے ہوں گے تاکہ کوئی ان دروازوں سے اندر داخل ہو سکے۔ میں جانتا تھا کہ اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہے۔ سمجھتا ہوں کہ جو کچھ ممکن تھا اور حقیقت میں نے کی تھی اب ان کے استعمال کا وقت آیا تھا۔ چنانچہ آدھی رات کے بعد

میں نے مراقبہ شروع کر دیا اور صبح تک اپنے ذہن کے ان خانوں کو بند کرنے میں معزور رہا میں کوئی اجنبی ذہن داخل ہو سکتا تھا۔ اب کوئی ساموں میری مرضی کے خلاف میرے ذہن تک رسائی نہیں مل کر سکتا تھا بال، جسے میں خود بخوبی ایسٹرو کی اجازت دونوں اسے مشکل نہ ہوتی۔

اس کارروائی کے بعد میں نے اپنے خوف کا سبب مرعوب کر لیا تھا۔ اب اگر کوئی ساموں خلاف مجھ پر آتا تو میرے ذہن کو بے پروا شدہ خیالات کو پہنچنے کی کوشش کرنا تو اسے کابلی نہیں حاصل ہو سکتی تھی، جب تک کہ میں اسے اپنے ذہن میں آنے کی اجازت نہ دیتا۔

گناہ ایک اچھی میزبان تھی۔ اس نے مجھے ایک

لحے کے لیے بھی تندر کا شکار ہوئے۔ چار دو دنوں نے میری
 کی مچھلی کی اس طرح چاند لگ گئے۔ پانچوں رات مجھے اپنے
 ذہن میں الام بپتا محسوس ہوا اور میں نے خود سے مخاطب ہونے
 والے کو اجازت دے دی۔ آواز سمیٹو تو را کی تھی۔
 ”تم کہاں ہو کسی تم کسی معیت میں گرفتار ہو۔ ہم تمہارے لیے
 سخت سے معین ہیں شدید انتظار کے بعد بحال تہ سمیٹو رہی تم
 سے رابطہ قائم کرنا چاہتا“
 ”نہاں سمیٹو تو را۔ میں کچھ ایسے حالات کا شکار ہو گیا ہوں

جن سے فرار میرے لینے نہیں ہے۔ اس سے قبل جس طرح
 مجھے مجھ سے ہر چلتا میں نے تمہارا ساتھ دیا لیکن موجودہ حالت میر
 لیے ناگزیر ہیں اور شاید اب میرا پناہ فریڈلیم رکوں“
 ”کیا مطلب“ سمیٹو تو را نے حیرت سے کہا
 ”انہوں نے گھنٹن کی تلاش میں اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا
 دینے میں اس کی ذمہ داری صرف تم پر عائد ہوتی تھی تمہارے
 ساتھ تھا اور تمہیں اس کی حفاظت کرنی تھی اگر تم اسے کھو بیٹھے تو اس
 میں میرا اقتدار تو نہیں ہے باقی دوسرے جن سالوں کی تلاش
 کا معاملہ تھا تو میں مہلما اس میں تمہاری کراہد کر سکتا تھا میری ذہن
 بچ اس سے زیادہ نہیں تھی سمیٹو تو را میں تم سے معذرت چاہتا
 ہوں۔“

سمیٹو تو را کی آواز بند ہو گئی تھی۔ میں نے اسے اپنے
 طور پر ایک غصے پیغام دیا تھا کہ حالت کچھ بھی ہوں وہ گھنٹن کو را
 رکے۔ اگر سمیٹو تو را اس پیغام کو نہ سمجھ سکے تو را اس کی بدلتی ہو
 گی پھر میں نے خود ہی اسے مخاطب کیا ”تم خاموش کیوں ہو گئے
 سمیٹو تو را۔“

”سوچ رہا تھا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا سچ ہے۔ ہم نے
 تم پر ہیبت، اعتماد کی تھا اور میں توقع نہیں تھی کہ کسی مرحلے پر تم
 اس طرح ہمارا ساتھ چھوڑ دو گے۔“

میرے ہوشوں پر سکاہٹ پھیل گئی۔ اس کا مقصد تھا
 کہ سمیٹو تو را نے صورت حال کی نزاکت کھلی ہے۔ میں نے فوراً کہا مجھے
 بتاؤ سمیٹو تو را میں کیا کروں۔ میں تم کو کون کے بارے میں کچھ
 نہیں تو نہیں جانتا۔ تم نے مجھے صرف آواز کا ہتار کہا سنا اور کسی
 بات کو جانے بغیر میں انہوں کی مانند گمے بڑھتا رہتا ہوں
 من صاحب شاید خود بھی تم لوگوں کی اہلیت سے واقف نہیں تھے
 تمہیں ہم سب کو دعوے میں رکھا ہے ہمد کی سمیٹو تو را جو کچھ کہنا ہے
 تمہیں خود کرنا ہے لیکن ہے میں ہندوستان واپس چلا جاؤں میں
 صرف من صاحب کو جواب دہ ہوں۔“
 ”لیکن تم کو گھنٹن کی تلاش میں تو نہیں ہماری مدد کرنی

چاہیے۔ سمیٹو تو را نے کہا۔
 ”کس طرح۔ کیا اس قید کے عالم میں محسوس ہو رہا ہے تمہارے
 میں آزاد پھر پاؤں۔ اگر یہ سوچ رہے ہو تو یہ سوچ محنت
 اس وقت بھی سیر ساملا بند کتوں سے جکڑا ہوا ہے اور میں
 بے بس ہوں۔ اس سے زیادہ غفلت میں ہوں نہیں لے سکر
 سمیٹو تو را تمہارا اس کے سلسلے میں اگر تمہیں نہیں تھے تو کم
 لیے کیوں گے بڑھ چکا ہے نہیں ذمہ سمیٹو تو را۔ اب جو کچھ کر سکتے ہو
 ہی کرو میں تم سے شرف مند ہوں۔“

”تم شاید ملٹن ایسٹرو سے خوفزدہ ہو گئے ہو۔“
 ”ہاں۔ میں کہتا ہوں کہ میں مجرم کی دنیا کا انسان ہوں تو میر
 مجھے زندگی بھاننا ہی مشکل لگ رہا ہے۔ میں اس سے درخوار
 کروں گا کہ وہ مجھے معاف کر دے دیکھتا ہے کہ کیا ہوتا ہے ہر
 اس معیبت کے ذمہ دار تم لوگ ہو۔ صرف تم لوگ۔ میں نے
 تھی سے کہا۔
 ”لیکن مزاجی۔“

”سوری سمیٹو تو را۔ مجھے تو تم سے کہنا تھا میں نے کہہ دیا
 اس کے بعد براہ کرم مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش مت کر
 میں نے رابطہ قائم کرنا۔“

مجھے نہیں گھٹا کہہ ڈگم گھنٹن کے سلسلے کو سامنے رکھتے
 ہوئے سمیٹو تو را ڈوین کار اور ایسٹرو میں یہ فیصلہ کرنے میں فرد
 کامیاب ہو جاؤں گے کہ یہ گفتگو معلوم تھی۔ اگر لیسانہ سمیٹو تو را
 بدست ہی کہا جاسکتا تھا جہاں تک میرا مسئلہ تھا تو میں تو دلچسپی
 عظیم انسان فزائے ستر کا تھا جو میری دسترس سے دور نہیں
 سالوں کے اس مسئلہ کو وہ کہ سن کر کھل کر لایں نے پناہ سن
 لیا تھا اور اس کے لیے جان کی بازی لگادی تھی۔ فیصلے پار بار
 بدست در ذمہ فیصلے ہیں ہوتے اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا۔

دوسرے ہی دن مارٹن ایسٹرو نے مجھے ملاقات
 کی اور ہیبت پرستیک انداز میں مجھ سے ملا۔ ”میں نے تمہارے سنا
 کی پیشگی اور تنگی کے سلسلے میں کا رڈن ٹیکل کی ہے۔ مزاجی ہیبت
 نہیں وہ کا نڈت مل جائیں گے۔ تم کو دوسرے تم ایک کروڑوں
 مالک ہو گے۔“

”اس کے لیے پیشگی تنگی بھی قبول کر مائے سٹریٹ
 کسی گڈ رہی ہے۔ گانا ایک پرکشش اور بھولہ روٹ۔
 اور اسے بدایت کر دئی ہے کہ۔
 ”وہ ایک اچھی میزبان ہے لیکن انہوں میں مشرقی ہونا
 نے سکواتے ہوئے کہا۔
 ”اوہ۔ اچھا تمہاری مرضی۔ وہ دل میں جہاں سے جا رہا ہوں

میں کچھ وقت لگ جائے گا۔ میٹو نہ سہا بہت چھوٹی سی جگہ ہے تم اگر
 چاہو تو میں انداز میں تمہارے تہا کا مندرجہ ذیل کرتا ہوں۔“
 ”الٹا پر ضرورت محسوس کرتے ہیں تو جو مناسب سمجھیں ورنہ یہ
 مجھ زیادہ سیکوں ہے اور شہری جگہ میں تو میں ساری زندگی اپنی گزارتا
 رہا ہوں شہر سے دور ہے کہ یہاں قیام مجھے پسند ہے۔“
 ”تو تم سے یہاں رہو کم از کم اس وقت تک جب تک تمہارے
 سپرد کوئی ذمہ داری نہ کر دی جائے۔ ہاں ان قیدیوں سے تو نہیں کوئی
 کام نہیں ہے امیرا مطلب ہے ان سے ملاقات تو نہیں کرنا چاہتے

اگر تم ان سے ملتا چاہو تو میں اپنی پانچ پرکریا کر دوں کہ ان
 سے تمہاری ملاقات کروا دے میرا مطلب کچھ رہے ہو گے، اگر
 تم چاہو تو انہیں اپنی کسی چھوٹی سی اطلاع دے سکتے ہو ان سے کہہ
 سکتے ہو کہ ان حالات میں تم مہلن ہو گے ہوا دراب ان کے لیے
 کچھ نہیں کر سکتے۔“

نہیں سسر مارٹن ایسٹرو۔ جب میں ان کے راستے سے
 ہٹ گیا تو چہرہ ان کا سامنا بھی نہیں کرنا چاہتا وہ اپنے دل
 چھپو گئی سوچیں، سوچتے رہیں میں نے حکمت عملی سے کام لے کر کہا
 اور مارٹن ایسٹرو کو روک دینے لگا، پھر اس نے مجھ سے یہی گفتگو
 کی اور اس کے بعد چلا گیا۔

میں خاموشی سے آنے والے حالات کے بارے میں
 سوچنے لگا، ہیبت سے خیالات ذہن میں تھے، لیکن پاؤں لگ
 گئے تھے کوئی ایسا شخص میرا ایک منہ میں نہیں آیا تھا جو ملے ہو
 اور جس کے ذریعے میں قدم آگے بڑھا سکتا تھا اعلیٰ کو ہم سب
 ہی معیبت میں پھنس گئے تھے۔ مارٹن ایسٹرو اور اس کے
 تنظیم ساموئل کو قابو کرنے میں کوشاں تھی اور بلٹا ہر لوں سٹریٹس
 ہورہا تھا جیسے یہ لوگ اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیو س،
 تھو سا۔ اور جین نماں منیت کے حامل تھے۔ وطنی نے
 سڑکوں کے جو نام بتائے تھے، ان میں جین افراد تو یہی تھے
 باقی دورہ گئے تھے لیکن گاٹی ماور وکی میں۔ پتہ نہیں ان سے کسی
 کو رابطہ قائم ہوا تھا یا یہ ابھی تک جینڈر میں تھے یہ اندازہ میں
 نہیں ہو سکتا تھا کہ تو مارٹن ایسٹرو کو بھی ان کے بارے میں
 معلوم ہے یا نہیں، ہر طور پر جین افراد میرے سلسلے کے تھے
 اگر ایسی کا تحفظ ہو سکے، تو بڑی بات تھی، اس سے آگے میں وطنی
 سے معذرت بھی کر سکتا تھا، تمام زندگی اس رنگ سے میں تو
 طرح نہیں کی جاسکتی تھی۔ تھو سا کے ساتھ میں ساموئل اور
 بہت بڑا کام سمجھ سکتا تھا، بلٹا تو اس کی کوئی صورت نظر نہیں
 آئی تھی لیکن میں نے ایک موہم سی امید پر مارٹن ایسٹرو کو اپنی۔

شاعری

- خزبات عبدالمجید عدم -/ ۶۵
- چارہ درد -/ ۴۵
- چاک پیراھن -/ ۴۵
- دھان زخم -/ ۴۵
- آؤ کہ کوئی خواب نہیں ساحر اصواتی / ۱۵
- کلیات اصغر اصغر گوٹروی -/ ۴۰
- رنگینیاں شکیل بدیوانی -/ ۵۰
- خوبصورت غن لیں کمال احمد رضوی -/ ۵۰
- انتخاب کلام داغ نواب مرزا داغ -/ ۵۰

علی میاں بکسیلے زار اور وازار لاہور

خدمت پیش کر دی تھیں لیکن ہے اس پر اہتمام قائم کرنے کے
 بعد میں سالوں کی غیر زیادہ ہی مدد رکھوں، پھر میں نہیں آتا تھا کہ
 ملٹن ایسٹرو کی ذہنی کیفیت کی ہے، اسے مجھ پر اعتماد ہوا ہے
 یا نہیں۔ بہر حال اس سلسلے میں ابھی کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جا
 سکتی تھی۔ میں انہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ گانا سکرانی ہونے
 انداز لگتی۔

یہ صاف تھری طبیعت کی مالک عدوت تھی بلاشبہ اسے
 کے اندر سب سے زیادہ کشش تھی اور اسے دیکھ کر ذہن کو یاد خاص
 ہوتا تھا کہ وہ جین معذرت ہے لیکن میں نے اس کے کردار میں
 کسی قسم کی خرابی نہیں پائی تھی جب کہ مارٹن ایسٹرو نے مجھ سے نہایت
 ہموار سے انداز میں گانا کا تذکرہ کیا تھا۔

”بلو غزال۔ کسی سوچ میں کہو۔۔“
 ”نہیں ٹیٹر کاٹنا۔ کوئی خاص بات نہیں، تمہاری میں انسان
 خیالوں کا ہی سفر کرنا ہے یہ اس کی فطرت ہے۔“
 ”مارٹن ایسٹرو نے مجھے بدایت کی ہے کہ تمہیں ایک سلسلے
 کے لیے بھی لو بہت کا شکار نہ ہونے دیا جائے۔ میرا خیال ہے
 میں نے پہلے بھی کوشش کی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو آؤ سیر و شکار
 کا پروگرام بناتے ہیں۔ سسر ایسٹرو تو شاید کئی دن کے لیے میٹرو
 سے باہر چلے گئے ہیں۔“

جیسا تم مناسب سمجھو۔ میں نے جواب دیا۔
 "میں ابھی انتظام کے لیے جا رہی ہوں، میڈولیسٹا کے بعض
 لواحق علاقے شکار سے بھرے پڑے ہیں، گمانا نے کہا
 اور وہاں سے باہر نکل گئی۔ واپسی میں اس نے تقریباً ایک
 گھنٹہ لگا لیا تھا، اس نے خود لباس تبدیل کر لیا تھا اور
 میرے لیے بھی مخصوص قسم کا لباس لائی تھی۔

گمانا خود ہی گاڑی چلا رہی تھی اور میں اس کے نزدیک
 بیٹھا ہوا تھا، میڈولیسٹا کے لواحق کو پہلے ہی دیکھ چکا
 تھا۔ لیٹریٹور دورا سی راستے سے گزری جو روبرو اونٹ
 کہلاتا تھا اور جہاں سے پلٹنے کیلئے وہ عمارت دیکھی
 جا سکتی تھی جو انتہائی پرانے اور زنجیت کی حامل تھی اور جس
 کے بارے میں راندازہ تھا کہ سیموئیل اور اس کے ساتھی
 ہی نہیں بلکہ شاید تھو ساس اور وہ ہیں سامون بھی اسی
 عمارت میں قید ہیں لیکن میں ابھی اس کا پوری طرح
 جائزہ نہیں لے سکا تھا اور یہ تصور بھی نہیں کر سکتا
 تھا کہ تنہا اس عمارت میں کچھ کر سوں گا۔

کلیسا کی پرانی عمارت دکھا ہوں سے اوجھل ہو گئی
 اور ہم اونچے نیچے ناہموار راستوں سے گزرتے ہوئے
 بالآخر جنگل میں داخل ہو گئے۔ جنگل کا ابتدائی حصہ
 زیادہ گھنا نہیں تھا۔ لیکن جوں جوں ہم آگے بڑھتے
 جاتے تھے، درخت قریب قریب ہوتے جا رہے
 تھے، اور ان کے درمیان سے لیٹریٹور دورا کوکانا نہارت
 کا کام تھا لیکن گمانا باسانی یہ کام کر رہی تھی۔

اس نے کہا: ہمیں اس انداز میں تقریباً تیس
 منٹ کا سفر ادا کرنا ہو گا اور اس کے بعد جنگل کے
 دوسرے سرے پر جانگلیں گے جہاں پہاڑی علاقہ
 ہے۔ سنان اور غیر آباد اس طرف گھاس کے میدان
 بچھے ہوئے ہیں۔ ایک ندی ان میدانوں کو سیراب کرتی
 ہوتی نکلتی ہے اور اس ندی کے کنارے بہت سے پتھر اور پتھروں
 کی ڈائریں پائی پینے آتی ہیں۔ یہ ایک ایسی حسین جگہ ہے
 غزالی جو تمہیں بے حد پسند آئے گی۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گھنے جنگلوں کے
 درمیان بڑھکا عالم طاری تھا نہ جانے کیوں پرندوں کی
 آوازیں تک نہیں سنائی دے رہی تھیں، راستے بھر
 ہمیں جانور بھی نظر نہیں آئے۔ ہاں جب گمانا کے
 کہنے کے مطابق تیس منٹ کا سفر طے ہو گیا، اور ہم
 دوسری جانب جا نکلے تو میں نے منظر ایک دم بدلنا محسوس

رات میں آشار سے بچنے والے تالاب میں نہانا مجھے بہت
 پسند ہے نہ جانے کیوں مجھے لگتا ہے جیسے جب میں غسل
 کر کے نکلوں گی تو میرا پورا بدن سنہرا ہو جائے گا۔ میں
 سوچا ہن جاؤں گا؟
 "کبھی غسل کیا ہے اس تالاب میں؟"

"ہاں کئی بار میں تمہیں اپنی پیندہ جگہ لائی ہوں، اس
 نے سکر لے جوئے کہا۔
 "لیکن تم نہونے میں نہیں تبدیل ہوئیں؟"

"یہ صرف احساس ہوتا ہے ایک اجتماع نہ خواہش ہوتی
 ہے جو ظاہر ہے پوری نہیں ہو سکتی؟
 "عجب بات نہیں ہے گمانا، ایک ایسی خواہش جس

کے بارے میں تمہیں خود علم ہے کہ وہ بھی پوری نہیں ہوگی
 "میں جانتی ہوں لیکن عملی زندگی اتنی تلخ اور تھکا دینے
 والی ہوتی ہے کہ اس کے بعد خواہشوں میں کھوجا جانے کو جی
 چاہتا ہے۔ خواب ان نا افسوسہ خواہشوں کی تکمیل کر دیتے
 ہیں اور وقتی سکون مل جاتا ہے۔ اور یہ سکون برا نہیں لگتا
 غزالی؟"

"بس میں ان خواہشوں پر یقین نہیں رکھتا شاید یہ تبدیلی
 تمہیں میری جینڈی محسوس ہوتی ہو؟
 "لیکن وہ حقیقت جو خواب نہ ہوں، گمانا نے عجیب

سے انداز میں کہا
 "میں سمجھتا نہیں؟"
 "جیسے میں۔ وہ بولی اور مجھے اس کی سمجھنا نہیں اپنے

ذہن میں اتنی ہوتی محسوس نہیں ہے۔ تمہیں وسیع ہوتی گئیں
 ان میں ایک دنیا آباد نظر آئی لیے دلکش نظارے ابھرے کہ
 انسان۔ بے بس ہو جائے وہ مجھے چاندنی کے دوش پر جدوگی
 آبادیوں کا سنہرا کئی رہی اور پھر وقتاً تار کی جھانکی اس
 تاریکی کے ساتھ ہی لاتعداد شیشے ٹوٹنے کی آوازیں سنائی
 دی تھیں۔

گمانا نے ایک اذیتناک کراہ کے ساتھ آنکھیں بند کر
 لیں اور میں جیسے چاندنی کے رتھ سے نیچے گر پڑا۔ ایک لمبے
 کے لیے تو جاس سونے رہے پھر جاگ گیا۔ گمانا دونوں اہتوں
 سے سر پکڑے بیٹھی تھی۔ میں نے اس صورت حال پر غور کیا
 اور حقیقت میرے علم میں آگئی لیکن یہ اذیت حقیقت تھی
 اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو گمانا سامون تھی۔ اس نے
 مجھے آنکھوں کے سحر میں گرفتار کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں
 چونکہ اس حقیقت سے واقف نہیں تھا اس لیے تیار نہیں

تھا اور اندازہ ابتدائی کوششوں میں کامیاب ہو گئی تھی لیکن پھر
 وہ میرے ذہن کی اس دیوار سے ٹکرائی جو میں نے خود تعزیری
 تھی اور میری طرح زخمی ہو گئی۔ یہ انکشاف میرے لیے حیرت انگیز
 تھا لیکن میں خود اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ خاموشی
 سے اسے دیکھتا رہا۔

دوبارہ وہ اپنے چکر لے رہے تھے دماغ پر قابو پانے کی
 کوشش کرتی رہی اور پھر دو تین بار گورنر جھٹک کر آنکھیں کھول
 دیں۔ پھر ہیکے انداز میں سکر کر بولی: "باہر چلیں؟"

"چلو" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔
 خوشگوار ہوا چل رہی تھی اور اس میں نہ جانے کسی کیسی خوشبو
 بسی ہوئی تھیں۔ آشار کی سفیدی تاریکیوں میں شگاف ڈال
 رہی تھی۔ وہ آشار کے کنارے ایک پتھر بڑھ چڑھی۔ میں نے بھی
 ایک دوسری جگہ منتخب کر لی تھی۔

"غزالی۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔
 "ہوں"
 "کیا تم۔ کیا تم واقعی سامون نہیں ہو؟" چو نکا دینے

والا سوال تھا۔ میں نے خود کو سنبھالا۔
 "تمہیں میرے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ میں نے
 جینڈی کے پوچھا۔

"بتانے والوں کی بات چھوڑو۔ میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔
 "کیا تمہیں یہ پوچھنا چاہیے؟
 "ہاں۔ میں کسی کی محکوم نہیں ہوں، اس کی آواز میں

غبار طہ سی پیدا ہو گئی۔
 "مارنن ایہی شڑ کی بھی نہیں؟
 "کسی کی بھی نہیں سمجھتے تم۔ کسی کی بھی نہیں۔ نہ جانے کیوں

وہ بھڑکی تھی۔
 "مجھے تعجب ہے۔ حالانکہ اس نے کہا تھا کہ تم میرے لیے
 ایک خادمہ کی حیثیت رکھتی ہو۔ اور اس نے تمہیں میرے

لیے منتخب کیا ہے۔ میں نے کہا اس نے میری اس بات
 کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے مجھے دکھتی رہی۔
 پھر بولی: "کیا تم سامون ہو۔؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"
 "تب تب اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔
 "تم سامونوں کے بارے میں کیا جانتی ہو؟" میں نے

سوال کیا۔
 "سب کچھ۔ وہ سب کچھ جو عام لوگ نہیں جانتے۔
 "اے۔ وہ کیسے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں ساموں ہوں" اس نے پراسرار انداز میں کہا۔ اور میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ لیکن میں نے اس انکشاف پر دم بخود رہ جانے کی اداکاری کی تھی۔ دیر تک میں کچھ نہ بولا۔ گانا بھی خاموشی سے زمین پر رکھا جائے ہوئے تھی۔ کافی دیر تک خاموشی رہی۔ چاند آہستہ آہستہ اُبھرنا چاہا۔ اُٹھا اور پھر دیکھتے دیکھتے چاندوں طرف روشنی پھیل گئی۔ منظر واقعی حسین ہو گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور آستانہ کے نزدیک پہنچ گئی۔ میری طرف اس کی پشت تھی وہ آستانہ کے پہلے والی وسیع جھیل کو دیکھتی رہی پھر اس نے شاید نہانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ میری موجودگی کو قبول گئی تھی میری پلکیں چمک پگیں اس نے اپنا لباس ایک طرف پھینک دیا اور پانی میں گھل گئی۔ دیر تک اس کا سر پانی پر نہیں اُبھرا تھا۔ میں خاموشی سے بیٹھا جھیل کی طرف دیکھتا رہا۔ ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لے رہے تھے اس انکشاف نے مجھے چونکا دیا تھا کہ وہ ساموں ہے۔ اگر وہ ساموں تھی تو کون سے گروپ سے اس کا تعلق تھا۔ وہ مارٹن ایشر وکے ساتھ تھی اس لیے یقیناً دو نئے گروپ کی ہی ہو سکتی تھی۔

دفعۃً وہ پانی میں اُبھری اور پھر کنارے پر ہاتھ تھاکر باہر نکل آئی۔ چاندنی پوری طرح چمکی ہوئی تھی اور نہ جانے کیوں مجھے بخوں ہو رہا تھا۔ جیسے وہ سنہری ہو گئی ہو اس پر سونے کا پانی چڑھ گیا ہو۔ وہ اپنے وجود کی حشر سامانیوں سے بنا ساز بلا بھیج کر کنارے پر کھڑی رہی اور پھر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگی۔ اور دفعتاً ہی مجھے اپنے بدن میں لرزیش محسوس ہو گئی۔ ایک تین تین ہوتی رات یاد آگئی۔ جب ایسے ہی چاندنی نکھری ہوئی تھی اور۔ اور۔ ایک ایسا ہی وجود میرے سامنے تھا۔ میری کپٹیاں چٹختے چٹختے گئیں۔ وہ میرے بالکل قریب اُبھری ہوئی تھی۔

"غزالی" اس کی آواز بھری اور میں نے مدہوشی کے انداز میں اسے دیکھا۔ اٹھو۔ میرے ساتھ پانی میں چلو اور غزالی آؤ تو یہی "اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں جیسے اس سحر سے آزاد ہو گیا۔ میں نے آہستہ سے اس سے ہاتھ پھیر لیا۔ "تم جذباتی ہو رہی ہو گانا۔ خود کو بچھا لو۔ میں ان راستوں کا راز ہی نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ وہ مجھے ٹھوکتی رہی اور پھر پھر واپس پانی میں چلی گئی۔

کیفیت تو میری بھی بہتر نہیں تھی۔ لیکن اپنے کردار کو زندہ رکھنا چاہتا تھا کسی سے کہے ہوئے وعدے کو نبھانا چاہتا تھا اور اس کا بہتر طریقہ یہ تھا کہ یہاں سے اٹھ جاؤں۔

"تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد وہ واپس مجھے میں گئی۔ اب وہ پورے لباس میں تھی۔ مجھے کے ایک گوشے میں بیٹھ کر وہ مجھے دیکھتی رہی۔ پھر سرگامی اور بولی۔ تعجب ہے تم ساموں نہیں ہو۔ غزالی جو کچھ تم کچھ کہتے تھے وہ نہیں ہے۔ درحقیقت وہ سب کچھ نہیں ہے میں صرف مارٹن ایشر وکی بات پر عمل کر رہی تھی لیکن اب میں تمہارے سحر میں گرفتار ہو گئی ہوں میرے ذہن میں تمہارا ایک مقام پیدا ہو گیا ہے۔ اور۔ اور شاید شاید اب میں وہ نہ رہوں جو تھی۔ میں اپنے عہد سے غداری پر آمادہ ہو گئی ہوں اب غزالی اب میں وہ کروں گی جو تمہارا دشمن ہے مجھے غزالی۔ اب میں تمہاری پرستار ہوں۔ صرف تمہاری۔ میں تمہیں سمجھ گئی ہوں، چانتی ہوں تم کچھ نہ پوچھو گے۔ لیکن میں خود ہی تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔

"میں ساموں ہوں اور میرا تعلق حکمران گروپ سے ہے۔ میں مارٹن ایشر وک کے لیے کام کر رہی تھی اور پھر وہ ساموں کو تلاش کرنا میرا مشن تھا۔ لیکن غزالی تمہارے لیے اب تمہارے لیے۔ صرف تمہارے لیے میں نے اپنا مشن ترک کر دیا ہے۔ اب میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اٹھو وہاں چلیں گے۔ اسی وقت واپس چلیں گے۔ یہ موقع اچھا ہے ایشر و موجود نہیں ہے۔ میں تمہاری مدد کروں گی میں جانتی ہوں ساموں کہاں قید ہیں مجھے علم ہے کہ تھو ساس کہاں ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دوری میں لیوس اور ڈوگن کہاں قید ہیں۔ میں ان سب کو تمہارے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔ اٹھو میں نے تم سے شکست قبول کی ہے اور میں تمہیں خراج ادا کرنا چاہتی ہوں۔ اٹھو غزالی وقت ضائع کرنے کے لیے نہیں ہوتا ممکن ہے میرے جذبات مرد پڑ جائیں۔ اس سے قبل میں تمہارا مشن پورا کرنا چاہتی ہوں۔

وہ خود ہی مجھے کی تمہیں اٹھانے لگی۔ سامے کام اس نے خود کے۔ میرا ذہن گم سا ہو گیا تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت مجھ پر طاری تھی۔ پھر گانا نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر لیڈر وورڈ اسٹارٹ کی اور ایک جھٹکے آئے آگے تھوڑا۔ اس جھٹکے سے ذوقاً میرے حواس بیدار ہو گئے اور پہلی بار میں نے گانا کے ان الفاظ پر غور کیا۔ اچھی طرح غور کیا۔ یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ اس طرح نہیں ہونا چاہیے جس طرح ہورہا ہے۔ ہاں یہ سب کچھ۔۔۔

گانا کے چہرے پر ہمدنات کے ساتھ لرز رہے تھے۔ اسے انداز تھا ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ میں خاموشی سے اسے بار بار مٹھا سانسے نگاہیں جمائیں کسی غیر مرئی لفظ وہ نارہا۔ میرا ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ ایک عجیب سی بات بیدار ہو گئی تھی۔ لیکن اس بات سے بھی ہوشیار تھا کہ اپنی ذہنی قوتوں کا سہارا لے کر میرے خیالات سے واقف رہنے پاتے۔ میں جانتا تھا کہ وہ ساموں ہے۔ اور ان برادر ذہنی قوتوں کو زیادہ موثر طریقے سے استعمال کر سکتی ہے۔ جو ان کی شخصیت کا حصہ ہیں۔ جب کہ میں نے یہ مشق اس سے کبھی تھی۔ چنانچہ کوئی ایسی بات ذہن میں لاتے ہوئے زندہ رہتا تھا۔ جس سے گانا واقف ہو جائے۔ حقیقت یہ ہارگنا کی کیا پائلٹ میرے ذہن میں بیٹھ نہیں پارہی تھی۔

میں نے مارٹن ایشر وکی ہدایت پر میری گولائی کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ مارٹن ایشر وک نے خود مجھ سے یہ کہا تھا کہ گانا میری مزدور کا خیال رکھنے کی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ یہاں تک تو اہمان سکتا تھا کہ وہ مارٹن ایشر وکی ہدایت پر ساموں ہونے کے باوجود اپنا آپ مجھے پیش کر دے۔ لیکن موجودہ حالات میرے لیے انتہائی تعجب خیز تھے۔ میں اپنی سادہ فطرت کی بسے اپنی تمام خواہشوں کے باوجود ان راستوں پر نہیں چلی کا تھا۔ جن کا تعلق بہر حال زندگی سے ہے۔ لیکن جن پر تلاقیات کے کچھ پر دے ہوئے ہیں میں نے پر دے اپنے دہرے نہیں اٹار سکتا تھا جبکہ گانا ان ملک میں ایک اہل عورت بن گئی تھی۔ اس کی چاہت کا جواب نہ دینے کے باوجود اس کا اندر پیرا ہونے والی تبدیلی زمیری دنیا کے کسی انسان کی پیداوار ہو سکتی تھی۔ اور نہ مجھے ساموں میں اس کی کوئی اور فکر تھی۔ اُسے تو مجھ سے نفرت کرنی چاہیے تھی۔ اُسے تو بڑے آپنی نسوز نیت کا یون کا انتقام لینا چاہیے تھا۔ اس کے ہمارے وہ میرے شن کی تکمیل پر آمادہ ہو گئی۔ یوں آخر کو یہ تبدیلی ان واقعات سے کیا تعلق رکھتی ہے۔ بس یہی سوچ میرے ذہن کو اٹھارہا تھی گانا کی پیشکش دیکھتی تھی اور میرے شن سے تعلق بھی رکھتی تھی۔ لیکن اس کا یہ جذبہ۔ یہ جذبہ آخر کیا پر تھی؟

پھر دفعتاً ہی میں نے سوچا کہ گانا کی یہ تحریک ممکن ہے انتقام کے تھوڑے سے پیرا کی ہو۔ ہاں اس بار سے میں گھر سے انداز میں سوچا یہاں سکتا تھا۔ اگر میں اس کے شن کی پذیرائی کرتا۔ تو وہ خاموشی سے اپنے کام کی تکمیل کرتی رہتی۔ لیکن چانک ہی ہو گیا پائلٹ اس انتقامی تھوڑے کے نتیجے میں مجھ ہو سکتی تھی جو

اُس کے ذہن میں پیرا ہوا۔ اُس نے مجھے ساموں کو کالانچ دے کر عین بے مارٹن ایشر وک کا دشمن بنانے کی کوشش کی ہو۔ تاکہ مارٹن ایشر وک میری غداری سے برگشتہ ہو کر مجھے اپنے درمیان سے نکال دے۔ یہ ہو سکتا تھا۔ سو فیصدی ہو سکتا تھا۔ گانا نے ایک ہیبت ہی خوفناک ہال چلی تھی۔ لیکن میں اس چال کا شکار کمانی سے نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے ہی اُتھوڑا کر اپنے ذہن میں جگہ دی۔ اور فیصلے کرنے لگا کہ گانا کی اس پیشکش کے جواب میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بہت ہی مٹاوا طریقے سے تمہ آگے بڑھانے تھے۔ ظاہر ہے یہ تمہا تھا۔ اور اپنے حالات پر تیار نہیں تھا۔ جب کہ گانا مارٹن ایشر وکی درست راست تھی بہت خوفناک صورت حال پیش آگئی تھی۔ اگر یہاں توڑی بھی لغزش ہوتی تو میں موت کی آغوش گہرائیوں میں جا پڑوں گا چنانچہ وہ ایسی کا سفر طے کرتے ہوئے میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ میرے

آئینہ آقاہد اہمات کیا ہوں گے گانا کی سسل خاموشی میرے شہسے کو تعویذ دے تھی تھی۔ بلاآخر ہم اپنی رہائش کاہ پہنچ گئے۔ گاڑی سے اُتھتے ہوئے گانا دفعۃً اسکا لہری۔ پھر گولائی کیا بات ہے بہت خاموش ہو کر لگی۔ "وہاں گانا عجیب سے احساسات کا شکار ہو گیا ہوں"

میں نے جیسے سے انداز میں سسکاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں جانتی ہوں وہ احساسات کیا ہوں گے۔" ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ گانا مجھ سے تھوڑی دیر کے لیے اجازت سے کہتی تھی۔ "واپس آئی تو لباس تبدیل کر لیا تھا مجھے دیکھتی ہوئی بولی تارے تم نے لباس نہیں تبدیل کیا"

"لا ضرورت نہیں پیش آئی تھی گانا" "آؤ بیٹھو تم کو بہت شہسے مٹھا ہوں گے" اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک سمت بڑھتے ہوئے کہا۔ ہم لوگ رہائش گاہ کے ایک کھلے حصے میں پڑی ہوئی کرسیوں پر جا بیٹھے۔ جو بیرونی نشت کے لیے استعمال کی جاتی تھیں۔ گانا کھینچتی تھی۔ مجھے بتلا غزالی کیا تمہارے متعلق ہونے کی وجہ یہ احساس نہیں ہے کہ تم ساموں کو دوبارہ حاصل کر لو گے۔ اور اپنے اس مقصد کی تکمیل میں کا سیاب ہو جاؤ گے جس کے لیے تم نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔

"میں عجیب ہی اچھنوں کا شکار ہوں گانا" "کیسی اچھنیں؟ میں اپنا دل کھول کر تمہارے سامنے نہیں رکھ سکتی غزالی لیکن حقیقت ہے کہ تم نے اپنی پاکیزہ فطرت سے میرے دل درمیان پر وقفہ جلا لیا ہے۔ میں نے تمہاری اس دنیا میں آکر۔ ہاں اب میں تم سے یہ کیسے چھپا سکتی ہوں۔ چھو بولنا چاہوں تب بھی زبان نہیں کھلے گی۔ کیونکہ میں تم سے کبھی

ہوں کہ میں ساموں ہوں۔ تو میں کہہ رہی تھی کہ تمہاری اس دنیا میں اگر میں نے بہت سے تجربات کیے ہیں۔ تمہاری یہ دنیا بلاشبہ ساموں کی دنیا سے رسم و رواج میں بہت مختلف ہے یہاں کی تہذیب ساموں کے لیے آبدی میں بے حد اجنبی ہوتی ہے اور یہی وجہ تھی کہ وہ ساموں جو ساموں کے فرار ہو کر یہاں تک پہنچے تھے۔ منشر ہو گئے۔ اگر وہ بجا کر تمہاری اس دنیا کو جاننے کی کوشش کرتے۔ اور اس کے بعد اپنے اقدار کا مفید کرتے۔ تو شاید ان کی تلاش آسان نہ ہوتی۔ کیونکہ تمہارا جس وسیع دنیا میں مشتمل ہو کر چھپ جانا کوئی مشکل کام نہیں ہے جب کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی خاص جسمانی عرق بھی نہیں ہے۔ یہ جہاں میں تم سے کہہ رہی تھی کہ تمہارے اس کردار نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ بلاشبہ تم ساموں نہیں ہو۔ لیکن تمہاری نفرت کسی ساموں کو جان ہی کی ہے۔ غزالی میں تمہاری مدد کرنا جانتی ہوں۔ اگر تم دل سے مارتن ایسٹرو کا ساتھ دینا چاہو تو خاموشی اختیار کر لو مجھے جھٹکا لپٹا رہی ہے کہ میں اپنا شکر ترک کر کے ایک نئے شکر کا آغاز کروں۔ مجھے بہتر رہے شمار افراد سے غزالی کرنا ہوگی، اور اس فدا کی نتیجے میں الجھن کا شکار بھی ہونا پڑے گا۔ لیکن اگر تمہارے دل میں اپنے ان ساموں ساتھیوں کی رہائی کی خواہش ہو اور بحالت مجبوری مارتن ایسٹرو کی دوستی اختیار کر لو تو پھر میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ اس وقت یوں سمجھو غزالی کی میں صرف تمہارے لیے ہوں اور جو کچھ کرنا چاہتا ہوں تمہاری خواہش کے مطابق کرنا چاہتی ہوں۔ میرے اس غلوں پر یقین کر لینا۔ اس میں کوئی چال یا کوئی فریب نہیں ہے باقی سب کچھ تم پر منحصر ہے۔

”لیکن گانا کیا ان لوگوں کی رہائی آسان ہوگی؟“
”میں اسے آسان بناؤں گی۔ کیونکہ میں کوئی نہیں جانتا کہ میرے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔“

”کس طرح؟“
”معمولی سہولت ہے۔ غزالی! میں اگر چاہوں تو اس جگہ تک رسائی حاصل کر سکتی ہوں۔ جہاں تمام ساموں کا گارڈ نئے گئے ہیں۔ ان میں تمہارے ساتھی وانی مین، گو مین، ڈو مین، کارلو خصوصاً اس بار وہ تمام دوسرے ساموں ہیں جن کا تعلق مفرد درجہ ہے۔ اگر تم انہیں آزاد کرانے کے خواہشمند ہو تو پھر مجھے بتاؤ۔ میں انہیں اصل حیثیت سے رہا کر دوں گی۔ اس میں تمہاری ہی چال بازی سے کام لیتا ہو گا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں کامیابی حاصل کروں گی۔ غزالی!“

”لیکن رہنا ختمہ ساموں ہائیں گے کہاں؟“
”ہاں اس کے لیے ہمیں ایک لائٹ عمل تیار کرنا پڑے گا کیونکہ مارتن ایسٹرو کے ہاتھ لیے ہیں۔“
”کوئی ترکیب ہے تمہارے ذہن میں؟ میں نے سارا کیا۔“
”تم اگر چاہو گے تو یہ ترکیب بھی سوچی جاسکتی ہے۔“
”تو پھر سوچو گانا؟ میں نے آہستہ سے کہا، اور وہ مجھے دیکھ کر اسے نہ سہی۔“
”دل کی بات زبان پر آگئی نا؟ میں نے اسے صرف ایک نگاہ دیکھنے پر ہی اکتا کی تھی۔ ہم دونوں کافی دیر تک اس موضوع پر باتیں کرتے رہے۔ گانا مجھے میری نئی زندگی کے بارے میں سوالات کر رہی تھی۔ اور میں اسے صحیح جوابات دے رہا تھا۔ تاکہ وہ نہ سوچ سکے کہ میں کس طور اس کے لیے دل میں کوئی اور جذبہ رکھتا ہوں۔ میں نے دیر تک گانا سے گفتگو کی اس کے بعد تم آرام کرنے کے لیے جلا ہو گئے۔ اپنی آرام گاہ میں بیچ کر میں نے وہ دن کے وہ دیر چھ بند کر لیے جن سے خیالات کی شعاعیں باہر جاسکتی تھیں۔ اور دوسرے ان سے آشنا ہو سکتے تھے۔ یعنی تربیت کے اصولوں کے مطابق میں نے اپنے ذہن کو اپنا تیار کر لیا تھا۔ اور اس میں کوئی ایسی خیالی سہری خواہش کے بغیر داخل ہوا ہو سکتا تھا۔ جو کچھ سوچنا تھا تو میں اس نیکر کو پوری ہی مدد کر سوجتا تھا۔ اور یہ کام فاما وقت طلب تھا۔ رماخ دکھانا تھا۔ ابھی تک تو میں نے گانا کو ساموں ہونے کے باوجود ذہن کی گہرائیوں میں داخل نہیں ہونے دیا تھا۔ اور یہ سب سہولتوں کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ میں سوچتا رہا یہ بات بھی پورا جانتا تھا کہ گانا بلاشبہ جس جذبے کا اظہار کر رہی ہے اس میں غلطی نہیں ہے بلکہ یقین ہے یہ بھی مارتن ایسٹرو کی کوئی نئی ہی چال ہو۔ میری ہی چال اس نے میرے ساتھ پہلے بھی چلی تھی۔ مختلہ رہنا بے حد ضروری ہے۔ ذہن کی کھڑکیوں سے کوئی چیز تصور اندر داخل نہیں ہونا چاہیے۔ رات کو تقریباً دو ڈھائی بجے تک میں اسی کی مشق کرتا رہا۔ اور پھر اپنی قوت الازکی کو آزاد دے کر گہری نیند سو گیا۔“

دوسری صبح ناشتے کی میز پر گانا بہت تھری تھی اور آہ تھی وہ بلاشبہ ایک دلکش صورت تھی قدرت بھی سہا تھی اور ڈون ڈون کارلو بھی۔ لیکن گانا ان دونوں کی نسبت زیادہ حسین تھی اب یہ دوسری بات ہے کہ میں اس کی عمر پانچ لکھ جسامت نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے جواب میں گنا

مجھے تین چار سو سال کی عمر بتادتی۔ تو میں خود بخود احساس کمتری پیشکار ہوا تھا۔

ناشتے کے دوران گانا نے کہا کہ میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے غزالی!“
”دور کی گنا کیسا سہا ہے تم نے؟“

”مارتن ایسٹرو کی بھی یہاں سے باہر چلا جاتا ہے۔ مجھے عام حالات میں یہ بتانا چاہتا کہ وہ کہاں گیا ہے۔ لیکن اگر اس پر نگاہ رکھی جائے تو یہ کام آسان ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ساموں جو میرے ساتھی ہیں۔ اور مارتن ایسٹرو کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ وہ بھی جو مارتن ایسٹرو کے ساتھی ہوتے ہیں۔ اعداد ان کا کوئی ایسا کام نہیں ہے جو ان ساموں سے منسلک ہو۔ خصوصاً اس سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں وانی مین اور ڈون ڈون کارلو بھی اس سلسلے میں کارآمد نہیں ثابت ہوئے کہ کسی اور کا بتانا سکتیں۔ چنانچہ ان سے کام ختم ہو گیا ہے۔ اور اب وہ مارتن ایسٹرو کے ساتھ ہوں گے۔ یا اگر یہاں موجود بھی ہوں تو انہیں غلوں کو کہا جاسکتا ہے۔ میں تمہیں اس کام کے لیے ملوں گی جہاں تمہارے ساتھی اور باقی ساتھی قید میں تم نہیں رہنا ہی دلدادہ۔ میں اس دوران ایک اور بہت بڑی بات یاد دلاؤں گی کہ انہیں یہاں سے کافی فاصلے پر ایک اور چھوٹی بستی میں منتقل کر دیا جائے۔ اور وہاں سے پھر ایسے لوگوں کے ذریعے انہیں باہر نکال دیا جائے۔ جو اس فاصلے کو اسمگل کر سکیں۔ اس علاقے سے کہیں دور نکلنے کے بعد تم اپنے مختلہ کا بندوبست کر لیں گے۔ میں اس جگہ تمہارا انتظار کروں گی۔ جس کے بارے میں تمہیں تمام تفصیلات بتا دوں گی۔ باقی کام تمہارا ہو گا۔“

”تمہاری تجویز پر عمل ہے گانا لیکن اگر کہیں کوئی گڑبڑ ہوگی تو میرے ساتھ تم بھی معیت کا شکار نہ بن جاؤ گی۔“
”میں تم سے اس معیت کا معاوضہ وصول کروں گی غزالی! ایسے تو میں نے سب کچھ نہیں کر ہی؟“
”جو بھی معاوضہ ہو گا میں تمہیں ادا کروں گا۔ چاہے اس کی کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ہو۔ میں نے گانا سے کہا۔ اور وہ مجھے دیکھ کر مہربانہ انداز میں مسکراتے لگی۔“

”تم نے غزالی! تم نے مجھے قبول نہیں کیا۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ یہ میری زندگی کی پہلی کوشش تھی مارتن ایسٹرو نے مجھے ناشتہ کرنے کی کاروائیاں ضروری کر تھیں لیکن میں نے یہ سب کچھ قبول نہیں کیا۔ اور اپنے آپ کو اپنی ذہنی قوتوں کے مہارے مفرد کر رہی۔ جہاں میرے لیے یہ کام کیا مشکل تھا

کہ تمہاری دنیا کے کسی شخص کے ذہن کو اپنا تابع کروں۔ اور یہ جہاں ہے اس کی کہ وہ مارتن ایسٹرو سے یہ کہہ سکے کہ میں نے اس کے احوالات کی تعمیل نہیں کی۔ میرا مطلب مجھ سے ہے ہو گے لیکن تم نے تم نے غزالی! تم نے وہ مختلف کام کیا۔ جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ اب وہ ہے کہ میں تم سے بے حد متاثر ہوئی ہوں۔“

میں خاموش ہی رہا تھا۔ اس کے بعد ہمارے درمیان بڑے بڑے ہر ایک گانا جس وقت بھی مارتن ایسٹرو کو یہاں سے باہر لے گی اپنے اس بڑے گم پر عمل کر ڈالے گی۔ اس سلسلے میں اس نے مجھے تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ چنانچہ میں اس کے کہنے کے مطابق تیار تھا۔

دو دن گزر گئے۔ تیسری صبح گانا نے سکاٹے ہوئے تھے سے کہا کہ آج کارن تمہارے لیے مبارک ہے غزالی! کیونکہ آج تم وہ کام کرنے جا رہے ہو جو تمہارے دل میں سب سے بڑی حیثیت کا حامل ہے۔“

”کیا مارتن ایسٹرو؟“
”ہاں۔ وہ لندن گیا ہو گا۔ فرانس میں بھی نہیں ہے وہ ہمارے پاس کافی وقت ہے۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ اس کے آنے سے بہت پہلے ہم یہاں سے نکل جائیں۔“

”لیکن گانا دوسرے تمام لوگ؟“
”وہ سب کچھ تم میرے اوپر تھوڑے دو۔ تیار ہو جاؤ میں ابھی تمہیں ساتھ لے کر چلتی ہوں۔“
میں نے سر ہلا دیا۔ اب اس تبدیلی کے بعد گانا مجھے ابھی تیار ہو رہی تھی۔ ایک طویل فاصلے کے بعد تمہارے ایک ایسے ابا اور ویران علاقے میں پہنچ گئے۔ جہاں اونچے نیچے ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ لیکن ان ٹیلوں کی دوسری طرف ایک چھوٹی سی آبادی گانا لہے لیے ہوئے اس بستی میں داخل ہو گئی۔ یہاں اس نے سب کچھ کو دیکھا اور پھر نکالی نسل سے تعلق رکھنے والا ساتا جو ایک توکی ہیکل دیکھتا ہوا تھا ہمارے سامنے پہنچ گیا۔

گانا نے اس سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ ساتا ہے شیروں کا شیر۔ چودہ سال کی سن کا ٹیلے کے بعد یہاں۔ تو پھر یہاں یہ بستی بسا کر بیٹھ گیا۔ لیکن یہ جانتا ہے کہ دولت کس طرح بڑی جاسکتی ہے۔ اور سفر غزالی! میں نے ساتا سے ایک بھاری معاوضے کے بدلے یہ بات طے کر لی ہے کہ وہ تقریباً تیس سو سالوں کو یہاں سے دور ایک ایسی سرحد پر پہنچا دے گا۔ جیسے عبور کرنے کے بعد تم ایک دوسرے

ملک میں داخل ہو جانا ہے۔ یہ کام سباتانے منظور کر لیا ہے۔ سباتانے میں سسر خانی جن کامیں نے تم سے متکرہ کیا تھا۔ سباتانے اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا اور گرم جوشی سے مہنگا مہنگا پھیر لیا۔ میں سر جھک کر تعین کے لیے تیار ہوں۔ آپ جس وقت چاہیں یہاں پہنچ جائیں۔

وٹھیک ہے سسر سباتانے! میں ان لوگوں کو لے کر آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ میں نے جواب دیا۔ سباتانے کچھ فروری امور طے ہونے اور اس کے بعد گانا گانے کے روالوں میں چلی۔

میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم سباتانے اس سلسلے میں بات لکھی ہو گانا؟

آج سے ایک دن قبل میں نے اس سے تمام معاملات طے کر لیے ہیں۔

لیکن معاوضہ؟

اس کی حکومت کیوں کرتے ہو۔ وہ میں سے اور کبھی ہوں؟

دادہ گانا نام تو میرے لیے ذاتی بری الجینس مول لے رہا ہو؟

”انسان ایسی ہی اتنی چیز ہے غزالی! بعض اوقات ان چیزوں پر جن پر بغض آنا چاہیے سارا جاتا ہے۔ جھوڑوان باتوں کو اب ہم پرانے کلیسا کی جانب چل رہے ہیں۔“

”ساموں وہیں کلیسا ہی میں قید ہیں۔“

”ہاں کلیسا کے نیچے ایک تہ خانہ ہے اس میں ساموں کو رکھا گیا ہے۔“

”لیکن ان کی گوانی کا بندوبست بھی تو ہو گا؟“

”ہاں۔ البتہ وہ سرگم جس سے لے کر میں تمہیں نذر جاؤں گی۔ عام لوگوں کے علم میں نہیں ہے۔ اُسے صرف ساموں جانتے ہیں یعنی ہم لوگ۔ اور کوئی بھی ساموں اس وقت ایسا نہیں ہے جو مارش ایسٹرو باؤس کے ساتھی ساموں کی اجازت کے بغیر یہاں قدم بھی رکھ سکے۔ اس لیے وہ لوگ اس طرف سے مطمئن ہیں۔“

پرانے کلیسا کی ہولناک عمارت کے لٹھی گوشے میں کچھ بیٹائیں! اس انداز میں بھڑکی پڑی تھیں جیسے اپنی جگہ سے ٹوٹ کر مہل ہو گئی ہوں۔ لیکن فریب سے دیکھتے پرا اندازہ ہوا کہ ان کی ایک خاص ترتیب ہے۔ اور خدا کا وہ دہانہ ان ہی جانوں میں تھا۔ جس کے ذریعے سرگم سے رائل ہو کر کلیسا کے نیچے تک بیٹھا جا سکتا تھا۔ سرگم

تنگ تھی۔ اور اس میں زیادہ سے زیادہ تین آدمی مل کر گر سکتے تھے۔ تاریکی تھی اور اس میں سلیک کی بڑھیلی ہوتی تھی۔ لیکن بہت زیادہ طویل نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے ہم یہ گھومنا ہوا کر گئے۔

میں نے راستے میں گانا سے پوچھا کہ پرانے کلیسا کی اس عمارت کو تم نے بڑے شاندار طریقے سے استعمال کیا ہے۔ کیا یہ سرگم پہلے ہی سے یہاں موجود تھی؟

”ہاں۔ بس اس کا راستہ نیا تھا۔ جو ہم نے کھول لیا اور اس انداز میں کہ دوسروں کو اس کا پتہ نہ چل سکے۔“

گانا نے جواب دیا

اور پھر ہم سرگم طے کرنے کے بعد ایک بڑے سے تہ خانے میں پہنچ گئے۔ اور یہاں پہنچ کر میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ یہاں بہت سے ساموں بندھے ان ہی میں ڈوٹن کاربو۔ سمبول اور لیوس اور تھوماس بھی تھے۔ ان سب کو باقاعدہ قید خانے میں رکھا گیا تھا۔ جینگلے گئے ہوئے تھے جن میں موٹے موٹے تلے پڑے ہوئے تھے۔ تہ خانے کا دوسرا راستہ ایک دوسری سرگم کے ذریعے آتا تھا اور اس سرگم کے اختتام پر اس تہ خانے کے نیچان موجود رہتے تھے۔ اس طرف کوئی نہیں تھا۔ ڈوٹن کاربو۔ تھوماس اور سمبول اور وغیرہ نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ لیکن میں نے ان سے لاشعری کا اظہار کیا تھا۔ گانا لٹے قندروں میں چلی پڑی۔

اس سے واپسی کا راستہ طے کرتے ہوئے کہا تم ان لوگوں سے مل لیں، اور تم نے صورت حال کا اندازہ لگایا۔ اب اس کے بعد بقیہ کام رات کو مناسب ہو گا۔ میں تمہیں ساری تفصیل بھانے دیتی ہوں، گانا بنا ہر نکل آئی۔ اور پھر مجھے یہاں لوگوں کے رہنا تصور ڈاسا فائل طے کیا۔ ایک جگہ گانا کہنے لگی یہ راستہ اس سرگم سے یہاں آتا ہے۔ جو کلیسا کے لیے ذیلی سرگم کے طور پر بنائی گئی ہے۔ لیکن ہمیں یہ راستہ نہیں استعمال کرنا۔ وہ دیکھو تو سمت جو ٹیلا نظر آ رہا ہے۔ تمہیں اس کے عقب میں ایک بڑی دنگن مل جائے گی۔ ٹیلے کے نزدیک وہ درخت اس دنگن کی یہاں ہو گا جس طرح بھی بن پڑے ان لوگوں کو دیکھو وہیں تک پہنچ جانا۔

”لیکن گانا! طریقہ کار کیا ہو گا اس کا تمہیں سے سوال کیا۔ اور گانا نے اپنے لباس سے دو جاپان نکال کر میری طرف مڑھا دیں اور مسکاکر لوبی تہ قید خانے میں جتنے بھی تلے لگے ہونے

ہیں۔ وہ ان دو چابوں کے بین حرت ہیں۔ ان سے تم وہ تمام تلے کھول سکتے ہو۔ رات کا وقت اس لیے منوں ہے کہ

پرہیز دینے والے لوگ سارے کاموں سے فارغ ہوتے ہیں۔ لیکن انہیں ساموں کی طرف سے کوئی خاص خطرہ نہیں ہے۔ دن کی روشنی میں البتہ ان میں سے کبھی کبھی کوئی اس طرف کا پورا لگا دیتا ہے۔ اس لیے دن میں یہ سب کچھ کرنا مناسب نہیں ہو گا۔“

وٹھیک ہے گانا! تمہارا یہ ہوشوہ نہیں ہے۔ دو دنوں چابیاں اختیار لے کر عجیب میں رکھ لیں اور پھر میں نے گانا سے پوچھا کہ تمہاری اپنی کیا معلومات ہیں گی کیا تم اس دنگن کے ساتھ ہو گی؟

”ہیں۔ میں ہی گانا راستہ ظاہر کروں گی جہاں سباتا رہتا ہے۔ اس کے بعد میں بھی تمہارے ساتھی چلوں گی یہیں بڑی ہوش برداری سے ساموں کو مارش ایسٹرو کے چنگل سے نکال کر لے جانا ہے۔ یہ فیصلہ بعد میں کریں گے کہ میں یہ فیصلہ کرنے کے لیے کیا بندوبست کرنا ہو گا۔ آکاب میں تمہیں رہائش گاہ میں چھوڑ دوں۔ باقی یہاں تک آنے کے لیے راستوں کا تعین کر لو۔ تاکہ تمیں وقت نہ ہو۔“

”نہیں گانا! اس میں مجھے کوئی وقت نہیں ہو گی؟“

گانا نے مجھے رہائش گاہ پر پہنچنے کے بعد مزید کچھ فروری اور سمجھانے اور پھر مجھے خوش بختی کی دعائیں دیتی ہوئی وہاں سے رخصت ہو گئی۔ جاتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ اگر کوئی اس دوران بھر سے گانا کے بارے میں پوچھے تو میں اُسے بتا دوں کہ وہ فروری کام سے گئی ہوئی ہے۔

گانا کے بلنے کے بعد میں نے ایک بار پھر تہ خانہ پر اس ٹیلے پر غور کیا۔ لیکن میری کچھ بھی بتا رہی تھی کہ گانا نے جو کچھ کہا ہے اس میں غلطی نہیں ہے۔ اور اگر اتفاق سے وہ غلط بھی ہے تب بھی یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ مستقبل میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ سو نے اس کے کہ میں نے مارش ایسٹرو کے سلسلے میں جو پروگرام بنایا ہے اس میں نیل ہو جاؤں۔ یہاں ذرا ہی خود غرضی سے کام لینے کے لیے مجبور تھا۔ یعنی اگر گانا مجھ سے غلط بھی ہے تب بھی میں اُس کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتا تھا بلکہ اُس کی اہلیت حاصل ایسٹرو کے سامنے رکھ کر ہی میں نخر ہو سکتا تھا۔ اور اس طرح مجھے مستقبل میں ساموں کے تحفظ کے بہتر مواقع نصیب ہو سکتے تھے۔ گانا کے جانے کے بعد میں کسی قدر بے چین ہو گیا۔ اب مجھے کسی ایسی شخصیت کی تلاش تھی۔ جس

کے ذریعے میں اپنے اس پروگرام کے دوسرے سر پر عمل کر سکوں۔

میں نے ایک ملازم سے ایڈیٹری بائیس کے بارے میں پوچھا تو ملازم نے بتا کر ایڈیٹری بائیس اس وقت ہوئی وہ گینز میں مل سکتا ہے۔ میں ہوئی وہ گینز کی جانب چل پڑا۔ وہ گینز کے بارے میں مجھے کچھ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ لیکن بالآخر میں ایک چھوٹی سی خولجھورت عمارت میں داخل ہو گیا۔ وہ گینز صرف دو منزل تھا اور وہاں رہائش کا بندوبست نہیں تھا۔ دوسری منزل کے ایک بڑے سے کہیں میں مجھے ایڈیٹری بائیس نظر آ گیا۔ شیشے کا کہیں بنا ہوا تھا۔ میں نے دور ہی سے ایڈیٹری بائیس کو دیکھا۔ اور شاید اس نے مجھے کچھ نہ جانتی حالت کے بعد وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔ وہ سسر خانی غیرت آپ اور یہاں گانا کہاں ہے؟ اس نے اور اور دھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”سسر ایڈیٹری بائیس میں جس قدر بلدنگن ہو سسر خانی تھوڑو سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”غیرت غیرت۔“

”کیا سسر خانی ایسٹرو یہاں موجود ہیں؟“

”ہاں ہیں۔ لیکن ایسی کیا ضرورت پیش آگئی؟“

”سسر ایڈیٹری بائیس فروری طور پر مارش ایسٹرو سے میرے ملاقات کا بندوبست کریں۔ میں بہت فروری ملاقات ایسی دینا چاہتا ہوں۔“

”چوٹی آپ کی فروری۔ کیسے آپ کو میرے ساتھ ہی چلنا ہو گا۔“

میں نے سادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ یہاں ان لوگوں سے اسے کیا کیا حال چھلٹا ہے ہونے چھس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ بہر حال ایڈیٹری بائیس کی سرخ خولجھورت کار میں بیٹھ کر میں چل پڑا۔ ایڈیٹری بائیس خود ہی ڈرائیونگ کر رہا تھا اس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار نظر آتے تھے۔ راستے پھر اُس نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ اور فروری کے بعد ایک خولجھورت عمارت میں داخل ہو گئی۔ جب کہ میرا خیال تھا کہ مارش ایسٹرو سے ملاقات کے لیے مجھے پرانے کلیسا ہی کی جانب جانا ہو گا۔ لیکن یہ عمارت میرے لیے ابھی تھمے عمارت میں داخل ہوتے کے بعد ایڈیٹری بائیس نے مجھے ایک خولجھورت ڈرائیونگ روم میں بٹھایا۔ اور خود چلا گیا۔ میں نے سوچا کہ گانا نے مجھے مارش ایسٹرو کے کہیں جانے کی اطلاع دی تھی۔ جب کہ ایڈیٹری بائیس نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ مجھ سے ملائے آ یا تھا کہ گانا گیا یا گانا کی یہ اطلاع

غلط تھی اور اس نے میری توقع کے مطابق یقیناً میرے مثلاً کوئی سازش کی تھی زیادہ نہیں سوچنے پایا تھا کہ مارٹن ایسٹرو ایٹری پائپر کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ ایٹری پائپر نے ہم دونوں کو فدا خانہ نکال دیا اور باہر نکل گیا۔ مارٹن ایسٹرو نے سگراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

”ہیلو غزال! میری تلاش میں بھگ رہے تھے۔ خیریت تو ہے؟“

میں غامضی سے مارٹن ایسٹرو کی صورت دیکھتا رہا اور پھر آہستہ سے بولا، ”نہیں سر مارٹن ایسٹرو! خیریت نہیں ہے میں شدید الجھنوں کا شکار ہوں، ایک ایسی اطلاع آپ کو دینا چاہتا ہوں جو یقیناً آپ کو سنبھالنے میں آئے گی۔ لیکن اتفاقاً سے میرے پاس ایسے ثبوت موجود ہیں جو ناقابل تردید ہیں۔“

”کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں بی مارٹن ایسٹرو نے کہا۔“

”سر مارٹن ایسٹرو! میں آپ کے ایک کارکن کی آپ سے شکایت کرنا چاہتا ہوں۔“

”کون ہے وہ اور کیا شکایت ہے؟“ مارٹن ایسٹرو نے چونک کر پوچھا۔

”گاٹنا کو آپ نے سیرا گلن مقرر کیا تھا۔ میری نگاہ میں وہ ایک عام حیثیت کی ساک تھی۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ کو اس کی حقیقت معلوم ہے۔ کیا آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ وہ ساموں ہے؟“

”وہ تمہیں کیسا علازہ ہوا؟“ مارٹن ایسٹرو نے پوچھا۔

”سر مارٹن ایسٹرو! پہلے بلکہ کم آپ مجھے یہ بتائیے کہ یہ بات تو آپ جانتے ہیں تاکہ وہ ساموں ہے؟“

”ہاں کیوں نہیں؟“

”اور کیا آپ نے اسے اس کام کے لیے مقرر نہیں کیا کہ وہ صرف میری خدمت گزاری کرے۔ بلکہ میری نگرانی بھی کرتے؟“

”بلکہ جی ٹیک ہے میں اس بات کا اعتراف لینے لیتا ہوں لیکن یہ کوئی غیر مادہ کاروائی نہیں تھی۔ تمہارے سلسلے میں ذرا اختلاف انداز میں سوچنے لگا تھا کوئی عام شخص ہوتا تو میں اس کو اتنی اہمیت نہ دیتا لیکن تم سے مجھے دوسرے کام لینے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ گاٹنا تمہاری حقیقتوں کو پایا۔“

”تو سر مارٹن ایسٹرو! اس نے میری حقیقتوں کو پایا ہے میں نے سگراتے ہوئے کہا۔ اور مارٹن ایسٹرو گھور کر دیکھنے لگا۔ پھر بولا، ”میں نہیں سمجھا۔“

”گاٹنا نے میری حقیقتوں کو پایا ہے سر مارٹن ایسٹرو

نے گاٹنا کی سازش کی پوری تفصیل بتادی۔ ایک ایک نفل میں سے مارٹن ایسٹرو کے سامنے دھرا دیا۔ اور جب وہ جاہلانہ نکال کر سامنے کھڑی۔ جہیں مارٹن ایسٹرو اٹھا کر دیکھنے لگا تھا۔ اسی لمحہ وہ اسی کیفیت کا اظہار کر رہا تھا جیسے اسے یہ سب کچھ معلوم نہ ہو۔ پایا میں دیکھتے رہنے کے بعد اس نے مجھ سے پرانے کیسیا کے اس قید خانے کے بارے میں پوچھا۔ اور میں نے تمام تفصیل اسے بتادی۔ مارٹن ایسٹرو کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ وہ میری دیکھتی ہوئی چیزوں سے کھیل رہا تھا۔ چند لمحات وہ اسی انداز میں سوچتا رہا اور پھر اس سے تنگ نہیں اٹھا کر مجھ دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

”گاٹنا انداز نکلتے گی مجھ اس کا اندازہ نہیں تھا سر مارٹن ایسٹرو! لیکن میں اپنے عقیم تر مفاد کے لیے دنیا کی کسی بھی

شخصیت کو حیثیت نہیں دے سکتا سر مارٹن ایسٹرو! حقیقت آپ سے میں نے نہ پہلے چھپائی اور نہ اب چھپا رہا ہوں۔ میں صرف اپنے مفاد کی تکمیل چاہتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ مجھے کچھ اور نہیں چاہیے۔ میں نے اپنے گھر سے نکلنے کے وقت گن سب سے

کہا تھا کہ انہوں نے دولت کو انتہائی اور آخری چیز سمجھ رکھا ہے، جب کہ میں محبتوں کو زیادہ حیثیت دیتا ہوں۔ میرے بھائی اور بھائیوں کے گھر پر مجھے اپنے سینے سے لگا لیتے تو میرے حقے کی تمام دولت گن ہی کی تھی۔ مجھے کیا چاہیے تھا۔ لیکن اب جب کہ میں انہیں یہ چیزیں کر کے وہاں سے نکل گیا ہوں تو مجھے دولت

دیکھ کر بسے مارٹن ایسٹرو! اس کے علاوہ مجھے کچھ اور نہیں چاہیے۔ باقی ساری باتیں حقائق کا درجہ رکھتی ہیں۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو غزال! یہ حقیقت یہی ہے۔ دنیا کا ہر کام ہر مسئلہ صرف دولت کے لیے ہو رہا ہے۔ انسانی رشتے جیتیں اخلاقی اور اخلاقی قدریں لغت میں بے مقصد الفاظ بن کر رہ گئی ہیں۔ کبھی ان الفاظ کے مفہوم بھی سمجھتے۔ لیکن آج یہ صرف زیب زبان کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ دولت کا حصول اس وقت دنیا کا ہر مقصد ہے اور اگر ہم اس مقصد کو نظر انداز کرتے ہیں تو اس دنیا سے بہت پیچھے کے لوگ بن جائیں گے۔ بہر طور کوئی بھی لوگ گفتگو نہیں کروں گا۔ تم نے یہ انکشاف

کر کے میرا دل جیت لیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے سر مارٹن ایسٹرو! کہ تم نے اپنے آپ کو اس بات کا بال ثابت کر دیا ہے کہ تم نے اپنے مفاد کے لیے کام کرنا نہیں

نہ تم سے تم کو فائدہ لیا ہے۔ وہ تمہارے منہ میں جیو جیو کی جگہ کے کاغذات بہت جلد تباہ۔ سو حالے کو دیتے جاؤ گے۔ ہم تم سے اس کے عوض جو کچھ کام لینا چاہتے ہیں وہ لیں گے۔ اور اس

کام کی تکمیل کے بعد تمہیں آزادی دیدیں گے کہ تم جس طرح چاہو۔ اپنی زندگی گزارو۔ لیکن اگر تم نے یہ پسند کیا کہ شہر کے معاشی کے لیے کام کرتے رہو، تب بھی ہم تمہیں تنظیم میں خوش آمدید کہیں گے۔ میں تمہیں ایک شخصیت سے ملانا ہوں۔ یقیناً اس سے مل کر تمہیں خوش ہوگی، مارٹن ایسٹرو نے دو بار پھر یہی ہونے کا کہا۔

”سیکا کو بلا لاؤ۔“ سیکا، ملازم باہر نکل گیا۔ میں انتظار کرنے لگا۔ سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

”سیکا کون ہے اور مارٹن ایسٹرو اس وقت اسے کیوں بلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہاتھ میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

اس سلسلے میں تنظیم کا نشان دیا جائے گا۔ سینکا، تمباکو اور
 خیال ہے اس بارے میں؟
 حقیقت یہ ہے مہاراشٹر ایسٹروٹا کر مجھے آخری وقت
 اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ مسٹر منڈلی بڑی احتیاط
 کے ساتھ مجھے بھی اہم بنا رہے ہیں۔ انہوں نے سامانوں
 کے خزانے سے اس طرح دلچسپی کا اظہار کیا تھا کہ بالآخر مجھے
 یقین ہو گیا تھا کہ یہ دل سے سامانوں ہی کے سامنے ہیں لیکن
 اب مجھے اندازہ ہوا کہ یہ مجھے اہم بنا رہے تھے۔ یہاں تک
 ہم دونوں میں سے کسی شرمندہ ہونا چاہیے میرا خیال ہے کسی
 کو نہیں۔ کیونکہ میری یہ ذمہ داری لگائی گئی تھی کہ میں مسٹر منڈلی
 کو اس طرح آپ کے لیے چیک کر دوں۔ اور مسٹر منڈلی نے یہ
 سب کچھ اپنی صحیح فطرت کی وجہ سے کیا۔ کیا خیال ہے آپ کا
 مسٹر مارٹن ایسٹروٹا؟
 ”ہاں۔ منڈلی! تم اس سلسلے میں سمجھ گئے ہو گے۔
 چنانچہ اب اس موضوع کو ترک کیا جاتا ہے۔ میں تمہارا شکریہ
 ہوں کہ تم نے میرے مقصد کو سمجھ کر مجھ سے تعاون کیا حالانکہ
 دلچسپ بات ہے کہ تم نے انتہائی جانفشانی سے لیویس کو
 میرے چند ساتھیوں کے چنگل سے آزاد کرایا تھا۔ لیکن آج کا
 وقت بدل چکا ہے۔ میں دل میں بڑی عقلمندگ محسوس کرتا
 تھا۔ ذرا سی لغزش ذرا سی غلطی ہو جاتی۔ تو اس کے نتائج کیا
 ہوتے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ قدرت نے میرے ساتھیوں
 کی طرف میری راہنمائی کی تھی، دل ہی دل میں میں نے سوچا
 کہ مارٹن ایسٹروٹا میری تنظیم کی قیادت بھی سنبھالے میرے ہاتھوں
 سے اس کا اور مفروضہ سامانوں کے دشمنوں کا خاتمہ بھی یقیناً میرے
 ہی ہاتھوں ہوگا لیکن تمہیں تمہاری تمام چالوں، ہی کے ذریعے
 ماروں گا۔ اعلیٰ ناک رکو۔ بعد کی گفتگو میں صرف دوستی کے
 بندوں کا اظہار تھا۔ اور اس کے بعد مجھے اسی عمارت میں
 رہنے کی پیشکش کی گئی۔ مارٹن ایسٹروٹا کہا۔
 ”یہ عمارت تمہارے شاہان شان ہے، منڈلی! خاص طور
 سے اس لیے کہ تم نے اب اپنی حیثیت کو بالکل مختلف ثابت
 کر دیا ہے۔ اب ہم تمہارے لیے کسی سہارے کی ضرورت
 نہیں محسوس کرتے۔ رات کو ایک تقریب میں تنظیم کا نشان
 تمہیں دے دیا جائے گا۔ لیکن نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا
 گناہ کیا مارٹن ایسٹروٹا کے ساتھ لینی گئی۔ جانے سے پہلے
 مجھے اس عمارت کے بارے میں تفصیلات بتادی گئی تھیں میرا
 مختصر سامان بھی تھوڑی سی دیر کے بعد یہاں پہنچ گیا۔
 نئی عمارت بے حد خوبصورت تھی۔ استواء کے لیے مجھے ایک

کاروباری گئی تھی۔ اور یہ اجازت دیدی گئی تھی کہ اب کئی
 چاہوں آجاسکتا ہوں۔ بہر طور مجھے کہاں ملتا تھا۔ راستہ کو
 البتہ مارٹن ایسٹروٹا کے بلاوے پر مجھے پرانے کلیسا مانا پڑا
 پرانے کلیسا کے اس مخصوص حصے میں جہاں مارٹن ایسٹروٹا
 فادر میڈلینو کی حیثیت سے رہتا تھا۔ چند لوگ جمع تھے۔ ان
 میں سولیزیر بھی تھی۔ ایلویس پائیر بھی تھا۔ اور چند اور بھی
 بھی تھے۔ ایک چھوٹی سی تقریب ادا کی گئی۔ اور میرے دائرے
 بازہ پر کندھے کے قریب ایک نشان بنا دیا گیا جو ایک گول
 دائرے کا تھا، اور اس کا ایک چوتھا حصہ کٹا ہوا تھا۔ یعنی
 کا نشان تھا، جو ہمیشہ کے لیے میرے بازہ پر کندھ لگا کر دیا گیا
 مارٹن ایسٹروٹا نے اس رسم کی ادائیگی کے بعد مجھ سے ہاتھ ملاتے
 ہوئے کہا کہ اب میں اس تنظیم کا ایک رکن ہوں۔ اور اس نشان
 کے سہارے دنیا میں کسی بھی جگہ اپنے آپ کو تنظیم کے
 ارکان سے روشناس کرا سکتا ہوں۔ وہ ارکان مجھے ہر طرح کی
 سہولتیں فراہم کریں گے۔ اس کے بعد عقیدہ لوگوں نے مجھے ہوتے
 ہاتھ ملانے کے بعد کہا کہ وہاں سولیزیر کی گئی۔ یہ گمان بھی نہیں
 تھا کہ اس رسم میں ایک جاگ ملنے والا شخص ایک دن جاسے
 لیے اتنا اہم ثابت ہوگا۔
 ”اور تمہیں دیکھ کر مجھے اپنی کم مٹلی کاروانا آرہے
 سولیزیر! میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میڈولینا
 میں میری میزبان اتنی گہری ہوگی۔ فادر میڈولینا کے بارے
 میں میں نے تم سے ہی تو معلومات حاصل کی تھیں۔ اور تم نے
 مسٹر ایڈریس پائیر کے بارے میں... سولیزیر ہنسنے لگی، اس
 نے ہنس کر میری بات دہرائی، وہی ہے اڑانی تھی۔ بہر طور
 میں نے بھی تفصیل میں جاننا مناسب نہیں سمجھا۔
 یہ چھوٹی سی تقریب رات کے کھانے کے بعد ختم ہوئی
 اور مجھے واپس میری رہائش گاہ میں بھیجا گیا۔ گویا چوتھ
 کے لیے مجھے پھر آزادی تھی۔ اس رہائش گاہ میں چند ملازموں
 کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ مجھے سوچنے مجھنے کے لیے کافی وقت
 مل گیا۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا وہ میری توقع کے برعکس نہیں
 تھا۔ میں جب بھی کہی اپنا جائزہ لیتا تھا کچھ عجیب سا
 احساس گھیر لیتا تھا تو میں اس طرح کی زندگی کا عادی ہوتا
 جا رہا تھا۔ اور غالباً مجھے اس کا سلیقہ بھی آ گیا تھا۔ اور نہ کاشا
 بدلے ہوئے نام کے ساتھ یہ کھانے مجھے چوبھ کر دیا تھا
 کے بارے میں بہت دیر تک سوچنا رہا۔ سولیزیر نے ذہن میں
 اس کے بعد میں نے آئندہ کارپورگم ترتیب دے لیا۔ سمونو
 ڈوئن کاربو۔ لیویس۔ گوین کوئن یا تھو ماس سے اب میں کسی طرح

کا ذہنی رابطہ نہیں رکھتا چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میری ذرا
 سی لغزش سارا کھیل بگاڑ سکتی ہے۔ ان لوگوں کے لیے اسی
 انداز میں کام کرنا چاہتا تھا کہ میں ان کے غفلتوں میں شامل ہو
 جاؤں۔ یہ ہی ایک بہتر طریقہ کار تھا۔ تاہم ابھی میں مارٹن
 ایسٹروٹا پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سارے کھیل کھیل لیے گئے
 تھے۔ میرے بازو کو تنظیم کا نشان دے دیا گیا تھا۔ یعنی جیسا
 تھا ایسی نظر میں رہے۔ مجھے جھکاؤں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی میرے
 ذہن میں تو میں ان لوگوں کا خیال تھا جو تاہم رکن ملن تھے۔ اور
 صرف اپنے ذہن واپس جاتے تھے۔ اب تو میں نے اس سلسلے
 میں سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ ویسے حالات تقریباً میرے ذہن
 میں واضح ہو گئے تھے اور میں سامانوں کی صورت حال کو اچھی
 طرح سمجھ چکا تھا۔ ندرت سمونو تو راز کو شانے نے مجھ سے جو کچھ بھی
 چھپایا تھا اب وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں رہتا تھا۔ میں جاننے
 کہ تک یہ تمام باتیں سوچتا رہا۔ پھر گہری نیند سو گیا۔ دوسرے
 دن کے لیے میں نے ایک پروگرام ترتیب دے لیا تھا۔ جب مجھے
 ہر طرح کی آزادی دی گئی تھی تو میں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا
 چنانچہ تدریس کا بہرہ نکل گیا۔ اور پھر میڈولینا کے مختلف گوشوں
 میں پھرتا رہا۔ دوپہر کا کھانا اپنی پسند کے مطابق سولیزیر کے
 رستوں میں مل کھایا۔ سولیزیر اس وقت وہاں موجود نہیں تھی۔
 کیا کیا کہانیاں سنائی تھیں اس نے مجھے۔ لیکن درحقیقت کیا
 نکلی تھی یہ بات کم از کم اس بات کا احساس دلا دیتی تھی کہ
 دنیا میں اپنے علاوہ کسی اور پر بھروسہ نہ کرو۔ کون کیسے لگا۔
 اس کا اندازہ لگانے میں مشکل کام ہوتا ہے مصوم چہرے کے
 بیچھے دہلنے کیسی کیسی شخصیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ان شخصیتوں
 کو پڑھنے کے بجائے صرف ایک بات پر یقین رکھو کہ دنیا کا ہر
 شخص تمہیں دھوکہ دے سکتا ہے۔ شاید انسانی فطرت کا صحیح
 تجربہ یہ ہی تھا۔ یا کم از کم مجھے اس کا تجربہ ہوا تھا۔ اور یہ صرف
 میری سوچ تھی جس کے بعد شام تک مارا مارا پھرتا رہا اور پھر
 اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔ میرے لیے کوئی پیغام نہیں
 تھا۔ دوسرا تقریباً اور جو تھا وہ بھی اسی طرح گزر گیا۔ اس دوران
 مجھ سے کسی نے ملاقات کرنے کی کو شش نہیں کی تھی۔ میرا
 تک کر گناہی نہیں آتی تھی۔ لیکن اب میں خود بھی اس سے
 نہیں ملنا چاہتا تھا۔ خیالے کیوں ایک انجمن سی پیدا ہو گئی
 اس کے سلسلے میں میرے ذہن میں لاکھ آئینے کھینچے گئے تھے
 تھا، لیکن اس کی شخصیت میرے لیے اب ناپسندیدہ ہو گئی تھی
 اور وہاں لا ضرورت اس کا ساتھ نہیں چاہتا تھا۔
 ہر اس شام جب میں آوارہ گردی کے اپنے رہائش گاہ

پر واپس پہنچا، تو میرے ڈرائنگ روم میں مارٹن ایسٹروٹا موجود تھا
 وہ ایک موٹی سی کتاب ہاتھوں میں تھا۔ آرم کر سی پر دراز تھا
 میں اس کے پاس پہنچ گیا اور مارٹن ایسٹروٹا نے مسکراتے ہوئے
 کتاب رکھ دی۔
 ”ہیلو منڈلی! میرا خیال ہے اچھی طرح آرام کر چکے ہو تم؟“
 ”میں تو آرام کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ مسٹر مارٹن ایسٹروٹا
 بس صرف اس بات کا منتظر تھا کہ آپ کی طرف سے کوئی وفد ملے
 مجھے سوئی جائے۔“
 ”ہاں لیتنا۔ میں بھی اسی سلسلے میں کاروائیاں کر رہا
 تھا۔ لا تعداد ذہنی لٹکھارے ہیں جنہیں سلجھانا ہے۔ سب
 سے زیادہ پریشانی مجھے گوین کے سلسلے میں ہے۔ بہت سے
 کردار تو ہماری نگاہوں ہی سے اوجھل ہیں منڈلی! لیکن وہ جو
 ہمارے سامنے آچکے ہیں، ان کا تکم ہو جانا ہمارے لئے
 انتہائی پریشان کن ہے۔ میرے ہیشمار آدمی فرانس اور لندن کے
 پیچھے پیچھے ہیں گوین کو تلاش کر کے ہیں لیکن اس کا کوئی پتا
 نہیں چلا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کا ذہنی توازن بھی مثبت
 نہیں ہے۔ چنانچہ کوئی بھی سامان ذہنی طور پر ہی اسے تلاش
 نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں میں ایک خاص جس ہائی جاتی ہے۔
 یعنی کسی مخصوص انسان کو سونپ کر تلاش کر لینے کی جس۔ لیکن
 جاننے گوین کہاں گئے ہوگا۔ ان لوگوں کی یہ کوشش بھی بازاہد
 نہیں ہو سکی چنانچہ گوین کے سلسلے میں مجھے سخت پریشانی
 کا سامنا ہے۔ منڈلی! میں تمہیں تنظیم کے بارے میں تفصیلات
 بتا چکا ہوں۔ تنظیم بہت بڑی قوت رکھتی ہے، اور اس کے
 بے شمار کارکن دنیا کے مختلف گوشوں میں کام کر رہے ہیں لیکن
 تنظیم کے کچھ بہترین اہل عمل بھی ہیں۔ ہم لوگ جس سلسلے میں جس
 شخص پر اہم دیکھتے ہیں۔ پھر اس پر عمل ہی اہم دیکھنا چاہتا
 ہے اور اگر کبھی یہ اہم دیکھو ہو جائے تو اس کے لیے بھی
 ہمارے پاس ذرائع ہوتے ہیں۔ لیکن کرو میں تمہیں کوئی دھمکی
 نہیں دے رہا۔ صرف تنظیم کے مقاصد بتا رہا ہوں۔ اور ظاہر ہے
 کسی بھی تنظیم کے لیے اپنا ایک دائرہ عمل ضروری ہے۔ منڈلی!
 اگر تم نے ہمارے اہم دیکھو کو دھوکہ دیا۔ تو صرف تمہاری کچھ نہیں
 گمٹے گا۔ تمہارے اہل خاندان کو ان تمام لوگوں کو جو کسی بھی
 طور تم سے متعلق رہ چکے ہیں، کسا کسا کر مار دیا جائے گا۔ تنظیم
 ایسا ہی کرتی ہے اور ایسے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں میرے
 دوست یقیناً میری ان باتوں کا تم نے بڑا مانا ہوگا۔ لیکن میں
 تم سے ذاتی طور پر بھی درخواست کرتا ہوں کہ ایک اچھے انسان
 ہونے کی حیثیت سے تم اپنے یا اپنے اہل خاندان کے لیے کوئی

نظر ہوں مت لینا۔ تم سے پورے اعتماد کے ساتھ ہمارے ساتھ کام کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور تمہاری ذمہ داریاں صرف اتنی ہی ہوں گی کہ تم ہمیں ساموئیکا تک پہنچا دو۔ تمام سامونوں کو یکجا کر لو، اور اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائے۔ نہ صرف طے شدہ معاہدہ بنکر اپنے کام کی تکمیل کے بعد ہمیں اتنا کچھ دیا جائے گا کہ تم زندگی بھر آرام سے بسر کر سکو گے۔

”ٹھیک ہے مسٹر مارٹن ایٹرو! میں جانتا ہوں کہ یہ دھمکیاں نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ اس خیال کو ذہن سے نکال دیں کہ میں نے ان میں سے کسی ہاتھ کاڑھا مانا ہوگا۔ لیکن ایک درخواست میں ضرور کرتا ہوں، وہ یہ کہ جب تک میری غلڑی ثابت نہ ہو جائے میرے لیے دل میں میل نہ لایا جائے۔“

مارٹن ایٹرو ذوقی طور پر اس کا وعدہ کرتا ہے۔ ”ماٹرن ایٹرو نے کہا۔
 ”تو پھر مسٹر مارٹن ایٹرو! سب سے پہلے مجھے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بتایا جاوے کہ میری طرف میری ذمہ داریاں کیا ہیں۔“
 ”ہاں بالکل ٹھیک۔ دراصل مختصر تفصیل بتائی پڑے گی کہ ہمیں ایک پراسرار اور نامعلوم خطے میں ساموئیکا کے نام سے ایک دنیا آباد ہے اور یہ خطہ عام لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہے۔ یہاں سچے لوگ اس وقت دنیا کی دو بڑی طاقتوں کے معنی میں اے کے ذریعہ معلومات بھی اس خطے کی نشاندہی نہیں کر سکتے جو ساموئیکا کہلاتا ہے۔ وہ کہاں ہے اور کس جگہ واقع ہے اس کے بارے میں تقریباً بہت معلومات نہیں حاصل ہو گئی ہیں، لیکن دنیا کے دوسرے ممالک نہیں جانتے۔ اور یہی معلومات ہمارے حق میں فائدہ مند ہیں۔ اگر یہ معلومات دوسروں کو فراہم ہو جائیں تو پھر کوئی بھی اس جگہ پر قدم کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اور بلاشبہ دنیا کے پاس ابھی ہم سے زیادہ وسائل موجود ہیں۔ چنانچہ ہم یہ خطہ کسی قیمت پر قوت نہیں لے سکتے کہ اس خطے کی معلومات کسی بھی شخص کو فراہم کریں۔ یہاں تک کہ ہمیں بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتایا جا سکا۔ پھر طور ساموئیکا میں ایک باقاعدہ حکومت ہے۔ باقاعدہ اس کی آبادی ہے۔ ان کے زندگی گزارنے کے طریقہ کار کیا ہیں، اس کے بارے میں ہمیں کوئی خاص تفصیل نہیں معلوم، لیکن وہاں حکومتوں کا بغاوت کا سازشوں کا قتل و غارتگری کا تصور موجود ہے۔ اور سامونوں کی یہ دنیا ہماری دنیا سے کسی طور بھی نہیں ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ وہاں سائنسی ایجادات کس حد تک پہنچ چکی ہیں۔ کیونکہ سامون اس کے بارے میں کوئی خاص

نہیں دیتے۔ بلاشبہ لوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ بہت زیادہ سائنسی قوتوں کے مالک نہیں ہیں۔ ساموئیکا کی حکمران پارٹی کے خلاف بغاوت ہوئی اور حکمران پارٹی کو معزول کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ اس پارٹی کے اہم اہم رکن باغیوں کا نشانہ بن گئے۔ لیکن ایک گروہ جو بہترین ذہنی صلاحیتوں اور شاندار قوتوں کا مالک تھا کسی نہ کسی طرح ساموئیکا سے فرار ہو گیا اور سمندری راستے سے نئے جہازوں کی تلاش میں چل پڑا۔ جہاں اپنے قدم جانے کے بعد وہ اس بغاوت کے خلاف کارروائی کر کے اس گروہ کے افراد سامونی حکومت میں کثرت رکھتے تھے۔ اس کے باوجود میں نہیں دیرا مطلب ہے تنہا کو کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ لیکن ان میں پانچ آدمی نمایاں حیثیت کے حامل ہیں اور یہی پانچوں ساموئیکا کی باغی حکومت کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔ سامون بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ بہر طور باغیوں کا یہ گروہ فرار ہو کر ہماری دنیا تک پہنچ گیا۔ اس گروہ کے پانچ سربراہ یعنی پانچ بڑے مقبوضاں لگا بیٹا۔ لیوس۔ وی میں اور گو میں ہیں۔ گو میں اس سلسلے میں کلیدی حیثیت رکھتے۔ لیکن غلنے کس کارروائی کے تحت گو میں کا ذہنی توازن اٹھ گیا اور وہ ذہنی طور پر معزول ہو گیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد ان پر کوئی آفت پڑی اور وہ سب منتشر ہو گئے۔ ایک بھی شخص ایک بھی جگہ نہ رہا۔ جب ہماری دنیا میں آکر انہوں نے اپنے آپ کو بہتر حالت میں محسوس کیا تو سب ایک دوسرے کی تلاش میں لگ پڑے۔ اور یکجا ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ تاکہ باغی حکومت کے خلاف جوئی کارروائی کر سکیں۔ لیکن ابھی تک وہ منتشر ہیں اور ایک دوسرے کو پانے میں ناکام رہے ہیں۔ اس گروہ میں بہترین ذہنی صلاحیتوں کے مالک افراد شامل ہیں۔ انہوں نے ہماری اس دنیا میں آکر بھی اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کے لیے بہترین انتہا کرتے۔

میرے ہاتھ سب سے پہلے لیوس لگا تھا۔ لیوس سے مجھے بہت سی تفصیلات معلوم ہوئیں۔ تنہا میرے ہاتھ سے میرے سپرد کیا ہے۔ اور میں اس سلسلے میں پوری قوت سے کام کر رہا ہوں۔ چنانچہ ویلیٹی یا موجودہ نام کے تحت کوٹا بھی ان لوگوں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ویلیٹی سے متعلق وہ کتاب میرے ہاتھ میں بھی گئی جو ویلیٹی کی طرف بہت سے لوگوں کی رہنمائی کا باعث بنی۔ ہزاروں کے ٹیکر جلا کر ویلیٹی یا کوٹا نے نئے نئے نکلنے کی کھلیں کھلا تھا۔ بہر طور میں جانتا ہوں ان کی ساری کوششیں یکجا ہوجانے کے لیے ہیں۔ اور وہ اپنے طرز و انداز کے مشورہ، مہر و مصروف ہو، جب ان کے بارے

میں معلومات حاصل ہوئیں تو میں نے تمہارے ملک کی بجائے برعکس اور تمہارے سرپرست حسن صاحب سے ملاقاتیں علم میں لور لیوس کے نام سے ایک پیغام بھجوایا تاکہ لوہین وہاں پہنچ جائے۔ تم کو میں کو لے کر وہاں پہنچے لیکن پھر میری جلد بازی اور کچھ ہمارے جلد بازی نے سارا ٹھیکہ بگاڑ دیا۔ اور نہ گو میں ہمارے ہاتھ آجائے۔ گو میں کے مسئلے میں صاف سے بڑی بات ہے یہ ہے کہ ہمیں اس کی ذہنی تربیت کرنی ہے اس کا دماغی توازن درست کرنا ہے۔ یہ کام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ لیوس سے مجھے مقبوضاں کا پتہ ملا۔ مقبوضاں اور لیوس نے آپس میں رابطہ قائم کیا تھا۔ بہر طور بات ذرا آگے بڑھ گئی ہے۔ میں متحور اس لیے آتا ہوں۔

سامونوں کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کے لیے ہی دن کے بعد تنظیم کو کچھ ایسے لوگ دریافت ہوئے جو تنظیم کا تعاون چاہتے تھے۔ اب یہ سارے معاملات تنظیم ہی چلنے کے اس لیے ان لوگوں کو کیے پایا۔ بہر طور یہ باغی جماعت کے ارکان تھے، جو ساموئیکا سے ایک طویل سفر طے کر کے ہماری دنیا تک پہنچے تھے۔ انہوں نے تنظیم کے ذمہ دار حضرات سے ملاقات کر کے اپنا مقصد بیان کیا اور تنظیم نے ان سے سوچے بازئی کر لی۔ ساموئیکا کے ارکان نے وعدہ کیا کہ تنظیم کے آپریشن ہیلڈ کارٹر کے لیے وہ ایک بہت بڑا ملاؤ تنظیم کے حوالے کر دیں گے اور مسٹر غزالی، تنظیم کو ایسی ہی کسی جگہ کی ضرورت تھی۔ جہاں دنیا کی نگاہوں سے مخفی تیاروں کی پہنچ سے دور رہ کر سائنسی معاملات پر کام کیا جاسکے۔ ہم اس کے لیے ابھی تک کوئی بہت ہی موزوں جگہ تلاش نہیں کر سکے۔ ہمارے چند ہیلڈ کارٹر جو ہم نے مختلف گوشوں میں بنائے تھے تیار کر دیئے گئے۔ مصنوعی سیلوں کے ذریعے ان کا پتہ لگایا گیا تھا۔ چنانچہ کسی ایسی جگہ کی تلاش ہمارے لیے ناکر رہی۔ جہاں ان کی پہنچ نہ ہو سکے۔ اور ساموئیکا اس لحاظ سے ہمارے لیے بہت بہتر ہے۔ چنانچہ تنظیم ساموئیکا کی باغی حکومت کے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہو گئی۔ باغی حکومت صرف یہ چاہتی ہے کہ تمام سامونوں کو ایک کے اس کے حوالے کر دیا جائے، تاکہ وہ ان کو چھانی سے کر یا سترائے ہوئے سے کر اپنی حکومت مستحکم کر لیں۔ جب کہ انہیں ہر لحاظ ان کی حالت سے خطہ لگا رہتا ہے کہ وہ لوگ کوئی موثر کارروائی کر کے ہی آ رہے ہیں گئے۔ اس طرح مائی ڈیٹر غزالی، ہمیں کم از کم یہ معلوم ہوا کہ تنظیم کے سامونوں سے دلچسپی کی وجہ سے

اب میں دوسرے مرحلے کی طرف آتا ہوں۔ چونکہ ساموئیکا میں ہیلڈ کارٹر کے قیام کی ذمہ داریاں مکمل طور پر میرے سپرد کر دی گئی ہیں اس لیے تمام سامونوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن انہیں تلاش کرنا ہمارے لیے آسان نہیں ہے۔ یہ سادہ لوح ہوتے ہیں۔ لیکن صرف ناواقفیت کی حد تک۔ مگر ہماری دنیا سے وہ پوری طرح واقف ہو جائیں تو بلاشبہ یہ ہم سے زیادہ ذہین اور اخلاقی صلاحیتوں کے مالک ہوں گے۔ تو ڈیٹر غزالی، اچونکہ یہ شعبہ مکمل طور پر میری تحویل میں ہے۔ اس لیے مجھے یہ اختیار بھی دیا گیا کہ میں اس کے لیے جس سے بھی چاہوں کام لے سکوں اور جس سے کام لوں۔ اسے تنظیم کی جانب سے تمام اختیارات سونپ دیئے گئے۔ اس سلسلے میں ایک بہت اہم حیثیت رکھتے ہوئے آدمی نے اپنے آپ کو اس کا اہل ثبات کیا ہے۔ کاررواری طور پر ہی سہی لیکن تم تنظیم سے مخلص ہو۔ ہمیں سامونوں کے پورے گروہ کو حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ ایسے افراد پانچ جاہلی جو

بے مقصد ہیں اور کوئی اہمیت نہ رکھتے ہوں۔ تو کوئی حزن بھی نہیں ہے۔ بنیادی طور پر اس وقت ہمیں گو میں کا ٹھکانا۔ اور وی میں کی تلاش ہے اور ہمارے پاس ان کا کوئی نشان نہیں ہے۔ گو میں کا حصول اس لیے بے حد ضروری ہے کہ ہم یہاں اس کی ذہنی حالت بحال کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ ذمہ داری بھی ہم نے قبول کی ہے۔ اب میں تمہارے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ تمہیں یہ تجویز پسند آئے گی۔ لیکن اس کے لیے تمہیں پوری طرح غلطانہ طور پر کام کرنا ہوگا۔ ”بار بار یہ الفاظ کہہ کر مسٹر مارٹن ایٹرو! آپ مجھے یہ احساس دلاتے ہیں کہ ابھی آپ کے دل میں میرے لیے اعتماد کی کمی ہے۔“

”ہر نہیں غزالی نہیں! بس جو ذمہ داری میں لیتے ہیں یہ قبول کر رہا ہوں۔ اس سے خوفزدہ ہوں۔“

”اس سلسلے میں میں آپ سے خاص طور سے ایک بات عرض کر دیتا چاہتا ہوں مسٹر مارٹن ایٹرو! آپ میرے پاس سے خود بھی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ میں صرف ایک طالب علم تھا اور اپنی تعلیم مکمل نہیں کرتے پایا تھا۔ حادثات کا شکار ہو گیا۔ میں جرم کی دنیا سے ناواقف ہوں۔ حسن صاحب نے کچھ ذمہ داریاں میرے سپرد کی تھیں۔ جنہیں میں نے اپنی صلاحیتوں ہی سے کسی حد تک پورا کیا۔ چنانچہ اگر میں۔۔۔۔۔“

”ایک منٹ، مارٹن ایٹرو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ تم نے دوگ میں جو کچھ کیا ہے اس سے میں اندازہ لگا چکا ہوں کہ

تمہاری صلاحیتیں کس حد تک ہیں۔ اور اس بنیاد پر میں تم پر مکمل بھروسہ کرتا ہوں کیونکہ دو لاکھ میں مل بیٹرو کو شکست دینا آسان کام نہیں تھا۔ بہر طور اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس سلسلے میں تم کہیں ناکام نہ ہو، تو تنظیم تم پر گرفت نہ کرے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ تنظیم کے ارکان خود بھی تو تمہارے دست راست رہیں گے۔ تاہم اگر کہیں کوئی ایسی بات ہو جائے۔ تو تمہیں قلعی طور پر اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جائے گا۔

”شکر بہ سطر مارٹن ایٹرو، یہی بات میرے لیے باعث تشویش تھی۔ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر تمہیک ہے اس انداز میں اپنے کام کا آغاز کرو میری تجویز میں ہو۔ اس میں کوئی بھی ترمیم تھے برقیات پر قبضہ ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ سامانوں کا یہ گروہ جو میرے قبضے میں ہے تم اسے آزاد کرالو۔ اس کے لیے باقاعدہ ڈرامہ

ایچ کر۔ کچھ لوگوں کو ہلاک کرو۔ اور انہیں آزاد کر کے گناہی کے پر وگرام کے مطابق انہیں میاں سے لے جاؤ۔ میں تمہیں ایسی جگہ بتا کر دوں گا جہاں تم انہیں پوشیدہ رکھ سکتے ہو۔ یہ قلم ڈراما میں تم اپنے شاٹوں پر لوگ۔ ان لوگوں کو پوری طرح اپنے اہتمام میں لے لو۔ اور ان پر یہ ظاہر کرو کہ بااثر خرم ان کی رہائی کا باعث بن رہے۔ یہ تم پر بھروسہ کرتے ہیں۔ لہذا شاید یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ تم ان کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔ جذباتیت سے کام لیں مگر مت لینا غزالی اچھب یہ لوگ تمہاری تحویل میں پہنچ جائیں تو تم کو میں گانتا اور وہی میں کو ان کی مدد سے تلاش کرو۔ عام سامانوں کی نسبت یہ گروہ زیادہ حساس ہے۔ تم مجھ رہے ہو گے کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ ان کی مدد سے تم گانتا اور وہی میں کو تلاش کر لو۔ یہ تمہیں کو تلاش کر لو، اور جب یہ تینوں مل جائیں۔ تو پھر انہیں ہماری تحویل میں دیدو۔ لہذا سامانوں کی تلاش اچھی جاری ہے۔ ایک دو لاکھ سے کچھ سامان حاصل بھی ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس بات کے امکانات ہیں کہ ہم بہت جلد ان سب کو اپنے قبضے میں کر لیں گے۔ یہ معاملہ حرف ان سربراہان کا ہے جن میں سے حرف اچھی دو ہمارے ہاتھ آسکے ہیں۔ میں پرنیال نکا ہوں سے مارٹن ایٹرو کو دیکھ رہا تھا۔ یہ تجویز بہت شاندار تھی۔ اور اس میں میرا ہی فائدہ تھا۔ چنانچہ میں نے تبت سے کہا ”مستر مارٹن ایٹرو! آپ کے بیان کے مطابق کچھ سامان دنیائے مختلف گوشوں سے گرفتار ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے ذیلیے رہات نہیں معلوم ہو سکی کہ وہ وہاں جہاں تھے۔ ماسکی تحویل

میں تھے۔

”ہنسہ رکتے یہ کج بحث نہیں ہتاتے۔ اذیتیں برداشت کرنے میں ان کا کوئی ثنائی نہیں ہے۔ غالباً یہ ان کی جھانسی شہادت ہے جو اذیتیں برداشت کرنے میں بہت طاقتور ہے۔ یہ زبان نہیں کھولتے۔ ہم بہت کوشش کر چکے ہیں۔ تاہم ان کے کچھ اور سامان دریافت ہوئے ہیں، وہاں باغی سامانوں پر چند افراد پہنچ چکے ہیں۔ اور اپنے اپنے طور پر ہنگامہ کھانا کر رہے ہیں۔“

”گروہ۔ یہ ہی میرا مقصد تھا۔ جہاں تک آپ کی فکر کا معاملہ ہے۔ مسٹر ایٹرو! تو میں آپ کو داد دیتا ہوں نہایت ہی شاندار تجویز ہے اور اس کی مدد سے میں تنظیم کے بقیہ تین بڑوں کو تلاش کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ کو فوجی حکمراں اعتماد کرنا ہوگا۔ میں ان لوگوں کو یہی سناؤں گا کہ مارٹن ایٹرو کو دھوکہ دے کر ان تک پہنچا ہوں اور اس کا لین کی مدد سے اپنا کام کروں گا۔“

”گو یا تم میری تجویز سے متفق ہو سکتے ہو۔ میں نے جواب دیا۔

”تو میں تمہیں اجازت ہے۔ سبانا ہمارا اپنا آدمی وہ صحابی راستے سے تمہیں ایک مخصوص مقام تک پہنچا دے گا۔ میں سامان وہ ہیں جو میں نے گرفتار کیے تھے۔ اور باقی یہ چار ہیں۔ یعنی لیوس۔ تھو ساس۔ ڈوشن کارلو اور داہن۔ تم ان جو میں آزاد کر رہا ہوں سے نکال کر لے جاؤ۔ سب تمہیں پوائنٹ نمبر میں رہنمائی دے گا۔ پوائنٹ نمبر کی تفصیل وہی تمہیں خود بتائے گا۔ اس کے بعد تم جانتے جہتیں کیا کرنا ہے۔ میں تفصیلی رپورٹ تمہیں گھنٹوں کے اندر تمہاری رہائش گاہ پر پہنچا دوں گا۔ اور اس کے بعد سبانا تک پہنچانے کے بعد آزاد ہو جائے گی کیونکہ ا کی ذمہ داریاں کچھ اور ہیں۔“

”بہت بہتر سطر مارٹن ایٹرو! مارٹن ایٹرو نے سے ہاتھ دھرایا اور کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ہم دونوں چلے گئے۔ مارٹن ایٹرو کے جانے کے بعد میں گولڈن بیٹھ گیا تھا۔ یہ سب کچھ قبول کرنے کے بعد ذہن پر یکساں آ پڑا تھا۔ میں اس تجویز پر غور کرتا تھا۔ مارٹن ایٹرو برا خطہ عمل لینے جا رہا تھا۔ لیکن کیا یہ صرف اعتماد کی پر ہے۔ یعنی اس نے مجھ پر واقعی اعتماد کر لیا ہے۔ وہ بات کے امکانات تھے۔ کیونکہ مجھے تھو ساس نشان دیا تھا۔ جسے میں کہیں بھی کسی جگہ اٹھواں لے سکتا تھا۔ معاملات کو انتہائی گہرا لے ڈیل

میں زندہ تھی۔ البتہ جب کبھی اس کا تصور آتا تو ایک ہوک سی دل میں اٹھنے لگتی تھی۔ سب کا میں ان خوفناک معاملات سے بچ سکوں گا۔ کیا میری زندگی کا اختتام اس مشن کی تکمیل میں نہیں ہو جائے گا۔

کیا کبھی تمہارے خیالوں کا یہ دورہ دیکھنے کی خوش بختی حاصل ہو سکتی ہے۔ نجانے وہ کس طرح مجھے یاد کرتی ہوگی نجانے۔ ازم کی اس دنیا میں بزم آرا بیاں ذرا اچھی نہیں لگتی تھیں۔ ایک طرف تو ذہن ان خوفناک خیالات کا شکار تھا اور دوسری طرف یہ تصور بہر طور رات گزار لی۔ دوسرے دن مجھے سامانوں کو آزاد کرنے کا ڈرامہ کرنا تھا۔ اور اس کے لیے تبتا ہی میری ذمہ داریاں مخصوص کی گئی تھیں۔ کیونکہ اس سفر میں مجھے کسی کو ساتھ نہیں رکھنا تھا۔ گانتا بھائی تھی کہ سبانا ہر لمحے میرا اخیر مقدم کرنے کے لیے تیار ہے۔ وہ

وگن اسی جگہ موجود تھی۔ جہاں گانتا نے پروگرام کے مطابق اسے پوشیدہ کیا تھا۔ گویا تمام معاملات وہی تھے جو گانتا نے ترتیب دیئے تھے۔ لیکن ان کی نوعیت کسی طرح بدل گئی تھی۔ پہلے یہ ایک خبردار اور باغیانہ کارروائی تھی جس کے نتیجے میں مجھے مارٹن ایٹرو اور تنظیم کے تمام ارکان کی دشمنی مل جاتی۔ پیچھے چپے پر گئے تلاش کیا گیا۔ سامانوں کو موت کے گھاٹ بھی آنا جا سکتا تھا۔ لیکن آج وہ ہی پروگرام مارٹن ایٹرو کی سرکردگی میں تکمیل کے مراحل طے کر رہا تھا۔

یہ دوسری بات تھی کہ میرے ذہن میں اس وقت بھی وہ ہی جذبے موجود تھے جو گانتا کی تجویز پر عمل کرنا میرے دل میں ہوتے۔ لیکن اب مجھے تنظیم کی حمایت بھی حاصل تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ شام کا لانا مشکل ہو گیا۔ بہر طور شام ہو گئی۔ سب کا میں اپنی تیاریوں کے بعد پرانے کلیسا کی جانب چل پڑا۔ جہاں مجھے قتل و غارت گری کا ایک ڈرامہ رچا ہوا تھا۔ چند جاقظوں پر گولیاں چلائی تھیں۔ لیکن ان محافظوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ بھی صرف مرنے کی اداکاری کریں۔ درحقیقت مرنا چاہیں۔

اسی راستے سے میں سرنگ میں داخل ہوا جس سے گانتا مجھے لے کر گئے تھے۔ میرے ہاتھوں میں ایک سب مشین گن دہی ہوئی تھی۔ میں جب اس عظیم الشان تہہ خانے میں پہنچا۔ جہاں جنگوں کے اندر سامان قید تھے تو ایک بار پھر سامانوں میں گھسلی ہوج گئی۔ تھو ساس لیوس ڈوشن کارلو اور سمبورا وغیرہ ہمیں ہونٹ لگا ہوں سے بچھ دیکھنے لگے تھے۔ پتا نہیں ان کے ذہنوں میں

اور اس کے بعد یہ نئی دنیا کسی بھی طور ایک دوسرے سے کہ نہیں تھیں۔ کردار آتے تھے۔ ختم ہو جاتے تھے۔ اور میں ابھی تک اسے مشن کی تکمیل میں مصروف تھا۔

پیار گھنے کے بعد گانتا ہی میرے پاس پہنچی اور اس نے مارٹن ایٹرو کی ہدایت میرے سامنے رکھی۔ وہ مجھ سے اس سلسلے میں تقریباً ایک گھنٹے تک گفتگو کرتی رہی۔ کج بحث کے چہرے پر شرمندگی کا سایہ بھی نہیں تھا۔ ورنہ مجھ سے شرمندہ ہونا چاہیے تھا کہ اس نے کس انداز میں اپنا کام نکالا تھا۔ لیکن مجرم کی گونیا میں شرمندگی نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ عملاً یہ کج بحث کیا شرمندہ ہو سکتی تھی۔ سامانوں کے ہائی گروہ سے اس کا تعلق تھا۔

اب تقریباً تمام معاملات میرے ذہن میں واضح لگنے لگے تھے۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو اب پوشیدہ رہ گئی ہو۔ سبانا ہر لمحے میرے علم میں آ گیا تھا۔ لیکن آج بھی وہ سب میرے لیے انتہائی پراسرار تھے۔ اور میں جب بھی ان کے بارے میں سوچتا۔ میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہونے لگتا۔ بہت سے کردار جو زندہ تھے۔ آج بھی میرے ذہن میں ابھی جیت رہے تھے۔ جیسے ندرت۔ یہ دوسری بات ہے کہ طویل زندگی کے اگلائے میرے ذہن میں اس کے لیے عجیب سے احساسات پیدا کر دیتے تھے، ورنہ عام حالات میں وہ لوگوں کی تھی کس قدر طاقتور کس قدر ذہین۔ گوشائی جو اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ اس مشن کے لیے وقف کر چکی تھی۔ وہ بھی انتہائی طاقتور شخصیت تھی۔ سمبورا لیکن یہ جان کر حیرت ہوئی تھی کہ لیوس تھو ساس اور دوسرے ذہین افراد ان میں سربراہوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ابھی تک لیوس یا تھو ساس نے ایسا کوئی کارنامہ نہیں انجام دیا تھا جس سے میں یہ سمجھتا کہ ان کی ذہنی قوتیں عام لوگوں سے زیادہ بلند ہیں۔ بہر طور بے شمار خیالات تھے پھر جب آرام کرنے کے لیے لیٹا۔ تو ذہن میں تنور داخل ہو گئی۔ کمال کی بات تھی جن صاحب کی کو تھی میں رہ کر بھی میرا واسطے بے شمار لوگوں سے پڑ چکا تھا۔ لیکن وہاں کوئی بھی ایسی شخصیت نہیں تھی جو میرے ذہن تک رسائی حاصل کر چکی ہو۔ گانتا جو لیا۔ اوشا اور ایسے کئی کردار تھے۔ جنہوں نے میری عزت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کچھ راستے پر آگے کچھ راستے پیچھے گئے۔ بہر طور میں اپنی جگہ بھول کا توں تھا۔ لیکن تجویز میرے ایک بھی لفظ ایسا نہیں کہا تھا جو اقدار سطح سے گزرا ہو۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ آج بھی میرے دل

میرے لیے کیا خیالات گردش کر رہے ہوں۔ لیکن بہر طور اس وقت بھی وہ مجھے دیکھ کر سلاخوں کے پاس آکر کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے اُن میں سے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ اور رات کے اُس دوسرے دہانے کی جانب بڑھ گیا۔ جو سڑگ کی شکل میں کلیسیا کے اندرونی حصے میں جا کر نکلتا تھا، اور جہاں میری معلومات کے مطابق مسلح گارڈز ان قیدیوں کی نگہبانی کرتے تھے۔ گارڈز وہاں موجود تھے انہیں غالباً پیلے سے بلائیت کر ڈی گئی تھی کہ انہیں کچا ڈرامہ رچالیا ہے۔ چنانچہ میں نے گولیاں چلائی شروع کر دی۔ یہ دوسری بات ہے کہ گولیاں دلواروں پر پڑ رہی تھیں۔ اور گارڈز شور مچا رہے تھے۔ چیخیں مارتے تھے۔ ان کی آوازیں فضا میں منتشر ہو رہی تھیں۔ ان میں موت کی چیخیں بھی شامل تھیں۔ تقریباً تین منٹ تک میں نے یہ ڈرامہ کیا۔ اور اُس کے بعد واپس تہ خانے کے دہانے پرستندہا۔ یہاں کہہ کر نوکِ ازم پوری اداکاری کرنی تھی۔ اور اُس ہی انداز میں جا کر اُٹھا، جس میں ماہین ایئرڈ نے مجھے کہا تھا پانچ گھنٹے پہلے چکا مظاہرہ نہیں کیا گیا تھا۔ جب وہ سب لوگ آدرا ہو گئے تو میں انہیں لے کر فساد کے دہانے تک لیا۔ اور سڑگ میں چپا ہوا الاخر کہیں کے اُس حصے میں جا پہنچا جہاں بیڑا ہیڑے مجھے ہوئے تھے۔ اور جہاں ایک نیلے کے پیچھے سیاہ رنگ کی وہ ٹری دیجن پوشیدہ تھی۔ اس دوران بہت تڑپا ڈونٹن کا بونے مجھے نہ گھٹنگ کرنے کی کوشش کی کہیں بھی تھی وہ اس طرف متوجہ نہ تھے جیسے انہیں ان حالات میں ہونا چاہیے تھا۔ مجھ سے یہ سوال بھی نہیں کیا گیا کہ وہ جگہ کہاں تک گئے۔ میں نے دیجن کی ڈائریکٹ سیٹ سمٹال لی۔ ڈونٹن کلر بلیک کریم سے پاس آئی تھی۔ باقی تمام افراد پیچھے چلے گئے۔ میں نے سکرانی گاہوں سے ڈونٹن کو دیکھا اور وہ جی مسکوڑی۔ اُس کے چہرے پر چینی ہونے کا احساس تھا۔ اس میں ہوتا تھا کہ وہ لوگ میری طرف سے کسی ایسے ہی اقدام کے منتظر تھے۔ اور یقیناً انہیں میری اس کارروائی پر کوئی شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ سفر جاری رہا۔ ہم دونوں ہی غامض تھے۔ باقی لوگ بھی پیچھے نشستوں پر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جگہ کے پچھلے حصے اور ڈائریکٹ سیٹ کے دوران پیش تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے دوسری سمت کی صورت حال معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے کے بعد ڈونٹن نے کہا۔

”ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں؟“

”اس کی گنگ“

”وہ تو میں جانتی ہوں۔ لیکن... لیکن غزالی۔ تم نے ایک ناقابل یقین کارنامہ انجام دیا ہے۔ کیسے آخر کیسے؟“

”وہ تفصیل اس وقت معلوم کرے گی ڈونٹن!“

”دل میں تو تائیں کیا کیا خیالات جنم سے رہے ہیں۔ لیکن اگر تم دُعا چاہتے تو میں تم سے کچھ نہیں معلوم کر لیا کی ابھی۔“

”بہتر ہے غامض رہو۔ مجھے یادداشت کے سہلے ایک منفر کرتا ہے، میں نے کہا۔ اور ڈونٹن نے تعاون کرنے والے انداز میں گردن ہلا دی۔ میں سامانی جانب جا رہا تھا۔ ایک ہی بار اس طرف آیا تھا۔ چنانچہ اسٹول کو پاس لے کر ذہن میں رکھا پڑا تھا۔ لیکن میں بالآخر اپنی منزل پر پہنچ گیا سب کو اس سلسلے میں پہلے ہی ہلاکت کر دی گئی تھی۔ چنانچہ در سے وہ جگہ کو دیکھنے کے بعد وہ شاید میرے استقبال کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا اور میں نے دیگر روٹی تو وہ تیز رفتاری سے بھاگا ہوا میکرے قریب پہنچ گیا تھا۔“

”پرونگ! اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔“

”میرا مطلب ہے آپ آگے سڑگ زال!“

”ہاں۔ میرے ساتھ وہ تمام لوگ بھی موجود ہیں۔“

”اوہ پرونگ! اُس نے پھر اسی انداز میں کہا اور اپنے آگے گواہ سے اشارہ کر کے قریب بلا لیا۔ تین آدمی پاس پہنچ گئے۔ اُس نے نہیں بلائیت دیں، جو تھا بائٹنس ہی زبان میں تھا اور اُس کے بعد مجھے حصے سے تمام لوگ پیچھے اترائے۔ سب اُن ہم سب کو ساتھ آئے اشارہ کیا۔ اور پھر ہمیں لیے ہوئے ایک ایسے مکان کے دروازے کے پاس پہنچ گیا جو بیک نماہ اور جس کی چھت پر کچھ بیٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ اُس نے دروازہ کھولا، اور ہم سب اندر داخل ہو گئے۔ سب آج بھی پارٹ ساتھ ہی اندر داخل ہو گیا تھا۔“

”آپ کو جو میں گھنٹے پہلے سنا تھا کہ پرونگ کا نام اُس کے بعد آپ کی برداری کے لیے بندہ دست بہرہ لگے گا کیونکہ ابھی کچھ وقتیں پیش آئیں گی۔“

”کوئی بات نہیں ہے سب آتا باقی ذمہ دار یا نام ہے۔“

”پرونگ! وہ آہستہ سے بولا اور واپسی کے لیے گیا۔ ڈونٹن کا روبرو استقبال ہنس پڑی تھی۔“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”وہ جاہلی تک میسر ہی سمجھ میں ہی نہیں آئی ہیں۔ میں نے بھی نہیں سوسے کہا۔ سمجھ تو رہا تھا موتی کے کھربوں کے اس مکان کو دیکھ کر باقی اس میں قرش پر بہتر قسم کا تالین پچھا ہوا تھا۔ میں ہی ہلا ہوا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں اور کوئی سہولت نہیں تھی۔ میں نے سمجھ تو رکھا کہ جو ایک گونے میں لیگوس اور تھوساں کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا تھا۔ باقی سالوں میں ایک جگہ جمع ہو گئے۔ وہ گہری نگاہوں سے میرا لہجہ لے رہے تھے۔ ڈونٹن کا روبرو البتہ میسر کے ساتھ ہی آئی ہوئی تھی اُس نے کہا۔“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”میرے پوتے کا کیا ہوا ہوتا ہے؟“

”نہیں نہیں۔ لڑکی میرے ذہن میں آ رہی تھی۔“

”خوبصورت مردوں کے لئے لڑکیاں بڑی کام آمدنی ثابت ہوتی ہیں جیسے ڈاکٹر جے مورگ کی بیٹی جین۔“

”تو تم بھی اُس سے رقابت محسوس کر رہی ہو؟“

”ہاں یقیناً کیوں نہیں۔ میں نے تو اس دوسری لڑکی کو بھی دیکھا کہ اپنے دل میں من شندیدہ ثابت ہو سکتی تھی۔ ڈونٹن کا روبرو بیٹھے ہوئے تھا۔“

”یہ تو تم لوگوں کا کاہلہ ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ خود بہن ہی تم سے بڑی طرح چراغ اچھی۔“

”ہاں ہاں یقیناً۔ ہم لڑکیاں اپنے پسندیدہ مرد کو دوسری لڑکی کے ساتھ دیکھ ہی نہیں سکتیں۔“

”حماقت کی بات مت کرو ڈونٹن! ہم بہت ملن سٹری لڑکی ہو۔“

”وہ تو ہوں اور رہوں گی۔ لیکن جسے تم حماقت کہتے ہو یا میں اُسے حماقت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔“

”میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آہستہ میں سمجھ تو گیا کہ جانب بڑھ گیا۔ تھوساں اور لیگوس مجھے دیکھنے لگے تھے۔ وہ دونوں ہی غامض تھے۔ سمجھ تو رہا انہیں غالباً میرے بارے میں سب کچھ بتا رہا تھا۔ چنانچہ تھوساں کہنے لگا۔“

”موجودان! میں ذاتی طور پر بھی تمہارا لشکر گزرا۔ یہوں۔“

”درحقیقت مجھے بڑی مشکلوں سے غمزدانہ ٹاٹ ہے۔“

”لیکن آپ اپنے بہتے میں بتانا پسند کریں گے میٹر تھوساں؟“

”کیا؟ تھوساں نے سوال کیا۔“

”ہاں! آپ تازہ میٹر لیتو کیسے بن گئے۔ اور آپ کی جگہ ماڈرن ایئرڈ سے کیسے لی۔“

”طویل کنٹی نہیں ہے۔ فادر میڈلینو بہت اچھے انسان تھے۔ میں نے اُن کے پاس بیٹھ لی تھی۔ وہ شندیدہ رہتے ہیں دے کے مرنے تھے۔ میں نے انہیں پلانے بارے میں تو نہیں تھا۔ لیکن آٹا فروڈ بنا تھا کہ میں ایک مفروضہ ڈی ہول اور بہت سے دستوں سے چھپا چھپا رہا ہوں۔“

”فادر نے میری ہر طرح مدد کی۔ لیکن وہ زندہ نہ رہ سکے، اور ایک زارت غامضی سے اُن کا انتقال ہو گیا۔ یہت سے عقیدت مند تھے اُن کے بچہ میڈلینو میں جگہ جگہ پھرتے ہوئے تھے۔ میں پریشانی میں پڑ گیا۔ چونکہ میں مددگار صرف فادر میڈلینو ہی تھے۔ بقید لوگ تو مجھے جانتے بھی

”میں نے اس پر ہنسے کی کیا بات ہے۔“

”میں نے اس پر ہنسے کی کیا بات ہے۔“

”میں نے اس پر ہنسے کی کیا بات ہے۔“

”میں نے اس پر ہنسے کی کیا بات ہے۔“

نہیں تھے۔ چنانچہ مجبوراً میں نے فیصلہ کیا کہ فادر میڈیٹو کی لاش کو خاموشی سے دفن کر دیا جائے۔ اور میں اُن کی جگہ لے لوں۔ اس دوران میں اُن کا طریقہ کار اُن کا بہن سن اُن کے بول چال کا اندازہ سب کچھ جان چکا تھا۔ چنانچہ جیسے کہ یہ مشکل نہر پر کہ میں فادر میڈیٹو کا روپ اختیار کروں۔ یہ سچ پھر کج منت، مارٹن ایڈورڈس کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے مجھے متناصف سامانوں کے ذریعے جیسے کہ ذہن تک رسائی حاصل کی تھی۔ چند سامانوں نے مجھے ذہنی رابطہ قائم کر کے بنا کر وہ گذرہ پیر کے مسافریں۔ اور میڈیکل پاس پہنچنا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی میرے پاس پانچ ساکن پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ میں نے انہیں بھی اپنے پاس طلب کر لیا۔ اور لاکھڑے کرتا کر لیا گیا۔ مارٹن ایڈورڈس بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا تھا یعنی اُس نے فادر میڈیٹو کی شکل اختیار کر لی۔ اس کا دو سرا روپ تھا۔ اپنے اصل روپ میں وہ مجھے بھی یہاں آیا بھی تھا۔ میرا مطلب ہے پڑانے کلیسا میں۔ مجھے اُس ترخانے میں قید کر دیا گیا۔ اور اُس کے بعد اُس نے بتا نہیں کہاں کہاں سے پکڑ پکڑ کر ان بقیہ افراد کو بھی یہیں پہنچا دیا۔ پھر اُسے شاید لیوس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں۔ کیونکہ لیوس سے ذہنی رابطہ قائم کر چکا تھا۔ میرے ہی ذریعے وہ لیوس تک پہنچا۔ اور اُس نے لیوس کو بھی قابو نہیں کر لیا۔ یہ ہے فادر میڈیٹو کی کہانی؟

”ہاں، بہر طور مسٹر تھوماس اچھے انسپرس ہے کہ آپ لوگوں کو اتنی مشکلات سے گزرنا پڑا۔ مسٹر لیوس بھی اُس کے قبضے میں آچکے تھے۔ مورخ حال بتانے کی ضرورت تو نہیں یہ ایک خطرناک تنظیم کا معاملہ ہے جو سامانوں کے ذریعے ہرگز کو کارٹر قائم کرنا چاہتی ہے۔ اور اسی کے مشترک سہکار کے پیش میں آپ لوگوں کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں؟“

”ہاں مجھے اندازہ ہے۔ تمہارے بارے میں بھی مجھے تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں، تھوماس نے کہا۔ لیکن میں نے فوراً ہی ہوتوں پر لنگھی رکھ کر اُسے خاموش کر دیا۔ ڈون کا۔ تو بھی ہمارے پیچھے گئی تھی۔ سمبولو رائے دونوں ہاتھ فغافیں ملنے کیے اور اپنی انگلیوں کو اوپر تھپتھپے کرنے لگا۔ یہ اشاروں کی کوئی مخصوص زبان تھی، جس کے بارے میں مجھے اب تک کوئی پتا نہیں تھا۔ سمبولو رائے انگلیوں کو کھولتا اور بند کرتا رہا۔ تھوماس اور لیوس گردن ہلاتے رہے۔ پھر تھوماس نے کہا۔

”بہر حال۔ مسٹر فرالی، آپ کا بے حد شکریہ۔ لیکن آپ

ہمیں یہاں کس مقصد کے تحت لاتے ہیں؟“

”سب سے پہلے تو میں آپ کو مارٹن ایڈورڈس کے آزاد کرانا چاہتا تھا۔ اور اس سلسلے میں مجھے سخت مدد و جبر کرنا پڑی ہے۔ بہر طور میرا اور آپ کا سن مختلف نہیں ہے۔ گمانہ وی میں اور گو میں کی تلاش ہمارے لیے انتہائی فرسک ہے میں جس طرح اب تک اس سلسلے میں مدد کرتا آیا ہوں اسی طرح اب بھی یہ کوشش جاری رکھوں گا۔ پہلے آپ لوگوں کو کسی محفوظ مقام تک پہنچا دوں؟“

”مہربانیاں ان غنائیوں کا شکریہ بھی نہیں ادا کر سکتے۔ مہلدا کرنا تو دور کی بات ہے، تھوماس نے کہا۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ تھومری دیر کے بعد سید بیرک نامہ روزانے سے باہر نکل آیا تھا۔ کچھ ناملے پر دو آدمی غالباً ہماری ہی خدمت پر معور کر دیے گئے تھے۔ وہ دونوں اٹھ کر میرے پاس آگئے۔

”کسی چیز کی ضرورت جناب؟“

”ہاں۔ سب اتنا ہے کہ میں کھانے پینے کی شایاں کرنا۔“

”اُن کی تیاری پور جی ہے۔ تھومری دیر میں وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔“

”سب اتنا ہاں ہے؟“

”جی ہاں۔ اپنے سن پر گیا ہوا ہے۔ غالباً اسے کوئی نام تھا۔ اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے اور سزودہ مثل وغیرہ کے لیے پانی اور دودھ کی ضروریات؟“

”جی ہاں۔ اُس کے لیے آپ کو کچھلی بیرک میں جانا پڑے گا۔ آئے ہیں آپ کو وہ جگہ بتا دوں؟“

”کیا میں یہاں قید لوں کی شکل میں رہتا ہے یا یہ آزاد ہیں؟“

”بہن جناب، آپ لوگوں میں سے کوئی قیدی نہیں ہے اس جھوٹی سی ہستی میں جس کا دل جہاں چاہے جا سکتا ہے بس بہر طور سزا دیکھا لڑکھائی گئی ہے کہ آپ پر نگاہ رکھیں ان آپ کا محفوظ کریں؟“

”بہت شکریہ۔ میں سے جواب دہیاد اور واپس بیرک میں گیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ بہت سے لوگ ہاتھوں میں بڑے بڑے خون سے چھائے ہوئے اعدا داخل ہو گئے۔ وہ پہلے کھانے پینے کی سہارا شایاں کچھ بھی مچھل خشک میوے اور چائے کے برتن وغیرہ لاکر انہوں نے ہمارے سامنے رکھ دیے۔ اتنا دیکھا ہوا تھا کہ ہم سب شکم میر ہو کر کھاتے تب بھی بچ رہتا۔ بہر طور میرے اشارے پر تمام سامان اُس

زبان پر لے گئے۔ لیوس تھوماس سمبولو اور ڈون کا رلو نے بھی اپنے اپنے حصے لیے اور اپنے گوشے میں جا بیٹھے میں بھی اُن کے نزدیک گیا تھا۔ ہم لوگ خاموشی سے کھاتے رہے۔ اور پھر اس سے ناراض ہو گئے۔ اُس کے بعد میں نے سب سے پہلے یہ بندوبست کیا کہ کسی ایسی چیز کا جائزہ لوں جو ہماری آواز مارٹن ایڈورڈس کے پیچھے نہ لے جائے۔ اس کے مختلف ذرائع ہو سکتے تھے۔ لہذا ہم نو ماہرین ایڈورڈس نے پھر پراعتما کا اظہار کیا تھا۔ لیکن تنظیم کے اُس خطرناک آدمی کو میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ مختلف طریقے ہو سکتے تھے اس کے۔ وہ جانتا تھا کہ میں بھی بے وقوف آدمی نہیں ہوں۔ ان چیزوں کا خیال رکھوں گا۔ ڈون کا رلو چونکہ خود میرے ساتھ ایک ایسے مرحلے سے درجہ ہو چکی تھی۔ جس میں ہم نے دیکھا تھا کہ ہماری بلکی سی سرگوشی بھی مارٹن ایڈورڈس تک پہنچ جاتی تھی۔ چنانچہ وہ میرا مقصد کچھ لگتی۔ اور اس نے تمام سامانوں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔

یہ ایک زہانت اور حیرت انگیز تھا۔ بلاشبہ میرے ذہن میں بھی یہی بات آتی تھی کہ میں ہے مارٹن ایڈورڈس نے ان سامانوں کے پاس کوئی ایسی شے پوشیدہ کر دی ہو۔ ایک ایک سامان کی تلاش سے ڈون گئی۔ اُس کے بعد بیرک کا نمبر آیا یہ طرد ہم نے بات جانتے تھے کہ سب سامان مارٹن ایڈورڈس کی آادی ہے چنانچہ جاتا کی مدد سے بھی ایسی کوئی کوشش ہو سکتی تھی میں نے اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد ایک گہری سانس لی۔ یہیں ایسی کوئی چیز نہیں ملتی تھی جس پر یہ شبہ ہو سکتا۔ لیکن اس کے باوجود میں احتیاط اور کھانا چاہتا تھا۔ اگر کسی بھی طور یہ بات مارٹن ایڈورڈس پر ظاہر ہو گئی کہ میں ذہنی طور پر اُس کے ساتھ نہیں ہوں تو کچھ کوئی ایسی راہ نہیں رہے گی جس کے ذریعے میں اُس سے چھلک سے نکل سکوں۔ میں ڈون کا رلو کو ساتھ لے کر رہتا ہوں یا نہر نکل آیا۔ اور باہر نکلنے کے بعد ہم نے ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جہاں ہم اطمینان سے بیٹھ کر بات کر سکتے تھے۔ یہ ایک چھلان تھی جو بالکل سپاٹ تھی۔ لیکن اس کا بھی ہم نے اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ جب ڈون کا رلو کو یقین ہو گیا کہ یہاں کچھ نہیں ہے تو وہ آہستہ سے بولی۔

”کیا یہاں ہم۔۔۔“

”ہاں۔ میرا خیال ہے اس سے زیادہ احتیاط ممکن نہیں ہے۔“

”ہاںکل۔ لہذا کوئی ایسی چیز نہ میرے پاس موجود ہے نہ تمہارے پاس خزانہ، جس پر یہاں شبہ ہو سکے۔“

”ہاں ڈون کا رلو؟“

”اب بتاؤ کیا مسئلہ ہے؟“

”ڈون کا رلو، سمبولو اور لیوس اور تھوماس کو ایک بات سمجھاتی ہے وہ یہ کہ میں ذہنی طور پر مکمل تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ لیکن یہ حقیقت مجھے ایک ڈرل چلا پینی پڑ رہی ہے۔“

”کیسی ڈرل چال؟“

”پوری تفصیل میں نہ۔ اب سے تھومری دیر پہلے میں نے تمہیں ہاتھ کے اشاروں میں کوئی بات کرتے ہوئے دیکھا ہے۔“

”ہاں۔ اشاروں کی یہ زبان تھوماس نے ہمیں بتائی ہے یہ عام طور سے رائج نہیں ہے۔“

”گٹھ مجھے یہ زبان پسند آتی ہے۔ کیا تم نے بھی اس میں مہارت حاصل کر لی ہے؟“

”ہاں۔ قید کے دوران ہم لوگ یہ ہی لوگ تھے۔ سچے سچے ہیں۔“

”مجھے بھی یہ زبان سمجھ دینا؟“

”یقیناً۔ یہ بات تو پیسے ہی ملے کر لگتی تھی؟“

”اچھا اب تم تفصیل سنو۔ مارٹن ایڈورڈس نے مجھے تنظیم میں شامل کر لیا ہے۔ اور میں اب اُس خوفناک تنظیم کا ایک اہم رکن ہوں جو سامانوں کے پاس اپنا بیڑا قائم کرنا چاہتی ہے۔ میں نے تنظیم کے اضران و مقاصد قبول کیے ہیں اور اُس کے لیے کام کا آغاز کر دیا ہے۔ اس تنظیم میں شامل ہونے کے لیے مجھے بہت ہی کھن مرائل سے گزرنا پڑا ہے۔ ڈون کا رلو لیکن اُن کی تفصیلات بیکار ہیں۔ تنظیم ہی کے اشارے پر یہ سزا عمل میں آیا ہے۔ مقصد اس کا صرف یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو مسلسل اپنے اعتماد میں رکھوں۔ اور تنظیم کے لیے کام کر رہا ہوں میں نے حالات کے پیش نگاہ تنظیم کی رکنیت قبول کر لی ہے۔ اور اب کام جس طرح ہوگا۔ اُس میں تنظیم کا مفاد سرفہرست ہے۔“

”میں تمہاری لیوس سمبولو اور تھوماس کی مدد سے لیکر افراد اور گو میں کو تلاش کروں گا۔ اور تنظیم کو ان تمام کارروائیوں سے آگاہ رکھوں گا۔ لیکن جہاں مقصد وہی ہوگا۔ یعنی یہ کہ اگر ہم ان لوگوں کو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو اُس کے بعد یہاں سے راہ فرار اختیار کریں گے۔ تنظیم کا سہارا میں اُس وقت تک ہوں جب تک کہ گمانہ اور وی میں نہیں مل جاتا جاتی جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس سے تم بخوبی واقف

پتا چڑھی کسی مرحلے پر اگر تم لوگوں کو یہ احساس ہو کہ میں تمہارے ساتھ کوئی چالاک کر کے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

تو اسے صرف میری غمخوری سمجھ لیتا اور اس پر پریشان نہ ہونا بلکہ مجھی بھی ان خدشات کا اظہار بھی کرتے رہتا کہ کہیں میری ذہنی کیفیت کچھ بدل تو نہیں گئی ہے تم لوگ آپس میں یہ گفتگو کر سکتے ہو کہ جو کچھ خاص طور سے تمہیں اور تمہاری گفتگو کو ذہن میں رکھا جائے گا اور یہ سب کچھ میرے ذریعے ہو گا کیا تمہیں یاد دہن کا دلچسپی پھرتے آنکھوں سے مجھے دیکھتی تھی جب میں خاموش ہو گیا تو وہ کہنے لگی۔

”غزالی! تم کیا ہو۔ تم کیا ہو غزالی ڈیرے؟“
 ”آوی ہی ہوں۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں میں نے دل میں ایک فیصلہ کر لیا ہے کہ تم لوگوں کے مشن کی تکمیل میں تمہاری پوری پوری مدد کروں گا جہاں تک میری صلاحیتیں اور قوتیں ہیں اور اگر ان کو مشنوں میں کام آ جاؤں گا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا اور نہ ہی کوئی افسوس“

”کاش ہم تمہیں تمہاری اس محبت کا صلہ دے سکتے؟“
 ”اس کے علاوہ ڈوڈنی کاربو! پوری قوت سے اب گاہا اور دی مین کی تلاش میں مصروف ہو جانا چاہیے اس سلسلے میں جتنے پروگرام بناؤ کھلم کھلانا سکتے ہو لیکن بعد کے مراحل میں خود طے کر لوں گا۔ اس کی تم باہل نمکرت کرنا“
 ”میں اچھی طرح جانتی ہوں غزالی! ویسے اگر تم یہ باتیں ہمیں نہ بھی بتاتے، تو ظاہر ہے ہم کیا کر سکتے تھے، اور نہ ہی ہمیں تم پر کوئی شبہ ہوتا۔ لیکن یہ سب کچھ بتانے کے بعد تم نے ہمارے ذہنوں کو اور مضبوط کر دیا ہے۔“

”ابھی جو کچھ خاص گفتگو ہوگی، اشاروں کی زبان میں ہو گی مجھے بھی اشاروں کی یہ زبان سکھا دو“

”آج ہی سے! ڈوڈنی کاربو نے کہا اور پھر بولی۔“
 ”اس کے علاوہ اور کچھ۔“

”نہیں! اشاروں کی زبان میں ان لوگوں کو تمام تفصیلات بتا دینا ہمیں یہاں سے بھی سفر کرنا ہو گا اور جو جگہ ہمیں دی جائے گی وہ تنظیم کی نگاہوں میں ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ اب تمہیں اس دوسری جگہ کے لئے تیار رہنا چاہیے۔“
 ”میں سب کو پھر تیار کر دوں گی۔ میرا خیال ہے بغیر افراد کو تو اس سلسلے میں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ میں خاص خاص لوگوں کو تفصیلات بتاتے دیتی ہوں۔۔۔“
 ”اوکے! مجھے لگتا ہے اور پھر ڈوڈنی کاربو لہجہ جملتی ہوئی ہیرک میں چلی گئی۔ بس ساتا کی اس انوکھی بستی کا نظارہ کرنے لگا تھا۔ ڈوڈنی کاربو میری ہدایت کے مطابق وہاں پہنچ کر تمام تفصیلات بتا دیں۔ اس کے اثرات ان کے

میں اس جگہ کے بارے میں بھی تفصیلات معلوم نہیں تھیں۔ بہ طور م عمارت کا جائزہ لینے گئے۔ عمارت میں آٹھ کمرے تھے۔ کافی وسیع و عریض اور کتھ دہ کچھ کمرے آٹھ کمروں میں قبضہ جمالیا اور زینتی اپنی آسائشوں کا بندوبست کرنے کے لیے اپنے کئی خانہ اشیا، یہاں موجود تھیں۔ سمبوتورا کہنے لگا۔
 ”کانالی! بڑے نومان ہی کر دکھایا ہے۔ یہ انتظامات کرنے کے لئے تمہیں کتنی مشکلات سے گزرنا پڑا ہو گا۔“

”ہاں سمبوتورا! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ بہ طور میں نے تم لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ میں تمہارے مشن کی تکمیل کے لئے ہر وہ کام کروں گا جو میرے بس میں ہو گا۔ دیکھو تو میں نہیں کتنی نظر ناک تھی۔ کچھ دنوں سے نکال کر یہاں تک لے آیا ہوں۔ اب باقی کچھ کرنا ہے۔ وہ تم ہی لوگوں کو کرنا ہے۔ کاش میں تمہارے دونوں ساتھیوں کو تلاش کرنے میں تمہاری مدد بھی کر سکتا۔ لیکن ظاہر ہے میں سامون نہیں ہوں اور وہ قوتیں نہیں رکھتا، جو سامون کو حاصل ہیں۔ میرا خیال ہے مسٹر لیوس اور تمہو ساس سامونوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا یہ اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتے سمبوتورا! کھانا تیار دی مین کو کوشش کر لیں۔ یہ کام اتنا طویل ہو چکا ہے کہ اب مجھے اس سے اکتاہٹ ہونے لگی ہے۔“

”پلیز! کھانا تیار نہیں ہے جس طرح آج تک ہماری مدد کی ہے بس اسی طرح ہمیں ان دونوں ساتھیوں کو بھی تلاش کرنے میں مدد دے دو۔ گو مین کے سلسلے میں مجھے سب سے زیادہ دکھ ہے کیونکہ وہ ہمارے ہاتھ اگر نکل چکا ہے۔“
 ”آخر گو مین چلا گیا سمبوتورا! ہم نے سوال کیا۔“
 ”میں نہیں جانتا۔ ہوٹل میں میرا قیام تھا جس وقت ہم پورے علاقے میں گھوم رہے تھے۔ لیکن میں

”جو وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن وہ ذہنی طور پر غیر متوازن شخص اور کہاں چلا گیا لینے ذہن سے تو وہ کچھ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہو گیا ہو۔“
 ”کیا کہا جا سکتا ہے ویسے یہ بات واقعی قابل غور ہے۔“

”اگر اسے کوئی حادثہ پیش آیا، تو کیا اس کی تفصیل فرمائیے پولیس کے پاس نہیں ہوئی۔“
 ”ممكن ہے ایسا ہو۔ میں نے پر خیال انداز میں سمبوتورا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ سمبوتورا اسی زبان میں بات کر رہا تھا جس میں میں جا رہا تھا۔ بہ طور اس گفتگو کے نتائج دیکھنے

چروں سے جھلکتے تھے۔ وہ سب مطمئن انداز میں مسکراتے تھے۔ جیسے انہوں نے میری تجاویز کو پوری طرح دل سے قبول کر لیا ہو۔ میرے نے احتیاطاً بھی کبھی کبھی خود ہی رابطے کے ذریعے کوئی گفتگو نہ کی جائے۔ کیونکہ ساتا کے ان ڈیوٹیاں میں وہ سامون بھی پوشیدہ ہو سکتے تھے۔ جو باہمی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے رات گزرتی اور اس کے بعد دو سرے کی ہر سبباتا ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس نے آتے ہی اپنے مخصوص انداز میں بولنگا کہا۔ اور پھر بولا۔
 ”ماہر! انتظام ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے۔“

”باہل ساتا! اس میں کوئی برکری نہ کی کیا بات ہے نہیں نے کیا۔ ساتا نے یہاں سے ایک طویل سفر اختیار کیا اور ہمیں تین مختلف گاڑیوں میں لے کر چل پڑا۔ یہ سفر تقریباً پچھ گھٹے کا تھا۔ راستے کچھ اور بنا ہوا تھے جس کی وجہ سے سفر کی رفتار سست رہی۔ پتا نہیں کتنا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا لیکن ہمارے جسموں کی پولیس ڈھیلی ہو گئی تھیں۔ بالآخر ایک سنان سے علاقے میں ہم گاڑیوں سے اتر گئے۔ اور پھر گہری کھاتوں کا سفر کرنا پڑا۔ جو بیدل ہی گیا تھا۔ اور اس کی گاڑیوں کا گزر ممکن نہیں تھا۔ لیکن اس کا انتظام ایک تیز رفتار اور چوڑے دریا کے کنارے سے ہوا تھا جس کے ساحل سے ایک بڑی طوفانی شستی لگی ہوئی تھی کسی گاڑیوں کو ڈیزل سے چلاتا تھا۔ لیکن وہ کافی نشاد تھی۔ ہم تمام لوگ اس کشتی میں اتر گئے۔ ساتا بھی ہمارے ساتھ ہی تھا۔ کشتی کے ملاحوں نے اسے چلانا شروع کر دیا۔ مگر کشتی اس دریا میں تقریباً آٹھ گھنٹے سفر کرتی رہی اور اس وقت رات کے تقریباً دو بجے تھے جب ہم ایک آبادی میں داخل ہو گئے۔ روشنیوں سے احساس ہوا تھا کہ یہاں آبادی سے درنا اطراف میں جنگلی ہی جنگل بھرے ہوئے تھے۔ جہاں نے کوئی سی جگہ تھی۔ بہ طور ہمارا سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ کنارے پر اترنے کے بعد ہم لوگ بیدل ایک جانب میں پڑے اور دریا کے ساحل سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر آبادی میں داخل ہونے کے بعد ہمیں ایک مکان میں پہنچا دیا گیا۔ ساتا نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

”اب یہ جگہ آپ کی رہائش گاہ ہے۔ میری خدمت یہیں تک نہیں۔ میں اجازت جا رہا ہوں۔“
 ”ابھی واپس جاؤ گے ساتا!۔“

”ہاں! یہ ضروری ہے۔ ساتا چلا گیا۔ ہم سب اس اجنبی جگہ سے ایک دوسرے کا متہ دیکھ رہے تھے

تھے۔ میں اور سمبوتورا کافی دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔ لیکن کوئی ایسی مشکوک بات نہ گئی جو مارشل ایسٹرو کے لیے کسی شبہ کا باعث بن سکے۔ ویسے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس عمارت کا بھی جائزہ لے لیا جائے لیکن یہ کام ہمیں دو سرے صبح کرنا پڑا۔ رات کے دو بجے یہاں پہنچنے کے اس لیے آدھی رات سے زیادہ تو ویسے ہی گزرتی تھی۔ بغیر ترحیبی بھی جا سکتے ہوئے ہی گزری۔

صبح کو چند ڈیلیاں الگ الگ کر دی گئیں۔ کچھ لوگوں کو کھانے پینے کی تیاریاں کرنے کے انتظامات سونپ دیئے گئے تھے اور بقدری ہم لوگ عمارت کی چھان بین میں مصروف ہو گئے تھے۔ یہ کام دوسرے مرحلے کے لیے اٹھارہ گھنٹے کا تھا کہ ہم اس آبادی کے بارے میں تفصیلات معلوم کر رہے۔ یہ بھی ضروری تھا۔ کم از کم میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہاں ذرا بڑے آمدورفت کیا ہیں یہ علاقہ کون سے ملک کی ملکیت ہے آیا ہم فرانس ہی میں ہیں یا دریا کے راستے نہیں فرانس سے باہر نکلنا پڑتا۔ جہاں نے ایسے کچھ احاطہ کیے تو تھے۔ لیکن ان کی تفصیلات ہمیں نہیں بتانی گئی تھیں اس عمارت کا بھی اچھی طرح جائزہ لے لیا گیا۔ لیکن کوئی ایسی شے دستیاب نہیں ہوئی جس سے یہ شبہ ہوتا کہ ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

”دن کو تقریباً گیارہ بارونے تک ہم لوگ مصروف رہے۔ اور اس کے بعد میں سمبوتورا کو ہدایات دے کر اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ یا پھر اچھی خاصی روتق ہو چکی تھی گاڑیاں مل رہی تھیں۔ لوگ لینے لے کر سامون میں مصروف تھے۔ تقریباً کوئی فرانسسیسی آبادی تھی۔ سمبوتورا ہی دیر کے بعد مجھے اس کا اندازہ ہو گیا۔ میں نے اس کے بارے میں اور معلومات حاصل کیں۔ اس علاقے کا ہم معلوم کیا یہ ایک چھوٹی سی ساحلی آبادی تھی۔ لیکن خوب صورت بندرہ بالاطاتیں اور صنعتی فیکٹریاں یہاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ گویا یہ علاقہ صنعتی تھا۔ میں کافی دیر تک سڑکوں پر سفر کرنا کرتا رہا۔ سوچ رہا تھا کہ اس کے بعد مارشل

ایسٹرو کا پتہ پتہ فرام کیے معلوم ہو سکے گا۔ وہ پھر ہوئی تو ایک ریسٹوران میں بیٹھا۔ وہاں دو بہر کا کھانا کھا یا ان لوگوں کو اطمینان دلایا۔ دیکھا۔ ویسے بھی سمبوتورا کم از کم میری اس عمارت سے واقف تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر کافی منگولی اور کافی کا پہلا چھوٹا یا تھا کہ ایک نوٹس لکھا کہ میرے پاس

پہنچ گیا۔ اس نے ایک کارڈ میرے سامنے رکھتے ہوئے کچھ کہا۔ لانا تو میں نہیں سن سکا تھا۔ لیکن کارڈ دیکھ کر میری رگین تن گئیں۔ کارڈ پر ایک دائرہ بنا ہوا تھا جس کا ایک گوشہ خالی تھا اور یہ تنظیم ہی کا نشان تھا۔ میں نے سوالیہ لنگھائیوں سے لڑکے کی طرف دیکھا تو اس نے باہر کی سمت اشارہ کر دیا۔ گرام گرام کافی ملحق ہیں انڈیلنے کے بعد اس نے بل کی رقم پلٹیں میں ڈالی اور باہر نکل آیا۔ سرخ رنگ کی ایک لیوزین میں ایڈی پائپر کی صورت نظر آئی تھی۔ رڈ کا ایک طرف جھکا گیا۔ غالباً اسے مل چکا تھا۔ لیوزین کے قریب پہنچا تو ایڈی پائپر نے سکرٹے ہوئے برابر کارڈ واڑہ بھول دیا اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ جا بیٹھا۔ انجن اسٹارٹ تھا ایڈی نے اسے نہیں کیا تھا اس نے ایک زبردست جھپٹے سے کاٹا گئے بڑھا دی اس خاموشی سے وینڈا سکرین کی دوسری جانب دیکھ رہا تھا

ایڈی پائپر نے چونکہ خود کو کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ اس لیے میں بھی خاموش رہا اور تھوڑی دیر کے بعد لیوزین ایک اور ہولڈ کے سامنے رگ گئی۔ ایڈی پائپر نے انجن بند کر کے دروازہ لاک کیا اور میرے ساتھ ہولڈ کی کوچھی منزل پہنچ گیا۔ ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے مارش ایسٹرو کی آواز اچھری۔

جاؤ۔ میں ایڈی پائپر کے ساتھ خاموشی سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ ایک خوب صورت گاؤن میں لیوس مارش ایسٹرو ایک کرسی پر بیٹھا سگار پی رہا تھا کرسی بل ہی تھی۔ ایڈی پائپر جیسے دروازے سے اندر چھوڑنے کے فوراً ہی بعد باہر نکل گیا۔ مارش ایسٹرو پر تکلف انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تھا پھر اس نے مجھے ہاتھ ملایا اور اپنے سامنے بیٹھے کی پیشکش کی۔

ہیلو میرے دوست غزالی یہاں تک پہنچے ہوئے یقیناً تمہیں کوئی وقت نہیں ہوگی۔ دراصل ان لوگوں کو مطمئن رکھنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ میں بہتر فرمائے تمہارے یہاں آنے کا بندوبست کر سکتا تھا۔ میں جانتا ہوں مسٹر ایسٹرو ان تکلفاتی الفاظ کی

کیا ضرورت ہے۔ کیا تمہیں مجھے یہاں دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی۔ ہمارے ایسٹرو نے پوچھا۔ ہرگز نہیں میں جانتا ہوں کہ مارش ایسٹرو معمولی شخصیت تو نہیں ہے۔

اور پھر فرانس میں تمہارے رہنے کی ضرورت لوں بھی نہیں ہے کہ فرانس لندن اور اس کے اطراف کو جس جہی طرح دیکھ چکا ہوں یہ تینوں یقیناً افراد کم از کم ان علاقوں میں موجود ہیں۔ انہیں کسی اور جہی تک ہی تلاش کرنا پڑے گا اور اس سلسلے میں تمہارے سامنے دو دستوں کی مدد لے

”اے نہیں میرے دوست، بہر طور میں تمہاری کارکردگی سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ مجھے معاف کرنا اب تک میں نے تم پر بے باک اور دیکھا رکھی ہے۔ لیکن اس کا یہ منقطع قطعی نہیں تھا کہ تم کسی بھی طرح باقاعدگی اعتبار ہو۔ بس میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم اس کام کو کس طرح سر انجام دیتے ہو۔“

لیکن ایک بات میرے ذہن میں بھی کھٹک رہی ہے۔ مسٹر مارش ایسٹرو! میں نے کہا۔ ”کیا ہے۔“ ”اگر سارا پروگرام میرے علم میں آجانا تو کیا میرے لیے زیادہ بہتر نہیں رہتا میں پوسے اعتماد سے کام کر سکتا تھا۔ جب کہ اب میں ایسے موقع پر یہ سوچنے لگتا ہوں کہ اگر مجھے آپ کی رہنمائی نہ حاصل ہوتی تو میں آگے کیا کروں گا۔“

”اے نہیں غزالی تمہیں یہ نہیں سوچنا چاہیے پہلی بات تو میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تنظیم کے تھمکنے سے سلسلہ تمہاری مدد کے لئے تمہارے اطراف میں موجود ہے ہیں یہاں بھی کہیں تمہیں ان کی ضرورت درپیش ہوئی وہ تم سے لاپرواہی قائم کر دیں گے۔ اور پھر جہاں تک رہنمائی کا سوال ہے تو ایک نظر یہ تمہارے سامنے ہے۔ اور تمہیں اسی نظر سے ہر کام کرتے رہنا ہے۔ میں ان تینوں ساموئوں کی تلاش ہے وہ ہمارے ہاتھ آجائیں تو تمہارا کام ختم ہو جاتا ہے تمہارے سارے راستے اسی سمت چلنے ہیں اور اس کے لئے تم انہیں کس طرح استعمال کرتے ہو جو اس وقت تمہارے ساتھ تھی ہیں۔ یہ تمہاری اپنی ذمہ داری ہے جس کو صرف یہ چاہنا تھا کہ ان ساموئوں کو اعتماد دلانے کے لئے کہ تم ان کے لئے جو کچھ کر رہے ہو پوسے غلوں کے ساتھ کر رہے ہو۔ نہیں کسی ایسی چیز کا یہ چننا دیا جائے جہاں سے تم سب کو سکون کے ساتھ اپنا کام انجام دے سکو۔“

”اور وہ بلکہ کون سی سوچی کریم فرانس ہے۔“ ”نہیں ہرگز نہیں۔ کچھ کام ہمیشہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ اور پھر فرانس میں تمہارے رہنے کی ضرورت لوں بھی نہیں ہے کہ فرانس لندن اور اس کے اطراف کو جس جہی طرح دیکھ چکا ہوں یہ تینوں یقیناً افراد کم از کم ان علاقوں میں موجود ہیں۔ انہیں کسی اور جہی تک ہی تلاش کرنا پڑے گا اور اس سلسلے میں تمہارے سامنے دو دستوں کی مدد لے

”اے نہیں میرے دوست غزالی تمہیں یہ نہیں سوچنا چاہیے پہلی بات تو میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تنظیم کے تھمکنے سے سلسلہ تمہاری مدد کے لئے تمہارے اطراف میں موجود ہے ہیں یہاں بھی کہیں تمہیں ان کی ضرورت درپیش ہوئی وہ تم سے لاپرواہی قائم کر دیں گے۔ اور پھر جہاں تک رہنمائی کا سوال ہے تو ایک نظر یہ تمہارے سامنے ہے۔ اور تمہیں اسی نظر سے ہر کام کرتے رہنا ہے۔ میں ان تینوں ساموئوں کی تلاش ہے وہ ہمارے ہاتھ آجائیں تو تمہارا کام ختم ہو جاتا ہے تمہارے سارے راستے اسی سمت چلنے ہیں اور اس کے لئے تم انہیں کس طرح استعمال کرتے ہو جو اس وقت تمہارے ساتھ تھی ہیں۔ یہ تمہاری اپنی ذمہ داری ہے جس کو صرف یہ چاہنا تھا کہ ان ساموئوں کو اعتماد دلانے کے لئے کہ تم ان کے لئے جو کچھ کر رہے ہو پوسے غلوں کے ساتھ کر رہے ہو۔ نہیں کسی ایسی چیز کا یہ چننا دیا جائے جہاں سے تم سب کو سکون کے ساتھ اپنا کام انجام دے سکو۔“

”اے نہیں میرے دوست غزالی تمہیں یہ نہیں سوچنا چاہیے پہلی بات تو میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تنظیم کے تھمکنے سے سلسلہ تمہاری مدد کے لئے تمہارے اطراف میں موجود ہے ہیں یہاں بھی کہیں تمہیں ان کی ضرورت درپیش ہوئی وہ تم سے لاپرواہی قائم کر دیں گے۔ اور پھر جہاں تک رہنمائی کا سوال ہے تو ایک نظر یہ تمہارے سامنے ہے۔ اور تمہیں اسی نظر سے ہر کام کرتے رہنا ہے۔ میں ان تینوں ساموئوں کی تلاش ہے وہ ہمارے ہاتھ آجائیں تو تمہارا کام ختم ہو جاتا ہے تمہارے سارے راستے اسی سمت چلنے ہیں اور اس کے لئے تم انہیں کس طرح استعمال کرتے ہو جو اس وقت تمہارے ساتھ تھی ہیں۔ یہ تمہاری اپنی ذمہ داری ہے جس کو صرف یہ چاہنا تھا کہ ان ساموئوں کو اعتماد دلانے کے لئے کہ تم ان کے لئے جو کچھ کر رہے ہو پوسے غلوں کے ساتھ کر رہے ہو۔ نہیں کسی ایسی چیز کا یہ چننا دیا جائے جہاں سے تم سب کو سکون کے ساتھ اپنا کام انجام دے سکو۔“

مجھے ہر طور سے پورا علم میں نہیں رکھنا اور وہ ہی تمہارے سپر کویا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں تمہیں مشورہ بھی کیا ہے کہ اس بات صرف اتنی ہی ہے کہ وہ لوگ تم پر اعتماد کرتے ہیں، اور میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم نے اپنے استاد کو جان رکھلے۔ بہر طور آئندہ وہ کچھ پروگرام میرے ذمے ہے تم تک پہنچنے گا۔ اور اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے۔ تمہیں خود ہی کرنا ہے۔“

”ہاں میں وہ ہی پروگرام جانا چاہتا ہوں۔“ ”سب سے پہلے تو ایک ٹرانسمیٹر قبول کرو۔ لے لےنا پاس رکھو۔ سوئیل کے دائرہ عمل میں یہ کام کرنا ہے۔ اور تنظیم کے افراد اس سے زیادہ فائدے نہیں سوں گے جتنا پور کوئی بھی اہم اہم اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی کو بھی دے سکتے ہو۔ وہ بہر طور مجھے پہنچ جائے گی اور ان ہی کے ذریعے تمہیں اس کا جواب مل جائے گا۔ لیکن اس کے استعمال کی ذمہ داریاں تمہیں قبول کرنا ہوں گی۔ یہ کسی دوسرے کے ہاتھ نہ لگنے پائے۔ مارش ایسٹرو نے ایک گھڑی نکال کر میری طرف بڑھا دی۔ خوبصورت طرز کی سوئس میڈ تھی۔ اس کے درمیان میں لگے ہوئے ڈائل پر ایک ایک تقانات بنے ہوئے تھے۔ یہ ہی ٹرانسمیٹر کا ریسیور اور اسپیکر تھا۔ مجھے اس کے استعمال کا طریقہ بتایا گیا اور میں نے اسی گھڑی کا کران کے حوالے کر دی۔ بہر طور یہ ایک خطرناک چیز تھی لیکن اس خطرناک چیز کو بھی انداز میں دیکھا جائے گا۔ میں ان لوگوں کو کسی بھی طور شکوک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مارش ایسٹرو کیونے گا۔“

”اس سرمدی آبادی سے سمندر بالکل قریب ہے تو اس سلسلے میں تمہیں ستا دوں۔ ہالینڈ پہنچنے کے بعد تم اپنے طور پر ان ساموئوں کے لئے کسی معقول رہائش گاہ کا بندوبست کر دو گے۔ اور پھر ان سے ملنے کی اعتبار کر لو گے۔ کیونکہ ان سب کو پیچھے لگانے پھرنا تمہارے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ دوچار کا انتخاب کر دو۔ یہ دوسری بات ہے لیکن پیس آرمیوں کا مختلف جگہوں پر سفر کرنا مشکل ہے گا۔“

”لیکن کیا ان ساموئوں کو تمہارا ٹھکانہ سکتا ہے؟“ ”ہاں کیونکہ جب تم انہیں چھوڑ کر وہاں سے ہٹ جاؤ گے تو ہم دوبارہ انہیں اپنی تحویل میں لے لیں گے اور پھر وہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ یہ صرف اس وقت تک کے لئے تھا جب تک کہ تم اپنے ان خاص دوستوں کو مطمئن نہیں کر دیتے۔ ورنہ شاید میں ان بیس افراد کو

”اس سرمدی آبادی سے سمندر بالکل قریب ہے تو اس سلسلے میں تمہیں ستا دوں۔ ہالینڈ پہنچنے کے بعد تم اپنے طور پر ان ساموئوں کے لئے کسی معقول رہائش گاہ کا بندوبست کر دو گے۔ اور پھر ان سے ملنے کی اعتبار کر لو گے۔ کیونکہ ان سب کو پیچھے لگانے پھرنا تمہارے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ دوچار کا انتخاب کر دو۔ یہ دوسری بات ہے لیکن پیس آرمیوں کا مختلف جگہوں پر سفر کرنا مشکل ہے گا۔“

”لیکن کیا ان ساموئوں کو تمہارا ٹھکانہ سکتا ہے؟“ ”ہاں کیونکہ جب تم انہیں چھوڑ کر وہاں سے ہٹ جاؤ گے تو ہم دوبارہ انہیں اپنی تحویل میں لے لیں گے اور پھر وہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ یہ صرف اس وقت تک کے لئے تھا جب تک کہ تم اپنے ان خاص دوستوں کو مطمئن نہیں کر دیتے۔ ورنہ شاید میں ان بیس افراد کو

دوبھی سے کام کر سکتے ہو۔ تمہیں باقی آسائیاں بھی ملتی ہیں گی۔ میرا خیال ہے ان تمام باتوں کے بعد تمہیں کسی سلسلے میں کوئی تشویش نہیں رہی ہوگی۔ نہیں تھوڑی دیر تک سوچنا رہا۔ اور پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں ٹھیک ہے یہ وہی ٹرانسمیٹر میرا خیال ہے ہر مشکل کا حل ہے۔ جب کہ آپ کا کہنا ہے مسٹر مارش ایسٹرو

کر تنظیم کے ارکان سوئیل کے دائرے کے اندر اندر ہی میرے پاس ہی موجود ہوں گے۔“ ”ہاں میں نے جو کچھ کہا ہے وہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ تم اگر چاہو تو کسی بھی مسئلے پر مجھے مشورہ طلب کر سکتے ہو۔ اس کے بعد تو کوئی مسئلہ نہ ہی نہیں جاتا۔“ ”میں اب زیادہ مطمئن ہوں۔“

”مسٹر مارش اس سلسلے میں تمہیں اخراجات کی ضرورت بھی ہوگی۔“ ”نہیں! اس لیے کہ لندن میں میرا کافی سرمایہ موجود ہے جو مسٹر حسن نے مجھے پیش کیا تھا۔ اس کے ذریعے میں کام چلا سکتا ہوں۔“ ”اس کے باوجود۔۔۔۔۔“

”میرا خیال ہے اس سلسلے میں آپ بہت زیادہ پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں مسٹر مارش ایسٹرو۔“ ”خیر ٹھیک ہے لیکن تمہیں سفر کے لئے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ تیار کرنا ہوں گے۔“ ”ہاں! یہ مشکل مرحلہ ہے کیونکہ پیس آرمیوں کو یہ سفر کرنا ہے۔“

”لیکن کیا ان ساموئوں کو تمہارا ٹھکانہ سکتا ہے؟“ ”ہاں کیونکہ جب تم انہیں چھوڑ کر وہاں سے ہٹ جاؤ گے تو ہم دوبارہ انہیں اپنی تحویل میں لے لیں گے اور پھر وہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ یہ صرف اس وقت تک کے لئے تھا جب تک کہ تم اپنے ان خاص دوستوں کو مطمئن نہیں کر دیتے۔ ورنہ شاید میں ان بیس افراد کو

”لیکن کیا ان ساموئوں کو تمہارا ٹھکانہ سکتا ہے؟“ ”ہاں کیونکہ جب تم انہیں چھوڑ کر وہاں سے ہٹ جاؤ گے تو ہم دوبارہ انہیں اپنی تحویل میں لے لیں گے اور پھر وہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ یہ صرف اس وقت تک کے لئے تھا جب تک کہ تم اپنے ان خاص دوستوں کو مطمئن نہیں کر دیتے۔ ورنہ شاید میں ان بیس افراد کو

ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دیتا۔ میں نے پرخیاں انداز میں گردن ہلائی۔ کیمینٹ مارٹن ایٹرو معمولی آدمی نہیں تھا۔ اس کی کھوپڑی میں زبردست جھجکا تھا۔ ساری باتیں طے کرنے کے بعد مارٹن ایٹرو نے مجھے واپسی کی اجازت دے دی۔ لیکن اس بار ایٹرو زینٹے جھوڑے نہیں لٹی تھی۔ میں بیدل ہی سفر کرتا رہا اور پھر ایک میٹیکسی روک کر اپنی سائٹس کماہ پر چل پڑا۔ سمبوتورا اولاس کے نام مچھی آدمی سے یہاں وقت گزار رہے تھے۔ لیٹوس اور تھوساس کے ذہن میں کیا تھاری بات مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ ڈوٹن کاربو کو بھنگی۔

ماتنا وقت گزارنے کے بعد آٹے ہو غزالی ایقینا کوئی کام کی بات ہوئی ہوگی۔

ہاں ڈوٹن کاربو میں کوشش کر رہا ہوں کہ یہاں سے نکل جاؤں کسی ایسی جگہ جہاں کماڈم ہمیں مارٹن ایٹرو کا خطرہ نہ ہو۔ میں نے ڈوٹن کاربو کو آجھ سے اشارہ کیا تھا۔

کیا کوئی اندازہ ہو سکا غزالی! جہاں سے فرار کے بعد ابھی تک مارٹن ایٹرو کو ہماری سمت کا اندازہ تو نہیں ہو سکا۔

نظا ہر لوں غسوس ہوتا ہے کہ نہیں۔ تاہم ہماری انتہائی کوشش سے یہی ہوتی چاہیے کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو سکے فرانس سے باہر نکل جائیں اور اس طرح اپنے آپ کو محفوظ کریں۔

کیا یہ کام اتنا آسان ہو گا؟ ڈوٹن نے پوچھا۔

کوشش کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے جو کام تم لوگ نہیں کر سکتے۔ وہ مجھے ہی انجام دینا ہو گا۔ میں انتہائی کوشش کر رہا ہوں کہ یہیں یہاں سے نکلنے کا موقع مل جائے ہماری تعداد آتی ہے کہ کسی بھی جگہ ہم شمولک ہو سکے ہیں۔ ایک دو یا تین چار افراد تو چلے گئے ہیں۔ ابھی چھپ کر باہر نکل جائیں لیکن ہاں یہ مسئلہ ہے واقعی نشوونما ناک ہے۔ اس کے علاوہ تمہاری اس دنیا میں کا عزت اور پاسپورٹ وغیرہ کا بھی تو مسئلہ ہوتا ہے۔ جب کہ ہمارے پاس یہ سب کچھ نہیں ہے۔

اسی لئے تو اچھا ہوا ہوں۔ بہر طور یہ مسئلہ بھی کسی نہ کسی طرح حل ہو ہی جائے گا۔ کچھ وقت لگے گا اس میں میں تم سب کو یہاں سے نکال لے جانے کا منتظر ہوں۔ ڈوٹن کاربو خاموش ہو گئی۔ اس گفتگو سے وہ اندازہ

لگا بھی تھی کہ میں اسے اصل بات نہیں بتا سکتا۔ بہر طور نظا ہر تو کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس سے یہ اندازہ ہو سکے مارٹن ایٹرو میرے آس پاس موجود ہے اور ہماری حرکات و سکنات بھی دیکھی جا رہی ہیں۔ یہ ٹرانسمیٹر کسی اور نوعیت کا حامل بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی موجودگی میں میں ڈوٹن کاربو سے کوئی گفتگو نہیں کر سکتا۔

تھا کافی دیر تک ہم لوگ اس نوعیت کی باتیں کرتے رہے پھر میں نے ٹرانسمیٹر تار کا ایک طرف رکھ دیا اور ڈوٹن کاربو کو ساتھ لے کر وہاں سے باہر نکل آیا۔ یہاں تک کہ سب سے پہلی ہدایت میں نے اسے یہی کی تھی کہ فوراً تھوساس کو انگلیوں کے اشاروں کی زبان میں یہ بتا دے کہ وہ اس ٹرانسمیٹر پر نگاہ رکھے۔ اور کسی طرح کا کوئی اشارہ اس پر موصول ہو تو فوراً مجھے اطلاع دے۔

ٹرانسمیٹر۔

ہاں وہ گھڑی ٹرانسمیٹر ہے جو آج ہی مجھے مارٹن ایٹرو نے دی ہے۔

ادوہ بائی تو رسا۔ اس کا مقصد ہے کہ مارٹن ایٹرو یہاں بھی موجود ہے۔

ہاں میں نے اب تک جو احتیاط کی ہے ڈوٹن کاربو وہ ہمارے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوئی ہے۔ مارٹن ایٹرو جھپٹ رہا ہے۔ اسے ہماری ایک ایک جنبش کے بارے میں معلومات ہیں۔ ڈوٹن کاربو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اندر چلی گئی۔ پھر ڈوٹن کے بعد وہ مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ پھر باہر آئی۔

میں نے اپنی ہدایت دے دی ہے۔

اب ڈوٹن کاربو آگے آئے۔ انگلیوں کے اشاروں کی زبان سکھا دو۔ میں اس زبان سے فائدہ اٹھا نا چاہتا ہوں۔ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس کے پڑے فائدے ہیں اگر ہم یہ اشارے کسی کے سامنے بھی کرے ہیں تو کم از کم وہ ہماری اصل بات نہیں سمجھ سکے گا۔

یقیناً۔ تمہارے لئے تو یہ سب کچھ بے حد ضروری ہے۔ لیکن اس کی ذمہ داری تھوساس پر ڈال جائے گی۔ ڈوٹن کاربو نے کہا اور پھر چلے۔

لیکن مارٹن ایٹرو سے تمہاری مدقانت پر کیا گفتگو ہوتی ہے۔ میں نے ڈوٹن کاربو کو پوزی تفصیل سمجھا دی تھی۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس سے قبل ڈوٹن کاربو؛ سمبوتورا مجھ سے رابطہ رکھتا تھا۔ لیکن اب تو یوں غسوس ہوتا ہے جیسے ان سب نے ہمیں اپنا نشانہ بنا دیا ہو۔“

ہاں یہ حقیقت ہے۔ انہوں نے مجھ سے یہ ہی کہا کہ میں تم سے رابطہ رکھوں۔ دراصل غزالی، امیں نے تمہاری دنیا میں آکر تم لوگوں کو جلانے کی پوری پوری کوشش کی ہے اور میرا خیال ہے میں اس سلسلے میں دوسرے سامانوں سے زیادہ کامیاب ہوئی ہوں۔ میں اپنے آپ کو ان کے درمیان مدم کر سکتی ہوں۔ اس کا احساس ہے؛ تھوساس وغیرہ کو ہے۔ انہوں نے مجھے اس کی ہدایت دی ہے۔ اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو دوسری بات ہے۔

مجھوں کی سہی باتیں مت کرو۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اسی بات تھوساس مجھے ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ ٹرانسمیٹر پر ابھی تک کوئی اشارہ موصول نہیں ہوا تھا۔ تھوساس مجھے انگلیوں کے اشاروں کی زبان .. سمجھانے لگا۔ انگلیوں کے موڑوں سے ایسی شکلیں بنائی جانے لگیں جو مختلف الفاظ کی شکل رکھتی تھیں۔ خاصی مشکل زبان تھی۔ لیکن اس سلسلے میں تھوساس نے مجھ سے ذہنی رابطہ بھی رکھا تھا۔ تاکہ میں اس زبان کو سمجھ سکوں۔ اور یہ مخصوص طریقہ میرے لئے زیادہ کارآمد ہوا۔ وہ الفاظ میرے شعور میں بیٹھ گئے۔ جو اشاروں سے وجود میں آتے تھے۔ تھوساس نے تقریباً مجھے گفتگو کے تمام کمر سکھائے۔ اور پھر اس نے ان کا امتحان بھی لیا۔ میں پر میں پورا اترا تھا۔ تاہم تھوساس کہنے لگا۔

”اس گفتگو کو پوری طرح ذہن نشین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ رات کو بستہ بیٹھے وقت لینے ذہن میں کوئی تصویر کر دو اور پھر اس تصویر کو اشاروں کی زبان میں پڑھ کر دیکھو یہاں بھی غلطی ہوگی تمہاری انگلی رک جائے گی۔ میں نے تھوساس کی اس ہدایت پر عمل کیا تھا۔ اور صحت کی تنہائی میں اگر کوئی مجھے دیکھ لیتا تو یقیناً سب سے پہلا کام یہی کرتا کہ مجھے کسی بائبل خانے میں بیٹھا دیتا۔ گھڑی کی کوئی تکیں پر بیٹھ جلی تھیں۔ اس کے بعد مجھے کوئی خوش ذرا میں سو گیا تھا اور دوسری صبح اس وقت جاگا تھا جب لوگ ناشتے سے فارغ ہو گئے تھے۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو سب ہی مسکرا دئے۔ میں نے اس مسکراہٹ کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا تو تھوساس نے اپنی انگلیاں اٹھا

کر اشارے کیے اور مجھے بتایا کہ میں یقیناً رات کو دیر تک ان اشاروں میں کھویا رہا ہوں گا۔ اسی وجہ سے مجھے ذرا ہونے جواب میں میں نے اس بات کا انکار کیا تھا۔ لیکن اشاروں کی ہی کی زبان میں صرف تھوساس نے بلکہ لیٹوس سمبوتورا اور ڈوٹن کاربو نے بھی حیرت زدہ انداز میں مجھے دیکھا تھا۔ پھر ڈوٹن کاربو نے اپنی انگلیاں اٹھائیں اور انہیں اس پر نیچے کر کے مجھ سے لٹی کر میں نے اس سلسلے میں کمال حاصل کیا ہے۔ اتنے مختصر وقت میں اتنا نشانہ رات گھرا عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں تھا۔ سمبوتورا انگلیاں اٹھا کر بولا کہ غزالی عام آدمی تو نہیں ہے۔ بہر طور یہ ممکن نہیں کہ میں اس کا احساس کر رہی ہوں۔ تب اس دوران کیونکر اس کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی، اس لیے ہم لوگ مطمئن تھے۔ پھر میں نے تھوساس وغیرہ کو انگلیوں کے اشارے سے مارٹن ایٹرو کا پروگرام بتایا۔ اور تھوساس گردن ہونے لگا۔ اس کے بعد اس نے جو یادگار پروگرام بہت بہتر ہے۔ ہم زبانی گفتگو جو مجھے بھی کریں گے وہ اس انداز کی ہوگی کہ مارٹن ایٹرو اگر ہماری باتیں سن لے گی یا پھر تو اسے شہر نہ ہو سکے۔ لیکن خصوصی سوال جواب ہم صرف اشاروں کی زبان میں کریں گے۔ میں نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”میں مارٹن ایٹرو کی تسلی کے لیے اپنا سارا پروگرام الفاظ کی شکل میں بنانا ہو گا۔ اصل میں اس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ کیونکہ صرف اتنی سی تھی کہ مارٹن ایٹرو اپنی دانست میں مجھے طریقہ میں شامل کر چکا تھا اور میری ہر بات کو تفریح کے مفاد کی روشنی میں دیکھتا تھا۔ جب کہ دل سے میں سامانوں کا سامنی تھا۔ لیکن سامانوں کے ساتھ مل کر مجھے وہی اقدامات کرنے تھے جو مارٹن ایٹرو دیکھتا تھا۔ پھر یہی آسانی ہو گئی تھی۔ مجھے۔ اگر دونوں کے سامنے مختلف ہوتے تو پھر یہ سب کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ تھوساس اور لیٹوس وغیرہ میرا مقصد سمجھ چکے تھے اور انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ دن بھی گزر گیا اور دن ٹرانسمیٹر پر مارٹن ایٹرو کی طرف سے کوئی اشارہ موصول نہیں ہوا۔ لیکن رات کو جب میں اپنے بستہ پڑ سونے کے لیے لیٹا تو مجھے اپنے کان کے قریب میں ہلکی سی آواز سنائی دی۔ یہ میرے لیے اشارہ تھا۔ میں نے پھر سے دروازہ بند کیا اور پھر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر ڈائل شرح ہو گیا تھا اور اس سے ہلکی روشنی خارج ہو رہی تھی۔

”ہیلو غزالی! امادنی ایٹرو۔“

”میں جانتا ہوں مسٹر ایٹرو۔“ میں نے کہا۔

”حالات کیسے چل رہے ہیں؟“

”بائل ٹیک۔ میں نے ان لوگوں کو اطمینان دلادیا ہے کہ

میں اُن کی یہاں سے مدد کے لیے معقول بندوبست کر رہا ہوں۔
 تو پھر معقول بندوبست ہو چکے۔ کل دن میں گیا وہ
 اسی ہوئی میں مل جاؤ۔ جہاں میری تم سے ملاقات ہوئی تھی، میں تم
 چہرے تہہ سے حوالے کر دوں گا۔ شام کو سات بجے نہیں لانے کے
 ذہنی سے آیا جائے گا۔ عری جہاز تبدیل ہو گیا ہے۔ اب اس کا
 نام سوان ہے۔ سوان کا کپڑا نہیں خوش آمدید کہے گا۔ بغیر لوگوں
 پر تم یہی نفا کر دو گے کہ یہ تم انتظامات تم نے کئے ہیں، اس کے
 بعد تمہارا سفر بروگرام کے مطابق ہو گا۔
 "میں وہ شکر گزار ہوں مسٹر مارٹی ایسٹروٹ"
 "مگر ہاں لوگوں کے ساتھ کوئی ایسا پروگرام ترتیب پایا جو
 سامانوں کی تلاش میں مدد دے سکے۔"
 "ابھی کہاں مسٹر ایسٹروٹ! ابھی تو اس مسئلہ یہاں سے نکل
 جانے کا ہے۔"
 "میں جانتا ہوں، ٹھیک ہے تو برسے اعتماد کے ساتھ یہ سارا
 سفر کیا تفصیلات نہیں کی گیارہ بجے ہی بنا دی جائیں گی۔"
 مارٹی ایسٹروٹ نے کہا، اور اس کے بعد سلسلہ منتقل ہو گیا
 کسی کو مزید کچھ بتانے کی ضرورت نہیں تھی، وہ سب مجھ پر اعتبار
 کرتے تھے چنانچہ ٹھیک گیارہ بجے میں نے اس ہوج میں مارٹی
 ایسٹروٹ اور ایڈیٹریل سے ملاقات کی، تمام سامانوں کے سپرٹ
 اور ان کے کاغذات میرے حوالے کر دیئے گئے اور مارٹی ایسٹروٹ
 مجھے تمام تفصیلات بتانے لگا، میں نے یہ تمام تفصیلات ذہن نشین
 کر لی تھیں، مارٹی ایسٹروٹ نے مجھے کامیابی کی دعا میں دیں اور
 اس کے بعد میں وہاں سے واپس چلا آیا۔
 میں خود بھی اس بات سے متفق تھا کہ ہمیں آدمیوں کے
 اس گروہ کو لیے سے نہ بھروں۔ ان کا کوئی مناسب بندوبست
 ہونا چاہئے تاکہ کوئی بڑا لوگ ہمارے کام میں رکاوٹ بن سکتے تھے
 ہر بندہ مجھے یہ بھی پسند نہیں تھا کہ وہ دوبارہ مارٹی ایسٹروٹ یا
 اس کی تنظیم کی تحویل میں چلے جائیں لیکن فی الحال مجھ پر تھی اگر
 گوشاں تک رسائی ہو سکتی تو میں انہیں الہینا سے اس کے
 حوالے کر دیتا لیکن وہ نیت میں ہی تھی، ہوتی تھی تاہم اس بات
 کا اطمینان تھا کہ ہم تمام حوالے حاصل ہونے کے بعد ان لوگوں کو
 بھی آسانی سے راکر لیا جائے گا کیونکہ ہر طور دونوں مقاصد
 ایک ہی راہ پر چل رہے تھے میں نے ان سب لوگوں کو تفصیلات
 بتائی اور ان کے کاغذات ان کے سپرد کر دیئے گئے جہاز
 کے سفر تک کوئی بات نہیں تھی لیکن منزل پر پہنچنے کے بعد جہاز
 منتقل ہونا ضروری تھا تاکہ نئی دنیا میں ہم شنگ کی مدد سے
 نہ دیکھے جا سکیں۔

کی بہت کوشش ہوئی تھی، پھر پراس گھنٹے کا یہ قیام مکمل ہو گیا اور
 کیتان نے ہمیں اس قید خانے سے نجات دلانی، اور چینی
 پہلے جگہوں پر پہنچ گئے۔ اسی رات سمبوتو نے سرگوشی کے
 انداز میں کہا کہ غالباً لیوس اور تھوماس اپنے آئندہ اقدامات
 کا فیصلہ کر چکے ہیں، اور تم سے مشورہ کرنے کے خواہش مند ہیں
 سمبوتو کی یہ اطلاع درست نکل تھی۔
 دوسری صبح نلٹے سے فارغ ہونے کے بعد تھوماس اور

لیوس نے اتنا دل کی زبان میں مجھ سے درخواست کی کہ وہ
 کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں، واپس ٹرانسپین کا استعمال بس اسی حد تک
 تھا کہ میں نے اپنی لانا پر گھڑی کی حیثیت سے رکھو، اچھے
 ابھی تک اس بات کا مشہور تھا کہ مارٹی ایسٹروٹ نے مجھے کھلا
 نہ ہو دیا جو کسی زکس کی طور پر وہ ہماری گفتگو سے واقف
 رہتا ہو گا

چنانچہ ایسی کوئی بات جو مجھے ہوا شادوں کی زبان میں کی جا
 سکتی تھی یا پھر کسی ایسی جگہ جہاں اس قسم کے امکانات نہ رہیں
 میں نے اشاروں ہی کی زبان میں پوچھا کہ کیا وہ گفتگو جواب ہو گی
 کسی طور تنظیم کے خلاف ہے، جواب میں لیوس نے مجھ سے کہا کہ
 ایسی کوئی بات نہیں، ہم لوگ صرف سامانوں کو تلاش کرنے کے
 لیے منصوبہ بنا رہے ہیں جس میں تمہاری منظوری ضروری ہے
 تم میں نے انہیں جواب دیا کہ یہ گفتگو آزادادی سے بھی
 جی جاسکتی ہے، کیونکہ اس میں تنظیم کا مفاد مدد نہیں ہوتا۔
 ہاں ہمارا مقصد سامانوں کی تلاش ہے اور جب چارے سے پتہ

ساتھی ہمیں مل جائیں گے تو اس کے بعد ہم تنظیم کے رابطے کو
 لیں گے وہاں تک کہ ہمیں تنظیم کی مدد حاصل ہے تو ہمارے حق
 میں بہتر ہے گی۔

لیوس نے اتنا دل کی مدد سے تھوماس سے کہا: غزال
 ٹھیک کتنا ہے، ہمارے منصوبے اگر ان کے علم میں آتے ہیں گے
 تو انہیں یہ احساس ہوگا کہ ہم ان کی طرف سے شنگ نہیں ہیں یا
 کم از کم غزال کی حد تک ان کے مفاد کے لیے کام ہو رہا ہے،
 کیونکہ وہ بھی تو لیبیہ میں سامانوں کا حصول چاہتے ہیں، چنانچہ
 ہر طرح کی گفتگو آزادہ کر کی جائے۔

جب ہم تنظیم کے خلاف کھڑے ہوں گے، تو وہ وقت
 ہوگا جب ہمارے ساتھی ہیں لپکے ہوں گے، اور اس کے
 بعد نئے منصوبے کے تحت ہم مل کر پارٹی کے ان سامانوں
 سے بھی نمٹ سکیں گے جن کے خاتمے کے بغیر ہمارا اپنی دنیا
 تک جانا ممکن نہیں، تھوماس کی کچھ بات اٹھی تھی چنانچہ اس
 نے انھیں بند کرنے کی مدد دی۔

کوئی ایسی الجھن نہیں تھی جو ذہن کو راکھ دے۔ اتنا دل کی
 زبان پر اب میں نے کافی مہارت حاصل کر لی تھی اور ہم لوگ کبھی کبھی
 اس طرح بھی گفتگو کرنا کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں
 لیوس اور تھوماس وغیرہ سے بغیر لوگوں کی تلاش کے سلسلے میں
 گفتگو کرتا رہتا تھا، نہ اسے کیا کیا تھا، نہ زبان جاتی تھیں وہ پچاس
 تو واقعی اپنے ساتھ تھیں ان کی تلاش میں سرگرداں تھے، اور یہ بھی
 حقیقت تھی کہ جتنا ان کا ذہن الجھا ہوا تھا، میں اس قدر نہیں الجھا
 تھا کیونکہ یہ ان کا ذہن اس مسئلہ تھا، میں نے اشاروں کی زبان میں ان
 سے کہا تھا کہ اپنی گفتگو میں تنظیم کے مقصد کو بھی شامل کیا جاتا ہے
 اور اس کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا جاتا ہے تاکہ وہ لوگ
 یہ نہ سمجھیں کہ تم لوگ تنظیم کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے عموماً
 رہتے ہیں تھوماس وغیرہ ذہنی طور پر کیا تھے اس کا مجھے اندازہ
 نہیں تھا کیونکہ یہ دوسرا پہلی بار مجھے ملے تھے، گوشاں اور سمبوتو
 بھی جتنے ذہین تھے اس کا مجھے اندازہ ہو چکا تھا، جہاں ان ذہن لوگوں
 کے سر پر ایک حیثیت رکھتے ہوں گے، یہ بات تو خود بخود سوجی جاسکتی
 تھی لیکن مجھی انہوں نے اپنی زبان کا کوئی مفاد نہیں کیا تھا۔
 سرداروں کی حیثیت سے ان کی اپنا راز خصوصیات کیا تھیں یہ بھی
 مجھے نہیں معلوم تھا، بہر طور میں نے ان سے انحراف نہیں کیا، اور
 اب ہمدی گفتگو میں تنظیم کی باتیں شامل ہو گئی تھیں، ہم اس سے
 نفرت کا اظہار کرتے تھے، میں اپنے طور پر سوج میں سرگرداں رہتا
 تھا۔

تاہم پچاس ہفت روزہ ہوا تھا اور جہاز کے سفر میں ہمیں کوئی
 وقت نہیں پیش آ رہی تھی، ہرگز دن کے بعد ہمیں آباؤوں کے شمار
 نظر آئے، جہاں اس کا گوشہ کو کچھ سامان اتارنا اور کچھ پڑھنا تھا
 چنانچہ اس کی حیثیت کا بھی، ہمارے تینوں محسوس ہوتا تھا جیسے
 یہ تنظیم کی ذاتی ملکیت ہو لیکن نظیر نے سرحدوں میں اس کے تحفظ کا
 پورے بندوبست کیا ہوگا اور اسے کوئی ذلوت حیثیت تو دی ہو
 گی، ہمیں اندازہ نہ ہو سکتا، اور ہم سب ایک جگہ نہیں ہو گئے۔

کیتان خوش اخلاق آدمی تھا، کوئی کھانا نہیں پڑی تھی
 سے کرتا تھا، اس نے میں بتایا تھا کہ جہاز کو میاں تقریباً پچاس
 گھنٹے قیام کرنا ہوگا، مگر کون سی تھی اس کے بارے میں اس نے
 میں بتایا اور ذہن نے اس سے پوچھا، ہمیں جس منزل کی جانب سفر
 کرنا تھا، بس اسی سے دوپہر کوئی چاہیے تھی، ان دنوں تھوماس
 اور لیوس پر خاموشی کا دورہ پڑا تھا، اور وہ شاز وادہ بھی گفتگو
 بنا کرتے تھے سمبوتو ان کی موجودگی میں صرف مودب رہتا تھا،
 اس سے پہلے اس کی شخصیت میں جو ایک خاص بات تھی اب ختم
 ہو گئی تھی، وہ تقریباً ہمارے دنیا جی ہو گیا تھا، مجھ سے ہی اس

ڈون کا رویہ سمبوتو اور لیوس وغیرہ مجھ سے اس نئی
 منزل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے لیوس نے مجھ سے
 سوال کیا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم بالینڈی جاویں، ہماری منزل
 کوئی بھی جگہ ہو سکتی ہے، اتنا طویل کا مصلد اختیار کرنے کی کیا
 ضرورت ہے، جواب میں نے اس سے کہا کہ اگر وہ اس تنظیم
 سے چھٹا چاہتے ہیں اور اپنے لیے کسی ٹھکانے کے خواہاں ہیں،
 تو اس وقت جو بھی جگہ ملے جائے، قیمت جی ان حال تو ہم اپنے
 تحفظ کے لیے سرگرداں ہیں، کوئی بھی پر سکون گوشہ اپنانے کے بعد
 ہم اپنی کاروائیوں کا آغاز کر سکتے ہیں اور اس وقت سوان نامی جہاز
 ہمیں وہیں کے لیے مل رہے ہے لیوس خاموش ہو گیا تھا ایک لمحے
 کے لیے میں نے ہی سوچا تھا کہ اگر فرانس کے اس پاس ہی کسی
 آبادی میں ہمارا قیام ممکن ہوتا تو زیادہ بہتر تھا، اتنا طویل کا مصلد
 کرنا ہمارے گا، وہاں سے اس سفر کو کام کیا جائے گا، اس میں شنگ
 بھی پیش آسکتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ گو میں سے کافی
 فاصلہ ہے اور ہم اس کی خبر گیری نہ کر سکیں گے، یوں بھی گو میں سے
 ملے ہوئے کافی دن ہونے لگے اور اس کے بارے میں ہمیں کوئی
 اطلاع نہیں تھی، لیکن ہر حال جو کچھ ہم کرنا تھا پوری دوسری
 کے ساتھ ساتھ تھا، ہر طور ان لوگوں نے میری مخالفت نہیں کی تھی
 میں نے سوچا تھا کہ اب بالینڈی پہنچنے کے بعد باقی کسی نئے
 پروگرام کا فیصلہ کیا جائے گا، تنظیم وہاں ہماری معاونت بھی تو کرے
 گی اور اس کی مدد سے میں سامانوں کو بھی منجھال سکوں گا، میں
 نے اپنے آپ کو ذہنی طور پر ملین کر لیا تھا اور پھر وارٹن ایسٹروٹ
 کے پروگرام کے مطابق میں نے تمام کاروائیاں کیں، بڑی ہنگامی سی
 کیفیت رہی تھی۔
 سوان ایک پہنچے ہوئے ہیں کافی الجھنوں سے گزرنا پڑا
 کیونکہ ہر طور ہم غیر قانونی طور پر اس جہاز میں سوار ہوئے تھے
 یہ دوسری بات ہے کہ بالینڈی میں داخل ہونے کے بعد ان کاغذات
 کی مدد سے ہماری حیثیت قانونی ہو جائے، مارٹی ایسٹروٹ کے
 برہان سے مطابق سوان کے کپڑے میں ہمارا پر تھیک استقبال کیا
 تھا، اس سے سامانوں کو اچھا ہی طور پر ایک بڑی سی جگہ منتقل کر
 دیا، اور میری خواہش کے مطابق لیوس سمبوتو اور ڈون کی راکر
 اور تھوماس کو میرے ساتھ ہی ایک بڑے کپڑے میں جگہ دی گئی
 ہماری آسائشوں کا بھی پورا پورا خیال رکھا گیا تھا، جہاز کا سفر طویل
 تر نہیں تھا اس بات کو میں اس طرح جاننا تھا، دوسرے سفر پر ہمارا
 جہاز تھا، میں نہیں بلکہ گوشہ تھا، لیکن اس میں تمام آسائشیں
 تھیں، اور کسی خاص موقع پر ہمیں اندازہ نہ کرنے کے انتظامات
 بھی تھے، ہمدی ہر دوں دواں جہاز میں ہمارا وقت گزرنے لگا

مؤثر طریقہ ہے۔

گویا وہ اس بات سے متفق تھا اور اس کے ابو جعفر نے

اس طرح کی ادکاری کی جیسے تیلیم کے ارکان ہمارے سامنے ہوں۔ یہی ایک طریقہ تھا جس سے ہم تنظیم سے منظر پر آسکتے تھے۔ انہیں مکمل طور پر دھوکے میں رکھنا چاہیے تھا جھوساں نے کہا۔

مشرعہ غزالی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ دراصل اس سفر میں ہمیں کافی خدمت نصیب ہوئی ہے۔ اور دولہاں سفر میں ہم بھی سوچتے ہیں کہ اپنے سامان ساتھیوں کے حصول کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ یہ کئی بھی طور ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی جگہ بیچ کر انہیں تلاش کیا جاسکے میں تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ وہ ہیں کہاں۔

چنانچہ انہیں تلاش کرنے کے لیے میں ایک اہم طریقہ کار اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ دونوں کو بلا کر تم سے ملاقات ہمارے لیے متصل رہنا ہی ہے۔ دونوں کو لاہور لائٹ کلبوں اور ہوٹلوں میں دولہاں کے حال پر پتے کا فہرہ کرتی رہتی تھی اور اس طرح اس کی رسائی تم تک ہو گئی۔ کوئٹہ وہ ایک انوکھی شخصیت کی حیثیت سے روشناس ہوئی تھی، اگر وہ کسی کام کو شے میں پڑی ہوتی تو کسی بھی طرح غزالی وہ تم تک نہیں پہنچ سکتی تھی، اس بات نے میں یہ احساس دلایا ہے کہ اگر ہم اپنی تشہیر کریں تو شاید سامان ہماری جانب متوجہ ہو جائیں، میں نے دلچسپی سے تمہارا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ایسا کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے مشر جھوساں؟

ایک اور صورت ایک وہ ہے کہ ہم ایک جھوٹا سا مہنگا ڈال جو تمہاری دنیا کے لیے دلچسپی کا باعث ہو۔ ہمارے گروہوں کا ایک گروہ جس کے ہمارے عجیب و غریب ہوں، ہم لوگ اس میں حصہ لیں اور اس قسم کی سرگرمیاں کریں کہ ہمارے ساتھی سامان ان کی جانب متوجہ ہو جائیں۔ ہم خاص وہ کھیل پیش کریں گے جو ہمارے لیے نئے ہوتے ہیں۔ اور جہاں جہاں بھی سامان موجود ہیں، وہاں وہ اس کھیل سے مزہ دیکھ لیں گے۔

بالکل ٹھیک کہا مشر جھوساں آپ نے انگریزوں کو کھیل اپنا کھیل بنا لیا تو میں آپ کو اس پر دوما کی منظوری دیتا ہوں۔ مشر غزالی اس کے ہر پہلو پر نگاہ ڈالنے ماہر طریقہ کار ہمارے لیے کافی نفع بخش ثابت ہوگا، ہم جو کھیل پیش کریں گے وہ آپ کی دنیا کے لیے حیرت انگیز ہوں گے اور ہر جگہ کے اجازت ہمارے لٹھیر کریں گے ہر جگہ سامان آپ کی دنیا سے اتنے غیر متعلق بھی نہ ہوں گے کہ ان کی نگاہ میں ان اجازت تک نہ پہنچ سکیں۔ ہم ہمارے طور پر اس میں جے جے کیا کریں گے۔

کچھ عرصہ وہ اپنی تشہیر کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک

اس میں ایک خطرہ بھی ہوگا جس پر یوس نے کہا۔

وہ کیا ہے؟

ہم تنظیم کی نگاہ میں آپا میں گے اور تنظیم کے کان

بچھڑیں انہیں ان کے گوشوں میں گے۔

یہ خطرہ ظہیر طرد موجود رہتا ہے۔ ہم کسی بھی جگہ ہوں

گے ہمارے لیے یہ گوشوں کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ہم اپنا تحفظ

بھی کریں گے، ہمیں طرح بھی ممکن ہو سکا، ہم غمخانی کو متوں کا

تعاون بھی حاصل کریں گے۔

مجھے بتاؤ یوس اس کے علاوہ اور کیا بچہ ہو سکتا ہے

سامانوں کی تلاش کا جھوٹا دیر تک خاموشی طاری رہی بھر

یوس نے کہا۔

ہاں اب اس کی دنیا میں آئے بغیر چاہا کا نہیں ہے، انٹر

کسی نہ کسی طرح تو ہمیں اپنا مقصد حاصل کرنا ہی ہے، کیوں مشر

غزالی آپ کا اس سلسلے میں کیا مشورہ ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنی ان گوشوں سے کامیابی حاصل

کر سکتے ہیں اپنے تحفظ کا بھی کچھ نہ کچھ بندوبست کر جیسا

چاہئے گا۔

گویا آپ اس بات سے متفق ہیں؟

ہاں میں سمجھتا ہوں کہ یہ پروگرام بہتر ہے، لیکن اس میں

نہاں سامانوں کو خال کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

اگر ہم ایک باہا عدہ آرگنائزیشن بنالیتے ہیں تو پھر اس

میں ہمارے ساتھیوں کی کچھت بھی تو ہو سکتی ہے، ہمیں سب

ہی کی ضرورت پیش آئے گی۔

سوج لیں مشر جھوساں، اگر یہ صورت حال آپ کے حق

میں بہتر ہوتی ہے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ان سب کو سمجھانا

سب ہی کا کہ ہے۔

ہاں اور ان میں اضافہ بھی ہوتا جاتا ہے کہ ہر طرف ہمارے

آدمیوں کی شناخت تو کر سکیں گے حکمران پارٹی کے سامانوں کا

ہماری جانب متوجہ ہوں گے یوں سمجھیں مشر غزالی کہ ہمیں اطلاع

جگہ کرنا ہوگا حکمران پارٹی اور اس خوفناک تنظیم کے خلاف

ذرا احتیاط رہیں گے، اپنی گوشوں میں ناکا کیسے تو موت

کو اپنا لیں گے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار نظر نہیں

آتا۔ میں نے ان لوگوں کو تسلیاں دیں اور کہا کہ وہ احتیاط

رکھیں، میں ان کے تحفظ کا بھرپور بندوبست کروں گا اور انہیں

اپنی دنیا کے اصولوں کے مطابق وقت گزارنے کی آسائیاں فرا

فراہم کروں گا۔

بات ختم ہو گئی۔ میں تنہائی میں جھوساں کے اس پرکار پر غور کرنے لگا۔ یہ ایک اور موڑ تھا اور میں اس کے ہر پہلو پر غور کر رہا تھا، لیکن غما نے کیوں میری غمخانی ہی کی تھی کہ وہ لوگ ہمارے برادر گروہوں سے ناواہت نہیں ہوتے اور ہم سے باہر ہوتے ہیں۔

اسی بات میں ہمارے مشر رکھڑا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا کہ میں نے ایک جوڑے کو اپنی طرف آنے دیکھا۔ مجھے سے خود خالی ایک عورت تھی اور قریب مگر مگر مالک ایک اور عورت تھی۔ میں نے پہلے ہی ان دونوں کو ہار پر دیکھا تھا۔ ہر چند کہ یہ کارگو شپ تھا لیکن کچھ دور سے مسافر غمخانی اس سے مسرکرتے ہوئے تھے۔

جوڑا میرے قریب رک گیا۔ پھر مرد کی آواز ابھری۔ بیلو

بیلو۔ میں نے گروہ میں تم کے کہا۔

کیسے مزاج ہیں آپ کے۔

مشکر یہ، ٹھیک ہوں۔ میں نے جواب دیا۔

سمندر پر سکون ہے اور یہاں کا ماحول بھی مرد بولا۔

ہاں۔ میرے لائق توئی مہم ہے؟

جو خدمت تم انجام آوے ہے ہر وہ کم نہیں ہے۔ مو

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں سمجھا نہیں۔؟

مشر غزالی کچھ نہیں سمجھے لڑی۔ کہا۔ اتنے ہی نا سمجھ ہیں

مرد نے عورت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، دوڑیں پوک پڑیں نے

اپنا تعارف تو نہیں کرایا تھا۔

سامان نہ ہو کہ سامانوں میں ہی خصوصیات رکھے والا اتنا

نا سمجھ تو نہیں ہو سکتا۔ بھیدی عورت نے مسکراتے ہوئے کہا اور

میرے اعصاب تن گئے، کون ہیں یہ دو لوگ۔؟

بہت سے خیالات ذہن میں آئے بہت سے نام دماغ

میں ابھرے لیکن فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ تب مرد نے کہا، یہ

زیادتی ہے سیکا، مشر غزالی نے کبھی خود کو ہر دم کی دنیا کا انسان

نہیں کہا اور جن لوگوں کا گفتگو اس زندگی سے نہیں اٹھیں اس

کا بچہ رہی نہیں ہو سکتا۔

سیکا؟ میں نے تعجب سے کہا۔

ہاں ڈیر غزالی۔ میں ایڈی پاپیر ہوں اور یہ سیکا ہے۔

مرد نے مسکراتے ہوئے تعارف کیا۔

ادہ میرے خدما۔ آنا شانداری سیکا؟ میں نے حیرت

آپ کی پسند

شوق آوارگی - ۵۰٪
مہر - ۵۰٪
داتا نے میرے جوتوں کی - ۳۰٪
میرے بیوی میری قاتل - ۳۰٪

بیتناز علی میاں بکسیر اردو بازار لاہور

کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

اب تو میں اس پر غور نہ رہا ہے اس کا مطلب ہے کہ ہم بہترین اداکاری میں نہیں ہم پر شبہ تک نہیں ہو سکتا، میرا نے ہتے ہوئے کہا۔

مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تم دونوں بھی اسی جہاز سے میرے ساتھ سفر کر رہے ہو گے اب تو میں نے سوچنے پر مجبور ہوں کہ خود لارن لہ مشورے جہاز پر موجود ہوگا کہ میں جہاز کا کپتان وہ خود تو نہیں۔؟

ادہ نہیں ڈیر غزالی ادبے حد معروف انسان ہے۔ پاپیر نے ہتے ہوئے کہا۔

گویا میرا استعفیٰ دلا بھی ختم نہیں ہوا، میں نے آہستہ سے کہا۔

استعفیٰ دور ہے؟

غلام ہے تم لوگوں کو میری ننگوانی کے لیے ہی زحمت دی گئی ہوگی؟

کمال ہے غزالی تم اس انداز میں سوچ رہے ہو۔ نہیں مائی ڈیلاس غلط نہیں گویا ہمیشہ کے لیے ذہن سے نکال دو لو اور اگر آئندہ تم نے کبھی ایسی کوئی بات کہی تو ہمیں سخت دکھ ہوگا۔ دراصل غزالی تم صرف اتفاق طرد پر ہمارے اس گروہ میں آچھنے ہو۔ تنظیم کے اتحاد دشمن ہیں اور جگہ جگہ ان سے خطرات درپیش ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہارا جرم کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے تم جرم چالوں کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ مشر ایڈو نے ہمیں صرف تمہاری روقت مدد کے لیے ہمارے کچھ بھیجا ہے۔ یوں بھی بہت سے معاملات میں تمہیں مشکل پیش آسکتی ہے ہم تمہیں مشکلات میں نہیں پھنسانا چاہتے۔ تم اس طرح کیوں نہیں سوچتے غزالی اگر وہ پورے ہیں تمہاری ننگوانی کرنا ہو تو تمہیں سے کوئی نہیں نہیں پہچان سکتا تھا۔ ایڈی پاپیر نے کہا۔

"ہاں اس کا اعتراف تو کرتا ہوں"
 "اس موضوع پر کیا بات بھی مت کرو جان من۔ خیر چھوڑو
 سفر کسی گزرا رہا ہے؟"
 "عجیب میں نے کہا۔
 "کیوں؟" سیکھا بولی۔
 "ہاں ایسے ہی خیالات ذہن میں آتے رہتے ہیں۔ سوچتا
 ہوں کہ تم لوگوں کے معیار پر لوڑ بھی اس کو مل گئی یا نہیں؟"
 "اہ، نہیں ڈرنا، تمہیں ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ یہ
 میری پیش گوئی ہے۔"
 "میرا بس جلتا تو تھا ان لوگوں کو تمہارے حملے کر کے لپٹے
 وطن کی لالہ لوں، میری دغا داریوں نے تو مجھے عذاب میں گرفتار
 کر دیا ہے۔ بعض اوقات وطن بہت یاد آتا ہے۔"
 "ہاں وطن کی یاد سے تو اٹکا کر نہیں گیا کیا ملتا۔ سامانوں کا
 کیا حال ہے؟"
 "دہ لے جا سنے خود گم کر دہ وطن میں تاہم انھیں بھی پریمت
 اعتماد ہے اور ان کا خیال ہے کہ ان کے لیے میں جو کچھ کروں گا
 بہتر کروں گا۔"
 "تم کسی جنبانی الجھن کا شکار تو نہیں ہو گئے غزالی۔؟
 "نہیں دوست ایسی بات نہیں ہے جنبائیت نے تو
 اس حال کو تہیجا دیا اگر اپنے جھانپوں سے اپنا حق لینے پر کمر بستہ
 ہو جاتا تو وہ آسانی سے میرے حلقے کی جایداد غصب نہیں
 کر سکتے تھے مگر وہاں حاققت ہوئی جس صلابت نے بھی اپنے
 مقصد کے حصول کے لیے مجھے کئے تھے اور یاد یہاں ہر شخص حرف
 اپنے بارے میں سوچتا ہے چنانچہ اب میں بھی صرف اپنے بارے
 میں سوچ رہا ہوں باقی لوگوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"
 "یہ حقیقت ہے علی کوئی کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ اپنا مستقبل
 خود تعمیر کرتا ہوتا ہے جو لوگ اپنا مستقبل دوسروں کے ہاتھوں میں
 دے دیتے ہیں وہ کمپرسی کی موت مر جاتے ہیں۔ بہر حال تم
 اپنے کام میں مصروف رہو اور کوئی ایسا خیال دل میں نہ لاؤ۔ اس
 بارے میں کوئی موشرطن تمہارے ذہن میں ہے؟"
 "ہاں سامانوں سے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے؟"
 "کیا۔؟"
 "اپنے ساتھیوں کی تلاش کے لیے وہ دنیا کے ہر گوشے
 میں اپنی پہنچ کرنا چاہتے ہیں۔"
 "وہ کیسے؟" ایڈی پائپر نے دلچسپی سے پوچھا۔
 "سیکا جانتی ہیں کہ سامان عجیب دغریبہ خصوصیات
 کے حامل ہوتے ہیں ڈون کے لابروڈوں کے حال بتا کر لوگوں کے

دل تسخیر کرتی ہے اور جی بہت سے شہید سے آتے ہیں ان لوگوں
 کو اس طرح وہ اپنے اپنی وسائل بھی پورے کریں گے اور اپنا
 مقصد بھی پالیں گے پوزیشن یہ سامان ان سے ملاقات کر سکتے ہیں
 "بہت عمدہ آئیڈیا ہے لیکن ایک بات مجھ میں نہیں آئی کہ
 ایڈی پائپر بولا۔
 "کیا۔؟"
 "اپنی پہنچ سے انھیں بے خطر نہیں ہے کہ مخالف سامان
 اور تنظیم ان تک پہنچ سکتی ہے؟"
 "اس کے لیے انھوں نے کٹالیوں باندھ لی ہیں۔؟" میں
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "کیا کرنا ہے؟" ایڈی پائپر کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔
 "اس کا جواب سیکھا دے گی کیونکہ یہ سامان ہیں۔"
 "کٹالی ایک مقدس عہد ہوتی ہے۔ منٹے اور شانے
 کے جذبے کا اظہار ایک ہتھیار جو لے حد خطرناک ہوتا ہے
 لیکن حرف سامانوں کی دنیا کے لیے اسے صرف اس وقت
 استعمال کیا جاتا ہے جب اور کوئی راستہ نہ ہو لیکن اس فیصلے
 کے بعد سامان بے حد خطرناک ہو جاتے ہیں۔"
 "دیری گڈ۔ لیکن سامانوں کو اس کی ضرورت ہی نہیں
 پیش آئے گی کیوں کہ غزالی اور میرا خیال ہے تم نے بھی اس
 خیال کے تحت اس پر کوشش نہ کی ہوگی۔ ظاہر ہے اس وقت
 تو تنظیم بھی یہی چاہتی ہے کہ سامان اپنا مقصد حاصل کر لیں اور
 حکمران سامان بھی پھر لوں ان کے آڑے کئے گا؟"
 "سو فیصدی یہی خیال میرے ذہن میں تھا؟"
 "بہر حال سڑ غزالی اطمینان رکھو۔ ہالینڈ میں تمہیں اپنی
 یہ آرگنائزیشن فام کر کے میں کوئی وقت نہیں ہوگی تنظیم اس
 مسئلے میں تمہاری پوری مدد کرے گی۔"
 "میں نے تو اخیر ہر مٹر ایسٹرو سے بھی بات کر لی ہے؟"
 میں نے گویا اکتشاف کیا تھا کہ اس میں جانتا تھا کہ یہ دونوں اس
 بات سے بخوبی واقف ہوں گے۔
 "اڈے ڈیرا ہاں کام جاری رکھو ہر لوگ زیادہ ملاقاتیں
 نہیں کریں گے تاکہ کسی کو شہ نہ ہو سکے لیکن اگر کوئی ضرورت
 پڑے تو تم مجھ سے یا سیکاس سے ملاقات کر سکتے ہو۔"
 وہ دونوں مجھے خدا حافظ کہہ کر اگے بڑھ گئے اور میں
 عجیب سی نگاہوں سے انھیں دیکھتا رہا پھر شلے ہلا کر اگے بڑھ
 گیا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ سمجھو تو راز وہ کو ان دونوں کی موجودگی
 کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا انھوں نے مشتبہ نگاہوں سے
 انھیں دیکھنا شروع کر دیا تو کھیل بگڑ سکا ہے۔

بعد میں کوئی ایسی ضرورت نہیں پیش آئی جس کے تحت
 ان دونوں سے ملاقات کرنی پڑتی جہاں کے سفر میں میں
 نے انھیں کئی بار دیکھا لیکن ہم لوگ ایک دوسرے کے قریب
 نہیں آئے پھر یہ سفر ختم ہو گیا اور پروگرام کے مطابق ہم لوگ
 یہ آسانی ہالینڈ میں داخل ہو گئے۔
 چھوٹی چھوٹی نہروں اور لیز زاپن چکیوں نے ہالینڈ کی
 روایتی تصویر پیش کر دی؟ پچیس ہزار مربع میل کے کل رقبے میں
 سے ہالینڈ کا کل سوا چار ہزار مربع میل رقبہ زیر آب ہے یورپ
 ملک سطح سمندر سے دس فٹ نیچے ہے پورے ہالینڈ کا
 تقریباً آدھا رقبہ سمندر کو خشک کر کے حاصل کیا گیا ہے۔ اہل ہالینڈ
 فخر سے کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنا ملک خود بنایا ہے۔
 کیونکہ ہالینڈ کے رقبہ برف لاریت نہیں تھا اس لیے زوای
 علاقے سے گذرتے ہوئے ہم ایسٹروڈم نیچے تھے یہاں
 کالورڈ اسٹراٹ پر میں ایک خوبصورت ٹیول میں قیام
 کے لیے جگہ لکھی جو دشا دون کے نام سے مشہور تھا۔ ویشادوں
 قدیم و جدید کا سنگم تھا اور ایسٹروڈم کی روایتی مہنگائی کے
 باوجود مہنگا نہیں تھا، ہمیں مختلف منٹروں پر کمرے حاصل
 ہوئے تھے لیکن ہم آسانی سے ایک دوسرے سے ملاقات
 کر سکتے تھے۔ یہاں، اگر کوئی دنک صلاح اور شورے ہوتے
 رہے۔ ڈون کا لوگ کوشش تھی کہ میں یہاں ہم یہاں داخل
 ہوئے ہم اس کے تحت ہمیں یہاں اپنا شوک کی اجازت
 بھی مل گئی یہاں۔ اس میں نے پیشکش کی کہ یہ ڈون دار
 مجھے منوب دی جائے ادراہ کام کا آغاز ہو جانا چاہیے تاکہ
 مزید وقت ضائع نہ ہو۔
 اس دوران ویشادوں سے ہمارے نکلنا تھا۔ ان لوگوں
 کو پرکوں نے کی ہلاکت کے پہلی بار ہالینڈ کی سرکوں پر
 نکلا۔ ٹھوڑے ہی فاصلے پر روزانے ایسٹروڈم جہاں پر ہالینڈ
 کے ہندی وجہ سے ہر شہر ایسٹروڈم کے نام سے موسوم ہوا تھا۔
 نٹ ٹاڈ سے گذرنا اور غیر دفروقت کا ایک بڑا کمزور لگا ہوں
 کے سامنے آ گیا کافی ہر روت جگہ تھی۔ میں ہیڈیل ہی سفر کرتا رہا
 کہ وقت باہر آنے کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ اجمالی حالات
 لاچارہ لے رہا تھا اور نشاندار کر رہا تھا کہ خود ہی مجھ سے رابطہ
 نام کسی کو شش کی جگہ تبصورت دیگر میں ٹرانسٹیٹ
 متعال کر سکتا تھا۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں پیش آئی اس
 وقت روکن نہ کرنا سے گذرنا تھا کہ خود بصورت
 باس میں ٹیس ایڈی پائپر نے میرے شانے پر ہاتھ پڑا۔
 لہذا نے جس روپ میں دیکھا تھا اس کے بعد ایک ۔۔

اصلی شکل میں پہچاننے میں کچھ وقت پیش آئی۔
 "اس طرف" اس نے دھی گفتگو کر کے بڑھ گیا اور میں
 خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ ایک زیر زمین راستوں
 کی پرسکون میز پر بیٹھ کر اس نے کہا کیا لوگ غزالی۔؟
 "حرف کافی۔"
 "ہاں وہی تمہارے لیے کافی ہے؟" پائپر نے مسکراتے
 ہوئے ایک ڈیڑھ کانانی کا آڈیو دے دیا۔
 "مجھے تمہاری تلاش تھی؟" میں نے کہا۔
 "میں جانتا ہوں۔"
 "اب میاں میرا راستہ رک گیا ہے؟"
 "نہیں البتہ کوئی بات نہیں ہم لوگ مسلسل تمہارے لیے
 راستہ بنا رہے ہیں اس کا تو تم سے وعدہ کر لیا گیا تھا؟"
 "مجھے کوئی رابطہ بھی نہیں قائم کیا گیا؟"
 "اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔" پائپر نے کافی
 بناتے ہوئے کہا۔
 "اب کیا یوزیشن ہے؟"
 "نہایت عمدہ۔ تم لوگ اپنے اسی فیصلے پر متفق ہو
 یا کوئی تبدیلی ہوتی ہے؟"
 "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ظاہر ہے میرے وسائل تو
 کچھ ہی نہیں ہیں۔"
 تنظیم تمہارے فیصلے متفق ہے۔ کل کے
 اخبارات میں تمہارے پیبل شوکاوش تہار ہوگا، انٹرموشن کا ڈیویژن
 کی طرف سے ایک حیرت انگیز شو جو دوسرے دن ٹرانسٹ
 میوزیم میں پیش کیا جائے گا اور میں ہالینڈ کے اعلیٰ
 پائے کے صنعت کار اور سرکاری عہدیداران مدعو ہوں گے۔
 ٹرانسٹ میوزیم کا خانہ کل کی گیارہ بجے سے ویشادوں میں
 ملاقات کر کے گلا اطمینان رکھنا وہ ادارہ آئی ہوگا اور تم اس
 سے اپنی مرضی کے مطابق گفتگو کر سکتے ہو۔
 "دیری گڈ۔" گویا تم لوگ تیاہاں کر چکے ہو۔؟ میں نے
 حیرت سے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "دراصل تمہارا یہ پروگرام اتنا غیر متنازع تھا کہ سب ہی
 نے اس سے اتفاق کیا اور کوئی اعتراض نہیں ہو سکا۔ بس
 اس کے بعد میاں تیار یاں شروع کر دی ہیں اور تنظیم کے لیے
 یہ شکل کام نہیں تھا۔ تم بالکل مطمئن رہو غزالی تمہارا کام
 صرف اتنا ہے کہ تم سامانوں کے ساتھ مل کر ان تینوں اہم
 سامانوں کو تلاش کرو۔"
 "ٹرانسٹ میوزیم کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

دردنوں وسیع بلوں پر مشکی ایک جگہ جہاں اکثر سرکاری تقریبات اور ثقافتی پروگرام ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا؟

تمہیں اس سلسلے میں ہدایات تھی رہیں گی اور ان کے تحت تمہیں ہر سہ ماہی فراہم کی جائے گی۔
”سنگھ کی یہ سٹر پائپر۔ واقعی آپ لوگ مجھ سے بہت تعاون کر رہے ہیں ورنہ میں مشکلات میں گرفتار ہو جاتا۔ میں نے مصدقیت سے کہا۔

”نہیں ڈیرے تم ہی تو اپنے ذاتی مفاد کے لیے نہیں بلکہ یہ سب کچھ تنظیم کے لیے کر رہے ہو۔“
”ہر لوگ کافی دیر تک وہاں بیٹھے پھر ساتھ ساتھ اٹھ گئے۔ ریسٹوران سے باہر نکلتے ہوئے پائپر نے کہا۔ سامون تم کسی طرح شک تو نہیں کرتے؟“
”نہیں ان لوگوں کو مجھ پر اندھا اعتماد ہے۔“

”اچھا خدا حافظ، اس سے زیادہ ہمارا کچا رہنا مناسب نہیں ہے۔ ایڈیٹی پائپر ایک سمت چل پڑا۔ میں خاموشی سے ایک اور سمت میں چل پڑا۔ اس کے بعد کافی دیر تک میں سڑکیوں پر آوارہ گردی کرتا رہا پھر ویٹا دونوں چل پڑا۔ ڈون کا روبرو ہوتا اور دوسرے دونوں سامون ایک کمرے میں یکجا تھے۔ ان سے ملنا کوئی قابل نشوونما نہیں تھی اس لیے میں بھی ان کے پاس پہنچ گیا۔ ڈون کا روبرو مجھے دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑی۔ باقی لوگ بھی مسکرانے لگے۔ میں نے بھی ان کی مسکراہٹ میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگ بہت کم بیٹے اور مسکراتے ہیں اور جب ایسا ہوتا ہے تو مجھے بڑی خوشگنا کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔ اس وقت آپ کا موڈ بہت اچھا ہے۔“
”ڈون کا روبرو ہمارے بارے میں کچھ کہہ رہی تھی غزالی۔ میں نے مسکرتے ہوئے کہا۔

”کیا ہے؟“
”کہہ رہی تھی کہ غزالی اس وقت چار بیویوں کے شوہر کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں جو ان کی واپسی کا اسی طرح انتظار کرتی ہیں جیسے دفاتر میں بیویاں شوہر کے راتے پر بٹھکیں بچھاتی ہیں۔ لیویوں نے کہا۔

”اوہ۔ ان بیویوں سے میرا بھی تو تعارف کر لیا جائے۔“
”چاروں ہمارے سامنے ہیں۔ یعنی لیویوں، والی مین بقوساس اور کاربوخود۔ ہر لوگ بے چینی سے تمہاری واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ لیویوں نے کہا۔

”باقی سامون کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ میر نے پرس توڑ سکتا ہے تو بچھا۔

”وہ ہمارے مشترکہ نامہ نگار تھے۔ ڈون کا روبرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آپ لوگ میری بدگواہی کر رہے ہیں، میں بچوں کے باپ کو تو بھروسہ ہی نہیں آنا چاہتا۔ میں نے کہا اور ایک نیک ہم لوگ ہنستے رہے۔ پھر ڈون کا روبرو نے کہا۔

”کیا کر کے غزالی؟“
”بہت کچھ، لیویں مجھ پر ہمارے کام کا آغاز تیز رفتاری سے چکا ہے۔“

”ویری گڈ۔ کچھ تفصیل بتانا پندر دو گے؟ ڈون کا روبرو نے کہا اور پھر ہاتھوں کی انگلیاں بلند کر کے اشاروں کی بنا میں بولی کہ گفتگو خود روشن نہیں ہے؟ میں نے اشاروں میں کہا کہ گفتگو جاری رکھو۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔
”کیوں نہیں ڈون۔ ظاہر ہے یہ ہمارا مشترکہ مشن۔ اور تم سب کو اس کے سر ہونے آگاہ رکھنا ضروری ہے۔ تب ہم بے چین ہیں۔ بقوساس بولا۔

”میں اپنا پہلا شوہر سون شام کو ایک مقامی میوزیم پیش کرنا چاہتا تھا جو مقامی حکام اور دوسرے بڑے لوگوں کے ہر گام و گام کی خبردارت کے لیے اس شو کے اشتہارات بنا کر دیے گئے ہیں۔ میوزیم کا نمونہ مزید تفصیلات کے لیے مجھ سے ملاقات کرنے آئے گا۔ اس کے بعد ہمارے یہ ایسٹریٹم کے مختلف ہونوں اور نامٹ کچوں میں ہوں گے۔ اوہ۔ یہ سارا کام تم نے کر ڈالا غزالی؟“ ڈون کا روبرو شدید حیرت کا مظاہرہ کیا۔

”غزالی سامون کو نہیں ہے۔ وہ اس دنیا کا انسان اسی لیے وہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے جو ہم نہیں کر سکتے۔“ بقوس نے کہا۔

”میں نے گاڑالی کے بارے میں غلط تو نہیں کہا؟“
”واہی مین نے فخر سے انداز میں کہا۔
”ہماری اس آگے گناہ زین کا نام سامونس کارنیوال۔ اور اس نام سے اشتہار آئے گا۔“
”باقی تو راسا غزالی اس طرح ضرور ہمارے ساتھی؟“ طرف متوجہ ہوں گے۔ لیویوں بولا۔

”لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے دشمنوں استعمال کے لیے بھی تیار رہنا ہوگا۔ ڈون کا روبرو بولی۔
”بیشک یہ ضروری ہے۔ میں نے تائید کی۔“

بدشو کے بارے گفتگو ہونے لگی۔ ہم ایک ایسا موثر پروگرام پیش کرنا چاہتے تھے جس کے بعد ہم کسی تعارف کے محتاج نہ رہیں گے۔ ہائی ڈیٹیک ہم اسی ہی باتیں کرتے رہے اس دوران میں ہم نے اپنا پروگرام بھی ترتیب دے دیا تھا اور تنظیم کے ان ارکان کو بھی مطلع کر دیا تھا جن کے بارے میں ہمارا اندازہ تھا کہ ہمارے مرحلے سے باخبر رہتے ہیں۔

دوسرے دن ٹھیک گیارہ بجے ہوٹل کے ریسپشن کے کال موصول ہوئی جس میں کسی مسٹر فلین کے آئیٹیک اطلاع دیا گیا تھی۔ میری اجازت پر تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک ملاقات امارٹ آڈی نے میرے کمرے میں داخل ہو کر مجھ سے مصافحہ کیا۔

”میرا نام فلین لاہٹ ہے اور میں لاٹک میوزیم کے چیف بال کا نچارج ہوں۔“

”آپ سے مل کر خوشی ہوئی مسٹر فلین۔“
”شکر ہے اب میں آپ سے آپ کی ضروریات کے بارے میں سوالات کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں صرف ایک اسٹیج کی ضرورت ہوگی۔ ہمارا بقیہ پروگرام بہت سادہ ہے۔“
”اسٹیج کا سائز؟“

”کم از کم تیس بائی تیس ہونا چاہیے۔“
”مزید کسی شے کی ضرورت؟“

”قطعاً نہیں۔ شکر ہے بس اسٹیج مضبوط ہونا چاہیے۔“
”آپ کی خواہش کے مطابق ہوگا، اطمینان رکھیں۔“
”نمائندے سے کافی دیر گفتگو رہی اور پھر میں نے اسے دروازے پر ڈھکا دیا۔ اور اس کے جانے کے بعد اس گفتگو کی تفصیل پر غور کرنے لگا۔ آج کے اختیارات ملنے سے سامونس لائیفٹل نامہ صرف بڑے موثر انداز میں کرایا گیا تھا۔

اجنٹ سیارے سے آنے والے نظام انسان کی طرح ہیں لیکن ان سے بالکل مختلف صفات رکھتے ہیں۔ حیرت انگیز سامونوں کے حیرت انگیز کلمات جو اٹھ پلک مقامات پر پیش کیے جاتے تھے۔

اسی طرح کے اشتہارات تھے، بڑے موثر انداز میں لائیکائی تھی جو ہمارے مقاصد کے عین مطابق تھی۔ اس کے علاوہ سامونوں کو ہمارے بارے میں خبر ہو سکتی تھی۔ نظروں سے نہیں ہٹا۔ کیونکہ پروگرام خود تنظیم کا تھا اور تنظیم اسکی پشت پناہ کہاں ہمارا کام اس وقت شروع ہوتا جب گاٹی ہاؤروی مین ہوئی۔ بل جاتے تھے میرے آڈی کا کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ ہماری ڈیل نہیں تھا۔ ڈائلر نے ہر موثر مکمل طور سے قابل اعتماد آڈی تھا

اور مجھے یقین تھا کہ اگر وہ لوگوں کی ذہنی قوتیں واپس نہ بھی لا سکا تو کم از کم اس کی حفاظت ضرور کرے گا۔

شام کو ایک بار مسٹر فلین نے پھر مجھ سے ملاقات کی اور اس بار ہم سب اس کے ساتھ لاٹک میوزیم گئے۔ لاٹک میوزیم میں ہماری خواہش کے مطابق اسٹیج کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ تنظیم یہاں واقعی صاحب اختیار تھی کیونکہ اس آسانی سے سائے کام لائیکابہ طور آسان نہیں تھا۔ اسٹیج کا معائنہ کرنے کے بعد وہاں میں ہم نے لائیکابہ کے بعض دلچسپ مقامات کی سیر بھی کی اور رات گئے واپس ہوئے۔

رات کو اسٹیج لبرٹری لائیکابہ کی مادیوں ذہن کے دستوں سے جھانکے گئے۔ نہ جانے کیا کیا یادیاں اور ان کا اہتمام

تنظیم کے تصور پر ہوا جس کے بعد اور کوئی تصور دخل در معقولات معلوم ہوتا تھا۔ اگر تو میرا ایک خط لکھ دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ لیکن فائدہ اس کا جواب کہاں موصول کیا جاسکتا ہے۔

اضطراب بڑھ جانے کا اور فائدہ کچھ نہ ہوگا۔ کیا تو میرے مجھے یاد رکھنا ہوگا کیا اس کے ذہن میں میرا تصور بھی تکس بن جاتا ہوگا کیا وہ میرا انتظار کرے گی؟ کیا اس صاحب کے دل میں یہ بات گنجائش پاسکے گی کہ تو میرا گویا زندگی میں شامل کر لیا جائے

کیا وہ مجھے یہ مقام دے سکیں گے۔ یا پھر میری حیثیت ایک ملازم کی سی ہے؟ کیوں جو میں خود اور ان ساری باتوں کے علاوہ کیا میری زندگی کا کیشن کبھی لورا ہو سکے گا؟ بظاہر تو ایسے اشارے نہیں تھے۔ سامون بھی جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ انہیں جمع ہونا تھا۔

اور پھر انہیں اپنی دنیا میں جانے کی تیاریاں کرنی تھیں۔ یہ سارا کام اول تو پیچھے رہنا ہی مشکل تھے۔ تنظیم حاصل تھی۔ دشمن سامون کو کشش میں مصروف تھے۔ اگر وہ کامیاب ہو گئے تو میرا

حشر بھی گوہن وغیرہ کے ساتھ ہوگا۔ دل میں ایک لمحے کے لیے شہنشاہ نے بھی سرا ہمارا ان مشکلات کا ایک حل بھی تو ہے۔ تنظیم سے تعلق کیا جائے۔ گوہن کا پاس سے دیا جائے۔ گاٹی ہاؤروی مین کا ہتھوڑا گاہن تو نہیں بھی تنظیم کے حوالے کر دیا جائے۔

اور دولت سمیت کر دینا واپس چلا جائے۔ لیکن یہ عملی خیال تھا۔ میں نے خود پر فریقین کی۔ نگاہوں پر عمل درآمد کرنے والے لوگ آگے ہیں کے دل میرے لیے نئے تھے۔ جو بالکل میری ہی طرح محسوس کرتے تھے۔ میری ہی طرح محسوس تھے۔

نہ جانے کب نیند نے مشکل حل کر دی۔ دوسری صبح بڑھ کر اٹھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ہم سب لاٹک میوزیم پہنچ گئے۔ بہت سے لوگ کام میں مصروف تھے۔ فلین کے ساتھ آج اور کئی

افراد معائنہ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ یہاں ان کے استقبال کیلئے انتظامات کیے جا رہے تھے۔ ڈیج پریس چاروں طرف تھیں جن میں غرض سارے انتظامات سرکاری چیمانے پر ہو رہے تھے اور سچے پر بصیرت انگیز اہلکاروں نے ہمارے ساتھ ساتھ اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھائی تھیں۔

تمام سامانوں نے اپنی ذمہ داریاں نبھالی ہیں۔ کچھ بے گناہ کرنے والے آدمی ہم سے ہمارے پروگراموں کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ہماری مدد سے پناہ پرگرام تیار کیا، یہاں تک کہ شام ہو گئی اور پھر ہمارا ایک وفد شروع ہو گئی۔ معزز ہماروں کے ساتھ آتے رات ہو گئی۔

پریس گپری بھی بنائی گئی تھی۔ بازرگوں کے کسی شکر کیلئے سرکاری طور پر شکر اہتمام حیرت انگیز تھا۔ لیکن تحفہ کے ادا کرنے کا وقت استعمال کر رہے تھے اور سب کچھ حیرت انگیز طور پر جو گیا تھا۔

بالآخر پروگرام کا آغاز ہو گیا۔ کچھ مہینے پہلے یہاں سامانوں کی کثرت سے اور ان کے میوزیم کی انتظامیہ کی طرف سے معزز ہماروں کی آمد کا شکر۔ سامانوں کی زین کے کسی گنمانہ میں سے یا بلا کی دستوں میں اس کا فیصلہ مشکل ہے لیکن سامانوں کی مانند نامکمل رقم ہیں اور ان کے کثرت ناقابل یقین۔ ان میں جیسا سرخی ہیں اور فائل بھی۔ دلوں کے عید کھولنے والے ہمارے ہیں اور فائلوں کو عاجز کر دینے والے بھی۔ وقت آگیا ہے کہ آپ ان کے کثرت سے فائلوں کا انتظام میری جانب سے ایک اسپیشی طائفے کا مختصر پروگرام بتا دینے کے طور پر۔

ایک دم اسٹیج پر تیز برقی قہقہے جل اٹھے اور سب سے پہلے ایک خوبصورت مشرق خدو خال کی لڑکی اسٹیج پر آئی۔ وہ گھٹنوں تک شوق جھلکا لہا لہا سنبھلے ہوئے تھی۔ انتہائی لمبے سیاہ بالوں میں چھلکے گوندھ لکھے تھے۔ سامانوں کے لئے پراس نے ایک انٹینس فوٹو شروع کر دیا جس کے بول کچھ بھی ہوں آواز سے حلو دکھائی تھی۔

اس کے بعد سین لڑکیوں نے ایک نہایت شریفانہ دھن کیا اور آخر میں ایک اور شہر سے توجہ زمان میں ایک نغمہ کا باجو سب سے زیادہ پسند کیا گیا۔ اس نغمے کا مقام کے بعد کئی نغمہ نے اعلان کیا۔

”خواتین و حضرات۔ غلامی و غلامی کا زہر ہمیں چھوڑا۔ اس کے ساتھ ہی اسٹیج پر طوفان آگیا۔ دس بارہ سامانوں نے جو ان اچانک ہی قلابا زیاں کھاتے ہوئے اسٹیج پر فرود رہے۔“

سامانوں نے گردنیں خم کر لیں اور پھر اندر چلے گئے تو یہ تو قہقہے کی آوازیں چاروں طرف سے بلند ہوئی تھیں اور میں سوج رہا تھا کہ میں سامانوں کی خصوصیات کے بارے میں وہی فیصلہ ہی نہیں جانتا۔ مجھے یہ کہنا لگا تھا کہ وہ لوگ جیسا شک کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ لیکن یہ ناقابل یقین مظاہرہ میرے تصور میں ہی نہیں تھا اور پھر وہ عام سامان تھے جیسا کہ کام نہیں تھا۔ میں پھر ان کو ان کے لیے سے انہیں دیکھتا رہا۔

کئی ٹیپ ایک سنجیدہ آدمی تھا اور اسے کامیڈی کرنے کے لیے نہیں کہا گیا تھا لیکن سنجوٹن نے اسے خود بخود کامیڈی بنا دیا۔ تمام کئی ٹیپنگ اس کے سپرد تھی اور ہر حال سے اپنا فرض انجام دینا ہی تھا لیکن اس بار زمین چار افراد اسے زبردستی چھو کر بیچ رہا لے گئے۔ اسے اسٹیج پر کھڑا کر کے مانگ اس کے اچھے میں دے دیا گیا۔ وہ گہری گہری سانس لے رہا تھا اور لوگ ہنسنے لگے۔ مشکل تمام اس نے کیا۔

”خواتین و حضرات، سامانوں جیسا شوق کے کثرت آپ نے دیکھے ہیں، اب دیکھیں اب مزہ کیا کہوں۔ اس کے بعد آپ کے سامنے آ رہے ہیں مشر سہمبوتورا یاد میرے الفاظ میں دانی میں۔ بلائے کے اسپرٹ اور دیگر مارشل آرس کے ماہر ہیں۔ آپ کے سامنے سہمبوتورا تربت میں ایک بار سہمبوتورا کو اس رنگ میں لہا تھا۔ وہ اس وقت بھی اتنا ہی جاتی جو بند نظر آ رہا تھا۔ دو ایوں اس کے مارتھال تھے۔ سہمبوتورا مارشل آرس کا مظاہرہ کرنے اور فترتہ سامانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ دو دو کر کے سہمبوتور اور سہمبوتورا پر حملہ آور ہو رہے تھے یہاں تک کہ ان کے اندر میں ہو گئی۔ وہ مختلف طریقوں سے سہمبوتورا پر حملہ کر رہے تھے اور سہمبوتورا ان حملوں کو ناکام بنا رہا تھا۔ مارشل آرس کے ایسے بے داؤ بیچ سہمبوتور نے بیٹھ کے کہتا تھا ان لوگ رہ گئے۔ اس ماہر کے بعد سہمبوتور نے کئی ٹیپوں کو کچھ کہا اور وہ بولا۔

”خواتین و حضرات مشر سہمبوتورا کا کہنا ہے کہ یہ سامان ان کے سامنے تھے جن سے انہوں نے اس کے ساتھ رعایت کی ہے۔ مارنے مارنے مارنے کے تمام ماہرین کے لیے ان کا بیچ ہے کہ لاکھوں ٹرہ قابل ان پر فتح نہیں پاسکتا۔ وہ افغانیوں سے خواست کرتے ہیں کہ ان کا یہ بیچتے اخبارات میں شائع کرنا چاہئے۔ ان ایٹروٹرم میں انہیں وہ طویل لمبے تک تیار کریں گے اور کسی بل یا ٹائٹ کلب سے رابطہ قائم کر کے اس میں اپنے شہر پیش کریں گے۔ سامانوں کو چیلنج کرنے والے وہاں ان سے مقابلہ کرتے ہیں۔“

اور اگر میں اس سہمبوتور سے مقابلہ کرنا چاہوں تو یہ، اور دلجو تہمت شخص نے کھڑے ہو کر کہا اور گردنیں اس کی

ان میں سے ایک نے کئی ٹیپوں پر چھلانگ لگانے کی صورت ایک ٹیپ کے لیے وہ اس کے کندھے پر کھڑا بھرا پتے پاؤں اپنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے مانیک پر ٹکا اور دوسرے ٹیپوں پر کھڑا کر زمین پر آگیا لیکن وہاں سے اس نے ہال میں چھلانگ لگا دی۔ ٹیپے خود اس ان کے ستر کا پتہ نہیں تھا۔ اب تک سہمبوتورا اور اگلے نظر آنے والے سامانوں کا ایک دم زمانے کیا ہو گیا تھا کہ وہ برق و بارش سے گئے تھے۔ کئی ٹیپ حقیقتاً بڑھلا گیا تھا کیونکہ اس دوران بہت سے سامان اس پر سے گذر گئے تھے لیکن ان کا وزن شاید کافی ہے جی کہ تھا کیونکہ کئی ٹیپ کے بان کو جیش بھی نہیں جوتی تھی یہاں تک کہ مانگ جو وہ ہاتھ میں لے ہوئے تھا بلا تک نہ تھا۔ جبکہ لوگوں نے انہیں مانیک پر کھڑے ہوتے دیکھا تھا شاید لوگوں کو کئی ٹیپ

پر توجہ دینے کی فرصت بھی نہیں تھی کیونکہ سامانوں پورے ہال میں پھیل گئے تھے اور یہ اس جگہ پہنچ رہے تھے جہاں تصور بھی نہیں جاسکتا تھا۔ چار چار سو سامانوں جوتی ہوئی روشنیوں سے جا بیٹھے تھے۔ وہ ہوا کی طرح ہر جگہ سے گذر رہے تھے اور ان کے بان کی سرنگوں بس ہی بائیسوں کی حاکم تھیں۔ چمک چمکاتے وہ اپنی جگہ سے غائب ہو کر دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے۔ ہال میں طوفان سا لگا تھا۔ آج کی سرخی چھینیں ابھری تھیں۔ ان کی آن میں ہر سارے پھلانے ہماروں کے بیٹھنے کی جگہ کے اتنی سر سے تک بچھ گئے اور پھر ہال سے سمت کی بیچ پر جمع ہوئے۔ اب وہ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے تھے۔

ہال میں تالیوں کا طوفان اٹھ پڑا تھا۔ آسانی جس کے یہ بڑا رفتاری ناقابل یقین تھی۔ کئی ٹیپوں میں جگہ ہی کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے سنبھل کر کہا۔

”خواتین و حضرات۔ کیا ہم سب تجریت ہیں۔ کیا یہ غلامی نہیں تھا؟ لیکن یہ بے وزن خلائق مخلوق۔۔۔“ اس کا جابلہ دوجا رہ گیا۔ اس کا چمک سامانوں میں پھر تحریک پیدا ہو گئی۔ اب وہ اچھا کر ایک دوسرے پر چڑھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ چلنے لگانے اور دوسرے پر سوار ہو جاتے اور پھر ان کی جگہ تبدیل ہو جاتی تھی۔ مانگ چھینک کر بھاگ کھڑا ہوا لیکن اسے لوگ لگا لگا اور پھر ان کی بڑھلائی ہوئی آوازیں ابھر گئیں۔ سامانوں اس پر بھی سوار ہو رہے تھے لیکن آخری صورت تک پھر سے کہہ رہی تھی۔ سنبھل کر کہاں ہے۔ اور وہ اچھل اچھل کر اس طرح خود کو پھیرا رہا تھا کہ کھیلوں سے جھلک رہا ہوا۔ ایک بار پھر سامانوں کی قطار میں شور مچا، تہمتوں اور حیرت بھری آوازیں سے کان پر پڑا۔ نہیں سنائی دے رہی تھی۔ کئی ٹیپوں نے جھانک لیا تھا۔

ہیٹانا ز کے ناول

انتقام
جسے پیسا چاہے
درد آشنا
دل اک کھلونا
تربت
شب بخیر
پکار

علی میاں کبھی لڑنے عزیز مارکیٹ اردو بازار
لیڈی فون: ۷۲۴۵۴۱۴

حرف گھوم گئیں۔ وہ سارے پھوٹے سے بھی کچھ نکلے۔ قہقہے کا مانگ تھا۔ اس کے سینے کی چوڑائی اور منہ کی بناوٹ سمیت طاری کرتی تھی۔ وہ ایک قیمتی سوٹ میں لمبوں تھا لیکن یہ شائے ڈاکوٹ اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھا۔

”اگر پروگرام کے منتظمین اس کی اجازت دیں تو ضرور یہ سہمبوتور نے گونم کر کے کہا۔“
”مزدور ہے دلچسپ مقابلہ ہونا چاہیے۔“ لوگوں نے کہا۔ اور دلجو تہمت آدمی کو قہقہا اسٹیج پر جا پڑا۔ اس نے اور بیٹھ ہی جوتے کی ٹھوک سہمبوتور کے پیرٹ پر پڑی لیکن لوگ طسرس گھوم کر رہ گیا۔ پھر اس نے خود کو سنبھال کر اٹھی کلابازی کھائی اور دونوں پاؤں پھیل کر سہمبوتور کی گردن پر مارے لیکن سہمبوتور نے حیرت انگیز پھرتی سے اس کے دونوں پاؤں پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔

پھر اس نے گردن جھکا کر اور دلوقامت آدمی نے پوری قوت سے
اینا گھٹنا اس کے جھکے ہوئے سر پر مارا لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا
کہ سمبورقرا کے سر پر بھر پور روار ہوا لیکن اس نے اپنی جگہ سے
جنٹھ بھی نہیں کی اور گھٹنا ملنے والا غور سے کرکڑا۔ اس نے
کھٹے ہونے کی کوشش کی لیکن شاید گھٹنے کی ہڈی چیل گئی تھی۔
وہ دو تین بار نیچے گرا اور پھر اس نے اٹھنے کی ہمت نہیں کی۔ اس
کے چہرے پر سخت کرب کے آثار تھے۔

صاحبزادہ دست اب مقابلاً کہہ سمبورقرا نے نرم لہجے میں
کہا اور وہ متوجہ نہ ہوا اسے اسے دیکھنے لگا۔ میرے دوست
نے اگر ارادہ منوی کر دیا ہے تو کوئی بات نہیں وہ جب دلچا ہے
یہ کوشش کر سکتا ہے۔ سمبورقرا نے پھر کہا۔ لوگوں کو اندازہ ہو گیا
تھا کہ چیلنے قبول کرنے والا اب اٹھنے کے قابل بھی نہیں ہے۔
سمبورقرا نے خود جھک کر اسے اٹھایا اور دوسرے لوگوں کے حوالے
کر دیا اور پھر بدستور نرم لہجے میں بولا۔ "مارشل آرٹس کا کونسا وقت
سے ہے۔ اس کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس میں جھکنا پانی
کی گلی لٹس نہیں ہے۔ لنگار و لارو، دفاع کردہ دروازے نقصان اٹھاؤ
کے یہ پھر وہ گردن خم کر کے داہیں چلا گیا۔ اس کے بعد تھیں و سرد
کی مغل جی اور چیچک لگوا کر اس نے مقامی تغے پیش کیے۔ آخری
آٹم ڈون کارو کا تھا۔ ناؤ ٹرنس نے کہا۔

"حاضرین۔ اپنے ذہنی اپنے دلوں کے دروازے بند کریں۔
کچھ چورنگا ہیں انھوں نے کہتے سفر کر رہی ہیں۔ وہ آپ کا
مامی آپ کا حال آپ کا مستقبل بڑھ رہی ہیں۔ وہ سب کچھ
جانتی ہیں۔ وہ ہر وہ بات جانتی ہیں جو آپ کے دل میں ہے۔
ہوشیار۔ دلوں کے دروازے بند کریں، ہوشیار، ہوشیار۔ ہاں
اگر امتحان چاہتے ہیں تو اس سے پوچھیں اس سے سوال کریں آپ
کے سوال کا جواب اس کی زبان پر۔ ڈوئی کارو"

ڈوئی کارو نے اسے سچ پر آ کر گردن خم کی اور دیکھی کھڑی
ہو گئی۔ اس نے سانسے بیٹھے ہوئے شخص کا چہرہ دیکھا اور کھڑکی
ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔ "نہیں میں ناقابل حصول ہوں۔ جو
تم سوچ رہے ہو وہ ناممکن ہے۔ وہ آگے بڑھی اور ایک چوڑے
کے سانسے رک گئی۔ چلو۔ تم دونوں ایک دوسرے سے کیا ہو
ادہ کچھ نہیں کیوں تم بناؤ؟ اس نے ٹرک سے کہا اور لڑکی لوکھلا
کر نوجوان کی طرف دیکھنے لگی۔ کارو نے کہا۔ "سوری کچھ بن جاؤ
تو مجھے بلانا نہ بھولنا" وہ بیٹھی اور ایک ادھیڑ شخص کی طرف دیکھنے
لگی۔ "کیا پوچھتا جاہل ہے میں آپ جیسے ہے"

پڑی۔ کچھ بھی نہیں یاد دھیڑ شخص نے کہا۔ اور ڈوئی تیس

نہیں ہے
پسکا؟

"ان کے دشمن سامون نے ان کی تلاش کے نتیجے میں
بطریقہ فرما لیا تھا۔ وہ ان لوگوں کے حصول کے لیے اتنے مستعد ہیں
راہنوں نے تنظیم کو سامونیکا میں ہڈل کاروں نے کا وعدہ بھی کر
بابا جب انہیں ان کے بارے میں براہ راست معلوم ہو گیا
تو کیا وہ اپنے طور پر بھی ان کے حصول کی کوشش نہیں کریں گے؟
رٹری یا میٹر بری طرح چونک پڑا پھر اس نے بدلہ اختیار کیا۔
"اود میرے خلاف واقعی اس سلسلے میں تو نہیں سوچا گیا تھا۔
نہا یا یہ خیال بے حد ذہن دار ہے۔ مزالی میرے خیال میں یہ بات خود
راہنوں کے ذہن میں بھی نہیں آئی۔ مجھے فوراً مسٹر ایڑیٹرو نے
راہنوں کو تم پر ہوا کہ میں جو کچھ بھی ہو سکتا ہے کر دوں لیکن نہیں
ڈوئی جو ہوشیار بنا ہوگا۔ مسٹر ایڑیٹرو نے گفتگو کرنے کے بعد میں
تم سے رابطہ قائم کروں گا اور پھر بتاؤں گا کہ اس سلسلے میں تمہیں
کیا کرنا ہے"

"اود مسٹر ایڑیٹری میں نے کہا اور اس کے بعد ہمارے
دو زبان رابطہ منقطع ہو گیا۔ حقیقتاً یہ خیال میرے ذہن میں تھا اور
میں نے سوچا تھا کہ ہمیں تنظیم کا تعاون تو حاصل ہے لیکن حکمران
سامون پارٹی کے سلسلے میں کوئی مؤثر تحفظ نہیں ہے۔ یہ کام بھی
ان رابطہ تنظیم سے ہی لیا جائے تو بہتر ہے۔

ہم سے ملاقات کے لیے آئے والوں کا اتنا شدید ہار۔
خاص طور سے ڈوئی کارو کے طلبہ کا بہت تھے۔ دو چارے تو
ڈوئی کارو نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا کچھ گھبرائی اور اس کے
بعد اس نے معذرت سکرلی اور کہا کہ وہ انتظار کریں۔ اپنے شوہر
کا تعین کر کے وہ ان لوگوں کے سوالات کے جواب دے سکے۔ اس
کے بعد ہوشیار کی انتظامیہ سے درخواست کی گئی کہ ان کے لافانیوں
سے معذرت کر لی جائے۔

رات کو ساڑھے دس بجے ایڑیٹری یا میٹر نے ٹرانسپیر برار رابطہ
تو لگ گیا اور میں ازراہ احتیاط دوسرے لوگوں سے علیحدہ ہو گیا۔
ناگیا پڑو کو شہ نہ ہو سکے۔

"مسٹر مزالی؟"
"میں انتظار کر رہا تھا مسٹر یا میٹر؟"
"سوری، مارشل آرٹس مشکل دستاویز ہو سکے۔ تنظیم کے
بعض معاملات میں جن کی نگرانی انہیں کرنی ہوتی ہے؟"
"ہیشک" میں نے کہا۔
"اس بارے میں ان سے مفصل گفتگو ہوئی ہے؟"
"میں ان کا خیال جانا چاہتا ہوں"

"مسٹر ایڑیٹرو کا کہنا ہے کہ مخالفت سامون کوئی حرکت نہیں
کر سکیں گے۔ ہماری دنیا میں ان کے وسائل محدود ہیں اور ان کے
پاس خود کام کرنے کے ذرائع نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں تنظیم
کی طاقت سے روٹنا سیکھ کر دیا گیا ہے اور وہ جلد بازی کے تنظیم
سے دشمنی مول لینا کبھی پسند نہیں کریں گے۔ پھر ان کے بہت سے
ساتھی جہاں سے پاس محفوظ ہیں اور ہمارے شانہ بشانہ کام کر رہے
ہیں۔ اگر ہوں تو کوئی حرکت کی تو وہ تنظیم کے کتاب کا نشانہ ہو جائیں
گے۔ اس کے علاوہ جو لوگ منظر عام پر ہیں ان کے بارے میں انہیں
بھی علم ہے۔ اصل مسئلہ تو دو لوگ ہیں جو ابھی غائب ہیں۔ اگر وہ
تم تک پہنچیں گے تو تم سے بھی تو ان کشیدہ لوگوں کے بارے میں
نہیں جان سکیں گے۔ چنانچہ مسٹر مزالی ان کے خطرے کو ذہن سے
نکال دو بلکہ اگر کبھی ایسا شہر بھی ہو تو ہمیں اطلاع دو"

"ٹھیک ہے۔ میں مطمئن ہوں اب ایک اور سوال مسٹر ایڑیٹرو
"ہاں کہو"

"بہت سے لوگ بہترین معاونوں کے تحت ہم سے
کڑھیکٹ کرنا چاہتے ہیں اس سلسلے میں کیا کیا جائے؟"
"ہو مل نیوساٹو کا نمائندہ آپ کے پاس پہنچا؟"

"ہاں شاید"
"اس سے دو ماہ کا کڑھیکٹ کریں۔ ہفتے میں صرف
دو شہر انڈیا آپ اپنی پسند کے مطابق طے کریں۔ اگر وہ آپ کو
رہائش بھی فراہم کرتے ہیں تو ضرور قبول کریں لیکن معاہدہ دو ماہ
سے زیادہ کا نہیں ہونا چاہیے"

"اود مسٹر یا میٹر میں نے مطمئن ہو کر کہا اور پھر سلسلہ
منقطع کر دیا اس کے بعد دستہ تھا اور خیالات کا جو جم، جن سے
بیچھا پھر اٹا میرے لیے بہت مشکل ثابت ہوا۔

دوسرے دن فرصت تھی۔ کوئی ایسا ہم مسئلہ نہیں تھا جس
کے لیے تنگ و دو کرنی پڑتی۔ تنظیم نے ہماری مزاحمت کی دفتر آریاں
سنہال رکھی تھیں۔ اسے ذات سے زیادہ خوش بینی کہا جاسکتا ہے۔
کیونکہ میں جبلا اتنے وسائل کہاں رکھتا تھا کہ دباؤ میں اتنے لوگوں
کو شہنشاہ سکوں۔ بس ایک دو ٹیل جالی تھی جس سے کام بن گیا تھا۔
میرے پاس نیوساٹو کا نمبر بھی تھا۔ چنانچہ میں نے فون کر کے
اس کے نمائندے کا طلب کیا۔

"ہم لوگوں نے طے کیا ہے کہ ہم اپنا شو آپ کے لیے
کریں گے یا میں نے کہا۔ اور نمائندہ میں کربت خوش ہوا۔
"نیوساٹو اس کے لیے آپ کا نام شہر شرط قبول کرتا ہے؟"
چنانچہ اس سے تمام معاملات طے ہو گئے۔ میرے ساتھیوں
قیام اور ہفتے میں صرف دو شہر چنے ہو لوگ اسی دن نیوساٹو

منتقل ہو گئے۔ یہ جو مل جہاز سے اس ہوٹل سے کہیں زیادہ متلازم تھا۔ ہمیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئی تھیں۔ میرے دن ہم نے نیوساٹنک کے ایجنٹ پر پہلو شکاریاں جن کی پلیٹی میں دو دن تک کی گئی تھی۔ شوریہ کھینٹے کے لیے آئے والوں کی تعداد نیوساٹنک کے منتظمین کی توقع سے کہیں زیادہ تھی۔ انہیں انتظامات کرنا مشکل ہو گیا۔ زیادہ تعداد اور قوت کی تھی اور سب سے زیادہ مقبول اور قابل ذکر ڈوئین کاربوہائیڈرٹ تھا۔ لیکن اس رات تقریباً ساڑھے چار بجے ایک حادثہ ہو گیا۔ سامانوں کے کمروں میں کئی کئی سامانوں کو گھردی گئی تھی لیکن ڈوئین کاربوہائیڈرٹ کو مگر وہ دیا گیا تھا۔ اس کے برابر سمورا ٹورا کا مگر تھا۔ سمورا ٹورا کا کہتا تھا کہ اس نے ڈوئین کاربوہائیڈرٹ ایک بیج سے بھی لوہا ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ باہر نکلا تو ہداری سنان پڑی تھی اور ڈوئین کاربوہائیڈرٹ کے کمرے کا دروازہ کھلا پڑا تھا اس نے اندر جھانکا تو وہ بستر پر موجود نہیں تھی۔ جو مل کے صدر دروازے کا چوکیدار لوہو درخام کے زیر اثر رہے ہوش بیا گیا تھا۔

انتظامیہ سمیت پریشانی کا شکار ہو گئی جب تک میں ان لوگوں کے نرے میں رہا اس وقت تک تو کچھ نہ کر سکا لیکن جوتھی کچھ ذہانت حاصل ہوئی تو میں نے فوراً ٹرانسپیر پر ایسی پانچیر سے رابطہ قائم کیا۔

”مسٹر پانچیر تمہارے خلاف کام شروع ہو گیا ہے“
 ”ہمیں علم ہے، ڈوئین کاربوہائیڈرٹ کو خوار کیا گیا ہے، ایڈیٹری پانچیر نے کہا۔“

”اوہ تمہیں علم ہے! میں چونک کر لولا۔“
 ”میں نے کہا تھا تاکہ تمام برطانیائیوں کے باوجود تمہاری حفاظت کے لیے تنظیم بھی کام کر رہی ہے۔“
 ”اوہ تو پھر تم جانتے ہو گے کہ اسے...“

”نہیں ابھی نہیں معلوم کیا بہت جلد معلوم کر لیا جائے گا۔ ہمارے آدمی ان کے پیچھے ہیں۔“
 ”مگر وہ کون ہو سکتے ہیں؟“
 ”ہم جا رہے ہیں کہ جادو کے زور سے پتا لگائیں۔ کام کیا جا رہا ہے۔ وہ جو کوئی بھی میں تنظیم کے ہاتھوں سے نریج سکیں گے۔ انہیں ان رکھوئے برآمد کر لیا جائے گا۔“

”کہیں میرے اندر لینے کے مطابق وہ سامان نہ ہوں؟“
 ”اطمینان رکھو مگر وہ سامان نہیں ہو سکتے۔ بہت جلد ڈوئین کاربوہائیڈرٹ برآمد کر کے ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کر لی جائیں گی۔“

”نیوساٹنک انتظامیہ کو کیسے مطمئن کیا جائے۔ ڈوئین کا پروگرام سب سے زیادہ مقبول تھا۔“

”بعض صورت کسی اور میں نہیں ہے؟“
 ”معلوم کرنا پڑے گا۔“ میں نے کہا۔

”یہ شیعہ تم جنہاں نو نرالی، جس طرح بھی میں پڑے انتظامیہ سے بات کرو۔ ہمیں اس طرف کام کرنے دو۔“
 ”اگے مسٹر پانچیر لیکن اگر یہ سلسلہ کوئی اور شکل اختیار کر گیا تو پھر حالات کو کنٹرول کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہو گا۔“

”تم جلد سے نمائندے ہو مگر انہیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کی کل تم جانتے ہو اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ انہیں کس طرح کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ پانچیر نے کہا۔“
 ”تب پھر انہیں تنظیم کے شیعہ میں بھی رکھا جا سکتا ہے۔“

”جس طرح بھی مناسب سمجھو کر دو لیکن اس بات کا ایشیاں دیگر کہ ڈوئین کو جس نے بھی انوا کیا ہے وہ زیادہ دیا سے قابو میں رکھ کے گا۔“

”اگے پانچیر۔ ویسے اگر انتظامیہ پولیس سے رابطہ قائم کرے تو کیا کرنا ہو گا۔“
 ”اگر ایسا ہو تو ہونے دینا۔ مقامی پولیس ہمارے کنٹرول میں ہے۔ وہاں سب کچھ سنبھال لیا جائے گا۔ پانچیر نے کہا اور میں نے رسمی الفاظ کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔“

میرے اندر لینے کے مطابق انتظامیہ نے اس سلسلے میں پولیس سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ چند پولیس افسروں نے سامانوں کے بیانات لیے اور ساری رپورٹیں تیار کر کے لگے لیکن کسی کو اس سلسلے میں پریشان نہیں کیا گیا۔ پولیس نے خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ کام کسی اعلیٰ سر پھرے کہے جو ڈوئین کاربوہائیڈرٹ کے متاثر ہو گیا تھا۔

یہ ہنگامے دو پہر تک جاری رہے اس کے بعد کچھ سکون ہوا۔ ابھی تک ہم لوگوں نے ایک دوسرے سے تبادلہ خیال نہیں کیا تھا پھر جب ہم کچھ ہونے تو اشاروں کی زبان میں سنے لیا گیا کہ اس انوا کا شہرہ منظم پر کیا جائے اور اس باسٹے میں گفتگو کی جائے۔ سب ہی ڈوئین کی کشیدگی سے پریشان تھے لیکن ان کا بچہ سے تعاون جاری تھا۔ بہر حال سلسلہ گفتگو کا آغاز ہوا تو ہوساٹنک نے کہا۔

”بالاخر وہی ہوا مگر انہیں اس کا شہرہ تھا۔“
 ”کیا مطلب مسٹر تھوساس؟“
 ”تنظیم کے نام شروع کر دیا۔ ہمیں یقین تھا کہ ایسا ہو گا۔“

لوگ آسانی سے تو ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔“
 ”مجھے اس خیال سے اختلاف ہے تھوساس۔“
 ”کیوں؟“

”غالباً تم نے تنظیم کی قوت کا اندازہ نہیں لگایا۔ ان کے لیے یہ مشکل نہیں تھا کہ ہم سب کو ایک وقت انوا کر لیتے صرف ڈوئین

”کیا؟“

”جس شخص نے مجھے انوا کر لیا ہے وہ لوٹس کارنو کے نام سے مشہور ہے۔ بہت دولت مند معلوم ہوتا ہے۔ اسمارٹ اور نڈر آدمی ہے اور تنظیم یا سامانوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“
 ”خوب۔ کیا وہ تم سے مل چکا ہے؟“

”ہاں۔“

”کہاں؟“

”اسی عمارت میں جہاں میں قید ہوں اس عمارت کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن واقع سے لیکن بہت ذہین عمارت ہے۔ لوٹس کارنو کو لگتا ہے اور وہاں اس کے درمیان ہے۔ وہ بہت شاندار شخصیت کا مالک ہے۔“

”تمہیں انوا کرانے کی وجہ؟“

”سامانوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا۔ وہ جانتا چاہتا تھا کہ ہم لوگ کون ہیں؟“
 ”مقصود؟“

”وہ تمام سامانوں سے کوئی کام لینا چاہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسے ایک ایسا ہی گروپ دکھانا چاہتا ہے۔ کچھ دستوں کے خلاف وہ کوئی کارروائی کرنا چاہتا ہے جس کے لیے سامانوں کے کام آسکے ہیں۔ اس نے پیش کش کی ہے کہ اگر تمام سامانوں سے تعاون کریں تو وہ پچیس ملٹی ڈار میں ہم سے سودا کر سکتا ہے۔ یہ رقم وہ ہمیں کام سے پہلے نقداً کر سکتا ہے۔“

”کام کی نوعیت بتائی ہے اس نے؟“
 ”نہیں۔ مجھ سے تمام لوگوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ یہ بھی پوچھ رہا تھا کہ ہمارا لیڈر کون ہے؟“
 ”تم نے کیا جواب دیا؟“

”تمہارا نام دے دیا۔“
 ”اس کے بعد کیا ہوا؟“
 ”اب یقیناً تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔“

ڈوئین کاربوہائیڈرٹ نے کہا۔
 ”کوئی پریشانی کا رہو۔“
 ”بالکل نہیں۔ وہ خوش مزاج آدمی ہے۔ لیکن اس کے اندر ایک سرکش پشیدہ ہے۔ اگر اس سے انحراف کیا جائے تو اس کا نتیجہ خطرناک ہو سکتا ہے۔“

”اگے ڈوئین اس مرحلے سے بھی نمٹا ہو گا۔ اس نے تمہاری آزادی کے بارے میں کچھ نہیں کہا؟“
 ”نہیں۔ وہ اب تم سے ملاقات کرے گا۔“
 ”ٹھیک ہے تم اطمینان رکھو۔ میرا خیال ہے ہم آسانی سے

کو کربن انوا کیا گیا؟“
 ”ہاں۔ بات قابل غور ہے۔“
 ”کوئی اور یہی سلسلہ ہے مگر تھوساس۔ بہر حال پریشانی کی بات ہے۔ میں اس سلسلے میں کام کر رہا ہوں۔ بہت جلد اس کے میں معلوم ہو جائے گا۔“

اس کے بعد اشاروں کی زبان میں گفتگو شروع ہو گئی۔ میں نے پتھی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میں ڈوئین سے ذہنی رابطہ اس کے بارے میں معلوم کر رہا ہوں۔“

”اگر میں نے اپنے کمرے میں آکر ایسا ہی کیا۔ یہ کوئی خطرناک کام نہیں تھی اور مجھے اس میں کوئی وقت نہیں۔“
 ”اور مگر میں خود سے رابطہ قائم کرنے والی تھی۔ مجھے بھی سٹ پیبلہ ہوش آتا ہے۔“ میرے ذہن میں ڈوئین کی آواز

”ہوش آتا ہے؟“
 ”ہاں کسی سرسٹ الاٹروڈ کے ذریعے مجھے بے ہوش کیا گیا تھا۔“
 ”تاک کہ گہری نیند سو گئی تھی۔ پھر قدموں کی چاب پر چوکی۔ وہ سامنے تھے۔ میں شاید جوتھی تھی لیکن اس کے بعد ایک تیز برسہ دماغ میں سرایت کر گئی اور پھر مجھے ہوش نہیں رہا۔ اسی کے ذریعے پہلے ہوش میں آئی ہے۔ یہ ایک وسیع اور بہت بڑا کمرہ ہے۔ اس کا دروازہ بند ہے۔ جن لوگوں نے مجھے لیا ہے میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔“

”ڈوئین، اگلے روز ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ سے بے غیر متوقع نہیں۔ تم سمجھ دار ہو۔ حالات کا بخوبی تجزیہ کر ڈو۔ صورت حال سے وہ وقت ہو کر مجھے تعظیم ملتا ہے۔“

”میں بالکل پریشانی نہیں ہوں مگر تم لوگوں کو بھی کچھ اطمینان ہو سکتا۔“
 ”ابھی نہیں۔ لیکن ہو جائے گا۔“

”میں ٹھیک ہوں۔ تم سے رابطہ قائم کروں گی اور کوئی چارٹ اتار ڈو ڈوئین نے کہا۔“
 ”میں تمہارے رابطے کا انتظار کروں گا۔ میں نے کہا اور

ان گفتگو ختم ہو گئی۔
 نیوساٹنک کی انتظامیہ بہت معاون ثابت ہوئی۔ ان لوگوں نے غائب ہمارے دوری کے علاوہ اپنا ہر طرح کا تعاون بھی پیش کیا۔ لہذا وہ کم سے کم میں کوئی بات نہیں کی۔ اسی رات ڈوئین کاربوہائیڈرٹ مجھے سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔

”ہاں ڈوئین کیا رپورٹ ہے؟“ میں نے اس سے پوچھا۔
 ”ایک نیا ہی معاملہ ہے مگر نرالی۔“

ان معاملات سے بھی تمٹ لیں گے؟
اس کے بعد ڈوٹھی سے مزید کوئی گفتگو کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن نوری طور پر ایڈی بائیر کو اس بارے میں اطلاع دینا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے بائیر سے ٹرانسکرپٹ پر رابطہ قائم کیا اور بائیر کی آواز سنا لی۔
”ہیلو مرنال؟“

تمہاری طرف سے مکمل خاموشی ہے مرنال بائیر خیریت ہے؟
”ایسی بات نہیں ہے ڈیر مرنال۔ میں چیف کا انتظار کر رہا ہوں اور اس وقت ایڈیٹور پر ہوں۔ اب سے دس منٹ کے بعد چیف ایک ٹیلیفون سے آئے والا ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ اس کے آنے کے بعد تم سے گفتگو کروں گا؟“
”ان لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا ہے؟“
”ابھی تک کچھ نہیں ہے۔“
”مجھے معلوم ہو گیا ہے؟“
”اوہ گڈ کیا معلوم ہوا؟“ بائیر نے پوچھا اور میں نے اسے ڈوٹھی کا روپسے ہونے والی گفتگو سنائی۔

بائیر خاموشی سے سن رہا تھا۔ اس نے کہا ہمارے نام سے پراپرٹی کے نام، منتظر کرنا غزالی میں تمہیں جیت سے گفتگو کے بعد صورت حال بتاؤں گا؟
”اس کے بائیر میں انتظار کروں گا؟“ میں نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔
رات کو تقریباً ایک نیچے ٹرانسکرپٹ پر اشارہ معمول ہوا اس کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز ان کی ایڈیٹور کی تھی۔

”مرنال؟“
”ہیلو مرنال ایڈیٹور؟“
”ہیلو۔ تمہارے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں غزالی اس لیے ذمہ خیریت پوچھنا الفاظ خارج کرنے کے مرنال سے ہے۔ صرف ایک سوال کروں گا؟“

”جی مرنال ایڈیٹور؟“
”پہلے سرکاری شو کے بعد سے اب تک کسی اجنبی سامان نے تو تم سے رابطہ قائم نہیں کیا؟“
”قطعی نہیں۔ اس سلسلے میں کوئی کامیابی نہیں ہو سکی ہے۔ میں نے کسی قدر مایوس ہونے میں کہا۔“

”اوہ نہیں مائی ڈیر۔ یہ درخواست کام ہے۔ سب کچھ بیان اسی جگہ نہیں ہو جاتا تھا۔ ابھی تو اس کے لیے ہمیں نہ جانے کہاں کہاں مارے مارے پھرتا ہے۔ تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔“

مستقبل آسانی سے تعمیر نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں حکمران ہاں لوش کاروں کی بات کرو؟

”کیا آپ کو اس سلسلے میں تفصیلات بتا دی گئیں؟“
”تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے یہاں آنے کے آقا؟“
بعد تمہیں کیوں مخاطب کیا؟
”میں سمجھا نہیں؟“

”اس دوران میں لوش کاروں کے بارے میں معلومات ما کر رہا تھا؟ مارٹن ایڈیٹور نے خوشگوار سہجے میں کہا۔“
”کچھ معلوم ہو سکا؟“

”یہاں تک کہ اس کی ماں اس کی پیدائش کے وقت ہونے لگی کیونکہ اس کا ذہن ساڑھے پندرہ پونڈ تھا۔ اس نے زیادہ کسی کے پاس میں اور کیا جان سکتا ہے۔ وہ ایک جرمن بار اور یونانی ماں کا بیٹا ہے۔ دولت اسے ماں اور باپ دونوں ملے اور پھر اس میں بے پناہ اضافہ اس نے خود کیا ہے۔“

وقت وہ دنیا کے کئے جتنے بڑے دولت مندوں میں سے ایک لیکن وہ مزید دولت حاصل کرنے کے ذرائع تلاش کر رہا تھا۔ اسے اور یقیناً یہ بھی کوئی ایسا ہی معاملہ ہو گا؟
”مرنال ایڈیٹور کمال ہے آپ نے اتنے مختصر وقت میں کچھ معلوم کر لیا؟“

”ڈوٹھی کاروں اس وقت اس کی وال بال پلانٹ والی ہیں سب لیکن مرنال میں اسے ایڈیٹور میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ پتہ کر تم اسے بالینڈ سے نکال لے جاؤ؟“
”ہیں؟ میں نے تعجب سے پوچھا۔“

”ہاں ایک اعزاز ہے میرا۔ لیکن بے غلط ہے۔ ماہنامہ ہوا تو بدلیں کچھ اور سوچیں گے اس کا کوئی نمائندہ ڈوٹھی کے حوالے سے تم سے تو اس سے دلچسپی سے پیش آؤ اور اگر ڈوٹھی کے حوالے سے تم سے ملاقات کرے تو ضرور ملو اور اس کی پیش کردہ شرائط قبول کرو۔ کسی تردد کی ضرورت نہیں سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق ہو گا۔ یہاں کہیں گریڈ نہیں تو میں سنبھال لوں گا۔ تمہارے لئے میں اب میں براہ راست کام کر رہا ہوں؟“

”اوکے مرنال ایڈیٹور۔ میرے خیال میں آپ نے میری بڑی مشکل حل کر دی؟“
”ہمارے درمیان دوستی اور تعاون کا رشتہ ہے ڈیر مرنال کوئی خاص بات؟“

”کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔“
”اوکے اب آرام کرو؟“
دوسری صبح سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرنے والا ایک

پندرہ تھا۔ اس نے ڈوٹھی کاروں کے حصول کے لیے کہا جانے بڑا شکر کے بارے میں مجھے بتایا اور تسلیاں دے کر چلا گیا۔
دوسرے ملاقات دو آدمی تھے جو بیسورٹ اور قیدی لباسوں میں تھے۔

آپ لوگوں نے ایڈیٹور میں طویل چادری ہے لیکن ہم نے جے کہ آپ کی ایک ساتھی لڑکی کم ہو گئی ہے۔ کیا آپ کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟
”انسوس کر ابھی تک نہیں؟“

”ہر اس سلسلے میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں؟“
”کس طرح؟“
”آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا؟“

”کہاں؟ میں نے پوچھا۔“
”اس سوال کا فوری جواب ممکن نہیں ہے۔“
”آپ کا تعلق پولیس سے ہے؟“

”نہیں لیکن ہم آپ کی مشکل مزید حل کر سکتے ہیں اور اس کے لیے آپ کو ہم پر اعتماد کرنا ہو گا؟“
”میں سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔“

”اگر کوئی دھوکا دو تو؟“
”آپ کو مجبور نہیں کیا جا رہا ہے آپ انکار کر سکتے ہیں؟“
”نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا کیونکہ میں کچھ لوگوں کو بھی اتنے لے سکتا ہوں؟“

”نہیں۔ ہمیں صرف ایڈیٹور کی ضرورت ہے۔ ان میں سے کسی کو نہیں لےنا۔“
میں خود کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے ان کے ساتھ چلنے پر ہلکی کا اظہار کر دیا۔ سارا کھیل ہی رنگ پر منحصر تھا اس لیے میں نے کسی کا اطلاع دینا ضروری نہیں سمجھا۔

سفید رنگ کی خوبصورت کار نے مجھے خوبصورت ٹمارت کے پورچ میں اتار دیا۔ یہاں آکر وہ دونوں کچھ خوش اخلاق ہو گئے تھے۔ بالآخر مجھے ایک ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں نظیر قیدی تالیں بچھا ہوا تھا۔ بہت نازک فریج تھا اور ایک لڑکی بڑھو خوشو شخص بیٹھا ہوا تھا جسے بیچا ہے۔ میں نے کئی وقت تک ہونے۔ وہ لوش کاروں ہی ہو سکتا تھا۔

”ہیلو؟ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔“
”ہیلو؟ میں نے بھی پورا اخلاق ناز میں کہا۔“
”بڑھو ڈیر۔ کیسے مزاج ہیں تمہارے؟“
”شکر ہے، ہر بات؟ میں اس کے اشارے پر بیٹھ گیا۔“
”کس نام سے مخاطب کروں تمہیں؟“

”مرنال؟ میں نے جواب دیا۔“

”پہلے تو میں تم لوگوں کے سلسلے میں حیرت کا اظہار کرتا ہوں۔ اور یہ کہ تمہارے نام بھی عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ دوسرا اہم قول کی طرح یہ کہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تمہارا تعلق کسی بڑا سرمایہ دار دنیا سے ہے اگرچہ تم لوگوں کے کاڑھے درخشیت تمہیں دوسرے لوگوں سے الگ ثابت کرتے ہیں لیکن میں انہیں صرف تمہارا فن سمجھتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ درجہ کا دوسرے کا ہے اگر تم نے کسی کو حیرت زدہ کر دیا تو سمجھو کہ اپنے مقصد میں عمل طور سے کامیاب ہو جاؤ۔ میں اس طرف سے کہتا ہوں کہ تم لوگ چونکا دینے کا اہلیت رکھتے ہو؟“

”شکر ہے جناب۔ لیکن میں ابھی تک آپ کے نام سے لاعلم ہوں؟ میں نے بے ستر تخلیق کیے میں کہا۔“
”اوہ لہذا میرے ساتھ چلنے تمہیں میرا نام نہیں بتلایا ہو گا تم مجھے لوش کاروں کو کہہ سکتے ہو۔ ویسے لوش کاروں کو انہیں نام نہیں ہے۔ ایڈیٹور میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے بیشتر نامک میں اسے جانا جاتا ہے اور شاید تم نے بھی یہ نام سنا ہو؟“

”ہاں یہ نام سنا ہوا ہے۔ مرنال لوش کاروں لیکن اس وقت میرے ذہن میں کچھ عجیب سے احساسات ہیں۔ میں آپ کی اس بشارت شخصیت سے متاثر بھی ہوں۔ لیکن جو کچھ مجھے ہے کہا گیا ہے اور جو حالات میرے ساتھ پیش آئے ہیں ان کے باعث میں انہیں محسوس کر رہا ہوں؟“

”غایا تمہیں یہ بات دی گئی ہے کہ تمہاری ساتھی لڑکی جیسے پاس ہے؟“
”ہاں اور یہ بات میرے لیے انتہائی تعجب خیز ہے۔“
”تمہیں میرے دوست، تمہیں تعجب نہیں کرنا چاہیے۔“

بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کو ان کے سلسلے میں خواہ خواہ جا حیرت کرنی پڑتی ہے۔ میں نے تمہارا شو دیکھا تھا۔ تم نے جو کلمات دکھائے تھے انہوں نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ بس اسے جنون سمجھ لو سبھی حیرت انگیز لوگوں سے مشتق ہے اور میں کسی بھی طور میں ان کی تذلیل ہوتے نہیں دیکھ سکتا؟“

”یہ تو بہت اچھی بات ہے جناب، لیکن اس کا میرے ساتھی کے خواہے کیا تعلق ہے؟“
”دی تیار ہوں دوست۔ تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال بھرا اور میں نے اس کی تکمیل کر ڈالی میری مادت ہے کہ جو چاہتا ہوں کر ڈھانڈوں اور اس کے نتائج پر بعد میں خود کر رہا ہوں۔ ویسے آج تک کی زندگی میں مجھے اپنے کیے پر کبھی پشیمانی نہیں ہوتی؟“

”دی تیار ہوں دوست۔ تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال بھرا اور میں نے اس کی تکمیل کر ڈالی میری مادت ہے کہ جو چاہتا ہوں کر ڈھانڈوں اور اس کے نتائج پر بعد میں خود کر رہا ہوں۔ ویسے آج تک کی زندگی میں مجھے اپنے کیے پر کبھی پشیمانی نہیں ہوتی؟“

”دی تیار ہوں دوست۔ تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال بھرا اور میں نے اس کی تکمیل کر ڈالی میری مادت ہے کہ جو چاہتا ہوں کر ڈھانڈوں اور اس کے نتائج پر بعد میں خود کر رہا ہوں۔ ویسے آج تک کی زندگی میں مجھے اپنے کیے پر کبھی پشیمانی نہیں ہوتی؟“

”دی تیار ہوں دوست۔ تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال بھرا اور میں نے اس کی تکمیل کر ڈالی میری مادت ہے کہ جو چاہتا ہوں کر ڈھانڈوں اور اس کے نتائج پر بعد میں خود کر رہا ہوں۔ ویسے آج تک کی زندگی میں مجھے اپنے کیے پر کبھی پشیمانی نہیں ہوتی؟“

تعب تو آپ انتہائی کامیاب مادی ہیں مگر لوگوں کا رولہ
لیسے لوگ بہت کم نظر آتے ہیں۔ آپ کی خود اعتمادی آپ کے
چہرے سے بچی ہے۔ بلاشبہ آپ ایک متاثر کی شخصیت کے
مالک ہیں لیکن میں پیرسری سوال پر ان کا میری ساتھی کا انوکھا
معنی رکھتا ہے؟

”وہی بتانے والا ہوں مگر گزالی۔ میں آپ لوگوں سے
ایک کام لینا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ بات معلوم کر لی ہے کہ پڑھنا
میں دو جینے کے لیے کئے معاہدے کی رقم آپ نے کیا طے
کی ہے۔ میں اس رقم کو آپ لوگوں کی شخصیت کے ساتھ ایک گز
ملاقات جھکتا ہوں۔ آپ جیسے باصلاحیت لوگوں کو اس طرح سے
داموں نہیں بچنا چاہیے، لیکن یہ بھی ایک مجبوری ہے کہ پھر قص
قیمت نہیں دے سکتا، جو لوگوں کا رولہ دے سکتا ہے؟“

”ہاں اس وقت کی چو آپ میرے لیے صرف کریں گے۔
اس کارنامے کی چو آپ میرے لیے انجام دیں گے۔ مادی پڑی قیمت
کہ آپ کم از کم ایک سال کے لیے فکر معاش سے بے نیاز ہو
جائیں گے“

”اود، آپ کا مقصد ہے مگر کارولہ آپ ہم لوگوں سے
کوئی کام لینا چاہتے ہیں؟“

”سو فیصدی، ایک انتہائی دلچسپ کام جسے کرتے ہوئے نہ
تو آپ کو کسی جرم یا کیفیت کا احساس ہو گا اور نہ آپ پوریت محسوس
کریں گے۔ آپ کے انتہائی عبرت انگیز اور پھر تیلے ساتھی، آپ کا
وہ گرائے فائز اور وہ دل کی جو اس وقت میرے جھبے میں ہے
اور جو ذہنوں کو ناب کی طرح کھول دیتی ہے۔ آپ سب لوگ
مل کر یہ اور کام کر سکتے ہیں جس کے لیے میں کافی سروسے پریشان
ہوں۔ معاہدے کے لیے میرے مگر گزالی تاکہ اس کے بعد آپ کو
کام کی قیمت بتادی جائے“

”کیا وہ کام کسی طرح غیر قانونی ہوگا؟“ میں نے سوال کیا۔
”سو فیصدی غیر قانونی، اس قدر غیر قانونی کہ اگر قانون کی نگاہ
آپ پر پڑ جائے تو وہ کبھی آپ کو معاف نہیں کر سکتا“
”مگر غیر قانونی کام نہیں کر سکتے مگر لوگوں کا رولہ
اس سلسلے میں آپ کو کسی کی زندگی سے نہیں کھینچا ہوگا۔
کسی کو زخمی نہیں کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ سب کچھ جو خرابانہ زندگی
میں تصور کیا جا سکتا ہے۔ پھر بھی اگر آپ اپنے آپ کو اس میں پسند
اور بارستا پھر کریں تو آپ کو سختی سے وہ کام کرنے پر مجبور کیا
جائے گا اور لوگوں کا رولہ جانتا ہے کہ کوئی کام کسی سے کسی طرح
لینا جا سکتا ہے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے مگر گزالی کہ آپ ہم سے

آپ کے اس اقرار نے ہمارا سادہ اور آپ کے درمیان دوستی کا
رشتہ پیدا کر دیا ہے۔ جہاں تک معاہدے کا تعلق ہے تو یہ بھی آپ
کو پیشگی ادا کیا جا سکتا ہے تاکہ آپ زیادہ سکون سے کام کر سکیں۔
کام کی تفصیل آپ کو سوئیڈن جیل کر بتائی جائے گی“

”سوئیڈن؟“ میں نے سوال کیا، یہاں سے لوگوں کا رولہ دیکھا۔
”ہاں سوئیڈن۔ آپ کو دو دن کے اندر ان سوئیڈن روانہ
ہونا ہوگا۔ میرے ساتھی آپ کی رہائش گاہ کریں گے۔ آپ کے
دورے گروہ کے لیے انتظامات کر لیے جائیں گے۔ سوئیڈن میں
آپ کو ایک بہترین رہائش گاہ دی جائے گی اور اس کے بعد کسی
بھی وقت آپ سے وہ کام لینا جا سکتا ہے جس کے لیے آپ کو
تیار کیا جا رہا ہے“

”ٹھیک ہے، جب یہاں سے معاہدہ ختم ہو کر رہا ہے
تو پھر سوئیڈن جانا پڑے گا یا نہیں اور ہمیں اس سے کوئی اختلاف
نہیں ہے“

”بالکل بالکل، اب میں آپ سے دوستانہ طور پر معاشر
کر سکتا ہوں مگر گزالی، ویسے یوں سمجھ لیجئے کہ یہ کام سب سے زندگی
کا ایک اہم مسئلہ ہے اور آپ کو اس سلسلے میں اتنا ہی سنجیدہ
ہونا پڑے گا جتنا کہ خود میں ہوں“

میں نے مخلصانہ انداز میں گردن ہلا دی اور پھر ہم کافی دیر
تک دوستانہ ماحول میں گفتگو کرتے رہے۔ غالباً لوگوں کا رولہ نے
اسے کسی ساتھی کی ہدایات سے وہی تھیں کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد
ڈوٹن کا رولہ بھی وہیں پہنچ گیا۔ لوگوں کا رولہ کے ساتھ مجھے بیٹھے دیکھ
کر ڈوٹن کے چہرے پر عبرت کے نقوش ابھر آئے تھے جو سو فیصدی
مصنوعی تھے۔ لیکن وہ ایک ایچ ہا کا رہ تھی۔ لوگوں کا رولہ اس وقت
ڈوٹن کا چہرہ ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر اس وقت ایک
خبر پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

”ہاں میڈم، کارولہ، اب آپ لوگ میرے لیے ایک مختصر
حیثیت اختیار کر لیں گے، لیکن یہ تو میرے معاملات کا آپ سے
براہ راست تعلق ہو گیا ہے“

”اگر مگر گزالی اس مسئلے میں آپ کے ساتھ تعاون کرنا
چاہتے ہیں مگر لوگوں کو پھر بھلا ہم میں سے کسی کو کیا اعتراض ہو
سکتا ہے“

”سو فیصدی سو فیصدی مگر گزالی نے ہماری پیشکش قبول
کر لی ہے اور یہ نہایت سمجھداری کی بات ہے۔ ہونا بھی یہی چاہیے۔
زندگی گزارنے کے لیے انسان کو مجبوراً وہ راستے اپنانے چاہئیں
جو پر سکون ہوں اور پھر حقیقت یہی ہے کہ مسکرا کر آپ لوگوں
کو نظر بنانا ایک سال تک شوکر کے اتنی رقم نہیں لے سکتی تھی معنی

میں آپ کو اس چھوٹے سے کام کے سلسلے میں پیش کر دوں گا
”یہ تمام باتیں ہم سے تعلق نہیں رکھتیں مگر کارولہ۔ اگر
چھوٹے سے آپ کے ساتھ کوئی معاہدہ کر لیا ہے تو ہم میں سے ایک
ایک شخص اس معاہدے کی پابندی کرنے پر مجبور ہے“

اس کے بعد لوگوں کا رولہ نے ہماری بیجا خاطر ملازمت کی۔
پھر اس نے نہایت فرخاندانہ انداز میں ہمیں ہر گئی نیوسانو
بجوانے کا بندوبست کر دیا۔ اس نے کہا تھا۔

”کہ بہت جلد نیوسانو سے رابطہ قائم کر کے وہ ہمیں اس معاہدے
سے آزاد کرانے کا جو ہم نے نیوسانو سے کیا ہے۔
اس وقت تک اگر ہم نیوسانو میں ہی قیام کریں تو کوئی
خرچ نہیں ہے بہر حال اب ہم اس کے ساتھی ہیں۔“

وہی شاندار کامیابی اور ڈوٹن کا رولہ کو ہر گئی نیوسانو
چھوڑ گئی۔ سمیوٹوریا سامون سر ہر ہوں میں سے کسی کو
بھی اس بارے میں ابھی تک کوئی بات معلوم نہیں تھی
سوائے ڈوٹن کا رولہ کے۔ لیکن ہم لوگوں نے طے کیا
تھا کہ ہم ایک دوسرے کو اس سے پروگرام سے آگاہ کر
دیں گے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی کو کوئی اعتراض
نہیں ہو سکا۔

سمیوٹورا، محسوس اس اور لیوس کے ساتھ بیٹھ
کر میں نے اپنی اس تہمت کی تفصیلات انہیں بتائیں اور
وہ حیران رہ گئے۔

”لیکن ابھی تو نیوسانو میں ہمارا...“ انہوں نے
نے کہا۔

”ہاں مگر محسوس اس، ہم نیوسانو کے معاہدے
سے آزاد بھی ہو جائیں گے اور پھر ایک بات آپ یہ
بھی جانتے ہیں کہ ابھی تک کسی سامون نے ہم سے رابطہ
قائم نہیں کیا ہے، یہ تو ہمارے پروگرام میں شامل تھا کہ
ہم بالینڈ کے لوگوں کی اور ملک کا سفر اختیار کریں گے۔
یوں سمجھیں کہ یہ وہ ہر جا فائدہ ہے۔ ہم ان لوگوں کے
مقصد کی تکمیل کے لیے وہاں جائیں گے اور اس کے بعد
اپنی پیسٹی اسی انداز میں کریں گے جس طرح ہم نے بالینڈ
میں کی تھی۔“

”وہ بالکل ٹھیک ہے مگر گزالی۔ اگر آپ
اپنے اقدامات سے مطمئن ہیں تو بھلا ہم میں سے
کسی کو اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے؟“ سمیوٹورائے مطمئن
انداز میں کہا۔ محسوس اس اور لیوس نے بھی اس کے
بعکس کسی قسم کی کوئی گفتگو نہیں کی اور یہ معاملہ طے ہو

گیا۔ بعد میں میں نے ٹرانسمیٹر پر مارٹن ایٹھو سے رابطہ قائم کر کے یہ تفصیلات بتادیں۔ جو اب میں مارٹن ایٹھو نے کہا۔

• مسٹر گزالی، تم اگر چاہو تو اب مجھ سے رابطہ بھی قائم نہ کرو۔ یوں سمجھ لو کہ تم لوگ پوری طرح ہماری ناکاہل میں ہو۔ ان لوگوں کے ساتھ سوئیڈن کا سفر اختیار کرو اور اس بات سے بے فکر ہو جاؤ کہ آگے تمہیں کیا کرنا ہے تنظیم کے ارکان خود ہی صورت حال کو سمجھال لیں گے و • ٹھیک ہے چیف میں سب کچھ آپ کی ہدایت کے مطابق ہی کر رہا ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ میں مزید کسی الجھن میں گرفتار ہو جاؤں۔ میری اولین خواہش ہے کہ آپ کے حکم کی تعمیل کر کے اپنے وطن کی راہ لوں یوں کار لو کے جھگڑے میں پھر کر میرا اور وقت ضائع ہو سکتا ہے اس لیے... " مارٹن ایٹھو کے تجزیے نے میری بات کاٹ دی۔

• "نہیں مسٹر غزالی۔ منظم مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایسے دولت مندوں کا شکار بھی کر لیتے ہیں جو اپنی بے پناہ دولت سے اکتا جاتے ہیں اور اسے منوانے پستے ہوتے ہیں۔ وہ اپنا ذمہ دانت کے غلط اندازے نکالتے ہیں اور بالآخر پھینچ جاتے ہیں۔ کار لو بھی ایسے لوگوں میں سے ایک ہے۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارے ذریعے وہ کیا کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔ مسٹر غزالی ہم اگر چاہیں تو اس مرحلے پر اسے تلاش کر سکتے ہیں لیکن صرف اس نے کہ تمہارا وقت ضائع ہوگا، ہم نے اسے اور اس کی دولت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ تم اطمینان رکھو وہ صرف تمہیں سوئیڈن تک پہنچانے کا ذریعہ ہے گا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے"

• "ٹھیک ہے۔ اب میں مطمئن ہوں" میں نے جواب دیا۔

• "سوئیڈن تک کا سفر کافی دلچسپ رہا۔ سامونوں کے باسے میں، میں نے اندازہ لگایا تھا کہ ان میں مرد کل طور پر سنجیدہ ہوتے ہیں جبکہ عورتیں زندگی سے بھرپور اور لہلہا رکھے جذبے سے سرشار ہوتی ہیں۔ تین سامون عورتوں کو میں دیکھ چکا تھا جن میں پہلی ندرت تھی دوسری ڈومیس کارلو اور تیسری سیکا۔ تینوں ہی سامون مردوں سے بائبل مختلف تھیں۔ ندرت یا ہائی اسٹا میں اس لیے سنجیدہ تھی کہ وہ پریشان کن حالات سے گذر رہی تھی۔ بعد میں جب اسے ان حالات سے کسی قدر فراغت نصیب ہوئی تو اس نے

زندگی کی دوسری دلچسپیوں کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس نے انہماک عشق کا انداز دکھانے لیا لیکن میں دل میں کسی اور کا بسا چکا تھا اور پھر جب سے ہائی سا کی عمر معلوم ہوئی اس وقت سے تو میری کیفیت اور بھی بے مزہ ہو گئی تھی وہ کم سے کم میری پرنائی کی مین تھی۔ اور پرنائی کی کم ہنس سے عشق کرنا شاید وہی کسی کے بس کی بات ہو۔

ڈون کارلو بھی شوخ اور پچھل تھی، ہنسنا ہنسنا جاتی تھی اور اس کی معیت میں وقت اچھا گزرتا تھا لیکن میں نے تیرے کرنا تھا کہ اس سے اس کی عمر بھی نہیں پوچھوں گا ورنہ خواہ مخواہ اس سے بھی ہیبت زدہ ہو جاؤں گا۔ یوں کارلو نے سوئیڈن تک کے سفر کا بندوبست دلچسپ انداز میں کیا تھا۔ ہمیں اس سفر میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ ہمارا منزل اسٹاک ہوم تھی۔

خوشنما رہتی بلٹیوں کی آبادی کے ایک مخصوص حصے میں ہماری رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا۔ بندوبست بالکل اچھی تھی۔ چھوٹوں کے حسین قطعات سے گھری ہوئی تھیں چاروں طرف ایک لاسٹا ہی سکون تھا۔ ماحول خاموش خاموش جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ ہمیں ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ یوں کارلو ہم سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ تاہم جلد ہی سمجھا نہیں تھی۔ مارٹن ایٹھو اپنے طور پر مطمئن تھے اور یوں کارلو کے خیال میں ہم پورے مضمون سے اس کے ساتھ بن گئے تھے۔ سامونوں کے چہرے کا سکون بتاتا تھا کہ انہیں بھی اس بارے میں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ہم اوقات مجھے ان کا یہ سکون دیکھ کر ہنسی آجاتی تھی۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ ڈون سلسلے سے ہی موجود تھی، چونکہ مجھے دیکھنے لگی۔

• "خیریت غزالی۔"

• "کوئی خاص بات نہیں ہے"

• "اوہ۔ اپنی ہنسی میں ہمیں شریک نہیں کرنا چاہتے؟"

• "خوپر ہنس رہا ہوں ڈون؟"

• "کیوں؟"

• "یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب پوری زندگی ایسے ہی سیاحت کرتے گذر جائے گی۔ تم لوگوں کا سکون دیکھتا ہوں تو رشک آتا ہے"

• "کیا ہم پر سکون ہیں غزالی؟" ڈون نے سوال کیا۔

• "کم از کم میری نسبت تمہاری عمریں طویل ہیں۔ وہ بیس سال گذر بھی گئے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا جب کہ

رومانی ناول

یہاں اصل زندگی ہوس میں سال کی سہولت ہے۔ پچھپن یوں گذر جاتا ہے کہ احساس ہی نہیں ہوتا۔ جوانی چند سال کے لیے آتی ہے اور اس کے بعد...."

ڈون سنجیدہ ہو گئی، ہیسو تورا اور دوسرے لوگوں کے چہرے بھی ٹنک گئے تھے۔

میں پھر ہنس پڑا یہ ارے تم لوگ تو سنجیدہ ہو گئے۔ میرا مطلب یہ بھی نہیں تھا میں ایسے ہی کہہ رہا تھا یہ میں نے خوش دل سے کہا۔

• "نہیں گزالی یہ ایک محسوس حقیقت ہے جسے میں نے بارہا محسوس کیا ہے۔" ہیسو تورا نے کہا۔

• "اوہ نہیں ہیسو تورا۔ میں نے اپنی زندگی تمہارے لیے وقف کر دی ہے۔ تمہارے مقصد تک تکمیل ہو جائے تو میں ہسپتال کا زندگی اچھی گذری ہے میں نے کہا کوئی کچھ نہیں بولا۔

جس عمارت میں ہمارا قیام تھا وہ سات منزلہ تھی۔ ایک منزل پر چھ نلیٹ تھے اور وہاں چوتھی منزل پوری دیدی گئی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ عمارت کارلو کی ملکیت ہے۔ قیام کے چھ گھنٹے کے بعد کارلو نے دو آدمیوں کو ہمارے پاس بھیجا۔ ان میں ایک مرد اور ایک عورت تھی۔ دونوں نے اپنا تعارف کیا۔ مو بولا۔

• "مسٹر کارلو کی ہدایت ہے کہ آپ لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہو اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ کو آپ کی پسندیدگی تفریح فراہم کی جائے۔ یہاں آپ کو اچھا ٹک کوئی تکلیف تو نہیں ہوگی؟"

• "اچھا تو نہیں مسٹر برگ"

• "آئندہ بھی نہیں ہوگی۔ غالباً آپ کو ابھی دو دن یہاں سکون سے گزارنے ہوں گے۔ اس کے بعد مسٹر کارلو آپ سے ملاقات کریں گے۔ آپ یہ دو دن جس طرح بھی گزارنا چاہیں، براہ کرم ہمیں بتادیں تاکہ ہم آپ کے لیے پروگرام ترتیب دے سکیں"

• "سب ٹھیک ہے مسٹر برگ۔ آپ مطمئن رہیں ہم بہت آرام سے ہیں"

• "کیا اسٹاک ہوم آپ کے لیے جانی بچانی جگہ ہے؟" اس باختر نے سوال کیا، جس کی عمر تیس اور پینتیس کے درمیان ہوگی۔

• "نہیں میڈم مارگریتا۔ ہم یہاں پہلی بار آئے ہیں"

• "تب۔ اس دوران آپ کے لیے اسٹاک ہوم

انٹی قیمت ۸۰٪ روپے رضیہ بٹ

دیوانگی قیمت ۸۰٪ روپے دیبا خانم

آرزو دل قیمت ۸۰٪ روپے دیبا خانم

بیخبرہ قیمت گلشن زندہ ۵۰٪ روپے

بہار و پھول برساہ ام لیلیٰ ۵۰٪ روپے

علی میاں بکسیلز اُردو بازار لاہور

کی سیاحت باعث دلچسپی رہے گی۔ میں آپ لوگوں کے لیے کاپڑوں کا بندوبست کے ذمے ہوں، آپ جہاں چاہیں، آجاسکتے ہیں، ہمیں آپ کی یہ خدمت کر کے خوشی ہوگی۔"

• "میرا خیال ہے ہمیں اس کی ضرورت نہیں کیوں مسٹر سوس، مسٹر لیوس کیا آپ؟"

• "نہیں ہمیں پر سکون گشتے پسند ہیں۔ دونوں

نے بیک وقت جواب دیا اور اسی وقت ڈونوں کا رول بول اٹھی۔

”لیکن ڈیر غزالی، فرصت کے ان دونوں میں اگر ہم اسٹاک ہوم اور اس کے نواحی علاقوں کی سیر کریں تو کیا خرچ ہے۔“

میں نے مسکراتی ننگا ہوں سے ڈون کار بول کی طرف دیکھا تو اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں اٹھا دیں اور انہیں جنبش دینے لگی۔ انداز ایسا تھا کہ کسی کوشش بھی نہ ہو سکے لیکن اشاروں کی زبان میں اس نے کہا کہ سب یہی اگر ہم دونوں ہی اسٹاک ہوم کی حقیقتوں سے واقف ہو جائیں تو یہ ہمارے حق میں بہتر رہے گا۔

میں نے گہب سے کہا ”میری ساتھی اسٹاک ہوم کی سیر کا چاہتا ہی ہے۔ اگر آپ آسانی سے بندوبست کر سکیں تو۔۔۔“

گہب نے جلدی سے کہا ”آسانی کا کیا سوال ہے، ہمیں تو بہت خوشی ہو گی۔ آپ لوگوں کو کل صبح گاڑی مل جائے گی، مزید لوگوں کے لیے بھی عمارت کی پارکنگ میں گاڑیاں موجود ہوں گی۔ جو جہاں جانا چاہے جاسکتا ہے۔ میٹر کار تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہمارے ڈرائیو آپ کو تمام علاقوں میں گھمانے کے بعد یہاں واپس پہنچا دیں گے۔“

”تو بس پھر ایک ہی گاڑی کافی ہے۔ یہ لوگ سیر و سیاحت کے ماہی نہیں ہیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور مارگریٹا بھی مسکرا دی۔

ان دونوں کے جانے کے بعد ڈون کار بولنے کہا۔ ”میں اسٹاک ہوم دیکھنا چاہتی ہوں یا کسی نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔“

دن گذر گیا اور رات ہو گئی۔ فلیٹ کی کھڑکیوں سے اسٹاک ہوم کے روشن مناظر نظر آنے لگے۔ زندگی سے بھر پور شہر تھا۔ انتہائی حسین اور خوشنما رات کو ہم دیر تک گفتگو کرتے رہے اور پھر جب میں اپنے کمرے میں سونے کے لیے گیا تو میں نے احتیاطاً مارٹن ایسٹرو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسری طرف سے آنے والی آواز سیکا کی تھی۔ میں اسے سیکا کی آواز بھی پہچانتے نہ تھا۔ اس نے کہا۔

”ہیلو۔ مسٹر غزالی، چیف تو یہاں اسٹاک ہوم میں موجود نہیں ہے۔ لیکن ایڈی یا پرنسپل مجھے بھی یہاں

بھیج دیا گیا ہے۔“

”ایڈی اس وقت کہاں ہے؟“ میں نے سوال کیا ”کچھ انتظامات کر رہا ہے آپ لوگوں کے سلسلے میں۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھے بتائیے۔“

”جسے لوگ ہمارے معاملات سے اس حد تک واقف ہو تو پھر بتانا کیا مستحق رکھتا ہے۔ کیا تمہیں علم ہے سیکا کہ ہم لوگوں کا قیام کہاں ہے۔“

”ہاں۔ کیوں نہیں۔ ویرن ہال اپارٹمنٹ۔ چوتھی منزل۔“

سیکا نے جواب دیا۔ ”بس۔ کوئی خاص اطلاع نہیں دینی۔ لوں کار بولنے کا کام کے سلسلے میں ہم سے دو دن کے بعد ملاقات کرے گا۔“

”بالکل ٹھیک ہے۔ ہم ان معاملات سے خاصی واقف رکھتے ہیں۔ اگر کوئی اہم بات ہوئی مسٹر غزالی تو آپ کو اس سلسلے میں اطلاع دی جائے گی۔“

میں نے کوئی رسمی گفتگو نہیں کی اور رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

”دوسرے دن وعدے کے مطابق گہب نے سرخ رنگ کی ایک خوبصورت کار ہمارے لیے بھیج دی۔ ڈون کار بول پہلے سے تیار ہو گئی تھی۔ وہ ایک شوخ اور بھرپور کلاسیک لباس پہنے ہوئے تھی۔

ہم نیچے آئے۔ باآدب ڈون بولنے عقبی دروازہ کھول دیا۔

میں نے اس سے انگریزی زبان میں اسٹاک ہوم کے تقریبی مقامات کے بارے میں سوالات کیے تو اس نے بہت ہی شستہ انگریزی میں جواب دیا کہ یوں تو اسٹاک ہوم میں دیکھنے کے لیے بہت سی چیزیں ہیں لیکن اس کے نواحی علاقے بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اگر آپ ان کی سیر کرنا چاہیں تو۔۔۔“

میں نے ڈون کو اجازت دے دی۔ ڈون نیورگی نفیس انگریزی مجھے پسند آتی تھی۔ کار کے بڑھ گئی۔ ڈون خوشاموش بیٹھا تھا۔

پہلے ہم اسٹاک ہوم کی جدید نواحی بستوں سے گذرے، اور پھر چھوٹے چھوٹے خوبصورت تعبوں کے درمیان سے گذرنے کے بعد بالآخر ایک بڑی شاہراہ سے مل کر ہم پہلے پھرے کھیتوں کے درمیان ایک چھوٹی سی گیلڈنڈی ریل پل پہنچے یہاں اندھیرا سا چھا ہوا تھا۔ ڈون کے کھیتوں سے گذرنے کے بعد دو رافٹ پر ایک جمیل نظر آنی جس کے کنارے

ایک خوبصورت پارک بنا ہوا تھا۔ جمیل کے نزدیک پہنچے تو سینکڑوں لوگوں کو سویڈن کے محفوس روایتی لباسوں میں ملبوس خوش گپیوں میں معروف پایا۔ تقریب کے منہل سے کٹے ہوئے سفیدے کے تے، زمین میں گاؤں کے جنگلی میلوں اور خوشما چھوٹوں سے سجائے گئے تھے سبزے کے ان ستونوں کے پاس میزوں پر رکھنے پینے کی ایشیا، سرو کی جاد ہی تھیں اور مقامی موسیقاروں کا ایک طاقتور سویڈن کے روایتی رقص کی دھن میں رقص و موسیقی کے مظاہرے کر رہا تھا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر سچے ہوئے تنوں کے گرد ایک دائرہ سا بنا کر ناچ رہے تھے۔

ڈون ٹورنے مجھے بتایا کہ یہ دن مؤرخ ڈیز کھلتے ہیں۔ اور ان دنوں میں اس علاقے میں یہی کیفیت رہتی ہے سویڈن کے لوگ جو ق و در جو ق یہاں آتے ہیں اور جشن مسرت میں شریک ہو جاتے ہیں۔

ڈون کار بول کو یہ جشن مسرت بہت پسند آیا تھا۔ چنانچہ وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے، موسیقاروں اور رقص کرنے والوں کے درمیان سے گذرتی ہوئی ایک میز پر پہنچے مجھے بھی کافی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ ہم لوگوں نے اپنے لیے کھانے پینے کی کچھ ایشیا طلب کیں۔ ڈون بولنے کار ہی میں بیٹھا رہ گیا تھا۔ کچی پھلی کے سینڈویچ اور کافی بلاشبہ بہت لذیذ تھی۔ میں ڈون کار بول کے ساتھ رقص و موسیقی کی اس دنیا میں کھوکھوڑی درے کے لیے ماحول کو بھول گیا۔ میری نگاہیں رقص کرنے والے کھلکھلاتے پیر مسرت جوڑوں پر مرکوز تھیں۔ بوٹے سے تکی ایک لمبے لمبے والی لڑکی سفید لباس میں ملبوس ایک دائرے کی صورت میں گھوم رہی تھی، جس کے درمیان اس کا بدن کسی کنول کی مانند کھلا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ نجانے کیوں میری نگاہیں ان دائروں کے ساتھ سفر کرتی ہوئی اس کے چہرے پر دم نہیں۔ ایک مدغم سی مسکونی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر چھپا ہوتی تھی۔ اور اس کے گلاب سے اوپر دو حسین جھل جھلی آنکھیں مجھے تک رہی تھیں، جیسے منتظر ہوں کہ میں ان کے قریب پہنچ جاؤں۔ پھر ان آنکھوں میں ایک شکاری کیفیت پیدا ہو گئی۔ جو نٹوں کی مسکراہٹ مدغم پڑ گئی۔ تھکی ہوئی پلکوں سے آنسوؤں کے قطرے بہ کر رخساروں پر لڑھک آئے اور دفعتاً میرے ہاتھ میں کافی چھٹک گئی۔ ڈون کار بولنے چونک کر مجھے دیکھا اور ریلوی سے اپنا در و مال نکال کر میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”کیا ہوا غزالی؟“ اس نے سوال کیا۔ ”مجھے نہیں بس ذرا کافی چھٹک گئی تھی۔“ ڈون کار بولنے ایک لمحے کے لیے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر کرسی کی پشت سے ٹیک نکالی۔

”تم ان دنوں کچھ بدلے سے نظر آتے ہو۔ غزالی، آخر کیا بات ہے؟“

”تمہاری حماقت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔“

ڈون کار بول اس انداز میں خاموش ہو گئی جیسے مجھے میرے حال پر پھوڑ دینا چاہتی ہو لیکن میرے الفاظ پراس نے یقین نہ کیا ہو۔ میں بھی اس سے زیادہ اُسے کچھ بتانا پسند نہیں کرتا تھا۔ جھلاش کیوں کہ اس سے کہ یہ آنکھیں۔ جینیں آنکھیں جن میں لرزے آنسو مجھے میرے جرم کا احساس دلا رہے ہیں، تنور کی ہیں، وہ جوابی دنیا میں بیٹھی ہی سوچتی ہوگی کہ کس باگل سے دل نکال بیٹھی۔ کیا سنے گا اُسے۔ چند لمحوں کے لیے میرا ذہن بوجھل ہو گیا۔

ڈون کار بول کافی دیر تک خاموشی سے رقص کرنے والوں کو دیکھتی رہی پھر بولی۔

”یوں لگتا ہے جیسے تم یہاں اگر ماضی کی کسی یاد میں کھو گئے ہو۔ اگر یہاں ہی ننگ رہا ہو تو چلیں یہاں سے؟“

”اوہ۔ نہیں ڈون۔ ہاں مجھے کچھ یاد آ گیا تھا۔ میں نے اپنا موڈ بدلتے ہوئے کہا اور اس کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔“

ڈون بولنے میں سے کربل پڑا۔

ہم سینٹرل ہی پر آئے۔ پل کے پہلو سے اسٹاک ہوم کے ماڈرن ہال کو سیر کیا۔ آرتھریک تھیں۔ ریشہ و ریش کی طرح چند بڑے چیزوں کا مجموعہ جہیں اطالوی طرز کے پل ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ یہاں سیر کرنے کے بعد ہم شہزادہ لویجین کا محل دیکھنے گئے جو گھنے دختوں اور سرسبز پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ یہاں سے سمندر کی ایک شانہ نہر کی صورت میں اسٹاک ہوم کے شہر میں داخل ہوتی ہے۔ پھیروں کے تختوں اور بلند دختوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے ہم سمندر کے کنارے آگئے جہاں بے شمار لوگ بیٹھنے دھوپ اور سمندر کی ہوا سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

رات کا سکانا ایک خوبصورت سے رستوران میں کھانا

اور پورے دن کی آوارہ گردی کے بعد ڈرائیو نے ہمیں ہماری منزل پر لاکر چھوڑ دیا اور دوسرے دن صبح لگنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

دوسرے دن صبح سیر و سیاحت کا موڈ نہیں بنا تھا۔ ڈون کا رہونے بھی اس مسئلے میں اصرار نہیں کیا۔ چنانچہ یہ سارا دن پھینکے پھینکے سے انداز میں عمارت جی میں گزارا پڑا سمیو تو راولپنڈی کے ساتھ شستین میں بان میں مختلف صورتوں پر گفتگو ہوتی رہی۔ لیکن نہایت محتاط و کوشش سے خیال کو کسی بھی طور پر لپیٹتے نہیں! اللہ جاسکتا تھا کہ ہماری گفتگو مارن ایسٹرو کے علم میں نہ رہتی ہے۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی شکل کے ٹرائیمر کے علاوہ کچھ کوئی اور زنجیر تھا جس سے وہ ہمارے اندازات سے باخبر نہ رہتا تھا۔ بہر حال ہم نے اشاروں کی زبان ایسا کر کے اس کا توڑ دیا رفت کر لیا تھا۔

سامونوں کی کیفیت بھی عجیب تھی۔ بعض اوقات میں خود کو ایک اسکول ماسٹر سمجھتا تھا جسے پوری کلاس کا خیال ہوتا ہے یا پھر ایک ایسا باپ جس کے بیٹیاں بچے ہوں اور وہ ان کے مستقبل کے لیے فکر مند رہتا ہو۔ ان لوگوں پر کچھ بھی غصا بھی ہوتی تھی۔ مجھے مصیبت میں ہنسنا دیا تھا اور خود پرسکون تھے لیکن اس اعتماد کی بھی کوئی مثال نہیں تھی جو انھیں مجھ پر تھا۔ اپنا مسئلہ میرے سپرد کر کے وہ خاتوش ٹیڈر گئے تھے۔ جیسے انھیں ان کی شکلوں کا عمل مل گیا ہو۔ اگر ان میں سے کسی کوڑھے میں کوڑھ کوڑھ کوشی کرنے کے لیے کہتا تو ان میں سے کون تھا جو اس سے انکار کرتا۔ جی کیفیت ملوث تھی اور یہ سوچنے کے بعد سوچنے کے لیے مزید کچھ نہیں رہتا تھا۔

وقت گذرتا رہا۔ پھر گرنے ملاقات کے کہے بتایا آج رات کارلو تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تاکہ تمہیں دس بجے تیارے جود چاہتا ہے۔ کیسا تم خود کوڑھتی طور پر تیار پاتے ہو؟

”میں تو بے چینی سے اس ملاقات کا انتظار کر رہا ہوں میں نے جواب دیا۔“

”خوشخبری کارلو کے ساتھ کرنا ہے؟“

”کیا صرف میں یا اس سے ملاقات کروں گا؟“

”ہاں صرف تم۔ کیونکہ تم یلڈر ہو۔“

”بہتر ہے میں کس وقت انتظار کروں؟“

”دھیک دھیک آٹھ بجے۔“ گب نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

گب کے جانے کے بعد میں نے دوسرے لوگوں کو

اس نے سگار کے بہت سے کش لیے پھر بولا میرے اجداد وانگنگتھے اور انھیں کاوشی خون میری گوں میں گردش کر رہا ہے۔ دولت میری نکاحوں میں ایک بے حقیقت شے ہے۔ میں اس کے انبار پر لات مار سکتا ہوں لیکن کسی ایسے شخص کا وجود نہیں برداشت کر سکتا جس نے کسی طور سے مجھے پر فوقیت حاصل کر لی ہو اور وہ مردود... ہا... لوٹس کارلو نے بقیہ سگار مینز کے کنارے سے رگڑ دیا، جس سے اندازہ ہوا کہ وہ سخت تلیش میں آگیا ہے۔

”لیپ لینڈ کے بارے میں کیا جانتے ہو۔“

”کچھ نہیں! میں نے فوراً جواب دیا۔“

”سوئڈن کا ریاستی علاقہ ہے۔ اسکیو لینڈ سے ملتی برف کی سرزمین کا ایک بڑا علاقہ، کسی زمانے میں میکلاؤس کارلو کا مسکن تھا اور یہ شخص میرا دادا تھا، وانگنگتھ لٹیروں کا سردار جس نے لیپ لینڈ میں لوٹے ہوئے خزانوں کے انبار لٹا رکھے تھے۔ میرا باپ اس کے نقش قدم پر پہل سکا اور اس نے یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کی حیثیت سے زندگی گزار دی۔ لیکن ملنے اپنے دادا سے تربیت حاصل کی تھی۔ میں دولت کا حصول اور اس کا استعمال جانتا تھا۔“

”ہرچیز کے میں لٹیروں بن سکا لیکن بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ اپنے دادا کے زیر تربیت میں نے دولت بڑھانے کے گڑھی لگائی۔ لیپ لینڈ کا تقریباً تمام خزانہ میرے قبضے میں آچکا ہے لیکن وہ علاقہ میرے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا خاص طور سے اس لیے کہ میرے دادا نے وہاں اپنے کاروبار کے لیے بہترین انتظام کر رکھے تھے۔ لیکن اسکیو لینڈ کے معصوم باشندوں کو بچانے کس طرح اور غلغلہ کے جو اس علاقے میں گھس آیا۔ اور اس نے وہاں مکمل قبضہ جما لیا۔ راستے میں مسدود کر دیے گئے۔ اور جب میں نے اس سلسلے میں کارروائی کرنا چاہی تو کچھ ایسے انداز میں مداخلت کی گئی کہ میں کامیاب نہیں ہو سکا۔“

”وہ ایک شاطر آدمی ہے۔ اور اپنی شاطرانہ چالوں کے ذریعے اس نے وہاں ایسے انتظامات کیے ہیں کہ اس کے خلاف کی جانے والی ہر کارروائی ناکام رہی۔ اسکیو لینڈ کے باشندے اسے ایک دیوتا کا درجہ دیتے ہیں۔ انہیں کی مدد سے اس نے برف کی اس سرزمین پر ایسے لیسے چکر چلا رکھے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے۔ میں اپنی کئی کوششوں

میں ناکام ہو چکا ہوں اور ناکامی کے اسباب کا میں نے اچھی طرح جائزہ لیا ہے۔ اس نے برف کی اس سرزمین پر جو اسی چیزیں بنا رکھی ہیں وہ میرے ساتھیوں کو بھوک کر دیتی ہیں۔“

”تم لوگوں کو دیکھنے کے بعد میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ وہ صرف تم ہو جو وہاں کامیاب ہو سکتے ہو، پتھر برق رفتار اور پھر اسرار تو نون کے مالک۔ چنانچہ میرے دوست یہاں معاملہ دولت کے حصول کا نہیں۔ میں تو صرف اپنی شکست کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔ تم لیپ لینڈ میں داخل ہو جاؤ۔ کس طرح؟ اس کا فیصلہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے۔ میں تو اس پر کوڑھ کرنا دیکھنا چاہتا ہوں۔ زندہ یا مردہ۔“

میں خاموشی سے لوٹس کارلو کی باتیں سن رہا تھا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”وہ ڈیرسٹر کارلو۔ ہم لوگ بازی کریں کسی کو قتل کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہوگا۔“

”میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ زندہ ہاتھ آجیلے تو بہتر ہے اور یہ کام تمہیں کرنا ہی ہوگا کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے۔ اگر تم نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی تو پھر تم اپنا پروفیشن جاری نہ رکھ سکو گے۔“

لوٹس کارلو کے چہرے پر اس کے آباؤ اجداد کا عکس دکھائی دے رہا تھا، وہاں انگنٹھیرے جو وحشت اور بربریت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میسرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آہستہ سے کہا۔

”دھیک ہے مسٹر کارلو۔ میں دراصل آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ ہم لوگ بازی کریں اور دوسری طرح کے کاموں کے ماہر نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنی ان کوششوں میں ناکام رہے تو اس کے بعد آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔“

”تم اپنی تخلصانہ کوششیں جاری رکھو۔ ناکام رہے تو ظاہر ہے کہ میں تمہیں مزید مجبور نہیں کروں گا، لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ کام تمہی جیسے لوگوں کا ہے۔ جراثیم پندشہ یا قتل و غارتگری کی کیڑوں نے لوگ یہ کام نہیں کر سکتے۔ لیپ لینڈ کے اطراف میں آباد اسکیو باشندے بازی گری اور دوسری تفریحات کے دہسائیں۔ تم ان کے دل موہ سکتے ہو اور اس طرح تمہیں دوسروں کی نسبت آسانی

میں نے سگار کے بہت سے کش لیے پھر بولا میرے اجداد وانگنگتھے اور انھیں کاوشی خون میری گوں میں گردش کر رہا ہے۔ دولت میری نکاحوں میں ایک بے حقیقت شے ہے۔ میں اس کے انبار پر لات مار سکتا ہوں لیکن کسی ایسے شخص کا وجود نہیں برداشت کر سکتا جس نے کسی طور سے مجھے پر فوقیت حاصل کر لی ہو اور وہ مردود... ہا... لوٹس کارلو نے بقیہ سگار مینز کے کنارے سے رگڑ دیا، جس سے اندازہ ہوا کہ وہ سخت تلیش میں آگیا ہے۔

”لیپ لینڈ کے بارے میں کیا جانتے ہو۔“

”کچھ نہیں! میں نے فوراً جواب دیا۔“

”سوئڈن کا ریاستی علاقہ ہے۔ اسکیو لینڈ سے ملتی برف کی سرزمین کا ایک بڑا علاقہ، کسی زمانے میں میکلاؤس کارلو کا مسکن تھا اور یہ شخص میرا دادا تھا، وانگنگتھ لٹیروں کا سردار جس نے لیپ لینڈ میں لوٹے ہوئے خزانوں کے انبار لٹا رکھے تھے۔ میرا باپ اس کے نقش قدم پر پہل سکا اور اس نے یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کی حیثیت سے زندگی گزار دی۔ لیکن ملنے اپنے دادا سے تربیت حاصل کی تھی۔ میں دولت کا حصول اور اس کا استعمال جانتا تھا۔“

”ہرچیز کے میں لٹیروں بن سکا لیکن بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ اپنے دادا کے زیر تربیت میں نے دولت بڑھانے کے گڑھی لگائی۔ لیپ لینڈ کا تقریباً تمام خزانہ میرے قبضے میں آچکا ہے لیکن وہ علاقہ میرے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا خاص طور سے اس لیے کہ میرے دادا نے وہاں اپنے کاروبار کے لیے بہترین انتظام کر رکھے تھے۔ لیکن اسکیو لینڈ کے معصوم باشندوں کو بچانے کس طرح اور غلغلہ کے جو اس علاقے میں گھس آیا۔ اور اس نے وہاں مکمل قبضہ جما لیا۔ راستے میں مسدود کر دیے گئے۔ اور جب میں نے اس سلسلے میں کارروائی کرنا چاہی تو کچھ ایسے انداز میں مداخلت کی گئی کہ میں کامیاب نہیں ہو سکا۔“

”وہ ایک شاطر آدمی ہے۔ اور اپنی شاطرانہ چالوں کے ذریعے اس نے وہاں ایسے انتظامات کیے ہیں کہ اس کے خلاف کی جانے والی ہر کارروائی ناکام رہی۔ اسکیو لینڈ کے باشندے اسے ایک دیوتا کا درجہ دیتے ہیں۔ انہیں کی مدد سے اس نے برف کی اس سرزمین پر ایسے لیسے چکر چلا رکھے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے۔ میں اپنی کئی کوششوں

میں ناکام ہو چکا ہوں اور ناکامی کے اسباب کا میں نے اچھی طرح جائزہ لیا ہے۔ اس نے برف کی اس سرزمین پر جو اسی چیزیں بنا رکھی ہیں وہ میرے ساتھیوں کو بھوک کر دیتی ہیں۔“

”تم لوگوں کو دیکھنے کے بعد میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ وہ صرف تم ہو جو وہاں کامیاب ہو سکتے ہو، پتھر برق رفتار اور پھر اسرار تو نون کے مالک۔ چنانچہ میرے دوست یہاں معاملہ دولت کے حصول کا نہیں۔ میں تو صرف اپنی شکست کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔ تم لیپ لینڈ میں داخل ہو جاؤ۔ کس طرح؟ اس کا فیصلہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے۔ میں تو اس پر کوڑھ کرنا دیکھنا چاہتا ہوں۔ زندہ یا مردہ۔“

میں خاموشی سے لوٹس کارلو کی باتیں سن رہا تھا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”وہ ڈیرسٹر کارلو۔ ہم لوگ بازی کریں کسی کو قتل کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہوگا۔“

”میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ زندہ ہاتھ آجیلے تو بہتر ہے اور یہ کام تمہیں کرنا ہی ہوگا کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے۔ اگر تم نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی تو پھر تم اپنا پروفیشن جاری نہ رکھ سکو گے۔“

لوٹس کارلو کے چہرے پر اس کے آباؤ اجداد کا عکس دکھائی دے رہا تھا، وہاں انگنٹھیرے جو وحشت اور بربریت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میسرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آہستہ سے کہا۔

”دھیک ہے مسٹر کارلو۔ میں دراصل آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ ہم لوگ بازی کریں اور دوسری طرح کے کاموں کے ماہر نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنی ان کوششوں میں ناکام رہے تو اس کے بعد آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔“

”تم اپنی تخلصانہ کوششیں جاری رکھو۔ ناکام رہے تو ظاہر ہے کہ میں تمہیں مزید مجبور نہیں کروں گا، لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ کام تمہی جیسے لوگوں کا ہے۔ جراثیم پندشہ یا قتل و غارتگری کی کیڑوں نے لوگ یہ کام نہیں کر سکتے۔ لیپ لینڈ کے اطراف میں آباد اسکیو باشندے بازی گری اور دوسری تفریحات کے دہسائیں۔ تم ان کے دل موہ سکتے ہو اور اس طرح تمہیں دوسروں کی نسبت آسانی

سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔
لوش کارونجھ سے کافی دیر تک گفتگو کرنا بالکل لینڈ میں
جس شخص نے لوش کارونجھ کے علاقے پر قبضہ کرنا تھا تو وہ
یوگورین کے نام سے مشہور تھا۔ لوش کارونجھ اس کی
پراسرار قوتوں کا بطور خاص تذکرہ کیا۔ اس نے کہا۔

«اسکی لینڈ کے سادہ لوح باشندے اس کے سحر
میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ اس نے انھیں پشیمان کر دیا ہے؛
لوش کارونجھ نے اتنا ہی کہا تھا کہ ساتھ ہی کچھ جن جن میں
دہماکے سنائی دیے اور اس کے ساتھ ہی کچھ جن جن میں
بوسن، کارلووچک، کرغاموش ہو گیا۔ پھر اسین کن
چلنے کی آواز آئی اور کچھ اور جن جن کو انھیں کارلووچک
کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک طرف جھپٹ کر پستول نکالا اور
دروازے کی طرف پھینکا لیکن چونہ ہی اس نے دروازہ کھولا
ایک زوردار ہتھاس کے منہ پر پڑا اور وہ فرش کے پتھروں
بیچ آگرا۔

اندروا داخل ہونے والا مارٹن ایسٹرو تھا۔ اس نے
آگے بڑھ کر گئے ہوئے کارلووچک کی پر پاؤں رکھ دیا
اور کارلووچک سے کراہ نکل گئی۔ مارٹن ایسٹرو نے اس
کے ہاتھ میں دیے ہوئے پستول پر ٹھوکر مار کر اسے دور
پھینک دیا۔
«وہ اٹکنگز کا دور ختم ہوئے عرصہ بیت گیا کارلووچک
آج تک خود کو ایسی دور میں سمجھتا ہے»
«کون۔ کون ہو تم کیا بات ہے، مجھ سے کیا چاہتے
ہو؟»

کارونجھ نے خود کو چھلانے کے لیے زور نکایا لیکن
اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ ایسٹرو نے پچھے رخ کر کے
کسی کو آواز دی۔ چند آدمی اندر داخل ہو گئے جن میں ایڈی
پائپر بھی تھا۔

«اسے سنبھالو»۔ ایسٹرو نے ایڈی پائپر سے کہا
اور بقیہ افراد نے کارلووچک کو طبی سے جکڑ لیا۔ پھر وہ اسے
گھسیٹے ہوئے باہر لے گئے۔

مارٹن ایسٹرو نے مسکراتے ہوئے کہا «چنانچہ
لوش کارلووچک کھلی ختم ہو گئی۔ میں اسے وقفہ کے ٹپاک
نہیں کروں گا۔ اسے بس اس بات کی سزا ملی ہے کہ اس
نے تمھیں پریشان کیا۔ آؤ»

باہر کے حالات کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ مارٹن ایسٹرو
مجھ سے ملنے کے باہر نکل آیا۔ اور پھر میں اس کے ساتھ

مارٹن ایسٹرو نے شاید کچھ اور بھی کہا لیکن میرے ذہن میں
کوشاں تبت کی روشنی اور سمجھ بولنے کے یہ لوگ اس طور پر تروکو
رشتاں کرتے تھے۔ تو کیا تو کیا؟

مارٹن ایسٹرو کو رہا تھا۔ ہم اس بات کو نظر انداز نہیں
کر سکتے کہ یوگورین سامون ہو سکتا ہے۔ یہ ہماری تمام خیالی
ہو سکتی ہے لیکن وہ جملہ احوال تھوڑے کر خاموش ہو گیا۔ میرے
ذہن میں چرخیاں سی گھوم رہی تھیں۔ کیا یہ ممکن ہے۔ اگر ایسا
ہے تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔ مارٹن ایسٹرو کی آواز سنائی دی۔
«کیا یہ ممکن نہیں مسٹر نزال کہ تم لیپ لینڈ کا سفر کرو اور

بائزہ لو کہ وہ سامون تو نہیں ہے؟ ہم یہاں شو نہیں کرتے
خوردی بھی نہیں ہے۔ پہلے تم اس کا جائزہ لے لو۔ اگر وہ سامون
ہے اور فن بڑوں میں سے کوئی ہے تو ہماری محنت و مصلحت ہو
جلے گی»

میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ مارٹن ایسٹرو میری صورت
دیکھ رہا تھا۔

پھر اس نے جیسے خود ہی فیصلہ کر لیا «میرا خیال ہے
ذیر اس سلسلے میں پس و پیش مت کرو تمھیں لیپ لینڈ جانا
ہی چاہیے»

«اے، مسٹر ایسٹرو اگر آپ نے یہ فیصلہ کر ہی لیا ہے
تو کیا یہ امتزاج ہو سکتا ہے؟»

ہمارے درمیان یہ بات طے ہو گئی۔ نہ جلتے کیوں میرا
ذہن بھی اس تصور پر جم رہا تھا، حالانکہ امتحان بات تھی،
لوش کارلووچک شمن ضروری تو نہیں ہے کہ کوئی سامون ہی
ہو۔ صرف اس شے کی بنیاد پر ہم لوگ ایک شکل سفر کریں؛
لیکن اب چونکہ فیصلہ ہو چکا تھا اس لیے مزید سوچنا امت
مقلد مارٹن ایسٹرو نے کہا۔

«یہ چند لوگ اگر منافع بھی ہو گئے تو زیادہ افسوس
نہیں ہو گا۔ لیکن اگر ہم نے اس خیال کو نظر انداز کر دیا تو ذہن
میں فتنش ہے گی۔ تم اگر چاہو تو اپنے ساتھیوں سے بھی مشورہ
کر سکتے ہو۔ لیکن میری رائے یہی ہے کہ یہ کوشش کر لینی
چاہیے»

«ٹھیک ہے مسٹر ایسٹرو۔ مجھے کوئی امتزاج نہیں ہے
لیکن لیپ لینڈ تک کے سفر کے اختلاطات....»
«اس سلسلے میں تنظیم نے تمھیں آج تک پریشان
نہیں ہونے دیا۔ کیا تم اس سے انکار کر دے، مغز الہ؟»
«نہیں نہیں! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہر طور کم از کم
مجھے اس سفر کا طریقہ کار تو بتا دیا جائے»

ایڈی پائپر تم سے جلد ہی سلاطنت کرے گا اور صورت
حال بتا دے گا»

اس کے بعد گفتگو کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ ہم
دونوں رخصت ہو گئے۔ میں کسی قیمت پر احتیاطاً کلاطس
ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، لہذا سامونوں کے سامنے
میں نے یہ تذکرہ کر دیا۔ اور اپنی طرف سے شے کا اظہار کیا
لیکن انگلیوں کے اشاروں کی زبان ان لوگوں کو حقیقی صورت معلوم
رہی تھی۔ اس کے بعد انتظار کرنے کے سوا چارہ کار ہی کیا تھا

سو نڈن ان اسکیم لینڈ کے..... باسے
میں پچھن میں بھی بیٹھا تھا۔ برف میں رہنے والوں کی زندگی سے
متعلق کچھ نہیں سمجھ دیکھی تھیں۔ لیکن زندگی میں پہلے باران سے
تربت کا مزق نصیب ہو رہا تھا۔ یہ خیال دیکھنا بہن میں تھا اگر
یوگورین سامون ہے تو وہ کون ہو سکتا ہے۔ بڑوں میں معروف
دیکھنا اور گائی باہی رہ گئے تھے ہو سکتا ہے یہ اہن میں سے
کوئی نکل آئے لیکن قبل از وقت کوئی فیصلہ کر لینا درست نہ
تھا۔ سمیو تورا اور ڈون کارلووچک تو رہے ہیں تھے۔ میں نے
اشاروں کی زبان میں اس کی وجہ پوچھی تو سمیو تورا نے کہا۔

«گنا زالی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم اس سے ذہنی رابطہ قائم
کرنے کی کوشش کریں، جیسا کہ تم نے کہا، یہ تنظیم مفادات
کے خلاف بھی نہیں ہو گا۔ اور میں یہیں پتال جا جائے گا کہ وہ
سامون ہے یا نہیں»

میں نے سمیو تورا کی اس بات سے اختلاف کیا اور اشاروں
ہم کی زبان میں اس نے اس سے کہا کہ یہ سفر ہم سے لے لے
حد ضروری ہے۔ اگر وہ سامون ہے تو لینڈ کو دیکھا جائے گا۔
سمیو تورا بے چارہ گنہگار میں مجھ سے اختلاف نہیں کرتا

تھا۔ چنانچہ وہ اس وقت بھی خاموش ہو گیا۔ پھر اس کے
بعد انتقاد کے سوا ہمارے پاس کوئی شغل نہیں تھا۔ لیکن
یہ انتظار بھی زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا۔ ایڈی پائپر نے
ٹرانس میٹر پر رابطہ قائم کر کے مجھے ایک جگہ بلایا۔ اور پھر ہاں
سے مجھے لے کر نکل پڑا۔ بہت ہی نفیس قسم کے دو ٹرانس
جن میں اسکیم لینڈ کے سفر کی تمام ضروریات فراہم کر دی گئی

تھیں اور اس کے علاوہ دو بیس ہمارے اس سفر کے لیے
تیار کر دی گئی تھیں۔ میں نے اچھے ہوئے امتزاج میں کہا کہ ہمیں
اب ان چاروں گاڑیوں کی ڈرائونگ کے لیے ڈرائیور درکار
ہوں گے تو ایڈی پائپر نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔
«اس کا بھی انتظام کر لیا گیا ہے، مسٹر نزال، آپ کو
ابھی خود ہی دیر کے بعد ان لوگوں سے متعارف کرا دیا جائے گا۔»

آپ انہیں کرائے کے آدمی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ ہر طرح سے آپ کے کامزبوں گے۔

» ویری گڈ! تو پھر ہمیں یہ سفر کب کرنا ہو گا؟

» انتظامات سے آپ مطمئن ہیں؟ دیکھ لیجیے ہر چیز تیار ہے۔ اور یہ لیپ لینڈ کی جانب سفر کرنے کا پورا نقشہ ہے۔ اس نے ایک دیوار پر چسپال نقشے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ہر وہ چیز جو اس برتانی سفر میں کارآمد ہو سکتی تھی، ٹراروں میں موجود تھی۔ سفر کے بارے میں تفصیلات ہمارے کانڈیجینی وہ جو ڈرائیوروں کی حیثیت سے ہمارے ساتھ یہ سفر کرنے والے تھے، بتا سکتے تھے۔ کافی دیر تک میرے اور ایڈی پائیر کے درمیان گفتگو ہوتی رہی۔ اور پھر پائیر نے مجھے کہا کہ میں ڈرائیوروں سے گفتگو کروں۔ اس نے ان چاروں کو مجھ سے ملائدہ مقامی باشندے نہیں تھے لیکن ظاہر ہے کہ سوئیڈن سے واقف تھے۔ پھر طے یہ ہوا کہ اب میں سامونوں کو لیکر میاں آجاؤں اور پھر مناسب وقت پر اپنے سفر کا آغاز کروں۔ اس کے بعد ایڈی پائیر نے مجھے میری رہائش گاہ پر بھیج دیا۔

سامون مجھ سے ہر وقت ہر طرح کا تعاون کرتے تھے اور انہیں مجھ پر پورا اعتماد تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک سوال بھی نہیں کیا گیا۔ اور ہم لوگ ٹراروں اور چیپوں سے سفر کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

ذہن میں کچھ خاکے مرتب کر لیے گئے تھے جن پر روڈگی سے کچھ دیر پہلے مارٹن ایسٹروپ سے ہونے والی ملاقات میں مشورہ کر لیا گیا تھا۔ لیپ لینڈ کے سفر کے لیے ہمیں اسٹاک ہوم سے نکلنے کے بعد وہ مخصوص شاہراہ پکٹنی پڑی ہوئی لیپ لینڈ کی جانب جاتی تھی۔ راستے کے مناظر انتہائی دلچسپ تھے۔ ہر دس بیس میل کے فاصلے پر دیہاتی لڑکیاں رواجی لباس میں ملبوس اسٹرابیری کے سرخ بیروں کی ٹوکریاں لیے سڑک کے کنارے کھڑی تھیں۔ ہمارے ڈرائیور نے بتایا کہ یہ اسٹرابیری کا موسم ہے۔ اور اسٹرابیری سوئیڈن کی خاص چیزوں میں شمار ہوتی ہے۔ راستے میں مختلف مناظر نکاموں کے سامنے آتے رہے۔ برتانی ملائے شروع ہو چکے تھے۔ ہمیں لیپ لینڈ کے شہر ”کیرونا“ جانا تھا، جہاں سے لیپ لینڈ میں داخل ہونا چاہیے تھا سوئیڈن کو چنگیوں اور جھیلوں کا ملک کہا جاتا ہے۔ اس ملک کے کل رقبے کا پچھن فیصد حصہ چنگیوں اور تیرہ فیصد دریاؤں اور جھیلوں

پر مشتمل ہے۔ صرف نو فیصد حصہ زیر کاشت ہے۔ کچھ دریاؤں کا رخ قدرتی طور پر شمال مغرب سے جنوب مشرق کی سمت ہے، اس لیے جب درختوں کو کاٹ کر شہتیروں کی صورت میں دریا میں بہا دیا جاتا ہے، تو یہ کٹری تپتی ہوئی بحیرہ ڈیلٹک کے ساحل پر پہنچ جاتی ہے، جہاں اس صنعت سے وابستہ فیکریاں قائم ہیں۔ میں نے ڈرائیور سے سوال کیا کہ کیا آبی ذرائع سے کٹری بھجیے کا طریقہ کار متینکا نہیں ہے، تو ڈرائیور نے جواب دیا کہ ایک اندازہ کے مطابق کٹری کا ایک شہتیر، آبی وسائل سے کسی نیند گاہ پر پہنچانا، ایک یوسٹ کارڈ کسی جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے سے بھی سستا طریقہ ہے بلکہ بعض کٹریاں ہے، یا فلٹک کی نیند گاہ پر کام کرنے والے دوستوں کے لیے کٹری کسی شہتیر کے ساتھ باندھ دیتے ہیں جو ان تک یہ حفاظت پہنچ جاتے ہیں۔

جگہ جگہ چنگیوں کے اندر مشینی آروں سے کٹائی ہوئی جی صنوبر شمشاد اور برب کے ہزاروں قد آور درخت اچھرا چھ بکھرے پڑے تھے۔

کچھ آگے بڑھے تو نیل کٹنے کے ٹول کے ٹول نظر آئے جو چنگی اور کھلے میدانوں میں گلیں کرتے پھر رہے تھے یہ طور یہ سفر سامونوں کے لیے کسی دلچسپی کا باعث بنا ہو یا نہ بنا ہو، لیکن میں ان مناظر کو اپنے ذہن کی کتاب میں درج کرتا جا رہا تھا۔ شام کے وقت ہم نے ایسی جھیل کے کنارے سفر کیا جو رقبے میں اتنی وسیع تھی کہ سمندر کا گمان ہوتا تھا۔ اس کے بعد میلوں تک بلبلاتے کھیت اور کسانوں کے خوبصورت گھر کے ”ورنامو“ پہنچے تو سورج چھپ چکا تھا۔ اور ورنامو میں ہم نے رات کا پہلا تاقا کیا۔ ڈوٹن کارلو بھی خاموشی سے ان مناظر کا جائزہ لیتی رہی تھی۔ اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

آدھی رات تک ہم سب بیٹھے، آنے والے وقت کے بارے میں سوچے رہے اور اس پر گفتگو کرتے رہے۔ برٹانی دنیا کا یہ سفر ہمارے لیے باعث دلچسپی تھا۔ دوسرے دن آگے کے لیے بڑھ گئے اور سارا دن سفر کرنے کے بعد کرونا میں داخل ہو گئے۔ اس جگہ کا ایک نیارمل شہر بنا ہو چکا تھا۔ کرونا آنے کے بعد ٹرار اور جھیلوں کا سفر ممکن نہیں تھا۔ اسکیو لینڈ کے سفر کے لیے کچھ اور انتظامات سببیں اسی جگہ کر لیے گئے۔ ہم ہم جوڑوں کے سے انداز میں برف کی وسیع دریغ دنیا میں داخل ہو گئے۔ ہم نے اپنا انداز ایسا ہی رکھا تھا جیسا کہ کھیل تملٹے دکھانے والوں کا ہوتا

ہے۔ ابتدائی ملاقات میں ہمارا کی ملاقات اسکیجو باشندوں سے ہوئی۔ یہ لوگ عام انداز میں زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ چچرا اور سفید کے دوڑوں کے درمیان انھوں نے اپنی چھٹی چھوٹی رقم پیش کرنا بھی نہیں چاہی اور غایوں اور نوری کی کھال کے لباس میں ملبوس، یہ باشندے بے حد خوش اخلاق تھے۔ اور جب ہم نے ان کے درمیان اپنا متا شتا پیش کیا تو وہ خوشی سے دیوانے ہو گئے کسی درخت کے نیچوں سے نکلے گئے مخرک میٹھی کھیر تم کے چیز تیار کر کے جہاں رات کے کھانے میں پیش کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی چاروں کی روٹی اور ایک مخصوص انداز میں پائیا گیا پیر جو شاید سان کی حیثیت رکھتا تھا، غرض یہ کہ ہم وہ کھانے کھاتے گئے جو اس سے پہلے نہیں کھاتے گئے تھے۔

پہلی بستی کے قیام کے بعد ہم نے آگے کا سفر اختیار کیا یہاں مشورہ دینے والا کوئی نہیں تھا۔ بلظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایڈری یا نیپرا اور سیکا وغیرہ کا یہاں کوئی وجود نہیں ہے۔ لیکن مجھے اب بھی شبہ تھا کیونکہ میں نے اس دوران جہاں بھی قدم رکھے تھے، کم از کم ایڈری یا میرے ضروری ملاقات ہوئی تھی۔ میں اب یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ مدرن ایسٹروال بھی میری طرف سے مشکوک ہے یا نہیں، لیکن یہ اندازہ آج بھی قائم تھا کہ وہ میرے ہر قدم سے باخبر رہتا ہے۔ میری کھائی پر وہ گھڑی اس وقت بھی بندھی تھی جس میں ٹرانسپیر تھا۔ رات کو میرے ذہن میں خیال آیا۔ اور میں نے تھوڑے سے فاصلے پر بہت کرانسیس پر ایڈری یا نیپرا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو اس میں ایک لمحہ بھی نہیں لگا۔ ایڈری یا نیپرا کی آواز باکل صاف سنائی دے رہی تھی اس نے کہا۔

» ہیلو! غزال! کیا تم یہ جانتا چاہتے تھے کہ میں اس وقت تمہارے قریب ہوں یا نہیں؟ «

» یوں محسوس ہوتا ہے، مسٹر یا نیپرا، جیسے آپ نے سامونوں سے خاص تربیت حاصل کر لی ہے «

» ارے نہیں۔ یہ نہیں ممکن ہو سکا آپ تک... جانا کہ سیکار میری گہری دوست ہے میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ مجھے اپنا کچھ فن دے دے۔ یا اپنی خصوصیات میرے اندر بھی پیدا کر دے۔ مگر ایسے لمحات میں وہ میری طرف احمقانہ نظروں سے دیکھنے لگتی ہے غالباً اس کے ذہن میں یہ تصور ہے کہ یہ سب کچھ دینے کی چیز نہیں۔ لیکن مسٹر غزال! دوسرے لوگوں کو طرح میں یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تم سامون نہیں ہو۔ میں نے تمہیں سامونوں سے ذرا بھی مختلف نہیں پایا... «

» یہ ایک مختلف موضوع ہے، مسٹر یا نیپرا اور میرا خیال ہے کہ ہم کبھی فرصت سے اس پر گفتگو کریں گے۔ اگر آپ کی نگاہ اب مجھے یہ ہے تو یہ میری خوش نصیبی ہے براہ کرم میری رہنمائی کرتے رہیں۔ کیا آپ کو یہ علم ہے کہ کس کس راستوں سے گذر کر کہاں تک پہنچ چکے ہیں؟ «

» نہ صرف علم ہے بلکہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ سامونوں نے اسکیجو لینڈ کی پہلی بستی میں کون کون سے کمالات کا مظاہر کیا ہے۔ ایڈری یا نیپرا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میرے دونوں جہڑے... «

» کیا سوچ رہے ہو مسٹر غزال! «

» کچھ نہیں مسٹر یا نیپرا میں یہ سوچ رہا تھا کہ ایک کی رپورٹ آپ کو دینا ہے کار ہے۔ آپ تو خود ہی سیدھے جانتے ہیں! «

» بالکل، ٹھیک جاب ہے۔ نقشے کے مطابق سفر کرتے رہو۔ میرا خیال ہے کہ انھیں اٹھارہ یا بیس گھنٹے سے زیادہ نہیں لگیں گے کہ تم لوگوں کی جاگیر باس کے علاقے میں داخل ہو جاؤ گے۔ آگے کی برف اور موسم یہاں کے علاقے میں سخت اور خطرناک ہے چنانچہ احتیاط رکھنا...! کیا سامونوں کو برفانی زندگی کا کچھ تجربہ ہے؟ «

» میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن اب تک میں ظاہر ہوتا رہا ہے کہ یہ زندگی ان کے لیے بھی اجنبی ہے! «

» تب ہمارے ساتھی تھیں ان راستوں کے خطرات سے محفوظ رکھیں گے۔ بے فکر رہو! «

زیادہ روز نہیں گزری تھی کہ میرے غمے کی وہ دیوار جو ڈون کاربو کے غمے کو جدا کرتی تھی ٹھوڑی سی اوپر اٹھی۔ اور میں چونک کر دوسرے دیکھنے لگا۔ ڈون کاربو کا چہرہ مجھ سے زیادہ دور نہیں تھا مجھے آنکھیں چھٹاڑے دیکھ کر وہ ایک دم جنس پڑی۔

» ڈون گئے۔ غزال... « اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

» ہاں شاید... میں نے مسکرا کر کہا۔

» بہت عجیب لگ رہا ہے۔ موسم کتنا سرد ہے؟ « ڈون نے کہا۔

» سوئیڈن کا یہی موسم ہے۔ کیا تم نے تھملا نہیں استعمال کیا؟ «

» مجھے اس میں الجھن ہوتی ہے، عجیب سا لگتا ہے! « ڈون کاربو نے جھینپے جھینپے انداز میں کہا۔

» سردی سے بچاؤ کا یہی ایک طریقہ ہے ڈون کہ تھیلے میں داخل ہو جاؤ اور اسے سر تک کس لو «

ڈون نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ مسلسل عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے فریوں کے پردے کی درمیانی دیوار گرا دی اور اس کا چہرہ میری نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔ ڈون کی نگاہوں کا مقبوم الفاظ کی شکل میں مجھ تک پہنچ گیا تھا لیکن جو کچھ وہ چاہتی تھی ممکن نہیں تھا۔ سردی سے بچاؤ کے سلسلے میں حالات کچھ اور ہی رخ اختیار کر سکتے تھے اور میرے لیے یہی سلسلہ تھا کہ میں اسے نظر انداز کر دوں۔ ڈون کی ذہنی کیفیت کا انداز اس سے پہلے بھی ہو چکا تھا لیکن یہ سب کچھ اب میرے لیے اجنبی نہیں تھا اور میں آسانی سے اس سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا۔

رات کو کسی وقت نیند آگئی۔ تھیلے میں بیدار ہونے والی گرمی نے برف کی سردی سے بچا لیا تھا اور صبح کی حالات پرسکون تھے۔ ہم نے ناشتے سے نارغ ہونے کے بعد چھو لدا ریاں سمیٹ لیں ہمارے وہ کاٹڈ جھینس بظاہر عام آدمی کہا گیا تھا اچھی خاصی رہنمائی کر رہے تھے۔ در یقیناً تنظیم کے ارکان نے ان کا انتخاب اچھی طرح سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ غالباً وہ برف کی زندگی کے بارے میں بھی کافی چھجھ جانتے تھے۔ کیونکہ یہاں سے انہوں نے قطار کی شکل میں راستہ ترتیب دیا تھا اور اس طرح برف پر آگے بڑھنے کے انتظامات کیے تھے آگے چل کر کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ سب سے آگے ان میں

سے ایک شخص ایک وزلی چیز منجھالے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے پیچھے ایک قطار میں دور تک باقی افراد پھیلے ہوئے تھے۔ موسم برفانی تھا آسمان پر صرف اتنی روشنی تھی کہ برف کی سفید چادر چمکی نظر آ رہی تھی۔ سورج کا نام و نشان نہیں تھا۔ ہمارے سامنے مغرب کی طرف حدنگاہ تک عظیم الشان پہاڑوں کا سلسلہ تھا اور چاروں طرف برف کا سحر بھرا ہوا تھا برف کا ایک بے پایاں سمندر جو ہمیں ہزاروں فٹ کی بلندی میں اٹھایا جا گیا تھا اور کہیں نا تا بلین گہرائیوں میں ڈوب گیا تھا تمام سامان کینوس کے تھیلوں کی شکل میں ہماری پشت پر لدا ہوا تھا۔ برف سخت نہیں تھی اس لیے سفر کی رفتار تیز نہیں ہو سکی اور دوپہر کے بعد موسم مزید تاریک ہو گیا اور پہاڑوں کا زور محسوس ہونے لگا۔ ہمارے گاٹڈوں نے فوراً ہی ہمیں خمیر زن ہو جانے کا مشورہ دیا یا ان کا خیال تھا کہ برفانی طوفان آنے والا ہے اور ان کا یہ خیال غلط نہیں تھا۔

تیز ہوا میں برف کے براوے کے ساتھ فضا کو دھواں دھواں کرنے لگیں اور سخت سردی ہو گئی۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم تھیلوں میں گھس جائیں اور اس طوفان کے ختم ہونے کا انتظار کریں۔ چنانچہ یہی کیا گیا تہذیب تیز ہوا میں چلتی رہی اور ہمارے غمے لڑتے رہے۔ یہ سلسلہ آدھی رات تک جاری رہا۔ رات کا کھانا بھی نہیں کھایا جا سکا تھا۔ موقع ہی نہیں تھا۔ اس کے بعد ہوا میں آہستہ آہستہ رک گئیں اور موسم معتدل ہوتا چلا گیا۔ تب آدھی رات کے بعد ہیٹ کا دوزخ بھرا گیا اور بھڑکات کا باقی حصہ ہونے کی کوششوں میں صرف ہو گیا۔ ان حالات میں اگر نیند چاہتی تو تعجب ہوتا۔ سب ہی جاگ رہے تھے اور اس صورت حال سے پریشان تھے۔ آنکھوں کی ایک غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی کہ وقتاً کسی کو خود سے بہت قریب پایا اور مجھے چونکتا پڑا۔ ٹھول کر دیکھا تو وہ ڈون کاربو تھے۔

» ڈون؟ « میں نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔

» میں۔ میں یہ سرد موسم برداشت نہیں کر سکتا، ڈون کاربو کی لڑتی آواز ابھری۔ لیکن ان لڑشوں میں صرف سر کی کے اثرات نہیں تھے۔ میں نے جلدے خاموش رہا تو ڈون نے کہا ہا! اطمینان رکھو کھانا نہیں جاؤں گی تمہیں! «

» اوہ۔ نہیں۔ میں تمہیں آدم خور نہیں سمجھتا، میں نے

ہنس کر کہا۔

دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”نہیں آ رہی ہے تو سوجاؤ“

”تم سوجاؤ روکوں گی نہیں تمہیں“

”ساموئیک میں موسم ایسا نہیں ہوتا ہے“

”نہیں، وہ دیکھئے وہاں تو اڑتے ہیں بولی۔“

”ہرف ہوتے ہی وہاں؟“

”نہیں، اس نے مختصر کہا پھر ناخوشوار تھا۔“

یہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا لیکن اسے پہلانے کھنا

چاہتا تھا۔ میرے دو تین سوالات کا جواب دینے کے بعد

اس نے خاموشی اختیار کر لی اور پھر کچھ نہ بولی البتہ ایک گھنٹے

کے بعد وہ میرے پاس سے چلی گئی۔

اس سفر کی مدت کا تعین غلط کیا گیا تھا۔ مارٹن ایئر نو

ویفر وہ خیال تھا سفر طویل نہیں ہوگا لیکن خراب موسم اور

برفانی طوفان نے صورت حال بدل دی تھی۔ دوسری صبح

سفر کا آغاز کیا گیا تو برف کچھ نہیں بول گئی تھی اور اس پر قدم چکر

چلنا مشکل ہو گیا تھا اس کے علاوہ موسم کے تیور جلتے جھکے

طوفان کسی بھی وقت آ سکتے ہیں۔

ساموئوں نے تو ایک یا بھی کسی تشریس کا اظہار نہیں

کیا تھا لیکن ہمارے کا ٹیفر پریشان ہو گئے تھے۔ ”یہ طوفانوں

کا موسم تو نہیں ہے نہ چلنے تو کم کیوں ہو گیا۔ اگر ہم اس برف

پر راستہ بھٹک گئے تو بڑی مشکل پیش آئے گی“ ان میں

سے ایک نے کہا۔

”کیا اس کے اسکان تہ ہیں؟“ میں نے پوچھا

”جو بھی سکتا ہے ہم لوگ بھی انسان ہی ہیں“ اس نے

ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

بہر حال سفر جاری رہا اور وہی ہوا جس کا قدم شہر تھا۔

زیادہ سفر نہیں طے کیا گیا تھا کہ ایک بار پھر ہوا میں چلنے لگیں

سردھکڑ اتنے شدید ہوئے کہ قدم جمانا مشکل ہونے لگا۔

سفر رک گیا۔ اب تو قریب کی چیز بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

ہواؤں کے شور کے سوا اور کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

ساموئوں ایک دوسرے سے چپٹے گئے تاکہ ہواؤں میں اڑ نہ

جائیں۔ دفعتاً مجھے ایسے پیروں کے نیچے سے زمین کا

محسوس ہوئی اور میں نے گننے سے بچنے کے لیے کسی نیز

ماری تھ کا سارا لینے کی ایک کوشش کی لیکن کوئی چیز باقی

نہیں آئی۔ مجھے نیکیکیوں محسوس ہوا جیسے میں کمرنگ

کسی دلدل میں دھنس گیا ہوں۔ بڑی مشکل سے اس دلدل

اور میں ہنس نکلا ہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اب ہمت نہیں

تھی کہ دو بار کسی کو پکاروں۔ آنا اندازہ ضرور تھا کہ یہاں تک

خود نہیں آیا کیا بلا لایا ہوں۔ ایسی کوئی بات سمجھ میں نہیں

آتی تھی کہ خود یہاں تک پہنچا گیا ہوں لیکن مجھے یہاں لانے

والا کون ہے۔“

کوئی آواز نہیں سنائی دی لیکن میں اچانک ہی ذہن

میں چیزیں ہی دیکھنے لگیں۔ یہ اشارہ تھا کہ کوئی ساموئوں

مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ میں نے جلدی سے

ذہن کیسویا اور جواب دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ تب

میرے دماغ میں ایک آواز ابھری۔

”تم ہوش میں آگئے؟“

”ہاں مگر تم کون ہو۔ سمجھو تو؟“

”جہاں ہو وہاں سے بائیں سمت چلو۔ ایک سرنگ

نہارا راستہ نظر آئے گا۔ اس سے گذر کر تم میرے پاس

آ سکتے ہو۔“

”لیکن میں نے کچھ نہیں کہا چاہا اور اس وقت میرے

دماغ کی ٹھٹھکی بند ہو گئی۔ میں ساکت رہ گیا۔ وہ کونسا

بے وزن مجھے شناسا ساموئوں میں سے کوئی مجھ سے

اس انداز میں گفتگو کرتے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ جنسی

مگر کون۔ کیا وہ جس کی تلاش میں ہم یہاں آئے تھے؟

سوچنا بیکار تھا۔ بہتر یہی تھا کہ اس کی ہدایت پر

عمل کیا جائے۔ چنانچہ میں نے بائیں سمت کا رخ اختیار کیا

اور چند لمحوں کے بعد ایک گول دروازے کے پاس پہنچ

گیا۔ اس دروازے کو میں غار کا دہانہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہاں

ہاتھوں کی تلاش تھی۔ دوسری طرف جی ہوئی سرنگ

بھی چوکور تھی۔ اس کی لمبائی کوئی پچاس ساتھ گز ہوگی۔ اس

کے بعد ویسا ہی دوسرا دروازہ نظر آیا اور میں بے تکان

اس میں داخل ہو گیا۔

یہاں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کوشش کے باوجود

مجھے کچھ نظر نہیں آیا پھر اچانک مجھ سے کوئی آواز گونج

ناصلے پر ایک روشنی چمکی اور دوسرے لمحے اس عظیم الشان

ہال یا گارن میں تیز روشنی پھیل گئی۔ مجھے سے چند گز کے

فاصلے پر ایک شخص نظر آ رہا تھا۔ چوکیا نہ لباس میں ملبوس

بلند و باقد قامت کا مالک۔ لمبی سفید ڈاڑھی سینے

پر پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن جیسے اور اردن کی بناوٹ اس

سفیدی سے ہم آہنگ نہیں تھی۔ میں اس کی آنکھوں میں

دیکھنے لگا۔

”تاؤ بانا۔ تیس واہوتی آجیوا۔ ہی کاؤ لوکی ہا کاؤ

اس کے منہ سے آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی کچھ طنزیہ

سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

”میں ساموئوں نہیں ہوں، میں نے جواب دیا۔

”تیس واہوتی۔ ہی کاؤ، وہ سمجھ لولا۔

”میں ساموئی زبان نہیں جانتا، میں نے سرد لہجے

میں کہا۔

”وکیا تمہارے الفاظ قابل تعین ہیں؟“ اس بار اس نے

اگر بڑی ہی کہا۔

”تم ان پر تعین کرنے کی کوشش کرو، میں آہستہ

سے بولا اور وہ تیرے نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

”یہ جہت ہے۔ اس سے پہلے ہی ساموئوں نے یہ

نہیں کہا۔ وہ دوسری جہت ہی باتیں کہتے رہے لیکن میں نے

یہ نہیں کہا کہ میں ساموئوں نہیں ہوں؟“

”وہ ساموئوں ہوں گے؟“

”اور تم؟“

”میں اس دنیا کا ایک انسان ہوں، میں نے جواب

دیا۔

”لیکن ساموئوں سے ذہنی گفتگو کر سکتے ہو، ان کی خصوصیت

رکھتے ہو؟“ اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”ہاں یہ حقیقت ہے۔“

”اس کی وجہ؟“

”بتا دی جائے گی۔ مجھے خود سے ہی سوالات کرنے

دو۔ تمام سوالات تم ہی کرو گے؟“

”چلو ٹھیک ہے مجھ سے کیا سوال کرنا چاہتے ہو؟“

اس نے مسکرا کر کہا۔

”تم کون ہو؟“ میں نے پوچھا۔

”ساموئوں، وہ خوش بھلی سے بولا۔

”کوئی پارٹی سے تعلق رکھتے ہو۔ موجودہ حکمران پارٹی

سے یا مصیبت زدگان سے؟“

”خود کو تعلق ظاہر کرنے کے لیے اچھا سوال ہے۔

تم نے کہا ہے کہ ساموئوں نہیں ہو لیکن ساموئوں کے بارے

میں سب کچھ جانتے ہو؟“

”ہاں یہ سچ ہے۔“

”کیوں۔ کس طرح؟“

”مجھے میرے سوال کا جواب دینے بغیر تم نے مجھ سے

پھر سوال کر دیا۔ کیا یہ درست ہے۔ چلو یہ بتا دو تمہارا

تا کیسے؟

» وی میں « اس نے جواب دیا اور میرے ذہن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ مسرت کا ایک غلبہ سا احساس میرے نگہ روپے میں سرایت کر گیا۔ اب تک کے جان لیوا سفر کی تمام صعوبتوں کا حائل مل گیا تھا۔ ہم نے گتہ سرور اہوں میں سے ایک اور کو پالیا تھا۔ لیکن اس خیال کے ساتھ ہی وقتاً مجھے دوسرے لوگوں کا خیال آ گیا۔ وہ جو میرے ساتھ ہی برتائی ٹونان میں گھر گئے تھے۔ میں نے شدت جوش دیا کر کہا۔

» مسروے میں کسی بھی دوسری گھنٹوں سے قبل آپ ان لوگوں کے بارے میں بتائیے جو میرے ساتھ تھے اور برف کے ٹونان کا شکار ہو گئے تھے۔ کیا وہ سب آپ کی تحویل میں ہیں؟ «

» تمہارے سوا اور کوئی جبین نہیں ملا «

» کیا واقعی؟ «

» ہاں لیکن ان کی تلاش جاری ہے « وی میں نے کہا۔
» اگر آپ انہیں تلاش کر کے ان کی زندگیاں بچانے میں ناکام رہے تو آپ کو اپنی زندگی کے سب سے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا مسروے میں۔ کیونکہ ان میں والی مین لیوس اور تھو ساس بھی ہیں اور ڈوٹن کا لوبہ بھی ہے۔ اور بیس صہبت زدہ سامون ہیں جن کا تعلق بیچرہ حکمران پارٹی سے نہیں ہے «

» وی میں اچھل پڑا « کیا تم سچ بول رہے ہو؟ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

» میرے سچ جھوٹ کی تصدیق تم بعد میں کر لینا۔ اگر بچا سکتے ہو تو ان لوگوں کی جان بچاؤ « میں نے کہا اور وی میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کئی منٹ تک کھڑا رہا۔ اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ڈہنی ٹراسی میٹر پر اپنے ساتھیوں کو احکامات دے رہا ہے۔ چند لمحات کے بعد وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر اس نے میری طرف گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

» وہ جو کوئی بھی ہیں اگر زندہ ہیں تو یہاں پہنچ جائیں گے لیکن کیا تم مجھے یقین دلا سکتے ہو کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ درست ہے؟ «

» ہاں میں خوششکر کہتا ہوں « میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

» آؤ وہ بولا اور مجھے ساتھ لے کر اس عظیم الشان

ہال کے ایک گوشے میں پہنچ گیا۔ پھر ایک چھوٹے سے سوڈا کے پتھر لے کر صحن کو کھول کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ اندر اس کی سادہ سی آرام گاہ تھی جس میں تھوڑا سا درویشانہ سامان تھا۔ مین بریستر بچھے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے بھی وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر بولا: « اگر تم بچو تو تم سامون نہیں ہو تو میرا ذہنی بیخام تم نے کیسے وصول کیا بیگہ تنظیم کے لوگ ایسی کوئی تولی نہیں رکھتے «

» اوہ تم تو تنظیم کے بارے میں بھی جانتے ہو! « میں نے جبرکت کر کہا۔

» میں بہت کچھ جانتا ہوں دوست۔ لیکن کیا تنظیم کے ارکان نے خود بھی سامونوں جیسی خصوصیات اپنائی ہیں؟ اس کے لیے تو طویل ریاضت کی ضرورت ہے۔ یہ وہ بولا۔

میں تنظیم کے کوئی تعلق نہیں رکھتا لیکن اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں مجھے علم ہے کہ تنظیم تم لوگوں کی تلاش میں ہے اور مجھے تعجب ہے کہ وہ اب تک تمہیں کیوں نہیں تلاش کر سکی «

» اس کے لیے اسے برف کی قبر میں دفن ہونا ہو گا۔ زہی لوش نے اس تنظیم کی مدد سے ہم لوگوں کی تلاش کا منصوبہ بنا یا ہے جب کہ وہ گدھا ہے جاتا ہے کہ پانی کی گہرائیوں میں جزدگر کے ناسلے سے بھی خیالات مشتعل نہیں کیے جا سکتے شامیاس نے ان لوگوں کو بھی یہ بات نہیں بتائی اور یہ جگہ « ابھی وہ اتنا ہی بولا تھا کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر لے جاؤں کر دیا۔ کالی پرندگی کھڑی میں پشیدہ ٹراسی میٹر وی میں کے لیے خطرناک ہو گیا تھا۔

وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگا اور میں نے اسے گھڑی کی طرف متوجہ کیا۔ لیکن وہ تجھ نہیں سمجھ سکا۔ تب میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے گھڑی آٹار کر اس کی طرف بڑھا دی۔ وہ گھڑی ہاتھ میں لے کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے اس سے ذہنی رابطہ قائم کر کے کہا۔

» وی میں یہ گھڑی ایک ٹرانس میٹر ہے اور اس کے ذریعے تنظیم کے ارکان تمام گھنٹوں میں رہتے ہیں۔ پہلے اس کے لیے کوئی مقولہ بندوبست کرو اس کے بعد ہم غنٹوں کو رس گے! وی میں مسکراتے لگا۔ پھر بولا: « ان غاروں کی چھت کے اوپر لاکھوں ٹن وزنی برف کے تودے ہیں جن کے نیچے ہر طرح کے شریاتی رابطے کا کارہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم ذہنی رابطے بھی نہیں قائم کر سکتے تم اس طرف سے بے فکر رہو۔ اور اگر تم اسے کوئی خطرہ سمجھتے ہو تو چھڑنا لے کر دو «

» میں ایسا نہیں کرنا چاہتا « میں نے خیالات کی زبان میں کہا۔

» دلچسپ اور پراسرار آدمی ہو۔ مجھے اپنی ذات کے علم میں گرفتار کرنا چاہتے ہو۔ بہر حال تمہاری باتیں مجھے پسند آ رہی ہیں۔ مگر وہیں اس کا بندوبست کیے دینا ہو! اس نے کہا اور پھر گھڑی کو پتھر کے ایک برتن میں رکھ کر برتن اوپر سے بند کر دیا۔ اس برتن میں ہوا کا گذر ناممکن نہیں اس لیے اب کوئی بات باہر نہیں سننی جا سکتی «

میں نے ایک گہری سانس لی اور سوچا کہ اس کے یاد چور کچھ ہو جاتا ہے تو مجبور ہی ہے۔ وی میں دوبارہ میرے نزدیک آ بیٹھا۔ میں نے کہا۔

» وی میں مجھے ان لوگوں کے سلسلے میں سخت تشویش ہے اگر انہیں کچھ ہو گیا تو تمہارے مشن کو سخت دھچکا لگے گا «

» پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ تم کون ہو۔ میں نے ان کی تلاش کے احکامات دیدے ہیں۔ برف کے اس سمندر میں وہ جس حالت میں بھی ملے یہاں پہنچ جائیں گے «

» میرا نام منزل ہے اور میں اسی دنیا کا انسان ہوں۔ میری سب سے پہلی ملاقات گوہن سے ہوئی تھی اور... «

میں نے مرحلہ دہرائی ساوا ٹی، گوشائی، لیوس اور تھو ساس کے بارے میں بتایا اور پھر یہاں تک آنے کی کہانی، تنظیم کے بارے میں تفصیلات، اپنا اس سے رابطہ سب کچھ وی میں کو بتا دیا۔ پس گوہن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تاکہ کوئی گڑبڑ بھی ہو ملے تو وہ محفوظ رہے۔

» وی میں کے تاثرات بدل گئے۔ اس نے بے یقینی سے کہا: « بانی تو راسا اگر یہ سب سچ ہے تو... « اچھا تم یہاں آرام کرو۔ جو کچھ تم نے کہا وہ کوئی دوسرا نہیں کہہ سکتا تم یہاں آرام کرو۔ میں خود سارے حالات دیکھتا ہوں۔ براہ کرم پھر سکون رہنا۔ باقی باتیں تم سے بعد میں ہوں گی! «

» ٹھیک ہے۔ میں بھی ان لوگوں کی خبر گیری کو دوسری تمام باتوں سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں «

» وی میں چلا گیا اور میں زمین پر بچھے لیستر لیٹ گیا۔ سمیٹوٹا اور دوسرے لوگوں کے سلسلے میں، میں نگرند تھا۔ اگر وہ برتائی ٹونان میں موت کا شکار ہو گئے تو کھیل بگڑ جائے گا۔ ذہنتاً مجھے اس ٹرانس میٹر گھڑی کا خیال آ یا اور میں جلدی سے اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ گھڑی نکالی مگر میں نے اس کا ٹرانس میٹر سوچ آ نکیا۔ لیکن وی میں کا کہنا درست نکلا۔ گھڑی کے نچھ سے اسچیکر پر ہوا کا

شور بھی نہیں اٹھا رہا تھا۔ دیر تک میں اسے ہر طرح ٹرائی کرتا رہا لیکن اس کا بیخام وصول نہیں کیا گیا۔ اس کی مشینری قطعی بیخام ثابت ہوئی۔

» کئی گھنٹے گذر گئے۔ پھر وی میں واپس آیا۔ اس کا چہرہ پراسرگون تھا اور انداز میں بھی تبدیلی نظر آ رہی تھی۔

» تمہیں خوشی ہو گی کہ وہ سب مل گئے «

» اوہ۔ وہ خیریت سے تو ہیں؟ «

» ہاں لیکن انہوں نے عارضی موت اختیار کر لی ہے «

» عارضی موت؟ «

» ہاں وہ یہ مان ہیں «

» میں انہیں سمجھا «

» سامونوں نے بہت سی باتیں تمہیں نہیں سمجھائیں مسٹر منزل! ہم لوگوں کا جسمانی نظام تمہارے جسمانی نظام سے تھوڑا سا مختلف ہے۔ سخت اذیت کا عالم ہو تو ہم اپنے احساسات کو بے جان کر لیتے ہیں اور ہمیں اذیت سے نجات مل جاتی ہے۔ اس حالت میں اگر ہمارے اجسام توڑ چھوڑ رہے ہوں تو دوسری بات ہے ورنہ ہم ٹھیک رہتے ہیں۔ دوسرا عارضی موت کا لوبہ۔ زندگی کا کوئی راستہ

نہ رہے تو ہم عارضی موت اپنا لیتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے جسموں کو بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارا ہاتھ توڑ دو گئے تو اس کی جگہ دوسرا ہاتھ آگ آئے گا۔ سر کیل کر پاش پاش کر دو گے تو وہ کچھ وقت کے بعد اپنی اصل شکل اختیار کر لے گا۔ عارضی موت کے عالم میں ہمیں ابدی موت نہیں دی جا سکتی۔ وقت پورا ہونے کے بعد ہم جس عالم میں جائیں گے وہ وہی ہو گا جو عارضی موت اپناتے وقت تھا «

» اوہ... تو وہ عارضی موت کے عالم میں ہیں؟ «

» ہاں، صرف وہ جو سامون ہیں «

» کیا مطلب؟ «

» جو سامون نہیں ہیں وہ مر چکے ہیں۔ ہمیں چار لاشیں بھی ملی ہیں جو سامونوں کی نہیں ہیں «

» یہ تنظیم کے لوگ تھے؟ میں نے کہا۔

» برتائی ٹونان میں سروی سے ان کے پھیلے پھیلے گئے۔ میں ان کی لاشیں اٹھا لیا ہوں «

» باقی لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟ «

» چوبیس « وی میں نے جواب دیا۔

» گڑ۔ وہ اتنے ہی تھے؟ میں نے کہا پھر بولا: « کیا تم نے ان کا شناخت کر لی ہے؟ «

کے بنایا۔ سوائے اس کا جواب زیادہ طویل نہیں ہے ساموینکا سے نکلنے کے بعد جب تقدیر اور حالات نے ہمیں تہاری سرزمین پر لا ڈالا اور ہم سب منتشر ہو گئے تو ہم نے ہوش سنبھالنے کے بعد بیلے تہاری ڈیڑھا گھوڑا کھانا کھانی طور پر بھی اودھی طور پر بھی ہمیں یہ اندازہ ہوا کہ ہماری نسبت تم زیادہ تو ہم پرست ہو اور ایسی چیزوں سے بہت متاثر ہوتے ہو چنانچہ تمہارے درمیان زندگی۔

گذرانے کے لیے ہمیں اپنے روزمرہ کے معمولات کو شدیدہ باہی کی شکل دینی پڑی تاکہ تم لوگوں کو متاثر کیا جاسکتا ملا کر تیرہ گز ہمارا زندگی میں عام حیثیت رکھتے تھے تم لوگ اپنی دنیا میں جیسے سامنے کہتے ہو ہمارا دنیا میں یہ صرف علم کا درجہ رکھتے تھے اور تم شخص کوئی ذکوئی علم رکھتا ہے تہاری زبان میں اس علم کو ہوا بھی کہا جاسکتا ہے لیکن وہ ہمارے ہاں کی سائنس ہے ہمارے جاؤ گے اپنے اس علم کے ذریعے جو علم کرتے ہیں وہ تہاری دنیا میں سائنس کے ذریعے کیا جاتا ہے نام ہی بلا ہلے روزہ اور کوئی خاص فرق نہیں ہے ہمارے ہاں مٹی میں نہیں ہیں

جو لوہے پلاسٹک اور ایسی ہی دوسری چیزوں سے بنا کر تم لوگ استعمال کرتے ہو بلکہ ہمارے ہاں اپنے اجسام میں علم کے ذریعے وہ تبدیلیاں کر لیتے ہیں جو تہاری سائنس کا ساتھ دے سکیں چنانچہ بر فانی دنیا کے معصوم باشندوں کو میں نے اپنے علم سے مسحور کیا اور اس کے بعد وہ میرا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے۔ انہی کی مدد سے میں نے برف کے نیچے دفن ان غاروں کو دریافت کیا اور یہاں اپنی ایک مضبوط پناہ گاہ تعمیر کروائی تاکہ ساموینوں کو یہاں جمع کر سکوں یہ کام میرے لیے مشکل نہیں ثابت ہوا تھا۔

”گوئیام لوگ فطری طور پر درویش صفت رکھتے ہو۔ گوشانی نے ویلیٹی کے نام سے جنت کے قہانگی باشندوں کو اپنا ساتھی بنایا تھا سمبوتو کے اندر بھی درویشی ہی پائی جاتی ہے کسی طرح سوکان بھی ایک درکار میں رہا ہے بن گیا تھا۔ بہر حال تمہارا لشکر یہ کہ تم نے اپنی روایات کو تو کر لیا ہے بارے میں بتا دیا۔“

”میں ایک شدید احساس کا شکار ہوں مسٹر غزالی“
دی میں نے کہا۔
”کیا۔؟“

”آئے ولسے وقت میں جب ساموین مجھے یہ بتائیں گے کہ تم ان کے بے لوث ساتھی رہے ہو اور تمہارے ساتھ میرا رویہ دیکھیں گے تو مجھے شدید مشر مندگی کا شکار ہونا پڑے گا اس لیے میں نے اپنے انداز میں یہ تبدیلی

اور بھی بہت سے ایسے مسئلے ہیں جنہیں مد نظر رکھتے ہوئے ہم نہیں چاہتے کہ ساموینکا میں میری دنیا کے اثرات داخل ہوں۔ جب کہ زلی لوش اور اس کے گردہ کے افراد اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ ساموینکا پر میری تسلط قائم کر دیا جائے ہم اس کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوتے زلی لوش نے ہمیں ساموینکا سے نکلنے کا منصوبہ بنا

لا اور ہم جو اپنے لیے کوئی بھر پور مقام تلاش کر کے ذیوش کا مقابلہ کرنے کا منصوبہ بنا ہے اسے اس کا شکار ہو گئے زلی لوش چاہتا تھا کہ ہم سب موت کی آغوش میں پہنچ جائیں اور اس نے اسی کی تیاریاں کی تھیں۔ لیکن تقدیر نے ہمارے لیے موت نہیں کھنی تھی جن مہندی اتوں سے ہمیں باہر کی دھانک بھیجا گیا اور وہاں ہمیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی گئی وہی ہمارے راجھا بنے لیکن ہم سب منتشر ہو گئے اور جگہ جگہ پھیل گئے پھر بعد میں زلی لوش کو اپنی اس ناکامی کا علم ہو گیا

پھر پھر اس نے ساموینوں کو ہماری تلاش میں بھیجا وہ کس طرح یہاں تک پہنچے یہ بات ہم نہیں جانتے لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہمیں علم ہو گیا کہ ہمارے دشمن سامون ہماری زندگی کے بارے میں جان گئے ہیں ہم چونکہ منتشر ہو گئے تھے اور زمین کے نیچے چھپے پھر یہیں تلاش کیا جا رہا تھا اس لیے ہم فاموش بیٹھے رہے اور ایک دوسرے کی تلاش میں سرگرداں رہے تاکہ کسی ایک جگہ جمع ہو کر ہم اپنے آئندہ اقدام کے لیے ایک فیصلہ کر سکیں اسی دوران ہمیں علم ہوا کہ گوین اپنا اپنا تہا توڑاں کھو بیٹھا ہے اور اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا ہماری سب سے بڑی بد نصیبی تھی ہمارا حکمران ہمارا بلاشبہ ہمارا ہمسر بھی طرح پر ہم نہیں پہنچ سکتا تھا کیوں کہ پہلے اس ایک دوسرے کو پہچاننے کا ذریعہ وہ ذہنی رابطہ ہی تھا ذہنی رابطہ یعنی کی حالت میں ہی قائم کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہم بد نصیبوں کی کہانی مسٹر غزالی آپ کو علم ہو گیا ہو اگر ہم سب اپنے معاملات میں اس قدر محتاط کیوں رہتے

تھے درحقیقت بات یہ ہے کہ ہمیں ساموینوں سے آہ تمہاری دنیا کے لوگوں کا خوف۔ ہوتا ہے کیونکہ ان کے سامنے ہماری قوت بے بس ہے یہ ان کی سرزمین ہمارے کہ نہیں ساموینوں نے جس تنظیم کا سہارا لیا ہے اس کے بارے میں میری معلومات جاتی ہیں کہ وہ انتہائی اہم اختیار ہے اور یہ قوت رکھتی ہے کہ ہمیں شدیدہ مان پہنچا سکے۔ زلی لوش کے لوگوں نے ان سے وعدہ

کیا ہے کہ وہ انہیں ساموینکا میں آباد کریں گے۔ اور ساموینکا کے اقتدار میں انہیں بھی حصہ دیا جائے گا تنظیم کے ارکان بھی اپنے اقتدار کے خواہش مند ہیں چنانچہ انہوں نے یہ شرط تسلیم کر کے ہمارے خلاف کارروائیاں شروع کر دی ہیں اور وہ دینا کے پتے پتے میں ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔“

میں خاموشی سے پوری کہانی۔ بتا رہا کہ کہانی مختلف ٹکڑوں میں میرے سامنے آئی رہی تھی لیکن آج کچھ زیادہ تفصیل سے سننے کو ملی تھی۔ یہ جان کر شدید حیرت ہوئی کہ گو میں ساموینکا کا سربراہ تھا۔ گو کیا اصل بات یہ تھی کہ وہ تمام لوگ منتشر ساموینوں کو جمع کر کے گوین کی مہم کے لئے روانہ ہوئے تھے اور وہاں ہمیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی گئی تھی اور انکشافات بھی ہوئے تھے ساموینکا کے بارے میں مثلاً وہاں کی سائنس، کیا وہ ایک ایسی دنیا تھی۔

دی میں کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور وہ چونک پڑا۔ ”تم نے تو مجھے سب کچھ ہی بتا دیا وی میں۔“

”ہاں، کچھ عجیب سلگ رہا تھا مجھے تم سے انجان کوئی نہیں چاہتا لیکن ذہنی غزالی مجبوراً مجھے بتانے لیا کچھ کراتی ہیں میں نے جس طرح صورت حال تمہیں بتائی اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں غیر خاص نہیں ہوں بس ہم میں سے ہر سامون حالات کا شکار ہے اور اپنی مجبوریوں کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔“ میں خاموشی سے گردن ہلاتا رہا پھر میں نے کہا۔

”جنتا کچھ تم نے بتا دیا ہے وی میں اس سے زیادہ تم سے کچھ معلوم بھی نہیں کرنا چاہتا میں نے تو ان لوگوں کو بھی مجبور نہیں کیا جن کی میں نے قدم قدم پر معاونت کی ہے تاہم اطمینان رکھو تمہیں اپنے اس انکشاف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی وی میں نے غلط اندازہ لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور اس کے بعد مضحکہ سے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔“

”اجازت دو۔ بے پناہ مسروریت میں ان لوگوں کے سینے پر ہرہ کران پر لگا رکھی ہی پڑی ہے تاکہ ساموینوں کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔“ میں نے گردن ہلا دی تھی۔ لیکن کوئی مسروریت نہیں تھی میں اب پہلے سے کسی قدر مطمئن تھا جب بھی کبھی ذہن پر محران سوار ہونا ان سونے والے لوگوں کے پاس پہنچ جاتا۔ دینا سے بے خبر ہو کر بلکہ حالات

سے خوف زدہ ہو کر انہوں نے اپنے بدن موسم کے سپرد کر دیے تھے اگر میں بروقت ان کی مدد نہ کرتا اور وی میں کو یہ نہ بتاتا کہ یہ لوگ برفانی طوفان میں گھسے ہوئے ہیں تو وی میں ان کے اجسام کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کرتا اور ایسی حالت میں بہ برف کے لاکھوں ٹن وزنی تودوں کے درمیان دفن ہو جاتے اور اس کے بعد اگر مقررہ وقت پر جاننے کی کوشش بھی کرتے تو کیا ان تودوں کے پیچھے سے زندہ نکل سکتے تھے ناممکن تھا گویا ان چالیسے انفرادی کہانی جن میں ساموئیکا کے دو بڑے بھی شامل تھے برف کے پیچھے ہی ختم ہو جاتی اور دینا کبھی بھی نہ جان پاتی کہ ساموئیکا کے یہ باشندے کہاں غائب ہو گئے انھیں دیکھ کر بار بار میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی تھی یہ شستر موٹا تھے ریت میں چہرہ پھپھاپنے والوں کی مثال تھے چند روز اور گزر گئے اور اس کے بعد باہر کا موسم کسی قدر بہتر ہونے لگا اور اسی بہتر موسم میں ایک دن غار میں موجود ساموئوں کے درمیان ایک بھیل سمجھتا ہوا گئی میں نے اس بارے میں معلومات حاصل کیں تب پتا چلا کہ گوشانی آگئی ہے یہ اطلاع سن کر مجھے بھی اتنی ہی خوشی ہوئی تھی جتنی ساموئوں کو ہو رہی ہوگی چونکہ اب غاروں میں میری نقل و حرکت نگاہ میں نہیں رکھی جاتی تھی اور میں کہیں کسی بھی جگہ جا سکتا تھا۔ اس لیے میں نے اسی سمت کا رخ کیا جہاں سے ایک بار میں دی بن کے ساتھ باہر کا نظارہ کر چکا تھا۔

سولج سے باہر نکل کر میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی بائیں سمت چھوٹیوں کی ایک قطار نظر آرہی تھی۔ موسم صاف تھا اور برف چاندی کی طرح چمک رہی تھی اس چاندی کی طرح چمکتی ہوئی برف پر انساؤں کا ایک کافی بڑا گروہ آ رہا تھا اور اس کا رخ اسی جانب تھا انھیں دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ گوشانی تمام ساموئوں کو سمیٹ لائی ہے پتا نہیں وی میں نے اس کے استقبال کے لیے کیا کیا ہے میں وہیں بیٹھ کر نظارے کرتا رہا۔

پھر وہ لوگ غاروں کے قریب پہنچے گئے برف کی اس عجیب و غریب دنیا میں وی میں نے زیر زمین جو جال پھیا تھا وہ بھی ناقابل یقین ہی سا لگتا تھا۔ لیکن اب حیرت کا کیا سوال تھا میں خود بھی ان تمام چیزوں کا نظارہ کر چکا تھا گوشانی اور اس کے ساتھ تقریباً دو سو ساموئ غاروں کی زیر زمین دنیا میں گم ہو گئے اور میں وہیں

بیٹھا اطراف کا جائزہ لیتا رہا کہ کہیں کوئی اور توان کا ٹھکانہ نہیں ہے بظاہر اس کے آثار نظر نہیں آتے تھے جملے کے لیے مجھے اب بھی یہ احساس رہتا تھا کہ یہ لوگ میری زبان میں نہیں اور مجھ پر اتنی ہی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جتنی ذمہ داریاں میں نے گوئین کے سلسلے میں قبول کی تھیں گوئین کا کارڈا بھی تک میرے ہاتھ میں تھا سوائے چند لڑکے کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے یہاں تک کہ میں نے وی میں کو بھی اس کے بارے میں نہیں بتایا تھا میں اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا خود سے گوشانی کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا ڈرا اندازہ تو لگایا جاتا کہ وی میں میرے بارے میں اس سے کیا کہتا ہے اور اس کے بعد وہ کیا محسوس کرتی ہے۔ کافی دیر گزر گئی اور اس کے بعد میں نے اپنی رہائش گاہ کے بیرونی حصے میں قدموں کی آہٹیں سنیں۔ پھر کوئی اندر داخل ہو گیا اور میں نے گوشانی یا ویلینی کو اپنے سامنے کھڑے پایا وہ بھی اس کے برابر کھڑا ہوا تھا۔

گوشانی کی شخصیت میں ایک عجیب سی نمکنتی تھا پہاڑوں کی حکمران ملکہ گوشانی جس طرح تربیت کے قابلوں پر حکومت کر رہی تھی اور جس طرح مہارت سے انہیں بٹھا رکھا تھا وہ قابل قدر بات تھی اور یقیناً اس کی شخصیت کا ایک حصہ بھی میں کھڑے ہو کر اس کا خیر مقدم کرنے پر مجبور ہو گیا گوشانی مجھے دیکھنے لگی پھر چند قدم آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی پھر اس نے اپنا دایا ہاتھ سبھا کیا اور اسے میرے شانے پر رکھ دیا۔ یہ دوستی کا اظہار تھا۔ اس کے بعد وہ آہستہ سے بولی۔

”مسٹر گاڈال۔ تم سے اس طرح پیش آنے کو جی چاہتا ہے جیسے کوئی اپنے بالکل قریبی دوست یا عزیز سے ملے لیکن بعض اوقات جھگڑا مانع ہوتی ہے مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تم مجھے یہاں ان غاروں میں مل جاؤ گے آہ تمہارا بارے میں جان کر جس قدر مسرت ہوئی ہے میں بیان نہیں کر سکتی وی میں نے ایک شخص کا تذکرہ خاص طور سے کیا حالانکہ ہمارے درمیان ابھی کوئی بات ہی نہیں ہوئی صرف ایک دوسرے کی تیریت دریافت کی تھی مگر لیکن اس سے اظہار ہوتا ہے کہ وی میں بھی تم سے کس قدر متاثر ہے کہ اس نے فوراً ہی تمہارا تذکرہ کیا اور گاڈال تمہارا نام جس طرح ذہن سے چپکا ہوا ہے وہ تو سوچنے بھی نہیں دیتا کہ تم کون ہو گے میں دلوانہ وار اٹھ کھڑی ہوں

تھی اور میں نے وی میں سے لپچا تھا کہ کیا وہ یہاں موجود ہے اور جیسے مجھے یہ اطلاع ملی کہ تم یہاں ہو تو میں فوراً ہی ڈوٹری چلی آئی وی میں گاڑا، ہمارا وہ عظیم دوست ہے جس کے بعد دوستی کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ اس نئی دنیا میں طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس جیسا انسان ہمیں کوئی نہیں ملا یہ سمجھ لو کہ ایک طویل عرصہ سے اس نے ساموئیل کی بے مثال خدمات انجام دی ہیں اور چلنے کتنی بار اپنی زندگی داؤ پر لگا کر اس نے ہمارے مفادات کا تحفظ کیا ہے۔ وی میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلاتی اور آہستہ سے بولا۔

”وہ تمام پردے چاک ہو گئے مسٹر گاڑا، جو میں نے مجبور یوں کے تحت اپنے اور تمہارے درمیان ڈال رکھے تھے اور اب جو گفتگو ہوگی اس میں تمہاری شرکت یقینی ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ہم لوگ ابھی تک اپنی معلومات کا تبادلہ نہیں کر سکتے لیکن اب اطمینان سے بیچ کر گفتگو ہوگی۔“

”آؤ گاڑا آؤ۔ مجھے واقعی امید نہیں تھی کہ ہمارے مفادات کا مرکز یہاں ان غاروں میں ہو گا۔ گوشتانی نے بے لگنی سے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم یہاں سے چل پڑے وی میں عہدے اور اختیار میں گوشتانی پر فزیت رکھتا تھا کیونکہ اس کا تعلق پانچ بڑوں سے تھا اس لیے گوشتانی اس کے سامنے موڈ نظر آ رہی تھی تاہم وی میں کا تعاون اور انداز اس کے ساتھ دوستانہ تھا۔ میرے ساتھ وہ لوگ ایک بڑے سے ہال میں آ بیٹھے اور وی میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تمہارے ساتھیوں کے لیے معقول بندوبست کر دیا گیا ہے۔ سامون آرام کر رہے ہیں اس لیے تمہیں ان کی جانب سے کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے۔“

”نہیں وی میں، میں نے تمہاری امانت جس حد تک ممکن ہو سکتی تھی، جمع کر کے تمہارے سپرد کر دی ہے اور اب میں ان کے لیے بالکل مطمئن ہوں۔ لیکن میں حالات کے بارے میں جاننے کی خواہش مند ہوں بشرطیکہ تمہیں کوئی ”آہ گوشتانی دل تو یہ چاہتا ہے کہ اس دوران کی ایک ایک یاد دوہرائی جائے، لیکن ہم ابھی اس کی کیفیت میں نہیں ہیں کہ ایک دوسرے سے دل کی باتیں کریں ابھی تو حالت جنگ جاری ہے اور کامیابی بنانے کتنی دور۔ تم نے مسٹر نرائی سے فوراً ہی ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی

اور اس کے بعد وائی میں، تمہو ساس، لیوس، ڈونن کار بو اور لقیہ تمام افراد موسم کی سختی برداشت نہ کرتے ہوتے اور موت کو قریب دیکھ کر کوتول وی میں کے ایک عارضی موت اپنا کر گہری نیند سو گئے۔ وہ ان ماہوں میں موجود ہیں۔“

گوشتانی تجرنا انرازمیں، میری کہانی سن رہی تھی، ان لوگوں کی یہاں موجودگی کے بارے میں سن کر وہ ایک بار پھر مضطرب ہوئی۔

”آہ میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں کیا میں انہیں دیکھ سکتی ہوں وی میں؟“

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ظاہر ہے اس میں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن ابھی کچھ باتیں تشریح کرنی ہیں، ان پر بھی گفتگو کرنی چاہئے۔ لیوس تمہو ساس ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں اور تمہارے ان ساتھیوں کی امداد کے بعد کیا تمہیں اندازہ ہے کہ مزید کتنے ساموئیل متہرین۔“

”ہم کل کتنے افراد تھے وی میں، تمہارے ذہن میں ہے؟“

”ہاں ہماری تعداد تقریباً چار سو تھی، مقامی گتی کے مطابق پندرہ سو اور ابھی صرف بیس سو کے قریب افراد باقی مل سکے ہیں۔ دو سو وہ جو تمہارے ساتھ آئے ہیں تیرا نامی کے قریب وہ ہیں جو میرے لیے کام کر رہے ہیں، اور شاید خاصی بڑی تعداد گائی ہاکے پاس ہوئی، جس کے صحیح اعداد و شمار میرے پاس نہیں ہیں۔“

”گائی ہاکے گوشتانی کے ساتھ میں بھی اچھل پڑا۔“

”ہاں مسٹر گاڑا۔ آپ سے معذرت خواہ ہوں کہ ابھی تک گائی ہاکے بارے میں کوئی تذکرہ آپ سے نہیں ہو سکا گائی ہاکے وقت افریقہ میں موجود ہے، اور ایک افریقہ قبیلے کے سربراہ کی حیثیت سے وہاں رہتا ہے بہت سے سامون اس کے پاس پہنچ چکے ہیں اور وہ ان کی مدد سے افریقہ کے ایک ایسے علاقے میں جو عام لوگوں کی پہنچ سے دور ہے کارڈائیوں میں مصروف ہے، اس کا مجھ سے رابطہ قائم ہے اور وہ کافی کام کر چکا ہے۔“

”اوہ گوشتانی۔ میڈم گوشتانی۔ میرا خیال ہے ہمارا کام تقریباً ختم ہو گیا۔ کیا تمہیں پتہ ہے؟“

گوشتانی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھ دیکھا اور پھر مجھے سے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

”کہاں گاڑا۔ کہاں، ابھی کہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پھر سے ہرگز کی بہت بڑی تعداد مل چکی ہے،

نمائندوں کے ذریعے گرفتار کر لیتے ہیں میں ان حالات سے نہ ہی رہا تھا کہ مسٹر گاڑا میرے ہاتھ لگ گئے۔ اور باقیہ اپنی کے ذریعے مجھے لیوس اور تمہو ساس لے۔ وائی میں لا اور مزید بیس سامون ملکہ ایس افراد، جن میں ڈونن کار بو بھی شامل ہے، لاسا کی بیٹی۔“

”اوہ۔ تمہو ساس، لیوس، گاڑا نے گوشتانی نے آخری بات میری طرف دیکھ کر کہی تھی۔“

”ہاں میڈم گوشتانی۔ میں لیوس اور تمہو ساس کو حاصل کر چکا ہوں، اور ان کے حصول کے لیے جو کچھ کرنا پڑا ہے اس کی تفصیل پھر سبھی بتاؤں گا۔ بہت سے ہنگامے بہت سے مرحلے۔ پھر جب ہم لوگ یکجا ہو گئے تو ہم نے بغیر افریقہ کی تلاش کی ٹھانی۔ پھر یہ ہے کہ میں تمہیں تفصیل بتاؤں۔ جس کا کچھ حصہ میں مسر وی میں کو بتا چکا ہوں۔ لیکن اس انداز میں نہیں جس انداز سے تم پرامتشاف کروں گا۔“

”تنظیم نے لیوس اور تمہو ساس کے علاوہ تمہارے دشمن ساموئیل کے ذریعے ہیں اور ساموئیل کو گرفتار کیا تھا۔ اور مسلسل ان کی تلاش میں سرگرداں تھی کہ میرا اس سے رابطہ قائم ہو گیا اور پھر میرے اور ان کے درمیان زبردست جنگ چلی جس میں دھوکا دہی اور چال بازی کے پتھار استعمال کیے جا رہے تھے۔ ہمارے درمیان ایک پروگرام ترتیب پایا اور وہ یہ تھا کہ میں تنظیم سے سبھی رابطہ رکھوں اور ساموئیل سے بھی۔ یہ بات تنظیم نے اپنے مفاد میں بھی سمجھنا تھا، لیکن میں اسے ساموئیل کے مفاد میں بھی سمجھتا تھا، کیوں کہ اس طرح مجھے تنظیم کا تعاون حاصل ہو گیا تھا۔ تنظیم دوسرے ساموئیل کی تلاش چاہتی تھی اور میرا بھی یہی مقصد تھا پتا چننے میں نے ہوشیار می سے تنظیم کو اپنی مدد پر آمادہ کر لیا۔ اور اس سے وعدہ کیا کہ جو بھی تمام سامون یکجا ہو جائیں گے انہیں تنظیم کے حوالے کر دیا جائے گا۔ لیکن میرا جو مقصد ہو سکتا تھا، اس کا اندازہ تمہیں ہو گا۔ ہمیں حالات اور واقعات کے سہارے وی میں کا علم ہوا، جو یہاں یوگورین کے نام سے مشہور تھا۔ والی لنگ لیٹوں کے خاندان کے ایک فرد نے ہمیں یوگورین کے خاندان کے لیے بھیجا۔ لیکن یوگورین کے بارے میں جو تفصیلات انہوں نے ہمیں بتائیں، ان سے ہمیں اندازہ ہو گیا کہ کہیں یہ کوئی سامون نہ ہو۔ یہاں پہنچے تو ایک برفانی طوفان کا شکار ہو گئے۔“

میں خود بھی یہی چاہتا تھا۔ اس انسان میں جو سحر و شہدہ وہ کسی تارک کے سحر سے کم نہیں ہے، درحقیقت اس میں ایک تارک چھپا ہوا ہے۔“

”ملاشبہ تم نے یہ فتح کہا وی میں اس دینا کا اندازہ ہمارا کتنا بڑا محسوس ہے، شاید تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو، گوئین کا محافظ یہی شخص ہے، اور نہ اس بارے کے امکانات بھی تھے کہ ہم گوئین کو ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھیں۔ گوشتانی نے مندرجہ ممبرے انداز میں کہا۔“

”گوئین کا محافظ۔ میں نہیں سمجھا۔ وی میں ہو گیا کہ وہاں شاید گاڑا اس سے تمہاری تفصیلی گفتگو نہیں پہلے مجھے یہ بتاؤ گاڑا اس سے تمہاری ملاقات کیسے ہوئی۔“

”بہت عجیب و غریب حالات ہیں۔ مختصر میں تمہیں بتا دوں ہوں کہ یہ لگ بھگ اس سرزمین پر ہمارے دشمن نما تھوئوں کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اور برفانی طوفان کا شکار ہو کر ہمارے گرفت میں آ گئے۔ دراصل میں یہ یقین نہیں کر سکتا کہ اس

داستان کا آغاز کہاں سے کروں۔ بڑی الجھن کی بات ہے۔ نہیں۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں وی میں کہ یہ شخص وہ دینا کا باشندہ ہے ایک بڑے ذہین اور بڑے دل کا مالک اور اس نے ہمارے وہ مسائل اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے جن کی تکمیل کے لیے ہم بے حد پریشان تھے۔ ان لوگوں سے لاکھ واقعت کے باوجود ہم جگہ جگہ الجھنوں کا شکار ہو جاتے تھے لیکن گاڑا نے یہ ذمہ پایا اپنے شانوں پر لے لیں، وگورین، پھر جگہ پہنچا یا اس کے بعد میں نے یہ ذمہ داری سہارا لے کر سہارا لے کر وگورین کی دماغی صحت کا بندوبست کیا جس نے مزید یہ بلکہ تمہو ساس، لیوس، وی میں اور گائی ہاکے کو بھی تلاش کیا۔“

”ایک شخص کے شانوں پر یہ ذمہ داریاں رکھ دی گئی تھیں اور ہم اس کا انتظار کر رہے تھے کہ تمہارا یہ غامض مجھے مل گیا اور اس کے بعد میں نے ہی بہتر سمجھا کہ تیرے چھوڑ کر یہاں تمہارے پاس آ جاؤں۔ کم از کم ایک سربراہ تو میرا سر پرست ہے۔“

”تب تو تمہیں یہ بھی معلوم نہیں ہو گا گوشتانی، کہ وہ ذمہ داری

کے نمائندے ہماری تلاش میں بہت بڑی تعداد میں آئے ہیں میں اپنے ہی اور چاروں طرف بکھر گئے ہیں یہی نہیں بلکہ انہوں نے اس دنیا کی ایک بہت بڑی طاقت کا سہارا حاصل کر لیا ہے اور وہ طاقت ساموئیل کو گرفتار کر کے اپنے قبضے میں کر رہی ہے تاکہ انہیں ذی لوش کے حوالے کر دیا جائے ذی لوش کے پیچھے ہونے نمائندے ساموئیل کے ذہنی طور کو پکڑتے ہیں اور انہیں تلاش کر کے اس طاقت کے

تھوڑا سا اور لیوس موجود ہیں۔ وی میں موجود ہے اور گائی ہانگ ہلکی پنچ ہے۔ لیکن گوئین جو ہلکا سا مرہا ہے، جو سمندروں کا جانکار ہے اور ہلکا رہتا ہے، وہ ہلکا ہے اور اسکی اپنی ذہنی حالت۔

”یہ سوال میں بھی کرنا چاہتا تھا مگر گاڑا کی جیسا گوشتاکی نے کہا کہ آپ نے اتنا اسے گوئین کی محنت کی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ لیکن آپ کی زبان سے گوئین کا کوئی تذکرہ آج تک نہ سن سکا، کیا گوئین سے میں نے مکرانے ہوئے درمیان سے وی میں کی بات کاٹ دی۔“

”ہمارے درمیان بہت سے پردے برقرار تھے وی میں تم گوشتاکی کی آمد پر میرے تصدیق کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہتے تھے تا تو ظاہر ہے مجھے بھی گوشتاکی کی آمد کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ اس کا موقع کہاں تھا کہ میں تم سے گوئین کا تذکرہ کرتا۔“

”گویا۔ گویا۔ گوئین۔ گوئین ہماری دسترس میں ہے آہ اگر تم بہر اکتشاف کرو تو میں خوشی سے پاگل ہو جاؤں۔ پانچ سرباز پانچ بیٹے رکھا ہو گئے ہیں۔ اور میرا علم کتاب ہے کہ جب یہ سب بچا ہو جائیگا تو ہمارے بہتری کا دور شروع ہوگا۔ سواہ کرم مجھے گوئین کے بارے میں اطلاع دو۔“

”گوئین لندن میں موجود ہے اور ایک ذہین ڈاکٹر کے زیر علاج ہے جو برین سروی میں مایا ہوا ہوا نہیں رکھا۔ سنانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ ڈاکٹر نے مورگ گوئین کو محنت باس کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔“

”وی میں شدت جذبات سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے میرے دونوں بازوؤں کو گھونٹنے ہوئے کہا۔“

”تو پھر۔ تو پھر۔ جلدی کرو۔ جلدی کرو گوئین کو یہ بات لے آؤ اور اس کے بعد ہم۔ ہم گائی ہانگ کے پاس روانہ ہو جائیں گے۔ گائی ہانگ جیت سی تیرا لہ کر چکا ہے۔ اگر سرباز ہم میں پہنچ جائے اور اسکی دماغی کیفیت درست ہو تو مجھے لو کہ ساروں کی واپس کا سفر شروع ہو جائے گا۔“

”یہ گوئین تک جانے کے لیے تیار ہوں۔ لیپ لینڈر سے جو راستے لندن تک جاتے ہیں ان کی ذمہ داریوں کا تمہیں احسان ہے وی میں۔“

”کیوں نہیں؟ وی میں نے جواب دیا۔“
”اس سے پہلے تنظیم کے خزانوں پر سفر کر کے میں لیپ لینڈر تک پہنچا ہوں۔ لیکن اب اتنے عرصے کی گنتی سے تنظیم میری جانب سے خشوک بھی ہو سکتی ہے البتہ اس بات کے امکانات

بھی ہیں کہ ان لوگوں نے اس برفانی طوفان میں ہماری موت بھی ممکن سمجھ لی ہو اور اپنے طور پر یہ سوچ کر خاموش ہو گئے ہوں کہ اب ہم اس دنیا میں نہیں ہیں، جن لوگوں کو ہمارا عمل مقرر کیا گیا تھا وہ بھی کامیاب کے ایک طوفان عرصے تک ہم پر مسلط رہنے کے بعد باقی ختم ہو گئے۔ یا رہے سے بچ گئے۔ مجھے یقین ہے کہ تنظیم کو ہماری موجودہ پولیشن کا کوئی علم نہیں ہوگا۔ چنانچہ انہماز خیمہ ہمارے پریم لندن تک کا سفر کرنا پڑے گا۔“

”اس کا بروگرام ترتیب دے لیں گے مگر گاڑا کی میں نے ان علاقوں میں کافی وقت گزارا ہے بلکہ لوگ بھی انہی علاقوں پر میڈیا پر توجہ کی ہے، یہاں کے بارے میں بہت سی تفصیلات مجھے معلوم ہیں، یہاں کے رہن بہن اور زندگی گزارنے کے دوسرے افراد بھی میں نے اسی طرح جان لیے ہیں چنانچہ تم اگر مجھے موٹ دو لو میں اس کی تیاریاں کروں۔“

”اگر بات سے مشروطی تو پھر یہ طے کر لیجئے کہ ہم کس سے کسی کو لندن پہنچانے ہیں خود تو تیار ہوں میں نے کہا: ”کیوں گوشتاکی تم اس سلسلے میں کیا کہتی ہو۔“

”میں ہی نہیں مشروطی میں بلکہ ایک ایک کاموں کی ایذا خواہ مشن ہے کہ وہ دوسرا سا اپنی سرزمین پر ہے، جمہوریاں اگر سترہ روکتی ہیں تو دوسری بات ہے، وہ زندگی جانتا ہے کہ ہم ایک طرح اس دنیا میں رہیں، ہم اپنے دشمن کو زیر کرنے کے بعد اپنی سرزمین پر رہنا سب سے آسان سمجھتے ہیں، یہ بہت اچھی بات ہے کہ میرے یہاں پہنچتے ہیں ایسے اکتشافات ہوئے ہیں جو جناب ایما انزا ہن اور گاڑا کی آج بھی ہم لوگوں کی نمایاں ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ جن قدر ممکن ہو سکے گوئین ہمارے درمیان پہنچ جائے، تاکہ ہم واپس کا سفر شروع کر سکیں۔“

”تو پھر شک ہے، مجھے چند روز کی مہلت دو، میں سرورنی دنیا میں جا کر اکتفا نہ کرنا ہوا، اور ہمارا اس کے بعد میں اور مگر گاڑا کی لندن چلے جاتے ہیں اور وہاں سے گوئین کو لے آتے ہیں۔“

”صرف دو افراد کو گوشتاکی نے کسی قدر بہت سے کہا۔“
”ہاں جن قدر کم افراد ہوں، بہتر ہے۔“

”جیہاں اپنی سرزمین پر مشروطی میں، گوشتاکی نے کہا اور یہ بات طے ہو گئی کہ وی میں یہاں سے روانہ ہو جائے اور ہم اسکی واپس کا انتظار کریں، چنانچہ اسی رات وی میں بھلا اور گوشتاکی کو ہوائیات دینے کے بعد اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔“

گوشتاکی نے بہت سے یہاں تک کا سفر اتنے بہت سے افراد کے ساتھ جرحر بھی کیا ہو گا بھی اس پر حیرت ہوئی تھی لیکن

بہر عمر وہ کسی نہ کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی تھی، اس کے بارے میں۔ میں نے اس سے کوئی تفصیل نہیں پوچھی تھی۔ یہاں اگر وہ سچ سے مل کر سب سے زیادہ خوش ہوئی تھی اور پھر یہ بات بھی سچی کرانے اپنے ہتھکڑی تکیں نظر آگئی تھیں۔

اس رات کو وہ، اور اہم کرنے چلی گئی، لیکن صبح کو اس وقت جب میں کو لڑائی بھی نہیں تھا وہ میرے پاس پہنچ گئی اور پھر اس نے مجھے جگایا تھا۔ اُسے دیکھ کر میں سکڑا تا ہوا اٹھ بٹھا تھا۔ گوشتاکی کے چہرے پر کسی قدر خجالت کے آثار تھے، کہنے لگی۔۔

”بہت دیر سے تمہارے پاس پہنچیں تھیں دیکھ رہی ہوں اور جب قوت برداشت جواب دے گئی تو تمہیں جگایا۔“

”بے کار تکلف کیا سیزم گوشتاکی۔ فوراً ہی مجھے جگادیتیں۔“

”بلکہ یہ کہنے کو مجھے اب شرم بھی آتی ہے مگر گاڑا کی کہیں باری، جسے مجھ سے کیا سہاناڑا۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارے ہاں عمر کا شائبہ ہماری نسبت بہت کم ہے، اور جوانی کی عمر کا یہ قیمتی سحر کی اور کے متعقد تکیوں میں حرف کرنا تھا مجھے لے لیے تھا وہی ہے اور وہ سچ ہوئے ہیں جو کسی کے لیے انا بچہ کریں۔ بس گاڑا کی بھی سب کچھ سوچ کر بعض موقعوں پر ہنسی بکھیرا ہوا جانتی ہے، ہر ذمہ تو تمہیں اپنی ملکیت بتائی ہے، ہاں، انہوں میں تمہارے ساتھ ان لوگوں کو دیکھنا باقی ہوں جو حالات سے بگڑا کر زندگی سے منور ہو گئے انہیں۔ نہیں کرنا چاہیے تھا البتہ انہما کی حالت میں کیا جاتا ہے جب اور کوئی چارہ کار نہ رہے۔“

”تم ہماری زمین برفانی نہیں ہے گوشتاکی۔ برف کے طوفانوں میں وہ کوئی راہ نہ پاسکے ہوں، بے ادب موت ان کے قریب آ رہی ہوگی اور ان میں سے کوئی بے مظلوم نہیں ہے میں جانتا ہوں، میں نے ان کی طرف ڈاری کرتے ہوئے کہا۔“

تم ذہنی طور پر ان کے محافظان کے باپ بن گئے گاڑا کی تمہارے سینے میں ان کے لیے وہ جذبہ پیدا ہوتے ہیں، ہونا قابل فہم ہیں، میں تمہیں ان کا ہر طرح ساتھ دینے پر مجبور کرتے ہیں گوشتاکی نے کہا۔ اور اس کے ان الفاظ پر میرے ہونٹوں پر سکڑا ہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس سے چند لمحات کی اجازت طلب کی منہ باٹھ دیکھو اور پھر اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ راستے میں اس نے کہا۔

”میرٹم گوشتاکی۔ یہ الفاظ مجھ سے اتنی بارا داکے گئے ہیں کہ اب انہیں سن کر میرے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔“

یاد ہے مجھے بھی اس سلسلے میں معاف نہیں کریں گی۔“
”بہت سی باتیں کرنی ہیں تمہیں گاڑا کی۔ بہت کچھ اچھا ہے تم سے لیکن ابھی فرصت کہاں۔ میں تم سے بات

ایک اے راحت کا نیاناو



عزیز مارکیٹ، اُردو بازار
علی امیان بی کثیر لاہور فون ۷۲۷۷۱۴

کردگی اس سے پرآخزہ کون سا جذبہ ہے، کون سی بات ہے جس نے تمہیں سامولوں کی مدد پر آمادہ کیلیا ہے۔“

”یہ الفاظ بھی مجھ سے ادا کیے جا چکے ہیں، میرٹم گوشتاکی میں نے ہنس کر کہا اور وہ بھی ہنس پڑی۔ میں اُسے لیے ہونے اس وسیع و عریض غار میں پہنچ گیا، جہاں سمیورا اور دوسرے افراد دنیا کو بیول کر گہری نیند سو رہے تھے۔ ان کے جسموں میں زندگی کے آثار نہیں تھے۔ اور وہ مردہ نظر آرہے تھے۔ گوشتاکی ایک ایک کو دیکھتی رہی اس کے چہرے پر غیب سے تاثرات تھے۔ لیوس اور تھوڑا سا اس کو بھی دیکھا اس نے، ڈوئین کار کو بھی اور پھر گردن جھکا کر وہاں سے باہر نکل آئی۔ بہت سا نظر آرہی تھی۔ میں نے اس عورت کو عروج پر دیکھا تھا۔ ویلیوں کی حیثیت سے اس کا جو مقام تھا وہ معمولی نہ تھا، البتہ انسان اس کے ایک اشارے پر گردن کٹانے کے لیے تیار رہتے تھے، اس کے علاوہ وہ ذہنی طور پر بھی بہت مضبوط تھی۔ اور اس کی مثال مونٹ سوراٹ کا خزانہ اور دوسری جنگ عظیم کی خطرناک جاسوس ویلیوں کی ہمشکل ہونے سے فائدہ اٹھانا تھا، پھر ہر سامولوں کی شخصیت میں میں نے ایک بات ہمیشہ محسوس کی تھی۔ وہ لوگ بے حذر، مستشار اور شکر گزار فطرت کے مالک تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے اندر بے پناہ قوتیں بھی رکھتے تھے، جن کا اظہار انہوں نے کبھی چھوڑے اعزاز میں نہیں کیا تھا۔ گوشتاکی نے میرے ساتھ اشارہ کیا اور اس کے بعد وہ مجھے ساتھ لے کر ہونے ایک ایسی جگہ پہنچ گئی، جہاں سے ہم باہر کے مناظر بھی دیکھ سکتے تھے۔ پتا نہیں اس ملک کے بارے میں اس نے کیے علم ہوا تھا، یہاں بیٹھنے کے بعد اس نے

مجھ سے اس دوران کی کارکردگی کے بارے میں تفصیلات پوچھیں اور میں نے اسے ڈاکٹر جے موگر کے تعاون، سمبول اور اوگومین کی کم شدت، ڈوشن کا بوسے ملاقات، پھر لیوس کی تلاش کے لیے ڈوگ کے ہنگامے اور اس کے بعد مارٹن ایسٹرو کی تفصیل سب کچھ بتا دیا۔ گوشتانی پراسرار رنگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات کے بعد وہ بولی۔

”بھلا ہم تمھاری ان کاوشوں کا صلہ کیا دے سکتے ہیں“

مجھے اس کے صلے کی ضرورت بھی نہیں ہے، میڈم گوشتانی جو کچھ میں کر رہا ہوں، نجانے کیوں کر رہا ہوں، شاید میں خود بھی آپ کو یہ نہ بتا سکوں۔“

”یہ بتاؤ۔ موجودہ حالات کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے۔ کیا تمہیں اس بات کی امید ہے کہ گوومین کی دماغی حالت درست ہو جائے گی۔ آہ۔ اس مرحلے پر آ کر چار سربراہ کیا ہو گئے ہیں، اور پانچواں نگاہوں کے سامنے ہے، میری جو کیفیت ہو رہی ہے بیان نہیں کر سکتی گا زانی ایک طویل عرصہ گزار چکا ہے ان کاوشوں میں، یوں سمجھو کہ بہت طویل عرصہ گزار چکا ہے۔ اور کسی بھی لمحے ہم اپنے آپ کو ٹھکان میں گرفتار دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ جن مقصد کے لیے ہم نے اپنی دنیا لٹا دی ہے، اس کی تکمیل کر لیں۔ مجھے بتاؤ گا زانی کیا گوومین کی ذہنی حالت درست ہو سکتی ہے۔“

”میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا، میڈم گوشتانی لیکن ڈاکٹر جے موگر اپنے فن کا استاد ہے، اور پھر چونکہ وہ معاوضے کے لالچ کے بغیر، بلکہ ایک طرح سے مدینہ کی مشورہ کا خطرہ مول لے کر ہمارے لیے کام کر رہا ہے، اس لیے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں گوومین پر صرف کر دے گا۔ اور ممکن ہے گوومین ٹھیک ہو جائے۔“

”دوہی ہماری امیدوں کا مرکز ہے گا زانی۔ سنو میرے عظیم دوست۔ سامونیکا تمھاری اس دنیا سے دوران دوران سمندروں سے قریب جہاں آبی راستے نہیں ہیں، ایک اونچی مملکت ہے، اس کی تاریخ بھی لاکھوں سال قدیم ہے۔ شاید انسانی آبادیاں کبھی سامونیکا کی جانب متوجہ بھی نہیں ہو سکیں۔ تمھاری دنیا کی تمام تحقیقات چند چیزوں تک محدود رہی ہے۔ بے شک تم آسمان، چاند، ستاروں، جہاز اور زمین کی گہرائیوں میں اپنے جال ڈال چکے ہو۔ لیکن سمندر کی آخری حد کا پتا لگایا تم نے کیا تمہیں اس بات کا علم

ہے کہ ایک جگہ پہنچنے کے بعد سمندر کی گہرائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ایک ایسی زمین سے جا ملتا ہے جو دنیا کے لیے نامعلوم ہے۔ وہی سامونیکا ہے۔ سامونیکا اپنی روایتوں کے تحت ہمیشہ برونی دنیا سے دور رہا ہے۔ چونکہ ہماری زمین سمندر کی گہرائیوں کے ساتھ ساتھ بلند ہوئی ہے۔ اس لیے اس کے اوپر ایک ایسی دھند چھائی ہوئی ہے جس کا فضائی جائزہ لیا جائے تو وہ ہبتا ہرا پانی ہی محسوس ہوتی ہے۔ غالباً یہ وجہ ہے کہ تمھارے سیارے اور تحقیقاتی ایسا رٹریز بھی سامونیکا کی تصاویر نہیں لے سکیں، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے گا زانی میں نے یہاں رہ کر کافی تحقیق کی ہے۔ تمھاری دنیا کی جدید کاروائیوں سے مجھے واقفیت حاصل ہے۔ تو میں بتا رہی تھی۔ اس کی ایک وجہ اور ہے وہ یہ کہ ہم نے ان ذرائع سے کام نہیں لیا جنہیں تم سامنس سے تعبیر کرتے ہو۔ ہمارے ہاں رادار نہیں ہیں، بجلی نہیں ہے۔ ایٹم نہیں ہے۔ ایسی ایلیٹریک اشیاء نہیں ہیں، جو اشارے دیتی ہیں۔ ہم نے صرف اپنے اجسام میں پوشیدہ قوتوں کو اپنی سامنس کا نام دیا ہے اور انہی سے کام لیتے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے تمھارے طبیارے ہمارے ہاں کے کوئی سنگٹن موصول نہیں کر سکے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا۔ سامونیکا ابھی عام دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی برون بیلا ہوتے ہیں۔ طاقت کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ تاکہ بدلے بنیں اور جلنے کی کیا ہوتا ہے۔ ہم بحر الؤں سے نشپتے ہیں۔ تمھاری عمروں کی نسبت ہماری عمریں بے حد طویل ہیں۔ چنانچہ ہم ہر چیز کو اس کی آخری حد تک پہنچانے کے لیے زندہ رہتے ہیں۔ گا زانی اس بار بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ طویل عرصے کے بعد زنی لوش نامی ایک شخص جو صاحب اختیار و اقتدار ہے، باغیانہ جزیروں کے ساتھ سامونیکا میں تبدیلیاں پیدا کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ دنیا کی رونق سامونیکا میں بھی پھیل جائے۔ سامونیکا کا تعلق بھی اجنبی دنیا سے ہو جائے۔ جو کچھ ہمارا بہت بڑا حلقہ اس بات کو پسند کرتا ہے۔ لیکن زنی اپنی خواہشوں میں کامیاب ہو گیا اور اس نے ہمارے حلقہ کاروائی کر کے ہمیں خفیہ طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا ہمارے بے گون سمندر میں پہنچا دیے گئے اور ہمیں اپنے راستوں کی جانب دھکیلا دیا گیا، جو موت کی جانب

جاتے تھے۔ لیکن جن بے گونوں میں ہم سوار تھے، وہ تباہ نہ ہو سکے۔ البتہ منتشر ہو گئے۔ ہم لوگ نجانے کہاں سے کہاں جا نکلے اور اس کے بعد ہماری یہ زندگیاں ایک دوسرے کی تلاش ہی میں گذریں۔ ہمارا مقصد ایک ہی تھا کہ ہم اپنی دنیا میں واپس جانے کے بعد زنی لوش کو ناکام بنائیں اور اسی کے لیے ہم سرگرداں ہیں گا زانی یہی ہمارا مقصد ہے۔ گوومین ہمارا تارک تھا یعنی حکمران اس کے دماغ کو نجانے کیا ہوا کہ وہ ذہنی طور پر معطل ہو گیا اس کے بعد کی کہانی تمہیں معلوم ہے۔ وہ کہاں کہاں رہا۔ کہاں کہاں سے گذرا۔ میں نہیں جانتی۔ لیکن جہاں وہ تمہیں دستیاب ہوا وہاں سے آگے ہی کی بات کی جا سکتی ہے۔ گا زانی یہ بھی ہماری کہانی۔“

”جو میں سن چکا ہوں انہیں نے کہا اور گوشتانی میدان رہ گئی۔“

”گویا... گویا... تم جانتے ہو۔“

”ہاں۔“

”آہ... تم ضرور جانتے ہو گے۔ ایک بات کا بول دے دو گا زانی... صرف ایک بات۔“

”ضرور۔“

”کیا تم ہمیں... ہماری دنیا تک پہنچانے چلو گے۔“

”اس کے بعد وہاں سے واپسی... میں نے پوچھا۔“

”اس کا بندوبست ہم کریں گے۔“

”تو ٹھیک ہے۔ میں تو بیٹھے ہی اس کا تمہیں کہے ہوئے ہوں... یہ اونھی دنیا دیکھنے کی خواہش کس کے دل میں پیدا نہ ہوگی۔ جو ایک طرح سے اس زمین سے الگ

تھک ہے! گوشتانی نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ اس کے بعد وہ میرے پاس نہ رہی اور مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی۔ میں خود بھی ناروں سے باہر نکل آیا تھا۔ دو سو سامونوں کے آنے سے غار بھر گئے تھے حالانکہ خاصی وسیع و سرلیض جگہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود کافی

زور قیظ آرہی تھی۔ سامون اور دھڑا دھڑا جا رہے تھے، اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور خوش تھے۔ غالباً انہیں یہ اطلاع بھی دے دی گئی تھی کہ تمام سربراہ مل گئے ہیں اس لیے ان کے انداز میں ایک اونھی خوشی

پائی جاتی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہائیسایا ندرت میرے ذہن سے نکل چکی تھی اور یہ بات مجھے یاد نہیں آئی تھی کہ گوشتانی کے ساتھ ندرت بھی آئی ہوگی۔ اس

وقت میں غاروں کی ڈوبنے کے ایک وسیع حصے میں کھڑا کسی سوچے میں گم تھا کہ میری نگاہ سامنے کی جانب اٹھ گئی۔ وہ ایک چھوٹے سے غار کے دہانے سے پشت لگا کر کھڑی کھڑی دیکھ رہی تھی۔ میری آنکھیں تیرت سے پھیل گئیں میں نے ایک لمحے میں ندرت کو کھینچ لیا تھا۔ لیکن ندرت کے چہرے پر حیرت سے بھرا ہوا ہوا تھا۔ میرے دہانے کو کھینچا کر کہہ دیا۔ دوپٹے کی نسبت کچھ زور بھی پڑ گئی تھی۔ مجھے دیکھ کر بھی اس نے میری طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیکن میں برق رفتاری سے اس کے قریب پہنچی اور میں نے بے اختیار اظہار میں اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”ندرت تم۔ یہاں آئیں لیکن ٹھیک نہیں پہنچیں۔ وہ ملے گی نہیں۔ کسی پو۔ کچھ کمزور نظر آ رہی ہو۔ کیا بات ہے؟۔ میرے اہل بہت سے سوالات کے جواب میں اس کے بونوں پر ایک جھکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس نے آہستہ سے کہا۔“

”تم کیسا ہے گا زانی۔“

”دیکھو تمھارے سامنے ہوں۔ بالکل ٹھیک ہوں، کیا تمہیں میری یہاں موجودگی کی اطلاع مل گئی تھی۔“

”ہاں۔ میرے کو گوشتانی بولا۔ گا زالی ہے! ندرت نے جواب دیا۔“

”اور تم میرے پاس نہیں آئیں۔“

”آنا تھا! ندرت نے کہا۔“

”یہ تم مجھے بھول گئیں۔“

”نہیں بھولا! اس نے کہا۔“

”ناراض تھیں مجھ سے۔“

”نے۔ راز۔ تم سے نے راز ہوتے بٹ جب میں لوگ ادھر آئے تو میں معلوم تھے کہ تم ادھر رہا ہے۔“

”کب معلوم ہوا۔“

”آ۔ مجھے۔“

”اور تم مجھے تلاش کرنے نکل پڑیں۔“

”ہاں! اس نے گردن ملانی۔“

”وہ کیا وقت گذرا! ندرت تم کمزور اور مضحل نظر کر رہی ہو گی! یاد ہو گئی تمہیں۔“

”تائیں۔ ٹھیک ہائے۔ تم دابیں جن صاحب کا گھار گیا تھا سب لوگ ملا۔“

”ہاں۔ یہ بات بھی پرانی ہو گئی۔“

”مسب ٹھیک تھا۔“

”بالکل ٹھیک تھا! میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

گا زالی تم وی میں کے پاس ہے اس کا مطلب
ہائے کہ تم...
"کیا گوشائی نے تمہیں تفصیل نہیں بتائی؟ میں نے
پوچھا۔

"یہ ضروری نہیں تھا۔ میں فوراً گریہ میں ہوتا۔ اس
نے کہا۔
"مگر میرے لیے تم فرسٹ گریڈ میں ہوندرت، میں
نے کہا اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک سنان گوشے
میں لے گیا۔ ندرت کی کیفیت کا احساس ہو گیا تھا اور دل کو
ایک عجیب سی بے چینی ہو گئی تھی یہ ساموں لڑکی، کیا کر
سکتا ہوں میں اس کے لیے۔ میں نے اسے ہٹھا دیا اور پھر
میں اسے پوری تفصیل بتانے لگا۔ ندرت غصہ سے سن رہی
تھی ایک ایک بات بتانے کے بعد میں نے کہا۔
"میرا خیال ہے کہ اب تم لوگوں کا اپنے وطن واپس
جانے کا وقت قریب آ گیا ہے!"

"ہاں، ہمیں تم جیسا انسان جو مل گیا ندرت انگریزی میں
بولی۔
"تم نے اردو کی مشق چھوڑ دی ندرت اب تمہیں کافی
دقت ہونے لگی ہے! میں نے کہا اور ندرت کا چہرہ دھواں
دھواں ہو گیا۔ وہ دیر تک کچھ نہیں بول سکی تھی۔ پھر اس
نے کہا۔

"اردو تم سے بولتی تھی گا زالی تمہارے لیے بولتی
تھی..."
"اوہ! میں نے اس کی بات کی گہرائی محسوس کرتے ہوئے
کہا۔ ندرت پھر خاموش ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ
رہا تھا کہ اس سے کیا باتیں کروں۔ ندرت پاؤں کے انگوٹھے
سے زمین کرید رہی تھی۔ بالآخر میں نے ایک فیصلہ کیا اور
بول۔

"کس سوچ میں ڈوب گئیں ندرت!"
"کچھ کہنے کو دل ہوتا گا زالی!"

"کہو! ہمیں نے کہا اور اسے جیسے پکڑا آنے لگے۔ اس
نے دو تون ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا جو کچھ دل میں آ رہا
ہے ندرت کہہ دو۔ نہ کہہ کر ہم دونوں ہی کرب کے شکار
ہیں۔"

"گا زالی گا زالی۔ تم مجھے توجھے ہیڈش کے لیے
ہوشہ کے لیے ناؤڈرت نہیں بنا سکتے گا زالی۔ مائیں ہیڈش
کے لیے تو ماری ناؤڈرت بنا چاہتی ہوں۔ بول دو

گا زالی۔ آگے مائیں ایسا نائیں بولیں گا۔ پہلے مائیں ایسا نائیں
سوچتا ہوں تم ہمارا کوسٹر بنا لیا جو تو مارا اور ہوتا آؤڈرت
جو لہ تم اس کو آڈرٹ سارے۔ گا زالی ہر بار میں سوچا تم
کسی اور کو لو کرتا۔ اگر ایسا نائیں گا زالی تو پھر۔ میرے کو۔ ناؤ۔
ناؤ! اس کی آواز مسکینوں میں ڈوب گئی۔

میری کیفیت خراب ہونے لگی تھی۔ وہ ہمت پریدا
نہیں ہو پارہی تھی۔ جو پیدا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے بعد
خاموشی ایک سنگین جرم کی حیثیت رکھتی تھی اس لیے ہمت
پریدا کرنا ضروری تھا بڑی مشکل سے میں نے کہا۔

"ندرت۔ اس بات کا جواب چاہتی ہو۔"

"ہاں!"

"برداشت کر سکو گی۔"

"ہاں!"

"موندت۔ میں کسی اور کو چاہتا ہوں۔ کسی اور سے محبت
کرنا ہوں۔ میں نے کسی اور کو زندگی کا ساتھی بنانے کا وعدہ
کیا ہے اور ندرت یہ بات تم ابھی طرح جانتی ہو میں بھول نہیں
بولتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں صرف تمہاری محبت قبول کر لیتا۔
ساموں کے مشن کے لیے میں نے اپنی زندگی وقف کر
دی ہے اور نہیں کہہ سکتا کہ اس مشن کی تکمیل کے بعد میں
زندہ رہوں یہ سکون کا گیا نہیں۔ اس کے پاس واپس بھی
جاسکوں گا یا نہیں جس سے وعدہ کیا ہے لیکن میں
اس وعدے کے ساتھ ہی جینا چاہتا ہوں۔ مگر کیا تو یہ
افسوس نہیں ہوگا کہ میں نے وعدہ خلافی کی تھی۔ ندرت
تم لوگوں کی عمریں طویل ہوتی ہیں میں اگر تمہارا بن بھی سکتا تو
زندگی کے ان عشق لحظات میں تمہارا کتنا ساتھ دے سکتا تھا۔
اس کے بعد پھر تمہیں تنہا جینا پڑتا لیکن میں اس مختصر زندگی
میں اپنے جہاد کے وعدہ جذبے کو نہیں چاہتا جو مجھے زندہ
رکھے ہیں!"

ندرت کے چہرے کے تاثرات بدل گئے ایک لگائی
ادا کی جگہ تیرانی نے لے لی تھی اس کی ویران آنکھوں
میں جیسے زندگی لوٹ آئی تھی۔ وہ مجھے غیب سے دیکھ رہی
تھی میں نے بھی اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات
محسوس کیے۔ چہرہ مسکرانے لگی۔

"گا زالی۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا۔

"اس وقت بھڑک بول کر میں کا ثبات کا سب سے

بڑا گناہ نہیں کر سکتا! ندرت! میں نے کہا۔

"پہلے نہیں بتا سکتے تھے مجھے۔ اب بتاؤ وہ کون ہے

جلدی بتاؤ تمہارا تردد مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ بتاؤ وہ کون
ہے؟
"تو پھر یہ میں نے ہمت سے کہا۔

"بانی تو داسا۔ بانی تو داسا! وہ ہنس بڑی پھر اس
نے شکستہ لہجے میں کہا۔ "ساموں کی کا نوجوان لڑکیوں کی ایک
رسم بتاؤں گا زالی۔"

"کیا۔ ہاں میں نے پوچھا۔

"حسن و عشق کی یہ داستانیں ہمارے ہاں بھی ہوتی ہیں
نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اگر کسی
لڑکی کو یہ سمجھ کر قبول نہ کیا جائے کہ وہ اس قابل نہیں
ہے تو اس کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہوتا ہے۔ اور اگر

کوئی نوجوان پہلے سے کسی لڑکی کو چاہتا ہو اور وہ لڑکی
پراس کا اظہار کر دے تو لڑکی کے لیے بڑے اعزاز کے
بات ہوتی ہے کیونکہ اسے اعتماد کا حق دار سمجھا جاتا ہے
میں تمہیں چاہتی ہوں گا زالی تم میرے مرد ہو سکتی اگر

تمہارے دل میں کسی اور کی چاہت مجھ سے پہلے سے
موجود ہے تو یہ نہ میرے لیے افسوس کی بات ہے۔ نہ
بشر مندر کی کیونکہ وہ مجھ سے پہلے تمہاری زندگی میں
تھی ہاں اگر میرے بعد آئی تو مجھے غم ہوتا۔ اب سب ٹھیک

ہے گا زالی۔ اب کوئی بات نہیں ہے میں اب بھی تمہیں چاہتی
ہوں لیکن اب میں تمہاری محبت کی امین بن گئی ہوں۔ یہ
ہماری رسم ہمارا رواج ہے۔"

"ہاں! ساجھے افسوس ہے کہ!"

"ارے ارے۔ ایسی بات مت کرو۔ اب یہ قابل افسوس
بات نہیں ہمیں میں پتہ کہہ رہی ہوں تمہیں ہمارے ہاں
کرسموں کا علم نہیں ہے؟ اس نے مشتے ہونے کہا۔

"اؤکھی رسم ہے! میں نے تعجب سے کہا۔

"ساموں کا کہ بارے میں کوئی نہیں جانتا تمہاری
دینا کے لوگ تو کچھ نہیں جانتے تمہیں مجھ سے شکوہ رہا
ہے، گا زالی کہ میں نے سمجھی تمہیں وہ سب کچھ نہیں بتایا
جو ساموں سے تعلق رکھتا ہے اب میں تمہیں ساموں کا
کی لوگ کہا بنیاں سناؤں گی سب کچھ بتاؤں گی تمہیں
اس کے بارے میں!"

ندرت بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے
سے اداسی کے بدل چھٹ گئے تھے لول لگتا تھا جیسے اسے
کوئی نئی خوشی نئی زندگی مل گئی ہو۔ لیکن میرے لیے یہ

کچھ نہیں نہ آنے والی بات تھی۔ بہر حال ابھی ان کی بہت

سی باتیں نہیں سمجھ میں آئی تھیں لیکن اگر ندرت اس بات
سے خوش ہو گئی تھی تو میرے لیے بھی خوشی کی بات تھی
مطلب سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

ندرت نے کہا گوشائی کے پاس جاؤ۔ میں پھر تمہارے
پاس آؤں گی! پنا چنانچہ میں گوشائی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے
مجھے دیکھ کر فرور کہا۔

"اوہ گا زالی! مجھے تمہاری ضرورت تھی یا

"کیسے میڈم۔"

"اس علاقے کے بارے میں تفصیل جانتے ہو۔"

"زیادہ نہیں!"

"وی میں سربراہ ہے۔ اس نے ساموں کی حفاظت
کے لیے جو بھی بندوبست کیا ہوگا وہ کمزور نہیں ہوگا لیکن
اس وقت وہ موجود نہیں ہے میں دوسرے ساموں سے
مل چکی ہوں۔ وہ وقادار ہیں لیکن جالاک میں نہیں جا رہی ہوں
ہم دونوں مقدر ہیں تاکہ کوئی خطرہ نہ پیدا ہو سکے!"

"تم کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہو۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اس کے باوجود میں
ہوشیار رہنا چاہتی ہوں!"

"میرے اندازے کے مطابق اس بر فانی علاقے میں
یہاں کے باشندوں کے علاوہ اور کوئی زندہ نہیں رہ
سکتا تم بہت اچھے موسم میں یہاں آ رہی ہو ورنہ یہ راستے
نا قابل عبور ہیں۔ پھر بھی اگر کچھ محسوس کرتی ہو میڈم
گوشائی تو اس طرح کے انتظامی امور میں تم مجھ سے زیادہ

ماہر ہو۔"

"میں تم سے مشورہ کرنا چاہتی تھی میرا خیال ہے کہ
میں کچھ لوگوں کو متعین کر دینا چاہیے۔"

"مختاط انداز میں!"

"ہاں یہ درست ہے! گوشائی نے کہا۔ انتظامات کے
لیے اس نے ان ساموں کا سہارا لیا تھا۔ جنھیں وہ تبت
سے اپنے ساتھ لائی تھی۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق اس
کے ساتھ تعاون کیا تھا۔ البتہ ایک بات میں شدت سے
محسوس کر رہا تھا۔ وہ ان سونے والوں کے بارے میں تھی
انھیں جاک جانا چاہیے تھا۔ تاکہ ہمارے پروگرام میں
ان کے مشورے بھی شامل ہو جاتے لیکن ان میں جاننے
کے آثار نہیں تھے۔

دوسرے دن میں نے ندرت کو تلاش کیا اور اسے
دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صرف ایک دن میں ندرت کے چہرے

میں تریاں تبدیلی نظر آتی تھی وہ بہت بہتر ہو گئی تھی۔ یہی ایک میں نے اس موضوع کو کچھ طرانا مناسب نہیں سمجھا تھا تعجب کی بات تھی ہمارے ہاں کی لڑکیاں تو ایسے مواقع پر سخت رقابت کی شکار ہو جاتی تھیں جان لینے اور جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتی تھیں لیکن ساموئیل کی یہ حسنینہ اس بات سے خوش تھی کہ اس کے محبوب نے اسے اپنے پیار کی حقیقت بتا دی ہے۔

ہم دونوں ایک سنا سن گوتے ہیں جا بیٹھے ہیں نے ندرت سے کہا "سمیوئیل اور دوسرے کسی گہری نیند سو گئے ہیں کیا انھیں جگانے کی کوئی ترکیب نہیں ہے؟" "اپنے ہاں تم مردوں کو زندہ کر سکتے ہو۔؟" "مگر یہ مردہ کہاں ہیں۔؟"

"اس وقت مردوں سے مختلف بھی نہیں ہیں یہ اپنی میعاد پوری کر کے بھی جا لیں گے۔"

"کمال ہے۔"

"ہمارے ساتھ ساموئیل کو چلو گے۔"

"ہاں گوئین کو صاحب اختیار دیکھ کر میرے مشن کی تکمیل ہوگی۔ میں خود بھی اب ساموئل کی مانند ہی اس کا خواہش مند ہوں۔"

"تم بہت اچھا انسان ہو گا زالی سامون شاید کبھی تمہیں نہیں سوچ سکیں گے۔ تو میں کہہ رہی تھی کہ جب تم ساموئیل کا میں داخل ہو گئے تو ہر قدم پر جیرا نیں تھلا استقبال کریں گی۔"

"ایسا ہی تصور ہوتا ہے۔ ویسے تم نے مجھے اس بارے میں بتلنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں۔ تمہیں اب یہ یاد تو معلوم ہو چکی ہے کہ ہم مغز دھکان کے ساتھی ہیں اور ہمارا شکار کیا ہے؟" "مجھے خود ہی بتایا گیا ہے۔ درت میں نے تو یہ خیال پھوڑ ہی دیا تھا میں نے کہا۔"

"مجھ سے شکایت مت کرنا بیٹیر۔ تم سب کچھ جان چکے ہو۔ انسان سب جگہ یکساں ہوتے ہیں ان کی ضروریات بھی یکساں ہی ہوتی ہیں۔ ساموئیل کا میں بھی ایسا ہی ہے تمہارے ہاں ایجا دات ہوتی ہیں اور انھیں سانس نہیں جاتا ہے ہمارے ہاں جسمانی قوتوں کو بڑھا کر ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ غیر معمولی طور پر ذہین لوگ تارک کہلاتے ہیں اور وہ عام لوگوں سے بہتر تصور کیے جاتے ہیں انھیں حکمران یا دانشور سمجھ لو۔ یہ دانشور اپنے اپنے بدن

کہد لیکن وی میں نے میری بات کا جواب نہیں دیا اور کچھ میں ڈوب گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ لولا۔

"جو بکھرہ لوگ پوگورین کے بارے میں جانتے ہیں اور انھیں شبہ ہے کہ پوگورین سامون ہے اس لیے وہ بہت نہیں پاریں گے دیکھنا یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتے ہیں؟"

"گو یا خاطر موجود ہے۔"

"اس سے ہر لمحہ محتاط رہنا ہوگا۔"

"میرے اور تمہارے علاوہ کون جا سکتا ہے۔ اگر وہ لوگ جاگ رہے ہوتے تو شاید میں نہ جاتا۔"

"کیا تم نے دو مردوں کے لندن جانے کے انتظامات کیے ہیں۔"

"جہن صرف دو افراد کے؟"

"تجربہ گشتا میں میرے ساتھ جا سکتی ہیں تمہارا بہن

رہنا ضروری ہے۔ وی میں؟ میں نے کہا اور وی میں سوچ میں ڈوب گیا۔ گشتا نے کہا۔

"یہ مناسب ہوگا۔"

"دیکھ ہے۔ اگر تم بہتر سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے میں صرف اس بات کی خواہش رکھتی ہوں کہ گوئین طریت کے ساتھ یہاں پہنچ جائے۔"

"ایک سوال سب سے اہم ہے وی میں اور میں اسے سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا ہوں۔"

"کیا۔"

"اگر گوئین کی دائمی حالت درست نہ ہوتی ہو تو سٹا

میں نے کہا "زی میں کہہ گیا میرے سوال پر وہ ٹوٹ نہ سا ہو گیا تھا۔ گشتا نے بھی دھواں دھواں چہرے سے میری صورت دیکھنے لگی تھی۔ چند لمحات مکمل خاموشی عمارت پر چھوڑی میں نے کہا۔

"دراصل مشرف زالی ہماری تمام کوششوں کو سن کر زخمی اور اس کی ذہنی حالت کی بہتری کے ساتھ ساتھ میں اگر اس کا ذہنی لوازم درست نہ ہو سکا تو یہ تمام کوششیں بے مقصد ہو جاتی ہیں۔ ہم کسی سے کوئی درد تو نہیں رکھتا جو ذی کوش کا مقابلہ کر سکیں اور اگر ہم ذی کوش کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہوتے تو پھر ہمارا ساموئیل کا جاننا بیکار ہے بلکہ وہاں قدم رکھنا موت کو قریب کرنے

کے مترادف ہے۔ اگر موت ہی۔ رکارے تو اس کے لیے ساموئیل ہی کی زمین کی ضروری ہے بلکہ ہم بے بدبختوں کو ساموئیل سے دور ہی چھوڑنا چاہیے اگر گوئین کی ذہنی حالت اب بھی درست نہ ہوئی تو پھر کم از کم ہمارا یہ ہی فیصلہ ہوگا کہ تمہاری ہی دنیا کے کسی سنا سن غلطی میں موت کو پائیاں اور اپنا ہی کوشش کر لیں جو کہ جن جوجہد کا کوئی مقصد نہ ہو وہ حائنات ہی کی جانتی ہے تمہاری یہ دنیا ہمیں بس ایک ہمان خانہ ہی عرس ہوتی ہے اور کوئی بھی شخص کتنے عرصے میں یہاں رہ سکتا ہے کیا قاتلہ اس نفلوں جہد پھر سے ہمارے دشمن سامون صرف اس خوف کے شکار ہیں کہ گوئین اپنی ذہنی قوتوں کی ذہنی کے بعد کوشش کے خلاف جوانی کا دلوانی کرنے کے لیے ساموئیل کو اپنے ہاتھوں سے جلا دے وہ ہماری تلاش میں جھکتے رہیں گے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ جاننے والے جاننے کے بعد میری اس تجویز سے متفق ہوں گے یا نہیں لیکن میں اپنے طور پر اس بات کو بہتر سمجھتا ہوں کہ جب مقصد کی موت دماغ ہو جائے تو پھر بے مقصد زندگی کو بگاڑنے کی مانند

کے اتفاق کر کے تاہم۔ بلکہ یہ بات ہے کہ گوئین اب جس حالت میں بھی ہے اسے یہاں سے آنا ہی مناسب ہوگا جو کہ ساموئیل کے نظارے کے بعد پہلا سوچ ہے کہ ہم سب قریب کیا ہو گئے ہیں صرف گائی ہا ہے جو ہم سے کچھ فاصلہ ہے یہ لیکن وہ بھی محفوظ ہے اور اس تک پہنچنا ناممکن نہیں ہوگا سامون دنیا کے کسی کچھ غلطی میں اگر کچھ بوجا میں تو اپنے بارے میں مناسب فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یہ صرف میری رائے ہے وی میں کے انداز سے یہاں پہنچتی تھی مجھے احساس ہو رہا ہے سوال کر کے میں نے اسے بردل کر دیا ہے چنانچہ میں نے سائون کو بدلتے ہی عرض سے کہا۔

"یہ صرف میرا تصور تھا اس پر وی میں اس بات کے اطمینان بھی ہیں گوئین کو صحیح حالت میں لیکر ہمارے پاس پہنچان ہر حال میں نے اس لیے کیا تھا کہ تم سے ملوں کہ لوں تمہارا جواب مجھے معلوم ہو گیا۔ اور یہ سچ بھی ہے تمام لوگ بچ بچنے کے بعد کوئی مناسب فیصلہ کر سکیں گے۔ وی میں نے گردن ہلا دی اور پھر گشتا کی طرف رخ کر کے ہوا۔

"کیا تم اس بات سے مطمئن ہو گشتا کہ مشرف زالی کے ساتھ جا کر گوئین کو یہاں تک لے آؤ۔"

"ہاں مشرف زالی اپنی ذات میں ایک گروہ کی ماہر ہیں آپ کو اطمینان رکھنا چاہیے مشرف وی میں کہہ لوگ تو کچھ بھی کر کے پورے

اعتماد کے ساتھ کر سکیں گے اور یقیناً گوئین کو یہاں تک لے آیا

ذہن میں آنے کی جگہ دو شاہدین احساس ہو جائے گا
 ”ہاں اس جگہ میں نے جاندار طرف دیکھتے ہوئے کہا
 ”کوشش کرو گیکو گوشائی بولی اور میں ذہن کو سیکو
 کرنے لگا۔ کافی محنت کرنے کے بعد صرف ایک لمحے کے
 لیے ایسا محسوس ہوا جیسے روشنی کی ایک کرن دماغ کو چھوتی
 ہوئی گذر گئی ہو اس کوئی آواز نہیں تھی کوئی پیغام نہیں تھا۔
 دوسری بار ایسا نہیں ہوا گوشائی نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔
 ”اگر کامیاب نہیں ہو رہے گا زالی تو اس وقت رہنے
 دو مجھ پر یقین کرو وہ ہوش میں آجیکے ہے“
 ”میں نے کوئی آواز نہیں سنی گوشائی۔ بس ایک تیز روشنی
 میرے ذہن کو چھوتی ہوئی گذری ہے“
 ”میں تو بے باقی تو ماں ہی تو ہے۔ وہ ساموں ذہن کو کھوج
 رہا ہے۔ آہ زالی اس کے پاس موجود یقین و حوصلہ ہوگا کہ وہ کہاں
 ہے۔ گوشائی نے حاجت سے کہا۔
 ”دیکھنا تک سے وہ الیا کر رہا ہے مجھے تو ایک منظر
 کا احساس بھی ہو رہا ہے۔ تاہم انھوں نے کہاں سے سیدھے ہو کر
 کے کمر چلتے ہیں گوشائی انھوں نے پھر ہم ایک جگہ سے
 ”تم نے کون سے خطرے کے بارے میں کہا تھا؟“
 میں بیٹھ کر گوشائی نے منہ پر ہاتھ رکھے اور پوچھا
 ”مادریں اب رو میں نہیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں
 یہ بھی یقین معلوم ہے گوشائی کو تھا کہ دشمن ساموں نے ظہیر میں
 شامل ہیں اور وہ ہمارے سامنے ساموں کو دماغی لہروں کے
 ذریعے پکڑتے ہیں“
 ”تھا راجا خال درست ہے ظاہر ہے گو میں کو اس بارے
 میں معلوم نہیں ہوگا۔ گوشائی نے شوٹیں زدہ لیے میں کہا۔
 ”اسے اس کوشش سے کسی لمحے بھی کوئی خطرہ پیش
 آسکتا ہے“
 ”میں سہم کرتی ہوئی بالآخر اس جگہ پہنچی جہاں کے بارے
 میں اسے بتایا گیا تھا۔ ہم دونوں مل کر ادا کرنے کے لیے آئے تھے
 اور میرے ہو کر کی دانش کا وہ پر پیل میں بیٹھے جو زیادہ فائدہ
 پہنچیں تھی ڈاکٹر مورگن کا دفتر آ رہی تھی۔ میں بجائے پر لانے
 دروازہ کھولا اور میں فوراً ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا۔ لانے ڈاکٹر
 کو اطلاع دینے چلا گیا تھا اور چند ہی لمحات کے بعد ڈاکٹر مورگن ایک
 گون میں بیٹھیں اندر گیا۔
 ”اور غزالی میرے دوست کہاں گم ہوئے تھے تمہارا تھا ہے
 لیے کسی قدر شوٹیں تھی ہیں۔ تم خبر سے ہو نا“
 ”بالکل ڈاکٹر اور آپ“

یہ تھا کہ گو میں کے دماغی نیٹے اس انداز میں حرکت نہیں کر پاتے
 جس طرح انسانی دماغ کے خلیے ایک مخصوص ایس دار رطوبت کی
 وجہ سے متحرک رہتے ہیں۔ یہ تحریک ان خلیوں میں مفقود تھی اور
 دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ دماغ میں گو میں کے دماغی خلیوں میں
 موجود رطوبت ختم ہو گئی ہے۔ رطوبت کو مخصوص انداز میں دماغ
 تک پہنچانا یا جاکنا تھا۔ چنانچہ دوسرے ہی لمحے سے میں نے یہ عمل
 شروع کر دیا۔ اور بلاشبہ اس عمل میں اس کی زندگی کو شدید خطرہ
 لاحق تھا۔ لیکن میں کوئی فیصلہ کر لینا چاہتا تھا۔
 جو رطوبت اس کے خلیوں میں پہنچی تو اس نے کسی قدر تہذیباً
 محسوس کرنا شروع کر دی اور غزالی تین دن کے اندر اندر گو میں
 کی ذہنی حالت متزلزل ہو گئی ہے۔ میں توقع رکھتا تھا کہ اس میں
 تقریباً ایک ماہ لگ جائے گا۔ لیکن یہ اس کی دماغی قوت تھی کہ اس
 نے دماغ کی پہلی تحریک کو ہی قبول کر لیا اور اس کے دماغ نے
 کام کرنا شروع کر دیا اس رات میں اس کا مہارت لینے کے لیے
 اس کے کمرے میں پہنچا، تو اس نے مسکرا کر مجھے ڈاکٹر سے مورگن کے
 نام سے مخاطب کیا۔ تم خود موجود غزالی کو خود میری ذہنی کیفیت اس
 وقت کیا ہوئی ہوگی۔ میں تعجب سے اُسے دیکھنے لگا، تو اس
 نے کہا۔
 ”ڈاکٹر سے مورگن میں قدر کام تم کہنے ہو اس کے لیے
 میں اپنے پاس شکریے کے الفاظ نہیں پاتا۔ لیکن ایس کے
 کام میں، میں تم سے تعاون ضرور کروں گا۔ اس کے بعد غزالی اس
 نے مجھے کچھ ایسی چیزوں کے نام بتائے جن کے استعمال سے
 ذہنی رطوبت کی وہ مقدار حاصل ہو سکتی ہے جو انسانی دماغ
 کے لیے ضروری ہے۔ اس طرح یوں سمجھو کہ خود اس نے میری
 معلومات میں اضافہ کیا۔ میں نے اس کی خواہش کے مطابق وہ
 اشیاء اپنے فراہم کیں اور اس نے ان کا استعمال شروع کر
 لیا۔ پھر ایک ہفتے کے بعد جب میں نے وٹا اسکرین پر اس کے
 دماغ کا جائزہ لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ رطوبت کی وہ کمی عملی طور پر
 بری ہو گئی ہے جس نے اُسے دماغی طور پر کاشکار کر رکھا تھا،
 حساب وہ ذہنی طور پر بالکل تندرست ہو چکا تھا، میرے
 لیے وہ بالکل ایک عجوبہ تھا۔ میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنے
 کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس نے کیا کیا۔
 ”ڈاکٹر سے مورگن تم ایک مکمل ڈاکٹر ہو اور اپنی دنیا کے علم
 کے مطابق یقیناً میری علم کی ضرورت نہیں۔ میرے دماغ سے تم
 ان خاص چیزیں اخذ نہیں کر سکو گے کیوں کہ یہ دماغ تمہاری دنیا
 کے مطابق نہیں رکھتا، غزالی اس نے میرے ذہنی خیالات چڑھ
 گئے ہیں لیکن بلکہ بعض اوقات تو اس نے مجھے مشورے بھی
 ”دیکھو لو بالکل ٹھیک ہوں۔ سیلو میڈم آپ“
 ”میرے گوشائی میں نے کہا۔
 ”ساموں تو نہیں ہیں؟ ڈاکٹر مورگن نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”ساموں میں ہی لیکن اب بہت خوش میں ڈاکٹر؟“
 ”اس کا مطلب ہے کہ تم اب بھی گو میں سے نہیں ملے، آہ کیا
 تمہیں میرے اس کارنامے کی خبر نہیں ہے؟“
 ”کیا گو میں ٹھیک ہو گیا ڈاکٹر؟ میں نے دھڑکنے والے پوچھا
 ”ٹھیک، صرف ٹھیک، وہ جو مجھ کو گیا ہے اسے دیکھو
 تو حیران رہ جاؤ گے مورگن نے کہا۔
 میں اور گوشائی ڈاکٹر سے مورگن کے اس انکشاف سے جس
 قدر خوش ہوئے تھے، ناقابل بیان تھا، ہم دیر تک ڈاکٹر سے مورگن
 کے الفاظ میں کھوئے رہے پھر میں نے پوچھا۔
 ”وہ کہاں ہے ڈاکٹر؟“
 ”میں نہیں جانتا، ڈاکٹر نے نہایت سکون سے جواب دیا اور
 گوشائی چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔ ڈاکٹر سے مورگن مسکراتا
 ہوا بولا۔
 ”ہاں میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے، ہوش میں آنے کے
 بعد خود مجھ پر اتنے حیرت انگیز انکشافات ہوئے ہیں بشرط غزالی کہ
 میں اپنی پوری زندگی کے تجربات کے تجربے سے بھی کوئی صحیح اندازہ
 نہیں رکھ سکتا ڈاکٹر سے مورگن کے الفاظ انہما سے والے
 تھے مگر میں کسی طور اس کے بارے میں کسی شبہ کا شکار نہیں ہو
 سکتا تھا، میں سوالیں لگا ہوں سے اُسے دیکھنے لگا، گوشائی کی
 آنکھیں بھی ڈاکٹر سے مورگن پر جمی ہوئی تھیں تب سے مورگن نے کہا
 ”گو میں کا ہوش میں آنا بھی ایک حیرت انگیز عمل تھا میں
 تمہیں اس کی تفصیلات ضرور بتا دوں گا، برین سرجری کے مسئلے
 میں لوگ جس طرح مجھے تسلیم کر چکے ہیں، اس کی تفصیل اگر میں
 تمہیں اپنی زبان سے سناؤ تو تو کوئی اچھی بات نہیں ہوگی ڈاکٹر
 غزالی۔ لیکن گو میں کی دماغی غزالی آخر وقت تک میری سمجھ میں
 نہیں آسکی تھی۔ میں نے اس کی زندگی کا خطرہ مول لے لیا تھا
 اور ایک ایسی مشین اس کے دماغ پر فوس کر دی تھی جو پھر
 وقت اس کی دماغی کیفیات ایک اسکرین پر منتقل کرتی رہتی تھی
 اور میں نے دونوں اور دورا میں ایک کرسی پر بیٹھ کر نگاہیں
 جملے گزار دیے، یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر اس کے دماغی
 خلیوں میں کیا فرق ہے، میرا تجربہ میرا ساتھ نہیں دے رہا تھا
 میں اس کا سر کھولنے سے پہلے اس کے دماغی خلیوں کی کوئی چیز جانا
 چاہتا تھا۔ تب ایک رات اس وقت جب وہ کافی کے کھونٹ
 لے رہا تھا، دفعتاً ہی مجھ پر ایک انکشاف ہوا اور وہ انکشاف

وہ ہے جو میرے اپنے حساب سے بے حد کارآمد تھے۔ میں نے ان
 مشوروں پر عمل بھی کیا تھا اور اپنے طور پر بعض محسوس بھی کیا تھا
 تمہیں یہ جان کر شاید حیرت نہ ہو کہ تم اس کے ساتھ کافی وقت
 گزار چکے ہو۔ لیکن میرے لیے یہ بات اتنی قابل حیرت تھی کہ میں
 ذہنی طور پر اس کا علاج نہتا جا رہا تھا۔ یوں سمجھ لو کہ ایک طرح سے
 وہ میرے حواس اور اعصاب پر مسلط ہو گیا تھا۔ میں سر کام اس
 کی خواہش کے مطابق کرنا چاہتا تھا، میں اُس سے دوستوں کی مانند
 گفتگو بھی کرتا تھا اور اس کا رویہ بھی میرے ساتھ بہت بہتر ہوتا
 تھا۔ لیکن وہ جب ایک مخصوص لمحے میں مجھے کوئی بات کہتا تو میں
 اُسے ملنے کے لیے مجبور ہوجاتا، غزالی اس نے کہا کہ اس کا خیال
 رہنا مناسب نہیں ہے کیوں کہ اس کے ذہن میں اس کی تلاش میں
 سرگرداں ہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے پھر کوئی مصیبت
 آجائے۔ میں نے اُس سے اُس کے دشمنوں کے بارے میں پوچھا
 پوچھیں تو اُس نے مختصر الفاظ میں مجھے بتا دیا کہ ایسے لوگ اس
 کی تلاش میں ہیں جو ذہنی طور پر اُسے ٹھیک دیکھنا نہیں چاہتے
 اور اس کی زندگی کے دشمن ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ یہاں سے
 ناپاگے لینے کوئی مناسب جگہ بنا لے گا لیکن مجھے اس کا
 رابطہ قائم رہے گا اور جب اس نے یہ کہا مجھے سے غزالی کہ غزالی
 کو اس کے بارے میں فوراً خبر دی جائے کہ وہ ٹھیک ہو گیا
 ہے، تو میں حیران رہ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ غزالی اس
 کے ذہن میں کہاں سے آیا تو وہ مسکرا کر بولا کہ وہ اتلہ سے
 ہی غزالی کو جانتا ہے۔ اُس وقت سے جب غزالی نے ایک
 دہندہ صفت شخص کو مار کر اس پر سونے والا ظلم روکا تھا اس
 کے بعد سے اس وقت تک کے حالات اُسے یاد ہیں جب وہ
 میرے پاس پہنچا۔ غزالی دماغ کی دنیا کا عجوبہ میرے لیے ناقابل
 ہے، اُس نے وہ باتیں کہیں جو اُس دوران ہوئی رہی تھیں تم اُسے
 لے کر جہاں جہاں گئے اُسے یاد ہے، اُس نے اس کا تذکرہ کیا
 تھا۔ اُسے وہ وقت بھی یاد ہے، جب تم اُسے لے کر میرے پاس
 آئے اور میں نے اُس کا دماغی معائنہ کیا تھا۔
 رہ رہ کر کافی تفصیلات بتا چکا ہوں میں تمہیں اس کے
 بارے میں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔
 ”جب اُس نے تم سے یہ کہا تھا ڈاکٹر سے مورگن تم مجھے
 اُس کے بارے میں اطلاع دے دو یا جب بھی میں تم سے
 ملاقات کروں مجھے اس کے بارے میں بتا دو تو کیا یہ نہیں بتایا
 تھا اُس نے کہ میں اُس سے کہاں ملاقات کر سکتا ہوں؟“
 ”ہاں یہ سوال کیا تھا میں نے اُس سے جس کے جواب میں
 اُس نے کہا کہ غزالی خود اُسے تلاش کرنے لگا“

”ہوں یہ بات ہے“ میں نے معنی نیک نگاہوں سے گوشائی کی جانب دیکھا اور گوشائی نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ ڈاکٹر جے مورگر کی گہری سوج میں کم ہونے لگا تھا۔ چیراس نے چونک کر کہا۔
 ”لیکن غزالی تم اتنے دن سے کہاں ہو۔ کہاں گئے ہوئے تھے، غالباً ان دن میں نہیں تھے، یہاں بھی تمہاری تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں سرگرداں رہی ہے، وہ لڑکی تم سے بہت متاثر ہے۔“
 ”اس وقت یہاں کہاں ہے؟“ میں نے ڈاکٹر جے مورگر کی بات کو گول کرتے ہوئے کہا۔

”وہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک قصبے میں گئی ہوئی ہے اس کا کسی دوست کی سالگرہ تھی۔ چند روز گزارنے کے بعد وہاں سے واپس آئے گی۔“

”ہوں، ڈاکٹر جے مورگر گوئین کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کے لیے نہانے کون کون آپ کا شکر گزار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے وہ تمام اخراجات ہمیں بتاویں جو گوئین پر ہوئے ہیں۔ ہم اس کی ادائیگی کرنے کے قابل ہیں۔“ ڈاکٹر جے مورگر مسکراتے لگا پھر بولا۔

”یہ الفاظ میرے لیے تو ان کی کیفیت رکھتے ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ تمہارا مقصد وہ نہیں ہے۔ میں بہتر زندگی گزار رہا ہوں اور کسی سلسلے میں توہماری رقم کا لینا میرے لیے کوئی خدمت نہیں رکھتا۔ گوئین میرا شاہک ہے۔ میں نے نہانے کتنے لوگوں کی بڑی سرچوی کی ہے، نہانے کیسے کیسے اچھے ہوئے جو بیچہ کیسے بچالے ہیں لیکن اس سلسلے میں مجھے جو تجربات ہوئے ہیں یوں سمجھ لو وہ میرا معاوضہ ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں کوئی احتیاج بات دست سوچو غزالی، مجھے ڈکھ ہو گا۔“

”ہمیں یہ رات گزارنے کے لیے کسی جگہ کی ضرورت ہے۔“

میں نے موضوع بدلنے ہوئے کہا۔

”پوری عمارت خالی پڑی ہوئی ہے، جھلاسا میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ یہاں بھی یہاں موجود نہیں ہے، تم آرام کرو اور جس چیز کی بھی ضرورت تمہیں پیش آئے مجھے اس کے بارے میں بتا دو۔“

”شکر یہ ڈاکٹر مورگر۔ لندن میں میرے لیے آپ نے جو

آسانیاں فراہم کیں، بس اس کے بارے میں کچھ کہنا اب...“

جب یہ بیٹھ کر ہوتے ہوئے کچھ کہنے کا مناسب نہیں ہے بڑی بڑی توہمیں ہے توہمیں بار بار میری یہ توہمیں کیوں کرتے ہوئے ڈاکٹر جے مورگر نے کہا اور میں خیر نہ ہو گیا۔ بہ طور میں نے اندر گوشائی نے اپنے لیے ایک ہی کو منتخب کیا تھا۔ گوشائی مسلسل خاموش تھی۔ اس نے میری اور جے مورگر کی گفتگو میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی

”ہاں گوئین اور اس آواز کو سن کر میں جتنا سرور ہوں تمہیں بتا نہیں سکتا۔“

”آہ نہجانے یہ خواہش کب سے میرے سینے میں چل رہی تھی کہ میں تم سے کبھی صبح ذہنی کیفیت میں بات کر سکوں لیکن میں مجبور تھا۔ میرے پاس الفاظ نہیں تھے میری سوج مر لوط نہیں تھی لیکن آج تمہاری عنایتوں سے سب ٹھیک ہو گیا ہے غزالی یوں سمجھ لو کہ دماغی صحت کے بعد جس شخص کو میں نے سب سے پہلے یاد کیا، وہ تم تھے میری ذہنی قوتوں نے جسے سب سے پہلے تلاش کیا وہ غزالی ہی تھا۔ لیکن تم شاید یہاں سے بہت دور کسی ایسی جگہ تھے، جہاں میں تمہیں تلاش نہیں کر سکتا تھا۔“

”تم اپنی ذہنی کیفیت اب بالکل ٹھیک پاتے ہو گوئین، گوئین نہیں۔ بوڑھا بابا کیا اب مجھے بوڑھا بابا نہیں کہو گئے غزالی۔“

”اگر مجھے اس کی اجازت ہے تو ضرور کہوں گا۔ لیکن نہانے تمہاری دنیا میں تمہاری عمر کیا ہے؟“

”بوڑھا بابا ہوں میں صرف بوڑھا بابا باک بیٹھ رہے ہو۔ میرے پاس ہے۔“

”جب تم کو ظاہر ہے میں تو تمہاری ہی تلاش میں آیا تھا۔“

”تو پھر اچھی اور اسی وقت میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ تمہارا یہ پاس آتا مناسب ہے، میں خود بھی ڈاکٹر جے مورگر کے پاس آ سکتا ہوں۔ لیکن یہ بات مجھے بہتر تم جانتے ہو کہ مجھے ڈاکٹر جے مورگر کو خطرات میں ڈالنا چاہیے یا نہیں؟“

”میں کہاں بیٹھ سکتا ہوں تم سے ملنے کے لیے۔“

”میت بنی خوبصورت عمارت ہے، بہت ہی اعلیٰ درجے کا ڈیزائن ہے۔ بہتر ہے کہ تم ٹیکسی کے ذریعے سفر کرو۔ ڈرائیو میں ڈیکٹر سپنیا سے گا۔ ایڈی ڈیکٹر ایک جاتی ہیں پانی نصیحت ہیں۔“

”ٹھیک ہے گوئین۔ میں اور گوشائی تمہارے پاس پہنچ رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم دونوں کہنے کے باہر نکل آئے۔ ڈاکٹر جے مورگر ابھی سونے کے لیے اپنی خواب گاہ میں گیا تھا۔ میں ٹیکر وہ ہماری طرف متوجہ ہو گیا۔

”تجربیت؟ اس نے سوال کیا۔

”ہسٹری مورگر ہمیں اچھی اور اسی وقت گوئین کے پاس پہنچنا اس کی طرف سے فوری طلبی ہے۔“

”ٹھیک ہے کیا اس نے اپنی تلاش گاہ کے بارے میں لیا۔“

”ہاں۔ وہ ڈیکٹر ہاؤس میں مقیم ہے اور تم یقیناً اس کے بارے میں جانتے ہو گے۔“

”ادہ میرے خدا الیڈی ڈیکٹر، وہ تو یہاں کی مفروضہ ترین ٹیوٹوئل میں سے ہے کسی شاہی خاندان کے فرج کے علاوہ وہ کسی لوگھاس ہی نہیں ڈالتی۔ تعجب ہے لیکن تعجب نہیں ہے۔ ڈاکٹر جے مورگر نے خود ہی اپنے بیان کی تردید کر دی اور پھر کہنے لگا۔ ”کار کی جاپانی ٹھہر لے لے جاؤ، یا میں خود تمہارے ساتھ چلوں۔“

”نہیں، ہمیں ٹیکسی سے جانا ہو گا وہاں۔“

”گو یا فوری واپسی کا ارادہ نہیں ہے۔“

”نہیں ڈاکٹر، ظاہر ہے گوئین کے ساتھ کافی وقت گزارنا ہو گا۔“

”یہاں سے چلنے سے مجھ سے ٹوٹے تو سی؟“

”انتہائی کوشش کروں گا ڈاکٹر، لیکن اگر عارضی طور پر حالات ناگزیر ہو جائیں تو مجھے معاف کر دینا ویسے تمہارے پاس آؤں گا ضرور۔ بہت سے احسانات ہیں مجھے رہتا ہے۔“

ڈاکٹر جے مورگر ہمیں باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ ٹیکسی کی تلاش میں زیادہ دیر تک بیٹھا نہیں پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی ہمیں لے کر ڈیکٹر ہاؤس جا رہی تھی۔

قدیم طرز کی یہ حسین عمارت وسیع رقبے میں پھیلی ہوئی تھی اور لندن کے ایک نواحی گاؤں میں تھی۔ عمارت کے صدر دروازے پر پہنچ کر ٹیکسی گواہی گئی اور ہم نے انٹر کام پر لیڈی ڈیکٹر کو اپنی آمد کے بارے میں بتایا۔ گوئین شاید پہلے ہی اس کا انتظام کر چکا تھا کیوں کہ فوراً ہی ایک بلر ٹا آدی ہمیں لینے کے لیے آیا۔ اور اس نے ہمیں عمارت کے وسیع ترین ڈرائنگ روم میں پہنچایا جس میں انتہائی پرانے طرز کا فرنیچر بڑھا ہوا تھا۔ ابھی ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہی نہانے تھے کہ کونجی دروازے سے گوئین اندر داخل ہو گیا۔ وہ بوڑھا بابا جس کی حالت کسی زمانے میں قابل رحم تھی اور جو سن صاحب کی کوچھی میں دادوں کے ہاتھوں میں تھمے مشتق بنا رہتا تھا۔ وہ بوڑھا شخص جس پر رحم کھا کر میں نے داور کی پستانی کی تھی اور ندرت جہد کے لیے روٹی تھی۔ اور پھر ڈاکٹر ظاہر بن گیا اس کے ساتھ فراڈ، بہت جیت تک کا سفر، بوڑھے کی گمشدگی، جس کی تلاش نہانے کو لندن کی کمانیاں اسے دیکھ کر میرے ذہن میں ابھری تھیں۔ وہ خود بھی عجیب سی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ گوشائی کے انداز میں موڈرنا کیفیت پیدا ہوئی تھی وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر سر جھکا کر کھڑی ہوئی تھی۔ میں ایک قدم آگے بڑھا تو گوئین کسی قدم آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے مجھے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔ اس کے چہرے اور مضبوط بازو میرے بدن

کے گرد لپیٹ گئے اور میں ان کی قوت کا اندازہ کرنے لگا۔ یہ وہ گون میں تھا جو مٹی کے کھونوں سے بنائے کیا کچھ بنا تا رہتا تھا۔ آج وہ ایک شاندار شخصیت کی حیثیت سے میرے سامنے کھڑا تھا۔ ڈاکٹر جے مورگن نے اس کی شخصیت بہانے کے لیے اسی کی داہمی اور مونچھیں صاف کر دی تھیں اور یہ صاف و شفاف چہرہ اس وقت بھی صاف تھا، چنانچہ بوڑھا بابا کتنا اس کی شاندار شخصیت کا مذاق اڑانے کے مترادف تھا۔

گوین نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ وہ کافی دیر تک مجھے سینے سے لپٹانے کھڑا رہا، پھر اس نے بڑے احترام سے مجھے ایک صوفے پر بٹھا دیا اور گوشائی کی طرف رخ کر کے بولا۔ "گوشائی آؤ تم بھی بیٹھو۔ احترام ابھی چیز ہے، لیکن ہم جن حالات کا شکار ہیں، ان میں ہمیں دو سطوں ہی کی مانند وقت گزارنا ہوگا، تم کسی میرے لیے جو کچھ کیا ہے، ظاہر ہے کہ سب میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ مسٹر غزالی تمہارے سلسلے میں میں جن مذہب کا شکار ہوں، ان کے اہلما کے لیے بھی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تم نے ایک ایسے وقت میں میرا ساتھ دیا تھا جب میں انسانی کی شکل میں جاؤ رہتا تھا، شاید ڈاکٹر مورگن نے تمہیں میری اس کیفیت کے بارے میں بتایا ہو، لیکن میں تمہارے بارے میں ایک ایک بات کو محسوس کرتا تھا۔ ہر وہ بات جانتا ہوں میں، جو اس دوران مجھے پیش آئی تھی۔ میں بس وہ بھول گیا تھا جو یاد کرنا چاہتا تھا، یقیناً میرے ساتھیوں نے تمہیں ہانپے ہارے میں بتایا ہوگا، ہم سازش کا شکار موقوف لوگ ہیں جو اپنی دنیا کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور وہیں پہنچ جانا چاہتے ہیں، کیوں گوشائی کی میرا دوست میرا من ہمارے مقصد سے باخبر ہے؟"

ہاں عظیم گوین، وہ سب کچھ جانتا ہے؟

یہ ہماری خوش بختی ہے کہ اس کا ایک ذہن نوجوان ہم میں شامل ہو گیا ہے، پانچ سو سال کی کمانی کمان سے جانتی ہو گوشائی، لیکن میں سب کچھ جانتا ہوں۔ میں نے کھلی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے اور کیا ہے اس کے لیے میرے دل میں کاش میں تمہیں بتا سکتا، گوشائی میں تم سے بعد میں بات چیت کروں گا، تمہیں آرام کے لیے جگہ بنا دی جاتی ہے، آج کی رات میری اور غزالی کی ہے، میرے دل میں نہ جاننے کیسے کیسے جذبے چھپے ہوئے ہیں اس کے لیے، میں اس سے باتیں کروں گا، تم آرام کرو، مجھے اسی کے تم محسوس نہیں کرو گی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارے بھی دل میں اس طویل عرصے کا سبنا ہوگا، ایسکن دوبارہ وہی الفاظ دہراؤں گا کہ میرے دل میں اس شخص کے

لیے بہت کچھ ہے۔ میں اس سے تمام باتیں کر لیتا چاہتا ہوں۔ جو کرنے کا خواہشمند تھا اور کہ نہیں سکتا تھا۔ اٹھو گوشائی، میں تمہیں تمہاری آرام گاہ دکھا دوں آؤ! گوشائی فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی، یہ گوین کا احترام تھا۔ وہ نہ میں جانتا تھا کہ خود گوشائی کے پاس بھی بہت ساری کمائیاں تھیں، گوین کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا تھا چنانچہ خاموش رہا۔ وہ گوشائی کو کسی بلکہ بیچارے واپس آگیا، میں ڈرائنگ روم میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ واپس آنے کے بعد اس نے مسکرائی نکا ہوں سے مجھ دیکھا اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔ چند لمحات اسی طرح خاموشی سے گزر گئے، بہت پہلے کا بوڑھا بابا جس کے چہرے سے غلطی تھکتی تھی، آج کسی اور ہی حیثیت سے میرے سامنے تھا۔ اس کی نئی شکل سے اس کا وقار اور دبہہ چمکتا تھا۔ اور یہ بات تو مجھے معلوم ہو چکی تھی کہ وہ سامونوں کی دنیا کا تارک تھا اور تارک ہونا معمولی بات نہیں تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غزالی تمہاری کمائی کبھی مجھے نہیں سنائی گئی اور مجھے سنانے والا تھا بھی کون۔" وہ لمبی کانٹھیں جس لیے بھی رچا گیا کچھ خیال میں کارآمد تھا اور گوشائی نے یہ سب کچھ میری بہتری کے لیے کیا تھا، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ بے حد ذہن سپہ سالار ہونے کے باوجود وہ اس نئی دنیا کے کھیل سے واقف نہیں تھی، یہاں کا انداز کافی مختلف ہے اس نے خزانے کا پیکر چلا کر ایک عالم کو اپنے پیچھے لگایا، لیکن وہ نہ کر سکی جو کرنا چاہتی تھی اور پڑا ہوا کاشکار رہی، بلکہ یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر تم بہت تک کا سفر نہ کرتے اور حالات سے اسے آگاہ کے وہاں سے نہ نکلتے تو یقیناً ہم اپنی منزل سے اس قدر قریب نہ ہوتے جتنے اب ہیں۔ غزالی میری کیفیت یوں سمجھو کہ میں ذہنی طور پر مطلق تھا، لیکن جو دیکھتا تھا وہ سمجھ لیتا تھا، کبھی بھی؟ پر جنوں کے دورے پڑتے تھے اور یہ اس وقت ہوتا تھا جب مجھے وہ یاد نہیں آتا تھا جو میں یاد کرنا چاہتا تھا۔ میں مٹی کے کھونوں سے اپنی دنیا تعمیر کرتا تھا۔ سامونیکا جانتا تھا اور اہم واپسی کے راستے ڈھونڈتا تھا، لیکن وہ مجھے نہ دیکھتے تھے



تم مجھے لے کر چلے تو نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس سا ہوا کہ یہ ماضی مجھے یاد آجائے گا۔ میں دوسری کیفیت کا شکار تھا، سوچ سکتا تھا، لیکن الفاظ کی شکل میں ادا نہیں کر سکتا تھا، چراغ کی وہ تو میں چھین گئی تھی جو اپنے خیالات اور اسما

دوسرے تک پہنچا سکتی ہیں اور انہی چین مانتے والی چیزوں کی وجہ سے میں اپنے آپ کو نامکمل سمجھتا تھا۔ مجھے ایک ایک لمحہ یاد ہے کہ تم کس طرح مجھے واپس لے کر آئی تھیں۔ ساتھ لے کر یہاں تک پہنچے اور ڈاکٹر مومو کر کے حوالے کیا۔ پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ میرے ذہن کی قویوں واپس آئیں۔ اور اس کے بعد میں نے ڈاکٹر کے مورخ کو کہنے آگے کے علاج کے بارے میں بتا دیا۔ اور اب میں اپنے آپ کو تمام تر ذہنی قوتوں کے ساتھ مکمل یا ناقابل غزالی بہت فخر سے کہتا ہوں۔ میرے ٹوٹے ہوئے وجود کو جو زکرم نے ایک بار پھر یکجا کر دیا ہے۔ مجھے تمہارا انتظار تھا، چونکہ میں جانتا ہوں کہ تم نے ساموئیل کی بہتری کا مشن سنبھال رکھا ہے۔ لہذا میرے ساتھیوں نے تمہیں بتا دیا ہو گا کہ ہم کون ہیں۔ ساموئیل کا ہم ہونے والی سازش کے شکار ہو کر ہم اپنے جہازوں کے ذریعے باہر کی دنیا میں بھیجے گئے، اور یہاں ہمارے جہاز سمندر کی طرف فالوں کی نذر ہو گئے، جس کے بعد ہمیں یکجا ہونا نصیب نہ ہوا، یہ بہت تمام ساموئیل جانتے تھے کہ اس دنیا میں انہیں اس قدر صلوات نہیں آنے گی اور اگر وہ ایک دوسرے کو تلاش کر کے پھر یکجا پہنچ جائیں تو یقیناً تیس دو بارہ واپسی کے امکانات کریں گے، ایسے ہوئے ساموئیل اپنی تمام تر کوشش سے ایک دوسرے کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ ان میں باقی افراد کو زنی حیثیت رکھتے تھے، جن کے نام، وی مین، تھو ساس، لیوس اور گائی ہا ہیں۔ میں انہیں تلاش کر رہا ہوں غزالی، یہ لوگ جا میں اور تمہارے امداد و شہار کے مطابق یہ تین سو ساموئیل جنہیں ایک ساتھ ساموئیل کا سے نکالا گیا تھا میرے پاس پہنچ جائیں تو ہم ساموئیل واپسی کے سفر کا آغاز کر سکتے ہیں۔ غزالی ابھی ایک طویل عرصہ بعد ہمارے سامنے ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کتنا وقت صرف ہو جائے۔ گوشائی سے مجھے معلومات حاصل کرنی ہیں لیکن میرے دوست میرے دل میں تمہارا بہت بڑا مقام ہے کیونکہ تم نے بے لوث ہمدردی دی، مجھے حسن بھی یاد ہیں، لیکن میں ان سے متاثر نہیں ہوں کیوں کہ وہ جن چیزوں کے تحت عمل کر رہے ہیں وہ کچھ اور تھے، ان میں خلوص نہیں تھا، مخلص وہ تھا جو ایک وحشی جانور کے مقابل آیا تھا جو بہت تھوڑے سے مفاد کے لیے مجھے مارتا تھا، میں جوانی کا رروائی کر سکتا تھا غزالی لیکن کیا کرتا میرے راستے مسدود تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہے۔

”بہر طور ستر گومین آپ اپنی ذہنی قوتیں حاصل کر چکے ہیں میرا ایک بہت بڑا مقصد تو ختم ہو گیا اور میں نہایت خوشی کے ساتھ آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کی تمام ذہنی قوتیں واپس آئیں۔“

”ہاں۔ اگر میں کبھی ساموئیل کا پیچ کرنا چاہتا ہوں تو وہاں کر سکتا ہوں ساموئیل کا کوئی بھی فرد غزالی کو فراموش نہیں کرے گا، جس نے اس سلسلے میں مرکزی کردار ادا کیا۔“

”اگر آپ کی معلومات ابھی محدود ہیں ستر گومین تو پھر پھر اور بھی میرے پاس میں شہداء کی وی مین، تھو ساس اور لیوس میرے ساتھ ہیں۔ گائی ہا یا کاپٹن چیکا ہے، ڈوڈن کارو، وائی مین بھی ہائے ساتھ ہیں اور تقریباً ڈھائی سو سے زیادہ ساموئیل ایک جگہ یہ تمام افراد جمع کر لے تھے میں، ان سب ہم سب ہمدردی و محبت پائی کا انتظار کر رہے تھے اور تمہارے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک ماسٹر کر کے میں اور گوشائی یہاں تک پہنچے ہیں، گومین اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

اس کی خصوصیت انہیں جو گمر کی سہا تھیں اور ان کی کیفیت پھر تھی، وقتاً رنگ تبدیل کرنے میں ان کی پیشوں کا رنگ بیلے سبز ہوا، پھر سرخ اور آخر میں نیلا۔ ان آنکھوں سے نئی شعاعیں نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، نہ صرف محسوس ہو رہی تھیں بلکہ ان شعاعوں کا ایک دائرہ سامن لگا تھا اور مجھے اپنا سر جھاری جھاری محسوس ہونے لگا تھا۔ گومین کے ہاتھ ایک بار پھر پھیل گئے، وہ اسی انداز میں آگے بڑھا اور اس کی آنکھوں کی اس روشنی نے میرا پورا چہرہ اپنے دل میں لے لیا، پھر گومین نے اختیاراً انداز میں مجھ سے لپٹ لیا۔

”کتنے احسانات کرو گے مجھ پر غزالی، کتنے احسانات کرو گے، ان احسانات کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں، آہ تم نے وہ کیا ہے، جو ہم ساموئیل نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے ساری داستان تمہارے ذہن میں پڑھی ہے۔ غزالی تم نے بار بار اپنی زندگی اور ہمارا گرا کر جس طرح میرے ساتھیوں کو یکجا کیا ہے، میں اُسے احسان کا نام نہیں دوں گا، یہ تو یوں ناداروں کے جذبہ ہے۔ یہ تو ان نا قابل تسخیر قوتوں کے جذبہ ہے جو زندگی دیتی ہیں اور زندگی دیتی ہیں تم زندگی دینے والوں میں سے ہو، لیکن الفاظ میں تمہیں پند کروں، کون سا نام رکھوں تمہارا۔ غزالی میرے دوست غزالی۔

یہ تو صرف تمہارا شکر ہی ادا کر سکتا ہوں۔“

گومین اسے جذبات کا اظہار کرتا رہا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ پر میری تمام کاوشوں کا بدل مل گیا جو اس کے بعد

کسی اور شے کی آرزو نہیں رہی تھی۔ پھر گومین مجھ سے تمام تفصیلات معلوم کر رہا اور یوں ساری رات بیت گئی۔ ہمیں پتا بھی نہیں چل سکا تھا، یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور ہم دونوں ہی چونک چکے۔ گومین نے باہر دیکھے تھے کہ۔

”سورج اُٹ آیا ہے۔“

”ہاں لیکن عمارت میرے لیے تعجب تیز ہے گومین۔ یہ لیڈی ونڈر سکرول ہے؟“

”اوہ میرے دوست مجھے صاف کرنا، ڈاکٹر نے موگر کو ان لوگوں سے منع فرمادیا ہے، یہ جو میری تلاش میں سرگرداں تھے، مجھے کوئی ٹھکانہ بنانا ضروری تھا لیڈی ونڈر سکرول کا اختیار عورت ہے۔ میں نے اس کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور اپنے ترہہ ساتھیوں کے ساتھ یہاں مقیم ہوں، یہ ترہہ افراد ساموئیل ہیں، جنہیں میں نے اپنی ذہنی قوتوں سے پکارا اور وہ ذہنی قوتوں کی مدد میں تھے، سمٹ کر مجھ تک چلے آئے۔ لیڈی ونڈر سکرول اپنے عزیزوں میں شمار کرتی ہے اور یقیناً وہ افراد کے امانت کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتی، کیوں کہ وہ صرف وہ باتیں سوچتی ہے جن کی اجازت میں اُسے دیا ہوں۔“

”گویا تم نے اُسے اپنے ذہنی کنٹرول میں لے کر اپنے لیے یہ جگہ بنائی ہے۔“

”ہاں وہاں قوتوں کی واپسی کے بعد بہت سے امکانات مجھ پر نمودار ہو گئے، یہ ہم ساموئیل کی کچھ خصوصیات ہیں غزالی۔ جن کی تفصیلات تمہیں آئندہ جمل معلوم ہوتی رہیں گی، ہمیں احساس ہو گیا کہ ہم دشمن رکھتے ہیں اور اس کے بعد ہمیں ان دشمنوں کی تفصیلات بھی معلوم ہو گئیں۔ کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جو ابھی تک میرے ذہن میں واضح نہیں ہوئیں، لیکن ہے ان کی وضاحت تمہارے ذریعے ہو جائے، لیکن اس میں جلدی ضروری نہیں ہے، غصہ بڑھنا لو اس کے بعد ناشتہ کریں گے۔“

میں نے گومین کی ہدایت پر عمل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم نازش ہو گئے، مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی تھی کہ وہ ساموئیل گومین کے پاس موجود ہیں، ویسے گومین کی ذات مجھے مکمل محسوس ہوئی تھی اور یوں لگا تھا جیسے وہ آسانی سے دھوکا کھا جائے۔

”اول میں سے نہیں ہے اور جو ساموئیل اس کے پاس پہنچے ہیں وہ دشمن ساموئیل نہیں ہوں گے، کیونکہ گومین دشمنوں اور دشمنوں کی تمیز رکھتا ہے۔ لیکن پھر بھی ناشتے کے بعد میں نے اس موضوع پر اس سے بات کی، گوشائی اس وقت ہمارے ساتھ تھی۔ میں نے ان ترہہ ساموئیل کو بھی دیکھا جنہوں نے گومین کے ساتھ یہ ناشتہ

کیا تھا۔ بظاہر سچپ چاپ نظر آ رہے تھے، گومین نے میرا ان سے کوئی تعارف نہیں کر لیا تھا۔ لیکن ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ گوشائی کو لے کر ڈانگ روم میں آ گیا اور یہاں ہمیں تنہا بیٹھ گئے۔ اس دوران لیڈی ونڈر سکرول کی صورت نظر نہیں آئی تھی۔ ہاں یاد رہی لازماً میں نہیں ناشتہ سروس کرتے رہے تھے۔ گومین نے بھی لیڈی ونڈر سکرول کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ لیکن بے صبر کے ناشتے پر موجود ہوتی ہو۔ ڈانگ روم کا دروازہ بند کرنے کے بعد گومین گوشائی سے بولا۔

”گوشائی میں نے تقریباً تمام باتیں غزالی سے معلوم کر لی ہیں میری عزیزہ دم لوگوں نے واقعی محنت کی ہے اور غزالی نے تمہارا ساتھ دیا ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے خیال میں ان ترہہ ساموئیل کے بعد ہمارے کتنے ساتھی ہم سے بھٹکے ہوئے ہیں؟“

”میں صحیح تفصیل نہیں جانتی ستر گومین لیکن جہاں تک مجھے وی میں سے معلومات حاصل ہوئی ہیں، ان سے یہ اندازہ ہونا ہے کہ ان ترہہ ساتھیوں کے بعد ہمارا ایک بھی ساتھی بھٹکا ہوا نہیں ہے۔ ساموئیل یکجا ہو چکے ہیں تقریباً ہمارے ساتھ موجود ہیں وہ گائی کے پاس ہیں۔ ہماری تقدیر کے ستارے بدل چکے ہیں اور ساموئیل کی سرزمین ایک بار پھر ہمیں پکار رہی ہے اور وقت وہ بھی دور نہیں جب ہمیں ساموئیل واپس جانا ہے۔“

”بے شک وہ وقت دور نہیں ہے، مجھے علم ہوا ہے کہ ذہنی نشانی نے اپنے نمائندے اس دنیا میں بھیجے ہیں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ہم لوگ زندہ ہیں زلی لوش اسی دنیا میں ہمارا رخا کر دینا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے مقامی لوگوں سے امداد طلب کی ہے، جن لوگوں سے اس نے امداد مانگی ہے، وہ کیا حیثیت رکھتے ہیں گوشائی، کیا تمہیں ان کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔“

”نہیں گومین، یہ تمام ذمے دار ہمارے دوست کا ذالی نے ہی سنبھالی ہوئی ہیں۔ گائی جانتا ہے کہ یہ کون لوگ ہیں گائی کی ان سے مدد بھیجی ہو چکی ہے، شاید اس نے تمہیں بتایا ہو گا؟“

”ہاں کسی حد تک غزالی ان سے ہمارے لیے لاتا رہا ہے۔ میں صرف راجنا جانتا تھا کہ کسی شخص سے تمہاری مدد بھیجی ہوئی یا نہیں۔ تم نے اس کی قوتوں کا اندازہ لگا یا یا نہیں؟“

”نہیں۔ میں تو بہت میں مقیم تھی، اور وی مین کے رابطے کے بعد اس علاقے میں پہنچی ہوں، جو انتہائی خوفناک انداز قابل محسوس ہے۔ گائی ہر وہ بات جانتا ہے جس کا تعلق اب ہم سے ہے۔“

”میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں ڈیر غزالی کہ اب ہمارا

دوسرا پروگرام کیا ہونا چاہیے تم اگر چاہو تو یہاں ہم ان دشمن
سامونوں سے مقابلہ کر سکتے ہیں جو زنی نوش کے مانند
ہیں اور تم اگر نہ چاہو تو خاموشی سے اس طرف کا سفر بھی شروع
کر سکتے ہیں جہاں بقیہ سامون موجود ہیں۔“

میری رائے ہے کہ تو میں کو پہلے تم سب لوگ یکجا ہو جاؤ
اس کے بعد میری کوئی بات سناؤ متھیغ کرنا مناسب ہوگا سب
نے کچھ پروگرام بنائے ہوں گے، ممکن ہے سب کے مشوروں سے
ہم زیادہ بہتر طور پر کام کر سکیں۔“

”تو پھر خرابی پہلا بندوبست ہی کرو کہ ہم یہاں سے چیل
پڑیں۔ اس میں تمہیں کوئی دقت ہو تو مجھے اپنے ساتھ رکھو، تمام
مشکلیں حل ہو جائیں گی۔“

”گویا اب ہمیں سولہ افراد کو اسکیولینڈ کا سفر کرنا ہوگا۔
تیرہ افراد ہی ہوتے ہیں، تم خود، گوشائی اور میں۔“

”سو فیصدی ہمیں ساتھ ہی سفر کرنا ہے اور اس سلسلے
میں جو دائرے ہو سکتے ہیں ان کے لیے تم فکر مند رہو جن لوگوں سے
تم یہ کام لینا چاہتے ہو ان سے ملاقات کرو اور مجھے ساتھ رکھو،
سو فیصدی ہی ہوگا کہ وہ تم سے تمہاری خواہش کے سلسلے میں
باز پرس نہیں کر سکیں گے۔“

میں نے دلچسپی کی نگاہ سے گو من کو دیکھا تھا، پراسرار دنیا
کا نقشہ اپنی ذلت میں بننا پراسرار تھا اس کا کوئی اندازہ نہیں
لگا یا جا سکتا تھا۔ یہ دوسری شخصیت کا مالک تھا، ایک
جانب وہ خاموش جنونی تھی اور اب وہ کہتا تھا کہ یہ تمام باتیں
اُسے یاد ہیں جو اس دوران پیش آئی تھیں۔ ڈاکٹر طاہر علی
کا طرز علاج سچی اس پر اثر انداز نہیں ہو سکا تھا۔ یہ ساری
باتیں ناقابل فہم تھیں، لیکن سامونیہ کا بھی تو ناقابل فہم ہی تھا،
میں نے اپنی زندگی کے دلچسپ تجربات کیے، مگر سیاحت
کے اعلیٰ ترین افراد سے مل کر میں نے سولہ افراد کے لیے اسٹاک
ہوم جملنے کے انتظامات کرنے کی درخواست کی اور اعلیٰ افرائن
نے مجھ سے اس طرح تعاون کیا جیسے میں صدر امریکہ کا خصوصی
نائب ہوں۔ پاسپورٹ، ویزا کاغذات اور سفر کے انتظامات
اس طرح کیے گئے ہیں جیسے یہ ان کے لیے فرض اولین ہے، اسٹاک
ہوم سے آگے کا سفر کا قسم کے ذرائع سے کیا گیا، تاکہ ہمارے
دشمن ہماری جانب متوجہ نہ ہوں۔ یہ بات میں ابھی طرح جانتا
تھا کہ مارٹن ایسٹروٹ نے بارنیز مانی ہوگی اور اس کی نظریں ضرور
ہمیں تلاش کر رہی ہونگی۔

سامون لاکھ تو تیر رکھتے تھے لیکن تنظیم کی قوتیں بھی غٹھے
معلوم تھیں۔ مارٹن ایسٹروٹ حالات کو صحیح انداز میں سمجھ چکا ہوگا تو
اب اس کا اندازہ بھی بدل گیا ہوگا وہ کچھ نہ کچھ ضرور کرنے کا ارادہ میں
مارٹن ایسٹروٹ نے اپنی کارروائیاں اس لیے تک کر دی ہوں گی کہ
اب اس کے علم کے مطابق ہم یہاں تھے اور اس کی پوری توجہ
اس سمت ہوگی چنانچہ یہ حد اعتدال کی ضرورت تھی۔

اسٹاک ہوم سے کرونا اور پھر وہاں سے لیب لینڈ کے
سفر کے انتظامات کچھ مشکل ثابت نہیں ہوئے گو میں واقعی
جادوگر تھا میں نے دوسرے سامونوں کی ذہنی قوتیں بھی دیکھی
تھیں لیکن گو میں ذہنی طور پر ان سب سے زیادہ طاقتور تھا
جس شخص کے سامنے وہ جو کچھ کہہ دیتا وہی کرنے پر آمادہ
ہو جاتا تھا۔ اس کے باوجود میں تنظیم کی طرف سے خوفزدہ تھا۔

مارٹن ایسٹروٹ سامونیہ کا کچھ بھی نہیں چھوڑ دیکھا اور ضروری
نہیں ہے کہ گو میں اس مرحلے پر بھی کامیاب ہو جاتی جاسے خود
میری پوزیشن بھی ہے حد خراب تھی اگر میں کسی طور ان حالات میں
ان لوگوں کے ہاتھ لگ جاؤں تو اب کوئی ایسا جھوٹا کارگر نہیں
ہو سکتا تھا جو میری جان بچا سکے۔

بہر حال ان تمام حالات کے باوجود ہمیں یہ سفر کرنا تھا اور
ان لوگوں کو بحفاظت وی میں کے پاس بھجنا نامی میری ذمہ داری تھی
گو میں اور گوشائی مطمئن نظر آتے تھے، انہیں صورت حال
کا صحیح طور پر اندازہ نہیں تھا، اسکیولینڈ کے سرحدی علاقے
میں داخل ہونے تک کوئی حادثہ بھی نہیں پیش آیا جس سے
ان کا اطمینان اور یقینہ گیا لیکن نہ چلنے کیوں میری چھٹی سب مجھے
احساس دلایا تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ لیب لینڈ کا تقریباً آٹھ
میل لمبا برفانی علاقہ طے کرنے کے بعد میں اس جگہ پہنچا تھا
جہاں سے وی میں کی دریافت شدہ سرچیں شروع ہوئی تھیں
ابتداء میں اسکیولینڈ میں وہاں سے ملاقات ہوئی لیکن جہاں موسم
کی بنا پر وہ بھی زیر زمین تھے اور انھوں نے لوہی کارروائیاں
ترک کی ہوئی تھیں، گوشائی چونکہ پہلے ہی اس برفانی خطے کا سفر
کر چکی تھی اس لیے وہ مطمئن تھی لیکن گو میں کے لیے یہ موسم اپنی
تھا دوسرے سامونوں کو بھی سفر میں دقت پیش آ رہی تھی اس
لیے سفر کی رفتار بہت سست تھی۔ پورے دن میں تقریباً پانچ
فٹیل کا سفر طے ہوا تھا۔ میری سب سے بچاؤ کے بہتر انتظامات نہ
ہوتے تو شاید یہ سفر اور مشکل ہو جاتا۔ بہر حال اس کے بعد ایک جگہ
قیام کیا گیا تھا لیکن آسمان کے رنگ بہتر نہیں تھے۔ مغرب کی
طرف سے کالی گھٹائیں آہستہ آہستہ بلند ہو رہی تھیں اور برف
کی سفیدی ماند پڑتی جا رہی تھی۔ ہم نے دو بلنڈ برفانی ٹیلوں کے

انسان قیام کیا تھا۔ سامون زندگی کی ضروریات میں مصروف ہو
گئے تھے۔ گوشائی گو میں سے گفتگو کر رہی تھی اور میں تشویشناک
نظروں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا پھر گوشائی میرے پاس
آئی۔

”میں ابتداء سے تمہیں اچھا ہوا محسوس کر رہی ہوں گا نالی۔“
”یہ حالت میری ذمہ داریوں کے اہم لحاظ ہیں گوشائی۔ میں

نے جواب دیا۔
”حالات تو یہ کون ہیں؟“
”ہاں ابھی تک تو ایسا ہی ہے۔“
”تمہارے خیال میں کچھ ہو سکتا ہے۔“
”نہ ہوا تو مجھے تعجب ہوگا، تمہیں نے کہا اور گوشائی خاموش
ہوئی۔ پھر آسمان کی طرف دیکھ کر اس نے کہا: ”بادل گہرے ہوتے
بارے ہیں۔ سامون اس موسم کے عادی نہیں ہیں۔“

”مجھے اندازہ ہو رہا ہے۔“
”آج کے سفر کی سست رفتار دیکھ کر مجھے اندازہ ہوتا ہے
کہ میں یہ فاصلہ عبور کرتے ہوئے کافی وقت لگ جائے گا۔“
”سرکوں کے علاقے تک پہنچنے کا مسئلہ ہے اس کے بعد
صورت حال بہتر ہو جائے گی، تمہیں لے گیا۔“

”یقیناً بہر حال ہمیں حوصلے سے کام لینا ہوگا۔ ابھی گوشائی
نے یہ جملہ ادا ہی کیے تھے کہ دشت آسمان پر زلزلہ لگی اور
سر جوڑوں کے جھکڑ چلنے لگے، ہواؤں کا یہ سلسلہ اپنا جگ شروع
ہوا تھا۔ ”بانی تو راجا جس وقت میں اس علاقے میں داخل ہوئی
تھی موسم ایسا نہیں تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔“

رفتہ رفتہ سردیوں ہوا میں شکل اختیار کرنے لگیں ہولکے
تھپڑے کوڑوں کی طرح ہمارے جسموں پر پڑتے اور بدن میں درد
کا لہریں پیدا کرتے نکل جاتے۔ اس کے بعد بارش شروع ہو گئی۔
برف کی بارش ہدی تھی اتنی سردی کہ بدن میں خون نمود ہونے
لگا۔ چند ہی منٹ میں ہمارے لباس بری طرح بھگ گئے اور ہم
سب ہی تھر تھر کانپنے لگے۔ سامونوں کی حالت غیر ہوتی جا رہی
تھی۔ گو میں اپنی جگہ کھڑا موسم کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر کسی
آواز نہ ہوئی۔

”گویا سویا۔ گویا سویا۔ تمام سامون ایک جگہ جمع ہو کر قطار
کی شکل میں زمین پر بیٹھ گئے۔ گوشائی نے میری طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔

”کیا تم قوتِ ارادی کے ذریعہ خود کو احوال کی تکلیف سے
بے نیاز کر سکتے ہو۔“
”گویا سویا۔ تمہیں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بانی تو لسا۔ گویا سویا۔ گوشائی خوش ہو کر لوہی اور خود بھی
زمین پر بیٹھ گئی۔ یہ سب سمجھو تو لسا، مہر بائیاں تھیں اس نے
درحقیقت مجھے دکھا سامون بنا دیا تھا۔ اس سے قبل بلنڈ ایسٹرو
کی قدر میں، میں نے شدید گرمی سے بچنے کے لیے ایک بار
اس مشق کا سہارا لیا تھا اور کامیابی حاصل کی تھی۔ میں بھی ان
لوگوں کی مانند زمین پر بیٹھ گیا اور ذہن کو گرمی مند بنا دیا اور پھر
موسم کے احساس کو بدن کے دور کرنے لگا۔ معمولی سی کوشش
کر ہی پڑی تھی اس کے بعد نہ طوفانی بارش کا احساس رہا اور نہ
سر جوڑوں کا۔ بدن میں خون کی روانی بحال ہو گئی تھی، بارش اب
بھی مسلسل ہو رہی تھی لیکن تمام سامون اٹھ کھڑے ہوئے اب وہ
پر سکون تھے۔ گو میں نے کہا۔

”میں یہ خیال میں اب نہیں یہاں نہیں رکن چاہیے۔ یہ
صورت حال پیش آئی ہے تو سفر ہی کیا جائے۔ میں نے اختلاف
نہیں کیا اور یہاں قیام کرنے کا ارادہ ملتوی کر کے آگے چیل
پڑے۔ اب یہ سفر بھگائی بنا دوں پر ہو رہا تھا۔ چنانچہ ہم آگے
چل پڑے۔ ہمارا رخ مغرب کی طرف تھا لیکن تھوڑی دیر چل کر
ایک اور عہدیت کا سامنا کرنا پڑا۔ بارش کے باعث برفانی
راستے پھلواں ہو گئے تھے اور سامون ان پر قدم نہیں چا پاسے
تھے جس کی وجہ سے چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ تاہم گرتے پڑتے سفر
جاری رہا۔ مصیبت یہ تھی کہ بارش تیز ہوتی جا رہی تھی۔ بادل
گرجتے تو بول لگتا، جیسے ہزاروں توپیں واغ دی گئی ہوں۔ کانون
کے پردے پھٹتے محسوس ہوتے تھے یہاں سامون اپنی قوت
ارادی سے بھی کام نہیں لے سکتے تھے۔ ایک ایک قدم جا چلنا
پڑتا تھا جس سے سفر کی رفتار نہ ہونے کے برابر رہی تھی۔ تاہم
گرتے پڑتے آگے بڑھتے رہے اور یہ سفر ساری رات جاری
رہا۔ رات میری زندگی کی بھلائی کا ترین رات تھی۔ بارش بھی
ساری رات ہی جا رہی تھی۔ صبح کو بدن تھکا کر چور ہو چکے تھے

ادب شاید کسی میں آگے بڑھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ چنانچہ
سورج نکلنے ہی ہم رک گئے۔ سورج کی روشنی کے ساتھ بارشیں
بھی ختم ہی تھی۔

”گویا بانی سفر بھی ایسا ہی ہوگا کہ گو میں نے کہا۔
”کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“
”بہر حال میں آگے بڑھتا ہے۔ گو میں لولا سامون ہرف
برے سدھ بڑے ہونے تھے لیکن شکر تھا کہ رات بھر کی شدید
بارش کے بعد صبح کو سورج پوری آسٹاب کے ساتھ نکلا تھا
اور دھوپ بھی تھی جس سے بدن کسی قدر کھل گئے تھے۔ تین

گھنٹے دو مکمل آرام کیا گیا اس کے بعد سفر جاری ہو گیا۔ میں نے گوشائی سے کہا۔

”ایک بات بتاؤ گوشائی۔ سامون موم کی شدت سے خود کو بے نیاز کر سکتے ہیں تو پھر ان لوگوں نے وہ طویل زیندگی کیوں پتائی؟ وہ آگے کے سفر سے یوں ہرگز ہوں گے“

”کیا مطلب ہے؟“

”خواب موم کی وجہ سے لستے بھی گم ہو گئے ہوں گے۔ اگر آگے بڑھنے کی گنجائش ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتے۔“

”اوہ! ہاں ان کے سامنے کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا۔“

”بالکل یہی بات تھی گوشائی نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ سامون بہت بری حالت میں سفر کر رہے تھے میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک کر ان راستوں کو تلاش کر رہی تھیں جہاں سے گذر کر

ہیں سرنگوں تک پہنچنا تھا یہاں سے جاتے ہوئے ہم نے چند نشانات سمیٹ لیے تھے۔ لیکن نہ جانے کون کون سے محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی تک ان میں سے کوئی نشان سامنے نہیں آیا۔ گوشائی

نے میرے سامنے خیال کی تصدیق کر دی۔ اس نے اچانک کہا۔ ”گھڑالی۔ تم کوئی عجیب بات نہیں محسوس کر رہے؟“

”کیا؟“

”میں وہ نشانات نہیں مل رہے جن کا ہم نے تعین کیا تھا۔“

”کچھ احساس ہو رہا ہے مجھے۔“

”ایٹک میں وہ بیماری مل جاتی چاہے تھی جس کی بلندی نوکلار تھی ایراتون میں ہے کہ مزاج موم میں راستہ بھٹک گئے ہوں۔“

میں خاموش رہا۔ یہ تصور لرزادینے والا تھا کہ برف کے دروازوں میں ہم راستہ بھٹک گئے ہیں۔ موم اسٹاپ تھا کہ دوسرے

لٹھے کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا میرے خیال میں یہاں سامونی قوتیں بھی ساتھ نہیں دے سکتی تھیں۔ اس حد سے کا

اظہار گو مین سے کیا گیا تو اس نے کہا۔

”تمہارے خیال میں اس جگہ کا فاصلہ کتنا ہو گا جہاں ہمیں پہنچنا ہے۔“

”وہ فاصلہ تو ابھی کافی ہے لیکن اس جگہ کے نشان بھی نہیں مل رہے جہاں سے سفر محفوظ ہو سکتا ہے۔“

”اگر مناسب سمجھو تو دی مین سے دو ذہنی رابطہ قائم کرو۔ اسے بتاؤ کہ اس برزخان میں ہماری رہنمائی کرے۔“

”لیکن یہاں تو یہ رابطہ بھی مشکل ہے۔“

”میں کوئی شش کرتا ہوں۔ گو مین بولا اور پھر اس جگہ تک کہ اس نے غاروں میں رہنے والوں سے دو ذہنی سلسلہ قائم کر کے

کی کوشش شروع کر دی۔ ہم اس کی کامیابی کا انتظار کر رہے تھے۔ دفعتاً اس نے زور سے سر جھٹکا اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں

دوسری بار ہم اس نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں۔

”وہ یہاں ان بہادریوں میں موجود ہیں۔ اس نے فریٹے ہوئے لٹھے میں کہا۔“

”کون گو مین؟ ہمیں لے توجب سے پوچھا۔“

”دشمن سامون، گو مین کا جواب بے حد سستی خیز تھا۔“

”کیا مطلب ہے؟“

”میں نے ان میں سے دو کو ہلاک کر دیا وہ میرے ذہنی رابطہ کو متاثر کر رہے تھے۔ میری ذہنی قوتوں کو مفلوج کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ذہنی دوش کے آوارہ کئے گو مین

نے کہا۔“

”اوہ! میں ہونٹ سکڑ کر رہ گیا۔ گو مین کے الفاظ نے صورت حال بھاری تھی۔ مجھے پہلے ہی اس کا خدشہ تھا۔ میں

جانتا تھا کہ ان ایٹکوں میں طرح خاموش ہو کر نہیں بیٹھ جائے گا وہ بہرہ سلو پر زور کر رہا ہو گا اور اس وقت اس کی پوری توجہ اسی

سمت ہوگی۔ سامون اس کے ساتھ تھے اور وہ بھی برف کے ان دروازوں میں بھٹک رہا تھا۔“

”دی مین کی طرف سے جواب نہیں ملا؟ میں نے پوچھا۔“

”وہ ہمارے رابطہ روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

”گوشائی ہوشیار۔ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے جدوجہد کا وقت آگیا ہے۔ میں نے کہا۔“

”میں نہیں سمجھی؟ گوشائی نے کہا۔“

”انھوں نے ہماری سمت کا اندازہ لگایا ہے۔ مڑو گو مین آپ نے ابھی کہا تھا کہ آپ نے ان میں سے دو کو ہلاک کر دیا۔“

”کیسے؟“

”مارک یہ قوت رکھتے ہیں کہ اپنے ذہن کی رفتار میں مزاج ہوئے والوں کو ذہنی قوتوں سے ختم کر دیں؟ گوشائی بولی۔“

”میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ گو مین بولا۔“

”آپ ایک ریپورڈی مین سے رابطہ قائم کر لینی کوشش کریں۔ میں نے کہا۔ اور گو مین میری ہدایت پر عمل کرنے لگا لیکن کئی منٹ کی کوشش کے باوجود وہ کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔“

”وہ برف کی گہرائیوں میں دفن ہیں جہاں خیالات کی لہریں بے اثر ہوتی ہیں۔ اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔“

”آؤ گوشائی یہ جگہ جس قدر جلد ممکن ہو چڑھو تو میں آپ سے ملے گا اور ہمارا قافلہ ایک بار پھر چل پڑا۔ تقریباً دو گھنٹے تک یہ

سفر بغیر کسی وقت کے جاری رہا۔ لیکن پھر اچانک ہی ہمیں رکنا پڑا۔ ہم کسی قدر لمبڑی پر تھے۔ نیچے برف کی سفید چادر پھیلی

نظر آ رہی تھی اور اس دھلان کے آخری سرے پر یہیں کچھ لوگ نظر آ رہے تھے۔ وہ صلح تھے اور ان کے آگے بڑھنے کا انداز بتاتا

تھا کہ وہ خنٹا طس اور کسی کی تلاش میں ہیں۔ ہمارے دشمنوں کے علاوہ اور کون ہو سکتے تھے۔ میں

لے تیزی سے واپسی کے لیے قدم بڑھانے صرف چند قدم اور آگے بڑھ جاتے تو ہمارا دیکھا جانا یقینی تھا۔“

”دی لوگ معلوم ہوتے ہیں گوشائی بولی۔“

”سوفیصدی!“

”ان کے پاس اتنی ہتھیار ہیں، ابھی گوشائی نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً ان میں ایک آواز سنائی دی اور میری نگاہیں اوپر

کی سمت اٹھ گئیں۔ میرا اندازہ درست تھا وہ پہلی کا پٹر کی آواز تھی جو اسی سمت آ رہا تھا۔ اب برف کی سفیدی میں ہمارا دیکھ

لیا جانا یقینی تھا، اس پاس کوئی ایسی جگہ بھی نہیں تھی جہاں پہلی کا پٹر والوں کی لنگاہوں سے پھانسا جاسکے۔ ان میں پہلی کا پٹر ہمارے

سرور پہنچ گیا۔ اور پھر دفعتاً ہرے گون کی تڑتڑاہٹ سنائی دینے لگی۔ دو طرفہ بانٹھ مارا کئی تھی لیکن ہمیں جہاں بوجھ کر

نشانی نہیں بنا لیا گیا تھا۔“

”ہاتھ بلند کر دو۔ ہاتھ بلند کر دو۔“ میں نے خیر خیر کہا اور خود

دلوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

”گھڑالی، گوشائی نے کہا۔“

”ہاتھ بلند کر دو۔ اس وقت ضروری ہے دوسرے ہم ہلاک ہو جائیں گے۔“

”ہم ان کے قبضے میں نہیں جائیں گے، گو مین بولا۔“

”اس وقت ضروری ہے گو مین۔ میں نے کہا، پہلی کا پٹر ایک لمبا چکر لے کر واپس پلٹ رہا تھا۔ گو مین نے ہاتھ بلند

میں سے کہہ کر ہاتھ اٹھایا۔ اب اس کی آنکھیں خون برساری تھیں وہ پہلی کا پٹر کھینچ رہا تھا۔ پہلی کا پٹر ہماری طرف بڑھ رہا تھا

لیکن ہمارے سرور پہنچ کر اچانک ہی اس کا رخ تبدیل ہو گیا اس سے اس بار گولیاں نہیں برساتی تھی۔ میں جیانی سے اس کے بدلے رخ کو دیکھتا رہا اور پھر دفعتاً پہلی کا پٹر کا آواز سن گیا اس کا اگلا حصہ نیچے چھکا اور وہ برف کے ایک پسائڑ میں

گھس گیا۔ دھماکا ہوا اور برف کے ذرات آگ میں لپٹنے لگے۔ ہم

بلند ہو گئے۔ پہلی کا پٹر کسی پارا پار طریقے سے تباہ ہو گیا تھا۔ ہم

سب اسی طرف دیکھ رہے تھے کہ دھلان ولے اور پوچھ گئے

اور دفعتاً ہی ایک غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”خبر دار ہاتھ بلند کر دو۔ سب مارے جاؤ گے۔ میں نے

چونک کر دیکھا ان کی تعداد پندرہ کے قریب تھی اور ایڑی پائپر سب سے آگے نظر آ رہا تھا۔“

”ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ ایڑی پائپر پھر غمرا یا اس بار گو مین نے سب کو ہاتھ اٹھانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں نے بھی ہاتھ بلند

کر دیے۔ گرفتار کر لو ان سب کو۔ پائپر نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور ان میں سے چند لوگ ہماری طرف بڑھے۔ میں برف

رفتاری سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا لیکن یہاں بھی گو مین نے مجھ سے پہلے عمل کیا۔ جو شخص گو مین کو گرفتار کرنے آگے بڑھا تھا

اس کی ہونٹ کا چیخ سنائی دی۔ نیلی شاعروں کا حصہ ایک لٹھے کے لیے اس کے گرد چکر لیا تھا اور دوسرے لٹھے اس کا پورا

چہرہ بڑی طرح پھل گیا تھا۔

اس صورت حال کا نتیجہ مجھے معلوم تھا اور اس وقت عمل نہ کرنا خطرناک تھا چنانچہ میں نے اس شخص کی رانگھل پر

ہاتھ ڈال دیا جو میرے قریب تھا رانگھل سے میں اس کا نشانہ ٹونڈ لے سکتا تھا لیکن اسے لاش کی طرح گھما کر میں نے اس کا

سر زور بھاڑا ویلہ سامونوں نے کٹائیاں کھولیں اور برف پر لرزہ خیز جنگ شروع ہو گئی۔ وہ لوگ چونک کر اس قدر تڑپ گئے

تھے کہ اب رانگھلوں کا استعمال ممکن نہیں تھا اور پھر شاید وہ بدحواس ہی ہو گئے تھے اس لیے انھوں نے اپنے بہترین

ہتھیاروں کو انھوں اور ڈوڈوں کی حیثیت سے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ سامونوں کی کٹائیوں کا انھیں کوئی تجربہ نہیں تھا اس لیے

ان کی آن میں فیصلہ ہو گیا۔ کٹائیوں نے ان کے ہاتھ سامنی کی طرح کاٹ دیے تھے اور ان کے ہتھیار زمین پر گر پڑے

تھے۔ وہ لرزہ خیز چیخیں مارتے ہوئے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور سامون کٹائیوں کے تار لپکے ان کی پٹریاں پھینک

رہے تھے ان میں سے جو کئی کٹائی کی زمین میں آجنا اس کے بدن کے ٹکڑے زمین پر گر پڑے۔“

یہ خونریزی میرے لیے بڑی تکلیف دہ تھی۔ لیکن اگر سامون ان لوگوں پر قابو نہ پاتے تو ہم ان کی قید میں چلے جاتے

اور وہ بارہ ان کی قید میں جانے کا مطلب میں سمجھتا تھا۔ پائپر بھی اس جنگ میں کام آ گیا تھا اور اس کی لاش کچھ فاصلے پر پڑی

ہوئی تھی۔ سامونوں کی کٹائیاں خون میں ڈوبی ہوئی تھیں، انہ ان کے چہرے بھیا نک نظر آ رہے تھے۔ عام حالات میں

اونگھنے والے اس وقت بہت مستند نظر آ رہے تھے ابھی انھوں

میں خون کی پیاس تھی اور وہ تشنہ لگا ہوں سے چاند لطف دیکھ رہے تھے لیکن شاید انہیں اگے شمع کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ دو تین افراد ہنگامے میں کامیاب ہو گئے تھے باقی اعضا پر یہ یا تو برف پڑ چکے تھے یا سرد ہو چکے تھے۔

گوئین نے کٹائی کا حلقہ واپس کلائی میں ڈال لیا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ساموں بھی اپنی کٹیاں صاف کر رہے تھے۔ میں وحشت زدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ گوئین بے حد پریشان رہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اشتیاق پند بھی ہے میں نے دل میں فیصلہ کیا تھا۔ یہی کا پڑ کا جاؤ۔ آج ہی نہیں بھانڈا ہمارے تاک کی قوتوں کا مظہر تھا۔ دفعتاً گوئین کی آواز اٹھی۔

”گوشائی۔ یہ تکمیل ختم نہیں ہوا۔ آج ہی پرنسے پر قول رہے ہیں اور موت کے متلاشی ہماری طرف رخ کر رہے ہیں۔ انہیں سبق دینا ضروری ہے تیار ہو جاؤ۔ میں نے یہی فیصلہ لیا ہے۔ اور خشک ہونٹوں پر زبان پھرنے لگا۔ برف کی زمین پر ایک ہولناک سنگسار شروع ہو گیا تھا اور اس کا انجام نہ جانے کیا ہونے والا تھا۔

مجھے بہت پسند نہیں تھا۔ میں ماننا تھا کہ تشنگیم کے افراد نے اپنی تمام تر خوب لیب مینڈ پیم کو ذکر دی ہے۔ ایڈی کا پانچویں پیمانہ موجودگی اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ انہیں حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ یہ تیار ہو گیا ہے کہ میں نے ان سے غداری کی ہے اور مسلسل سامانوں کا ساتھ دے رہا ہوں اور اب وہ ہمیں ہمیں برف پر ختم کر دیتا چاہتے ہیں۔ اسٹیل ہینڈ بھی ہے۔ حد نظر تک ہے وہ اپنی ناک ہی ہڈیا نہیں کر سکتا اس سے جو کچھ میں پرنسے کا مزور کرے گا۔ دوسری طرف گوئین بھی خطرناک ہے اور اسی قوتوں کا ہاتھ بھی۔ آج ہی پرندوں کی اصطلاح میں سمجھ گیا تھا۔ مزور کچھ اور یہی کا بیٹروں سے اس طرف کارخ کیا تھا۔ اور اب۔۔۔ اب میں اتنا ہی سوچ رہا تھا کہ گوئین نے میری طرف دیکھا اور بولا۔

”تم خود بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں۔ ہم ساموں تو نریری پسند نہیں کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کو میں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا لیکن وہ ہمارے دشمنوں کے آہ کھائیں اور ان کے مفاد کے لیے ہمیں ختم کر دینا چاہتے ہیں۔“

”اگر ہم کسی طرح ملامت سے تلوں کو گین تو ان سے بچ سکتے ہیں۔“ میں نے کہا۔

”گازالی۔ اس طرف دیکھو،“ دفعتاً گوشائی نے ایک سمت

اشارہ کر کے کہا اور میری نظریں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ دوسرے لمحے میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ میں نے ایک بلند و بالا چلاؤ دیکھی تھی اور یہ چٹان ان دوستوں کی شناخت تھی جو ہمیں زیر بار لے جا سکتے تھے۔

”آہ گوشائی یہ وہی جگہ ہے“ میں نے مسرت جھرسے کہا۔

”گوئین۔ اس طرف اس چٹان کی طرف،“ گوشائی بچ کر لپکا

اور ہم نے اس طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ گوئین نے بھی مزید کہہ کر پلوچھے بغیر ہماری تقلید کی۔ باقی ساموں بھی ہمارے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ لیکن ابھی ہم چٹان تک پہنچنے میں نہیں پاسے تھے کہ فضا میں بیسیں کا پھڑوں کا شور ابھرنے لگا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تب دور کافی دور فضا میں سیاہ نقطے نظر آئے تھے جن کا رخ اسی طرف تھا۔ ہم نے رفتار اور تیز کر دی میں ہر قیمت پر اس ہولناک تصادم سے بچنا چاہتا تھا۔ قدرت نے میری مدد کی تھی اور ہمیں زیر زمین جانے کا راستہ نظر آ گیا تھا لیکن اگر ان لوگوں نے ہمیں اس چٹان کے پیچھے غائب ہو سکتے دیکھ لیا تو وہ اپنی کارروائی ختم نہیں کریں گے سادہ یہاں بھی امدا واپس حاصل ہونا دفعتاً ہی آسان برساتی چھلنے لگی۔ موسم پہلے ہی کافی

خراب تھا، مزید خراب ہو گیا لیکن اس وقت یہ تاریکی ہماری مددگار تھی۔ چٹان کے رخ کا تعین تو آہ کر ہی چکے تھے۔ چٹان پر نہایت اس طرف دوڑ رہے تھے اور مجھے اپنی اس کوشش میں کامیابی ہو گئی۔ گوشائی نے وہ رخ تلاش کر لیا جن سے ایک ایک آدمی اندر داخل ہو سکتا تھا۔ گوئین کے اشارے پر ساموں اس رخ سے اندر رینگنے لگے۔ ہمیں کا پھر خود چلتے ہوئے ہمارے لڑل سے گزر گئے تھے۔ موسم کی فریب نے ہماری فضا نہ بنی نہ چونے

دی تھی۔ ایک ایک کر کے ہمیں مڑنگ میں داخل ہو گئے۔ یہی کا پڑ کی آواز اب سنائی نہیں دے رہی تھی۔ بالآخر ہم خاموشی سے اس مڑنگ میں چل پڑے۔ اب راستہ مل گیا تھا اس لیے ذہن مطمئن ہو گیا تھا۔ تاکہ ہمیں باہر برف کی ان سرنگوں سے باہر نکلنا تھا لیکن خراب موسم نے اس وقت خوب مدد کی اور ہمیں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ پھر ہم ایک لمبی سرنگ سے باہر نکلے ہی تھے کہ دفعتاً ہمیں ٹھٹھک بڑا۔ باہر بہت سے ہیولے نظر آئے تھے

جو ایک ترتیب سے کھڑے تھے۔

سامونوں نے کٹیاں کھول لیں لیکن گوئین نے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ ادب پر وہ زور سے چیخا۔

”جو سے لائی لوگ۔ آج بانی واڈشے۔“

”ایماوٹاشا۔ ایماوٹاشا۔“ دوسری طرف سے لاقلا

آواز میں سنائی دیں اور وہ اب ہماری طرف دوڑ پڑے۔ گوشائی نہیں رہی تھی اس نے کہا۔

”وہ ہمارے ساتھی ہیں۔“ میں نے گہری سانس لی۔ میری آواز پر وہی ہو گئی تھی۔ مزید خوشخبری کے بغیر بالآخر ہم دی مین کے پاس پہنچ گئے تھے۔ مجھے اپنے اس مشن میں بھی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

غداروں کی اس دنیا میں جیسے میدان کا سامان پیدا ہو گیا تھا، گوئین کی واپسی اور وہ بھی دائمی حالت کی درستی کے عالم میں ان سب کے لیے ایک ایسی خوشخبری تھی کہ میں ان کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، مردہ سامونوں میں جیسے جان بڑھتی تھی، وہ سب خوشی سے پھینٹے چلائے پھر رہے تھے، دلچسپ بات یہ تھی کہ سمبوتورا اور دوسرے افراد بھی عمل طور سے خوش میں آگئے تھے اور سب بے حد مسرور تھے۔ بار بار یہ بتا کر کہ تا عجیب لگتا ہے کہ وہ ان تمام کارروائیوں میں مجھے سرفراز کر رہے تھے۔ اور مجھ پر بشارتوں سے

چلتے تھے، گوشائی، دی مین اور دوسرے تمام افراد جب میری جانب دیکھتے تو ان کی آنکھوں میں عقیدت پیدا ہو جاتی تھی اور میں خواہ مخواہ شرمندگی سے محسوس کرتا تھا۔ گوئین کے سلسلے میں کانفہ بات حیرت ہوئی اور اس میں کوئی شک نہ سمجھا گیا کہ اگر میں خود سے موگن کا سامان حاصل کرتا تو شاید گوئین کی شخصیت میں بحال نہ ہوتی

گوئین نے ڈاکڑے موگن کے باسے میں بہت افسوس کا اظہار کیا تھا کہ وہ اس کی کوئی خدمت نہیں کر سکا جبکہ ڈاکڑے موگن نے اسے ایک طرح سے نئی زندگی دی تھی۔ مجھے بھی ڈاکڑے موگن یاد آتا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس میں بھی بات یہ ہے کہ ڈاکڑے موگن نے ایک بہترین دوست ہونے کا ثبوت دیا تھا۔

میں ان سرنگوں کی زمین میں پیچھے ہونے نہیں ارہ یا پندرہ گھنٹے گزرے ہوں گے کہ دفعتاً چاروں طرف کی فضا ہولناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔ گوئین دھماکے سرنگوں کے حوال پر اثر انداز نہیں ہو رہے تھے، لیکن سرنگیں لرز رہی تھیں۔ باہر کی کیفیت نہ جانے کیا ہو گی، میں اپنی اس آرام گاہ سے نکل آیا تو ایک غار میں ایسے ہیے مخصوص کردی تھی، باہر بھی لوگ دوڑتے پھر رہے تھے، ندرت مجھے نظر آئی اور میرے اشارے پر ٹوک گئی، اس کے چہرے پر خوف کے خرات تھے۔

”کیا ہوا ندرت، یہ سب کچھ کیا ہے۔“

”تو پریمی کا پڑ بھاری کر رہے ہیں، اور انہوں نے برف کی زمین دھواں دار کر دی ہے، انہیں ان سرنگوں کے نشانات تو نہیں ملے لیکن غاروں وہ اس پورے علاقے کو جس جس کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ دی مین و دیگر صورت حال کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اگر سرنگوں میں کوئی خطرہ ہو تو گازالی اس کے بعد اس کے مرزا اور کوئی صورت حال

نہیں رہے گی کہ ہم ان کا مقابلہ کریں۔“

”ندرت کیا ان مختصر لوگوں کے ساتھ ہم ان کی بے پناہ قوت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔“

”گوئین کا کہنا یہی ہے کہ ان سب کو فنا کر دیا جائے گا اگر وہی صورت حال پیش آگئی، دینے کا لازمی یہ لوگ اسی تشنگیم کے انفرادی معلوم ہو رہے ہیں، یہ خیال ہے مستقبل میں ہی یہ جاسے

بیلے خطرہ بنے رہیں گے آؤ چلیں یہاں سے۔“

”وہ کہاں جا رہی تھیں ندرت۔“

”بس صورت حال معلوم کرنے آئی تھی، اور یہ گزالی کر رہی تھی کہ کوئی ساموں اوپر جانے کی کوشش نہ کرے۔“ ندرت

نے کہا اور پھر میرے ساتھ ایک سمت بڑھ گئی، دھماکے اب بھی مسلسل گونج رہے تھے، میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر

بھاری لہجے میں بولا۔

”میں نہیں چاہتا ندرت کہ یہ لوگ بھی ہلاک ہوں، اسی میں

جو تباہ کاری ہوئی تھی، اس میں بھی بے شمار افراد ہلاک ہوئے تھے۔

نجانے۔ یہ ہم تمہاری زندگی لینے کے بعد انتقام پذیر ہوگی یہ بدلت

کہنے لگی۔

”ہم میں سے کوئی نہیں چاہتا کہ تمہاری دنیا کا ایک بھی آدمی

ہمارے ہاتھوں نقصان اٹھائے لیکن تشنگیم کے افراد زوی لوش کی

سازش کا خلاف ہو گئے ہیں اور ذی لوش کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہے،

غایا ان لوگوں کو یہ تو یہ تیار کیا ہے کہ ان میں بھی پیچھے گئے ہیں لیکن

یہ بات بھی انہیں معلوم ہو گئی ہو کہ اب گوئین ہمارے درمیان سے

وہ اپنی تمام تر قوت نہیں فنا کرے میں صحت کر دیں گے، یہی کا پڑ

سے یہ بھاری اسی خیال کی مظہر ہے۔“

میں خاموشی سے گہری سانس لیتا رہا، اور پھر کافی دیر

تک ہم لوگ خاموش رہے۔ ندرت اوپر ہونے والے دھماکوں

میں کی پیدا ہو گئی تھی اور اس کے بعد کل خاموشی چھا گئی۔ ندرت بھی

ان آوازوں کو سننے کی کوشش کر رہی تھی، تھوڑی دیر کے بعد اس

نے یہ بات بھڑک کر کہنے شروع کی۔

”آؤ، ندرت صورت حال معلوم کر لیں، یہ خیال ہے انہوں نے

اپنی کارروائی ختم کر دی ہے۔“

”ہم گوئین دیکھو تو تلاش کرتے ہوئے اس عظیم نشان غار میں

پیچھے گئے جہاں وہ سب کے سب جمع تھے اور ایک دائرے کے

شکل میں بیٹھے ہوئے کوئی پرچار کارروائی کر رہے تھے۔ گوئین اس

دائرے کے پھول چھ تھا ندرت نے دونوں ہاتھ پیرے بازو

پر لے لیا، آنکھیں بند کر کے دیوار سے ٹک گئی۔ میں نے بہت سے نہیں

دیکھا اور پھر ندرت کو۔ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی، لیکن چند

لمحات کے بعد گوین نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر ایسے اشارے کیے جیسے یہ نشت بر نشت بر نشت کر رہا ہو، اور وہ سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے سمیر تو تیار کی طرح میری طرف آیا۔ اس نے کہا۔
”وہ اپنی دانست میں ہمیں فن کرنے کے بعد واپس چلے گئے اب غلط نہ لگایا ہے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، نعدت با ستور میرے نزدیک کھڑی ہوئی تھی اور اب اس نے آنکھیں کھول کر ہاتھ نیچے کر لیے تھے۔ تب گوشا نے بھی مجھے دیکھا اور میرے پاس آ گئی۔

”دھیلو خڑا، وہ لوگ واپس چلے گئے اور بظاہر بولے محسوس ہوتا ہے، جیسے اس کے بعد ان میں کوئی کارروائی کوئی کی سکت نہ رہے ہو، ویسے ہی مقامی حکومت اس بھنگلے کے بعد ادھر حوجہ ہو جائے گی اور انہیں کوئی کارروائی کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔“

”لیکن میری تم کو خانی دی وی میں اب کیا کر رہے، میرا مطلب ہے اگر حکومت کے ارکان اس طرف متوجہ ہو گئے تو کیا اسکیمیں لڑ کے باشندوں سے وہ ہلے رہے ہاں میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔“

”یقیناً کریں گے لیکن وہی میرا ہر گھنٹے کے اندر اندر یہ ملاقاتی کاروبار چاہتا ہے، سرگسٹ اپنے آؤی مرامیل میں ہے اس کی اطلاع مل چکی ہے۔“

”کون سی سرگسٹ؟“
”وہ۔۔۔ تمہیں اس سرگسٹ کے بارے میں نہیں بتایا گیا جو ہمیں نیچے ہی نیچے سمندر تک لے جائے گی اور وہاں سمندر میں ایک جہاز چھانسنظر ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے توجہ سے پوچھا۔
”یہ کارروائی دی میں نے بہت پہلے مکمل کر لی تھی، جہاز الہیہ لاپتہ جان سمیٹوں، دی میں کے اشارے پر ایک مکمل جہاز نے ہونے موجود ہے جو ہمیں گائی ٹنگ پیچھے لے گا اس کے بعد گائی ٹنگ کارروائی کر چکا ہے اس کے تحت ہر سامونوی کی جانب روانہ ہو جائیں گے۔“

”وہ۔۔۔ میرے عمدا، یہ انتظامات دی میں نے کیسے کیے؟“
”دی میں ہمارے ہاں ایک اہم عہدہ دار تھا اور اس قسم کے انتظامات کرنے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا اور وہی وقت کا منتظر تھا۔ جب گرین صحیح حالت میں سامونوں کے ساتھ اس کے پاس پہنچ جائے۔“
”لیکن جان اسٹیون کو یہ بات کی معلوم کر ہم اپنی کارروائی میں

کامیاب ہو گئے ہیں۔“

”اس کی اطلاع دی میں نے اسے دے دی ہے اور کف بھی پیغام دیا ہے کہ وہ تیار ہے۔“

”کیا جان اسٹیون سامون ہے؟“ میں نے چونک کر سوال کیا اور گوشا نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی۔

میں نے دوبارہ اس سے یہ سوال نہیں کیا۔ پہلے ہی کوئی بات میری سمجھ میں آئی تھی جو اب سمجھ میں آجاتی۔ پراسرار دنیا کے پراسرار لوگ جو کچھ کرتے تھے، اسی میں سے اگر کچھ سمجھ میں آجائے تو خوشی سختی دردمندہ منہ سے سو اور کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ باہر کی مکمل خاموشی اور سکوت نے فدا میں ایک عجیب فضا پیدا کر دی تھی۔ بہر حال اس کے بعد سب منتشر ہو گئے۔

خردت۔۔۔ البتہ میرے ساتھ ساتھ ہی گئی تھی۔ ویسے میں نے اب اس کے اندر نمایاں تبدیلیاں محسوس کی تھیں اور ایک بار پھر میرا ذہن اس کی جانب راغب ہو گیا تھا۔ نعدت کا یہ کردار مجھے پسند آیا تھا کہ جب میں نے اسے تیرے ہلے میں بتا دیا تو وہ خاموشی سے میرے ہلے سے ہٹ گئی۔ کسی قسم کے دکھ اور درد کا مظاہرہ نہیں کیا، نہ ناراضگی کا اظہار کیا۔ یہ فزغلی کی نشانی تھی اور اس فزغلی نے مجھے متاثر کیا تھا۔ وہی میں اور دوسرے کیا کرتے تھے، مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن اس کے بعد میں دی اس انداز میں گذر گئے محلات جون کے توں تھے، آئیسر سے دن کا اختتام ہوا نعدت میرے پاس آئی۔

”گازال چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ، میرا خیال ہے ابھی ب لوگ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔“

نعدت کا کہنا غلط نہیں تھا، اس بار پورا وفد میرے پاس آیا تھا۔ جو اہمیت وہ لوگ مجھے دے رہے تھے اس نے پیش نظر انہوں نے اس سلسلے میں بھی ریل طور پر ہی اپنی میری منگوری حاصل کر لینا ضروری سمجھا تھا۔ گفتگو کی ابتدا گوین نے کی کہنے لگا۔

”مشرط خڑا ر می بائیں کرتے ہوئے اب ہمیں خود مشرتنگی ہوتی ہے۔ میں آپ کو جانتا ہوں اور اس بات کا اظہار کر چکا ہوں کہ وہ لمحات روزا مل سے میرے ذہن پر نقش ہیں جب پہلی بار آپ نے میرا ساتھ دیا اور اس کے بعد سے اب تک کی آپ کی تمام کاوشیں مجھے پوشیدہ نہیں ہیں۔ میں نے اپنے تمام ساتھیوں سے اس سلسلے میں طویل گفتگو کی ہے ان میں سے ہر شخص کا یہ کہنا ہے کہ غزالی کسی بھی ذاتی مفاد کے بغیر صرف

ایم۔ اے راحت کا ایک اور شاندار ناول

حیرت

مکمل چار حصے۔ قیمت ۵۰/۰ روپے
ڈاک خرچ۔ ۱/۰

★ والدین اولاد کیلئے کبھی غلط فیصلے نہیں کرتے ★ نوجوانی کی نادانی کبھی کبھی عمر بھر کی سزا بن جاتی ہے ★ معاشرے کے المناک پہلوؤں کی عکاس تحریر

ماہنامہ آنچل میں کئی سال تک مچانے کے بعد کراچی ٹی وی کے ۱۹۹۴ء کی مقبول سیریل اعتراف کے نام سے پیش کی جانے والی داستان

اب کتابی شکل میں
علی میاں سیلی کیشنز
عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور
فون: 7247414
فون: 7223853
نسبت رشتہ جو کہ میوہ ہسپتال لاہور
اسٹاکٹ: علی بک سٹال

سامونوں کے مقاصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے۔

مشرط خڑا اب ہم سامونیکا جا رہے ہیں۔ گائی ہاے میرا ذہنی رابطہ قائم ہو چکا ہے، میرا اعظم افریقہ کے انتہائی جنونی گونے میں وہ ایک ایسے کون تیار کر چکے، بے گون یعنی جہاز سے سفر کی نام ضرورتوں سے آراستہ کر لیا گیا ہے اور سچے ہوئے سامون کا کے پاس موجود ہیں، ہم یہاں سے میرا اعظم کا سفر کریں گے اور

پہلے ہی اطمینان کے ساتھ جنونی افریقہ کے اس حصے میں پہنچ جائیں گے اور وہاں سے سامونیکا کا سفر جاری ہو جائے گا۔
”مشرط خڑا تقریباً تمام معلومات آپ کو ہو چکی ہیں لیکن پوٹا

میرا ذہن ہے اور وہ سامونیکا میں داخلے کے تمام راستے بند کرنے کی کوشش کرے گا گویا ہمیں ایک جنگ جیٹ کا آغاز کرنا ہوگا، آپ کی دنیا ہے اور ابھی آپ کے پاس مواقع ہیں کہ آپ اپنی ہنسند کے مطابق یہاں سے واپس اپنی دنیا میں چلے جائیں۔ بیٹنگ

ہمیں بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہمیں آپ جیسے ایک عظیم دماغ کی اب بھی ضرورت ہے لیکن ہم یہ حق نہیں رکھتے کہ آپ کو آپ کی خواہش کے خلاف مجبور کریں۔ اس لیے یا خیر جگہ آپ سے کہے جا رہے ہیں کہ اگر آپ اپنی دنیا میں واپس جانا چاہیں تو یہاں سے آپ کو کوئی وقت نہیں ہوگا، ہم سامونیکا جا رہے ہیں اور وہاں ایک جنگ کا آغاز کریں گے۔ اس کے

تاریخ کیا ہوں گے وہ نہیں کہا جاسکتا لیکن اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے اور آپ ہمارے ساتھ ہوتے تو جب بھی آپ اپنی دنیا میں واپس آنا چاہیں گے، آپ کو کوئی وقت پیش نہیں آئے گی۔ اس کا انتظام ہماری ذمہ داری ہوگی۔ اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے ہم آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔“

”مگر تم جانتے ہو کہ میں بارہا اس بات کا اظہار کر چکا ہوں کہ سامونیکا میں، میں تمہیں تمہاری حیثیت دلانے کا خواہشمند ہوں اور اگر خود اس سلسلے میں کچھ نہ کر لیا تو کم از کم تمہاری دکھرائی ہی دیکھوں گا جو تم کرو گے۔ اس کے بعد مجھ سے یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ ہاں اگر تم لوگ کسی ایسی جگہ اپنی دنیا میں جانا پسند

نہیں کرتے تو میرا تمہارے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔“
”نہیں مشرط خڑا ہم آپ کے انتہائی فکا کو شعل راہ جاتا چاہتے تھے اب آپ ہمارے ساتھ چلیں گے جو وہاں یوں ہے کہ اب سے تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک سرگسٹ کے ذریعے

سمندری راستے کی جانب روانہ ہو رہے ہیں، جہاں ایک جہاز ہمارا منتظر ہے۔“
”ہاں، نعدت سمجھے اس بارے میں بتا چکا ہے میرا مطلب ہے ہائیس۔“
”تو پھر ٹھیک ہے براہ کرم تیار ہاں کر لیجیے۔“ گوین نے کہا اور میں نے گون ہلا دی۔

سامونوں میں بڑی زندگی پائی جاتی تھی۔ ہر شخص کا ہر خوشی سے دمک رہتا تھا۔ اس سے قبل یہ سمجھائے ہوئے لوگ اپنے مستقبل سے مایوس تھے اس لیے ان میں زندگی کی رتی کم ہی نظر آتی تھی، لیکن جب سے ان کا ناکار ان کے پاس پہنچا تھا، ان میں جیسے نئی روح چھوٹ کر دی گئی تھی۔ میری حیثیت اب ان کے درمیان ایک معزز جہان کی سی تھی۔

میں اس کا حشر یہ نہیں کر سکتا تھا کہ میں سامونیکا کیوں جانا چاہتا ہوں میری اس کہانی کا نہیں افسانہ ہو سکتا تھا۔ سامون اپنی دنیا میں واپس چلے جاتے۔ وہاں انہیں کیسے بھی حالات پیش آتے، یہ ان کا اپنا مسئلہ ہوتا۔ میں یہاں سے واپس چلا جانا وہ زندگی کو اپنے ڈھب سے گزارتا۔ یہ خیال بھی میرے ذہن میں تھا کہ سامونیکا میں میرا کوئی مستقبل نہیں ہے یا میں نے اپنے مستقبل کے بارے میں جو فیصلے کیے تھے، ان کا سامونیکا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جھلا اس پر اصرار دنیا سے مجھے کیا حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن میرے دل و دماغ پر ایک تحریک مجھ کی سی نادرہ قوت اثر انداز ہوئی اور میں سامونیکا جانا چاہتا تھا۔ کیوں؟ اس کا جواب میرے پاس موجود نہیں تھا۔

بہرحال میں بھی انہی کے ساتھ مرنگ ہی میں سفر کر رہا تھا۔ خوش و خرم لوگ ہر چند گنا بھی اتنی بے بسی کا پہلا قدم بھی اگے نہیں بڑھا سکتے تھے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اپنی دنیا میں واپسی کا تصور ہی ان کے لیے جان بخش ہوا اور وہ اس تصور میں مست ہو گئے ہوں۔ یہ مرنگ انتہائی حیرت انگیز تھی اور میں ہمارت سے بنائی گئی تھی وہ اس سے بھی زیادہ قابل حیرت بات تھی۔ روت کے وسیع و ریشین میدانوں میں جیسے ہی جیتے گزرنے والی یہ مرنگ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

مرنگ کا یہ سفر تکلیف دہ بھی نہیں تھا۔ بلکہ جگہ جگہ ہوا بوندوں کی گلیاں پڑتی تھیں جو ہمیں مرنگ کے ماحول کو بھی ٹھنڈا کر دیتی تھیں۔ پہلے دن کا سفر کافی طویل تھا اور تیز رفتاری سے کیا گیا تھا اور پھر رات کو بھی یہ سفر جاری رکھا گیا، جو شاید اسی رات سے بھی زیادہ جاری رہا۔ سامون اس سفر کو ترک نہیں کرنا چاہتے تھے، وہ مرنگ میں چلنے پلٹنے پاؤں شل ہونے لگے تھے۔ پھر ہم نے سمندر کی لہروں کی آواز میں صاف کن میں اور میرے ذہن میں عجیب و غریب سے احساسات جاگ اٹھے، ان با فرق الفطرت لوگوں کے درمیان میں ہی ایک عجیب و غریب شخصیت کا حال انسان تھا۔

مرنگ کا ہوا نہ سمندر کے نزدیک پہاڑوں کے واس میں تھا اور یہاں سے باہر کا منظر صبح کے وہند کوں کی نمایاں تھا۔ ایک طویل انشان جہاز سمندر میں نظر آتا تھا اور اسے دیکھ کر

تھکیل کے لیے نہانے کتنے عرصے سے اُن دنیا سے لڑ رہے تھے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ میری شمولیت نے بعض اوقات انہیں بہترین کامیابیوں دلانی تھیں، لیکن ہر مسئلے میں ٹانگ اڑانا کچھ مناسب نہیں لگتا تھا۔ انہوں نے کہ وہ ہوں میں بھی وہ عقلم جو گل جوڑی لوش کی مدد کر رہی تھی۔ اور یقیناً گو میں نے ان بارے میں سوچا ہو گا۔

کافی دیر تک میں اپنے کہیں میں رہا اور جب مجھے اس کا ہوا کہ جہاز متحرک ہو گیا ہے تو میں چونکا اور کہیں سے باہر نکل آیا۔

برابر کے کینڈوں میں خاموشی چھائی ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ مسب جہاز کے ٹرنے پر ہی ہیں جہاں پتھر کی بجائے وہاں پہنچ گیا۔

میرا اندازہ درست ہی تھا۔ تمام سامون ٹرنے پر موجود تھے اور جہاز سامل چھوڑ رہا تھا۔ گو میں شاید کپتان کے پاس تھا باقی تمام لوگ مختلف گوشوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ میں ایک

رنگ سے نکل کر کھڑا ہو گیا تو گوشائی مجھے دیکھ کر میری طرف لگی۔ اس کی آنکھوں میں سکڑا ہوا نایاب روی تھی میرے قریب آ کر وہ خاموشی سے کھڑی ہو گئی اور میں بھی مسکرائی لگا ہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”بات قبل از وقت ہے گوشائی کیونکہ ابھی تو نہیں افریقہ کا سفر کرتا ہے۔ اس کے باوجود میرا دل چاہتا ہے کہ سامونیکا کے سفر کے آغاز پر میں تو میں مبارک بادوں۔“

”اور اس کے جواب میں اکر میں تمہارا شکر یہ ادا کر دوں گی گا زلا تو تم سے پسند نہیں کروں گی۔“

”ہاں، جس طرح تم بھی لوگ کسی بھی مسئلے میں ایک دوسرے کا شکر یہ ادا نہیں کرتے اس طرح مجھ سے بھی رکھی الفاظ نہ کہا کرو گوشائی، مجھے اجنبیت کا احساس ہونے لگتا ہے اور کئی بھی شخص اجنبیوں میں خوش نہیں رہ سکتا۔“

”میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس کے بعد کبھی بھی ایسے الفاظ ادا نہیں کروں گی۔“ دلیے مجھے حیرانی ہے گا زلا کی کیا اس دنیا میں اتنی اشرافیہ بندی ممکن ہے۔ تم نے گو میں کے بوسے ملنے کا وہ اٹکے بعد وہروں کے لیے آج تک اپنے آپ کو خوش کر رہے ہو۔ بہ حال اگر تم تمہاری دوسرے سامونیکا میں اپنا اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گے تو فرخانی سامونیکا کی تاریخ میں تمہارا نام کبھی نہیں بھلا یا جائے گا۔ آج ہم سب کے گون پر جمع ہیں اور ہمیں وہ وقت یاد آ رہا ہے جب سامونیکا میں ہمارا انوال ہوا تھا اور ہمیں ہماری مرضی کے خلاف قیدی بنا کر باہر کی دنیا

مجھ میں ہی نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ ظاہر ہے یہ جہاز کی کچھ کا رو کا اور اسے ان علاقوں میں پہنچنے کے لیے بہت سے قانونی مراحل طے کرنے پڑے ہوں گے، اس کے لیے کیا بندوں کیا گیا تھا کچھ نہیں معلوم تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ اس کیسٹان جان اسٹیون سامون ہی تھا۔ کیونکہ کسی قسم کا اشارہ نہیں کیا گیا تھا۔ کوئی پیغام نہیں دیا گیا تھا، لیکن چند اسٹیٹسٹوٹری ہی دیر کے بعد جہاز کی کرن کے ذریعے نیچے اترے اور اس جہاز کی صفے کی جانب چل پڑے۔

سمبر تو راسب سے آگے تھا اور اسٹیٹسٹوٹری پر جانے کے راستوں کو درست کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کے لیے پھیلوال پہاڑ پر تھوڑا سا نیچے اترنا پڑتا۔ پہلا اسٹیٹسٹوٹری ہاٹ سے لگا تو یہ الفاظ کہ پہاڑ کے واس میں میں بھی پانی کی گہرائی کافی ہے، اگر یہ پھر چل جائے تو مصیبت آجائی۔

سب سے پہلے گوشائی، ندرت، ڈوڈی کار اور لوہا چند خواجہ اسٹیٹسٹوٹری پہنچیں پھر میں، گو میں اور دوسرے افراد نیچے اتر کر اسٹیٹسٹوٹری پہنچ گئے۔ سمبر اور دوسرے انتظامات میں مصروف تھا۔ پہلا اسٹیٹسٹوٹری تو چل پڑا اور اس کی جگہ دوسرا اسٹیٹسٹوٹری جہاز کے ٹرنے پر کپتان اسٹیون نے جس کا اصل نام کچھ اور نا ہو گا، ہمارا استقبال کیا۔ وہ دو بولڈ قسم کا آدمی تھا بالکل ایسا لگتا تھا جیسے مشین ذرا نیچے سے حرکت کر رہا ہو۔ اس نے ہم سب کا سر دھری سے استقبال کیا اور اس کے بعد مشینی اخراجات میں چلا ہوا ہمیں ان کینڈوں تک لے گیا جو ہمارے لیے مخصوص کیے گئے تھے۔ اس ایک کہیں ہی ہر کس کا جائزہ لینے گا۔ گوشائی ڈوڈی آس پاس کے کینڈوں میں تھیں۔ عجیب سی سستی پورے دن میں محسوس ہو رہی تھی۔

دوسرے لوگ کسی بھی انداز میں سوچ رہے ہوں لیکن میرے ذہن کے گوشوں میں یہ خیال مزور تھا کہ اسٹیل ہینڈ میں مارشلیٹرو کیا اس طرح ہمیں نکل جانے سے گناہ کی ہی وہی کے ساتھ سامون پر نشانی نہیں کریں گے کہ سمبر تو راک و دانی لہریں ماحول پر چھائی ہوئی ہیں۔ اور وہ ایک مخصوص سمت سفر کر رہے ہیں۔ بہت زیادہ گرجو شئی اور ذہانت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے یہ لوگ مختلف کیفیت کا شکار تھے۔ ان کے ذہنوں میں بے بسی اور بے بسی چھائی ہوئی تھی۔ گوشائی ایک پورے قبیلے کو کٹر لڑ کر رہی تھی اور اس نے اپنے دشمنوں سے ٹھنڈے کے لیے انتہائی معقول بندوبست کیا تھا، اب وہ اپنے طور پر اپنے دشمنوں سے ٹھنڈے کے لیے نہایت مظاہرہ کر رہی تھی۔ سمبر اور دوسرے تمام افراد اپنے مقصد کی

میں دیکھ لیا گیا تھا۔ زوی ہم سب کو سامونیکا کی زمین پر ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے ہمیں سامونیکا سے باہر نکال دیا تھا اس میں دعوے کے سے کام لیا گیا تھا۔ ہم سے کہا گیا تھا کہ سمندر کے کسی اور دریاں جہاز سے میں جھلاؤ گی زندگی گزار سکیں گے۔ لیکن زوی لوش کا منصوبہ یہ تھا کہ ہمیں زور مندوں کی لہروں کے حوالے کر دیا جائے کیونکہ وہاں زندگی پائی نہیں رہتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تند و تیز ہواؤں نے ہمارے لیے کون مشن کر دیے اور ہم جھٹک کر کہیں سے کہیں جا نکلے۔ لیکن آج اس بے گون پر جھٹنے سامون جمع ہوئی یہ سب وہ ہی ہیں جو سامونیکا سے چلے تھے اور شاید یہ سامونیکا کی تاریخ کا بھی سب سے حیرت انگیز واقعہ ہے کہ ان سب کے قتل کی سازش کی گئی تھی ان میں سے ایک بھی ضائع نہیں ہوا۔

”ہاں یہ بات تو میں پوچھتا ہی بھول گیا تھا گوشائی کہ یہ تمام سامون وہی ہیں جو تمہارے ساتھ تھے ان میں سے کون کی تم تو نہیں ہوا۔“

”بالکل نہیں، صرف وہ لوگ اس جہاز پر موجود ہیں ہیں جو گوشائی کے ساتھ ہیں۔ ہم میں سے ایک بھی سامون نہیں ہیں ہوا۔ اور دل جب ہم سامونیکا کی سرزمین پر اتریں گے تو ان سب کے خاندان خوشی سے جوم اٹھیں گے۔“

”اوہ تو کیا ان لوگوں کے خاندان وہیں آباد ہیں؟ میں نے پوچھا۔“

”ہاں یہ وہ لوگ ہیں جو صاحب اقتدار تھے اور گو میں کی حکومت میں جہد سے کہتے تھے۔ ان سب ہی سے زوی لوش کی پرغاش تھی زوی لوش سازش کر کے ہر امر اقتدار لگایا، اگر ہمیں اگر ہمیں اس کا پہلے سے علم ہو جاتا تو یہ سازش کبھی کامیاب نہ ہوتی۔“

”تقریباً وہی سب کچھ تمہاری دنیا میں بھی ہوتا ہے گوشائی جو ہماری دنیا میں ہوتا ہے۔“

”ہاں۔ میں طویل عرصے یہاں رہی ہوں۔ نہانے کہاں کہاں گھومی ہوں، مجھے نہ بھی تمہاری دنیا کا حشر یہ کیسا ہے۔ بس چند باتوں کے سوا ہمارے اور تمہارے درمیان اور کوئی فرق نہیں۔“

ذہن میں کچھ یادیں تازہ کر دیں اور ایک فلم سی چلنے لگی۔ نہ جانے کون کون یاد آیا۔ میں سوچنے لگا کہ میں اپنے لوگوں کو یاد بھی آتا ہوں یا نہیں۔ اتنے میں حق تعالیٰ سے آہٹ سنا دی محرم کر دیکھا تو نندت تھی۔ مجھے دیکھ کر اپنا ہیست سے مسکرا دی۔

”بہت دیر سے دیکھو وہی تھی تمہیں؟“ اس نے کہا۔

”کہاں تھیں؟“

”اس طرف۔ وہاں۔؟“

”میں نے نہیں دیکھا؟“

”لاگن میں نے تمہاری آنکھوں سے بہت کچھ دیکھا ہے؟“

”کیا؟“ میں نے پوچھا۔

”ماضی، جس میں، میں بھی تھی؟“ اس نے کہا۔

”تم تو حال میں بھی ہو؟“

”ماضی ہمیشہ حسین ہوتا ہے؟“

”شاید؟“

”کیوں۔ تمہیں اس سے اختلاف ہے؟“

”ہاں کسی حد تک؟“

”ان حسین یادوں کو تو ذرا موش نہیں کر سکتے تو تنویر سے

داہستہ ہیں؟“

”ہاں۔ یہ ممکن نہ ہوگا؟“

”ہمما بھی تو تمہیں چاہتی تھی؟“

”مکون کے روک سکتا ہے؟“

”بعد میں اس نے یہ خیال چھوڑ دیا؟“

”ہاں میں نے اسے بتا دیا تھا؟“

”اچھی لڑکی تھی؟“

”اس میں کوئی شک نہیں؟“ میں نے کہا اور اسی وقت

بارش شروع ہو گئی۔ ندرت خاموش گھڑی رہی۔ نہ جانے کیا ہوا

رہی تھی۔ پھر جب بارش تیز ہو گئی تو اس نے کہا۔

”اڈ زیادہ جھینگ گئے تو بیمار ہو جاؤ گے۔“ میں اس

کے ساتھ کینوں کی طرف چل پڑا۔

”اب حالات درست ہیں تم اپنی مشقیں جاری کرو؟“

”اب دل نہیں چاہتا؟“

”کیوں؟“

”کیا کروں گا۔ جو کچھ تم نے سکھایا تھا خوب کام آیا۔“

مزید کیا کرنا ہے؟“

”تم سامونیکا چل رہے ہو؟“

”ہاں، وہاں میری ذمہ داریاں تم پر ہوں گی؟“

”مسرا تمہوں پر۔“ میں سامونیکا سے جب اپنی دنیا

گوشائی دوستانہ انداز میں میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ اس نے

مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولی

”مسند کا سفر تمہارے لیے خوشگوار ہے غزال؟“

میں نے اس کے بے نیلے سوال پر اسے چونک دیکھا اور

پھر پوچھا۔

”ایچانک کچھ غمیں کیا ہے تم نے؟“

”نہیں۔ تم سے یہ پوچھنا میری ذمہ داری تھی؟“

”کیسی ذمہ داری؟“

”مجھے مجھے بڑا بیت کی گئی تھی کہ تم سے یہ سوال کروں اور

تمہارے جواب سے انہیں مطمئن کروں۔ تم سے یہ سوال کیے

بغیر اگر میں نے انہیں جواب دے دیا ہوتا یہ حکم عدلی ہوتی؟“

گوشائی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں ہلنے لگا۔

”نہ جانے تم لوگ یہ رسمی باتیں کب تک کرتے رہو گے۔

بہر حال تم سے کہہ دیا کہ یہ سفر میرے لیے خوشگوار ہے؟“

گوشائی نے شکر یہ ادا کیا۔

پستان جان اسٹیون نے ناشتے کا بہترین انتظام کیا تھا۔

جہاز کے گلے کے بارے میں، میں دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ ان

میں کوئی سامون نہیں ہے۔

ناشتے سے فارغ ہونے تو گوشائی نے کہا: ”اگر تم چاہو

تو آرام کرو غزال۔ ساری رات کی ٹھنکی سوار ہو گی تم پر سوائی میں نے

پہلے بھی مجھ سے کہا تھا لیکن میں نے کہا کہ ناشتے سے پہلے سونا

مناسب نہیں ہوگا کیونکہ پھر فوراً ہی جگانا پڑے گا۔“

”اگر اجازت ہو تو؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مزور؟“ گوشائی بولی اور میں اپنے کپین میں آ گیا۔ بستر

بہت آرام دہ تھا۔ میرا سارا وجود جھکا جھکا تھا۔ ایسی نیند آئی کہ

شام کو چار بجے ہی آنکھ کھلی۔ کپین کی دیوار پر لگی گھڑی میں وقت

دیکھ کر یقین نہیں آیا۔ بہر حال اٹھا ہاتھ دم میں گیا اور خوب نہایا۔

پھر بال و نظیر و ستوار کر یا ہر نکلا تو تھو ماس نظر آیا۔

”ہیلو مسر غزال۔ آپ خوب گہری نیند سوئے؟“

”سب غیریت ہے تا تھو ماس؟“

”بالکل۔ اہملا سفر کا مسابلی سے جاری ہے؟“

”میں سمجھتا ہوں؟“ میں نے کہا اور تھو ماس ایک طرف

دور گیا۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر مڑنے پر گیا۔ آسمان پر کلاں

گھٹا میں انداز ہی تھیں اور بارش کے پیش نظر کپین اسٹیون

خلاصیوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ میں مڑنے کے ایک گوشے

میں کھڑا ہو گیا اور مسند کی لمبوں کو دیکھنے لگا۔ موسم کی لطافت نے

واپس آؤ گے تو انوکھے انسان ہو گے اس دنیا کے لیے
"کہیں بھول ہی جاؤں اپنی دنیا کو؟"
"ایسا ممکن نہیں؟"
"کیوں؟"

"ہم کمال بھول سکے، زندگی گزارنے کے لیے تو بہاری دنیا
بھی جبری نہیں تھی مگر سامونیکا اپنی مثال آپ ہے، ہمدردی نے
کہا۔

"ہو سکے تو ایک کام کو ہمدردت؟
"کیا؟"
"مجھے سامونیکا کی زبان سکاھو؟"
"آج ہی ہے۔ اور میرا ڈوڑی ہے کہ تمہیں کوئی مشکل نہ ہو
گی ہمدردت نے کہا۔

"تو اب تم میری استاد ہو؟ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اور ہمدردت بھی مسکرائی۔

دقت گزار کی لیے اس سے اچھا مشغلہ اور کوئی نہ تھا۔
ہمدردت صبح سے شام تک مجھ سے مخرماری کرتی رہتی تھی اور ہمدردت
جانفشانی سے مجھے سامونیکا کی زبان سکھا رہی تھی۔ ہمدردت کا سفر
پرسکون تھا اور اس میں کوئی ایسا واقف نہیں پیش آیا تھا جو ہمدردت
پریشانی ہوتا۔ یکساں بڑے اہتمام سے سفر جاری رکھے ہوئے
تھا۔

ایک دن گوہیں نے دوران گفتگو کہا۔
"جان اسٹیون ایک بجز یہ کہ پاکستان ہے۔ اس کی باہر
جہاز رانی دیکھ کر بیسی اوقات ذہن میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے۔"
"کیسا خیال مسرگوشی؟" میں نے پوچھا۔
"یہ کہ کیوں نہ سامونیکا کے سفر میں سے بھی ساتھ رکھا جائے"

"کیا وہ سامونیکا نہیں ہے؟
"نہیں، گوہیں نے کہا۔
"مجھے علم تھا کہ وہ سامونیکا ہے۔"

"وہ سامونیکا نہیں لیکن ٹرانس میں ہے۔ ہم نے اسے
ہینا نام لگایا ہے۔ مخرم وہی ہے وہ ہینا نام لگنے پر اور ہمدردت
لے کر گیا۔ یہ جہاز اس نے انوار کیا ہے اور اس کا
طریقہ تبدیل کر لیا ہے۔ جس کو کہیں کا یہ جہاز ہے وہ سمجھتی ہے کہ
وہ ایک طوفان میں خرق ہو چکا ہے اور اب اسے صبر کرنا ہے۔"
"اور یہ نہ تصور کسی کا تھا؟" میں نے ہمدردت سے پوچھا۔
"وی میں کا؟" اس نے جواب دیا۔

"وی میں بہت چالاک ہے لیکن اگر یہ جہاز کسی کی نگاہ
میں آگیا تو کیا مشکل نہیں ہوگی؟"

"تم نے شاید غور نہیں کیا غزال، ابتدائی کچھ وقت کے بعد
ہمیں راستے میں کوئی جہاز نہیں ملا اور نہ جہاز اداھر سے
گزرے؟"

"واہ۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"
"ہاں۔ ہم عام بحری راستوں سے سفر نہیں کر رہے ہیں۔ ایک
مشکل ترین راستہ ہے اور خوفناک سمندری پہاڑوں کے درمیان
سے گزرتا ہے۔ یہ راستہ اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ ہماری کسی
سے مدد چاہنے پر ہوسا ایک ماہر کھانا ہی ان راستوں پر جہاز چلا سکا
ہے اور اب تک کی جہاز رانی سے جان اسٹیون یہ ثابت کر چکا
ہے کہ وہ بہترین کپتان ہے۔ جبکہ راستے میں بہت سے خطرات
پیش آسکتے ہیں؟"
"مگر کیا یہ جان اسٹیون کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی؟ میں
نے کہا۔

"جان اسٹیون ایک مخرم مجرم ہے۔ جس کو میں مدد ملانہ
تھا اس کا ایک جہاز جو قیمتی سامان سے لدا ہوا تھا اسے کسفر ہمدرد
روانہ ہوا تھا لیکن راستے میں اس نے ایک منصوبہ بنایا اور اس
کا نام سامان اس نے ایک جزیرے پر لڈا لیا۔ جتنے افراد اس
کے ساتھ تھے انہوں نے یہ سامان تسلیم کر لیا۔ ملے یہ پایا تھا کہ
اس جہاز کو فروق کر لیا جائے اور کہیں یہ سمجھے کہ جہاز سامان جہاز
سمیت خرق ہو گیا اور اس کا علم رکھ لیا گیا۔ لیکن یہ ساری کارروائی
میرے علم میں آئی۔ مجھے ایک جہاز کی ضرورت تھی اور اس کے
ساتھ ہی ملے گی۔ چنانچہ میں نے ان کا سامان اسی جزیرے میں
مخفیہ کر لیا اور ان سب کو ذہنی قیدی بنالیا۔ میں نے سوچا تھا کہ
ہمیں افریقہ پر پہنچا دے تو اسے آزاد کر دیں گے اور اس کا معاوضہ
بھی دیں گے؟ وی میں نے بتایا۔

"تھو کی پناہ دی میں۔ مگر تم سامونیکا کیوں چاہ رہے ہو؟ اس
ذہانت سے تو تم اس دنیا میں بھی حکومت کر سکتے ہو؟ میں نے
پہنتے ہوئے کہا۔

"جانا تو تھا ہی غزال، اس نے کہا۔
"تو یہ وہی جہاز ہے؟"
"ہاں وہی ہے۔ میں اسے تبدیل کر لیا گیا ہے؟"
"اس کا مطلب ہے کہ جہاز کو پورا حملہ قبلی ذہنی قید
میں ہے؟"

"ہاں، اور وہ بہترین جہازوں میں سے ہے۔ میں نے اسے ہر
محلے پر چوکس پایا ہے۔ یقیناً اس کی کپتی اس کی ہمدردت سے
بہت متاثر ہوگی؟"
"لیکن کیا تمہارے فرائض میں ہونے کے باوجود وہ چلا

ملے میں اپنا ذہنی توہین اور ہمدردت استعمال کر سکتا ہے؟"
"وہ پوری طرح حواس میں ہے۔ بس ہمارے سلسلے میں وہ
ظہنیں سوچ سکتا اور وہی کرنے پر مجبور ہے جو ہم چاہتے ہیں؟"
"میں نے جواب دیا۔

"اس کے سلسلے میں آخر کار تمہارا کیا فیصلہ ہوگا؟"
"ہمیں اگر بہتر حالات ملے تو ہم اسے سامونیکا لے جائیں
گے اور پھر جب تم وہاں سے واپس آؤ گے تو یہ بھی اچھے لگے؟"
پھر ہم افریقہ کے سمندر میں داخل ہو گئے۔ کئی بار دیران
داخل نظر آئے لیکن جہاز سفر کرتا رہا۔
ہمدردت مجھے سامونیکا کی زبان سکھا رہی تھی لیکن اس نے اس
سے درخواست کی تھی کہ کسی اور کو اس بارے میں نہ بتائے۔
میں انجانک یہ زبان بول کر سب کو تیران کر دیں گا۔ میں بڑی تیزی
سے اس زبان پر مجبور ہوا مگر اس کا جانتا تھا۔ ابتدا میں تو پھر مشکل
ہوئی تھی لیکن اب یہ زبان بالکل آسان لگنے لگی تھی۔

پھر ایک دو پہر جہاز روک لیا گیا اور دو بیٹوں سے ہمدرد
کا جائزہ لیا جانے لگا۔ میں بھی ٹرٹے پر اٹھ کر ہوا تھا۔ اور پھر
میں نے بہت دور ایک سفید سے نقطے کو سفر کرتے ہوئے دیکھا۔
"اسٹیر تھا۔ گوشانی اور ہمدردت گزرتے ہوئے میرے پاس آکھڑی
ہوئی۔"

"ہم افریقہ میں ہی غزال؟"
"ہاں مجھے اندازہ ہے؟" میں نے جواب دیا۔
"اس اسٹیرے گا ہی آتا ہے؟"
"کیا ایسا ہے ہماری آمد کے بارے میں معلوم ہے؟"

"ہاں اس سے گوہیں کا مسلسل ذہنی رابطہ ہے۔ روزانہ بچتے
ہوئے اسے اطلاع دے دی گئی تھی؟"
"اور وہ گزرا اور اس نے سامونیکا کے سفر کی تیاریاں شروع
کر دی ہوں گی؟"
"اس کی تیاریاں مکمل ہیں؟"

"ہمیں یہاں کتنے دن رکنا ہوگا؟"
"میرا خیال ہے چند دن سے زیادہ نہیں۔ بس گوہیں سفر
کے لیے صحت حال کا جائزہ لے گا اور پھر ہم سامونیکا چل پڑیں
گے؟" گوشانی نے جواب دیا۔

ہم سب سفید اسٹیر پر بیٹھ جائے اسے آتے دیکھتے ہے۔
اسٹیر آہستہ آہستہ واضح ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔
پھر وہ ناقرب آگیا کہ ہم اس کے امدید بیٹھے ہوئے لوگوں کو
دیکھ سکتے تھے۔ جہاز پر سے میرٹھیاں لٹکا دی گئیں اور اسٹیر
کے پہلو سے آگے لٹکے کا بندوبست کر دیا گیا۔ اسٹیر کا جنین بند ہو گیا اور

میں نے کہا۔

پھر آہستہ آہستہ جہاز کے قریب ہونے لگا۔ اس میں پانچ افراد
تھے جن میں ایک سفید نام شخص تھا جو اسٹیر پائلٹ کر رہا تھا۔
باقی چار ساہ نام ذہنی معلوم ہوتے تھے۔ ٹنگ دھڑنگ اور
افریقہ کی سعادت کے مطابق مختلف نقش و نگار جیسے اور بن
پر بنائے ہوئے۔ ایک انتہائی تھکا دہن شخص بھی ان میں موجود تھا جو
اپنے چہرے پر بارہ ٹنگے کا چہرہ سجائے ہوئے۔ اس کا بدن
جیسی اسی طاق سے چوڑا چلا تھا۔ سب خاموشی سے ان لوگوں کو
دیکھتے رہے اور پھر جب اسٹیر جہاز سے لگ گیا تو سب سے
پہلے وہی تو ان شخص سرخھی پر کراؤ پر چڑھنے لگا۔ سفید نام اٹھا پھر
گازنرول سنبھلے ہوئے تھا۔ دعاوی اس کے بعد میرٹھیاں
کے ذریعے جہاز کے ٹرٹے پر پہنچے۔

طویل القامت افریقی کو دیکھ کر کھلی طور پر یہ اندازہ نہیں
ہوتا تھا کہ وہ غیر افریقی بھی ہو سکتا ہے لیکن ان لوگوں کے سنے کا
انداز سو سفیدی سامونیکا تھا۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر گھٹن آ رہا تھا
اور میں دل ہی دل میں مسکرا بھی رہا تھا کہ سامونیکا کے ان ساہ لوح
باشندوں کو بھی جہاز پر دینا آتا ہے اور یہ جیسا دس دسایس کے
مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس سفید نام شخص کے بارے میں تو میں
نہیں کہہ سکتا تھا لیکن وہ جاہلوں افریقی جن میں وہ ایک تو ہمدرد
بھی تھا، سو سفید سامونیکا تھا اور انہوں نے اپنے بدن اور
چہروں کو سیاہ رنگ سے رنگ لیا تھا۔

گوہیں اور دوسرے تمام لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔
گوشانی میرا ہاتھ پرکھے ہوئے ان کے قریب پہنچ گئی تھی۔
گوشانی نے مسکرا کر گوشانی سے بھی اسی طرح ملاقات کی
اور گوشانی نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تو غزال کو نہیں چلتے تو مجھے بہت تعجب ہوگا؟"
"ہمارا دشمن، ہمارا دوست، انوار اسی جھلاسی تعارف کا محتاج
ہو سکتا ہے، وہ جس نے گوہیں کو اس کی ذہنی توہین واپس
دے کر سامونیکا پر عظیم احسان کیا ہے؟" اس نے کہا۔ وہ گائی ہا
تھا۔

مجھے گائی ہا سے ہونے والی گفتگو میں برابر شریک رکھا
گیا۔

گائی ہا اپنی تیاریوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس کا
کہنا تھا کہ افریقہ کے اس خطے میں جہاں اس نے ان سیاہ ناموں
کو اپنے ہیروٹ انگیز کارناموں سے مسح کر کے اپنی حکومت
قائم کر رکھی ہے، اب جانا بیکار ہے کیونکہ وہ تمام استعمارات
کیے جا چکے ہیں جن کی سامونیکا کے سفر کے لیے ضرورت تھی۔
چنانچہ صرف یہ کیا جائے کہ اس جہاز تک چلیں جہاں باقی سامون

موجود ہیں اور جس کے ذریعے سامونویکا کا سفر کیا جائے گا۔
گائی ہائے کہا "میرے ساتھ ایک ایسی ہم جو پارٹی ہے
جس میں انتہائی ذہین اور کارآمد افراد شامل ہیں۔ یہ لوگ بیرون کی
تلاش میں ہیں اور میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ جس ہم پریش
تمہیں لے جا رہا ہوں، اس میں تمہاری خواہش کے مطابق تیرے
دستیاب ہوں گے۔

"عظیم تارک ہر چیز کے یہ بات ہمارے مسلک کے خلاف
ہے کہ کسی کو دھوکا دے کر اس سے کوئی کام لیا جائے لیکن جہ
لوگوں کو اس سلسلے میں ساتھ لیا گیا ہے، ان میں بہترین انجنیئر
اور ایسے کارآمد لوگ شامل ہیں جو کسی بھی خطرناک مرحلے پر یورپی
جاننازی سے ہمارا ساتھ دیں گے۔ میں اس لیے انہیں لےنے
ساتھ لے جا رہا ہوں کہ وہ ان سفر میں ایسے لوگوں کی ضرورت
ہوگی۔ اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے، تو عظیم تارک تو
ہم انہیں ان سے کیے جوئے وعدے کے مطابق ہر دور کے
انبار دے دیں گے، جو سامونویکا میں بے وقت ہوں اور صرف
مکافوں کی دیواروں میں کام آتے ہیں لیکن ان کی دنیا میں چلتے
جوئے پتھروں کے یہ انبار بڑے قیمتی سمجھے جاتے ہیں۔ اپنی ہم
کی کامیابی کے بعد ہم انہیں واپس کے ذرائع دیتا کریں گے۔ اگر
تمہاری اجازت ہو تو؟"

"اگر تم محسوس کرتے ہو گائی ہاکہ یہ لوگ ہمارے لیے کارآمد
ہیں تو انہیں ساتھ لے چلو کیونکہ اور بھی بہت سے افراد ہیں
تعلق سامونویکا سے نہیں ہے ہمارے ساتھ ہوں گے بلکہ بہتر جوگا
کونزائل کے ساتھ واپسی میں ایسے بہت سے افراد ہوں جن کی
وجہ سے خزان کو سفر آسان محسوس ہو گا جو میں نے کہا۔

گائی ہاکہ نے کہا "یہ سفید فام شخص جو اس وقت اسٹیئر کنٹرول
پر ہے۔ یہ تمام لوگ جہاز کے سلسلے میں بہت کارآمد ہیں۔ ان میں
تین مشہور انجنیئر ہیں۔ وہ جہاز میں کسی بھی فریڈی کو دھکے دے سکتے ہیں۔
اور باقی لوگ بھی کارآمد ہیں۔ یہ فریقہ میں ایک ہم پر آئے تھے۔
سیاہ ناموں نے انہیں گرفتار کیا اور میں نے ان کی زندگیوں بچائیں
جس کی وجہ سے وہ میرے ممنون ہو گئے۔ پھر میں نے ہی انہیں
اس عجیب و غریب دنیا کی کہانی سنائی جہاں بیرون کے انبار ہیں۔
ان میں سے ہر ایک خوشی سے تیار ہو گیا کہ میرے ساتھ بیرون
کی دنیا کا سفر کرے۔ انہوں نے راہ کی صورتوں کو بھی قبول کر لیا
ہے اور اس بات کو بھی کہ اگر انہیں وہاں جنگ و دہشت کرنی پڑتی تو
وہ اس سے دریغ نہیں کریں گے؟"

"ٹھیک ہے گائی ہاکہ۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"
گو میں نے جواب دیا۔

میں خاموشی سے گفتگو سنتا رہتا تھا۔ مترجم کا سوال ہی
پیدا نہیں ہوتا تھا۔
میں نے یہ کہا کہ جہاز کو اب اس جہاز کی جانب لے جایا
جائے جو اس سفر کے لیے تیار کیا گیا ہے۔
گائی ہاکہ اور اس کے دونوں ساتھی پھر اسٹیئر پرائزنگ اور ان
کے بعد اسٹیئر جہاز سے بیٹے نکلا۔ ایک مخصوص فاصلے پر پہنچنے
کے بعد اس پر سے صرخہ کرا لیا اور کہا، "جہاز کو اب اسٹیئر
اس جہاز کے انجن اشارت کر لیں جائیں۔ چنانچہ جہاز کے انجن
اشارت ہو گئے اور اسٹیئر اس کی راہنمائی کرنے لگا۔
یہ سفر بھی مختصر نہیں تھا۔ تقریباً پانچ گھنٹے مسلسل چلنے
کے بعد ہم نے خشکی دیکھی۔ دونوں کے چہرے کے چہرے دیکھنے لگا
تھے۔ ایک عظیم الشان پہاڑی سلسلہ بھی نظر آ رہا تھا۔ سیاہی تو بال
آسمان کو چھوتی محسوس ہوتی ہی تھیں۔ جہاز کے ایک چکر لیا اور ان
پہاڑی سلسلے کی طرف بڑھنے لگا۔ اسٹیئر مسلسل ہم سے آتے چلے رہا
اور جہاز کو رخ بتاتا جا رہا تھا۔ اس عظیم الشان پہاڑی سلسلے کے
دامن میں جہاں سمندر تھا نہیں مار رہا تھا، ہم نے ایک جہاز کو
دیکھا۔ میں نے حیرت سے اسے دیکھیں بند کر لیں۔ وہ بہت بڑا چھکی جہاز
تھا، جسے نجانے کہاں سے حاصل کیا گیا تھا۔ اس پر طیارہ چلن
تو ہیں نصب نظر آ رہی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی جنگی سامان موجود
تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس عظیم الشان جہاز سے اتنے فاصلے
پر پہنچ گئے جہاں سے آگے بڑھنا ممکن نہیں تھا۔ اس کے بعد
اسٹیئر ڈول کے ذریعے اس جہاز سے اس جہاز پر ہماری منتقلی ہونے
لگی اور تھوڑی دیر کے بعد چند افراد کے سوا ہم سب ایک عظیم الشان
جہاز پر پہنچ گئے جہاز پر آنے کے بعد اس کا جائزہ لیا جانے
لگا اور یہیں ہمارا تعارف ان ہم جوڑ سے کرایا گیا جو خوش دلی
سے ہمیں خوش آمدید کہنے کے لیے تیار تھے۔ ہم جو پارٹی ہمسفر
ماہرین بوس تھا۔ ایک جرمنی باشندہ جس کی عمر ساٹھ سال سے کم
نہیں ہوگی۔ لیکن جو صحت اور چہرے میں بے مثال تھا۔ اس کے
علاوہ ہیرنگن، ولی پال، ایک چینی باشندہ و وچن اسٹیئر پرائزنگ اور
ایک رنگی ایڈیٹور بھی تھے جو مارٹن بوس کی بیٹی تھی۔ یہ سب
ہیروں کی تلاش کے رسیا تھے۔ اور ہمارے انظم میں آچکے تھے۔
سب نے ہر تھاکہ انارڈ میں ہم سے مدد فرمائی۔

گو میں نے کہا "میرے ساتھ ایک ایسی ہم جو پارٹی ہے
جس میں انتہائی ذہین اور کارآمد افراد شامل ہیں۔ یہ لوگ بیرون کی
تلاش میں ہیں اور میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ جس ہم پریش
تمہیں لے جا رہا ہوں، اس میں تمہاری خواہش کے مطابق تیرے
دستیاب ہوں گے۔

"عظیم تارک ہر چیز کے یہ بات ہمارے مسلک کے خلاف
ہے کہ کسی کو دھوکا دے کر اس سے کوئی کام لیا جائے لیکن جہ
لوگوں کو اس سلسلے میں ساتھ لیا گیا ہے، ان میں بہترین انجنیئر
اور ایسے کارآمد لوگ شامل ہیں جو کسی بھی خطرناک مرحلے پر یورپی
جاننازی سے ہمارا ساتھ دیں گے۔ میں اس لیے انہیں لےنے
ساتھ لے جا رہا ہوں کہ وہ ان سفر میں ایسے لوگوں کی ضرورت
ہوگی۔ اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے، تو عظیم تارک تو
ہم انہیں ان سے کیے جوئے وعدے کے مطابق ہر دور کے
انبار دے دیں گے، جو سامونویکا میں بے وقت ہوں اور صرف
مکافوں کی دیواروں میں کام آتے ہیں لیکن ان کی دنیا میں چلتے
جوئے پتھروں کے یہ انبار بڑے قیمتی سمجھے جاتے ہیں۔ اپنی ہم
کی کامیابی کے بعد ہم انہیں واپس کے ذرائع دیتا کریں گے۔ اگر
تمہاری اجازت ہو تو؟"

"اگر تم محسوس کرتے ہو گائی ہاکہ یہ لوگ ہمارے لیے کارآمد
ہیں تو انہیں ساتھ لے چلو کیونکہ اور بھی بہت سے افراد ہیں
تعلق سامونویکا سے نہیں ہے ہمارے ساتھ ہوں گے بلکہ بہتر جوگا
کونزائل کے ساتھ واپسی میں ایسے بہت سے افراد ہوں جن کی
وجہ سے خزان کو سفر آسان محسوس ہو گا جو میں نے کہا۔

گائی ہاکہ نے کہا "یہ سفید فام شخص جو اس وقت اسٹیئر کنٹرول
پر ہے۔ یہ تمام لوگ جہاز کے سلسلے میں بہت کارآمد ہیں۔ ان میں
تین مشہور انجنیئر ہیں۔ وہ جہاز میں کسی بھی فریڈی کو دھکے دے سکتے ہیں۔
اور باقی لوگ بھی کارآمد ہیں۔ یہ فریقہ میں ایک ہم پر آئے تھے۔
سیاہ ناموں نے انہیں گرفتار کیا اور میں نے ان کی زندگیوں بچائیں
جس کی وجہ سے وہ میرے ممنون ہو گئے۔ پھر میں نے ہی انہیں
اس عجیب و غریب دنیا کی کہانی سنائی جہاں بیرون کے انبار ہیں۔
ان میں سے ہر ایک خوشی سے تیار ہو گیا کہ میرے ساتھ بیرون
کی دنیا کا سفر کرے۔ انہوں نے راہ کی صورتوں کو بھی قبول کر لیا
ہے اور اس بات کو بھی کہ اگر انہیں وہاں جنگ و دہشت کرنی پڑتی تو
وہ اس سے دریغ نہیں کریں گے؟"

"ٹھیک ہے گائی ہاکہ۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"
گو میں نے جواب دیا۔

دنیا میں نہیں کر سکتے تھے اس کی تکمیل تم نے کی۔ مجھے معاف کرنا میں
اپنی محبت اور عقیدت کا انہماج کے بغیر نہیں رہا یا ہر طور اب
میں مجھے سے اجازت لینے آیا ہوں کہ کیا ہم سامونویکا کی جانب سفر
شروع کر دیں یا تم ان تمام تیاروں کا جائزہ لو گے جو جہاز پر کی
گئی ہیں؟"

"میں نے گویں میں سمجھا ہوں کہ متعدد ذہین افراد اب اس
جہاز پر موجود ہیں۔ جو کچھ کیا گیا ہو گا وہ یقیناً مکمل ہو گا۔ میں خود بھی
یہیں جا رہا ہوں کہ تم اپنی منزل کی جانب قدم اٹھاؤ۔ بعد میں بہت
سے معاملات تو خود بخود ہی طے ہوتے رہیں گے۔ اب جاننا اسٹیئر
کے جہاز کا بھلا کیا کر دے گا؟"

"اس سے پہلے ان پہاڑوں میں محفوظ کر دیا جائے گا جہاں اسٹیئر
کتاب ہے کہ واپسی میں اگر اسے موقع ملا تو وہ اس جہاز کے ذریعے
سفر کرے گا۔ میرا مطلب ہے واپسی کا سفر۔ ویسے یہ جہاز میاں
محمفوظ ہے گا اور اگر نہ جی رہا تو اب ہمیں اس سے کیا دلچسپی ہو
سکتی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور گویں مجھ سے مزید گفتگو
کرنے کے بعد چلا گیا۔ میں اپنی دنیا کے بارے میں سوچنے لگا
ہے چھوڑ کر میں ایک پڑا سرد دنیا کی طرف سفر کرنے والا تھا۔
کیسا ہوگا کہ سفر اور کیا وہاں سے زندہ واپسی ممکن ہوگی؟ خیالات
تو انسان کی زندگی کے ساتھ ہوتے ہیں اور ان پر کسی طرح کی قدرت
حاصل نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ خیالات کا یہ دھارا بہتا رہا۔ جہاں تک
کہ جہاز سے سفر کے لیے نکلنا تھا۔ وہ تمام اشتیاقات کر لیے
گئے تھے جس کے بعد اس سفر کا آغاز کیا جا سکتا تھا۔ جس جہاز سے
ہم نے جہاں تک کا سفر کیا تھا، اسے پہاڑوں میں محفوظ کر دیا گیا۔
دفتر رفتہ یہ عظیم الشان جہاز اس پہاڑی کئی ڈے باہر نکل آیا۔ جہاں
اسے پوشیدہ کیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد کھلے سمندر میں پہنچ گیا۔
میں کمرے پر کھڑا اتوری بار بار دہرتی ہوتی اس زمین کو دیکھ رہا تھا
جو ہر طور میرے دل کی نہیں لیکن میری اس جانی پہچانی دنیا کی
ضرور تھی۔

رات کی تاریکیاں فناؤں پر مسلط ہو گئیں اور سمندر میں سفید
سفید لہروں کے بھگاؤں کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا تو میں اپنے اس
کیبن میں آکر لیٹ گیا جو میرے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔
میں سونے کی کوشش کرنے لگا اور بالائی کے بھگولوں میں
مجھے نیند آگئی۔ دوسری صبح کا تو ایک خوشگوار کیفیت کا احساس
ہوا۔ سارے سات سے تھے۔ جہاز بنا سفر طے کر رہا تھا تھوڑی
دیر کے بعد میں باہر نکل آیا۔ میرے کیبن کے پاس ایک تیر کیوں
کے کیبن تھے جن میں مارٹن بوس اور ہیرنگن وغیرہ شامل تھے۔

میں نے گویں میں سمجھا ہوں کہ متعدد ذہین افراد اب اس
جہاز پر موجود ہیں۔ جو کچھ کیا گیا ہو گا وہ یقیناً مکمل ہو گا۔ میں خود بھی
یہیں جا رہا ہوں کہ تم اپنی منزل کی جانب قدم اٹھاؤ۔ بعد میں بہت
سے معاملات تو خود بخود ہی طے ہوتے رہیں گے۔ اب جاننا اسٹیئر
کے جہاز کا بھلا کیا کر دے گا؟"

"اس سے پہلے ان پہاڑوں میں محفوظ کر دیا جائے گا جہاں اسٹیئر
کتاب ہے کہ واپسی میں اگر اسے موقع ملا تو وہ اس جہاز کے ذریعے
سفر کرے گا۔ میرا مطلب ہے واپسی کا سفر۔ ویسے یہ جہاز میاں
محمفوظ ہے گا اور اگر نہ جی رہا تو اب ہمیں اس سے کیا دلچسپی ہو
سکتی ہے؟"

ان لوگوں سے ابھی میری گہری شناسائی نہیں ہوئی تھی لیکن وہ چہرے بہرے سے ٹھک ہی نظر آتے تھے۔ میں نے چند لمحات کے لیے غور بھی کیا تھا کہ کہیں اس ہم میں یہ کسی طرح کی حیثیت نہ ہو جائے لیکن بظاہر ایسا نہیں لگتا تھا۔ چند قدم چلا تھا کہ نمدت مسکلائی ہمیں اسانے سے آتی نظر آئی اور میں رک گیا۔

”میرا خیال تھا تم دیر سے اٹھو گے گا زالی لیکن تم جلدی جاگ گئے۔“

”میرا سفر کس لگ رہا ہے نمدت؟“

”نہ پوچھو۔ مسرت کی انتہا نہیں ہے۔ گوا بھی سامونویا کیلئے کتنی دھڑ سے گزرا ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے مجھانے کیسے کیسے مرحلوں سے گزرا ہے گا لیکن ایک مانگ پیدا ہو گئی ہے دل میں۔ ہو سکتا ہے ہم واقعی اپنی سرزمین کو بارود بوجھ سکیں۔“

”میری دعائیں جلد سے ساتھ ہیں نمدت۔“

”ٹھکرے گا زالی؟“ نمدت نے مروتیت سے کہا پھر بولی۔

”یہ لوگ ناشادہ رہ سکتے ہیں۔ آؤ ہم چائے پیئیں۔“

وہ مجھے ساتھ لے کر عرش پر پہنچ گیا، باہر تو شکار نکلی پھیلی ہوئی تھی مورچا کہہ بادل میں پڑھیندا تھا۔ جس کی وجہ سے یوں غم سے بڑھتا تھا کہ جیسے ابھی صبح نہ ہوئی ہو۔ پھر سامان بچن کا استحباب سمجھا لے ہوئے تھے اور شاید جان اسٹیون کے ملے کے افراد بھی ان کی معاونت کر رہے تھے۔ نمدت نے ایک شخص سے چائے کے لیے کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ یہاں سے نمدت کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ وہ مسکرائی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو ہنس دی۔

”خوشیوں کا اظہار ایسا ملازمین کیا جاتا ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن خوشیوں کو خوش کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ کوئی گزالی کو کیسے کھلے کر وہ ذمہ دہا رہے گا اور اس اپنی دنیا میں آنے کا اور اپنی محبت کو حاصل کرنے کا۔ اس کی آنکھوں میں کرب کے اٹل نہیں ہونے چاہئیں اور دل میں دوسرے بھی نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ ایک محبت بھرے دل کی دعا ہے اور سانسے کہ جو دعائیں محبت بھرے دلوں سے نکلیں اور بے لوث ہوں وہ بے لگ کار نہیں جاتیں۔“

”میں تمہارے سلسلے میں کسی مرحلوں سے گزرا ہوں تفصیل نہیں بتاؤں گا لیکن آؤری الفا سہی کہوں گا کہ تم بہت اچھی ہو۔“

اسی دیر میں چائے آگئی۔ نمدت میری بات کا کافی جواب نہیں دے پائی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے غم کو سس کیا جیسے اس کی مسرت میں جھیک جائیں آگیا جو کہیں ہو سکتا ہے کہ

یہ عرف میرا احساس ہی ہو۔ کیونکہ اس کے بعد نمدت پہلے ہی کی طرح مسکرائے گی تھی۔

چلنے اس موسم میں مزہ دے گئی۔ دوسرے گشتانی نے ہمیں دیکھا اور ہمارے پاس پہنچ گئی۔ جب وہ دیکھتی ہی وہ بیٹھی تھی تو اس کی شان ہی بچھو اور تھی میں جب سے دوسرے گشتانی بنی تھی اس کے انداز میں تبدیلیاں پیدا ہوئی تھیں۔ اس نے چائے کے برتن گھورتے ہوئے کہا۔

”یہ نفیس شے تنہا نہیں پی جاتی بلکہ جو بھی پہنچ جائے اسے شریک کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لاؤ مجھے بھی بائیس۔“

نمدت نے گشتانی کے لیے بھی چائے بنا دی۔

”سفر خوشگوار ہے اور یوں غم سے بڑھتا ہے کہ جسے ہم بغیر کسی الجھن کے اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے؟“ گشتانی نے کہا۔

”ہاں یقیناً گشتانی کسی کے کہنے کے مطابق محبت بھرے دلوں سے نکلنے والی ہے لہذا وہ دعائیں بے اثر نہیں ہوتیں۔“

نمدت نے شہرت امیر زنگا ہوں سے نمدت کو دیکھتے ہوئے کہا نمدت نے چائے کی پیالی ہونٹوں سے لگا لی تھی۔ گشتانی بھی چائے پیتی رہی اور اس کے بعد گئی۔

”جلدی سے اٹھ جاؤ۔ یہ غولی اسی طرف آ رہا ہے اور یہیں بلاوجہ اس کی میر بانی کرنا چڑھے گی۔“

میں نے ہٹ کر دیکھا تو مارٹن بورس، ہیرنگن اور دو اور وغیرہ اسی طرف آ رہے تھے۔ نمدت نے فوراً کھڑے ہو جانا مناسب سمجھا اور ہم رنگ سے لگ کر کھڑے ہو گئے لیکن ان لوگوں نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ مسرت اور خوش مزاج آدمی تھے۔ نزدیک آ کر کہنے لگے۔

”چائے کی میز ضرور چھوڑ دی گئی۔ لیکن اس پر رکھے ہوئے خالی برتن چھلی کھار ہے کہ میز بان، انہماں کی مڈارت نہیں کرنا چاہئے۔ آہ کاش ایسا نہ ہوتا۔“

گشتانی ہنس پڑی اور کہنے لگی۔

”ادو۔ نہیں مسرت بورس آپ کے لیے چائے کا بندوبست ابھی کیا جاتا ہے۔ دوسرا صل ہم لوگ آداب بھان لڑائی سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔“

وہ آگے بڑھ گئی اور مسرت بورس مسکرائی لگا ہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔

”تمہارا تعارف مجھ سے ایک ایشیائی کی حیثیت سے کرایا گیا ہے۔ مسرت فرزان اور یہ لوگ تمہاری بڑی عزت کرتے ہیں۔“

کیا ہم تم سے پوری طرح متعارف نہیں ہو سکتے؟“

”کیوں نہیں مسرت بورس۔ بس یوں بھگتیں کہ ہیروں کی بچک

میری آنکھوں میں بھی ہنس ہوئی ہے۔ اور جو لوگ ابھی تم پر جا رہے ہیں انہوں نے مجھ سے بھی وعدہ کیا ہے کہ میری جھولی چکلا رہتھوں سے بھر دیں گے۔ میں نے اپنی خدمات بھی انہیں پیش کر دی ہیں۔“

”تمہاری ہم جھولی کی زندگی زیادہ طویل تو نہیں ہوگی۔ اور کیا مشاغل رہے ہیں تمہارے؟“

”بس یوں سمجھ لیجئے کہ ایک امیر زادہ ہوں۔ زندگی میں ڈاکا کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا اور اپنی حیثیت میں اضافہ کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوں۔“ میں نے گول مول انداز میں کہا اور مسرت بورس ہنسنے لگے۔ ہیر بھی بولا۔

”وہ لیے مسرت فرزان نمدت کا یہ سفر بے حد دکھ ہے اور اس بڑا راز دنیا کا تصور بھی جس کے بارے میں یہ لوگ بتاتے ہیں کہ اس کا تعلق صحرائے منظم سے نہیں بلکہ ایک اور اونچی سرزمین سے ہے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں مسرت ہیری۔ میں خود بھی اسی سرزمین کے بارے میں سوچ کر حیران ہوتا ہوں۔“

”آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے مسرت فرزان۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہاں جتنے افراد ہیں ایک دوسرے سے پوری طرح مل جل کر رہیں۔“

”یہ تو بہت اچھی بات ہے۔“ میں نے پُر سپاک انداز میں کہا۔

ان لوگوں کے لیے چائے آگئی اور سب رنگ سے لگ کر چائے پیتے رہے۔ پھر ہم سب منتشر ہو گئے۔ نمدت میرے ساتھ ساتھ میرے کہیں تک آئی۔ میں نے اس سے کہا۔

”ایک سوال میں تم سے ضرور کرنا چاہتا ہوں نمدت۔“

”کر نہیں نہیں معلوم تو مجھے معلوم کر کے بتاؤ۔“

”ہاں کہو گا زالی؟“ نمدت نے کہا۔

”ان لوگوں کو کیا سامونویک کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔“

میری مراد خاص طور پر مارٹن بورس سے ہے۔“

”انہیں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ جس زمین پر انہیں لے جایا جا رہا ہے، وہ سامونویک کیلانی ہے اور ہم لوگ وہیں کے باشندے ہیں اور ہمیں سامون کہا جاتا ہے۔ ہم ایک ہم جمہور آئے ہوئے تھے اور اپنی دنیا میں واپس جا رہے ہیں۔ باقی کسی معاملے سے انہیں آگاہ نہیں کیا گیا۔“ نمدت نے جواب دیا۔

”گوارہ دے۔ بات مجھے بتا دینے کی تھی۔ چلو اچھا ہوا وقت سے پہلے معلوم ہو گئی۔ وہ زمان میں سے کوئی بھگتے

کوئی سوال کر لیتا تو مجھانے مجھے کیسی کیسی الجھنوں سے گزرا پڑتا۔“

”یہ کوئی بات ہی ہوئی ہے ہم سے۔ اس کے لیے میں معافی چاہتا ہوں۔“ نمدت نے کہا۔

سفر آرام سے جاری رہا۔ اڑنا لیس گھنٹوں سے زیادہ گزر چکے تھے اور اب ان تمام معاملات پر بنا بویا جا چکا تھا جو ابتدائی تھے۔

جان اسٹیون نے کپتانی کے فرائض سمجھنے کے بعد ہمارا کاپوٹی طرح جانوہ لے لیا تھا اور اس بات پر حیرت کا اظہار کیا تھا کہ اس سفر کے لیے اس ضرورت جنگی جہاز کا انتخاب کیوں کیا گیا۔

جنگی جہاز کے حصول کا معاملہ اب مجھ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ لیکن اگر انہوں نے خود مجھے اس بارے میں نہیں بتایا تو مجھے جھوٹا بولنے کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری رات بارش شروع ہو گئی تھی۔ بارش پر لطف تھی۔ ہم لوگ اس سے لطف اٹھانے کے لیے باہر نکل آئے تھے۔

سہو تو رانے مجھے گوین کا پیغام دیا۔ وہ باغ میں بیٹھا تھا اور مجھے طلب کر رہا تھا چنانچہ میں باغ میں گئی۔

گوین پستان جان اسٹیون کے ساتھ بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ ایک گول میز پر آدمی توجہ کی دل سے بنا ہوا ایک نقشہ پھیلا تھا اور جان اسٹیون اس نقشے پر غور کر رہا تھا۔ گوین نے سنجیدگی سے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔

”مسرت فرزان ابھی ہم تک اس سمندری راستے پر ہمیں جو عام گندگاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن میں مسرت جان اسٹیون کو یہ سمجھا رہا تھا کہ تمہیں آگے جا کر اپنا راستہ تبدیل کر دینا چاہیے۔

کیونکہ اگر ہم سیدھے چلے تو ایک ایسے ملک کے سمندری علاقے سے گزریں گے جو کافی ترقی یافتہ ہے۔ اور یقیناً اس کی سمندری حدود میں ایسے استقامت ہوں گے کہ ہمیں کھلے سمندر میں دیکھا جاسکے۔ میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں مسرت فرزان۔“

”یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم دوسروں کی نگاہوں سے بچے رہیں۔“

”بالکل۔ میں تمہیں ان نشیوں کی مدد سے سامونویک کے راستے پوری طرح ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں، اگر تمہاں ٹہرن کی مدد کرتے رہو۔“

گوین نے مجھانے اس سلسلے میں میرا انتخاب کیوں کیا تھا۔ چنانچہ میں میز پر پھیلے ہوئے نقشے پر جھک گیا۔

گوئیں مجھے نشوونہ کی تفصیلات بتا کر بار بار میں نے اپنے دل پر
 ذہن نشین کر لیا، باسویزکا کے سفر کے لیے ان اجنبی سمندروں کا
 بیخ کنو ناقص جن کی تفصیل زیادہ سے زیادہ وہی لوگ بتا سکتے تھے
 جو کبھی عام سفر سے جنگ کر اُدھر جاسکتے ہوں، اور نہ راستے ط
 خندہ سمندری راستوں سے ہٹ کر تھے اور ان پر سفر نظر ناک
 ہی تیار دیا گیا تھا، مجھے جہاز رانی سے تو دل سے ہی تھی اور نہ زبان
 کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ مسٹر مارٹن لوڈس بھی کسی زمانے میں ایک
 جہاز ران کپتی سے متعلق رہ چکے تھے اس لیے انہیں جان اسٹیون
 کامارن مفلز کر دیا گیا تھا اور وہ اپنی ذمہ داریاں انجن روم میں اٹھا لیا
 کرتے تھے۔ دوسرے لوگ شیب انجینئرنگ سے تعلق رکھتے تھے
 چنانچہ ان کی بھی ڈیوٹیوں متعین کر دی گئی تھیں۔ خواتین کسی ذمہ داری
 سے شریک تھیں۔ باقی سب ہی کوئی نہ کوئی ذمہ داری قبول کر چکے تھے
 کسی کے سپرد جہاز کی نفاذی تھی جو جوئی تو غلامیوں کے ذریعے ہی
 تھی لیکن اس کی نگرانی کرنا ہوتی تھی، کوئی کپتان یا جہاز کے میرے
 سپروائزر بھی نہ تھا۔ کوئی ذمہ داری نہیں کی گئی تھی اور نہ میں نے اس
 خواہش کا اظہار کیا تھا، سمبوتورا، ڈون کلابو اور وہ تمام لوگ مجھے
 ملتے رہتے تھے جن کا تعلق مجھ سے دیرینہ تھا۔ تقریبی پروگرام بھی
 ہوتے تھے لیکن ساموں کو ان ہنگاموں سے زیادہ دل چسپی نہ تھی۔
 وہ بے چارے ساسی امید وہیہم کی کیفیت کا شکار رہتے تھے کہ وہ
 اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو جائیں گے یا نہیں۔ مجھے
 یہاں مکمل طور پر آزادی تھی لیکن میں مصلحت جیزوں کی نگرانی کر لیا کرتا تھا،
 ظاہر ہے ہاتھ پاؤں باندھ کر تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

گذر میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر ایسا لینڈز میں شکست کھانے
 کے بعد بائیسویں لینڈز پر اندھا دھند بھاری کرنے کے بعد تنظیم کے
 افراد نے اپنے ذہن میں یہ تصور قائم کر لیا ہے کہ ساموں نے ہوش
 بیسے کر مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ گوئین کی داخلی لہریں فضا میں محسوس
 کی جاسکتی ہیں، ان کی زنی لوق کے ماحولی ساموں نے کسی ان لہروں
 کو محسوس نہیں کیا ہوگا، یہ دوسری بات ہے کہ گوئین کی ذہنی توہینوں
 حاصل کرنے کے بعد وہ ابھی تک ساموں کے راستے میں نہیں آتے
 تھے۔ لیکن یہ بات ملتی ہے نہیں اتنی تھی کہ کہیں اس کا علم ہی نہ ہوگا
 میں اب ان لوگوں سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا، اس کے علاوہ
 ارٹن ایٹرو کی وہ تنظیم جو ایک بہت ہی اعلیٰ چمکانے پر کام کرتے
 ہوئے دشمن ساموں کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی تھی، تاکہ ایک
 بالکل ہی غیر متعلق اور درد دراز کے علاقے میں اس کا ہیڈ کوارٹر قائم
 ہو سکے بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ کم از کم اسے ثبوت قول مانا
 چاہیے تھا کہ جن لوگوں کو تم کرنے کے لیے اس نے یہ تمام کارنامے
 کی تھیں وہ ختم ہوئیں یا نہیں۔ ان کی طرف سے یہ مکمل خاموشی

مگر تو ہمت گہری ہے، اس کے دوسری جانب کچھ نظر نہیں
 رہا۔
 ”اس کے عقب میں کیا ہے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہے
 ۔ لیے مسٹر خزانہ پر شیار جو راجھن ہے ہیں جہاں سمند کی عارضہ
 پیش آنے والا ہو تو حواس نے کہا اور میں خاموشی سے اسے
 دیکھ کر رہ گیا۔

جہاز آہستہ آہستہ اس دُھند کی جانب بڑھ رہا تھا، عقب میں
 بلاشبہ موسم صاف تھا لیکن دائیں بائیں بوجھ بھی دیکھا جاتا ہر طرف
 دُھند کی دیوار سطح سمندر سے آسمان تک کھڑی نظر آتی تھی اور واقعی
 اس کے سوا اور کوئی چلارہ کار نہیں تھا کہ جہاز کو اس دُھند میں داخل کر
 دیا جائے۔ جہاز پر درخشیاں ملادی گئیں، تقریباً تمام ہی لوگوں کو ٹوکلا
 کر دیا گیا تھا۔ رنر رنر دُھند جہاز پر مسلط ہو گئی۔ درخشیاں دھم دھم
 گئیں، ستاروں کی جگہ پر آگے کہ اگر کوئی نظر کا بات پیش کی جائے
 تو وہاں بچا دیکر کیس۔ میں خود بھی اس وقت گشتانی کے ساتھ پلانٹ
 روم کے خلیے میں ہی موجود تھا اور ہم دونوں اس دُھند کے بارے
 میں تبادلہ خیال کر رہے تھے۔

”کیا اس سے قبل، میرا مطلب ہے اس وقت جب تم گھٹیا
 نے اس دُنیا کی جانب سرخیاں تھوڑی تھوڑی اس دُھند سے جہاز کا ماحول
 پڑھا تھا؟“

”نہیں، اہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، یہ گشتانی
 نے جواب دیا۔“

”ہر طرف دُھند گہری سے گہری ہوتی جا رہی ہے، کہیں جہاز
 کسی چیز سے ٹکرا جائے۔“ میں نے کہا۔

”اہل غیور تو یہی محسوس کیا جا رہا ہے، کپتان اسٹیون کہتا
 ہے کہ وہ اس سمند کی بات سے ناواقف ہے۔ اس لیے یہ نہیں
 کہہ سکتا کہ اس طرف کہاں جانا چاہیے ہونے میں اور کہیں سطح سمندر
 ساکن ہے۔“

گشتانی کی بات پر میں خاموش ہو گیا، کوئی دیر تک میں اور گشتانی
 اس انداز میں گفتگو کرتے رہے۔ جہاز کی قدرت دست رفتاری
 سے اس دُھند سے گزر رہا تھا، تاریکی اتنی گہری ہو رہی تھی کہ ہاتھ کو
 ہاتھ نہیں سمجھتی، حالانکہ جہاز پر تمام درخشیاں ملادی
 گئی تھیں، تاکہ کوئی اندازہ لگنے کی کیفیت پر نگاہ رکھی جاسکے۔
 ہم لوگ خفیہ تقریبی دیر کے بعد جہاز کے مختلف گوشوں
 کا چکر لگا رہے تھے۔ پھر گشتانی کسی کام سے چلی گئی اور میں اپنے
 کپتان کی جانب آیا۔

دلت کا ہاتھ لگوانے کا سہرا ہے، دُھند بارش شروع ہو گئی
 آواز سنائی دیتی تھی اور ہاتھ پر عرشے پر جھگ ڈھڑکی جوں جوں تھی،

غالباً بادش سے پہاڑ کے استقامت کئے جا رہے تھے۔ رنر رنر
 سمندر میں اونچی اونچی لہریں اٹھنے لگیں اور جہاز ان لہروں کے نرنے
 میں آکر بھونکنے لگانے لگا۔ ایک زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی
 تھی، بادش کے عقب پرے پوری قوت سے کھڑکیوں اور دروازوں
 کی آہنی پلٹنیوں سے لگاتار رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے
 خوفناک طوفان آگیا ہے۔ کہیں کے اندر بھی مجھے طوفان کا ہونناک
 شور اور بلوں کی گرجاں سنائی دے رہی تھی، مگر وہ سب مشینوں
 سے باہر نکلا، جہاں تک کام کرتی ٹھیک اور میرا ہی اندھا رہا، کبھی کبھی
 کچھ بگڑتی تو سمندر کی مہیب لہریں جہاز سے لگتی ہوتی دکھائی دیتیں۔
 میں کافی دیر تک کہیں میں بیٹھا اس ہونناک منظر کو دیکھتا رہا، حالانکہ
 راست کافی گزر چکی تھی اور اس سے پہلے میں کم از کم نیم خود کی کھنکھ
 تھا، لیکن اب نیندا ٹھنڈوں سے بالکل ہی اچھٹ تھی۔ اس وقت
 کہیں سے باہر نکلتا مناسب نہیں تھا، لیکن میں تیار ہو کر باہر نکل آیا
 سردی سے پہاڑ کے لیے میں نے ٹوٹا لیا اس پہن مانتا ابھی میرے
 کہیں کے دروازے سے باہر نکلا بھی نہیں تھا کہ دُھند جہاز سے ایک
 دیر دست جھٹکا کھایا اور کہیں کی دیوار پر لڑنے لگیں۔ اور گرد سے
 بجزوں کے گرنے کا آواز آ رہی تھی۔ ابھی میں اس جھٹکے سے
 سنبھلنے بھی نہیں پاتا تھا کہ ایک اور جھٹکا محسوس ہوا، یہ پہلے سے
 بھی شدید تھا۔ کہیں کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور پھر بند ہو
 گیا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ چیزوں کی آوازیں بھی ابھری تھیں۔ میں نے
 اس پاس کے کہیں سے لوگوں کو باہر نکلتے دیکھا۔ وہ سب پتھری
 کے ماحول میں عرشے کی طرف دوڑنے پہلے جا رہے تھے۔ یہ صورتحال
 غلط تھی، ایسی حالت میں وہ کسی چیز سے ٹکرا کر زخمی بھی ہو سکتے تھے،
 لیکن صورت حال معلوم کرنے کا تجسس انہیں کھینچ لے گیا تھا۔
 جہاز پر اس جھٹکے کے باوجود کچھ کا نظام نیل نہیں ہوا تھا۔

دُھند ہی مجھے اپنے عقب میں کوئی چیز دھم سے گسنے کی
 آواز سنائی دئی، اور میں چونک کر پڑھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ لہریں
 لوڈس کی پلٹنی ہی ایڈنا شروع تھی جس کی پیشانی سے خون بہ رہا تھا۔ وہ
 غائب ہو گیا، میں اپنے کہیں سے باہر نکلتے ہوئے کسی چیز سے ٹکرا
 کر سیرے قریب پر گری تھی۔ ہر چند کہ اس لڑکی سے کوئی مکمل تبادلہ
 نہیں ہوا تھا لیکن میں اتنا ہی کافی تھا کہ یہ چارے ساتھ تھی۔ چنانچہ
 انسان ہمدردی کے تحت میں نے اسے فوراً ہی باندوؤں پہر
 اٹھایا اور اپنے کہیں میں لے آیا۔ یہاں میں نے اس کی پیشانی کا
 زخم دیکھا اور پھر زخموں کو دیکھا۔ اس کی پیشانی کے زخم
 پیشانی پر اچھا لگا اور زخم ٹھکا۔ غانا وہ لوہے کی کسی چیز سے
 ٹکرائی تھی، میری کوشش ہے اس کا خون بند ہو گیا اور میں اسے
 جوش میں لانے کی کوششیں کرنے لگا۔ اس میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

ایڈنا شروع کرنے سے آپ کیسے کھول دیں اور فخر وہ کسی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، میں نے دم پلے میں پوچھا۔

”اب آپ کی طبیعت کیسی ہے مس ایڈنا؟“
”وہ بے اختیار چونک پڑی۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر کے ماحول کو دیکھا اور پھر فخر وہ مجھے میں بولی۔“
”طوفان۔ طوفان۔“

”ہاں جہاز طوفان کی زد میں ہے، لیکن یہ اس قدر فخر وہ ہونے کی بات تو نہیں، آپ غالباً کسی چیز سے ٹھرا گئی ہیں۔“
”اوہ۔ ہاں۔ میں سو رہی تھی کہ دندا زور دار جھٹکے گئے اور میں بستر سے نیچے گر پڑی۔ میری آنکھیں کچھ نہیں آ رہا تھا پھر باہر مجھے کچھ نہیں سنائی دیں اور میں کہیں کے دروازے سے باہر نکل آئی، مجھے کس چیز سے مراد پوچھا، اوہ۔“
اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنی پیشانی پر پیرا لیکن وہاں پٹی بندھی ہوئی تھی، ایک ہاتھ اس نے غصہ جوڑوں پر زبانی پھیرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا ادا ہوتے سے بولی۔“
”آپ کو بڑی زحمت ہوئی۔ مس فخر زالی۔“
”زحمت کیسی مس ایڈنا۔ آپ زخمی ہو گئی تھیں یہ میرا فرض تھا۔“

”مجھے ایک گلاس پانی مل سکے گا؟“ اس نے کہا۔
”اچھی۔ میں نے فخر زالی اسے پانی پلا یا۔“
اس نے ہنسنے کے لیے بے تعلقی سے میری گردن میں ہاتھ ڈال کر ہار لیا اور میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں کیا۔ وہ کئی سیکنڈ تک میرا سہارا لیے وہی پیرا اس نے سسکا کر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔
”تو تھک رہے کہ یہ طوفان مجھے کسی دوست کے قریب لائے گا، عجب تا سیر خیال ہے اس کے بعد مس فخر زالی ہمارے اور آپ کے درمیان سے تعلق کو ہٹا کر ہٹ جاتی چاہیے۔ میرے ساتھی میرے چاہے دوست ہیں لیکن انسان کو خوب سے خوب تڑکی جو تھوڑی ہے۔ ہاں میں نے آپ کو اس نگاہ سے دیکھا لیکن آپ کی طرف سے کوئی توجہ نہ پا کر میرے قدم آپ کی جانب نہیں بڑھ سکے، کیا خیال ہے آپ کا۔“

میں نے ایک ہنڈکی سانس لے کر ایڈنا کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔
”مس ایڈنا طوفان ابھی جاری ہے۔ ایڈنا میرے ان الفاظ پر ہنس پڑی۔“
”اس طوفان نے مجھے بڑی طرح زخمی کر دیا۔ بہر حال طوفان تو مل ہی جلتے ہیں، باہر نہیں۔“

”آپ کو آپ کے کہیں میں پہنچا دوں، میرا خیال ہے۔ آپ کو باہر نہیں نکلنا چاہیے، کسی بھی چیز سے ٹھرا سکتی ہیں، میں ذرا اوپر کا بازو لوں گا۔“

”میں بھی جلتی ہوں مس فخر زالی پلیز۔“ اس نے جھٹکنے پر کہا۔
”آپ اگر جانا چاہتی ہیں تو تمہارا ہلی جائے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے آپ کو نہیں سمجھا یا۔ میں نے سوچا ہے میں کہا۔“
”اوہ، اگر آپ مجھے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تو پھر مجھے میرے کہیں میں ہی پہنچا دیجئے۔“

میں نے اس بلائے سے دریاں کو اس کے کہیں میں پیرا کر اور جانے والے راستے پر چھوٹا ہنگ لگادی۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ جہاز پر کیا گوری۔ باہر مسلسل تاریکی چھائی ہوئی تھی، تیز ہواؤں کا شور کی قدر دم پر خاموش ہوا تھا لیکن اس دوران وہ جہاز کا کاربان چھوٹا ہی تھیں، وہ کافی تھیں۔

لوگ اب ابھی ادھر ادھر معروف نظر آ رہے تھے، لیکن وہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ کوئی کر رہا ہے، ویسے خاموشی ہی تھی، جہاز کے جھٹکا ٹھکانے کی وجہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ میں کسی نہ کسی طرح پائلٹ دم تک پہنچ گیا اور فلائی سیریا حالے طے کر کے اندر داخل ہو گیا۔

اندروں، جان امیٹل اور مارٹن بولس موجود تھے، اب روٹی تھے میں اور بھی چند افراد نظر آ رہے تھے۔ انجن دم سے رابطہ قائم تھا اور جان امیٹون مسلسل انجن دم کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ گوین کی نگاہیں تاریک سمندر پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں ایک پراسرار چمک لہرائی دیکھی۔ میرے اندر داخل ہونے پر بھی اس نے پلٹ کر اس طرف نہیں دیکھا۔ ماحول پر ایک عجیب سی پراسرار تجمانی ہوئی تھی اس لیے میں بھی خاموشی سے ایک گوشے میں ٹپک گیا۔ جہاز کی رفتار مزید مست کردی گئی تھی لیکن اس کے انجن بند نہیں کیے گئے تھے اور وہ کسی قدر مست رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا، گھومتی رہی کی بجائے کوئی کئی مندر کی کیفیت کو نمایاں کر دیتی تھی اور اس کے بعد وہی تاریکی چھا جاتی تھی۔

یکینیت تو رہا وہ گھنٹے تک جاری رہی۔ یہ دونوں گھنٹے میں نے پائلٹ دم میں ہی گزارا اس دوران کسی کیسے سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ بڑے سیرا نامتات تھے لیکن رفتہ رفتہ طوفانی جھک دم پڑتے گئے اور توہمیری دیر کے بعد جہاز سکون ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے ہلی ہلی رشتی بھی جھٹکنے لگی تھی۔ تب جان امیٹون نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

”ہم دھند کے سمندر سے نکل چکے ہیں مس گوین۔“
گوین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے چہرے پر بدتمیز عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

”خدا کی پناہ۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اگر یہ دھند مسلسل کئی روز تک جاری رہتی تو کیا ہوتا۔ ویسے طوفان بھی ختم ہو گیا ہے۔“ پورس نے کہا۔
”ہاں گوین نے گہری سانس لی اور پھر جھٹکے سے انداز میں پائلٹ کہیں کی ایک دیوار سے ٹپک گیا۔“
پورس خاموشی سے سمندر کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحات کیبن میں خاموشی رہی پھر گوین نے جان امیٹون کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم کیا کہتے ہو گوین؟“
”میں سمجھا نہیں مس گوین؟ اس نے کہا۔“
”کیا سمندر اب بھی گرم ہے۔ بعض اوقات وہاں پانی کے نیچے چھپ جاتی ہیں اور بخار خاموشی چھا جاتی ہے لیکن جب یہ ہوا نہیں ابھرتی ہیں تو۔۔۔“

”ادہ ساس کیفیت کو سمندری اصطلاح میں آرگورڈر کہتے ہیں۔ آرگورڈر کہتے ہی سمندری جہاز تباہ کر چکے ہیں۔“
جان امیٹون کے کپانے مارٹن بولس بولنا تھا۔
”ہاں میں اس کی بات کر رہا ہوں۔“ گوین نے کہا۔
”اسی صورت حال نہیں ہے۔ مس گوین؟“ جان امیٹون نے پڑا ہمتا دیجے میں کہا۔

”یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو۔“ گوین بولا۔
”یہ جہاز جنگی نوعیت کا ہے اور جنگی جہازوں میں خصوصی طور سے باہر جانا جاتا ہے۔ سمندری جنگوں میں بعض اوقات معنوی آرگورڈر پورا ہوتا ہے۔ جو ہتھیاروں کے استعمال کی گوری سے پیدا ہوتے ہیں چنانچہ یہ باہر جانا پانی کے نیچے ہوا کے دباؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ آپ اس باہر جانا دیکھیے یہ پانی کے نیچے ہوا کا دباؤ بتا رہا ہے۔“

”ادہ۔ یہ علمہ چیز ہے۔“ گوین نے توہمیری انداز میں کہا۔
”رات کو جہاز کو جھٹکے گئے تھے۔ کیا وہ اسی نوعیت کے تھے؟“ میں نے پوچھا۔
”نہیں وہ سمندری جہاز نہیں تھیں۔“ گوین نے جواب دیا۔
”جہاز کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟“
”نہیں، انجن دم سے اطلاع مل گئی ہے سب ٹھیک ہے۔“

کیپٹن نے جواب دیا۔
”گو کیا خطرہ مل گیا ہے۔“ میں نے سکون کی سانس لے کر کہا اور مارٹن بولس گردن جھٹکنے لگا۔
”میں اس کے بارے میں حلوم تھا مس گوین۔“
”اس حد تک نہیں۔ پہلے ہم یہاں سے نہیں گور سے تھے۔“
”اور یہ طوفان؟“
”یہ اضافی نشیبت رکھتا تھا۔“
”ہو سکتا ہے یہاں سمندر ہیئت مطلق رہتا ہو؟“ جان امیٹون نے کہا۔
”ہاں ہو سکتا ہے۔“ گوین بولا۔
”اب سمندر پر کون ہے؟“ امیٹون نے کہا۔
”کیا تم نین اور تمکن محسوس کر رہے ہو۔ امیٹون۔؟“
”ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“
”میں تمہیں آرام کے لیے چار گھنٹے دے سکتا ہوں۔ اس کے بعد تم اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیتا۔“ گوین نے کہا۔ امیٹون گردن ہلکا کر گیا اور اس کی وقت لیکر بیٹھ گیا۔

”سب ٹھیک ہے، ہلکا ہلکا۔ کوئی ایسا مادہ نہیں ہوا تو قابل توجہ نہیں ہو۔“ دو آدمی زخمی ہونے میں لیکن معمولی۔ انجن دم معقول ہے۔“
”ناشتا تقسیم کر دو۔“ گوین نے کہا۔ لیڈس بھلا گیا۔ اب پائلٹ دم میں صرف میں اور گوین رہ گئے تھے۔
”حسن صاحب سے قریب میں کوئی رابطہ نہ ہو سکا ہوگا فخر زالی؟“ اس وقت کے بعد سے نہیں جب میں تمہیں اور سو تو راکو لے کر لندن آیا تھا۔“
”ہاں اس کے بعد سے تمہیں فرصت ہی کب ملی؟“ گوین بولا۔
”اس تاریک سمندر کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا گوین۔ ہماری دنیا کے بارے میں تمہاری معلومات کیا حیثیت رکھتی ہیں؟“
”کوئی نہیں۔ میں میں دور تک دیکھ رہا ہوں۔ میری آنکھیں یہاں تک دیکھ سکتی ہیں، وہاں کی کیفیت مجھے معلوم ہو جاتی ہے۔“
”مگر میں تم سے پوچھوں کہ اب اس کے کیا ہے؟“
”تمہیں تمہیں وہاں تک کے بارے میں بتا سکتا ہوں جہاں تک میری نگاہوں کی پہنچ اور ذہن کی رسائی ہے۔“

اس ناصی کے کوئی مدد ہے؟

”ناصل کے ہاں ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ دن اور رات پر سکون گورنر کے لیکن دوسرے دن کی صبح کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا تو تمہیں اطمینان سے آرام کرنا چاہیے۔ گو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”اور اگر میں تم سے پوچھوں کہ ناشتے کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے تو؟“

”تو میں تمہیں جواب دوں گا کہ ڈوشن کاربوہم دونوں کیلئے ناشتے کے کچل پڑی ہے۔ گو میں نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔ ڈوشن کاربوہم چند منٹ کے بعد ہی ناشتے کے آگئی۔“

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد گورنر نے کہا ”بہتر ہے تم بھی آرام کرو عزالی، تاکہ تمہاری نقصان دور ہو جائے۔“

”یہاں پلانٹ روم میں تم تھا ہو۔“

”دی میں کو بلاؤں گا۔ وہ میری مدد کر سکتا ہے۔ گو میں نے جواب دیا اور میں وہاں سے چلا آیا۔ پھر میں نے کسی اور طرف توجہ کیے بغیر نہیں کارخ کیا۔“

دوبہر کے دو بجے اکلھ کھلی۔ مزید پلانٹ مینجے ستر پر بیٹھا رہا۔ طبیعت کسٹن ہنٹی۔ مشل خانے جا کر مشل پر پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ میرے کہیں سے طبع مدٹن بورس کا نہیں تھا۔

اس کے سامنے سے گزرا تو بورس نے مجھے آواز دے دی۔

”ہمارے ساتھ کافی مینیو گے مسٹرز والی؟“ اس نے کہا اور میں انذر داخل ہو گیا۔

مدٹن بورس نے پرنٹلوس انداز میں میرا استقبال کیا۔ کہیں میں وہ تنہا ہی تھا اور کافی کے برتن اس کے سامنے سجے ہوئے تھے۔

خود ہی اس نے مجھے کافی بنا کر پیش کی اور میں نے شکر کیے کے ساتھ قبول کر لی۔

مدٹن بورس چند لمحات کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا، پھر اس نے کہا۔

”انسانی فطرت میں جس کا جو مادہ ہوتا ہے مسٹرز والی، خواہ کتنی ہی کوشش کی جائے اسے ختم نہیں کیا جاسکتا، ویسے بھی ایک دوسرے سے ششامانی کارآمد ہی ہوتی ہے، کیا خیال ہے؟“

یقیناً ایسا ہی ہے۔ مسٹرز بورس۔“

”بہت سی باتیں ہم سب کے علم میں ہیں۔ مثلاً اس سفر کا مقصد، لیکن بعض چیزیں اب بھی ہمارے درمیان صاف نہیں ہوئیں، اگر آپ پسند کریں تو اس موضوع پر گفتگو کی جائے؟“

ہاں ہاں بے شک، لیکن میں نے ایک عجیب بات بھی

کہی ہے، اگر تک میرا مقصد ہے نئے آنے والے میں بن کے ساتھ

بپ آئے ہیں، کچھ عجیب و غریب خصوصیات رکھتے ہیں، مجھے

یوں لگتا ہے کبھی کبھی جیسے ہم سے مختلف ہوں یا بے حد پر سرشار ہوں، کیا آپ نے یہ بات محسوس کی ہے مسٹرز والی؟“

”سوئی صمد۔ جو کہ ہے ان کا تعلق چمکدار پتھروں کی دنیا سے براہ راست ہو۔“

”میں نے بھی یہ سوچا ہے، لیکن یہ وہاں کیا کر رہے تھے؟“

”اب اتنی تفصیلات تو ظاہر ہے نہ، انہوں نے آپ کو بتائیں اور نہ ہمارے پاس تکتے ہیں۔“

”بہر طور میرے دل میں خواہش ضرور ہے کہ یہ معلوم کر دوں۔“

”کیا نامہ مسٹرز بورس۔ یہیں جس کام سے کوئی غرض نہیں ہے اس کے لیے کیوں مگر دل ہوں۔“

”وہی تجس۔“

”جنس معاملات میں میزخیال ہے اپنے آپ پر قابو پانا

بے حد ضروری ہو رہا ہے، جو سکتا ہے یہ لوگ اس بات کو پسند

نہ کریں۔“

”بہر حال اس صورت میں ضروری ہے کہ کم از کم آپ اپنی

دوستی قبول کریں، کیونکہ آپ ان میں سے نہیں ہیں۔“

”دوستی تو آپ نے اندہ ہونے ان لوگوں کی بھی قبول کی

ہے یہ لوگ کسی بھی طور پر ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہیں۔“

”میرا یہ مطلب نہیں تھا، اس میں اپنی قلمدان دوستی کی

پیش کش کرنا چاہتا ہوں آپ کو۔ میروں کے معقول میں، ہم

کا یہاں ہونے تو آپ کو ان سے محروم نہیں رکھیں گے اور اگر

آپ کسی گھبراہٹ میں ان کوششوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یوں

سہا س کی۔“

”ہاں ٹھیک ہے۔ دیکھو گے میں آسے۔“

”ہاں دیکھوں گا مسٹرز بورس، لیکن اس میں شکر و جہتے

کوئی بات نہیں ہے، جبکہ میں نے آپ سے کہا کہ ہم سب

ایک ہی راستے کے راہی ہیں۔ اس صورت میں جس کی جو مصلحتیں

ہیں وہ اسے پوری کرنا چاہئیں۔ آپ میں سے کوئی جتنا ادا ہے

میری ساتھی ہوئی تو میرا خیال ہے کہ آپ بھی کسی لاپس کے نتیجہ

کچھ کرتے جو میں نے کیا۔“

”بہر طور میں دل سے تمہارا شکر گزار ہوں۔“

”کوئی بات نہیں، میں نے جواب دیا۔ مارٹن بورس

سے وری تک گفتگو نہ کی۔ بہر حال وہ ان عام لوگوں میں سے

ایک تھا جو ہم جونی کے نام پر دولت کی تلاش میں نکلتے ہیں۔

اور ملتی زندگی میں اپنا کوئی صحیح مقام نہیں بنا پاتے، یا پھر اس

کی بھتیجی تھی اور ایڈنا کا باپ مریکا تھا۔ مارٹن بورس ہی اس

کا سرپرست تھا، چنانچہ اس ہم پر وہ بھی ساتھ آگئی تھی، مجھے

ان کا نام باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، لیکن اب مارٹن بورس

یہ سب کچھ بتانے پر مجھ کو توجہ کیسے اُسے روک دیتا۔ پھر

میں وہاں سے اٹھ آیا۔

رات کے کھانے سے فارغ ہو کر میں خود ہی چھلیا ہوا

مڑنے کے دوسرے حصے کی طرف نکل گیا، کوئی خاص وجہ نہیں

تھی اس کی۔ میرے ذہن سے اشارے پر ندرت، ڈوشن کاربوہم

گوشانی میرے پاس آسکتی تھیں اور لوگ بھی میری خدمت کے

خواہش مند رہتے تھے، جن میں کمبو تورا کا نام خاص طور سے

شامل ہے، لیکن بعض اوقات تنہا ہی بسند یہ چیز ہوتا ہے۔

میں ایک گونے میں کھڑا سمندر کو دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً مجھے

اپنے عقب میں قدموں کی چاپ سنائی دی، اس وقت طبیعت

پر کھنڈر چھا گیا۔

یہ کون سے جویری تبتائی میں نکل ہوا، میں نے پلٹ کر

دیکھا۔ میری تنہائی کو تو بس نہیں کرنے والی ایڈنا تھی۔ اس کے سر

پر بیٹی بندھی ہوئی تھی، لباس شب خوبانی کا تھا اور انداز میں

ایک عجیب سی وارنگلی۔ وہ میرے نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی۔

اور چند لمحات عجیب سے انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر اس

کے ہونٹ کھیلے اور اس نے آہستہ سے کہا۔

”کچھ لوگ زندگی دیتے ہیں اس لیے کہ ہرست آہستہ سے

لپٹے رہیں۔“

میرا دل چاہا کہ اس شعر کی داد دوں، کیسے بے تکلفی نہ

تھی، مجھے یہ سیرے مذاق کا بلا مان لیا جانا، میں خانہ خونی سے

تھی، لیکن یہ سیرے مذاق کا بلا مان لیا جانا، میں خانہ خونی سے

تھی، لیکن یہ سیرے مذاق کا بلا مان لیا جانا، میں خانہ خونی سے

تھی، لیکن یہ سیرے مذاق کا بلا مان لیا جانا، میں خانہ خونی سے

تھی، لیکن یہ سیرے مذاق کا بلا مان لیا جانا، میں خانہ خونی سے

تھی، لیکن یہ سیرے مذاق کا بلا مان لیا جانا، میں خانہ خونی سے

اُسے دیکھا رہا۔ پھر وہ بولی۔
 "مگر ازم خیریت معلوم کرنے تو آجاتے ہیں"
 "آپ کے بچا مرٹلوہی سے آپ کی خیریت معلوم کر چکا ہوں میں، یارنا، کسی نہیں، اب آپ؟"
 "کمال ہے، بھلا میرے بچا کا ان معاملات سے کیا تعلق ہے؟"
 "کیوں کیا وہ آپ کے بچا نہیں ہیں۔ ویسے انہوں نے بڑے خلوص سے میری اس زحمت کا شکر یہ ادا کیا تھا جس کا میرے ذہن میں کوئی تصور نہیں ہے؟"
 "آپ ششک بننے کی کوشش کر رہے ہیں مرٹلوہی یا فطرتاً آپ اتنے ہی ششک طبع ہیں؟"
 "میرا خیال ہے جس کے چاروں طرف سمندر کی نمی پھیلی ہو وہ ششک کیسے رہ سکتا ہے میں یارنا؟"
 "بظاہر تو یہی محسوس ہوتا ہے یا پھر میں یہ کہوں کہ آپ میری قربت کو پسند نہیں کرتے؟"
 "بدقسمتی سے مجھے آپ کی قربت ایسی ہی غیب ہوئی تھی جب آپ کا سر پھٹا تھا اور اس کے بعد سے آپ اب ششک لائی ہیں۔ بھلا اتنی شغری سلاطنت میں یہ فیصلہ کیسے کر سکتا تھا کہ کہ۔"
 "ا وہ ڈیر تم نے مجھے آواز دے لی ہوتی؟ اڑنا میرے الفاظ سے غلط فہمی کا شکار ہو گئی اور میرے بالکل نزدیک آکر کھڑی ہو گئی۔ میں نے نیکی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر سمندر کی طرف دیکھنے لگا۔"
 "عجبت کے لیے کوئی طویل وقت دوکار نہیں ہوتا۔ یہ جذبہ ایک لمحے میں بیدار ہوتا ہے اور سارے وجود پر چھا جاتا ہے۔ تم نے یہ زندگی بچانی ہے طزالی اور اب میں یہ زندگی تمہارے سپرد کرتی ہوں؟"
 "مختصر۔ مختصر۔ میرے سپرد اگر آپ یہ زندگی کریں گی تو بڑے نقصان میں رہیں گی۔ میں جنونی قسم کا آدمی ہوں؟"
 "کیسا جنون۔ میں تمہارا ہر جنون برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں غزالی؟"
 "آپ سمجھی نہیں۔ بعض اوقات مجھ پر عجیب ڈر پیدا کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ خاص طور سے ان راتوں میں جب چاند نکلتا ہے۔ آپ تعین کیجیے نادانستگی میں سہی لیکن میرے ہاتھوں میں حسین اور نوجوان لڑکیوں کا خون ہو چکا ہے؟"
 "خون؟ اڑنا نے کسی قدر گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔
 "جی ہاں۔ میں نے وہ نہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا؟"

"نہیں؟"
 "صرت اس لیے کہ مجھ پر تمہی لڑکیوں کے قتل کا مقدر پل رہا ہے اور میں ایک مفرد مجرم ہوں بس یہ چاہتا ہوں کہ اتنی زندگی اس تہذیب کی دنیا سے دور لے جاؤں اور کسی ایسے ویران گوشے میں بسر کروں جہاں قاتلوں کے ہاتھ ڈھونڈ نہ پہنچ سکیں؟"
 "لیکن آپ نے اپنے اس مرض کا علاج کیوں نہیں کرایا؟"
 "کون ہے اس مرض کا علاج کرنے والا، اگر آپ کو کوئی نظر جائے تو براہ کرم مفرد بتا دیجئے گا؟"
 ایڑنا پھینکے پھینکے انداز میں مجھے دیکھتی رہی، یہ انکشاف اس کے لیے انتہائی مروج فرما تھا۔ نجانے کیا کیا سوچا جو گاؤں نے میرے بارے میں۔ وہ گھبرائی ہستی تھی اور غالباً یہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ اب یہاں سے بھاگنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرے۔ یہ جانتے کب میری آنکھوں میں نیلا ہٹ پیدا ہو جائے، چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔
 "دلت بہت ہو چکی ہے اور میرے سر کے زخم میں کچھ تلکیت بھی ہے، کیا تم واپس نہیں چلو گے غزالی؟"
 "ابھی نہیں، میں سمندر میں اپنی جمجاؤں کے چہرے دیکھ رہا ہوں، جن کی ہنسیوں اب بھی میری جانب نکلاں ہیں، وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ میں چہرے میری جانب بڑھ رہے ہیں۔ ہاں وہ میں چہرے، ابھی وہ غرٹنے کے راستے ادا پڑا جائیں گے اور پھر میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہو۔ وہ۔ میری انگلیوں کی سیڑھی۔ وہ۔ میں نے ایک سمت اشارہ کیا اور ایڑنا اس طرف دیکھنے لگی پھر اس کے حلق سے ایک ڈری ڈری آواز نکلی۔
 "ہاں وہ تین، وہ تین۔ اور میں کے ساتھ ہی وہ پیچھے بٹنے لگی۔ جب تقریباً دو گز پیچھے ہٹ گئی تو اس نے ہٹ کر دوڑنے کے سے انداز میں پھلانگ لگا دی۔
 اس بار پھر ندت اور ڈوٹی کاربو کا تہمتہ گونجا میری آنٹی بھی اس میں شامل ہو گئی، جب ایڑنا نکلا ہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے زور سے انہیں آواز دی۔
 "ناؤ دھر آؤ، کسی کی گفتگو سمجھ کر سننا اچھی بات نہیں ہے۔ تمہیں اس کی سزا دی جائے گی؟"
 دونوں ہنستی ہوئی ایک طویل جھک کاٹ کر میری طرف ہل پڑیں۔ ندت کے چہرے پر شغری پھیلی ہوئی تھی، ڈوٹی کاٹا بھی مسکرا رہی تھی۔
 "کیوں یہ کیا ہو رہا تھا؟ میں نے شغری سے پوچھا۔"

"کچھ نہیں۔ سمندر کی خاموشی کچھ عجیب سی کہا نہیں سنا رہی تھی۔ اب اگر یہ کہاں خود بخود ہمارے کان تک پہنچ جائیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟"
 "غلط تم جان لو پھر کہ ہماری باتوں پر کان لگائے ہونے تھیں؟ میں نے ہنسنے ہونے کہا۔
 اب اگر وہ لڑکی منگھکتی ہوئی تھی کہ کے ہمیں ہنسا رہی تھی تو ہم کیا کہتے۔ تم خود بتاؤ غزالی اس سے زیادہ دلچسپ لطیف اور کوئی ہو سکتا ہے، یہ مختصر ایڑنا ایک چھوٹی سی ایڑنا جانے کی وجہ سے اتنی خوش نظر رہی تھیں۔ انہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، وہ اپنی ساری زندگیوں اس پتھر سے سر جھوٹ کر تیار ہو چکی ہیں؟"
 "ابھی تو اب میرے لیے کالیوں بھی تخلیق کر لی گئی ہیں؟"
 "نہیں نہیں، پتھر کوئی کالی تو نہیں ہے۔ میں ڈوٹی کاربو کو بتا رہی تھی کہ پتھر سے سر جھوٹ کر کسی کس کا کیا ترس ہوا؟"
 "ندت تم مجھے سو اکر رہی ہو؟"
 "تم کہاں رسوا ہوتے ہو گا زالی، بلکہ اس طرح تو تمہاری عظمت بڑھتی ہے۔ میں ڈوٹی کاربو کو یہی بتا رہی تھی کہ جس غلطی میں گا زالی رہتے ہیں وہاں کہ لڑکیوں اس طرح بے لباک نہیں ہوگی۔ ان کی کیفیت ساونٹیک لڑکیوں جیسی ہوتی ہے، جبکہ یہ سفید رنگت کے لوگ آہوتے ہیں تان کے ہاں نہ تو مرد و نہ ہوتے ہیں نہ عورت عورت۔ عورت کا تھکنا، اس کی عظمت کا مال کر کے رکھ دی ہے ان سفید لوگوں نے، جس مرد کا دل چاہے عورت کی طرف انگلی اٹھا سکتا ہے؟"
 "میں خود بھی ان لوگوں سے دو نہیں رہی ہائیس میں نے بھی ان کی دنیا میں یہی سب کچھ دیکھا ہے، بلکہ اتنا کچھ دیکھا ہے کہ شاید تم نے بھی نہ دیکھا ہو۔ غزالی، میری بات کی تصدیق کرو گے میں اس بات کا معنی اس لیے کر سکتی ہوں کہ مدت ایک طویل عرصے تک گوئین کی تلاش میں سرگرداں رہی اور گوئین کو ہانے کے بعد اس کے لیے پریشان لیکن میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ان لوگوں میں گزارا ہے، ان کی تمام حرکتیں دیکھتے ہوئے ان کے درمیان رہ کر لدا ان کے ذہنوں کا تجزیہ کرتے ہوئے؟"
 "ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے ندت، میڈم ڈوٹی کاربو تو بہت سے دلوں پر حکمران رہی ہیں؟"
 ندت ہنستی رہی۔ ایڑنا کافی دیر تک مرکز گفتگو کی۔ میں ان باتوں سے خاصا غفلت ہو گیا۔ ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ دفعتاً مجھے اپنے ذہن میں کلبلا ہٹ کی محسوس ہونے اور

میں ایک دم ساکت ہو گیا۔ اسی وقت مجھے اپنے ذہن میں گوئین کی آواز گونجتی ہوئی محسوس ہوئی۔

”غزال فوراً جہاز کے ہائلٹ کیمین میں آ جاؤ، فوراً“ میں چونک بڑھا۔ میں نے غدرت اور ڈوئی کو بالکل طرف دیکھا۔ وہ دونوں اب بھی ہنس رہی تھیں۔ تب میں نے ان سے کہا۔

”مجھے فوراً جانا ہے ہائیس، گوئین نے طلب کیا ہے“ ”اوہ اچھا اچھا“

غدرت غالباً میرے ایک دم سنجیدہ ہو جانے سے سوچا کہ کچھ گئی تھی، میں یکدم پلٹا اور ہائلٹ کیمین کی جانب جانے لگا۔ نہ جانے گوئین نے اس طرح مجھے کیوں بلایا تھا۔

میں وہاں پہنچا تو گوئین جان اسٹیون اور پورس وہاں موجود تھے، جان اسٹیون ایک خاص دور بین سے آنکھ لگائے دور دور تک دیکھ رہا تھا۔ اس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور پھر اشارے سے مجھے دور بین کے قریب آئے کے لیے کہا۔ میں فوراً ہی دور بین کے پاس پہنچا لیکن کوئی خاص بات تھی۔ دور بین سے میں نے تاریک سمندر میں دور دور تک دیکھا، اور سیاہ رنگ کا وہ دھبہ بھی مجھے نظر آ گیا جس کے پاس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کیا ہے۔ میں نے چند لمحات بغور اسے دیکھا۔ دھبہ آہستہ آہستہ پانی پر ابھر رہا تھا، کبھی وہ کم ہو جاتا اور کبھی سامنے آ جاتا۔ میں نے جان اسٹیون کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

”یہ کوئی سمندر چٹان نہیں ہے۔ میں اس کا اچھی طرح جائزہ لے چکا ہوں اور آلات بتا رہے ہیں کہ ان اطراف میں کوئی پہاڑ یا چٹان نہیں ہے“

”تو پھر یہ کیا ہے؟“ ”ہر شے جان اسٹیون کا کہنا ہے غزال کی یہ کوئی سبب میری ہے۔ کوئی آبدوز ہے یہ۔“

”آبدوز؟“ میں نے سرسراہٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”ہاں، کیا یہ بات قابل تشویش ہو سکتی ہے؟“

”کیا کیا جا سکتا ہے، کیوں سرٹو پورس آپ کا کیا خیال ہے؟ ہو سکتا ہے کسی ملک کی کوئی آبدوز یہاں اس سمندر میں گردش کر رہی ہو؟“

”ہو سکتا ہے لیکن سرٹو گوئین مجھے کیوں تشویش کا شکار ہیں؟“

”آبدوز سے کوئی سنگٹل موصول نہیں ہو رہا، اگر یہ کسی ملک کی آبدوز ہو تو خود اس نے ہمیں دیکھ کر کوئی نہ کوئی سنگٹل ضرور

دیا ہوتا۔ یہ دیکھتے وہ مشتیں کھلی ہوئی ہیں جن سے ان کی سگٹل نشر کیے جاتے ہیں، لیکن یوں لگتا ہے جیسے آبدوز نے اپنے انجن بند کر دیے ہیں۔ اور اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے۔ ”مرٹنزالی“ جان اسٹیون نے کہا۔

”کیا یہ میں نے پوچھا۔“ ”آبدوز نے ہمیں دیکھ لیا ہے اور وہ ہم سے چھپنا چاہتی ہے۔“

میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد گردن ہٹائی اور پھر آہستہ سے بولا۔

”سرٹو گوئین، میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں؟“ ”کیا یہ خیال درست نہیں ہے غزال، یہی بات تو یہ

اگر وہ کسی ملک کی آبدوز ہے اور ایک جہاز کو ایسے راستے پر دیکھ رہی ہے، جن راستوں پر جہازوں کو نہیں آنا چاہیے تو یہ اس کا فرض ہے کہ وہ ہمیں فوراً ہی ان خطرناک راستوں سے آگاہ کرے اور خاص طرح کے سنگٹل دے، لیکن اس کی خاموشی یہ بتاتی ہے کہ وہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔“

”گوئی آپ کے خیال میں...“ ”ہاں۔ میں جیسا سوچ رہا ہوں کہ تمہیں ان کا تعلق کسی طرح ہمارے دشمنوں سے نہ ہو۔“

سب خاموش ہو گئے۔ دفعتاً جان اسٹیون چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے دور بین آنکھوں سے لگائی اور دیر تک اس طرف دیکھا رہا جہاں وہ سیاہ دھبہ نظر آ رہا تھا۔

”ہاں! یہ کسی خطرناک کھیل کا آغاز بھی ہو سکتا ہے۔ جان اسٹیون نے ہلے بڑھانے والے انداز میں کہا اور پھر وہ فوراً ہی ایک مشین کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے چند ہی آن کیے اور انجن روک کر ہاٹیا دینے لگا۔ یہ ہاٹیا بت محسوس کر ہی زبان میں تھیں اور ان کے بارے میں تو مجھے کچھ معلوم تھا اور نہ دوسرے لوگ جان پاتے تھے۔ کافی دیر تک وہ انجن دہم سے گھنگھنگاتا رہا اور پھر اس نے مشین بند کر دی اور گوئین کی طرف دیکھا اور بولا۔

”آبدوز کی پڑا سرٹو خاموشی خطرے کا پریشاں غم ہے۔ مرٹز گوئین۔ میں نے ان لوگوں کو ہدایات کر دی ہیں، جو کچھ وہم کا کنٹرول سنبھالے ہوئے ہیں۔ ویسے میری رائے ہے کہ آپ مجھے اپنے طور پر مستعد ہو جائیے۔ ہو سکتا ہے آبدوز کی جانب سے کوئی کارروائی کی جائے۔ ایسے حالات میں ہمیں خطرہ بھی مدد نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ آبدوز کس پاس ہے اور اس کے جنگی وسائل کیا ہیں؟“

گوئین خاموشی سے جان اسٹیون کی باتیں سنتا رہا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اچھی جگہ ساکت کھڑا ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ذہنی طور پر سامونوں کو پینا مات نشر کر رہا ہے۔ یہ کیفیت کوئی بیجا کسی کے ذہن تک جاری رہی اور اس کے بعد گوئین گہری سانس لے کر شیشوں سے باہر دیکھنے لگا۔

سمندر پر سکوت تھا اور ماحول پر ایک عجیب سا ساٹھا تھا۔ یقیناً کسی طوفان کا پیش خیمہ ہی تھا اور اس کے بعد ہم نے جہاز پر کچھ افزائغی دیکھی۔ سامون اور صر سے گھر گھر آ جا رہے تھے

اور کچھ مخصوص کارروائیوں میں مصروف تھے۔ جہاز آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ انجن روم سے جان اسٹیون کا مسلسل رابطہ قائم تھا اور جہاز کی رفتار پہلے سے کسی قدر گھٹتی ہو گئی تھی۔

خندہ خندہ غلط نہیں نکلا۔ دفعتاً ہی ایک جونک دکھا کا ہوا اور جہاز ارد گیا۔ جان اسٹیون نے فوراً ہی کنٹرول سنبھالا اور بیخ چرخ کر انجن روم کو ہدایات دینے لگا۔ اس کے ساتھ وہ آلات پر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ یہ دھماکا جہاز کے کونے

صعے میں ہوا ہے۔ میں اس صورتحال پر دم بخود تھا۔ میں نے ٹکر لے کر سوا سگری جنگیں کہاں دیکھی تھیں، لیکن آج تقدیر کو یہ سب کچھ دکھا تھا۔ وہ باتیں جو میری توجہوں کو میں نے کبھی خواب

کے عالم میں بھی نہیں سوچی تھیں۔ میں اس سگری جنگ میں برابر کا شریک تھا۔ بہر طور یہ اندازہ لگانا تو مشکل نہیں تھا کہ تنظیم کے افراد ہم سے کون دور نہیں ہیں اور انہوں نے اپنی آسانی

سے ہمیں نظر انداز نہیں کر دیا جیسا ہم نے سوچا تھا۔ کم از کم ہم کی سوچ میں، میں اس انداز میں شریک نہیں تھا بلکہ اب تک کے پر سکون سفر پر مجھے حیرت تھی۔ تنظیم میں ہائے کی کئی اور جن توڑوں

کا مظاہرہ میں دیکھ چکا تھا، لیکن یہ سامونوں کو اس کا اندازہ ہو پا یا ہو سکتا کم از کم میں یہ یہ آسانی کہہ سکتا تھا کہ وہ لوگ بے پناہ وسائل رکھتے تھے۔ جب کسی ملک میں وہ ایسی آسانی سے اتنے اہم کام کر سکتے ہیں جو شاید اس ملک کے سربراہان

بھی اپنی جلدی نہ کر سکتے تو پھر آتی دوران سمندر میں ان کے لیے یہ کارروائی کچھ مشکل نہیں تھی۔ وہ یقیناً ہمیں سامونیکا کی طرف نہیں جانے دینا چاہتے۔ یہ تمام خیالات اس وقت ذہن ہی کی

میں غور و خرد رکھنے تھے۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں گفتگو نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہی حالات کا نتیجہ یہ تھا کہ سامان لوگوں نے یہ

معلومات حاصل کر لی ہوں گی کہ ہم تمام تر تیاریوں کے بعد سامونیکا کی جانب چل پڑے ہیں اور یقیناً اس سلسلے میں ذہنی قوتی کے ہر کار سے ان کے معاون ہوں گے۔ انہیں بھی کافی قوتیں حاصل تھیں اور یہ سوچنا بالکل غلط تھا کہ ہم سے ٹکر ہو رہے تھے

ہیں۔ بلکہ حقیقی معنوں میں تو وہ ہم سے زیادہ طاقتور تھے اس لیے کہ انہیں یہ تنظیم کے فنی قوتیں حاصل تھیں اور اپنے طور پر بھی وہ سامونوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو ذہنی قوتیں تھیں ان کے متلاش میں بھیجا ہو گا۔ ان میں چند عام آدمی ہو سکتے ہیں لیکن زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی جنہیں سامونیکا قوتیں حاصل ہوں۔ ہر جگہ کہ ان میں سے کوئی مجھ سے نہیں ٹکرایا تھا اور میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہ سمبور اور دوسرے تمام افراد کی یہ نسبت کتنی ذہنی قوتیں رکھتے

ہیں۔ گوئین کی بات میں نہیں کر سکتا تھا کیونکہ گوئین بہر طور سامونیکا کا کلکر ان رہ چکا تھا اور اس کا وہ مقابل ذہنی قوتیں ہی تھا جس کی سامونیکا سے یہاں آمد کی کوئی ٹیڑھی نہیں تھی۔ لیکن بہر طور ان کی ذہنی صلاحیتوں کو نظر انداز کرنا بھی حماقت ہی کی بات تھی۔

سوچ کلا ٹروا بھی یہیں تک تھا کہ دفعتاً دوسرا اور تیسرا دھماکا ہوا۔ ایک تیر سننا ہٹ فضا میں پھیل گئی اور جہاز نے کئی بار شدید جھکوںے کھائے۔ جان اسٹیون کی چھٹی چھٹی

لنگا ہن دوام سکری کے کا ہر جی ہوئی تھیں اور وہ ادھر ادھر گھوم رہے تھے اور دیکھ رہا تھا۔ جیسا اس نے گہری سانس لے کر انیس دہم سے رابطہ قائم کیا اور صورتحال معلوم کرنے لگا۔ دوسری طرف سے اب

کو ڈور ڈور میں بات نہیں کی جا رہی تھی بلکہ وہ صاف الفاظ میں بتا رہے تھے کہ تار پیڈو فائر کے جارے ہیں اور جہاز کے

بغلی صعے کو خاما نقصان پہنچا ہے۔ گوا سٹی کارروائیاں کر لیں گی، اس کے نقصان کو برداشت کیا جا سکے اور پھر ذہنی

مضبوطی میں گرفتار نہ ہو لیکن مزید تار پیڈو فائر کیے گئے تو پھر صورتحال خراب ہو سکتی ہے۔

جان اسٹیون نے ان لوگوں کو ہدایات کیں اور اس کے بعد جہاز کی جانب سے بھی جنگی کارروائیاں شروع ہو گئیں۔ اس سلسلے میں گاٹا ہا سے معلومات حاصل کی گئی تھیں، گاٹا ہا

ہی نے یہ جہاز حاصل کیا تھا۔ سمندر میں کسی آبدوز سے مقابلے کے لیے اس کے پاس مناسب ہتھیار موجود نہیں تھے۔ جس کی تعین جان اسٹیون نے مجھے اور مارٹن پورس کو بتائی۔

”ہمیں اس کا مطلب ہے کہ...“ ”یہاں مارٹن پورس اتار لیا کہہ سکا تھا کہ دفعتاً ایک بار پھر ایک خوفناک دھماکا ہوا اور اس بار جہاز جیکر گیا۔ ماس کا ٹکلا صرے مر گیا تھا اور اس کا سرخ ایک دم تبدیل ہو گیا تھا یہ خوفناک دھماکہ کا اثر عمل تھا۔ جان اسٹیون نے جہاز سنبھالنے کے لیے اپنی تمام تر ذہنی قوتیں صرف کر دیں۔ چند ہی لمحات گزر گئے

کہ دفعتاً ایک طرف سے تیز دوشی بند ہوئی اور اس کے ساتھ تمام لوگ بیچ بڑھے۔

”اے جہاز میں آگ لگ گئی“

میں اس صورتحال سے کافی سراسیمہ ہو گیا تھا اور چند لمحات کے لیے میرے اعضاء جواب دے گئے تب گویں نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”غزالی صورتحال نبھالو۔ میں تمہیں اس کے اختیارات دیتا ہوں۔ کیپٹن جان اسٹیون تم مشرف غزالی سے تعاون کرو۔ مشرف غزالی اپنی قوتوں کو بردنے کا راز دے تم جاننے ہو جہاز پر ہونے والی کارروائیوں کے سلسلے میں تمہیں کیا کرنا ہے“

گوین کے الفاظ ناچیز و نیرت کے تھے۔ میں جھلا پکستان جان اسٹیون سے زیادہ تجربہ کار کیسے ہو سکتا تھا میں نے گوین کو پلٹ کر واپس جانے دیکھا اور دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ مجھے کچھ کرنا چاہیے۔ جہاز کی آگ کے سلسلے میں

میں نے سمجھ کر تورا اور ڈوئن کارلو کو بھیج دیا تھا۔ تب میں نے گوین، گاٹی، ہا، ہتھو ساس، میوس اور دی میں کو ایک جگہ جمع ہوتے ہوئے دیکھا۔ میری نظر میں ان کی جانب اٹھ گئیں وہ سب برا سراسر سے انداز میں ایک گفتار بنا کر کھڑے ہوئے

تھے اور گوین دونوں ہاتھ دفعا میں جھیلے انہیں اپنے طور پر کچھ سمجھا رہا تھا۔ ہمتہ آہستہ وہ دونوں طرف سے بڑھے اور اس سے پہلے کہ میں ان کے بارے میں کسی خاص نتیجے تک پہنچتا، میں نے انہیں دفعا میں بند ہو کر پانی میں چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا۔ ایک ٹکے کے لیے میرے حواس

جواب دے گئے۔ ایک تیز آواز میرے منہ سے نکلی کہ اپنا ایک عقاب سے ندرت نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

”نہیں گا زالی۔ وہ اپنے منہ پر جا رہے ہیں“ میں نے چونک کر ندرت کو دیکھا تو وہ گردن ہلا کر بولی۔

”ہاں ان کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ جہاز کے بائیں حصے میں آگ لگ گئی ہے اور ہو سکتا ہے کہ آگ کیبتوں تک پہنچ جائے۔ ہمیں اس کے لیے جھگ دوڑ کرنی چاہیے۔ باقی جو کچھ ہو رہا ہے اس سے اپنے آپ کو لاتعلقی کر لو“

میں نے ایک لمحے کے لیے ندرت کا چہرہ دیکھا اس کے چہرے پر ایک خاص کیفیت دھمال تھی جسے میں کوئی تاثر دے سکا۔ بہر طور اس وقت سوچنے کے لمحات نہیں تھے۔

میں نے ایک لمحے کے لیے ندرت کا چہرہ دیکھا اس کے چہرے پر ایک خاص کیفیت دھمال تھی جسے میں کوئی تاثر دے سکا۔ بہر طور اس وقت سوچنے کے لمحات نہیں تھے۔

میں نے ایک لمحے کے لیے ندرت کا چہرہ دیکھا اس کے چہرے پر ایک خاص کیفیت دھمال تھی جسے میں کوئی تاثر دے سکا۔ بہر طور اس وقت سوچنے کے لمحات نہیں تھے۔

میں نے ایک لمحے کے لیے ندرت کا چہرہ دیکھا اس کے چہرے پر ایک خاص کیفیت دھمال تھی جسے میں کوئی تاثر دے سکا۔ بہر طور اس وقت سوچنے کے لمحات نہیں تھے۔

قلعہ جہاز سے نہیں تھا۔ جو لوگ بچے تھے وہ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ جان اسٹیون کا منہ تیرت سے کھل گیا۔ سارن بوس بھی بچی آکھوں سے اس طرف دیکھنے لگا اور میں... میں پتھر کے متا

کی طرح سناکت کھڑا آگ کے اس طوفان کو دیکھ رہا تھا جو ایک شعلے کی شکل میں بند ہو کر سطح سمندر سے کوئی دو سو گز اونچا گیا تھا اور اس کے بعد وہ حوسوں کی شکل میں مندر ہو گیا تھا۔ نیچے پانی پر چند لمحات آگ مدھن رہی لیکن آخر تک گئی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا

تھا کہ یہ کیا شعلہ تھا۔ جہاز دکھڑا یا لیکن اس کے بعد سنبھل گیا اور اس کے بعد جو مندر ہماری نگاہوں کے سامنے آیا وہ ہم سب کا خون رنگوں میں جمادینے کے لیے کافی تھا۔ لاتعداد انسانی لاشیں سطح سمندر پر

ابھرائی تھیں اور اس کے ساتھ ہی مردہ پھیلوں کے انبار بھی لیکن ان مردہ پھیلوں میں زندہ پھیلیاں بھی تھیں جو شاید دھماکے کے وقت اس دائرے سے باہر تھیں لیکن انسانی خون اندر گشت کی خوشبو پاکر اس طرف دوڑ چکی تھیں۔ ان میں شاکر پھیلیاں بھی

تھیں۔ وہ لاشوں پر جلا رہا، وہ رہی تھیں اور انہیں منہ میں دبائے ادھر سے ادھر جھجک رہی تھیں۔ ہو سکتا ہے ان میں کچھ زندہ لاشیں بھی ہوں لیکن پھیلوں کے لیے تو تیر کرنا ممکن نہیں تھا کہ وہ زندہ لاشوں کو

کونے کر بھاگ رہی ہیں یا لاشوں کو۔ یہ منظر دہشت زدہ کر دینے کے لیے کافی تھا۔ میں اپنے اعضاء میں حوسوں کو ہاتھ دے کر دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے کسی گوشے میں گوین اور اس کے ساتھیوں کو پھیل بھی تھا۔ ابھی تک مارن بوس باجان اسٹیون کو اس بارے میں کچھ

نہیں معلوم تھا کہ سمندر کے نیچے کیا کارروائی کی جا رہی ہے لیکن اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو گوین اور اس کے ساتھی کوئی پرامن کارنامہ سر انجام دے چکے تھے اور یہی کامیابی تھی۔ لیکن

سمندر کی گہرائیوں میں وہ آبدوز تباہ ہو گئی ہو۔ لیکن یہ اندازہ لگانا کم از کم میرے سن کی بات نہیں تھی۔ میری نگاہیں چاروں طرف جھنک رہی تھیں اور مجھے ان

پانچوں کی تلاش تھی جو کبھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ ہرنٹل خشک ہو گئے تھے۔ گے میں کانٹے سے بڑے حوسوں ہو رہے تھے وہی خوف دامنگیر تھا کہ اگر گوین اور اس کے ساتھی کام آتے تو اس کے بعد کیا ہو گا۔ تنظیم کے افراد میں زندہ نہیں چھوڑوں گے

سامونوں کی کمانی میں ختم ہو جائے گی اور سارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ ہم سامونو کی بھی نہیں پہنچ سکیں گے طان اسٹیون نے گہری سانس لے کر کہا۔

میںوں لگتا ہے کہ آبدوز خود بخود تباہ ہو گئی مگر کیسے ہو سکتا ہے میں نہیں آیا“

میںوں لگتا ہے کہ آبدوز خود بخود تباہ ہو گئی مگر کیسے ہو سکتا ہے میں نہیں آیا“

میںوں لگتا ہے کہ آبدوز خود بخود تباہ ہو گئی مگر کیسے ہو سکتا ہے میں نہیں آیا“

میںوں لگتا ہے کہ آبدوز خود بخود تباہ ہو گئی مگر کیسے ہو سکتا ہے میں نہیں آیا“

میں خاموش کھڑا رہا اور کافی دیر اس طرح گزر گئی۔ پھیلیاں تمام لاشوں کو چرب کر چکی تھیں۔ مردہ پھیلیاں جو کافی بڑی بڑی اور ذنی تھیں پیٹ کے بل سمندر میں بڑی، وہی تھیں اور ہر سر انہیں مندر رہی تھیں۔ پھر جان اسٹیون جہاز کی جانب متوجہ

ہوا اور اس نے انجن روم سے رابطہ قائم کر کے جہاز کی صورتحال معلوم کی لیکن اس کے جواب میں جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ صرف تھا کہ تھا۔ انجن روم سے جواب ملا کہ جہاز کا ایک حصہ بالکل ناکار ہوا چکا ہے اور اس میں تیزی سے پانی بھر رہا ہے۔ گواس پانی کو

پمپ کر کے دوسری جانب سے پانی نکالا جا رہا ہے لیکن اب جہاز کو استعمال نہیں کیا جا سکتا اور اگلے پڑنے کے امکانات تقریباً ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس صورتحال کے جان اسٹیون کو

دہشت زدہ کر دیا اور اس نے پریشان نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

”اب کیا کرنا چاہیے مشرف غزالی“

”کیا ہر جہاز کے اس حصے کی مرمت نہیں کر سکتے“

”یقیناً کر سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ہمیں خشکی درکار ہوگی“

”لادہ۔ یہاں تو دو درو رنگ ایسا کوئی راستہ نظر نہیں آتا میں نے پریشان بیچے میں کہا۔ لیکن اسی وقت پالمٹ کیپٹن کارلو زہ

کھلا اور گوین پرسیوں انداز میں چلتا ہوا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ گوین کو دیکھ کر میرا منہ شدت سے جرت سے کھل گیا۔ لیکن گوین نے آنکھوں میں آنکھوں میں غج سے کہا کہ میں خاموشی اختیار کروں۔ اس کے بعد وہ پرسیوں بیچے میں جان اسٹیون سے بولا۔

”اگر ہم پانی کو پمپ کرتے ہوئے جہاز کو اشارٹ کے اسے بائیں سمت تو تقریباً پندرہ مندی میل تک لے جا سکیں تو ہمیں ایک ایسا جزیرہ مل جائے گا جو ویران ہے لیکن اس کے

ماصل پر ہم جہاز کی مرمت کر سکتے ہیں“

”تک... کیا... کیا... میرا مطلب ہے سڑکوں میں کیا آب کو کسی ایسے جزیرے کے بائیں میں ملے گا“

”اگر آپ انجن روم کو یہ بلا ت جارہی ہیں تو جس طرح بھی ممکن ہو جہاز کو بائیں سمت لے جا کر پندرہ مندی میل کا سفر طے کریں تو پھر سارے معاملات حل ہو سکتے ہیں“

کیپٹن جان اسٹیون نے فوراً لگ بھگ انجن روم کی بلایات جاری کرنا شروع کر دیں۔ اور دوسرے نئے جہاز کے انداز ایک اشارٹ ہو گئے سراسر کارخ تبدیل کیا گیا۔ جہاز کے انداز ایک خونخاک آواز بلند ہو رہی تھی۔ یقیناً اس کی شینوں کو بھی نقصان پہنچا تھا لیکن انجن روم سے تباہی کی جہاز کو آسانی کے باوجود

دکھتی ہے۔ درہل زنی لوش نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے تقسیم کے برابر ہوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ سامو نیکیا میں ایتھیں اپنا بیسکوا ڈر بنانے کی اجازت دیں گے۔ تنظیم کے مقاصد کو نہیں معلوم۔ لیکن ظاہر ہے وہ دنیا کے فلاح کی ایسی کارروائی میں مصروف ہے جو اس کی دنیا کے لوگ پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کا ہوں سے پوشیدہ رہ کر اپنے لیے ایک ایسا ٹھکانا چاہتی ہے جہاں سے وہ تمام کارروائی کر سکے۔ یہ لائق بہت بڑا ہے تاکہ اس لیے تنظیم اپنی یہی تمام کوششیں کرے گی۔

”تم نکل کر دو۔ ہم لوگ اس بات پر بھی نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور سمندر کی گہرائیوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔“

پورس اپنی بیٹی ایڈنا سے گفتگو کر رہا تھا۔ گوہرین نے کہا کہ وہ بہانہ پر ہی رہے گا اور یہاں تمام ضروریات ہمارے سپرد کی جا رہی ہے۔ میں نے جہت سے کہا۔

”بہر طور میں مستعد ہوں گا۔“

کافی دیر تک گوہرین ہم دونوں سے گفتگو کرتا رہا پھر وہ واپس چلا گیا۔

مختصری دیر کے بعد ایشیہ کے ذریعے بہت سی کھانے پینے کی اشیاء یہاں پہنچ گئیں اور دونوں کاروانوں نے کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ غالباً ماٹھی، اڈنا کو کچھ کھانا بھی کر گیا تھا کیونکہ اس کا موڈ بحال ہو گیا تھا کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم اپنے اپنے کیمپ میں آرام کرنے کے لیے پہنچ گئے تو ایڈنا میرے پاس آگئی۔

”کیا خیال ہے غزال۔ کیا یہاں بینک کا سامان نہیں معلوم ہوتا۔“

بات اجماعاً تھی مگر اس رنگی نے کوئی بات عقلمندی کی کی بھی تو نہیں تھی۔ مجھے بے اختیار ہنسی آئی۔

”ہاں۔ میرا خیال ہے ابھی خامی بینک ہے۔ ایڈنا، لیکن تم جہاز پر ہونے والی اس باتش زنی کے بارے میں کیا کہتی ہو۔“

”وہ میرے علاوہ پورا جہاز شعلوں میں گھل رہا تھا۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ کہیں ہم اس میں مل کر خاک نہ ہو جائیں۔“

”بینک میں تو ایسے دلچسپ مواقع آتے ہی رہتے ہیں۔“

”مجانے تم کس قسم کے افسانہ ہو۔ ایک بات پوچھو۔“

”برا تو نہیں مانو گے۔“

”نہیں۔“

”وہ میں تو رکیاں اور رکیاں تو صرف وہ ہیں۔ تمہاری تو خاصی ٹھکر ہے، جن کے ساتھ تم بڑے بڑے پڑھوٹے کے لیے

گئے تھے، اور تم نے میری ابھی خامی افسلٹ کر دی تھی۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ ان تینوں میں سے کون تمہاری منظور نظر ہے؟“

”یہ فیصلہ میں نے ابھی تک نہیں کیا۔ میرا خیال ہے ان تینوں سے ہارنی باری سوال کرو۔ وہ تمہیں مناسب جواب دے دیں گی۔“

”نہیں مجھے ایسے لوگوں سے بات چیت کرنا پسند نہیں ہے جو مجھے پسند نہ ہوں۔“

”ہاں یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔ پھر اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔“

”تم خود نہیں بتاؤ گے؟“

”میں یہی ہیچ کہتا ہوں ایڈنا کہ میں ابھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا۔“

”اس کا مطلب ہے کچھ کر کے ضرور۔ ورنہ تم مجھے نظر انداز نہ کرتے۔“

”میں نے آپ کو نظر انداز تو نہیں کیا ہے۔ میں ایڈنا،“

”بیچارہ باتیں مت کرو۔ میں مسکاتی ہوں کہ تم بااثری افسلٹ کرتے ہو۔“

”اوہ یہ صرف آپ کا احساس ہے۔ ورنہ کسی کوئی بات نہیں۔ میں نے شائے ہلائے ہوئے کہا۔“

ایڈنا مسخریزنگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ طل ہی دل میں مجھے ہنسی آ رہی تھی اتنی بار محضت کرنے کے بعد تو اسے میری صورت پر ہتھوکتا بھی نہیں چاہیے تھا۔ لیکن بڑی باہمت خاتون تھی ابھی اس ایڈنا کچھ اور گوبر افسانہ فرمانے والی تھیں کہ دفعتاً فضا میں ایک ہولناک آواز گونجی اور میں پھل پڑا۔ یہ آواز... یہ آواز... میں دھڑکا ہوا خیال سے باہر نکل آیا۔ سانسے جہاز پر فوراً تمام روشنیوں گل کر دی گئی تھیں اور امداد نگاہ گہری تاریکی چھا گئی تھی۔ دفعتاً مجھے خیال آیا اور میں نے بیچ کر کیمپ والوں سے کہا۔

”روشنیوں گل کر دو۔ تمام روشنیوں گل کر دو۔“

اس ہولناک آواز سے سبھی جاگ گئے تھے۔ ان کی کان میں کیمپوں کی تمام روشنیوں گل کر دی گئیں۔ ایڈنا میرے بالوں سے چمٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

”یہ آواز... یہ کیسا ہے؟ اس نے سمجھے ہوئے لہجے میں کہا اور میں نے بازو جھٹک دیا۔ دفعتاً فضا میں ایک دھڑکن کی نظر آئی، جس سے پچھلے سال کی چھوٹ رہی تھیں۔ ہولناک آواز، گہری تاریکی میں بلند ہوئی اور روشنی گہرے۔ بجائے... بجائے یہ سب کیا ہو رہا تھا۔“

روشن کیمپ بندی پر جا کر ختم ہو گئی کوئی کچھ نہیں سمجھ پایا تھا۔ اس تیز روشنی کے اچانک ختم ہونے سے تاریکی کچھ اور گہری لگنے لگی۔ ابھی ذہن کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ ایک عجیب سی آواز بھری اور جس جگہ ہمارا ذہنی جہاز کھڑا ہوا تھا وہاں سے کچھ ناصیے پر پانی میں چھپا کا ہوا اور پانی فوراً کے گماندہ فضا میں بلند ہو گیا۔

کسی اور کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا لیکن سعادت حال اب میری سمجھ میں ضرور آگئی تھی۔ ایک آبدھند تباہ کرنے کے بعد ہم نے سمجھ لیا تھا کہ ہم نے تنظیم پر آخری ضرب لگا کر اس کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ لیکن تنظیم اپنی سوتلی زرتیں تھی۔ اب پتا نہیں کوئی اور آبدھند تباہی یا کوئی اور ذوق کبیر۔ بہر حال تباہ شدہ جہاز کے بارے میں انہوں نے اندازہ لگایا تھا اور اسے مکمل طور سے تباہ کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ گوشتائی کی امداد میرے کان کے پاس ابھری۔ ”تم دیکھ لیجے ہو گا زالی۔“

”کیا؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”وہ۔ وہ ایک سمندری جہاز ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”آنکھیں بند کر لو۔ ذہن کو سطح سمندر پر دو دور تک پھیلانا دو۔ بند آنکھوں سے اسے تلاش کرو۔ گوشتائی بولی۔“

”اور پھر فضا میں بلند ہو کر دو بلانے لگو۔ دوسری طرف سے ایڈنا کی تسخیر آمیز وارستانی دی۔“

”تم پھر آنکھیں؟“ میں نے غمزے سے پوچھی اور وہاں سے آگے ”سوری واقف مجھے پانچوں سے دور رہنا چاہیے۔“

یہ تاریکی بہت سعادت ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ سمجھی نہیں تھی کہ یہ گفتگو کو دور ڈر میں جو رہی ہے، ایڈنا وہاں سے ہٹ گئی۔ گوشتائی نے کہا۔

”اپنا کام کرو گا زالی۔“

”میری نہ تمہاری کوئی ہو گوشتائی! میں نے کہا اور اس کی ہدایت کے مطابق آنکھیں بند کر لیں۔ پہلے تو مکمل تاریکی رہی پھر ذہن روشن ہونے لگا۔ سمندر پر ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی یہاں تک کہ لہریں نظر آنے لگیں۔ پھر حرکت ہونے والے جہاز سے کوئی دو سو گز دور ایک سیاہ رنگ کا گولہ گر رہا ہوا نظر آیا اور پانی بلند ہو گیا۔ میری بائیں نگاہیں دو دور تک کا احاطہ کرنے لگیں۔ اور پھر بہت دور۔ بہت دور تاریکی میں ایک کواہن سا بھر نظر آیا۔ پھر اس پر اچانک ایک شعلہ چھا اور پھر ویسا ہی دھماکا ہوا۔ یہ جہاز ہی تھا۔“

”کچھ نظر آیا۔“

”ہاں۔ میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔“

”اس پر ہمارے دشمن سامان موجود ہیں۔ گوشتائی نے کہا۔ اس سے قبل کہ میں کوئی جواب دیتا۔ دفعتاً ہمارے دست ہونے والے جہاز سے ہوائی کارروائی شروع ہو گئی اور لاٹوار روشنی بکھر میں فضا میں پرواز کرتی ہوئی اسی طرف کارخ کرنے لگیں جہاں دشمن جہاز موجود تھا۔ اس میں کھلی آنکھوں سے یہ سمندری جنگ دیکھ رہا تھا۔“

شاہد ہمارے جہاز پر لپوہ موثر ہتھیار موجود تھے کیونکہ میں نے مسلسل روشنیوں کو مٹا کرنے کی کوششیں کیں۔ دوسری طرف سے بھی کارروائی ہو رہی تھی لیکن اس کی رفتار سست تھی۔ ”وہ فلاں جو رہے ہیں۔ وہ ہم سے خوفزدہ ہو گئے ہیں۔“ گوشتائی نے کہا۔

تو یہ آواز دے گئے مسلسل کارروائی ہوئی تھی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ ہوتا تک سائنات تمام آوازوں بند ہو گئی تھیں۔ ”کیا یہ تیسری جنگ غیر کا آغاز ہے؟ لیکن گوشے سے ایڈنا کی آواز ابھری اور ماحول میں گویا زبردستی دور گئی۔ اس وقت ایڈنا کی آواز نے ایک خوشگوار تاثر قائم کیا تھا۔

”آپ نے آغاز کیا ہے یہ نہیں تو ایسے ہو سکتا ہے مس ایڈنا۔ میں نے ہنسنے ہوئے کہا۔“

”کوشش کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ایڈنا نے کہا۔“

”آہ یہ تاریکی کائنات کی سب سے تمہیں ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ مس ایڈنا یہ ساری زندگی تاد کیوں میں گزار دوں۔“

ایڈنا نے طے سمجھنے انداز میں گردن جھکی اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ دلچسپ لگا رہا۔ میں ہلستا رہا۔ جہاز پر ابھی تک تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی کیمپ میں روشنی کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن مختصری دیر کے بعد جہاز پر روشنی ہو گئی۔

غالباً ان لوگوں کو خطرے کے ٹلنے کا احساس ہو گیا تھا۔ باقی رات ہنگامہ خیز یوں ہی میں گزار گئی اور پھر صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔ دھند میں دو دور تک کوئی شے نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں کیمپ کے انتظامات سمجھانے کے بعد جہاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں بھی تمام لوگ متعجب جہاز کی حرکت کا کام پرستور جا رہے تھے۔ میری ملاقات کیلین یورک وغیرہ سے ہوئی تو انہوں نے رات کے واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے سستی خیر سنجی میں بتایا کہ وہ ایک نہیں بلکہ کئی جہاز تھے۔ غائب دو یا تین لیکن ان کے پاس ایسے جدید ہتھیار نہیں تھے جو سمندری جنگ میں کام آتے ہیں۔ انہوں نے اس

جہاز کو تباہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جوانی کا دردانی کے بعد وہ فرار ہو گئے۔ تمام لوگوں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں اس جلسے کا اظہار کیا گیا کہ سب میرین کی تباہی کے بعد اگر کم نے یہ سوچ لیا کہ ہمارا جھنڈا مارا ہو کیا تو یہ بالکل غلط ہے۔ دوران سفر ہمیں ان لوگوں کی طرف سے ہر طرح کی کارروائیوں کا اشتہار کرنا ہوا اور جوانی کا دردانی کے لیے مستعد رہنا ہوا۔

میٹنگ کے دوران ہی معلوم ہوا کہ جہاز کی مرمت کا کام برق رفتاری سے کیا جا رہا ہے اور شاید چوبیس گھنٹے کے اندر جہاز دوبارہ معافی کے قابل ہو جائے گا۔ یہ تو اس سفر کی خیر خیر میں لطف بھی آ رہا تھا اور وقت بھی شامل تھا۔ دن کے معاملات چلنے کے توں رہے۔ ایڑنا کا مڈلی کرتی رہی۔ وہ اظہار الفت میں بے باک بھی تھی اور لڑھکھو ناراض ہو جاتی تھی۔ پر لطف کر دیا تھا جو بہت مخلوط کر رہا تھا میرے سپرد چونکہ صرف کیمپ کی نگراں کی ذمے داری تھی اس لیے میرا زیادہ وقت جزیرے پر ہی گزارا اور میں یہاں کے معاملات دیکھتا رہا۔ جزیرے میں کوئی ایسی خاصی بات نہیں تھی جو کسی طور قابل ذکر ہوئی۔ گولڈن ایئر کے ساتھ ہی رہی تھیں مات کو تو کیا گیارہ بجے کے قریب ہمیں اطلاع دی گئی کہ ہم جہاز پر واپس آ سکتے ہیں۔ کیمپ میں رہنا ضروری نہیں ہے۔ رات ہی کو ہم سب جہاز پر منتقل ہو گئے۔ کیمپیں پورس اپنا کام مکمل کر چکا تھا اور جہاز اب چیکنگ کے مراحل سے گزرنے کے بعد روانگی کے لیے تیار تھا۔ اس دوران تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کی گئی تھیں کہ دوسرے جہازوں کے سگنل وصول کیے جائیں اور یہ اندازہ لگایا جائے کہ وہ کتنے فاصلے پر ہیں لیکن اس سلسلے میں نا کامی ہوئی تھی اور یہ نہیں پتا چل سکا تھا کہ وہ جہاز اب کتنے فاصلے پر ہیں اور یہاں بھی واپس چلنے کے ہیں۔ لیکن میں نے اس تصور کی تردید کر دی کیونکہ مارٹن ایئرڈ کے مزاج سے میں بخوبی واقف تھا۔ لوہے کے ہاتھ ولا جلا ہی ہار مانتے کا مادی نہیں تھا وہ یقیناً اپنی کارروائیاں جاری رکھے گا اور پھر دشمن سامنے اسے اس بات پر اسکا تے رہیں گے کہ وہ اپنا کام جاری رکھے۔ جہاز چونکہ اب بالکل تیار تھا اس لیے آگے بڑھنے کے لیے دن رات کا تقییم بے تھک تھا۔ چنانچہ مشرک فیصلے کے بعد جہاز کے انجن اسٹارٹ کر دیے گئے۔ اور پھر وہ آہستہ آہستہ ساحل سے دور ہونے لگا۔ ہم لوگ غرضے پر کھڑے دور نہیں ہٹ سکے تھے۔ فضا میں دھندلاتی آہستہ تھی اور کم کافی سرد تھا۔ اس وقت ندت میرے پاس آکھری ہوئی تھی۔

دراستی مجھے اس بات پر تعجب ہوا کہ اب بھی کوئی ایسا مسئلہ باقی ہے جس پر سوچا جا رہا ہو۔

"ہاں اب بھی ایک ایسا مسئلہ باقی ہے جس پر سوچا جا رہا ہے اور بڑی سنجیدگی سے سوچا جا رہا ہے"

"تو کیا یہ مسئلہ حل کر لیا گیا؟"

"ابھی نہیں لیکن جہاں تک ارباب رائے کا فیصلہ ہے وہ یہی ہے کہ گاڑی کو اس حد تک خود میں ٹوٹ نہ لیا جائے کہ خود اس کی زندگی کے لیے کچھ باقی نہ رہے"

"میں سمجھا نہیں قدرت۔ تم نے ذکر چھیڑا ہے تو بہتر اب یہ سبے کر میری تشفی بھی کرو۔"

"گاڑی تمہیں طلب ہے کہ سامونویکا میں زندگیاں طویل ترین ہوتی ہیں اور اس کا اندازہ ہمیں تمہاری دنیا میں آنے کے بعد ہوا۔ تمہارے ہاں زندگی بہت مختصر ہے۔ وہ تمام مراحل اس دوران طے ہو جاتے ہیں ہمیں دوران ہم بچپن کی محدود بھی طے نہیں کر پاتے ہم لوگ اتنے عمر سے میں سامنے مراحل سے گزر کر اپنی آخری ٹکڑے پہنچ جاتے ہو۔ سامونویکا میں ہماری جنگ انہی لوگوں سے ہے جو طویل ترین زندگیاں رکھتے ہیں۔ اور ان بات کے امکانات بھی ہیں کہ یہ جنگ اتنے طویل عمر سے تک جاری رہے گی کہ کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ ذی نوش بھی معمولی سامون نہیں ہے۔ اس کے اپنے وسائل ہیں۔ اپنے معاملات ہیں۔ وہ کتنے عمر سے اس جنگ کو کھینچنے کے گا۔ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جاسکتی۔ ہم لوگ بہت سنجیدگی سے یہ سوچ رہے ہیں کہ اپنے اقدار کے حصول کی ان جنگ میں تمہاری زندگی ضائع نہ کی جائے۔ سامونویکا پہنچنے کے بعد ہم اپنے وسائل کھینچ کر لیں گے اور پھر ذی نوش سے ملکر آمال ہونگی۔ اس میں نہیں کہا جاسکتا کہ کتنا عرصہ صرف ہو جائے۔ تو کیا اس عرصے میں تم سامونویکا میں رہو گے؟ ہم جو کھتا ہے وہ وسائل حاصل نہ کر پائیں تو جس کے تحت ہمیں تمہاری دنیا کی طرف روانہ کیا جاسکے۔ پھر کیا ہوگا؟ میں نے تجھ سے یہی سنا ہے کہ تمہاری حقیقت اس طویل ترین کارروائی کے دوران میں نے اس انداز میں سمجھی نہیں سوچا تھا جس طرح اس وقت سوچتے پر مجبور ہو گیا تھا۔ میرے دل میں ایک حسین تصور اٹھ آیا۔ تو میرے علاوہ اور کوں ہو سکتا تھا جس کی کوئی صورت دماغ میں آتی۔ میں نے اس سے انتظار کرنے کے لیے کہا تھا۔ کیا یہ جائز تھا کہ وہ سامنی زندگی میرا انتظار کرتی رہتی یا کچھ عرصے کے بعد لوگوں کے کہنے سننے سے مجبور ہو کر اپنی زندگی کو کسی اور کے حوالے کر دیتی اور بقید عمر میرے لیے تڑپتے بھٹتے

ہے جس پر سوچا جا رہا ہو۔

"ہاں اب بھی ایک ایسا مسئلہ باقی ہے جس پر سوچا جا رہا ہے"

"تو کیا یہ مسئلہ حل کر لیا گیا؟"

"ابھی نہیں لیکن جہاں تک ارباب رائے کا فیصلہ ہے وہ یہی ہے کہ گاڑی کو اس حد تک خود میں ٹوٹ نہ لیا جائے کہ خود اس کی زندگی کے لیے کچھ باقی نہ رہے"

"میں سمجھا نہیں قدرت۔ تم نے ذکر چھیڑا ہے تو بہتر اب یہ سبے کر میری تشفی بھی کرو۔"

"گاڑی تمہیں طلب ہے کہ سامونویکا میں زندگیاں طویل ترین ہوتی ہیں اور اس کا اندازہ ہمیں تمہاری دنیا میں آنے کے بعد ہوا۔ تمہارے ہاں زندگی بہت مختصر ہے۔ وہ تمام مراحل اس دوران طے ہو جاتے ہیں ہمیں دوران ہم بچپن کی محدود بھی طے نہیں کر پاتے ہم لوگ اتنے عمر سے میں سامنے مراحل سے گزر کر اپنی آخری ٹکڑے پہنچ جاتے ہو۔ سامونویکا میں ہماری جنگ انہی لوگوں سے ہے جو طویل ترین زندگیاں رکھتے ہیں۔ اور ان بات کے امکانات بھی ہیں کہ یہ جنگ اتنے طویل عمر سے تک جاری رہے گی کہ کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ ذی نوش بھی معمولی سامون نہیں ہے۔ اس کے اپنے وسائل ہیں۔ اپنے معاملات ہیں۔ وہ کتنے عمر سے اس جنگ کو کھینچنے کے گا۔ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جاسکتی۔ ہم لوگ بہت سنجیدگی سے یہ سوچ رہے ہیں کہ اپنے اقدار کے حصول کی ان جنگ میں تمہاری زندگی ضائع نہ کی جائے۔ سامونویکا پہنچنے کے بعد ہم اپنے وسائل کھینچ کر لیں گے اور پھر ذی نوش سے ملکر آمال ہونگی۔ اس میں نہیں کہا جاسکتا کہ کتنا عرصہ صرف ہو جائے۔ تو کیا اس عرصے میں تم سامونویکا میں رہو گے؟ ہم جو کھتا ہے وہ وسائل حاصل نہ کر پائیں تو جس کے تحت ہمیں تمہاری دنیا کی طرف روانہ کیا جاسکے۔ پھر کیا ہوگا؟ میں نے تجھ سے یہی سنا ہے کہ تمہاری حقیقت اس طویل ترین کارروائی کے دوران میں نے اس انداز میں سمجھی نہیں سوچا تھا جس طرح اس وقت سوچتے پر مجبور ہو گیا تھا۔ میرے دل میں ایک حسین تصور اٹھ آیا۔ تو میرے علاوہ اور کوں ہو سکتا تھا جس کی کوئی صورت دماغ میں آتی۔ میں نے اس سے انتظار کرنے کے لیے کہا تھا۔ کیا یہ جائز تھا کہ وہ سامنی زندگی میرا انتظار کرتی رہتی یا کچھ عرصے کے بعد لوگوں کے کہنے سننے سے مجبور ہو کر اپنی زندگی کو کسی اور کے حوالے کر دیتی اور بقید عمر میرے لیے تڑپتے بھٹتے

"ہاں اب بھی ایک ایسا مسئلہ باقی ہے جس پر سوچا جا رہا ہے"

"تو کیا یہ مسئلہ حل کر لیا گیا؟"

"ابھی نہیں لیکن جہاں تک ارباب رائے کا فیصلہ ہے وہ یہی ہے کہ گاڑی کو اس حد تک خود میں ٹوٹ نہ لیا جائے کہ خود اس کی زندگی کے لیے کچھ باقی نہ رہے"

"میں سمجھا نہیں قدرت۔ تم نے ذکر چھیڑا ہے تو بہتر اب یہ سبے کر میری تشفی بھی کرو۔"

"گاڑی تمہیں طلب ہے کہ سامونویکا میں زندگیاں طویل ترین ہوتی ہیں اور اس کا اندازہ ہمیں تمہاری دنیا میں آنے کے بعد ہوا۔ تمہارے ہاں زندگی بہت مختصر ہے۔ وہ تمام مراحل اس دوران طے ہو جاتے ہیں ہمیں دوران ہم بچپن کی محدود بھی طے نہیں کر پاتے ہم لوگ اتنے عمر سے میں سامنے مراحل سے گزر کر اپنی آخری ٹکڑے پہنچ جاتے ہو۔ سامونویکا میں ہماری جنگ انہی لوگوں سے ہے جو طویل ترین زندگیاں رکھتے ہیں۔ اور ان بات کے امکانات بھی ہیں کہ یہ جنگ اتنے طویل عمر سے تک جاری رہے گی کہ کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ ذی نوش بھی معمولی سامون نہیں ہے۔ اس کے اپنے وسائل ہیں۔ اپنے معاملات ہیں۔ وہ کتنے عمر سے اس جنگ کو کھینچنے کے گا۔ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جاسکتی۔ ہم لوگ بہت سنجیدگی سے یہ سوچ رہے ہیں کہ اپنے اقدار کے حصول کی ان جنگ میں تمہاری زندگی ضائع نہ کی جائے۔ سامونویکا پہنچنے کے بعد ہم اپنے وسائل کھینچ کر لیں گے اور پھر ذی نوش سے ملکر آمال ہونگی۔ اس میں نہیں کہا جاسکتا کہ کتنا عرصہ صرف ہو جائے۔ تو کیا اس عرصے میں تم سامونویکا میں رہو گے؟ ہم جو کھتا ہے وہ وسائل حاصل نہ کر پائیں تو جس کے تحت ہمیں تمہاری دنیا کی طرف روانہ کیا جاسکے۔ پھر کیا ہوگا؟ میں نے تجھ سے یہی سنا ہے کہ تمہاری حقیقت اس طویل ترین کارروائی کے دوران میں نے اس انداز میں سمجھی نہیں سوچا تھا جس طرح اس وقت سوچتے پر مجبور ہو گیا تھا۔ میرے دل میں ایک حسین تصور اٹھ آیا۔ تو میرے علاوہ اور کوں ہو سکتا تھا جس کی کوئی صورت دماغ میں آتی۔ میں نے اس سے انتظار کرنے کے لیے کہا تھا۔ کیا یہ جائز تھا کہ وہ سامنی زندگی میرا انتظار کرتی رہتی یا کچھ عرصے کے بعد لوگوں کے کہنے سننے سے مجبور ہو کر اپنی زندگی کو کسی اور کے حوالے کر دیتی اور بقید عمر میرے لیے تڑپتے بھٹتے

کے بارے میں کچھ باقی نہ رہے۔

پر سٹل ان لوگوں کی تہذیب پر بھی کسی کیسٹیں تو ایسے جیسا کہ تان نہیں
نصیب آگیا تھا جو جہاں لڑائی میں بے مثال تھا۔ سامنے نظر
آنے والا جہاز دھند میں روپوش ہو گیا تھا لیکن چونکہ گھنٹوں
تک جہاز کا پورا ملکہ مستعد رہا۔ سمندری جنگ کے ہتھیاروں کو
تیار رکھا گیا کہ بجائے کسی وقت ان کے استعمال کی ضرورت پیش
آجائے۔ اس دوران دوسری دلچسپیاں بھی برقرار رہی تھیں۔ لہذا
کچھ تفریحی پروگرام سامنے آتے رہے تھے۔ سامان تو ویسے
ہی مردود دل لوگ تھے لیکن جہاز کے عملے کے افراد دوسرے
لوگ کبھی کبھی زندگی کی جانب لوٹے آتے تھے۔ رقص و موسیقی
اور دوسری سنگم تفریباں شروع ہو جاتی تھیں اور جو سب یہ سب
کچھ ہونے لگتا تو جہاز تک ایوں محسوس ہوتا ویسے سامانوں میں
بھی زندگی دور لگتی ہے۔

ایک دن تو ڈوڈن کا روادار گوشائی نے بھی ان تقریبات
میں براہ راست حصہ لیا۔ کچھ خلاصی ڈھول ڈبے بجا بجا کر
گانا گارے تھے کہ ڈوڈن کا روادار کے درمیان آ کر ٹھکرے
لگی۔ اور جھگڑو تھائی بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئی۔ ندرت
البتہ سنجیدہ طبیعت کی مالک تھی چنانچہ وہ بس بیٹھی مسکرائی رہی
تھی۔ گوشائی بھی پردہ تار عورت اس وقت بڑی کھلندہ لڑکی لگ
رہی تھی اور ہم سب دلچسپ لگا ہوں سے ان دونوں کو دقتیں
کرتے دیکھ رہے تھے۔ ندرت مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی
تھی لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس ایڈناکب میرے نزدیک
آ کر بیٹھ گئی ہیں۔ میں تو اس وقت چونکا جب ان کی سرگوشی
میرے کانوں میں ابھری۔

”بتھہ... مٹھہ...“ میں نے چونک کر ادھر دیکھا
اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”فرمائیے؟“
”تمہاری محبوبا میں دقتیں کر رہی ہیں؟ اس نے کہا۔
”سبحان اللہ۔ آپ کی اس عنایت کا میں دل سے شکر گزار
ہوں گا۔“

”کوئی عنایت کا؟“
”جی کہ جو میرا نہیں ہے آپ نے مجھے بخش دیا۔ ان
خواتین میں سے کوئی بھی اتفاق سے میری محبت قبول کرتے
پر تیار نہیں ہے لیکن آپ نے انہیں میری محبوبا میں قرار
دے کر میرا جی خوش کر دیا ہے۔“

”یا تو تم جھوٹ بول رہے ہو یا پھر میں بے وقوف
ہوں۔“ ایڈنا نے کہا۔

”دوسری بات ہی درست ہے محترمہ۔“

بہتر ہے کہ تو اپنے ذہن سے یہ تصور جھٹک دے۔“
میں نے کھٹک کر ندرت کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔
ندرت مسکراتے لگی تھی جیسا کہ بڑے غلوں سے کہا۔
”نہیں گانزال یعنی کرواگران الفاظ سے تمہیں کوئی
ذہنی کوفت ہوئی ہو تو میں ندرت خواہ ہوں لیکن اس وقت
تو میں نے دلچسپی کے لیے یہ جملے کہہ دیے تھے۔“

”ہاں ندرت دراصل آئی عزت کرتا ہوں میں تمہارا کہ
تمہاری دل شکنی کا تصور ہی میرے لیے افسوس ناک ہے۔“
”پلیز گانزال اس انداز میں مت سوچو۔ ویسے میں نے
غلط تو نہیں کیا۔ جو لیا بیچارہ تمہارے لیے زندگی بار بیٹھی۔
گنزال بیچ پاتا کبھی اپنے کشتگان پر افسوس بھی ہوتا ہے؟“
”کشتگان کا لفظ تم نے خوب استعمال کیا لیکن میں اسے
بھی یاد دلاؤں گے۔ کیا ایک بے قصور آدمی کو اس سلسلے میں
قصور وار قرار دے سکتی ہو؟“

”بجی سہرات کو اس طرح نہ محسوس کرو۔ وہ سب تمہاری
زندگی میں شریک ہونے کی خواہشمند تھیں۔ میں اس لیے انہیں
تمہاری کشتگان کہہ رہی ہوں۔“

”کاش میں نے ان میں سے کسی ایک کو یہ یقینی دلایا ہوتا
کہ اس کی قربت میرے لیے باعث کشتش ہے۔ ندرت میں
نے یہ کھیل ہی نہیں کھیلا۔ اس سلسلے میں میرے لیے جو
مقدس رہتی سب سے زیادہ پہل اہم ہے۔ وہ بھاک ہے۔“

”بھاک؟“ ندرت نے سوال کیا۔
”ڈاکٹر طہار علی کی بیٹی کو بھول گئیں؟“

”سوری سوری بس ایسے ہی ذہن سے نکل گیا تھا۔“
ندرت نے جلدی سے کہا۔

”میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔“
”ہاں واقعی وہ بھی تمہیں بہت ہی جانتی تھی۔ اس کا
انجام کیا ہوا؟“

”محبت کے جن جذبولوں کو اس نے اپنے طہر پر ایک
نام دے لیا تھا۔ بس ان میں ذہنی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ہمارے
ہاں پاکرگی کا تصور دوسرے تمام تصورات سے زیادہ طاقتور
ہے ندرت۔ اور پاکیزہ جذبے محبت کی سب سے اعلیٰ قسم
مجھے جانتے ہیں چنانچہ اس کا جذبہ اس پاکیزہ تصور میں تبدیل
ہو گیا اور اب میری اور اس کی محبت کے درمیان کوئی رکاوٹ
نہیں ہے۔“

”اور تمہیں یہ کیا اس سے منسلک جذبولوں میں پاکیزگی نہیں
ہے گانزال؟“ ندرت نے ایک میٹر بھا سوال کر دیا اور میں مسکرائی

لگا ہوں سے اسے دیکھتے لگا پھر میں نے کہا۔
”میں تمہیں جس قدر معلوم سمجھتا ہوں ندرت، اور حقیقت
تم آتی معلوم نہیں ہو۔ جہاں تک جذبولوں کی پاکیزگی کا تعلق
سے تو تمہیں کے لیے بھی میرے دل میں ایک علاقہ ہے۔
لیکن اگر وہ مجھے مل جائے اور ہم ان مذہبی بنیادوں پر یکجانہ
بھی ہو سکیں جو ہمارے ہاں متعین ہیں تب بھی میرے
دل میں اس کے لیے کوئی بڑا تصور نہیں آئے گا۔“

”میں معلوم نہیں ہوں گانزال لیکن تم بھی بے حد
چالاک ہو۔ ندرت ہنستی ہوئی بولی۔ میں بھی ہنسنے لگا۔ سفر
میں یہ دلچسپیاں مسلسل جاری تھیں اور یہ ضروری تھی خدا ساموں
کے چہرے البتہ میں نے سنجیدہ ہی دیکھے تھے۔ بار بار میرے
ذہن میں یہ خیال آتا کہ ندرت کی کوئی گفتگو کے اثرات ان
پر کیا مرتب ہونے ہیں لیکن کسی اور نے مجھ سے اس سلسلے
میں کوئی بات نہیں کہی تھی۔ سمندر میں تبدیلیاں ہوتی جا رہی تھیں
اس وقت ہم جس علاقے سے گزر رہے تھے وہاں کسی تدر
حس طاری تھا۔ فضا میں ایک عجیب سی گھٹن تھی اور کبھی کبھی
سمندر سے ہوا کے گرم جھوکے ٹھکراتے ہوئے گزر جاتے
تھے۔ کچھ ادراگے بڑھے تو سمندر متلاطم نظر آیا۔ پانی کی
موجیں بلند ہو رہی تھیں اور جہاز کو زبردست جھٹکے
لگنے لگے تھے۔

تمام خلاصی مستعد ہو گئے۔ انجن روم میں اعلیٰ تدریب
افتیاد کر لی گئیں۔ کوئی عام طور سے پاؤٹ روم ہی میں
نظر آتا تھا اور اس کی نگاہوں میں تشویش کے آثار پائے جاتے
تھے لیکن اس نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ ہوں جوں ہم
آگے بڑھتے گئے سمندر بے جانی ہوتا چلا گیا۔ دو پیکر میں بلند
ہوئیں جہاز کو اپنے سر پر اٹھا کر پیچھے لے جائیں اور اس کے
بعد جہاز گہریوں میں آجاتا۔ ہاں کل طوفانی کیفیت تھی لیکن یہ
طوفان عہد ہواؤں کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ سمندر ہی ایسا تھا۔ ہاں
دوران جہاز کے عملے کو جان اسپرٹ اور دوسرے لوگوں کو
انتہائی مستعد بنا چلا تھا۔ بہت ہی خونخاک صورت حال
پیش آئی تھی ایڈنا کی حالت سب سے زیادہ بری تھی۔ وہ
کئی بار زخمی ہوئی تھی اور اب اس پر مرمر پانی کیفیت طاری
ہو گئی تھی۔ سمندر میں جگہ جگہ خونخاک پہاڑ جھرنے نظر آتے
تھے۔ اس کیفیت میں تقریباً ساٹھ گھنٹے سفر کرنا پڑا تھا اور
یہ ساٹھ گھنٹے اس سفر کی سب سے ہونٹاک مدت قرار پائے
تھے۔ ساموں اپنے طور پر جہاز میں کام کرتے رہتے تھے۔
ادھر اس چیز کو دور کرنے میں مصروف رہتے تھے جس کی وجہ

پوشیدہ لوگ باہر نکلیں گے اور ہم بزرگوں کی بارش کر دیں گے۔ دلوں پر ایک عجیب طرح کا خوف طاری تھا گوشتان اور وی میں بھی اس سے متاثر نظر آ رہے تھے۔ پورا سرشہ چھان مارنے کے بعد ہم نیچے جانے والی میڑھول کی جانب چل پڑے۔ یہ بات سب کو بگنی تھی کہ کم از کم عرشے پر کوئی نہیں ہے۔ میڑھول پر ہمارے قدموں کی آوازیں ابھر رہی تھی اور جہاز پر موت کی خاموشی طاری تھی۔ ایسا لگا کر اب اس میں کوئی ذی روح موجود نہ ہو۔ نیچے پہنچنے کے بعد ہم کیبنوں کی قطار کی جانب بڑھ گئے اور ایک ایک کیبن کھول کر اس کا جائزہ لینے لگے۔ کیبن خالی پڑے ہوئے تھے۔ ان میں کام چیزیں بول کی توں تھیں لیکن کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ سب کیبنوں کو لگتا تھا جیسے اچانک ہی جہاز سے نکل کر فضا میں تحلیل ہو گئے ہوں۔ یہاں تک کہ ہم جہاز کے آڑی حصے میں بھی پہنچ گئے۔ جہاز کے کچن میں سادو ماہان کے انبار تھے۔ کھانے پینے کی اشیاء اتنی مقدار میں موجود تھیں کہ بہت سے افراد ان سے ہفتوں کام چلا سکتے تھے۔ میڑھول تمام انتظامات صحیح تھے لیکن کوئی انسان موجود نہیں تھا۔ انجن روم دیکھا وہاں برسی کوئی نہیں تھا۔ کچھ ایسی کیفیت طاری ہو گئی تھی کہ دماغ میں شیشے ٹوٹتے محسوس ہو رہے تھے۔

پہلے سے اصحاب جہزی حرج کشیدہ تھے کہ وقتاً بوقتاً ہمارے عقب سے ایک آواز ابھری اور ہم سب جاہداً نہیں جیتتے آچھل پڑے۔ آواز بالکل غیر متوقع تھی۔ ہماری گردنیں گھوم گئیں۔ اور میں برانہ رہ گیا۔ جو شخص ہماری نگاہوں کے سامنے تھا، اس کے باسے میں، میں یہ تو سنہیں کہہ سکتا تھا کہ گوشتان اور وی میں بھی اسے پہچان گئے لیکن میں نے اسے ایک نگاہ میں پہچان لیا تھا۔ یہ مارٹن ایرٹرو تھا۔ لوہے کے ہاتھ والا تنفر کا ایک زبردست کارکن۔ میرا اس سے طویل سابقہ دورہ چکا تھا۔ اس لیے میں کیوں ناشہ پہنچا نہ۔ لیکن اس وقت اس کی کیفیت بے حد خراب نظر آ رہی تھی۔ باقاعدہ داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ بال منشر تھے۔ لباس جڑی طرح پوشیدہ ہو رہا تھا اور اس پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں جگہ جگہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ بالکل جنونیوں کی سی کیفیت میں وہ جھپٹی جھپٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ نجانے کس طرف سے نکل کر آیا تھا۔ میں اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے گتے میں رہ گیا پھر میں نے آہستہ سے نرم لیجے میں اسے آڈنڈی۔

”مرٹن مارٹن ایرٹرو، میرے ان الفاظ سے جیسے اسے حرکت کر دیا، اس نے آہستہ سے گردن ہلاتی اور اس لیے

میں بولا۔

”مجھے کچھ لمحات دعوے غزالی، گوشتان نے میری طرف دیکھا۔ غالباً سوال کر رہی تھی کہ کیا یہ شخص میرا آشنا ہے۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ اور پھر مارٹن ایرٹرو کی طرف رخ کر کے بولا۔

”تہا سہ سامتی کہاں پوشیدہ ہیں؟“

”مجھے کچھ وقت دو گے؟ اس نے میرے سوال کا جواب دینے بجائے الفاظ دہرائے۔

”تہا سہ سامتی کہاں پوشیدہ ہیں؟“ میں نے بھی اسی کا انداز اختیار کیا اور مارٹن ایرٹرو نے دوسری طرف اپنا رخ بدل لیا۔ چند لمحات خاموشی رہا پھر آہستہ سے بولا۔

”اس پورے جہاز پر میں تنہا ہوں بالکل تنہا۔ یہ الفاظ ناقابل یقینی تھے لیکن جہاز کا ہم نے جس طرح جائزہ لیا تھا اس کے بعد گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ اس کی بات پر تحسک کیا جاسکے۔ میں نے ایک لمحے سوچا پھر گردن ہلا کر بولا۔

”میں اور میرے یہ دونوں سامتی تہا سہ سامتی کچھ وقت گزارنے کے لیے تیار ہیں مارٹن ایرٹرو“

”آؤ، وہ دو واپس پیٹھ لگا اور میں گوشتان اور وی میں کے ساتھ اس کے پیچھے چل پڑا۔ ہم طرہ طرہ اطراف سے باخبر تھے اور اس تصور کو ہم نے ذہن سے نہیں نکالا تھا کہ کسی بھی وقت کوئی کارروائی ہو سکتی ہے۔ مارٹن ایرٹرو ہمیں لیے ہوئے ایک بڑے سے کیبن میں آ بیٹھا۔ اس کی مدھال مدھال کیفیت سے پتا چلتا تھا کہ وہ جڑی طرح تھکا ہوا ہے۔

”مرٹن غزالی تم جانتے ہو کہ میری تمام زندگی تنظیم کے مفادات کے لیے وقف ہے اور تنظیم ایسا ایک باقاعدہ مشورہ رکھتی ہے۔ ہم جرم کی دنیا کے لوگ ہیں لیکن ہمارا جہاز ایک مقصد ہے اور اس کی مشقہ تفصیلات میں ہمیں پتہ چاہیوں۔ ہم اس تنظیم کے لیے ایک ایسا ہیڈ کوارٹر چاہتے تھے جو جڑی طاقتوں کی نگاہوں کی زد سے محفوظ رہے۔ وہاں کہ ہم ان جڑی طاقتوں کی سازشوں کو ناکام بنا سنا چاہتے تھے جو اس زمین کو بہتر میں تبدیل کرنے کے لیے مل پرا رہیں۔ گوئی تہا سہ سامتی بھی ہم بڑے لوگوں کے سامنے بھی کچھ نیک مقاصد تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم انہیں اپنے اعزاز میں حاصل کر رہے تھے۔

”تنظیم کے جس شخص کے سپرد کوئی ذمے داری کر دی جاتی ہے وہ اس ذمے داری کو اپنی زندگی کا فسر بن کر بنا لیتا ہے

اور مجھے غم ہے کہ میں اپنے اس مقصد میں ناکام رہا تھی کے لیے میں کام کر رہا تھا۔ لیکن یہ فیصلے میں نے تنہا نہیں کیے تھے۔ تنظیم کے بڑوں کے فیصلے ہی تھے کہ سامونیکا بھی عجیب و غریب جگہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا یا جائے اور اس کے لیے سامونوں کی سازش میں شریک ہو جایا جائے۔ چنانچہ میں نے طویل جدوجہد اور اپنے تقریباً نوے آدمی اٹھارہ لاکھ کیلین میں بھجوا دیے۔ تم نے جو کچھ کیا غزالی وہ تہا سہ سامتی تک تھا اور ہم کسی بھی مسک کے حامی کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ غدار ہے یا اس نے غلط کیا۔ ہم بھی یہی سب کچھ کرتے ہیں جو تم نے کیا۔ ہم بھی یہی سب کچھ سوچتے ہیں جو تم نے سوچا۔ پھر جب تم سامونوں کے تمام سائل کنٹرول کرنے کے بعد سامونیکا کی طرف روانہ ہوئے تو ہم نے تمہارا اتفاقاً شروع کر دیا۔ سامونوں کی جہی خواہش تھی کہ تمہیں سامونیکا تک نہیں پہنچنے دیا جائے اور تمہان کی خواہشات پر عمل کر رہے تھے۔

”ہماری ایک سب میری تباہ ہوئی اور اس کے بعد ہم دو جہاز لے کر تمہارا اتفاق کر رہے۔ ہم نے ہر وہ ممکن کوشش کرنی جس سے تمہیں تباہ کیا جاسکے لیکن تم زیادہ طاقتور ثابت ہوئے اور ان ناکامیوں کو محسوس کر کے سامونوں نے آپس میں گروشیال شروع کر دیں۔ انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا اب گو میں کو سامونیکا تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا چنانچہ انہوں نے تحفیہ طور پر ہمارے ہی خلاف کارروائیاں شروع کر دیں کیونکہ وہ اپنے مشن میں ناکام ہے تھے اور اب انہیں سامونیکا واپس جا کر اپنی ناکامی کی اطلاع دینی تھی۔ ان حالات میں ہمیں سامونیکا جانے کی کوشش ان کے لیے خطرناک بنی ثابت ہو سکتی تھی۔ کیونکہ انی سے یہ سوال کیا جاسکتا تھا کہ جب وہ ناکام رہے تو انہوں نے جنہوں کو سامونیکا میں داخل کرنے کی جرأت کیوں کی وہ سب سے طور پر پروگرام بناتے رہے اور میں یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ نتیجے میں ہمیں نقصان اٹھانا پڑا۔ سامونوں نے میرے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ انہیں سمند میں ڈبو کر مار دیا۔ یہ زرد بھنور انہیں نکل گئے۔ میں بمشکل تمام جان بچانے میں کامیاب ہو سکا۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ میں بچ گیا اور پھر وہ جہاز نے کر زرد سمندر کے دوسری طرف چلے گئے یہاں ان کی سمرز میں ہے۔

”میں تنہا اس جہاز پر ہوں غزالی اور ظاہر ہے میں تنہا سب کچھ نہیں کر سکتا۔ میں اپنے مشن میں ناکام رہا ہوں اور

اس ناکامی کے بعد مجھے کوئی سہ نہیں ہے کہ زندہ واپس جا کر تنظیم کو یہ رپورٹ پیش کروں کہ ہم ناکام رہے ہیں۔ غزالی یہ کھیل ایک بہت سے قسم ہو چکا ہے۔ کاسیالی تمہاری تقدیر میں کبھی بھی میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ تم یہاں آگے اچھا کیا۔ نہ اتنے تب بھی کوئی بات نہیں تھی۔ میں موت کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ اب تنظیم سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے میں ایک ناکام انسان کی حیثیت سے ان کے سامنے نہیں پہنچنا چاہتا۔ بس ایک دکھ ہے میرے اہل خانہ ان تازنگی میرا انتظار کرتے رہیں گے۔ کچھ رشتے ایسے ہیں جن سے مجھے پیار ہے۔ میں ان میں جینا چاہتا ہوں لیکن اس کی فائدہ نہیں۔ میں ایک مایوس انسان ہوں ایک ٹوٹا ہوا آدمی تم اگر مجھ سے انتقام لینا چاہو تو میں خوشی اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کرتا ہوں۔ اچھا ہے تمہاری ہی کوئی آرزو پوری ہو جائے گی۔

”یہ کہاں ہے غزالی جو میں نے تمہیں سنا دی تم گراں جہاز پر نہ آتے تو یہ کہاں میرے ساتھ زرد سمندر کی ان گہرائیوں میں دفن ہو جاتی۔ کب تک جیتا۔ بالآخر ایک دن ایک دن مر جاتا۔ مارٹن ایرٹرو کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور یہ تو میرا مسک رہی نہیں تھا کہ جو شخص دنیا سے ارجا جانے چاہتا ہو کسی ملے اس کے لیے دل میں کیونہ رکھوں۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور مارٹن ایرٹرو کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

”تہا سہ سامتی تہا سہ سامتی جو کچھ بھی تھا مارٹن تم نے تسلیم کیلئے کہ اب وہ غم ہو گیا ہے گویا تنظیم کارکن مارٹن ایرٹرو مر چکا ہے؟“

”ہاں غزالی وہ مر چکا ہے۔ بہت جڑی موت نصیب ہوئی ہے اسے۔ وہ صبح مر چکا ہے۔ مارٹن ایرٹرو نے کہا اور جھوٹ جھوٹ کر رونے لگا۔ یہ رونا مصروف نہیں تھا۔ آنسو بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ جو دل سے نکلے ہوں اور بہر طور اب یہ میرا فرض تھا کہ میں اس ٹوٹے ہوئے انسان کو سہارا دوں۔ میں نے اسے رونے دیا اور جب وہ خود بخود خاموش ہوا تو میں آہستہ سے بولا۔

”اس مارٹن ایرٹرو کو نہیں اس سمندر کی گہرائیوں میں دفن کر دو جو تنظیم کارکن تھا اور دوسرا مارٹن ایرٹرو جو ایک اچھا انسان ہے، ایک معصوم شہری اپنے عزیزوں کا مطلوب اسے میرے حوالے کر دو مارٹن ایرٹرو۔ میرا مشن کسی اور جگہ کے تحت نہیں ہے اپنی دنیا سے بھٹکے ہوئے سامون اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ نجانے کیوں دل چاہا کہ انہیں

ان کی منزل کی تلاش میں مدد دوں۔ میں کیا اور میری اوقات کیا لیکن حالات تھے میرے عزم کو سہارا دیا اور آج یہ لوگ سامونیکا کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔ اس امید کے ساتھ کہ اپنی کھوئی ہوئی دنیا میں پہنچ جائیں گے۔ یقین کرنا تھا کہ ایشیو میرے اس مقصد کے پیچھے کوئی لاوا نہیں ہے۔ یہ کہاں ایک نذرانے کے حصول کی کوششوں سے شروع ہوئی تھی۔ نذرانہ مجھے ملا تھا مارٹن ایشیو لیکن میں وہ سا فرہوں جو منزل کو منزل سمجھ کر ٹھکرا دیتا ہے۔ میں نے سوچا کہ سوئے جانی کے یہ انبار چھینتے ہوں میرے میری منزل نہیں ہیں۔ مجھے خزانوں کے یہ انبار دیکھ کر وہ خوشی و سرور نہیں ملا تھا جس کا میں متلاشی ہوں۔ چنانچہ میں نے اس منزل کو ٹھکرا دیا اور راستے اپنائے۔ ہاں مارٹن یہ لوگ سامون ہیں یہ گوشتانی ہے جو دینی کے خزانے کے نام سے ایک دنیا کا مطلوب رہی ہے اس سے پوچھ لو۔ نذرانہ میں نے پایا تھا اعداد اس کے بعد میں نے اسے حکمت سے ٹھکرا دیا۔ نذرانے ہی سب کچھ نہیں ہوتے بلکہ انات میں سب سے بڑا نذرانہ سکون ہے جسے حاصل ہوا اس کی مارت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ سمجھ مارٹن ایشیو تم بھی اچھی اس زندگی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں میں چلو اور سکون کے اس نذرانے کے مالک بن جاؤ جو اس کائنات کی سب سے عظیم شے ہے یا

”نہیں میرے دوست تمہاری اس مشرف اس محبت کا شکر یہ میں نے اپنی یہ کہانی تمہیں اس لیے نہیں سنائی تھی کہ تمہاری ہمدردیاں حاصل کر لوں۔ میرے بارے میں تم جانا چاہتے تھے تاہم میں نے تمہیں بتا دیا۔ بس اس سے زیادہ کچھ درکار نہیں۔ چاہو تو اپنے ہاتھوں سے مجھے ہلاک کر کے اپنے لیے سکون حاصل کرو۔ نہ چاہو اور دم آئے تو ایسے ہی چھوڑ دو میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ ان دونوں میں سے میں کوئی کام نہیں کروں گا مگر ایشیو بلکہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا خود تو سر جھکے ہو اپنا یہ بے جان وجود سمونیکا لہروں کے سیرہ کرنے کے بجائے مجھے دے دو۔ یہ میری ایک چھوٹی سی خواہش ہے۔ مارٹن ایشیو چہرہ رونے لگا تھا اور مجھ میں، گوشتانی، وی میں اسے ساتھ لے کر ایشیو کے ذریعے واپس اپنے جہاز پر پہنچ گئے۔ یہاں میں نے تمام صورتحال گوشن کو بتائی تو گوشن سب سے حد متاثر ہوا۔ کھنی دیر تک وہ سوچ میں ڈوب رہا تھا پھر اس کے بعد اس نے جہاز لوں کو حکم دیا کہ اس جہاز کو ہتھیار کے ساتھ اس دوسرے جہاز تک لے چلیں اور جہاز آگے

نے گو میں کو اپنے عقب میں دیکھا وہ کھڑکھے گھور رہا تھا در اس کی آنکھوں سے عجیب سی روشنی چھوٹ رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور ٹھنک گیا گو میں مجھے آگے جانے کا راستہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا پھر اس کی سرسراہٹ ہوئی ادا زہد ہی۔

”مغزالی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں“
”کیا بات ہے گو میں؟“

”میرے دوست، میرے ساتھی، میرے بھلا دوست میرے کس مجھے وہ وقت یاد ہے، جب ایک نرم دل انسان ایک غصے سے صرف اس لیے بھڑکیا تھا کہ وہ غصہ ایک مظلوم شخص کا رہا تھا اس نرم دل انسان کا اس مظلوم شخص سے کوئی تعلق نہیں تھا اس کی مدد کرنے میں کوئی لاوا نہیں تھا۔ اس نے انسانیت کی بند یوں سے ایک ظلم کو دیکھا اور اس کے خلاصے فوری عمل کیا پھر اسے محم دیا گیا کہ وہ اپنے مالک کی خواہش پر ایک کام کرے اور وہ اپنے مالک کی خوشنودی کے لیے ایک ایسے مشن پر چل پڑا جس کی تکمیل ہی انسان کے لیے ممکن نہیں تھی۔ میں اس شخص کو عظیم تصور کرتا ہوں مغزالی، جس نے اپنے مالک کے لیے دیا نذرانہ لڑھکے سے جہاد کا کام کیا جو مالک کی خواہش کے مطابق تھا۔ یہاں تک کہ وہ انسانیت کی معراج تک کو پہنچ گیا تھا۔ اس نے اپنی مصیبتوں سے نمٹنا ہوا، انسانیت کی تکمیل کے لیے وہ اپنی زندگی کا ہر ٹوٹا ٹوکرا چھوڑنا چاہا گیا یہاں تک کہ وہ اس زرد سمندر کے نزدیک ہے جو سامونیکا کا دروازہ ہے۔ ہاں مغزالی ہم اپنی زمین کے دروازے پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ سمندر وہ کھلتے دروازے ہیں جو ہر شخص کو ہر فکر اور کو سامونیکا میں چننا دیتے ہیں۔ یہ سمندر ہی ہمارے دروازے ہیں۔ ان کے ذریعے ہم پاتال میں پہنچ جاتے ہیں ہم پاتال باسی پاتال ہی کے رہنے والے ہیں۔ سامونیکا سمندر کی تری مدول میں آباد وہ سرزمین ہے جہاں کی کچھ باتیں تم کسے چکے ہو۔ وہاں آکسیجن بھی ہے۔ درخت اور پودے بھی ہیں لیکن تمہاری دنیا کی ماضی نہیں ہے۔ ہماری تمام ماضیوں میں نہیں ہمارے اپنے وجود میں پوشیدہ ہے۔ وہاں شیخی زندگی نہیں ہر چیز انسانی عمل کے دائرے میں ہے۔ بس ہمارے ہاتھ ہتھار کا کام دیتے ہیں۔ ہماری آنکھیں رانار ہمارے وجود وہ تمام توہم جو ہمارے وجود میں موجود ہیں ہانکا ہر ضرورت کی تکمیل کرتی ہیں۔“

”میرا خیال ہے ان الفاظ میں ہماری تمام ہی پوشیدہ

بڑھنے لگا۔ گو میں نے مجھ سے کچھ معذرت کی اور پھر اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر مجھ سے کافی دور جہاز کے ایک ہتھکانے میں چلا گیا۔ میں مارٹن ایشیو کے ساتھ غصے پر کھڑکھا مارٹن ایشیو کے جہاز سے اپنے جہاز کو قریب ہوتے دیکھ رہا تھا۔ مارٹن ایشیو خاموش تھا۔ خوشنودی کے بعد اس نے کہا۔
”مغزالی تم پر بھی حیرت ہوتی ہے۔ یہ لوگ انسانوں کی شکل کے مزدور ہیں لیکن ہم سے بہت مختلف ہیں۔ کیا تم اس بات پر یقین کر دو گے کہ ان کا جہاز ایک بہت بڑے اور زرد سمندر کی زد میں آکر سمندر کی گہرائیوں میں رو پوس ہو گیا لیکن وہ سرد سمندر انہوں نے کہا کہ یہی سامونیکا کا دروازہ ہے۔ وہ حقیقت مغزالی تنظیم سے بھی بہت بڑا دھوکا کھایا۔ وہ اپنی مقصد براری کے لیے ہمیں اپنے آپ سے محبت پر آمادہ کرتے رہے انہوں نے ہمیں ہرے بڑے لالچ دیے لیکن مغزالی وہ عجیب لوگ تھے۔ میں سمجھا ہوں کہ ہم نے جو شکرنگا کے عالم میں اس کی یہ پیش کش قبول نہیں کی۔ ترم ذرا نوکر و تنظیم اگر سامونیکا میں اپنا ہیڈ کوارٹر تعمیر کرتی تو کیا اس ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونے کے لیے سمندر کی گہرائیوں میں اتارنا پڑتا۔ یہ کونسی دنیا کے لوگ ہیں تم کچھ سمجھ سکتے ہو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ جہاز آہستہ آہستہ اس دوسرے جہاز سے جا نگا اور پھر دونوں کو ایک دوسرے سے منسلک کر دیا گیا۔ گو میں اور بقیر تمام افراد اس دوسرے جہاز کے اوپر گئے تھے۔ اس کی پوری طرح متلاشی کی گئی تمام سامونیکا سامان چیک کیا گیا۔ ہر طرح سے مکمل جہاز تھا۔ اس میں مزدور، مارت، زندگی کی تمام چیزیں موجود تھیں اور ہر طرح سے بائبل ٹھیک ٹھاک تھا۔

یہ رات اسی جہاز کے پاس سمندر میں لنگر اندازہ کر گزاری گئی۔ گوشتانی، ڈون کارو اور ندرت میرے ساتھ تھیں۔ مارٹن ایشیو کو ایک کہیں میں آرام کرنے کے لیے بھیج دیا گیا تھا۔ جہاز کے محلے کے لوگ کہیں بوس کے ساتھ اس جہاز کے آہنی روم کو چیک کر رہے تھے۔ بتائیں ان کے بانی میں ان لوگوں نے کیا پروگرام بنایا تھا۔ جاننا نہ تھا کہ زرد سمندر میں چلا ہونے والے سمندر دیکھ ایسے ہونٹاک مناظر تھے کہ آنکھوں کو یقین نہ آئے۔ کبھی کبھی یہ سمندر ایک دیوار کی شکل میں نمودار ہو جاتا۔ اور یہ دیوار اس طرح گھومتی کہ بیٹائی پر قابو پانا دشوار رہتا۔ جاننے کی کیفیت تھی وہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ جب جاگتے، پناہ دھا سفر طے کر لیا اور مجھے نیند آنے لگی تو میں واپس کے لیے پلٹا لیکن اسی وقت میں

ہے۔ محبت کرنے والی دنیا کے انسان برائیاں کہاں نہیں ہوتیں۔ ہماری زمین پر بھی ہیں وہاں سازشیں بھی ہوتی ہیں۔ اقتدار کے خواہشمند بھی ہیں۔ نیکی بھی ہوتی ہیں ہمارے درمیان۔ دماغ جہاں انسانی سوچ ہے وہاں یہ سب کچھ موجود ہے تو اسے دوست تم نے ہمیں سامونیکا میں پہنچانے میں جو کردار ادا کیا اس کا انسانی تاریخ میں کوئی خال نہیں ہے۔ بے مقصد بے لوث کسی کے لیے اپنے آپ کو وقت نذر دینا بہت عظیم کام ہے اور تم یہ کر چکے۔ ہماری آرزو تھی کہ تم ہمارے سامونیکا میں داخل ہو۔ ہمارے اقتدار کا دور دیکھو۔ سمجھو ہمارا مشترکہ فیصلہ یہی ہے کہ ان بڑے حالات میں ہم نہیں سامونیکا نئے جائیں۔ نئی لوٹن دھبے اور ہم طویل کرنے کے بعد اپنی دنیا میں واپس آئے ہیں۔ ہماری جدوجہد کتنی طویل ہوگی۔ اس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ تمہاری تحقیر زندگی اس کی تحمل نہیں ہو سکے گی۔ ہم اپنی مقصد براری کے لیے ایک محبت کرنے والے انسان کو اس سے زیادہ پریشان نہیں کر سکتے۔

”میں تحقیر الفاظ میں اب یہ کہنا چاہتا ہوں مغزالی کہ تم واپس چلے جاؤ۔ یہ فیصلہ میرا نہیں بلکہ میرے تمام ساتھیوں کا ہے۔ گوشتانی، ہائینسا، ڈون کارو، بوسھی اس سے متفق ہیں۔ تمہاری اپنی دنیا ہے اس دنیا میں واپس جاؤ اور باقی زندگی اپنے مطابق بسر کرو۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے مغزالی، گو میں خاموش ہو گیا۔ کیپٹن بوس، این نا اور دوسرے تمام لوگ بھی ہمارے پاس آکھڑے ہوئے تھے اور گو میں کی یہ گفتگو سن رہے تھے میں نے گو میں کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

”گو میں تم خود اعتراض کر چکے ہو کہ میں کوئی مقصد لے کر کوئی لالچ لے کر تمہارا ساتھی نہیں بناتا تھا بلکہ صرف اپنے جذبوں کی تسکین چاہتا تھا اور انہیں جذبوں کے راستے میں نے سفر کیا ہے۔ کیا تم نے میرے بارے میں فیصلہ کر کے یہاں اپنی برتری تسلیم کرنے کی کوشش نہیں کی؟“
”نہیں میرے دوست غلط مت سمجھو۔ میں تم سے اس کی توقع نہیں رکھتا۔ ہمارا مقصد سمجھو۔ سامونیکا کی سرزمین کے بارے میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمہارا اجماعی نظام وہاں کے ماحول کو قبول کر کے کیا نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہاں ہماری جدوجہد کے دوران تمہارا تعطل ہو سکے گا یا نہیں۔ جیسا کہ تمہیں بتایا جا چکا ہے کہ وہاں ماضی مشین نہیں ہے۔ ذی لوشن کیا کیا نہ لیاں کر چکا ہے اس کے بارے میں ہمیں چہ نہیں معلوم پنا تمہارا ہے لیے

خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا، میں خاموشی سے گو میں کی صورت دیکھتا ہوں اور حقیقت مجھے اس کی بات سے شدید اختلاف بھی نہیں تھا۔ میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ ان لوگوں کی امداد میں صرف میرے مددے ہی شامل تھے یعنی طور پر میرے ذہن پر یہی انہوں نے کچھ اثرات قائم کیے تھے اور اب جب وہ خود اس بات پر آمادہ ہو گئے تھے کہ مجھے داپس میری دنیا میں بھیج دیا جائے تو انہوں نے یہ اثرات بھی سمیٹ لیے تھے چنانچہ اب میرے دل میں ایک ہلکی سی خواہش پیدا ہونے لگی تھی کہ واقعی سامونیکا میں ایک سنگم خیز زندگی گزارنے کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں اپنی زندگی کے اسی مفقود کثرت لوٹ جاؤں جس کے لیے میں نے گھر بار چھوڑا تھا۔ اپنی دنیا میں چلا جاؤں جہاں تنہا کی مسکن ہوں کے گلستاں لہلہا رہیں۔ یہاں اس کی آنکھوں کا تھریا تم ہے۔ میں نے گہری ماسن لے کر کہا۔

مگو میں جب تم آخری فیصلہ کر رہی بیٹے ہو تو میرے لیے اس میں ترمیم کی کیا گنجائش ہے؟ گو میں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھیل گئی۔ وہ میرا مقصد سمجھ چکا تھا چند لمحات وہ بخیر رہا پھر اس نے کسی سے کہا۔

وہ کس جان اسٹیون کو بھی بلاؤ۔ وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ جان اسٹیون چند لمحات کے بعد وہاں پہنچ گیا تھا۔ کیپٹن بورس اس کی جھنجھکی ایدہ اور دوسرے چند اراکین وہیں موجود تھے۔ گو میں نے گوشتا کی اشارہ کیا اور پھر ہم لوگوں کو لے کر جہاز کے ایک کین میں پہنچ گیا۔ گوشتا تقریباً پانچ منٹ کے بعد واپس آئی تھی اس کے پیچھے چند ساموں بڑے بڑے کارٹن اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ کارٹن کین میں لاکر کھین پر کھول دیے گئے اور کین میں پرامرلر روشنی پھیل گئی۔ یہ ان ہیرول کی روشنی تھی جو دہلی کے خزانے سے نقلی رکھے تھے۔ سونے کے زیورات، سونے کے سکے اور ایسی ہی لاتعداد اشیاء میں نے انہیں پہچان لیا یہ وہی خزانہ تھا جو بہت کی پہاڑیوں میں پوشیدہ تھا اور جس کا کچھ حصہ مجھے دسے کہ اس مشن کی تکمیل کے لیے مال آسانیاں فراہم کی گئی تھیں۔ اور اسی خزانے کا تھوڑا تھوڑا حصہ ڈاکٹر اظہار کو تھوڑے پرمختات سنگھ اور حسن صاحب کو دیا گیا تھا۔ کیپٹن بورس، جان اسٹیون اور ایدہا اس خزانے کو دیکھ کر ہلکا ہو گئے تھے۔ وہ چھٹی پٹی لنگھوں سے اسے دیکھ رہے تھے اور ان کی سانسیں جیسے بند ہو گئی تھیں۔ گو میں کی آواز اجری۔

”کیپٹن بورس، کیپٹن جان اسٹیون تم لوگوں سے خزانے“

کے بارے میں کہا گیا تھا۔ یہ خزانہ تبار سے سامنے موجود ہے۔ یہ نہ جھنکار ساموں وعدہ خلاف تھے۔ وہ انہوں نے اپنے مفقود کی تکمیل کے لیے تمہیں دھوکا دیا تھا۔ اب اس خزانے کا مالک ہے۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق تم لوگوں میں اس کی کچھ حصے تقسیم کر دے گا۔ اب یہ سب کچھ اس پر منحصر ہے منو دو تو زندگی غنیمت چیز ہوتی ہے اور دولت صرف زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے۔ موت کی ضرورتوں کو نہیں۔ یہ انبار تھانے بنائے ہیں۔ یہ تمہیں زندگی میں فائدہ پہنچا سکتے ہیں موت کے بعد یہ تبار سے لیے بے مفقود ہوں گے۔ بالکل اس طرح جس طرح یہ ہماری زندگی میں ہمارے لیے بے مفقود ہیں سامونیکا کی سرزمین ایسے خزانوں کی تحمل نہیں۔ وہاں یہ ایک بے حقیقت شے ہے۔ ہم نے اس خزانے کو صرف تھانہ کی دنیا کی ضرورتوں کے لیے محدود رکھا تھا اور اب جب ہم اپنی دنیا میں واپس جا رہے ہیں تو یہ بے مفقود ہوجھنے جاتا نہیں چاہتے ہیں صرف یہ کہنے کا خواہشمند ہوں کہ اس کے لیے ایک دوسرے کے دشمن مت بن جانا سامے اپنی ضرورتوں کے مطابق تقسیم کر لینا۔ خزانے تمام ساموں تیار ہیں اس جہاز پر سے اپنی ضرورت کی اشیاء کی جہاز پر منتقل کر دو ہم تیار جانا اپنی دنیا میں لے جائیں گے۔ سادرا اس کے بعد اپنی نئی زندگی کی جدوجہد کا آغاز کریں گے۔ میرے دوست مجھ سے پہلے یہ کارروائی مکمل کر لو۔ سوریج کی پہلی کرن کے ساتھ ہم پامال کی گہرائیوں میں پہنچ جائیں گے۔ یہ ہماری خواہش ہے۔“

کیپٹن جان اسٹیون تو جیسے حواس ہی کھو بیٹھے تھے۔ میں نے ساموں کی مدد سے یہ خزانہ دوبارہ کارٹنوں میں بھر دیا۔ میں سمجھتا تھا کہ اب یہ مرحلہ ایک اور خوفناک صورتحال سے دوچار ہو گیا ہے۔ ایسی کا سفر خزانہ اور بے سبب کچھ ایک نئی جدوجہد کا آغاز کرتے گا۔ لیکن اب یہی سبب کچھ ہونا تھا۔ ساموں اس جہاز کا سامان اس جہاز میں منتقل کرنے کے تمام ہی لوگ گلہ مانی کر رہے تھے۔ میں نے عسرت کو روٹے ہوئے دیکھا۔ ڈوئن کا لوبو افسردہ تھی اور گوشتا کا چہرہ مسکرت تھا۔ صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی تھی اور تمام ساموں مروں پر سفیر پیشاں باندھ کر اپنے نئے سفر کے لیے تیار تھے۔ گو میں، سمبو تو واہد دوسرے تمام لوگوں نے میرے ساتھ گنگ کر میری پیشانی چولی۔ گوشتا اور ڈوئن کا لوبو نے بھی ایسا ہی کیا۔ مدرت میرے قریب آئی اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور پھر اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا۔ وہ آہستہ سے بولی۔

”گزارا جانے کب تک جیوں لیکن اپنی زندگی کی آخری“

اور بھائیوں کی کہانی بھوٹ ہے۔ بھائیوں نے مجھے ٹھکر لیا نہیں بلکہ یہ سب ایک خواب ہے۔ ایک سحر ہے جو مجھ پر طاری ہو گیا تھا لیکن اسی سحر میں ایک کالا دمیا موجود تھا اگر واقعی یہ خواب ہے تو اس خواب سے کم از کم تو یہ کچھ تو نہیں کیا جاسکتا۔ وہ تو میرے تمام خوابوں کی تعبیر ہے۔ واپسی کے سفر میں میری جد و جہد شاید سب سے زیادہ تھی۔ میں سب سے زیادہ مستعد تھا اور ہم نے اپنے تجربے کی بنا پر سفر کے اس ہولناک مرحلے میں اپنے تحفظ کے تمام تدابیر کر لیے تھے۔ چنانچہ ہمارا یہ سفر واپسی میں زیادہ پرسکون رہا۔ گو لاتعداد اضطراب پیش آئے تھے اور بعض جگہ موت، یہی چھپتی ہوئی گزرتی تھی لیکن ہم زندگی کے خوابوں تھے اور زندگی کے لیے لڑ رہے تھے۔ میں ڈر دیتا ہوں کیپٹن جان اسٹیون کو، کیپٹن بورس اور مارٹن ایرلڈ کو کہ اس دوران انہوں نے ذرا بھی بچے کے کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ اور خزانے کے یہ انبار مان کو انسانیت سے بہت دور لے جاتے ہیں ہم نے موت کو اس قدر قریب سے دیکھا تھا اور اپنے جیسے انسانوں کی ان خزانوں سے بے نیازی دیکھی تھی کہ وہ ہلکی نگاہ میں بھی بے خزانے بے حقیقت ہو گئے تھے۔ خلاصوں وغیرہ کو تو خزانے کے بارے میں بوجھ نہیں گئے دی گئی تھی کیونکہ جھوٹے ذہن کے لوگ غلط انداز میں بھی سوچ سکتے تھے۔ لیکن خزانہ محفوظ کرنے کے بعد کسی نے اس کی طرف توجہ بھی نہیں دی تھی اور ہم سب زندگی کی بقا کے لیے مصروف تھے۔ جہاز کا یہ سفر طویل ترین تھا اور جانے کتنے حوادث سے گزرنے کے بعد بالآخر ہم ایک سرزمین پر پہنچے۔ یا زور تو یہی کا ایک علاقہ تھا لیکن وہ نہیں جہاں سے ہم اس طرف آئے تھے۔

اب تک اس سلسلے میں کوئی گنگو نہیں ہوئی تھی کہ تہذیب کی دنیا میں پہنچنے کے بعد ہم اپنے تحفظ کے لیے کیا کریں گے کیونکہ اب تک تو ہم زندگی کی جدوجہد کرتے رہے تھے۔ اور بعض اوقات یہ احساس ہوتا تھا کہ شاید ہم زردہ دوبارہ تہذیب کی دنیا میں نہ پہنچ سکیں۔ لیکن اب جبکہ یہ سرزمین ہمارے سامنے آگئی تھی تو دوسرے مسائل منظر کھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ہمارے درمیان ایک میٹنگ ہوئی جس میں تمام لوگ شریک تھے اور یہ مسئلہ زیر گفتگو آیا کہ اب ہم اپنے آپ کو کس حیثیت سے وہاں روٹنا س کر لائیں گے؟ خزانے کے تحفظ کا کیا بندوبست ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس مسئلے پر مارٹن ایرلڈ نے پرسکون بیچے میں کہا۔

”دوستو! تم لوگ یہ حکومت کرو میں اس تمام نسل سے تمہیں نکال دوں گا۔ جس جند کے میں تنظیم کے مقصد کی شکل کرنے میں ناکام رہا ہوں اور ایک ناکام انسان کی حیثیت سے واپس آیا ہوں میں اب میرے شاولیہ پردہ و سرور سے داری اپڑی ہے۔ تمہارے تحفظ کی ذمے داری یہ جہاں تنظیم کی کلیت ہے اور تنظیم کی جڑوں کے مختلف گوشوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جس سے ابتدائی مرحلوں میں ہمیں کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے لیکن میں تنظیم کی مدد حاصل کروں گا اور تم سب کے تحفظ کا بندوبست ہو جائے گا۔ مجھ سے ابتدائی طور پر سوال کیا گیا کہ تم میں ایسی اس نظم میں کیا کر کے لوٹا ہوں تو اس کے لیے میں نے ایک کمیٹی تیار کر لی ہے۔ میں جھوٹ بولوں گا میں یہ کہوں گا کہ میرے من میں کچھ ہلکا سا ہو گیا ہے اور میں واپس چاہوں کہ کچھ نئے انتظامات کے ذریعہ دوبارہ ادھر کا رخ کروں۔ یہ کہہ کر میں ابتدائی طور پر تم سب کی جانبیں پھینکا ہوں۔ تم اپنی منزلوں پر چلے جانا اور میں اپنے آپ کو اس دنیا میں رو پھینک کر لوں گا۔ تاکہ تنظیم مجھے دوبارہ دیا جاسکے“

درحقیقت مارٹن ایروہا اس وقت ایک نعمت ثابت ہوا۔ جہاں جب بند کادے لگا تو متعلق پولیس ہمارے استقبال کے لیے تیار تھی۔ تخریر کے لاجپوں نے اس معلوم جہاز کو گھیر لیا تھا۔ مارٹن ایروہا نے ان لوگوں سے گفتگو کی اور جہاز پر چڑھ لگا دیا گیا۔ مارٹن ایروہا کی کارروائیاں چند ہی گھنٹوں میں منگ لے آئیں۔ بہت سے لوگ وہاں پہنچے تھے اور ان کے بعد تمام معاملات حل ہو گئے تھے۔ تنظیم کی زبردست کارکردگی کا میں جگہ جگہ قائل ہو گیا تھا۔ یہ لوگ جہاں بھی چاہتے اپنی مقصد براری کر لیتے اور انہیں کوئی وقت نہیں ہوتی چنانچہ چند گھنٹوں کے اندر جہاز پر سے پہرا۔ بٹ گٹ اور حالات ایسے ہو گئے جیسے ہم باقاعدہ قانونی تفتیش رکھتے ہوں ہمیں تین دن تک جہاز ہی پر رہنا پڑا اور میرے دن مارٹن ایروہا جو اس دور میں ہمارے ساتھ نہیں تھا واپس آیا اور اس نے ہمیں اطلاع دی کہ تمام مرحلے طے ہو گئے ہیں اور ہم یہاں سے لندن جانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ میں نے اس وقت نزلے کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھا کیونکہ بوس، جانی اسٹیون وغیرہ اب ذرا اسپینس کا شکار تھے چنانچہ میں نے بے نیازی سے کہا۔

”مسر مارٹن ایروہا خزانے کی تعمیر کی ذمے داری کو میں نے میرے پردہ و سرور ہی میں ہی اپنے سب سے بہتر آپ کو پانا ہوں کیونکہ سچ سچ ہی ہے کہ خزانہ میرے ذمے لے لیا گیا ہے۔

”نیک پہنچا لیکن یہاں سے وہ میری دسترس سے باہر ہے اور صرف تمہاری وجہ سے محفوظ رہا ہے چنانچہ ہر لوگ تم جس طرح بھی مناسب سمجھو اسے تقسیم کرو۔“ مارٹن ایروہا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ڈائیر جنرل میں نے دنیا کو جس رنگ میں دیکھ لیا اس کے بعد کوئی اور رنگ میری آنکھوں پر نہیں چڑھ سکتا۔ میں قسمت بھیجتا ہوں جو امرت اور سونے کے اس انبار پر چلنے اور پر حقیقت نہیں رکھتا اور انسان کا اس طرف دوش نہایت اس کی کم ظرفی کی علامت ہے۔ تم جس طرف بھی جاؤ اس کے حصے تخریب کرو۔ مجھے بتاؤ اسے کہاں پہنچانا ہے۔ میں ہر شخص کے لیے انتظامات کروں گا۔ مجھے اس میں سے کچھ نہیں دیکر کیا کیونکہ بوس اور جان اسٹیون حیرت زدہ ہو گئے تھے۔ پھر انہوں نے بھی طرف کا مظاہرہ کیا لیکن بالآخر خزانہ چلے گئے اور میں تقسیم کر دیا گیا اور ہم نے برابر برابر چار حصے تقسیم کر لیے۔ میں نے بھی یہاں کسی قسم کی ذرا فلفل کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ مارٹن ایروہا سے میں نے درخواست کی کہ یہ خزانہ جس طرح بھی ہو سکے میرے وطن منتقل کر دیا جائے اور اس کے لیے میں نے حسن مناجب کا ٹھکانا ہی بتایا تھا مارٹن ایروہا نے کہا کہ وہ یہ کارروائی کرنے کے لیے مزید کچھ وقت تقسیم کے درمیان گزارے گا تاکہ ہر کام ہو جائے۔ اور اس کے بعد وہ اپنے طور پر رہنے کے لیے کچھ کوٹے گا۔ ہم مطمئن تھے یہاں سے کیونکہ بوس اپنے واپس لوٹا اور اپنے واپس لوٹنے میں ایک چلایا گیا اور میں نے لندن جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ کیونکہ وہیں سے میں، باسماں اپنے وطن جاسکتا تھا۔ لندن کے لیے بندوبست کرنے میں کچھ دن مزید صرفت ہو گئے اور پھر ایک دن دو چہرہ کو ساڑھے بارہ سینے مارٹن ایروہا نے مجھے سینے سے لگا کر نصحت کیا۔ اس نے آہستہ سے کہا تھا۔

”جو کہ وہی میرا راستہ تھا اور اس وقت دل تو تپتی جا رہا تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے لوگوں میں حسن صاحب کی کوئی پڑوسی جاکر انداز اپنی دنیا آباد کیوں۔“

طیارہ لندن ایروہا پر اتر گیا۔ کسم ڈیوہ سے فرانسٹ حاصل کرنے میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوا۔ طیارے ہی میں فیصلہ کر چکا تھا کہ لندن میں مختصر سا قیام ڈاکٹر بے مورگر کے علاوہ اور کہاں کیا جاسکتا ہے حالانکہ جہاں موجود تھے۔ لیکن ڈاکٹر بے مورگر جیسی شخصیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ دو میرے مسائل میں برابر کا شریک رہا تھا خزانہ مارٹن ایروہا کے ذریعے منتقل کرتے وقت میں نے پہلی مورگر کو ذہن میں رکھا تھا اور اس کے لیے کچھ ایسی اشاریہ منتخب کر کے لندن میں محفوظ کرادی تھیں جو اس کے شاہان شان ہوتیں۔ ڈاکٹر بے مورگر نے اس سلسلے میں جس اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا تھا اس کے تحت کوئی معاوضہ اسے کیا دیا جاسکتا تھا اور وہی والی بات ہے ”مالِ مفت دل بے رحم“ ہے۔ خزانہ مفت ہی کا تو تھا بے شک میرا نظر یہ اپنا گھر چھوڑنے وقت ہی تھا کہ میں بے نیاز دولت جمع کروں اور اپنے بھائیوں کے سامنے اپنی حیثیت کو منکھ بنا کے پیش کروں اور وہ حیثیت میں نے حاصل کی تھی۔ میں جیسی کر کے ڈاکٹر بے مورگر کے گھر کی جانب روانہ ہو گیا اور جب اس بیگ میں داخل ہوا تو سب سے پہلی ملاقات بیلین مورگر ہی سے ہوئی تھی وہ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وہ دیکھتی رہی پھر بے اختیارانہ الفاظ میں دوڑ کر مجھ سے پلٹ گئی۔

”اورہ خزانہ... خزانہ تم واپس آگئے وہ تم... خزانہ تم خیریت سے تو ہونا؟ ہاں کل ٹھیک ہونا تم؟ وہ لوگ کہاں؟ کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ ہیں؟ کہاں قیام کیا ہے تم نے؟“ اس نے بے شمار سوالات کر ڈالے۔ میں مسکراتا ہوا ہاتھ پھر میں نفاہت سے کہا۔

”اب میں تنہا ہوں بیلین“

”کیا مطلب؟ کہاں چلے گئے وہ لوگ؟“

”تم مجھے اندر جانے کے لیے نہیں کہو گی؟“

”سودی۔ تمہیں دیکھ کر بنانے کیوں اتنی ہی مسرت ہوئی ہے کہ میں سب کچھ بھول گئی آؤ بیٹا زوڈ؟ وہ مجھے لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچی پھر بولی۔

”اس لیے سرد سامانی کے عالم میں، اس انداز میں کہاں سے آرہے ہو خزانہ؟ مجھے کم از کم تفصیل تو بتاؤ۔ اب کچھ دیکھو یہ تو فطری بات ہے کہ میں تمہیں دیکھ کر اس طرح کے سوالات

کہوں میں نے جب بھی ڈیٹی سے منہ ہے، اسے ہی دیکھا ڈیٹی کی بات کرنے لگتے ہیں کہ جیسے وہ تمہیں کسی سارے کے مخلوق سمجھتے ہوں یا آسمان سے اترتا ہو کوئی فرشتہ تو صرف دوسروں کے لیے متحرک رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں خزانہ کی تمہاری شخصیت مجھے ہمیشہ عجیب لگی۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ تم ایک بے وقوف آدمی ہو یا پھر ایک پیچھے ہونے والی خواہنے علاوہ سب کے بارے میں سوچتے ہو۔ میں مسلسل بکواس لگنے کے چار ہی ہوں اور تم خاموشی سے مسکرا رہے ہو۔ مجھے بتاؤ گے نہیں کیا میں واقعی خود ہی لے دو وقت ہوں؟ میں اس کے ان الفاظ پر ہنس پڑا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تم مجھے بتانے کا موقع تو وہ لین سوال پر سوال کیے جا رہی ہو اور میں فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ تمہیں پہلے کون سے سوال کا جواب دوں؟“

”اورہ میری کیفیت شاید واقعی بہت خراب ہو گئی ہے۔ اچھا چلو ٹھیک سے پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں کچھ پلاؤں؟“

”ہاں کوئی مشروب ٹھنکا“

”ابھی تو“ بیلین خود ہی مددگاری ہوئی باہر نکل گئی لیکن واپس آئی تو ایک ملازم اس کے ساتھ تھا۔ جو مشروب کا جگ اور گلاس وغیرہ اٹھائے ہوئے تھا۔ بیلین نے خود ہی وہ نقیض مشربت مجھے دیا جسے جانی گرفت کا احساس ہوا تھا۔ وہ خود بھی مشربت کے چھوٹے چھوٹے ٹپس لے رہی تھی پھر بولی۔ ”ہاں اب یہ بتاؤ پہلے اچھا یہ بتاؤ کہ وہ لوگ کہاں گئے؟“

”ساموں؟“

”ہاں عجیب سا نام ہے ان لوگوں کا کہاں گئے وہ سب؟“

”انہیں میں نے ان کی منزل تک پہنچا دیا؟“

”اورہ میرے خدا گویا... گویا جس مقصد کے لیے تم کو شال تھے وہ پورا ہو گیا؟“

”ہاں بیلین۔ میں اپنی اس ذمے داری سے فاسخ ہو گیا۔“

”ڈاکٹر ویری گڈ اور وہ لڑکی ڈوٹس کار بوجو دلوں کا حال بتاتی تھی؟“

”وہ ساموں تھی۔ اپنی دنیا میں واپس چلی گئی۔“

”یہ ساموں کی دنیا کہاں ہے؟“

”سمندر کی گہرائیوں میں۔ پانچ میں، میں نے جواب دیا اور وہ پانچ کا انگریزی میں ترجمہ کرنے لگی پھر گردن ہلا کر بولی۔

"بہر طور بہت پر اسرار رکھیل تھا۔ ڈیڑی نے مجھے کچھ تفصیلات بتائی تھیں۔ مجھے تو یوں غزالی یقین نہیں آیا تھا کیسی سچہ کچھ دار لوگ جو بات کہیں اسے یقین نہ آنے کے باوجود مان لینا پڑتا ہے تو غزالی اب تمہارا کیا ہوگا کہ ہے؟" "یہ نہیں ہیں۔ اپنے وطن واپس جاؤں گا۔ اپنی دنیا آباد کروں گا۔"

"یہی لندن میں کیوں نہیں رہ جاتے؟ ہم تمہارے لیے وہ تمام بندوبست کریں گے جو ضروری ہوگا۔" "نہیں! میں مجھے اپنے وطن سے پیار ہے سو ہی سہی میرے لیے زندگی ہے۔ کوئی بھی دوسری جگہ مجھے اس سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔"

"ہمارا لندن بھی نہیں ہے؟" "جڑامست ماننا میں اپنی ہی زمین پر خوش رہ سکوں گا؟" "ہیلی کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے پیر چھائی سی آئی تھی لیکن دوسرے لمحے وہ پھر مستدل ہو گئی۔ میں نے ڈاکٹر مورگر کے بارے میں پوچھا تو ہیلی نے بتایا کہ وہ کلنگ کیل ہے۔ اس کا کاروبار مناسب انداز میں جاری ہے۔ ڈاکٹر مورگر سے شام کو ساڑھے پانچ بجے ملاقات ہو سکی تھی۔ اس نے مجھے یہ پناہ مشرت کا اظہار کیا اور میں نے اسے مختصر تفصیل بتادی۔ میں نے اسے بتا دیا کہ ساموں اب اپنی اپنی دنیا میں پہنچ گئے ہوں گے۔ وہاں ان کے مسائل جو کچھ بھی ہوں لیکن کم از کم میری وہ ذمہ داری ختم ہو گئی جو میں نے خود پر مسلط کر لی تھی۔ ڈاکٹر نے مورگر کے ساتھ طرح طرح کے معاملات کرنا ہی نہیں بھی اس میں شریک رہی۔ پھر ڈاکٹر نے مورگر کے گھر میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔"

"تم جسٹس کے ساتھ گفتگو کرو۔ رات کو تم سے تفصیلی باتیں ہوں گی۔ ابھی تھوڑی دیر میں میری ایک شناسا آنے والی ہیں جو معاملات چل رہے ہیں ان سے حد درجہ مل ایک مریض میرے کلینک میں داخل ہے۔ کافی عرصے سے وہ بھی تمہاری ہی سرگزین کا باشندہ ہے۔ ایک جوٹ بھی اس کے سر میں جس کا وجہ سے وہ ذہنی طور پر تقریباً معطل تھا لیکن تھینکس کا ڈکرا ب وہ بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا ظاہر ہے یہ ڈاکٹر کے ذاتی معاملات تھے۔"

آج سے تھوڑے عرصے کے ہو گا میں اور ہیلی مورگر عمارت کے لان پر پہل تفریح کر رہے تھے کہ ساہنگ کی ایک خوبصورت گاڑی آ کر کی اور ایک عورت اس سے باہر نکل آئی تیرہویں تھی ورنہ شاید اس وقت مجھے اس کی صورت نظر نہ آتی۔ یونی

کے زیادہ ہی اثرات ہوئے تھے۔ وہ ہاگلوں کی طرح صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی وہ دوڑتی ہوئی میرے قریب آئی میرے ہاتھ کا کارڈ پڑھ لیا اس کی آنکھوں میں شدید حسرت نظر آ رہی لی اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے مورگر کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ "میرے... خیریت کیا ہو میڈم ساریہ؟ کیا بات ہے؟" لیکن ساریہ نے ڈاکٹر کی آواز نہ سنی وہ بدستور بچھے بچھے رہی تھی۔ میں نے سکرانی نگاہوں سے اسے دیکھا اور ساریہ نے میرا کوٹ چھوڑ دیا۔ میں نے کوٹ کی شکلیں رست کیں اور آہستہ سے پوچھا۔

"کیسی ہو ساریہ؟" وہ حد تک ماتھے دیکھی رہی پھر اس کے چہرے پر تجملات کے آثار نظر آنے لور پھر وہ تھکے تھکے سے انداز میں پیچھے ہٹ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ "آپ دونوں ایک دوسرے سے سختی واقف معلوم ہوتے ہیں؟" ڈاکٹر نے مورگر کے کہا اور میں نے سکرانہ لڑکی ہلا دی۔

"ہاں ڈاکٹر ساریہ سے میرا طویل ساتھ رہ چکا ہے۔" "تم زبرد ہو؟ تم زبرد ہو غزالی؟" "ہاں میڈم ساریہ آپ کا خیال تھا مجھے مرنا چاہیے تھا؟"

"نہیں میں جانتی تھی تم مرنے والوں میں سے نہیں ہو۔... غزالی میں بس میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔" "ساریہ زندگی ایسے ہی ہے۔ سب کے واقعات سے جا رت ہوتی ہے۔ نجانے کیا کیا ہوتا ہے اس زندگی میں۔ نجانے ہم کیا کیا سوچتے ہیں کیا کیا چاہتے ہیں۔ یہی بہت سے معاملات ہمارے بس ہیں نہیں ہوتے۔"

"تم کیسے چھوڑے تو تیار ہو؟" "بالکل ٹھیک ہوں اور معافی چاہتا ہوں کہ اس وقت تمہاری اس تنہائی میں مداخلت کی۔ میں نے غیبی لان بری کی دیکھ لیا تھا اور میں اپنے آپ کو تم سے ملنے سے باز نہ رکھ سکا۔"

"اوہ غزالی تم... تم پلینز... مگر تم ڈاکٹر نے مورگر کے ہاں کیسے نظر آئے؟ جو کوئی مسئلہ ہے یا صرف تمہاری شناسائی ہے؟" "میریم بہتر ہے۔ آپ غزالی کو بھی بیٹھنے کی پیشکش کریں اور گلین کے گفتگو کریں مگر آپ تنہائی چاہتی ہیں تو ہم باپ بیٹی بھی آپ کی تنہائی میں مداخلت کرنے کو تیار

سرزری اعلا میں، میں نے اسے دیکھا تھا لیکن دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا تھا۔ میں شدید رہ گیا۔ آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا لیکن جو شخصیت اس کار سے اتنی تھی وہ اتنی فرام نہیں تھی کہ ایک بار اسے نظر اعزاز کر دیا جاتا۔ وہ ساریہ تھی سو فیصد ساریہ۔ وہ خوفناک عورت جو ایک جرائم پیشہ گروہ کو کنٹرول کرتی تھی۔ وہ ہولناک عورت جس کے سامنے انسانی زندگی کا کوئی مصروف نہیں تھا۔ وہ جو کسی کو ایک لمحے میں قتل کر سکتی تھی اور اس سے جو جنگیں ہوتی تھیں اور جس انداز میں وہ فرار ہوتی تھی وہ سب ایک لمحے میں میرے ذہن میں آ گیا۔ ساریہ نے ہمیں نہیں دیکھا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈاکٹر کے مورگر کی رہائش گاہ کے صحنہ دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ مجھے اس طرح دیکھ کر البتہ ہیلی نے پوچھا۔

"کیوں تم اسے اس انداز میں کیوں دیکھ رہے ہو؟" "کیا وہ تمہاری کوئی شناسا ہے؟" "یہ کون سے ہیلی کون ہے یہ؟" "ڈیڑی کی وہ کلانٹ جس کا وہ انتقال کر رہے تھے۔" "خالی اس کا نام ساریہ ہے۔ اس کا کوئی مریض ڈیڑی کے کلینک میں داخل ہے؟" "ہیلی نے بتایا اور میں نے یہ یقین ہو گیا، ہیلی نے پھر اس بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلی میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" "اگر وہ تمہاری کوئی شناسا ہے تو آؤ ہم اس سے ملاقات کیسے کیسے ہیں اس میں مشکل کیا ہے؟ مگر کون ہے وہ اور تم اسے کیسے جانتے ہو؟ کوئی خاص بات ہے؟" "کیا تم اس عورت سے باقاعدہ ملی ہو؟" "نہیں۔ ڈیڑی کے بہت سے کلانٹس گتے رہتے ہیں۔ اخلاقاً کبھی ان کا تعارف بھی ہو جاتا ہے بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"آؤ ہیلی وہ ایک انوکھی شخصیت ہے۔ ذرا معلوم تو کریں کچھ کیا ہے؟" "ہیلی نے اس کے بارے میں کہا جہاں ڈاکٹر نے مورگر ساریہ کے ساتھ موجود تھا۔ ہم دونوں اندر داخل ہوئے تو ڈاکٹر نے مورگر کے پر توک استقبالیہ کیا۔ ہماری آمد سے اسے کوئی گرفت نہیں ہوئی تھی بلکہ شاید اس لیے اس نے ہمیں اپنی اس گفتگو میں مدعو نہیں کیا تھا کہ اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ساریہ نے مجھے دیکھا اور اس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہیں ہوئی تھی بلکہ اس پر

نہیں ہیں۔ ہم آپ کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کے قطعاً تو ضرورت سے زیادہ ہوں اچھے معلوم ہوتے ہیں۔" "ہاں ڈاکٹر غزالی سے میری زندگی کا ایک ایسا باب وابستہ ہے جسے میں موت کے وقت تک نہیں بھول سکتی۔ غزالی۔ غزالی واقعی تم سے میرے ذہن کو کھڑے کھڑے کر کے رکھ دیا۔ تمہیں دیکھ کر خوشی بھی۔ دن ہے اور عرصہ بھی آ رہا ہے۔"

"عقد مجھ پر نہیں آنا چاہیے ساریہ شاید تمہیں حقیقتوں کا علم ہو چکا ہو بلکہ وہیں ہو گیا تھا۔ بہر طور میری تمہاری مرضی۔ مگر عقد کرنا ہے تو میرا خیال ہے اس وقت میں تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"نہیں وہ ساریہ تو بہت ہی میں مر گئی تھی جسے غم آتا تھا اور جو... اور جو۔ ہاں غزالی سچ کہہ رہی ہوں بلکہ ہمارے کہیں نہیں ہے۔ میں خود اسے بہت ہی سہی میں دفن کر چکی ہوں۔"

"مگر دیری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ تمہا ایک دوسرے کے بارے میں بھی کافی جانتے ہو مگر بھائی ہم بھی دوستوں ہی میں شمار ہوتے ہیں کیا ہمیں کچھ نہیں بتایا جائے گا؟" "ڈاکٹر نے مورگر سے کہا۔"

"یہ حقیقت ہے ڈاکٹر کہ اگر اپنی اور دوسرے کی کلانٹ بنانے بیٹھ جاؤں تو شاید ایک طویل وقت تک جاتے یوں کچھ لو ہماری ملاقات بہت ہی ہوتی تھی اور ہمارے درمیان کچھ ایسے معاملات چلے جنہیں فرودستان کہا جا سکتا ہے۔ بس اس کے بعد کچھ ہنگامے ہونے اور میڈم ساریہ شاید زندگی کے راستے سے ٹکرائی ہوئی یہاں تک آگئیں اور سان کی زندہ واپسی کا کوئی امکان نہیں تھا۔"

"اوہ۔۔۔ یعنی خوفناک لوگوں کی خطرناک باتیں اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں اس سلسلے میں؟" "وہ سب کہاں ہیں؟ کیا ہوا ان کا؟" "مسب ایسی منزل پر پہنچ گئے سب ٹھکانے جا گئے۔" "اور وہ طبیعت؟ وہ طبیعت کا خزانہ کیا ہوا؟"

"میریم کا خزانہ ان کے ساتھ تھا جو کیا ساریہ سب کچھ برآمد ہو گیا کوئی خزانہ نہیں تھا کچھ بھی نہیں تھا۔" "تو تم نے اپنی زندگی کو بیکار صاف کیا۔ میں تم سے نہ کہتی تھی کہ ان بیکروں میں نہ پڑو۔" "خیر ساریہ جو کچھ میں نے کیا کہنا رہا وہ اب پرانی بات ہو چکی ہے۔ میری ہاں باتوں کو دہرا تا بھی نہیں جاتا بلکہ ڈاکٹر

پلینڈر داخل ساریہ اور میرے درمیان ایسے معاملات رہ چکے ہیں جس پر گفتگو کرتے بیٹھیں تو شاید دن لگ جائیں۔ اس لیے اس موضوع کو ختم کر دینا میرے ہرگز ساریہ تم اپنی سناؤ کیا کر رہی ہو؟

"میں کچھ نہیں کرتی جس کو میرے اٹانے تھے ان میں سے کچھ میرے پاس موجود ہیں ابھی میں زندگی گزار رہی ہوں اور اپنی زندگی کا ایک مقصد تعمیر کر رہی ہوں۔ میں نے شادی کلا ہے؟"

"اور جو کیا واقعی؟"

"ہاں۔ تیرے دو ایسی بر بھے تمہارا ایک ہم وطن مل گیا تھا۔ بیچارہ ذہنی طور پر ختم ہو چکا تھا۔ ہاگول کی طرح جنگوں میں مارا مارا پھرتا تھا۔ وہ میرا سہارا بنا اور میں اس کا ہم دونوں ہی وہاں سے نکل آئے اور اس کے بعد... اس کے بعد نجاتے کیا کیا ہوا۔ کہاں کہاں بھٹکتے رہے ہم لوگ پھر میں نے اس سے شادی کر لی۔ اور اب میں اسے ڈاکٹر کے طور پر کے پاس بفرق علاج لانی تھی کیونکہ اس کا ذہنی توازن ڈسٹریٹ تھا اور وہ ٹھیک نہیں تھا کسی ڈاکٹر سے موگر کرنے میرے اوپر بڑا احسان کیا اور اب... اب وہ بالکل ٹھیک ہے؟"

"میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کر ساریہ۔ بلاشبہ تم نے زندگی میں ایک بہتر کام کیا ہے اور اپنی وہ پچھلی زندگی...؟"

"دوسرے کچھ چیزیں ہیں۔ بھول گئی ہوں اسے۔ اسی ساریہ کے ساتھ دنیا داٹھا، میں نے اپنی ماضی جو بہت مٹی تھی اور اب... اب میں بالکل مختلف ہوں۔ ہم تھوڑے عرصے کے بعد ہندوستان جانے والے ہیں میں اپنی بقیہ زندگی وہیں گزاروں گی؟"

"مجھے اپنے شوہر سے نہیں ملاؤ گی؟"

"کیوں نہیں وہ ڈاکٹر کے کلینک میں ہے اور اب بالکل ٹھیک ہو چکا ہے۔ میں نہیں ضرور اس سے ملاؤ گی غزالہ ضرور ڈاکٹر آپ اب میرے بارے میں بتائیے۔ آپ نے مجھے بتایا تھا کیا کہنا چاہتے تھے؟"

"مجھنی بتایا تو میں نے تمہیں اپنے مقصد کے تحت تھا لیکن یہاں تو بہت کچھ ہو گیا اب میں جو کہتا چاہتا تھا وہ نہیں کہوں گا؟"

"کیا مطلب ہے؟"

"مجھی کاروباری گفتگو ہونی تھی لیکن وہ جس کا تعلق ذہنی غزالہ سے ہے میرے دوست جوتے ہیں اور میں ان سے

کا دوبارہ نہیں کر سکتا۔ سو ری میڈم ہمارا آپ کا حساب ہزارہ "ار سے نہیں نہیں ڈاکٹر یہ بالکل نہیں ہو سکتا غزالہ پر تو مناسب نہیں ہو گا کسی بھی طور یہ سب کچھ نہیں کر سکتا؟"

"ہاں ساریہ ڈاکٹر کو مجھے شرمندہ کرنے کی عادت پڑ چکی ہے۔ میرے لیے یہ آتا ہے کہ چکے ہیں کہ کبھی سوچتا ہوں تو مرمز آنے لگتی ہے کہ جواب میں، میں کیا دے سکتا ہوں انہیں؟"

"مجھی تم جیسا دوست مل گیا اور کیا چاہیے؟ ہاں اگر ایک ہلکے ہڈی گفتگو کرتے رہے پھر ساریہ سے میرے بھانجے ڈاکٹر سے سوگر سے کہا۔"

"ڈاکٹر میں اس شخص کو کچھ دیر کے لیے تم سے اجازت مانگنا چاہتی ہوں؟"

"میں غزالہ کو؟ ڈاکٹر سے موگر کرنے پوچھا۔"

"ہاں اگر تمہاری اجازت ہو تو، ڈاکٹر سے سوگر ہونے لگا لیکن یہاں سے چینی ہو گئی تھی۔"

"لوہ میڈم ساریہ میں غزالہ ہمارے پاس بھی تو آئی ہے؟"

"ہی۔ ہمیں کچھ گفتگو کرنی ہے۔ آپ ایسا کریں کل دن میں ان سے ملاقات کریں؟"

"ہاں پلینڈر تو اصل موجود حال سے واقف نہیں ہو۔ میرے لیے یہ تھوڑا سا دکھ برداشت کر لو۔ مجھے زیادہ ضروری کام چلن ہے؟"

"اس کا فیصلہ میرا خیال ہے میں غزالہ ہی کر سکتے ہیں؟"

"ہاں نے آہستہ سے کہا لیکن اس کا لہجہ شوگر اور نہیں تھا۔ یہ لڑکی بہت اچھی تھی۔ مجھ سے متاثر تھی لیکن اس نے کبھی بہت زیادہ اچھے بن کر مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ ہر شخص کے لیے میں اسے ٹھکانا بنا رہا تھا۔ اس وقت ساریہ کے سامنے میں نے اسے بدل کر نامناسب نہیں سمجھا اور ساریہ سے بولا۔"

"ساریہ ہمارا تمہاری ملاقاتیں تو اب جاری رہیں گی۔ چنانچہ آج مجھے نہیں رہنے دو تو بہتر ہے۔ ساریہ ایک گہری سانس لے کر چپکے سے انداز میں نکلتی ہوئی بولی۔"

"میں ایک شادی شدہ عورت ہوں غزالہ تمہیں اب مجھ سے کوئی خطرہ نہیں۔ دونا چاہیے۔ سامنے کے کچھ باب دہرانے تھے خیر کل ہی، وہ دوسرے دن گیارہ بجے مجھ سے ملاقات کرنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ ڈاکٹر موگر ہونے لگا تھا بھر لولا۔"

"مجھی یہ میڈم ساریہ بھی خوب ہیں اپنے شوہر کو میرے ساتھ ملائے کے لیے لائی تھیں اور بالکل تھیں ان کے لیے۔"

ی جذباتی سی خاتون معلوم ہوتی ہیں۔ بہر حال مجھے خوشی ہے میرے ذریعے ان کا یہ کام ہو گیا؟"

"اور کچھ جانتے ہیں آپ ساریہ کے بارے میں ڈاکٹر؟"

"نہیں۔ میں اپنے کلرٹس سے ان کے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں سوالات نہیں کرتا۔ مجھے انہوں نے حادثے کی پیشگی ادا بیٹی کر دی تھی اور بس۔ باقی میری ذمہ داری یہ تھی کہ ان کے شوہر کو صحت مند کروں سو وہ میں نے کر دیا۔ ویسے کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں ڈاکٹر میری ان کی بہت میں ملاقات ہوئی تھی۔ انہی سامانوں کے معاملات میں غالباً یہ سوال کا دورہ کرنے لگتی تھیں اور اس وقت شادی شدہ نہیں تھیں؟ یہاں نے انہیں کیوں ہنس پڑی تھی۔ بہر طور میرے نہ جاننے سے خوش ہو گئی تھی۔ رات کو دو بریک مین مجھ سے باتیں کرتے رہی اور مجھ سے میرے پروگرام ترمیم کرنے کے لیے کہتی رہی لیکن ظاہر ہے اس لڑکی کو میں دل کی باتیں کیا بتاتا اور بتاتی تھی تو وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اسے یہاں سے بتائے بغیر ہی روانہ ہوں گا ورنہ یہ مطلب جان بن جائے گا۔ دوسرے دن مجھے اپنے بھی کام کرنے تھے چنانچہ میں صبح ہی صبح وہاں سے نکل آیا۔ یہاں سے بڑی مشکل سے جان بچ گئی تھی۔ مجھے اپنے کاموں کے درمیان ساریہ سے ملاقات کا وقت بھی یاد نہ رہا۔ میں اپنے ذہن واپسی کے لیے تیار کیا کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے وہ ایشیا بھی حاصل کیس جو میں بہن کو دینا چاہتا تھا۔ بہن کا ایک نہایت قیمتی ہاتھی کچھ قدم طرز کے زیورات جو قیمتی تھے اور نوادرات میں بھی شمار ہوتے تھے۔ سونے کے کچھ سکے اور اور ایسی ہی دوسری چند ایشیا جو مارٹن ایئرٹو کا رعیت سے یہاں محفوظ ہو گئی تھیں اور بقیہ ہندوستان پہنچا دی گئی تھیں۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں ایک ٹیکسی میں غزرا تھا کہ دفعتاً ہی مجھے ساریہ سے ملاقات کا خیال آیا۔ اتفاق سے اس وقت ڈاکٹر نے مراد کے کلینک سے دور نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے ٹیکسی کا رخ بدلا لیا اور کلینک ہی پہنچ گیا۔ ساریہ میرے اندازے کے مطابق کلینک میں موجود تھی اور ڈاکٹر سے سوگر کے آفس میں بیٹھی ہوئی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے شکایتی انداز میں کہا۔"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں غزالہ کہ اب میں تمہاری ذات کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوں۔ بھراں طرز سے یہ وقتانی کیوں برت رہے جو

"ایک سوال رات کو مجھی میرے ذہن میں کلنگ رہا تھا۔ کیا ماضی میں کبھی اس ساریہ میرا مطلب ہے میڈم ساریہ آپ غزالہ کے لیے خطرہ رہی ہیں؟"

"ہاں یہ ساریہ نے کہا اور ہے، اختیار نہیں پڑی۔"

"اب میں اس خطرے کی نوعیت تو نہیں پوچھوں گا۔"

بہر حال اب تو انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

"نہیں نہیں میں اپنے شوہر سے بے حد محبت کرتی ہوں۔ ساریہ ہنس پڑی ہوئی بولی۔"

"مگر یہ اچھی بات ہے۔ دراصل میں اپنے دوست کو کسی خطرے میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا؟"

"آؤ میں تمہیں اپنے شوہر سے ملواؤں غزالہ یہ ساریہ نے کہا اور ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگی۔"

"ہاں ہاں۔ پلینڈر ضرور۔ ویسے بھی اب آپ انہیں ساتھ لے جا رہی ہیں۔ میرا تسلط ان پر سے ختم ہو گیا ہے یہ ساریہ نے شکر یہ ادا کیا اور میرے ساتھ آمد نہی تھی کہ جانب چل پڑی۔ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔"

"مجھ کو قادر میں کیسے لائی ہوں تمہارے ہم وطن غزالہ کو؟"

میں بھی مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ ایک شخص ایک آرم کرسی پر دروازے گریٹ پر رہا تھا اس نے شہل کے کچھ دیکھا اور پلیر دفعتاً گریٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ میرے بدن کو بھی ایسا شدید جھٹکا لگا تھا جیسے ہزاروں دولت کا کرنٹ میرے جسم میں دوڑ گیا ہو۔ میری آنکھیں ناقابل یقین انداز میں اس شخص پر جمی ہوئی تھیں اور میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت بیدار ہو رہی تھی۔ میں انہوں کی طرح دو قدم آگے بڑھا۔ اور اس کی بھی یہی کیفیت تھی وہ بھی آگے بڑھا اور پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے اس طرح چپکے چپکے ٹپکنے کا نام دیا نہ لیتے تھے۔ ساریہ ہاگول کی طرح گھڑی مسکرائی تھی۔ یہ قادر ہی تھا میرا دوست۔ میرا لونیوٹی کا ساتھی وہ جس نے ساتھ میں بہت میں داخل ہوا تھا اور اس کے بعد ہم دونوں کو ایک حادثہ پیش ہو گیا تھا۔ میں سے تعدد کو مرہ لگا لیا تھا۔ کیونکہ بظاہر اس کی زندگی کے کوئی اتنا نہیں تھے۔ میں ہی گیا تھا بس وہ بھی اتفاقاً طور پر ہی۔ ماضی کا ایک ایک لمحہ میرے ذہن میں تازہ ہو گیا۔ قادر جیسا بے لوث اور نکلن انسان اس طرح مل جائے۔ تو دار کی کیفیت مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ وہ درجہ تک میرے سینے سے چمٹا رہا۔ چمٹا رہا۔ میرے ہی آگے بڑھی

کیوں برت رہے جو

”غزالی تم نے کہاں کہاں پیچھے کاٹے ہوئے ہیں میں نہیں جانتی۔ پھر یہ تو قبضہ تھا ہی تمہارا۔ اب میرے شوہر پر بھی قبضہ جمائے رہے ہو“

”آہ سارہ تم نہیں جانتی میری زندگی کے کتنے خوشگوار لمحے ہیں یوں لگتا ہے جیسے قدرت... جیسے قدرت مجھے آہستہ آہستہ میری نیکیوں کا صلہ دینے پر تکی ہوئی ہے یہ اور دست قادر میرے دل پر ایک داغ کا مانند تھا۔ اس کی موت کو شاید میں مرتے دم تک نہیں بھول سکتا تھا۔ وہ میرے لیے مرنا ہی سارہ تم نے مجھے میرا دوست واپس کر دیا۔ میں تمہیں اس کا کوئی صلہ نہیں دے سکتا“

”جی نہیں مجھے اپنے شوہر کی قیمت نہیں چاہیے یہ تمہارا کیسا ہی دوست ہو میرا شوہر ہے“

”بے شک اولاد میرے لیے اس قدر قابل احترام ہو ساریہ کہ میں تمہیں سنا نہیں سکتا“

”بھئی غزالی بیٹھ جاؤ۔ تم میری ذہنی کیفیت کا اندازہ نہیں لگا رہے۔ آہ سارہ کیوں لگتا ہے کہ تم میری ساریہ بہت اچھی بیوی ہے۔ بہت اچھی انسان ہے۔ ہم دونوں کی ملاقات بہت میں ہوئی تھی مگر تفصیل سے گفتگو ہوگی۔ ساریہ ڈاکٹر مورگر کیا کہتے ہیں؟“

”انہوں نے مجھے واپسی کی اجازت دے دی ہے۔ تمام امور طے ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ہم واپس چل سکتے ہیں؟“

”تو پھر چلو۔ باقی گفتگو پہلے سے چلنے کے بعد ہوگی۔“

ڈاکٹر نے مورگر سے اجازت لے لی اور تھوڑی دیر کے بعد ساریہ ہمیں اپنی خوبصورت کالی کار میں بٹھارے گلی۔ ایک حسین فلیٹ جو دروازے پر تھا ساریہ کی ملکیت تھا اور وہ یہیں رہتے تھے۔

فلیٹ میں ساریہ ایک گھر پر عورت کی حیثیت سے کاموں میں مصروف ہو گئی۔ مجھے اور قادر کو اس نے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ قادر بے پناہ مسرت کا اظہار کر رہا تھا اور اس نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ وہ حادثہ اس کی زندگی کو چھین لینے کا باعث بن گیا لیکن تقدیر کو اس پر رحم ہوگا اور کسی ایسی نگہ گر پڑا جس کے بارے میں آج اسے کچھ بھی نہیں معلوم۔ پھر وہ نہیں جانتا کہ وہاں سے وہ کہاں کہاں گھومتا رہا۔ کبھی کبھی کچھ حیات کے لیے ٹھاک واپس آجاتے تو اپنے بارے میں سوچتا بہت میں وہ شاید کسی ہسپتال میں بھی باہر شاہد لاک۔ آپ میں بھی اور پھر لاک آپ سے بھی نکل آیا۔ اسے نہیں یاد رہا تھا کہ وہ کون ہے، کیا ہے، کہاں رہتا تھا، پھر اجنبی جنگلوں میں

جہاں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ ساریہ میرے لیے انتہائی محترم ہے کیونکہ وہ میرے دوست کی بیوی ہے، ساریہ جی جذباتی ہو گئی تھی۔ رات کو تو بیٹا سارہ سے اٹھ بیٹھے انہوں نے مجھے اجازت دی۔ ساریہ نے مجھے چھوڑنے کی پیشکش کی لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی تھی اور کہا تھا کہ میں جس سے جاؤں گا۔ یہ میرے لیے ضروری ہے۔ یہیں ملازم تھی۔ ہر چند اس نے میرا استقبال پر خوش انداز ہی میں کیا تھا لیکن اس کی آنکھوں سے کبھی کا اظہار ہوتا تھا۔

”یہ تو تمہاری عادت ہے غزالی کہ تم ہمیشہ مجھے نظر انداز کرتے رہے ہو اور دوسروں کو ہمیشہ مجھ پر فریفت دی ہے“

”ہاں یہ کبہر مجھے ذلیل مت کر دیا یہی بات نہیں ہے۔ بس دیر بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ مجھے ان پر معروف ہو جانا پڑتا ہے۔ ویسے بھی بہت مختصر وقت تمہارا اہمان بولنا پڑتا ہے۔ ہندوستان آگئی تو میں تمہارا پڑ پڑ خوش استقبال کروں گا“

ہیلن عجیب کی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔ اس کے بعد میں نے ہیلن کو اپنے وہ تعارف پیش کیے جنہیں دیکھ کر وہ بے ہوش ہوتے ہوئے بچی تھی۔

”تو... تو غزالی میرے معلوم ہوتے ہیں۔ اتنے سارے میرے اذیت نواز رات۔ اوہ میرے خاکسار تدریس ہیں یہ غزالی... یہ سب یہ سب اور سونے کے یہ سکتے ہیں کی حالت خراب ہو گئی تھی۔“

”یہ سب تمہارے لیے ہیں ہیلن۔ میری طرف سے ایک تحقیر سا انداز“

”غزالی یہ... میں ڈیڑھی کو دکھا دوں؟“

”اکھیں نہیں دیکھیں تم نے انہیں قبول کر لیا ہے نا۔ اب تم ڈاکٹر کے محرم کی کوئی بات نہیں منو گی“

”ڈیڑھی... ڈیڑھی... ہیلن چپتی ہوئی جھاک گئی اور میں منکرتے ہوئے سوچنے لگا کہ عورت زلیزلات، دولت اور برائی کے سامنے ہر شے کو فراموش کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر نے مورگر باگلوں کی طرح منہ جھانسنے میرے کمرے میں آیا تھا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا۔

”غزالی یہ سب کیا ہے؟ یہ کیا ہے میرے دوست؟“

”ہیلن کے اذیت نواز رات میں یہ معاملہ ہو گیا ہے ڈاکٹر کہ آپ کچھ بھی کہیں یہ چیزیں اب ہیلن کی ملکیت بن چکی ہیں اور وہ ان کا تحفظ کرے گی“

”مگر غزالی میں سیرا شناس ہوں۔ یہ تو لاکھوں ڈالر کی ملکیت کے ہیں اور یہ زلیزلات تم اتنا بڑا تحفظ ہمیں نہیں دے

کے غزالی۔ یہ سب کچھ ہم قبول نہیں کر سکتے۔“

”ڈاکٹر یہ اس خزانے کا ایک تہہ، ساتھ سے جو مجھے اس ہم کے دوران حاصل ہوا ہے۔ میں نے آپ کو نوکری نہیں دیا ڈاکٹر۔ ہیلن کے لیے میرے دل میں ایک عزت ایک مقام ہے۔ اگر آپ اس پر اعتراض نہ ہی کریں گے تو مجھے خوش ہوگی۔“

”تم نے بہت زیادہ کچھ دے دیا ہے مجھے میں اس بار سے رکن نہیں اٹھا سکوں گا“

”جی نہیں ڈاکٹر ہیلن آپ نے مجھے جو کچھ دیا وہ میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ یہ کبھی گفتگو نہ ہونی تھی۔ بہ طور یہ چیزیں ڈاکٹر نے قبول کر لیں۔ اس کے بعد میں اور قادر یہاں سے واپسی کی تیار لوں میں مصروف ہو گئے۔ ہیلن بارہا اس بات کا اظہار کر چکی تھی کہ وہ میری واپسی نہیں جانتی لیکن ظاہر ہے میں اس کی بات کو نیا دہ اہمیت نہیں دے سکتا تھا۔ دو دن مزید ہمیں یہاں تیار لوں میں گئے۔ قادر اپنا فلیٹ چھینا چاہتا تھا۔ گاڑی بھی اسے فروخت کر لی تھی لیکن میرے اہلکار پر اس نے فتنے ڈاری ڈاکٹر نے مورگر کے پیر کر دی۔ ڈاکٹر نے وہ لیکار فلیٹ اور گاڑی فروخت کر کے بعد اس کی رقم ہندوستان منتقل کر دی جانے لگی۔ قادر کچھ اٹھا ہوا سوتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں کیا تھا۔ وہ پناہ کا بدلہ چھوڑ چکا تھا۔ ہوش کا پتا نہیں کیا تھا۔ وہ اظہار ہے کہ اس کی فراموشی میں اس کا چیلنے دینا ممکن نہیں تھا۔ لیکن میں اپنے ذہن میں کچھ اور فیصلے کر چکا تھا۔ چنانچہ میں نے قادر کو مجبور کر دیا کہ وہ میرے ساتھ ہی ہندوستان چلے۔

جب ہم اپنے وطن واپس روانہ ہو رہے تھے تو میری اور قادر کی ذہنی حالت بہت خراب تھی۔ ساریہ ہم دونوں کی اس کیفیت پر مسکراتی تھی۔ ویسے دوران سفر اس نے اس خدمت کا بھی اظہار کر دیا کہ چونکہ وہ ساریہ نہیں لے جاسکے اس لیے انہیں وہاں دقتیں پیش آئیں گی۔ میں نے ساریہ کو اطمینان دلانے کے لیے کہا کہ اب میں اتنا خراب بھی نہیں ہوں کہ انہیں اس وقت تک ساتھ ہاں مہمان نہ رکھ سکوں جب تک وہ لوگ اپنی یہ دولت حاصل نہ کریں۔ ساریہ میں کراؤ محسوس ہو گئی تھی۔ ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے اور اب میں دھڑکتے دل کے ساتھ حسن مذاہب کی کوٹھی کی جانب جا رہا تھا۔ اپنی اس وقت کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ نجائے کیا کیا احساسات میرے دل میں تھے۔ نجائے کیا کیا قصورات تھے کوٹھی میں پہنچ گیا۔ لیکن اسے اترا اور اس کے بعد دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ قادر اور ساریہ میرے ساتھ تھے۔

دروازے پر چوکیدار بابا موجود تھا جو مجھے پہچان کر بے اختیار مجھ سے لپٹ گیا اور اس کے بعد کچھ دوسرے ملازموں نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ اندر سے جو دوسری شخصیت دورنگی، حوٹی یاہر آئی تھی وہ میٹھ بھائی کی تھی۔ میٹھ: جس کی زندگی میں شامل ہو چکی تھی اس نے مجھے دیکھا اور بے اختیار مٹکے برسے۔

”غزال بھائی... غزال بھائی“

”ہیلو بھائی کیسی ہیں آپ؟“

”آپ آگے غزالی بیٹا۔ آپ آگے، میٹھو نے کہا اور اس کی آنکھوں میں نمی لگی۔ میں جانتا تھا کہ اس گھر کے لوگ مجھے کتنا چاہتے ہیں۔ بہر طور میں میٹھو کے ساتھ اندھا بیٹھا اور اس کے بعد ایک کمرہ بن گیا جسے دیکھو دوڑنا چلا آ رہا ہے تیور بہتر نہیں آتی تھی، جس میں موجود نہیں تھا۔ حسن صاحب بھی نہیں تھے، ایک باقی تمام نوک موجود تھے۔ نجائے کیا کیا ہو گئے ہوتے رہے۔ میں ساریہ اور قادر ڈراماٹک روم ہی میں بیٹھے تھے۔ بیگ صاحبہ اور دوسرے افراد وہیں آگئے تھی کوئی فون پر تلاش کیا جانے لگا۔ ڈاکٹر ظاہر علی کے گھر فون کر دیا گیا اور

تو اور کنویر بھجات سنگھ کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی۔ اس کے بعد سب سے پہلے آنے والی شخصیت حسن کی تھی۔ میری آنکھیں توڑ کر کلاں کر رہی تھیں۔ کافی دیر گزرتی تھی لیکن تو میرا بھی تک میرے سامنے نہیں آتی تھی۔ نجائے دل میں کیسے کیسے دوسرے بیٹا ہونے لگے۔ حسی خرد آیا آتے ہی اس نے مجھے سلوٹ مارا تھا اور پھر مجھ سے لپٹ گیا تھا وہ گلوگر لہجے میں کہہ رہا تھا۔

”تو ہنگامہ میرے بار۔ اتنے دن اتنا صبر کوئی خبر نہیں دے سکتا تھا۔ فون بھی نہیں کر سکتا تھا مجھے خط بھی نہیں لکھ سکتا تھا کہ کہاں ہے۔ نجائے کیا کیا تعصبات پیدا ہوتے تھے تیرے پاسے میں مانی میں نے ایک بات کہی تھی ناپا سے کہ کچھ بھی ہو جائے غزال فانییں نزد آئے گا میرا یاد میں ضرور آئے گا“

”سو میں آگیا حسن۔ حسن صاحب کیسے ہیں؟“

”سب لوگ ٹھیک ہیں بالکل ٹھیک ہیں کوئی ایسی بات نہیں جو قابل تشویش ہو، میں نے موقع ملتے ہی میٹھو سے پوچھا۔“

”بھائی تو خبر کہاں ہے؟“

”ایں ہارے تو خبر واقعی اسے تو نہیں دیکھی کہاں گئی وہ؟ کہاں ہے؟ میں ابھی دیکھتی ہوں۔ یہ تو کمال ہو گیا وہ کہوں

نہیں آتی ابھی تک۔ سنی تو گھر میں ہی“

میٹھ بھائی چلی گئیں۔ میں کم از کم اس بات سے تو مطمئن ہو گیا تھا کہ تو خبر خیریت سے ہے اور نہیں ہے۔ میٹھو بھائی تو بڑی دیر کے بعد واپس آئیں تو تو خبر ان کے ساتھ تھی۔ چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا۔ بوٹ کا پ رہے تھے۔ آنکھیں سوچی ہوئی تھیں۔ میٹھو بھائی مسکرا رہی تھیں تو خبر نے مجھے سلام کیا اور میں اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا۔

”کیسی ہیں تو خبر؟ کہاں تھیں آپ؟ اتنی دیر ہو گئی مجھے آتے ہوئے آپ کو نہیں دیکھا میں نے؟“

”میں ذرا معروف تھی۔ پلینر محوس نہ کری، تو خبر نے جعلی ہوئی نگاہوں کے ساتھ کہا۔ اس کی معرفت میری کھ میں نہیں آئی۔ پھر ٹھوڑی دیر کے بعد حسن صاحب بھی آگئے وہ بھی بہت جذباتی ہو گئے تھے۔ دیر تک مجھے سینے سے پٹانے خاموش کھڑے رہے پھر گلوگر لہجے میں بولے۔

”بالکل ٹھیک ہونا غزال۔؟ کوئی ایسی تکلیف وہ اور پریشان کن بات تو نہیں؟“

”نہیں حسن صاحب۔ آپ کی دعاؤں سے بالکل ٹھیک ہوں۔“

”بھئی آرام کے لیے موقع وہ غزالی کو یہ ملاقات تو تفصیل سے بعد میں ہو جائے گی۔ انہیں اور دھڑ زہمہاؤ کو آرام سے ٹھہراؤ۔ محسن جاؤ بندوبست کرو۔ پھر حسن صاحب قادر اور ساریہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ حسن صاحب، قادر کو بھی پہچاننے سے اور ساریہ کو بھی لیکن جو شکلیں اس وقت ان کے سامنے آتی تھیں انہیں دیکھ کر وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ قادر اور ساریہ ہو سکتے ہیں۔ میں نے ہی مسکراتے ہوئے ان سے کہا۔

”حسن صاحب آپ قادر کو بھول گئے میرے بددست کو؟“

”کون؟ حسن صاحب چونک کر بولے۔“

”یہ قادر ہے میرے ساتھ ہی تو کھٹکڑا گیا تھا“

”قادر اہ۔ لیکن وہ۔۔۔ وہ حادثہ تم نے تو مجھے کچھ اور ہی بتایا تھا؟“

”اور ساریہ کو بھی بھول گئے آپ حسن صاحب؟“

”ایں؟ حسن صاحب نے ساریہ کو دیکھا دیکھنے بے اور پھر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑا کر صوفے پر بیٹھ گئے۔“

”ساری باتیں ہی ناقابل یقین ہیں۔ یہ میڈم۔۔۔“

”یڈم ساریہ ہیں۔“

”ہاں مسز قادر۔“

”اہ۔۔۔ اہ۔۔۔“ حسن صاحب اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکے تھے۔ بہر حال حیرتوں کے اظہار ہوتے رہے تو خبریہ نیر کے بعد محسن نے کہا کہ ہم اپنے کمروں میں آجائیں غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کر لیں اس کے بعد جانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ہمیں آرام کی سہلت نہیں دی جائے گی۔ چائے کے لیے تیاریاں ہونے لگیں۔ ہم لوگوں نے غسل کیا اور باہی میں غسل خانے ہی میں تھا کہ دفعتاً غسل خانے کا دروازہ زرد در سے پٹا جانے لگا۔ میں باہر نکلا تو ہوا موجود تھی۔ ہوا زار و قطار روتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی تھی اور اس طرح بلک بلک کر روئی کہ مجھے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ بہت چاہتی تھی مجھے بلا شہ۔ مجھے اس کا پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر ظاہر علی بھی ساتھ آئے تھے جو ہنگامے سے ہو سکتے تھے وہ ہونے سے تفصیلات پوچھنے لگے۔ سبھی لے چین تھے کنویر بھجات سنگھ

کا فون ملا کہ وہ ادشا کے ساتھ آ رہے ہیں۔ کوئی میں جو ہنگامے ہو رہے تھے وہ میری توقع سے کچھ زیادہ ہی تھے اسے نام ہنگاموں کے درمیان تو خبر کا مسکراتا ہوا چہرہ مجھے ڈھانک دے رہا تھا۔ اس کے چہرے کا وہ پیلا پن اور آنکھوں کا رویا رویا پن غائب ہوتا جا رہا تھا۔ غالباً یہ سب میری وجہ سے تھا اور اب مجھے اعتماد ہو گیا تھا کہ وہ میری منتظر تھی اور کوئی ایسا حادثہ نہیں ہوا تھا جو میری زندگی کو ہمیشہ کے لیے داغدار کر دے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ حسن صاحب اور ڈاکٹر ظاہر علی فاس طور سے ساریہ کو دیکھ کر بہت زیادہ فرسوس ہیں۔ بیچارے ساریہ کی بدل ہوئی کیفیت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اور ظاہر ہے یہ انہیں بتانے کا وقت بھی نہیں تھا۔ سبھی مجھے گھبرے ہوئے تھے۔ مجھ سے بہت سے سوالات کیے جا رہے تھے۔ میں نے مختصر ان کا جواب یہ دے دیا تھا کہ اب میں سارے معاملات سے فارغ ہو چکا ہوں اور تمام حضرات کو ایک باقاعدہ رپورٹ پیش کی جائے گی جس سے تفصیلات پتا چل جائیں گی۔ کنویر پر بھجات سنگھ کا انتظار اسی وقت کیا جا رہا تھا لیکن بعد میں ان کا فون ملا کہ وہ کل دن میں پہنچیں گے کچھ ایسی ہی معروضات درپیش ہیں۔

ڈاکٹر ظاہر علی اور باقی افراد رات کو ایک بجے تک مجھے گھبرے رہے۔ بارہ بجے قادر اور ساریہ کو آرام کرنے کی اجازت دیدی گئی تھی اور اس کے بعد ایک گھنٹہ تک وہ نوک میرا مغز چاٹتے رہے تھے جسے صاحب نے صرف ایک سوال کیا تھا۔

”غزالی، ساریہ کی کیا کیفیت ہے؟ اس کا تمہارے ساتھ آنا مجھے بہت ہی سنسنی خیز محسوس ہوا ہے۔“

”ساریہ اب قادر کی بیوی ہے اور اپنا نامی بھول چکا ہے جسے صاحب۔ باقی تمام اسی تفصیلی رپورٹ میں میں جوں کا توں ذکر کر چکا ہوں۔ حسن صاحب سے ملکر خاموش ہو گئے لیکن ڈاکٹر ظاہر علی بہت سے سوالات کرتے رہے تھے۔ وہ اس خدشے کا اظہار کرتے رہے تھے کہ ساریہ کہیں خطرناک ثابت نہ ہو۔ سامنوں کے بارے میں مختصر آئیں نے انہیں یہ بتا دیا تھا کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں اور یہ منزل ان سب لوگوں کے لیے انتہائی سنسنی خیز تھی۔“

رات کا ایک بچ چکا کوئی بھی مجھے چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھا لیکن پھر دشا کارا نہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ کل سارے معمولات ملتوی کرنے کے بعد میرے ساتھ پورا دن گزارا جائے گا اور اس سلسلے میں یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ میں کب کس کے حصے میں آتا ہوں۔ میں نے ہنستے ہوئے اس بات کی ہائی بھری تھی اور کہا تھا کہ یہ فیصلہ انہی لوگوں پر چھوڑنا ہوں کہ کون کب کس وقت مجھے استعمال کرے گا۔ اور اس سلسلے میں ایک انتہائی دلچسپ کام حسن صاحب اور ڈاکٹر ظاہر علی نے کیا۔ یعنی صبح ساڑھے پانچ بجے حسن صاحب میرے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

دسک دی اور جب کئی بار دسک دینے پر میں ہاگ گیا اور دروازہ کھولا تو میں نے انہیں اور ڈاکٹر ظاہر علی کو کھڑے ہوئے پایا۔ دونوں مظلوم کی شکل بنا تے میرے سامنے کھڑے تھے۔

”بھئی برا اخلاق کی اس انتہائی گری ہوئی حرکت کے لیے ہم معافی مانگنے کا حق رکھتے ہیں لیکن دو شرطیں آدمی جو رات کو ایک لمحے کے لیے نہ سوئے ہوں اس کے حقدار ہیں کہ پانچ چھ گھنٹے سونے والے کو پریشان کر سکیں۔“

میرے حلق سے ایک تہقیر نکل گیا تھا۔ میں نے انہیں اندر آنے کی دعوت دی اور خود غسل خانے میں جا کر منہ تھو دھونے لگا۔ یہ بات واقعی کافی دلچسپ تھی کہ یہ

ڈاکٹر ظاہر علی اور باقی افراد رات کو ایک بجے تک مجھے گھبرے رہے۔ بارہ بجے قادر اور ساریہ کو آرام کرنے کی اجازت دیدی گئی تھی اور اس کے بعد ایک گھنٹہ تک وہ نوک میرا مغز چاٹتے رہے تھے جسے صاحب نے صرف ایک سوال کیا تھا۔

”غزالی، ساریہ کی کیا کیفیت ہے؟ اس کا تمہارے ساتھ آنا مجھے بہت ہی سنسنی خیز محسوس ہوا ہے۔“

”ساریہ اب قادر کی بیوی ہے اور اپنا نامی بھول چکا ہے جسے صاحب۔ باقی تمام اسی تفصیلی رپورٹ میں میں جوں کا توں ذکر کر چکا ہوں۔ حسن صاحب سے ملکر خاموش ہو گئے لیکن ڈاکٹر ظاہر علی بہت سے سوالات کرتے رہے تھے۔ وہ اس خدشے کا اظہار کرتے رہے تھے کہ ساریہ کہیں خطرناک ثابت نہ ہو۔ سامنوں کے بارے میں مختصر آئیں نے انہیں یہ بتا دیا تھا کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں اور یہ منزل ان سب لوگوں کے لیے انتہائی سنسنی خیز تھی۔“

رات کا ایک بچ چکا کوئی بھی مجھے چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھا لیکن پھر دشا کارا نہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ کل سارے معمولات ملتوی کرنے کے بعد میرے ساتھ پورا دن گزارا جائے گا اور اس سلسلے میں یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ میں کب کس کے حصے میں آتا ہوں۔ میں نے ہنستے ہوئے اس بات کی ہائی بھری تھی اور کہا تھا کہ یہ فیصلہ انہی لوگوں پر چھوڑنا ہوں کہ کون کب کس وقت مجھے استعمال کرے گا۔ اور اس سلسلے میں ایک انتہائی دلچسپ کام حسن صاحب اور ڈاکٹر ظاہر علی نے کیا۔ یعنی صبح ساڑھے پانچ بجے حسن صاحب میرے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

دسک دی اور جب کئی بار دسک دینے پر میں ہاگ گیا اور دروازہ کھولا تو میں نے انہیں اور ڈاکٹر ظاہر علی کو کھڑے ہوئے پایا۔ دونوں مظلوم کی شکل بنا تے میرے سامنے کھڑے تھے۔

”بھئی برا اخلاق کی اس انتہائی گری ہوئی حرکت کے لیے ہم معافی مانگنے کا حق رکھتے ہیں لیکن دو شرطیں آدمی جو رات کو ایک لمحے کے لیے نہ سوئے ہوں اس کے حقدار ہیں کہ پانچ چھ گھنٹے سونے والے کو پریشان کر سکیں۔“

میرے حلق سے ایک تہقیر نکل گیا تھا۔ میں نے انہیں اندر آنے کی دعوت دی اور خود غسل خانے میں جا کر منہ تھو دھونے لگا۔ یہ بات واقعی کافی دلچسپ تھی کہ یہ

دونوں حضرات رات بھر نہیں سو سکے تھے۔ ظاہر ہے سرے سسلے میں انہیں جس قدر تجسس ہو گا میں جانتا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کہنے لگے۔

”میاں حسن وہ تمہارا ملازم ابھی تک۔۔۔؟“
”لا رہا ہوگا یا ر آخر کافی بنتے ہیں جو دیر لگتی ہے۔“
چند ہی لمحات کے بعد کافی آگئی اور ڈاکٹر طاہر علی نے جلدی سے تین پیالیاں بنا کر ایک لمحے پیش کر دی۔

”دراصل ہمارے ذہن کی جو درگت بنی ہوئی ہے اس وقت۔ اس کی تفصیل تمہیں نہیں بتا سکتے اس کی روشنی میں جانتے تھے کہ تمہارا بیچھا نہیں چھوڑے گا اس لیے ہم نے یہ شب خون مارا ہے اگر اسے تم شب خون بھجو تو۔ ویسے یہ صبح خون ہی کہا جا سکتا ہے لیکن ذرا محاورہ غلط ہو جاتا ہے تو اس شب خون کے لیے ہم جتنی معذرت کریں کم ہے لیکن ہمارے بھائی ہمارا ہاتھ اتنا خراب ہو گیا ہے اب کھٹی ڈاکڑی آئے گی تمہیں۔“

”ہمیں نہیں۔ آپ کی آمد پر مجھے خوشی ہے اور ذرہ برابر معذرت کرنے کی ضرورت نہیں۔ کافی کا بے حد شکر ہے اور ہم بھی تمہارے اتنے ہی شکر گزار ہوں گے اگر خوراک ہی ہمیں ہمارے سوالات کے جواب دیدو۔“

”سوالات ترتیب دے لے ہیں آپ نے اپنے ذہن میں؟“ میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے پوچھا۔
”ہاں میاں سوالات کی تو ایک بلخا ہے جو ذہن پر حملہ آور ہوتی رہی ہے رات بھر۔ لیکن پہلے یہ بتاؤ سامونیکا دیکھا۔؟“

”نہیں طاہر علی۔ سامونیکا کے دروازے تک پہنچ گیا تھا میں اور وہاں سے ان لوگوں نے مجھے واپس کر دیا۔ اس لیے کہ اگر میں سامونیکا میں داخل ہو جاتا تو پھر زندگی میں یہاں واپسی ممکن نہیں تھی۔“
”اوہ۔ کہاں ہے یہ سامونیکا۔؟“

”نامعلوم سمندروں کے درمیان جہاں جہاز سفر نہیں کرتے اور جہاں سمندر کا رنگ زرد ہے اور زرد بھجور دیواروں کی مانند اٹھتے رہتے ہیں اور انھی سمندروں میں سامونیکا کے دروازے ہیں۔ آپ یقین کیجئے ڈاکٹر طاہر علی کردہ لوگ سمندری مخلوق تھے۔ سمندر کے نیچے رہنے والے لوگ جن کا تعلق ممکن ہے اس نامعلوم براعظم سے

ہو جواب ایک روایت کی حیثیت رکھتا ہے۔“
”خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ تو تم زرد سمندر تک پہنچنے کے اور وہاں وہاں کیا ہوا۔؟“ میں نے ان لوگوں کو پوری تفصیل بتانا شروع کر دی۔ میں نے انہیں بتایا کہ کس کس طرح ہم لوگ کہاں کہاں پہنچے اور کہاں کہاں سے سامونوں کو بیچ کیا اور پھر کس طرح مارٹن ایسٹروٹی تنظیم سے لڑتے ہوئے بالآخر زرد سمندر کے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں سے سامونیکے مصلحے شروع ہوئے تھے۔ زہی لوش اور گوٹین کے ہاں میں، میں نے تفصیل بتائی اور وہ سر پجڑا کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر طاہر علی ہر سڑتے ہوئے لہجے میں بولے۔

”کیا یہ کہانی اس دور کی سب سے سنسنی خیز اور بے حد دلچسپ کہانی نہیں؟ کیا ہم اسے حقیقت کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں؟“

”جو کچھ آپ نے دیکھا تھا ظاہر علی اگر اس پر یقین کر سکتے ہیں تو پھر ان تمام باتوں پر بھی یقین کریں۔“

”نہیں نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا میں یہ کہہ رہا تھا کہ کیسے عجیب لوگوں سے واسطہ پڑا تھا ہمارا۔“
”تو پھر انہوں نے تمہیں خزانہ بھی دیا۔“ طاہر علی نے سوال کیا۔

”ہاں اور وہ خزانہ میں یہاں منتقل کرنے میں کیا کام ہو گیا ہوں۔ کافی ہے اور ڈاکٹر طاہر علی اس کا کچھ حصہ اب بھی آپ کا ہے۔“

”نہیں بھئی اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے ہم تو غیر متوقع حالات میں اپنا حصہ وصول کر چکے ہیں اور پھر یقین کرو اب مجھے خزانوں سے اتنی دلچسپی نہیں رہی ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے خلوص سے کہا۔

”کافی بلا جہاں پار ہوں میں آپ کو ڈاکٹر صاحب۔“
”ہاں میاں۔ اللہ نے تمہیں ہمارے درمیان بھیج دیا یہ بہت بڑا احسان ہے اس کا۔ براہ مانتا ہم تم سے ایسی ہر جگہ تھے۔“ طاہر علی نے کہا۔

”حسن صاحب کہنے لگے۔ تمہیں غزال فاؤنڈیشن کی اطلاع دی۔ کتنی تھی۔؟“

”غزال فاؤنڈیشن کی۔؟“

”یہ کیا چیز ہے۔؟“
”کیا واقعی شبیں نہیں معلوم۔؟ حسن صاحب حیرت

سے بولے۔
”میں آپ سے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ کیا چیز ہے۔“
”میں نے تم سے کہا تھا طاہر علی تم یقین ہی نہیں کرتے تھے۔“ حسن صاحب بولے۔ اور طاہر علی گروہن پلانے لگے۔
”براہ کرم مجھے اس کے بارے میں بتائیے۔“
”سموٹورا گوشانی کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ کثیر زرد جواہر لائے تھے جنہیں ہماری مدد سے ستر کروڑ روپے میں فروخت کیا گیا اور انہوں نے یہ دولت تمہارے نام پر بینکوں میں منتقل کر دی۔ انہوں نے فرانس کی کرم غزالی فاؤنڈیشن قائم کر دی اور غزالی کی دلچسپی تک اس کا کاروبار سنبھالیں۔ چنانچہ غزالی اس ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کئی فرم اور فیکٹریاں قائم کر دی گئی ہیں اور محسن اس کا کاروبار سنبھالے ہوئے ہے۔ تمہارے نام سے ایک خوبصورت کوٹھی خریدی گئی ہے اور تمہارے کاروبار کے ایک ایک پیسے کا حساب موجود ہے۔“

میں سکتے ہیں وہ گیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے نظر انداز نہیں کیا تھا۔ دیر تک میں گروہن جھکاتے خاموش بیٹھا رہا تھا۔ وہ سب بڑی طرح یاد آ رہے تھے۔ دیر تک یہ لوگ باتیں کرتے رہے ایک ایک تفصیل بار بار پوچھتی گئی تھی۔ اب دن اچھی طرح نکل آیا تھا وہ دونوں اٹھ گئے ان کے جانے کے بعد میں نے لہاس تبدیل کیا ایک اور شخصیت میرے لیے قابل احترام تھی اور ایک ہر ایک سے ملاقات کر کے مجھے ایک جرم کا احساس ہو رہا تھا یہ کرم بابا تھے۔ ان سے اسی وقت مل لیا جانے ورنہ اس کے بعد یہ لوگ سمجھا نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ میں ان کی کسی طرف جلی پڑا۔ ان کی میں داخل ہوتے ہی دے دے۔ ہر جگہ رہا تھا اس سے بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ کرم بابا مجھے بروٹی کرے میں مل گئے۔ سفید لباس میں تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔

”بڑی دیر میں یاد آتی ہماری میاں۔ وہ بولے۔“
”نہیں بابا۔ مجھے تو ان لوگوں نے گھبرایا تھا۔ آپ کیسے ہیں۔؟“

”خدا کا فضل ہے۔“
”آپ کی صحت ما شاء اللہ بہت اچھی ہو گئی ہے۔“
”کرم ہے موجود۔ تم خوش ہونا۔؟“

”ہاں بابا۔“ میں نے جاہلوں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
ان کی جوں کی توں تھی ذرہ برابر تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ بس یوں لگتا تھا جیسے بس ایسی تھوڑی دیر قبل یہاں سے گیا تھا۔ آپ نے اسے بالکل دیکھا ہی دکھا ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”میں نے نہیں میاں۔ تصویر یہ سب کچھ کرتی ہے روز آتی ہے۔ گھنٹوں ایک ایک چیز صاف کرتی ہے۔ بجلی بہت محبت کرتی ہے تم سے۔“ کرم بابا نے کہا۔
”آپ سے ملنے آیا تھا۔ چلتا ہوں۔ امینان سے باتیں ہوں گی۔“

”میں جانتا ہوں میاں۔ خدا خوش رکھے تمہیں۔“ کرم بابا نے کہا اور میں ان کی سے نکل آیا۔ کوٹھی میں ابھی صرف ملازم جاگتے تھے۔ میں دوبارہ اندر داخل ہوا تو ملیوہ بھائی نظر آئیں۔
”اوہ۔ آپ جاگ گئے غزالی بھائی۔ ہوا خوری کو گئے تھے۔؟“
”ہاں بھائی۔ آپ بھی ملد جاگنے کی عادی ہیں۔؟“
”ہاں۔ جائے ملاؤں۔؟“
”آپ نے پی۔؟“

”میں تو صبح سب سے پہلے کچن کا رخ کرتی ہوں جاتے کے لیے۔“
”میں کافی پی چکا ہوں ابھی رہنے دیں۔“
”ایک اون مستی جاگی ہوئی ملے گی آپ کو۔ چاہیں تو جا کر دیکھیں۔“ ملیوہ بھائی نے مسکراتے ہوئے بولیں۔
”کون۔؟“ میں نے پوچھا۔
”تصویر۔“ ملیوہ بھائی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولیں۔ یقین کر دو مجھے دل مسرت ہے غزالی بھائی، جانتے ہیں کہ جب آپ واپس آئے تھے تو وہ کافی دیر تک آپ کے پاس نہیں پہنچی تھی۔“ ملیوہ بھائی کے چہرے پر شہزادہ رقصاں تھی۔

”تو پھر۔؟“ میں نے سوال کیا۔
”مجھ پر شکرانے کے نفل پڑھ رہی تھیں، عمر و دراز سے نمازی ہو گئی ہیں اور ان کی نمازوں نے ہی ان کی دل کی کیفیات کا اظہار کیا ہے سب پر۔“
”کیا۔؟“ میں نے سر اسیسر لہجے میں پوچھا۔
”جی ہاں بھائی ہیں اور آپ دیور۔ دیور اور بھائی کے درمیان رازداری کا رشتہ سب سے مشہور ہوتا ہے اور آپ ہیں ہی بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

کیا یہ نمازیں یکطرفہ ہیں؟

”ملیو بھائی کیا کہہ رہی ہیں آپ؟“

”اچھی بات ہے، اچھی بات ہے، غیریت برتی جا رہی ہے تو سچری ہی ہوتی، ورنہ ہم سے بڑا مددگار کون ہو سکتا ہے، ٹھیک ہے چھپانے رہو، مگر وہ بات چھپانے میں مسٹر غزالی آپ جو اس کفر کے بچے بچے کو معلوم ہے، میں نے دونوں باتوں سے سرخام لیا۔ ملیو بھائی بولیں۔“

”چلتے ہیں اب ہم۔ بہت سے کام کرنے ہیں۔“

”آپ بہت اچھی طرح بلیک میل کر رہی ہیں مجھے، آخر کچھ بولتا ہے۔“

”ہم سے غیریت برتی جائے گی تو ایسا ہی ہوگا۔“

”ملیو بھائی پلیز کون ذلیل آپ سے غیریت برت رہا ہے مگر بتا دو مجھے وہ کیا بات ہے جو بچے بچے کو معلوم ہے۔“

”یہی کہ تمہارے تو میرے نمازیں بڑھ بڑھ کر کس کی دلچسپی کے لیے دعائیں مانگتی ہیں، سچ جھوٹ نہیں بول رہی، سب بچو یہ بات معلوم ہوگئی ہے اور تو میرے کہیں اس کی تردید نہیں کرنا۔ ویسے غزالی میں آپ کی بائزرہ فطرت کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں، اور میں سے بھی بارہا اس موضوع پر گفتگو ہوتی ہے، کہیں حماقت نہ کر بیٹھنا اگر تو میرے لیے دن میں کچھ ہے تو اسے چھپانے کی ضرورت نہیں میرا خیال ہے آپ کی محبت کے راستے ہموار ہیں اور کوئی بھی اس میں روکاؤٹ بننے کے لیے تیار نہیں۔“

میں ساکت رہ گیا۔ میرے ساتھ ایک ملوفانی میرے دل میں جاگا اور میرا دل چاہا کہ خوشی سے ناچنے لگوں، لیکن اپنے آپ کو ہلکا نہیں کر سکتا تھا، ملیو بھائی مسکراتی ہوتی چلی گئیں، لیکن میرے لیے سوچنے کو نہ جانے کیا کچھ مجھ پر گئی تھیں تو میرا اپنی محبت کو راز نہیں رکھ سکی، کریم بابا نے بھی اشارتاً بتا دیا تھا کہ انیسویں کی صفائی اور اس کی سجاوٹ پر رقرار رکھنے میں ان کا نہیں بلکہ تو میرے ہاتھوں کا دخل ہے اور وہ پہلی گز میری یادیں تازہ کرتی رہی ہے۔ ساموئیل کے سلسلے میں جتنی صعوبتیں اٹھانی پڑی تھیں، ان سب کا صلہ مل گیا تھا مجھے، اور اس طرح ملا تھا کہ اب سبجانے نہیں سنبھالا جا رہا تھا۔ بہر طور اپنے آپ پر قابو پایا۔ یہاں ترقی میری جدول میں آگئی تھیں اور کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کہاں کہاں سے سمیٹوں۔ تو میرا کفارہ میرے لیے بہت ہی دل خوش کن تھا، اور یہ سوچ کر میں اور بھی خوش محسوس کر رہا

تھا کہ تو میر اور میری چاہت کے درمیان کوئی دیوار نہیں ہے، دلیسے ہی ملیو بھائی بتا چکی تھیں کہ تو میر کس طرح سے میرا انتظار کرتی رہی ہے۔

دن نکل آیا اور کوئی گھنٹے سب سے پہلے محسن میرے کمرے میں پہنچا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے پہلے مجھے سیلوٹ کیا اور سپر موڈ بانڈ انماز میں آگے بڑھ آیا۔

”جیف میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم دیجیے۔“

”کیا حماقت ہے مجھی۔ آؤ بیٹھو۔“

”جرات نہیں کر سکتا ہاں نوکر ہوں آپ کا۔ محسن نے

کہا۔

”جو اس سے باز نہیں آؤ گے۔“

”سچ کہہ رہا ہوں ہاں غزالی فاؤنڈیشن کا منیجر ہوں۔“

”محسن پلیز بیٹھو۔ تم سے بہت سی باتیں کرنے کو چاہ رہا ہے۔“

”جو حکم ہاں یا محسن بیٹھ گیا۔“

”محسن کیا مجھے خوش قسمت اور کوئی ہوگا جو آرزو کی تھی وہ مل گیا مجھے اور محسن۔ میرے محسن سے سب تمہاری مہربانی کے سلسلے میں ہو رہا ہے۔“

”خخوا بڑھا دیجیے جیف۔ محسن نے کہا۔“

”حسن صاحب کی معرفت میرے لیے کچھ پہنچا ہے محسن۔“

”کیا؟“

”کوئی دولت۔ کوئی خزانہ۔“

”نہیں۔“

”معلوم کرو۔ اسے پہنچنا چاہیے۔ میں نے کہا۔“

”بہتر ہے جیف۔ محسن نے کہا۔ محسن کے ذریعے سب کے حالات معلوم ہوئے، ہمارا گئی اور پھر ثابت کیا گیا جس پر سب موجود تھے۔ گیارہ بجے تو درجعات پہنچ گئے۔ اوشا بھی تھی اور پہلے سے بہت حسین ہوگئی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ حیرت مجھے ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھ کر ہوئی تھی۔ اس نے ایسا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”میرا نام سینیل پریسا کر ہے اور میں اوشا کا بچہ ہوں۔“

”اوہ۔“ میں حیرت سے بولا۔

”معاف کرنا غزالی۔ تمہاری غیر موجودگی میں سب کچھ ہوا۔ مگر تمہارے اعزاز میں ہم پارٹی فروردیں گے۔“

کنوڑ پر جمات نے کہا۔

اوشا کے بارے میں معلوم ہوا کہ شادی کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہوگئی ہے اور اب دونوں میاں بیوی بہت خوش ہیں۔ سب سے ملاقات ہوگئی تھی سر طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھری ہوئی تھیں۔ خوب ہنگامے رہے تھے ہا بھی یہیں آگئی تھی۔

تو میر سے ابھی تک تنہا ملاقات نہیں ہوئی تھی اور میں اس تاک میں تھا کہ وہ تنہا ملے۔ لوگ بچھا ہی نہیں چھوڑتے تھے وقت گزرتا گیا میں کریم بابا کے پاس دوبارہ نہیں جا سکا۔ ملیو بھائی میری کیفیت پر سکتا رہتی تھیں۔ یہ وقت گزر گیا۔ دوسرے روز صبح کو جلدی جاگ گیا۔ اور بہت کر کے تو میر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ تو میر کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور جھانک کر دیکھا تو وہ کمرے میں موجود نہیں تھی۔ غسل خانہ دیکھا وہاں بھی موجود نہیں تھی۔ کہاں گئی۔ میں نے سوچا۔ اور پھر جلدی سے وہاں سے ہٹ گیا۔ ملیو بھائی یاد آئیں پتا نہیں جاگی ہیں یا نہیں۔ ان کے الفاظ یاد آئے تو میں کی طرف بڑھ گیا۔ ملیو بھائی موجود تھیں۔

”آؤ۔ جاگ گئے۔“

”ہاں۔“

”آؤ چائے پیو۔ تیار ہے۔“

”بھائی وہ میں نے جیکبھا تے ہوئے کہا۔“

”تو میر۔“ ملیو بھائی نور آؤ لولیں۔

”ہاں۔“ میں نے ہنسنے شروع کیا۔

”کمرے میں نہیں ہے۔“

”نہیں۔“

”نیکوئی میں ہوگئی۔“

”آپ کو یقین ہے۔“

”سو فیصدی۔“

تو میر چائے نہیں پیوں گا۔ میں نے کہا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد تقریباً دوڑتا ہوا انیسویں پہنچا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا دھڑکتے دل سے اندر داخل ہو گیا کریم بابا نظر نہیں آئے تھے۔ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو تو میر نظر آگئی۔ چائے نماز پڑھتی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر بوکھلا گئی۔ میں بھی جذباتی ہو گیا تھا۔ ایک لفظ بھی میرے نہیں نکل سکا۔ تو میر جلدی سے اٹھی اور چائے نماز کے ایک طرف رکھ دی۔ اس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا تھا بڑی بڑی حسیں آنکھیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں چند لمحات اس طرح خاموشی سے گزر گئے، پھر میں ہی آگے

بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

”تو میر۔“ میں نے لڑتی ہوئی آواز میں لے پکارا۔

”جی۔“ وہ شرمیلیں لمبے میں بولی۔

”کیسی ہو۔“

”ٹھیک ہوں۔“ اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

”میں تم سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا تھا کسی نے منع ہی نہ دیا۔ تم نہیں ملیں تو میر اس طرف آ گیا۔“

”صبح کی نماز میں یہیں پڑھتی ہوں۔“ تو میر نے جواب دیا۔

”نماز کے شروع کر دی۔ میں نے پوجا اور تو میر خاموش ہی رہی اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے اس سے گفتگو کروں کس طرح اسے اپنے دل کا حال سنائوں، پہلاری خاموشی بہت کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے حواس مجتمع کیے اور بولا۔

”تو میر میں دلچسپی آگیا ہوں۔“

”ہاں۔“

”تمہیں یقینی تھا۔“

”ہاں۔“

”مکمل یقین۔“ میں نے سہر پوچھا۔

”مکمل یقین۔“ اس نے جواب دیا۔

”بھئی کچھ باتیں کر دو۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔“

”کیا باتیں کروں۔ آپ کے آنے سے میں بہت خوش ہوں اور مجھے یقین تھا کہ آپ کہیں بھی ملے جائیں غیریت سے رہیں گے۔ کچھ نہیں ہوگا آپ کو، بس کاپ میری توجیح سے پہلے دلچسپی آگئے۔“

”ہاں تو میر، میں جذباتی گفتگو نہیں کر رہا، یہ حقیقت ہے کہ میں تمہارے پاس دلچسپی کا خواہش مند تھا، تو میر ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہے کہ ہم اپنی زبان کو ان الفاظ سے آلودہ نہیں کریں گے جو جذبات کی ترجمانی کرنے میں بہت بے حقیقت ہیں، بس جو میں کہنا چاہتا ہوں، تم سمجھ لو۔“

تو میر آہستہ سے مسکادی۔ اس نے ایک بار لگا ہی اٹھا کہ مجھے دیکھا اور بولی۔

”کوئی ایسی آجمن تو نہیں آپ کے ذہن میں جو آپ کو پریشان کرتی ہو۔“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”چلیے میں آپ کو چائے پلاؤں، ملیو بھائی جاگ گئی ہوں کہ وہ چائے کی خوشنہیں ہیں۔“

”نہیں چائے کریم بابا سے نواتے ہیں، کہاں گئے

کریم بابا میں نے پوچھا اور تو میرے چونک کر مجھے دیکھنے لگی
 "کیا آپ کو معلوم نہیں۔" اس نے اسوس بھرے
 لہجے میں کہا۔
 "کیا؟" میں نے متوجہانہ انداز میں سوال کیا۔
 "کریم بابا کا تو انتقال ہو چکا ہے؟" تو میرے جواب
 دیا اور میرا مزہ حیرت سے کھل گیا۔
 "کیا۔ کیا کہہ رہی ہو تو میرے۔"
 "کافی دن ہو گئے، بیمار ہوئے تھے بے چارے۔
 دو دن بیمار آیا اور بس اللہ کو پیارے ہو گئے۔"
 "تو میرے کیا ہو گیا ہے نہیں، کیا کہہ رہی ہو تم۔ میں
 کل صبح کریم بابا سے مل چکا تھا کہ وہ میں نے شدید حیرت سے
 کہا اور تو میری حیران آنکھیں بھی میری جانب اٹھ گئیں۔
 "نہیں غزالی کریم بابا کا انتقال ہو چکا ہے، آپ کہاں
 سے ملے ہوں گے ان سے میرے رو گئے کھڑے ہو گئے
 تھے۔ میں نے ہیجانی انداز میں کہا
 "خدا کی قسم تو میرے میں کل ان کیسی میں کریم بابا سے
 مل چکا ہوں۔ میں نے ان سے باتیں کی تھیں۔ انھوں نے
 تمہا سے بارے میں بتایا کہ تم ان کیسی آتی ہو اسے صاف
 سنا کر گئی ہو۔"
 تو میرے پریشان لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی بھول
 "ان کا انتقال ہو چکا ہے۔"
 "اوہ؟" میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ ان کی
 صحبت، بہت اچھی تھی وہ مفید لباس میں ملیو س تھے۔
 اور۔ اور تو میرا انھوں نے مجھے چٹا بھی تھا۔ تو میرے خدا کی
 قسم میں نے ان سے باتیں کی تھیں۔
 "وہ آپ کو بہت چاہتے تھے غزالی وہ تو تو میرے
 آنکھیں بھی تم ہو گئیں۔ دل میری طرح ادا اس ہو گیا تھا۔ یہ
 میری زندگی کا سب سے حیرت انگیز واقعہ تھا۔ مجھے بار بار
 یوں محسوس ہوا تھا جیسے کریم بابا زندہ ہوں موجود ہوں
 یہاں۔
 "غزالی چلیں۔ آئیے چلیں۔" اس نے گلو گریے میں
 کہا۔ اور پھر بڑے اعتماد سے میرے ساتھ باہر نکل آئی۔
 کوئی میں داخل ہونے کے بجائے ہم لاں ہر آگئے۔ ابھی
 چند منٹ ہی گزرے تھے کہ کئی بھائی آتی ہوئی نظر آئیں
 ان کے ہاتھوں میں چائے کی ٹرے تھی۔ تو میرے آگے بڑھ
 کر ان سے چائے لے لی۔
 "آئیے بھائی آپ چائے نہیں پیتیں گی۔؟" تو میرے
 کریم بابا۔ تم لوگ باتیں کرو پلیز۔ پلیز بھائی پوری ہو گیا
 سے بولیں اور واپس چلی گئیں۔
 ہم دونوں خاموشی سے چائے پیتے رہے۔ سمجھتی
 نہیں آ رہا تھا کہ کیا باتیں کریں۔ پھر یہ خاموشی طویل ہو گئی
 تو تو میرے کہا۔
 "اب تو کہیں نہیں جائیں گے۔؟"
 "نہیں۔"
 "سارے کام ختم ہو گئے۔؟"
 "نہیں۔" میں نے کہا اور تو میرے چونک کر مجھے دیکھنے
 لگی۔
 "اب کیا کام ہے۔؟"
 "زندگی کا سب سے اہم مرحلہ باقی ہے تو میرے۔ میں نے
 کہا اور وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ چند لمحات خاموش رہی
 پھر بولی۔
 "اب کہیں نہ جاتیں۔ پلیز۔"
 "نہیں تو میرا اب کہیں نہیں جاؤں گا۔ میں نے جواب
 دیا۔
 "آئیے چلیں۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اٹھ
 گیا۔ تو میرے خدا حافظہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔
 اپنے کمرے میں آ کر میں کریم بابا کے بارے میں سوچنے
 لگا۔ ایک بار پھر میری آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ یعنی نہیں آ
 رہا تھا ان کی محبت پر۔ اس کے بعد پھر وہی ہنگامے شروع
 ہو گئے۔ کریم بابا کی محبت کی تعدادی دوسرے لوگوں سے
 بھی ہو گئی تھی لیکن میں نے دوسرے لوگوں سے اس ملاقات
 کا تذکرہ نہیں کیا۔
 دو پہر کے کھانے کے بعد قادر نے کہا "غزالی اب
 مجھے اور سارے کو اجازت نہیں دو گے۔"
 "کیا مطلب۔"
 "یار گھر والو ادا دی ہوں۔ دھندے کی فکر کرنی ہے۔"
 قادر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "ذلیل کر رہے ہو قادر۔"
 "کیوں بھائی۔"
 "قادر ایک بات کہہ رہا ہوں۔ پہلی اور آخری۔ اپنے
 کاروبار کے سلسلے میں اپنے کسی بھی مسئلے میں تم تنہا نہیں
 ہو۔ جہاں دل چاہے چلے جاؤ جس سے دل چاہے ملو۔
 شام کو واپسی نہیں ہونی چاہیے۔ چند روز کی ہمدلت دے
 دو اس کے بعد سب ٹھیک کر لیں گے۔"

"غزالی بھائی۔"
 "بس یہ لفظ کافی ہے بھائی کہہ رہے ہو تو باقی
 سائل میں بھی شریک رکھو۔"
 "مگر کچھ نہ کہہ تو کرنا ہے نا۔"
 "ابھی جلدی نہیں ہے۔"
 "اچھا ٹھیک ہے۔ میں آج ہی کچھ کرنے کو نہیں جا
 رہا۔ بس ذرا حالات کا جائزہ لے لوں۔"
 "فردر لے لو کہیں مسئلے میں پریشان ہونے کی ضرورت
 نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
 "او کے ڈیر۔ اطمینان رکھو۔ قادر نے کہا پھر وہ سارے
 کو لے کر چلا گیا۔ گنڈ پر بھات سنگھ اور اوشا بھی آج واپس
 جا رہے تھے۔ شام کو چاند نہ وہ بھی رخصت ہو گئے۔
 رات کو محسن نے مجھے خصوصی رپورٹ پیش کی "ہاں
 بڑی پراسرار کیفیت ہے۔"
 "کیا۔؟"
 "میں بڑے کارٹن اسمگل ہو کر ڈیڑی کی فرم میں
 بنے ہیں۔ چند پراسرار لوگ ان کی ڈیوری دے کر چلے
 گئے تھے اور وہ بڑی لاپرواہی سے گورام میں پڑے ہوئے
 تھے۔ مگر۔ میں نے انھیں گھول کر دیکھ لیا ہے۔"
 "کیا ہے ان میں۔"
 "سوٹنگ کے سگے زبردات ہیرے اور یہ تمہارے
 ام سے ہیڈ اور۔ کیے گئے ہیں۔"
 "کہاں ہیں وہ۔"
 "لے آیا ہوں بھائی اور سولی پر لٹکا ہوا ہوں۔"
 "سولی سے اتر آؤ محسن، یہ ویلٹی کا خزانہ ہے۔
 برے جیسے گا۔"
 "غزالی۔ یہ دولت تو اربوں روپے کی ہو گی خدا کی
 قسم میرا معدہ خراب ہو گیا ہے۔"
 "یہ سب ہمارا ہے محسن اور یقین کرو اس کا حصول
 ناجائز نہیں ہے۔ میں لے گیا۔"
 "مگر یار۔ سووی باس۔ اس کے سپینے کا طریق
 کار۔؟ وہ کون لوگ تھے۔"
 "ایک خطرناک تنظیم کے رکن۔"
 "مائی گاڈ۔ اب کیا کروں۔"
 "یقیناً تم نے انھیں محفوظ جگہ رکھا ہو گا۔ اگر غیر محفوظ
 سمجھتے ہو تو میرے محفوظ کردار پر تمہاری ذمہ داری ہے۔"

"غزالی تمہیں وہ سب کچھ مل گیا جس کے لیے تم نے گھر
 جوڑا تھا تم واقعی خوش نصیب انسان ہو۔ محسن نے ہنستے
 سے کہا۔ میں نے مسکرا کر اسے اپنے سے پٹایا۔
 غزالی فائونڈیشن کا جائزہ لیا۔ محسن نے کہا کہ دکھایا
 تھا۔ میری تین فیڈریاں مختلف ایشیا تیار کر رہی تھیں کئی
 فرمیں کام کر رہی تھیں۔ لے شمارا فراڈ ملازم تھے۔ میری کوئی
 انتہائی مالیشان تھی۔ سب کچھ عظیم الشان یہاں بک گیا تھا
 لیکن ابھی ایک مرحلہ باقی تھا جس کے لیے میں نے اس سے
 ایک ہفتے کی رخصت مانگی تھی۔
 خویل مرنے کے بعد میں نے اپنے بچپن کی زمین پر قدم
 رکھا تھا۔ وہ زمین جس کے ایک ایک حصے سے مجھے پیار تھا
 جہاں میرے بھائی اور بھایاں تھے۔ میں نے ان سب کو دل
 سے معاف کر دیا تھا، جس وقت میں اپنے گھر میں داخل ہوا
 تو میرا لباس بوسیدہ اور ملگیا تھا۔ ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی میں
 نے جان بوجھ کر یہ حلیہ اپنایا تھا۔
 اتفاق سے سب گھر پر موجود تھے۔ سب نے مجھے
 دیکھا۔ بھائی رو پڑے۔ بھابیوں نے گردنیں جھکا لیں۔ بڑے
 بیجا مجھ سے لپٹ کر بگ پڑے۔ اور سب کو میرے ساتھ
 کی جانے والی زیادتی کا احساس تھا۔ وہ سب پھوٹ پھوٹ
 کر روتے رہے۔ انھوں نے اعتراف کیا کہ وہ سب زمین
 کی بوس میں اندھے ہو گئے تھے۔ مجھے بھول گئے تھے۔
 بڑے بیجا بولے "ہمیں سزا مل گئی غزالی۔ ہمیں سزا
 ملنی ہی چاہیے تھی سب کچھ ختم ہو گیا۔ ہم مفروض ہیں زمین
 کا ایک ٹکڑا بھی نہیں رہا ہمارے پاس۔ ہماری زمینیں ہم
 سے ناراض ہو گئی تھیں سب خنجر ہو گئیں سب کو ٹنگ کھا
 گیا۔ یہ گھر بھی رہن ہے۔ ہم سب کو لڑی کو محتاج ہیں
 غزالی ہمیں معاف کر دو۔ تمہارے جانے کے بعد سکون کا
 ایک لمحہ بھی میسر نہیں آیا ہمیں۔ تمہاری کیا حالت ہے میرے
 بھائی۔؟"
 "میں تو آپ کے پاس آیا تھا بھیا۔ میں نے سوچا تھا کہ
 آپ ان زمینوں پر پیش کر رہے ہوں گے جن پر آپ نے ایک
 بھائی قربان کر دیا تھا؟ میں نے کہا۔
 "ہاں۔ ہم نے ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن خدا نے ہمیں ہمارے
 لیے کی سزا سے دی۔ کاش ہم نہیں کچھ دے سکتے۔"
 "دینا چاہتے ہیں بیٹا؟ میں نے کہا۔"

میں بتایا۔ اس کے بعد میں کو بھی کیا اور حسن صاحب کو پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔ میں نے ان سب کو رات کے کھانے پر مدعو کر لیا تھا۔

تتویر بھی آئی تھی اور سب سے ملی تھی۔ چاروں طرف سترتیں بکھری ہوئی تھیں اور مجھے یہ سب خواب خواب لگ رہا تھا۔ لیکن یہ خواب نہیں بلکہ خوابوں کی تعمیر تھی۔ اب اس کا ناسات میں سترتیں ہی سترتیں تھیں۔ دن اور رات یکساں تھے کبھی یہاں کبھی وہاں۔ عین کے ساتھ اب میں نے کاروبار کسے دیکھ بھال شروع کر دی تھی۔ قادر کو ہوش کا بزنس ہی پسند تھا چاچر میں نے اس کے لیے ایک شاندار ہوش کی تعمیر کے احکامات جاری کر دیے۔

اور اب اپنی زندگی کے سب سے اہم مقصد کو حاصل کرنے کا وقت آگیا تھا۔ حالات بھی سازگار تھے۔ طوطی بھالی رازدار تھیں اور ان کے مشورے شامل حال تھے۔ چنانچہ بڑے بھائی اور بھائی ایک دن تنویر کے لیے میرا شہر لے کر حسن صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ ہمارا ڈاکٹر اظہار علی سے بھی مدد لی گئی۔ وہ لوگ واپس آئے تو مٹھا میوں کے ٹوکے ساتھ لائے تھے۔ حسن صاحب نے رشتہ منظور کر لیا تھا۔

”اب کیا دیں گے خزاں بیٹے۔ اب کیا دیں گے تمہیں؟“ میں نے تو پہلے بھی کچھ نہیں مانگا بھیا آپ کی اور بھائیوں کی چھت کے سوا اب بھی وہی میری طلب ہے۔ بڑی بھائی روتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی تھیں۔ اب انہیں کچھ کہنا فضول تھا۔ میں نے کہا۔ ”آپ سب تیار ہو جائیں۔ میں آپ کو ساتھ لے جانے آیا ہوں۔“

”کہاں؟“

”یہ وہاں پہنچ کر تناؤں گا جہاں لے جا رہا ہوں یہ کئی دن تیار یوں میں صرف ہو گئے۔ پھر میں انہیں شہر لے آیا۔ اسٹیشن سے میں انہیں سیدھا اپنی کو بھی لے گیا تھا جہاں ملازم ان کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ وہ سب حیرت سے ہلکے ہوئے جا رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ سب ان کا ہے تو وہ دنگ رہ گئے۔ بھابھاں سکتے ہیں رہ گئی تھیں۔ میں نے ملازموں کو منگ کر دیا تھا کہ ابھی میری آمد کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے۔ البتہ قادر کو میں نے مصروف کر دیا تھا۔ ان سب کے حلیہ درست کرنے تھے۔ سارا یہ بھی یہیں آگئی اور قادر مصروف ہو گیا۔ ہنگامی بنیادوں پر کام کر کے ان سب کے حلیے درست کر دیے گئے۔ تب میں نے ان سب کو حسن اور حسن صاحب کے بارے

ختم شد